

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نہایت ایک خدام اہل سنت کاتر جملن نظام خلافت راشدہ کاداعی

ماہنامہ حق جاوید

اشاعت خاص

== بِیِّنَا ==

قائد اہل سنت وکیل صلی اللہ علیہ وسلم اب مظہر شریعت و طہارت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان
خلیفہ جانشین شیخ الاسلام حضرت ممدنی رحمہ اللہ

اشاعت خاص



مارچ ۲۰۰۵ء

پیشہ

فائدہ اہل سنت کیلئے صرف اہل سنت و جہد

حضرت قاضی مظہر حسین صاحب

بانی مکتبہ عالم اہل سنت پاکستان، جامعہ اسلامیہ اسلامیہ کھڑک مکتبہ اسلامیہ

مکتبہ اسلامیہ

مکتبہ اسلامیہ

مفتی اعظم پاکستان اسلامیہ

فاضل و فاضلہ اسلامیہ پاکستان

مفتی اعظم پاکستان اسلامیہ

مکتبہ اسلامیہ پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ

قائم اہل سنت وکیل صحیحین پر مظہر شریعت و طریقت

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
رحمۃ علیہ

بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان خلیفہ مجاہد شیخ الاسلام حضرت ممدنی بریلوی

یا اللہ مددہ۔ صلی علیہ وسلم لا الہ الا اللہ محمد بن عبد اللہ ﷺ • خلافت راشدہ حق چاریار

تحریک خدام اہل سنت کاتر جمان نظام خلافت راشدہ کا داعی

حق چاریار

مارچ، اپریل 2005ء

جلد-18/ شماره-4-3

قائد اہل سنت مظہر شریعت و طریقت
وکیل صحابہ مولانا
حضرت قاضی مظہر حسین رحمۃ علیہ صاحب
بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنی



ترتیب قدیم
حافظ زاہد حسین رشیدی
قاضی اوقاف پاکستان

ریزیلانی
پیشین قائد اہل سنت
محمد ظہور الحسنی
امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

نائب مدیر
ماسٹر منظور حسین

بدل اشتراک اشاعت خاص

اندرون ملک 25% رعایتی --- 225/- روپے
بیرون ملک 25% رعایتی --- 800/- روپے

مدیر مسئول
حافظ محمد مسعود

رسالہ کے سلسلہ کی جملہ خط و کتابت کیلئے

دفتر ماہنامہ حق چاریار

متصل جامع مسجد میاں برکت علی ذیل داروڈ انچرہ لاہور

Ph: 042-7593080 Mob: 0300-9470582

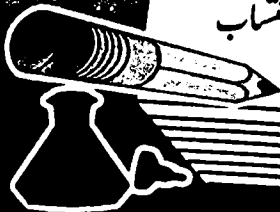
E.mail: haqcharyar2000@yahoo.com

قائد اہل سنت

باب ۱

اعجاز

فہرست ابواب۔ فہرست مضامین۔ انتساب
اداریہ۔۔۔۔۔ مدح باقی ہے



فہرست ابواب

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
باب ۱..... ۱	آغاز سخن	7 تا 50
باب ۲..... ۲	تقریعی خطوط	51 تا 124
باب ۳..... ۳	ہمارے بابائی بیٹے	125 تا 356
باب ۴..... ۴	غیب مکاتیب	357 تا 394
باب ۵..... ۵	مقالات و مضامین	395 تا 1152
باب ۶..... ۶	یادگار قرار دادیں	1153 تا 1172
باب ۷..... ۷	منظوم خراج عقیدت	1173 تا 1228
باب ۸..... ۸	آئینہ تحاریر	1229 تا 1246
باب ۹..... ۹	آئینہ تصاویر	1247 تا 1256
باب ۱۰..... ۱۰	منظوم کلام	1257 تا 1278
باب ۱۱..... ۱۱	محاصر اخبارات و جرائد کا خراج تحسین	1279 تا 1312
باب ۱۲..... ۱۲	اخباری بیانات	1313 تا 1338
باب ۱۳..... ۱۳	تاریخ ہائے وفات و ولادت	1339 تا 1348
باب ۱۴..... ۱۴	مکتوبات اکابر	1349 تا 1376

فہرست مضامین

❊.....باب ① آغاز سخن.....❊

صفحہ نمبر	عنوان
8	فہرست الجواب
9	فہرست مضامین
27	انتساب
29	احدنا الصراط المستقیم (اداریہ)

❊.....باب ② تعزیتی خطوط.....❊

53	مولانا محمد نافع صاحب، جھنگ
54	مولانا قاضی عبدالکریم صاحب، کلاچی
55	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، کراچی
56	شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب، کراچی
57	مولانا مفتی عبدالستار صاحب، ملتان
58	شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمن سومرو، حیدرآباد
59	مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب، کراچی
60	مولانا قاضی ہارون الرشید صاحب، راولپنڈی
61	قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب، ڈیرہ اسماعیل خان
62	مولانا محمد یوسف صاحب، پلندری آزاد کشمیر
63	مولانا قاضی عبداللطیف صاحب، کلاچی
64	شیخ الحدیث مولانا عبدالجید صاحب، مظفر گڑھ
65	قائد جمعیت مولانا سمیع الحق صاحب، اکوڑہ خٹک
66	مولانا قاضی ثار احمد صاحب، گلگت
67	سفیر قسم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب، چنیوٹ

- 68 مولانا انوار الحق صاحب، اکوڑہ خٹک
- 69 مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب، اکوڑہ خٹک
- 70 مولانا فضل الرحیم صاحب، لاہور
- 71 مولانا قاری سعید الرحمن صاحب، راولپنڈی
- 72 مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری، کراچی
- 74 مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب، پشاور
- 75 مولانا محمد یعقوب احسن صاحب، بھٹوال
- 76 مولانا ظلیل احمد سراج صاحب، کویت
- 77 مولانا عبدالغفار تونسوی صاحب، ملتان
- 78 مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی، نوشہرہ
- 79 قاری فیاض الرحمن صاحب، پشاور
- 80 مولانا عبدالحی صاحب، پجالیہ
- 81 مولانا محمد عمر قریشی صاحب، کوٹ اڈو
- 82 مولانا عبدالرؤف صاحب چشتی
- 83 مولانا قاری محمد جاذب صاحب، بنوں
- 84 مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب، سرگودھا
- 85 مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب، ساہیوال
- 86 صاحبزادہ ابرار احمد گوی صاحب، بھیرہ
- 87 مولانا سید محمد مظہر صاحب اسعدی، بہاولپور
- 88 مولانا قاری رحیم بخش صاحب، لودھراں
- 89 مولانا مظفر حسین صاحب، جموں و کشمیر
- 90 جناب اشفاق احمد صاحب
- 90 جناب مجاہد عباسی صاحب
- 91 مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب، آزاد کشمیر
- 92 مولانا قاری محمد ایوب صاحب، انگلینڈ

- 93 منتظمین جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان
- 94 مولانا محمد اشرف علی صاحب، سرگودھا
- 95 مولانا قاری محمد علی صاحب، خوشاب
- 96 مولانا مفتی محمد شریف عابر صاحب، جہلم
- 97 مولانا محمد حسین صاحب چنیوٹی، چنیوٹ
- 97 مولانا قاری محمد اسحاق مدنی، راولپنڈی
- 98 مولانا سید عصمت شاہ صاحب، حافظ آباد
- 99 مولانا قاری سید محمد شاہ صاحب، مانسہرہ
- 100 مولانا قاضی عبدالحکیم وصوفی شیر علی خان، کلاچی
- 101 مولانا قاری انور حسین انور صاحب، آزاد کشمیر
- 102 مولانا عبد المجید صاحب توحیدی، مظفر گڑھ
- 103 مولانا قاضی محمد سراج نعمانی صاحب، نوشہرہ
- 103 مولانا مفتی شاہد مسعود صاحب، سرگودھا
- 104 مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی، بہاولنگر
- 105 مولانا قاری غلام فرید نقشبندی، پرورد
- 106 مولانا محمد طیب صاحب معاویہ، شجاع آباد
- 107 مولانا قاضی محمود الحسن اشرف، آزاد کشمیر
- 108 پسران مولانا حکیم شریف الدین کرنالی، سوات
- 109 مولانا حافظ سید اللہ سرفراز، سیالکوٹ
- 110 میجر جنرل ظہیر الاسلامی عباسی، اسلام آباد
- 111 پیر سید محمد بنیامین صاحب رضوی، پھالیہ
- 112 مولانا محمد اولیس خان صاحب، آزاد کشمیر
- 113 مولانا محمد یوسف صاحب الحسنی، گجرات
- 114 مولانا عبد الوحید صاحب قاسمی، اسلام آباد
- 114 مولانا شیر احمد صاحب، کشمیر

- 115 قاضی محمد اسرائیل صاحب گڑنگی، مانسہرہ
- 116 شاعر اسلام جناب طاہر صاحب جھنگوی، جھنگ
- 117 حافظ سرفراز احمد صاحب، کراچی
- 118 جناب عمر فاروق صاحب صدر پوری، ملتان
- 119 جناب محمد نواز فردوسی صاحب، ڈیرہ اسماعیل خان
- 120 جناب فضل حق یوسفی صاحب، کراچی
- 120 مولانا قاری نور عالم صاحب، پکوال
- 121 جناب اقبال احمد صاحب صدیقی، کراچی
- 123 جناب میجر (ر) طاہر اقبال صاحب، اسلام آباد
- 124 جناب افتخار حسین چوہدری، کویت

..... باب ۲ ہمارے بابا جی ❁

صفحہ	مضمون نگار	عنوان
127	امیر تحریک مدظلہ	نفوش زندگی
203	حاجی غلام مصطفیٰ صاحب	وہ بندہ کون تھا؟
208	قاضی محمد اعجاز صاحب	نایاب چراغ
210	پروفیسر حافظ محمد عمر اسعد صاحب	گلشن تیری یادوں کا
217	حافظ زاہد حسین رشیدی	محمد مظہر حسین ثانی کے ناناجی
334	قاضی اختیار الحسن	مبرور ضاکے جام سے سرشار زندگی
344	قاضی طاہر حسین جرار	باباجی کا بچوں سے پیار
347	حافظ محمد احسن خدای	انہی کی یاد میری زندگی ہے
354	قاضی محمد راغب حسین عمار	سنی کانفرنس کے بانی

باب ۵۰ منسحب مکاتیب

سلی	نام
359	حضرت مولانا محمد منظور صاحب انعامانی
369	حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب
372	حضرت مولانا محمد منظور صاحب انعامانی
376	حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی
377	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی
379	حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب
380	حضرت مولانا حکیم حافظ محمد طیب صاحب
382	حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ
386	حضرت مولانا قاری سعید الرحمن صاحب مدظلہ
387	حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ
390	جناب حافظ عبدالوحید صاحب مثلی
391	جناب پوہدری محمد اشرف صاحب
392	جناب ماسٹر منظور حسین صاحب
393	جناب احمد محمود صاحب

باب ۵۱ مقالات و مضامین

صفحہ نمبر	مضمون نگار	عنوان
397	ابن شیخ الاسلام مولانا سید ارشد مدنی	قلبہ قاضی مظہر حسین
398	محدث کبیر مولانا سید فراز خان صفدر	اکابر کے روحانی فرزند
399	حضرت مولانا سید محمد امین شاہ	محبت یار آفرین
412	حضرت مولانا محمد نافع صاحب	سلسلہ تحفہ کی فکر
413	حضرت مولانا عبدالستار تونسوی	مسک دیوبند کے عظیم ترجمان
415	خیر طریقت سید نقیس شاہ صاحب السینی	روشنی کا مینار

- 416 حضرت مولانا سلیم اللہ خان قافلہ اہل حق کے سالار
- 418 مولانا قاضی عبدالکریم صاحب شیخ مدنی رحمہ اللہ کے صحیح جانشین
- 427 مولانا حافظ محمد الیاس صاحب حضرت قاضی صاحب کی ولایت
- 428 حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ترتیب وارشاد کی مقناطیسی
- 429 حضرت مولانا عبید اللہ صاحب میرے محسن میرے مشفق
- 430 حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی قاضی صاحب کے اثرات
- 433 مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مشاہدات و تاثرات
- 436 مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدنی رحمہ اللہ علوم و معارف کے امین
- 437 شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمن سومرو تصوف و سلوک اور حضرت اقدس
- 446 مولانا زاہد الراشدی صاحب چلک کے روادار نہ تھے
- 448 مولانا عبید اللہ صاحب ٹوکنے والا بڑا کوئی نہیں رہا
- 452 مفتی محمد سلمان منصو پوری ایک عظیم ملی سانحہ
- 454 مولانا محمد حسن جان صاحب راہ اعتدال کے دلکش شاہکار
- 456 مولانا مفتی محمد زرولی خان ایک جامع اور دلربا شخصیت
- 465 مولانا ابو بکر غازی پوری مرد حق کو حق آگاہ
- 470 مولانا مفتی عبدالستار صاحب فیوض مدنی رحمہ اللہ کے مظہر اتم
- 471 حضرت مولانا نذیر احمد صاحب اعتدال و استقامت کا نور
- 473 حضرت مولانا فیض احمد صاحب علم و عرفان کے مظہر اتم
- 475 مولانا قاری محمد حنیف جالندھری امام اہل سنت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ
- 477 مولانا محمد مسعود ازہر صاحب ان الزمان بمثلہ لبخیل
- 481 مولانا نعیم الدین صاحب بزم مدنی رحمہ اللہ کے آخری چراغ
- 490 مولانا قاری حمید الرحمن صاحب دیدہ وور
- 496 مولانا نمیر احمد صاحب نسبت مدنی رحمہ اللہ کا حسین مظہر
- 504 مولانا مفتی محمد انور اداکڑوی رحمت خداوندی کا وسیلہ
- 508 مولانا مفتی سیف اللہ حقانی فرق باطلہ کا کامیاب آپریشن

- 510 مولانا عبدالقیوم حقانی مرجع خلائق ذات
- 513 ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب قاضی صاحب کی دو باتیں
- 516 پروفیسر احمد عبدالرحمن صدیقی بندہ نفیس
- 520 مولانا عبدالجود صاحب مرد درویش
- 463 مولانا اللہ وسایا صاحب دعاؤں کا سہارا چھن گیا
- 567 مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی ذوق اکابر بیٹے کے محافظ
- 588 مولانا حافظ شاہ محمد صاحب صدی کی عظیم شخصیت
- 592 مولانا سعید احمد جلال پوری مسلک حق کے ترجمان
- 608 مولانا قاری جیل الرحمن صاحب حضرت کا دینی و مسلکی مزاج
- 617 مولانا حافظ مہر محمد صاحب مسلک دیوبند کے ترجمان
- 623 مولانا مفتی شیر محمد علوی سلاسل طیبہ میں حضرت مرشدی کا اسم گرامی
- 627 مولانا ملک طاہر محمود اطہر یا اسفا
- 636 مولانا سید عصمت شاہ صاحب نگلشن اہل سنت کے پاسبان
- 658 مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب بصیرت و عزیمت
- 662 مولانا محمد ازرہ صاحب حضرت مدنی بیٹے کا عکس جیل
- 667 مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب علم و عمل کی فلک بوس عمارت
- 670 مولانا سید قاسم شاہ صاحب خیال العلم سے ۳۳ سالہ رفاقت
- 675 مولانا عمر قریشی صاحب مظہر فیوضات حسین احمد بیٹے
- 678 مولانا نور محمد آصف مجددانہ حیات و خدمات کا اجمالی جائزہ
- 697 مولانا محمد اسماعیل محمدی نذر اہل حق
- 698 مولانا نور محمد قادری کامل تقلید شخصیت
- 702 قاضی عبدالرزاق صاحب مورخ بھی، محقق بھی
- 704 سید شمشاد حسین شاہ صاحب نباض ملت سے پہلی اور آخری
- 729 مولانا سید صدوق حسین شاہ عظیم سانحہ
- 732 مولانا عبدالرؤف چشتی شاہراہ حق و اعتدال پر قاضی چیک پوسٹ

746	مولانا مفتی حمید اللہ جان	سنت صدیقی پر کار بند
750	مولانا قاضی ثار احمد صاحب	پاسان ناموس سماج
754	مولانا عبدالودود صاحب	پھولوں کا وہ پاسان نہ رہا
757	قاری محمد اسحاق فاروقی	قابل تقلید نمونہ
761	قاضی سراج احمد نعمانی	میرے شیخ میرے مربی
765	مولانا حافظ محمد مسعود عثمانی	بیکر صدق و صفا
768	مولانا محمود الرشید حدادی	ایک ہا کمال شخصیت
789	مفتی رشید احمد اکاڑوی	مقام صدیقیہ پر قارئین
804	مولانا محمد یعقوب حسینی	دل کی باتیں دل میں ہی رہ گئیں
808	مولانا محمد الیاس کھن	محبوبوں کا تاج محل
810	مولانا محمد زاہد صاحب	اعلیٰ روحانی نسبتوں کے حامل
813	مولانا عبدالقیوم حقانی	علم و عمل کا مجسم نمونہ
816	مولانا قاری محمد اسحاق صاحب	حنانی الصحابہ اور حنفی الشیخ
823	مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل	سعیت کے پیغامبر
827	مولانا مفتی محمد رضوان تھانوی	بصیرت کے روشن چراغ
835	مولانا عبدالغفار تونسوی	ایک ہائرت انسان
836	حافظ محمد اکبر شاہ صاحب	اجماع سنت کے پیکر
838	مولانا جمیل احمد بالا کوٹی	اک عالم جری، مرد حق آگاہ
841	مفتی محمد اعظم ہاشمی	انقلابی مجالس
845	مولانا محمد اسماعیل فیض	ایک مہم ساز شخصیت
848	مولانا محمد نواز بلوچ	حق و صداقت کے مظہر
851	جناب اسرار بخاری	ایک پارہ جیل کی ملاقات
853	مولانا نور اشرف ہزاروی	چند قابل تقلید صفات
856	مولانا محمود عالم صفدر	قائد اہل سنت اور حضرت اکاڑوی
863	مولانا قلیس عبداللہ صاحب	وہ جو بیچتے تھے دوا سے دل

876	حافظ محمد الہمدانی	یادگار رشادت	۱۰۱
874	قاری للہ اقبال صاحب	معتدل مزاج عالم دین	۱۰۲
878	مولانا سونی محمد شریف صاحب	بکھ بادیں بکھ ہاتھیں	۱۰۳
889	مولانا حافظ محمد ثقیل صاحب	فکھ رانہ صفات	۱۰۴
891	ملتی رشید احمد اکاڑی	حق چار باد کا پرچار	۱۰۵
897	مولانا محمد اسماعیل رحمان	اب راہنمائی کوئی نہیں	۱۰۶
900	سازمندر حسین صاحب	قائم اعلیٰ سنت مسیحیہ کے ساتھ طبع نصیب	۱۰۷
924	رحیمہ محمد شریف صاحب	بلند پایہ راہبر شریعت	۱۰۸
929	مولوی محمد امتیاز نسیم	اعلیٰ سنت کے بچاؤ کا قلم	۱۰۹
935	مولانا فرزند علی صاحب	فرستہ المومن	۱۱۰
939	قاری عطاء اللہ طارق	اخلاص و طہارت کے پیکر	۱۱۱
496	سید الامین انور رحمانی	دارالعلوم دہلی کے مایہ ناز فرزند	۱۱۲
950	مولانا نور حسین عارف	حق و صداقت کی انمول مثال	۱۱۳
958	حافظ عبدالبار سلطی	مسک دہلی کے محافظ	۱۱۴
965	مولانا فاروق بزاروی	لا بیخافون لولہ لائم کی محلی تعبیر	۱۱۵
969	مولانا عمر فاروق سرگودھی	صفات اکابر کے مظہر	۱۱۶
971	قاری حبیب الرحمن مابہ	یادگار ملاقات	۱۱۷
974	مولانا عابد الرشید صاحب	حکیم بھی، معتمد بھی	۱۱۸
976	حافظ قمر اقبال صاحب	حضرت کی محبت آمیز مسکراہٹ	۱۱۹
980	نادر محادیہ صاحب	حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقی تصویر	۱۲۰
994	مولانا مظہر حسین کاکلی	راہ الامتیاز، مرشد العلماء	۱۲۱
998	مولانا محمد عبداللہ صاحب	سینہ حق کا ناخدا	۱۲۲
1005	جناب ضیاء اللہ خان	مراد مستقیم کے چراغ	۱۲۳
1009	حاجی احمد حسن صاحب	لاہور دے غلی اگے آ جاؤ	۱۲۴
1016	ملتی وقار احمد صاحب	مہمان نوازی اور سادگی کے پیکر	۱۲۵

- 1019 قاری محمد انور حسین انور اسلاف کی مکمل تصویر
- 1024 مولانا حافظ طاہر اقبال حضرت مدنی کی مجسم یادگار
- 1027 مولانا عبدالقدوس صاحب ایک مہربان ذات
- 1029 مولانا حافظ عمر عثمانی وقت کے انور شاہ کا شیریں بیٹے
- 1034 مولوی مہر محمد صاحب صاحب کشف بزرگ
- 1036 مولانا مفتی الیاس صفدر عالم اسلام کے عظیم سپوت
- 1039 مفتی محمد ایوب سعدی چار یار کے یار
- 1043 مولانا محمد انور مظہری اٹھا جو میر میخانہ
- 1045 مولانا عبدالجید توحیدی حق چار یار کی گونج
- 1048 مولانا محمد احمد انور وہ آخرت کے بندے
- 1050 قاضی غلام محمد چاودی ایک انقلاب آفرین شخصیت
- 1054 جناب بتارس صدیقی ملت اسلامیہ کے عظیم محسن
- 1057 حافظ محمد عمران فاروق دین و شریعت کے پر جوش مبلغ
- 1061 حافظ محمد عثمان حیدری برصغیر کی عظیم شخصیت
- 1066 قاضی محمد اسرار نیل صاحب عظیم باپ کے عظیم بیٹے
- 1069 مولانا عبدالستعان صاحب داعی دین ماحی فتن
- 1073 حافظ خدا بخش صاحب صحبت شیخ کا اثر
- 1075 مولوی غنیب احمد کھمن کل اور آج
- 1078 مفتی رضوان المصطفیٰ دو عظیم نسبتیں
- 1081 مولانا توفیق احمد صاحب مقام صحابہ میرے شیخ کی نظر میں
- 1084 قاضی عبدالعزیز ضیاء سنی ملت کا ایک مجاہد
- 1086 صوفی محمد سلیم صاحب رضائے خداوند کے متلاشی
- 1090 ماسٹر محمد یوسف صاحب قاضی صاحب کی محنت کا اثر
- 1096 مولانا محمد عثمان صاحب عقائد حقہ کے اندر پہنچل
- 1100 مفتی محمد صدیق صاحب بندہ تسلیم و رضاء

- 1102 حافظ محمد الطاف منہاس سفینہ اہل سنت کا نا خدا
- 1107 قاری عالم زبیب صاحب بے مثال وکیل
- 1109 ضیاء الدین عباسی صحابہؓ کی محبت میں مستغرق
- 1111 ماسٹر عبدالرحمن صاحب قاضی صاحب کی چند کرامات
- 1115 جناب محمد اکبر صاحب جمعیت علماء اسلام کے معمار
- 1118 حافظ محمد رضوان اللہ صاحب تقویٰ کا سورج ڈوب گیا
- 1121 جناب نصر اللہ ناصر قاضی مظہر، قاضی مظہر
- 1123 قاری دلدار احمد صدیقی ایک نایاب گوہر
- 1125 حافظ عمر فاروق صاحب فتاویٰ الشیخ
- 1127 حافظ اصغر ندیم صاحب بے مثال شفقت
- 1129 منظور احمد صاحب ایک یادگار ملاقات
- 1130 مولانا محمد الیاس مظہری حسنینت کے علمبردار
- 1132 حافظ محمد اجمل صاحب علماء کے مصلح
- 1134 مولوی سید اسعد معاویہ آداب شریعت
- 1136 شرکاء دورہ حدیث آبرو علماء دیوبند
- 1138 حافظ محسن اللہ خان لائق تحسین خدمات
- 1140 حافظ آصف محمود ایک جاذب نظر شخصیت
- 1142 مولوی اشرف مخدوم پوری ملفوظات حضرت قائد اہل سنتؓ
- 1145 مولوی محمد عثمان معاویہ تم یتیم ہو گئے
- 1147 حافظ محمد افضال سو گئے آخر زمانے کو جگانے والے
- 1150 حافظ محمد عابد الحسنی علماء دیوبند کی پہچان

..... باب ⑥ یادگار قرار دادیں.....

- 1155 قرار داد خلافت راشدہ.....
- 1157 قرار داد صداقت.....

- شریعت بل ❁

- شان مظہر کائنات

- ﴿ ۱۲۰۱ ﴾ مولانا فضل الرحمن، بہاولپور
- ﴿ ۱۲۰۳ ﴾ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی
- ﴿ ۱۲۰۵ ﴾ مطیع الرحمن اطہر ہاشمی
- ﴿ ۱۲۰۶ ﴾ قاری ظفر اقبال
- ﴿ ۱۲۰۸ ﴾ جناب ماسٹر محمد یوسف
- ﴿ ۱۲۰۹ ﴾ مولانا ظلیل احمد عینی
- ﴿ ۱۲۱۰ ﴾ آرزو مند سعد
- ﴿ ۱۲۱۲ ﴾ جناب قمر عباس خدای
- ﴿ ۱۲۱۳ ﴾ جناب محمد عثمان
- ﴿ ۱۲۱۴ ﴾ حافظ محمد معاویہ عثمانی
- ﴿ ۱۲۱۵ ﴾ قاضی غلام محمد چادلی
- ﴿ ۱۲۱۶ ﴾ حاجی غلام عباس
- ﴿ ۱۲۱۸ ﴾ اختر نواز کوہستانی
- ﴿ ۱۲۱۹ ﴾ صوبیدار (ر) غلام حسین
- ﴿ ۱۲۲۱ ﴾ جناب اقبال ملک
- ﴿ ۱۲۲۲ ﴾ حاجی محمد نواز تارڑ
- ﴿ ۱۲۲۳ ﴾ قاضی محمد ضیاء الحق
- ﴿ ۱۲۲۴ ﴾ جمعدار فرمان علی مرحوم
- ﴿ ۱۲۲۶ ﴾ جناب محمد عمران فاروق
- ﴿ ۱۲۲۷ ﴾ حنین چکوالوی
- ﴿ ۱۲۰۱ ﴾ مداح قاضی مظہر حسین
- ﴿ ۱۲۰۳ ﴾ حضرت قائد اہل سنت نور اللہ مرقدہ
- ﴿ ۱۲۰۵ ﴾ رحلت قائد پر
- ﴿ ۱۲۰۶ ﴾ خدام اہل سنت کا وہ میر کاروان
- ﴿ ۱۲۰۸ ﴾ گلشن خدام پر چھائی نزاں
- ﴿ ۱۲۰۹ ﴾ شام و سحر باتیں تیری
- ﴿ ۱۲۱۰ ﴾ الوداع
- ﴿ ۱۲۱۲ ﴾ تیرا مشن ہم سنائیں گے
- ﴿ ۱۲۱۳ ﴾ جرأت بخاری کا عینی گواہ
- ﴿ ۱۲۱۴ ﴾ نور پھیلاتی رہیں تعلیمات آپ کی
- ﴿ ۱۲۱۵ ﴾ صحابہ کی وکالت یہ قربان تھا
- ﴿ ۱۲۱۶ ﴾ خاموش تھے خدام اور آنسو زار
- ﴿ ۱۲۱۸ ﴾ میرے قائد جیسا کوئی نہیں
- ﴿ ۱۲۱۹ ﴾ شان مظہر
- ﴿ ۱۲۲۱ ﴾ عقیدت کے پھول
- ﴿ ۱۲۲۲ ﴾ جب قائد بلائیں گے
- ﴿ ۱۲۲۳ ﴾ رخصت ہوئے دنیا سے وکیل صحابہؓ
- ﴿ ۱۲۲۴ ﴾ گل مظہر حسین مجاہد دی سنٹر
- ﴿ ۱۲۲۶ ﴾ جو یادگار اسلاف تھا
- ﴿ ۱۲۲۷ ﴾ خادم دین محمد مصطفیٰ مظہر حسین

﴿ ۸ ﴾ باب آئینہ تمہارے

- ﴿ ۱۲۳۱ ﴾ بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوة و سلام
- ﴿ ۱۲۳۲ ﴾ والد صاحب کے نام
- ﴿ ۱۲۳۴ ﴾ والد صاحب کے نام

1236	بھائی صاحب کے نام	⊗
1240	بھائی صاحب کے نام	⊗
1243	بھیرہ صاحب کے نام	⊗

⊗..... باب ① انیسوا تصاویر ..⊗

تفصیل تصاویر

1249	آہائی گھر، گورنمنٹ ہائی سکول پکوال	⊗
1250	دارالعلوم عزیز یہ، بھیرہ کے قلعہ مناعہ	⊗
1251	مرکز رشد و ہدایت دارالعلوم دیوبند	⊗
1252	فاروقی مسجد، مرکزی جامع مسجد اہل سنت، بھی	⊗
1253	امدادیہ مسجد، مدنی جامع مسجد، پکوال	⊗
1254	دفتر تحریک خدام اہل سنت، جامعہ اہل سنت نعیم لہنا، پکوال	⊗
1255	خواب گاہ کے دو قلعہ مناعہ	⊗
1256	مزاریدہ انوار	⊗

⊗..... باب ② منظوم کلام ..⊗

1259	مناجات بکھور قاضی الحاجات جل شانہ	⊗
1260	شریعت مصطفیٰ کی جان سے عزیز	⊗
1262	قسم نبوت کے مجاہد	⊗
1264	حق چار باز	⊗
1265	شان حسین علیہ السلام	⊗
1266	سلمے	⊗
1268	جہ پیتھوک	⊗
1270	سوشلزم و بریت الحاد کا رخ بھیرہ	⊗
1271	رواں ہے قاعدہ حق کا	⊗

- روزہ احمد حسن کی یاد میں 1273
- روزہ تحفظ اسلام پارٹی کا انتخابی موقف 1274
- روزہ خدام اہل سنت میدان عمل میں 1276

❁.....باب ⑩ معاصر اخبارات و جراند کا خراج تحسین.....❁

صفحہ نمبر	عنوان	تفصیل جراند
1281	موت العالم موت العالم	ماہنامہ انوار مدینہ، لاہور
1281	بزم مدنی کا ایک چراغ اور بجھا	ماہنامہ الحسن لاہور
1282	انا للہ وانا الیہ راجعون	ماہنامہ المحدثی، خیرپور، سندھ
1283	پاکستان میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے آخری خلیفہ	ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی
1285	مولانا قاضی مظہر حسینؒ کا سانحہ ارتحال	ماہنامہ البلاغ کراچی
1286	مولانا قاضی مظہر حسینؒ کا سفر آخرت	ماہنامہ الہادی کراچی
1287	حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کا انتقال	ماہنامہ الرشید لاہور
1288	حضرت قاضی مظہر حسینؒ کا انتقال	ہفت روزہ خدام الدین لاہور
1288	حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کا سانحہ ارتحال	ماہنامہ نور اللہ نور کراچی
1289	تحریک خدام کے بانی کا انتقال	ماہنامہ الجمعۃ، راولپنڈی
1290	قاضی مظہر حسینؒ بھی آخرت کو سدھار گئے	ماہنامہ لولاک ملتان
1291	آہ! حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ	ماہنامہ الصیانت لاہور
1291	انا للہ وانا الیہ راجعون	ماہنامہ الفاروق کراچی
1292	عقیدہ میں تھلب، نظریہ کی پتنگی	ماہنامہ ندائے شاہی انڈیا
1292	قاضی صاحبؒ راہی عالم آخرت ہو گئے	ماہنامہ بینات کراچی
1293	حق کا ترجمان رخصت ہو گیا	ماہنامہ الخیر ملتان
1293	ممتاز عالم دین کا انتقال	ماہنامہ القاسم اکوڑہ خٹک
1294	موت العالم موت العالم کا مصداق	ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
1294	عقیدہ اور مسلک میں فساد، حلال	ماہنامہ خلافت راشدہ فیصل آباد

- 1295 خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را (۱) ماہنامہ الہدیٰ ہرولہ
- 1295 حضرت مدنی کے خلیفہ ہمارے رخصت ہو گئے (۲) ماہنامہ المصیبت ہارسدہ
- 1296 تحریک خدام کے امیر انتقال کر گئے (۳) روزنامہ اسلام راو پنڈی
- 1296 خدام اہل سنت کے امیر (۴) روزنامہ جنگ اسلام آباد
- 1297 تحریک خدام کے امیر کا انتقال (۵) روزنامہ اساس راو پنڈی
- 1297 مولانا قاضی مظہر حسین انتقال کر گئے (۶) روزنامہ خبریں اسلام آباد
- 1297 تحریک خدام اہل سنت کے امیر انتقال کر گئے (۷) روزنامہ نوائے وقت راو پنڈی
- 1298 تحریک خدام اہل سنت کے امیر کا انتقال (۸) روزنامہ اوصاف اسلام آباد
- 1298 مولانا قاضی مظہر حسین سے وابستہ یادیں (۹) روزنامہ اسلام کالم (۱)
- 1302 وکیل صحابہ کی رحلت (۱۰) روزنامہ اسلام کالم (۲)
- 1305 قاضی صاحب رحمۃ اللہ بھی رخصت ہو گئے (۱۱) روزنامہ اسلام کالم (۳)
- 1308 تاریخ ساز شخصیت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ (۱۲) روزنامہ چکوال نامہ کالم (۱)
- 1309 موت العالم موت العالم (۱۳) روزنامہ چکوال نامہ کالم (۲)
- 1312 سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کے آخری خلیفہ (۱۴) اخبارات آزاد کشمیر

❁.....باب ۱۷ اخباری بیانات.....❁

- | صفحہ نمبر | تفصیل اخبار | موضوع |
|-----------|--------------------------|---|
| 1315 | روزنامہ جنگ ۲ مارچ ۱۹۷۹ء | پاکستان میں صرف خفی فقہ کا نفاذ ہی ہو سکتا ہے |
| 1316 | ایضاً۔ ۱۰ اگست ۱۹۷۹ء | زکوٰۃ کمیٹیوں کی نوعیت دینی اور شرعی ہے |
| 1318 | ۳۱ دسمبر ۱۹۷۸ء | سنت مطہرہ سے وابستگی میں مسلمانوں کی سربلندی |
| 1319 | ایضاً۔ ۶ اگست ۱۹۷۹ء | قرآن و سنت کے منافی اسلامی نظام قبول نہیں |
| 1320 | ۲۴ دسمبر ۱۹۷۹ء | خلفاء راشدین کا دور اسلامی نظام کا نمونہ |
| 1321 | ایضاً۔ ۶ اگست ۱۹۷۹ء | کسی شیعہ کو زکوٰۃ کمیٹی کا ممبر نہ بنایا جائے |
| 1322 | ایضاً۔ ۲۹ جنوری ۱۹۷۹ء | قرآن کا کامل نمونہ حضور کی سنت ہے |
| 1324 | ایضاً۔ ۱۳ مارچ ۱۹۸۰ء | حضور کے خصائص کسی پیغمبر کو عطا نہیں |

- جراثیمانی پر صدر مملکت کو مبارک باد ایضاً ۱۱۶ اکتوبر ۱۹۸۰ء 1325
- تحریک خدام کی شریعت مل کے لیے تجاویز ایضاً ۱۷ جولائی ۱۹۸۶ء 1326
- اسرائیل کی بڑھتی ہوئی جارحیت ایضاً ۱۱۶ اپریل ۱۹۸۲ء 1327
- قرآن پاک کا غلط ترجمہ، قادیانی جماعت کے خلاف مقدمہ ایضاً ۱۶ جولائی ۱۹۸۲ء 1328
- صحابہ آؤٹینس پر عمل کے لیے اقدامات کیے جائیں ایضاً ۱۲۳ اپریل ۱۹۸۳ء 1328
- خلفائے راشدین کا دور صحیح اسلامی نظام کا نمونہ ایضاً ۸ فروری ۱۹۹۷ء 1329
- ملک میں جلد اسلامی نظام نافذ کیا جائے ایضاً ۲۳ جنوری ۱۹۹۷ء 1330
- عورت کا سربراہ مملکت ہونا اسلام کے خلاف ہے ایضاً ۱۲ دسمبر ۱۹۸۸ء 1331
- موجودہ سیاسی ڈھانچہ سب سے بڑی تخریب کاری ایضاً ۲ جون ۱۹۹۰ء 1332
- جہاد کشمیر میں شریک مسلمان مجاہدین ہیں ایضاً ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء 1332
- اسلامی حکومت اور حکومت البیہ ایضاً ۳ مارچ ۱۹۹۷ء 1333
- پاکستان کو سنی اسٹیٹ قرار دیا جائے روزنامہ مشرق ۱۸ اگست ۱۹۸۵ء 1334
- پرائیویٹ شریعت مل کے اصل مقاصد ایضاً ۳ جون ۱۹۸۷ء 1335
- ملک بھر کے علماء متحد ہوں ایضاً ۴ جون ۱۹۹۰ء 1336
- مرد سیاست اور جمہوریت روزنامہ مرکز ۲۴ ستمبر ۱۹۸۷ء 1336

❀.....باب ۱۴) تاریخ خانے ولادت و وفات.....❀

- ❀..... تواریخ وفات حضرت قائد اہل سنت مولانا قاری خلیل احمد تھانوی 1341
- ❀..... تاریخ ہائے ولادت وفات حافظ ضیاء الرحمن جالندھری 1343
- ❀..... قطعہ سال وفات مولانا حافظ محمد ابراہیم قانی 1345
- ❀..... فضل خدا سے باقی جو مظہر حسین ہے جناب عبدالکریم صابر 1346
- ❀..... تاریخ ہائے وفات مولانا حافظ محمد ابراہیم قانی 1347

..... باب ۱۲ مکتوبات اکابر ۱

.....	مکتوب لار
1350	شیخ العرب والعم مولانا سید حسین احمد مدنی ^{رحمۃ اللہ علیہ} (مکتوب نمبر ۱)
1351 مکتوب نمبر (۲)
1353 مکتوب نمبر (۳)
1355 مکتوب نمبر (۴)
1358 مکتوب نمبر (۵)
1358 مکتوب نمبر (۶)
1360 مکتوب نمبر (۷)
1363	شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} (مکتوب نمبر ۱)
1364 مکتوب نمبر (۲)
1365 مکتوب نمبر (۳)
1366 مکتوب نمبر (۴)
1367	حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ}
1368	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ^{رحمۃ اللہ علیہ} (مکتوب نمبر ۱)
1369 مکتوب نمبر (۲)
1370 مکتوب نمبر (۳)
1371	حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی ^{رحمۃ اللہ علیہ} (مکتوب نمبر ۱)
1371 مکتوب نمبر (۲)
1372 مکتوب نمبر (۳)
1372	حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ}
1373	جانشین امیر شریعت مولانا عطاء اللہ صاحب بخاری ^{رحمۃ اللہ علیہ}
1375	حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی ^{رحمۃ اللہ علیہ} (مکتوب نمبر ۱)
1375 مکتوب نمبر (۲)
1376	شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب مٹانی مدظلہ ^{رحمۃ اللہ علیہ}

انتساب

چھان ڈالی کتاب تم نے تمام
پیار کی بات انتساب میں تھی

اس عظیم مناظر اسلام کے نام جن کے سامنے ہر قسم کی لادینیت
بالخصوص رافضیت اور قادیانیت نے گھٹنے ٹیک دیئے۔

میری مراد ”آفتاب ہدایت“ اور ”تازیانہ عبرت“ شہرہ آفاق کتب
کے مصنف حضرت قائد اہل سنت کے والد گرامی

رئیس المناظرین ابوالفضل

حضرت محمد کرم الدین دبیر صاحب
مولانا

سے ہے میں اپنی حقیر کاوش آپ کے نام کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

گرفیوہ (قدر زہد عزد نر)

زاہد حسین

مارچ 2005ء

اے اللہ

مجلس باقری علیہ السلام، یہودیوں اور نصاریٰ کے لیے صلیبیوں کی طرح مقدس سرہ العزیز
کے آتش سبکی کے آخری شہسوار، غیاث مجاز، پاسان عقائد اہل سنت والجماعت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم
علیہم السلام وعدہ یہودیوں اور نصاریٰ کو کفر سے طاقیر ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے نقش قدم پر چلا!

۱۔ ہمسوس واپائی دور امام یحییٰ شیخ الاسلام حضرت حاجی امہ اللہ مہاجر کئی سے وراثت میں ملی،
۲۔ برص و کھجرت میں قاسم الطوس و الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے عکس جمال تھے،
۳۔ برص و استقامت میں ملکب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے پرتو تھے،
۴۔ برص و سیاسی سیرت میں امیر دانش الہند حضرت مولانا محمود الحسن کی سیاست کے امین تھے،
۵۔ برص و اصلاحیہ روح صاحبہ میں اپنے سرشد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے جانشین تھے،
۶۔ برص و تحریک برسر مطلق معلم بد حضرت مولانا مطلق کفایت اللہ دہلوی کا نمونہ تھے،
۷۔ برص و تحریک و استقامت میں محدث کبر حضرت مولانا ماسال اصفہانین کے سبب تھے،
۸۔ برص و ایثار و قربانی میں قزوینی الملی کے امین حضرت مولانا حمید اللہ سندھی کے مثل تھے،
۹۔ برص و اولاد و بہادر و جیسے دینی میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے رفیق تھے،
۱۰۔ برص و شفقت میں کرام اشیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے غم البدل تھے،
۱۱۔ برص و دردی میں صاحب حق کے لئے اسیری گزار کر یہ ثابت کر گئے کہ وہ بزم حسین احمد کے حقیقی نمائندہ
تھے۔

۶ ہے بزم حسین احمدؒ سے یہاں ہنگامہ، گیرودار پیا

*** كذا في نسخة بخط ابن خلدون ***

مرتب کے قلم سے

اهدانا الصراط المستقیم (اداریہ)

مدح باقی ہے

اپنے اللہ کو اظہار میں احوالوں کیسے

سوچتا ہوں کہ تیرے احساس کی توہین نہ ہو

زبور..... محترم قارئین! مذکورہ بالا شعر کی مجموعی لگہ بہت بڑی حقیقت ہے۔ قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت کے متعلق قلم اٹھانا بڑے دل گردے کا کام اور عظیم جسارت ہے۔ تاہم ایک عجیب احساس بواب تک دامن گیر ہے اس نے حضرت اقدس رحمہ اللہ کے حوالہ سے کام کرنے پر آمادہ کیے رکھا۔ وہ یہ کہ ہم اپنی بساط کے مطابق حضرت قائد اہل سنت رضی اللہ عنہ کی حیات و خدمات کے متعلق جو کچھ جانتے ہیں وہ ہمارے پاس آنے والی لسٹوں کی امانت اور اسے تاریخ کے ریکارڈ کے سپرد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

لا یكلف الله نفسا الا وسعها کا ضابطہ قرآنی بھی اس احساس میں حرارت کا باعث بننا ہر اکہ تم اپنی طاقت، اپنے وسائل کے پابند ہو۔ جہاں تک ممکن ہو سکے وہاں تک جانا تمہارا فریضہ ہے۔ سو جناب! ہم نے اپنی بساط کے مطابق حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کی حیات و خدمات کے بیشتر گوشے سپرد ریکارڈ کر دیئے ہیں۔ اس اعتراف کے ساتھ کہ.....

حکمی ہے لکھ رسا اور مدح باقی ہے

قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے

ورق تمام ہوئے اور مدح باقی ہے

سفینہ چاہے اس بحر بے کراں کے لیے

﴿ 29 ﴾..... انسانی سوچ و فکر اور مخلوق کے کاموں میں نسیان و خطا کا عنصر لازمی ہے۔ ممکن ہے ہم اپنی اس کاوش میں عقیدت و حقیقت کے تمام رنگ نہ بھر سکے ہوں۔ ممکن ہے کہ ہاؤ جود کوشش کے ہم سے بعض تاریخی واقعات میں غیر واقعی حذف و اضافہ ہو گیا ہو۔ ممکن ہے کہ ہم سے نہ چاہتے ہوئے بھی کسی قضیہ کا ٹکراؤ ہو گیا ہو۔ ممکن ہے کہ بعض واقعات کی تواریخ غلط درج ہو گئی ہوں یا ان میں تضاد واقع ہو گیا ہو۔ ہم

ان تمام ممکنات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی ممکنہ خطاؤں کا قبل از وقت اعتراف کرتے ہیں اور جناب کی مثبت تنقید، مدلل نشاندہی کے منتظر اور آمحسوس کے حوالہ و شکریہ کے ساتھ تصحیح کے لیے بے چین ہیں۔
اور یہ بھی حقیقت ہے.....

ہم بندہ سے خدا تو بن نہیں سکتے

وہ چاہتے ہیں کہ ہم سے کوئی خطا نہ ہو

رَبِّهِ..... مولانا عبد الوحید اشرفی، میری ماہنامہ حق چار یاڑ کی چار سالہ خدمت میں اگر کوئی حسن ہے تو وہ جناب کا مہربون منت ہے۔ امین ملت مولانا اوکاڑیؒ نمبر کی طرح قائد اہل سنتؒ نمبر کے لیے بھی آں محترم کا بے لوث تعاون قابل قدر اور لائق تشکر ہے۔

ماسٹر منظور حسین، ماہنامہ حق چار یاڑ کی خدمت اور حضرت قائد اہل سنتؒ کے مشن و افکار کی ترتیب کی ایک تاریخ رکھتے ہیں۔ قائد اہل سنت نمبر کے لیے ان کی خدمات کا شکریہ بھی ضروری ہے۔
رشید احمد صدیقی، بڑے باصلاحیت اور مخلص دوست ہیں۔ ماہنامہ حق چار یاڑ کے تینوں خصوصی ایڈیٹرز جہلمیؒ نمبر، اوکاڑیؒ نمبر اور اب قائد اہل سنتؒ نمبر کی کمپوزنگ کا سہرا جناب کے سر ہے۔

جزاہ اللہ احسن الجزاء

حافظ عبد الوحید خنی، دستاویزات کی فراہمی اور دیگر کئی احباب ہماری اس کاوش کے لیے مالی تعاون، دعاؤں اور مسلسل انتظار کے حوالہ سے بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔
صاحبزادہ گرامی جانشین قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین صاحب اظہار مدظلہ کی خدمت میں خصوصی طور پر ”ہدیہ تشکر“ پیش کرنا ناگزیر ہے۔ آنجناب کا بھرپور اعتماد، مکمل نگرانی اور بے مثال شفقت قدم قدم پر ہمیں ثابت ہوتی رہی۔

حق تعالیٰ ہم سب کی کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازیں..... آمین بحرۃ سید المرسلین
..... قائد اہل سنتؒ نمبر کے لیے کاوشوں کا آغاز حضرت اقدسؒ کے وصال کے چوتھے روز شروع کر دیا تھا۔ اہل قلم اور حضرت اقدسؒ کے متعلقین سے خط و کتابت و دیگر ذرائع سے مسلسل رابطہ رہا۔ اس سلسلہ کے میرے عریضہ جات اور ان کے جوابی عنایت نامے شاید قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوں..... ملاحظہ فرمائیں!

عریضہ نمبر (۱)

مکرمی و محترمی جناب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ جناب کے علم میں ہے ہم خدام (کارکنان تحریک خدام اہل سنت پاکستان) اپنے محبوب قائد مظہر شریعت و طریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرتدہ (بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دار الفناء سے دار البقاء رحلت فرما گئے ہیں۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی جدائی جہاں ہمارے لیے ناقابل برداشت صدمہ ہے وہیں ہم آپ کے ارشادات و فیوضات، آپ کا مشن و افکار آنے والی نسلوں کو منتقل کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اسی سوچ کے پیش نظر ماہنامہ حق چارپایہ لاہور ”قائد اہل سنت نمبر“ شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، جس کے لیے آنجناب کے تعاون کی اشد ضرورت ہے، درخواست ہے کہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات کے حوالہ سے اپنا مفصل مضمون جلد تحریر فرمائیں۔ اجوکم علی اللہ۔

امیر محترم صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین اظہر صاحب دامت برکاتہم ہدیہ سلام مسنون پیش کرتے ہیں۔
آپ کے نگارشات کا شدت سے انتظار ہے۔

عریضہ نمبر (۲)

مخدومی و محترمی جناب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہوں۔ آنجناب کو یاد ہو گا فروری ۲۰۰۴ء میں قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان) کی حیات و خدمات کے حوالہ سے شائع ہونے والے ماہنامہ حق چارپایہ لاہور کے ”قائد اہل

سنت نبیؐ کے لیے آپ سے تحریر کی درخواست کی تھی۔ شاید جناب اپنی مصروفیات میں سے وقت نہ نکال سکے۔ لیکن ہم آپ کے نگارشات کے لیے سراپا منتظر ہے۔

ماہنامہ درخواست ہے کہ ۲۵ جون ۲۰۰۴ء تک آں محترم اپنے تاثرات روانہ فرمادیں تاکہ وقت مقررہ پر قائد اہل سنت نمبر منظر عام پر آ سکے..... اگر تفصیلی مضمون کے لیے وقت میں گنجائش نہ ہو تو چند صفحاتی تاثرات سے ہرگز محروم نہ فرمائیں۔ جوابی لفاظی بھی ارسال خدمت ہے جو جناب کے پاس کرم فرمائی کا منتظر ہے گا۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔

(درآمد) مع (لاکڑ)

حافظ زاہد حسین رشیدی

(مدیر تنظیم ماہنامہ حق چار یاڑا لاہور)

جامعہ اہل سنت تعلیم النساء عقب مدنی جامع مسجد چکوال

فون: 0573-554566

موبائل: 0300- 9470582

فیکس: 0573-550860

e-mail.haqcharyar2000@yahoo.com

.....

جوابی مکاتیب

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب، کراچی

مکرم و محترم زید محمد کم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

جواب بھیجا جا چکا ہے اگر وصول ہو گیا ہے تو مطلع فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔

(السلام)

حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب، مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور

عزیزم رشیدی کے نام

سلام سنون

انتہائی ضروری اور واجب العمل

تھیل حکم کے طور پر حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے ہارے میں کچھ لکھ تو دیا ہے۔ تحریر کے انداز سے آپ کو محسوس ہو گیا ہو گا کہ بے ربط، بے یک اور بے معنی تحریر ہے۔ قابل اشاعت ہرگز نہیں۔ اس لیے سنی چار یاڑ کے خصوصی نمبر میں اس کو شائع نہ کیا جائے۔ بقول حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ۔

در مجلس خود راہ مدہ بگوں ہنے را

افردہ دل افردہ کند اچھے را

﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾

شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمن صاحب سومرو، حیدر آباد

مخدوم کرم حضرت مولانا حافظ زاہد حسین صاحب زید محمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خراج گرامی بخیریت!

ارسال کردہ والا نامہ باعث فرحت قلب ہوا۔ حضرت اقدس قدس سرہ کی رحلت کے حزن و ملال سے طبیعت میں بے طبع نہیں ہو رہا۔ انتہائی کوشش ہے فقیر سے جو نونا پھوٹا ہو سکا ان شاء اللہ الطوبیٰ ہمیں شریف کانفرنس میں خدمت میں پیش ہو گا۔ باقی ارشادات پر بھی سلی ہو رہی ہے۔ جماعتی احباب کو میری طرف سے سلام، اللہ تعالیٰ آپ کے مسامی جلیلہ کو قبول فرمائے۔ سلامت رکھے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾

مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری، انڈیا

مکرمی صاحبزادہ و محترم مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب
سلام مسنون!

ماہنامہ حق چار یاڑ کے مدیر منتظم صاحب کی جانب سے خط ملا کہ حق چار یاڑ قائد اہل سنت نمبر نکال رہا ہے۔ تم بھی کچھ لکھ کر بھیج دو۔ میرا حضرت سے رابطہ کم رہا۔ ملاقات بھی بس ایک دفع ہوئی۔ ان کے بارے میں میری معلومات بہت کم ہیں مگر عقیدت و محبت سے دل آباد ہے۔

حضرت کے بارے میں بہت غلت میں اپنے تاثرات لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ قابل پذیرائی ہوگا۔ دعاؤں میں یاد رکھیں، اس کی ایک کاپی دفتر ماہنامہ حق چار یاڑ لاہور کو بھی بھیج رہا ہوں۔ ملنے پر براہ کرم مطلع فرمادیں۔

(والسلام)



حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب، ملتان

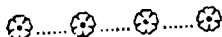
بخدمت گرامی جناب حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب حفظہ اللہ

مدیر منتظم ماہنامہ حق چار یاڑ، لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ جناب کا گرامی نامہ موصول ہوا تھا اس سلسلے میں چند سطور پیش خدمت ہیں۔ امید ہے کہ قبول فرمائیں گے۔

(والسلام مع الاکرام)



حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، چناب نگر

مخدوم محترم مولانا زاہد حسین صاحب رشیدی

وعلیکم والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی

معافی چاہتا ہوں آپ کو زحمت کرنی پڑی۔ خانقاہ سید احمد شہید برہمان حضرت شاہ صاحب لاہور ملاقات پر عرض کیا تھا کہ لولاک کا مضمون اس لحاظ نظر سے لکھا تھا کہ وہ حق چار یاڑ نمبر کے لیے کام دے جائے۔ ورنہ اجمالی مضمون تو اس سے قبل شتم نبوت میں شائع ہو گیا تھا۔

عالمِ آپ کے پاس یہ شمارے نہ ہوں گے۔ اس لیے لولاک کے مضمون کی کاپی آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔ مخدوم محترم صاحبزادہ صاحب سمیت جملہ حضرات سے تسلیات۔

طالبِ وجہ

﴿.....﴾

مولانا محمد عبدالمعبود صاحب، راولپنڈی

مخدوم وکرم حضرت مولانا قاضی ظہورالحسین صاحب امیر تحریک خدام اہل سنت، زید محمدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عافیت مطلوب، اپنی تصنیفی معروفیات معطل کر کے آغناپ کے ارشاد کی تعمیل میں مضمون ”مرد درویش“ مکمل کر لیا ہے اور ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ ممکن ہے لفظی اغلاط پائی جاتی ہوں۔ نظر ثانی کا وقت نہیں مل سکا۔ معذرت خواہ ہوں۔

اپنی طرف سے حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی زبان میں مضمون پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم اگر آپ کے معیار پر پورا نہ اترے تو ازراہ شفقت واپس فرمادیں۔ کبھی تو کام آجائے گا۔ احباب کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔

واللہ اعلم

﴿.....﴾

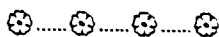
مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

محترم حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حراج کرای

قیمت ارشاد کے طور پر حضرت قاضی منیر حسین صاحب رحمۃ اللہ سے متعلق چند باتیں ارسال خدمت ہیں۔
مفتیہ محسوس ہوں تو شامل اشاعت کر لیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

(درآمد)



شیخ الحدیث مولانا مفتی زرولی خان صاحب، کراچی

کرای قدر محترم و مکرم حضرت مولانا قاضی ظہورالحسین صاحب دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وکالتہ

خدا کرے حراج اقدس، بخیر و عافیت ہوں۔ حضرت اقدس قاضی صاحب رحمۃ اللہ سے متعلق میرا
تعمیل جو حضرت کی شان کے پیش نظر تحمل میں ٹاٹ کے بیوند کے مترادف ہے۔ تاہم حسب مقولہ دیرینہ
الامور فوق الادب کچھ سختیاں اور متفرقات ترتیب دے کر ارسال خدمت ہیں۔

اُن کی شفقت کے الٰہی پائے یہ رنگ قبول

بھول کچھ میں نے چپے ہیں ان کے ماہن کے لیے

خدا کرے عجب اب کے حراج اعتدال کے مناسب حال ہو، ورنہ سلسلۃ الحجاج کی جگہ ردی کی ٹوکری
جے۔ حضرت والا پر بھلائی لکھنا درکار تھا لیکن عدم القریبی اور افتادگی طبع جیسے امراض موانع رہتے ہیں۔

بر شے گویم کہ من فردا اس سودا کنم

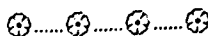
باز چوں فردا سودا کار دگر می کنم

بہر حال سالہ پیش خدمت ہے.....

مگر قبول اقتد ہے عز و شرف

حق تعالیٰ حضرت والا کے درجات بلند فرمائیں اور آپ جیسے خلف صادق اور خلف الرشید کو دیوار امت کے لیے سدِ فولادی اور حضرت کے علوم بہرِ بیکراں کے لیے چشمہٴ شیریں بنائے۔

(واللہ)



مولانا سعید احمد صاحب، جلال پوری، کراچی

مخدوم کرم جناب مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب زید مجدہ

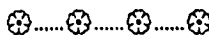
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معروض آنکہ حسب ارشاد ماہنامہ ”حق چار یاڑ“ کے خصوصی نمبر کے لیے حضرت قاضی صاحب پر دو عدد مضامین پیش خدمت ہیں۔

حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب کا دو صفحات پر مشتمل مختصر سا مضمون ہے۔ جب کہ راقم الحروف کا بے ترتیب اور بے ہنگم پندرہ صفحات کا۔

اگر معیار پر پورے اترتے ہوں تو شائع فرمادیں۔ ورنہ آپ کم از کم میرے مضمون کو ردی کی نوکری کے حوالہ کر دیں۔ ان شاء اللہ مجھے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ وصولی پر اگر رسید کی اطلاع دے دیں تو عنایت ہوگی۔ جوابی لفافہ پیش خدمت ہے۔ معروضیات پر جواب کی تاخیر ہوئی۔ معذرت خواہ ہوں۔ حضرت صاحبزادہ قاضی ظہورالحسین مدظلہ کی خدمت پر تسلیمات عرض۔

(واللہ)



معاون خصوصی مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، کراچی

محترم جناب حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب

مدیر تنظیم ماہنامہ حق چار یار لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آجناب کا خط مورخہ ۴/ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ حوالہ نمبر ۲۰ بنام حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

وصول ہو گیا تھا۔

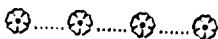
حضرت والا حرمین شریفین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے ہیں اور آپ کی واپسی جولائی کے دوسرے ہفتے میں ہونے کا امکان ہے۔ اس لیے حضرت والا کے لیے ”قائد اہل سنت نمبر“ کے لیے کوئی تحریر ۲۵/ جون ۲۰۰۴ء تک بھیجنا ممکن نہیں۔

حضرت والا کی واپسی پر یہ خط ان کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ آپ کی اس مساعی کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کو تمام مقاصد حسنہ میں کامیابی

عطا فرمائے۔

واللہ



مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب، پشاور

گرامی قدر حضرت مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب، زید محمد

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تاخیر پر معذرت خواہ ہوں۔ ان شاء اللہ قریب وقت حضرت شیخ بیٹو کے بارے میں چند کلمات خدمت میں بھیج دوں گا۔ تاکہ یہ سیاہ کار بھی حضرت کے تذکرہ نگاروں میں شامل رہے۔

واللہ



مخدوم زادہ مولانا سید معاویہ شاہ امجد، مخدوم پور

محترم المقام ذوالجحد والکریم حضرت مولانا زاہد حسین رشیدی صاحب دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج شریف بخیریت ہوں گے۔ گزارش ہے کہ والد گرامی مدظلہ کا مضمون (از حد تاخیر
کے ساتھ دست بستہ بار بار بے شمار تاخیر کی معذرت کے ساتھ) روانہ ہے۔
گر قبول افتدز ہے نصیب

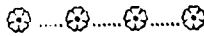
مضامین کے جملہ مندرجات قابل اشاعت ہی نہیں بلکہ حالاتِ حاضرہ کی ضرورت اور خدام کے
مشن و مزاج کے عین مطابق ہیں۔

تاہم آپ کو حذف و اضافہ کا مکمل اختیار ہے۔ امید ہے شفقت فرمادیں گے۔ مضمون کی اشاعت
کے پہلے صفحہ پر اگر ممکن ہو تو چند سطریں والد صاحب کے تعارف پر ادارہ کی طرف سے مضمون کے
مندرجات کے حقائق و مشاہدات کی روشنی میں قلم بند فرمادیں تو ذرہ نوازی ہوگی۔
حضرت والد گرامی مدظلہ کی طرف سے ہدیہ سلام و آداب و دعائیں قبول باد

شاہاں چہ عجب گربخوار زندگدارا

والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تراب اقدامکم



مولانا سید مصدوق حسین شاہ بخاری، جھنگ

محرمی و کمری جناب حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ حسب الحکم وکیل صحابہ حضرت قاضی صاحب کی یاد میں
چند سطور تحریر شدہ ارسال کر رہا ہوں۔ قبول فرما کر اشاعت و طباعت سے نوازیں۔
اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں اکابرین سے وابستہ رکھیں۔ آمین

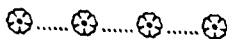
مولانا مفتی سیف اللہ حقانی، اکوڑہ خٹک

محترم المقام برادر کرم مولانا زاہد حسین صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مختصر مضمون کے ساتھ تعزیتی خط بھی ارسال ہے۔ یہ خط عین موقعہ پر آپ کو ارسال کیا تھا مگر شاید آپ کو نہیں ملا ہے اس لیے دوبارہ ارسال ہے۔ مناسب جانیں تو نمبر میں مضمون اور خط دونوں کو شائع کر دیں۔ دعا گو ہوں۔

واللہ



مولانا عزیز الرحمن جالندھری، ملتان

مخدومی و کمری حضرت مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حراج گرامی!

مخدوم العلماء حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر تعزیتی کلمات کے ساتھ حضرت والا کی علمی، روحانی اور مجاہدانہ مبارک اور بابرکت زندگی کے نمایاں کارناموں پر ماہنامہ لولاک میں جو مضمون تحریر کیا گیا اس کی کاپی حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب بھجوا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور ان کے عقیدت مندوں کو توفیق بخشیں کہ وہ ان کے مشن کو احسن طریقہ سے زندہ و تابندہ رکھ سکیں۔ آمین

واللہ



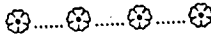
حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب، بھکر

محترم المقام جناب ماسٹر منظور حسین صاحب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف، ان دنوں صحت بھی زیادہ متاثر ہے، رمضان شریف میں لکھنے کی عادت نہیں رہی۔ اب لکھنا مشکل ہو جاتا ہے، حکم کی تعمیل کی کوشش کی ہے، اپنے ارادے کے مطابق تو نہیں لکھ سکا۔ حافظ رشیدی صاحب سے ایک دفعہ ٹیلی فون سے چکوال بات ہوئی تھی۔ انہوں نے جمعیت کے متعلق رائے دی تھی۔ شاید کسی درجے ان کا فرمان پورا ہوا؟ بہر حال تین صفحے ہوئے ہیں، اگر اشاعت کے قابل ہوں تو شامل فرمائیں، ورنہ دعا فرمائیں۔

امید ہے مزاج بغایت ہوں گے، جملہ احباب کو سلام مسنونہ.....

واللہ



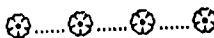
مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی، ساہیوال

برادر مکرم و محترم جناب مولانا زاہد حسین رشیدی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزاج گرامی!

احوال آنکہ حضرت قاضی صاحب مجھے ہر ایک مضمون لکھ کرا میسل کر دیا تھا۔ لاہور فون پر رابطہ سے معلوم ہوا کہ وہ مضمون چکوال پہنچ گیا۔ یہ نمبر لاہور کا نہیں ہے۔ اب انہیں بھی بھجوا رہا ہوں اور یہ خط محض اطلاع کے لیے ارسال ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے؟

واللہ



مجاہد اسلام مولانا محمد سعود ازہر، بہاولپور

①

محترم، مکرم جناب مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ و رعایہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ خیریت و عافیت سے ہوں گے۔

جناب کا والا نامہ آج ۲۰/۲ صفر ۱۴۲۵ھ کو موصول پایا۔ جب کہ تاریخ ارسال ۲۰ ذی الحجہ
۱۴۲۴ھ مرقوم ہے۔ بندہ چونکہ ان دنوں بحمد اللہ..... فی سبیل اللہ..... در بدر ہے۔ اس لیے ذاک تک
رسد کی دیر سے ہوتی ہے۔ حضرت امام العصر، قائد اہل سنت، پاسبان مسک اہل حق، کوہ استقامت، بقیۃ
السلات، نور اللہ مقدمہ کا سانچہ ارتحال ایک اجتماعی نقصان ہے۔

حضرت کے تو مزے ہو گئے کہ شربت وصال ملا مگر پیچھے والے سب محروم رہ گئے۔

اللہم لاتحرمننا اجرہ ولا تفتنا بعده . انا لله وانا الیہ راجعون .

بندہ کون سے بے حد قلبی عقیدت و محبت تھی۔ اور بندہ ان کو زمانے کا امام سمجھتا تھا۔ حقیقت یہ ہے
کہ دل بہت غمزدہ اور بے چین ہے۔ جب ہمارا یہ حال ہے تو معلوم نہیں حضرت کے صاحبزادگان و دیگر
تاریب و خواص پر کیا گزر رہی ہوگی۔

آپ نے قائد اہل سنت نمبر کے لیے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ یہ میری حیثیت و حالت سے بہت بالاتر
ہے۔ پھر بھی حضرت کے عاشقوں میں نام لکھوانے کے لیے اپنی سی جسارت کروں گا۔ (ان شاء اللہ)
آپ نے حتیٰ تاریخ رقم نہیں فرمائی اگر معلوم ہو جائے تو سہولت رہے گی۔

صاحبزادہ گرامی حضرت اقدس مولانا قاضی محمد ظہور الحسنین اظہر صاحب زید مجدہ کی خدمت عالیہ
میں سلام اور دعاؤں کی درخواست۔

(درست)

(۲)

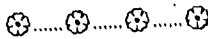
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ خیریت و عالییت سے ہوں گے۔

آپ کے پہلے گرامی نامہ کے جواب میں بندہ نے آپ کی خدمت میں خط ارسال کیا تھا کہ حالات کچھ دگرگوں ہیں اس لیے مضمون ارسال کرنے کی حتمی تاریخ سے مطلع فرمائیں۔ اس خط کا جواب بندہ کو نہیں ملا۔ البتہ کل آپ کا دوسرا خط ملا ہے جس میں ۲۵/ جون تک مضمون ارسال کرنے کا حکم ہے۔ بندہ نے بھلائی تمام چند الفاظ لکھ دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے اور دیگر اقرباء و احباب کی خدمت میں سلام۔

(واللہ)



مولانا محمد ابراہیم صاحب فانی، اکوڑہ خٹک

محترم القام زیدت معالیکم (مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے مزاج گرامی بالخیر ہوں گے۔

آں محترم کا والا نامہ ہا صرہ لواز ہوا۔ یاد آوری کا از حد سپاس۔ حضرت قاضی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کا ساتھ ارتحال عظیم قومی الیہ اور بہت بڑا ملی سانحہ ہے۔ مسلک حقہ کے تحفظ کے لیے آپ کی کاوشیں نہ صرف قابل داد و تحسین ہیں بلکہ علمی تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ آپ کی وفات سے جو غلا پیدا ہوا ہے بظاہر اس کا پر ہونا ناممکن نظر آتا ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے پر امید ہیں کہ اس عظیم نقصان کی تلافی فرمائے۔

سر دست منظوم کلام اور تواریخ وفات ارسال خدمت ہیں۔ کوشش کروں گا کہ خرید ران یوسف میں شمولیت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مختصر مضمون کی شکل میں اپنے تاثرات حوالہ قلم کروں۔ بندہ کی

طرف سے حضرت محمد ﷺ کے تمام پسماندگان اور متعلقین سے تعزیت مسنونہ قبول فرمادیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس کی نعمتوں سے سرفراز فرمادیں۔ قائد اہل سنت نمبر کی خصوصی اشاعت جب منظر عام پر آ جائے تو اس کا ایک نسخہ بندہ کے نام ارسال فرمادیں۔ ابتداء میں کبھی کبھی رسالہ ملتا تھا۔ اب کافی عرصہ سے اس کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔ تمام احباب کو سلام اور دعاؤں کی درخواست۔

واللہ



جناب قاری محمد اسحاق صاحب، ملتان

محترمی و کرمی جناب حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب، زید مجدہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ خیر و عافیت سے ہوں گے بندہ کو مضمون لکھنے کی بالکل عادت نہیں ہے اور ناں ہی طریقہ آتا ہے مگر آپ کے والا نامہ کی وجہ سے کچھ التماسیدھا لکھا ہے اور کئی جگہ عبارت لکھنے کے بعد کاٹنی پڑی اور دوسرا مضمون لکھنے لگا وقت نہیں ہوتا۔ ملتان کی گرمی کا تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ سارا دن مصروفیت کی وجہ سے رات کو لکھنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اب ششماہی امتحان کی چھٹیوں کی وجہ سے کچھ لکھا گیا اگر کوئی اچھی بات سمجھ میں آئے لکھ دیں ورنہ رہنے دیں۔ آپ کے یاد فرمانے پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور امید کرتا ہوں کہ دعاؤں میں بھی یاد فرماتے رہیں گے۔ حضرت قاضی ظہورالحسین صاحب دامت برکاتہم اور جناب حافظ عبدالوحید صاحب زید مجدہ اور مدرسہ کے حضرات کی خدمت میں سلام اور دعا کے لیے عرض کریں۔ دعاؤں کا محتاج

واللہ



مولانا عبد الرؤف نقشبتی، اوکاڑہ

قابل قدر و معزز مولانا حافظ زاهد حسین رشیدی صاحب
السلام علیکم

قائد اہل سنت نمبر کے لیے چند اصلاحات پر مشتمل ایک مکتبہ سامعین فائز مدد سے ہے۔ قبول
فرمائیں۔ امید ہے مزاج گرامی بحال رہے ہوں گے؟

واللہ اعلم

روڈ روڈ روڈ روڈ

مولانا عبد القیوم صاحب حقانی، نوشہرہ

محرمی و محترم القام مالی بنیاب حافظ زاهد حسین رشیدی صاحب۔ زیہ محکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج شریف!

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

مکتوب گرامی موصول ہوا۔ سیدی و مطلقى حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کا
سانچہ ارتحال پوری امت مسلمہ کے لیے ناقابل حلائی نقصان ہے اور حضرت بکھلو کے سایہ شفقت سے
عمری پر نہ صرف ان کے معتقدین و متعلقین بلکہ ہر مسلمان اگلا و غزوہ ہے۔ اللہ کریم مرحوم کے درجات
بلند فرماوے اور جنہ الطرود میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین۔ ہم سب اس غم میں برابر کے شریک بلکہ
تحریت کے مستحق ہیں۔

”قائد اہل سنت نمبر“ کی اشاعت ماہنامہ ”حق چار بار“ کے لیے اعزاز ہوگا، ہمیں امید ہے کہ
یہ ایک تاریخی دستاویز ہوگی جو حضرت بکھلو کے متعلقین و معتقدین کے لیے بہترین سوغات، یادگار اور عظیم
تجزہ ہوگی۔ اس نمبر کی اشاعت حضرت بکھلو کی ہدائی کے صدمہ میں کمی کا باعث بنے گی اور حضرت کی
شاعر و مثالی زندگی کے لیے بہترین ہدیہ عقیدت ثابت ہوگی۔

آپ نے اس نمبر میں مجھ گنہگار کو بھی کچھ لکھنے کی دعوت دی ہے، یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ آپ حضرات نے یاد فرما کر احسان فرمایا۔ واجر کم علی اللہ۔ ان شاء اللہ جلد مضمون بھیجا جا رہا ہے۔
مخدوم زادہ ذی قدر حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اعظم صاحب مدظلہ کی خدمت میں بدیہ سلام و نیاز اور دعاؤں کی درخواست عرض ہے۔

درالعلمی



مولانا محمد فیاض خان سواتی، گوجرانوالہ

مکرمی جناب رشیدی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
والد محترم مدظلہ علیل ہیں خط و کتابت یا تحریر سے معذور ہیں، اطلاع عرض ہے۔

درالعلمی



مولانا قاری محمد اسحاق فاروقی، جہلم

بخدمت محترم جناب حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب، مدیر و ختم ماہنامہ حق چار یا ژلاہور
بعد از سلام مسنون!

امید ہے مزاج شریف بخیر ہوں گے۔ سیدنا و مرشدنا، مظہر شریعت، رموز اسرار خلافت، مخدومنا و مکرمنا حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی سے جو خلا واقع ہوا اللہ کریم ہم سب کو صبر و تحمل و ضبط سے نوازیں۔ اس پر فتن دور میں حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے مشن پر رہ کر ہی تمام فتنوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ایک تعلق ان کے ہمعصر و رفیق سید و حضرت (حضرت جہلمی) کی وجہ سے تھا آپ جہلم کی سرزمین کی ایک نابغہ روزگار علمی شخصیت تھی۔ راقم الحروف کے نانا مولانا امت رسول رحمۃ اللہ علیہ کی بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت مدد درجہ کی تھی۔ جی چاہا حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ کچھ

یہ بوز سے کلمات سے ہی حصہ ڈال لوں۔ اور جو ساتیں اور لمحات حضرت اقدس کی شفقت سے نصیب ہوا کرتے تھے نوک قلم، لے آؤں۔

وگرنہ کہاں میں کہاں نگہت گل

نہیم صبح یہ تو تیری مہربانی

حضرت امیر محترم حضرت مولانا قاضی ظہور حسین زیدم کو سلام عرض فرمادیں اور خصوصی دعاؤں سے نوازیں۔ آمین تم آمین

واللہ اعلم

﴿۱﴾ ﴿۲﴾ ﴿۳﴾ ﴿۴﴾ ﴿۵﴾

ابن لدھیانوی شہید مولانا محمد طیب، کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خدمت اقدس میں گزارش ہے کہ چند ماہ قبل آپ کی طرف سے (حضرت اقدس مولانا مظہر حسین رحمۃ اللہ کی وفات کے بارے میں تاثرات تحریر کرنے کا ذکر تھا) خط موصول ہوا۔ اس سلسلے میں حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب سے مشورہ ہوا وہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا سعید احمد ہڈاپوری کے ذمہ لگا دیا ہے۔ مغربیہ ان کے تمام حالات ارسال فرمادیں گے۔ مختصر حالات شمارہ ریاضات ماہ محرم ۱۴۲۵ھ میں آپکے ہیں۔ تفصیلی حالات و واقعات آجائیں گے۔ ان شاء اللہ گویا یہ مضمون ادارہ کی طرف سے ہے، میں معذرت چاہتا ہوں کہ پہلے خط کا جواب نہ دے سکا۔

باقی قاعدہ ہے کہ پانی کے ہوتے ہوئے تخم درست نہیں۔ اصل کے ہوتے ہوئے نائب کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی طرح بڑے بڑے علماء کرام و مشائخ عظام و بزرگان دین و ولی اللہ کے ہوتے ہوئے بندہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ تو سورج کو چرائی دکھانے کے مترادف ہے۔ باقی بزرگ، اللہ کے ولی، حق گو علماء کرام، دین و شریعت پر کڑے وقت میں بھی ثابت قدم رہنے والے مشائخ عظام بہت جلد ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ یہ قرب قیامت کی نشانی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت کی ہال ہال مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ ہم سب کو صبر جمیل نصیب کرے۔ باقی میرا خصوصی سلام مفتی رشید صاحب اوکاڑوی تک پہنچا دیتا۔ جزاکم اللہ خیراً

مولانا محمد اسماعیل ریحان، کراچی

محترم المقام حضرت حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب
علیہم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے بخیر و عافیت ہوں گے، آپ کا پہلا مکتوب ملنے کے بعد ہی میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ تحقیقی انداز کا مضمون لکھنے کا سوچا تھا مگر افسوس کہ اس بارے میں مواد کہیں سے دستیاب نہ ہو سکا، ماہنامہ حق چار یار میں بھی حضرت کی زندگی میں ان پر شائد ہی کوئی تفصیلی مضمون چھپا ہو؟ بہر کیف اس دوسرے خط کو پڑھنے کے بعد ایک مضمون محض تاثرات کا لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ افسوس کہ آپ کا یہ خط جو ۴ ربیع الثانی کا تحریر کردہ ہے، مجھے ۱۴ جمادی الاولیٰ کو موصول ہوا ہے۔ اس لیے یہ مضمون نمبر میں تو جگہ نہ پاسکے گا، مگر جب مناسب سمجھیں لگا دیں۔ ترمیم و تبدل کا بھی آپ کو پورا حق ہے۔ ممکن ہے مجھ سے کوئی بات غیر واقعی یا خلاف ادب تحریر ہوگئی ہو۔ دعائے خیر میں فراموش نہ کیجئے گا۔

(دالمل)



مولانا قاری منصور احمد، کراچی

محترم رشیدی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی ہوں گے۔ بندہ کو آپ کا گرامی نامہ پہلے بھی موصول ہوا تھا۔ جس کی یاد دہانی ابھی آپ نے کر دائی ہے۔ مجھے یوں یاد پڑتا ہے کہ بندہ نے اس گرامی نامہ کا جواب دیا تھا جس میں یہ گزارش تھی کہ بندہ کو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا موقع تو دو چار بار ضرور ملا ہے لیکن کبھی خدمت میں رہنے اور محبت اخوانے کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے کیا لکھے اور کیسے لکھے؟ اس عذر کے باوجود آپ کو اصرار ہو تو بندہ کو فون کر دیں۔ ان شاء اللہ حکم کی تعمیل کروں گا۔

(دالمل)

مولانا محمد اسماعیل صاحب فیض، لاہور

محترمی جناب مولانا زاہد حسین رشیدی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاد آوری کا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ عافیت و سلامتی کے ساتھ دین کا کام بھرپور طریقہ پر لے۔ آمین

حضرت نور اللہ مرقدہ پر کچھ تحریر کرنا یقیناً بندہ کے لیے سعادت کا باعث ہے۔ لیکن کنت مسجوناً بدون جبرۃ مدللۃ ماہیہ اشہر کی وجہ سے دماغی کیفیت عجیب سی ہے لیکن بھرپور کوشش کر کے ان شاء اللہ ضرور کچھ تحریر کروں گا۔ ممکن ہے کہ ایک عالم ربانی کی کچھ دینی خدمات کا تذکرہ ہی بندہ کے لیے اخروی نجات کا باعث بنے۔ رمضان المبارک کی خصوصی ادعیہ میں ضرور یاد فرمائیں گے۔

فقط والسلام

محمد (ساجد)



مولانا محمد انور مظہری، کراچی

بخدمت اقدس حضرت حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ رب العزت سے امید ہے کہ جناب کے مزاج بخیر ہوں گے۔

عرض ہے کہ آنجناب کا والا نامہ موصول ہوا۔ خیریت معلوم ہوئی تو دل کو فرحت حاصل ہوئی۔ جناب نے حکم فرمایا کہ حضرت اقدس قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیات و خدمات کے حوالہ سے مضمون لکھوں تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ احقر کو اول تو مضمون نویسی سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔ قلم و قرطاس کا کوئی تجربہ نہیں۔ دوم بد قسمتی سے حضرت اقدس سے ارادت کے تعلق کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا اور فاصلہ مکانی کی وجہ سے قابل ذکر استفادہ بھی حاصل نہ کر سکا۔

مانیاً جناب نے فرمایا کہ چند صفحات تاثرات ضرور لکھوں۔

باوجود اپنی کم علمی اور کم مائیگی کے احساس کے لکھنے کا ارادہ بھی کیا لیکن عزیز واقارب کی یکے بعد دیگرے اموات کی بنا پر تاخیر سے تاخیر ہوتی چلی گئی جس کے لئے تہہ دل سے معذرت خواہ ہوں۔ چند صفحات تو نہیں البتہ چند سطر تاثرات پیش خدمت ہیں اگر قابل اشاعت ہوں تو میرے لیے قابل صد افتخار ہوگا۔

(والسلام)



مولانا عبد الجبار سلفی، لاہور

محترم جناب مولانا زاہد حسین رشیدی صاحب مدظلہ
السلام علیکم!

یہ اعلان پڑھ کر کہ آپ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں حق چار یاڑ نمبر شائع کر رہے ہیں، بہت مسرت ہوئی۔ اللہ پاک آپ کو بہت دے کہ آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شایان شان ضخیم نمبر نکال سکیں۔ ممکن ہے آپ کے شیڈول میں یہ بات ہو ہمارا مشورہ ہے کہ رسالہ کے آخر میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی قبر، آپ کے کتب خانہ اور دیگر اہم اشیاء کے عکس بھی لگا دیں۔ بہتر رہے گا۔ روزنامہ اسلام میں حضرت کی زندگی میں اور وفات کے بعد جو مضامین ہمارے شائع ہوئے وہ بھی پیش خدمت ہیں! نیز خصوصی اشاعت کے لیے چند ”ٹوٹے پھوٹے“ الفاظ پر مشتمل یہ مضمون بھی ارسال کر دیا ہے۔ اگر آپ کی نگاہ میں ”معیاری“ ہو تو لگا دیں وگرنہ کوئی شکوہ نہیں ہوگا۔

دعاؤں کا محتاج۔ یکے از خدام حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ

والسلام



قارئین محترم! قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نمبر کے لیے کاوشوں اور رابطوں کا خلاصہ پیش خدمت کر دیا ہے۔ ضابطہ قرآنی ان اجسری الا علی اللہ کے پیش نظر خدا تعالیٰ سے ہی اجر و ثواب اور قبولیت کی دعا کی جاتی ہے۔ آپ کی آراء و خیالات کا انتظار رہے گا۔

(والسلام)

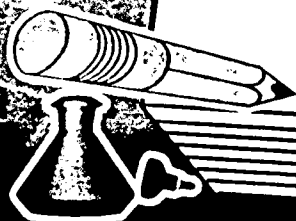
زاہد حسین رشیدی



باب ۲

تعزیتی خطوط

علماء و مشائخ احباب و متعلقین
کے تعزیتی شذرے



وقت کی اہم ضرورت: فہم دین کورس

جامعہ مدنیہ لاہور کے ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب نے اردو زبان میں فہم دین کورس کے نام سے ایک جامع دینی تعلیم کا نصاب تیار کیا ہے جو اسلام کے عقائد، اصول اور جدید مسائل سمیت اسلامی احکام اور تفسیر حدیث پر مشتمل ہے، فرقہ واریت سے پاک اس نصاب کو سنجیدہ اور علمی انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔ سلام سے تعلق رکھنے والوں اور دین کے دردمندوں کیلئے یہ نصاب الحمد للہ بہت ہی مفید ہے، جو بہت ہی مختصر وقت میں پڑھا جاسکتا ہے، یہ معیاری نصاب دو درجوں پر مشتمل ہے

درجہ عام (O'Level)

یہ تین مندرجہ ذیل کتابوں پر مشتمل ہے،

1- اسلامی عقائد

2- اصول دین

3- مسائل ہشتی زیور (مکمل 2 جلدوں میں)

درجہ اعلیٰ (A'Level)

یہ مندرجہ ذیل 2 کتابوں پر مشتمل ہے

1- تفسیر فہم قرآن

آیات کے درمیان ربط، لفظی ترجمہ، رواں مختصر تفسیر اور ضروری فوائد پر مشتمل یہ تفسیر آسان زبان میں پیش کی گئی ہے۔ اس کا اصل ماخذ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن ہے، گیارہ پاروں پر مشتمل دو جلدیں چھپ چکی ہیں۔ باقی پرکام ہو رہا ہے۔

2- فہم حدیث

تمام مضامین پر مشتمل احادیث کا مجموعہ جو اگرچہ آسان زبان میں پیش کیا گیا ہے لیکن اس میں آپ بہت سے حقائق کی وضاحت اور بہت سے اشکالات کا جواب بھی پائیں گے۔ پہلا حصہ عقائد، حقوق، اخلاق اور شمائل نبوی پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ عبادات پر مشتمل ہے، دونوں دستیاب ہیں۔
تنبیہات: 1 لڑکیوں کے مدارس اور تجوید و قرأت کے مدارس میں اس کورس کو نصاب میں داخل کرنا وقت کی ضرورت ہے۔

2- علماء حضرات اپنے اپنے مطلقوں میں عوام کو یہ کورس ذمہ داری کے ساتھ پڑھائیں، یہ ان کی بڑی دینی و علمی خدمت ہوگی۔ خواتین میں بھی یہ کورس پڑھایا جائے۔

نوٹ: مصنف کسی بھی کتاب سے اس کا کسی قسم کا مالی مفاد وابستہ نہیں ہے

حضرت مولانا محمد نافع صاحب، فاضل دیوبند، جھنگ

باسمہ تعالیٰ

محترم المقام جناب حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین صاحب زید مجدکم وشرکم

(مسلّم) حنیف در حدّہ زائدہ در کاندہ

مزاجی گرامی!

بندہ کی طبیعت سخت علیل ہے۔ ورنہ بندہ خود تعزیت کے لیے حاضر ہوتا۔ آپ کے والد گرامی قاضی صاحب مرحوم و مغفور ایک جماعت خدام اہل السنّت کے امیر تھے اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کے مقام بیان کرنے اور دفاع صحابہؓ کرنے میں بڑا عظیم کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ساعی کو قبول فرمائے۔ اور آپ حضرات کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ میں قاضی صاحب مرحوم پر کچھ لکھنے کی طاقت اس وقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ میں شدید علیل ہوں۔ اس وجہ سے خط تعزیت لکھنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

(مسلّم) مع (الرحاء)

ناجیز

محمد نافع

جامعہ محمدی شریف۔ ضلع جھنگ

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب، فاضل دیوبند، کلاچی

بخدمت گرامی مخدوم و محترم حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین صاحب دامت برکاتکم

(السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ و مغفرۃ در ضواریہ)

حق چارہ کے گزشتہ شمارہ میں حضرت اقدس کا مژدہ صحت پڑھ کر نہ معلوم کیوں غیر
اختیاری طور سے دل پر اداسی سی چھا گئی۔ خطرہ یہی محسوس ہوا کہ کہیں یہ غداً نلقی الاحبۃ
محمد و حزبہ کی طرح شادی مرگ کا عملاً بلا لی اعلان کی صدائے بازگشت تو نہیں۔

وقد کان خفت ان یکونا انا الی اللہ راجعون

فان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عنده باجل مسمی --- اہل سنت
پہلے ہی سے خانہ خراب ہیں، ایک مضبوط دیوار گرنے کا انجام کیا ہوگا خدا ہی بہتر جانتا ہے۔
حضرت یحییٰؑ تو اپنی طویل عمر کا لمحہ لمحہ بالخصوص اپنے کثیر التعداد اہم سے اہم تحریرات میں
مصروف رہ کر اپنی قبر کو (واللہ حسبیہ، روضۃ من ریاض الجنۃ) بنا گئے فہیناً لہ ثم ہنیئاً۔۔۔
یتیم امت کا فرض ہے کہ وہ اب آپ کے عظیم علمی ذخیرہ کو کام میں لا کر انہیں زندہ جاوید بنادیں

جہاں ای برادر نما ند بکس

دل اندر جہاں آفریں بندوبس

نجم المدارس میں ختم ہائے قرآن مجید تلاوت سورۃ یٰسین شریف اور جماعت ہائے مساجد
میں ایصال ثواب کی کوشش کی گئی والقبول من اللہ وهو المرجو من کرمہ۔

ناکارہ عبید (الکریم) غفرلہ ولوالدیہ

۵ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی

محترمی و کرمی جناب مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

(العلیٰ) حبکم در حد زائد در مکانہ

مجھے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بچپن کے حادثہ وفات کا علم ایسے وقت ہوا۔ جب میں ایک بیرونی سفر کے لیے پاہر رکاب تھا۔ بڑا صدمہ ہوا۔ انشاء اللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت موصوف بچپن کی خدمات ناقابل فراموش ہیں ان کا سایہ بہت سے فتنوں کے لیے سد باب تھا۔ اگرچہ مجھے براہ راست حضرت بچپن سے نیاز حاصل کرنے کے مواقع بہت کم ملے۔ لیکن الحمد للہ غائبانہ ان سے محبت اور عقیدت تھی اور وہ بھی بندے پر شفقت فرماتے تھے۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں، اور آپ حضرات پر جو ذمہ داریاں آئی ہیں، ان کو صبر جمیل اور استقامت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

(العلیٰ)

محمد تقی

۱۹ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب، کراچی

باسمہ سبحانہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری مجاز بھی ۲۶ جنوری ۲۰۰۳ء کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔

(انا لله وانا اليه راجعون) وہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے اور ان سے انہوں نے سلوک و تصوف میں بھی فیض حاصل کیا یہاں تک کہ حضرت نے انہیں اجازت و خلافت کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آبائی علاقے میں دین کی نشر و اشاعت اور لوگوں کی اصلاح و ارشاد کا جو سلسلہ ابتداء میں شروع کیا تھا، وہ بڑھتا گیا اور ”تحریک خدام اہل سنت“ کی صورت میں اس نے ایک تحریک کی شکل اختیار کی، ہزاروں نوجوانوں نے حضرت سے دینی رہنمائی حاصل کی، اپنی اصلاح کی، اپنے عقائد و افکار کو درست کیا اور اس پر فتن دور میں دین کی راہ پر چلنے لگے۔ انہوں نے دین کی نشر و اشاعت کے لیے محدود وسائل کے باوجود وہ تمام راستے اور ذرائع اختیار کیے جو اشاعت دین کے لیے موثر ہو سکتے ہیں، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، خطابت و امامت اور تصنیف و تالیف کے ذریعے وہ دینی خدمات انجام دیتے رہے، کئی مدارس و مکاتب ان کی سرپرستی میں کام کرتے رہے، ”حق چار یاز“ کے نام سے ایک موقر ماہنامہ بھی ان کی نگرانی میں شائع ہوتا رہا ہے جس میں ان کے مضامین و مقالات ہر ماہ پابندی سے چھپتے رہے۔

قاضی صاحب زندگی بھر باطل تحریکوں کا بھی تعاقب کرتے رہے، عقائد و نظریات کے بارے میں وہ بہت حساس تھے، جہاں دیکھا کہ کوئی شخص جمہور سے ہٹ کر کوئی نظریہ پھیلا رہا ہے، قاضی صاحب اس کا تعاقب شروع کر دیتے۔ حضرات صحابہؓ کے ساتھ وہ قابل رشک عقیدت و محبت رکھتے تھے، انہیں کسی نے ”وکیل صحابہ“ کا لقب دیا تھا، وہ واقعتاً اس لقب کے حق

دار تھے، وہ تقریباً پان صدی تک سنت اور اہل سنت کی ترجمانی کرتے رہے، آخر عمر میں بھی ضعف و عیالت کے باوجود کسی موضوع پر قلم اٹھاتے تو اس کے سارے پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کرتے۔

اللہ جل شانہ ان کے درجات بلند فرمائے ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ صہر حلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

سلیم اللہ خاں
مقیم جامعہ فاروقیہ کراچی
ریس وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۱۸ صفر ۱۴۲۵ھ - ۲۴/۲/۲۰۰۴ء



حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب، ملتان

مکرمی و محترمی زید محمد کم

(المنذر) حبیب زور حسنہ اللہ و نرکانہ

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے وصال سے صرف آپ ہی یتیم نہیں ہوئے۔ بلکہ ملت اسلامیہ یتیم ہو گئی ہے۔ حق جل شانہ حضرت کے درجات کو بلند فرمائیں۔ اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمادیں۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم حضرت کے مشن کو زندہ رکھیں.....

(المنذر)

عبدالستار حفیظ حسنہ
نیر المدارس ملتان

شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمن صاحب سومرو، حیدرآباد

۱۳۲۲ھ ۱۴۲۲ھ میں دس بیٹے بزرگ ہوئے جن میں حضرت اندیس سیدی دسولائی کے وصال کی خبر پہنچی۔ ۲۰ سال سے برقی کرنے دیکھی کہ برجہ کو جلا کر رکھ کر دیتی ہے لیکن آج بچہ چلا کہ کبھی مصائب کی بھلیاں دل پر بھی گرتی ہیں۔ جس سے قمر دل اپنے ٹھکانہ پر نہیں رہتا

صنعت علی مصائب لو انھا صنعت علی الایام صرن لہا

آج دل کی بصیرت کا رشتہ بچن انوار سے کٹ گیا۔ دل کے گرد سیاہ ملتے پڑ گئے۔ بصیرت غائب ہو گئی۔ زمین جسد خاکی کو تو اپنے اندر چھپا سکتی ہے لیکن اس میں وہ سکت کہاں کہ حضرت والا نور اللہ مرتدہ کے انوار و فیوض، کمالات شجاعت، ہمت، شفقت، محبت کو اپنے اندر چھپا سکے۔ قائلہ رواں دواں ہے لیکن سالار قاعدہ دوران سفر میں چھوڑ چلے۔ اب کشتی کنارے لگانے والے نا خدا امت کو حالات کے بحسور میں چھوڑ چلے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.....

واللہ صبر حافظاً و هو ارحم الراحمین بندہ حضرت والا کی شفقت و محبت کو کبھی بھول نہیں سکتا۔ کمالات ظاہر و میان تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضرت والا کو بھٹکے سے عرض کیا کہ مجھے حضرت والا کے مقام کا علم ہو چکا ہے حضرت والا جواباً مسکرا دیے۔ قلندرانہ شان رکھنے والے "مہاجرانہ صناعت کے حامل" عقائد اہل سنت والجماعہ کے پاسبان، ذوالحجہ سال کے اختتامی مہینہ میں خالق حقیقی سے رات کے اس آخری اوقات غلوت میں جا ملے جس وقت ہم خواب غفلت میں سو رہے تھے اور حضرت والا استراخان میں لامحوت کی طرف ترقی کے منازل کی تکمیل فرما رہے تھے۔

فرحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ و کثر اللہ سوادہ وجعل للوہنا مظاہرہ الی یوم الجزاء۔

حبیب الرحمن سومرو

خادم مدرسہ باب مدینہ العلوم جہاں سومرو

تحصیل نئے دھڑ خاں ضلع حیدرآباد

۵ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب، کراچی

محترم و مکرم قاری محمد انور حسین صاحب مدظلہ

دعوات و تسلیمات کے بعد آنجناب کا رقعہ ملا۔ امام اہل سنت، ترجمان مسلکِ دیوبند، سلف و خلف کے خصالِ حمیدہ اور اوصافِ جمیلہ کے جامع ہمارے اور آپ کے بزرگ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مرحوم و مغفور کی وفاتِ حسرتِ آیات پر آپ نے جس دلوازی سے اس عاجز و فقیر کو تعزیت نامہ بھیجا وہ آپ کے عالی اخلاق اور علماءِ راسخین کی قدر و منزلت جاننے کا آئینہ دار ہے۔ میں جنازے میں حاضر ہو چکا تھا چکوال میں بھی اور پھر حضرت کے گاؤں بھیس میں بھی، کراچی اور جہانگیرہ سے وندو علماء کے ہمراہ حاضر جنازہ تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور ان کے نام لیواؤں اور نسبت برداروں کو حضرت کے مشن پر استقامت سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ، ہم اور دنیا بھر کے لاکھوں سوگواروں کو صبر و اجر عطا فرمائے۔ اس سے چند روز قبل جامعہ عربیہ احسن العلوم کے پردردہ اور علوم و تربیت کے مینارِ رشد و علم مولانا سید صبا احسن بھمر ۴۲ سال اچانک راحیلِ آخرت ہو چکے تھے۔ جس کا اس عاجز اور احسن العلوم کے درودیوار کو ناقابلِ فراموش صدمہ ہے۔ ہمارے لئے بھی صبر و اجر کی دعا فرمائیں۔

والسلام

محتاج دعا

محمد زرولی خان، حفّا (اللہ عنہ)

مولانا قاضی ہارون الرشید، راولپنڈی

حضرت قاضی مظہر حسین بریلوی کے ساتھ میرے خاندان کا بہت قریبی تعلق تھا۔ جس کا ہمیں بہت ہی زیادہ فخر ہے۔ لیکن حضرت کی جدائی کی خبر سنی تو میرے پورے کنبہ اہل میال ایک مصیبت کا پہاڑ تھی۔ لیکن ہوتا وہی ہے جو اللہ رب العزت کو منظور ہوتا ہے۔ اللہ حضرت والا کو جنت الفردوس کا مہمان اور حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ساتھ نصیب فرمائے۔ جن کی وکالت کا حضرت نے حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کے صاحبزادہ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور المحسن صاحب بریلوی کو اللہ حضرت کی جانشینی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کے لیے میرے بھائی عزیزم مولانا قاری قاسم توحیدی اور ان کی والدہ صاحبہ بھی دعا گو ہیں۔

والسلام دعا گو

قاضی ہارون الرشید
خطیب جامع مسجد الرشید گھڑا قاند
چک لالہ راولپنڈی

قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہ،

حضرت قاضی مظہر حسین صاحب قدس اللہ سرہ کی تعزیت کے لیے ان کے گھر واقع چکوال حاضر ہوا ہوں۔ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی مکتب فکر کے نمایاں اور ممتاز عالم دین اور عقیدہ اہل سنت کے زبردست ترجمان تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے انہیں خلعت خلافت عطاء کی تھی۔ جو یقیناً ایک بہت بڑی نسبت ہے۔

حضرت قاضی صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات کی خبر مجھے مدینہ منورہ میں بذریعہ حضرت اقدس مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ ملی۔ اور اس طرح روضۃ الطہر علی ماجہا التحیہ والسلام الف الف مرۃ کے جوار میں حضرت مرحوم کے حق میں عاجزانہ دعاؤں کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔

رب العزت میری اور مرحوم کے عقیدت مندوں کی دعائیں ان کے حق میں قبول فرمائے۔ اور دین متین اور عقیدہ حق کے لیے ان کی زندگی بھر کی کاوشوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں ہمیشہ راضیہ اور ثقل موازین کا سبب بنائے۔ آمین۔

فضل الرحمن

17-2-3004

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، پلندری آزاد کشمیر

محترم جناب حافظ صاحب

(رحمۃ اللہ علیہ) دررحمۃ اللہ ذرکمانہ

آپ کا کرم نامہ ملا ہے آپ کی مہربانی کا شکر گزار ہوں۔

حضرت اقدس مرحوم نے غائبانہ مجھے بیعت کرنے کی اجازت فرمائی تھی۔ اس تاجیز نے ان کا شکر ادا کرتے ہوئے کچھ امور کے بارے میں رہنمائی کی درخواست کی تھی مگر میرے خیال میں میرا عریضہ ان کو اس وقت ملا جب کہ وہ کچھ فرمانے کی حالت میں نہ تھے۔ اس لئے اس کا جواب نہ ملا۔ خط شائد اس کے کاغذات میں محفوظ ہوگا۔

اپنی نالائقی اور نااہلیت کا ان سے ذکر کیا تھا اگر وہ زندہ ہوتے تو شائد میری رہنمائی فرماتے۔ مگر میری بد قسمتی کہ اس جہاں فانی سے وہ دارالبقاء کی طرف انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو اپنے نور سے منور فرمائے۔

ایک دفعہ جب ان پر مقدمہ قائم ہوا تو حالات معلوم کرنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ پھر میری بد قسمتی کہ ان کی مجالس سے مستفید نہ ہو سکا۔

ان کے فرزند ارجمند سے نیاز مند کا تعارف نہیں اس لیے ان کو تعزیت کا خط بھی نہ ارسال کر سکا۔ نیاز مند کا حضرت صاحبزادہ صاحب کو عقیدت بھرا مسنون عرض ہو۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے مشن کو قائم اور دائم رکھے۔

ایں دعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد

آپ کا بہت ہی شکر گزار اور مرہون منت ہوں۔

والسلام

محمد یوسف

مولانا قاضی عبداللطیف صاحب، کلاچی

قابلِ صدا احترام قاری محمد انور حسین صاحب

سلام سنون امراج گرامی۔ آپ نے حضرت مظہر حسین صاحب قدس سرہ کے وفات حسرت زیارت کے غم میں مجھے شریک سمجھ کر بہت ممنون فرمایا۔ محترم حضرت کا وصال فیضِ واحد کا ماتم نہیں اہل سنت والجماعت کے بہت سے اداروں کی رونقیں ماند پڑ گئی ہیں۔

انا لله وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ پس ماندگانِ اہل خانہ متعلقین اور خصوصاً صاحبزادہ قاضی محمد ظہور الحسین صاحب کو صبر جمیل اور اس چشمہ فیض کو ہمیشہ دین کی رونق سے شاداب اور آباد رکھے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ مرحوم سے ابتدائی ملاقاتیں شیخ الغیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ کی قیادت میں جمعیت علماء اسلام کے اجتماعات اور بعد میں مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی کے سالانہ اجلاسوں میں ہوا کرتی تھیں۔ آپ کے بیان میں اہل حق کے لیے خصوصی رہنمائی ہوا کرتی۔

تبلیغ ختم نبوت، شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے دفاع میں استقامت اور خصوصیت سے حدِ اعتدال۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظہ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن کے مطابق ایک بے مثال سلف صالحین کا نمونہ تھا۔ انتہائی نامساعد حالات اور پر آشوب دور میں بھی آپ کی تقریر و تحریر آیۃ کریمہ کی واضح عملی تفسیر تھی۔

حضرت کا وصال ایک خاندان کا نہیں۔ اہل سنت کے ہر گھرانے میں شدید صدمہ محسوس کیا جا رہا ہے لیکن اس فانی کائنات میں کسی کے لیے دوام نہیں۔ اور اب کائنات کے اہل نظام میں کسی کو گنجائش چوں و چراں نہیں۔

ذره ذره دہر کا زندانی تقدیر ہے

پردہ مجبور و بیچارگی تدبیر ہے

والسلام

قاضی عبداللطیف (رحمۃ اللہ علیہ)

محترم القام قاری محمد انور حسین صاحب
زندہ دارم حبیبم در رحمہ زندہ!

جناب والا کا گرامی نامہ ملا۔ جو حضرت ولی کامل بعینہ السلف مجاہد کبیر جناب مولانا قاضی مظہر مصین صاحب مدظلہ کی وفات حسرت آیات کی افسوسناک خبر پر مشتمل تھا۔ اور اس میں قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کے لیے دعا کرنے کا حکم فرمایا گیا۔

محترم بھائی! قاضی صاحب اس دور میں اہل حق کی ترجمانی کا فریضہ ادا فرما رہے تھے اور اس پیرائہ سالی میں بھی ان کی ہمت بڑاں تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت قاضی صاحب نے شیخ العرب والعم حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی خلافت کا حق ادا کیا۔ اور ہر باطل کے ساتھ ٹکرائے۔ حضرت قاضی صاحب کی وفات ہم سب کے لیے نقصان عظیم ہے۔ وہ بیک وقت تصوف اور شریعت دونوں کے اس دور کے امام تھے۔ اللہ کریم غریقِ رحمت فرمائے۔ جامعہ قاسیہ شرف الاسلام میں جملہ طلباء کے اکٹھے میں قرآن خوانی کی گئی۔ اور حضرت کی بلند فی درجات کے لیے دعاء خیر کی گئی۔ قاضی صاحب مرحوم کی وفات پر جملہ اہل حق تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ کریم ہم سب کو ان کے مشن اور کام کو آگے بڑھانے کی ہمت عطا فرمائے۔ اور آپ کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے۔ آمین یا رب العلمین۔ اللہ حضرت کی قبر مبارک پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے۔ آمین

رحمہ جبرائیل جبر

خادم العلوم النبویہ جامعہ قاسمیہ
ضلع مظفر گڑھ

قائد جمعیت مولانا سمیع الحق صاحب، اکوڑہ خٹک

مخدومی حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب و تمام اعزہ و اقارب حضرت شیخ قدس سرہ
(رحمۃ اللہ علیہ) در رحمۃ اللہ و برکاتہ

مخدوم العلماء و الصالحاء حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب قدس سرہ، کے سانچہ ارتحال
کا دوسرے دن علم ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ افسوس کہ جنازہ میں سعادت سے محروم
رہا۔ حضرت قدس سرہ عزیمت و استقامت، اخلاص و لصیت، رشد و ہدایت کا ایک حسین امتزاج
تھے جو ہر میدان میں اسوۂ مبارکہ چھوڑ گئے۔ اب اللہ ان کے سلسلہ فیض کو آپ اور متوسلین کے
ذریعہ جاری و ساری رکھے۔ دارالعلوم میں رفع درجات کے لیے دعائیں کی گئیں۔ یہ ہم سب کا
مشترکہ غم ہے۔ تعزیت کے آپ یہ ہم سب مستحق ہیں۔ میرے ہاں اہلیہ کے وفات کی وجہ سے
عزاداروں کا تانتا لگا ہوا ہے۔ ورنہ جلد از جلد حاضر ہوتا۔ اللہ آپ تمام پس ماندگان کو ان کے
نیشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

سمیع (رحمۃ اللہ علیہ)

خادم دارالعلوم حقانیہ

۳۱ جنوری ۲۰۰۳ء

مولانا قاضی نثار احمد صاحب، مگلت

محترم المقام واجب الاحترام برادر کرم جناب قاضی محمد ظہورالحسین صاحب مدظلہ ۛ

(العلیٰ) علیکم در رحمۃ اللہ در رکائے

بعد از تسلیمات مسنونہ

عرض ہے کہ حضرت اقدس بقیۃ السلف مجاہد اسلام سیدی و مرشدی حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی وفات حسرت آیات پوری ملت اسلامیہ کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ پورے ملک میں اہل السنۃ والجماعت یتیم ہو گئے۔ راقم تو اپنے کو زیادہ ہی محروم اور یتیم سمجھتا ہے۔ حضرت کی جدائی کا غم نکالنے نہیں نکلتا ہے۔ حضرت کے لیے کی گئی دعاؤں اور اعمال کا ذکر مناسب نہیں۔ رب تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ تعزیت کے لیے فون کیا تھا جناب مولانا جمیل الرحمن صاحب مدظلہ اور عبدالوحید صاحب سے فون پر بات ہوئی تھی۔ دلی خواہش تھی کہ حاضر خدمت بھی ہو جاؤں۔ دور افتادگی اور علاقے کے مخصوص حالات کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکا۔ ان دنوں کسی امام باڑے میں دھماکے ہو گئے ہیں ہمارے ساتھیوں کو تنگ کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان کی اپنی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح محرم الحرام بھی قریب ہے۔ اس لئے راقم حاضر خدمت ہونے سے قاصر ہے۔ امید ہے کہ جملہ احباب، اہل خانہ اور آنجناب عذر قبول فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ کسی وقت حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔ حاضرین مجلس کی خدمت میں السلام علیکم قبول ہو۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔

والسلام

محتاج دعا

آپ کا مخلص

نثار احمد

سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ

محترم جناب قاضی محمد ظہورالحسین صاحب اعظم اللہ اجرکم۔

(اللہ) علیکم رحمۃ اللہ ورحمۃ

آپ کے والد محترم اور لاکھوں مسلمانوں کے روحانی والد اور سر پرست دنیا فانی سے دار بقاء اپنے اصلی سفر اور گھر منتقل ہو گئے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی وفات ”موت العالم موت العالم“ کا صحیح مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما کر جنت الفردوس ان کا مستقل مقام بنائیں ان کی قبر کو جنت کا باغ اور نور سے منور فرمادیں۔

مولانا مرحوم حق کی بے نیام تلوار تھے۔ بغیر لومۃ لائم، اپنے اور غیروں کا لحاظ کیے بغیر حق کا برملا اعلان فرمایا کرتے تھے۔ مدافعت و مصلحت سے کوسوں دور تھے۔ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس صحابہ کرام کے تحفظ کے لیے اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے تھے۔ اس راستہ میں ہر طرح کے مصائب اور تکالیف کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ اور اپنے موقف پر سختی سے قائم رہے۔ یہی علماء ربانیں کی شان ہے کہ ہر قسم کے لالچ اور دھمکیوں سے بے نیاز ہو کر اپنے مشن میں لگے رہیں۔ حضرت کی وفات سے ایسا خلاء پیدا ہوا ہے جس کا پر ہونا بظاہر بڑا مشکل ہے۔ الحمد للہ جنازہ میں شرکت کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور ان کے آخری دیدار اور چاند جیسے چہرہ کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ آج جمعہ کے موقع پر حضرت کے لیے دعا مغفرت اور ایصال ثواب کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ جملہ پسماندگان اور وابستگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل نصیب فرمائیں۔ آمین

فقط والسلام

شریک غم

منظور احمد چنیوٹی

حضرت مولانا انوار الحق صاحب، اکوڑہ خشک

محترمی و محرمی جناب حضرت قاری محمد انور حسین صاحب زید مجدکم

سلام سنون!

کتوب گرامی موصول ہوا۔ حیرت و حیرت بقیہ السلف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب یحییٰ کا سانچہ ارتحال نہ صرف ان کے اہل خانہ، متوسلین و معتقدین کے لیے عظیم صدمہ ہے۔ بلکہ پوری امت مسلمہ کے لیے ناقابل برداشت سانچہ قاعدہ ہے۔ قلم الرجال اور فتوں سے بھرپور دور میں ان کا وجود اللہ رب العزت عظیم نعمتوں میں سے تھا، ان کی جدائی سے علماء و صلحا، طلباء اور ہر دینی جذبہ رکھنے والا مسلمان طبقہ ایک بہت بڑے مرکز علم و تقویٰ سے محروم ہو گیا۔ مگر آپ کو مغموم ہے۔ اللہ رب العزت کے اہل فضلہ کمال من علیہا فہان، کے سامنے بندہ مجبور کو سر تسلیم خم کرنا ہی ہے۔ اس قافی دنیا سے ہر کسی کو رخصت ہونا ہی ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دین و ایمان کی نعمت سے مالا مال ہو کر دار بقاء کی طرف منتقل ہو جائیں۔

حضرت قاضی صاحب مرحوم کی ساری زندگی بحمد اللہ اشاعت دین، درس و تدریس، اصلاح امت اور مسرت فی الہی و تقویٰ کے حصول میں گزری۔ دہر الخطوم حقانیہ کے تمام اساتذہ طلباء و ختمین ان کی جدائی پر غمزدہ ہیں۔ امید ہے ان کے اہل و عیال رفیعہ ان کے دفع درجات کی بلندی کا ذریعہ بنیں گے۔ بندہ سارے متفقین حضرت کے اہل خانہ، آپ حضرت و جملہ تلامذہ متوسلین کے ساتھ شریک تعزیت ہے۔ یہاں جامعہ حقانیہ میں ان کے دفع درجات کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔ رب العزت حضرت کو جنت الفردوس، مدینہ عالیہ پر فائز فرما کر ان کے جملہ اہل خانہ، اراکین تحریک خدام اللہ سنت و تمام اہل خواہوں کو ہر جہل و اوجہ جہل سے نوازیں۔ اور ان کے انور و برکات تادیر جاری و ساری رکھیں۔

والسلام

محمد انور الحق

خادم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خشک

مولانا مفتی سیف اللہ صاحب حقانی، اکوڑہ خٹک

(السلام) علیکم در رحمۃ اللہ و برکاتہ

جناب حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے انتقال کی خبر سے بہت صدمہ ہوا۔ مگر اس باب میں بغیر صبر کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ اور ہم تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آپ کی وفات کی وجہ سے امت ایک ایسے بڑے، بے ہاک، جری و شجاع اور عظیم علمی سمندر سے محروم ہو گئی۔ جو فرق باطلہ کا بروقت بغیر کسی مصلحت کے شکار ہونے کے اور بغیر خوفِ لومۃ لائم کے کامیاب آپریشن کرنے والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل ان کے نام کے سننے سے لرزہ بر اندام ہو جاتا۔ آپ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے میدان کے عظیم شاہِ سوار تھے۔ اور اس وجہ سے آپ ہر طالبِ حق کی آنکھ کا تارہ تھے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں کامل مہارت کی وجہ سے جب بھی حق و باطل کی جنگ چھڑ جاتی تو اہل حق کی آنکھیں آپ کی طرف اٹھ جاتی۔ اور اس وجہ سے میری بھی ذاتی طور پر ان کے ساتھ بہت بڑی عقیدت و محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ اس محبت کو میرے لیے زادِ آخرت بنائیں (امین)

اس عظیم صدمہ میں ہم مرحوم کے تمام خولیش، اقرباء کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں۔ دلی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ خولیش، اقرباء کو صبر اور مرحوم کے فیوضات و برکات سے نوازیں اور مرحوم کو جنت الفردوس میں مقاماتِ رفیعہ عطا فرما کر ان کے قبر کو دروضۃ من ریاض الجنۃ بنادیں۔

(نوٹ) مجھے اس کا بے حد افسوس ہے کہ مختلف بیماریوں کی وجہ سے خود حاضر نہ ہو سکا۔ امید ہے کہ محسوس نہ فرمائیں گے۔ لان العدلر عند کرام الناس مقبول نیز بر خود رار مولوی مفتی محمد ظہور حقانی سلمہ کی طرف سے بھی تعزیت و تسلیما ت عرض ہیں۔

فقط والسلام

مفتی صاحب (اللہ رحمۃہ)
رئیس دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
ضلع نوشہرہ..... ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ

حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب، لاہور

محترمی و کرمی جناب قاضی محمد ظہور احسین صاحب زید مجیدہ

(السلام) علیکم در رحمۃ اللہ و در کائنات

حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سن کر جامعہ اشرفیہ لاہور میں صف ماتم بچھ گئی۔ احقر اور احقر کے برادران حضرت مولانا عبید اللہ صاحب و مولانا عبدالرحمن اشرفی صاحب مدظلہما کے ساتھ جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لگاؤ تھا اس کی مثال نہیں ملتی۔ احقر چند ماہ پہلے بھی چکوال حاضر ہوا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس شفقت و محبت کا برتاؤ فرمایا اس کا ایک ایک لمحہ نگاہوں کے سامنے ہے۔ میرے والد محترم بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے ساتھ امرتسر سے قاضی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق تھا۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بارہا بڑا لطف لے کر والد صاحب کی خصوصی محبت و شفقت کا ذکر فرماتے تھے۔ میں آج ایمانداری سے یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت میرے لئے بڑی دعاؤں کا سرچشمہ تھے اور اکثر کسی نہ کسی واسطے سے دعائیں پہنچتی رہتی تھی۔ وہ رحمت کا سایہ اٹھ گیا ہے۔ جس کی بنا پر قلب بڑا غمگین ہوا ہے۔ مگر اللہ کے حکم اور مرضی کے سامنے ہر شخص کو سوائے تسلیم و رضا کے کوئی چارہ نہیں۔ پروردگار عالم اپنی رحمت کا سایہ آپ سب پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ میری اور بھائی صاحبان کی طرف سے آپ گھر میں سب کو تعزیت پیش فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ممبر جمیل اور سکون نصیب فرمائیں۔

والسلام

محتاج دعا

فضل (الرحیم) عفی عنہ

جامعہ اشرفیہ لاہور

مولانا قاری سعید الرحمن صاحب، راولپنڈی

آج ۱۴/۱۲/۱۴۲۲ھ مطابق ۶ فروری ۲۰۰۴ء چکوال میں حضرت بقیۃ السلف مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امام اہل السنۃ والجماعۃ کی وفات حسرت آیات کے سلسلہ میں تعزیت اور دعا کے لیے حاضری ہوئی۔ جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ حضرت مرحوم سے اللہ تعالیٰ نے دین کی جو عظیم خدمات انجام لائی ہیں وہ رہتی دنیا تک لوگوں کے لیے قابل تہلیل ہیں صحابہ کرام رضوانہ اللہ علیہم اجمعین کی عظمت و کردار اور محبت و جودت پر حضرت کی خدمات انتہائی عظیم ہیں۔

ان معاملات میں حضرت محروم کی ایک خاص شان تھی۔ آپ نے انتہائی خاموشی کے ساتھ تصنیف و تالیف سے اس پہلو پر خدمات انجام دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اور آپ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمراہ مولانا محمد اکرم ہدانی صاحب خطیب جامع مسجد شیخاں راولپنڈی، قاری محمد یعقوب استاد حفظ قرآن مجید جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر، مولانا عبدالرحمن راشد صاحب ناظم جامعہ اسلامیہ راولپنڈی اور قاری فضل الہی صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم الفرقان بھی تھے۔

والسلام

سعید الرحمن
جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر
۱۴ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری، کراچی

مخدوم مکرم جناب صاحبزادہ مولانا قاضی محمد ظہور احسین صاحب زید محمد ہم

(السلام) علیکم در رحمۃ اللہ و در گناہ

معروض آنکہ میں سفر میں تھا کہ معلوم ہوا کہ مخدوم العلماء، قائد اہل سنت، وکیل سماجہ، اور جانشین شیخ الاسلام حضرت مدنی بھائیہ حضرت اقدس امام اہل سنت، مولانا قاضی صاحب رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انا للہ ما اخذولہ ما اعطی وکل شئی عندہ باجل مسمی۔ بلاشبہ حضرت قاضی صاحب اکابر و اسلاف کی یادگار، ان کے علوم و معارف اور روایات کے امین تھے۔ آپ مسلک حقہ کے ترجمان اور اکابر دیوبند کی فکر کے داعی و نقاد تھے۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ بھائیہ اس دور میں آیۃ من آیات اللہ تھے۔ آپ جس بات کو حق جانتے بلا خوف و لومۃ لائم اسے علی الاعلان بیان فرماتے، آپ کی اسی ادائے حق نوائی کی وجہ سے ان سے جہاں باطل لرزاں و ترساں تھا وہاں مصلحت کوش بھی ناخوش تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر رفع درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

حضرت قاضی صاحب بھائیہ کی رحلت کا سانحہ صرف آپ بھائیہ کے متعلقین ہی کا نہیں بلکہ تمام علماء حقہ کا اجتماعی صدمہ و سانحہ ہے، آپ بھائیہ کی رحلت سے جہاں ہم سب ان کے علوم و معارف اور انفاس طہبات سے محروم ہو گئے، وہاں امت ایک ہا خدا بزرگ، داعی حق، ترجمان اسلاف اور یادگار اکابر کی برکات سے محروم ہو گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت موحوم کے درجات عالیہ بلند فرما کر ان کے روحانی و نسبی پسماندگان و اخلاف اور خدام کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللہم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتننا بعدہ ادارہ بینات جامعہ علوم اسلامیہ کے مدیر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ اور تمام اساتذہ آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

راقم الحروف اس وقت مکہ مکرمہ میں تھا جب یہ خبر و وحشت ملی، تو بحمد اللہ پہلی فرصت پر حرم شریف جا کر سب سے پہلے ایک نفلی طواف اور صلوة التسبیح پڑھ کر حضرت مرحوم کو ایصال ثواب کیا

اور طاہریت کی دعا کی۔ ہاشمہ یہ ان کا حق تھا، میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ عمل میری نجات کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

آنجناب سے چونکہ اس وقت رابطہ کی شکل ناممکن تھی، اسی لیے تعزیت نہ عرض کر سکا۔ آج ہی آنجناب کی طرف سے حضرت مولانا اکبر عہد الرزاق سکندر صاحب اور راقم الحروف کے نام دو مکتوب موصول ہوئے۔ جن سے یہ اطلاع ملی کہ ماشاء اللہ خدام نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت، سوانح اور ان کے دینی و علمی کارناموں پر مشتمل ”حق چار بار عزائم“ کا ”قائد اہل سنت“ نمبر شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ میری طرف سے اس مبارک عزم پر بیٹھی مبارک ہاد قبول ہو، چونکہ آنجناب نے راقم الحروف کو بھی حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ پر کچھ لکھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ اس لیے ان شاء اللہ حسب ارشاد چند معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر کے خریداران یوسف کی فہرست پر اپنا نام لکھوانے کی کوشش کروں گا۔

تمام احباب اور حضرت کے متعلقین و متوسلین کی خدمت میں تسلیات مسنونہ کے بعد مضمون واحد ہے۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس جالکاح صدمہ کو سہانے کی توفیق عطا فرماتے ہوئے ان کے چھوڑے ہوئے مشن کو جاری رکھنے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

معبد (محمد جلال پوری)

مدیر بنات کراچی

۲۵ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب، پشاور

محترم و مکرم جناب مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب دام ظلکم العالی السلام علیکم درجہ و برکاتہ بعد حلیم و بعد تعظیم و تکریم عرض ہے کہ گذشتہ دنوں میں علمی و روحانی اور رشد و ہدایت کے آسان کے درخشندہ ستارے پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس دار فانی سے ہمیشہ کے لیے پردہ نشینی کی وجہ سے زیر اثر حلقہ میں ایک ناقابل تلافی اور ناقابل تحمل غلط پیدا ہوا ہے۔ بہت سے افراد آپ کے علمی و روحانی توانائیوں سے استفادہ کرنے سے محروم ہو گئے۔ جن کو اب آپ جیسے راہبری اور راہنمائی والی شخصیت شاید میسر نہ ہو۔ لیکن دنیا کا دستور ہے کہ موت جیسا عظیم سانحہ کسی کے ساتھ کبھی نرمی کا برتاؤ نہیں کرتا ہر کسی کو ایک جیسا اپنی آغوش میں لے لیتا ہے اور کسی کی شخصیت اور بلند مقام سے متاثر نہیں ہوتا۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس طرح واقعات میں آہ و فریاد کی بجائے صبر اور تحمل کا مظاہرہ ہو۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کے موقعہ پر حاضر ہونا رمتوں کی بارش سے مستفیض ہونے کا موقع تھا لیکن مصروفیات اور حالات نے کچھ ایسا گھیرا ہوا تھا کہ حاضر ہونے سے قاصر رہا۔ امید ہے کہ آپ اس تصور کو غنودہ درگزر کے تقاضے کو مد نظر رکھتے ہوئے معاف فرمائیں گے۔ پھر تعزیت نامہ لکھنے کا ارادہ تھا لیکن اس میں بھی کچھ عوارض کی بنا پر تاخیر کا سامنا کرنا پڑا اس کے لیے بھی معذرت خواں ہوں۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کی مرقد پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرما کر ان کی قبر کو اپنے انوارات اور برکات سے معمور فرمائیں اور ان کے جملہ متعلقین کو اس عظیم صدمے پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

نقطہ السلام

غلام (رحمن)

مولانا محمد یعقوب صاحب احسن، بھلوال

نحمدہ ووصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

آج سورہ ۲۹ بنوری ۲۰۰۴ کو حضرت اقدس قاضی مظہر حسین بھٹو کی تعزیت کے سلسلہ میں حاضری ہوئی۔ حضرت بھٹو کے اعزہ و اقارب سے تعزیت کے حوالہ سے میں نے عرض کیا اور اب بھر یہی لکھتا ہوں۔ کہ حضرت اقدس بھٹو کے انتقال پر ملال پر ہم سب ہی تعزیت کے مستحق ہیں کہ حضرت قاضی صاحب بھٹو کے انتقال پر صرف ان کے پسماندگان ہی مفوم و پریشان نہیں بلکہ ہر علاقہ اور مسلک حقہ سے وابستہ لوگ بھی پریشان اور مفوم ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حقانیت اور مسلک حقہ کی ترویج کے لیے پیدا فرمایا۔ بالخصوص یہ پھوال جہلم کا علاقہ میں آپ نے مدارس و مراکز قائم فرمائے اور دیہات اور قصبات میں جلیے منعقد کروا کر اللہ کے دین کا علم بلند کیا۔ اور باطل فرقوں کی تردید کی۔ بالخصوص رد فرض میں حضرت بھٹو کا ایک اپنا خاص انداز تھا۔ اس خصوصی انداز میں آپ کسی کی رد رعایت نہیں کرتے تھے۔

اور اپنے دل کی بات ہر جگہ کرتے اور ہر ایک کے سامنے برملا اس کا اظہار کرتے۔

اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

اور ہم جیسے ان کے عقیدت مندوں کو مسلک حقہ پر کار بند رہنے کی توفیق دے اور دین حقہ کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔

والسلام

محمد یعقوب

نائب امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب
خطیب مدنی مسجد بھلوال

مولانا خلیل احمد صاحب سراج، کویت

آن بندہ خلیل احمد سراج نے حضرت وکیل صحابہ رحمہ اللہ کا اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے سلسلہ میں جامع مسجد چکوال میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مجاہد اسلام کی خدمات کو تمام اہل سنت نے خراجِ تحسین پیش کیا۔ بندہ نے اپنے احباب کے ساتھ مسجد نبوی کے محنِ اقدس روضۂ اقدس کے سایہ میں حضرت وکیل صحابہ رحمہ اللہ کی وفات کی خبر سنتے ہی ہاتھ بلند کرتے ہوئے، آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے، نبی اکرم رحمہ اللہ کے وسیلہ سے خوب دل بھر کر رب تعالیٰ سے حضرت کی خدمات پر گواہی دیتے ہوئے مغفرت و رحمت کی دعائیں کیں۔

حضرت کے فرزند ارجمند کو رب تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے۔

عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ عزت میں علم میں عمل میں رزق میں برکتیں ہوں اور ہمیشہ ہمیشہ یہ باغ یہ چشمہ علم جاری و ساری رہے۔ آمین۔

خلیل (احمد سراج)

مدرس مسجد نبوی و بہتم

جامعہ سراج العلوم ڈیرہ اسماعیل خان

مولانا عبدالغفار صاحب تونسوی، ملتان

مجاہد ملت رہبر شریعت وکیل صحابہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے سلسلے میں مورخہ ۷ رزدوالحجہ ۱۴۲۳ھ ۳۰ جنوری ۲۰۰۳ء بروز جمعہ مدنی مسجد حاضر ہوا۔ حضرت صاحب کی پوری زندگی لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح میں گزری۔ مدح صحابہ رحمۃ اللہ علیہ اور دشمنان صحابہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب آپ کا مشن تھا۔ آپ کی اس تحریک سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگوں کے اذہان بدلے گئے کئی لوگ رخص سے تاب ہوئے اور مذہب حقہ اہل سنت والجماعت میں داخل ہوئے علما دیوبند کے اسلاف و اکابر میں سے ایک آپ تھے۔ جو دور حاضر میں اپنی مثال آپ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

تحتاج دعا

محمد عابد (الغفار تونسوی)

۷ رزدوالحجہ ۱۴۲۳ھ ۳۰ جنوری ۲۰۰۳ء

مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی، نوشہرہ

مکرمی جناب حضرت مولانا قاری محمد انور حسین انور صاحب - زید مجدم

(السلام) علیکم در رحمۃ اللہ در کائنات

مزاج شریف!

پیر طریقت، رہبر شریعت، وکیل صحابہ، بقیۃ السلف، سیدی و مرشدی، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کے سانچہ ارتحال کی خبر سے مسلمانوں کی آنکھ اشکبار اور قلب و روح بے قرار ہے۔ یہ ایک عظیم سانچہ اور ملت اسلامیہ کے لیے ناقابلِ حلائی نقصان ہے۔

موت العالم کے مصداق حضرت کی ذات تو پوری امت کا گراں قدر سرمایہ اور رشد و ہدایات کا مرکز و منبع تھی۔ اللہ کریم ان کی مغفرت فرمادے، درجات بلند فرمادے۔ اور جنت الفردوس عطاء فرمادے۔ آپ اور ہم سب متعلقین، عقیدت مندوں اور لواحقین کو صبر جمیل اور اس صبر پر اجر عظیم عطاء فرمادے۔

دعاؤں کی درخواست

والسلام

عبدالغنی حقانی

4-2-2004

جناب قاری فیاض الرحمن صاحب، ایم این اے، پشاور

مکرمی عالی جناب حضرت مولانا قاری محمد انور حسین انور صاحب، دامت برکاتہم

(السلام) علیکم در رحمۃ اللہ در کائنات

حضرت پیر طریقت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کی رحلت امت مسلمہ کا بہت بڑا نقصان اور عظیم سانحہ ہے، جو بھی شخصیت رخصت ہوتی ہے اس نقطہ الرجال کے دور میں بہت بڑا خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امت کا عظیم سرمایہ تھے۔ اللہ تعالیٰ یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ان کی برکات کا سلسلہ جاری و ساری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے بھی اسی طرح تحریک کی خدمات لیں۔ آمین

والسلام

قاری فیاض الرحمن

ایم، این، اے، پشاور

حضرت مولانا عبدالحی صاحب، بھلوال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

بندہ نے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے لیے حاضری دی۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی بوار رحمت میں جگہ دے۔ تاہم ہمارے حضرت کا مقام مجددانہ مقام تھا اور ہر سو سال کے بعد مجدد ہوا کرتے ہیں۔ حضرت نے نعرہ ”حق چار یار ہیں اللہ“ اور نعرہ ”یا اللہ مدد“ اپنی جماعت کو عطا فرمایا کہ آج تک کسی نے یہ نعرہ نہیں دیا۔ الحمد للہ جب تک یہ نعرہ گویں رہا حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک کو ثواب پہنچتا رہے گا۔ باقی آپ کی تحریرات اور تقاریر جو بذریعہ رسالہ حق چار یار رحمۃ اللہ علیہ پہنچ رہی ہیں۔ وہ ان شاء اللہ حضرت کا فیض ہے تاہم بندہ کو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یقیناً حضرت اقدس کی قبر اطہر سے فیض جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گا۔ بندہ نے حضرت اقدس سے ۶۲ء میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جہاں کوئی پریشانی ہوئی خط لکھا۔ گویا وہ پریشانی تھی ہی نہیں جہاں تک حضرت کا کشف قلوب کا معاملہ تھا تو اس کے متعلق عرض ہے کہ ایک دفعہ مجھ سے تلاوت قرآن میں کچھ کوتاہی ہوئی تو حاضری پر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً یہ فرمایا کہ شاید آپ تلاوت قرآن پاک میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اس وقت میں سے میں الحمد للہ قرآن پاک کچھ نہ کچھ پڑھ لیتا ہوں۔ بہر حال کل نفس ذائقہ الموت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے مراتب عالیہ کو بلند فرمائے اور ہم گنہگاروں کو آپ کا فیض ملتا ہے۔

والسلام

(مظہر عابدی)

مولانا محمد عمر صاحب قریشی، کوٹ اڈو

معلی القاب برادر کرم حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب سلمہ ربہ

(العلیٰ) حبیبکم در رحمۃ ربکم زندہ و زکیا

خیریت مطلوب

انا لله وانا الیہ راجعون

مفکر اسلام حجۃ اہل السنۃ حضرت الشیخ قاضی صاحب بھٹہ کی موت و انتقال اہل حق کے لیے عظیم سانحہ ہے۔ آج صرف آپ کے سر سے سایہ رحمت نہیں اٹھا بلکہ ہر وہ شخص جو کسی نہ کسی انداز میں دین اسلام کی خدمت کر رہا ہے۔ اپنے آپ کو یتیم تصور کر رہا ہے۔ کیونکہ مرحوم اہل السنۃ کے امیر تھے۔ اطلاع ۸ بجے دن کے بعد ملی دور ہونے کے سبب حاضری ناممکن تھی۔ لیکن بحمد اللہ جامعہ میں ۲۰ قرآن مجید ختم کر دائے گئے اور ایصال ثواب کیا گیا۔ مناسب وقت پر حاضری بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مع رفتاء کا رخصت فرمائیں۔

آمین ثم آمین

والسلام

محمد عمر قریشی

۲ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

مولانا عبدالرؤف صاحب ہشتی، اوکاڑہ

• حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسلک دیوبند کے بے باک ترجمان تھے۔ حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی مسلک حقہ کے لیے ہر ممکن قربانی دی۔ آپ کی تقاریر اور تصنیفات سے ہزاروں مسلمانوں کے عقائد درست ہوئے۔ خود راقم (عبدالرؤف ہشتی) زمانہ طالب علمی میں مودودی جماعت کے رسائل وغیرہ کا مطالعہ کرتا تھا اور ان کے لٹریچر کی وسعت سے متاثر تھا۔ اسی دوران راقم نے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حسن اہمال ضلع ایک میں ایک تقریر سنی۔ اس تقریر نے اتنا اثر کیا کہ راقم مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے عقائد و نظریات سے متغیر ہو گیا۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دشمنان صحابہ، جنتیہ اور اہل بیت جہنمیہ کے لیے نفی تلوار تھے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی مصلحت پسندی کے زندان میں مقید نہیں ہوئے۔ تمام عمر جو حق سمجھا اسے واضح الفاظ میں بیان کیا۔ خارجیت و مماثلت کے پھر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حق و صداقت کی آندھی اور دلائل و براہین کے طوفان کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی ایک اصول، ایک ضابطہ، ایک نصب العین کے مطابق گزاری۔: سانی نظامت کے باوجود روحانی عزائم میں ذرہ برابر لرزش پیدا نہیں ہونے دی اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تربیت شدہ شخص کبھی اور کسی جگہ بھی مصلحت پسندی کا شکار نہیں ہوا۔ اور آپ کی سب سے بڑی خوبی راقم کے نزدیک یہ تھی مسلک دیوبند سے جو بھی انحراف کرتا خواہ اپنا ہو یا بیگانہ، پارہوں یا اغیار قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی سرزنش ضرور کرتے اور سخت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین

والسلام

صدر زمر رؤف جونی

مجتہد جامعہ اسلامیہ اوکاڑہ

مولانا قاری محمد جاذب صاحب، بنوں

محترم القام صاحبزادہ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور احسین صاحب مدظلہ العالی

(السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)

سلام مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ الحمد للہ بندہ خیریت سے ہے اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے حضرت اقدس بھینڈے کے مشن کے لیے نیک اور ٹھیک چاہتا ہے۔ صورت احوال یہ ہے کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے انتقال کے دن بندہ اپنی بیماری کی وجہ سے پشاور ہسپتال میں تھا۔ برخوردار قاری ضیاء الرحمان نے رابطے کی کافی کوشش کی مگر رابطہ نہ ہو سکا۔ بندے کو نہایت ہی افسوس ہے کہ حضرت اقدس بھینڈے کا آخری دیدار نہ کر سکا۔

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

برادر محترم۔ حضرت اقدس بھینڈے کے تعزیتی خط کے لیے جب بندہ نے قلم اٹھایا تو یقین چاہیے (حضرت اقدس بھینڈے کی شخصیت ایک ایسی کامل شخصیت تھی) کہ آپ بھینڈے کے کسی کمال خاص کے لکھنے کا ارادہ کرتا تو آپ بھینڈے کا دوسرا کمال ابھر کر سامنے آ جاتا۔ دوسرے کے بعد تیسرا کمال ابھر کر سامنے آ جاتا۔ اسی طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت صاحب بھینڈے کے کمالات کے سمندر میں بندے کا ذہن نکلتش میں پڑ گیا۔ کہ خدا یا میں حضرت اقدس بھینڈے کے کمالات کے سمندر میں سے کس موتی کو چنوں؟ کیونکہ اس دور میں آپ کی محبت رسول ﷺ بے مثال، آپ کی اتباع سنت بے مثال، آپ کا تقویٰ بے مثال، آپ کی محبت اصحاب رسول ﷺ بے مثال، آپ کا علم بے مثال، آپ کا باطل کے سامنے ڈٹ جانا بے مثال، آپ کے نہایت مشکل اوقات میں اخلاص پر مبنی حیران کن فیصلے بے مثال، آپ کی قناعت بے مثال غرض حیات جاوداں کا ہر پہلو اور ہر ہر ادا بے مثال ہے۔

آخر میں برخوردار قاری ضیاء الرحمان نے یہ بتایا کہ ہم جنازے کے تیسرے دن جب مرقد شریف پر گئے۔ وہاں عجیب کیفیت تھی پرسکون ماحول بتا رہا تھا کہ اللہ کے انوارات قبر پر

برس رہے ہیں۔ اور مجھے وہاں آپ ﷺ کی قبر پر مولا ناظف علی خاں کا وہ شعر یاد آ گیا جو انہوں نے مہر دال ف ثانی ﷺ کی قبر پر آ کر پڑھا تھا.....

کہ گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے سامنے
اس خاک کے ذروں سے شرمندہ ہیں ستارے

حضرت اقدس ﷺ بلاشبہ جبل استقامت تھے۔ اللہ رب العزت حضرت صاحب ﷺ کے درجات بلند فرمائیں اور آپ کے فیوضات و برکات آپ کے جانشینوں تک منتقل فرمائیں۔ اور آپ کے جانشینوں کو آپ کے مشن کو دن و گنی رات چلتی ترقی دینے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

والسلام فقط

ہما جی محمد ہماؤں عفا اللہ عنہ
بنوں، صوبہ سرحد



مولانا سید محمد قاسم شاہ، سرگودھا

محترم جناب حضرت صاحبزادہ صاحب
بعد از سلام خیریت! حضرت کا بہت زیادہ دکھ ہے قلم قاصر ہے قلب و جگر کو طاقت نہیں کہ
آپ سے تعزیت کی جائے۔

حضرت جبال العلم آیتہ من آیات اللہ تھے۔ مبرہمت کے کوہسار تھے۔ صابر
و شاکر اور ذاکر بزرگ تھے۔ گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کی راہ لگے آخری فرد تھے۔ خدا
تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔

آپ کا ہماری

فام شاہ

مولانا سید مفتی عبدالقدوس ترمذی، ساہیوال

بخدمت گرامی جناب حضرت مولانا قاضی محمد ظہور احسین صاحب مدظلہ

(السلام) علیکم در رحمۃ اللہ و در کائنات

احوال آنکہ مخدوم بزرگ حضرت اقدس قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ کے ساتھ ارحمال سے بے حد افسوس ہو۔ ان کی وفات سے پوری ایک صدی کی تاریخ کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ وانا راجعون

اللہ حضرت کے درجات بلند فرمائیں اور متعلقین کو صبر و اجر سے نوازیں..... آمین۔

جنازہ کے موقع پر آپ سے ملاقات نہ کر سکا۔ اس لیے یہ مریفہ ارسال کر رہا ہوں اور دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

نقطہ السلام

میر عبد القدوس ترمذی

۶ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

جناب صاحبزادہ ابرار احمد صاحب بگوی، بھیرہ سرگودھا

بخدمت کرمی جناب قاضی صاحب

(نعلین) علیکم دررحمۃ اللہ وبرکاتہ

دوران سفر اخبار میں گرامی قدر حضرت کرم قاضی صاحب بھیرہ کی وفات کا پڑھا۔ موت تو برحق مگر اپنے مقصد سے لگاؤ، جرأت سے اظہار بیان اور اسلاف کرام جیسا جذبہ اور اخلاص اب کہاں ملے گا؟ ایک ایسا غلام پیدا ہوا ہے جو قضاہ رجا کے اس دور میں پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ اللہ رب العزت حضرت قاضی صاحب بھیرہ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں اپنے حضور مطلق مقام سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

قیام پاکستان سے قبل حضرت قاضی صاحب بھیرہ میں دارالعلوم مزینہ میں زیر تعلیم رہے۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت مولانا ظہور احمد بگوی بھیرہ پنجاب میں روحانییت اور درفرض میں پیش پیش تھے اور حضرت مولانا کرم الدین دبیر بھیرہ بھی اس میدان کے شہسوار تھے۔ ایک ہی مشن اور ایک ہی مقصد حیات نے ان دو بزرگوں (اللہ پاک کی رحمتیں ہوں ان پر) کو اکٹھا کیا۔ اس باہمی رفاقت کے نتیجہ میں جناب حضرت قاضی صاحب بھیرہ بھیرہ میں پڑھتے رہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب بھیرہ نے عظمت صحابہ کرام کے لیے بے لوث اور جرأت سے جو کام کیا۔ اس کی نظیر آج مشکل سے ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو یہ سلسلے جاری رکھے کی ہمت اور توفیق سے نوازے۔

آمین بحرمت نبی کریم ﷺ

والسلام

صاحبزادہ (زرار) (محمد صاحب) بگوی

۸ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

مولانا سید محمد مظہر اسعدی، بہاولپور

باسمہ تعالیٰ

حضرت اقدس الشیخ مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ مجاز بیعت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز پاکستان کی سرزمین علاقہ چکوال میں ان اولو العزم شخصیات میں سے ایک عظیم فرد تھے۔ جن کو شریعت و طریقت میں جانشین شیخ الہند حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص اعتماد حاصل تھا اور براہ راست حضرت اقدس سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ موصوف کو اپنے شیخ و مربی کی صفت جامع الکملات کا عکس (پرتو) حاصل تھا۔ موصوف کی ساری زندگی فرمان نبی ﷺ (المصل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جابر) کی مصداق رہی۔ اللہ کریم نے موصوف کی طبع خاص (فطرت) میں حب صحابہ رضی اللہ عنہم کا جذبہ موجزن رکھا تھا۔ موصوف کی تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم بعنوان (تحریک خدام اہل سنت والجماعت) کی خدمات سے پتہ چلتا ہے کہ موصوف کو شاید رب ذوالجلال نے اس خدمت کے لیے پیدا کیا۔ موصوف جہاں شریعت و طریقت میں اپنے شیخ و مربی کی ہدایات کے کامیاب ترین اور مقبول وارث تھے۔ وہاں رد و نفی و خارجیت و تاصیبت کے قلع قمع کے لیے امام اہل سنت الشیخ مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور انداز تحریر میں ان کا عکس تھے۔ اللہ کریم نے موصوف میں بیک وقت جہاں محدثانہ و مفسرانہ فقیہانہ شان رکھی تھی۔ وہاں آپ مورخ بھی تھے۔ اللہ رب العزت موصوف کی تمام خدمات جلیلہ کو مزید قبولیت سے نوازنے۔ موصوف کے ساتھ بندہ کی پر لطف، روحانیت سے بھری ہوئی ملاقات اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا اسعد مدنی امیر الہند صدر جمعیت علماء ہند جانشین شیخ الاسلام کی رفاقت میں ہوئی۔ جی بھر کر گنگو ہوئی۔ قلبی خواہش تھی کہ حضرت اقدس کی محبت کچھ اس قابل ہو جائے تو حضرت موصوف کو بہاولپور جامعہ سیدنا اسعد بن زرارہ بہاولپور لے جاؤں۔ لیکن حسرت رہ گئی۔ اللہ رب العزت موصوف کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

والسلام

سید محمد مظہر (مصری)

مدیر جامعہ سیدنا زرارہ، بہاولپور

مولانا قاری رحیم بخش صاحب اودھراں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت اقدس پیر طریقت و شریعت اکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی ظہیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مسلک اکابر علماء دیوبند پر لہانت نہایت تھے۔ حضرت موصوف نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم و تربیت حاصل کی اور حضرت کی پوری زندگی اور زندگی کا ہر لمحہ دین کی ترقی اور اشاعت کے لیے وقف تھا۔ بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ حب صحابہ کا جذبہ بہت تھا۔ جس کا ثبوت آپ کی جماعت تحریک خدام اہل سنت والجماعت ہے۔ خدام اہل سنت والجماعت کی مقبولیت پورے عالم اسلام میں نمایاں ہے۔ حضرت موصوف اپنے وقت کے بہت بڑے مصنف بھی تھے جس کا ثبوت آپ کی بے شمار تصانیف ہیں۔ حضرت موصوف سے احقر کا تعلق ۱۹۶۵ء سے ہے۔ حضرت کی بہت زیادہ کرامات بھی احقر نے دیکھی ہیں۔ حضرت سے ۱۹۷۵ء سے سلسلہ بیعت بھی ہے بحیثیت خادم اور مرید ہونے کے بندہ کی دعوت پر حضرت موصوف نے ۱۹۸۶ء میں جامعہ رحیمیہ اہل سنت سہرابائی روڈ دیناپور کی سنگ بنیاد رکھی اور جامع مسجد خانان والی دیناپور میں بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔ کافی حضرات مرید ہوئے اس وقت سے اب تک تعلق الحمد للہ قائم ہے۔ کل مورخہ ۲۰۰۴ء-۱-۲۶ صبح ۸ بجے اچانک ٹیلی فون کے ذریعہ حضرت کی وفات کا علم ہوا۔ دیناپور سے ہمیں پہنچ کر الحمد للہ حضرت کے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور آج صبح قبر مبارک پر حاضری دی۔ دعا ہے کہ رب العزت حضرت موصوف کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اور حضرت کی برکت اور وسیلہ سے مجھ احقر کا خاتمہ بالآخر فرمائیں۔

العارض

احقر العباد

رحمہم بختی

خادم جامعہ محمدیہ اہل سنت، سپر ہائی روڈ

دعایہ و قصید و دعا پر طبع لودھراں

مولانا مظفر حسین صاحب جموں و کشمیر

گزشتہ سال حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ میرے ساتھ چند ایک مجاہد دوست اور بھی تھے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے جب سنا کہ احقر مظاہر علوم سہارن پور کا فاضل ہے۔ تو گلے لگایا اور دیر تک کئی اکابرین دیوبند و مظاہر علوم کا تذکرہ فرماتے رہے اور ہم دیکھ رہے تھے کہ قاضی صاحب اکابر کا تذکرہ فرماتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے۔ دیر تک جہاد کشمیر کے حوالے سے ہمارے ساتھ تبادلہ خیال کرتے رہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی ساری زندگی مجاہدات سے بھری ہوئی تھی۔ ہم نے ہندوستان میں حضرت کے بارے میں اپنے اساتذہ سے بہت سنا تھا اور حضرت کی کئی کتابوں کا مطالعہ بھارت کے اندر طالب علمی کے دور میں ہی کیا تھا۔ مجھے بہت ہی قلق تھی حضرت سے ملاقات کی اس لیے خصوصی طور پر میں مظفر آباد سے آیا تھا۔ حضرت نے بھی بڑی شفقت فرمائی اور کافی اکرام فرمایا۔ کافی نصائح سے لوازا۔ جب ہم رخصت ہونے لگے تو حضرت نے اپنے جیب سے تین ہزار روپے نقد جہاد کشمیر کے لیے اپنا حصہ ڈالتے ہوئے عنایت فرمائے۔ اکابرین میں سے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ میری نگاہوں میں اس وقت بلند مرتبہ کے تھے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ جنت کو سدھار گئے لیکن ہمیں یتیم کر گئے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے جن میں دیدہ وری پیدا

احقر العباد

مظفر حسین کشمیری

خادمِ مرکزِ الجہاد الاسلامی

جموں و کشمیر

جناب اشفاق احمد صاحب

حضرت مولانا مسعود اظہر صاحب کے حکم سے تعزیت کے لیے حاضری ہوئی۔ جتنا بڑا خلاء حضرت کی وفات سے ہوا اس کا ازالہ شاید ممکن نہیں ہے۔ حضرت کی شخصیت میں اکابر کا مکمل طرز، جذبہ جہاد اور مسلک حق کا پرچار مکمل طور پر نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اعلیٰ درجات سے نوازے۔

نمائندہ مولانا مسعود اظہر امیر خدام الاسلام

(ضمانح) محمد

منتظم خدام الاسلام شمالی پنجاب



جناب مجاہد عباسی صاحب

حضرت اقدس حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی وفات کا سن کر دلی صدمہ پہنچا۔ حضرت مولانا مرحوم اہل سنت والجماعت کے لیے ایک سرمایہ تھے۔ حضرت کے انتقال سے جو خلاء پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پر فرمائے آمین۔ حضرت جیسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت نے ساری زندگی مسلک حق اہل سنت والجماعت کی صحیح ترجمانی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی خدمات کو قبول فرمائے آمین۔

مجاہد عباسی

منتظم خدام الاسلام جنوبی پنجاب

مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب، آزاد کشمیر

مکرم و محترم جناب حضرت علامہ قاضی محمد ظہورالحسین صاحب، مدظلہ

(المدنی) حبیبکم در رحمۃ اللہ و در کائنات

مزاجی گرامی

آپ کے والد گرامی حضرت قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کی اچانک جانکاہ صبرِ رحلت سن کر انتہائی دکھ اور صدمہ ہوا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمادیں۔ اور ان کی صد سالہ عظیم دینی خدمات کو درجہ قبولیت سے نوازیں۔

مرحوم ایک صدی سے ملک میں دینی و روحانی خدمات سرانجام دیتے رہے راقم کے والد محترم ان کے دست راست رہے۔ اپنی جوانی میں ہر سال باغ تشریف لا کر عوام الناس کو درس توحید و رسالت اور مسلک حقہ کی رہنمائی فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جانے سے ایک بڑا غلاء واقع ہوا ہے جس کا پر ہونا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ اور سو گواران کو صبر جمیل کی توفیق کے ساتھ ساتھ ان کی جلائی ہوئی شمع کو روشن رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

فقط

خاکسار مہر عطاء اللہ شاہ

خلیب مرکزی جامعہ سید باغ آزاد کشمیر

مولانا قاری محمد ایوب صاحب، انگلینڈ

بخدمت اقدس حضرت صاحبزادہ صاحب قاضی محمد ظہور الحسین صاحب مدظلہ
۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کو مکہ المکرمۃ پہنچا۔ وہاں محترم حافظ محمد رفیع صاحب سے ملاقات ہوئی
انہوں نے عظیم صدمہ والی خبر سنائی کہ حضرت صاحب رحلت فرما گئے ہیں۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت صاحبزادہ صاحب اتنا غم اور صدمہ ہوا مگر اللہ کی رضا پر راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ
حضرت مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں مقام نصیب فرمادے..... آمین۔
تمام مقدس مقامات پر قرآن پڑھ کر حضرت کو ایصالِ ثواب کرتا رہا ہوں اور دعائے
مغفرت درجہ کی بلندی کے لیے اب بھی بلا تاغہ کر رہا ہوں۔ عظیم صدمہ آپ کو اور ہم تمام کو ہوا
ہے۔ اللہ صبر دے آمین۔

بندہ آپ اور جملہ اہل سنت کو تعزیت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اعلیٰ مقام نصیب
فرمادے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمادے۔ آپ بندہ کی تمام لواحقین تک تعزیت کر دیں۔ تو
بندہ ممنون ہوگا۔

نقطہ

قاری محمد ایوب

حال مدینہ منورہ

منتظمین جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان

بخدمت محترم اہل خانہ جناب حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ۔ چکوال

(السلام) علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روزنامہ اسلام پڑھ کر انتہائی دکھ ہوا کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ بقضائے الہی اس دایرہ فانی سے دایرہ باقی کی طرف رحلت فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ یقیناً ان کی جدائی تمام امت مسلمہ کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ ہے اور یہ ایک ایسا خلا ہے جو صدیوں پر نہ ہو سکے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت کی وفات حسرت آیات موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات عالم اسلام کے لیے ناقابل فراموش اور ہمارے لیے قابل تقلید ہیں۔

حضرت نور اللہ مرقدہ کی جدائی کے غم میں ہم سب برابر کے شریک ہیں اور دل کی گہرائیوں سے آپ سب کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ جل شانہ، تمام پسماندگان، لواحقین اور متعلقین کو صبر جمیل اور ان کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا عبدالستار رحمانی صاحب مدظلہ، حج بیت اللہ کے مبارک سفر پر تشریف لے جا چکے ہیں اور انہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بارے میں اطلاع کر دی گئی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر جامعہ اسلامیہ میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں عالم اسلام کے لیے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بلندی درجات اور مغفرت کی دعا کرائی گئی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی دعائیں جاری رہیں گی۔ حضرت مہتمم صاحب اور جامعہ کے منتظمین و اساتذہ کرام کی طرف سے پسماندگان، لواحقین، متعلقین اور احباب کی خدمت میں سلام مسنون اور تعزیتی کلمات۔

والسلام

آپ کے شریک غم

جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان

مولانا محمد اشرف علی صاحب ہرگودھا

آج ۱۶ دسمبر ۱۳۲۳ھ بروز جمعرات حضرت اقدس قاضی صاحب مہتہ کے ادارہ میں حاضری کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ یہ حضرت کے ادارہ میں پہلی بار حاضری ہے اور افسوس بھی ہو رہا ہے کہ نہ تو حضرت کی زیارت اہم ہوئی اور نہ ہی حضرت کے ملفوظات پڑھنے، سننے کی سعادت حاصل ہوئی لیکن یہاں حاضری کے بعد یہ احساس ہوا کہ یقیناً یہ بہت بڑی عروسی ہوئی۔ لیکن دل میں یہ غم پیدا ہوا کہ حضرت مہتہ نے جو زندگی میں کام کیا ہے ان کی جو کمیشیں، کتابیں وغیرہ موجود ہیں ان سے ضرور استفادہ کروں گا۔

حضرت کا دنیا سے چلے جانا یقیناً بہت بڑا حادثہ ہے۔ نہ صرف یہ کہ یہ حادثہ ایک قوم کے لیے یا شہر یا ملک کے لیے ہے بلکہ یہ حادثہ پوری امت محمدیہ کے لیے ہے اور ایک ایسا خلاء ہے جو قیامت تک پورا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت مہتہ کو اپنی شایان شان بلند درجات عطا فرمائے اور حضرت مہتہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا قاضی محمد تمہور الحسن صاحب کو حضرت کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین ثم آمین

احقر الانام

لنوبادہ معتمد انوار علی

خادم مدرسہ اسلامیہ محمدیہ

محکم دہانہ سلاٹ ناؤن ہرگودھا

مولانا قاری علی محمد صاحب - خوشاب

باسمہ سبحانہ

بخدمت کرامی جناب حضرت مولانا ظہار امین صاحب راجہ ہند کم

(۱۲) حکم در حقنہ و برہانہ

آپ کے والد کرامی جناب قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ کی وفات کی خبر پہ چکر دلی دکھ رہا ہے۔ لیکن موت ایک ایسی قیمت ہے جس سے انکار ناممکن ہے ایک عربی کا شعر ہے.....

لر کان الالسان بدوم بقاءه

خير المرسلين محمد ﷺ يبقی

حضرت مرحوم نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی ترویج میں گزاری ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی ان کے مشن کو جاری و ساری رکھیں گے۔ ہر سال اظہار الاسلام اور رسومات الاسلام کی ترقی میں کوشاں رہیں گے۔ اور آپ کی تصنیف کردہ کتب کی اشاعت میں سرگرمی دکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آخر میں دعاء ہے خداوند کریم حضرت کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے..... آمین ثم آمین

شریک فہم

احمد فارسی علی محمد خنجر

طبيب جامع مسجدی و طبع خوشاب

مولانا مفتی محمد شریف صاحب عابر، جہلم

بخدمت برادر محترم جناب حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین زید محمد

(السلام) حبیبکم در رحمۃ اللہ در رکابہ

آپ کے والد محترم اور ہمارے مرشد و مقتدی گرامی القدر حضرت مولانا اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جماعت، متعلقین و لواحقین آپ مولانا کے سایہ شفقت اور سرپرستی سے محروم ہو گئے۔ ہمیں اس کا غم ہے۔ ورنہ حضرت مولانا کے لیے تو اس دار الامتحان سے دار الجزاء کی طرف جانا ہی مفید ہے۔ جس نے محنت کی ہو بفضل اللہ تعالیٰ جل مجدہ وہ نتیجہ کے دن کاشدت سے منتظر رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مولانا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین

آپ نے جو ہماری رہنمائی فرمائی اس کی بہتر جزا سے آپ نور اللہ مرقدہ کو بہرہ ور فرما دیں۔ آمین

ہم سب کو بھی اللہ تعالیٰ مذہب اہل سنت والجماعت کی خدمت کے لائق بنادیں۔ اس کی اہمیت نصیب فرمادیں اور توفیق و استقامت سے بھی نوازیں۔ آمین

آپ سب حضرات کی خدمت میں اسلام علیکم اور اظہار تعزیت۔ فقط والسلام

خادم اہل سنت والجماعت

محمد شریف عابر

جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم

مولانا محمد حسین صاحب چنیوٹی

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور احسین صاحب۔ جانشین حضرت قاضی صاحب مرحوم

(العلیٰ علیکم رحمۃ اللہ در کاندہ)

آپ کے والد محترم کا انتقال واقعی آپ کے لیے باعث برداشت نہ ہوگا۔ مگر امر ربی ماننا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کو جو اررحمت میں جگہ دے اور آپ کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے امین۔ طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ ان شاء اللہ افاقہ ہوتے ہی حاضر ہوں گا۔

والسلام

محمد حمید چنیوٹی



مولانا قاری محمد اسحاق مدنی، راولپنڈی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ! اما بعد

آج ۲۹ جنوری بروز جمعرات کو مع شیخ الحدیث مولانا محمد صادق ہاشمی صاحب کے چکوال میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی تعزیت کے لیے قاضی ظہور صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ اپنے وقت کے مجاہد اکبر تھے آپ کے رحلت فرمانے سے بہت بڑا غلا پیدا ہوا۔ جس کو کوئی دوسرا پر نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ قاضی ظہور صاحب کو اپنے والد مرحوم کے مشن کو جاری و ساری رکھے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

قاری محمد (رحمہم) مدنی

خطیب مسجد جامع صدیق اکبر محمدی کالونی

صادق آباد مسلم ناؤن راولپنڈی

مولانا سید عصمت شاہ کاظمی، حافظ آباد

قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مرشدی قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ اکابر علماء دیوبند کی اس دور میں آخری یادگار تھے۔ جنہوں نے پوری زندگی اشاعتِ دین حنیف اور مذہب اہل سنت والجماعت کے دفاع اور تجدید کا فریضہ ادا کیا۔ ہمارے حضرت سے ملنے والے جانتے ہیں کہ آپ نے ہر موقع پر بغیر خوفِ لومۃ لائم کے ہر فتنہ پر مدلل تنقید کی اور ممکن اصلاح کی کوشش میں مصروف رہے خصوصاً عظمتِ رسالت جو آپ کو نہایت محبوب تھی۔ ہر ایمان دار کا فرض ہے کہ وہ اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فدائی ہو۔ مگر نبوت و رسالت کے منصب اور خصوصیات کا دفاع ہر آدمی کے بس کا کام نہیں۔ حضرت قاضی صاحب کے والد محترم مناظر اسلام حضرت مولانا کرم الدین دبیر رحمہ اللہ نے فتنہ قادیانیت پر جو چرچے لگائے۔ حضرت موصوف نے ان پر جو فتاویٰ قاتلہ نکاشی کی اور جھوٹے مدعی کی امت مرزا سے جو ہمیشہ لڑتے رہے وہ قاتلِ قدر و لائقِ تقلید ہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک میں سب سے طویل جیل آپ کے حصہ میں آئی۔ نیز ختم نبوت پر آپ نے ہمیشہ ہر اول دستہ میں کام کیا۔ عقیدہ عصمتِ انبیاء پر آپ کا تحریری کارنامہ مستقل کتاب کی شکل میں بھی موجود ہے اور ماہنامہ حق چار یا چھٹے کی فائلیں گواہ ہیں کہ اس موضوع کو اپنے عقائد میں کتنی اہمیت دی اس طرح عقیدہ حیاتِ انبیاء پر آپ نے پورے اہل سنت کی طرف سے کامیاب دفاعی جنگ لڑی جو عظمتِ رسالت کے ساتھ محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت رضی اللہ عنہم تو حضرت کا اوڑھنا بچھونا تھا آپ نے ابتدائی تعلیمی دور اور بچپن کو چھوڑ کر تقریباً ۷۰ سال دفاعِ اسلام کے لیے وقف کئے اور جماعتِ تحریک خدام اہل سنت کے پلیٹ فارم سے مسلکی دفاع کا کام کیا یہی آپ کا زادِ آخرت ہے۔ اللہ آپ کے ساتھ اپنے رحم و کرم کا خاص معاملہ فرمائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین

والسلام

سید عصمت شاہ کاظمی

خطیب جو ریاں ضلع حافظ آباد

مولانا قاری سید محمد شاہ صاحب، مانسہرہ

(امل) جہلم در رحمہ (لہ در رکاز)

عظیم المرتبت قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اطلاع سے دلی صدمہ ہوا۔ ان کی شخصیت، ان کی ملیت، ان کا تقویٰ ان کی حق گوئی، مسلسل جدوجہد، آخر وقت تک باطل فرقوں کا تعاقب اظہر من الشمس ہے۔ حق تعالیٰ ان کی پون صدی کی اس محنت کو قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں آرام و راحت نصیب فرمائے۔ ہم نسبت کی اہمیت کے قائل ہیں اس لیے ایک دو باتوں کا ذکر کئے دیتا ہوں۔

۱۹۹۲ء میں راقم کی کتاب دفاع صحابہ و اہل بیت رحمۃ اللہ علیہ شائع ہوئی۔ تو ایک صاحب کے ذریعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تک کتاب پہنچائی گئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں صاحب کو حکم فرمایا کہ انہیں جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے سالانہ جلسہ میں ملاقات کی دعوت دینا۔ چنانچہ بندہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر پہلی مرتبہ جامعہ کے جلسہ میں شرکت کی، جب آپ کے پاس پہنچا تو انہیں صاحب نے تعارف کرایا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود نقاہت و ضعف کے کھڑے ہو کر معافہ فرمایا، شفقت فرمائی، دعائیں دیں، اس جلسہ میں دو عظیم المرتبت عالموں کی زیارت نصیب ہوئی۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سر فراز خان صاحب صفدر مدظلہ، اور مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرت کے علمی خطاب سے بہت فائدہ ہوا۔

حضرت نے اپنے ایک والا نامہ میں ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے علاقہ میں ہماری طرف سے کام کریں۔ الحمد للہ اب تک جو ہوسکا کیا جا رہا ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس عظیم سایہ کے اٹھ جانے پر جو صدمہ ہوا ہے۔ اسے سنبھلنے کی توفیق بخشے۔ خدام اہل سنت کو ان کی برکات بعد الوفات بھی نصیب فرمائے۔ اور جماعت کو بہتر شخصیت نصیب ہو۔ تمام متعلقین اور ارکان جماعت کو حوصلہ صبر، استقامت نصیب فرمائے۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ۔ بحر مہ سید الابرار و المرسلین
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

خاک پائے اکابر

معبر شاہ

مولانا قاضی عبدالحمید وصوفی شیر علی خان، کراچی

مقدم و کرم حضرت مولانا قاضی محمد عبود احسن صاحب مدظلہ

(اللہ) علیکم در رحمۃ اللہ و نرکاتہ

حراجی گرامی!

حضرت اقدس شیخ الاسلام و المسلمین قاضی عظیم حسین نور اللہ مرتدہ کے ساتھ مرتضیٰ سے بے حد رنج و دکھ ہوا ہے۔ نجم المدارس میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، تمام شعبہ جات کے بکلیے میں حضرت قبلہ والد گرامی مولانا قاضی عبدالکریم بانی نجم المدارس نے دعا کرائی۔ آج احباب صوفی شیر علی خان نجم المدارس آئے اور تعزیتی خط لکھنے کے لیے کہا۔ یہ خط گویا ان کی جانب سے لکھوا رہا ہوں۔ بے چارے ضعیف ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے نام بھی ان کے خطوط بندہ لکھا کرتا تھا۔ کل حضرت والد صاحب مدظلہ کا تعزیت نامہ میں بھیج چکا ہوں۔ آج پھر تعزیت کا موقع ملا۔ ان شاء اللہ کوشش کروں گا کہ بالشاذ تعزیت کے لیے حاضر ہو جاؤں۔ حضرت والد ماجد قاضی عبدالکریم اور بھائی قاضی محمد نسیم کی جانب سے کے سلام مسنون قبول فرمائیں۔

المرسل

بندہ قاضی عظیم الرحمن

جناب صوفی شیر علی خان صاحب

مولانا قاری محمد انور حسین انور، آزاد کشمیر

کمری و محترمی حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ
سلام مسنون!

۲۶ جنوری پیر طریقت و شریعت وکیل صحابہ جہانگیر سے پیر و مرشد حضرت جی مہاراجہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ یہ حادثہ ایک بڑا الیہ ہے۔ بے حد صدمہ ہوا۔ آپ کے انتقال سے آپ کو ہی نہیں ملت اسلامیہ کو عموماً اور تحریک خدام اہل سنت کو خصوصاً ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ راقم الحروف اپنے عظیم رہبر مجاہد اہل سنت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب جہلمی نور اللہ مرقدہ کا صدمہ ہی نہ بھلا پایا تھا کہ حضرت جی مہاراجہ کی جدائی نے پوری دنیا اندھیر کر دی۔ کوشش کے باوجود صبر نہیں کر پا رہا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جی مہاراجہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات نصیب فرمائے اور ہم سب کو اور پوری جماعت تحریک خدام اہل سنت والجماعت کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کے غم میں برابر کا شریک

خادم اہل سنت

قاری محمد انور حسین انور آزاد کشمیر

مولانا عبد المجید توحیدی، مظفر گڑھ

بخدمت اقدس صاحبزادہ قائد اہل سنت مولانا قاضی محمد ظہور احسین صاحب، دامت برکاتہم العالیہ

(السلام) علیکم در رحمۃ اللہ در رکازہ

حضرت قائد اہل سنت نور اللہ مرقدہ کی رحلت موت العالم موت العالم کی مصداق ہے حضرت قائد اہل سنت اکابرین علمائے حق، علمائے دیوبند کے مسلک کے عظیم محافظ تھے۔ حضرت قائد اہل سنت نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی جہد مسلسل اور احقاق حق اور ابطال باطل میں گزری۔ عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم اور دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کا خوب حق ادا کیا ہے ان کا لگایا ہوا انفرہ حق چار یار جنہم الحمد للہ سنی عوام کے اندر آج بھی گونج رہا ہے۔ حضرت کے پردہ فرما جانے سے اتنا بڑا اظہار ہوا ہے جو کبھی پر نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو پیدا ہی حق سمجھانے کے لیے کیا تھا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے اپنے لوگوں میں سے بھی جو راہ مستقیم سے ہٹا خوب خبر لی اور اکابرین علماء اسلام کے مسلک حقہ کی طرف متوجہ کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تازیت ان کے مشن حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں ادنیٰ سا طالب ہونے کی نسبت سے کہہ سکتا ہوں۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کی یاد میں.....

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے اے صنم جنہیں تم ڈھونڈنے نکلو گے پانہ سکو گے ہزاروں شمس چلاؤ گے برائے دفع ظلمت محفل لیکن وہ خود محفل تم لا نہ سکو گے بندہ کو یہ شرف حاصل ہے حضرت نور اللہ مرقدہ کی دو مرتبہ زیارت کر چکا ہوں پہلی دفعہ حضرت نے پون گھنٹہ وقت عنایت فرمایا۔ دوسری مرتبہ گذشتہ سال حضرت اقدس کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ سخت تکلیف کے عالم میں زیارت کا موقع بخشا مگر حضرت نور اللہ مرقدہ اب مستقل مفارقت دے گئے۔

والسلام

(ابو محمد) محمد عبید (المجید) توحیدی

خادم جامعہ خالد بن ولید رحمہ اللہ

مظفر گڑھ

مولانا قاضی محمد سراج نعمانی، نوشہرہ

حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب مدظلہ
(رحمۃ اللہ علیہ) دررحمۃ اللہ درگذشتہ

آج اخبار میں حضرت صاحب مرحوم کے انتقال و جنازہ کا پڑھا۔ دل دھک کر رہ گیا۔ رحمۃ
للعالَمین کانفرنس میں حضرت کی زیارت کی تھی۔ کیا پتہ تھا کہ یہ آخری ثابت ہوگی۔ بروقت
حاضری ممکن نہ ہوئی اس لیے اپنے دل کی تسلی کے لیے یہ سطر لکھ دیں۔
بھیں کانفرنس اپنے پروگرام کے مطابق محرم میں ہوگی؟ جب بھی ہو اس کا اشتہار مجھے
ضرور بھیج دیں۔ تاکہ اس موقع پر حاضری ہو سکے۔

فقط والسلام

سراج نعمانی



مولانا مفتی شاہد مسعود، سرگودھا

باسمہ تعالیٰ و تقدیر

آج جامع مسجد مدنی چکوال میں حضرت شیخ رہبر شریعت وکیل صحابہ رحمۃ اللہ علیہ قائد اہل سنت
مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے سلسلہ میں حاضر ہوئی۔ بلاشبہ حضرت کی
وفات تمام اہل سنت کے لیے سانحہ ہے۔ اہل سنت کے عقائد کی ترجمانی اور اشاعت کا جو کام اور جو
طریق اور اہل سنت کا دفاع جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ انسانی سوچ سے بھی بہت بلند ہے۔
اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے۔

محمد شاہد مسعود

جامع مسجد امام اعظم، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

واٹرپلائی سرگودھا

مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی، بہاولنگر

بخدمت گرامی محترم القام جناب قاضی محمد ظہورالحسین صاحب زید مجدکم

سلام مسنون! مزاج گرامی

امید ہے کہ گھر میں ہر طرح خیریت ہوگی۔ اخبارات کے ذریعے دلی کامل شیخ طریقت استاد العلماء پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ کی رحلت کی اندوہ ناک خبر معلوم ہو کر انتہائی دکھ اور صدمہ ہوا۔

مرحوم علماء دیوبند کے عظیم الشان بزرگ اور روحانی طور پر عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ بہترین قلم کار، معنف اور خطیب تھے۔ جب بھی کوئی باطل فرقہ انھما مرحوم اس کی سرکوبی لئے ہمہ وقت کوشاں رہے اور ہر فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ حضرت مرحوم کی وفات پر جتنا بھی افسوس کیا جائے بجا ہے۔ مرحوم اس اعتبار سے خوش قسمت ہیں وہ اپنے پیچھے آپ حضرات جیسی نیک و صالح اولاد چھوڑ گئے ہیں۔ بہر حال موت کا مزہ ہر ذی روح نے چکھنا ہے۔ ہم جملہ اراکین جامعہ جناب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ جامعہ میں مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے قرآن پاک پڑھوایا جا رہا ہے۔

آپ کے غم میں برابر شریک

محمد قاسم قاسمی
مہتمم جامعہ قاسم العلوم، بہاولنگر

مولانا قاری غلام فرید نقشبندی، پسرور

محترم جانشین (مجاہد اسلام حضرت قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ) بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان خلیفہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ملکم الرحمن فی الدنیا والاخرۃ

حضرت قاضی صاحب کی رحلت عالم اسلام کے لیے بہت بڑا نقصان اور صدمہ ہے۔

حضرت قاضی صاحب کی وفات اس حدیث کا مصداق ہے۔ موت العالم موت العالم۔

حضرت قاضی صاحب کا دنیا سے چلے جانا گویا دینی حلقہ ویران ہو گیا.....

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

بہر حال موت کی حقیقت سے انکار نہیں۔ اللہ کریم مرحوم کی دینی خدمات (تحفۃ ماموس

صحابہ کرام اسلام کی ترویج و اشاعت، باطل قوتوں سے ڈٹ کر مقابلہ) قبول فرمائیں۔

ہم بھی آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت مرحوم کے

درجات بلند فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (امین ثم آمین)

دعا کو

قاری غلام فرید (مور)

ایم جیہ علماء اسلام ضلع ساکھوت

مولانا محمد طیب معاویہ، شجاع آباد

مورخہ ۳ ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ - ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء صبح ۹ بجے کے بعد جامعہ فاروقیہ شجاع آباد میں تفسیر کا سبق پڑھا رہا تھا تو ایک طالب علم نے آکر خبر دی کہ چکوال سے فون آیا ہے۔ حیرانی و پریشانی کے عالم میں دفتر پہنچا تو فون پر حافظ محمود صاحب کی پریشان آواز آئی اور قوت فہم کو شل کرتی گئی۔

قائد اہل سنت، حامی اہل سنت، محافظ اہل سنت، داعی اہل سنت، مدبر اہل سنت مدنی، علوم و افکار کے مظہر، خدمت اہل سنت میں سب سے اظہر، دارالعلوم دیوبند کے فاضل۔ شیخ العرب والعجم سید حسین مدنی قدس سرہ کے خلیفہ، تحریک خدام اہل سنت کے امیر، عقائد اہل سنت کے پر جوش داعی اور وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب قدس اللہ اسرارہم دیوبند کے لاکھوں فرزندوں کو بے سہارا چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت کی ساری زندگی اپنوں پر شفقت اور غیروں کے ساتھ جہاد کرتے گزری۔ حضرت کا قلم اپنے اندر مدبر کی سوچ، مفکر کی فکر، مدقق کی باریکی۔ تلواری کاٹ لئے ہوئے باطل فرقوں کے خلاف دریا کی روانی کی طرح بہتا رہا۔ شاید ہی کوئی باطل ہو جس نے حق کے مقابلہ میں اپنی کشتی دریا میں ڈالی ہو اور حضرت کی تقریر و تحریر کی شکل میں بھری ہوئی موجی نے اسے اپنے گھیرے میں نہ لیا ہو۔ اپنوں پر شفقت کا عالم یہ تھا کہ تین سال قبل بندہ جب بنوری ٹاؤن کراچی سے بغرض بیعت چکوال حاضر ہوا۔ تو نہ صرف یہ کہ حضرت نے داخل سلسلہ کر کے بندہ کو شرف بخشا بلکہ اپنی طرف سے ۵۰۰ روپے بھی عطا فرمائے۔

لیکن شومی قسمت کہ بندہ نے حضرت مولانا عبدالرزق کمال شجاع آبادی صاحب کے ہمراہ جنازہ پر پہنچنے کی بھرپور کوشش کی مگر محروم رہے۔ ادھر جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے اساتذہ و طلباء اور مہتمم صاحب حسرت ہی کرتے رہے کہ وقت کی کمی کے باعث پہنچا ہی نہیں جاسکتا تھا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت کے درجات بلند فرمائے۔

اور تحریک خدام اہل سنت کو حضرت کے بیچ پر منزل مقصود پر پہنچنے کے اسباب پیدا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

والسلام

محمد طیب معاویہ

مدرس جامعہ فاروقیہ پرائیمری آباد ملتان

مولانا قاضی محمود الحسن اشرف، آزاد کشمیر

کرامی قدر محترم قاری انور حسین انور صاحب مدظلہ العالی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد از سلام مسنون!

بطل حریت نمونہ اسلاف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب قدس سرہ کا سانچہ ارتحال
بلاشبہ نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کے لیے ایک بڑے صدے کا موجب بنا ہے۔ اللہ تعالیٰ
حضرت مرحوم کو شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور تمام اکابرین کے ساتھ محشور فرمائے اور
آنجناب اور راقم سمیت تمام غزدگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین
الحمد للہ راقم نے حضرت کے سفر آخرت کے اجتماع (نماز جنازہ) میں شرکت کی نیز حضرت
کے چہرہ انور کی زیارت سے بھی غیر متوقع طور پر بہرہ مند ہوا۔

ماشاء اللہ، الحمد للہ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح اور وکالت نیز عقیدہ اہل سنت کی
حفاظت کے لیے بلا خوف لومۃ لائم خدمات کا اثر تھا کہ چہرہ مبارک جتھہ تور نظر آ رہا تھا۔ اور
کراچی سے خیبر تک اتنی بڑی تعداد میں صلحاء، علماء حفاظ و مجاہدین کا کسی اخبار نگار کی خبر
کے بغیر جمع ہو جانا، یقیناً حضرت کی زندہ کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ راقم اگلے دن
اسلام آباد میں منعقد ہونے والے تحفظ دینی مدارس ریفرنس میں شریک تھا۔ نماز فجر کے وقت
میرے میزبان کے ٹیلی فون پر یہ خبر بجلی بن کر دل و دماغ پر لگی۔ اور اسی وقت اپنے احباب کو مطلع
کیا اور میں صوفوں کی درنگی کے وقت چکوال پہنچ کر حضرت کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ راقم
اگرچہ خود حضرت سے صرف دو دفعہ ملا ہے لیکن راقم کی اہلیہ حضرت کے ادارہ سے حضرت کی اہلیہ
محترمہ سے حفظ و قرأت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئی ہے اس نسبت سے گزشتہ ۱۰ سال سے ہر
سال سالانہ اجتماع میں شرکت کا دعوت نامہ برابر موصول ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی زیادہ
جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دارالعلوم اسلامیہ کے تمام شعبہ جات میں حضرت مرحوم کے ایصال ثواب کا اہتمام نیز
تعزیتی جلسہ کا بھی اہتمام کیا گیا تھا..... اللہ تعالیٰ قبولیت سے ہمکنار فرمائے۔ آمین
یاد آوری کا بہت شکریہ۔ امید ہے کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا

والسلام مع الاحترام

قاضی محمود و معصومہ زینت

پسران مولانا حکیم شریف الدین کرناٹی رحمۃ اللہ علیہ سلانوالی، سرگودھا

بخدمت جناب قابل قدر محترم حضرت مولانا قاضی محمد ظہور احسین صاحب، زید مجدکم

(العلیٰ) علیکم دررحمۃ اللہ دررکائہ

احوال آنکہ گزشتہ دنوں حضرت اقدس جناب قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت ہوئی تو اطلاع پا کر ہم سب احباب ہمراہ عملہ مدرسہ ہذا کو انتہائی دلی افسوس ہوا۔ حضرت اقدس کا ہمارے والد بزرگوار حضرت حکیم شریف الدین کرناٹی رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی روحانی تعلق تھا اور تحریک ختم نبوت کے دوران دونوں کوٹ لکھپت جیل لاہور میں مقید بھی رہے، حضرت اقدس ہم سب کے لیے ایک قیمتی سرمایہ تھے ان کی وفات سے نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام ایک جیو عالم دین سے محروم ہو گیا ہے اور ان کا خلاء مدتوں پر نہ ہو سکے گا۔

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کے درجات بلند فرمائے اور جنت میں انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سمیت تمام احباب ولواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

والسلام

قاری محمد اکرم مدنی، محمد اکمل چوہدری

محمد افضل الحسنی، محمد اطہر چوہدری

سلانوالی ضلع سرگودھا

محمد سید محمد بنیامین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایم۔ پی۔ اے، پھالیہ

حضرت پاشی سحر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی علمت صحابہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم بلند رکھا۔
 ضحید اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقسیم المرتبت ساتھیوں خلقائے راشدین کے منکرین کے
 خلاف جدوجہد۔ ان کے اس مشن کے باعث میرے والد حضرت میر سید محمد یعقوب شاہ رحمۃ اللہ علیہ
 بہت پہلے (میں سنہ ۱۳۵۰ھ میں) سے ان کی گہری قربت تھی دونوں بزرگ ہمیشہ ایک
 دوسرے کے لیے دعا گو رہتے تھے۔

حضرت پاشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے عاشقان اصحاب رسول ﷺ کو گہرا صدمہ
 ہوا۔ میری صفاتے مرحومہ کو اللہ رب العزت بجا رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی اولاد کو ان
 کا حق ہمیشہ قائم رکھنے اور کھتی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)
 خیر ہمیشہ اس نسبت صحابہ رحمۃ اللہ علیہ کو قائم رکھے گا۔

ذیر صدر محمد بنیامین رضوی
 سابق صوبائی وزیر نائب صدر مسلم لیگ
 (ن) پنجاب

مولانا محمد اولیس خان، آزاد کشمیر

آج مورخہ ۲۷ جنوری قائد اہل سنت حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ مرکز میں حاضری ہوئی تو احساس ہوا کہ امت مسلمہ کے مظلوم اور فتنوں کے گرداب میں پھنسے مسلمان روحانی باپ کی شفقتوں اور دعاؤں سے محروم ہو گئے۔

ہم نے حضرت مدنی کی تاریخ کو پڑھا پھر حضرت قاضی صاحب کی صورت میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کا کردار دیکھنا صیب ہوا۔

حضرت بلاشبہ پاکستان نہیں بلکہ برصغیر میں ایسی حیثیت رکھتے تھے کہ جنہیں حالات کی نزاکت تحریکوں کا اتار چڑھاؤ اور مصلحتوں کے تقاضے مسلک حق سے ایک انچی بھی پیچھے نہ ہٹا سکے اور حضرت مدنی رحمہ اللہ جہاں حضرت کو چھوڑ کر گئے حضرت اپنی وفات تک اسی پر قائم رہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ حضرت کے صاحبزادے اور چالشیں قاضی ظہور صاحب دامت برکاتہم اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس روایت کو قائم رکھیں۔ اللہ پسماندگان جن میں تمام علماء، مجاہدین اور صلحاء بھی شامل ہیں کو صبر جمیل اور حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

والسلام

محمد اولیس خان، مفتی محمد اولیس خان

آزاد کشمیر

مولانا محمد یوسف الحسنی، گجرات

۲۲ مئی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۷ جنوری ۲۰۰۲ء بروز منگل اسلام اخبار میں اپنے
 پیر مرشد شیخ دمرلی قائد اہل سنت امیر تحریک خدام اہل سنت، فرزند دارالعلوم دیوبند،
 غایت ہمار شیخ العرب والعم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ دست راست حضرت
 مولانا عبداللطیف جملی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قاضی سلیمان حسین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات
 کی خبر پڑھ کر دل منہدم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۶۰ء میں جامعہ خدیجہ تعلیم الاسلام جہلم (دورانِ تعلیم) میں بیعت
 کا تعلق قائم ہوا۔ پیر اپنے مقام گیارہ میں اپنی مسجد میں خطابت و مدرسہ کے سلسلہ میں مشورہ
 کے لیے حضرت کی خدمت حاضر ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت محبت سے مسجد مدرسہ کا نام
 مدرسہ خدیجہ اہل سنت والجماعت تجویز فرمایا۔ استقامت اور کامیابی کے لیے دعا بھی
 فرمائی۔ حضرت دو بار گیارہ تشریف لائے۔ ایک بار جمعہ علماء اسلام کے طوقانی دورہ کے
 حوالے سے حضرت مولانا غلام غوث بزار دی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عبداللطیف جملی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کے ہمراہ جلسہ ہوا اور دوسری بار ملکہ ضلع
 گجرات جلسہ سے واپسی پر حضرت مولانا عبداللطیف جملی رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبداللہ صاحب
 پھالیہ والے اور دیگر بہت سے علماء مدرسہ میں تشریف لائے۔ طلباء سے اسباق سن کر بہت
 خوش ہوئی کامیابی کی دعا دی۔ علماء سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ حضرات یہ محنت کا نتیجہ ہے۔
 حضرت کی دینی خدمات مسلک خدام اہل سنت والجماعت کی ترجمانی بالخصوص تحریک خدام
 اہل سنت کی قیادت کے حوالے سے ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت کی وفات سے بہت بڑا
 غلام واقعہ ہوا ہے جس کا پر ہونا ناممکن نہیں پر مشکل ضرور ہے۔

دعا ہے اللہ رب العزت جملہ علماء کرام بالخصوص جانشین قائد اہل سنت حضرت مولانا
 قاضی محمد ظہور الحسنین اعلیٰ صاحب، مولانا جمیل الرحمن صاحب اور مولانا زاہد حسین رشیدی
 کو پورے علوم، انتھک محنت سے کام کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ رب العزت سے دعا
 ہے کہ حضرت کے درجات عالیہ بلند فرمائیں۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

خدام اہل سنت

محمد یوسف

مہتمم جامعہ خدیجہ اہل سنت والجماعت مدنی مسجد گیارہ، گجرات

مولانا عبدالوحید قاسمی، اسلام آباد

ماشاء اللہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے پون صدی مسلک اہل سنت کی ترجمانی کا حق ادا کیا اور تمام باطل نظریات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا خصوصاً رافضیت اور قادیانیت کے خلاف اللہ تعالیٰ ان کی ان خدمات کو قبول فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین

ہزاروں سال نرس اپنی بے لوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے جن میں دیدہ وری پیدا

عبدالرحمن محمد قاسمی



مولانا بشیر احمد صاحب، کشمیر

آج حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی تعزیت کے سلسلہ میں چکوال حاضری ہوئی جس میں سالہا سال حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے حق کی شمع روشن کیے رکھی۔ حضرت رحمہ اللہ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے نسبت خاص رکھتے تھے اور چکوال میں بیٹھ کر اللہ نے حضرت قاضی صاحب سے پوری زندگی سلکِ حق کی ترجمانی کا جس انداز میں کام لیا وہ حضرت قاضی صاحب کا حصہ تھا۔ حضرت قاضی صاحب فرقِ باطلہ کے خلاف حساس مزاج رکھتے تھے اور اکابر علماء دیوبند کے راستہ پر پوری شدت سے کار بند رہے۔ خاص کر رافضیت، قادیانیت اور جہاد کے محاذ پر حضرت قاضی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

آخر کار آپ اس طرح اس دار فانی سے رخصت ہوئے کہ پورا علاقہ ماتم کا سماں پیش کر رہا تھا۔ اللہ کریم حضرت قاضی صاحب کی تمام خدمات کو قبول فرمائے (آمین)

والسلام

بشیر (محمد)

مرکزی امیر جمعۃ المجاہدین، جموں کشمیر

قاضی محمد اسرار ایل صاحب گزنگی، مانسہرہ

حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب دام مجدم۔

(السلام) علیکم در رحمۃ اللہ و در گناہ

مزاج گرامی!

حضرت امام اہل سنت، وکیل صحابہ، عظیم سکار، مسلک اہل سنت کے ترجمان و پاسبان جناب مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ کی وفات پر دلی صدمہ ہوا۔

اہل سنت پر حضرت قاضی صاحب کے بڑے احسانات ہیں۔ ہر باطل کے خلاف حضرت نے آواز بلند کی اور حق ادا کر دیا۔ جس کسی نے کسی دور میں بھی اکابر کے مسلک کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھایا تو قاضی صاحب کا مبارک قلم اس کے خلاف چل پڑا ایسا چلا کہ باطل کو مٹا کر دم لیا۔ اسلام اور اہل اسلام کا خوب دفاع کیا۔ ان کی وفات سے پورے عالم اسلام کا نقصان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم آپ کے صدمہ میں برابر کے شریک ہیں۔

والسلام

قاضی محمد اسرار ایل
گزنگی مانسہرہ

شاعر اسلام جناب طاہر جھنگوی، جھنگ

واجب الاحترام برادر مکرم جناب حضرت مولانا قاضی محمد ظہور حسین صاحب مدظلہ العالی۔

(السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)

سرمایہ اہل سنت، ہانی خدام اہل سنت، میر کاروان، عاشق رسول ﷺ، واصحاب ﷺ، مناظر اسلام، ولی کامل، پیر و مرشد، خلیفہ کماز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، ہم سب کے مہربان، جناب کے والد گرامی، میرے روحانی باپ جناب حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات کاسن کر بہت افسوس ہوا۔ جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ کیونکہ موت العالم موت العالم عالم دین کی موت پورے عالم کی موت ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ لاریب سنی قوم کے سردار پر آسان کی مانند تھے۔ آج وہ سایہ ہم سے اٹھ گیا اور ہم بے سایہ ہو گئے۔ یہ خلا کیسے پورا ہو گا؟ رب العزت حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ جنت الفردوس کی بہاروں سے نوازے۔ ان کی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت میں گزری۔ توحید و رسالت و اصحاب ﷺ و اہل بیت ﷺ کی وکالت میں گزاری۔ سنت رسول ﷺ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ دعا ہے کہ ان کا لگایا ہوا خدام اہل سنت کی شکل میں یہ کھن قیامت تک سرسبز شاداب رہے۔ آپ کا مشن جاری و ساری رہے۔ اللہ تعالیٰ جناب اور باقی تمام اولاد، خاندان کو احباب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ابھی تک حاضری نہیں دے سکا۔ میرا ایکسڈنٹ ہو گیا تھا۔ اب کچھ افادہ ہے۔ منقریب خدمت اقدس میں حاضری دوں گا۔ تمام جماعت کی خدمت میں تعزیت، اللہ تعالیٰ حضرت کی مرقد پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ اور آپ کو حضرت کی جانشینی کا پورا پورا حق ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

والسلام دعا گو

طاہر جھنگوی

حافظ سرفراز احمد صاحب، کراچی

بہتاب غرض صاحب حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب دامت برکاتہم۔

رُزِ سَازِ مَہِ مَہِ رُزِ مَہِ رُزِ مَہِ رُزِ مَہِ رُزِ مَہِ

عرض ہے کہ ۲۷/۱ کو اسلام اخبار میں ایک انتہائی افسوس ناک خبر پڑھ کر گہرا دکھ اور صدمہ
ہوا ہے کہ بہتاب غرض صاحب حضرت اقدس اس دنیا فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔

انا لله وانا اليه راجعون

رب تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور ان کو
جنت میں کروٹ کروٹ پر راحت نصیب فرمائے۔ حضرت قاضی صاحب دین کے ایک پہاڑ
تھے۔ کسی باطل کے آگے نہیں جھکے اور اپنے عقیدہ پر قائم و دائم رہے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی
شخصیت شام کہ دنیا میں نہ ملے۔ جہاں بھی حق کی بات آئی وہاں ڈٹے رہے۔ ہماری دعا ہے کہ
اللہ پاک آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت قاضی صاحب کے قائم مقام آپ کو استقامت
نصیب فرمائے۔ (آمین)

والسلام

سرفراز احمد

جناب عمر فاروق صدر پوری، ملتان

واجب الاحترام والکریم جناب صاحبزادہ قاضی محمد ظہورالحسین صاحب مدظلہ۔

(اللہ) علیکم دررحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت کا طالب خیریت سے ہے لیکن بہت زیادہ صدمہ اور دکھ حضرت اقدس قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کی جدائی کا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یقیناً ہر انسان نے چلے جانا ہے۔ لیکن حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا دنیا سے جانا ایک ایسا خلا ہے جو کبھی بھی پر نہیں ہو سکتا۔ یقیناً چکوال اور اس کے مضافات اب سونے سونے لگ رہے ہوں گے۔ ان کی جدائی پر وہ راستے بھی رو رہے ہوں گے۔ جہاں سے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ چلا کرتے تھے۔ جہاں جہاں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی وحدانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کے پرچم لہرائے۔ بہر حال صبر کے سوا چارہ کار نہیں۔ اللہ کی تقدیر کو جتنا صبر کے ساتھ انسان تسلیم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنے درجات بلند کرتا ہے۔ ہم صبر بھی کرتے رہیں گے۔ اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے پیغام ”خلافت راشدہ حق چار یا ر رضی اللہ عنہ“ کو بلند کرتے رہیں گے۔ اور ان کے مشن کو آگے بڑھاتے رہیں گے۔ یقیناً آپ پر اب بہت ذمہ داری آگئی ہے۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر کرنے کی۔ اور اس ذمہ داری کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اور اللہ تعالیٰ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

آپ کے غم میں شریک

محمد عمر فاروق

جناب محمد نواز فردوسی مؤرخہ اسامی خان

باسمہ برحق

محرم الحرام قبلہ حضرت مولانا قاضی محمد قیصر احسن صاحب ذریعہ

اللعلىٰ حبیبہ زوجہ زینبہ

تارے ملک و ملت کا ایک چمک سورت غروب ہو گیا ہے۔ عالم کی موت عالم کی موت
ہوتی ہے اللہ کریم مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور آپ صاحبان کو صبر جمیل عطا
فرمائے۔ آمین

اللہ رب العزت آپ کو والد مرحوم کی جانشین اور دنیا خدمت کرنے کی توفیق
عطا فرمائے۔

دعاؤں کی درخواست

آپ کا دعا بردار

محمد نواز فردوسی

جناب فضل حق یوسفی، کراچی

مکرم محترم حضرت قاری صاحب دامت برکاتکم

سلام مسنون!

والا نامہ ملا۔ حضرت قاضی صاحب کی وفات پوری امت کے لیے باعث صدمہ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو علم و عمل کا سمندر تھے۔ نعمت چھن جانے کے بعد قدر ہوتی ہے۔ بہر حال اب یہ خلا تو پر نہیں ہو سکتا۔ ہم سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بلندی درجات کے لیے دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر کے ساتھ ان کو یاد رکھے اور ایصال ثواب کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

فضل حق یوسفی

مینجر ماہنامہ بیات کراچی



مولانا قاری نور عالم صاحب، چکوال

قائد اہل سنت حضرت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت تھیں۔ جنہوں نے پوری زندگی دین کی خدمت میں گزار کر اپنے خالق سے ملاقات کو قبول کیا۔ حضرت کی وفات سے وہ خلا پیدا ہوا جس کا پورا ہونا عالم اسباب میں ممکن نہیں ہے۔ اللہ آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

والسلام

قاری نور عالم خاں

خلیب جامع مسجد خیرئی چکوال

جناب اقبال احمد صاحب صدیقی، کراچی

مکرمی صاحبزادہ قاضی محمد عبود الرحمن صاحب اعلم زید مجدکم

(المعلیٰ علیکم در رحمۃ اللہ در کائنات)

راقم الحروف تحریک خدام اہل سنت کے ترجمان اور نظامِ خلافت راشدہ کے داعی مہتممہ ”حق چار یار“ لاہور کو مستقل پڑھتا رہا ہے۔ اور تحریک خدام اہل سنت کے اغراض و مقاصد سے کاملًا متفق اور آگاہ رہا ہے۔ حق چار یار مجلہ نے بلاشبہ اعلائے کلمۃ الحق ہر زمانے میں بلند رکھا اور اس فکری تربیت کے جہاد میں کسی سیاسی سماجی مصلحت یا مالی یا کاروباری منفعت کو راہ کی رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ صرف وہی کہا۔ وہی لکھا جو اس فکری اور صحت عقیدہ کی جستجو کا تقاضا تھا۔ مشاہدہ اور مطالعہ گواہ ہے کہ قائد اہل سنت، وکیل صحابہ رضی اللہ عنہما بانی دایمیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بصیرت افروز نگارشات عالیہ مجلہ حق چار یار رضی اللہ عنہ کے معیار حق و صداقت کا اصل آئینہ و سرمایہ تھیں۔ علوم و افکار کی ایسی شمع فروزاں، جس کی روشنی پورے ملک کی جماعت اہل سنت پر محیط تھی۔ حق چار یار کا ہر شمارہ مخدوم و محترم وکیل صحابہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سلسلہ مضامین کے ذریعہ عقیدہ اہل سنت سے وابستہ افراد کو نیا حوصلہ عطا کرتا تھا۔ اور پکوال سے کراچی بلکہ اطراف و جوانب تک پھیلے ہوئے ذہنوں کو جوتا تھا۔ تاویل کے پھندوں سے نکال کر منتشر دلوں کو قریب و دور ہر جہت مربوط کرتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ قائد اہل سنت، بانی دایمیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان اپنے دل نشین اسلوب تحریر طرز بیان اور دعوتی انداز فکر سے لاکھوں قلوب کو منور کر گئے ہیں۔ یہ خطیبانہ جاہ و جلال اور جہاد قرطاس و قلم ان شاء اللہ العزیز حضرت قائد اہل سنت اور ان کے خانوادے کو فلاح دنیاوی، نجات اخروی اور دائمی نیک نامی سے سرفراز کرے گا۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ وفات صرف آپ جناب اور آپ کے سوگوار خاندان کے لئے غم نہیں ہے، ہم جیسے سب عقیدت مندوں اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کے لیے صدمہ عظیم ہے۔

اللہ غفور الرحیم حضرت قاضی صاحب مرحوم کے درجات بلند کرے، اپنے عفو و درگزر کو بروئے کار لا کر مغفرت فرمائے اور تضادات کی بجائے قوم کو حضرت قائد اہل سنت کے نقش قدم پر گامزن کرے۔ آمین۔

آخر میں ادارہ ابلاغ علوم و افکار ملی کراچی کی جانب سے حضرت محدثؒ کی بلند مرتبہ شخصیت و خدمات پر جریدہ حق چار یار کے خصوصی نمبر کی اشاعت کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ اور ہر ممکن تعاون سے اتفاق کیا ہے۔

والسلام مع الاکرام

(فیصل احمد صدیقی)

بانی و مدیر، ادارہ ابلاغ علوم و افکار ملی

۱۷/۲۳- یو۔ کے۔ بلازہ، فیڈرل بی ایریا۔ بلاک

کے کراچی

جناب میجر (ر) طاہر اقبال اسلام آباد

مکرمی جناب قاضی ظہور احسن صاحب مدظلکم

(السلام) علیکم در رحمۃ اللہ در کائنہ

آپ کے والد محترم، تحریک خدام اہل سنت کے امیر قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کے انتقال کی خبر وزیر محترم جناب میجر (ر) طاہر اقبال صاحب (جو کہ آج کل امریکہ میں ہیں) کو معلوم ہوئی۔ انہوں نے قاضی مظہر حسین بریلوی کے انتقال پر ملال پر انتہائی رنج و الم کا اظہار کیا ہے اور ان کی دینی و علمی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔ قاضی مظہر حسین بریلوی ایک مذہبی سکالر تھے جن کا شمار برصغیر کے چند جید علماء میں ہوتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ چکوال ایک بزرگ عالم دین سے محروم ہو گیا ہے اور ان کے انتقال سے ایک ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے جو کبھی پر نہ ہوگا۔ اہل چکوال ان کی دینی و علمی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

وزیر محترم دعا گو ہیں کہ اللہ جل شانہ قاضی مظہر حسین بریلوی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اہل خانہ کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔

والسلام

محمد ملکین مدین

پرائیویٹ سیکرٹری برائے وزیر مملکت

ماحولیات

جناب افتخار حسین چوہدری، کویت

محترم جناب قاضی محمد ظہورالحسین صاحب

(اللہ) علیکم دررحمۃ اللہ ودرکائنات

گھر فون کرنے پر یہ اطلاع ملی کہ آپ کے والد محترم اس جہاں فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میری اللہ سے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سب کو یہ عظیم صدمہ جھیلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میری طرف سے تمام اہل خانہ کے لئے علیحدہ علیحدہ افسوس

آپ کا شریک غم

(افتخار حسین چوہدری)

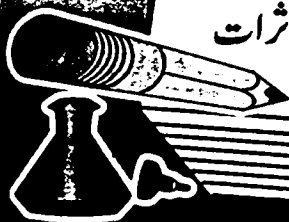
دولۃ الکویت



باب 3

ہمارے پیشگی

اعزہ واقارب کے مضامین و تاثرات



عقائد و اعمال کی اصلاح کے لئے منتخب کتابیں

- | | |
|-------------------------------------|---|
| ○ جدید مسائل کے شرعی احکام | ○ اللہ کے رسول ﷺ |
| ○ مردوں اور عورتوں کے مخصوص مسائل | ○ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ |
| ○ خواتین کے شرعی مسائل | ○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ |
| ○ ایصال ثواب کے احکام و مسائل | ○ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ |
| ○ من مرتبہ قرآن خوانی کی شرعی حیثیت | ○ حضرت علی رضی اللہ عنہ |
| ○ مسائل غسل | ○ حضرت محمد بن یحییٰ رضی اللہ عنہ |
| ○ ۱۲۵ غلط مسئلے | ○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا |
| ○ تجارت کے شرعی احکام | ○ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا |
| ○ جہیز و تکفین کا اسلامی طریقہ | ○ حضرت عاتقہ صدیقہ رضی اللہ عنہا |
| ○ نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے | ○ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ |
| ○ عورتوں کی نماز | ○ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ |
| ○ میاں، بیوی کے حقوق | ○ حضرت بادل و عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما |
| ○ تحفۃ الزکاح | ○ خاندان راشدین رضی اللہ عنہم |
| ○ اتباع سنت کی برکات | ○ اصحاب تحفہ مدنیہ رضی اللہ عنہم |
| ○ گلدستہ حمد و نعت | ○ شہید کر بلا رضی اللہ عنہ |
| ○ نعمات جہاد | ○ مناقب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ |
| ○ جماعت میں کیسے جائیں؟ | ○ نیک دہیاں رضی اللہ عنہ |
| ○ اسلامی آداب | ○ تذکرۃ العمامہ رضی اللہ عنہم |
| ○ تعلیمی جائزہ رپورٹ | ○ حضرت مدنی کے حیرت انگیز واقعات |
| ○ فی دی کی تباہ کاریاں | ○ مولانا ادا کا روٹی کی علمی مجالس |
| ○ بے حیائی! آواز سے انجام تک | ○ تحفہ زوجین |
| ○ فی دی ثور عذاب قبر | ○ اسلامی آداب زندگی |
| ○ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ | ○ فیشن ہستی اور اس کا طالع |
| | ○ مسلک علماء دیوبند |

رابطہ میاں عبدالوہید اشرفی مدیری مکہ کتاب گھر

نقوشِ زندگی

کچھ جانشین قاضی محمد ظہورالحسین صاحب اظہیرؒ

میرے جد امجد جامع المعقول والمنقول سلطان الناظرین حضرت مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دیر بیک خان مشاہیر علمائے اہل سنت میں سے تھے۔ جن کی زندگی عوامانہ ب اہل السنۃ والجماعت کی حمایت و نصرت میں گزری ہے اور بالخصوص آپ نے فتہ انکار ختم نبوت (یعنی مرزائیت) کے انداد کے لیے جس ہمت و استقلال، پامردی اور اولوالعزمی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ ایک عظیم علمی و دینی کارنامہ ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ آپ کا دو سال تک ایک عدالتی مقدمہ جاری رہا ہے جس میں مرزا قادیانی آنجہانی کو گورداسپور کی عدالت سے چھ ماہ قید یا پانچ سو روپے جرمانہ کی سزا ہوئی تھی پھر اوہل میں ایک دجال (بزعم مرزا) انگریز وکیل کی امداد سے بمشکل رہائی ہوئی۔

ایک صاحبِ دل مجذوب

اس تاریخی کیس کے حوالے سے حضرت دادا صاحب بیک خان تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

جن دنوں چیف کورٹ لاہور میں درخواست ہائے انتقال مقدمات جاہلین سے گزری ہوئی تھیں۔ مرزائیوں کی درخواست تھی کہ مقدمات گورداسپور میں ہوں اور ہماری درخواست تھی کہ جہلم میں ہوں۔ اتفاقاً تارکلی میں مجھے ایک مجذوب فقیر مل گئے جن کے بدن کے کپڑے میلے کپٹے، پسنے پرانے اور سر کے بال بکھرے ہوئے تھے مجھ سے السلام علیک کہہ کر پوچھنے لگے کہ جوان تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے ہو، یہاں کیا کام ہے؟ چونکہ میں متفکر تھا دوسرے روز چیف کورٹ میں پیشی تھی کچھ سادہ جواب دے کر نالنا چاہا کہ فقیر میں جہلم کا رہنے والا ہوں یہاں کچھ اپنا کام ہے۔ فرمانے لگے کام ہے ہم سے چمچاتے ہو،

سیدنا حسینؑ

ذیل کی انیم وار انٹلم کریجیب بصیرہ کے طالب علم ہونابہ دظہر متین صاحب کے اذکار کا نتیجہ ہے۔ آپ سوانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب رکھیں جس سے صاحبزادہ ہیں۔ ان کی سوسلہ افزائی کے لیے یہ انیم وار کی جاتی ہے۔ تاربین اس انیم کے اقام کی طرف توجہ نہ کریں بلکہ ایک طالب علم کے ہذا سہ کی وار ایں۔ (مدبر)

میں نے سید عالم کو بتایا کہ میں نے اسے کیا ہے؟

سید عالم نے کہا: "میں آج سے تیرا کس ہے؟"

بندہ، عشقِ مسلمان کو سکھایا کس نے؟
 امرِ حق سے؟ میں آگے، دکھایا کس نے؟

جس نے ہم کو تھا سکھایا، روحِ حق میں مرنا

بڑا خدا لہیر کی طاقت سے نہ ہرگز ارنا

سُورۂ ممت سے دشمن کو ارا لیا کیونکہ

ہم کو پیغام بشارت کا سنایا کیونکہ

مرد غازی کی شہامت کو بسالت کو دیکھ

ابن جہر کی ذرا دینی حمایت کو دیکھ

کامیابی کرب و جلا کی وہ اٹھائی کیوں تھیں
نہیں انہوں نے اس نے وہ بھائی کیوں تھیں

ظلمتیں کفر کی دنیا سے مٹائی کیوں تھیں
مصلحتیں اعدا کی دغا میں وہ بچائی کیوں تھیں

درس مہرت تھا مسلمان بھی جینا سکے

جام وہ اپنی شہادت کا بھی پتہ رکھ

دعویٰ اراپہ محبت نے بھلا کیا سیکھا
تقریب سادی کا بس ایک قماشہ سیکھا

بت پرستی کا یہ اک طرز نہ الا سیکھا ہاؤ ہو، شور و شر و گرہ و نالہ سیکھا

ان خرافات کو کب رکھتا رہا ہے اسلام

ہے برا فعل یہ الحاد ہے بدعت ہے حرام

کس کے سیماسے لڑیں قہار لایمیت کا نشان

کس کے دم سے ہوئی عالم میں حقیقت مریاں کس کے سینہ میں منور تھا چراغ مریاں

جو لواسا تھا میرا کا ملی کا پیارا

حضرت فاطمہؑ کی آنکھ کا جو قصہ تھا

دیکھو اس مرد خدا کا بھی ذرا قہر و جلال
یعنی اللہ کے ہر ذرہ کا سال

کھلمیدان میں کس شان سے زہرا کا محل

دین و ملت کے لیے اس کی یہ قربانی دیکھ

ہشتم صبر سے ذرا ہڈی ایمانی دیکھ

خوف دشمن کا نہ اعداء کی سترکاری کا تلخ و مخبر کا نہ اہل کی بننا کاری کا

چینی وروی و ہندی کا نہ تاتاری کا

مرکز اسلام سے دشمن کے منہم کو توڑا

ظلمت کفر کو دنیا سے مٹا کر مہموزا

امتیاز حق و باطل کو دکھایا اُس نے دینِ فطرت پر مسلمان کو چھایا اُس نے

جبل و بدت کے اسیروں کو چھڑایا اُس نے
 دہکا اسلام کا عالم میں بھایا اُس نے

تخت و دولت نہ حکومت کا وہ شیدائی تھا

مظہر حق تھا صداقت کا وہ شہدائی تھا

چنانچہ یہی علم قدرے اختصار و فصیح کے بعد ماہنامہ انجم لکھنؤ میں ہاں طریق شائع ہوئی۔

ملاحظہ فرمائیے۔

شان حسین علیہ السلام

چمن سید عالم کو بسایا کس نے؟ درس قرآن نئے سرے پر چلایا کس نے؟

جذبہ عشق رسالت کو بڑھایا کس نے؟ نعرہ حق سے مسلمان کو جگایا کس نے؟

جس نے ہم کو تھکا سکھایا، روح میں مرنا

جزء خدا فیر کی طاقت سے نہ ہرگز دارنا

کشتی کرب و بلا کی وہ اٹھائی کیوں قصیں ندیاں خون کی اپنے وہ بہائیں کیوں قصیں

قلبتیں کفر کی دنیا سے مٹائیں کیوں قصص
صف اعداء کی دعا دو۔ بھائیں کیوں قصص

اور میری قیادت میں یہاں تک

ہام و اہل عمارت کا بھی دور تھا

کس کے ساتھ ساتھ لکھنؤ کے کائنات میں رہنے والے ہوں

کس کے ہم سفر ہوں عالم میں قیامت میں

جو لوگوں کا وطن کا چار

مطرحہ لاطینی کی آگے کا چار

قبائلی و باطل کو کھانا اس لئے

جیل و مصیبت کے ایسے کہ بھڑا اس لئے

تخت و دولت و حکومت کا وہ شہر الیٰ

مطرحہ قیامت کا وہ شہر الیٰ

(الجمادی الثانی ۱۳۵۶ھ)

دارالعلوم حریزہ سے فراغت

دارالعلوم حریزہ سے فراغت کے بعد آپ کمر تشریف لائے تو دارالعلوم حریزہ سے

آپ کے داخلہ کے لیے رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ مطابق نومبر ۱۹۳۷ء شیخ الاسلام مطر فاضل

حسین احمد مدنی مفتی فتح اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قیامت آگام سے مطر کا

جوابی کرای نامہ آگام اور داخلہ منظور کر کے ہوئے مطر مدنی مفتی نے لکھا کہ

میں قیامت اللہ شریف کر کے بعد دیوبند واپس آئیں گا اور آپ کے فرزند کے متعلق شیخ

الادب مطر مولانا اعجاز علی صاحب مفتی کو لکھ دیا ہے۔ آپ رمضان شریف کے بعد دیوبند بھیج

دیں۔ الخ۔ چنانچہ رمضان المبارک کے بعد شوال ۱۳۵۶ھ میں دارالعلوم حریزہ سے داخلہ کر کے والد

صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند میں مطر فتح اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے

نہایت شفقت سے نوازا اور داخلے کا امتحان بھی لیا۔ پندرہ دنوں کے بعد آپ کو دارالعلوم کے دارالمد کے

کمرہ نمبر ۱۴ میں رہائش کے لیے بھیج دیا جس میں ایک سماجی مطر مولانا امیر محمد صاحب معلم دورہ

پہلے سال ۱۳۵۶ھ، طابقی دھرم ۱۹۳۷ء میں اساتذہ کرام نے

سالانہ امتحان کا نتیجہ

۱۳۴۷ء کے سالانہ امتحان کا نتیجہ آنکھوں سے دیکھ کر فرمائیں۔

شوال ۱۳۵۷ھ مطابق نومبر ۱۹۳۹ء دورہ حدیث شریف میں داخلہ لیا۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف، فتح الاسلام، حضرت مولیٰ نقیہ سے، مسلم شریف، حضرت امام محمد ابراہیم بلیاوی نقیہ سے، ابوداؤد شریف، شروع میں ہندوان، حضرت مولانا مہاں امین نقیہ نے چھائی بھر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کراچی نقیہ سے، طحاوی شریف، حضرت مولانا امامہ نسرتق الفغانی سے اور دیگر اسحاق مختلف ارباب علم و کمال سے پڑھے۔

مضمون کے آخر میں دورہ حدیث کے سالانہ ہفتوں کے نکس بھی اہل علم کی دلچسپی کے لیے پیش کیے جا رہے ہیں۔ دورہ حدیث کے اس سالانہ امتحان میں آپ تیسرے نمبر پر پاس ہوئے اور آپ کو دارالعلوم کی طرف سے ان الاء کے ساتھ خصوصی سند دی گئی.....

سند العام امتحان سالانه دارالعلوم دیوبند بابیه ۱۳۵۵



ردیف	نام طالب علم بقید سکونت	نام کتب و امتحان بواسطه	قسم امتحان	درجه کمال	تفصیل انعام
۳۶۰	مغیر حسین حسینی	کتاب لغت و نحو	۵۳	۵۳	امداد السنی در علم
		نحو و معانی	۵۴	۵۴	بر شاخ
		تفصیل	۵۵	۵۵	مفصله فروع
		کتاب و تفسیر	۵۶	۵۶	نور اللمی
		در بیان سنن	۵۷	۵۷	نکته
		کتاب و تفسیر	۵۸	۵۸	امداد السنی در علم
		شعر	۵۹	۵۹	
		معدله	۶۰	۶۰	

دارالعلوم سے وطن واپسی

شعبان ۱۳۵۸ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے سدا اقرارغت حاصل کرنے کے بعد اپنے موضع ہمیں میں واپس آئے تو آپ نے اپنے گھر میں ہی مقیم رہ کر مذہب اہل سنت والجماعت کی تبلیغ کے لیے جلتے منعقد کر کے رخص و بدعت اور فتنہ خاکساریت کے فحشاء خیرات سے عوام ہائے اس کے ایمانوں کو بچانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

موضع ڈھونگ اور خوالی میں مناظرہ

صاحبزادہ ڈاکٹر انور احمد صاحب گبوی، تذکار گویہ ج ۱ ص ۸۰۱ میں لکھتے ہیں۔
قاضی منظور حسین صاحب اور مولانا قاضی مظہر حسین کو خاکساری وفد ملا۔ (مدبرانہ سرحدی، مولوی محمد شفیع، حضرت شاہ وکیل کیمبل پور)، مولانا عبدالرحمن کبڈوی سے خوالی میں اور مولوی محمد حسین ساکن راولپنڈی سے ڈھونگ میں مناظرے ہوئے۔ میر خوالی اور ڈھونگ کے اجتماعات میں حزب لٹانہ برکی طرف سے شائع کردہ رسالہ خاکساری مذہب نمبر (۱) کثیر تعداد میں تقسیم کیا گیا: (خمس ۳۱ ستمبر ۱۹۳۹ء) اور تذکار گویہ کے ج ۱، ص ۹۲ میں لکھتے ہیں۔

خاکساریت کے خلاف اولین مضمون نگاروں میں مولانا محمد بہاء الحق قاسمی ("خیر جاری در تردید مذہب خاکساری"۔ شمس الاسلام مارچ ۱۹۳۷ء) جناب حاجی بشیر احمد امرتسر ("حکومت پنجاب کو نہایت ضروری انتخاب" ش ۱، مارچ ۱۹۳۸ء۔ ص ۱۸-۲۱) اور مولانا قاضی مظہر حسین حطم دیوبند ("خاکساری فتنہ۔ شمس الاسلام مئی، ۱۹۳۸ء، ص ۳۹-۴۰) کے نام نظر آتے ہیں۔

غلام حسین میالوی شیعہ کو دعوت مناظرہ

ماہنامہ ضیاء الاسلام میں اس تاریخی مناظرہ کی داستان یوں درج ہے۔

موضع چک عراء تحصیل ضلع چکوال میں ایک شیعہ ملا کا مناظرہ سے فرار اور قرآن کریم کا صاف انکار۔ شیعوں نے حسب معمول ۲۰ محرم ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۹ فروری ۱۹۴۰ء کو ایک مجلس قائم کی اور اپنے ذاکر غلام حسین میالوی کو مدعو کیا اور مسلمانان اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ جس کو سنیوں کے سرگرم اراکین صوبیدار محمد خان صاحب اور چوہدری سردار خان صاحب نمبر دار نے بڑی خوشی سے منظور کیا اور حضرت مولانا ابوالفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر ہمیں (جن کا نام سن کر شیعہ مناظرین کانپ

اچھے ہیں اور مولانا قاضی مظہر حسین صاحب فاضل دیوبند کو بلا لیا۔ جب ملا میا لوی کو معلوم ہوا کہ اس سلسلہ دہیروں سے مقابلہ کرنا ہے تو سخت گھبرایا اور شیعوں سے کہنے لگا کہ تم لوگوں نے مجھے پہلے نہیں بتلایا کہ مناظرہ کرنا ہے میں کوئی کتاب امراء نہیں لایا۔ نیز میرا بیانا سخت بیمار ہے اور سنی فضلاء سے بحث کرنے کی مجھے طاقت ہی کہاں ہے جن کے سامنے ہمارے بڑے بڑے ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ لیکن شیعوں نے کہا کہ تم صرف ہمت بن کر اندر بیٹھے رہو، ہم مناظرہ کی لوبت ہی نہ آنے دیں گے ایسی شرائط پیش کریں گے جو قابل تسلیم ہی نہ ہوں گی اور یوں ہی مناظرہ ٹل جائے گا۔ ادھر بڑی مسجد میں بروز خمیس (جمعرات) اہل السنۃ کا شاندار جلسہ ہوا جس میں علاوہ چک عمراء گرد و لوح کے لوگ بھی تعداد کثیر میں شامل ہوئے۔ ہر دو فضلاء نے لوبت پہ لوبت کفر حکم تقاریر کیں اور شیعہ مدہب کا ظاہر البطلان ہونا ثابت کیا۔ نماز مغرب سے کچھ پہلے جلسہ کا اختتام ہوا دوسرے روز بھی اہل سنت کا شاندار اجتماع ہوا اور پرزور وعظ و بیان ہوا۔ لیکن شیعہ مولوی نے بالکل سکوت اختیار کیا ہوا تھا۔ آخر ۲۲ محرم ۱۳۵۹ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۴۰ء بروز ہفتہ صبح کو اہل السنۃ کی طرف سے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ایک عربی مکتوب کے ذریعے شیعہ مولوی کو دعوت مناظرہ دی اور لکھا کہ موضوع مناظرہ ”ایمان بالقرآن“ ہوگا اور آپ کو کتب شیعہ کی رو سے ثابت کرنا ہوگا کہ شیعہ کا قرآن موجودہ پر ایمان ہے اور دوسری بحث اس پر ہوگی کہ آنحضرت ﷺ ایک ہی صاحبزادی نہ تھی بلکہ چار تھیں۔ اتنے میں شیعوں کا ایک نمائندہ سند یافتہ لکھو آ گیا۔ اور کہا کہ ہم مناظرہ جب کریں گے کہ ثالث کوئی غیر مسلم عربی دان آ رہے یا سکھ یا عیسائی ہو، ہر چند یہ شرط ناقابل تسلیم تھی کیونکہ ایک اسلامی مدہب ہی مسئلہ کا حکم کسی کافر کو مقرر کرنا، فرمان ایزدی کے خلاف ہے نیز ایسا غیر مسلم عربی دان شخص اس علاقہ میں مانا دشوار ہے۔ تاہم یہ ناجائز شرط بھی اس خیال سے تسلیم کی گئی کہ شیعہ کے لیے کوئی سبیل فرار باقی نہ رہے جب مکتوب عربی شیعہ مولوی کو پہنچا تو اس کے اوسان خطاء ہو گئے اور جواب صرف دہائی دینا چاہا۔ لیکن ہوشیار سنی قاصد نے عربی تحریری جواب دینے پر مجبور کیا۔ اگرچہ شیعہ ملاعر بیت سے بالکل نااہل تھا۔ تاہم طوعاً و کرہاً کچھ اناپ شاپ لکھ دیا۔ اس کے جواب کا مفہوم یہ تھا کہ ہم حکم کسی غیر مسلم ہی کو بنائیں گے اور موضوع مناظرہ صرف غصب فذک ہوگا اور بس۔ اس رقعہ کے آنے پر شیعوں سے تعین تاریخ کا مطالبہ کیا گیا۔ انہوں نے بہت لیت و لعل کیا۔ اور آخراپنے مولوی کے پاس مشاورت کے لیے گئے تو اس نے اپنی طبیعت کے دھوکے میں آ کر ایک اور عربی رقعہ لکھا جو دیکھنے کے قابل ہے اور اخطا لامشہ سے پر ہے۔ اس میں بھی وہی رٹ لگائی گئی ہے کہ حکم ضروری غیر مسلم ہو۔ اور موضوع بحث

بھی تفسیرِ فذک ہی رہے گا۔ اس کے جواب میں ایک عربی مکتوب روانہ کیا گیا کہ چونکہ قرآن مدار ایمان ہے اس لیے اس کے متعلق ہی مناظرہ ہونا چاہیے جو اس کا منکر ثابت ہوگا۔ تو پھر بحث فذک فضول ہے جو ایک فروعی مسئلہ ہے۔ اس کا کوئی جواب شیعہ مولوی نہ دے سکا۔ بہت کچھ انتظار کے بعد اہل حق کی طرف سے ایک معزز قاصد کو بھیج کر زبانی پیغام پہنچایا گیا کہ ہم موضوع مناظرہ فذک ہی منظور کرتے ہیں بشرطیکہ آپ پہلے اپنے قلم سے یہ لکھ دیں کہ میرا اس قرآن موجودہ پر ایمان ہے۔ اور میں اس کو کامل و مکمل غیر محرف اور صحیح الترتیب مانتا ہوں جو اس کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ لیکن شیعہ مولوی کا ایسا لکھنا اپنے مذہبی عقیدہ کے رو سے ناجائز تھا، اس لیے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہیں لکھوں گا۔ اس سے انہوں اور بیگانوں پر آشکارا ہو گیا کہ شعبوں کا اس قرآن موجودہ پر ہرگز ایمان نہیں ہے۔

[منقول از فیاء الاسلام امرتسر، ۷ اپریل ۱۹۴۰ء]

ایک ناخوشگوار حادثہ

مذہب حقہ اہل سنت کی تحفیظ و تشریح مختلف شعبوں میں جاری تھی کہ ایک ناگوار حادثہ پیش آ گیا۔ موضع بھیں ہی میں ہمارے ایک مکان پر مخالف پارٹی جس کا سرغنہ ایک شیعہ تھا، نے تالہ توڑ کر قبضہ کر لیا جس کی بناء پر فریق مخالف سے لڑائی ہو گئی والد صاحب کے دفاعی جوابی حملہ سے ان کا دوسرے گاؤں سے ایک رشتہ دار (جس نے والد صاحب پر حملہ کرنے میں پہل کی تھی) شدید زخمی ہو کر بھاگ نکلا جب آپ نے اس کا تعاقب کیا تو کہنے لگا مجھے چھوڑ دو۔ چنانچہ آپ پیچھے ہٹ آئے اور فریق مخالف کے لوگ سرغنہ سمیت بھاگ گئے۔ لیکن وہ شدید زخمی ہو گیا تھا اسے لوگ اٹھا کر تھانہ ڈوہمن کے ہسپتال میں لے گئے اور پھر مخالفین نے مقتول مرحوم سے زعمی بیان دلویا کہ مجھے غازی منظور حسین صاحب نے مارا ہے حالانکہ وہ اس لڑائی میں موجود ہی نہیں تھے۔ باہر کھیت (حال بنام ہستی حق چار یاڑ) گئے ہوئے تھے:

۱۲ جون ۱۹۴۱ء تھانہ ڈوہمن میں دفعہ ۳۰۲ کے تحت پرچہ درج ہوا والد صاحب کے ساتھ ملک ستار محمد مرحوم، ملک فتح دین مرحوم اور ان کے بھائی ملک محمد اکبر صاحب مرحوم کا نام بھی مخالفین نے لکھوا دیا حالانکہ وہ اپنے گھر میں تھے لڑائی میں شامل ہی نہیں تھے۔ چاروں حضرات کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ لیکن لوگوں کی گواہی کی بناء پر ایس ایچ او تھانہ ڈوہمن چوہدری صدیقی صاحب نے غازی منظور حسین صاحب کی حاضر ضمانت لے کر چھوڑ دیا۔

ایس ڈی ایم کھیم چند کا قتل

میرے تایا غازی منظور حسین صاحب رحمۃ اللہ (ولادت ۲۳ مارچ ۱۹۰۸ء مطابق ۲۰ صفر ۱۳۲۶ء بروز دوشنبہ)۔ ہانی خدام اسلام پارٹی نے اپنے علاقہ میں ہندوؤں اور سکھوں کا زور توڑنے کے لیے مکمل ہائیکاٹ کرنے کی پر زور تحریک چلائی تھی کیونکہ مسلمان سودر سود کے بوجھ کی وجہ سے نہایت ہی بد حالی کا شکار ہو رہے تھے اور مسلمانوں کی دوکانیں کھلوائیں۔ جس کے نتیجہ میں علاقہ کے دیہاتی مسلمان متحد ہو گئے تھے اور مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا ہو گئی تھی۔ اور اس سے قبل جامع مسجد اہل سنت کے سامنے جہاں اب پانی کی نیکی ہے دھر سال تھا۔ چکوال کا ایس ڈی ایم کھیم چند ایک متعصب ہندو تھا۔ سکھوں اور ہندوؤں نے ایس ڈی ایم کو شکایات پہنچائیں اور وہ غازی شہید پر نظر رکھتا تھا اور ہمارا بھیس کے قتل کا کیس بھی اسی کے پاس تھا اس نے تھانہ ڈوہمن کے ریٹ ہاؤس میں ہی بھیس کے مقدمہ قتل کی پیشی کی تاریخ رکھی تھی۔ حضرت والد صاحب کو تو مع اپنے تین رفقاء کے چکوال حوالات سے لایا گیا اور تایا مرحوم گھر سے آکر اس کے ہاں پیش ہوئے۔ ایس ڈی ایم نے انچارج تھانہ صدیقی سے پوچھا کہ جس وقت مقتول کا زمری بیان ہے کہ مجھے منظور حسین نے برجھی ماری ہے تو تم نے اس کی ضمانت کیوں لی اور گرفتار کیوں نہیں کیا؟ صدیقی صاحب نے جواب دیا کہ بھیس کے معززین اور عوام نے گواہیاں دیں تھیں کہ منظور حسین موقع پر موجود نہیں تھے۔ ایس ڈی ایم نے ضمانت منظور کرتے ہوئے انگریزی میں کہا کہ اچھا اس سے میں نپٹ لوں گا، تایا صاحب چونکہ گاڈرن کالج کے بی اے تھے۔ ایس ڈی ایم کے جٹ باطن کو بھانپ گئے۔ والد گرامی کو تو پولیس چکوال کی حوالات میں لے گئی اور تایا صاحب واپس گھر آئے۔ چکوال کے ماسٹر عبدالعزیز صاحب جو موضع جوند کے پرائمری سکول میں مدرس تھے اور سکول سے چٹھی کے بعد آپ کے ہاں ہی ڈھوک (حال بستی حق چاریاڑ) پر آ جاتے تھے۔ بڑے مجاہد اور تابع فرمان دوست تھے۔ انہی دنوں صوفی عبدالکھیم مرحوم المعروف صوفی سفیر صاحب بھی آپ کے پاس ہی رہتے تھے۔ انہیں پیغامات دے کر علاقہ سواں بھیج دیا تاکہ یہ ابتلاء سے بچ جائیں اور خود ماسٹر عبدالعزیز کو ساتھ لے کر رات کے وقت ڈوہمن کے ریٹ ہاؤس میں آئے پولیس پہرے کے باوجود ایس ڈی ایم کو پستول سے قتل کر کے واپس چلے گئے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ کو عمر قید کی سزا

چوہدری مہدی مرحوم کے قتل کیس کی ابتدائی سماعت کے دوران چاروں ملزمان چکوال کی حوالات میں رہے اور جب چکوال سے قتل کیس سیشن جج جہلم کے سپرد ہوا تو پھر ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں رکھا گیا، باقی تینوں ساتھیوں کو بیرکوں میں اور والد صاحب کو چکیوں میں رکھا گیا اور چکی میں آپ پانچوں وقت کی اذان دیتے رہے اور جیل کے حکام زبانی روکتے رہے۔ بالآخر سیشن جج جہلم نے مقدمہ کے سماعت کرنے کے بعد چاروں رفقاء کو عمر قید کی سزا سنائی۔ اس وقت عمر قید کے سزایافتہ کو ۲۰ سالہ قیدی تصور کیا جاتا تھا جس میں سے ۱۴ سالہ قید بامشقت کاٹنی پڑتی تھی۔

فیصلے کے بعد رات کو ہی چاروں سزایافتہ کو پولیس گاڑی جہلم جیل سے سنٹرل جیل لاہور لے گئی۔ سنٹرل جیل لاہور میں بھی آپ نے اذان دینا شروع کر دی اور آپ کی ترغیب سے چار پانچ اور قیدیوں نے بھی اذان دینی شروع کر دی۔ انگریزی دور میں بیس سالہ قیدیوں کو ایک بیرک میں نہیں رکھتے تھے ان کی روزانہ اُڑ دی لگتی تھی یعنی شام کو دوسری بیرک میں بھیج دیا جاتا تھا۔ فیصل آباد کے ایک دس سالہ قیدی صوفی نور محمد تھے وہ بیرک نمبر ۱۶ میں ہی رہتے تھے۔ ایک رات جب آپ کی اُڑ دی اس بیرک میں تھی صوفی موصوف نے صبح کی اذان دی تو اس سرکل کے اسٹنٹ ڈپٹی کی طرف سے ایک قیدی نمبر دار آیا اور دریافت کیا کہ اذان کس نے دی ہے؟ ڈپٹی صاحب بلا رہے ہیں۔ صوفی نور محمد صاحب نے کہا کہ میں نے دی ہے نمبر دار نے اس کو ساتھ لیا تو آپ بھی اس کے ساتھ چل پڑے۔ اسٹنٹ ایک سکھ تھا۔ اس نے صوفی نور محمد سے کہا کہ تم نے اذان کیوں دی یہ جیل ہے۔ اس پر آپ نے اسٹنٹ کو کہا ہم مسلمان ہیں اور جیل میں آئے ہیں تو ایمان ڈیوڑھی میں نہیں چھوڑ آئے بلکہ ساتھ لائے ہیں۔ اس پر وہ آگ بگولا ہو گیا اور کرسی پر بیٹھے بیٹھے اس نے آپ پر ہاتھ اٹھانے کا ارادہ کیا لیکن کانپ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمت نہ دی ورنہ اگر ہاتھ اٹھاتا تو آپ بھی مقابلے کے لیے تیار تھے۔ سچ ہے.....

آمین جواں مرداں حق گوئی و بے باقی

اللہ کے شہیدوں کو آتی نہیں رو بای

اسٹنٹ نے نمبر دار کو کہا کہ انہیں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ امیر شاہ صاحب کے پاس لے جاؤ تو نمبر دار شاہ صاحب کے پاس لے گیا تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے شاہ صاحب نے آپ کی مشقت جیل کے پریس

میں لگائی تھی اس پریس میں شہر کے افسران اور کلرک وغیرہ آتے تھے اور قیدیوں میں سے جو پڑھے لکھے ہوتے تھے ان کو پریس میں لگا دیتے تھے۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ شاہ صاحب نے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ میں نے تمہارے لیے آسان مشقت لگائی تھی پھر جیل کے چیف ہیڈ وارڈن نے کہا کہ بجائے پریس کے کسی دوسری جگہ اس کی مشقت لگا دو۔

قادیانی سپرنٹنڈنٹ

جیل میں جب چار پانچ بیرکوں میں اذانیں شروع ہو گئیں تو جیل انتظامیہ میں بھی ہلچل مچ گئی۔ ہفتہ میں ایک دن باری باری قیدیوں کی پریڈ ہوتی اور سپرنٹنڈنٹ دورہ پر آتا تھا ایک دن آپ کی بیرک میں دورہ تھا تمام قیدی قطار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے آنے پر سب کھڑے ہو گئے اور جیل کے کٹن ہاتھ میں پکڑ لیے۔ اس ٹکٹ پر قیدی کا نام اور قید کی دفعات وغیرہ درج ہوتی تھیں۔ والد صاحب فرماتے ہیں..... میں نے دیکھا کہ جیل کا ایک اہلکار سپرنٹنڈنٹ کو میری طرف اشارہ کر کے میری نشاندہی کر رہا ہے۔ جب سپرنٹنڈنٹ آپ کے پاس پہنچا تو آپ کا ٹکٹ لے لیا۔ اس پر آپ کے مقدمہ کی دفعہ ۳۰۲ لکھی ہوئی تھی۔ فوراً اس نے کہا کہ تو بڑا مذہبی بنا ہوا ہے حالانکہ تم نے قتل کیا ہے اور یہ آیت پڑھی و من فضل مؤمناً متعمداً فجاءہ جہنم و ساءت مصیراً۔ (جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کر دے اس کی سزا جہنم ہے جو برا ٹھکانہ ہے) آپ نے نصرت الہی سے جواباً کہا کہ یہ قتل عمد نہیں اور یہ آیت پڑھی فوکرہ موسیٰ فقصی علیہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی قبطی کو ایک مکہ مارا اور اس کی جان نکل گئی) اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قتل کرنے کا نہ تھا یہ جواب سن کر وہ پریشان ہو گیا اور اہلکاروں سے کہا کہ پریڈ کے بعد اس کو میرے دفتر میں لے آؤ چنانچہ دورہ ختم ہونے پر وہ آپ کو جیل کی ڈیوڑھی میں لے گئے تو اس نے آپ کو دفتر میں بلا کر کہا کہ یہ جیل ہے اذان ممنوع ہے۔ آپ نے فرمایا یہ شریعت کا حکم ہے میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر وہ کہنے لگا تم پاگل ہو۔ آپ نے یہ حدیث پڑھی: لن یؤمن احدکم حتی یقال لک انک لمجنون۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ لوگ یہ نہ کہہ دیں کہ تو مجنون ہے۔ اس پر اس قادیانی سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ انہیں یہاں سے نکال دو۔ نکال دو۔ چنانچہ اہلکار آپ کو واپس بیرک میں لے گئے اور آپ نے اذانیں دینی بدستور جاری رکھیں اور جیل میں آپ کی کامیابی کا بڑا چہرہ چاہا کہ سپرنٹنڈنٹ کے حکم پر بھی انہوں نے اذان نہیں چھوڑی۔

مزارے اور اچانک سنٹرل جیل لاہور منتقل ہونے کا آرڈر آ گیا اور سنٹرل جیل لاہور پہنچے پر آپ کو چکیوں میں بند کر دیا گیا۔

سنٹرل جیل لاہور دوبارہ آمد

جب دادا صاحب ملاقات کے لیے گئے اور ان کو معلوم ہوا کہ آپ چکیوں میں ہیں تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ امیر شاہ سے ملاقات کی اور آپ کو بھی ان کے دفتر میں بلایا اور شاہ صاحب کو کہا کہ ان کی ڈیوٹی پھر پریس میں لگا دیں۔ اس پر آپ نے کہا کہ میں تو کوٹھی میں بہت مطمئن ہوں۔ ذکر وظیفہ اطمینان سے کر لیا جاتا ہے لیکن دادا صاحب کے کہنے پر شاہ صاحب نے آپ کی مشقت پھر پریس میں لگا دی۔ لیکن آپ نے وہاں بھی اذان دی تو چند دنوں کے بعد آپ کو سنٹرل جیل راولپنڈی میں منتقل کر دیا گیا۔ چونکہ آپ کے ٹکٹ پر قصوری لکھا ہوا تھا اس لیے سنٹرل جیل راولپنڈی میں بھی آپ کو چکیوں میں ہی رکھا گیا اور مسلسل اڑھائی سال چکیوں میں رہے۔ فرماتے تھے میں نے دو ہفتے جکی بھی پیسی اور جب مجھے چرخہ کاتنے کی ہلکی مشقت دی گئی تو اس دوران مجھے چرخہ پر سوت کاتنے کا اچھا تجربہ بھی ہو گیا تھا۔

پھر سنٹرل جیل لاہور

راولپنڈی میں آپ کو پیشاب کی تکلیف ہو گئی اور پیشاب میں خون آنے لگ گیا۔ ہسپتال میں داخل کر دیئے گئے لیکن ممبر کا یہ عالم ہے کہ گھر خط لکھا.....
بخدمت جناب والدی المکرم مدظلہ السلام علیکم دررحمۃ اللہ۔

آج ہی آپ کا کارڈ ملا کا شف احوال ہوا۔ کل مورخہ ۱۱ مئی کو چالان کا حکم ملا تھا۔ لیکن تین چار روز سے ہسپتال میں داخل ہوں لہذا چند ایام کے لیے التواء ہو گیا ہے۔ صرف بول احمر اللون کی شکایت ہے اور کسی قسم کا دکھ درد لاحق نہیں اور یہ بھی من جملہ حکم خداوندی سے ہے۔ لعل هذا یكون سببا للشفاعة۔
والله اعلم بالصواب۔

احقر مظہر حسین غفرلہ قیدی سنٹرل جیل راولپنڈی، مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۳۵ء

نیز اسی کارڈ میں کچھ سطور کے بعد لکھتے ہیں۔ حضرت مدنی کا گرامی نامہ باعث شرف ہے۔ یہ ہے اہل اللہ کی علامت اگر وہاں ہوا دھوس ہوتی تو آپ جیسے مشہور عالم کی بیعت پر فخر کیا جاتا۔ تجدید بیعت نہ کرنا حضرت کی غایت تواضع ہے اور شاید حضرت سیالوی علیہ السلام کا ادب بھی ملحوظ رکھا ہو۔ حضرت کی

انکساری کا تو یہ حال ہے کہ مہمانوں کے لیے خود کھانا اٹھا کر لاتے دیکھا ہے۔ الخ
حضرت والد صاحب ماہنامہ چارباغ کا تیسرا شمارہ ادبِ بیحد نمبر کے صفحہ ۴۰ پر دادا صاحب بیحد
کی بیعت کے متعلق لکھتے ہیں.....

شیخ المشائخ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب بیحد ولادت ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۸۹۵ء وفات ۲۴ صفر
۱۳۰۰ھ کے فرزند ارجمند اور جانشین حضرت خواجہ محمد الدین صاحب سیالوی (متوفی ۱۹۰۹ء) سے
حضرت والد صاحب بیعت ہوئے تھے اور جب پیرانہ سالی میں اکابر دیوبند کی عقیدت نصیب ہوئی تو
میری قید کے دوران ہی بذریعہ خط شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں بیعت کی
درخواست کی تو حضرت نے فرمایا کہ تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔ الخ

گردے کا آپریشن

سنٹرل جیل راولپنڈی سے پیشاب کی تکلیف کی وجہ سے روزنامہ سیاست لاہور کے مالک اور
ایڈیٹر سید حبیب شاہ صاحب نے سپرنٹنڈنٹ کو کہہ کر علاج کے لیے سنٹرل جیل لاہور بھیج دیا۔
بیماری کی وجہ آپ کو میوہ ہسپتال داخل کرایا گیا اور وہاں ہی گردے کا آپریشن ہوا چونکہ پتھری
زیادہ تھی اس لیے ڈاکٹروں نے بائیاں گردہ نکال دیا اور صحت یاب ہونے پر سنٹرل جیل لاہور میں
واپس بھیج دیا۔

ایامِ جیل میں صبر و حوصلہ

والد صاحب بیحد کی سنٹرل جیل راولپنڈی اسارت کے دوران تایا صاحب غازی منظور حسین رضی اللہ
کی شہادت کے بعد جب عید آئی تو دادا صاحب مرحوم نے اس موقع پر اپنے قلبی دکھ کا اظہار کرتے ہوئے
حسب ذیل شعر لکھے.....

آ رہی ہے اب مسلمانوں کی عید	مجھ کو لاحق ہے غم و رنج بعید
گم ہوئے مجھ سے میرے لختِ جگر	جن کی تھی دشوار قیمت سے خرید
ایک اُن سے جیل میں محبوس ہے	راہِ حق میں ہو گیا دوئم شہید
نارِ فرقت نے کیا تن کو کباب	آنچہ من دیدم کے ہرگز نہ دید
کوئی زندگانی ختم نہ	کٹ چکی مدت سے ہے خیلِ الورید

پیارے مظہر کو آزادی ہو نصیب یہ نہیں فضل خدا سے کچھ بعید
والد صاحب نے سنٹرل جیل راولپنڈی سے بذریعہ اشعار ہی اپنے جذبات پیش کیے جن سے آپ
کا مبر و حوصلہ واضح ہوتا ہے.....

حضرت والا کو لاحق ہے یہ کیسا درد و غم
آیت تہشیر سے تسکین خاطر کیجیے
وعدہ سیرین ظاہر ہے کلام پاک میں
غم زدوں کے واسطے وارد ہوا لا یتسوا
یاس و ناامیدی ہے مسلم کے لیے جرم عظیم
راز ہائے حق میں مضر دنیوی آلام ہیں
کٹ کے دنیا سے لگائیں دل خدائے پاک سے
ہو مبارک صد مبارک اس جہاں کو چھوڑ کر
راہ حق میں لے گئی اُس کو حیات جادواں
عالم آخر میں اللہ جمع بینا
مولوی صاحب کو دیکھا خواب میں کرتے دعا
شکوہ بے جا ہے شکایت ہے سراسر بے کار
ایک دن بمون کو بھی ہوگی زنداں سے نجات
مگر چہ ہے بدکار ظالم اور نالائق جہول
سرور عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے

جیل کی تکالیف میں عزیمت پر عمل

مذہبی اور سیاسی قائدین اور لیڈروں کا امتحان اس وقت شروع ہوتا ہے، جس وقت وہ جیل میں جاتے ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ بڑے بڑے گرجنے اور برسنے والے نام نہاد لیڈر اور کاغذی شیر جب جیل میں گئے تو دل کے دورے پڑنے لگے اور قید تنہائی کا رونا شروع کر دیا۔ لیکن علوم نبوت کے وارث اور حق گو علماء کرام نے ہمیشہ مظلوم اور محکوم قوموں کو آزادی دلانے کی خاطر اعلائے کلمۃ اللہ بلند

کرتے ہوئے قید و بند اور بیڑیوں کی معوبتوں کو سنت یوسنی سمجھتے ہوئے بخوشی قبول کیا ہے۔ انہی علما و حق کے قافلے کے ایک فرد میرے والد گرامی تھے۔ انگریزی دور حکومت میں جیلوں کے اندر نمازوں کے لیے اذان دینے کی اجازت نہ تھی اور آپ نے جس وقت اذان دینی شروع کر دی۔ تو جیل میں ہلچل مچ گئی۔ بیڑیاں لگا کر چکیوں میں بند کر دیئے گئے اور عزیمت پر عمل کا عظیم مظاہرہ فرمایا۔ اس صورت حال کی حضرت دادا صاحب مرحوم کو جب اطلاع ملی تو سمجھانے کے لیے گئے اور شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی بھٹی سے خطوط لکھوائے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں آپ نے رخصت پر عمل کا اشارہ فرماتے ہوئے لکھا.....

برادر مہربان! اجمال اس قدر معلوم تھا کہ جیل میں آپ معمولی اسیروں سے کچھ زیادہ تکلیف میں ہیں۔ مگر اس کی وجہ کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ آپ نے غالباً اپنے حسن ظن متعلق باعزاز علی کا اظہار اپنے والد صاحب سے کیا ہوگا پہلے وہ بھی کرم فرماتے ہیں اور آپ کے حالات گاہے ان کے نوازش نامہ سے معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ یہ معلوم ہوا کہ جیل میں آپ نے سرور کو نین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی اور وہاں سے ایما ہوا کہ آپ اذان میں اخفا سے کام نہ لیں۔ آپ نے جہر شروع کر دیا، اصحاب جیل نے اس کو نامناسب خیال کیا آپ کو ممانعت کی اور عدم امتثال کی بنا پر ان کو تنبیہ کرنی پڑی۔ "میرے عزیز! آپ غور کریں تو شاید میری گزارش سے زیادہ خود سمجھ لیں کہ نماز کے لیے اذان نہ ارکان میں سے ہے، نہ نماز کے لیے موقوف علیہ۔ جب خود اذان ہی نماز کے لیے موقوف علیہ نہیں تو اس کے اوصاف کس طرح ضروری ہوں گے۔ [شیخ الادب نمبر صفحہ نمبر ۷۸] اذان دینے کی وجہ سے سنٹرل جیل لاہور سے ملتان پھر لاہور اور راولپنڈی وغیرہ مختلف جیلوں کی چکیوں میں اڑھائی سال تک بیڑیاں پہنا کر رکھا گیا۔ آپ ثابت قدم رہے اور ہر تکلیف برداشت کر لی لیکن اذان کہنی نہ چھوڑی۔

دوران اسارت تبلیغ دین

جیل میں آپ کی تبلیغ کی وجہ سے اصحاب بجن کے عقائد درست ہوئے اور چند غیر مسلم بھی مسلمان ہوئے تھے جن میں سے ایک صاحب جیل سے رہائی کے بعد ہمارے گاؤں مقیم رہے۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے معاشی مدد دیتے ہوئے دکان بنوا کر دی۔ بعد میں یہ لاہور تشریف لے گئے۔

بیعت و خلافت

شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی بھٹی کے مشورہ اور وساطت سے سنٹرل جیل لاہور سے آپ نے

شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کو بیعت کے لیے عریضہ لکھا۔ حضرت رحمہ اللہ کی منظوری کے بعد شیخ الادب نے بذریعہ خط اطلاع دیتے ہوئے تحریر فرمایا.....

”حضرت مولانا مدنی مدظلہ نے آپ کی غائبانہ بیعت منظور فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ ہمیں (۲۵) ہزار مرتبہ اسم ذات بغیر جہر اور بغیر کسی تعین وقت کے ہر روز پورا کر لیا کریں.....

(دستخط از دیوبند ۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۲ جون ۱۸۴۲ء)۔

شیخ الادب کا دوسرا خط.....

حضرت مولانا مدنی مدظلہ نے جو کچھ تلقین فرمایا ہے اس کو آپ جہاں تک بڑھاسکیں بڑھائیے۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے غرضیکہ کسی وقت کی تخصیص نہیں۔ بیتابی اور جوارح پر اس کا ظہور یہ چیزیں مقصود بالذات نہیں۔ اس راہ میں میں بالکل ناکارہ ہوں مگر جتنا معلوم ہے وہ یہ ہے کہ قلب کی توجہ الی اللہ جس قدر زیادہ ہوا اچھا ہے اور اگر شریعت کا اتباع، فرائض، وسنن کا امتثال انسان کو نصیب ہو جائے تو سمجھئے کہ خداوند عالم کے نزدیک میرے یہ اعمال مقبول ہیں۔ قلب کے خطرات خبیثہ کی پرواہ نہ کیجیے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کیجیے۔ ان خیالات کو خبیث سمجھنا کمال ایمان کی دلیل ہے۔ الخ۔

(دستخط ۷ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۴۳ء)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا گرامی نامہ

محترم المقام زید مجدکم..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا والا نامہ مورخہ ۱۲ شعبان موصول ہوا تھا حضرت شیخ الادب صاحب کے ذریعے سے جواب بھیج دیا تھا۔ ذکر لسانی ہمیشہ اپنی کثرت اور مداومت سے کریں، ذکر قلبی جس کا مرکز زیر پستان چپ چار انگل ہے اور ذکر روحی کی طرف جس کا مرکز زیر پستان راست ہے منجر ہوتا ہے مگر ہم کو لطائف کے جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس میں مسافت طویل ہے۔ بہر حال ۲۵ ہزار ذکر لسانی پر مداومت فرمائیے اور جس قدر اس میں زیادتی ممکن ہو عمل میں لاتے ہوئے قلبی ذکر کی طرف بھی توجہ فرمائیے یعنی قلب جو کہ بائیں پستان سے چار انگل نیچے ہے تصور کیجیے کہ اس سے لفظ اللہ برابر نکلتا ہے۔ ذات مقدسہ چونکہ محبوب قلب ہے اور حسب قاعدہ من احب شیا اکثر ذکر قلب بے چینی کے ساتھ محبوب حقیقی کو یاد کر رہا ہے۔ اس میں ذکر لسانی کو کوئی دخل نہ دیتیجیے فقط دھیان اور تصور ہوگا اور خیال ہی خیال میں ذکر کرتے

ہوئے کم از کم دو ہزار روزانہ خواہ ایک ہی مجلس میں یا متعدد مجالس میں اس کو پورا کیجیے۔ جو حرکت سینہ میں محسوس ہوتی ہے سلطان الازکار کا مقدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور ماسوی اللہ سے کلی اعتنا نصیب ہو۔ آمین۔ حصول زیارت مقدسہ مبارک ہو، آنکھ بند ہونا غالباً اشارہ اس طرف ہو کہ ذکر میں انہماک کیجیے اور اغیار سے اعتنا کیا کیجیے، مستری سردار محمد صاحب سے بھی سلام مسنون کہہ دیں میں ان کو عاتبانہ بیعت کئے لیتا ہوں ان کو اتباع شریعت کی تاکید اور تسبیحات ستہ کی تعلیم کر دیجیے اس زمانہ کے قلب الارشاد اور جہد کو میں نہیں جانتا مجھ جیسا ناکارہ اور نالائق کس طرح جان سکتا ہے۔ (رہنما)

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۳ ص ۱۰۹/۸ رمضان ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۷ اگست ۱۹۴۵ء از سہلہ)

اجازت بیعت کے حوالے سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں.....

میں پہلے بھی غالباً آپ کو لکھ چکا ہوں کہ آپ کو اجازت ہے، جو بھی آپ سے بیعت ہونے کی درخواست کرے اس کو بیعت کر لیا کریں اور اشغال سلوک تلقین فرما دیا کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا، اتباع سنت کا ہمیشہ اور ہر امر میں خیال رکھیں۔ علاوہ مراقبہ کے دوسرے اذکار کی ضرورت اگرچہ اب نہیں ہے، مگر تائید اور تقویت کے لئے جو سمجھیں کرتے رہا کریں، صراط مستقیم اور امداد السلوک کو زیر مطالعہ رکھیں۔ خواب سب اچھے ہیں اور امید افزاء تعویذوں کی بھی اجازت دیتا ہوں، القول البمیل میں سے لکھ دیا کریں، یا مقصود کے مطابق کوئی آیت لکھ دیا کریں، قرآن شریف کا ترجمہ پڑھانا بھی تبلیغ ہے، بہر حال جس قدر ممکن ہو انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کی اصلاح اور ہدایت میں بلا طمع کوشاں رہیں، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ واقفین پرسان حال سے سلام مسنون عرض کر دیں، آپ کا لقا فادہ کار آمد نہ ہونے کی وجہ سے واپس ہے۔ (رہنما)

حسین احمد غفرلہ، ۷۔ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ

جیل سے رہائی

۴ ماہ 28 دن کی حوالات اور 7 سال 5 ماہ 16 دن کی کم و بیش قید و بند کی صعوبتیں (کالیف) برداشت کرنے کے بعد آپ سنٹرل جیل لاہور سے ۲۶ اپریل ۱۹۳۹ء مطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۶۸ھ بروز منگل کو رہا ہوئے۔ چار پانچ دن محنت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے کے بعد براستہ

مندرجہ صبح راولپنڈی سے چکوال آنے والی ریل گاڑی پر سوار ہو کر ڈھڈیال یا چک نورنگ ریلوے اسٹیشن پر اتار کر اچانک نو دس بجے کے قریب گھر پہنچے۔ اور ہمارے اگلے کمرہ جس کا دروازہ مشرق کی طرف ہے کے برآمدہ میں چار پائی پر سامان رکھ کر بیٹھ گئے۔ میں جونہی باورچی خانہ سے برآمدہ میں آیا تو دیکھ کر شور مچا دیا کہ ”قاضی صاحب آگئے ہیں۔ قاضی صاحب آگئے ہیں۔“ ہمارے گھر اور برادری والے سب آپ کو قاضی جی کہہ کر ہی بلاتے تھے اور بچپن سے ہی آپ اسی نام سے مشہور تھے۔

دورانِ قید والدہ صاحبہ اور والد صاحب اور بڑے بھائی اور کئی عزیز واقارب فوت ہو چکے تھے۔ لیکن حسین کے مظہر کا مبر و استقلال دیدنی رہا۔ چنانچہ شیخ الادب نمبر میں لکھتے ہیں.....
الحمد للہ ثم الحمد للہ قریباً آٹھ سالہ اسارت کے عرصہ میں مجھے یاد نہیں کہ قیدی ہونے کی حیثیت سے مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی ہو۔ (ص ۳۹)

درس قرآن

اپنے محلہ کی مسجد زمعیداراں کا نام بدل کر خلیفہ ثانی مراد رسول سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نسبت سے فاروقی مسجد رکھا اور نماز فجر کے بعد درس قرآن کا سلسلہ باقاعدگی سے شروع کر دیا۔
عشاء کی نماز پڑھ کر نمازیوں سے نماز سنتے الفاظ کی تصحیح کراتے اور ساتھ ترجمہ بھی یاد کراتے اور نمازیوں کی حاضری لگاتے اور جو موجود نہ ہوتا تو دوسرے دن جا کر پتہ کرتے کہ کیوں نہیں آئے۔ ایک دن ہمارے محلہ کے سیف علی مرحوم چھوٹا سادق تھا اور پکے نمازی تھے اور عشاء کے وقت نہ آئے چند نمازی پتہ کرنے گئے تو دیکھا سوراہے ہیں اسی طرح اٹھا کر انہیں مسجد میں لے آئے۔

خطابت

جمعہ کی نماز مرکزی جامع مسجد اہل سنت میں پڑھاتے اور مختلف موضوعات پر تفصیل سے بیان فرماتے جس میں توحید، رسالت، مقامِ صحابہ و اہل بیت، اعمالِ صالحہ، مروجہ بدعات اور رسم و رواج کو چھوڑنے اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید فرماتے اور علاقہ کے دیہات میں تبلیغی جلسوں کے پروگرام کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے لوگ دین کی طرف راغب ہونا شروع ہو گئے۔ مسجد میں آباد ہوئیں ورنہ بعض علاقے ایسے بھی تھے کہ کئی کئی مسجدوں کا امام صرف ایک ہوتا تھا اور عقائد کی یہ حالت تھی کہ مریدی اور پیر شیعہ ہوتے تھے۔

مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام کی بنیاد

قادر تہی مسجد کے شبلی جانب متصل ہی جگہ لے کر ایک کمرہ اور ساتھ کمرے کی شکل میں ایک بڑا برآمدہ اور ایک باورچی خانہ بنوایا گیا اور ساتھ ہی دو حجرے مسجد کے تھے جن میں شعبان ۱۳۷۱ھ مطابق مئی ۱۹۵۲ء مدرسہ کی بنیاد رکھی اور پہلے مدرس مولانا امیر زمان صاحب کو مقرر کیا گیا۔ موصوف ۲۳ محرم ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۲ء تک رہے اور اس کے بعد مولانا عزیز الرحمن صاحب کو ہائی نے ۲۸ محرم ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۲ء سے لے کر ۲ شعبان ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء تک تدریس کی۔ ان کے بعد حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب ہزاروی کا تقرر ہوا موصوف چھ سال تک رہے۔

تحریک ختم نبوت

۱۹۵۲ء میں مرزا بشیر الدین محمود نے شیطانی بڑھک ماری کہ ۱۹۵۲ء ہمارا ہے اور عنقریب ہماری حکومت آنے والی ہے مرزا محمود آنجنابی کے جواب میں امیر شریعتؒ نے ۵۲ء کا سال گزرنے کے بعد فرمایا۔ اودادیانی کی جھوٹی نبوت کے حردکار مرزا محمود تیراس ۱۹۵۲ ختم ہو گیا۔ اب میراس ۱۹۵۳ نمودار ہوا ہے اب دیکھ آنجنابی مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا کس طرح آپریشن کرتا ہوں۔

”قیام پاکستان کے بعد مرتد سر ظفر اللہ قادیانی کو سازش کے تحت پاکستان کا وزیر خارجہ بنایا گیا تھا جس کی وجہ سے مرزائی حکومت کے خواب دیکھ رہے تھے اور وزیر خارجہ پاکستان کے لیے کام کرنے کے بجائے مرزائیت کی تبلیغ میں سرگرم تھا تحریک ختم نبوت کا سب سے بڑا یہ مطالبہ تھا کہ ظفر اللہ قادیانی کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے امیر شریعتؒ نے تحفظ ختم نبوت کی خاطر یہاں تک عاجزی اختیار کی کہ آرام باغ کراچی کے عظیم الشان جلسے میں تقریر کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین سے فرمایا ”اے ناظم الدین میری بات غور سے سنو۔ میں تجھے مسلمان کی حیثیت سے نبی کریم ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں یہ مطالبے (یعنی مجلس عمل کے مطالبات) مان لو میں تیری مرغیوں کو ساری عمر دانہ ڈالوں گا اور تیری جوتیاں اپنی ڈاڑھی سے صاف کروں گا۔ اس تقریر کے بعد رات کو تقریر ۳ بجے پولیس نے مجلس عمل ختم نبوت کے دفتر کا گھیراؤ کر لیا اور امیر شریعتؒ سمیت مولانا ابوالحسنات قادریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، ماسٹر تاج الدین وغیرہ زعماء کو گرفتار کر لیا۔

مجلس عمل کے صدر مولانا ابوالحسنات کی مسجد وزیر خان لاہور تحریک کا مرکز تھا۔ شیعہ رسالت کے

پروانوں کے قافلے وہاں پہنچنے لگے۔ بد بخت جنرل اعظم خان نے وہاں مارشل لا لگا دیا۔ قسم نبوت کے جلوہوں پر گولیاں برسائی گئیں اور شمع رسالت کے ہزاروں پروانے شہید کر دیے گئے۔ تحریک اس طرح طوفان بن کر اٹھی کہ لاہور سیکرٹریٹ بھی بند ہو گیا۔ پنجاب کے شہروں میں احتجاجی جلوس اور گرفتاریاں پیش کرنی شروع ہو گئیں۔

والدِ گرامی گرفتار ہو گئے

ضلع جہلم میں تحریک کا مرکز جامع مسجد گنبد والی تھی۔ پروگرام یہ تھا کہ ہر جمعہ کو جامع مسجد گنبد والی سے احتجاجی جلوس نکال کر گرفتاریاں دی جائیں گی۔ ۶ مارچ ۱۹۵۳ء جامع مسجد گنبد والی میں حضرت مہملیؒ نے ختم نبوت کے موضوع پر زبردست تقریر کی اور پھر احتجاجی جلوس نکال کر گرفتاری پیش کی۔ حضرت والدہ گرامی اپنے گاؤں میں رہتے تھے پولیس جہلم جانے سے پہلے ہی گرفتار کرنا چاہتی تھی لیکن آپ روپوش ہو گئے اور ۱۳ مارچ بروز جمعہ صبح حری آپ کی خالہ زاد بہن کے سب سے چھوٹے صاحبزادے قاضی فخر الحسن مرحوم آپ کو ملہال تک بائیکسل پر بٹھا کر لے گئے وہاں سے سوار ہوئے اور بائیکسل بس کی چھت پر رکھ لیا شہر دینہ پہنچ کر بس سے اتر گئے اور پھر سائیکل پر بٹھا لیا۔ جب گنبد والی مسجد کے قریب پہنچے تو پولیس نے مسجد کو گھیرا ہوا تھا کہ جمعہ سے پہلے ہی گرفتار کر لیا جائے۔ نصرت الہی آئی کہ آندھی آگئی اور پولیس کی آنکھوں میں مٹی پڑی تو مسجد کے دروازے سے بٹے اور والد صاحب موقعہ پا کر اندر داخل ہو گئے۔ نماز جمعہ سے پہلے ختم نبوت پر تقریر کرتے ہوئے مسلمانوں کے ایمان کو گرہ مایا اور پھر حسب پروگرام جلوس نکالا اور شہر کی اہم شاہراہ پر موقع بموقع آپ خطاب کرتے گئے ضلع کچہری پہنچ کر آپ نے اپنے آپ کو ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔

۲۰ مارچ کے جمعہ پر حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب فاضل دارالعلوم امینیہ دہلی (ڈومیل علیہ السلام) کا گرفتاری کا پروگرام تھا لیکن وہ بھول کر ۱۳ مارچ کو ہی گرفتاری کیلئے گھر سے روانہ ہو گئے۔

تھانیدار بھی ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور ان کو سیدھا ڈسٹرکٹ جیل جہلم لے گئے اور وہ احتجاجی جلوس نہ نکال سکے۔ جہلم شہر میں بریلوی علماء میں سے مولوی محمد صادق صاحب اور مفتی اعجاز ولی صاحب کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ دو دن کے بعد حضرت جہلمی، ڈومیل والے شاہ صاحب، مولوی محمد صادق بریلوی، مجاہد مہیاں کرم الہی صاحب چکوال اور حضرت والد صاحب کو جہلم جیل سے لاہور لے گئے اور پھر لاہور

سے ہی جیل سائی وال میں منتقل کر دیا گیا۔ سنٹرل جیل سائی وال میں ساہیوال، جہلم، انک اور سرگودھا کے اضلاع کے نظر بندوں کو رکھا گیا تھا۔

ختم نبوت کے پروانوں کی ان قربانیوں کے نتیجہ میں ہی تحریک ختم نبوت کامیاب ہوئی میاں ممتاز دولہانہ کی وزارت ختم ہو گئی اور ظفر اللہ قادیانی کو برطرف کر کے وزارت خارجہ سے ہٹا دیا گیا۔

تاج و تخت ختم نبوت کے نعروں کی گونج

سائی وال سے رہائیاں شروع ہو گئیں۔ ڈومیلی والے شاہ جی پہلے ان کے بعد حضرت جہلمیؒ اور ان کے دو دن بعد ۱۴ جنوری ۱۹۵۴ء بروز جمعرات حضرت والد صاحب کو رہا کر دیا گیا۔ جیل کے ضابطہ کے مطابق رہائی عصر کے بعد قیدیوں کی کتنی بند ہونے سے پہلے ہوتی ہے۔ آپ سائی وال سے سفر کر کے دوسرے دن نماز جمعہ سے کچھ پہلے جس وقت حضرت جہلمیؒ تقریر کر رہے تھے جامع مسجد گنبد والی میں پہنچے۔ نماز کے بعد حضرت نے دعاء میں فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب کی رہائی کے لیے دعا فرمادیں تو والد صاحب نے اٹھ کر فرمایا کہ میں آ گیا ہوں۔ بس کیا تھا تاج و تخت ختم نبوت کے نعروں سے مسجد گونج اٹھی۔

اس دور میں جہلم سے نئے جہلم ٹرانسپورٹ کی ایک بس براستہ ملہال پادشہاں قاضی تھی اور مغرب سے کچھ پہلے پادشہان پہنچتی تھی۔ اور ڈرائیور راجہ کرمد مرحوم بھٹیں والے یا کبھی کبھی چوہدری سمندر خان موہڑہ والے ہوتے تھے۔ اس بس پر آپ رات کو پادشہان آگئے بڑی ہمشیرہ صاحبہ کے پاس جو قاضی محمد احسن صاحب مرحوم کی والدہ اور قاضی محمد اعجاز صاحب وکیل کی دادی صاحبہ تھیں۔ جب ان کی رہائی کا پیغام پہنچا تو صبح حضرت مولانا ظلیل الرحمن صاحب (حویلیاں) ہزاروی حال مقیم ٹیکسلا (میرے استاد محترم) مجھے طلباء مدرسہ اور احباب کو لے کر پادشہان پہنچ گئے اور آپ کو جلوس کی شکل میں بھٹیں لائے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی دعا

رہائی کے شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں خط لکھا تو حضرت نے اپنے گرامی نامہ میں یہ تحریر فرمایا کہ..... نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ آپ کے اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارہ سیئات بنائے اور ترقی درجات کرے..... (۲۳ شوال ۱۳۷۳ھ ۲۵ جون ۱۹۵۴ء)

مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام بھیس چکوال منتقل

چکوال کے احباب کا بہت زیادہ اصرار ہوا کہ آپ مدرسہ کو چکوال منتقل کر کے یہاں شہر میں کام کریں کیونکہ شہر میں مسلک علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کرنے والا کوئی مستند عالم دین نہیں ہے دوسری وجہ کہ تحصیل کا صدر مقام ہونے کی بناء پر لوگوں کو یہاں آنے میں آسانی ہوگی۔ موضع بھیس جانے کے لیے کوئی ٹریفک نہیں ہے جس کی وجہ سے لوگ مشکل سے بھیس پہنچتے ہیں۔ آپ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کو خط لکھ کر رائے مانگی تو حضرت نے ایک مکتوب کے آخر میں لکھا ”مدرسہ کا چکوال میں ہونا زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے۔ استخارہ سنو نہ سات مرتبہ کیجئے اگر جواب میں کوئی ہدایت ہو تو فہما۔ ورنہ رجحان قلبی پر عمل کیجئے.....“ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۱۲۴)

۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء بمطابق ۳ جمادی الثانی بروز جمعہ المبارک چکوال منتقل کر کے جامع مسجد اندامیہ راولپنڈی روڈ میں جمعہ المبارک پڑھایا اور ممبر نہ ہونے کی وجہ سے عارضی اینٹیں رکھ کر ممبر بنایا گیا اور پھر اسی کو پلستر کر دیا گیا اور بھیس میں صبح کا درس قرآن اور جمعہ المبارک کی تقریر کی ذمہ داری حضرت مولانا غلیل الرحمن صاحب کے سپرد کر دی۔

جمعیت علماء اسلام کی نشاۃ ثانیہ

حضرت مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور۔ حضرت علامہ سید سلیمان حسن ندوی اور حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ کی قیادت میں جمعیت علماء اسلام کا کام ترقی پذیر نہ ہوسکا۔ اس کی وجہ ان حضرات کے دوسرے مشاغل و بیہ، درس و افتاء، تصنیف و تالیف اور اصلاح و ارشاد تھے جن کی وجہ سے وہ تنظیمی امور کے لیے وقت نہیں دے سکتے تھے۔ دوسری وجہ یہ کہ یہ حضرات حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے تھے اور ملکی سیاست اور اجتماعات میں منہمک ہو جانا ان کے مذاق کے موافق نہ تھا، ان حالات میں ۱۸-۱۹/ اکتوبر ۱۹۵۶ء شیخ الغمیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری (متوفی ۱۹۶۲ء) کی دعوت پر مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں قریباً پانچ سو سے زیادہ علماء کا اجتماع ہوا اور ان تمام حضرات نے متفقہ طور پر حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو جمعیت علماء اسلام کا امیر جن لیا اور جس وقت ناظم اعلیٰ کے لیے نام پیش ہوئے تو حضرت لاہوری نے فرمایا کہ آپ نے اگر کام کرنا ہے تو مجھے اجازت دیں کہ میں خود ناظم اعلیٰ جن لوں، تمام حضرات نے آپ کو اختیار دے دیا اور حضرت نے مولانا غلام غوث

ہزاروی بیٹے کو یہ علم اعلیٰ نامزد کر دیا۔ حضرت لاہوری کی سربراہی اور مولانا ہزاروی کی جدوجہد سے شرقی اور مغربی پاکستان میں جمعیت علماء اسلام کی تنظیمیں قائم ہو گئیں۔

اضلاعی امراء

حضرت لاہوری نے ضلع جہلم کا امیر حضرت والد صاحب کو نامزد کر دیا اور حضرت جہلمی ناظم اعلیٰ بنا دیئے گئے۔ اس کے بعد دونوں حضرات نے ضلع جہلم میں شاخوں کا جال بچھا دیا اور جمعیت کے لیے رضا کاروں کی تنظیمیں قائم کیں۔ جن کی وردی، خاکی رنگ کی پائیکوں والی قمیص اور پاجامہ معمولی سا شلوار نما اور سر پر سرخ ٹوپی تھی۔ سالار باقاعدگی کے ساتھ انہیں پریڈ کراتے جس کے کاشن عربی میں تھے.....

۱۸۵۷ء جنگ آزادی کی یاد میں جلے

جمعیت علماء اسلام ضلع جہلم کے زیر اہتمام ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی یاد میں مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۵۷ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء چکوال میں اور مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۵۷ء بروز اتوار بخاری چوک جہلم میں عظیم الشان جلے ہوئے جن میں حضرت والد صاحب، مولانا عبدالحسان صاحب بیٹے اور اولپنڈی، حکیم سید علی شاہ صاحب بیٹے و بھیلی اور حضرت جہلمی بیٹے نے سن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے قائدین کی خدمات پر روشنی ڈالنے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

مدنی جامع مسجد کی خطابت

۱۹۵۸ء میں مسجد مہاجرین یا محلہ چکوال بھون روڈ کے مفتاح و خزانچی خان سلطان محمود مرحوم اور اہل محلہ کی خواہش پر آپ نے مسجد کی خطابت سنبھال کر کام کرنا شروع کر دیا اور مسجد کا نام مدنی جامع مسجد تجویز ہوا۔

اک آواز میں سوتی بستی جگادی

ذہوک کمال داخلی ہمیں تبلیغی جلسہ تھا واپسی پر ہمیں آئے تو شام کو چکوال سے دو ساتھی آئے اور انہوں نے کہا کہ ایس ڈی او چکوال کیپٹن سعید نے شہر کے علماء کو آج بلا کر کہا ہے کہ کل یا پرسوں رمضان المبارک کا چاند نظر آئے گا۔ آپ لوگ صبح اپنی اپنی مسجد میں اذانیں دینی شروع کر دیتے ہیں۔ چھوٹا سا شہر ایک لاکھ پندرہ سو پندرہ پر اذان کہی جائے تو سارے شہر میں آواز بچھ جاتی ہے۔ اس لیے میں حکم دیتا

ہوں کہ آج کے بعد صرف ایک مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر اذان دیں اور باری باری دیتے رہیں اور اُس نے خطیبوں سے دستخط لے لیے۔ مدنی جامع مسجد کی طرف سے حافظ غلام اکبر صاحب مدرس حفظہ و ناظرہ مگئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دستخط نہ کیے اور کہا کہ حضرت قاضی صاحب موجود نہیں ہیں۔ وہی فیصلہ کریں گے۔ یہ اطلاع ملتے ہی حضرت کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ ابھی تیاری کرو، صبح میں خود اذان دوں گا۔ رات کو چکوال پہنچے اور صبح فجر کی اذان دی۔ صوفی سلطان خان بھیں والے راوی ہیں کہ بھیں کے قیام کے دوران اکثر بھیں صبح کی اذان حضرت خود دیتے تھے چکوال کے مقام پر مدنی جامع مسجد میں یہ پہلی اور آخری اذان تھی۔ انتظامیہ میں کھلبلی مچ گئی کیونکہ یہ کوئی رسمی اذان نہ تھی بلکہ ایک مجاہد کی اذان تھی.....

ملاں کی اذان اور ہے مجاہد کی اذان اور

صبح ایس ایچ او مسجد میں آیا اور سپیکر اتار کر لے گیا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ نے شہر میں لاؤڈ سپیکر کے لیے رابطہ کیا کوئی دوکاندار سپیکر بیچنے کے لیے بھی تیار نہ ہوا۔ بالآخر ایک مرد مجاہد (محمد اسلم) کی غیرت جاگی اور اس نے سپیکر حضرت کے حوالہ کر دیا۔ سپیکر کی تنصیب کے بعد آپ نے فرمایا کہ اعلان کرو کہ رات کو نماز تراویح کے بعد اذان کے موضوع پر حضرت قاضی صاحب خطاب فرمائیں گے۔ (اور اس رات پہلی تراویح تھی) نماز تراویح کے بعد شہر سے لوگ آنا شروع ہو گئے اور علماء حضرات بھی آ گئے۔ مدنی جامع مسجد کی جگہ تنگ ہو گئی یہ ایک تاریخی اجتماع تھا۔ حضرت اقدس منبر پر تشریف فرما ہوئے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا۔ اہل چکوال آپ کو معلوم ہے کہ ایس ڈی او نے حکماً لاؤڈ سپیکر پر اذان کی باری باندھی ہے مجھے سخت حیرانی اور افسوس ہے کہ خطیب حضرات نے اس حکم کو ماننے ہوئے دستخط کر دیئے ہیں.....

پھر گرج کر کہا کہ کیپٹن سعید کان کھول کر سن لے میں فخر انہیں واقعتاً عرض کرتا ہوں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے زمانہ میں ۳۰۲ قیدی تھا حکومت وقت کا حکم تھا کہ جیل میں کوئی قیدی اذان نہیں دے سکتا۔ اس عاجز نے جیل میں اذان دی۔ مجھے سپرنٹنڈنٹ جیل نے طلب کر کے کہا کہ تو قیدی ہے قیدی قانوناً اذان نہیں دے سکتا اور یہ جیل ہے۔ میں نے کہا کہ میرا وجود قیدی ہے زبان نہیں اور اسلام ہم ڈیوڑھی میں پایا ہر نہیں رکھ آئے۔ اذان کی پاداش میں بیڑیاں لگیں اڑھائی سال تک کوٹھیوں میں بند رہا۔ اور آج پاکستان کا آزاد شہری ہوں۔ کیا تمہارے کان میں پیدائش کے وقت کسی نے اذان نہیں دی؟ میں کل

میری رہائش گاہ اذانوں کی گنج کا جوش قابلِ رویہ تھا۔ جب بھی وہ سحر سامنے آتا ہے تو وہ کامیابی کے شہر بے ساختہ زبان پر آ جاتے ہیں کہ جس طرح حضور اقدسؐ نے عرب کی ہستی کو دہکا اسی طرح اس حادثہ و فحش نے برحق کے متابے میں سبز پرہیزگر سنت و فحش کی یاد تازہ کر دی۔

وہ بجلی کا سڑکا تھا باصوت ہادی

عرب کی زمین جس نے ساری ہادی

نئی ایک گمن دل میں سب کے لگا دی

اک آواز میں سوتی ہستی جگا دی

دوسرے روز پھرے شہر میں ایس ڈی او کے رویہ کے خلاف ہڑتال ہوئی۔ گورنر، کمشنر اور پینڈی اگوائزی کے لیے آئے۔ ریسٹ ہاؤس پکوال میں تمام مسجدوں کے امام و خطیب ملے۔ کافی حوام انہیں ہوئی کمشنر نے کہا کہ صرف مہنی سب کے خطیب سے بات کروں گا۔ کمشنر نے کہا قاضی صاحب! آپ نے ایس ڈی او کے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی ہے؟ قاضی صاحب! اس لیے کہ میں مسلمان ہوں، خدا اور رسول مقبول ﷺ کے حکم کے خلاف میں کوئی حکم نہیں مانا۔

کمشنر صاحب! ایس ڈی او نے اذان بند تو نہیں کی صرف ہاری بانڈھی ہے۔ ایک اذان سے سارے شہر والوں کو آواز پہنچ جائے تو اذان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ قاضی صاحب! اذان کا مسئلہ آواز پہنچانے کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اگر جگہ میں مسلمان کو نماز کا وقت ہو جائے تو وہ اذان دے جہاں جہاں اس کی آواز پہنچے گی درست، یہاں، یہاں، یہاں یہ قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

کمشنر نے کہا: "او جی آؤ انکوائری اچھی تو نہیں قرآن میں آیا ہے کہ او جی آؤ از گدھے کی ہے، کالوں کو بری لگتی ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا تم عربی سے جا ملو۔ تفسیر آیت یہ ہے کہ گدھے کی آواز کرکٹ ہے۔ اس لیے کالوں کو بری لگتی ہے کمشنر صاحب مرحوم ہو گئے ادھر لوگوں نے نفروں بھیر لگا کر کمشنر صاحب نے کہا آپ کو اجازت ہے۔ اجازت ہے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی جہلم آمد

۱۹۵۸ء میں جامعہ حلبہ جہلم کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لیے جب حضرت لاہوری امیر جمیعہ علماء اسلام ۱۵ مارچ روز ہفتہ ریلوے اسٹیشن جہلم پہنچے تو حضرت والدہ گرامی اور حضرت جہلمی کی

قیادت میں ہارودی جمعیت کے رضا کاروں نے سلامی دی اور حضرت لاہوری کو جلوس کے ساتھ قیام گاہ پر لایا گیا۔

نظام العلماء کا قیام

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں جنرل محمد ایوب خان نے مارشل لاء لگا کر عنانِ حکومت خود سنبھال لی اور تمام سیاسی جماعتیں کا عدم قراردادیں گئیں تو جمعیت علماء اسلام کے قائدین نے غیر سیاسی جماعت نظام العلماء قائم کر کے کام جاری رکھا اور نظام العلماء کے امیر بھی حضرت لاہوری اور ناظم اعلیٰ مولانا ہزاروی تھے اور تمام (مشرقی و مغربی) پاکستان میں تنظیمی ڈھانچہ حسب سابق ہی برقرار رہا۔ جنرل ایوب نے حضرت لاہوری اور مولانا ہزاروی کی زبان ہندی کا آرڈر نافذ کر دیا۔ علماء اسلام نے نظام العلماء کی قیادت استاد العلماء حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دی اور علامہ افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے والد گرامی کو بھی مجلس شوریٰ میں شامل کر لیا اور علامہ افغانی نظام العلماء کے سلسلہ میں بڑی جدوجہد فرماتے رہے۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات اور سیاسی جماعتوں کی بحالی

رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ بمطابق ۱۹۶۲ء شیخ الشفیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہو گئی اور اسی سال جب سیاسی جماعتیں بحال ہو گئیں تو حضرت مولانا عبداللہ درخوasti کو جمعیت علماء اسلام کا امیر منتخب کر لیا گیا اور ناظم اعلیٰ حضرت ہزاروی ہی رہے۔ جمعیت کی تنظیم کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد شفیع سرگودھوی (متونی ۱۹۶۵ء) کو شمالی پنجاب کا امیر اور میرے والد گرامی کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا اور پھر حضرت سرگودھوی کی وفات کے بعد آپ کو شمالی پنجاب کا امیر منتخب کر لیا گیا۔

مرزا نیوں کا لاؤڈ سپیکر بند

۳۰ اگست ۱۹۶۶ء بروز منگل ظہر کے وقت جب مدنی جامع مسجد میں مسلمانان شہر کو یہ خبر ملی کہ مرزا نیوں نے لاؤڈ سپیکر پر تقریر شروع کر دی ہے تو حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی قیادت میں مسلمان چل پڑے۔ دوکانیں بند ہونا شروع ہو گئیں۔ قادیانی مسجد کے سامنے اپنے ماتحت عملہ کے ساتھ ایس ایچ او ڈیوٹی دے رہے تھے۔ حضرت قاضی صاحب نے داشگاف الفاظ میں مسلمانوں کے جذبات

کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ لاؤڈ سپیکر کو بند کر دیا جائے کوئی مسلمان اس اشتعال انگیز تقریر کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی دوران میں مسلمانان چکوال کی آمد بڑھنے لگی اور ڈی ایس پی بھی موقع پر پہنچ گئے۔ انہوں نے صورت حال بھانپتے ہوئے نہایت دانش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے لاؤڈ سپیکر کو بند کروا دیا۔ جس کے بعد مسلمانوں کا جلوس نعرہ بکبیر، ختم نبوت زندہ باد، مرزایت مردہ باد کے واضح کاف نعرے لگاتا ہوا دپس مدنی مسجد پہنچ گیا۔ مرزائیوں کی یہ دلیرانہ اشتعال انگیز سرگرمیاں مرزائی سرکاری افسروں اور ملازمین کی سرپرستی کا نتیجہ تھیں۔ چنانچہ مرزائیوں کے اجلاس میں مقامی سول سب جج منظور احمد بسرا اور دیگر سرکاری ملازمین بھی موجود تھے۔ ان کی پشت پناہی ہی سے مرزائی مبلغوں نے اشتعال انگیز تقریریں کیں۔ دوسرے دن ۳۱ اگست کو سول اور پولیس کے مقامی حکام نے مسلمان خطیبوں اور شہر کے معززین کو بلایا۔ جس میں حضرت قاضی صاحب نے اہل سنت کا مطالبہ دہرایا کہ مرزائیوں کو آئندہ کبھی بھی لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی اجازت نہ دی جائے۔ اس میٹنگ کے بعد مرزائیوں نے حکام سے علیحدہ بات چیت کی اور حکام بالا کو بھی قراردادیں بھیجیں۔ چنانچہ مسلمانان چکوال نے صحیح صورت حال حکام بالا تک پہنچانے کے لیے آئندہ جمعہ پر احتجاجی تقریریں کیں اور ایک قرارداد پاس کر کے گورنر مغربی پاکستان کو ارسال کی گئی۔

جمعیت علماء اسلام چکوال کے دفتر کا افتتاح

مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۶۸ء مطابق محرم ۱۳۸۸ء بعد نماز عصر حضرت قاضی صاحب نے مرکزی جامع مسجد سے آگے بازار میں جمعیت علماء اسلام کے دفتر کا افتتاح کیا اور خطاب میں جمعیت کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے۔

تاریخی کانفرنس لاہور

کل پاکستان جمعیت علماء اسلام کی ”تاریخی کانفرنس“ مورخہ ۳-۴-۵ مئی ۱۹۶۸ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار و مچھی دروازہ لاہور کے تاریخی جلسہ گاہ میں منعقد ہوئی۔ دہلی دروازہ سے لے کر مچھی دروازہ تک صوبہ دار اور ضلع دار کیمپ لگے ہوئے تھے اور جلسہ گاہ میں داخل ہونے کے ساتھ استقبالیہ کیمپ تھا۔ شب و روز رہنماؤں کے خطاب ہوئے۔ ۵ مئی بروز اتوار سہ پہر ایک بہت بڑا احتجاجی جلوس ترتیب دیا گیا۔ شرکاء جلوس نے جمعیت کے جھنڈوں کے علاوہ بڑے بڑے پلے کارڈ اور مانوٹھار کھے تھے۔ جن میں

(۱) اسلامی قانون نافذ کیا جائے (۲) مالی توانیں منسوخ کیے جائیں (۳) خاندانی منصوبہ بندی ختم کی جائے (۴) امریکہ سامراج مردہ باد (۵) فرکیٹ اور اشتراکیت اسلام کی دشمن ہیں (۶) اور متعدد دوسرے مطالبات درج تھے۔ حضرت والد گرامی، حضرت عہلی اور مولانا عبداللطیف ہالاکوٹی کی دیوبلی جلوس کی دیکھ بھال کی تھی۔ یہ جلوس حضرت درخشاں کی قیادت میں موہمی دروازہ سے شروع ہوا کہ انہم سڑکوں نار تھ روڈ، میکورڈ، مال روڈ، نسبت روڈ سے ہوتے ہوئے نیو ہسپتال سے گزر کر لوہاری دروازہ سے ہوتا ہوا شام سے پہلے موہمی دروازہ پہنچ گیا اور پانچ ہزار سے زائد علماء کا یہ گروہ کانفرس اور جلوس کی کامیابی پر فرط مسرت سے سربسود ہو گیا۔

اس کانفرس میں مشرقی پاکستان سے شیخ عبدالکریم امیر جمعیت مشرقی پاکستان کی قیادت میں ۲۳ علماء کرام کا وفد بھی شریک ہوا تھا۔

میشنگ میں سناٹا چھا گیا

ان دنوں حکومت کی طرف سے آرڈر تھا کہ مرزا نیوں کو کافر وغیرہ نہ کہا جائے۔ راقم الحروف۔ حافظ محمد اکبر بھلہ اور حکیم منیر اقبال مرحوم ناظم دفتر رس نے ہا ہی مشورہ کر کے مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۶۸ء بروز بدھ رات کو بارہ بجے کے بعد چھتر ہزار سے لے کر مین ہزار ہوتے ہوئے سول ہسپتال بڑی واضح لکھائی کی۔ غلام احمد قادیانی کافر ہے۔ مرزائی کافر ہیں وغیرہ۔ ۱۹ اگست کو اس وقت کے اے سی اور ڈپٹی وغیرہ نے میشنگ کر کے رات کو پولیس پہرہ لگا دیا۔ رات کو پھر ہم نے صبح سحری کے بعد تھانہ سی سے لے کر ریٹ ہاؤس تک خوب لکھائی کی یہاں تک کہ تھانہ اور اے سی کی کوشی کی دیوار پر لکھ دیا۔ ۳۱ اگست دن گزر کر پھر لکھائی کر دی..... ۲ ستمبر کو اے سی نے علماء اور معززین شہر کا اجلاس بلا کر کہا دیواروں پر مرزائی کافر لکھا جا رہا ہے اور پھر میری کوشی پر بھی لکھ دیا گیا جب ہاتی حضرات اپنی اپنی تجویزیں دے کر فارغ ہوئے تو آخر میں والد صاحب نے فرمایا مجھے پتہ نہیں کہ یہ لکھائی کس نے کی ہے؟ لیکن جس نے بھی کی ٹھیک کی۔ یہ خلاف حقیقت بات نہیں۔ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار بلاشبہ کافر ہیں۔ اس پر اے سی نے کہا کہ انہوں نے میری دیوار پر کیوں لکھا ہے؟ آپ نے فرمایا..... کیا آپ کی کوشی حضور ﷺ کے تاج ختم نبوت سے زیادہ وقعت رکھتی ہے۔ الخ..... بس سناٹا چھا گیا اور میشنگ برخاست کر دی گئی۔

حکومت کے خلاف جمعیت کا جلوس

۱۱ دسمبر ۱۹۶۸ء بروز بدھ عطا قائی میٹنگ طلب کر کے حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ نے اراکین جمعیت کو کہا کہ ۱۳ دسمبر بمطابق ۲۲ رمضان المبارک بروز جمعہ نماز جمعہ کے بعد صدر ایوب خان کی غلط پالیسیوں کے خلاف ایک احتجاجی جلوس نکالنے کا پروگرام ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ تعداد میں عوام کو لانے کی کوشش کریں۔ جمعیت علماء اسلام ہمیں کی طرف سے احقر، صوفی سلطان خان صاحب اور نور حسن شریک میٹنگ ہوئے۔ نیز جلوس کا رستہ اور دیگر امور بھی طے کیے گئے تھے۔ ہم نے واپس پہنچ کر تیاری شروع کر دی اور جمعیت کا ایک بہت بڑا جھنڈا تیار کرایا اور بینرز لکھوائے۔

ہم نے مقامی تجویز کے مطابق چکوال جلوس میں شرکت کے لیے تین گروپ تشکیل دیئے، ڈھوک بچہ اور کمال کے کارکن جلوس کی شکل میں براستہ موئندہ ساتھیوں کو لے کر جائیں گے۔ ① ڈھوک اقبال آباد اور ہستی حق چاریار والے پیدل براستہ جوندہ۔ چک عمراء، چک نورنگ سے ہوتے ہوئے ہنوال پہنچیں۔ ② مقامی ہمیں والے امیر پور میٹنگ وغیرہ والوں کو لے کر براستہ چک ملوک پیدل جائیں گے۔ جس وقت ہم ہمیں والے ہنوال پہنچے تو دوسرا گروپ بھی پہنچ گیا اور بڑا جھنڈا حاجی فضل کریم مرحوم، حاجی محمد صادق اقبال آباد والے اور کرم بخش صاحب کو بھارے والے ہاری ہاری اٹھاتے گئے اور جس وقت ہم تحصیل چوک پہنچے تو جہاں وغیرہ سے آنے والا جلوس بھی مل گیا۔ پھر یہ جلوس بڑی سڑک بھون چوک سے ہوتا ہوا مدنی جامع مسجد پہنچا۔ اول گروپ موئندہ سے بس پر اور سانگ موہڑہ الہو وغیرہ ڈھڈیال والے ریل گاڑی پر جھنڈے لہراتے پہنچے اسی طرح ہر طرف سے لوگ جلوسوں کی شکل میں مدنی جامع مسجد پہنچنا شروع ہو گئے۔ نماز جمعہ کے وقت مسجد، چھت، گیلریاں پلاٹ اور گلیاں بھرتی ہوئی تھیں۔ قاضی صاحب رضی اللہ عنہ نے تاریخی خطاب کیا۔ نماز جمعہ پڑھنے کے بعد جلوس کی ترتیب بھون روڈ پر دی گئی۔ حضرت قاضی صاحب تانگہ پر سوار ہوئے۔ سب سے آگے گلہ طیبہ کا بیڑہ تھا۔ جسے ایک طرف سے حاجی محمد صادق اور دوسری طرف سے کرم بخش صاحب نے اٹھایا ہوا تھا۔ پیچھے دیگر مطالبات والے بیڑے اور جھنڈے جلوس والوں نے اٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ نے روانگی کا حکم دیا۔ سب سے پہلے بھون چوک پر آپ نے خطاب کرتے ہوئے صدر ایوب خان کی غلط پالیسیوں پر زبردست نکیر کی۔ پھر کالج کے سامنے چوک پر مول ہسپتال چوک پر وہاں سے جہلم روڈ کی طرف روانہ ہوئے اور مسجد علی کے

سامنے روڑ پر وہاں سے واپس ہوتے ہوئے تحصیل چوک، شہر والے بسوں کے اڑھ پر خطابات کرتے ہوئے آخری خطاب محمد علی ہائی سکول کے سامنے کیا اور دعاہ کر کے جلوس کو منتشر ہونے کا حکم دیا۔

جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

جامع مسجد شیرانوالہ باغ سے جوہی جلوس باہر نکلا، جلوس پر پولیس کی بھاری نفری نے لاشی چارج کیا۔ امیر جمعیت مغربی پاکستان حضرت مولانا صید اللہ الود بٹ، شہید زخمی ہوئے اور بہت سارے علماء کو گرفتار کر لیا گیا۔ ۲۲ دسمبر بروز اتوار عید الفطر کے موقعہ پر ملک کے طول و عرض میں احتجاجات اور لاہور کے خالمانہ لاشی چارج پر ہنگامے ہوئے اور مولانا الود کی زخمی حالت میں گرفتاری پر قرارداد مذمت پاس ہوئیں اور فیلڈ مارشل ایوب خان کے قدم اکھڑنا شروع ہوئے۔ اس موقع پر حضرت والد گرامی کی کئی ہوئی ایک نظم بعنوان ”رواں ہے قافلہ حق کا“ باب ۱۰ منظوم کام میں ملاحظہ فرمائیں۔

جمہوری مجلس عمل کا قیام

صدر ایوب خان نے عوامی لیگ کے سربراہ حبیب الرحمن کو گرفتار کر لیا، ایوب خان کی مخالفت اور حبیب کی رہائی کے لیے عوامی لیگ، بنیٹل عوامی پارٹی پر مشتمل پی ڈی پی (پاکستان تحریک جمہوریت) نے مورخہ ۸ جنوری ۱۹۶۹ء کو ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں ایک اجلاس منعقد کیا جس میں دیگر جماعتوں کے علاوہ جمعیت علماء اسلام کو بھی مدعو کیا چونکہ اجلاس میں جماعت اسلامی اور سیکولر پارٹیاں بھی تھیں اور جمہوری مجلس عمل نے جو منشور شائع کیا تھا ان میں نفاذ اسلام کے مطالبہ کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اس لیے جمعیت علماء اسلام چکوال کے اجلاس میں حضرت والد صاحب نے جمہوری مجلس عمل کے خلاف قراردادیں پاس کیں جس کی شق نمبر ۲ میں یہ لکھا تھا کہ ”جمعیت علماء اسلام کے اس اجلاس کے نزدیک جمہوری مجلس عمل میں مودودی جماعت کی شرکت کے باوجود جمعیت علماء اسلام کی شرکت بہت زیادہ تعجب خیز ہے۔ مودودی جماعت سے جمعیت علماء اسلام کا سیاسی سطح پر اشتراک بھی نتیجہ کے اعتبار سے قوم و ملک کے لیے ضرور رساں ہوگا۔ اس لیے یہ اجلاس جمعیت کے اکابر کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب تک مودودی جماعت ”جمہوری مجلس عمل“ میں شامل ہے تب تک وہ اس میں شامل نہ ہوں۔ لیکن اکابر جمعیت نے اپنا فیصلہ برقرار رکھا اور ڈھاکہ کے اجلاس میں تشریف لے گئے۔ مجلس شورائی کے رکن ہونے کی وجہ سے حضرت درخواستی صاحب رحمہ اللہ نے والد صاحب کے نکت کا بھی انتظام کیا ہوا تھا لیکن شہید بخار میں جلا

ہونے کی وجہ سے ڈھاکنہ جاسکے۔ البتہ مولانا محسن الدین صاحب قاسمی ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام مشرقی پاکستان کو خط ارسال کر دیا تھا جس میں تحریک جمہوریت کے ساتھ عدم اشتراک کی مختلف وجوہ کا ذکر کرنے بعد نمبر ۷ میں لکھا تھا: دوسرا پہلو جس کی وجہ سے بندہ کی صورت میں تحریک جمہوریت سے علماء حق کا اشتراک برداشت نہیں کر سکتا وہ مودودی جماعت کی اس میں شمولیت ہے۔ بندہ دینی اقتدار سے مودودی کو صدر الیوب اور دیگر ملاحدہ سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔

(مکتوب کے بعض اقتباسات کشف خارجیت ص ۲۲۵ سے مطالعہ فرمائیں۔ راقم الحروف)

خاکساروں سے اشتراک

۱۳ مئی ۱۹۷۰ء بمطابق ۶ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ کو لاہور میں جمعیت علماء اسلام کی کوشش سے ۱۹ دینی جماعتوں پر مشتمل جو متحدہ دینی محاذ قائم ہوا تھا اس میں خاکسار جماعت اور ذیلی تنظیم ”نظام الطلبة“ کو بھی شامل کیا گیا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت جہلمیؒ نمبر ص ۴۳ پر لکھتے ہیں..... پہلے بھی بندہ کو جمعیت کی اشتراکی پالیسی سے اختلاف تھا لیکن اب خاکساروں سے اشتراک میرے لیے ناقابل برداشت ہو گیا تھا۔

(نوٹ) علامہ مشرقی کے عقائد کفریہ اور جمعیت علماء اسلام سے استغفاء دینے کی وجوہات معلوم کرنے کے لیے ماہنامہ حق چار یاڑ لاہور کا حضرت جہلمیؒ نمبر ملاحظہ فرمائیں)

جمعیت علماء اسلام سے استغفاء

جمعیت علماء کے قائدین نے جس وقت مودودی جماعت اور پھر خاکساروں کو بھی متحدہ دینی محاذ (۱۹ دینی جماعتوں پر مشتمل) میں شامل کر لیا تو آپ نے اتحادی تحریک کے پیش آنے والے مضمرات کو مذہب حق اہل السنۃ والجماعت کے لیے زہر قاتل سمجھتے ہوئے امیر جمعیت مولانا محمد عبداللہ درخواستی بھٹیہ کی خدمت میں ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ / مطابق ۲۳ جون ۱۹۷۰ء کو استغفاء بھیج دیا جس میں استغفاء کی وجوہ کی تفصیل ہے۔ بخوف طوالت یہاں تحریر کیا برادر مرزا ہد حسین صاحب رشیدی کے مضمون میں پڑھ لیا جائے۔ واقعی..... (المؤمن بنظر بنور اللہ)

حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کا اعتراف حقیقت

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ جہلمی بیہید نمبر ۳۵ پر لکھتے ہیں..... ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۳ء میں حج کے دوران مکہ معظمہ میں مولانا شمس الدین صاحب قاسمی ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام بنگلہ دیش سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ مودودی جماعت سے اشتراک کے عدم جواز کی آپ کی رائے صحیح تھی۔ ہم نے مودودی جماعت سے اشتراک کر کے بڑا نقصان اٹھایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ مولانا مفتی محمود صاحب جب آخری بار ڈھا کہ تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا تھا کہ جماعت اسلامی سے کبھی اشتراک نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ بہت ناقابل اعتماد جماعت ہے۔ کاش کہ حضرت مفتی صاحب شروع سے ہی مودودی جماعت کے بارے میں شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ کے ان الہامی ارشادات پر عمل کرتے جس میں حضرت نے مودودی صاحب کو عظیم فتنہ قرار دیا ہے تو مودودی صاحب کی زہریلی پالیسی سے محفوظ ہو جاتے اور مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ نے ایک عرصہ مودودی صاحب کے ساتھ گزارنے کے بعد مودودی صاحب سے جدا ہو کر حضرت مدنی بیہید کے حقانی موقف کی طرف رجوع کر کے فرمایا ہے..... قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

خاکساری فتنہ کی سنگینی

جن حضرات کی نظر سے خاکساری لڑیچ نہیں گزرا ان کے لیے صرف ایک حوالہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ جس سے خاکساری فتنہ کی سنگینی واضح ہو جائے گی۔

تذکرہ حصہ اردود بیچہ ص ۶۰ میں علامہ مشرقی لکھتے ہیں.....

شیعہ اور سنی، حنفی اور شافعی، مقلد اور غیر مقلد، صوفی اور وہابی وغیرہ میرے نزدیک کوئی شئی نہیں یہ سب جہنم کی تیاری ہے۔ نیز مرزا قادیانی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ العیاذ باللہ.....

خدا کرے کہ موجودہ جمعیت کے قائد محترم مولانا فضل الرحمن صاحب بھی اپنی اشتراکی پالیسی پر غور فرمائیں اور انبیاء علیہ السلام پر تنقیدی نثر چلانے والوں اور صحابہ کرام کے گستاخوں کو اپنی منوں میں جگہ نہ دیں۔

تحریک خدام اہل سنت والجماعت کا قیام

والد گرامی ماہنامہ حق چار یاڑ کے جہلی نمبر ۵۵ میں لکھتے ہیں.....

جمعیت علماء اسلام سے منسلک ہونے سے بھی ہمارا مقصد مذہب اہل سنت والجماعت کا فروغ اور غلبہ تھا۔ جب جمعیت کی اختیار کردہ سیاسی پالیسی سے یہ محسوس ہوا کہ اس طرح تو مذہب اہل سنت کے اصول کو نقصان پہنچ رہا ہے تو بندہ نے مجلس خدام اہل سنت کے نام سے ایک مذہبی تنظیم قائم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حسن اتفاق سے انہی دنوں میں حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب زید مجدہم (مرید شیخ الاسلام حضرت مدنی اور خلیفہ حضرت پیر خورشید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے سالانہ جلسہ مخدوم پور پہوڑاں ضلع خانیوال میں حاضر تھا تو وہاں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم حضرت پیر خورشید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن قصبہ عبدالحکیم بھی تشریف لائے ہوئے تھے جب میں نے آپ کی خدمت میں مجلس خدام اہل سنت کے قیام کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور جو بھی جلسہ میں مبلغ آتا آپ اس سے فرماتے کہ خدام اہل سنت میں شامل ہو جاؤ۔ حضرت پیر صاحب قدس سرہ کی تائید و دعاء سے بندہ بہت مطمئن ہوا مگر واپس آ کر ۲۱۔ رجب ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۹ء میں نے خدام اہل سنت و جماعت کی دعوت کے عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں مذہب اہل سنت کے برحق ہونے کے دلائل پیش کرنے بعد آخر میں خدام اہل سنت کے قیام کا مقصد بیان کرنے کے بعد یہ لکھا کہ.....

ہذا اس مقصد عظیم کے لیے مخدوم العلماء حضرت مولانا پیر خورشید احمد صاحب ساکن قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان (خلیفہ اعظم شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ) کی قیادت و امارت میں مجلس خدام اہل سنت و جماعت کے نام سے ایک جماعت قائم کر دی ہے (مورخہ ۲ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ / بمطابق ۱۹ مئی ۱۹۶۹ء بروز جمعہ) اور اس جماعت کی دعوت کوئی نئی نہیں بلکہ اس کا مقصد چودہ سو سال کے مذہب اہل سنت کی ہی تبلیغ و حفاظت ہے..... حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے محررہ بالا ارشاد کی روشنی میں ضروری ہے کہ مسلمانان اہل سنت اپنے مذہب حق کی بنیاد سنت و جماعت کے تحت دین اسلام کی تبلیغ و حفاظت کریں۔ ہم تمام سنی مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنے مذہب کی خدمت و اشاعت کا فریضہ انجام دیں۔ رما علینا اللہ (لا یلہ الا اللہ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص و ہمت عطا فرمائیں۔ آمین

(نوٹ) شروع میں تو مجلس خدام اہل سنت نام تجویز کیا بعد میں مجلس کے بجائے تحریک کا لفظ اختیار کر لیا گیا۔ ”تحریک خدام اہل السنۃ والجماعت پاکستان“

مذہبی خدمات اور فرقوں کا تعاقب

حضور ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی کہ ان بنی اسرائیل تفرقت علی النبین ملۃ وتفرق امتی ثلاث و سبعین ملۃ کلہم فی النار الا ملۃ واحده قالوا من ہی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی [رواہ الترمذی] مشکوٰۃ شریف بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت بہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جن میں سوائے ایک فرقہ (ملت) کے سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور وہ کون لوگ ہوں گے؟ تو فرمایا ”جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے۔“ ما انا علیہ سے مراد سنت رسول ﷺ ہے۔ اور و اصحابی سے مراد حضور ﷺ کی فیض یافتہ جماعت ہے۔ چنانچہ ان نازی فرقوں میں سب سے پہلے حضور ﷺ کے آخری دور حیات میں مدعی نبوت میلہ کذاب پیدا ہوا اور آپ نے اس کے خلاف صحابہ کرام کو جہاد کی تیاری کا حکم دے دیا۔ ابھی یہ لشکر تیار ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا اور جانشین رسول خلیفہ باافضل بالتحقیق صدیق اکبر ﷺ نے سب سے پہلے اسی لشکر کو روانہ فرما کر ختم نبوت کے منکر کو داصل جہنم کرایا۔ اس کے بعد کئی دجال پیدا ہوئے جن میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ میرے دادا مرحوم نے تو مرزائیوں کے خود ساختہ اور انگریزوں کے پروردہ مجھوٹے مدعی نبوت قادیانی کو دو سال تک عدالت میں سرگرداں رکھ کر اتنا ذلیل و خوار کیا کہ قیامت تک مرزائی نہیں بھول سکتے۔ کیا وہ بھی نبی ہو سکتا ہے جو عدالت میں تحریری حلف نامہ لکھ کر دے اور معافی مانگے؟ روئیداد مقدمہ کے لیے ”تازیانہ عبرت“ معروف بہ منتہی قادیان قانونی کتب خانہ میں یعنی روئیداد نو جداری مقدمات گورداسپور۔

(ملنے کا پتہ..... مکتبہ عثمانیہ مدرسہ خلیفہ اشرف العلوم رجسٹرڈ برہنہ ملیح میانوالی)

..... مرزا ایت کا تعاقب

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرزا ایت کا خوب تعاقب کیا۔ جس وقت ۱۹۶۶ء میں بعض افسروں کی پشت پناہی کی بنا پر مرزائیوں نے مکمل کر اپنا مذہبی اور تبلیغی دائرہ عوام تک پھیلاتا چاہا اور کچھ اس قسم کی اشتعال انگیز مذہبی سرگرمیاں دکھائیں تو آپ نے بروقت قدم اٹھا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے

مرزائیت کو خاموش کر دیا۔ اور علاقہ میں شتم نبوت کے موضوع پر خود بھی اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر علماء کرام حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف صاحب بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی اللہ یار صاحب چیچہ وطنی رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کر کے تقریریں کروائیں اور اللہ کے فضل و کرم سے مسلمان اس فتنہ سے پوری طرح آگاہ ہو گئے اور اس کے بعد پھر مرزائی سر اٹھانے کے قابل ہی نہ رہے۔ ذالک فضل اللہ یونہی من یشاء۔

اس موضوع پر آپ نے قادیانی دجل کا جواب اور آیت خاتم النبیین کا صحیح مفہوم ○ کشف التلبیس یعنی ایک مرزائی ٹریکٹ کا جواب ○ اعجاز الحق بجواب اظہار الحق وغیرہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔

..... فتنہ رافضیت

انگریزی حکومت نے مرزائیت کی طرح فتنہ روافض کی بھی خوب آبیاری کی تھی۔ ثبوت کے لیے ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔ ”تحریک شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ انگریزی سرکار کی زبان میں۔“

(”انڈیا آفس لندن میں محفوظ ریکارڈ کارڈ اور ترجمہ، مرتبہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ)
اس بات کو نوٹ کیا ہے کہ عبید اللہ کی اسکیم میں کسی شیعہ کا نام شامل نہیں ہے۔ اس نے شیعہ لوگوں پر بے اعتمادی ظاہر کی ہے اس پر خاص طور سے توجہ کرنی چاہیے۔ ارنلٹ۔“

واضح رہے کہ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ کو ارادۂ شامل نہیں کیا تھا کیوں کہ آپ کے سامنے ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ تھی۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ..... مؤمن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا۔ ذیل میں رافضیوں کی اسلام دشمنی اور چند غلط نظریات کا حوالہ دیا جاتا ہے..... ملاحظہ فرمائیں۔

رافضیت کی اسلام دشمنی

سید کلب عباس سیکرٹری انڈیا شیعہ کانفرنس نے ایک خط لکھا جس کے جواب میں دسمبر ۱۹۳۹ء کی اشاعت کے ص ۱۲ پر مدیر طلوع اسلام نے تحریر کیا ہے..... قارئین طلوع اسلام خوب جانتے ہیں کہ شیعہ سنی تنازع کے متعلق ہماری روش کس قسم کی رہی ہے لیکن ہم سید صاحب سے بادب دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا انہوں نے کبھی اس پر غور فرمانے کی بھی تکلیف گوارا فرمائی ہے کہ شیعہ حضرات کا طرز عمل کس درجہ اختلاف قلبی اور اجتماع ملی پیدا کرنے والا ہے؟ (ایک جھٹک ملاحظہ ہو) لکھنؤ کی کشمکش کے دوران یہاں تک کہہ دیا گیا کہ ہندو اگر شیعہ حضرات کے مطالبات مان لیں تو انہیں اجازت ہوگی کہ مساجد کے سامنے

باجا بنائیں اور ذبیحہ گاؤ کو قاتل ناروک دیں۔ شیعہ حضرات کو ہدایت کی گئی کہ ہندوؤں سے خرید و فروخت کریں اور مسلمانوں کا بایکٹ کر دیں۔ کئی بار شیعوں کے لیے مسلمانوں سے الگ جداگانہ انتخاب اور مخصوص نشستوں کی آوازیں اُنھیں۔ ابھی حال میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ شیعہ ایک جداگانہ اقلیت ہیں۔ (بحوالہ شمس الاسلام، بھیرہ ۱۶ دسمبر ۱۹۳۹ء ص ۴)

اُمہات المؤمنینؑ کے خلاف خبیث باطن کا اظہار

معتبر سند سے منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ اپنی جائے نماز سے اس وقت تک نہیں اُٹھتے تھے جب تک کہ چار ملعون مردوں اور چار ملعون عورتوں پر لعنت نہ کر لیں۔ پس چاہیے کہ ہر نماز کے بعد یہ کہے.....
اے اللہ ابوبکر، عمر، عثمان، اور معاویہ پر اور عائشہ، حفصہ، ہندہ، اور ام الحکم پر لعنت کر۔

(عین الحجۃ ص ۵۹۹ مطبوعہ ایران مولف علامہ باقر مجلسی)

(۲) ابن بابویہ نے کتاب علل الشرائع میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب ہمارے قائم (یعنی امام مہدیؑ) ظاہر ہوں گے تو وہ (حضرت) عائشہؓ کو زندہ کر کے ان پر حد لگائیں گے اور اس سے حضرت فاطمہؓ کا انتقام لیں گے (حق یقین ج ۲ ص ۳۴۷، مطبوعہ معجمہ ان)

ما تھی مجتہد محمد حسینؑ ڈھکواؤں سرگودھا اپنی کتاب تجلیات صداقت ص ۷۸ میں لکھتا ہے.....
باقی رہاؤلف کا یہ کہنا کہ عائشہؓ مومنوں کی ماں ہیں ہم نے ان کے ماں ہونے کا انکار کب کیا ہے مگر اس سے ان کا مومنہ ہونا تو ثابت نہیں ہوتا ماں ہونا اور ہے اور مومنہ ہونا اور ہے۔

تبصرہ

سچ ہے کل اناء ینزع بما فیہ۔ ہر برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ چٹھائے شک مومنوں کی روحانی ماں ہیں کافروں کی نہیں رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے۔
النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجه امہاتہم۔ (سورۃ احزاب آیت ۶) نبی ﷺ مومنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ (عزیز) تعلق رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں..... اور اسی سورۃ کی آیت نمبر ۵۷ میں ارشاد فرمایا ہے..... بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فیض نبوت کا انکار

لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرنا حضور ﷺ کے فرائض میں سے ایک فریضہ تھا۔ اور آپ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کا تزکیہ کر کے انہیں ہدایت کے ستارے بنا دیا۔ ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم جس کے پیچھے چلو گے ہدایت ہی پاؤ گے۔ اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”سو اگر وہ بھی اس طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم (صحابہ) ایمان لائے ہو، پس تحقیق ہدایت پائیں گے۔ (بقرہ آیت ۱۳۷)

اب روافض کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ابو جعفر (یعنی امام محمد باقر) سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ سوائے تین کے، راوی نے پوچھا وہ تین کون تھے؟ تو آپ نے فرمایا مقداد بن الاسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہم و برکاتہ.....

(فردع کافی کتاب الروضہ ص ۱۱۵ مطبوعہ لکھنؤ)

اور لکھتے ہیں.....

اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے امر خلافت کو چھپایا اور جب اپنے مددگار نہ پائے تو آپ نے مجبور ہو کر (ابوبکرؓ کی) بیعت کر لی۔

(فردع کافی کتاب الروضہ ص ۱۳۰)

قرآن کا انکار

کتاب فصل الخطاب مؤلفہ مرزا حسین بن مرزا محمد تقی النوری ص ۲۲۷ میں لکھتے ہیں کہ..... سید نعمت اللہ الجزائری نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ قرآن میں تحریف و تبدیلی کے ثبوت میں دو ہزار سے زیادہ روایات موجود ہیں..... اور علامہ مجلسی وغیرہم اکابر علماء کی ایک جماعت نے ان احادیث کے مستفیض اور مشہور ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور شیخ طوسی نے بھی ”تفسیر البیان“ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ ان (تحریف قرآن) روایات کی تعداد زیادہ ہے بلکہ علماء کی ایک جماعت نے ان روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

شیعہ کلمہ

تمام امت مسلمہ بخود سوسالی سے حضور خاتم النبیین ﷺ کا پڑھنا ہوا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد و صوں کلمہ پڑھتی ہیں آری ہے لیکن شیعہ عقیدہ کی چار اور آواز میں بظاہر یہی کلمہ پڑھتے رہے اور بالآخر بھٹو دور حکومت میں حضرت بھٹو کی نصرت کی وجہ سے انہوں نے نہاب و دنیا میں اپنا کلمہ منکوح کر لیا۔ لا الہ الا اللہ محمد و صوں اللہ، علی ولی اللہ و صی رسول اللہ و حلیفہ ملا فصل اور اس کی تحریر میں یہ لکھا کہ۔

کلمہ اسلام کے اقرار اور ایمان کے عہد کا نام ہے۔ کلمہ پڑھنے سے کافر مسلمان ہو جاتا ہے کلمہ میں توحید و رسالت ماننے کا اقرار اور امامت کے عقیدے کا اظہار ہے۔ ان عقیدوں کے مطابق عمل کرنے سے مسلمان مؤمن بنتا ہے۔ (رہنمائے مسلمانہ ص ۳۵)

شیعہ کا مسلمانوں سے انتقام

ہو اگر میت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہل بیت ہو اور نماز (جنازہ) کی ضرورت پڑھنا پڑے تو بعد پونہ بجیر کے کہے (ترجمہ) اے اللہ اس بدے کو اپنے بدوں اور شہروں میں رسوا کر، اے اللہ اس کو اپنی جہنم کی آگ میں داخل کر۔ اے اللہ اس کو اپنا سخت عذاب چکھا۔

(تحریر الامام ج ۱ ص ۲۲۵، ایضاً من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۹۸)

ابھی آتش کفر ٹھنڈی نہیں ہوئی

پور بنے! حرم امام مہدی کے حوالہ سے ملا باقر مجلسی حق البعین ج ۲ ص ۳۲۷، در اثبات رجعت پڑھتے ہیں۔

از علامات حضور حضرت قائم آنت کہ بدن برہنہ ای در پیش قرص آفتاب ظاہر خواہد شد۔ سورج کی تیرہ کے سامنے نئے بدن نمودار ہوں گے (العیاذ باللہ) اور لکھتے ہیں و نعمان روایت کردہ است از حضرت محمد باقر کہ ہوں قائم آل محمد بیرون آمد اول کے بادیعت کند محمد۔ و بعد از اس علی (استغفر اللہ) اور سب سے پہلے اس کی بیعت حضور ﷺ اور اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کریں گے (ایضاً ج ۲ ص ۳۲۷) کیونکہ تمام کرا اور بغوات سنیں۔۔۔ حرم امام مہدی جب مدینہ پہنچیں گے۔ بعد از اس روز امر

فرمایہ..... تین روز کے بعد فرمائیں گے کہ دیوار توڑو اور دونوں کو قبر سے باہر نکالو۔ پس دونوں کو قبر سے نکالا جائے گا۔ اسی طرح جس طرح رکھا گیا تھا۔ پس فرمائیں گے کہ ان کے کفن ان کے بدن سے اتارو اور پھاڑو اور ان کو خشک درخت سے لٹکا کر ختم کر دو۔ فارسی عبارت یوں ہے..... کہ دیوار شکافند و ہر دور از قبر بروں آورند۔ پس ہر دورا بدن تازہ آور دہماں صورت کہ داشتہ اند۔ پس بفرمایہ کہ کفنہارا از ایشان را بدر آورند و بشکاید ایشان راہ بخلق کشند بر درخت خشکے۔ (حق الیقین فارسی ج ۲ ص ۳۶۱، در اثبات رجعت)

قارئین حضرات! ذرا غور فرمائیں اس عبارت کا لفظ بلفظ شیعہ کے حضراتِ شیعین رضی اللہ عنہما کے خلاف بغض و عنیض کا مظہر ہے۔ ان دشمنانِ دین و ایمان کو حضور ﷺ کے روضہ اطہر کی دیوار پھاڑتے نہ خدا کا خوف دل میں آیا اور نہ رسول اللہ ﷺ سے ذرا برابر شرم و حیا آئی۔ پھر جب ان حضرات کو باہر نکالنے پر دیکھا کہ ان کے بدن مبارک جوں کے توں تازہ رکھے ہیں اور کفن تک کو مٹی نے میلا نہیں کیا۔ تو عقل و خرد کے دشمنوں کو پھر بھی حضراتِ شیعین کا مرتبہ عظیمہ و جلیلہ نظر اور سمجھ نہ آیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خدا گنجے کو ناخن نہ دے

امام جعفر صادق سے روایت ہے..... وقتیکہ قائم علیہ السلام ظاہری شہر پیش از کفار ابتداء بہ سنیاں خواہد کرد با علمائے ایہاد ایشان را خواہد کشت (ایضاً حق الیقین ص ۵۲۷) جس وقت قائم (یعنی امام مہدی) ظاہر ہوں گے تو کافروں سے پہلے وہ سنیوں کو ان کے علماء سمیت قتل کریں گے۔ (العیاذ باللہ) ان علماء حضرات کو جنہوں نے روافض کو اپنے پہلو میں بٹھائے رکھا ہے۔ شیعہ کے ان ایمان سوز نظریات پر غور فکر کی دعوت دی جاتی ہے اور اس سلسلہ میں حضرت والدِ گرامی کا بڑا مشہور قول ہے کہ.....

”جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا نہیں وہ ہمارا نہیں ہو سکتا۔“

نیز بانی تحریک خدام اہل سنت نے حب اہل بیت کے نعرے کی آڑ میں مذکورہ بالا عقائد رکھنے والے روافض سے مسلمانوں کے ایمان کو بچانے کے لیے فیضانِ نبوت اور مقامِ صحابہ و اہل بیت بہستی بہستی اور قریہ قریہ (شادی کا موقع ہو یا غمی کا) شب و روز بیان کرتے ہوئے عمر گزاری ہے اور اگر ایک یا دو آدمی بھی ملنے کے لیے آ جاتے تو انہیں بھی اس مہلک فتنہ سے آگاہ کرتے ہوئے مذہب اہل سنت پر

بار بندہ رہنے کی تہمت کرتے ہوئے فرماتے کہ اپنے برحق مذہب پر محنت کرو۔ سنی محنت نہیں کرتے۔ دیکھو
غل جوئے مذہب کو پھیرنے کے لیے کتنی محنت کرتے ہیں اور سنی غفل ہے۔

مذہب اہل سنت والجماعت کے اصولی عقائد کی ترجیحی اور باطل کا ظلم توڑنے کے لیے آپ
نے قوم کو حسب ذیل غرے یا دعوائے المذہب والہ یا اللہ مدد یا اللہ مدد اصلی کلمہ اسلام
(واللہ اعلم بالصواب محمد رسول اللہ) زعمو باد۔ یعنی کلمہ نہیں پڑھے گا نہیں پڑھے گا تاج و تخت ختم نبوت۔۔۔
زعمو باد۔ شمعن مکیہ۔ زعمو باد۔ حضرت راشدہ۔ حق چار یار۔۔۔ جب کہ جماعتی مانو کے طور پر
تین اعتدالت حق دیئے۔ ① یا اللہ مدد ② اصلی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ③ خلافت راشدہ
حق چار یار۔۔۔ ان تین اعتدالت پر اتنی محنت فرمائی کہ آج نہ صرف علاقہ پھوال بلکہ ملک کا ہر سنی مسلمان ان
اعتدالت کے ذریعہ صدائے حق بلند کرتے نظر آتا ہے اور تحریری میدان میں آپ نے ④ پاکستان میں
تبدیلی کلمہ اسلام کی ایک خطرناک سازش ⑤ ہم ماتم کیوں نہیں کرتے ⑥ چار لاکھ روپیہ اخام
⑦ بیعت اللہ مرینہ بصری شہادت الحسین (صفحات ۵۵۵) ماتمی مجتہد محمد حسین ذہلوی کی کتاب تجلیات
صداقت پر ایک اعلیٰ تقریر ⑧ بیعت حضرت امیر مٹوویہ ⑨ اتحادی فتنہ ⑩ عظمت صحابہ اور حضرت
مدنی بیعت ⑪ تقسیم فتنہ ⑫ صحابہ کرام اور پاکستان ⑬ عقیدہ خلافت راشدہ اور امامت ⑭ شیعہ مذہب
⑮ لائٹاٹری شیعہ کیوں کافر ہیں ⑯ یادگار حسین ⑰ سنی مذہب حق ہے۔ وغیرہ تالیف فرمائیں۔ نیز تحفہ
خلافت، شہادت حسین و کردار یزید، جمعیت علماء اسلام کے اسلامی منشور سمیت درجنوں کتابوں پر درج
مقصد سے تحریر کیے۔

..... فتنہ مودودییت

مودودی صاحب کی نامکمل تعلیم اور گمراہ کن اجتہادات

جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کی ولادت ۱۹۰۳ء میں ہوئی۔ دنیاوی تعلیم کے علاوہ
مولوی اور مولوی عالم نامکمل صرف چھ ماہ پڑھا والد سید احمد حسن پر قاج کا سخت اثر ہوا اور وہ والدہ محترمہ کو
ساتھ لے کر بھوپال پہنچے۔ (ماہنامہ قومی ڈائجسٹ جنوری ۱۹۸۰ء)

مودودی صاحب خود فرماتے ہیں اور میں نے اتنی استعداد بہم پہنچائی کہ انگریزی زبان، تاریخ،
تلفظ، سیاسیات، معاشیات، مذہب اور عمرانیات کا مطالعہ کر سکا اور کبھی مجھے علمی مضامین کے لکھنے میں

وقت نہیں ہوئی۔ (سیارہ ذابجست مودودی نمبر ۱۱۸، ۱۹۷۹ء زیر عنوان میری آپ بیتی)

مودودی صاحب نے باقاعدہ درس نظامی نہیں پڑھا ملاحظہ فرمائیں..... مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے۔ میں ایک بیچ کی راہ کا آدمی ہوں جس نے جدید و قدیم دونوں طریقہ ہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے اور دونوں کو چوں کو چل پھر کر دیکھا ہے اپنی بصیرت کی بنا پر نہ تو میں قدیم گروہ کو سراپا خیر سمجھتا ہوں اور نہ جدید گروہ کو۔ (ترجمان القرآن ربیع الاول ۱۳۵۵ھ)

روزنامہ جنگ راولپنڈی مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۷۹ء میں مودودی صاحب کی خودنوشت سوانح حیات شائع ہوئی تھی۔ اس سے اقتباس ملاحظہ ہو..... رفتہ رفتہ ان کے (والد صاحب) صحت یاب ہونے کی تمام امیدیں منقطع ہو گئیں اور اب زندگی کے تلخ حقائق نے بزور اپنے آپ کو محسوس کرانا شروع کیا۔ ڈیڑھ دو سال کے تجربات نے یہ سبق سکھایا کہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے اپنے ہیروں پر آپ کو کھڑا ہونا ضروری ہے اور معاشی استقلال کے لیے جدوجہد کیے بغیر چارہ نہیں۔ فطرت نے تحریر و انشاء کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ عام مطالعے سے اس کو اور تحریک ہوئی اسی زمانے میں جناب نیاز فتح پوری سے دوستانہ تعلقات ہوئے اور ان کی محبت بھی وجہ تحریک بنی اس کے علاوہ دفتری ملازمت کی طرف کوئی میلان نہ تھا اور اس قسم کی زندگی اختیار کرنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ غرض ان تمام وجوہ سے یہی فیصلہ کیا کہ قلم ہی کو وسیلہ معاش قرار دینا چاہیے۔ الخ..... نیز مودودی صاحب کی داڑھی کی ابتدا ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ گویا ۳۵ سال کی عمر تک مودودی صاحب نہ صرف کلین شیور بنے بلکہ انگریزی لباس یعنی ٹائی، کوٹ، چٹلون کا استعمال بھی کرتے رہے۔ روزنامہ خبریں اسلام آباد کے سنڈے میگزین مئی ۳/۲۱ ستمبر ۱۹۷۹ء میں مودودی صاحب کے بیٹے حیدر فاروق مودودی کا انٹرویو شائع ہوا ہے جس میں وہ اپنے والد کی سیرت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ مودودی صاحب نے اردو نثر نگاری کی تربیت علامہ نیاز فتح پوری سے پائی..... ان کی تحریر کو علامہ نیاز فتح پوری نے جلا بخشی..... جوش ملیح آبادی سے ان کی بچپن کی دوستی تھی۔ چچا ابوالخیر کے ساتھ جوش صاحب اکثر ہمارے گھر آتے تھے (نوٹ) نیاز فتح پوری ایک دھریہ لکھ اور منکر حدیث تھا اور جوش ملیح آبادی جہاں عالی شیعہ تھا وہاں دھریہ اور لکھ بھی تھا اور اس نے اپنی ایک کتاب میں شراب و کباب کے ساتھ ساتھ اپنی زنا کاری اور بدکاری کے واقعات تک بڑے فخریہ انداز

میں لکھے ہیں۔

کند ہم ضض با ہم ضض پرواز

کبوتر با کبوتر باز با باز

ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۷ء میں مودودی صاحب کے انٹرویو سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں..... جب میں کالج کی تعلیم سے فارغ ہوا تو اس وقت میری عمر سولہ سترہ سال تھی۔ اس کے بعد میں نے آوارہ خوانی شروع کی جو کچھ ملا پڑھ ڈالا۔ ہر عنوان پر ہر قسم کی کتابیں پڑھیں۔ اس آوارہ خوانی کا نہایت ہی خطرناک نتیجہ برآمد ہوا۔ خدا اور آخرت پر سے یقین اٹھتا چلا گیا۔ تشکک اور ارباب سے ایمان و ایقان کی بنیادیں منہدم ہو گئیں۔ خدا کا وجود کچھ میں نہ آتا تھا تمام دینی عقائد لغو اور غیر منطقی نظر آتے تھے۔ ایک ڈیڑھ سال تک یہی کیفیت رہی..... مودودی صاحب پر ان ابتدائی بری صحبتوں اور آوارہ خوانی کے اثرات ایک ڈیڑھ سال تک نہیں بلکہ موت تک رہے تھے۔

رسائل و مسائل ص ۳۱۵ حصہ اول میں لکھتے ہیں.....

میرا طریقہ ہے کہ میں بزرگان سلف کے خیالات اور کاموں پر بے لاگ تحقیقی و تنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں جو کچھ ان میں حق پاتا ہوں۔ اسے حق کہتا ہوں اور جس چیز کو کتاب و سنت کے لحاظ سے یا حکمت عملی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا۔ اس کو صاف صاف نادرست کہہ دیتا ہوں۔ مودودی صاحب کا ذہنی سانچہ ملاحظہ فرمائیں۔ میں نے کچھ چیزوں کو حق پایا ہے اور ان پر میں پورے قلبی و دماغی اطمینان کے ساتھ ایمان لایا ہوں اور کچھ چیزوں کو میں نے باطل پایا ہے اور ان کو قلب و دماغ کے متفقہ فیصلہ کے ساتھ رد کر چکا ہوں۔ (سیارہ ڈائجسٹ مودودی نمبر ص ۱۲۲، دسمبر ۱۹۷۷ء)

خود ساختہ مجتہد کا ایک اور نظریہ..... عربی زبان کی تعلیم کا پرانا ہولناک طریقہ اب غیر ضروری ہو گیا ہے۔ جدید طرز تعلیم سے آپ چھ مہینے میں اتنی عربی سیکھ سکتے ہیں کہ قرآن کی عبارت سمجھنے لگیں۔

(تہمات ج ۲ ص ۲۹۵، طبع چارم)

اسی غلط معیار پر (نیم ملاں خطرہ ایمان) مودودی صاحب نے تفسیر لکھ دی اور جگہ جگہ ٹھوکریں کھائیں.....

ہم تو ڈوبیں ہیں منہم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

اور سنئے..... جب تک مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ قرآن و سنت تک بلا واسطہ دسترس حاصل نہ کرے گا اسلام کی روح کو نہ پاسکے گا۔ نہ اسلام میں بصیرت حاصل کر سکے گا۔ وہ ہمیشہ ترجموں اور شرحوں کا محتاج رہے گا۔ (نتیجعات ص ۲۲۱) قرآن و سنت ہم تک واسطوں سے پہنچا ہے لہذا کوئی طبقہ بلا واسطہ ترجموں اور شرحوں کے بغیر قرآن و سنت کی روح تک کیونکر رسائی حاصل کر سکے گا؟ مودودی صاحب نے یہاں

نک جسارت کرتے ہوئے لکھا ہے
قرآن و سنت رسول سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ڈیڑوں سے نہیں ان کے
بڑھانے والے اپنے ہونے ہائیں جو قرآن و سنت کے ملزوم ہائے ہیں۔ (ایضاً تنبیہات ص ۱۳۸)
تبصرہ

فقہ مسودودیت کا اصل کرشمہ اور منشا کہ قرآن و سنت کو سمجھنے کے لیے مختصر کو رس کافی ہے۔ تفسیر و
حدیث کے پرانے ڈیڑوں کی ضرورت ہی نہیں۔ گویا مسودودی کے پیروکاروں کو حدیث کے بھی نئے
ڈیڑے بنانے پڑیں گے۔ صحابہ کرامؓ تو ہاؤ جو دربی دان ہونے کے قرآن سمجھنے کے لیے تفسیر اور حدیث
کے محتاج تھے لیکن مسودودی مقلدوں کو ان کی ضرورت نہیں۔ انہی مللا اجتہادات سے مسودودی صاحب
نے قرآن و سنت کے نام پر قتلوں کا دروازہ کھول دیا ہے۔ (اللہم (عذرا عنہم

مسنون داڑھی کا انکار

ایک سائل کے جواب میں مسودودی صاحب لکھتے ہیں.....

میں اسوہ، سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان ملبومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب
سمجھتا ہوں جو بالعموم آپ حضرات کے ہاں رائج ہیں۔ آپ کا یہ خیال کہ نبی ﷺ جتنی بڑی داڑھی
رکھتے تھے اتنی ہی بڑی داڑھی رکھنا سنت رسول یا اسوہ رسول ہے۔ یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عادات
رسول ﷺ کو بعینہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء
علیہم السلام مبعوث کیے جاتے رہے ہیں مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں
ہے۔ بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر زور دینا ایک
سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے۔ جس سے نہایت برے نتائج پہلے بھی ظاہر ہوتے
رہے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہونے کا خطرہ ہے۔ (رسائل و مسائل حصہ اول ص ۲۰۹ تا ۲۱۶)

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ "مسودودی لمہب" میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں.....

یہاں مسودودی صاحب نے داڑھی کو عادت رسول میں شمار کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے
داڑھی بڑھانے کو انبیاء کی سنتوں میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ عن عائشہ رضی اللہ
عنہا قالت قال رسول اللہ عشر من الفطرة لیس الشارب واحفاء اللحیة والسواک (مسلم

ابوداؤد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا..... دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ مونچھوں کا کتر دانا اور ڈاڑھی کا بوجھانا اور مسواک کرنا وغیرہ۔ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں..... معناه انها من سنن الانبياء صلوة الله وسلامه عليهم اس کا معنی یہ ہے کہ یہ دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں (ب) تمام مجتہدین و فقہاء امت نے ایک مشدّد ڈاڑھی کو سنت قرار دیا لیکن ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اس کے سنت سمجھنے کو ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین قرار دے رہے ہیں۔ ((صغفر اللہ))۔

کہیں ڈاڑھی کے متعلق صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کے حالیہ بیانات مودودی نظریات کی ترجمانی تو نہیں؟

اسلامی فلم سازی

ماہنامہ مصور لاہور نے ”مولانا مودودی کا خاص انٹرویو“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے.....

مولانا مودودی نے ایک خصوصی انٹرویو کے دوران ارشاد فرمایا کہ فلم سازی خلاف اسلام نہیں ہے بشرطیکہ یہ اسلام کی قائم کردہ حدود کے اندر ہو۔ مولانا نے ایک اور سوال کے جواب میں بتایا کہ ”کوئی ضروری نہیں کہ عورتوں کو بھی پردہ فلم پر پیش کیا جائے۔ لیکن اگر ان کا پیش کیا جانا ناگزیر ہو تو انہیں اس طور پر پیش کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی حدود اس سے متاثر نہ ہوں۔

بانی تحریک خدام اہل سنت تبرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں.....

یہ ہیں مودودی صاحب کے ماڈرن اسلام کے آزاد نظریات، سنجیدہ اور سمجھ دار طبقہ جانتا ہے کہ سینما اور فلم نے اسلامی تہذیب و اخلاق کو کتنا نقصان پہنچایا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ فلموں میں خواہ اسلامی واقعات دکھلائیں جائیں۔ اس کا پارٹ ادا کرنے والے اور ہیرو تو ایکٹرا اور ایکٹریسیں ہی ہوں گی۔ پھر وہ فلم پر ایکٹروں کے مناظر کو آپ اسلامی حدود میں کیسے قائم رکھ سکیں گے؟ جو اسلام عورتوں کو پردہ کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو اذان اور بلند آواز سے قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا تا کہ غیر محرم ان کی صورت اور آواز کے فتنہ سے بچ جائیں۔ وہ اسلام ان کو پردہ فلم پر لانے کی کیونکر اجازت دے سکتا ہے۔ ہاں یہ جدا بات ہے کہ مودودی صاحب اپنی جماعت اسلامی کے صالحین اور صالحات میں سے ہی ایک جماعت ایکٹروں اور ایکٹریسوں کی تیار کریں جو اسلامی حدود میں فلم سازی کو کامیاب بنا سکیں اور ان کی یہ صالح

فلم سازی اشاعت و ترقی اسلام کا ذریعہ بن جائے۔ واللہ العالی (مودودی صاحب ص ۶۶، ص ۶۷)

حدیث کے متعلق مودودی نظریہ

مودودی صاحب کے منکر حدیث نیاز فتح پوری سے دوستانہ تعلقات اور ان کے بیٹے حیدر فاروق مودودی کا انٹرویو کہ مودودی صاحب نے اردو نثر نگاری کی تربیت اپنے استاد علامہ نیاز فتح پوری سے پائی ملاحظہ ہو..... ان کی تحریر کو علامہ نیاز فتح پوری نے جلا بخشی ”آپ پڑھ چکے ہیں کہ اسی منکر حدیث کی تربیت کا اثر اور فیض ہے کہ مودودی صاحب نے یہاں تک لکھ دیا ”قرآن و سنت رسول سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ الخ لیجئے نیاز صاحب تو صرف حدیث سے بے نیاز ہوئے اور تربیت لینے والا تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے ہی بے نیاز ہو گیا۔

حدیث کے متعلق مودودی نظریہ ملاحظہ فرمائیں.....

لکھتے ہیں..... مجرد احادیث پر ایسی کسی چیز کی بنا نہیں رکھی جاسکتی جسے مدار کفر و ایمان قرار دیا جائے۔ احادیث چند انسانوں سے، چند انسانوں تک پہنچتی آئی ہیں۔ جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمان صحت ہے نہ کہ علم الیقین۔ (ترجمان القرآن، مارچ، اپریل، مئی، جون ۱۹۳۵ء)

۲۔ ان تمام احادیث سے رواد کی جانچ پڑتال کر کے محدثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے۔ مگر ان میں کون سی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔ (تہمات ج ۱ ص ۲۹۱)

مودودی صاحب کی اگر مگر کی تاویلات سے تمام ذخیرہ حدیث مشکوک ہو گیا۔ (العباد باللہ)

حدیث کے متعلق قادیانی نظریہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے ”ہر ایک مومن خود سمجھ سکتا ہے کہ حدیثوں کی تحقیقات روایتی نقص سے خالی نہیں کیونکہ ان کے درمیان راویوں کی چال چلن وغیرہ کی نسبت ایسی تحقیقات کامل نہیں ہو سکی اور نہ ممکن تھی کہ کسی طرح شک باقی نہ رہتا۔ (مباحثہ لدھیانہ)

حدیث کے متعلق پرویزی نظریہ

چنانچہ انہی عبارات کی بناء پر پرویز صاحب نے مودودی صاحب کو الزام دیا ہے کہ..... حدیث

کے متعلق بعینہ مسلک (جو سودودی صاحب کا ہے) طلوع اسلام کا ہے۔ صرف اس فرق کے ساتھ کہ وہ کسی ایک فرد کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ جس بات کو اس کی نگاہ جو ہر شناس سنت رسول قرار دے دے۔ اس کی اتباع ساری امت پر لازم قرار پائے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ یہ حق صرف امت کے قرآنی نظام کو حاصل ہے کہ وہ روایات کے اس ذخیرہ کو چھان بھنک کر دیکھے کہ اس میں کون سی چیز صحیح ہو سکتی ہے، الخ۔

(طلوع اسلام کراچی ۱۱۲ اپریل ۱۹۵۵ء)

فرمائیے! کیا سودودی، مرزا قادیانی اور غلام احمد پرویز کے نظریہ حدیث میں کوئی فرق ہے؟ اور سودودی صاحب نے اپنے ہمواروں کی طرح ایسی تحریرات سے کیا انکار حدیث کا دروازہ نہیں کھول دیا؟

مقام صحابہؓ سودودی صاحب کی نظر میں

لکھتے ہیں ”رسول خدا کے سوا کسی کو معیار حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی دینی غلامی میں جگہ نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اسی معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھے۔ (دستور جماعت اسلامی پاکستان ص ۱۴)

سودودی صاحب نے صحابہ کرامؓ کے متعلق اپنے جو تصورات پیش کیے ہیں۔ شیعہ علماء ان سے بڑے خوش ہیں اور ان کو اپنے مسلک کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ مذہب شیعہ کے ماہنامہ پیام عمل لاہور دسمبر ۱۹۶۳ء میں ”کیا صحابہ معیار حق ہیں؟“ کے عنوان سے دستور جماعت اسلامی کی دفعہ مذکور کے تحت لکھا ہے..... یہی تو ہم بھی کہتے ہیں اور یہی ہمارا سب سے بڑا جرم سمجھا جاتا ہے؟ ص ۱۱ ”نیز صحابہ مرجع نہیں“ کے عنوان سے سودودی صاحب کے ترجمان القرآن کی یہ عبارت لکھی ہے..... اس معاملے میں جب ہم سب سے پہلے کتاب اللہ کی جانب رجوع کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کسی مقام پر بھی صحابہ کرام کے انفرادی افعال و اعمال کو ہمارے لیے مستقل اسوہ اور مرجع قرار نہیں دیا گیا (ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء)..... پھر شیعہ کیوں قائل گردن زنی سمجھے جاتے ہیں (پیام عمل) سودودی صاحب نے خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ..... حضرت فاروق اعظمؓ..... حضرت عثمان ذوالنورینؓ پر تنقید کے نشتر چلائے اور اسلامی کالوکیم (مذاکرہ) لاہور میں مقالہ پڑھتے ہوئے سودودی صاحب نے کہا: حتیٰ کہ خلفائے راشدین کے فیصلے بھی اسلام میں قانون نہیں قرار پائے۔ جو انہوں نے قاضی کی حیثیت سے کیے تھے۔ (ترجمان القرآن جنوری ۱۹۵۸ء)

ضمینی، مودودی تعلقات

ڈاکٹر فاروق احمد مودودی نے کہا کہ علامہ ضمنی کے ساتھ ابا جان کے تعلقات بہت پرانے تھے۔ آیت اللہ ضمنی نے ان کی چند کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کر کے ”قم“ کی درجہ کے نصاب میں شامل کر لیا تھا۔ الخ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹ ستمبر ۱۹۷۷ء)

پروفیسر سید منور حسن نے (تقریبی) جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آیت اللہ ضمنی اور مولانا مودودی کا مشن مقاصد کے لحاظ سے مماثلت رکھتا ہے (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۰ نومبر ۱۹۷۷ء) شیعہ انقلاب ایران کے بعد سب سے پہلے ضمنی نے جس غیر ملکی معتد دوست کو خصوصی پیغام بھجوایا تھا وہ ”مودودی صاحب“ تھے۔ چنانچہ ضمنی کے ایٹلی جب وہ پیغام لے کر پاکستان پہنچے تو مودودی نے خوشی میں آسمان سر پر اٹھا کر جو کچھ کہا وہ ان کے رسالہ ایشیا میں ”دردِ برضمنی بت شکن“ کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں مودودیوں نے نعوذ باللہ جہاں ضمنی پر دور دکھا ہے۔ وہاں وہ درج ذیل نعرے بھی لگاتے رہے۔ ”بن شیعہ سنی فرق نیست (یعنی شیعہ سنی میں کوئی فرقہ نہیں)“ ”رہبر ما ضمنی است“ (ضمنی ہمارا رہبر ہے) ”رہبر ما مودودی ضمنی (مودودی اور ضمنی ہمارے رہبر ہیں) اور مودودی ضمنی بھائی بھائی

تبصرہ

سنی مسلمانوں کا تو وضو سے لے کر کلمہ شریف تک شیعوں کے ساتھ اختلاف ہے۔ ہاں مودودی مذہب اور شیعہ کا مذہب تقریباً ایک ہی ہے۔ کیونکہ دونوں گروہوں کے درمیان حسب ذیل قدر مشترک ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تنقیص، امام الانبیاء کے فیض نبوت سے انکار۔ صحابہ کرامؓ اور خصوصاً اصحاب ثلاثہ پر تنقیدی نثر، سلف صالحین پر بد اعتمادی وغیرہ

بانی تحریک خدام اہل سنت نے مودودی مذہب کا بھرپور تعاقب کرتے ہوئے ”مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر“، ”مودودی مذہب“ میاں طفیل کی دعوت اتحاد کا جائزہ ”صحابہ کرام اور مودودی“ علمی محاسبہ بجواب علمی جائزہ ○ اتحادی فتنہ ○ جماعت اسلامی شیعہ انقلاب چاہتی ہے ○ مودودی سے اصولی اختلاف ہے نہ فردی ○ عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی ○ مودودی صاحب کی بے اصولی سیاست ○ کیا عورت صدر مملکت بن سکتی ہے؟ ○ حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں ○ بنام قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی پاکستان جوابی مکتوب وغیرہم کتب و رسائل تحریر فرمائے۔

..... فتنہ خارجیت

بوقت شہادت لوگوں کے استفسار پر سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا تھا کہ ان چھ آدمیوں (عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ) میں سے کسی کو اپنی خلیفہ منتخب کر لینا لیکن تین دن سے زیادہ دیر نہ کرنا تو حضرت عبدالرحمنؓ بن عوفؓ نے خفیہ طور پر ہر ایک مسلمان کی رائے کی تو سب سے زیادہ رائے حضرت عثمانؓ کے حق میں اور دوسرے نمبر پر حضرت علیؓ کے حق میں تھی۔ اس لیے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے اپنا خلیفہ حضرت علی المرتضیٰؓ کو منتخب کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ دونوں نے اسلام لانے میں سبقت لی ہے۔ دونوں سابقوں الاولوں مسلمانوں میں سے ہیں پھر محققین حضرات نے تطبیق دی ہے کہ مردوں میں سب سے حضرت ابوبکرؓ اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ ایمان لائے۔

آپ کے دورِ خلافت میں دو ناخوشگوار واقعے جنگِ جمل اور صفین پیش آئے۔ رافضیوں اور خارجیوں نے اپنے اپنے نظریات کی بنا پر بہت زیادہ واقعات کو خلط ملط کیا اور ان میں رنگ بھرا ہے۔ قرآن و سنت کے شواہد کے مطابق اہل السنۃ والجماعت امیر المؤمنین علی المرتضیٰؓ کو اقرب الی الحق اور دوسرے حضرات کی خطا اجتہادی مانتے ہیں اور خطا اجتہادی پر بھی مجتہد کو ایک اجر مل جاتا ہے۔ رافضی تو حضرت علیؓ اور چند دوسرے صحابہؓ کے سوا سب کی تکفیر کرتے ہیں۔ خصوصاً حضرت ابوبکر صدیقؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان ذوالنورینؓ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی (استغفر اللہ) اور خارجی حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت معاویہؓ کی تکفیر کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ دونوں گروہوں کا پیشوا ابن سبائیہودی ہی ہے۔

اور پاکستان میں خارجیوں کی ایک شاخ جس کے پیشوا اور محقق محمود احمد عباسی وغیرہ ہیں اور ان کا محبوب مشغلہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت امام حسینؓ کی تنقیص و توہین اور یزید کی تعریفیں کرنا ہے۔ یہ قبیلہ علماء دیوبند کا نام لیوا بن کر جس وقت اپنے خبث باطن کو تحریروں اور تقریروں میں تحقیق کے نام پھیلانے لگا تو بانی تحریک خدام اہل سنت نے بروقت تعاقب کیا اور تقریر و تحریر کے ذریعہ سنی مسلمانوں کے ایمان کو بچاتے ہوئے دنیا کے سامنے ان کا اصلی چہرہ بے نقاب کر دیا۔ محققین اور اکابرین اہل سنت کا مسلک سمجھنے کے لیے آپ کی تصنیف کردہ کتابیں خارجی فتنہ حصہ اول، دوم اور کشف خارجیت کا مطالعہ

فرمائیں۔ جہاں الحق و ذوق الباطل آج کل بھی خارجی اور یزیدی نظریات کے حامل نام نہاد مفکرین نئے نئے شوشے چھوڑتے رہتے ہیں مذکورہ کتب ان کا بہترین علاج ہے۔

اہل سنت والجماعت کی نشانی

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں..... عدم محبت اہل بیت خروج است و تبری از اصحاب رفض۔ و محبت اہل بیت بالتعظیم و توقیر جمع اصحاب کرام تسنن (مکتوبات ج دوم)

ترجمہ..... اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت ہے اور اصحاب سے بیزاری اور مخالفت رفض و شیعیت اور محبت اہل بیت باوجود تمام اصحاب کی تعظیم و توقیر سمیت ہے اور فرماتے ہیں..... بس محبت حضرت امیر شرط تسنن آمد و آنکہ ایں محبت ندارد از اہل سنت خارج گشت و خارجی نام یافت (مکتوبات جلد دوم)

ترجمہ..... اہل سنت ہونے کے لیے حضرت امیر یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت شرط ہے اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت سے خارج ہو گیا..... اور خارجی نام پایا۔

منکرین حیات النبی ﷺ

تمام اہل السنۃ والجماعت (مالکی، شافعی، حنبلی، حنفی) کا چودہ سو سال سے متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر شریف (جو برزخ کا ایک حصہ ہے) میں حیات ہیں اور یہ حیات من وجہ دنیویہ ہے (کیونکہ اسی دنیا والے جسم پاک کے ساتھ ہے) اور من وجہ برزخی ہے (کیونکہ قبر شریف عالم برزخ کا حصہ ہے) اور جس وقت احمد رضا خان بریلوی کی تلمیذاتہمیں آ کر علماء حرمین شریفین نے علماء دیوبند کو ۲۶ سوالات لکھے جن میں پانچواں سوال یہ تھا کیا فرماتے ہو، جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

الجواب ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء میں تصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تاج الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسے دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ الخ

پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی برزخی بھی کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس بحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام ”آب حیات“ ہے۔ (المہند ص ۱۳، ص ۱۴ مطبوعہ کتب خانہ رحمیہ دیوبند)

مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے سب سے پہلے جامعہ خیر المدارس ملتان کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے حیات النبی ﷺ کا انکار کیا.....

شیخ الحدیث مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ نے اُنھ کر شاہ صاحب کی تردید کر دی اور اثبات مسئلہ حیات النبی ﷺ پر دلائل دے کر مسلمانوں کو مطمئن کیا اور اس کے بعد ملک میں یہ بحث شروع ہو گئی۔ شاہ صاحب گجراتی ہمارے علاقہ کے تبلیغی دوروں میں سرفہرست ہوتے تھے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ صاحب ڈومیلی رحمۃ اللہ علیہ والوں نے شاہ صاحب کو سمجھانے کی بھرپور کوشش کی لیکن شاہ صاحب نہ مانے اور جہاں تقریر کرتے اس بحث کو ضرور چھیڑتے۔

علماء دیوبند میں سے حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باضابطہ ثالثوں کی موجودگی میں دعوت مناظرہ دی..... اور بالآخر تحریری مناظرہ کی پیش کش کی تاکہ ہر دو فریقین میں سے کوئی اپنی بات کا انکار نہ کر سکے اور مسلک کے تمام مسلمان دونوں فریقین کے دلائل پڑھ کر جان سکیں کہ حق پر کون ہے۔ لیکن شاہ صاحب باضابطہ مناظرہ کرنے سے ہمیشہ کتراتے رہے اور اپنی قلم سے تحریر لکھنے پر تو کبھی بھی تیار نہ ہوئے کیونکہ زبانی بات کا تو انکار کر کے خلط بحث کیا جاسکتا ہے اور تحریر سے انکار کرنا مشکل بھی ہے اور باعث شرمندگی بھی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۶ اپریل ۱۹۶۲ء کو جب پاکستان تشریف لائے اور اسی ماہ میں بزمانہ قیام لاہور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب اور سید عنایت اللہ شاہ بخاری ملنے کے لیے گئے تو قاری صاحب نے اس نزاع وجدال کا شکوہ کرتے ہوئے اس صورت حال کے مضمرات کی طرف توجہ دلائی..... اس پر دونوں حضرات نے کہا کہ ہم خود بھی اس صورت حال سے دل گرفتہ ہیں..... کاش آپ ہی اس درمیان میں آکر اس نزاع کو ختم کرا دیں۔ دوسرے فریق حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرگودھوی اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے بات کر کے ہالا خر ۲۲ جون ۱۹۶۲ء جب آپ مدرسہ حنفیہ عثمانیہ میں تشریف لائے تو قاری صاحب کی تحریر کردہ قدر مشترک

تحریری یادداشت پر فریقین نے دستخط کر دیئے۔

متن: عامۃ المسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لیے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ (عنوان) مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا ضرورت پڑنے پر اسی کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ عبارت حسب ذیل ہے.....

وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس کی حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں۔

احقر محمد حبیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ جون ۱۹۶۲ء

لاشعی (مولانا) (خلع) (لہد عمامہ)

(مولانا قاضی) نور محمد خطیب جامعہ مسجد قلعہ دیدار سنگھ

(مولانا) محمد علی جالندھری عفاء اللہ عنہ

(منقول از ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء، ص ۲۳ و ص ۲۵)

چونکہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری بوجہ علالت راولپنڈی تشریف نہ لاسکے۔ اس لیے قاری صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے کہنے پر اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ان کے بارے میں حسب ذیل تحریر دستخط کر کے قاری صاحب کے حوالے کر دی جس کا متن بلفظ حسب ذیل ہے.....

ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں۔ جس پر ہم نے دستخط کیے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارے میں ان کو مدد نہ دیں گے۔

دستخط: نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ..... لاشعی (خلع) (لہد عمامہ) (۲۲ جون ۱۹۶۲ء)

(ایضاً منقول از ماہنامہ تعلیم القرآن، راولپنڈی)

مولانا غلام اللہ خان مرحوم کوشش کے باوجود سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے قاری صاحب کی قدر

مشترک عبارت پر دستخط نہ کرا سکے اور شاہ صاحب نے بھی جب اپنے حلقہ میں انکار حیات النبی کا موضوع لے کر تقریریں کیں تو علماء دیوبند کے معتقدین نے مسئلہ حیات النبی کی وضاحت کے لیے ملک میں علماء کرام کی ذمہ دار جماعت جمعیت علماء اسلام کی طرف رجوع کیا۔ ۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۴ اگست ۱۹۶۲ء میں جمعیت کے مرکزی اجلاس لاہور میں غور و فکر کے بعد پانچ علماء حضرات کی کمیٹی بنائی گئی۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکوڑہ خٹک اور استاذی الکترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت فیوضہم اور آپ ہی کے ذمہ مجموعہ مرتب کرنے کا کام سپرد کیا گیا۔ آپ نے کتاب لکھ کر علماء حضرات کو مطلع کیا۔ بالآخر ۲۴، ۲۵ شعبان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۷-۲۸ نومبر ۱۹۶۷ء کی تاریخیں منتخب ہوئیں اور خیر المدارس ملتان جگہ متعین ہوئی۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی اپنی مصروفیات اور عوارض کی وجہ سے نہ پہنچ سکے لیکن اپنی تائیدات لکھ کر بھیج دیں۔ حضرت استاذ محترم زید مجدہم (تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور) ص ۱۵ میں لکھتے ہیں..... ملتان کے اجلاس میں جن حضرات نے شرکت کی (اور اوّل سے آخر تک راقم کتاب سنا تا رہا اور یہ بزرگ سنتے رہے اور بعض مقامات میں اصلاح بھی کرتے رہے اور آخر میں بعض مسائل پر بحث بھی ہوئی اور ان کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ وہ یہ ہیں ① حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ② حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ ③ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب ملتان ④ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب ساہیوال ⑤ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ⑥ حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ⑦ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پکوال ⑧ حضرت مولانا محمد نذیر اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سبکرات ⑨ راقم انہم ⑩ اور گاہے گاہے حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کوہاٹی نائب مفتی خیر المدارس ملتان بھی اس میں حصہ لیتے رہے ہیں۔

مسئلہ حیات النبی پر لکھی گئی کتابوں میں سے ملک کے جید اور محقق صاحب بصیرت علماء کرام کی صدقہ کتاب، تسکین الصدور ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مرتب کردہ کتاب کو صراط مستقیم سے بھٹکنے والوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بڑے مؤثر اور مبلغ انداز سے توحید و سنت کا پرچار اور شرک و بدعات کو مٹانے کے لیے بستی بستی قریہ قریہ قرآن و سنت کی تبلیغ کرتے ہوئے مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کیں ہیں۔ رافضیوں کے براہین سے کی وجہ سے جاہل تبلیغی جلسوں میں رکاوٹیں ڈالتے، پابندیاں لگواتے لیکن آپ تحمل سے برداشت کرتے۔ فرماتے..... ان کا قصور نہیں ہے۔ انہیں کسی نے سمجھایا جو نہیں (صرف دو واقعات کو نقل کرتا ہوں کہ موضع بھرپور میں ایک وقت وہ تھا کہ ایک پیر بہاول شیر کے اکسانے پر لوگوں نے آپ کو قصبے میں داخل نہیں ہونے دیا اور گاؤں سے دور ڈھوک پر جلسہ کر کے واپس ہوئے اور صوفی سلطان خان صاحب بھییں والے بتلاتے ہیں کہ تبلیغی پروگرام پر ڈھوک کمال داخلی بھییں جا رہے تھے میں نے راستہ میں عرض کی کہ سنا ہے۔ بھرپور والوں نے گاؤں میں داخل نہیں ہونے دیا فرمایا کہ ہاں لے جانے والے بے چارے کمزور تھے۔ ہمیں پہلے حالات کا پتہ نہیں تھا باہر ڈھوک پر جلسہ کر کے واپس آ گئے ہیں۔ میرے جذبات دیکھ کر فرمایا کہ ان شاء اللہ بہت جلد دوبارہ بھرپور جائیں گے اور تم کو بھی اطلاع دیں گے۔ (اسی روز واپسی پر بھییں آئے کہ چکوال سے دو ساتھی آئے کہ حضرت! کیپٹن سعید ایس ڈی او نے..... الخ واقعہ ماقبل پر لکھ آیا ہوں.....) چکوال کمشنر پنڈی سے جس وقت بات ہو رہی تھی تو ملک سلطان بخش مرحوم بھی اتفاقاً وہیں موجود تھا۔ بڑا متاثر ہوا اور حضرت کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ میں بھرپور موجود نہیں تھا بعد میں مجھے معلوم ہوا، بڑا افسوس ہے کہ آپ جیسے حق گو عالم کی ہمارے لوگوں نے توہین کی..... آپ مجھے تاریخ دے دیں حضرت نے رمضان کے بعد کی تاریخ دیدی اور مجھے بلا کر کہا کہ فلاں تاریخ بھرپور جلسہ پر جانا ہے..... مقررہ تاریخ پر مجھے اور چند دوسرے احباب کو لے کر پہنچ گئے۔ حضرت کی آمد کی خبر علاقے میں پھیلی ہوئی تھی۔ مسجد میں حل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ گردنواح چھتوں پر لوگ بیٹھے تھے۔ جھگڑے فساد کا بھی خطرہ تھا۔

حضرت قاضی صاحب کرسی پر تشریف فرما ہوئے ملک سلطان بخش نے کھڑے ہو کر کہا: بھرپور والو! مجھے معلوم نہیں کہ اس مسجد کا امام کون ہے اور خادم کون ہے۔ میں دشمنی والا آدمی ہوں ایسے واقعات میں نہیں ملتا، کچھ مدت پہلے ہم نے حضرت کو گاؤں میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ یہ مرد مجاہد اس طرح کا نہ تھا ہم نے ان کے ساتھ سلوک کیا۔ آج حضرت کو اپنے گناہوں کے کفارہ کے لیے لایا ہوں

اور کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا ہے تو ضرور پوچھے اور اگر کسی نے شرارت کرنا چاہی تو یا اس کی چھاتی (سینہ) ہوگی یا میری اس کے بعد کہا کہ حضرت بیان شروع فرمائیں۔ مجب مظهر تھا اور حضرت اقدس کے میان کا ایسی جگہ ہی لطف آتا تھا۔ خطبہ مسنونہ۔ فرمایا بھرپور والو! یہاں کتوں کا تماشا ہوتا ہے۔ بیلوں کی دوز ہوتی ہے تو کبھی کسی نے ان شیطانی کاموں کو روکا ہے؟ ہم قرآن شانے اور تبلیغ دین کے لیے آتے ہیں۔ لڑائی کے لیے نہیں ہاں اگر وقت آجائے تو ہم مرنا۔ مارنا بھی جانتے ہیں۔ مجمع میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا کہ حضور ﷺ نور تھے یا بشر؟ حضرت نے فرمایا کہ نزدیک آجاؤ۔ مجھے بتاؤ کہ ذوی العقول مخلوق تین ہیں۔ جن، انسان اور فرشتے ان میں سے اشرف المخلوقات کون ہیں؟ کہنے لگا، انسان۔ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کی نسل ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے والد، دادا، پردادا، اوپر تک پھر آپ کی ازواج مطہرات، صاحبزادے، صاحبزادیاں، نواسے آپ کی اولاد آگے چلی اور آج بھی ہے۔

فرشتے نور مخلوق ہیں۔ حضرت جبرائیل کے والد اور اولاد کے نام تلاؤ؟ کہنے لگے کوئی نہیں۔ فرمایا نور مخلوق کی تو کوئی اولاد ہی نہیں ہے اور اشرف المخلوقات سے تم نکال رہے ہو، بے ادبی ہم کرتے ہیں یا نور، نور کہنے والے؟

فرمایا کہ حضور ﷺ کی ذات بشر ہے اور صفت نور پھر آپ کی صفات بیان کرنی شروع فرمادیں اور کمال نبوت بیان کیا۔ اتنی مؤثر تقریر فرمائی کہ جعلی پیروں کا بنا ہوا شیطانی جال ٹوٹ گیا اور لوگ مسلک حق کو سمجھنے لگ گئے۔ آپ کی شب و روز تبلیغی محنت اور کوشش سے فرائض کے بعد مل کر کھلے پڑھنا، حیلہ اسقاط، تجا، چوتھا، جمعراتیں، چالیسواں، برسی، بزرگان دین کا عرس اور اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ پر اپنے انگوٹھے چومتے ہوئے صدقے یا رسول اللہ کہہ کر آنکھوں پر لگانے وغیرہ کی بدعات ختم ہوئیں اور لوگ سنت پر عمل پیرا ہوئے۔

یہ ہے علاء دیوبند کے فضلاء کا فیض..... خوب ہے۔

شاد باد و شاد ذی اسے سرزمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

ملت بیضا کی عزت کو لگائے چار چاند
حکمتِ بھلا کی قیمت کو کیا تو۔۔۔ و چند

(مولانا ظفر علی خان مدظلہ)

اور اکبر الہ آبادی نے خوب کہا ہے.....

ہے دل روشن مثال دیوبند

حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا ارشد مدنی دامت فیوضہم نے ایک دفعہ چکوال میں فرمایا..... کہ دیوبندیت نام ہے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے عقائد و نظریات کا۔ سنت اور بدعت کا فرق سمجھنے کے لیے حضرت گنگوہی کے حکم پر تصنیف کی گئی۔ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمہ اللہ کی کتاب براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ کا مطالعہ نہایت ہی ضروری ہے۔

رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ پر ”تحقیقی نظر“ تالیف فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کے ص ۱۵ پر لکھتے ہیں۔ اس حقیقت کا بڑے افسوس سے اظہار کرنا پڑتا ہے کہ حضرات اکابر علماء دیوبند کے ”مسلک و مشرب“ اور ان کے طریقہ اعتدال کو اکثر لوگوں نے نہیں سمجھا اور ان کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہو گئے۔ بعض حضرات تو ان کے اجماعی مسلک و مشرب سے جو الہند وغیرہ میں لکھا گیا تھا۔ اختلاف ہی نہیں بلکہ اس کی برملا تحریر و تقریر سے تردید کرنے میں مصروف ہیں اور پھر بھی خود کو دیوبند کی طرف منسوب کرتے اور دیوبندی کہلاتے ہیں اور بعض حضرات ایسی مروجہ رسومات کو اکابر دیوبند کی طرف منسوب کر رہے ہیں اور دیوبندیت کی ایسی تصویر پیش کر رہے ہیں کہ اس میں اور بریلویت کی بدعات میں کوئی حد فاصل ہی قائم نہیں رہتی حالانکہ یہ تصویر حقیقت حال اور اکابر دیوبند کے مسلک اعتدال کے بالکل برعکس اور واقعہ کے قطعاً برخلاف ہے۔ اس طرح یہ دونوں فریق مسلک حقہ ”اہل سنت والجماعت“ اور ”مسلک و مشرب“ اکابر دیوبند کو مشتبه کرنے کی نادر و کوشش میں مصروف ہیں۔ الخ

..... ملی و قومی خدمات

ملک کے سیاسی معاملات پر آپ بڑی نگاہ رکھتے تھے اور قومی اخبارات کا تو آپ باقاعدگی سے مطالعہ کرتے، لیڈروں کے بیانات اور ادارہ بڑے غور سے پڑھتے اور تمام مکاتیب فکر کے ہفت روزے اور کتابچے گہرائی سے مطالعہ کرتے اور ان پر نشان لگاتے اور اکثر فرماتے کہ علماء کرام دوسرے مسلک کی کتب اور رسالوں کا مطالعہ نہیں کرتے تو فتنوں کا کیسے پتہ چلے گا؟ اور قومی یا بلدیاتی الیکشنوں میں ہمیشہ آپ نے اہل سنت کے مفاد اور تحفظ کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلے کیے اور نہایت افسوس کرتے ہوئے

فرماتے کہ لوگ اپنے ذاتی مفاد اور لیڈری کی خاطر اپنے مذہب کو بھی قربان کر دیئے ہیں اور پھر علماء کو دیکھیں کہ انٹرویو دیتے ہوئے اپنے فوٹو ہناتے ہیں اور اب تو فوٹو کی لعنت سے مساجد بھی محفوظ نہیں ہوتیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ.....

جس وقت جنرل یحییٰ خان کی حکومت نے دستور ساز اسمبلی کے چناؤ کے لیے ۷ دسمبر ۱۹۷۰ء اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے ۲۱ دسمبر کی تاریخوں کا اعلان کیا۔ سیاسی آزادی کے بعد دوسرے سیاسی پارٹیوں کی طرح تحریک خدام اہل السنۃ والجماعت نے بھی تحصیل چکوال کی قومی اسمبلی کی سیٹ پر صوم و صلوة کے پابند متشرع جناب غلام حسن ایم اے ایڈووکیٹ کو اور پی۔ پی۔ ۱۸ جہلم ۵ (چکوال) کی صوبائی سیٹ پر جناب چوہدری احمد خان صاحب سکنہ چک مراد کو نامزد کر کے اور تحریک کا چار لکاتی "شرعی منشور" شائع کر کے جدوجہد شروع کر دی۔

اسلامی سوشلزم روٹی کپڑ اور مکان کے دلفریب نعرے کی بناء پر چکوال کی سیٹ پر بھی پیپلز پارٹی کا نمائندہ معمولی اکثریت لے کر کامیاب ہو گیا۔ پیپلز پارٹی نے چوہا سید شاہ والی سیٹ پر ایک سابق مرزائی نمائندہ کو ٹکٹ دیا ہوا تھا۔ جس کا انتخابی کمپ بھی چکوال میں ہی تھا لیکن سوشلزم اور مرزائیت کے گٹھ جوڑ نے یہ شدید احساس دلایا تھا کہ ۷ دسمبر کے صوبائی الیکشن میں کوئی ایسا راستہ اختیار کیا جائے جس میں شرعی موقف بھی مجروح نہ ہو اور بھٹو پارٹی کے امیدوار کے مقابلہ میں کامیابی متوقع ہو۔

جماعتی احباب کے مشورہ سے کونسل مسلم لیگ کے امیدوار مرزا فضل حق صاحب آف ملہال سے تحریک کے پیش کردہ شرعی منشور کی بنیاد پر معاہدہ ہوا اور الحمد للہ تحریک کے تعاون سے اللہ تعالیٰ نے رحمت للعالمین، خاتم النبیین ﷺ کے طفیل اپنی خصوصی نصرت نازل فرمائی کہ مرزا فضل حق بھٹو پارٹی کے مقابلے میں پانچ ہزار آٹھ سو اہتر (۵۸۶۹) ووٹ زائد لے کر کامیاب ہو گئے۔

سنی، شیعہ نصاب کمیٹی ۱۹۷۲ء

حکومت کی مجوزہ "سنی شیعہ نصاب کمیٹی" کا فیصلہ کہ دینیات کی کتاب ایک ہوگی۔ کے مضمرات پر حکومت کی طرف سے نامزد کردہ سنی رکن مولانا نور الحسن شاہ بخاری مرحوم کو ایک مکتوب مرغوب لکھا کہ یہ فیصلہ ملک کی اکثریت اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے اور پھر سواد اعظم کے ملکی و ملی حقوق کے تحفظ کے لیے حسب ذیل اہم سنی مطالبات حکومت کو پیش کیے.....

مطلبہ ①: سوا و اعظم اہل سنت والجماعت کا یہ اسلامی اور جمہوری حق ہے کہ نصاب تعلیم میں صرف ان کی دینیات نافذ کی جائے اور شیعہ اقلیتی فرقہ کے اس مطالبہ کو مسترد کر دیا جائے کہ: شیعہ دینیات سرکاری تعلیمی ادارہ میں نافذ کی جائے۔

مطلبہ ②: شیعہ فرقہ کے ماتمی جلو سوں کے لائسنس بالکل منسوخ کر دیئے جائیں کیونکہ یہ سنی شیعہ فرقہ وارانہ فسادات پر مبنی ہیں اور شیعہ فرقہ کو ان کی مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لیے ان کی مساجد اور امام باڑوں میں پابند کر دیا جائے۔

مطلبہ ③: ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ان نشریات پر پابندی لگا دی جائے جو سوا و اعظم اہل سنت کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والی ہیں اور خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ دیگر خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر صحابہ کرام کے حامد و کمالات کو بھی نشر کرنے کا انتظام کیا جائے۔

مطلبہ ④: اہل سنت کے لیے اوقاف بورڈ قائم کیا جائے جس کا انتظام بھی سنی حکام کے ماتحت ہو

مطلبہ ⑤: کتاب اللہ، ارشادات رسول ﷺ تعالٰیٰ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور اجماع امت کے تحت چونکہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت مرزائیہ کافر ہے۔ اس لیے پاکستان میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

(نوٹ) ان مطالبات پر علمائے اہل سنت والجماعت (دیوبندی و بریلوی کتب فکر) علمائے اہل حدیث، خدام اہل سنت، تنظیم اہل سنت، جمعیت علماء اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام، انجمن تحفظ حقوق اہل سنت، پاکستانی سنی پارٹی، مرکز محبین صحابہ اور پاکستان سنی کونسل متعدد جماعتوں کے علماء، زعماء ارکان و عہدیداران کے تقریباً ایک سو سے زیادہ دستخط ہیں۔

اور جب بھنودور حکومت میں قومی اسمبلی نے بحث و تہیص کے بعد دسمبر ۱۹۷۴ء مرزائیوں (قادیانی اور لاہوری) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو تحریک نے اس عظیم اقدام پر وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو خراج تحسین پیش کیا اور مبارک باد کی قراردادیں پاس کیں۔ اور جب حکومت نے اکتوبر ۱۹۷۴ء مڈل کلاسوں تک سنی و شیعہ مشترکہ اور نویں و دسویں کلاسوں میں علیحدہ علیحدہ نصاب دینیات منظور کر لیا اور شیعہ نمائندوں نے عارضی طور پر ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی پی ایچ ڈی کا مولفہ نصاب دینیات بھی پاس کر لیا۔ جس کے حصہ اول ص ۲۱ پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول علی ولی اللہ اور اس کلمہ

میں وہاں یہ بھی تصریح کی گئی ہے کہ اسلام کی برادری میں شریک ہونے کے لیے توحید و رسالت کے بعد تیسرے نمبر پر حضرت علی کو پہلا امام ماننا ضروری ہے۔ اس غیر منصفانہ فیصلہ پر تحریک نے اور دیگر سنی جماعتوں نے قرارداد مذمت پاس کیں اور آپ نے پاکستان میں تبدیلی حکمہ اسلام کی ایک خطرناک سازش کے نام سے ایک پمفلٹ لکھا جو کثیر تعداد میں شائع کر کے ملک بھر میں تقسیم کیا گیا۔

۱۹۷۴ء میں پی پی پی کے قومی اسمبلی حلقہ چکوال کے ممبر چوہدری امیر خان کو صبح سویرے سیر کرتے ہوئے نامعلوم افراد نے قتل کر دیا تو ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۴ء کے ضمنی انتخاب میں آپ نے آزاد امیدوار قاضی مشتاق احمد کی حمایت کا اعلان کیا۔ پی پی پی کے نامزد امیدوار نذر حسین کیانی سکنہ بھون کی حمایت کرنے کے واسطے راولپنڈی کے علماء کا ایک وفد گورنمنٹ نے بھیجا آپ نے کہا کہ تمہیں پتہ نہیں کہ کیانی منکر صحابہ ہے۔ ہماری جماعت اس کی کس طرح حمایت کر سکتی ہے؟ اور جب ملک حاکمین نے چکوال پہنچ کر آپ سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ملاقات کرنے سے ہی انکار کر دیا۔

۷ مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں ملک کی سب سے بڑی پارٹی پی پی پی اور ۹ جماعتوں کے مشترکہ قومی اتحاد کے درمیان مقابلہ تھا اور دونوں بڑی پارٹیوں نے منکرین صحابہ کو بھی پارٹی ٹکٹ دیئے تھے۔ اس لیے آپ نے تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے تحفظ اسلام پارٹی کا قیام عمل میں لا کر انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا۔ پی پی پی نے کچھ مقامات پر زبردست دھاندلیاں کیں تو دس مارچ جو صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب ہونے تھے اپوزیشن نے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا اور حکومت کے خلاف تحریک شروع ہو گئی تو جنرل ضیاء الحق راتوں رات اقتدار پر قابض ہو گئے..... اور مارشل لاء لگا دیا۔

وفاقی مجلس شوریٰ

حضرت مولانا قاری سعید الرحمن صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ راولپنڈی نے جب مجلس شوریٰ میں شمولیت کی دعوت دی تو اس کے جواب میں آپ نے لکھا.....

مکرمی جناب قاری صاحب زید مجدہم..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ..... دینی عنایت نامہ موصول ہوا جس میں آپ نے وفاقی مجلس شوریٰ میں میرا نام دینے کی اطلاع دی ہے اور لکھا ہے کہ..... اگر آپ کو دعوت دی جائے تو آپ قبول فرمائیں گے۔ الخ..... بندہ آپ کی اس دینی خیر خواہی کا شکریہ ادا کرتا ہے لیکن اس خدمت کے لیے معذرت خواہ بھی ہے کیونکہ..... ① یہ ایک ملکی سیاسی نوعیت کا کام ہے اور

ہماری جماعت خدام اہل سنت ایک مذہبی جماعت ہے جو محلاً اس قسم کی رکنیت قبول نہیں کر سکتی۔ ① صحابہ آرڈیننس وغیرہ اسلامی اقدامات کی وجہ سے تاحال ہم دیانتداری سے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے مؤید اور حامی ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ جب تک اصولی طور پر ان سے خدا نخواستہ کوئی غلطی سرزد نہ ہو ان کی حمایت کرتے رہیں گے لیکن ہماری جماعت کا محسوس اصولی موقف آزاد رہ کر ہی محفوظ رہ سکتا ہے نہ کہ کسی سرکاری ادارہ کے اندر شامل رہ کر۔ باہر رہ کر ہماری تائید و حمایت مؤثر ہے اور مؤثر ثابت ہو سکتی ہے لیکن حکومت کے اندر شمولیت اختیار کرنے کے بعد اس کا وہ وزن باقی نہیں رہ سکتا۔ الخ
(۳ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ بمطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۸۱ء)

صدارتی ریفرنڈم

۱۹ دسمبر ۱۹۸۳ء کے ریفرنڈم میں صدر ضیاء الحق کی حمایت کی جائے۔ تحریک خدام اہل سنت پاکستان کا فیصلہ..... بیان بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان۔ چکوال ۱۳ دسمبر ۱۹۸۳ء..... آپ نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ گو صدر ضیاء الحق عملی طور پر اسلامی نظام حکومت کے قیام میں مطلوبہ کامیابی حاصل نہیں کر سکے لیکن پابند صوم و صلوة ہونے کی وجہ سے شخصی طور پر ہم ان کو ایم۔ آر۔ ڈی کے سیاسی لیڈروں کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہیں۔ ایم آر ڈی کا مؤثر لیڈر خان عبدالولی خان اور بے نظیر بھٹو وغیرہ لادینی نظام کے حامی ہیں۔ اس لیے موجودہ حالات میں جنرل ضیاء الحق کو کامیاب بنانا اسلامی نظام حکومت کے لیے پیش رفت کی ایک صورت بن سکتی ہے۔ آئندہ پانچ سال کے لیے جنرل صاحب منصب صدارت پر فائز ہونا ایک بہت بڑی آزمائش ہے۔ اگر انہوں نے ناموس رسالت محمدیہ عظمت صحابہ اور عقیدہ خلافت راشدہ کا تحفظ نہ کیا تو وہ غضب خداوندی سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے.....

آپ نے قومی اسمبلی کے الیکشن ۱۹۸۵ء۔ ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۰ء میں جنرل (ر) عبدالجید ملک کی حمایت کی تھی۔ لیکن نواز شریف کی حکومت نے جس وقت شریعت بل میں بعنوان ”شریعت کی بالادستی“ منظور کرتے ہوئے یہ لکھا کہ..... ”شریعت یعنی اسلام کے احکامات جو قرآن و سنت میں بیان کیے گئے ہیں پاکستان کا بالادست قانون“ سپریم لاء“ ہوں گے بشرطیکہ سیاسی نظام اور حکومت کی موجودہ شکل متاثر نہ ہو..... اس پر آپ نے کہا کہ قرآن و سنت کو سپریم لاء تسلیم کرنے کے باوجود جو مذکورہ شرط لگائی گئی ہے خلاف شریعت ہے اور اس شرط سے قرآن و سنت کے احکام کی بالادستی بالکل ختم ہو جاتی ہے اور

یہ بل شریعت بل نہیں بلکہ خلاف شریعت بل ہے

تحریک خدام اہل سنت کی ۲۴ ویں سالانہ دو روزہ سنی کانفرنس منعقدہ ۲۶، ۲۵ جولائی ۱۹۹۲ء کے موقع پر جب عبدالجید ملک صاحب ہائی تحریک کو ملنے کے لیے ہمیں تشریف لائے تو آپ نے ان سے کہا کہ اس خلاف شریعت شق پر آپ اسبلی میں احتجاج کریں تو ملک صاحب نے کہا کہ یہ بات پارٹی ڈسپلن کے خلاف ہے تو پھر تحریک نے ۱۹۹۳ء کے قومی انکیشن میں (الحب فی اللہ واللہ فی الحب) کے پیش نعر عبدالجید ملک کو دوت نہیں دیئے تھے۔ بعد میں ملک صاحب کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا اور انہوں نے معذرت بھی کی۔

حضرت والدہ کرامی فرماتے تھے کہ جب جاہ اور مال کی وجہ سے بسا اوقات آدمی ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے اور کرسی اقتدار پر براجمان ہو کر یہ سمجھتا ہے کہ اب میں ہی میں ہوں۔ میں میں کرنے والوں کا اجماع سب کے سامنے ہے۔ فاحضر زار بازنہی لڑو ہمار.....

خلاصہ کلام

والدہ کرامی حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے کے چیدہ چیدہ نقوش زندگی اپنی بساط کے مطابق میں نے پیش کر دیئے ہیں جن کی روشنی میں ہم خدام اور حضرت اقدس بیٹھنے کے دیگر متعلقین ان شاء اللہ ضرور منزل پالیں گے

آپ کی مستقل سوانح حیات کا بھی ارادہ ہے۔ ان شاء اللہ ”قائد اہل سنت نمبر“ کے بعد اس پر بھی کام شروع کیا جائے گا۔ دما نرفنی لڑو باللہ

۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء صبح ۵ بجے حضرت والدہ صاحب بیٹھنے ہم اہل خاندان سمیت اپنے تمام رفقاء، متعلقین و مریدین کو داغ مفارقت دے گئے۔ (ان اللہ وانا الیہ راجعون)

حضرت والدہ صاحب بیٹھنے کی حیات مستعار کے کئی پہلو تھے اور ان کے کام کا دائرہ کار مختلف شعبوں پر محیط تھا۔ الحمد للہ حضرت اقدس کے مشن اور آپ کے شروع کردہ تمام شعبہ جات میں کام جاری اور ترقی پذیر ہے۔ میں اپنی گزارشات کا اختتام تصوف و سلوک کے حوالہ سے حضرت کی وصیت پر کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو.....

لہذا اہل جماعتی زندگی میں میری توجہ زیادہ تر فرق باطلہ کی طرف رہی ہے۔ شیعیت، خارجیت اور

مودودیت کے رد میں چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں اس وجہ سے اور نا اہلیت کی وجہ سے (کس نفی) بیعت سلسلہ کی طرف توجہ کم رہی ہے.....

بیعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک بیعت توبہ دوسری بیعت سلوک، بیعت توبہ کی اجازت ہر اس شخص کو دی جاتی ہے جو متشرع اور مخلص ہو، خواہ نسبت باطنی اس کو حاصل نہ ہو اور بیعت سلوک کی اجازت صاحب نسبت کو دی جاتی ہے..... بندہ نے حسب ذیل حضرات کو بیعت توبہ کی اجازت دی ہے.....

① حضرت مولانا محمد یوسف شیخ الحدیث پلندری آزاد کشمیر (امم ذات کی کثرت سے ان کو بھی ان شاء اللہ نسبت حاصل ہو سکتی ہے)

② جناب مولانا فضل احمد صاحب مدرس جامعہ امدادیہ فیصل آباد جو حضرت مولانا محمد امین شاہ صاحب مخدوم پور والوں کے داماد ہیں۔

③ حضرت مولانا قاری جمیل الرحمن صاحب (تا جگہ حضور حال مقیم چکوال)

④ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب بمقام جہان ضلع حیدر آباد موصوف کی استعداد اچھی ہے۔ احوال عمدہ ہیں ان کو نسبت حاصل ہے مگر ابھی رسوخ نہیں۔ اب میں مولانا حبیب الرحمن صاحب کو بیعت سلوک کی اجازت دیتا ہوں..... (۲۵ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ)

خدا تعالیٰ مجھ سمیت تمام مسلمانوں کی نظریاتی و عملی اصلاح فرمائیں۔

آمین بحرمة سید المرسلین

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے فرمایا.....

یزید کی بیعت کے بارے میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا ہے اس کا سبب یہ نہیں کہ بعض صحابہ جنتی یزید کو صالح کہتے تھے اور بعض اس کے فسق کے قائل تھے بلکہ صحابہ کے مابین اجتہادی اختلاف تھا بعض کے نزدیک فاسق ہونے کی وجہ سے خلیفہ معزول ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک معزول نہیں ہوتا اور اس کی بیعت تو ناجائز نہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث سے اپنا استدلال پیش فرمایا۔ اسی اجتہادی اختلاف کی بنا پر حضرت امام حسینؑ نے یزید سے قتال کا ارادہ فرمایا کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ کوفیوں کی حمایت سے وہ ایک متحدہ طاقت بنا کر یزید کے مقابلے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن کوفیوں کی غداری کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہی سمجھتے تھے کہ یزید کو اتنی قوت حاصل ہو چکی ہے کہ اب اس کا مقابلہ مشکل ہے اس لیے انہوں نے یزید کے خلاف خروج نہیں کیا۔ بیعت خلافت کے بعد کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں ہے کہ حادثہ کربلا واقعہ کر بلا اور محاصرہ مکہ اور قتال حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں انہوں نے فرمایا ہے کہ یزید چونکہ صالح و عادل ہے اس لیے اس کے خلاف خروج جائز نہیں۔ [ماہنامہ حق چار یاڑ، جنوری ۱۹۹۱ء، ص ۳۸]

۱۸ شعبان

۷۸۶

سہ شنبہ

یوم



ترمذی شریف

(۱) اقتدار مقررہ وراہ المتفقہ جائز ہے یا نہیں اگرنا جائز ہے تو حدیث ابو داؤد عن ابی ہریرۃ قال صل علی صلی اللہ علیہ وسلم فی خوف الظہر فصرف بعضہم خلفہ و بعضہم بإزاء العنق فصلے رکعتین ثم سلم فانطلق الذی صلوامعہ فرقوا ثم قرا معہم ثم جاء اولئک فصلوا خلفہ فصلے بهم رکعتین ثم سلم فکان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعاد و کما صحیح رکعتین و بذلک کان یغنی المؤمن (اور اسکی ہم سے متفقہ جائز علی اللہ کی روایت میں ہے) کا کیا جواب ہوگا۔ نیز حضرت معاذ بن جبل کا واقعہ جس میں صحیح سند و کلاوی اور اقطنی وغیرہ میں وہی لہ تطبیح و اہم فریضۃ کی زیادتی موجود ہے نیز حضرت عمر بن کلا واقعہ جو کہ تمام صحاح میں مذکور ہو ان کا کیا جواب ہوگا اور اگر جائز ہے جیسا کہ مذکور بالا احادیث سے فہم ہوتا ہے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطلاع پانے پر متعجب نہیں فرماتے ہیں تو خفیہ اور مالکیہ کیوں منع کرتے ہیں خفیہ کے دلائل سے تفصیل مذاہب لکھئے۔

(۲) عن عبد اللہ بن بیدقۃ عن ابیہ عن رسول اللہ عذہ قال کنت جالساً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزلت امرأۃ فقالت یا رسول اللہ انی کنت قد صلت علی امی بجائزۃ واعظامت قال وجب لیسرک ورجعنا عنک المیدان قالت یا رسول اللہ کان علیہا صوم شمل و اصرم عنہا قال صومی عنہا قالت یا رسول اللہ انھا لم تخطی حاج عنہا قال نعم حتی تمھا ام۔ اس حدیث کے متعلق مندرجہ ذیل امور کی تفصیل فرمائیے۔

(الف) کیا یہ حدیث آیت دان لیسرک انسان اکامایع کے خلاف نہیں ہے اگر ہے تو جمع یا تریج کی کیا صورت ہوگی اہل سنت کا مسلک کیا ہے۔ (ب) اگر کسی شخص پر قضا، صوم رمضان واجب ہو تو اس کا ولی یا دوسرا شخص اسکی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو ان شاء اللہ اور حدیث صام عنہ ولی کا کیا جواب ہے، اور اگر رکھ سکتا ہے تو رسول اللہ کی روایت ابن عمر عن احمد عن احمد وکلا یصلی احد عن احد کا کیا جواب ہے تفصیل مذاہب مع ادلہ تحریر کیجئے۔ (ج) کیا والدین پر تصدق کرنا جائز ہے اگر نہیں تو اس حدیث کا کیا جواب ہے۔

(د) کیا صدقہ دیکر واپس لے لینا جائز ہے۔

(هـ) اشتراء القصر بالرطب اور بیضاء بالسلت جائز ہے یا نہیں تفصیل مذاہب مع ادلہ بیان کرو۔ حدیث زید بن عیناش کا جواب کیا ہے۔ حالانکہ وہ حسن صحیح ہے۔

اشعبان

۷۸۶

دوشنبہ

یوم



مسئلہ شریف

(۱)

عن ابی وائلؓ قال سمعت سهل بن حنيفؓ یقول انهم اٰمر اءامكم علی دینکم
فلقد اٰمرت بیتی یرم ابی جندل ولوا استطیع ان اءمر امر رسول الله صلی الله علیه وسلم
ما فتننا منه فی خصم الا الفجر علینا منه خصم۔ اس عبارت کا واضح ترجمہ کر کے مندرجہ
ذیل امر بیان فرمائیے۔ (الف) صفین اور یرم ابی جندل کی کس قدر کیفیت اشارہ کر (ب)
ولوا استطیع الخ کی جزا محذوف ہو یا کیا بر تقدیر اول جزا کیا ہوگی؟ (ج) ما فتننا میں لفظ فتننا
صحیح ہے یا غلط امام نوویؒ نے اس کے متعلق کیا فرمایا ہے۔ (د) منہ کی ضمیر کا مرجع اور لفظ خصم
سے کیا مراد ہے۔ ظاہر فرمائیے۔

(۲) عن عائشةؓ رھا قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا تقطع بیدرا الا فی ریحینا اور فصا
یہ روایت اور اس کے علاوہ بہت سی قولی اور فعلی روایتیں بصرہ و لا کر کے ساری کے قطع پر لکھا اقل بے نیار ہو رہا ہے کہ روایت کس
کی ہیں پیشین کی ترجیح شاذیل کی زیادہ گفتگو کی جا نہیں اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ قطع الا فی ریحینا اور عشق درہم
تو اس طرح روا تھا مقابلہ کیسے کر سکتا ہو و نیز امام ترمذیؒ کا ارشاد کہ وهو حدیث مرسل تراجم القاسم علی ابن مسعودؓ
والقاسم لم یسمع من ابن مسعود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول اور قطع الا اعتبار کرنا یہ بھی نہیں آتا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ
قطع پر لکھا اقل یک نیار یا دس ہم کیسے فرمائیے جو حکم حوائج اور جوابات سمجھ اور اصول کے ماتحت ہر قیاس منطقیہ پر
اس کے بعد حضرت امرو کے مذاہب اس بارگی ہوں واضح کر دے جاویں۔

(۳) من ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اما اهل الدائن هم اهلها فاقم لایمیتون فیہا ولا
یموتون لکن یا منکم اصابتھم النار بذکرہم قال یخطا یا من فاما اھم الله لک اما حقہ اذا کاذبنا
اذن بالشفاعة ففیہم ضیاع ضیاع فنبشوا علی انھما الجنة ثم قیل یا اهل الجنة افیضوا علیہم
فینبشون بنا الجنة تکون فی جمیل السبل فقال رجل من القوم کان رسول الله صلی الله علیه وسلم قد کان
بالحادیۃ - ترجمہ کر کے خاکشیرہ الفاظ کی پوری تحقیق کیجئے۔ اور مندرجہ ذیل امور کے جوابات عنایت کیجئے (الف) فاقم
فی فیہا کا بھیرن یہ کلام اپنے ظاہر پر ہو یا کیا بر تقدیر اول انسان موت اور حیات مرد و عورت کیسے کر سکتا ہو
اور دوائے یہ الفاظ کہ فاما اھم الله تعالیٰ امانتہ خلاف ہر حال ہی بر تقدیر ثانی کیجئے کہ کس امر کی طرف اشارہ

مسئلہ شریف کا جواب دینا ہے اور اس کے لئے حق پیرایہ ۱۹۴ ۱۴۲۸ھ ۲۰۰۵ء ۱۹۴

۶ شعبان

۷۸۶

یوم

یکشنبہ



سنن ابی داؤد شریف

(۱) عن نافع ان ابن عمر استصحب علي صفيه وهو بمكة فسار حتى غربت الشمس وابتد النجوم فقال ان الله صلى الله عليه وسلم اذا اجتمع بين هاتين الصلوتين فلا تخافا من الشفق فنزل الجمع بين ما رويت بر غرركه فرماني به كرجع حضرت جمع حقيقى كفاك ليس وه اس صا اور مرت روایت کی گیسو تا دل و تجوہ کرے۔ علامہ عینی کا بے تکلف اور سیدھا ارشاد اور ابن عمر کے سفر کی منسل روایا کی روشنی میں اس سے زیادہ واضح جواب یاد ہو تو بخیر فرمائیے۔ اور حنا کے مخصوص مری حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سید الطائفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت پناہی سے بھی محروم نہ رہیے اور بتلایئے کہ یہ روایت مرفوع ہے یا موقوف اور حضرت صغیفہ کون ہیں۔

(۲) عن عمر بن شعیب عن امیہ عن جدہ ان امرأۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معها ابنة لها وفي يدها بنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال لها تعطيني زكوة هذا قالت قال اليس لك ان يسورك الله بما اؤم القيمة سرائر من نار قال فخلدتهما فالتفتها الى النبي صلی اللہ علیہ وسلم وقالت هما لله ولرسوله۔

آپ حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے بیان فرمائیے کہ زکوٰۃ حل میں حضرت امہ مجتہدہ بن جہم اللہ کا کیا اختلاف ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ کا اس میں کیا مسلک ہے اگر یہ حدیث آپ کے موافق ہے تو امام ترمذی نے احادیث زکوٰۃ حل کی جو تصنیف کی ہے اس کا کیا جواب ہوگا۔

(۳) عن ابی الوضی قال غزا غزا وغنا وغنا لنا فز لنا من زجاج صا لنا فرسا بنا جم ثم اقاما بقیۃ یومہما ولیلہما فاما اصبحنا من الغد وحضر الریحیل قام الی فرسہ لیسن فہم مذموا وانی الرجل واخذہ بالبعی فابی الرجل ان یدفعہ الیہ فقال لیبنی وبنیک ابی ویرۃ صا ابنی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ خذہ القصة فقال ان رضیان ان اقصیٰ بینکما یقضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البیان بالخیر والمال یتفق فا وقال ما اکرما افترقتما۔ روایت کا ایسا واضح ترجمہ ہو جس سے قصہ معلوم ہو جا اور پھر فرمائیے کہ حضرت ابو ہریرہ کا فیصلہ حضرت خفصہ کے مسلک کو یہ یا ثرافی کے موافق۔ لفظ خیال کی تفصیل و تحقیق مطلوب نہیں۔

در شعبان

۷۶

شنبه

مطهر حسن اہلوی



ابن ماجہ شریف

(۱) عن عمر بن حریث قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو یقرأ فی الفجر کافی اسمع قرائتہ فلما اقم بالحنف الجوار الکفس - کیا اس قدر قرأت ادا کی کہ کافی پڑھیں تو تین آیتیں چھوٹی سی بھی نہیں ہیں۔ علاوہ انہیں ابن ماجہ کی ان روایات کے منافی بھی ہے کہ ان مہول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نیکو فی الفجر مابین السنین الی المائۃ دوسری روایت میں ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بفاصل فی الركۃ الا اولی من الظهر ویقصر فی الثانیۃ وکذا فی الصبحی - حدیث اول میں لفظ قرأت کی ترجمہ بھی ضروری ہے۔

(۲) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد الحر فابدوا بالصلا فان شدۃ الحر من فیہ جہنم - اولاً تشدد حر کا سبب فوج جہنم کو خزاں دہانہ معقول ہو کر کہ اگر فوج جہنم اس کی علت ہو تو ساری زمین پر ایک ہی سامع رہتا یا گرمی ہوتی یا سردی حالاً اگر زمین کے بہت ٹکڑے ٹکڑے ہیں سرد رہتے ہیں کبھی گرم ہی نہیں ہوتے پھر ہندوستان ہی کو دیکھو پہاڑ کے نیچے سخت گرمی اور پہاڑ کے اوپر سخت سردی اگر فوج جہنم اس کی علت ہو تو اخلا مالا کیوں ہے۔ ثانیاً اگر مان لیا جاوے کہ شدۃ حر کی علت فوج جہنم ہی ہو تو اس وقت میں نماز سے رکنا نہ چاہیے بلکہ نماز اسی وقت پڑھنی چاہیے تاکہ نماز کی وجہ سے افضل مبادات ہو فوج جہنم سے نجات ہو۔ ثالثاً عارضہ میں مضرب اور بعد اللہ میں جہود رضی اللہ عنہما ان حدیثوں کے منافی بھی ہے کہ شکر نا اہل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حر الرضاء قلہ لیشکنا۔

(۳) عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن ماء البئر فقال هو الطہر ما دہ الحل - اول سند کے پانی کی جہارت میں شک کی وجہ یہی ہے کہ جابر بنا پر دریافت کیا گیا۔ ثمر کے چھوٹے چھوٹے برتنوں میں رکھے ہوئے پانی کو پاک سمجھنے کے باوجود سند کے پانی میں شک کرنا قابل تعجب ہے پھر جو نمک مبتد امر بنی اللام فائدہ قصر کا دیتی ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ما بجز ہی طہر رہے اور اس کے علاوہ طہر نہیں۔ چھوٹے ما بجز میں تخصیص نہیں اسی طرح میتہ بجز بھی کوئی تخصیص نہیں ہونی چاہیے دونوں کی مقارنت عدم ہی کو چاہی ہے کہ کیا مذہب صحیح یہی ہے کہ بجز کا ہر قسم کا امیٹہ حلال ہے؟ مذاہب ائمہ بیان کر کے وجہ ترجیح بیان کرو۔

۳۱ شعبان

پنجشنبہ

۷۸۶

۲۰۰۵



نسائی شریف

(۱) عن ابی دھب۔ قال سہول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تبطوا الخیل وسمحوا بنوا صیحا وکفایاها وقلدھا وقلدھا حالہ فاروہم بکل کیت اغر عجل ادا شقر اغر عجل ادا دھم اغر عجل یلعین علم فہم ترجمہ کر کے بیان کیجئے کہ اتار کیا ہے۔ اور اس کے قلا دھتے کیوں منع فرمایا۔

(۲) ان عبد اللہ لری رجل یمیل قد صف بین قد صید فقال خالفت السنۃ ولو راج بیہما کان افضل۔ اس حدیث شریف کا کیا مطلب ہے۔ صف بین قد صید اور راج کی کیا عورت ہے۔

(۳) (باب لا یدعی علی ان لا توفیت فی الماء الذی یغتسل فیہ) حدیث شریف عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغتسل فی آباء وھو الفرق وکنتم اغتسل انا وھو من آناء واحد۔ فرق کسکو کہتے ہیں باب مذموم تھا یا وہ فرق سے توفیت معلوم ہو رہی ہے ترجمہ باب سے بالکل مناسبت حدیث کو نہیں کہہ سکتے۔ مناسبت کی ہوتو بتلائیے۔

۱۲ شعبان
پہار شنبہ

۷۸۶

یوم



شمائل ترمذی شریف

(۱)

قالت الحادیۃ عشرۃ زوی البوزع وما البوزع اناس من حل اذن و ملائم ثم عضدی
و تحببى فجئت الى نفسى وجدنى فی اهل غنیمۃ بنش فجلت فی اهل صہیل و اطیعہ و اشد
ومنق و صدۃ اقول فلا اقبح و لا قد اقبص و اشر فالتقمیر ام ابی زرع فما ام ابی زرع
عکرم ہا ارجح و بینہا فصاح ابن ابی زرع فما ابن ابی زرع مضجعه کسل شطبتہ و تشبعہ
درع الجفر فبنت ابی زرع فما بنت ابی زرع طبع ایہا و طبع امہا و ملائ کسا شہا و غیظ
جاسر تھا۔ مبارک بالاس لغات ضروریہ کی تحقیق خصوصاً الفاظ مخطوطہ کی زیادہ تحقیق کرو۔

حل ثنا محمد بن یسار حدثنا ابن ابی عمیر و محمد بن جعفر قال حدثنا عوف بن ابی حمیلۃ عن یزید الفارسی
وکان یکتب لمصاحف قال رايت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام ارمی ابن عیسا فقلت لا بن عیسا انی رايت
سیر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النزم فقال ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول ان الشیطان
لا یتطیع ازیتبشہ فی من سلی فی النزم فقد سلی فی وہل تستطیع ازیتبعت هذا الرجل الذی رايتہ
فی النزم قال نعم انعت لک رجلین الرجلین جملہ و محمد اسمہ الرجلین اکل العینین حصن النضور
جمیل و امر الوجه قد ملأت لیمتہ ما بین ہذا الی ہذا قد ملأت غرۃ قال عرو کلا و کلا ما کان مع هذا
الغفۃ فقال ابن عباس لو رايتہ فی الیقظۃ ما استطعت ان تغفۃ فوق هذا قال ابو عیسی و یزید الفارسی

ہو یزید بن ہریر و ہوا قدیم من یزید السرقاشی و روی یزید الفارسی عن ابن عباس صلی اللہ علیہ
احادیث و یزید السرقاشی لم یدرک ابن عیسا و ہو یزید بن ابان السرقاشی و ہو جری عن انس
ابن مالک و یزید الفارسی و یزید السرقاشی کلاہما من اهل البصر و عوف بن ابی حمیلۃ ہو
عوف الکعری حدیثنا ابو داؤد و سلیمان بن مسلم البجلی ثنا المنذر بن شمیم قال قال عوف الکعری
ناکد من قتادۃ۔ حدیث کا مطلب یہ کہ تاؤد و من را فی فی النزم الخ میں اول اثر و جزا کا اتحاد کیا کہ
غیر مفید بنائے کیلئے کافی تھا دوسرے بھی ہرگز ایک ہی وقت بلکہ ایک ہی ساعت میں بیت سوا کا ہر مفسر کی مختلف موقوف
میں زیارت ہوئی یہ صورتیں ذات و امردہ کی کوئی نہ ہو سکیں اور یہ بھی بتاؤ کہ امام ترمذی کی اپنے قول کو عرض کیا کہ
اور المنذر بن شمیم کے قول کو بیان نقل کرتے ہوئے کیا فائدہ ہے۔
عن ابن عباس قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الضحی سبیلۃ کث۔ مغز اس کے قول یہ

نور اللک کے دربار کا خط قرطبی نے لکھ دیا ہے حضرت عبد الرحمن بن عوف بن ابی حمیلۃ عن یزید الفارسی عن ابن عباس صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الضحی سبیلۃ کث۔ مغز اس کے قول یہ

موم



۴۱۲۔ ان بنفوس وریہ عیشہ ایت متو ما کرک و غن

[illegible]



(۱) قال مالك الشافعي المرحوم فاذا ذهبت المرأة فقد وجهت صلوة النساء وخرجت من وقت المغرب. مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر انفق عليه فن هبطه فلم يقبل الصلاة. شفق في تفسيره: امام رحمه الله عليه في قوله ما سرفت را این کا تفسیر یہ ہے کہ امام کا نام ابو نافع ہے اس کیوں کہ قرآن میں فرماتا ہے۔ انکی جنت اس بار دی جائے گی۔ نیز امام انہی کی تفسیر میں ہے۔ انہی بعد از عمرت پر میل فرمایا کہ یہاں شفق انکے میل جگہ آئے بعد ازاں دیکھی جاتی ہے کہ آسمان وقت مغرب کی انہی کے کہا جاسکتا ہے اس کا جواب کیا ہے۔ دوسرا مسئلہ منی علیہ سبکے قطعت صلوة کا ہے اس میں مذہب حنفیہ کیا ہے اور اگر ابن عمر کے عمل کے خلاف ہے تو کس جہت پر مبنی ہے۔

(۲) باب قد را السجود من المذنب ۶۱ - مالك الى قوله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان بلاك ينادي بليل فكلوا واشربوا حتى ينادي ابن ام مكتوم - بتلائے کہ ترجمہ ابابکا کیا مطلب ہے اور حدیث سے ترجمہ ابابا کے معنی یہ ہے کہ ہوتا ہوا وہ حضرت بلالؓ رات میں اذان کیوں کہتے تھے کیا کسی خاص فائدہ کے لئے تصدیق اپنے سوا اور کسی وجہ سے نہ تھا۔ اگر تصدیق کہتے تھے تو کیا یہ اذان صبح ہی جو قبل الوقت کہی گئی یا کچھ اور۔ بہر دو صورت اب بھی ان کے عمل کا اتباع جائز ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو ایسی قوی حدیث کا خلاف کیوں کیا جاتا ہے۔ جو کچھ لکھیں ان تمام روایات پر نظر کریں کہ لکھیں جو اس بارہ میں کتب حدیث میں مختلف الانفاظ و المعانی وارد ہوئی ہیں۔

(۳) مالك انه بلغه ان عبد الله بن عباس وعبد الله بن الصامت والقاسم ابن محمد وعبد الله بن عامر بن ربيعة قد اوتروا بعد الفجر - اس عبارت کا مطلب سمجھ کر لکھئے کیا وقت وتر بعد طلوع فجر یا بعد صلوة فجر باقی رہتا ہے؟

۹ شعبان
یکشنبہ

۷۸۶

یوم



موسطی امام محمد

(۱) مسع علی الخفین کے بارہ میں جو اختلاف ہو اسکو موجب نقل کر کے اسکا جواب دینے کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مسع کا انکار کیوں کیا۔ اور امام مالکؒ معقیم کے کیوں مخالف ہیں دونوں کا خلاف عبارات ذیل سے واضح ہے۔

آن عبد اللہ بن عمرؓ اقدم الکوفة علی سعد بن ابی وقاص وہو امیر خراہ عبد اللہ جو یسیر علی الخفین فانکر ذلک علیہ الخ۔

وقال مالک بن انس لا یسیر مع الخفین علی الخفین۔

(۲) فاستفتت لہا ام سلمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فقال لتنظرا لیلیا واکلا یام التي کانت تمیز من الشہر قبل ان یصیبا الذی اصابھا فلتزل الصلوة قد رذلک من الشہر فاذا خلعت ذلک فلتختسل ثم تستنضی برب فلتصل۔ حدیث کی تشریح ایسی کیجئے کہ مستمانہ کے جملہ اقسام سے سب احکام مفصل معلوم ہوں۔ اور جب حدیث میں مراۃ موجود ہے تو ضاعی لکل صلوة وعلی جیسا ابو داؤد وغیرہ میں موجود ہے تو اخاف کہ تقدیر مضاف پر کیا چیز مجبور کرتی ہو۔

(۳) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف الصلوة رفع یدیه من مکبہ واذ اکمل للركوع رفع یدیه الحدیث۔ رفع یدین کی مشہور بحث کو آپ لکھیے۔ اور حدیث باب کا جواب اور اپنے مذہب کا اثبات منقول طریقہ سے کیجئے۔

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے فرمایا.....

یبتغون فضلاً من الله ورضواناً ۝ ”وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔“ یہاں حق تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلوص نیت اور صفائی قلب کی شہادت دے دی ہے اور یہ شہادت وہی دے سکتا ہے جو علیم بذات الصدور ہے۔ وہ سینوں کے اندر چھپے ہوئے خیالات کو بھی جانتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی اعمال شریعت کی بظاہر پابندی کرتا ہے لیکن اس کو اللہ کی رضا مطلوب نہیں ہوتی بلکہ وہ لوگوں کے دکھاوے کے لیے کرتا ہے تاکہ لوگ اس کو نیک اور صالح سمجھیں اور اس کی بزرگی کے معترف ہو جائیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ صفات کہ وہ کافروں کے مقابلہ میں بہت سخت ہیں۔ آپس میں مہربان ہیں اور رکوع و سجود کرتے ہیں یعنی نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس پر مخالف یہ کہہ سکتا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز اور جہاد دنیوی اقتدار کے حصول کے لیے تھا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور عموماً شیعہ یہی کہا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے معاندانہ اعتراض کا قلع قمع کر دیا اور واضح طور پر فرمادیا کہ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے مذکورہ اعمال محض ظاہر داری کے طور پر نہیں بلکہ ان کے اندر خلوص کا نور ہے اور وہ جو کچھ کرتے ہیں صرف میرا فضل اور میری رضامندی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ [ماہنامہ حق چار یاڑ، دسمبر ۱۹۹۰ء، ص ۵]

حضور ﷺ کے روزے پر حاضری ہوئی تو شرمندہ شرمندہ تھا۔

کبھی کوئی آنسو گرا دیا کبھی کوئی اشک بہا دیا

یہی حال تھا میرا رات دن کہ کسی نے در پہ بلا لیا

وہی ساعتیں تھیں سرور کی وہی دن تھے حاصل زندگی

یہ حضور شافع امتاں مری جن دنوں طلب رہی

پاکستان میں ملازمت نہ ملنے پر پھر انگلینڈ جانا پڑا۔ ایک سال جو ظہر اتو دیو بندیوں سے تعلق ہو

گیا۔ خاص کر کے حضرت بیٹے کے پاس رہنے لگا۔ ان کے پاس جمعہ پڑھنے کا۔ جلسے وغیرہ سننے کا، صحبت

کا موقع نصیب ہوا، شیخ سعدی بیٹے نے خوب فرمایا.....

بگفتا من گل ناچیز بودم

لیکن مدت باگل نشتم

جمال ہمنشین درمن اثر کرد

وگر نہ من ہما خاکم کہ ہستم

ایک موقعہ پر سنا کر جاہ میں ختم نبوت کا نفرنس ہو رہی ہے اور قاضی صاحب بھی جائیں گے۔ میں

اکیلا وہاں پہنچ گیا۔ حضرت کا پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ نہیں آرہے۔

پہلا موقعہ تھا وہاں جانے کی وجہ سے گھبرا یا کہ یہاں کوئی جان پہچان نہیں۔ بہر حال جلسہ ایک بیر

کے درخت کے نیچے تھا۔ وہاں نہ کوئی مکان نہ مسجد حیرانگی میں اور اضافہ ہوا۔ سارے لوگ اکٹھے تھے۔

لیکن علماء حضرات کوئی ملتان سے، کوئی لاہور سے، کوئی چنیوٹ سے دور دور سے آئے ہوئے تھے۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھری بیٹے کی صدارت میں جلسہ تھا جبکہ لعل حسین اختر مرحوم بھی موجود تھے۔

پانی کا بھی انتظام نہ تھا۔ چنانچہ مشکوں کے ذریعے پانی آرہا تھا۔ اور وضو بھی بڑی کنجوسی سے کیا جا رہا تھا

علماء کے آرام کے لیے ایک خیمہ تھا۔ جبکہ علماء حضرات زمین پر چادریں بچھائے بیٹھے اور سو رہے تھے۔

صبح کو لاہور سے آتے ہوئے ایک عالم جو قبلہ عطاء اللہ شاہ بخاری بیٹے کے خاص الحاح سے گئے تھے۔

کلباڑی ہاتھ میں اٹھائے تقریر کو آئے۔ اور شاہ صاحب کا ذکر کر کے فرمایا۔ ہم اس ہستی کے کہنے پر اکٹھے

ہوتے ہیں۔ یا رتم عجیب لوگ ہو کہ ناگہ گزرتا ہے تو ادھر دیکھتے ہو۔ گاڑی گزرے تو ادھر اور کار دیکھو تو پھر تو

تم کھڑے ہو کر نظارہ کرتے ہو۔ یا رتم تمہیں دین سمجھانے کہاں کہاں سے آتے ہیں۔ او بار میری بات کی

طرف دھمان کر رہا تھا۔ سادہ تھے۔ لیکن تاثیر تھی کہ ایک ایک لفظ پر مشمش کر اٹھا۔

روٹی کا وقت ہوا تو مولانا جالندھری ہلکے سمیت سب علماء پکڑے اور روٹی ریزمی والے سے خرید کر کے کھا رہے ہیں۔ سونے کا وقت آیا تو سب زمین پر دراز ہو گئے، نہ دری، نہ چادر، نہ سر ہانہ۔ مولانا جالندھری ہلکے کی تقریر رات کوئی تو قرآن اور احادیث کے ٹھانسیں مارتے سمندر سے گویا ملاقات ہوئی اور ہاتھیں تو گویا موتی جڑ رہے ہیں۔ اب بریلویوں اور دیوبندیوں کا موازنہ کیا تو زمین آسمان کا فرق محسوس کیا۔ کہاں وہ تھے، جھنڈیاں، ہاتھ باندھے غلام، پاؤں اور گھٹنوں کو چومنے والے مرید، پلنگ، پھنگے، پھنگے، گدے، حلوے، گوشت، کباب، پلاؤ، شربت، سبز چائے، اور اس میں الائچیوں کی آمیزش، فیس اور اپر کلاس کا کرایہ اور بیان میں تبرک کے طور پر ایک آدھ قرآن کی آیت۔ اور ادھر کینڑوں کمزوروں سے بھری زمین پر آرام کہاں پکڑے اور روٹی اور وہ بھی اپنے پیسوں سے لے کر کھانا، اس پر تو گویا دنیا ہی بدل گئی۔ کہ جنت کا راہ تو یہ ہے اور تو سب گورکھ دھندانی ہے۔

بہر حال انگلینڈ تو جانا ہی تھا کہ ملازمت تھی۔ اس سے دوسرے حج کا موقع مل گیا۔ دربار رسالت میں انگلینڈ چھٹکارا کے لیے دعا مانگی، ۴ سال گزار کر واپسی پر بھی حج کا موقع مل گیا۔ دربار رسالت مآب میں حاضری پر بعض لوگوں سے مدینہ میں ہی رہ جانے کا پوچھا تو مشکل محسوس ہوا۔ ایک نوجوان جو پاکستانی تھا اور روضہ مطہرہ کے قریب اپنے والد کے مکان پر کام کرتا تھا۔ اس سے مدینہ میں رہنے کا پوچھا تو اس نے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ جواب دیا کہ انگلینڈ سے تو وہ گویا انگلینڈ کا متوالا نکلا۔ یہاں تک کہنے لگا کہ کوئی نشانی تو انگلینڈ کی دے جاؤ۔ میں نے کہا خدا کے بندے جنت چھوڑ کر جہنم خریدتے ہو.....

خیرہ نہ کر سکی مجھے حسن فرمک کی بہار

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ

بہر حال روضہ پر حاضری ہوئی تو آنسو تھمتے نہ تھے.....

بے زبانی ترجمان شوق بے حد ہوتو ہو

ورنہ پیش یار کام آتیں ہیں تقریریں کہیں

آخر نہ رہا گیا۔ عرض کیا حضور دعا فرمائیں۔ کہ اپنے ملک میں کوئی کام بن جائے۔ اب تو انگلینڈ جانے کو جی نہیں مان رہا۔ تو ایک آواز محسوس ہوئی کہ ہمارا ایک بندہ کام درست کر دے گا۔ آپ حیران نہ ہوں کیونکہ..... وہاں حیات کے انوار جھلکاتے ہیں۔

میں جلوسے دیکھ کر آیا ہوں اس حرار کے بھی

دل کو تسکین ہوئی... وہ بندہ کون تھا؟ یہ واقعہ حضرت کو بے بس ہو کر ملاقات میں سنائی دیا لیکن وہاں
سندہ میں غصہ ڈالتے کے مترادف ہے۔ دو کب ظاہر کرنے والے تھے کہ وہ بندہ کون ہے؟
پھوٹی سی ایک دکان ڈالنی اور تیس سالہ زندگی اس میں گزاری، حالانکہ نصف درجن کتبہ کا کھیل تھا۔
سجدہ میں جسدِ پڑھاتا رہا۔ امامت کرتا رہا۔ کسی سے ایک پیسہ تک نہیں لیا اب تک کوئی پریشانی نہیں۔
دیکھتے ہی خوشحال زندگی گزاری اللہ اللہ اب بھی ۱۲ ہزار پشٹن انہیں فرعونوں سے لے رہا ہوں۔ دعا
فرمائیں میری سجدہ میں حاضری اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

ایک واقعہ اور یاد آگیا کہ نمازیوں میں اکثر گزیو ہو سی جاتی ہے۔ جس مسجد میں حضرت درس دیتے
تھے وہیں ہی میں نماز پڑھاتا تھا کہ رمضان میں ایک حافظ جو غیر مقلد معلوم ہوتا تھا۔ صبح کی نماز سحری کے
وقت ہی پڑھا دیا کرتا تھا میں نے اس کو منع کیا تو چونکہ سب لوگ سحری کھا کر سونا چاہتے ہیں۔ انہوں نے
مجھے برائی مشہور کر دیا اور حضرت کو بھی بھڑکایا۔ آخر حضرت نے میری تقریر خفیہ طور پر ٹیپ کرائی۔ پھر وہ
تقریر مرہاتوں کو بھی سنائی۔ اور اتنی پسند فرمائی کہ جب گھر والے جانتے تو پہلے پوچھتے کہ حاجی صاحب
نے تقریر بھائی کی نہیں؟ پھر خوش ہوتے۔۔۔

خوش آگئی ہے جہاں کو قلندری میری

وگرنہ نہ شعر میرا کیا ہے شاعری کیا ہے

کہیں علماء حضرات کی تقریر اور کہاں اس لاظم بے عمل و گناہگار کے متعلق پوچھنا کہ تقریر کی کہ نہیں
اللہ تعالیٰ ٹوٹی پھوٹی کوشش قبول فرمائے۔ جنہم سے بچائے۔ اور خاتمہ بالا ایمان نصیب فرمائے..... آمین



نایاب چراغ

کچھ جناب قاضی محمد اعجاز صاحب ☆

ہمارے مہربان، محسن، شفیق، خزانہ رحمت، نایاب چراغ باباجی رحمۃ اللہ علیہ ہم سب عزیز واقارب کو ترہنہ
محسوس کرنا کہ حقیقی کے پاس جا پہنچے..... انا للہ وانا الیہ راجعون
نوع پہاڑ غم کا مشکل ہے سراغ نانا

تین ذی الحجہ بروز جمعہ پیش آنے والا یہ صدمہ ناقابل برداشت ہے۔ اس دن جو کیفیت اپنوں،
بیگانوں کی تھی اسے خدائے واحد ہی جانتا ہے۔ لوگ غم کا اظہار کرتے مگر جواب نہ دے سکتا، زبان پر گویا
نالہ لگ گیا۔ دھڑکیں مارنے کو جی چاہتا، اس جدائی سے ایسا چرکہ لگا جس کے سامنے ہر غم ہیچ ہے۔
باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر بڑھا پاتا تھا، کمزوری تھی لیکن ایسا کبھی سوچا نہ تھا۔

ان کا بیمار عزیز واقارب حقیقی و مریدین کے لیے کیسا تھا، یہ وہی جانتے ہیں جو اس سے سیراب
ہوئے۔ اب تو چند سال سے ان کی کمزوری، بیماری اور مصروفیات دیکھ کر جی چاہتا کہ دور سے ہی زیارت
نصیب ہو جائے۔ قریب پہنچ کر ان کو تنگ نہ کیا جائے مگر ان کا کرم یہاں تک تھا کہ جب بھی موقع ملتا
سکرامنٹ سے بھرپور چہرہ سے استقبال کرتے اور فردا فردا انہیں تک کا حال پوچھتے، جی چاہتا اس چاند
چہرے پر نظریں جمائے رکھیں مگر احترام سے نظریں خود ہی جھک جاتیں۔

ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ اللہ پاک نے ہمارے خاندان میں ایسے چراغ بھیجے جن کی روشنی دنیا بھر
میں پھیلی۔ ہم اندھیروں میں جا رہے تھے۔ راتوں سے بھٹکے ہوئے تھے مگر انہوں نے ہمیں سیدھا راستہ
دکھایا اور اپنی زندگی دین حق کے لیے وقف کر کے اس پر پوری طرح عمل پیرا ہو کر نمونہ دکھا دیا۔ سنی قوم کو
صحابہ کرام کی شان ایسے طریقے سے بھائی کہ سنی کو بیدار کر دیا.....

فرمایا دودھ سوزا پلا دو (جو حضرت یسوعؑ کا شراب مرفوب تھا) اب دودھ اور سوزا تو دکان سے مل سکتا تھا لیکن برتن کوئی پاس نہ تھا۔ اتفاق سے میرے ایک دوست ماسر صاحب وہاں آ پہنچے۔ انہوں نے دکان پر بیٹنی دیکھی تو فوراً ٹیکسی پر اپنے گھر گئے اور تھوڑی سی دیر میں ضرورت کی ہرنیز لے کر آ گئے۔ بندہ نے بی گھاس میں کچھ دودھ ڈال کر چینی ملائی اور سوزا اٹھا کر پیش کیا۔

دو چس ڈبل روٹی کے نکالے تو حضرت یسوعؑ نے فرمایا ایک اور بھی نکال دو (تاکہ طاق ہمدی رعایت ہو سکے) دودھ پینے کے بعد حضرت یسوعؑ نے چمچ لیا اور گھاس میں سے چینی نکال کر نوش فرمائی (جو محل نہ سکی تھی) اس وقت تو مجھے عجیب سا لگا لیکن غور کیا تو معلوم ہوا کہ اصل میں رزق کی قدر تھی۔ آپ یسوعؑ کثریہ فرمایا کرتے تھے کہ رزق کا ایک قطرہ بھی تو رزق ہی ہے اس کی قدر کیا کرو۔

حضرت یسوعؑ عام طور پر کسی کام کے لیے فرماتے تو اصرار کے بجائے ترغیب پر ہی اکتفا فرماتے اتنا فرماتے کہ اگر ایسا ہو جائے تو بہتر ہے۔

اور اگر ایک دفعہ کہنے سے عمل نہ ہو سکتا اور دوبارہ کہنا پڑتا تو پھر بھی یوں فرماتے جیسے پہلی مرتبہ فرما رہے ہوں یہ کبھی نہ فرماتے کہ پہلے بھی کہا تھا اثر نہیں ہوا۔ مجھے اس کا تجربہ یوں ہوا کہ حضرت یسوعؑ نے درس قرآن شروع کرنے کے لیے فرمایا دو تین مرتبہ فرمانے کے باوجود میں اپنی بد عملی اور سستی کی وجہ سے شروع نہ کر سکا پھر ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ جب میرا اپنا عمل نہیں تو میں دوسروں سے کیا کہوں؟ فرمایا کبھی دوسروں سے کہنے کی برکت سے خود عمل کی توفیق ہو جاتی ہے۔

اب اس کے بعد میرے لیے کوئی تنجائش باقی نہیں رہی۔ حضرت یسوعؑ کی صحت کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے یہ خیال آنے لگا کہ اگر درس قرآن شروع نہ ہو سکا اور حضرت یسوعؑ کا وصال ہو گیا تو مجھے کس قدر شرمندگی ہوگی کہ حضرت یسوعؑ نے زندگی میں صرف ایک مرتبہ کسی کام کے لیے فرمایا تھا وہ بھی میرے قاعدہ کے لیے اور مجھ سے نہ ہو سکا! اب دل میں تو یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ حضرت یسوعؑ کے حکم کی تعمیل ہو سکے لیکن دوسروں سے یہ خود کہنا کہ میں درس قرآن دیتا ہوں یہ بھی بہت مشکل تھا۔ اسے حضرت یسوعؑ کا تصرف سمجھیں یا دعا کہ اللہ تعالیٰ نے خود سب پیدا فرمایا کہ مسجد والوں نے جمعہ پڑھانے کے لیے کہا تو میں نے موقع مناسب جانا اور درس قرآن شروع کر دیا۔ جب حضرت یسوعؑ کو اطلاع دی تو حضرت یسوعؑ بہت خوش ہوئے۔ جس دن حضرت یسوعؑ کا وصال ہوا اس دن سورۃ مدثر تک درس ہو چکا تھا۔ (اب الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے بعد دوبارہ درس شروع ہے)۔ زندگی میں یہ واحد کام ایسا تھا جس کے لیے حضرت یسوعؑ نے

شکل سمجھتا ہے کہ بچوں کو ذہانت و ذہن کے بغیر ان کی پرورش و تربیت صحیح طریقہ پر کیسے ہو سکتی ہے؟ اگرچہ
بہتر ضرورت ڈانٹنے یا مارنے کی شرعاً منجائش و اجازت ہے لیکن حضور اقدس ﷺ کی اپنی سنت تو یہی
ری کہ محبت سے بچوں کو سیدھی راہ پر لائے۔ لیکن یہ وہی کر سکتے ہیں جن کو اپنے نفس پر پورا کنٹرول ہو۔
حضرت بیہیہ کی زندگی میں کبھی نہ دیکھا نہ سنا کہ کسی بچے کو مارنا تو کجا کبھی ڈانٹا بھی ہو۔ بچوں سے ایسی
محبت کہ بیماری کی شدت اور زندگی کے آخری چند ایام میں جب آپ ﷺ اکثر خاموش رہتے۔ بچہ ساہنے
آ جاتا تو طبیعت میں بشارت آ جاتی اور بچوں سے ان کی دل لگی کی باتیں کرنے لگتے۔ بچے جس قدر
چھوٹے ہوتے اسی قدر ان سے محبت و شفقت زیادہ ہوتی۔

خاندان میں بچوں کی ولادت پر بہت خوش ہوتے۔ شاعری کا نہایت اعلیٰ ذوق رکھنے کے باوجود
شعر بہت کم کہتے۔ لیکن بچوں کی پیدائش پر ہر ایک کی خاطر اچھی طویل نظمیں موزوں فرماتے جن میں
توحید و رسالت، شان صحابہؓ پر بیعت کا ذکر بھی ہوتا اور بچوں کے لیے دعائیں بھی۔

ایک دفعہ ایک بچے کو کسی نے تھپڑ مارا تو بہت دیر تک اس بچے کو گود میں لے کر بیٹھ رہے اور فرمایا کہ
بچے کوئی مارنے کی چیز ہوتے ہیں! بچے تو پھول ہوتے ہیں۔ بچوں میں سے اگر کسی کو کوئی چیز دیتے تو
دوسرے بچوں کو بھی ضرور دیتے اگر دوسرے بچے موجود نہ ہوتے تو ان کا حصہ رکھوا دیتے۔ حج اور عمرہ سے
واپسی پر بھی ہر بچہ کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور لاتے۔

کتابوں کے مطالعہ میں بھی حضرت بیہیہؓ کا اپنا ایک خاص انداز تھا۔ حضرت بیہیہؓ جو کتاب بھی
پڑھتے اس کے شروع میں خالی صفحہ پر ایک ایک سطر میں صفحہ نمبر لکھ کر خاص باتیں ضرور لکھ دیتے۔ بندہ نے
محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری بیہیہؓ کے بارے میں پڑھا تھا کہ حضرت بیہیہؓ کتاب پر کسی قسم کا نشان
لگانا ناپسند فرماتے۔ ایک مرتبہ کسی نے پڑھنے کے لیے کتاب لی جب واپس کی تو جگہ جگہ نشان لگے ہوئے
اور جلد بھی خراب ہو چکی تھی۔ حضرت بنوری بیہیہؓ نے کتاب ان صاحب کو ہی واپس کر دی کہ ایسی کتاب
اپنے پاس رکھنے کی نسبت کتاب سے صبر کر لینا آسان ہے۔ مجھے بھی ان کی یہ بات بہت پسند آئی۔ ایک
مرتبہ اپنے حضرت بیہیہؓ سے اس معاملہ میں گفتگو ہوئی تو حضرت بیہیہؓ نے فرمایا کہ حضرت بنوری بیہیہؓ کو
اللہ نے بے مثال حافظہ عطا فرمایا تھا۔ اگر وہ نہ لکھتے تھے تب بھی حرج نہ تھی لیکن ہم جیسے لوگوں کے لیے یہی
مناسب ہے، کیونکہ اس طرح ایک تو بندہ غور سے کتاب پڑھتا ہے۔ دوبارہ ایک نگاہ اپنے لکھے ہوئے ان
اشارات پر ڈالنے سے ساری کتاب کے اہم مضامین سامنے آ جاتے ہیں۔ اور بعد میں دوسرے کے لیے

بھی کتاب کے اہم مضامین، تھوڑے وقت میں جان لینے کی سہولت ہو جاتی ہے۔
حضرت بریلویؒ کے اس طرح سمجھانے پر مجھے بھی ان اشارات کے فوائد سمجھ آ گئے۔ حضرت بریلویؒ کی پڑھی ہوئی تمام کتب پر اس طرح کے اشارات ضرور ملتے ہیں۔

ایک مرتبہ مجھے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ بزرگ جو بعض وظائف میں قرآنی آیت کے ساتھ کوئی دوسری آیت ملاتے ہیں تو یوں سمجھو جیسے طب میں مفرد اجزاء کے اپنے خواص ہوتے ہیں اور اگر انہیں مرکب بنایا جائے تو اثر میں اضافہ ہو جاتا ہے اسی طرح قرآن سارا نور ہے۔ ہر آیت اپنی جگہ نورانی ہے لیکن بعض آیات کو دوسری آیات سے ملانے سے تاثیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت تو آپ کی رگ رگ میں رچی بسی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے بھی بہت محبت تھی۔ غار ثور کا تذکرہ اکثر فرمایا کرتے، میرے ہم زلف ڈاکٹر عبدالباسط صاحب عمرہ کر کے واپس آئے تو ان کے تذکرہ میں حضرت بریلویؒ نے فرمایا ”اللہ تمہیں بھی لے جائے“ یقین جانے کہ اس سے پہلے اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے کبھی اس کا خیال بھی نہیں آیا تھا لیکن حضرت بریلویؒ کی دعا پر فوراً آمین کہی اور دل کو یقین ہو گیا کہ اب اللہ تعالیٰ ضرور لے جائیں گے۔ اس سے اگلے سال ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت بریلویؒ کے سفر و حضر کے خادم محترم ثار معاویہ صاحب بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا ”غار ثور پر حاضری دینی ہے۔ غار میں چند نوافل پڑھنے کی سعادت ملی اور دل پر ایسی کیفیت طاری ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔

واپسی پر حضرت بریلویؒ نے پوچھا ”غار ثور پر بھی گئے تھے؟“ جب بتایا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب تو راستہ بھی بن گیا ہے لیکن اس کے باوجود، جو ان آدمی خالی ہاتھ بھی چڑھتے ہوئے تھکاوٹ محسوس کرتا ہے۔ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا کیا مقام تھا کہ رات کا وقت، دشمن کی طرف سے فکر مند بھی تھے، راستہ بھی ہموار نہیں اور حضور اقدس ﷺ کو کندھوں پر اٹھا کر غار ثور تک لے گئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کریم میں ثانی اثنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی دلیل ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہے وہ کھلا کافر ہے۔

سنت کی اتباع میں حضرت بریلویؒ ہمیشہ سلام میں پہل فرماتے۔ جیسے ہی بندہ سامنے ہوتا فوراً سلام کہہ دیتے۔ ٹیلی فون اٹھاتے ہی پہلے السلام علیکم اور اس کے بعد پوچھتے کون؟

خلافت راشدہ حق چارباغ

یا اللہ مدد

ختم نبوت زندہ باد

سرپرست اول

اولیاء عظام کی توجہات
علماء کرام اور ماہرین تعلیم
کی مشاورت سے منزل
کی طرف گامزن

علاقہ چھچھ میں اقراء نظام تعلیم
متعارف کرانے والا پہلا ادارہ

اقرار جنت الاطفال

حفظ قرآن مجید کی دولت کے حصول کے ساتھ ساتھ
اسلامیات، اردو، عربی، انگلش، ریاضی، اخلاقیات اور کمپیوٹر کی بنیادی تعلیم کا انتظام

داخلہ
جاری ہے

عقرب افتتاح انشاء اللہ

- شاخ سیدنا فاروق اعظم کی منزل بالقابل جامع مسجد درہ شریف
- شاخ سیدنا علی الرضی، تاجک
- شاخ سیدنا امیر معاویہ، دیوبند
- شاخ سیدنا امام حسنؑ، گدھی
- شاخ سیدنا امام حسینؑ، چکوال
- شاخ سیدنا ابو ہریرہؓ، چیمبر لاہور
- شاخ سیدنا جعفر طیارؑ، (پٹنہ)
- شاخ سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ، تونپہ
- شاخ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ، لاہور

شاخ سیدنا
صدیق اکبرؓ
بالقابل حسینی دواخانہ حضور
شاخ سیدنا
عثمان غنیؓ

ڈھوک نیرن العابدین، جی ٹی روڈ بانیہ

خادم الہی سنت حافظ رشید احمد آسی مدیر اقرار جنت الاطفال مدینہ منزل محتاج عبدال حضور ضلع انک

Tel: 05779-310465 Mob: 0300-5477867

رابطہ کے لئے

محمد مظہر حسین ثانی کے نانا جی رحمۃ اللہ علیہ (حیات و خدمات کے آئینہ میں)

کچھ حافظ زاہد حسین رشیدی ☆

موت کی حقیقت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی

حسب ضابطہ قرآنی کل نفس ذائقہ الموت مولانا مرحوم (امین ملت مولانا محمد امین صاحب صفدر اذکار ذوی رحمۃ اللہ علیہ) بھی اپنے وقت مقررہ پر ہی اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر گئے ہیں اور موت حیات کا یہ سلسلہ تو قیامت تک چلتا ہی رہے گا۔ اور خالق موت و حیات بھی وہی وحدہ لا شریک لہ ، اللہ جل شانہ ہی ہے۔ وہی ساری مخلوق کا خالق ہے چنانچہ سورۃ ملک میں فرمایا..... خلق الموت والحیاء لیبلوکم ایکم احسن عملاً [الایہ] جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے

[ترجمہ حضرت قتادہؒ ولادت ۵ رجب الثانی ۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۲ء وفات ۱۶ رجب ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۹۴۳ء]
اور اس آیت کے تحت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں موت و حیات کا یہ سارا سلسلہ اس لئے ہے کہ تمہارے اعمال کی جانچ کرے کہ کون برے کام کرتا ہے اور کون اچھے اور کون اچھے سے اچھے؟ پہلی زندگی میں یہ امتحان ہوتا ہے اور دوسری زندگی میں اس کا مکمل نتیجہ دکھلایا جاتا ہے۔ فرض کرو اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا اور موت نہ آتی تو لوگ مبتداء و منتہی سے غافل اور بے فکر ہو کر عمل چھوڑ بیٹھتے اور دوبارہ زندہ نہ کئے جاتے تو بھلے برے کا بدلہ کیا ہو سکتا ہے؟ الخ.....

[ماہنامہ حق چارپایہ، اذکار ذوی رحمۃ اللہ علیہ نمبر ۱۵]

اکابر کی تشریحات کی روشنی میں موت کی وضاحت کرنے والے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید و خلیفہ مجاز، سلطان المناظرین حضرت مولانا کرم الدین دبیر رحمہ اللہ کے لخت جگر، بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان، قائد اہل سنت وکیل صحابہ رحمہ اللہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ خود موت کی آغوش میں جا بسے ہیں..... اناللہ وانا الیہ راجعون

اب کے تو انوار عجب ہے منظر مرنے والوں کا
دریا میں ڈوب رہے ہیں دریا سے گہرے لوگ

سلطان المناظرین کے ہاں ولادت:

فخر اہل سنت سلطان المناظرین حضرت مولانا کرم الدین صاحب دبیر نور اللہ مرقدہ ایک بلند قامت اور باوقار شخصیت تھے۔ ذہانت و فطانت، گرج دار آواز، حاضر جوابی جیسی خدا صلاحیتیں رکھتے تھے۔ دبیر کا تخلص رکھنے والے قادر الکلام شاعر عربی، اردو، پنجابی، فارسی میں فی البدیہہ اشعار کہتے تھے۔ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین آنجنابی کے خلاف تقریر کرنے کی وجہ سے امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ پر مقدمہ بنا تو آنجناب نے حضرت دبیر رحمہ اللہ کو بطور گواہ صفائی طلب کیا، حاضر جوابی کا عالم یہ تھا.....

بقول امیر شریعت رحمہ اللہ..... مولانا کرم الدین صاحب پر جب مرزائی دکلہ جرح کرتے تھے تو میں سوچتا تھا کہ اس کا آپ کیا جواب دیں گے؟ لیکن جب آپ جواب دیتے تھے تو میں حیران رہ جاتا تھا۔ قادیانیت، رافضیت، غیر مقلدیت، عیسائیت، ہندو ازم، سکھ ازم نجانے کتنے فتنوں کو آپ نے کہاں کہاں نکیل ڈالی اور دین و مذہب کو ان لٹیروں سے محفوظ رکھا۔ ایسی مبلغانہ، مناظرانہ اور مجاہدانہ شخصیت کے ہاں حضرت قائد اہل سنت کی ولادت باسعادت آپ کی ذاتی ڈائری کے مطابق ۲۰/ اکتوبر ۱۹۱۳ء سے شنبہ بجے رات برطانیق ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ موضع بھیس (ضلع چکوال) ہوئی۔

تعلیم و تربیت

تاریخ کے عظیم سپوت نے ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک کیا، جس میں عربی

بطور خاص لی، بعد ازاں والد گرامی حضرت سلطان المناظرینؒ سے ترجمہ قرآن مجید، فارسی اور صرف و نحو کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم کی زیر سرپرستی چلنے والے ادارے اشاعت اسلام کالج لاہور سے دو سالہ کورس پاس کیا اور ماہر تبلیغ کی سند حاصل کی۔ یہاں مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم آپ کے ہم درس رہے جبکہ اساتذہ میں حضرت کاشمیریؒ کے شاگرد مولانا غلام مرشد صاحب اور مولانا قاضی سراج احمد صاحب فاضل دیوبند تھے۔ یہاں سے فراغت پر حضرت مولانا ظہور احمد بگٹی کے زیر اہتمام دارالعلوم عزیزہ بھیرہ میں موقوف علیہ تک کتابیں پڑھیں۔

مرکز رشد و ہدایت میں

دورہ حدیث شریف کے لیے والد گرامی حضرت دبیر رحمہ اللہ نے مرکز رشد و ہدایت دارالعلوم دیوبند داخلہ کی غرض سے حضرت مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ تو آنجناب نے جواب میں فرمایا..... میں حج کرنے کے بعد دارالعلوم آؤں گا۔ آپ کے فرزند کے بارے میں شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب کو لکھ دیا ہے..... الخ شوال ۱۳۵۶ھ۔

والد گرامی کا رقعہ لے کر حضرت شیخ الادب رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے شفقت کاملہ سے داخلہ عنایت فرمایا اور رہائش کے لئے دار جدید کمرہ نمبر ۱۴ دے دیا۔ دارالعلوم میں آپ دو سال علوم نبویہ سے سیراب ہوتے رہے۔ اساتذہ کرام میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ، حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا میاں امیر حسین صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالسیح صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا نافع گل صاحب رحمہ اللہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ سے خاص تعلق

حضرت مدنی رحمہ اللہ سے گہرے تعلق کا عالم یہ تھا۔ بطور تشکر و امتنان ذکر فرماتے ہیں..... حق تعالیٰ نے اس فانی زندگی میں اس ناکارہ خادم اہل سنت غفرلہ کو دو عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔

① دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت معلم دو سالہ حاضری

② شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت و توسل۔ رب العظیم اس بندہ اٹھم و جہول کو سنی دیوبندی مسلک حق پر آخری سانس تک قائم و دائم رکھیں۔ (حق چار یار محمد شیخ الادب نمبر ۵)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے درس کی روحانیت

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے درس بخاری شریف و ترمذی شریف کے متعلق تحریر فرماتے ہیں.....
بخاری شریف اور ترمذی شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ کے پاس تھیں۔ ترمذی شریف دن کو اور بخاری شریف رات کو پڑھاتے تھے اور درس بخاری میں تو حضرت کی روحانیت کا کچھ ایسا اثر محسوس ہوتا تھا کہ گویا دل دھل گئے ہیں۔ درس بخاری اور درس ترمذی کے دوران درس ہی میں بندہ حضرت کے ارشادات لکھ لیتا تھا۔ ترمذی شریف میں حنفیت کے دلائل ہوتے تھے۔ بندہ کو تھکد شخص کے بارے میں شرح صدر حضرت کے درس کے فیضان ہی سے ہوا تھا۔ واللہ الحمد..... (ایضاً ص ۴)
چنانچہ ذاتی ذائری میں لکھتے ہیں.....

ہے دیوبند سراپا رشد و ہدی کا
میرے شیخ مدنی ہیں عرفان سراپا

دارالعلوم دیوبند سے واپسی

شعبان ۱۳۵۸ھ بمطابق ستمبر ۱۹۳۹ء دارالعلوم دیوبند سے واپس تشریف لائے۔ اس وقت علاقہ چکوال دیوبندیت سے نا آشنا تھا۔ آپ مسلک حق کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے اور علاقہ بحر میں تبلیغی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ قحوظ اہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ ایک ابتلائے عظیم کا شکار ہو گئے۔ حضرت اقدس اس قضیہ کے متعلق لکھتے ہیں.....

گاؤں میں ایک متنازع مکان کے بارے میں ہماری لڑائی ہو گئی۔ مخالف فریق کا سرغنہ ایک چودھری تھا جو اہل تشیع سے تعلق رکھتا تھا۔ چودھری صاحبان سے قرابت داری کی وجہ سے دوسرے گاؤں کا ایک قد آور لڑکا سنی نوجوان بھی اس کی حمایت میں آ گیا تھا۔ اس نے مجھ پر حملہ کرنے میں پہل کی جس سے میں زخمی ہو گیا لیکن میری دفاعی ضرب سے وہ شدید زخمی ہو کر بھاگ نکلا۔ میں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا اور مخالف فریق کے چند اور ساتھی سرغنہ سمیت

بھاگ گئے اور زخم چونکہ شدید تھا۔ اس کو لوگ تین چار کوس کے فاصلے پر قحانہ ڈھن کے پہاڑ لے گئے اور وہ وہاں انتقال کر گیا.....

انا لله والہ راجعون

حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور جنت الفردوس نصیب ہو، آمین۔ یہ غالباً جون، جولائی ۱۹۳۱ء کا واقعہ ہے۔ میں تو چونکہ زخمی تھا اور مقدمہ سے نکل نہیں سکتا تھا۔ مخالفین نے مقتول مرحوم سے ہی بیان دلوادیا کہ اس کو میرے بڑے بھائی مولوی منظور حسین صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے قتل کیا ہے۔ حالانکہ وہ لڑائی کے وقت موجود ہی نہیں تھے۔ ہر کھیت میں گئے ہوئے تھے۔ اپنے متعلقین میں سے ملک ستار محمد مرحوم اور ملک فتح دین مرحوم میرے ساتھ ہو کر لڑے تھے۔ لیکن مقدمے میں ملک فتح دین مرحوم کے بڑے بھائی ملک محمد اکبر مرحوم کا نام بھی مخالفین نے لکھوا دیا تھا۔ حالانکہ وہ اپنے گھر میں تھے۔ لڑائی میں شامل نہیں تھے۔ وہ بھی ہمارے ساتھ گرفتار ہوئے۔ ہم پر دفعہ ۳۰۲ کے تحت قتل کا مقدمہ چلا اور بالآخر ہم چاروں کو سیشن جج جہلم نے عرقید کی سزا سنائی اور اس وقت عرقید کے سزایافتہ کو ۲۰ سالہ قیدی تصور کیا جاتا تھا۔ جس میں سے ۱۴ سال قید ہا مشقت کاٹنی پڑتی تھی..... (ایضاً ص ۱۶)

کچھ ذکر غازی منظور حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ کا

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ”ایں خانہ ہمہ آفتاب است“ کا صحیح مصداق ہے۔ آپ کے بڑے بھائی جناب غازی منظور حسین صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۹۰۸ء) گونا گوں صفات کے مالک تھے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

مولوی منظور حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے چھ سال بڑے تھے۔ بچپن سے انہیں ”مولوی صاحب“ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ بی۔ اے تک کالج میں تعلیم حاصل کی۔ خوبصورت جوان تھے۔ گارڈن کالج راولپنڈی کی تعلیم کے دوران ہی انہوں نے ورزش کے ذریعے اپنا جسم مضبوط بنالیا تھا۔ کالج میں ہی انہوں نے پرہیز کی کار کو آگے سے کندھا لگا کر روکنے کا مظاہرہ کیا تھا۔ نکلی چھاتی پر ہتھوڑی سے ضربیں لگواتے تھے۔ نصف انچ موٹا سر یہ اپنے بازو پر پیٹ لیتے تھے۔ بہت زیادہ ہنڈر اور دلیر تھے۔ کالج کے ایام میں تو داڑھی منڈاتے تھے بعد میں داڑھی رکھ لی۔ دارالعلوم سے واپس آ کر جب میں نے ان کو حضرت مدنی قدس سرہ کے حالات اور ارشادات سناے تو غائبانہ طور پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت زیادہ معتقد ہو گئے تھے۔ کھدر پوش بن گئے۔ ہر وقت انگریز کے خلاف جہاد کی تیاری کرتے رہتے تھے۔

ان کے عزائم اتنے بلند تھے کہ اس وقت وہ کشمیر پر بذریعہ جہاد قبضہ کرنے کا پروگرام بناتے رہ جے تھے۔ مولوی صاحب باضابطہ عالم تو نہ تھے لیکن کالج میں چونکہ عربی لی ہوئی تھی۔ اس لئے قرآن کریم کا ترجمہ ان کے لئے آسان ہو گیا۔ مجھ سے ہدایہ اولین کے کچھ اسباق پڑھے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہم نے کالج میں فلسفہ بھی پڑھا لیکن علم تو ان کتابوں میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس دور میں گویا مولوی صاحب مرحوم حضرت شاہ اسماعیل شہید ثانیؒ تھے۔ ان کا اصل مقصد شہادت کا حصول تھا۔ جو الحمد للہ بفضلہ تعالیٰ نصیب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون..... اللہ تعالیٰ جنت الفردوس نصیب فرمائیں (آمین)۔ (ایضاً ص ۱۸)

حضرت دبیر رحمہ اللہ کا نالہ دل

اولاد کی خواہش عام طور پر بڑھاپے میں سہارے کے لئے ہی کی جاتی ہے۔ نو جوان اولاد کی ضرورت بھی اسی عمر میں پڑتی ہے۔ حضرت سلطان المناظرین رحمہ اللہ جب عمر کے اس سٹیج پر پہنچے تو ایک بیٹے (غازی منظور حسین شہید رحمہ اللہ) راہ حق میں قربان ہو گئے۔ دوسرے (حضرت اقدس رحمہ اللہ) سنت یوسفی پر عمل کرتے ہوئے حوالہ زندان ہو گئے۔ تو شکستہ حال حضرت دبیر رحمہ اللہ نے عید کے موقع پر نالہ دل یوں لکھا.....

آ رہی ہے اب مسلمانوں کی عید

مجھ کو لاحق ہے غم و رنج بعید

گم ہوئے مجھ سے میرے لخت جگر

جن کی تھی دشوار قیمت سے خرید

ایک ان سے جیل میں محبوس ہے

راہ حق میں ہو گیا دوئم شہید

نار فرقت نے کیا تن کو کباب

آنچه من دیدم کے ہرگز نہ دید

کوئی دم نہیں زندگانی ختم ہے

کٹ چکی مدت سے ہے جیل الوریہ

پیارے منظر کو ہو آزادی نصیب

یہ نہیں فضل خدا سے کچھ بعید

راہ حق میں لے گئی اس کو حیات جاوداں
ہو خوشاں باپ جس کا ہو پیر ایسا سعید
عالم آخر میں ہم "اللہ" جمع "بننا"
عارضی فرقت کا کیا غم ہے نہیں "رجع بعید"

"مولوی صاحب" کو دیکھا خواب میں کرتے دعاء
دوسرا بھائی کے بدلے مجھ کو اے رب معید
شکوہ بے جا ہے شکایت ہے سراسر بیکار
تھا جو منظور حسین ہوتا نہ وہ کیونکر شہید

ایک دن سبحون کو بھی ہوگی زنداں سے نجات
رحمت غفار سے ہے یہ نہیں ہرگز بعید
گرچہ ہے بدکار ظالم اور نالائق جہول
لیک مولائے حقیقی سے نہیں ہے ناامید

سرور عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے
ہے دعا مظہر کی یارب کر عطاء صبر مزید

دوران اسارت آزمائشیں

جیل ابتلاء و آزمائشوں کا دوسرا نام ہے۔ بڑے بڑے مہمان لوگ اس فضاء میں ہزار سہولتوں کے
باوجود آج کی اصطلاح میں Deeling پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کوئی اس کے خوف سے وطن عزیز سے
فرار اختیار کر لیتا ہے اور کوئی اس قید پر جلا وطنی کو ترجیح دے دیتا ہے۔ لیکن اکابر علماء اہل سنت علماء دیوبند
کی تاریخ گواہ ہے کہ جھڑپیاں انہوں نے زیور اور کال کوٹھڑیاں انہوں نے ماتھے کا جھومر سمجھا ہے۔
حضرت قائد اہل سنت "شیخ الہند" کے خوشہ چین اور حضرت مدنیؒ کے نام لیوا تھے۔ آپ نے عمر عزیز کے
دس سے زیادہ سال جیلوں میں گزارے۔ حتیٰ کہ عین اس وقت جب کمرشل کمان جبک چکی تھی۔
سہارے سے بھی چلنا درکنار، بیٹھنا اور اٹھنا بھی ناممکن تھا، آنکھیں آپریشن کے تکلیف دہ دور سے گزر
چکی تھیں، ہاتھ کمزوری کے باعث کوئی چیز ٹھیک طرح سے پکڑ نہ سکتے تھے۔ ۱۹۹۸ء میں اڈیالہ جیل کئی

ماہ گزارے۔ اب بھی یہ تصور ہوش و حواس گم کر دیتا ہے کہ کیسے سلاخوں کے پیچھے خدام اپنے محبوب قائد کو سٹریچر پر آتا دیکھتے تھے۔ انگریز کے دور سے لے کر ان کے گماشتوں کے ادوار تک ہتھکڑیاں، بیڑیاں، جیلیں، سلاخیں، چکیاں، مشقتیں معمول زندگی رہیں۔ لیکن آفرین ہے کہ پائے استقامت میں کبھی معمولی سی لرزش آئی ہو۔ حضرت محمد ﷺ کے عاشق صادق مولانا حافظ محمد الیاس صاحبؒ نے خوب کہا ہے.....

استقامت میں تیری ہمالہ شرم سار
آسمان کی رفعتیں ہوں جاشار

اس سلسلہ میں میرے مدعی کی وضاحت شاید سنٹرل جیل لاہور کے اس واقعہ سے خوب ہوگی جو جناب نے اپنی قلم سے تحریر فرمایا ہے، ملاحظہ ہو.....

(۱۹۳۹ء) چوہدری مہدی مرحوم کے قتل کیس کی ابتدائی سماعت کے دوران ہم چاروں ملزمان چکوال کی حوالات میں رہے (پھر) ہمیں ڈسٹرک جیل جہلم میں رکھا گیا۔ باقی تینوں احباب کو بیرکوں اور مجھے چکیوں میں رکھا گیا۔ میں کوٹھڑی میں پانچوں وقت اذان دیتا رہا۔ جیل کے حکام زبانی روکتے رہے۔ (پھر) سنٹرل جیل لاہور میں بھی بندہ نے اذان شروع کر دی اور میرے کہنے پر چار پانچ اور قیدیوں نے بھی اذان کہنی شروع کر دی۔ انگریز کے دور میں بیس سالہ قیدیوں کو ایک بیرک میں نہیں رکھتے تھے۔ ان کی روزانہ ازدی لگتی تھی یعنی شام کو دوسری بیرک میں بھیج دیا جاتا تھا۔ فیصل آباد کے دس سالہ قیدی صوفی نور محمد تھے۔ جو بیرک نمبر ۱۶ میں ہی رہتے تھے۔ ایک رات میری ازدی اسی بیرک میں تھی۔ صوفی نور محمد صاحب نے صبح کی اذان دی تو اس پر جیل کے ایک اسٹنٹ ڈپٹی کی طرف سے ایک قیدی نمبر دار آیا اور دریافت کیا کہ اذان کس نے دی ہے؟ ڈپٹی صاحب بلا رہے ہیں۔ صوفی صاحب نے کہا میں نے دی ہے۔ نمبر دار نے ان کو ساتھ لیا تو میں بھی ساتھ چل پڑا۔ اسٹنٹ جو سکھ تھا اس نے صوفی صاحب سے پوچھا کہ تم نے اذان کیوں دی ہے؟ یہ جیل ہے۔ اس پر میں نے اسٹنٹ سے کہا ہم مسلمان ہیں اور جیل میں آئے ہیں تو ایمان ڈیوڑھی میں نہیں چھوڑ آئے بلکہ ساتھ لائے ہیں۔ اس پر وہ آگ بگولا ہو گیا اور کرسی پر بیٹھے بیٹھے اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھانے کا ارادہ کیا۔ لیکن کانپ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمت نہ دی ورنہ اگر وہ ہاتھ اٹھاتا تو میں بھی مقابلہ کے لئے تیار تھا۔ اس وقت میری عمر تقریباً ۲۷ سال تھی۔ دین کا جذبہ بھی تھا اور کچھ جوانی کا جوش بھی۔ (چنانچہ) میری مشقت جیل کے پریس میں

اکا دی گئی۔ نیل میں چار پانچ ہیر کون میں اذانیں شروع ہو گئیں تو نیل انتہا مہم میں الجھ رہا ہوئی۔

ہفتہ میں ایک دن پرنٹنگ ڈھونڈ رہا تھا۔ ایک دن ہماری ہیرک میں دورہ تھا۔ تمام قیدی
تظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے آنے پر سب قیدی کھڑے ہو گئے اور ہاتھ میں اپنے اپنے کٹ لے
لئے جن پر قیدی کا نام اور دفعات درج ہوئے تھے۔ اس دوران میں نے دیکھا ایک الکار نے
پرنٹنگ کو میری طرف اشارہ کر کے میری نشاندہی کی ہے۔ وہ جب میرے قریب آیا میری دفعہ ۳۰۲
کو دیکھ کر کہنے لگا۔ تو بوا مذہبی بنا ہوا ہے۔ حالانکہ تو نے قتل کیا ہے اور یہ آیت پڑھی۔ ومن فضل موصی
متعمدا فجزاہ جہنم وساءت مصبرا (جو شخص مومن کو ہانچ کر قتل کر دے اس کی سزا جہنم ہے جو بوا
لھکانہ ہے) اللہ تعالیٰ کی امرت سے میں نے جواب دیا۔ یہ قتل محمد انہیں اور یہ آیت پڑھی فسوکذوہ
موسیٰ القحطی علیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبلی کو مکارا اور اس کی جان نکل گئی۔ قتل کرنے کا ارادہ نہ
تھا۔ یہ جواب سن کر وہ پریشان ہو گیا اور اس نے الکاروں سے کہا کہ پریڈ کے بعد اس کو میرے دفتر لے
آؤ۔ چنانچہ دورہ ختم ہونے پر مجھے دفتر میں بلایا اور کہا یہ جیل ہے یہاں اذان منوع ہے۔ میں نے کہا یہ
شریت کا حکم ہے میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر اس نے کہا تو پاگل ہے۔ میں نے یہ حدیث سنائی لن یومن
احد کم حتی یقال لہ انک مجنون (تم میں سے کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس سے کہا
جائے کہ تو پاگل ہے) اس پر اس کا دیانی پرنٹنگ نے کہا اے یہاں سے نکال دو، نکال دو۔ چنانچہ
الکار مجھے واپس ہیرک میں لے آئے۔ لیکن ہم نے پھر بھی اذانیں شروع رکھیں۔ چند دنوں بعد ہم سب
اذان دینے والوں کو جھڑپیاں اور بیڑیاں پہنا کر سنٹرل جیل ملتان بھیج دیا گیا۔ یہاں پرنٹنگ سخت
گیر تھا۔ اس نے میری تعلیم دیکھتے ہوئے کہا سنٹرل جیل لاہور نے پریس کے لئے ہم سے تعلیم یافتہ قیدی
مانگے ہیں اور تمہیں یہاں بھیج دیا ہے؟ میں نے واضح کیا کہ میں وہاں اذان کہتا تھا اس لئے مجھے یہاں
بھیج دیا ہے۔ اس نے کہا یہ جیل ہے ترغیب بھی ہے اور ترہیب بھی۔ لیکن میں نے صاف کہہ دیا یہ
اسلام کا حکم ہے۔ جسے میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے میرے کٹ پر لکھ دیا۔ اس کو چکیوں میں بند کر دیا
جائے اور ۱۲ سیر گندم روزانہ پینے کے لئے لکھ دی۔ الکار مجھے چکیوں میں لے گئے۔ رات وہاں گزاری
اور صبح پینے کے لئے ۱۲ سیر دانے آگئے..... یہاں ایک نوجوان اسٹنٹ میر صاحب تھے انہوں نے چکی
پینے کے بجائے چرخ کا تاشقت لگا دی۔ (پھر) اچانک سنٹرل جیل لاہور منتقل ہو گئی۔ یہاں پھر چکیوں
میں بند کر دیا گیا۔ (پھر) کچھ عرصہ بعد سنٹرل جیل راولپنڈی لایا گیا۔ یہاں مسلسل اڑھائی سال چکیوں

میں چکی پیسنے اور چرخہ کا تنے کی مشقت میں مگر رہے۔

(العصر اللہ نم (العصر اللہ اسارت کے عرصہ میں مجھے یاد نہیں کہ قیدی ہونے کی حیثیت سے مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی ہو۔ [حق چار یا تہ، شیخ الادب رحمہ اللہ، نمبر ص ۳۹]

یہ تقادین پر استقامت، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ڈٹ جانے کا ادنیٰ سافسونہ، اس جیسی بیبیوں مثالیں حیات مستعار میں موجود ہیں، جو حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے اس جذبے کا پتہ دیتی ہیں.....
ذوب جانا تو کوئی بات نہیں ہے لیکن
باعث شرم ہے طوفان سے ہراساں ہونا

مذہب اسلام کی حقیقی تعبیر

مذہب اسلام کی مختلف فرقے اپنے اپنے ذہن سے تشریح کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس سچے مذہب کی حقیقی تعبیر کس کے پاس ہے؟ حضرت قائد اہل سنت نے اپنی ساری زندگی اس معنی کو حل کرتے اور اس سوال کا جواب سمجھاتے گزاری..... ملاحظہ ہو.....

اللہ کے دین اسلام کا تحفظ ضروری ہے کیونکہ جب اسلام کے مقدس نام پر ہی کفر و باطل کی اشاعت ہو رہی ہو۔ مرزا غلام احمد قادیانی دجال کی جھوٹی نبوت کو منوانے کے لئے اسلام ہی کا نام استعمال کیا جا رہا ہو۔ حضور نبی کریم رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے برحق خلفاء راشدین امام الکھلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ و دیگر جنتی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تردید و تکفیر بھی اسلام کے نام پر ہی کی جا رہی ہو اور سردر کائنات کی ازواج مطہرات امہات المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی العیاذ باللہ اسلام کے نام پر ہی بے ایمان قرار دیا جا رہا ہو، تو اس دجل و تلخیص کے ظلماتی دور میں اسلام حقیقی کی پہچان کے لئے ان نورانی نشانات کا تحفظ ضروری ہے۔ جو کتاب و سنت کی نصوص سے ثابت ہیں اور ان نشانات حق میں سے..... سنت اور جماعت صحابہؓ..... دوا ایسے اہم بنیادی نشان ہیں جن کے تحفظ کے بغیر اصلی اسلام کا تحفظ ناممکن ہے اور اخروی نجات بھی انہیں سے وابستہ ہے۔ چنانچہ خود نبی کریم رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اس حقیقت کا اظہار اس معجزانہ ارشاد میں فرما دیا ہے۔ جس میں بطور پیشینگوئی امت کے ۷۳ فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ (ہم ما اتنا علیہ واصحابی) کے جنتی ہونے کی

خبر دی ہے۔ باطل اور غیر ناجی فرقوں سے امتیاز کے لیے ہی علماء حق نے اپنا امتیازی نام اہل سنت و جماعت ظاہر کیا ہے جو احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کے معجزانہ ارشاد ما انا علیہ واصحابی کی تشریح میں لکھا ہے..... متعدد فرقوں میں سے ناجی فرقہ کی تمیز کے لئے جو دلیل حضور پیغمبر صادق ﷺ نے فرمائی ہے وہ الذین ہم ما انا علیہ واصحابی ہے۔ یعنی اس ناجی فرقہ والے وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلنے والے ہیں اور اس مقام میں باوجود یکہ خود صاحب شریعت رسول خدا ﷺ کا ذکر کافی تھا۔ صحابہ کرام کے ذکر کی یہ وجہ ہے کہ تاکہ لوگ جان لیں کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے اصحاب کا طریقہ ہے اور راہ نجات فقط ان کے طریقے کی پیروی سے وابستہ ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ جو فرقہ اصحاب رسول ﷺ کی اتباع کو لازم قرار دیتا ہے وہ اہل سنت والجماعت ہی ہیں۔

[کتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۳۱ بحوالہ خدام اہل سنت کا تعارف]
حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کی نجی واجتماعی محافل، تحاریر و تقاریر میں یہی ذکر سب سے زیادہ ہوتا تھا۔ آپ اپنے زور استدلال سے تادم آخر یہی ثابت کرتے رہے کہ مذہب اسلام کی صحیح تعبیر مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔ اخروی نجات کا ضامن یہی سچا مذہب ہے.....

مذہب اہل سنت کی صحیح تشریح

مذہب اسلام پر عمل پیرا حقیقتاً اہل سنت والجماعت ہی ہیں۔ لیکن جب سوال اٹھا کہ مذہب اہل سنت کے دعوے دار بھی تو کئی لوگ ہیں؟ ان میں امتیاز کیسے ہوگا؟ یہ دوسرا سوال تھا جس کے جواب کے لئے حضرت اقدس رحمہ اللہ نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ فرماتے ہیں.....

پوری ایک صدی گزر چکی ہے کہ متحدہ ہندوستان میں اپنے دور کے علمائے محققین اور اولیاء کاملین نے متوکلا علی اللہ ۱۵ محرم ۱۲۸۴ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ وہ دور تھا جبکہ انگریز پوری طرح مسلط ہو چکا تھا اور فرنگی ڈپلومیسی اسلامی عقائد و شعائر کے خلاف اپنی جابرانہ قوت و سیاست کے جوہر دکھا رہی تھی۔ ان ناگفتہ بہ اور صبر آزمایا حالات میں اکابر ملت اور علماء اہل سنت والجماعت نے شرعی، دینی علوم و افکار کے تحفظ کے لئے اس دارالعلوم کی داغ بیل ڈالی۔ امام الاولیاء حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ مہاجر کی کی دعوات، حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد

قاسم نانوتویؒ کے اخلاص و تقویٰ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی توجہات باطنی کے ذریعہ بفضل خداوندی دارالعلوم دن بدن ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا اور اب تک ہزاروں علماء تحمیل علم کی سند لے کر ملک و ملت کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور تقسیم ہند کے بعد بھی پاکستان میں زیادہ تر انہیں علماء اہل السنۃ والجماعت کے ذریعہ اسلامی علوم و اعمال کی اشاعت و حفاظت ہو رہی ہے۔ جو بلا واسطہ یا بالواسطہ دارالعلوم دیوبند سے شرف تلمذ رکھتے ہیں.....

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانا بخشد خدائے بخشندہ

اور یہ بھی بلاریب حقیقت ہے کہ اگر برصغیر میں دارالعلوم دیوبند اور اس کے فیض یافتہ اکابر علماء کا وجود نہ ہوتا تو عالم اسباب میں مذہب اہل السنۃ والجماعت کی صحیح صورت ناپید ہوتی۔ الا ماشاء اللہ۔ اکابر دیوبند الحمد للہ مذہب اہل سنت کے صحیح ترجمان ہیں۔ اور نہ صرف شریعت کے ظاہری علوم کے وارث و محافظ ہیں بلکہ ان کو حق تعالیٰ نے باطنی و روحانی کمالات نبوت کی وراثت بھی عطا فرمائی ہے..... [سالانہ روئیہ اد جامعہ عربیہ اظہار الاسلام، ۱۹۶۷ء تا ۱۹۶۸ء ص ۱۵]

دیکھئے! کس وضاحت و سلاست کے ساتھ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر علماء دیوبند کو مذہب اہل سنت کا صحیح ترجمان ثابت کیا۔ حضرت اقدسؒ کو دیکھنے اور سننے والے خوب جانتے ہیں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس جذبہ و عقیدت کے ساتھ اپنے بزرگوں کا تذکرہ کیا کرتے تھے.....

اکابر علماء دیوبند کے مسلک کی سچی تصویر

مذہب اسلام مذہب اہل سنت ہی ہے جس کی صحیح ترجمانی اکابر علماء دیوبند نے کی ہے۔ اس وضاحت کے بعد تیسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ انفرادی و انتشار کے اس دور میں اکابر علماء دیوبند کے نام لیا بھی تو بہت ہیں؟ اسی پلیٹ فارم سے خارجیت، یزیدیت، مماثیت، بلا تفریق مذہب سیاست، تحریک اتحاد بریلویت بھی تو پیش کی جا رہی ہیں۔ یہاں ہم اکابر علماء دیوبند کا صحیح ترجمان کے کہیں گے؟ ان طوفانوں سے نکلنے کے لئے مسلک اکابر کی صحیح پرکھ کے لئے ہمارے پاس معیار اور کوئی کیا ہے؟ تو میں بلا تامل، بغیر کسی ہچکچاہٹ و تدبیب کے گزارش کروں گا کہ..... اکابر علماء دیوبند کے صحیح ترجمان، اور ان کے مسلک کے حقیقی شارح، مزاج اکابر کی پرکھ کے لئے معیار اور کوئی..... حضرت قائد

اہل سنت و جماعت وکیل صاحبہ، جنہوں نے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی ذات گرامی ہے۔
آنجناپ نے لکھ کر دیا کہ اس کا مسلک بلا خوف و لومۃ لائم قدم بقدم بیان کیا ہے۔ میری اس
جسارت کی تائید اکابرین امت کی ان تائیدات سے ہوتی ہے۔ جو انہوں نے گاہے بگاہے حضرت قائد
اہل سنت کی ذات گرامی اور ان کے مشن و افکار کے لئے پیش کی ہیں..... ملاحظہ ہوں.....

..... تائیدات اکابر.....

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا۔ مگر یہ خیال نہ
تھا۔ حق تعالیٰ آپ حضرات کے اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارہ سیات اور ترقی درجات
کرے۔ معزز ما! اس دور فتن میں دین کو پکڑنا قبض علی الجمر کا مترادف ہے۔ سوچ سمجھ کر کام کرنا
چاہیے۔ اگر تعلیمات دیدیہ کا مشغلہ ہو تو زیادہ مفید اور ضروری معلوم ہوتا ہے..... بہر حال سوچئے اور
سمجھئے اسلام کرام کے طریقہ پر چلئے واللہ معکم اینما کنتم جو رشتہ دار ادھیڑ عمر والی بیعت ہونا چاہتی
ہیں۔ ان کو آپ خود کیوں نہیں بیعت کر لیتے؟ آپ نیا بتا میری طرف سے ان کو بیعت کر لیں اور امور
بیعت پر عہد لے کر تسبیحات ستہ کی تلقین فرمادیں۔ [کتوبات شیخ الاسلام جلد ۴، ص ۱۴]
مدرسہ کا چکوال میں ہونا زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے۔ استخارہ مسنونہ سات مرتبہ کر لیجئے۔ اگر خواب
میں کوئی ہدایت ہو تو فیما در نہ رجحان قلبی پر عمل کیجئے۔

مدرسہ کا چکوال میں قیام ہو گیا تو فرمایا.....

خدا کے فضل سے مع الخیر ہوں۔ قیام مدرسہ کا مفصل حال معلوم ہوا۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی ترقی
فرمائے۔ مخلصانہ طور پر مدرسہ کی خدمات انجام دیں۔

مولانا مطیع الرحمن صاحب نے حضرت مدنی رحمہ اللہ سے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے جواب
میں تحریر فرمایا.....

مولانا سید خورشید صاحب کی خدمت میں قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان میں چلے جائیں۔ اگر بالفرض وہ
وہاں نہ ملیں تو ان کا پتہ کسی سے قصبہ مذکورہ میں معلوم کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔

دوسرے مولانا مظہر حسین صاحب مقام ہمیں تحصیل چکوال ضلع جہلم میں مقیم ہیں۔ ان کے پاس تشریف لے جائیں۔ [بحوالہ ماہنامہ حق چار یار جمعہ ۱۰ اپریل ۱۹۹۴ء]

شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جو حالات آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے افسوس کرنا، آپ معاف کریں میرے نزدیک کفرانِ نعمتِ الہیہ ہے۔ آپ ذکرِ قلبی بھی کرتے ہیں اور ذکرِ لسانی بھی اور یہ بھی امید ہے کہ ذکرِ تمام بدن پر مستولی ہو جائے۔ پھر جو آپ کا فرض منصبی ہے کہ گمراہوں کو راہِ ہدایت پر لائیں۔ وہ بھی ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد اب آپ اور کیا چاہتے ہیں؟ اب اور چاہے کیا ہو۔ پیغمبری مل جائے؟ خدا کا شکر کیجئے۔ آپ کی یہ حالت ہم جیسے ناکاروں کے لئے غبطہ کے قابل ہے۔ آپ نے جیل خانہ میں رہ کر قلب کی ایسی اصلاح کی جو ہم جیسے آزاد رو کرنے کر سکے۔ ہماری حالتوں سے عبرت حاصل کیجئے۔ اور خدا کا شکر ادا کیجئے۔ [حق چار یار شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ نمبر ص ۷۳]

آپ کے حالات گماہے بگاہے ان کے (مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی) نوازشِ نامہ سے معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ یہ معلوم ہوا کہ جیل میں آپ نے سرورِ کونین ﷺ کی زیارت کی اور وہاں سے ایما ہوا کہ آپ اذان میں اخفاء سے کام نہ لیں۔ تو آپ نے جہر شروع کر دیا۔ اصحابِ جیل نے اس کو نامناسب خیال کیا اور آپ کو ممانعت کی اور پھر عدمِ امتثال کی بناء پر تنبیہ کی۔ میرے محبوب عزیز! اذان پر استدرامِ راکہ سالہا سال سے تکلیفیں آپ اٹھا رہے ہیں۔ مناسب نہیں رہا حضور ﷺ کے امر کا امتثال سوا اپنی استطاعت سے زیادہ آپ کر چکے۔ [ایضاً ص ۷۸]

سنا کرتے تھے کہ بعض لوگ دریا کو ہنسم کر لیتے ہیں مگر ذکر نہیں لیتے۔ ایسے لوگ دیکھے نہ تھے۔ مگر ایسے لوگ دیکھے کہ حضرت مولانا مدظلہ کی خلافت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دیتے۔ معلوم نہیں آپ اُن میں سے ہیں یا نہیں..... [ایضاً ص ۹۲]

آپ کس نفسی میں اس قدر متجاوز عن الحدود ہو گئے ہیں کہ مجھ کو خوف ہے کہ آپ کے الفاظ کفرانِ نعمت میں داخل نہ ہو جائیں۔ حضرت مولانا مدظلہ کی اجازت ہرگز نا اہل کے لئے نہیں ہو سکتی۔ آپ خدا کا شکر ادا کریں اور اس منصب کو غیر مرتبہ نعمت جان کر مدارج میں ترقی کریں۔ وسوسوں و خطراتِ دل سے نکال دیں۔ [ایضاً ص ۹۴]

شیخ الغیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ملت حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

جامی محبوب احمد عارف ہوشیار پوری بمبئی ماہنامہ تہرہ اپریل ۱۹۸۱ء کے ہزار دی بمبئی نمبر میں لکھتے ہیں۔ جمیعت علماء اسلام کا قیام محل میں آیا اور اس کی امارت حضرت شیخ الطہیر مولانا احمد علی لاہوری صاحب بمبئی کو متفقہ طور پر سونپی گئی۔ جس پر حضرت آمادہ نہ ہوتے تھے۔ تو اس شرط پر قبول فرمائی کہ سیکرٹری حضرت مولانا غلام غوث صاحب کو جن لیا جائے۔ پتا چھ حضرت شیخ الطہیر کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت مولانا کو جمیعت کا سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزار دی بمبئی ان دنوں حیات تھے اور علیل بھی۔ حضرت مولانا غلام غوث صاحب کی رائے تھی کہ حضرت مولانا موصوف کو سیکرٹری جن لیا جائے۔ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب نے اپنی بیماری اور خرابی صحت کا عذر حقیقی پیش کیا۔

مجلس شوریٰ کا انتخاب حضرت شیخ الغفیر کو تفویض ہوا کہ جس کو مناسب خیال فرمائیں ممبر شوریٰ منتخب فرمائیں۔ چنانچہ حضرت لاہوری قدس سرہ کی طرف سے شوریٰ کے منتخب ممبران کے ناموں کی ایک فہرست ان دنوں شائع فرمائی گئی۔ جنہیں حضرت نے منتخب فرمایا تھا۔ اسی فہرست کی اشاعت کے بعد حضرت مولانا غلام غوث رحمہ اللہ مکان پر تشریف لائے اور راقم سے دریافت فرمایا کہ کوئی ایسا آدمی تو نہیں جو شوریٰ کے لیے بہتر ہو اور وہ اس فہرست سے رہ گیا ہو؟ میں نے جواباً عرض کیا! حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ایک خلیفہ رہ گئے ہیں۔ ان کا اسم گرامی اس میں درج نہیں۔ فرمایا وہ کون بزرگ ہیں؟ میں نے عرض کیا ”حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی“ اس پر حضرت مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے مجاز ہوں اور شوریٰ میں نہ لئے جائیں یہ کیسے ممکن ہے؟ میں تو حضرت قاضی صاحب سے واقف نہیں حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے قاضی صاحب کے بارے میں عرض کروں گا۔ اس منگھو کے دو چار روز بعد پھر حضرت مولانا تشریف لائے۔ فرمایا میں نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے قاضی صاحب سے متعلق عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ میں قاضی صاحب سے خوب واقف ہوں۔ قاضی صاحب تو ہمارے خاص آدمی ہیں۔ وہ ہمارے ہیں اور ہمارے ساتھ ہی رہیں گے۔ میں نے قاضی صاحب کی جگہ فلاں آدمی کو شوریٰ کا ممبر جن لیا ہے اگر وہ باہر رہتا تو ہمارے لیے پریشانی کا باعث ہوتا۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے ان صاحب کا نام مجھ سے غلطی رکھا جنہیں حضرت قاضی صاحب کی جگہ چنا

کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت مولانا رحمہ اللہ کے حضرت قاضی صاحب مدظلہ سے روادا پیدا ہوئے اور حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی معیت میں ایک دفعہ حضرت مولانا نے ہام کے دور دراز علاقوں کے دیہاتوں کا تبلیغی سفر فرمایا جس میں کہیں اونٹوں پر تو کہیں پیدل دشوار گزار راستوں میں چلنا پڑا۔ اس تبلیغی سفر کے بعد مولانا رحمہ اللہ نے احقر سے فرمایا کہ میں نے قاضی صاحب کے ساتھ دوران سفر ۱۰ ماہ کیا ہے کہ حضرت قاضی صاحب سراپا اخلاص اور مجسمہ للہیت ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اس سفر کی کاروائی قلمبند کر کے رسالے میں شائع کی۔

مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی تائید

مولانا لعل شاہ بخاری کی کتاب ”استخلاف بنیہ“ منظر عام پر آئی جس میں حضرت امیر معاویہؓ سے متعلق گستاخانہ عبارات تھیں۔ جواب میں حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے ”دفاع امیر معاویہؓ“ کتاب لکھ کر حضرت امیر معاویہؓ کا خوب دفاع کیا۔ دونوں کتابوں کا موقف جب مرکز رشد و ہدایت دارالعلوم دیوبند بھیجا گیا تو دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے ۱۳۰۵ھ میں اس وقت کے مدیر مفتیان کرام نے حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے موقف کی تائید میں درج ذیل کلمات تحریر فرمائے.....

هوالموفق والمعین! سوال میں مولانا شاہ بخاری کی کتاب ”استخلاف بنیہ“ اور مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی کتاب ”دفاع حضرت معاویہؓ“ کے جو حوالے نقل کئے گئے ہیں، اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ قاضی مظہر حسین کا موقف درست اور اہل سنت والجماعت اور علماء دیوبند کے مطابق اور بخاری لعل شاہ کا موقف اس باب میں غیر معتدل اور ضعیفی حجاج کے مطابق ہے، ان کی عبارات میں حضرت معاویہؓ کی تنقیص عیاں ہے جو اہل سنت و جماعت کے مسلک کے قطعاً خلاف ہے۔ مولانا لعل شاہ بخاری کا فریضہ ہے کہ اپنی کتاب سے ان عبارتوں کو خارج فرمادیں جن سے صحابی رسول، کاتب وحی حضرت معاویہؓ پر چوٹ ہوتی ہے۔ [دارالافتاء دارالعلوم دیوبند]

شمس العلماء علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ

مودودی صاحب کی تحریرات پر نگاہ ڈالی گئی۔ موصوف کے حعلق احقر کا تاثر یہ ہے کہ آپ کی

کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے اسلام سے مطمئن نہیں ہیں۔ اس لئے اس کو اپنے ذہب پر لانا چاہتے ہیں۔ جس کے لیے اصلی اسلام میں ترمیم ناگزیر ہے۔ لیکن اس کا چھپانا بھی ضروری ہے۔ اس لئے وہ اپنی اس ترمیم کے تخریبی عمل کو انشاء پر دازی، اقامت دین کے نعروں میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مولانا مظہر حسین صاحب و دیگر علماء حق نے پردوں میں چھپی ہوئی اس حقیقت کو عوام پر ظاہر کر دیا اور سعید روحوں کے لئے راہ ہدایت کھول دی.....

فجزاھم اللہ خیر الجزاء . [ترجمان اسلام لاہور، جون ۱۹۶۴ء]

خورشید تصوف سید خورشید شاہ صاحب رحمہ اللہ

۱۹۶۹ء تحریک خدام اہل سنت رحمہ اللہ پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا۔ حضرت قائد اہل سنت نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ ارشد حضرت پیر سید خورشید شاہ صاحب رحمہ اللہ کو سرپرست تجویز فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے علم ہونے پر حافظ عبدالوحید صاحب خفی کے نام یہ کلمات بابرکات تحریر فرمائے.....

حضرت قاضی صاحب نے اپنی منشاء کے مطابق جماعت خدام اہل سنت تشکیل فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ارادے اور نیت میں خلوص عطاء فرمادے اور اس ذریعہ و طریقہ کار سے اللہ تعالیٰ مسلم قوم کی کوئی بہتر صورت ترقی کی پیدا فرمادے (آمین)۔ اس فقیر ناچیز کو بھی انہوں نے شاید الہام سے یا اپنے نور بصیرت سے ناخرد کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عاقبت بہتر اور امید افشاء بنادے۔ آپ شوق و ذوق سے کام کریں اور مدد فرمائیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی.....

اب حضرت قاضی صاحب سلمہ ربہ کے قلب مبارک سے جماعت خدام اہل سنت کی تحریک، انھی ہے تو اس کے حق بجانب ہونے میں کیا شبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت اور ترقی عطاء فرمائے۔

[مکتوب بنام مولانا محمد یعقوب جالندھری ۱۹۷۰ء]

حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مخدوم پوری مدظلہ جو حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ ارشد ہیں فرماتے ہیں.....

سیدی و مرشدی حضرت پیر سید خورشید شاہ صاحب کے متعلق حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ حضرت شاہ صاحب قطب گوی ہیں۔ پھر حضرت اقدس شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مجھے وصال سے قبل

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے نام یہ پیغام دیکر بھیجا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے مجھے جو امانتیں دیں تھیں وہ سب میں نے آپ کے سپرد کر دیں ہیں الخ

محدث کبیر مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ اکوڑہ خشک

میرے نزدیک اہل سنت و جماعت کا تعاون ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد کے تحفظ کے سلسلہ میں اس جماعت کی خدمات قابل صد تحسین ہیں۔ جماعت کے بانی اور امیر مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ شیخ العرب والعجم امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص اور آپ کے صحیح جانشین ہیں۔ حضرت قاضی صاحب کا مجاہدانہ دلولہ، بے مثال عزم تاریخ کا ایک زریں باب ہوگا۔ ملت اسلامیہ کا فرض ہے کہ حقیقی کلمہ اسلام کے تحفظ کے لئے پیہم نیک و بد میں حضرت قاضی صاحب کی آواز پر لبیک کہیں اور اسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمنوں پر عرصہ حیات تک کردیں! [بحوالہ حق چار یار مجاہدین، اکوڑی پینڈہ نمبر ص ۳۱۹]

مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا مرغوب الرحمن

گرامی نامہ، تین رسائل حق چار یار بمع تازیانہ عبرت نظر نواز ہوا۔ دارالعلوم دیوبند سے محبت و عقیدت کی بات ہے کہ آپ نے یاد فرمایا۔ بندہ اس کے لئے مصمم قلب سے شکر گزار ہے۔ رسالہ حق چار یار کے ذریعے ملت اسلامیہ نیز مسلک حق کی بڑی خدمت انجام دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے افادہ کو مزید عام بنائے اور آپ حضرات کی خدمت کو قبول فرمائے، آمین۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کی خدمت میں خیریت مزاج طلبی کے بعد سلام مسنون عرض ہے۔ نیز دارالعلوم دیوبند اور اس خادم دارالعلوم کے لئے خصوصی طور پر دعا کی درخواست بھی فرمادیں۔ [مکتوب بنام حافظ عبد الوحید خنی، ۱۴۱۰ھ]

شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم رد مودودیت اور رد شیعیت کے سلسلہ میں جو کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ مولانا کی تحریرات مدلل اور معقول ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو جو رد فرق باطلہ کے سلسلہ میں انہوں نے کی ہیں مشکور بنائے اور ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

[مکتوب بنام مولانا انور صاحب]

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم مشاجرات صحابہؓ اور ان کے بعد کے واقعات میں دھڑات اکر غلامیو بند کے مسلک و حقیقتات پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ (بحوالہ حق چار بارہ گز دی بلیٹ نمبر ۱۳۸)

محمود ملت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ

محترم قاضی صاحب ہمارے بھی بزرگ ہیں۔ ہم نے الحمد للہ اختلاف رائے کے باوجود احرام سے اُن کا ذکر کیا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ جماعتی اختلاف پیدا ہو جانے کے بعد ہم نے ان کے خلاف کوئی کلمہ زبان سے نکالا ہو۔ حضرت مدنی قدس سرہ ہم سب کے ہیں اور ان کی مقدس روحانیت سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے۔ لیکن حضرت قاضی صاحب جیسے بزرگ نے جو علیحدگی کا اعلان فرمایا ہے۔ اس سے جماعت کے سب لوگوں کو نیاز مند انہ شکایت پیدا ہوئی۔ آخر سب اپنے ہی تو لوگ ہیں۔ اس طرح کی سزا دینا ان کی بزرگی اور شفقت کے شایان شان نہ تھا۔ بہر حال ہم اب بھی ان کے نیاز مند ہیں۔ خدا وہ وقت نہ لائے جب ہم میں اور ان میں کدورت پیدا ہو۔ والعیاذ باللہ۔

میر اسلام قاضی صاحب سے عرض کر دیں۔ [مکتوب بنام حافظہ عبدالوحید نقی، ۱۹۷۱ء]

مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کا مقالہ - دفاع صحابہؓ - احقر نے حرفاً حرفاً اس مقالہ سے فاضل معنف نے مذہب اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور رافضیت و خارجیت دونوں فتنوں سے اہل سنت و جماعت کو آگاہ کرنے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ مقالہ ناظرین کرام کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ بالخصوص مقالہ کا وہ حصہ جس میں پاکستان میں خارجیت و ناصیت کے فروغ پانے کے خطرے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ سنی علماء و مشائخ کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ (الامکان عبدالشکور..... [تائیدی تبصرے ص ۵۵])

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسنی صاحب رحمہ اللہ

ماہنامہ حق چار بارہ گز کے دو پہرے طے جن کو دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ الحمد للہ کہ آپ حضرات نے ان نامساعد حالات میں جانثاران نبوت عظمیٰ کے کارناموں سے امت کو روشناس کرانے کے لئے عملی

۱۰ (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

قدم اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے اور اپنی رحمت کے ساتھ اس کے کام کے انجام کے ساتھ آپ کا فرمائیے۔ آمین

اللہ تعالیٰ جناب قاضی صاحب کو صحت و مالیت کے ساتھ دایم سلامت رکھے، تاکہ ان کے علمی، روحانی اور دینی برکات سے ہم جیسے نااہل مستفیض اور مستفید ہوتے رہیں۔

کرامی نامہ کافی دنوں سے آیا ہوا تھا، مگر میں متعدد افسوسناک واقعات کے جواب میں نہ کر سکا۔ نیز اس لئے بھی قلم نہ اٹھا سکا کہ اتنا مصروف و مشغول ہوں کہ آپ کے علم و فضل، جہاد مجاہدہ کے لئے یہ بات کافی ودانی زیادہ مجھ کے متعلق اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ آپ کے علم و فضل، جہاد مجاہدہ کے لئے یہ بات کافی ودانی ہے کہ قلم عالم حضرت مولانا سید حسین مدنی قدس سرہ العزیز نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ یہ فضل سب سے بڑا افضل اور سب سے بڑا اشرف ہے۔ (حق ہار یار جمعہ ۱۵ مئی ۱۹۹۸ء ص ۱۵۵)

یادگار اسلاف مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ

تحریک خدام اہل سنت و جماعت کا ترجمان ماہنامہ حق ہار یار، مجددی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زادہ مجاہد کی سرپرستی میں شائع ہو رہا ہے۔ اس کے کئی پرچے نظر سے گزرے۔ بھلا اللہ اپنے موضوع پر اس میں کافی مواد پایا۔ حضرت قاضی صاحب موصوف کو مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت کے اثبات کے سلسلہ میں خصوصی ذوق اور شغف حاصل ہے اور اپنے اکابر کے ذوق کی حفاظت کا حضرت موصوف کو بے حد خیال ہے۔ امید ہے کہ وہ اس ماہنامہ کے ذریعہ احقاق حق اور ابطال باطل کا فرض انجام دیتے ہوئے اپنے اکابر کے خصوصی ذوق کو ملحوظ خاطر رکھیں گے اور افراد و تفریط سے بچ کر اتحاد ال کے ساتھ مسلک خدام اہل سنت و الجماعت کی حسب سابق صحیح ترجمانی کریں گے۔ (حق ہار یار جمعہ ۱۵ مئی ۱۹۹۸ء ص ۱۶۰)

بانی دارالعلوم سرحد مولانا محمد ایوب جان بنوری رحمہ اللہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی کی علمی اور تصنیفی خدمات قابل قدر ہیں۔ جب بھی ان کی تصنیف کے مطالعہ کا موقع ملتا ہے۔ روزمرہ مطالعہ کے باوجود ہنسنے کوئی چاہتا ہے۔ پوری تصنیف نہ بھی پڑھ سکوں جب بھی علمی فکر و ذائقے بلیر تبس کو تسکین نہیں ملتی۔ حال ہی میں حضرت قاضی

صاحب مدظلہ العالی کی چند تصنیفات و تالیفات، خارجی فتنہ، سنی مذہب حق ہے، عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی، حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مودودی، میاں طفیل کی دعوت اتحاد کا جائزہ وغیرہ دستیاب ہوئیں، ان کی افادیت مسلم ہے پڑھنے سے حق کی رہنمائی اور نشاندہی ہوتی ہے۔ دلائل و جوابات، قاری کے فہم و ادراک کو بیدار کرنے والے پر مغز خیالات، حقائق سے لبریز مرصع تحریر حضرت قاضی صاحب ہی کا طرہ امتیاز ہے۔ سنی اکابر کے لئے ان کی مسلسل جگ دو دو، اور باطل فرقوں کا کامیاب تعاقب، اکابر کے خیالات و افکار خصوصاً شیخ مدنی رحمہ اللہ کی دور بین سوچ کی صحیح ترجمانی ہے۔ اللہ رب العزت حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی کی عمر میں برکت عطاء فرمائیں۔ اُن کے قلم کی قوت اور کاٹ اور تحریک کی جوانی کو قائم دائم رکھیں۔ [تائیدی تبرے، ص ۱۸]

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کی تصنیف خارجی فتنہ (حصہ اول) کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ متعدد مقامات کا مطالعہ کیا۔ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے واقعات میں وہ حضرات اکابر دیوبند کے مسلک و تحقیقات پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ بحمد اللہ میں بھی ان ہی اکابر کے مسلک کو حق جانتا اور مانتا ہوں۔ اور اس دور پر فتن میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان اکابر رحمہ اللہ کے مسلک سے انحراف نہ کیا جائے۔ اس سے انحراف گمراہی کا راستہ کھول دے گا۔ حضرت قاضی صاحب مدظلہم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے فتنہ خارجیت اور یزیدیت پر قلم اٹھایا اور اکابر دیوبند سے لے کر حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تک اکابر ہند کے اقوال، قرآن و حدیث، فقہ اسلامی اور تاریخ کے حوالہ جات جمع کر کے ان فتنوں اور غلط خیالات کی تردید شروع کی۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور توفیق مزید دے۔ [ایضاً ص ۱۱]

شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمہ اللہ

تاریخ اسلام پر نظر کرنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے دو عظیم فتنوں نے امت میں انتشار و تفریق اور عمارت اسلام میں تخریب کا عمل جاری کیا۔ ایک فتنہ رافضیت و تشیع کا دوسرا خارجیت کا۔ امت کی فلاح و کامیابی اسی میں مضمر ہے کہ اصحابی کا لنجوم کا اعتقاد کامل رکھتے ہوئے

سفینہ اہل بیت میں پناہ لے۔ تب ہی وہ فتنوں کی موجوں سے ہدایت و نجات کے ساحل تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی مقصد عظیم سے ہمکنار بنانے کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی کتاب - خارجی فتنہ - اہم ترین ذریعہ اور سامان ہے۔ حضرت مولف زید مجدہ نے اپنی اس تالیف میں بڑی کاوش سے ایسے حقائق جمع کر دیئے ہیں۔ جو مختلف قسم کی کتابوں اور عبارتوں سے پیدا شدہ اوہام کو الحمد للہ دور کر رہے ہیں۔ خداوند عالم مولف زید مجدہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس تالیف کے ذریعہ نفع پہنچائے۔ (آمین) (ایضاً ص ۱۰)

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

حضرت قائد اہل سنتؒ کی یادگار تصنیف خارجی فتنہ (حصہ اول) پر طویل تبصرہ کے بعد لکھتے ہیں.....
خلاصہ یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ اہل حق کے موقف و مسلک سے ہمیں نہ صرف اتفاق ہے بلکہ یہی ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے۔ بلاشبہ ان دونوں مسکوں (۱) حضرت علیؑ خلیفہ راشد تھے۔ ان کی خلافت موعودہ تھی۔ (۲) حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے دور میں جو مشاجرات ہوئے ان میں حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے خلاف صف آراء ہونے والوں سے خطا اجتہادی ہوئی) میں جناب مصنف نے اہل حق کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے۔ اہل حق پر جس طرح رد و انقض کی تردید لازم ہے اسی طرح خوارج و نواصب کی تردید بھی ان پر لازم ہے۔ جس طرح خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے دفاع کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدافعت کرنا بھی اہل حق کا فریضہ ہے۔ جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہ، جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے اہل حق کی طرف سے یہ فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ [تائیدی تبصرے، ص ۲۸]

مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے بعد میرا تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ظیفہ امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم سے ہے۔ ان کی توجہات اور دعائیں میرے لئے بہت بڑا سرمایہ ہیں اللہ پاک ان کی عمر پاک میں برکت عطا فرمائے۔ [جلیات صفدر، جلد ۱ ص ۱۴]

جس طرح فصل ہر جگہ ہر ملک میں ایک قسم کی ہوتی ہے۔ مگر جڑی بوٹیاں اور کیڑے مکوڑے مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح سنت ہر جگہ ایک ہی ہے۔ مگر بدعت والحاد ہر جگہ کا جدا جدا ہے۔ فرمایا! بدعت کی مثال جڑی بوٹیوں کی سی ہے اور الحاد کی مثال کیڑے مکوڑوں جیسی..... پھر فرمایا! ہر قسم کی جڑی بوٹیوں (بدعات) اور ہر قسم کی سنڈیوں (الحاد) کے لئے بہترین سپرے چکوال میں امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت فیوضہم کے قدموں میں ملتا ہے۔ [خطاب جامعہ محمدیہ، لاہور]

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی نے پوری حیات مبارکہ باوجود یکہ خود فاضل دیوبند، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز تھے ایک کارکن کی طرح حضرت قائد اہل سنت اور آپ کے مشن کے ساتھ وفاداری کی ہے۔ بقول محدث کبیر حضرت مولانا علامہ سرفراز خان صاحب صفدر..... آنجناب حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے وفادار جرنیل تھے..... فرماتے ہیں.....

مجاہد ملت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے بارے میں با آپ کی تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بارے میں مجھ ناکارہ کی کیا رائے ہے۔ جن کو شیخ العرب والجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خلیفہ مجاز بنایا اور بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد کسی رائے کی ضرورت باقی کیا رہ جاتی ہے؟ تحریک خدام اہل سنت وقت کی پکار ہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے یہ تحریک (جس کے پہلے سرپرست حضرت پیر سید خورشید شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے) قائم کر کے وقت کا ایک اہم فریضہ انجام دیا ہے (مکتوب بنام قاری انور حسین انور)

راقم نے اپنے اس مدعی پر کہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکابر علماء دیوبند کے صحیح ترجمان تھے اکابرین امت کی تائیدات پیش کر دی ہیں۔ جن سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت قائد اہل سنت مزاج اکابر کے لئے معیار اور کسوٹی کی شان رکھتے ہیں۔ مذکورہ موبدین (سوائے مہتمم دارالعلوم دیوبند) دنیا سے تشریف لے گئے ہیں..... اللھم اغفرھم وارحمھم ذیل میں موجودہ مشائخ جنہوں نے ہمیشہ حضرت قائد اہل سنت کے مشن و موقف کی قدم بقدم تائید کی ہے، ان کے اسمائے گرامی ذکر کئے جاتے ہیں.....

✽ محدث کبیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب

✽ حضرت مولانا محمد نافع صاحب، جھنگ

- حضرت مولانا سید محمد امین شاه صاحب مخدوم پور
- صاحبزادگان شیخ مدنی حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی و سید محمد ارشد مدنی مدظلهمما و یوبند
- مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید صوفی صاحب
- شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم هزاروی صاحب
- حضرت علامہ زاهد الراشدی صاحب
- شیخ الحدیث مولانا مفتی زرولی خان صاحب
- شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
- مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب
- مخدوم الصلحی مولانا حکیم محمد اختر صاحب
- حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب ملتانی صاحب
- مولانا قاری محمد ضیف جالندھری صاحب
- شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید صاحب کھروڑ پکا صاحب
- استاد حدیث مولانا منیر احمد صاحب
- مخدوم العلماء حضرت سید نفیس شاہ الحسینی صاحب
- مہتمم جامعہ اشرفیہ مولانا عبید اللہ صاحب
- حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب نوشہرہ
- مولانا مفتی محمد انور صاحب اوکاڑوی
- حضرت مولانا خولجہ خان محمد صاحب
- مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی صاحب
- حضرت مولانا سمیع الحق صاحب
- حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب
- مجاہد اسلام مولانا محمد مسعود ازہر صاحب
- بے باک کمانڈر قاری سیف اللہ اختر صاحب
- یادگار اسلاف مولانا حسن جان صاحب

شیر اسلام ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب وغیرہم ودامت برکاتہم۔

بندہ نے اپنے اس مدعی کی وضاحت کے لئے طویل کلام کی ہے.....

مذہب اسلام مذہب الہی است ہے جس کی صحیح ترجمانی اکابر علماء دہلیوہ بند نے کی ہے اور حضرت قائد
الہی حراج اکابر کے پاس ہاں تھے.....

مذہب اہل سنت، دیوبندیت پر کام کی ابتداء

اب حضرت قائد اہل سنت کے مذہب اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ یعنی دلیو بندیت پر کام کی ابتدا کو ذکر کیا جاتا ہے.....

کسی بھی شخصیت کی خدمات کا دائرہ کار اور اس کی محنتوں کی وسعت کا فرائض وقت تک صحیح سمجھ نہیں آتا جب تک اس کے کام کی ابتداء اور اس سے پہلے کا منظر آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔ جب ابتدائی حالات سامنے آجائیں تو اختتامی صورتحال پیش نظر رکھ کر جمع تفریق کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اس شخصیت نے حالات کا رخ کس حد تک اور کہاں سے کہاں تک بدلا ہے؟

جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کے نبوی مقاصد بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:.....وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (اور اگر چہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے۔ [سورۃ آل عمران آیت ۱۶۴، ترجمہ مفتی محمد شفیع صاحب]

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ مختلف جیلوں اور ان میں مبرا آزما مشقتوں سے آزاد ہو کر ۱۹۴۹ء آبائی گاؤں بھین تشریف لائے۔ اس وقت چکوال اور اس کے گرد و نواح میں رفض و بدعت کا دور دورہ تھا۔ راہ حق دکھانے والی کوئی درس گاہ اور علماء حق کے زیر اہتمام کوئی ایک مسجد بھی نہ تھی جس سے لوگ اپنے قلوب نور ایمانی سے منور کرتے۔ عوام تو عوام پڑھے لکھے خواص بھی جہالت کی بھول بھلیوں میں گم تھے۔ بڑے بوزحوں سے سنا ہے کہ سنی شیعہ مسلم و کافر کسی قسم کا امتیاز اور کوئی تفریق نہ تھی۔ حتیٰ کہ ناواقفیت کا یہ عالم تھا کہ سنیوں کے گھروں سے تعزیہ کے جلوس نکلتے تھے۔ اس سے بڑھ کر گمراہی یہ تھی کہ بے سمجھ سنی رافضیوں کے ہاں رشتے دیتے اور لیتے تھے۔ اور اسباب کی حالت یہ تھی کہ میلوں کے سفر کے لئے بہترین ترین سواریاں سائیکل، گدھے، گھوڑے تھے اور یہ عیاشی بھی اس وقت کے بڑے مالدار لوگوں کو حاصل تھی۔ ورنہ عام لوگ پیدل سفر پر ہی منزلیں طے کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک بزرگ نے

بنایا کہ تیل سے جلنے والی بتیاں گاؤں کے دو تین بڑے گھروں میں ہوتی تھیں۔ اور چھوٹے لوگ ان سے شادی، غمی کے لئے عاریتاً یہ نعمت لیتے تھے۔

گویا چکوال اور اس کے گرد نواح گمراہی کی ظلمتوں میں ڈوبے ہوئے اور ایمان کے نور کو پھیلانے کے لئے جو اسباب ہو سکتے ہیں ان سے تہی دامن تھے۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں حضرت اقدسؒ نے اپنے آبائی گاؤں موضع بھمیں میں ایمان کی چنگاری سلگائی اور مدرسہ اظہار الاسلام اپنے محلہ کی فاروقی مسجد میں قائم فرمایا۔ اولین شاگردوں میں قابل ذکر شخصیت حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کی گزری ہے.....

آنجناب نے حضرت اقدسؒ کی پاکباز صحبت میں عمر حیات گزاری۔ علوم ظاہری اور نور باطنی تادم آخر گلستان مدنی سے چختے رہے۔ اپنے پیچھے بہت بڑا علماء و فضلاء کا خاندان اور احباب و تلامذہ، حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے نام لیا چھوڑے۔ لاہور زیادہ تر قیام رہا۔ پرانے لوگوں سے سنا ہے کہ شیرانوالہ حضرت لاہوریؒ کے درس قرآن کے بعد حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے درس قرآن کا چرچا تھا۔ عالمانہ زبان سے علوم و معارف کے پھول جھرتے اور بزرگانہ اداؤں سے سیرت نبوی کے نمونے اس دور میں نظر آتے تھے۔ خدام اہل سنت کے کارکن اپنے محبوب قائد کے بعد آپ کو مدنی علوم معارف کا پاسبان سمجھے بیٹھے تھے۔ لیکن خدا کو جو منظور ہو وہی حرف آخر ہوتا ہے حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنے عظیم استاد اور شفیق مربی سے کئی سال قبل (۱۹۹۲ء) آپ کے استقبال کے لئے اعلیٰ علیین پہنچ گئے.....

انا للہ وانا الیہ راجعون.....

فاروقی مسجد درس و تدریس جاری تھی۔ اس دوران حضرت اقدسؒ نے چکوال شہر میں مذہب حق کی ترویج و اشاعت کے متعلق کوششیں شروع کیں۔ قسط الرجال کا عالم یہ تھا کہ پورے علاقہ سے چند افراد سلیم الذہن و المذہب اکٹھے ہوئے۔ چکوال میں علماء اہل سنت علماء دیوبند سے متعلق کوئی مسجد کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ چنانچہ حضرت قائد نے مختلف گھروں، دوکانوں اور حجروں میں درس قرآن شروع کیا۔ جب دارالعلوم دیوبند سے حاصل شدہ خزانے لٹا کر شروع کیے تو افراد و احباب اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔ دوستوں کے اصرار اور حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ سے مشاورت و اجازت کے بعد چکوال میں ۱۹۵۱ء مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام کی بنیاد دوبارہ رکھی گئی۔ ابتداء میں تدریس کے لئے مولانا حافظ غلام حبیب صاحب رحمہ اللہ کو ضلع جہلم سے لایا گیا۔ (اب چکوال میں دارالعلوم حنفیہ حضرت موصوفؒ کی یاد

غیر مسلم برادران وطن کے ساتھ ہمدردی اور اتفاق کے تعلقات اس حد تک قائم رکھنا جہاں تک شریعت اسلامیہ اجازت دیتی ہو۔ شرعی نصب العین کے تابع ہو اور اس کے ذریعہ شعائر دین کا تحفظ ہی مقصود ہو۔

..... شرعی نصب العین کے موافق مذہب و وطن کی آزادی

..... شرعی ضرورتوں کے لحاظ سے محاکم شرعیہ کا قیام (جمعیت العلماء کیا ہے، حصہ اول ص ۱۰)

جمعیت علماء ہند کا دوسرا اجلاس ۱۹۲۰ء حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب بریلوی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں جمعیت کے اہداف پر مفصلاً روشنی ڈالی جس کا اختصار پیش خدمت ہے۔۔۔۔۔

اے نچھٹاؤں وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غم خوار جس میں میری ہڈیاں پکھل رہی ہیں۔ مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور سکولوں، کالجوں میں زیادہ ہیں۔ تو میں نے اور چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا۔۔۔۔۔ میں نے اس پیرانہ سالی میں اور علالت و نقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گم شدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔ بہت سے نیک بندے ہیں۔ جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے، لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا را جلد اٹھو اور اس امت مرحومہ کو کفار کے زرخ سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے۔ خدا کا نہیں بلکہ ان ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب و ضرب کا۔ [نقش حیات جلد دوم ص ۶۷۷]

شیخ العرب والہجہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اس حوالہ سے رقم طراز ہیں۔۔۔۔۔

یوں جدوجہد انگریزی اقتدار کو ہٹانے میں خرچ کیجئے۔ اس کے بعد پھر انصاف سے اپنے حقوق برادران وطن سے منوائیے اور اس راستہ میں قربانیوں سے دریغ نہ کیجئے۔ جیسا کہ جمعیت کر رہی ہے۔

[مکتوبات شیخ الاسلام، جلد ۲، مکتوب ۳۳]

قارئین کرام! یہ تھا برصغیر پاک و ہند سے انگریز کے ظالمانہ اور کافرانہ تسلط ختم کرنے کا خدائی انتظام۔ حق تعالیٰ نے علماء اہل سنت علماء دیوبند کو انگریزی فرعونیت کے مقابلہ میں سنت موسوی پر عمل پیرا ہونے کا شرف بخشا۔ چنانچہ نصرت خداوندی سے ہی علماء دیوبند نے قربانیاں دیں۔ جیلیں کاٹیں ظلم و استبداد کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ پھانسیاں چڑھائے گئے، لیکن قابض انگریز کو ایسا سہتی دیا کہ وہ

برصغیر سے بور یا ستر گول کرنے پر مجبور ہو گیا اور پاک و ہند کے ہاسیوں نے سکھ کا سانس لیا

اس عشق میں ہم نے کیا کھویا کیا پایا

کبھی وقت ملے تو مل بیٹھ حساب کریں

جمعیت علماء اسلام کی بنیاد

ماقبل سطور میں راقم نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ برصغیر سے انگریز کا ظالمانہ قبضہ جمعیت علماء ہند کی قربانیوں و کاوشوں سے ختم ہوا۔ اس دور ان جب انگریز کی گرفت کمزور پڑنی شروع ہوئی تو ”مستقبل میں اس خطہ کا نقشہ کیا ہو؟“ اس قضیہ میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور ان کے احباب متحدہ ہندوستان کے قائل تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ انگریز اس طرح ہندوستان کو تقسیم کرنا چاہتا ہے کہ اس کے جانے کے بعد ہندو مسلم آپس میں لڑتے رہیں اور انگریز کا عمل دخل اس خطے میں بہر حال برقرار رہے۔ چنانچہ اس قضیہ کو نصف صدی سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔ حالات واقعات بتا رہے ہیں کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف صحیح تھا۔ ان کے سامنے جو خدشات تھے جنہیں انہوں نے نور بصیرت سے قبل از وقت بھانپ لیا تھا۔ آج ہم اپنی کوتاہ بصارت سے ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور آج دونوں ملکوں کے ارباب اختیار کے اشاروں سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ دونوں ممالک کے عوام و حکمران شیخ مدنی کی ایمانی بصیرت کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔ اور حالات انہیں مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف کی طرف کھینچ رہے ہیں.....

دوسری طرف حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء تقسیم ہندوستان کا موقف رکھتے تھے۔ وہ مسلمانوں کے لئے علیحدہ ملک ”پاکستان“ چاہتے تھے۔ جس میں حقیقی اسلام کا نفاذ ہو، کلمہ اسلام جس کی بنیاد ہو۔ خوشادہ وقت! کہ حضرت حکیم الامت کے موقف کو حالات نے قبول کر لیا اور پاکستان ۱۹۴۷ء میں قائم کر دیا گیا۔ لیکن انفسوس! کہ آج تک اسلامی نظام کے نفاذ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ (خدا کرے ایسا ہو جائے)

بہر حال تقسیم ہند کے بعد جمعیت علماء ہند کے سرحد کے اُس پار (انڈیا) رہ گئی۔ جسکے علماء جانشین مدنی^۲ امیر جمعیت علماء ہند حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی دامت برکاتہم کی قیادت میں دین کی ترویج و اشاعت خوب کر رہے ہیں۔ جس کے اثرات ماشاء اللہ عرب و عجم میں پھیلتے دیکھے جاسکتے ہیں.....

اور جمعیت علماء اسلام جو قیام پاکستان سے قبل ۱۹۳۵ء میں حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں بمقام مکتبہ معرض وجود میں آچکی تھی۔ سرحد کے اس پار (پاکستان) منتقل ہو گئی۔ ۱۹۳۹ء شیخ الاسلام حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ جس کے بعد چند سال جمعیت علماء اسلام کا کام معطل رہا۔ ۱۹۵۲ء میں جمعیت علماء اسلام کا اجلاس بلایا گیا۔ شیخ انصیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ امیر منتخب کیے گئے اور ناظم اعلیٰ کا اعزاز حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آیا۔

بعد ازاں ۱۹۵۴ء میں بانی جامعہ اشرفیہ لاہور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب جمعیت علماء اسلام کے قائد منتخب کیے گئے۔ جبکہ ناظم اعلیٰ کے منصب پر بدستور حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فائز رہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ عرصہ بعد بوجہ ضعف و علالت یہ منصب عظمیٰ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم کراچی کے سپرد کر دیا۔ چونکہ حضرت مفتی صاحب دیگر مشاغل دیدیہ درس و تدریس، افتاء و تالیف، اصلاح و ارشاد کی طرف زیادہ انہماک کی بدولت تنظیمی کاموں کے لئے زیادہ وقت نہ نکال سکتے تھے اور نہ ہی سیاست اور اس کے متعلقہ امور آپ کا ذوق تھے۔ اس لئے جمعیت علماء اسلام کا کام اس دوران قدرے زیادہ ترتی پذیر نہ ہو سکا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۵۶ء شیخ انصیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے ۵۰۰ زائد علماء کا اجتماع ہوا۔ جس میں متفقہ طور پر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو نائباً جمعیت علماء اسلام کا امیر مقرر کیا گیا۔ اور آپ کی ترجیح پر بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو ناظم اعلیٰ کا منصب جلیلہ سونپا گیا۔ [تخصیص از ماہنامہ حق چار بار ۱۰۸ جلدی ۱۰۸ نمبر]

جمعیت علماء اسلام میں قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اکابر کے زیر تربیت رہے۔ دین متین کی صحیح خدمت، انگریز اور اس کے باطل نظام کے متعلق جذبہ بغاوت، غلبہ اسلام کے لئے حقیقی جدوجہد اور نفاذ اسلام کے مبارک جذبات شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت میں نصیب ہوئے۔ چنانچہ چکوال مدرسہ اظہار الاسلام کے قیام کے بعد چند سال اس مدرسہ کے تحت قریہ قریہ، ہستی ہستی دین حق کی تبلیغ فرماتے رہے۔ اس دوران شیخ انصیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر (جبکہ

جمیعت کو از سر نو فعال کیا جا رہا تھا۔ آپ باقاعدہ جمیعت علماء اسلام میں داخل ہو گئے اور جماعت کے لئے صبح و شام اور ماہ و سال ایک کر دیئے۔ اس حوالہ سے مولانا فضل الرحمن صاحب موجودہ قائد جمیعت نے حضرت کے وصال پر اخباری بیان میں جو حضرت قائد اہل سنت کو جمیعت کے ہانی فرمایا ہے۔ بالکل بجا ہے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ضلع جہلم کا امیر نامزد فرمایا۔

اکتوبر ۱۹۵۸ء فوجی آمر جنرل ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر دیا اور سیاسی جماعتیں کا لہدم قرار دے دیں تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے نظام العلماء کے نام سے نیا پلیٹ فارم تجویز فرمایا۔ امارت کے منصب کو حسب سابق حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور ناظم اعلیٰ کے منصب کو حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے زینت بخشی۔ فوجی آمر نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور ان دونوں بزرگوں کی زبان بندی کا آرڈر جاری کر دیا۔ چنانچہ مشاورت سے امارت کی ذمہ داری شمس العلماء حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ کو سونپ دی گئی۔ حضرت افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ پر بھرپور اعتماد فرمایا اور انہیں اپنی مجلس شوریٰ میں شامل فرما کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد اور آپ کی خدمات پر مہر ثبت فرمادی۔

۱۹۶۲ء امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ راہی عالم آخرت ہو گئے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس صاحب قبر کو خدا جانے کن کن انعامات سے نوازا گیا ہوگا۔ جس کی قبر کی مٹی تک خوشبوئیں بکھیر رہی تھی..... اسی سال کا لہدم سیاسی جماعتیں بحال کر دیں گئیں اور جمیعت علماء اسلام حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی امارت میں کام کرنے لگی۔ ناظم اعلیٰ بدستور حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ہی رہے۔ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت قائد اہل سنت کو شرف اعتماد بخشا اور حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کو پنجاب کے ناظم اعلیٰ کا منصب سونپ دیا۔

خدمات و اعتماد بڑھتا گیا

اور ۱۹۶۵ء حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ شمالی پنجاب کے امیر مقرر کئے گئے۔ خدمات اپنے تسلسل سے جاری تھیں کہ حضرت قائد اہل سنت راولپنڈی ڈویژن کے نائب امیر ۱۹۶۷ء میں منتخب کر لئے گئے۔ اس دوران ناظم اعلیٰ کے منصب کے لئے انتخاب کا مرحلہ آیا اور محمود ملت مولانا مفتی محمود صاحب جمیعت علماء اسلام کے ناظم اعلیٰ منتخب کر لئے گئے..... ۳-۴-۵ مئی ۱۹۶۸ء تاریخی شہر لاہور کی تاریخی جلسہ گاہ موہنجی دروازہ ایک عظیم الشان کانفرنس حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس کے اختتام پر ایک شاندار اور منظم جلوس نکالا گیا۔ جس کی نگرانی کا فریضہ حضرت

وجہات و اسباب پر نظر ڈالی جاتی ہے

۱۹۶۰ء جنرل ایوب خان نے مشرقی پاکستان کے عیب الرحمن کو قتل ڈال دیا۔ جس کے رد عمل کے طور پر مختلف سیاسی پارٹیوں نے ایوب خان کی طاقت اور عیب کی رہائی کے لئے مشترکہ پلیٹ فارم "پاکستان تحریک جمہوریت" بنائی جماعت تجویز کی جس میں جمعیت علماء اسلام کو بھی مدعو کیا گیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد صاحب مہسینہ نے اس محاذ سے اہمیت کی اور علماء کا ایک وفد حضرت در خواستی کی قیادت میں ذہا کے اجلاس میں شریک ہو گیا۔ چونکہ اس محاذ میں انبیاء کرام کی قائد اور صحابہ کرام کی باقی مودودی جماعت، جماعت اسلامی بھی شریک تھی۔ اس لئے بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث بزاروی مہسینہ اور حضرت قائد اہل سنت مہسینہ نے اس سے اصولی اختلاف کیا۔ چکوال میں جمعیت علماء اسلام کا اجلاس رکھا گیا جس میں حسب ذیل قراردادوں سے اکابرین جمعیت کو اپنے نقطہ نظر سے آگاہ کیا گیا! ملاحظہ ہو

جمعیت علماء اسلام کے اس اجلاس کے نزدیک جمہوری مجلس عمل میں مودودی جماعت کی شرکت کے باوجود جمعیت علماء اسلام کی شرکت بہت زیادہ تعجب خیز ہے۔ مودودی جماعت سے جمعیت علماء اسلام کا سیاسی سطح پر اشتراک بھی نتیجہ کے اعتبار سے قوم و ملک کے لئے ضرر رساں ہوگا۔ اس لئے یہ اجلاس جمعیت کے اکابر کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب تک مودودی جماعت "جمہوری مجلس عمل" میں شامل ہے تب تک وہ اس میں شامل نہ ہوں۔ (حق پاریاڑ، جملی نمبر ص ۴۲)

لیکن اگر باب اختیار اس احتجاج کی گہرائی تک بروقت نہ پہنچ سکے۔ دفع حضرت کے بجائے جلب منفعت ان کے پیش نظر تھا اور دوسرے اجلاس جو ذہا کے ہی میں منعقد ہوا شرکت کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت قائد اہل سنت مہسینہ کو شورنی کارکن ہونے کی وجہ سے شرکت کی دعوت اور اس کا انتظام کر دیا گیا، مگر آپ علالت کے باعث شرکت نہ فرما سکے، البتہ آپ نے مولانا شمس الدین صاحب قاسمی ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام مشرقی پاکستان کی وساطت سے اپنا مکتوب جس میں اس اشتراک کے مضرات درج تھے اکابرین کو پیش کر دیا۔ اس مکتوب گرامی کا ایک اہم اقتباس پیش خدمت ہے۔ جو حضرت قائد اہل سنت مہسینہ نے اپنے قلم سے کشف خارا جیت ص ۲۶ پر تحریر فرمایا۔..... ملاحظہ ہو!

صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان کی طرف سے نافذ کردہ عائلی قوانین کے خلاف جمعیت علماء اسلام نے بڑی اہم خدمات انجام دیں تھیں۔ حکومت کے خلاف سخت اقدام کرنے کے لئے متعدد

ایجنز جوبز کے لئے تھے۔ جن میں بندہ کا نام بھی تھا لیکن بعد میں اکابر نے یہ نمونہ جاتی کر دی۔ اسی دوران لی۔ ڈی۔ ایم۔ یعنی پاکستان جمہوریت نے ڈھاکہ میں حزب اختلاف کی دوسری پارٹی کے علاوہ جمعیت علمائے اسلام کو بھی دعوت دی اور جمعیت نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا۔ آٹھ پارٹیوں کا یہ مشترکہ اجلاس ڈھاکہ میں ۸ جنوری ۱۹۶۹ء کو منعقد ہوا تھا۔ جمعیت کے وفد میں میرا نام بھی تھا۔ لیکن اس مشترکہ محاذ میں چونکہ مودودی جماعت بھی شریک تھی۔ اس لیے میں نے اُس سے اختلاف کیا۔ امیر جمعیت حضرت درخواستی پختون نے میرے نکتہ کا بندوبست کر لیا تھا۔ لیکن اچانک بیمار ہو جانے کی وجہ سے بندہ نہ جا سکا۔ اور حضرت مولانا محسن الدین صاحب قاسمی جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے اسلام شرقی پاکستان کو اپنی چٹھی ارسال کر دی۔ جس میں اختلاف کا اظہار تھا۔ چنانچہ اس چٹھی میں بندہ نے تحریک جمہوریت کے ساتھ عدم اشتراک کی مختلف وجوہ ذکر کرنے کے بعد نمبر ۷ کے تحت لکھا تھا کہ

دوسرا پہلو جس کی وجہ سے بندہ کسی صورت میں تحریک جمہوریت سے علمائے حق کا اشتراک برداشت نہیں کر سکتا وہ مودودی جماعت کی اس میں شمولیت ہے۔ بندہ دینی اعتبار سے مودودی کو صدر ایوب اور دیگر ملاحدہ سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ اور مفسر قرآن حضرت لاہوری قدس سرہ جیسے اکابر نے خدا داد بصیرت کی بنا پر مودودی کی جو مخالفت کی ہے اور اس کے نتیجے میں مذہبی طبقے مودودیت سے متنفر ہوئے اور پھر مودودی کی خلافت و ملوکیت نے صحابہ کرام کے خلاف نوجوان طبقہ پر جو برے اثرات ڈالے ہیں۔ اس بنا پر بھی متعدد علماء اُس سے بدظن ہوئے ہیں اور اس پارٹی کو علمائے حق کے ساتھ جو بہت زیادہ قلبی عداوت ہے اور مودودی اپنا مفروضہ جدید اسلام ہی لانا چاہتا ہے۔ علمائے حق اس اشتراک سے ہی عوام کی نظر میں وہ باہمی نظریاتی کشمکش زائل ہو جائیگی۔ اور اب تک تحریری اور تقریری طور پر خود اکابر جمعیت کی طرف سے جو مخالفت کی گئی ہے۔ اس کا اثر بالکل زائل ہو جائے گا۔ بلکہ من وجہ علمائے حق کے خلاف ہی اثر پڑے گا کیونکہ عوام اس گہرائی میں نہیں جاسکتے۔ کہ یہ اشتراک صرف جمہوریت کی حد تک ہے.....

(۸) تحریک جمہوریت میں بعض جگہ صدر یا سیکرٹری مودودی ہیں بلکہ شیعہ اور دیگر گٹھ بھی ہیں۔ اس اشتراک کے بعد علماء کو بعض مقامات پر اُن کی قیادت ضرور تسلیم کرنی ہوگی اور کم از کم بندہ کے لیے تو برگز قابل قبول نہیں ہے۔ ہمیں روافض کے فتنوں سے بھی پالا پڑا ہوا ہے پہلے ہی عوام اہل سنت کی مذہبی پوزیشن ملک میں بالکل ختم ہے۔ اس اشتراک کے بعد کوئی روافض کے خلاف کام نہیں کر سکے گا اور نہ

مودودی کے خلاف کوئی کارروائی ہو سکے گی۔ اور اگر ہم بدستور مخالفت کرتے رہے تو جمعیت کا مرکزی فیصلہ مجروح ہوگا۔ یا ہمیں جمعیت کے فیصلہ کے تحت بے ضمیر ہو کر وقت گزارنا ہوگا اور یا جمعیت کی خدمت سے محروم ہونا پڑے گا تو ان دینی سیاسی وجوہ کی بنا پر بندہ اس اشتراک میں نفع کم اور نقصان زیادہ سمجھتا ہے۔ گویا فیہما انتم کبیر ومنافع للناس وانہما اکبر من نفعہما کا مصداق ہے۔ علاوہ ازیں مودودی پارٹی امریکن بلاک کی ہے۔ جس کے ہم سخت مخالف ہیں وہ بہ نسبت یہود صدر ناصر کے زیادہ مخالف ہیں تو اس اشتراک کے بعد ان تضادات کا کیا علاج ہوگا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ملکی سیاست کے اس نازک موڑ پر جمعیت علمائے اسلام کو صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین بجاہ النبی الکریم ﷺ [۹ شوال الکریم ۱۳۸۸ھ] (کشف خارجیت، ص ۲۲۸)

فاضلین معظمہ! آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے کس قدر اخلاص و درددل سے اکابرین جمعیت کو اپنے تحفظات سے آگاہ کیا۔ اور باطل فرقوں سے اتحاد کے خطرات کو ایمانی بصیرت سے قبل از وقت بھانپ کر جمعیت علماء اسلام کو اس سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن اکابرین جمعیت کا اجتہاد اشتراک ہی میں مصلحت اور فوائد پر کاربند رہا۔ یہ صورت حال ناقابل برداشت کیفیت تک اس وقت پہنچی۔ جب مئی ۱۹۷۰ء میں جمعیت علماء اسلام کی کاوشوں سے ۱۹ دینی جماعتوں پر مشتمل دینی محاذ قائم ہو گیا۔ جس میں خاکسار جماعت اور اس کی ذیلی تنظیم نظام الطبائے کی شمولیت اشتراک کی پالیسی میں سنگینی کی انتہا تھی۔ اور حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ جو گزشتہ سال سو سال سے قائدین جمعیت کو اپنا احتجاج نوٹ کروا رہے تھے، استعفاء دینے پر مجبور ہو گئے۔ ذیل میں حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے استعفاء کا مکمل متن جو ایک اہم تاریخی ریکارڈ اور اس میں میدان سیاست کے شاہسواروں کے لئے بڑا مواد ہے۔ پیش خدمت کیا جاتا ہے..... ملاحظہ ہو.....

بگرائی خدمت مخدومنا و مولانا حضرت در خواستی صاحب دامت برکاتہم امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان
(لعلی) علیکم در رحمۃ اللہ و در کائنات!

عرض آنکہ! بندہ حسب ذیل وجوہات کی بنا پر جمعیت علمائے اسلام کی بنیادی رکنیت سے استعفاء کی درخواست خدمت اقدس میں پیش کر رہا ہے.....

① تاریخ ۶ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۳ مئی ۱۹۷۰ء لاہور میں جمعیت علمائے اسلام کی کوشش سے ۱۹ دینی جماعتوں کا جو ”متحدہ دینی محاذ“ قائم کیا گیا ہے۔ اس میں خاکسار جماعت اور اس

کی ذیلی تنظیم، نظام الطلبہ، کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ لیکن خاکسار تحریک کے بانی وقائد علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کے عقائد اور پھر حضرات اکابر دیوبند کے فتاویٰ اور ارشادات کے پیش نظر اس کو دینی جماعت قرار دینا بندہ کی فہم سے بالاتر ہے۔ بطور نمونہ مشرقی کے عقائد حسب ذیل ہیں.....

علامہ مشرقی کے عقائد

① اگر فاتوا بعشر سور مثله مفتريات سے صاحب القرآن کی مراد فی الحقیقت یہی تھی کہ ہر جہت الفاظ چست بندشوں یا قوافی اور اشعاروں کی مناسبت میں اس کا ادبی مقابلہ کیا جائے اور دین اسلام کو کسی اجل زده امت کے لغو مشاعروں کا اکھاڑہ بنا کر خدائے زمین و آسمان کے ذوق تسلیم کی داد (العیاذ باللہ) دکھائی جائے تو آج سیلہ کذاب کا افتراء کیا ہوا؟ قرآن میں بھی جس کی چند پریشان آیتیں کہیں کہیں ملتی ہیں۔ محمد (ﷺ) کے لائے ہوئے قرآن سے کسی اسلوب میں کم نظر نہیں آتا۔ [تذکرہ حصہ اردو، مقدمہ ص ۶۵ حاشیہ]

② لیکن قرآن اپنی اس موجودہ ترتیب میں جو قطعی طور پر علی الحساب اور بے منطق ہے ایک نہایت انتشار اور پریشان کن اعادات ہیں جو ذہن پر ناگوار گزرتے ہیں..... میرے نزدیک اور ہر سلیم الذہن انسان کے نزدیک یہ خدا کے پیغام کے ساتھ بڑی بے انصافی ہے کہ جس ترکیب و ترتیب سے وہ انسان کے پاس آ کر دنیا کو تہ و بالا کرنے والی جماعت قرونوں اور صدیوں تک پیدا کر جائے۔ اس ترتیب و ترکیب کو برقرار نہ رکھا جائے۔ نظر انداز کر دیا جائے۔ بلکہ اس کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ اور جب اس تہ و بالا کر دینے والی جماعت کا ماحول دنیا سے ختم ہو جائے تو آنے والے لوگوں کو وہ وحی گڑبگڑ کر علی الحساب پڑھنے کے لیے دے دی جائے کہ جاؤ اس چیتان کو حل کرتے پھر وہ کہ عرب کے رسول نے کیونکر وہ ایمان لانے والے لوگ پیدا کر دیئے تھے۔ [مکملہ حصہ اول ص ۳۰-۳۱]

③ ”رسول کے ان پڑھ ہونے کی خطرناک غلطی“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ.....
یہاں ایک عظیم الشان اور خطرناک غلطی کو جو مسلمانوں نے قرآن میں رسول کے متعلق اُمی کا لفظ غلط طور پر سمجھ کر از روئے عقیدت و محبت دنیا میں پھیلائی کہ وہ ان پڑھ تھے، دور کرنا ضروری ہے۔ ایک تاجر کے متعلق جس نے ۲۸ برس میں ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ کا مال مختلف شہروں

میں فروخت کیا ہو اور جو مال لیے وقت اور مالک کو نفع و نقصان کا حساب دیتے وقت طرہین کو - طرہین کرتا ہو۔ یہ خیال کرنا کہ وہ ان پر حقاً قطعاً خلاف قیاس اور غلط ہے۔ (محلہ مصادیق ص ۱۱)

⑤ اگر کوئی فرد یا قوم اپنے اعمال میں خدا کے احکام پر چل رہی ہے۔ اس کے قانون کی مطابقت ہے۔ لیکن رسنا یا عاؤ یا رواجاً کسی بت، کسی پتھر، کسی شمس و قمر کے آگے یا تھا تک رہی ہے تو وہ درحقیقت خدا کی مایہ ہے۔ [تذکرہ اردو، دیباچہ ص ۱۹]

⑥ حضرت عیسیٰ کی موت بھی اسی سنت اللہ کے مطابق واقع ہوئی تھی جس کی بابت قرآن نے کہا ہے: **وَلَنْ نَجْعَلَ لِمَنْتَ اللَّهُ تَدْبِلًا** [تذکرہ اردو، دیباچہ ص ۷۱ ص ۷۰]

⑦ شیعہ اور سنی، حنفی اور شافعی، مقلد اور غیر مقلد، صوفی اور وحابی وغیرہ میرے نزدیک کچھ شئی نہیں۔ یہ سب جہنم کی تیاری ہے [تذکرہ اردو، دیباچہ ص ۷۰]

⑧ الفرض مسلمانوں، مولوی اور پیر کی یہ عمل کی تعریف از روئے قرآن قطعاً غلط ہے۔ نماز، نفل، وردو تسبیح، دعا، از روئے قرآن کسی معنوں میں عمل نہیں۔ نماز صرف مسلمانوں کی دنیا میں ایک ناقابل شکست اور عالمگیر جماعت پیدا کرنے کا ہتھیار ہے [مولوی کاغذ مذہب نمبر ۲ ص ۹]

⑨ قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی اور ایک جز دوسرے جز کی نمایاں تائید اور کامل تفسیر کر رہا ہے۔ نہ اس کو کسی فلسفہ کی ضرورت ہے نہ حکمت کی، نہ لغت کی اور نہ حدیث کی۔ [تذکرہ مقدمہ اردو ص ۹۲]

⑩ دین اسلام کو خطاب کرتے ہوئے لکھتا ہے..... **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَحِيمٌ** ان ہو بغفور الا

للمصفرین النصرتین المومنین اللین یدامون فی زماننا هذا علی جہادهم بالسیف والانسف (تذکرہ عربی، افتتاحہ ص ۹۳) (اے مسلمانو! اللہ کی قسم تمہارا رب تمہارے لئے غفور و رحیم نہیں

ہے وہ تو صرف ان مغربی اور نصرانی مومنوں کے لئے غفور و رحیم ہے، جو ہمارے اس زمانہ میں

تلوار اور جانوں سے ہمیشہ جہاد کر رہے ہیں)

عنایت اللہ صاحب مشرقی کے متعلق اکابر دیوبند کے ارشادات

(۱) الشیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ نے تحریر فرمایا تھا کہ..... جن لوگوں کے عقائد

وہی ہیں جو تذکرہ اور دیگر تصانیف مشرقی میں خلاف اسلام درج ہیں تو بیشک ان کے نکاح نوٹ

مئے اور مرتد ہو گئے۔ ان کو تو یہ کرنا اور تجبید نکاح کرنا ضروری ہے۔ اور نہ قباہ مسلمین میں ان کو

ابن کراما ہے۔ (۱۰۵۵ھ)

(ب) حضرت مانی پختون نے ہندو کے نام اپنے کرامت نامہ میں تحریر فرمایا تھا کہ جس طرح پتہ اوی، قادری، شرقی نے اپنا دین اور اپنا اسلام بنایا ہے اسی طرح مورودی صاحب نے نیا اسلام بنایا ہے۔ ۱۔ نکولات فتح الاسلام جلد ۲ ص ۱۱۸، مورودی ۲۳ شوال ۱۲۷۳ھ

(۲) حکیم الامت حضرت قانوی پختون نے فرمایا کہ: اس جماعت کے اقوال و افعال مجموعی طور پر کفر ہیں ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو قطع تعلق کر دینا واجب ہے۔ [۱۱ جمادی الاول ۱۰۵۵ھ]

(۳)..... جمعیت علمائے ہند کا فیصلہ:

جمعیت منظرہ کے اجلاس میں حمایت اللہ شرقی ایم اے کی کتاب تذکرہ پیش ہوئی اس کے متعلق بائع رائے قرار پایا کہ کتاب مذکور میں الحاد و زندہ کے جراثیم اسلامی عنوانات میں پیش کئے گئے ہیں اور اس کا مؤلف جس طرح مذہب اور دین سے قطعاً آزاد ہے۔ اسی طرح کسی خاص اصول کا بھی پابند نہیں۔ اسلامی فرائض پر استہزاء اور توہین اور آسمانی عقائد کا ابطال اس کا خاص مطمح نظر ہے۔ اور ان تمام قابل نفرت مقاصد کے ساتھ نصاریٰ کی مدح سرائی اور ان کی نصرت و اعانت اور ان کے اغراض کی حمایت مقصد اعلیٰ ہے۔ پس جمعیت منظرہ کا یہ اجلاس اس کتاب کو جس طرح مذہب کے لیے زہر سمجھتا ہے اسی طرح اسلامی سیاست کے لیے بھی بدترین دشمن قرار دیتا ہے اور تمام قومی و مذہبی اور سیاسی مرکزوں کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ اس فتنہ کو روکنے میں پوری قوت صرف کریں۔ (۲۹ اگست ۱۹۲۳ء)

اس اجلاس میں محدث زماں حضرت مولانا انور شاہ صاحب پختون اور مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی پختون بھی شریک تھے۔

(۴)..... مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب پختون نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ.....

اس جدید فرقہ (تحریک خاکساری) کا فتنہ قادیانی فتنہ سے بھی مہلک اور خطرناک ہے۔ شیخ اشعر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری سابق امیر جمعیت علمائے اسلام نے ایک رسالہ بنام "علمائے اسلام اور حمایت اللہ صاحب مشرقی گورنمنٹ ہینئر بانی تحریک خاکساراں" شائع کیا تھا۔ جس میں مشرقی کے خلاف اسلام عقائد تحریر کیے ہیں اور ایک جگہ "مسلمانوں سے اپیل" کرتے ہوئے فرماتے ہیں..... اب مسلمان خود ہی فیصلہ کر لیں کہ خدا تعالیٰ کو سچا مانیں اور اس کے قرآن کے احکامات کو صحیح

جائیں یا عنایت اللہ صاحب مشرقی کی حمایت کریں اور انہیں سچا ہائیں (۱۸ ص)

خاکسار تحریک کا دور جدید

خاکسار تحریک کا دور جدید بھی علامہ مشرقی ہی کے اصول پہنی ہے اور خاکسار اسی کی تحریک کو زندہ کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ الاصلاح لاہور (جس کے ایڈیٹر صفدر سیلوی صاحب کو ”متحدہ دینی محاذ“ کا نائب صدر مقرر کیا گیا) ۱۵ مئی ۷۰ میں ”اطاعت امیر“ کے عنوان سے ایک مضمون میں یہ لکھا گیا ہے کہ.....

(۱)..... خاکسار تحریک کے عظیم الشان اصولوں سے بغاوت خاکسار اعظم (یعنی عنایت اللہ مشرقی) سے بغاوت ہے۔ نہیں بلکہ اسلام سے بغاوت ہے۔ ان اصولوں کا انہدام ہے جن پر یہ عقیم الشان تحریک کھڑی کی گئی ہے“ (۱۳ ص)

(ب)..... نیز یہ لکھا ہے کہ: تحریک کی بنیاد بے چون و چرا اطاعت پر ہے۔ یہاں کوئی شخص خلاف شرع حکم دے نہیں سکتا۔ جو دیکھ اس کی سزا بھگتے گا۔ یہاں کسی کو کسی عقیدے سے پر خاش نہیں ہے۔ اس لئے کہ کوئی خلاف عقائد حکم ممکن نہیں۔ یہاں ادارہ عالیہ کا ہر حکم خواہ وہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اسلام کی سر بلندی کے لیے ہے۔ ادارہ عالیہ کے کسی حکم پر خدا اور رسول کے سوا کسی کی گرفت نہیں۔ (ایضاً ص ۳)

الاصلاح کے اسی شمارے میں عنایت اللہ مشرقی صاحب کا ایک مضمون بعنوان ”یوم میلاد النبی“ شائع ہوا ہے۔ جس میں ”مولوی کی تحریف دین“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ: مسلمانو! بصیرت کی آنکھیں کھولو۔ تمہارے پیشوا ان دین نے پچھلے کئی سو برس سے صحیح اسلام کو مشکل سمجھ کر نیا اسلام اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ اب اس مذہب پر چل کر نہ کوئی دنیوی ثواب مل سکتا ہے۔ نہ اخروی نجات..... یاد رکھو کہ تمام قرآن کے طول و عرض میں عقیدے کا تحفظ کہیں موجود نہیں۔ نہ اس کا کوئی مشتق موجود ہے۔ قرآن میں صرف ایمان اور عمل صالح کے الفاظ ہیں اور جو معنی ان الفاظ کے ہو سکتے ہیں ایک دنیا جانتی ہے۔ اسی مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ..... اس کو نہ بھولو کہ نبی کی مدت العمر کی تکلیفوں اور زہرہ گداز محنتوں کے باوجود ان کی وفات کے بعد ہی سارا عرب نبی سے برگشتہ اور دین اسلام سے مرتد ہو گیا تھا۔ (۴ ص)

خاکسار تحریک کے مفت روزہ الاصلاح کے مذکورہ اقتباسات کے پیش نظر اس تاویل کی گنجائش

ہیں رہتی کہ عاتق اللہ مشرقی صاحب کی وفات کے بعد اب خاکساروں کے عقائد و نظریات بدل گئے ہیں۔ لہذا جو حالہ حیات مشرقی کی تصانیف تذکرہ وغیرہ سے درج کئے گئے ہیں اور حضرات اکابر و یوں بندہ کے جرنالی پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے بعد کسی طرح بھی خاکسار پارٹی کو دینی جماعت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور اگر بحیثیت علمائے اسلام کے اس فیصلہ کو صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر پاکستان میں کوئی مدعی اسلام پارٹی غیر دینی نہیں قرار دی جاسکتی خواہ وہ مودودی پارٹی ہو یا پرویزی۔ (زرلندہ معلوم)۔

مادہ از میں جس طریق سے حمزہ دینی محاذ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے اور اس کے بعد سے داروں کا انتخاب کر کے اخبارات میں اس کو شائع کرایا گیا ہے وہ بھی خلاف ضابطہ ہے کیونکہ اس کے بعد جمعیت علمائے اسلام کی شوری کا اجلاس رکھا گیا ہے۔ جس سے شوری کی حیثیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ مکمل فیصلہ اور اس کی اشاعت کے بعد شوری کا اجلاس تو صرف توثیق کرانے کے لیے ہے۔ نہ کہ بحث و تحقیق کے لیے۔ اور لیبر پارٹی کے ساتھ معاہدہ کرنے میں بھی یہی طریق اختیار کیا گیا تھا۔ جس کے متعلق بندہ کے اعتراض پر حضرت والا نے جواباً یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث صاحب (ہزاروی) کو سمجھایا ہے اور انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی ہے۔

امردوم

ڈاکٹر احمد حسین صاحب کمال ایڈیٹر ترجمان اسلام نے ”عوامی نگری محاذ“ کے اجلاسوں میں جو مقالہ بعنوان ”انسانیت کا مستقبل اسلام کی روشنی میں“ پڑھا۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ.....

(ل) والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللہ فبشرهم بعذاب الیم اس آیت کی رو سے سونا چاندی جو نزول قرآن کے وقت کی واحد کرنسیاں تھیں انہیں جمع رکھنا اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر ڈالنا عذاب الیم کا موجب بتایا۔ یہاں سونے چاندی کے کسی جزو یا حصہ کو خرچ کرنے والی بات نہیں کہی گئی ہے۔ بلکہ ینفقونها میں حاء کی ضمیر صاف صاف تمام سونے اور چاندی کی طرف راجع ہے۔ الخ۔ (ص ۱۲)

(ب) اسی مقالہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ.....

قرآن نے بتایا ہے کہ جب موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے اور ان کے لیے ایک آزاد ماحول کی نگہامیہ کی تو مشترکہ معاشرہ کے ساتھ ان کی آسائش بھی مشترکہ کر دی گئی۔ اور انہیں من و سلویٰ کے

کے اصول کو وسیع پیمانہ پر عملی جامہ پہنایا ہے۔ [کتاب مارکس اینڈ انجمن انڈیا شائع کردہ سوشلسٹ بک لائبریری]
ڈاکٹر صاحب کی یہ عبارتیں بھی سوشلزم اور اشتراکیت کی تائید میں ہیں۔ اور ”اسلامی منشور“ کی
تصریحات کے بھی خلاف ہیں اور یہ عبارتیں بندہ نے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کو بتاریخ ۲۵ صفر
۱۳۹۰ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۷۰ء اپنے عریضہ میں لکھ دی ہیں۔ لیکن اب تک ترجمان اسلام میں ان کی تردید
نہیں شائع ہوئی۔

علاوہ ازیں یہ بھی تشویشناک امر ہے کہ ولی اللہ سوسائٹی نے ایک رسالہ ”معروضات“ کے نام
سے شائع کیا جو توسط حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور امیر جمعیت علمائے اسلام مغربی پاکستان
زعمائے جمعیت کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ..... زمین کی ملکیت شخصی نہیں ہوگی۔
زمینداری، جاگیرداری اور مزارعت کا کلی طور پر خاتمہ کیا جائے گا۔ اسی رسالہ کی ابتداء میں حضرت
مولانا عبید اللہ صاحب انور کی ان الفاظ میں تصدیق موجود ہے کہ: میں نے سارا مضمون سن لیا ہے۔
میرے نزدیک یہ افکار صحیح ہیں۔ [ص ۵، احقر عبید اللہ انور ۱۹۶۹ء-۹-۵]

یہ نظر یہ بھی خلاف اسلام ہے اور جمعیت علمائے اسلام کے ”اسلامی منشور“ کی تصریحات کے بھی
خلاف ہے۔ حضرت مفتی محمود صاحب کو بھی بندہ نے حوالہ بتا دیا تھا اور لاہور کے ایک اجلاس میں
حضرت مولانا ہزاروی کی موجودگی میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور کو بھی یہ رسالہ دکھا کر گزارش
کی تھی کہ یا اس کی تردید کریں یا اسلامی منشور میں ترمیم کریں۔ لیکن.....
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ابھی تک کچھ نہیں ہوا اگر اکابرین جمعیت اپنی جماعت کی خلاف اسلام تحریروں سے رجوع کا
اعلان بھی نہیں کر سکتے اور ان کی تردید بھی پسند نہیں کرتے تو ان حالات میں اگر مخالف لوگ جمعیت کے
اکابر پر سوشلسٹ ہونے کا الزام لگائیں تو وہ کیونکر مورد الزام قرار دیئے جاسکتے ہیں؟

امر سوم

جمعیت علمائے اسلام کی پالیسی سے اختلاف کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ اسلامی سوشلزم کے داعی
ذوالفقار علی بھٹو کے مفت روزہ ”نصرت“ لاہور میں متعدد ایسی عبارتیں ہیں جن میں صراحتاً بعض جلیل
القدر صحابہؓ کی توہین پائی جاتی ہے۔ بعض میں لاہوری مرزائی فرقہ کے سربراہ اور مکرین حدیث کو قرآن

کا خادم حلیم کیا گیا ہے۔ اور بعض سے اسلامی سوشلزم کی تشریحات کے سلسلہ میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسلامی سوشلزم دراصل چینی سوشلزم ہے۔ چنانچہ عبارات حسب ذیل ہیں.....

خلاف صحابہ رضی اللہ عنہم

(۱) نصرت ۵/ اکتوبر ۱۹۶۹ء کے ادارہ میں ”پاک چین دوستی کی روحانی بنیادیں“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ.....

ہم نے تاریخ اسلام کے صفحات پر ابن زیاد سے لے کر میر جعفر تک ملوکیت اور سامراج کے ایسے ایجنٹوں کی بہت سی تصویریں دیکھی ہیں جو اپنی روح میں ان لوگوں سے زیادہ مختلف نہ تھے جو آج سرمایہ داری، جاگیرداری اور نوآبادیاتی نظام کے مفادات کے تنخواہ دار محافظ ہیں۔ اگر یہ لوگ اسلام کو بیچ میں لے آئے ہیں تو کیا پہلے اسلام کے ساتھ ان کے بھائی بندوں نے یہی سلوک نہیں کیا تھا۔ کیا عثمان اور علیؓ کو اسلام ہی کے نام پر شہید نہیں کیا گیا تھا؟ کیا عمرو بن العاصؓ نے علیؓ کے مقابلے میں معاویہ کی بھاگی ہوئی فوج کو سنبالا دینے کے لئے قرآن کو نیزوں پر نہیں چڑھا دیا تھا۔ الخ۔ (ص ۳)

گو حضرت عمرو بن العاصؓ کے متعلق اس عبارت کے سلسلہ میں نصرت کے ایڈیٹر حنیف رائے صاحب نے بندہ کو معذرت کا خط لکھا ہے۔ لیکن انہوں نے چونکہ اپنے ہفت روزہ نصرت میں فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کی پوزیشن صاف نہیں کی اور بعد ازاں دیگر صحابہ کرام کے خلاف بھی عبارات نصرت میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس لئے ان کی یہ معذرت کافی نہیں ہے۔

(ب) نصرت ۲۱ ستمبر ۶۹ء میں بعنوان ”اسلام کی تعریف کیجئے“ ایک مضمون میں یہ لکھا ہے کہ: اس حقیقت سے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کی لاش پر جس ملوکیت کی عمارت قائم کی تھی اور اس عمارت کے گارے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خون پاک سے پانی دیا تھا تو انہوں نے بھی اپنی اس مہم کو اسلام کے ماسوا کوئی دوسرا نام نہ دیا تھا۔ الخ (ص ۱۲)

(ج) فتح مکہ کے طغاء صحابہ کے بارے میں لکھا ہے کہ..... چونکہ یہ لوگ اسلامی تحریک کے پورے نشیب و فراز سے ناواقف تھے۔ اسی لئے ان میں درجہ اول کے رہنما نہ بن سکے اور سابقین اولوں کی فہم و فراست کے تابع رہے۔ لیکن خلافت راشدہ کے بعد جب قوم کی رہنمائی ان طغاء کے ہاتھ آئی تو اپنی نادانیت کی بنا پر انہوں نے اسلامی تحریک کے دھارے کو اس طرح موڑ دیا کہ خلافت

پامانہ جاسکا۔ الخ۔ (نصرت ۱۱ جنوری ۱۹۷۰ء)

چاروں فقہیں ملوکیت کی پیداوار ہیں

سے جدا نہیں۔ [نصرت ۲۱ ستمبر ۱۹۷۷ء ص ۱۵]

لاہوری مرزائی اور منکرین حدیث بھی خادم قرآن ہیں

یہ سب سے پہلا روزہ نصرت ۲۸ دسمبر ۱۹۶۹ء میں ”علمی کم ظرفی“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ.....

اعتراف کیا جائے۔ الخ (ص ۲۲)

اسلامی سوشلزم یا چینی سوشلزم

بھنوپارٹی کی طرف سے عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی سوشلزم سے ان کی مراد اسلامی مساوات اور اسلامی اقتصادی نظام ہے اور بعض اکابر جمعیت کی طرف سے بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ اصطلاح غلط ہے لیکن اگر اس سے مراد اسلامی نظام ہے تو مفہوم صحیح ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ.....

(۱) جمعیت علمائے اسلام جب اسلامی سوشلزم کا نعرہ نہیں لگاتی تو اکابر جمعیت کی طرف سے اس اصطلاح کی تاویل و توجیہ کی کیا ضرورت ہے؟

(۲) یہ حسن ظن بھی خلاف واقع ہے کہ بھنو اور اس کی پارٹی کی مراد اسلامی سوشلزم سے اسلامی معاشی نظام ہے۔ کیونکہ ان کے نفٹ روزہ نصرت لاہور کی تحریرات اس کے منافی ہیں۔ چنانچہ نصرت ۵ اکتوبر ۱۹۶۹ء میں ”پاک چین دوستی کی روحانی بنیادیں“ کے عنوان کے تحت ادارہ میں لکھا ہے کہ..... پاک چین دوستی کی سیاسی بنیادوں پر جناب ذوالفقار علی بھٹو نے نصرت کے اسی شارے میں شائع ہونے والے اپنے گراں قدر مضمون میں بہترین روشنی ڈالی ہے۔ ہم انقلاب چین کی بیسیوں سالگرہ کی تقریب پر پاکستانی عوام کے ایک ادنیٰ ترجمان کی حیثیت سے چینی عوام کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ”پاک چین دوستی کی روحانی بنیادوں“ کا سراغ لگانا چاہتے ہیں۔ نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ حصول علم کی خاطر چین بھی جانا پڑے تو جاؤ۔ آپ ہی نے فرمایا تھا کہ علم مومن کی کھوئی ہوئی میراث ہے لہذا جہاں سے ملے چوم چاٹ کر لے لینا چاہیے۔ وہ بات جو کل تک ایک استعارہ تھی آج حقیقت بن گئی ہے۔ وہ علم جو ہماری کھوئی ہوئی میراث تھا آج چین کے کوچہ و بازار میں دستیاب ہے۔ اور جوں جوں ہم اس علم کو قرآن عظیم کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں یہ کھرا ثابت ہوتا جا رہا ہے۔ ہم اس علم کو محض اس لئے رد نہیں کر سکتے کہ چند جے اور عمائے۔ چند داڑھیاں اور تسبیحیں نبی کریم کی نصیحت کو نظر انداز کر کے اس علم کی مخالفت میں معروف ہیں“ (ص ۳)

اسی میں لکھا ہے کہ..... قرآن عظیم کی تعلیمات کو دلوں میں اور نبی کریم کی سیرت پاک کو آنکھوں میں سائے ہم سوشلسٹ معیشت اور معاشرت کو لبیک کہتے ہیں کہ اقبال کے مطابق یہی اسلام کی اصلی روح ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پاکستان اور چین سیاسی ہی نہیں روحانی دوست

بن جاتے ہیں۔ الخ (ص ۴)

مندرجہ عبارات سے واضح ہے کہ اسلامی سوشلزم سے مراد وہ چینی نظام ہے جو چین میں رائج ہے۔ اور چینی معاشی نظام کو ہی اس ادارہ میں قرآن عظیم کی کسوٹی پر کھرا ثابت کیا گیا ہے۔ حالانکہ (۱) چین میں جو معاشی نظام ہے وہ اصولاً خلاف اسلام و قرآن ہے۔ (ب) چینی نظریات دہریت اور انکار خدا پر مبنی ہیں۔ وہاں رسالت کا انکار ہے۔ آخرت کا انکار ہے۔ قرآن کا انکار ہے۔ تو اس کے باوجود پاکستان اور چین میں روحانی رشتہ کیسے جوڑا جاسکتا ہے؟ یہ دراصل تلبیس عظیم ہے۔ اشتراکی نظام کو اسلام و قرآن کے نام پر مسلمانان پاکستان کے دل و دماغ میں اتارا جا رہا ہے۔ اور جمعیت کے اکابر کی طرف سے اسلامی سوشلزم کی جو تاویلات پیش کی جا رہی ہیں ان سے سوشلسٹ طبقوں کو بہت قوت پہنچ رہی ہے۔ گویا کہ اشتراکی اور سوشلسٹ پارٹیاں اب علمائے حق کے سایہ میں اپنے نظریات پھیلا رہی ہیں اور جو جمعیت اپنے ترجمان اسلام کے ایڈیٹر کی تحریقات اور باطل نظریات کی تردید نہیں کر سکتی وہ اشتراکی اور سوشلسٹ قوتوں سے اشتراک عمل کر کے ان کی کس طرح اصلاح کر سکے گی؟

جمعیت علمائے اسلام نے اگر پاکستان میں ”خالص اسلامی نظام“ قائم کرنا ہے جیسا کہ ”اسلامی منشور“ میں واضح کیا گیا ہے تو جس طرح وہ مودودی ازم کی کھلی مخالفت کر رہی ہے اسی طرح وہ اسلام و قرآن کے نام پر جو اشتراکی سیلاب آرہا ہے اس کی بھی کھلی مخالفت کرے اور اشتراکی اور امریکی دونوں بلاکوں سے ہٹ کر ایک تیسرا خالص اسلامی بلاک پاکستان میں بنائے تاکہ اسلامی عقائد و نظریات کا تحفظ ہو سکے۔ اور اگر اس وقت جمعیت کی جگہ صرف امریکی طاقتوں کے خلاف ہے اور اسلامی بنیادوں کے تحفظ کو سر دست نظر انداز کرنا چاہتی ہے اور ہر اس قوت سے اشتراک عمل جائز بلکہ ضروری قرار دیتی ہے جو امریکی سامراج کے خلاف ہیں تو اسلامی منشور کی بنیاد پر جس خالص اسلامی نظام حکومت کی مسلمانان پاکستان کو پہلے دعوت دی ہے فی الحال اس سے کنارہ کش ہو جائے۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ نے ہندوستان کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف مختلف مذاہب و اقوام کا جو متحدہ پلیٹ فارم قائم فرمایا تھا تو اس مقصد کی وضاحت فرمادی تھی اور اس وقت کوئی اسلامی منشور نہیں شائع فرمایا تھا۔ اور نہ ہی قوم کو یہ دعوت دی تھی کہ سر دست ہم نے متحدہ

ہندوستان میں خالص اسلامی نظام حکومت قائم کرنا ہے اور نہ ہی صدر مملکت کے لیے اہل سنت مسلمان ہونے کی شرط پیش فرمائی تھی اور نہ اس وقت غیر مسلم اقوام کو متحدہ دینی محاذ میں شامل فرمایا تھا اور نہ خاکسار تحریک کو دینی جماعت قرار دیا تھا۔ حضرت مہیندہ اور جمعیت علمائے ہند کا موقف بالکل واضح تھا۔ لیکن جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے اسلامی منشور اور اشتراک عمل کی پالیسی میں بالکل تضاد ہے اور یہ اسی قسم کی حکمت عملی کی پالیسی کی اتباع ہے جو ابوالاعلیٰ مودودی نے سیاسی اقتدار کے حصول کے لیے پہلے وضع کی ہوئی ہے۔ درزند (علم)

قرآنی تحریفات

گو اسلامی سوشلزم کی داعی جماعتیں اسلام و قرآن کا نام لیتی ہیں لیکن ان کی تشریحات اسلامی اور تعبیرات قرآنی علمائے حق کے خلاف ہی ہیں۔ مثلاً (۱) ”قرآنی احکام“ کے عنوان کے تحت چند قرآنی آیات کا ترجمہ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ..... مندرجہ بالا آیات سے واضح ہے کہ قرآن کی رو سے استحصال سراسر ناجائز ہے۔ کوئی بھی مسلمان اپنی ضرورت سے زائد ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔“

[نصرت لاہور، ۱۹ جنوری ۱۹۶۹ء]

یہ تفسیر بھی احادیث نبوی، تعامل صحابہ اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ اس سے زکوٰۃ و میراث وغیرہ قرآنی احکام کی بالکل نفی ہو جاتی ہے۔ (۲) مسئلہ ارتداد پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ..... مندرجہ بالا آیت میں خدا کے نزدیک ایک مسلمان کے دو دفعہ کفر اختیار کرنے کے لیے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ اگر وہ تیسری دفعہ کفر اختیار کرے تو اس کا یہ جرم یا گناہ ناقابل معافی ٹھہرے گا اور اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ہدایت سے محروم ہوگا۔ مگر اس کی جان لینے یا اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس کے برعکس مودودی صاحب ایسے لوگوں کو بھی قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں جو اسلام میں داخل ہو کر پھر کافر ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی مسلمان اولاد میں سے کافر ہونے والوں کو بھی قتل کرنے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ غور فرمائیے کہ ان کے یہ احکام قرآن کے مطابق ہیں یا اس کے برعکس اس کی سراسر ضد ہیں۔ الخ (ص ۱۷)

یہ تفسیر بھی احادیث نبوی اور اجماع امت کے فیصلے کے بالکل خلاف ہے اور جمعیت علمائے اسلام کے ”اسلامی منشور“ کے بھی متافی ہے۔ مشرذو النفاق علی بھٹو کے مرکزی ہفت روزہ ”نصرت“ لاہور کی

مذکورہ قرآنی تشریحات (جو دراصل تحریکات ہیں) اور اسلامی دہلزم کی وہ تفسیرات ہیں جو کسی اشتراکی سوشلزم کی ثابت ہوتا ہے۔ کیا اس حقیقت کو سہ لکاب نہیں کریں کہ ہائز پارٹی بھی اسلامی مساوات کے نام پر ایک نیا دین اور نئے اسلام کی بنیاد ہے؟

لیکن جمعیت علمائے اسلام کے اکابر اس معاملہ میں اس طرح خاموش ہیں کہ یا تو اسلامی دہلزم میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے کسی پہلو سے کوئی خطرہ ہی نہیں۔ اسی لئے اب چلے ہاں بھی دہلزم کہہ رہے ہیں۔ اکابر کے اس طرز عمل کا یہ نتیجہ ہے کہ جو مسلمان سوشلزم اور اسلامی دہلزم کے اطراف سے آگاہ ہیں وہ جمعیت علمائے اسلام کی پالیسی سے مطمئن نہیں رہ سکتے۔ اور جو اسلامی دہلزم کو اسلام کے خلاف نہیں سمجھتے وہ سوشلسٹ عناصر کے اکہ کار بن رہے ہیں اور اس سے ملائے حق کے مخالف و مقصد کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ علاوہ ازیں جمعیت کے بعض اکابر کے اس قسم کے بیانات بھی اشتراکیت کی تعویت کا سبب بن رہے ہیں کہ پاکستان میں کفر و اسلام کی کوئی جنگ نہیں بلکہ یہاں امیر و غریب کی جنگ ہے۔ کیونکہ امیر و غریب کی طبقاتی جنگ کا نعرہ خالص اشتراکی نعرہ ہے۔ اسلام میں تو کفر و اسلام یا حق و باطل کی جنگ ہوتی ہے نہ کہ امیر و غریب کی۔ اور جب پاکستان میں اسلام و قرآن کے نام پر کافرانہ نظریات پھیلانے جا رہے ہیں اور ان کی پشت پر سیاسی طاقت بھی ہے تو پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ یہاں کفر و اسلام کی جنگ نہیں۔ اور اگر کفر و اسلام کی جنگ نہیں تو کیا پاکستان میں حق و باطل کی بھی جنگ نہیں ہے؟ کیا ہر امیر باطل پرست اور ہر غریب حق پرست ہے؟ کہ بہر حال امیر و غریب میں ضرور جنگ کرائی جائے۔ کاش کہ جمعیت علمائے اسلام کے اکابر دطراف جن کا شائع کردہ ”اسلامی منشور“ لادینی سیاست کے لیے ایک کھلا چیلنج ہے۔ سیاسی میدان میں بھی ملامت اس پر ثابت قدم رہتے اور اسلام و قرآن کے نام پر جو نئے نئے کافرانہ نظریات ملک میں پھیلائے جا رہے ہیں ان سب کا یکساں طور پر مقابلہ کرتے تو یہ ان کا ایک شاندار تاریخی کارنامہ ہوتا اور اس سے برسوں کی مروجہ لادینی سیاست کو اصولی طور پر شکست کا منہ دیکھنا پڑتا..... کعب اللہ لاہلین

انا ورسلی ان اللہ لقوی عزیز.....

بہر حال مذکورہ وجوہات کی بنا پر بندہ چونکہ جمعیت علمائے اسلام کی مرکزی سیاسی پالیسی سے کسی

و عافرا مآئیں کہ اللہ تعالیٰ اخلاص و استقامت عطا فرمائیں، آمین۔ (درود)

الاحقر مظہر حسین..... مدنی جامع مسجد چکوال، ضلع جہلم

مقدمہ قارئین : یہ ہے جمعیت علماء اسلام میں حضرت قائد اہل سنتؒ کی خدمات اور علیحدگی کی مفصل داستان جو تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور زیادتی پر) (سورۃ مائدہ آیت نمبر ۵۰) کی علمی تفسیر دکھائی دیتی ہے۔

تحریک خدام اہل سنت کا قیام

عمارت کی قد و قامت اور مضبوطی میں مرکزی دخل بنیاد کو حاصل ہوتا ہے۔ دین اسلام پر محنت کی عمارت بھی تب ہی مستحکم اور نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے جب اس کی بنیاد مضبوط اور صحیح ہو۔ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں یہی امتیازی خوبی جا بجا ملتی ہے کہ آپ نے معاونت، مخالفت، محبت، نفرت، تحمل، غضب، سیاست، جوش، تیز، تحریر، تقریر، تبلیغ حتیٰ کہ ذی رحم رشتہ داریاں بھی مذہب کی بنیاد پر نبھائیں۔ چنانچہ جمیعت کے ساتھ تعلقات کے نازک دور میں ہی استغناء سے چند ماہ قبل خالصتاً مذہبی فکر کی حامل جماعت کی بنیاد رکھی جس کا ابتداء میں مجلس خدام اہل سنت والجماعت نام تجویز فرمایا۔ جبکہ کچھ عرصہ بعد مجلس کی جگہ تحریک کے لفظ نے لے لی۔

حضرت قائد اہل سنت جماعت کے مقصد قیام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں.....

پاکستان میں اہل سنت و جماعت تقریباً ۱۰/۹ کروڑ کی تعداد میں آباد ہیں۔ لیکن باوجود اتنی عظیم اکثریت کے بحیثیت اہل سنت ملک میں ان کا کوئی خاص مقام و نام نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں عوام اہل سنت اپنے مذہب سے نادانف و غافل ہیں۔ وہاں سوائے علماء حق کے خواص اہل سنت بھی اپنے مذہب حق کو عموماً نظر انداز کیے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس امر کی شدید ضرورت سمجھی گئی ہے کہ اہل السنۃ

والجماعت کے مذہبی نام و عنوان سے ایک ایسی دینی جماعت قائم کی جائے جو نبی کریم ﷺ کے ارشاد فرمودہ معیار حق ماننا علیہ واصحابی یعنی سنت و جماعت کی طرف مسلمانان اہل سنت کو عام دعوت دے کر ایک جماعتی نظام قائم کرے تاکہ پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کے استحکام میں وہ زیادہ موثر کردار ادا کر سکیں۔ لہذا اس مقصد عظیم کے لئے مخدوم العلماء حضرت مولانا پیر خورشید احمد صاحب ساکن قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان (خلیفہ اعظم شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ) کی قیادت و امارت میں مجلس خدام اہل السنۃ والجماعت کے نام سے ایک جماعت قائم کر دی گئی۔ اس جماعت کی دعوت کوئی نئی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد چودہ سو سال کے مذہب اہل سنت کی ہی تبلیغ و تحفیظ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے محررہ بالا ارشادات کی روشنی میں ضروری ہے کہ مسلمانان اہل سنت اپنے مذہبی حق کی بنیاد سنت و جماعت کے تحت دین اسلام کی تبلیغ و حفاظت کریں۔ ہم تمام سنی مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنے مذہب کی خدمت و اشاعت کا فریضہ انجام دیں.....

وما علینا الا الذیوع

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص و ہمت عطاء فرمائیں۔ (خدام اہل سنت کی دعوت ص ۱۴، ۱۵)

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ جماعت کے نام اور مقصد قیام کے متعلق مزید لکھتے ہیں.....

قیام پاکستان سے پہلے حضرت والد صاحب مرحوم کی سرپرستی میں میرے مجاہد برادر بزرگ مولوی منظور حسین صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے خاکساروں کی عسکری تنظیم کے مقابلہ میں خدام اسلام کے نام سے ۱۳۵۷ھ میں جماعت قائم کی۔ جبکہ میں دارالعلوم میں پہلے سال میں زیر تعلیم تھا۔ یہ نام حضرت والد صاحب مرحوم نے تجویز کیا تھا۔ ”لائحہ عمل خدام اسلام“ کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا گیا۔ جس کا پیش لفظ بندہ نے لکھا تھا اور والد صاحب نے بعنوان ”خدام اسلام میدان عمل میں“ حسب ذیل نظم لکھی.....

خدام اسلام میدان عمل میں

اسلام کے خدام ہیں میدان میں آئے	سب کفر کے بت توڑ کر مٹی میں ملائے
لاریب ہیں اسلام کے جانباز سپاہی	ہر فرقہ باطل سے کریں گے یہ لڑائی
حجت سے دلائل سے کریں انہیں باطل	اور ملت اسلام کا کروائیں اقبال

اور شرک و بدعت کو مٹائیں گے زماں سے
بخشی انہیں اللہ نے صداقت کی ہے تلواریں
جو سامنے آئے گا وہ ہو جائے گا گھائل
چپ راست کی بدعت کو ہیں دنیا سے مٹاتے
مردان مجاہد ہیں یہ اسلام کے غازی
بندے ہیں یہ اللہ کے شیطان سے ہیں پیکار
پہنچائیں گے پیغام خدا دشت و جبل میں
آواز پہنچ جائے گی یہ عرش بریں پر

توحید کو سنوائیں گے سب اہل جہاں سے
انحر: ہے اسلام کا یہ لشکر جرار
یہ عمل کو ہے یہ تب کہ ہو ان کے مقابل
اللہ عز و جل کا نعرہ ہیں لگاتے
بر فرد بشر اُن کا ہے بیخ و دشت نمازی
مرد ہیں شریعت کے یہ اتحاد سے بزار
لے یہ خدا نیکے ہیں میدانِ عمل میں
کجگیر کا نعرہ جو لگائیں گے زمین پر

اس فوجِ حق موع کو نصرت ہے خدا کی

یہ دل سے ابوالفضلؑ نے اللہ سے دعا کی

اور بندہ نے جب ۲ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۹ مئی ۱۹۶۹ء کو جماعت قائم کی۔ تو اس کا نام
بھائی صاحب مرحوم کی جماعت ”خدام اسلام“ کے پیش نظر ”خدام اہل سنت“ تجویز کیا۔ اس نام میں
بجائے اسلام کے خدام کی نسبت اہل سنت کی طرف کی گئی۔ کیونکہ دورِ حاضر کا شدید تقاضا تھا۔ اور اہل
حق کا امتیازی نام و نشان ”اہل السنۃ والجماعت“ ہی ہے۔ اور بندہ نے والد صاحب مرحوم کی لطم
کے عنوان ”خدام اسلام میدانِ عمل“ کے پیش نظر اپنی لطم کا عنوان ”خدام اہل سنت میدانِ عمل میں“
رکھا۔ [کشف حاجت، ص ۲۶۷]

حضرت قائد اہل سنت کی اس تاریخی لطم میں جماعتی مشن اور حضرت اقدس کا ادبی کمال ایک ساتھ
خفرتا ہے۔ قارئین کی نذر کی جاتی ہے۔

خدام اہل سنت میدانِ عمل میں

ہم اللہ واحد کے بندے توحید کی شمع جلائیں گے
ہم مکر ختم نبوت کو بس کافر ہی ٹھہرائیں گے
ہم ختم نبوت کی خاطر ہر باطل سے ٹکرائیں گے
بوکڑ و عمر، حمان و علی کی شانیں ہم سمجھائیں گے

خدام اہل سنت ہیں ہم سنت کو پھیلائیں گے
ہم شہرِ سل کی ہمت ہیں جن پہ ہے نبوت ختم ہوئی
دوسرائی کوڑ، شافعہ، حضر، جان جہاں، محبوب خدا
اصحابِ نبی، ملا دین نبی، ملا رائل نبی، ہم قربان

یہ دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے
 یہ سب تر کے چھکے ہیں جو چھکے دیکھ کر
 میرے دل میں کھینچ کر لے کر آئے ہیں
 سنت کی شمع جلا کر ہم اب قلم فرمائیں گے
 ہم اس کو یہ سہولت دے رہے ہیں کہ اس سے خوف نہ کریں گے
 اسلام تو دینِ حضرت ہے ہم حضرت ہی سنائیں گے
 قرآن کے ریلے میں رو کر ہم آ کر ہوئی دلوں میں گے
 برزخ و زور پیدا کیا ہم اس کا حمد سنیں گے
 ازل و بعد ہے ہمارا خدا ہم اس کا حکم چلائیں گے
 میدانِ عمل میں آ کر ہم یہ مطلب حل کرائیں گے
 ہم سب سے پہلے کے لیے اسلام کو بھیجیں گے

خدامِ اہل سنت کا ہے منظر بھی: دینی خادم
 ہم دین کی خاطر ان شاء اللہ پرچمِ حق لہرائیں گے

(۳۱ جنوری ۱۹۷۷ء)

تبلیغ دین میں خاص مزاج

تحریکِ خدامِ اہل سنت کے قیام، جس منظر، نام اور مقصد قیام کی وضاحت کے بعد تبلیغ دین میں
 خاص مزاج کے عنوان سے حضرت قائدِ اہل سنتؒ کے طریقہ تبلیغ کے حصص امتیازی خصوصیات کو ذکر
 کیا جاتا ہے۔

بیچ۔ پہلی خصوصیت! حضرت اندس بیٹے جلد منتقل کروانے والوں، آپ کی تقریر کا انتظام
 کروانے والوں کو اپنا محسن سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ ہمیں ساکنہ سنی کانفرنس کے موقع پر امرتسر میں
 مقرر حضرات ان لوگوں کا احسان سمجھیں جنہوں نے آپ کے لئے لوگ اکٹھے کیے، منجھ جاکر،
 ہنسنے لگے، کرسی کا بندوبست کر کے آپ کو تبلیغ دین کا موقع فراہم کیا۔ ورنہ حضور اکرم ﷺ تبلیغ دین کے
 لئے جاتے تو پتھروں، برائے میں رکھے کاتوں اور نازیبا کلمات سے آپ کا استقبال کیا جاتا۔ یہی وجہ

..... دوسری خصوصیت! حضرت قائد اہل سنت اپنے متعلقین، جماعتی احباب، کارکنوں اور مبلغین کو ہر معاملہ میں دینی مزاج رکھنے کی تلقین کرتے تھے۔ فرماتے.....:

..... تیسری خصوصیت! جذباتی نعروں اور اشتعال انگیز کاموں سے کارکنوں کو بچنے کی تلقین کرتے، فرماتے.....

جوش و جذبات کے وقت ہوش و حواس پر قابو رکھنا چاہیے جذباتی پالیسیوں اور جذباتی واویلے اور نعروں کے اثرات دیرپا نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی مقرر یا نعت خواں جذباتی یا اشتعال انگیز تقریر کرتا یا کلام پیش کرتا آپ نہ صرف فوراً بند کر دیتے بلکہ اپنے بیان میں اس پر تنبیہ بھی فرماتے۔ محرم اور صفر آپ کی مدنی مسجد کی گلی سے ماتمی جلوس کا گزرتا ہمیشہ ایک کڑا امتحان ہوتا تھا اور اب بھی ہے۔ اس موقع پر نوجوان جذباتی ہو جاتے۔ کئی دہائی آواز میں اعتراض بھی کرتے کہ حضرت ان جلوسوں کو بزور بازو روکنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟ آپ فرماتے ماتمیوں کی حفاظت کرنے والی پولیس اور فوج کی اکثریت سنی ہے ہم اگر انہیں روکیں تو ہمارا اپنی سنی عوام سے ٹکراؤ آتا ہے۔ اس صورت میں نقصان بہر حال سنی ہی کا ہے نہ کہ دشمن کا..... کئی مرتبہ پتھراؤ کا تبادلہ ہوا۔ آپ اس موقع پر بار بار تلقین کرتے گویا چلانے میں پہل نہیں کرنی وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ پندرہ سالوں میں گرفتاری کے موقع پر ایک شیعہ کالم نویس نے اعتراف کیا کہ.....

حضرت قاضی صاحب نے ۵۰ سے زائد سال کا عرصہ چکوال جیسے سنی، شیعہ حوالہ سے حساس علاقہ میں وقت گزارا لیکن ایسی کامیاب پالیسی اپنائی کہ علاقہ بھر کے نظریات بدل کر رکھ دیئے اور اپنا ایک کارکن بھی ضائع نہ ہونے دیا۔

﴿.....﴾ چوتھی خصوصیت! مخالفین پر تند و تیز جملوں سے حملہ آور ہونا حضرت قائد اہل سنت پسند نہ فرماتے تھے۔ فرماتے۔۔۔۔۔

تقریر میں مخالفین کو دلائل سے سمجھانا چاہیے۔ ان کی عزت نفس مجروح نہ کرنی چاہیے۔ اگر سختی اور نازیبا الفاظ سے رد کیا گیا تو مخالف آپ کی بات پر غور و فکر پر آمادہ ہونے کے بجائے ضد پر اتر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت یحییٰ عسکری اعتبار سے سخت سے سخت مخالفین کے ناموں کے ساتھ "صاحب" کا لاحقہ ضرور لگاتے۔ بے شمار کتابوں میں متعدد درجہ فہنی صاحب اور مودودی صاحب کے الفاظ جناب کو حضرت کے اس مزاج کا پتہ دیں گے۔

﴿.....﴾ پانچویں خصوصیت! سامعین کی خوشی و تفریح کے لئے کی جانے والی تقریر اور ذہن ساز تبلیغی بیان میں ہمیشہ فرق کرتے ایک مرتبہ مجھے فرمایا۔۔۔۔۔

تقریر اور تبلیغ، مقرر اور مبلغ میں فرق سمجھتے ہو؟ میں نے گزارش کی آپ ارشاد فرمادیں۔۔۔۔۔

تو فرمایا تقریر آج کے دور میں یہ ہے کہ سامعین بھرپور ہوں۔ خوب زور شور سے بیان کریں۔ کبھی جوش کبھی سُر اُتار چڑھاؤ کا لحاظ ہو وغیرہ۔ جبکہ تبلیغ یہ ہے اور ایسا ہونا چاہیے کہ سامعین کی قلت و کثرت بھی پیش نظر نہ ہو۔ انہیں خوش کرنے کے لئے لہجہ میں بناؤ سنگھار اُتار چڑھاؤ بھی نہ ہو بس حق بات سمجھانے اور پہنچانے کی دھن سوار ہو۔

﴿.....﴾ چھٹی خصوصیت! اپنے موقف پر مضبوطی ہمت دلیری سے ہی آتی ہے۔ قوت حوصلہ اور پختہ عزم ہی کی بدولت انسان اپنے بے لچک مشن کو مکمل کر سکتا ہے۔ حضرت قائد اہل سنت یحییٰ عسکری کارکنوں میں بہادری و دلیری دیکھنا چاہتے تھے۔ گاہے بگاہے اس کی تلقین کرتے اور ایسے افراد کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ فرماتے۔۔۔۔۔ دلیری بہت بڑی خوبی ہے۔ اسی کی بنیاد پر بندہ مضبوط ہوتا ہے۔ میں نے جیل میں ایسے نوجوان دیکھے جو بڑی بڑی سزائیں برداشت کر جاتے لیکن زبان سے ایک لفظ نہ نکالتے۔ کئی نوجوان یا علی مدد کا نعرہ لگاتے ہوئے چھانسی چڑھتے دیکھے۔ حق والوں کو اس سے بھی زیادہ مضبوط اور دلیر ہونا چاہیے۔ جسکی وہ اپنے مشن و موقف پر قائم رہ سکتے ہیں۔

..... ساتویں خصوصیت! جہاں عمل بغیر صحیح عقیدہ کے بیکار ہے۔ وہیں محض عقیدہ بغیر عمل کے نجات کے لئے کافی نہیں۔ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ عقائد سمجھاتے وقت موقع موقع عمل کی ترغیب دیتے..... فرماتے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی صورت اور آفتاب رسالت کے روحانی جلوے اس لئے بیان کئے جاتے ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے۔ تعجب ہے آج سنی مسلمان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، صورت اپنانے کے لئے تیار نہیں۔ جو ہے ہی سنی جس کا کام ہی سنت رسول پھیلانا اور اپنانا ہے۔ لاہور کے ایک دوست جناب امجد حسن صاحب کے نام مکتوب گرامی میں ارشاد فرمایا.....

آپ نے داڑھی منڈوانے کا تو بہت بڑا جرم کیا ہے اور انتہائی کمزوری کا ثبوت دیا ہے۔ آپ حضور محبوب خدا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نمونہ مقدسہ کے لئے قربانی نہیں کر سکتے تو اور آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ سے خلوص قلب سے معافی مانگیں اور سچی توبہ کریں۔ آج موت آجائے تو پھر کیا بنے گا؟ یہ دنیا اور اس کی ساری چیزیں فانی ہیں۔ سچی توبہ کی علامت یہ ہے کہ آپ اب مسنون داڑھی رکھ لیں۔

..... آٹھویں خصوصیت! قابل رشک ایجاد و موجد کی مہارت و کمال کا پتا دیتی ہے۔ کامل شاگرد استاد کی اکملیت کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ تقریر و تحریر اپنی نشست و برخاست میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا بیان ہو یا دین مشین کے کسی مسئلہ کی تفصیلی صحابہ کرام کا تذکرہ ضرور فرماتے..... فرماتے!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین اسلام کے عینی گواہ ہیں ان کی حق و صداقت بیان کرنا دین اسلام کے مقدمہ کو مضبوط کرنا ہے۔ قرآن پاک میں جا بجا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات ذکر ہیں ان شاگردوں کا ایمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت کا پتا دیتا ہے۔

..... نویں خصوصیت! فتنوں کا یہ دور اس حدیث پاک کا مصداق ہے۔ جس میں ارشاد فرمایا۔ مسلمان صبح اٹھے گا تو مومن ہوگا اور رات سوئے گا تو کافر میں (اوکا قال) حضرت اقدس اس نازک دور میں فتنوں سے بچاؤ کے لئے اپنے گرد اکابر علماء اہل سنت علماء دیوبند کی تعبیرات، تعلیمات اور تشریحات کا حصار بنائے ہوئے تھے۔ اور جماعتی احباب و مریدین کو اسی میں رہنے کی تلقین فرماتے تھے..... فرماتے!

آج نہ دیکھو کون کیا کر رہا ہے۔ کیا لکھ رہا ہے۔ کیا بیان کر رہا ہے۔ آج فتنوں کا اور من مانوں کا

زمانہ ہے۔ نئی تحقیقات کا دور ہے۔ بس اکابر علماء و دینداروں کو دیکھوان کی تحقیقات، ان کے علم و اخلاص پر اعتماد کرو۔ یہی وجہ ہے کہ ملتِ اہلبیروت کا مقصد غیر اکابر کی تعبیر و تشریح سے ہٹ کر کوئی نظریہ کسی صورت قبول نہ کرتے تھے۔

دوسری خصوصیت: اقوال و فعل میں تضاد ہو تو شخصیت متاثر نہ اور بے وزن ہو جاتی ہے۔ سلج پر دشمنوں کا اظہار ہو وہ بھی مذہبی جوہر و روح ہے اور محافل میں اظہار یکجہتی ہو، تو ناظرین یہ فیصلہ دینے میں ذرا اہل نہیں کرتے "مسو لوہوں نے ہمیں لڑایا ہوا ہے۔ آپس میں سب ایک ہیں" حضرت قائد اہل سنت کے حجاج گرامی کی سب سے بڑی اور امتیازی خوبی یہ تھی کہ آپ نے جس سے بھی نظریاتی اختلاف کیا۔ نہ اس کے مہمان بنے نہ میزبان، سیاست و حکومت، دین و دنیا، نشست و برخاست کوئی سا تعلق پھر ان کے ساتھ کو ارا نہ کیا۔ فرماتے.....

آج لوگ ذاتی جھگڑوں اور ذاتی بغض (جو کہ شریعت میں مبغوض و ناپسندیدہ ہے) کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ قطع تعلقی کر لیتے ہیں۔ بول چال بند۔ کاروبار اشتراک بند۔ دنیوی سیاسی تعاون بند، حتیٰ کہ سلام دعا تک چھوڑ دیتے ہیں اور ایسا کرنے کو بے غیرتی تصور کرتے ہیں۔ لیکن تعجب ہے دین کے معاملہ میں قطع تعلقی جو مطلوب ہے وہ نہیں کرتے دینی دشمن کے ساتھ چلے بہانے کر کے تاویلات کے پردوں میں نشست و برخاست کرتے ہیں معاملات میں تعاون کرتے ہیں۔ اس سے دینی مسئلہ اور نظریاتی اختلاف کی اہمیت عوام کے ہاں ختم ہو جاتی ہے۔ لٹک عسروہ کاملہ

حضرت قائد اہل سنت کے طریقہ تبلیغ و حجاج کی امتیازی خصوصیات لکھنے بیٹھا تھا۔ آنجناب کی حیاتِ مستعار کے لمحہ کو ہر پہلو امتیازی نظر آیا تو خوف طوالت کی بنا پر میری بے بسی نے ان الفاظ کا لبادہ اوڑھ لیا.....

میں آخر ان کی کس کس ادا پر
ادا میں لاکھ اور دل بے تاب نظر ایک

تصنیفی و تبلیغی خدمات

دین حق کی تبلیغ و تشریح اور اس کی مٹھیلی و قطع کے لئے دو بڑے ذریعے ہیں ● تحریر ● تقریر
حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے اس مبارک فریضہ کی انجام دہی کے لئے دونوں ذرائع بھرپور

استعمال کیے۔ تحریر کے ذریعے سینکڑوں چھوٹی بڑی تصانیف کا سہارا لیتے ہوئے دین اسلام کی تبلیغ و تحفظ بھی خوب کی اور تقریر کے ذریعے احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا فریضہ بھی خوب سرانجام دیا۔ ہر موضوع پر بے شمار کتب متعدد درجہ چھپ کر نایاب ہو چکی ہیں جبکہ ہزاروں کیسٹوں میں محفوظ سینکڑوں موضوعات دعوتِ ترتیب دے رہے ہیں۔ ماہنامہ حق چار یاڑ لاہور کے سولہ سالہ دور کے امدادِ الصراط المنفہم کے عنوان سے مختلف موضوعات پر ادارے اور دیگر علمی و اصلاحی مباحثے اس لائق ہیں کہ انہیں کتابی شکل دے کر آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کیا جاسکے۔

ذیل میں حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کی چند یادگار تصانیف و مقالات کا تعارف جناب ہی کے قلم سے کروایا جاتا ہے۔ جس سے میرے مدعی کی وضاحت خوب ہو جائے گی..... ملاحظہ ہو!

رد مودودیت

① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مودودی

۱۱۲ صفحات پر مشتمل یہ تصنیف مجددِ مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ آخری مرتبہ اسے ادارہ حق چار یاڑ نے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔ حضرت قائد اہل سنت فرماتے ہیں.....

اہل السنۃ والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اولادِ آدم میں حضورِ رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بلا واسطہ فیض یاب ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام امتوں اور جماعتوں سے افضل ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کنتم خیر امۃ (الایہ) ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے گو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب بھی بیان کیے ہیں۔ لیکن ان کے تنقیدی مزاج نے ان کو اعتدال پر قائم نہیں رہنے دیا۔ اور اصحابِ رسول کے بارے میں وہ بلا تامل کچھ اس طرح لکھ گئے ہیں۔ جس سے ان کی قرآنی عظمت مجروح ہوتی ہے اور اس سے شیعیت کا راستہ کھلتا ہے۔ صحابہ کرام اور مودودی میں اس کا مکمل ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

[تخلص از صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مودودی ص ۵۰۴]

② علمی محاسبہ

نومبر ۱۹۷۶ء میں پہلی مرتبہ یہ کتاب منظرِ عام پر آئی۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں.....

مودودی نظریات کی تردید میں میری پہلی تصنیف ”مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر“ کے جواب میں مولانا مفتی محمد یوسف صاحب نے ”مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ“ تصنیف کی۔ اور اپنی پوری قوت مودودی صاحب کے دفاع میں خرچ کرتے ہوئے مجھے جواب کی دعوت دی۔ میں نے جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے ہفت روزہ ترجمان اسلام میں بعنوان ”مفتی محمد یوسف کے جائزہ کی حقیقت“ ۲۵ قسطوں میں دیا۔ آخری قسط ۲۳ دسمبر ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد مفتی صاحب نے جواب الجواب بعنوان ”یہ اتمام حجت کا آغاز ہے“ ہفت روزہ آئین لاہور میں قسط وار شروع کر دیا۔ لیکن گیارہ قسطوں کے بعد یہ سلسلہ مکمل چھوڑ دیا۔ اس کا جواب میں نے ”ابطال حجت“ کے نام سے شروع کر دیا۔ جسے بعد میں ترجمان اسلام کے ۲۵ قسطوں پر مشتمل مضمون دو دیگر چند اہم مباحث کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ [تخصیص از غلمی محاسبہ ۱۳۲۱ھ]

③ مودودی مذہب

دسمبر ۱۹۶۷ء پہلی مرتبہ حضرت قائد اہل سنتؒ کی یہ تصنیف لطف سامنے آئی۔ بعد میں متعدد مرتبہ اسے شائع کیا گیا۔ حضرتؒ فرماتے ہیں.....

مودودی صاحب نے اپنی تنقید سے نہ مجددین و محمدین امت کو معاف کیا اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انبیائے عظام کو خصوصاً انبیائے کرام کو تنقید کا نشانہ بنانا تو مودودی صاحب کا وہ کارنامہ ہے کہ شاید امت محمدیہ میں کوئی ناقد ہی اس میں ان کا ہم پلہ ثابت ہو سکے۔ مودودی صاحب کے اکثر عقائد و نظریات چونکہ جمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ اور علمائے حق سے ان کا اختلاف نہ صرف فردی بلکہ اصولی بھی ہے۔ اس لئے ضروری سمجھا کہ مودودی صاحب کے عقائد ان ہی کی تصانیف سے صحیح حوالہ جات کے ساتھ عامۃ المسلمین کے سامنے پیش کر دیئے جائیں، تاکہ جو نادانف مسلمان جماعت اسلامی کے نام سے ٹھوکر کھا جاتے ہیں ان کو حقیقت حال کا علم ہو جائے۔ [تخصیص از مودودی مذہب ۱۳۱۳ھ]

④ مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر

مودودی صاحب کے باطل عقائد و نظریات کی تردید میں مذکورہ کتاب حضرت قائد اہل سنتؒ کی

پہلی تصنیف ہے۔ جو ابتداء ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی۔ حضرت اقدس مجدد فرماتے ہیں.....

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا السلام و آلہٗ و آئہٗ میں ان الحکم الا للہ اور اسلامی و قرآنی انقلاب جیسے پر عظمت نعروں سے کتنی تحریکیں عالم وجود میں آئیں۔ لیکن نصرت خداوندی سے محروم ہونے کی وجہ سے اپنا اپنا آزمائشی دور ختم کر کے مضمحل اور بے جان ہو کر رہ گئیں۔ ہمارے اس دور میں تجدید و اقامت دین اور حکومت الہیہ و فیروہ کے پروکار اور جاذب توجہ دعادی کے ساتھ جماعت اسلامی کے نام سے ایک نئی تحریک نے جنم لیا ہے۔ جس کے بانی اور امیر ابو الاصلی صاحب مودودی ہیں۔ لیکن اس کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں۔ کہ اپنی ادبی و فکری تلمیسات کے ذریعہ حدیث و سنت کے بنیادی اسلامی تصور کو مسلمانوں کے اذہان سے محو کیا جائے، تاکہ نفسانی خواہشات کے تحت قرآنی حکم کے مطالب و معانی بیان کرنے کی راہ کھل جائے.....

امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں

[مجموع از تحفہ فی ظہر ص ۱۳۰۲]

⑤ مولانا سید گل بادشاہ صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ اور مودودی جماعت

مذکورہ بالا تصنیف ۱۹۶۷ء میں پہلی مرتبہ منظر عام پر آئی۔ حضرت قائد اہل سنت فرماتے ہیں.....
گزشتہ رمضان المبارک، مودودی جماعت کی طرف سے بذریعہ ڈاک ایک اشتہار بعنوان "جمیہ علماء اسلام کا فتویٰ جمیہ علمائے اسلام پر" موصول ہوا۔ جس کا جواب فخر سرحد حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب کی جانب سے ترجمان اسلام ۱۰ فروری ۱۹۶۷ء بعنوان "مودودی جماعت کی تلمیسات کی نمونہ" شائع ہوا۔ جس میں سید صاحب نے اپنے ایک فتویٰ کی اشاعت کے سلسلہ میں مودودی جماعت کی حیرت انگیز تلمیسات کا پردہ چاک کیا۔ لیکن تعجب ہے کہ اس جواب کی اشاعت کے بعد پھر وہی پمفلٹ بندہ کو بذریعہ ڈاک موصول ہوا۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مودودی صاحبان کو حقیقت سے غرض نہیں۔ بلکہ علماء حق کے خلاف کچھ اچھا لٹاوا اپنے مشن کا جز سمجھتے ہیں۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اشتہار کے بعض دوسرے پہلوؤں کی بھی وضاحت کی جائے تاکہ کسی پہلو سے ناواقف لوگوں کے لئے غلط فہمی کی گنجائش نہ رہے۔ [مجموع از کتاب مذکورہ ص ۱۰-۱۱]

⑥ کیا عورت صدر مملکت بن سکتی ہے؟

۱۹۶۳ء میں مکتبہ تعمیر حیات لاہور کی طرف سے حضرت قاضی صاحبؒ کی یہ کتاب شائع کی گئی۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ فرماتے ہیں.....

موجودہ الیکشن کے ہنگاموں میں صدارت کا مسئلہ سب سے زیادہ ہنگامہ خیز ہے۔ پاکستان مسلم لیگ نے صدر مملکت ایوب خان کو ہی امیدوار نامزد کیا ہے اور جمہوری متحدہ محاذ نے فاطمہ جناح کو جبکہ جمعیت علماء اسلام کی مجلس شوریٰ نے کتاب دست کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ یہ دونوں پارٹیاں اصول اسلام کو نظر انداز کر کے محض حصول اقتدار کے لئے برسرِ پیکار ہیں۔ اس لئے ہم اپنا تیسرا امیدوار کھڑا کریں گے۔ ان پارٹیوں میں سب سے زیادہ تعجب خیز پوزیشن مودودی جماعت کی ہے۔ جنہوں نے ایک عورت کو تجویز کر کے اپنے ہی سابق ریکارڈ کو پامال کر دیا ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر مودودی صاحب کی تصریحات حسب ذیل ہیں۔ [تخصیص از کتاب مذکور، ص ۳۰۲]

⑥ مودودی صاحب کے نام کھلی چھٹی

۱۹۷۶ء میں بانی جماعت اسلامی کے نام یہ کھلی چھٹی شائع کی گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ فرماتے ہیں.....

سلام مسنون! آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کی جماعت ایک اصولی جماعت ہے اور آپ ایک اسلامی اصولی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ آپ اپنی جماعت کے بانی اور امیر اول ہیں۔ اس لئے میں آپ کے بیان کردہ متعدد دعوؤں کے پیش نظر بذریعہ ”کھلی چھٹی“ چند ایسے سوالات پیش کر رہا ہوں۔ جو اصولی نوعیت کے ہیں۔ آپ ان کا جواب دے کر ملک و ملت کے سامنے اپنی جماعت کی اصولی پوزیشن واضح کریں۔ [تخصیص از کتاب مذکور]

① جماعت اسلامی شیعہ انقلاب چاہتی ہے

۱۹۸۶ء میں ۳۰ صفحات پر مشتمل یہ تحقیقی کتابچہ تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے شائع ہوا۔ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ فرماتے ہیں.....

جنرل ضیاء الحق صاحب نے جب صحابہ آرڈینس جاری کیا۔ جس میں صحابہ کرامؓ اور اہل بیت کی توہین کرنے پر تین ماہ تک کی قید کا اعلان تھا۔ تو اس کے جواب میں شیعوں نے سرورِ دی صاحب کا ہی

سہارا لیا۔ چنانچہ ہفت روزہ رضا کار میں لکھا..... ”ملاحظہ رہے کہ برادران اہل سنت کے نزدیک بھی صحابہ رضی اللہ عنہم تنقید سے بالاتر نہیں۔ چنانچہ موجودہ دور کے جدید علمی عالم مولانا مودودی مرحوم نے اپنی کتاب خلافت و طوکیٹ میں جا بجا صحابہ پر تنقید فرمائی ہے۔ اور یہ کتاب آج کھلے بندوں فردخت ہو رہی ہے۔ الخ“

جماعت اسلامی کے ایم۔ این۔ اے اسد گیلانی نے ایرانی انقلاب کے سالگرہ کے موقع پر اپنی تقریر میں کہا..... ”آئیے ہم سب مل جل کر پاکستان میں بھی امام خمینی کے انقلاب کی طرز پر تبدیلی لانے کے لئے کوششیں تیز کر دیں“ ان حالات میں واضح ہے کہ جماعت اسلامی بھی پاکستان میں خمینی انقلاب چاہتی ہے۔ [تخصیص از کتاب مذکور]

⑨ عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی

ادارہ حق چار یار کی طرف سے ۲۰۰۰ء میں آخری مرتبہ یہ مقالہ شائع کیا گیا۔ اس سے قبل کی تاریخ اشاعت معلوم نہ ہو سکی۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں.....

کتاب ”میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ“ میں ہم نے شیعہ مذہب کے ان عقائد پر تبصرہ کیا تھا۔ جو اسلام کے اصولی اور بنیادی عقائد سے متصادم ہیں اور ضمناً اس میں بعض مودودی مسائل و نظریات کا تذکرہ بھی آگیا تھا۔ اب ہم جماعت اسلامی کے بانی اور امیر اول ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کے بعض ایسے عقائد و نظریات ان کی تصانیف سے پیش کرتے ہیں جو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف ہیں۔ [تخصیص از کتاب مذکور ص ۲]

⑩ جوابی مکتوب

جماعت اسلامی کے حالیہ امیر قاضی حسین احمد کے خط کے جواب میں یہ تحقیقی جوابی مکتوب ۱۹۹۷ء کتابی شکل میں شائع ہوا، حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

سلام مسنون! آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ آپ نے جو ۱۹۹۳ء کے الیکشن میں دھول ڈھکے اور ٹانگہ رچائے کیا یہ قرآنی تعلیم کا نتیجہ تھا؟ فرمائیے کیا اسی کا نام اسلام ہے؟ کیا اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے یہی طور طریقے ہوا کرتے ہیں؟ آپ کا زیر بحث مکتوب اور میرا یہ جوابی مضمون محض نجی

میں چونکہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مصائب و آلام پر شریعت میں صبر کرنے کا حکم ہے اور بشارت صابریں کو عی دی گئی ہے۔ یعنی ”بشارت الدارین بالصبر علی شہادۃ الحسین“ کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان حضرت امام حسین کی شہادت پر صبر اختیار کرے گا۔ اس کے لئے دونوں جہانوں میں بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب بشارۃ الدارین کو قبولیت عطا فرمائیں۔ (تخصیص از کتاب مذکور ص ۵-۱۱-۱۲)

۴) ہم ماتم کیوں نہیں کرتے

۱۹۷۰ء کے عشرہ میں پہلی مرتبہ یہ کتاب شائع ہوئی۔ آخری مرتبہ ۲۰۰۰ء میں جمعیت اہل سنت ابو ظہبی کی طرف سے شائع کیا گیا۔ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.....

ہیعان تلہ مگ کی طرف سے گزشتہ ایام محرم میں ایک پمفلٹ بنام ”ہم ماتم کیوں کرتے ہیں“ شائع کیا گیا۔ گو اس کے دلائل میں ایک چیز بھی ایسی نہیں جس سے مروجہ ماتم ثابت ہو سکے، لیکن چونکہ اس پمفلٹ میں قرآن مجید اور حدیث شریف وغیرہ کی بنیاد پر ماتم مروجہ کو عبادت قرار دینے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ جس سے ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ لگ سکتا ہے، اس لئے بعنوان ”ہم ماتم کیوں نہیں کرتے“ جوابی رسالہ کی اشاعت ضروری سمجھی گئی، اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(تخصیص از رسالہ مذکورہ ص ۲۰۲)

۵) سنی مذہب حق ہے

تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے ۱۹۷۸ء کو مذکورہ بالا کتاب شائع کی گئی۔ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں.....

”سنی مذہب حق ہے“ دراصل ایک شیعہ مصنف عبدالکریم مشتاق کے ان دس سوالات کا جواب ہے جو راولپنڈی کے سید باقر حسین شاہ نے مولانا سید محمد یعقوب شاہ صاحب پھالیہ کے نام بذریعہ رجسٹری ارسال کئے تھے۔ انہوں نے جواب کے لئے میرے پاس بھیج دیئے۔ میں نے مذکورہ دس سوالات کے جوابات مع اپنے تین سوالات کے باقر صاحب کو رجسٹری کر دیئے۔ جس کے بعد شیعہ مصنف عبدالکریم مشتاق کی ایک مطبوعہ کتاب ”ہزار تہاری دس ہماری“ دستیاب ہوئی۔ جس کے آخر میں یہی زیر بحث دس سوالات لکھے ہوئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ دس سوالات پہلے سے شائع

﴿حق پرستی﴾، ﴿ایک فرقہ بندی ہے﴾، ﴿ایک مادی ہے﴾، ﴿ایک 281﴾، ﴿ایک﴾

شدہ ہیں۔ اس لیے ان کے جواب میں ہم "سنی مذہب حق ہے" کی اشاعت کی ضرورت اور رواد
مفسر کی گئی ہے۔
[تفصیل از کتاب مذکور ص ۱۷۰]

⑤ تجلیات صداقت پر ایک اجمالی نظر

حضرت قائد اہل سنتؒ کی یہ کاوش ۱۹۷۰ء کے عشرہ میں منظر عام پر آئی، فرماتے ہیں
میرے والد صاحب مرحوم ربیع الناظرین ابو الفضل مولانا محمد کرم الدین دہرہ کی رودر فاض و
بدعت میں ایک مشہور تعریف "آفتاب ہدایت" گزشتہ پچاس سال سے شائع ہے۔ حال ہی میں اس کا
بواب فیسی علامہ مولوی محمد حسین صاحب دھکو نے لکھا ہے۔ جس کا نام تجلیات صداقت رکھا ہے۔ گو
"تجلیات صداقت" دجل و فریب اور حق و باطل کے التباس اور کتمان حق کا ایک عجیب شاہکار ہے۔
لیکن با واقف اہل سنت اس سے فریب کا شکار ہو سکتے ہیں اور شیعہ عوام بھی مجتہد صاحب موصوف کی
اندھی تقلید کی وجہ سے خلفاء و اصحاب رسول ﷺ کے بغض و عناد کے باعث ہمیشہ کے لئے درط
ظلمات میں جتا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ مولوی محمد حسین صاحب موصوف کے علم و
دیانت کا پل کھول دیا جائے۔ ومانو فی الا باللہ العلی العظیم

[تفصیل از کتاب مذکور ص ۱۳۰]

⑥ سنی تحریک طلبہ کا سنی موقف

ادارہ حق چار یا رلاہور کی طرف سے آخری مرتبہ ۲۰۰۰ء میں شائع کیا گیا۔ حضرت قائد اہل
سنتؒ فرماتے ہیں.....

سنی تحریک طلبہ اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں کی ایک
خصوصی تنظیم ہے، جو سنی مذہب کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے۔ ضرورت تھی کہ سنی طلباء کی منتشر قوتوں کو ان
کے امتیازی نام (اہل السنۃ والجماعت) کے تحت متحد و منظم کر کے ملک و ملت کی خدمت کے لئے
میدان عمل میں لے آئے۔ سنی تحریک طلبہ کا سنی موقف پیش کیا جاتا ہے۔ (تفصیل از سنی موقف ص ۳)

⑦ دینی مدارس کے سنی شیعہ طلبہ کا اتحادی فتنہ

۱۹۸۰ء کے عشرہ میں مکتبہ عثمانیہ ہرولوی نے حضرت قائد اہل سنتؒ کی اس تالیف کو شائع کیا۔

آپ بھٹو فرماتے ہیں۔
گزشتہ ہفتہ ایک خط ناظم اتحاد طلباء مدارس عربیہ لاہور کی طرف سے موصول ہوا۔ جس میں ہمارے مدرسہ اعلیٰ الاسلام کے طلباء کو بھی سنی شیعہ مدارس کے طلباء کی متحدہ تنظیم میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ اکابر علماء اہل سنت نے فقہ و افہام سے تحفظ کے لئے بڑی محنت کی ہے۔ جس کی وجہ سے اب تک تو شیعیت کے جرائم سے اہل سنت کے دینی مدارس محفوظ رہے ہیں۔ چونکہ ہمارے نزدیک اس قسم کا سنی شیعہ اتحاد دینی مدارس کے طلباء کے لئے انجام کار بہت خطرناک ہے۔ اس لئے اس کی روک تھام کے لئے ”اتحادی فتنہ“ کے عنوان سے یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے۔ (تعلیمی اتحادی فتنہ ص ۱۳)

۸) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پاکستان

حضرت قائد اہل سنت بھٹو کی یہ تالیف ۱۹۸۸ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی، حضرت فرماتے ہیں.....

اس مختصر رسالہ ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پاکستان“ میں ہم نے کتاب و سنت کی روشنی میں ایک آئینہ پیش کر دیا ہے۔ جس میں ہر لیڈر اور ہر پارٹی اپنا چہرہ دکھ سکتے ہیں۔ ہم صدر جنرل ضیاء الحق کے حامی ہیں اور نہ سابق وزیراعظم جونیجو کے چونکہ ضیاء الحق اس وقت پاکستان کے سربراہ ہیں۔ اس لیے ہم نے اس ”آئینہ وفا“ میں ان کو ان کا چہرہ دکھایا ہے۔ تاکہ نہ وہ خود اندھیرے میں نہ قوم کو رکھیں، ہم نہ مسلم لیگ کے حامی ہیں نہ ایم آر ڈی وغیرہ کے۔ ہمیں سب کو اس آئینہ میں دیکھنا چاہئے سیاسی لیڈر ہوں یا دانشوران قوم، حزب اقتدار ہوں یا حزب اختلاف، علماء ہوں یا مشائخ اپنی زندگیوں کا جائزہ لے لیں کہ آیا وہ صرف اپنی ذات اور پارٹی کا تحفظ کر رہے ہیں یا کہ ”جماعت صحابہ“ کی ذاتی عظمتوں کا تحفظ بھی ان کی زندگی کے پروگرام میں شامل ہے؟ دما حبنا للہ للہ للہ
اگرچہ بت ہیں جماعت کی ہستیوں میں
مجھے ہے حکم ازاں لا الہ الا اللہ

۹) سواد اعظم کے ملکی و ملی حقوق کے لئے اہم سنی مطالبات

۱۹۷۰ء کے مشرے میں حضرت قائد اہل سنت بھٹو نے وزیراعظم بھٹو کو اہل سنت کی طرف سے

پانچ اہم مطالبات پیش کیے جس پر ملک بھر کے علماء و مشائخ کے دستخط موجود تھے۔ اسے تحریک خدام اہل سنت کے سنی مطالبات کے نام سے شائع کیا۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

سلام مسنون! عرض آنکہ پاکستان میں سنی مسلمانوں کی بہت غالب اکثریت پائی جاتی ہے، لیکن پاکستان کے ۲۵ سالہ دور میں احباب اقدار اقلیتی فرقوں کی ناحق دلجوئی اور اپنے سیاسی مصالح و مفادات کے قیام کے لیے اکثریت کے حقوق کو نظر انداز بلکہ پامال کرتے رہے ہیں۔ اب چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا جدید آئین منظور ہو کر ۱۳/ اگست ۱۹۷۳ء سے نافذ ہو چکا ہے۔ اس لئے سواد اعظم مسلمان اہل سنت کے ملکی اور ملی حقوق کے تحفظ کے لئے ہم بعض اہم مطالبات پیش خدمت کر رہے ہیں۔ (مجموع اس سنی مطالبات ص ۱۳)

⑤ عقیدہ خلافت راشدہ اور امامت

ابتداء یہ تفصیلی مضمون مدرسہ عربیہ اعلیٰ الاسلام کی سالانہ روئیداد میں ۱۹۸۸ء کو شائع اشاعت تھا، بعد میں اسے طبع و کتابی شکل دے دی گئی۔ حضرت قائد اہل سنت فرماتے ہیں.....

قرآن کے موعودہ خلفاء راشدین چار ہیں اور وہی باقتضاء النص آیت حکمیں اور آیت استخلاف کا صدق ہیں اور اس عقیدہ خلافت کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے توحید، نبوت اور قیامت کے بعد اصول دین میں شمار کیا ہے۔ اس قرآنی عقیدہ خلافت کے خلاف سب سے زیادہ جس شخص نے حضرت علی المرتضیٰؑ کی امامت و ولایت کا عقیدہ ایجاد کیا وہ عبد اللہ بن سبا یہودی ہے جو منافقانہ اسلام لا کر اس عقیدے کا داعی بنا۔ یہ عقیدہ امامت اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنے کے لئے بنایا گیا۔ (مجموع اس کتاب ص ۳۳، ۳۴)

⑥ سنی عرضداشت

یہ سنی عرضداشت مئی ۱۹۷۸ء میں جزل فیاء الحق مرحوم کی خدمت میں پیش کی گئی۔ جنہیں تحریک خدام اہل سنت نے شائع کیا۔ حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ فرماتے ہیں.....

سلام مسنون! جناب جزل ہماری موجودہ عرضداشت کا تعلق مولوی محمد بشیر صاحب وغیرہ شیعہ علماء کے ان اجتہادی بیانات سے ہے۔ جو وہ جیل جیل مولوی مشتاق حسین صاحب کے مندرجہ بیان کو

بنیاد بنا کر خلافت راشدہ کے خلاف اپنے مذہبی رسائل میں شائع کر رہے ہیں۔ شیعہ عالم نے چونکہ حضرات خلفاء راشدین کی خلافت راشدہ کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنا شیعہ موقوفہ دو ٹوک بیان کر دیا ہے۔ اس لئے بحیثیت خدام اہل سنت ہونے کے یہ میرا فریضہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعت کا موقف حق بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دوں اور شیعہ عالم کے موقف کی کزوری کی بھی مختصر نشانہی کر دوں۔

وما توفیقی الا باللہ العلیٰ العظیم..... [مختص از سنۃ مرشد اہل سنت ص ۷۶]

۱۲) سنی شیعہ متفقہ ترجمہ قرآن کا عظیم فتنہ

دسمبر ۱۹۸۷ء میں حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تحقیقی مقالہ منظر عام پر آیا۔ آپ فرماتے ہیں.....

اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان نے اہل سنت اور اہل تشیع کے علماء کی مشترکہ کمیٹی مقرر کی ہے، جو قرآن مجید کا ایسا ترجمہ کریں گے جو اہل السنۃ والجماعت اور شیعہ دونوں کے لئے قابل قبول ہو، درحقیقت یہ ملت اسلامیہ کے لئے بہت زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ مسلمانان اہل سنت اور شیعوں کے مابین نہ صرف فردی بلکہ بنیادی اور اصولی اختلاف پایا جاتا ہے، تو پھر قرآن کا ایسا ترجمہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے جس سے شیعہ عقائد بھی ثابت کئے جائیں اور اہل السنۃ والجماعت بھی مطمئن ہو جائیں.....

ایں خیال است و محال است و جنوں [مختص از عظیم فتنہ ص ۳]

۱۳) ایک غیر منصفانہ فیصلہ

۱۹۷۲ء شیعہ دینیات کے مسئلہ میں اہل سنت کے خلاف ایک غیر منصفانہ فیصلہ کیا گیا جس پر حضرت قاضی صاحبؒ نے صدائے احتجاج بلند کی۔ آپ فرماتے ہیں.....

ہمارے نزدیک سرکاری نصاب میں شیعہ دینیات نافذ کرنے کا یہ فیصلہ حکومت کا ایک ایک طرف غیر منصفانہ اور جارحانہ فیصلہ ہے۔ جس کو کوئی باشعور سنی مسلمان قبول نہیں کر سکتا۔

ان حالات میں سواد اعظم اہل سنت پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ بھی پختہ عزم اور منظم جدوجہد

کے تحت اپنے سنی مطالبات کی تحریک چلائیں اور پاکستان میں اپنا ملی وجود منوائیں، اہل سنت کی مرضی کے بغیر شیعہ دینیات کو نافذ کرنے کا یہ فیصلہ سواداعظم کے لئے ایک زبردست تاریخی چیلنج ہے۔ جس کا قبول کرنا بہر حال ہمارا مذہبی اور ملی فریضہ ہے۔ (تخصیص از کتاب مذکور)

۱۳) یادگار حسین رضی اللہ عنہ

۱۹۷۸ء میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی یہ تصنیف پہلی مرتبہ شائع ہوئی، حضرت فرماتے ہیں..... جب مروجہ افعال ماتم قرآن وحدیث کے ارشادات کے تحت حرام ہیں اور علمائے اہل السنۃ والجماعت بھی ہمیشہ ان کو حرام کہتے چلے آ رہے ہیں تو ان ممنوع اور ناجائز افعال کے ذریعے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور شہدائے کربلا کی یادگار منانا کتنا گناہ ہوگا۔ آج جسنی مشن کی صحیح یادگار یہ ہے کہ پاکستان میں نظام خلافت راشدہ کے احیاء کے لئے سروتوز کوششیں کی جائیں۔ خلافت راشدہ اور حق چار یا ٹکی گونج پاکستان میں پیدا کی جائے، یہی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا صحیح تقاضا ہے۔ [تخصیص از یادگار حسین ص ۲۱۰، ۱۹]

۱۵) ایک خطرناک سازش

تاریخ پاکستان کے ایک سیاہ دن ۱۳، اکتوبر ۱۹۷۴ء سرکاری سکولوں میں وہ شیعہ نصاب دینیات بھی منظور کر لیا گیا جس میں اصلی کلمہ اسلام کے بجائے خود ساختہ کلمہ درج تھا۔ اس پر حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ سراپا احتجاج بن گئے اور ”پاکستان میں تبدیلی کلمہ اسلام کی ایک خطرناک سازش“ کے عنوان سے یہ پمفلٹ لاکھوں کی تعداد میں تقسیم فرمایا۔ حضرت فرماتے ہیں.....

کلمہ اسلام کی وہ حقیقی بنیاد ہے جس کو ماننے سے ایک غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ وہ کلمہ طیبہ ہے جس کے مقدس الفاظ قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ لیکن افسوس ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۴ء کی ایک منحوس ساعت میں وہ شیعہ نصاب دینیات منظور کر لیا گیا ہے جس میں اس متفقہ کلمہ اسلام کے بجائے خود ساختہ کلمہ درج ہے۔ پاکستان میں نصاب دینیات میں کلمہ اسلام کی یہ تبدیلی اسلام کے خلاف ایک خطرناک سازش ہے۔ ہر قلم کلمہ گو مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہر ممکن کوشش سے خود ساختہ کلمہ اسلام کو منسوخ کرانے کی کوشش کرے۔ چاروں صوبوں کے

مسلمان ہر جگہ سے وزیر اعظم پاکستان کو احتجاجی تاریں اور قراردادیں بھیج دیں۔

[تغییس از ایک خطرناک سازش ص ۴-۱۵-۱۶]

۱۶) مقدمہ بر مطرۃ الکرامة علی مرآة الامامة

۱۹۸۰ء میں حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے مطرۃ الکرامة (جو رئیس المحدثین حضرت مولانا غلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری کی تصنیف ہے) پر ۴۰ صفحات پر مشتمل تفصیلی مقدمہ تحریر فرمایا، جو کتاب اندر کتاب کا مصداق ہے، آپ فرماتے ہیں.....

کتاب مطرۃ الکرامة مخدوم العلماء والصلحاء شیخ المحدثین حضرت مولانا غلیل احمد صاحب ایبٹھوی محدث سہارنپوری قدس سرہ کی تصنیف لطیف ہے، جو نایاب تھی یہ کتاب ہر طبقہ کے سنی مسلمانوں کے لئے ہدایت بخش ہے۔ آپ نے یہ کتاب قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے حکم کے تحت لکھی ہے۔ اس کتاب میں محدث سہارنپوریؒ نے مسئلہ امامت و خلافت پر محققانہ بحث کر کے شیعہ عقیدہ امامت کا ابطال فرمایا ہے۔ جزاھم اللہ خیر الجزا۔ [تغییس از کتاب مذکور ص ۱۷]

۱۷) مقدمہ بر تحفہ خلافت

۱۹۷۳ء میں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی رحمہ اللہ کی لا جواب تصنیف پر حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے پچاس صفحات پر مشتمل مقدمہ تحریر فرمایا، حضرت فرماتے ہیں.....

امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنؤی رحمہ اللہ کا مجموعہ تفسیر آیات قرآنی ۱۳۸۶ھ میں نور محمد تاجران لاہور نے شائع کیا تھا جو نایاب ہے۔ اس کی دوبارہ اشاعت کی ضرورت تھی اور احباب کا تقاضا بھی تھا۔ حق تعالیٰ کی خاص توفیق سے اس کا جدید ایڈیشن نئی کتابت کے ساتھ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب زید مجدہم مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم شائع کر رہے ہیں۔ مضامین اور مباحث کی مناسبت سے اس مجموعہ کا نام ”تحفہ خلافت“ تجویز کیا گیا ہے۔ [تغییس از تحفہ خلافت ص ۱۵]

۱۸) عظمت صحابہؓ اور حضرت مدنی رحمہ اللہ

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کی شخصیت پر ہفت روزہ ”ترجمان حق“ بنوں کے لئے لکھا گیا یہ تفصیلی مضمون تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے ۱۹۸۰ء کے عشرہ میں شائع ہوا۔ حضرت قائد اہل

سنت فرماتے ہیں..... ہفت روزہ ”ترجمان حق“ بنوں کے عظیم مدنی نبر کے لئے جناب مولانا حضرت گل صاحب مدیر اعلیٰ زید محمد م نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں بھی حضرت اقدس مولانا الدینی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات لکھوں۔ لیکن شیخ العرب والعم حضرت الدینی قدس سرہ جیسی عظیم شخصیت کی مبارک زندگی کے کسی پہلو پر بھی لکھنے کی بندہ اپنے اندر اہلیت اور امت نہیں پاتا۔ حضرت کو حق تعالیٰ نے عملی و علمی کمالات کی جو جامعیت عطا فرمائی تھی اس کی نظیر غالباً شیخ الحدید حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کے بعد اس صدی میں نہیں پائی جاتی اور اس حقیقت کو متعدد اکابر نے بیان فرمایا ہے۔ [تخصیص از کتاب مذکور ص ۱۱]

مکاتیب معاصر مشائخ کے نام

⑩ مکتوب مرغوب

۱۹۷۳ء میں حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاریؒ کے نام حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ”مکتوب مرغوب“ تحریر فرمایا۔ جس میں سنی شیعہ نصاب دینیات کے حوالہ سے گفتگو فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں.....

تعب ہے کہ ستمبر ۱۹۷۲ء کے اجلاس کراچی میں حکومت کی مجوزہ ”سنی شیعہ نصاب کمیٹی“ کے جس فیصلہ سنی شیعہ نصاب پر آپ نے بحیثیت رکن دستخط کیے ہیں۔ وہ تو مذہبی لحاظ سے اور زیادہ اہل سنت کو زیوں حال کرنے والا ہے۔ خدا جانے کن دلائل و وجوہات کی بناء پر آپ اس فیصلہ کو اہل سنت کے حق میں سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو یہ فیصلہ اہل سنت کی تقویت کے بجائے ان کو اور زیادہ پست حال کر دینے والا ہے اور شیعوں کے لئے سرکاری تعلیمی اداروں میں مزید عروج حاصل کرنے کا موثر ذریعہ ہے۔ [تخصیص از مکتوب مرغوب ص ۱۴]

⑪ احتجاجی مکتوب

اس احتجاجی مکتوب میں حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پاکستان شیعہ مطالبات کمیٹی کے مطالبات (خصوصاً سنی شیعہ جداگانہ نصاب دینیات اور ماتم و تعزیر کی اجازت) تسلیم کرنے پر بجا شکایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں.....

قومی اتحاد کی طرف سے شیعہ نصاب دینیات اور جلوس ماتم و تعزیہ وغیرہ کی منظوری کے بعد یہ ضروری سمجھا گیا کہ ان مسائل میں قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود صاحب کو براہ راست مخاطب بنا کر اسلامی اصول و عقائد اور شرعی دلائل و براہین کی روشنی میں ان کے فیصلے پر واضح تنقید کی جائے۔ [تفصیل از احتجاجی مکتوب ص ۱۱]

② اصلاحی مکتوب

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۸۷ء اس مکتوب میں نیاز مند اندہ شکایت اس وقت کی گئی جب ان کی جماعت جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری مولانا فضل الرحمن صاحب نے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے صدر شیعہ لیڈر عارف الحسنی کو ایک خصوصی ملاقات میں دعوت دی۔ حضرت فرماتے ہیں.....

شیعہ مذہب کے ماضی، حال اور مستقبل کے عزائم و مقاصد کے پیش نظر ایک سنی عالم دین (مولانا فضل الرحمن موصوف) کی طرف سے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے صدر مولوی عارف الحسنی کو آل پارٹیز کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دینا شرعاً ناجائز ہے۔ خدا نخواستہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ سے اتحاد کر کے پاکستان میں شیعہ انقلاب کی راہیں ہموار کرنا ہے۔ علمائے حق ہی خلافت راشدہ کی بنیاد پر شیعہ انقلاب کا راستہ روک سکتے تھے لیکن وہ بھی جھک جائیں تو.....

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

[تفصیل از اصلاحی مکتوب ص ۱۸، ۲]

علاوہ ازیں سنی مطالبات، سنی احتجاجی قراردادیں، قرارداد مذمت، اہم سنی قراردادیں و تقاضا سنی شیعہ نزاع کے حوالہ سے اہم ملکی و ملی مسائل پر ارباب اقتدار اور عوام الناس کی توجہ کے لئے حضرت قائد اہل سنت کے قلم سے منظر عام پر مختلف اوقات میں آتیں رہیں جن کی ایک جھلک ”باب یادگار“ قراردادیں“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ بعض ایسی کتب و مقالات بھی ہیں جو تلاش بسیار کے باوجود ہمیں دستیاب نہ ہو سکے۔

رڈ مرزا نیت

(۱) مقدمہ بر تار یانہ مہرت

در نظر کتاب حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے والد کرامی کی تصنیف ہے۔ جو ۱۹۳۲ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی جس میں مرزا اہام احمد قادیانی ہوسلے مدعی نبوت کے خلاف جہلم اور گورداسپور کے تاریخی مقدمہ مات کی داستان ہے۔ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب پر ۳۵ صفحات پر مشتمل ایک متصل مقدمہ تحریر فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔

”تاریانہ مہرت“ واقعی تاریانہ مہرت ہے۔ یہ والہری المکرم حضرت مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب دہرہ بکٹوالہ کی تصنیف ہے۔ جس میں جہلم اور گورداسپور کے اُن فوجداری مقدمات کی تفصیل دی گئی ہے جو حضرت مولانا مرحوم اور مرزا اہام احمد دھال قادیانی آنجہانی کے مابین دو سال تک چلتے رہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ان مقدمات کی سرکاری دستاویزات شائع کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیل کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی۔ (تاریانہ مہرت ص ۱۴)

۲) قادیانی دجل کا جواب

۱۹۵۷ء میں ایک قادیانی پملاٹ کے جواب میں حضرت اقدس کی یہ تحریر شائع ہوئی، آپ فرماتے ہیں۔

گزشتہ دنوں پکوال کی مرزائی جماعت نے ایک ٹریک بعنوان ”آیت خاتم النبیین کے صحیح معانی“ شائع کیا ہے۔ اسے پکوال کے فوجی میلہ کے موقع پر شائع کیا گیا۔ درحقیقت مرزائیوں کا یہ طرز عمل تمام مسلمانوں کی دینی طہارت کو ایک کھانا بیچ ہے۔ اس کتابچہ میں ہم نے مرزائی ٹریک کی تلہیات کو بے نقاب کرتے ہوئے حق واضح کر دیا ہے۔ غافل مسلمان بھائیوں سے گزارش ہے کہ خدا را اپنی فیضی گہری فہم سے پہچانیں۔ حق کو سمجھیں اور اظہار کو سمجھانے کی کوشش کریں۔ دشمنان دین ہر قسم کے حربوں سے لیس ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے مٹانے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ اہل حق کو بھی اپنی زندگی

کوئی بتائے شیریمتاں کو کیا ہوا

③ کشف التلبیس

جہلم کی مرزائی پارٹی نے ٹریک جماعت مرزا سہ کے سیکرٹری کی طرف سے رقم بھرت اور بھل دیگر مسائل کے بارے میں "ہمارا نقطہ نظر" کے نام سے ستمبر ۱۹۶۶ء میں شائع کیا: ام لبرہ اور مرزائی سوالات کی مہارت درج کر کے اس کا مدلل جواب دیں گے۔ قارئین کی خدمت میں ام کمز اڑش کر رہے ہیں کہ وہ اس جوانی ٹریک کو بغور پڑھیں۔ ان شاء اللہ مرزا بھوں کی تبلیغات کا پردہ ہاک نظر آئے گا۔

واللہ المستعان وعلیہ العکلاں۔ [تخلیص از احوال الحق ص ۳]

۴) اعجاز الحق بجواب اظہار الحق

حافظ محمد اسحاق قریشی صاحب ہی کی جانب سے ۱۹۶۸ء حضرت قائد اہل سنت و جماعت کی پرفوری
منظر عام پر آئی۔ آپ فرماتے ہیں.....

جہلم کی مرزائی پارٹی کی جانب سے "ہمارا نقطہ نظر" ٹریک کا جواب "کشف القلیس" کے ذریعہ دیا گیا۔ جس میں مرزائی سیکرٹری کی تلہیات کا پردہ چاک کیا گیا۔ اب اس کے جواب میں مرزائی سیکرٹری کی طرف سے ایک ٹریک "اظہار الحق" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ گو اس میں کشف القلیس کے دلائل کا جواب مرزائی نہیں دے سکے لیکن اس سے ناواقف لوگوں کو دھوکہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس کے جواب میں "اعجاز الحق" شائع کیا جا رہا ہے۔ اہل عقل و انصاف کو غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ مرزائیوں کا یہ ٹریک "اظہار الحق" کے بجائے "اخذاء الحق" ہے۔

وما نؤنبہم (اللہ باللہ) (تفہیم اراۃ الحق ص ۳)

ردّ خارجیت

④ خارجی مکہ (حصہ اول)

جون ۱۹۸۲ء میں مولانا محمد اسحق صاحب سندیلوی کے خارجی نظریات کے رد میں یہ تاریخی کتاب
مطہرہ امیر آہنی مسز سہ قاسم اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں.....

مولا یسویٰ نے ”اعجازِ حقیقت“ جلد دوم میں مشابرات صحابہ کی بحث میں اپنا جو موقف پیش کیا ہے۔ وہ جمہور اہل السنۃ والجماعت کے مشہور و مقبول مسلک کے خلاف ہے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰؑ اور سحر سے معاویہؓ کی باہمی جنگ میں حضرت معاویہؓ کو بھی صواب پر سمجھتے ہیں اور اس میں ان کی خطا و اجتہادی بھی تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ مسلک اہل السنۃ والجماعت یہ ہے کہ گو سحر سے معاویہؓ ایک جلیل القدر مجاہد صحابی ہیں۔ مگر قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؑ کی جگہ کے ساتھ نزاع اور جنگ کرنے میں ان سے اجتہادی غلطی ہو گئی تھی۔ ہم نے ”خارجی فتنہ“ حصہ اول میں اسی مسئلہ پر مفصل و مدلل بحث کی ہے۔

② خارجی فتنہ (حصہ دوم)

خارجی حصہ اول کی خداداد قبولیت کے بعد اس سلسلہ کی دوسری تصنیف خارجی فنہ (حصہ دوم) جولائی ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔ حضرت قائد اہل سنت پرست فرماتے ہیں.....

خارجی حصہ دوم کا اصل موضوع ”فلسفہ یزید“ ہے۔ جس پر متعدد پہلوؤں سے بحث کر دی گئی ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ فلسفہ یزید اہل البیت والجماعت کے مسلک میں متفق علیہ ہے۔ اور یزیدی گروہ نے یزید کے صالح اور عادل ثابت کرنے میں جو دلائل پیش کئے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں اور سنی موقف کے برحق ہونے کی ایک بڑی مضبوط دلیل یہ ہے کہ کتب حدیث میں کوئی روایت پیش نہیں کی جاسکتی جس میں کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے یزید کو صالح اور عادل قرار دیا ہو۔ ان حقائق کے باوجود بھی بولوںگ یزید کو صالح اور عادل قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے مخالف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باغی اور مجرم قرار دیتے ہیں۔ ان کو یزیدی تو کہا جاسکتا ہے لیکن وہ ہرگز کھن اسحاب رسول میں شمار نہیں کیے جاسکتے۔

تخصیصات قارئین حضرات زیر نظر کتاب میں پڑھ سکتے ہیں۔ [تفصیل از کتاب ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳

② کشف خارجیت

۱۹۸۵ء میں تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کی یہ لا جواب تصنیف منظر عام پر آئی۔ حضرت فرماتے ہیں.....

میری کتاب "خارجی فتنہ حصہ اول" کے جواب میں ایک کتابچہ بنام "قاضی مظہر حسین چکوالی کے خارجی فتنہ کی اصل حقیقت" مولف مولانا محمد علی سعید آبادی چند ماہ پہلے کراچی سے شائع ہوا۔ جس کا جواب بنام "کشف خارجیت" ملت سید کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ کتابچہ "اصل حقیقت" نہیں "بے حقیقت" اور "خلاف حقیقت" ہے۔ یہ ایک تبرائمانہ اور جھوٹ کا حربہ ہے۔ جس کا مولف کوئی سہائی خارجی ہو سکتا ہے۔ اس رسالہ نے چونکہ اس کی خارجیت کو بے نقاب کر دیا ہے۔ اس لئے اس جوابی کتاب کا نام کشف خارجیت رکھا گیا ہے۔ [مخلص از کشف خارجیت ص ۱۶۰، ۱۵]

④ دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کاتب دمی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کی یہ شاہکار تصنیف ۱۹۸۰ء کے عشرہ میں منظر عام پر آئی۔ آپ فرماتے ہیں.....

قریباً ۵/۴ ماہ پہلے ایک کتابچہ "کلی چھٹی بنام مولانا قاضی مظہر حسین صاحب" مولفہ سیدہ مہر حسین شاہ صاحب بخاری ضلع ایک شائع ہوا۔ اس میں انہوں نے میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول کی بعض عبارتوں پر اعتراض کیا ہے۔ بندہ نے "مولوی مہر حسین شاہ بخاری کی کلی چھٹی کے جواب بنام" دفاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ "میں اپنے عقیدہ کے تحت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کا فریضہ انجام دیا ہے۔ شروع میں ارادہ تو مختصر جواب لکھنے کا تھا۔ لیکن درمیان میں بعض ایسے مسائل آ گئے جن میں تفصیل کی ضرورت پڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور غلوں و استقامت نصیب ہو۔ [مخلص از دفاع حضرت معاویہ ص ۱۸۶، ۱۱]

متفرق موضوعات

① اکابر دارالعلوم کا اجمالی تعارف (مقدمہ برالحمد علی الملہ)

۱۹۸۳ء میں "الحمد علی الملہ" جدید اضافہ عقائد اہل سنت و جماعت از مفتی عبدالحکوم صاحب ترمذی کے ساتھ شائع کیا گیا۔ جس پر حضرت اقدس بریلوی نے تفصیلی مقدمہ تحریر فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔ انوار ہدایت سے تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں حضرت مجدد الف ثانی بریلوی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بریلوی کے دارین کا ملین جیہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بریلوی بانی دارالعلوم اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی بریلوی نے عالم اسلام کو منور فرمایا۔ یہ دونوں بزرگ کمالات شریعت کے جامع تھے۔ سرور کائنات محبوب خدا ﷺ و اطاعت ان کے قلوب و اجسام پر محیط تھی۔ [مجموع از مقدمہ مذکورہ ص ۱۱۰]

② خدام اہل سنت کا شرعی منشور

۱۹۷۰ء کے ایکشن میں حضرت قائد اہل سنت بریلوی نے تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے قوی و صوبائی اسمبلیوں کے لئے اپنے امیدوار کمرے کئے اور اپنے شرعی منشور کا اعلان فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔ جب جمعیت سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی تو انتخابی مہم کے لئے کسی نئے سٹیج کی ضرورت محسوس کی۔ لیکن جو سیاسی پارٹیاں حلقہ چکوال سے دستور ساز اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لے رہی تھیں، ان میں سے کسی کا منشور بھی صحیح اسلامی منشور نہ تھا اور ہر ایک میں بعض بنیادی و اصولی خرابیاں تھیں۔ اس لئے ہم نے چکوال کی سطح پر قومی و صوبائی اسمبلیوں کے لئے امیدوار نامزد کئے ہیں۔ ہمارا شرعی منشور پیش خدمت ہے۔ [مجموع از شرعی منشور ص ۱۰-۱۲]

③ تحفظ اسلام پارٹی کا انتخابی موقف

تحفظ اسلام پارٹی کے نام سے حضرت قائد اہل سنت بریلوی نے ۱۹۷۷ء میں اپنی علیحدہ سیاسی جماعت تشکیل دی جس کا انتخابی نشان سیب تھا۔ آپ فرماتے ہیں.....

اس وقت سارا ملک الیکشن کی لپیٹ میں ہے۔ تحفظ اسلام پارٹی کے صرف تین امیدوار اس الیکشن میں حصہ لے رہے ہیں۔ پاکستان کے دلوں سیاسی دھڑوں ہینلز پارٹی اور قومی اتحاد سے تحفظ اسلام پارٹی کو اپنے اصولی موقف کی بناء پر اختلاف ہے۔ جس کی بناء پر تحفظ اسلام پارٹی قائم کی گئی ہے تاکہ جو لوگ تحفظ اسلام سے اتفاق رکھتے ہیں وہ اپنے اصولی موقف کے تحت ووٹ استعمال کر سکیں۔ ہمارا موقف یہ ہے۔ (تفصیل از انتخابی موقف ص ۴۲)

④ حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نمبر (مارچ ۱۹۷۹ء) کے لئے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مفصل مقالہ تحریر فرمایا۔ بعد میں اسے کتابی شکل دے دی گئی۔ آپ فرماتے ہیں.....

ہفت روزہ خدام الدین کا "لاہوری نمبر" شائع ہوا جس میں خدام اہل سنت کا مضمون بھی شائع ہوا۔ چونکہ شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زندگی میں تقریباً ہر عصری فتنے کا تعاقب کر کے دین حق اور مذہب اہل سنت کے تحفظ کا شرعی فریضہ ادا کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اس لئے کتابی شکل میں اس کی اشاعت ضروری سمجھی گئی۔ (تفصیل از کتاب مذکور ص ۷)

⑤ خدام اہل سنت کی دعوت

جنوری ۱۹۷۹ء میں تحریک خدام اہل سنت کے قیام کے بعد ضرورت قیام کے حوالہ سے حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.....

پاکستان میں اہل السنۃ والجماعت تقریباً ۱۰/۱۰ کروڑ کی تعداد میں آباد ہیں۔ لیکن باوجود اتنی عظیم اکثریت کے بحیثیت اہل سنت ملک میں ان کا کوئی خاص مقام نہیں ہے۔ اس لئے اس امر کی اشد ضرورت محسوس کی گئی کہ اہل السنۃ والجماعت کے مذہبی عنوان سے ایک ایسی دینی جماعت قائم کی جائے جو ملت و جماعت کی طرف مسلمانوں کو دعوت دے۔ (تفصیل از خدام اہل سنت کی دعوت ص ۱۱)

مذکورہ بالا سطور میں حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تاہم بعض کتب تلاش بسیار کے باوجود تلاش نہ ہو سکیں۔

اشاریہ ادارتی مضامین ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہما ہور

مذہب اہل سنت و جماعت کے تحفظ و اشاعت کی غرض سے ماہنامہ حق چار یار لاہور مارچ ۱۹۸۹ء میں جاری کیا گیا۔ حضرت قائد اہل سنت تادم آخر مختلف موضوعات پر اھدنا الصراط المستقیم کے عنوان سے ادارتی مضامین تحریر فرماتے رہے۔ ذیل میں حضرت اقدس کے نگارشات کے عنوانات درج کئے جاتے ہیں.....

❊..... جلد: ۱، شمارہ..... ۱ (مارچ ۱۹۸۹ء) عنوان (۱) اہل سنت کو مبارک پرچم حق چار یار (۲)

آیات قرآنی میں معبود برحق کی صفات

❊..... جلد: ۱، شمارہ..... ۲ (اپریل ۱۹۸۹ء) عنوان (۱) سلمان رشدی کی شیطانی کتاب (۲) دینی

مدارس کی اہمیت

❊..... جلد: ۱، شمارہ..... ۳ (مئی ۱۹۸۹ء) عنوان (۱) رمضان، قرآن، صحابہ کرام (۲) مکتوبات

مبارک شاہ جیش کے نام (قسط: اول)

❊..... جلد: ۱، شمارہ..... ۴ (جون ۱۹۸۹ء) عنوان (۱) رمضان، بدر اور اصحاب بدر رضی اللہ عنہم (۲)

مکتوبات نبوی بنام قیصر روم (قسط دوم)

❊..... جلد: ۱، شمارہ..... ۵-۶ (جولائی ۱۹۸۹ء) عنوان (۱) موت الحسینی (۲) شاہ معین الدین ندوی

کی محل اعتراض عبارتیں

❊..... جلد: ۲، شمارہ..... ۱، (اگست ۱۹۸۹ء) عنوان (۱) محرم، کربلا، ماتم (۲) وفيات..... مولانا مفتی

سعید صاحب سرگودھی رحمہ اللہ..... مولانا محمد عثمان صاحب الوری رحمہ اللہ (۳)

پاکستان میں عورت کی سربراہی، عذاب الہی

❊..... جلد: ۲، شمارہ..... ۲ (ستمبر ۱۹۸۹ء) عنوان (۱) عاشورہ، جہلم، برسی

❊..... جلد: ۲، شمارہ..... ۳ (اکتوبر ۱۹۸۹ء) عنوان (۱) ولادت و بعثت نبوی (۲) سعودی حکومت،

مبارک باد

❊..... جلد: ۳، شمارہ..... ۴ (نومبر ۱۹۸۹ء) عنوان (۱) معجزات نبوی اور عصر حاضر (۲) صحابہ کرام اور پاکستان

- ﴿.....جلد: ۲، شمارہ: ۵-۶﴾ (دسمبر ۱۹۸۹ء، جنوری ۱۹۹۰ء) عنوان (۱) "عجرات نبوی اور عصر حاضر
 ﴿.....جلد: ۲، شمارہ: ۷﴾ (فروری ۱۹۹۰ء) عنوان (۱) گستاخ صحابہ عہد القیوم علوی اور اہل بیت علیہم السلام
 ﴿.....جلد: ۲، شمارہ: ۸-۹﴾ (مارچ، اپریل ۱۹۹۰ء) عنوان (۱) معراج مصطفیٰ ﷺ (۲) مولانا
 حق نواز مرحوم کی شہادت (۳) منکرین حیات النبی کے فتویٰ کفر پر تبصرہ
 ﴿.....جلد: ۲، شمارہ: ۱۰﴾ (مئی ۱۹۹۰ء) عنوان (۱) اصحاب ہدراؤ قرآن
 ﴿.....جلد: ۲، شمارہ: ۱۱-۱۲﴾ (جون، جولائی ۱۹۹۰ء) عنوان (۱) شیعہ، محرم اور ماتمی جلوس
 (قسط: ۱): (۲) دعوت فکر اہل قبلہ کون ہیں؟ (۳) مولانا قاضی شمس الدین
 درویش اور یزیدی ٹولہ (قسط: ۱)

- ﴿.....جلد: ۳، شمارہ: ۱-۲﴾ (اگست، ستمبر ۱۹۹۰ء) عنوان (۱) شیعہ، محرم، ماتمی جلوس (قسط: ۲): (۲)
 مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ (قسط: ۲)
 ﴿.....جلد: ۳، شمارہ: ۳﴾ (اکتوبر ۱۹۹۰ء) عنوان (۱) محمد رسول اللہ والذین معہ (قسط: ۱): (۲)
 مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ (قسط: ۳)
 ﴿.....جلد: ۳، شمارہ: ۴﴾ (نومبر ۱۹۹۰ء) عنوان (۱) محمد رسول اللہ والذین معہ (قسط: ۲): (۲)
 انیکشن ۱۹۹۰ء علمائے اسلام نے کیا کھویا کیا پایا (۳) مولانا قاضی شمس الدین
 درویش اور یزیدی ٹولہ (قسط: ۴)
 ﴿.....جلد: ۳، شمارہ: ۵﴾ (دسمبر ۱۹۹۰ء) عنوان (۱) محمد رسول اللہ والذین معہ (قسط: ۳): (۲)
 مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ (قسط: ۵)
 ﴿.....جلد: ۳، شمارہ: ۶﴾ (جنوری ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ کے سیاسی
 مکتوبات (قسط: ۱): (۲) مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ
 (قسط: ۶)
 ﴿.....جلد: ۳، شمارہ: ۷﴾ (فروری ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی کے سیاسی
 مکتوبات (قسط: ۲): (۲) مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ
 (قسط: ۷)

..... جلد: ۳، شماره: ۸..... (مارچ ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) غلجی جنگ کویت۔ عراق

..... جلد: ۳، شماره: ۹..... (اپریل ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

بنام شاہ محمد اسحاق بھٹی (۲) مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ

(قسط: ۸)

..... جلد: ۳، شماره: ۱۰..... (مئی ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بنام

احمد شاہ ابدالی (۲) مولانا قاضی شمس الدین اور یزیدی ٹولہ (قسط: ۹)

..... جلد: ۳، شماره: ۱۱..... (جون ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) مقام خلیل اللہ و صبر ذبیح اللہ (۲) مولانا

قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ (قسط: ۱۰)

..... جلد: ۴، شماره: ۱..... (جولائی ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) شریعت بل کا قضیہ (۲) مروجہ ماتی جلوس اور

حکومت (۳) مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ (قسط: ۱۱)

قاضی صاحب درویش وفات پا گئے۔

..... جلد: ۴، شماره: ۲..... (اگست ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) یوم آزادی ۱۹۹۱ء (قسط: ۱)

..... جلد: ۴، شماره: ۳..... (ستمبر ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) یوم آزادی ۱۹۹۱ء (قسط: ۲) (۲) حقانیت

مذہب اہل سنت و جماعت (قسط: ۱)

..... جلد: ۴، شماره: ۴..... (اکتوبر ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) آفتاب رسالت اور نجوم ہدایت (۲) صدر

پاکستان کا دورہ ایران (۳) مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ

(قسط: ۱۲) (۴) حقانیت مذہب اہل سنت و جماعت (قسط: ۲)

..... جلد: ۴، شماره: ۵..... (نومبر ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) یہ ہمارے سیاست دان (قسط: ۱) (۲) مذہبی

فتنے (قسط: ۱) (۳) حقانیت مذہب اہل سنت و جماعت (قسط: ۳)

..... جلد: ۴، شماره: ۶..... (دسمبر ۱۹۹۱ء) عنوان (۱) یہ ہمارے سیاست دان (قسط: ۲) (۲) مذہبی

فتنے (قسط: ۲) (۳) حقانیت مذہب اہل سنت و جماعت (قسط: ۴)

..... جلد: ۴، شماره: ۷..... ۸۔ (جنوری، فروری ۱۹۹۲ء) عنوان (۱) بلدیاتی انتخاب ۱۹۹۱ء کیسے

ہوئے ہمارا موقف (۲) ہمارا اصول (۳) کتاب سہائی فتنہ پر ایک اجمالی نظر

(قسط: ۱)

..... جلد: ۴، شماره: ۹..... (مارچ ۱۹۹۲ء) عنوان (۱) تحریک آزادی کشمیر اور اسامی ۲۵: (۲) کتاب
سہائی فتنہ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۲) (۳) حقانیت مذہب اہل سنت
و جماعت (قسط: ۵)

..... جلد: ۴، شماره: ۱۰..... (اپریل ۱۹۹۲ء) عنوان (۱) خزوہ بدر اور اصحاب ہڈ (۲) سپاہ صحابہ کی
عظیم الشان کامیابی (۳) کتاب ”سہائی فتنہ“ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۳)
..... جلد: ۴، شماره: ۱۱..... (مئی ۱۹۹۲ء) عنوان (۱) مسلم لیگ اور عوامی نیشنل پارٹی کی سیاسی کشمکش
(قسط: ۱) (۲) کتاب ”سہائی فتنہ“ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۴) (۳) حقانیت
مذہب اہل سنت و جماعت (آخری قسط)

..... جلد: ۴، شماره: ۱۲..... (جون ۱۹۹۲ء) عنوان (۱) مسلم لیگ اور عوامی نیشنل پارٹی کی سیاسی کشمکش
(قسط: ۲) (۲) فتح کاہل، مجاہدین کا عظیم الشان تاریخی کارنامہ (۳) کتاب
”سہائی فتنہ“ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۵)

..... جلد: ۵، شماره: ۱..... (جولائی ۱۹۹۲ء) عنوان (۱) مسلم لیگ اور عوامی نیشنل پارٹی کی سیاسی
کشمکش، اہل سنت اور اہل تشیع کی مذہبی کشمکش (قسط: ۳) (۲) مرد و مہتمم اور
پاکستان (۳) کتاب سہائی فتنہ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۶)

..... جلد: ۵، شماره: ۲..... (اگست ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) پاکستان کا محرم اور سانحہ پشاور (۲) کتاب
”سہائی فتنہ“ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۷)

..... جلد: ۵، شماره: ۳..... (ستمبر ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۱) (۲) کتاب سہائی
فتنہ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۸)

..... جلد: ۵، شماره: ۴..... (اکتوبر ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۲) (۲) کتاب
سہائی فتنہ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۹)

..... جلد: ۵، شماره: ۵..... (نومبر ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۳) (۲) صدر
ایران رفیعانی کا دہرہ ایران (۳) کتاب واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر پر

ایک: قدانہ جائزہ (قسط: ۱) (۳) کتاب ”سبائی فتنہ“ پر ایک اجمالی نظر
(قسط: ۱۰)

⑤..... جلد: ۵، شمارہ: ۶ (دسمبر ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۳) (۲) کتاب
”سبائی فتنہ“ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۱۱)

⑥..... جلد: ۵، شمارہ: ۷ (جوری ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۵) (۲) سانچہ
بامری مسجد (۳) صدر ایران کا دورہ پاکستان (قسط: ۲) (۴) کتاب واقعہ
کر بلا اور اس کا پس منظر پر ایک: قدانہ جائزہ (قسط: ۱۲)

⑦..... جلد: ۵، شمارہ: ۸ (فروری ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۶) (۲) کتاب
واقعہ کر بلا اور اس کا پس منظر پر ایک: قدانہ جائزہ (قسط: ۱۳) کتاب سبائی
فتنہ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۱۴)

⑧..... جلد: ۵، شمارہ: ۱۰، ۹ (مارچ، اپریل ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۷)
(۲) کتاب سبائی فتنہ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۱۳)

⑨..... جلد: ۵، شمارہ: ۱۱ (مئی ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۸) (۲) کتاب
واقعہ کر بلا اور اس کا پس منظر (قسط: ۱۵)

⑩..... جلد: ۵، شمارہ: ۱۲ (جون ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۹) (۲) کتاب
سبائی فتنہ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۱۶)

⑪..... جلد: ۶، شمارہ: ۱ (جولائی ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۱۰) (۲) پاکستان اور محرم

⑫..... جلد: ۶، شمارہ: ۲ (اگست ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۱۱) (۲) کتاب
سبائی فتنہ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۱۷)

⑬..... جلد: ۶، شمارہ: ۳ (ستمبر ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۱۲) (۲) کتاب
سبائی فتنہ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۱۸)

⑭..... جلد: ۶، شمارہ: ۴ (اکتوبر ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۱۳) (۲) کتاب
سبائی فتنہ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۱۹)

جلد: ۶، شماره: ۵..... (نومبر ۱۹۹۳ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۱۴) (۲) کتاب
سہائی فتنہ پر ایک اجمالی نظر (قسط: ۲۰) (۳) پاکستانی سیاست اور سنی مسلمان
(قسط: ۱)

جلد: ۶، شماره: ۷..... (دسمبر ۱۹۹۳ء، جنوری ۱۹۹۴) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط:
۱۵) (۲) پاکستانی سیاست اور سنی مسلمان (قسط: ۲)

جلد: ۶، شماره: ۸..... (فروری ۱۹۹۴ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۱۶) (۲)
پاکستان میں خارجیت کا طوفان

جلد: ۶، شماره: ۹..... (مارچ ۱۹۹۴ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۱۷) (۲) قومی
اسمبلی میں تثلیث کی لٹکار

جلد: ۶، شماره: ۱۰..... (اپریل ۱۹۹۴ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۱۸)

جلد: ۶، شماره: ۱۱..... (مئی ۱۹۹۴ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۱۹)

جلد: ۶، شماره: ۱۲..... (جون ۱۹۹۴ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۲۰) (۲) پاکستان بحرم اور ماتم

جلد: ۷، شماره: ۱..... (جولائی ۱۹۹۴ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۲۱)

جلد: ۷، شماره: ۲..... (اگست ۱۹۹۴ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۲۲)

جلد: ۷، شماره: ۳..... (ستمبر ۱۹۹۴ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۲۳)

جلد: ۷، شماره: ۴..... (اکتوبر، نومبر ۱۹۹۴ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۲۴) (۲)

ناقدانہ تبصرہ ”اصلاح مفہیم“ پر (قسط: ۱)

جلد: ۷، شماره: ۶..... (دسمبر ۱۹۹۴ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۲۵)

جلد: ۸، شماره: ۱..... (جنوری ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۲۶) (۲) بسلسلہ

اصلاح مفہیم“ (قسط: ۲)

جلد: ۸، شماره: ۲..... (فروری ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۲۷) (۲) بسلسلہ

اصلاح مفہیم بجواب مکتوب مولانا عزیز الرحمن و احمد عبدالرحمن صدیقی

(ق: ۳)

..... جلد: ۸، شمارہ: ۳ (مارچ ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۲۸) (۲) مقصود حیات اسلام ہے۔

..... جلد: ۸، شمارہ: ۴ (اپریل ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۲۹)

..... جلد: ۸، شمارہ: ۵ (مئی ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۳۰)

..... جلد: ۸، شمارہ: ۶ (جون ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۳۱) بسلسلہ ملی یکجہتی

کونسل (۲) محرم، شیعہ، ماتم

..... جلد: ۸، شمارہ: ۷ (جولائی ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۳۲) بسلسلہ ملی یکجہتی کونسل

..... جلد: ۸، شمارہ: ۸ (اگست ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۳۳) بسلسلہ ملی یکجہتی

کونسل (ق: ۳۳)

..... جلد: ۸، شمارہ: ۹ (ستمبر ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۳۴) بسلسلہ ملی یکجہتی کونسل

..... جلد: ۸، شمارہ: ۱۰ (اکتوبر ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۳۵) بسلسلہ ملی یکجہتی کونسل

..... جلد: ۸، شمارہ: ۱۱ (نومبر ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۳۶) بسلسلہ ملی یکجہتی کونسل

..... جلد: ۸، شمارہ: ۱۲ (دسمبر ۱۹۹۵ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۳۷)

..... جلد: ۹، شمارہ: ۱ (جنوری ۱۹۹۶ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۳۸) بسلسلہ ملی

یکجہتی کونسل (۲) مالکی قادری بھائی بھائی (ق: ۱)

..... جلد: ۹، شمارہ: ۲ (فروری ۱۹۹۶ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۳۹) بسلسلہ ملی

یکجہتی کونسل (۲) مالکی، قادری بھائی بھائی (ق: ۲)

..... جلد: ۹، شمارہ: ۳ (مارچ ۱۹۹۶ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۴۰) بسلسلہ ملی یکجہتی

کونسل (۲) مالکی قادری بھائی بھائی (ق: ۳)

..... جلد: ۹، شمارہ: ۴ (اپریل ۱۹۹۶ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (ق: ۴۱) بسلسلہ ملی یکجہتی

کونسل (۲) بعض خصائص نبوی پر اشکال اور اس کا جواب (۳) مالکی قادری

بھائی بھائی (ق: ۴)

کونسل (۲) ملی یکجہتی کونسل سے بیزار (۳) مالکی قادری بھائی بھائی (قسط: ۵)

جلد ۹، شمارہ ۶ (جون ۱۹۹۶ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۴۳) بسلسلہ ملی یکجہتی
کونسل (۲) مالکی قادری بھائی بھائی (قسط: ۶)

جلد ۹، شمارہ ۷ (جولائی ۱۹۹۶ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۴۴) بسلسلہ ملی
یکجہتی کونسل اور مروجہ ماتم (۲) مالکی قادری بھائی بھائی (قسط: ۷)

جلد ۹، شمارہ ۸ (اگست ۱۹۹۶ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ بسلسلہ ملی یکجہتی کونسل، شیخ
یوسف کی شہادت (قسط: ۴۵) (۲) مالکی قادری بھائی بھائی (قسط: ۸)

جلد ۹، شمارہ ۹ (ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۶ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ بسلسلہ ملی یکجہتی
کونسل (قسط: ۴۶) (۲) مالکی قادری بھائی بھائی (قسط: ۹)

جلد ۹، شمارہ ۱۱ (نومبر ۱۹۹۶ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۴۷) بسلسلہ ملی یکجہتی
کونسل (۲) مالکی قادری بھائی بھائی (قسط: ۱۰)

جلد ۹، شمارہ ۱۲ (دسمبر ۱۹۹۶ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۴۸) بسلسلہ ملی یکجہتی
کونسل (۲) بے نظیر کے اقتدار کا سورج ڈوب گیا۔

جلد ۱۰، شمارہ ۱ (جنوری ۱۹۹۷ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۴۹) بسلسلہ ملی
یکجہتی کونسل (۲) مالکی قادری بھائی بھائی (قسط: ۱۱) (۳) پاکستان کا سنی فسطی
قاضی حسین احمد

جلد ۱۰، شمارہ ۲-۳ (فروری، مارچ ۱۹۹۷ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۵۰)
(۲) لاہور کا خونیں حادثہ، مولانا ضیاء الرحمن قادری شہید (۳) مالکی قادری

بھائی بھائی (قسط: ۱۲) (۴) تبصرہ ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر“
جلد ۱۰، شمارہ ۴ (اپریل ۱۹۹۷ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۵۱) (۲) مالکی

قادری بھائی بھائی (قسط: ۱۳)

جلد ۱۰، شمارہ ۵ (مئی ۱۹۹۷ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۵۲) (۲) قرآن و

سنت، محرم و ماتم (قسط: ۱)

جلد: ۱۰، شمارہ: ۹-۷ (جون، جولائی ۱۹۹۷ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۵۳)

(۲) مالکی قادری بھائی بھائی (قسط: ۱۴)

جلد: ۱۰، شمارہ: ۸ (اگست ۱۹۹۷ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۵۳) (۲) مالکی

قادری بھائی بھائی (قسط: ۱۵) (۳) خالو قاضی پھر آ رہا ہے (۴) قرآن و

سنت، محرم و ماتم (قسط: ۲)

جلد: ۱۰، شمارہ: ۹-۱۰ (ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۷ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۵۵)

جلد: ۱۰، شمارہ: ۱۱ (نومبر ۱۹۹۷ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۵۶)

جلد: ۱۰، شمارہ: ۱۲ (دسمبر ۱۹۹۷ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۵۷)

جلد: ۱۱، شمارہ: ۱ (جنوری ۱۹۹۸ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۵۷)

جلد: ۱۱، شمارہ: ۲-۳ (فروری، مارچ ۱۹۹۸ء) عنوان (۱) عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی

جلد: ۱۱، شمارہ: ۴ (اپریل ۱۹۹۸ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۵۹) (۲) اہل

سنت و جماعت کی حقیقت

جلد: ۱۱، شمارہ: ۵ (مئی ۱۹۹۸ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۶۰) (۲) امام حسینؑ

اور اہل سنت (۳) محرم اور حکومت (قسط: ۱)

جلد: ۱۱، شمارہ: ۶ (جون ۱۹۹۸ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۶۱) (۲) محرم اور

حکومت (قسط: ۲)

جلد: ۱۱، شمارہ: ۷ تا ۱۱ (جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء) "جہلمی نمبر" عنوان (۱) اک مرد حق پرست

جو ہم سے جدا ہوا

جلد: ۱۱، شمارہ: ۱۲ (دسمبر ۱۹۹۸ء) عنوان (۱) رسول رحمت ﷺ (قسط: ۶۲) (۲) حضرت مدنیؒ

کے تاریخی خطبات (۳) شیخ الحدیث مولانا ایوب جان بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

جلد: ۱۲، شمارہ: ۱ (جنوری ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) دینی مدارس اور عقیدہ خلافت راشدہ (۲)

- ۱۔ سوودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر (قسط: ۱: ۱)
- جلد ۱۲، شمارہ ۲ (فروری ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) سوودی جماعت کے عقائد و نظریات پر تنقیدی نظر (قسط: ۱۲)
- جلد ۱۲، شمارہ ۳ (مارچ ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) سوودی جماعت کے عقائد و نظریات پر تنقیدی نظر (قسط: ۱۳)
- جلد ۱۲، شمارہ ۴ (اپریل ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) سوودی جماعت کے عقائد و نظریات پر تنقیدی نظر (قسط: ۱۴)
- جلد ۱۲، شمارہ ۵ (مئی ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) نواز شریف، دہائی - قاضی اور پاکستانی فتنے
- جلد ۱۲، شمارہ ۶ (جون ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) سوودی جماعت کے عقائد و نظریات پر تنقیدی نظر (قسط: ۵)
- جلد ۱۲، شمارہ ۷ (جولائی ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) رسول رحمت علیہ السلام (قسط: ۶۳) سلسلہ ملی بھتیجی کونسل
- جلد ۱۲، شمارہ ۸ (اگست ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) عظمت صحابہؓ اور حضرت مدنیؑ (۲) سوودی جماعت کے عقائد و نظریات پر تنقیدی نظر (قسط: ۶)
- جلد ۱۲، شمارہ ۹ (ستمبر ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) سوودی جماعت کے عقائد و نظریات پر تنقیدی نظر (قسط: ۷)
- جلد ۱۲، شمارہ ۱۰ (اکتوبر ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) سوودی جماعت کے عقائد و نظریات پر تنقیدی نظر (قسط: ۸)
- جلد ۱۲، شمارہ ۱۱ (نومبر ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) اہل سنت کا نظریہ فسق بزیہ (قسط: ۱)
- جلد ۱۲، شمارہ ۱۲ (دسمبر ۱۹۹۹ء) عنوان (۱) اہل سنت کا نظریہ فسق بزیہ (قسط: ۲)

.....

- ۱۳۔ جلد ۱۳، شمارہ ۱ (جنوری ۲۰۰۰ء) عنوان (۱) اہل سنت کا نظریہ فسق بزیہ (قسط: ۳)
- جلد ۱۳، شمارہ ۲ (فروری ۲۰۰۰ء) عنوان (۱) "شیخ الادب" نمبر "مکاتیب شیخ الادب" مولانا اعجاز علی صاحب مدظلہ

روزہ..... جلد: ۱۳، شمارہ..... ۳ (مارچ ۲۰۰۰ء) عنوان (۱) اہل سنت کا نظریہ فسطحی (۲) (قسط: ۴)

روزہ..... جلد: ۱۳، شمارہ..... ۴ (اپریل ۲۰۰۰ء) عنوان (۱) صحابہ کرام قرآن کی نظر میں (۲) درس

بخاری شریف حضرت مدنی (۳) ماہ محرم کے مسائل

روزہ..... جلد: ۱۳، شمارہ..... ۵ (مئی ۲۰۰۰ء) عنوان (۱) معیت نبویؐ، عظیم نعمت

روزہ..... جلد: ۱۳، شمارہ..... ۱۲ (دسمبر ۲۰۰۰ء) عنوان (۱) مولانا مفتی نظام الدین شامزئی کے متعلق

ایک استفسار کا جواب

روزہ..... جلد: ۱۳، شمارہ..... ۴ (اپریل ۲۰۰۱ء) عنوان (۱) امین ملت مولانا ادا کا زوی رحمہ اللہ

روزہ..... جلد: ۱۳، شمارہ..... ۶، ۵ (مئی، جون ۲۰۰۱ء) عنوان (۱) خدمات دارالعلوم دیوبند

کافرنس پشاور

روزہ..... جلد: ۱۳، شمارہ..... ۱۰ (اکتوبر ۲۰۰۱ء) عنوان: پرویزی قنہ (قسط: ۱)

روزہ..... جلد: ۱۳، شمارہ..... ۱۱ (نومبر ۲۰۰۱ء) عنوان: پرویزی قنہ (قسط: ۲)

.....

روزہ..... جلد: ۱۵، شمارہ..... ۲ (فروری ۲۰۰۱ء) عنوان (۱) جماعت اسلامی ایک قنہ انگیز تحریک (۲)

ماتوں کے ایک اشکال کا جواب

روزہ..... جلد: ۱۵، شمارہ..... ۱۱ (نومبر ۲۰۰۱ء) عنوان: آل پاکستان اکتوبر ۲۰۰۲ء انتخابات پر ایک

اجمالی نظر.....

.....

..... سالانہ روئیدات جامعہ عربیہ اظہار الاسلام.....

جامعہ عربیہ اظہار الاسلام کی روئیدات وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی ہیں، جن میں جامعہ کی آمدن و خرچ کی آڈٹ رپورٹ کے ساتھ ساتھ حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ "حقانیت مذہب اہل سنت" نظریات اکابر علماء دیوبند، دینی مدارس کی خدمات و ضرورت اور حالات حاضرہ کے حوالہ سے متصل مضامین تحریر فرماتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں "ترجمان اسلام" اور دیگر معاصر جرائد میں شائع ہونے والے مقالات و مضامین حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے قلمی جہاد کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ حق تعالیٰ خدام

اہل سنت کو توفیق عنایت فرمائیں کہ ہم حضرت اقدسؒ کی جملہ تصانیف جو متعدد درجہ چھپ کر نایاب ہو چکی ہیں۔ منظر عام پر لائیں۔ اللہم امین۔

تلاوت قرآن اور تفکر و تدبر

قرآنی ارشاد افلا یستنبیون القرآن خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں غور و خوض کی دعوت دیتا ہے۔ اہل علم جب اس ارشاد کی تکمیل کرتے ہیں تو ان پر قرآنی علوم منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کثرت تلاوت مقصود ہو تو بغیر زیادہ تامل کیے تلاوت فرماتے رہتے تھے اور جب مقصود تفکر و تدبر ہو تو باقاعدہ اس نیت سے بڑے اہتمام کے ساتھ تلاوت کرتے تھے۔ اس دوران کی اہم مسئلہ پر دلیل کا یا کسی نکتہ کا انکشاف ہو تو آپ اسے نوٹ بک پر درج فرما دیتے تھے۔ اس نوٹ بک سے نمونہ کے طور پر چند اقتباسات پیش خدمت ہیں..... واضح رہے کہ یہ نوٹ بک ۱۹۷۷ء، ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۱ء میں کئے گئے اسفار حرمین شریفین کے دوران حضرت اقدسؒ کے ساتھ تھی۔ ان مبارک اسفار کے دوران ہی حضرت اقدس رحمہ اللہ نے دوران تلاوت اپنے استدلالات اس میں درج فرمائے۔ ملاحظہ ہوں.....

﴿..... ۱۵ ذی قعدہ ۱۲۹۰ کو ۱۹۷۷ء، بیت اللہ شریف کے سامنے.....﴾

اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمت الی النور (الایہ) لایستوی اصحاب النار واصحاب الجنة (الایہ) ومن الناس من یقول امنا باللہ..... وما ہم بمؤمنین (الایہ) قول بالایمان ایمان کو مستلزم نہیں۔ ایمان مصلحون اور یخدعون اللہ والذین امنوا آجکل کے سیاسی زعماء بھی اسی طرح مصلحون کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اہل حق اور اہل باطل دونوں کو متحد کر کے اصلاح کریں۔ ویسے ہم فی طبعہم بمعہون حکمہ احال ایسا نہیں ہے۔ (لعباؤ بالہ)

﴿..... ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۰۰ کو ۱۹۷۷ء، بیت اللہ شریف کے سامنے.....﴾ ذبح بقرہ کی آیات کا بیان پہلے ہے۔ غالباً اس کا مستقل قاعدہ جس سے بنی اسرائیل کی نافرمانی اور لیل و نعل کی عادت ثابت ہوتی ہے اور اس کے بعد قتل نفس کا ذکر فرمایا جس سے مقصود احیائے موتی کا ثابت کرنا ہے..... الخ طمعون ان یومنوا الحکم اس سے جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا مستحکم بلا استثناء بیان فرمایا۔ یعنی یہ جماعت اہل ایمان و اطاعت کی ہے اور ان کے مقابلے میں یہود ہیں۔ اور انہی میں سے منافق بھی ہیں۔ ثم یحسرونہ سے

﴿مَنْ جَاهِلٌ بِمَا نَحْنُ عَلَيْهِ﴾ ﴿مَنْ جَاهِلٌ بِمَا نَحْنُ عَلَيْهِ﴾ ﴿مَنْ جَاهِلٌ بِمَا نَحْنُ عَلَيْهِ﴾ ﴿مَنْ جَاهِلٌ بِمَا نَحْنُ عَلَيْهِ﴾ ﴿مَنْ جَاهِلٌ بِمَا نَحْنُ عَلَيْهِ﴾

یہودی تحریف کا بیان ہے۔ جس طرح اس وقت دشمن صحابہؓ جڑھڑھائی یہود و نصاریٰ عرف قرآن تھے۔ اس طرح امت میں سے مش یہود اعدائے صحابہؓ جیسی روافض بھی عرف قرآن ہیں۔ لیکن سب ارشادنا نحن نزلنا الذکر وانا له نوحطون روافض کی تحریف کے باوجود ان شاء اللہ تعالیٰ قرآن مجید باقیات لفظ و معنی محفوظ رہے گا۔ وہ لوگوں نے تمہارا شعرا الا بعدہ من بعدہ من بعدہ من بعدہ کے اس عقیدہ کے مطابق بھی روافض کا عقیدہ امامت وغیرہ ہے اور صرف فضیلت نبویؐ کو وہ دلدل قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مثنیٰ من کسب سینہ میں نجات کے لئے ضابطہ یرمٰں فرمایا اور ان میں یہود کے مقابلے میں یونانیوں، عیسائیوں اور عیسائیوں الصلحت سے صحابہ کرامؓ کو جڑھڑھائی کا ذکر فرمایا ہے تاکہ آیت کے صدیق میں صحابہ کرامؓ کو اہل سنت و جماعت ہی مانتے ہیں اس لئے اہل سنت ہی ناجی فرقہ ہے۔

﴿.....﴾ اذی قعدہ تظہرون علیہم بالانہم واندعونی اثم کا قسطنق حق اللہ سے اور العداوان کا قسطنق حق العباد سے ہے۔ ومن یدل الذکر بالامان ایمان وکفر ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ واما وھی النیون من ربهم مراد انبیاء سابقین عظیم السلام ہیں یہ قسم نبوت پر دلیل ہے۔ اگر آئندہ کسی کو نبوت ملی مقدر ہوتی تو مستقبل کے انبیاء پر ایمان لانے کا حکم دیا جاتا۔ ہنی امنوا سئل ما معہم ہ قد امنوا صحابہ کرامؓ کا معیار حق و ایمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اسی معیاریت کے تحت رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے اصحابی کالنجوم بابہم اقتدیہم اھتدیہم۔

﴿.....﴾ اذی قعدہ لتکونوا شہداء علی الناس کے اول مخاطب و صدیق جماعت صحابہ کرامؓ ہے۔ وان کانت لکبرۃ الا علی الذین ہدی اللہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے قبول قبلہ میں شک نہیں کیا اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ قد نری نفل وجہک فی السہر حضور ﷺ اس عظیم جلی گاہ ربانی کے قبلہ ہونے کے لیے بے تاب تھے۔ الا الذین ظلموا منہم سے ثابت ہوا کہ بڑوں کو صحابہ کرامؓ کے خلاف حجت بازی کریں وہ ظالم ہیں۔ آگے ان کے بتول رسول اللہ ﷺ ترکہ وغیرہ کا ذکر ہے۔..... فلا محشوم و امشونی اعدائے صحابہؓ جیسی طرح بھی طرف نہ کھانا چاہیے اور معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روافض کے عدم تعاون سے طرف زدہ ہو کر سیاسی زعماء کا ان سے تعاون و اتحاد قائم کرنا آیت مقدسہ کے تقاضا کے خلاف ہے۔ واما مذکی عبادی عسی فی قریب اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بندوں کے لئے واسطہ قرب و مخلصات الہیہ ہیں۔

﴿۱۹﴾ ذی قعدہ ومن الناس من بشرى نفسه ابتداء مرضات الله اس سے معلوم ہوا کہ رضائے الہی کی طلب مقصود و مطلوب و محمود ہے۔ اور صحابہ کرام کو حسب ارشاد خداوندی جانبین سے مقام رضاء نصیب ہو چکا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ولا تبعوا خطوات الشیطن اس سے معلوم ہوا کہ اتباع شیطان ممنوع ہے۔ اور وسوسہ شیطانی جو اس وعدہ و مبین کی طرف سے القاء ہوتے ہیں ان کا مواخذہ نہیں کیونکہ یہ بندہ کے لئے غیر اختیاری ہیں ان ایہ مسلک ان بایکم التابوت فی سکتہ من ربکم وعلیہ (الایہ) معلوم ہوا کہ من جانب اللہ اعطاء اقتدار و سلطنت بطور نامزدگی کے جس کو نصیب ہو وہ نصرت الہیہ کے تحت غالب آتا ہے۔ اور اس کی حقانیت کی نشانیاں بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن برعکس اس کے بقول روانض حضرت علیؑ تا مہر ذلیفہ تھے لیکن مغلوب رہے۔ حالانکہ شیعہ بھی صرف تبرکات کا حصول ان کے لئے مانتے ہیں۔ اصل مقصود کچھ نہ حاصل ہو سکا اور اس سب کو تقیہ کے پردہ میں جائز مان لیا۔ (لہذا) واعف عنا کا تعلق صادر شدہ خطاؤں سے ہے۔ اور واغفر لنا کا تعلق آئندہ ہونے والی خطاؤں سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آئندہ گناہوں اور ہمارے بین پردہ ڈال دے کہ ہم ان کے صدور سے محفوظ رہیں۔ قد کان لکم ایہ فی فستین النفتانہ تغافل فی سبیل اللہ و اخری کما ہرہ معلوم ہوا کہ فتنہ صحابہ مومنین اور مجاہدین فی سبیل اللہ تھے۔ مقابلہ میں کفار تھے۔ لہذا اب جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقابل ہے۔ وہ فتنہ کافروں کا حامی بلکہ مصداق ہے وازواج مطہرہ دوسری عورتیں جنت میں مطہرہ ہوں گی اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج دنیا میں مطہرات قرار دے دیں گیں۔

﴿۲۳﴾ ذی قعدہ فالف بین قلوبکم جب دور حاضر میں دربار نبوی کے زائرین و حاضرین لاکھوں کی تعداد میں آتے ہیں اور باہمی مخالفت و محاسنت یہاں فیضان نبوی سے ختم ہو جاتی ہے۔ تو دیدار نبوی سے براہ راست مشرف ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب کا اتفاق کس درجہ کا ہو گا؟ جس کی شہادت قرآن پاک میں دی گئی ہے رحماء بینہم قد بدت البغضاء من افواہم و مستخفی صدورہم اکبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہود کے جس بغض ظاہری و باطنی کا اعلان علام الغیوب نے فرمایا ہے اب اس کا مصداق روانض ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتا ہے وہ یہودی الصفت ہے۔ اور ارشاد نبوی میں بھی اس حقیقت کا اعلان ہے من ابغضہم فیغضی ابغضہم ولا تنہوا ولا تغرنوا وانعم الا علون ان کنتم مومنین اس کے بعد صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کفار پر غالب رہے اس لئے وہ حسب ارشاد مومنین کا ملین عند اللہ ہیں۔ نیز غزوہ احد کے بعد لاپتہ ہوا و لاپتہ ہوا سے تمام جماعت صحابہؓ کو تسلی دینا مقصود ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جو مذہب اہل سنت و جماعت کا دوسرا جز ہے..... فاقبلوا فی سبیل اللہ وادفعوا معلوم ہوا کہ دفاعی جنگ اور اقدامی جنگ دونوں جائز ہیں بلکہ حسب حال دونوں ضروری ہیں۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین اوتوا الكتاب لبینه للناس ولا تکفونہ علمائے یہود نے کتاب الہی کو چھپایا اور مردود ہو گئے۔ العیاذ باللہ روافض حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہود کے اس کردار بلکہ اس سے بھی زیادہ فحش کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ کہ انہوں نے قرآن مجید کو قیامت تک کے لئے چھپا دیا۔

❦..... ذی الحجۃ..... من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی روضہ مطہرہ (عالم برزخ و قبر) کی معیت حاصل ہے اور یہ قطعہ روضہ من ریاض الجنۃ کا بھی ہے اور یہ انعام اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر مبنی ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ اطاعت خدا اور اطاعت رسول میں یہ حضرات باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھے ہوئے ہیں..... یا ایہا الذین امنوا اخذوا حذرکم اللہ تعالیٰ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عالم اسباب کے تحت دشمن سے تحفظ کی تدبیر بتاتے ہیں۔ کتنے پیارے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حق تعالیٰ کو..... ولوردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلہ الذین یستنبطونہ منہم اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد جو لوگ استنباط کی اہلیت نہیں رکھتے وہ ان لوگوں کی پیروی کریں جو استنباط کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اس سے تقلید کا جواز بلکہ وجوب ثابت ہوتا ہے.....

لا تبعم الشیطن الا قلیلا تقلید اپنے سے زیادہ علم و استنباط رکھنے والوں کی اتباع شیطن سے محفوظ رکھتی ہے..... فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اجرا عظیما یہ آیت تحریک خدام اہل سنت کے نصب العین کی دلیل ہے۔ مجاہدین صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں مالی اور جانی جہاد کیا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمن کافر تھے۔ آج بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمنوں کے مقابلہ میں مالی اور جانی جہاد کی ضرورت ہے۔ اور آج کے دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم بھی کافر ہیں۔ ان الکافرین کتوا لکم عدوا مبینا یہ آیت بھی دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کے کافر ہونے کی دلیل ہے..... والذین کفروا تغفلون عن مسلحکم واستعصمکم فیمیلون علیکم مہلہ واحده دور رسالت میں کفار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ابدان پر حملہ کرتے تھے۔ آج ان کے ابدان تک تو رسائی نہیں ان کی شرعی ناموس و عفت پر حملہ کرتے ہیں۔ دونوں جگہ

متعد کفار کا ایک ہی ہے..... ولا تهنوا صحابہؓ شتوں کے بارے میں دھن اور سستی نہیں کرنی چاہیے..... لیستغفون من الناس ولا لیستغفون الله کی حال ردافض کا ہے۔ الثین یستغفون الکافرین اولیاء من دون المومنین ایستغفون عنهم العزة فان العزة لله جموعا خدام اہل سنت کا نصب الحسن منافقین کی اس پالیسی کا اسناد کرتا ہے۔

﴿..... اذی الحجۃ، بمقام منی..... یلیھا اللعین امنوا من یرتد منکم عن وجہ فسوف یقی اللہ بقموم یحبہم ویغیونہ اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین..... اس آیت میں من یرتد منکم سے مراد وہ قبائل ہیں جو حضور ﷺ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ یحبہم ویغیونہ کا صداق جماعت صحابہؓ کا ہے۔ جن میں سے خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ نے مرتدین سے جہاد کیا اذلة علی المومنین سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ مومنین کے لئے نرم تھے اور کفار و دشمنان اسلام کے لئے سخت۔ اس لئے شیعوں کا یہ نظریہ ان آیات کے خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے جن کے خلفاء حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ تھے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت فاطمہ الزہراءؓ پر ظلم اور سختی کی اور اگر یہ شیعہ روایات خدا نخواستہ تسلیم کی جائیں تو پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ العیاذ باللہ تعالیٰ حضرت علی المرتضیٰؓ و غیرہ کافروں میں سے تھے۔ جن کے لئے صحابہ کرامؓ حسب آیت اعزة علی الکافرین سخت تھے۔ اور اگر یحبہم ویغیونہ وغیرہ آیات کا صداق صحابہ کرامؓ کو نہ قرار دیا جائے تو پھر ان آیات کا صداق دور رسالت کے بعد کوئی اور مومنین کی جماعت قرار نہیں دی جاسکتی کیونکہ حضرت علیؓ تو حسب اعتقاد شیعہ مغلوب ہی رہے۔ اپنے دور خلافت میں بھی آپ ان آیات کا صداق نہیں بن سکے۔ کیونکہ حضرت امیر محادیہؓ تو حسب ارشاد حضرت علیؓ بحوالہ نہج البلاغۃ ان کو اور ان کی جماعت کو اپنے جیسا مومن سمجھتے تھے۔ حضرت علیؓ نے حضرت محادیہؓ کے ساتھ اس نزاع کے لئے ثالث تحریر کر لئے تھے۔ ہذا مذہب اہل السنۃ والجماعت کو برحق مانے بغیر یہ آیات صحیح ثابت ہی نہیں ہو سکتیں۔ ماشاء اللہ لا قوۃ باللہ۔ اللہ تعالیٰ خدام اہل سنت کو مذہب اہل سنت کی خدمت اور حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں۔

﴿..... اذی الحجۃ..... واذا جاءک المومنون بلیتا قل سلم علیکم کب ربکم علی نفع الرحمة انہ من عمل منکم سوء بجهالة ثم تاب من بعده واصلاح فله غفور رحیم یہاں سے صحابہ کرامؓ کی مقبولیت خاصہ کا ثبوت ملتا ہے۔ اور ان سے اگر ناواہمی کی وجہ سے کوئی گناہ سرزد

ہو جائے تو بعد توجہ و اصلاح مغفرت کی بشارت ہے۔ اگر ان مومنین میں حضرت علیؓ کو شامل کیا جائے تو پھر ان کا مصوم ہونا ضروری نہیں کیونکہ اس میں صدور سوء کا امکان ان مومنین کے لئے قسماً ہے اور اگر حضرت علیؓ المرتضیٰؓ کو ان مومنین میں شامل نہ کیا جائے۔ تو حضور ﷺ کی دعا و سلام سے محروم ہونا لازم آتا ہے۔ اور رد افض کے پاس کوئی ایسی نص نہیں جس کی بناء پر وہ حضرت علیؓ کو ان مومنین کے علاوہ کسی اور قسم کے خواص مومنین میں شامل کیا جائے..... وان هذا صراطی مستقیماً فمعه ولا تبغوا السبیل فمفرق بکم عن سبیلہ حضور کا مستقیم راستہ ہی سنت مقدسہ ہے اس کے صحابہ سب راستے جہنم کے ہیں۔ لہذا اہل سنت و جماعت کا ناجی ہونا اور غیر اہل سنت کا غیر ناجی ہونا درست ہو گیا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل سنت ہونا تفرقہ مٹانے کے لئے ہے نہ کہ تفرقہ بڑھانے کے لئے جیسا کہ خالین اہل سنت ہونے کو بھی مذموم فرقہ واریت قرار دیتے ہیں.....

.....ان اللّٰہین فرقوا دینا قیما ملۃ ابراہیم حنیفا ان آیات سے بھی ثابت ہوا متفرق و متجز بہ یہ ہے کہ اصل دین سے اختلاف کیا جائے اگر اصول دین میں اتفاق ہو تو فروغ دین میں ابتداء ہوگی اختلاف مذموم نہیں۔ علاوہ ازیں یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا راستہ صراطِ مستقیم ہے اور اسی کا نام سن ہے۔ لہذا اہل سنت ہونا اصل ہے۔ اس کے خلاف سب فرتے جہنمی ہیں۔..... وہو فتنی جمعہکم خلف الارض و رفع بعضکم فوق بعض درجۃ لیلوکم فی ما حکم اس آیت سے واضح ہوا کہ دنیوی معاشی اور مادی حالات لوگوں کے بالکل مساوی نہیں ہوتے اور یہ فرق و اختلاف معیشت بندوں کے اہتمام و امتحان کے لئے ہے۔ لہذا اشتراکیت اور سوشلزم کے موجودہ نظریات باطل ہیں۔

لقد ارسلنا نوحا الی قومہ فقال یقومہ اعبدوا اللہ مالکم من اللہ غیری جس طرح ایک بدنِ انسانی کے لئے باوجود متعدد اجزاء سے مرکب ہونے کے ایک ہی انسانی روح کافی ہے۔ اسی طرح عالم کائنات کے لئے باوجود متعدد عوالم و مظاہر کے ایک ہی اللہ و معبود ہے اور وہی کائنات کے ذرہ ذرہ میں متصرف ہے۔ کسی دوسرے اللہ کی نہ کوئی ضرورت ہے نہ کوئی گنجائش۔ لہذا شریک کا عقیدہ بالکل وسم ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

..... حج ثانی ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء (بیت اللہ شریف کے سامنے) یوں
مبت وضع للناس (الایۃ) بیت اللہ چکی حق کی وجہ سے اہل اسلام کا قبلہ نماز ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام
اس وقت اللہ تعالیٰ کی چکی کا مرکز تھے۔ اس لئے ملائکہ کے لئے ان کو قبلہ جہہ مبایا گیا۔ بعد ازیں تعالیٰ ہی

تھے۔ لامقصود الا اللہ..... لا مطلوب الا اللہ..... لا موجود الا اللہ..... لا معبود الا اللہ..... لا الہ الا اللہ..... لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ..... حضور ﷺ تجلیات حق کے مظہر اتم ہیں۔ ذات محمد یہ سب سے بڑی جلی گاہ ہے۔ شرعاً اس امت کے لئے غیر اللہ کو صورتاً سجدہ تعظیص حرام قرار دیا گیا ہے۔ البتہ ہجہ واسطہ فیض ربانی آنحضرت ﷺ اہل ایمان کے لئے قبلہ حق ہیں۔ ایمان باللہ بواسطہ ایمان بالرسول نصیب ہوتا ہے۔ اس لئے روحہ مقدسہ تمام ممکنہ حتی کہ بیت اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ ﷺ

آیت استخفاف..... وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض حضرت آدم علیہ السلام ہجہ خلیفہ اللہ ہونے کے قبلہ سجدہ بنائے گئے اور خلفائے راشدین خلیفہ رسول اللہ ہونے کی وجہ سے ساری امت کے لئے قبلہ اعتقاد ایمان بنائے گئے ہیں۔ بالفضل نبوت سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا ذنب (زلت) بخش دیا گیا تھا۔ اور مقام عصمت پر سرفراز فرمائے گئے۔ خلفائے راشدین بالفضل خلافت سے قبل بھی مغفور لہم بنائے گئے اور بعد از خلافت ان کو مقام محفوظیت کا شرف عظیم عطا فرما دیا گیا۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ..... ومن کفر بعد ذالک فاو لئک ہم الفسقون خاص خلفاء راشدین کے حق میں ہے اور بالاصالۃ خلفائے راشدین خلفاء اربعہ چار یا بیس ہیں۔ باقی جن کو خلیفہ راشد کہا جاتا ہے بالبع ہے نہ بالاصالۃ اور فان امنوا بعمل ما انتہم بہ فقد امنوا کاتعلق (اور ان میں پیروی کا حکم) جمع صحابہ جن کا ذکر کے لئے ہے۔

⑤..... ۲۶ ذی قعدہ..... آج دن کو ۲ بج کر ۳۵ منٹ پر دربار رسالت میں حاضری نصیب ہوئی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ مواضع شریفہ میں صلوٰۃ والسلام وغیرہ کی توفیق ملی اور بعد ازاں نصف گھنٹہ مسجد نبوی میں بیٹھنا نصیب ہوا۔ آیت استخفاف وعد اللہ الذین (الایہ) کے مفہوم پر غور کیا۔ معلوم ہوا کہ الذین امنوا سے مراد مکلفین صحابہ کرام ہیں۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام اس وقت بچہ ہونے کی وجہ سے ان میں شامل نہیں اور عملوا الصلحت کا بھی اس عمر میں مصداق قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ اس لئے آپ ان موعودہ خلفاء راشدین میں شمولیت نہیں رکھتے.....

(۲)..... الارض سے مراد مسجد نبوی اور مدینہ منورہ لیا جائے تو خلفائے اربعہ کی بیعت خلافت تو وہاں ہی واقعہ ہوئی ہے۔ لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام کی بیعت خلافت کوفہ میں ہے نہ کہ مدینہ شریف میں.....

(۳)..... ولیمکن لہم دینہم الذی ارتضی لہم سے مراد تمکین دین ہے جو حضرت علیؑ کو بھی نصیب ہے۔ آپ کے دائرہ حکومت میں بھی اسی دین مرتضیٰ کی تمکین تھی۔ کوئی دوسرا دین نہ تھا۔ اور شیعوں کی کتاب نوح البلاغہ میں حضرت علیؑ کی گشتی چھٹی میں بھی یہی بیان ہے کہ ”اہل شام اور ہمارا خدا، رسول اور دین ایک ہے۔ ہم ایمان میں ایک دوسرے سے زیادہ نہیں“ لہذا خلفائے اربعہ راشدین کے سارے ادوار خلافت میں ایک ہی دین کی تمکین ثابت ہوتی ہے۔ وهو المطلوب، ولله الحمد.....

(۴)..... آیت تمکین میں اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا کا مصداق بھی حضرت امام حسنؑ نہیں ہیں۔ اور آخر جو امن دیار ہم میں سے بھی نہیں ہیں.....

(۵)..... امر و ابالمعروف ونہو عن المنکر سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے اربعہ اس کا مصداق تھے۔ ضروری منکر کی نہی اور ضروری معروف کا اجراء ان کے لئے لازم اور واقع ہے۔ اس لئے حضرت عثمان ذوالنورینؓ پر اگر کوئی یہ الزام لگاتا ہے کہ انہوں نے ضروری منکر سے منع نہیں کیا۔ اور ضروری معروف کا امر نہیں کیا تو وہ اس آیت کے مضمون و مصداق کی تکذیب کرتا ہے۔ اس کے لئے دوسرے امور جو ضروری نہیں ہیں اجتہاد سے کام لیا گیا ہے۔ جن میں اگر خطاء ہو جائے تو قابل گرفت نہیں ہے۔ بلکہ حسب حدیث بخاری ایک اجر بھی ملتا ہے۔

..... ذی الحجہ..... دن کو قبل از ظہر حرم شریف کی حاضری نصیب ہوئی اور سورۃ بقرہ کی آیات ان الذین کفرو اسواء علیہم سے لے کر فماربحت تجارتہم وما کانوا مہتدین تک تقرر اور توجہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ ومن الناس من یقول امننا باللہ..... وما ہم بمؤمنین سے معلوم ہوا کہ ایمان کا تعلق قلب سے ہے۔ زبان سے صرف اس کا اظہار کیا جاتا ہے..... فی قلوبہم مرض سے معلوم ہوا کہ کفر کا تعلق بھی قلب سے ہے..... واذا اخلوا الی شیطینہم قالوا انا معکم سے معلوم ہوا کہ معیت سے مراد ولی معیت ہے۔ تو اسی طرح والذین معہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک صحابہ کرامؓ قلبی طور پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ نہ کہ مثل منافقین ظاہری رفاقت تھی۔ اسی طرح آیت غار میں ان اللہ معنا سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی طفل اپنی رحمت اور نصرت سے حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ تھے..... ولله الحمد.

..... حج ثالث..... ۲۳ ذی قعدہ ۲۳ ستمبر ۱۹۸۱ء..... حرم شریف میں دن کے گیارہ بجے سے بارہ بجے کے دوران آیت والذین معہ پڑھتے ہوئے یہ سمجھا کہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی خصوصی محبت اور

دوستی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اشد آء علی الکفار کا مصداق تھے۔ کیونکہ کفار حضور ﷺ کے دشمن ہیں اور اصحاب رضی اللہ عنہم دوست ہیں۔ دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو کفار سے شدت بغض حاصل تھا۔ اور آپس میں مہربان تھے۔ رحمۃً بینہم کیونکہ دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے۔ یہ صفت بھی آنحضرت ﷺ سے سب کی محبت اور دوستی پر مبنی ہے۔ اور جو مشاجرات ہوئے وہ بھی حضور ﷺ کی محبت اور دوستی پر مبنی تھے۔ سب نے یہی سمجھا کہ ہم حضور ﷺ کی محبت اور اتباع کا تقاضا پورا کر رہے ہیں۔ خواہ بعض سے اس میں خطائے اجتہادی ہوگئی..... واللہ الحمد۔

❊..... ۵ ذی الحجہ، بروز ہفتہ..... صبح ۹ بجے حرم شریف میں حاضری دی۔ روضہ مقدسہ پر صلوٰۃ و سلام کے بعد مسجد نبوی میں بیٹھا تو آیت غار یاد آگئی۔ اور اس کے متعلق دل میں یہ بات آئی کہ آج جہاں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں لاکھوں مسلمان حاضری دے رہے ہیں۔ اور کافر کو اس میں داخل ہونے کی بھی اجازت نہیں یہ انسانی نظر میں عدیم النظیر غلبہ ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ حضور اکرم ﷺ اور صدیق اکبر مکہ سے ہجرت کر کے غار ثور پناہ لیتے ہیں اور آیت غار میں حق تعالیٰ لا تحزن ان اللہ معنا سے نصرت کی خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نصرت و غلبہ عطا فرمائیں گے۔ آج یہ غلبہ صدیوں سے مشاہدہ میں آرہا ہے..... واللہ الحمد

❊..... ۲۴ ذی الحجہ..... آج صلوٰۃ و سلام کے بعد حرم نبوی میں سورۃ الانعام کی چند آیات تلاوت کیں وہو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جو حتم بالنہار..... یہاں یتوفاکم میں توفی سے نیند مراد ہے نہ کہ موت۔ حالانکہ نیند میں بھی روح قبض کی جاتی ہے۔ اس سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کی تائید ہوتی ہے۔ دوسری آیت میں ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والی لم تمت فی منامہا اس میں موت اور نیند دونوں کے لیے توفی کا اطلاق کیا گیا ہے۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب آب حیات میں اپنے مسلک پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے.....

تاریخ کرام! حضرت قائد اہل سنتؒ نے ۱۹۷۷ء۔ ۱۹۷۹ء۔ ۱۹۸۱ء میں اسفار حج کے دوران اپنی ذاتی نوٹ بک پر جو نکات و انکشافات درج فرمائے۔ ان میں سے چیدہ چیدہ میں نے پیش کر دیے ہیں۔ مقدس مقامات پر تلاوت قرآن کے دوران درج کیے جانے والے یہ ارشادات جہاں حضرت اقدسؒ کے علمی مقام و مرتبے اور قرآن کریم میں تکرر و تکرار پکارتے ہیں وہیں ان میں تحریک خدام اہل سنت کے مشن کی تکمیل کے لیے وافر سامان اور اہل بصیرت کے لئے بڑے نمونے بھی موجود ہیں.....

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرعام رکھ دیا

سفر حرمین شریفین میں واردات و بشارات

انبیاء کرام جن کے خواب وحی الہی ہوتے ہیں۔ کے علاوہ کسی کا خواب شرعی حجت نہیں۔ اگر غیر نبی کا خواب قرآن و سنت کے خلاف ہو تو اس کو کسی درجہ میں بھی قبول نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ شریعت مطہرہ کے کسی اصول کے خلاف نہ ہو تو ظن کے درجہ میں رکھتے ہوئے اسے قبول کیا جاسکتا ہے۔ حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ اپنی ذاتی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں..... واردات ظنی ہوتے ہیں جن میں غلطی کا احتمال ہے نیز جن خوابوں یا واردات میں ذاتی مقام و مرتبہ ظاہر ہوتا ہے اہل اللہ اسے اپنے تک رکھتے ہیں۔ کسی کے سامنے بیان نہیں کرتے۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ بھی کمال کا ضبط رکھتے تھے۔ جس ڈائری کی وساطت سے میں حضرت رحمہ اللہ کے خواب و واردات پیش کروں گا۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ کی حیات میں آپ کے علاوہ کسی اور کی نظر تک اس پر نہ پڑ سکی۔ حضرت رحمہ اللہ نے اپنی یادداشت کے لئے انہیں تحریر فرمایا ہوا تھا۔ بلکہ کئی دفعہ گھر کے افراد بضد ہوئے کہ اباجی! اتنا ہی بتا دیں کبھی حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ تو حضرت ہمیشہ شفقت بھری مسکراہٹ سے ٹال دیتے..... واضح رہے کہ یہ ذاتی ڈائری بھی ۱۹۷۷ء۔ ۱۹۷۹ء۔ ۱۹۸۱ء، ۱۹۸۳ء چاروں اسفار حج میں حضرت قائد اہل سنت کے ہمراہ تھی..... ملاحظہ ہوں.....

❊..... ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ، ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۷ء..... شب کو بعد از عشاء قیام گاہ پر ذکر کے دوران یہ قلبی مشاہدہ ہوا کہ بیت اللہ اور اس کے گرد و جگہ پر تجلیات نازل ہو رہی ہیں.....

آج ہفتہ کی صبح نماز کے بعد ذکر کیا پھر سو گیا۔ خواب میں حضرت مدنی قدس سرہ کی زیارت ہوئی۔ ابھی دیوار کی اوٹ میں تھا تو یہ سنا کہ حضرت فرما رہے ہیں کہ ”منظر جب چاہے اور جہاں چاہے بیٹھ جائے“ جب حاضر ہوا تو بعض اہل مجلس نے روکا۔ تو میں نے یہ کہا کہ حضرت نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے میں نے سن لیا ہے۔ اور میرے لیے اجازت ہے۔ حضرت رحمہ اللہ کو کھڑے ہوئے دیکھا اور میں قریب حاضر خدمت ہوا۔ یاد نہیں کہ مصافحہ یا معانقہ ہوا کہ نہیں، پھر آنکھ کھل گئی۔

❊..... ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ..... آج دوران تلاوت محسوس ہوا کہ بیت اللہ اور بندہ کے درمیان تجلیات بہت زیادہ جائل ہیں..... واذا اخذ اللہ میثاق النبین کی تلاوت سے عالم ارواح کا اجماع انیم

مشاہدہ ہوا.....

☉..... ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ..... (۱) نماز فجر سے پہلے یہ ادراک ہوا کہ جس طرح حضرت نبی علیہ السلام کی رویت کے لئے اللہ تعالیٰ نے طور کو اپنی جلی گاہ بنایا تھا۔ لہٰذا نظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف نرانی..... فلما تجلی رہ للجبل (الایۃ) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے وجود اطہر کو اپنی اعظم جلی گاہ بنادیا ہے۔ حضور ﷺ کی طرف اعتقادی و روحانی توجہ اس لئے مقصود و مطلوب ہے۔ غالباً اسی بناء پر اکابر محققین اہل سنت بلا واسطہ محض زیارت روضہ مقدسہ کے لئے سفر کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور زیارت مقدسہ کو افضل مستحبات بلکہ بعض واجب قرار دیتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ قرب حق کے لئے جلی گاہ ہے۔ وہاں توحید کے جلوے ظاہر ہیں۔ اور مدینہ منورہ میں رسالت کی تجلیات ظاہر ہیں۔ گو دونوں مقامات مقدسہ میں واسطہ فیوضات ذات نبوی ہی ہے..... علیہ الصلوٰۃ والسلام.....

(۲) مراقبہ میں یہ محسوس کیا کہ مرشدنا حضرت مدنی قدس سرہ کو دربار نبوت کی درباری کا منصب نصیب ہے اور اس دور میں حضرت کے واسطہ سے جو فیوضات نبوی نصیب ہوتے ہیں۔ وہ کسی اور شیخ کے توسط سے نصیب نہیں ہوتے..... واللہ الحمد..... واللہ اعلم

آج نماز فجر اور ظہر کے مابین دربار رسالت کی حاضری نصیب ہوئی۔ زبردست ہجوم کی وجہ سے کچھ قاصد پر قبلہ کی دیوار کے ساتھ کمرے ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کیا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی حسب سابق سلام عرض کیا۔ پھر قبلہ کی دیوار کے ساتھ ہی بیٹھ گیا اور حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوا تو راایت الشیخ الصلنی مجروداً عن اللباس الظاہر و راایت نفسی کنذا..... و عبرت عن هذا الحال انکشاف مقام الفناء عن غیر اللہ..... (واللہ اعلم)

☉..... شب ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ..... بعد از نماز مغرب سو گیا تو خواب میں حضرت مدنی قدس سرہ کی زیارت ہوئی۔ حضرت مسجد نبوی میں نماز پڑھا رہے ہیں اور قعدہ میں ہیں۔ پیچھے مقتدیوں کی صفیں ہیں۔

صبح ۳۰: تلاوت قرآن عظیم کے دوران مراقبہ میں زیارت مقدسہ نصیب ہوئی۔ واسطہ حضرت اشخ المدنی قدس سرہ کی ذات ہی مکشوف ہوئی۔ پہلے حدود ولایت کو عبور کیا اور پھر حدود رسالت میں داخلہ نصیب ہوا۔ پھر دروازہ توجہ ہوئی۔ آخر بلندی پر حضور رحمۃ اللعالمین کا دیدار ہوا۔ خصوصاً ہشمان مبارک کا

دیدار امتیازی طور پر ہوا۔ سرگین تھیں اور ایسی آنکھیں کبھی نہیں دیکھیں..... واللہ الحمد.....

ماشاء اللہ لاقوة الا باللہ العلی العظیم۔

آج فجر اور ظہر کے درمیان اوقات میں حرم نبوی کی حاضری نصیب ہوئی۔ پہلے مسجد نبوی میں بیٹھ کر کتاب سے دیکھ کر صلوٰۃ و سلام عرض کیا۔ پھر مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام نصیب ہوا۔ ہجوم بہت زیادہ تھا۔ پھر قبلہ کی دیوار سے ٹک لگا کر روضہ مقدسہ کی طرف بیٹھ کر متوجہ رہا..... واللہ الحمد سبحانہ و تعالیٰ.....

منزہ عن شریک فی محاسنہ..... فجوہ الحسن فیہ غیر منقسم

❊..... ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ..... قبل از نماز جمعہ آیت قل اوحی الی هذا القرآن..... اننی بری مما تشرکون کی تلاوت کے دوران حضور اکرم ﷺ کی طرف روحانی توجہ ہوئی۔ تو ایسا محسوس ہوا کہ روح محمدی نے توجہ فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ گویا میرے باطن میں متجلی ہے۔ اور بندہ گویا حضور کی طرف سے تلاوت کر رہا ہے۔ ساتھ ہی کعبہ کی تجلی کا ظہور ہوا..... واللہ اعلم

❊..... ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ..... نماز تہجد کے بعد توجہ میں کعبہ معظمہ کی تجلی کا ظہور ہوا۔ اس وقت یہ سمجھا کہ بیت اللہ میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات ذاتیہ کا نزول ہوتا ہے۔ اس لئے اس تجلی کی طرف توجہ کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ حق تعالیٰ کی تجلی ذاتی دائمی نصیب ہو سکتی ہے۔ جو مطلوب بندہ ہے..... (واللہ اعلم)

❊..... ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ..... آج دن کو غار ثور کی زیارت کا پروگرام تھا۔ رات کو حضرت مدنی قدس سرہ کی زیارت خواب میں ہوئی۔ حضرت تقریر فرما رہے تھے۔ لہجہ بالکل وہی تھا جو دیوبند میں سنا تھا۔ حضرت نے غالباً سورۃ فتح کی کوئی آیت تلاوت فرمائی۔ یہ یاد نہیں کہ کوئی آیت تھی۔

❊..... ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ..... صبح نماز فجر اور ناشتہ کے بعد باب ملک عبدالعزیز کے پاس سے کراہی کی ٹیکسی پر ایک بچے سوار ہوئے۔ حافظہ محمد رفیع صاحب ساتھ تھے۔ تقریباً پندرہ منٹ میں ٹیکسی جبل ثور کے دامن میں پہنچ گئی۔ پھر وہاں سے پہاڑ کی چڑھائی کا سفر شروع کیا۔ اور تقریباً دو گھنٹہ میں غار ثور پر حاضر ہو گئے۔ وہاں زائرین کا ہجوم تھا۔ باری باری لوگ غار مبارک کے اندر جاتے اور نفل پڑھتے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے ہم وہاں بیٹھے رہے اور مقصد وہاں زیادہ ٹھہرنا ہی تھا۔ آخر میں آدھا گھنٹہ غار مبارک میں بیٹھنا نصیب ہو گیا۔ اس وقت چند آدمی ہی زیارت کے لئے باقی رہ گئے تھے۔ تقریباً چھ بچے ہم غار مبارک سے روانہ ہوئے اور ڈیڑھ گھنٹہ سے کم وقت میں راستہ طے کر لیا۔ غار ثور کی زیارت ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ یہ مقام

منور تحریک خدام اہل سنت کا مخصوص مرکز ہے۔ یہاں امام اہلخفاء حضرت صدیق اکبر ؑ کو غار کے اندر خصوصیت سے حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی رفاقت و محبت نصیب ہوئی۔ اور قرآن مجید کی آیات لسانی اثنین اذہما فی النار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا حضرت صدیق ؑ کی شان میں نازل ہوئیں اور آپ قیامت تک کے لئے یار غار کے خصوصی لقب سے مشرف ہوئے۔ یہ سفر ہجرت ایک معجزانہ سفر تھا۔ یہ سفر کی اور مدنی زندگی کے درمیان حد فاصل ہے۔ بلکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مابین ایک مخصوص واسطہ ہے۔ حق تعالیٰ تمام اہل سنت و جماعت کو حضرت صدیق اکبر ؑ، حضرت فاروق اعظم ؓ، حضرت عثمان ذوالنورین ؓ، حضرت علی المرتضیٰ ؓ (خلفائے راشدین) اور تمام صحابہ کرام ؓ کی محبت و پیروی نصیب فرمائیں۔ اور منکرین ناقدین صحابہ (شیعوں، مودودیوں، خارجیوں) کے شر سے محفوظ رکھیں..... آمین بجاہ النبی الکریم.....

حرم شریف میں لہم دارالسلام عند ربہم وهو ولیہم کی تلاوت سے روحانی توجہ کا غلبہ ہو گیا۔ اور اسی حال میں یہ وقت گزر گیا بعد کی آیات تلاوت نہ کر سکا۔

⊗..... ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ..... حرم شریف میں آیت وربک الغنی ذوالرحمة ان یشاء یدہبکم ویستخلف من بعدکم ما یشاء کی تلاوت پر کثرت بکاء کے ساتھ توجہ الی اللہ کا غلبہ ہو گیا۔ اس کے بعد کی آیت کی تلاوت نہ کر سکا۔ مخلوق کی فناء کا کچھ ادراک ہوا اور لوگوں کے ظاہری اجسام بے حقیقت نظر آئے۔ (اللہ اعلم)

⊗..... ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ..... آج بعد از نماز ظہر مسجد نبوی اور روضہ مقدسہ میں حاضری نصیب ہوئی۔ مواجہہ شریف میں مراقبہ کے دوران یہ محسوس ہوا کہ بندہ کے لئے باب مدنی کھول دیا گیا ہے۔ جس کی نسبت رسول مدنی ﷺ اور حضرت المرشد المدنی دونوں کی طرف ہے۔ حضور ﷺ کا فیض اس باب مدنی سے حاصل ہوگا۔ (اللہ اعلم)

⊗..... ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ..... ریاض الجنۃ میں آیت ولقد جننہم بکتاب فصلنہ علی علم ھدی ورحمة لقوم یؤمنون کی تلاوت پر علمی علم سے وحی و کلام کی تجلی کی طرف توجہ ہوئی۔ پھر ریاض الجنۃ کی مناسبت سے جنت اخروی کی تجلی کا تصور ہوا۔ پھر حضور ﷺ کی وجہ سے رسالت کی تجلی سامنے آئی۔ اور تینوں تجلیات کے بعد یہ محسوس ہوا کہ رسالت کی توجہ ان سب تجلیات کی جامع ہے۔ کیونکہ رسالت کی وجہ سے ہی وحی کا نزول ہے۔ اور جنت کی بشارت ہے۔ کچھ دیر اس تصور میں وقت گزرا.....

دن کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے من ریاض الجنۃ میں اربعی کو مقدم لانے کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ بیٹی میں حضور ﷺ کا قیام زیادہ رہتا تھا۔ بہ نسبت منبر شریف کے تو تقویم کے ساتھ بیت رسول کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ پھر یہی بیت جو بیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھا قیامت تک کے لئے روضہ مقدسہ بنایا گیا۔ اور جو خاک قبر شریف کی رحمة اللعالمین ﷺ کے بدن مبارک سے مسلسل ہے وہ محققین اہل سنت کے نزدیک (اکابر علماء دیوبند بھی یہی فرماتے ہیں) عرش و کرسی حتیٰ کہ کعبہ شریف سے بھی افضل ہے۔

⑥..... شب ۲۷ ذی الحجۃ ۱۳۷۹ھ..... آج دن کو نیند میں یابین النوم والبیظہ یہ معلوم ہوا کہ تیرے لئے بنیاد پختہ رکھ دی گئی ہے۔ (راندہ رحمہ)

الحمد للہ قیام مدینہ کے دوران روزانہ حضور ﷺ کے روضہ مقدسہ کی زیارت اور صلوٰۃ و سلام کا پڑھنا نصیب ہوا۔ آج دوسرے حاضری نصیب ہوئی ریاض الجنۃ میں نماز عصر کے بعد تلاوت قرآن مجید کر کے روضہ مقدسہ پر حاضر ہوا اور حسب معمول صلوٰۃ و سلام عرض کیا اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو بھی یہ سلام پیش کیا۔ اور آخر میں دربار رسالت میں الوداعی سلام عرض کرنے کی توفیق نصیب ہوئی..... (الحمد للہ)

حق تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کے فیوضات سے اس گناہ گار کو شرف فرمائیں۔ اور دوبارہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مقدسہ کی نعمت نصیب فرمائیں۔ امین بجاہ النبی الکریم

آج بعد نماز عشاء جدہ کو واپسی ہوگی۔ بفضلہ تعالیٰ یہ بندہ نہ بالکل محروم واپس جا رہا ہے اور نہ حسب خواہش نعتیں نصیب ہوئی ہیں..... فعال لمایرید..... کہ کمرہ اور مدینہ منورہ کی حاضری کے دوران عموماً حضرت الشیخ المدنی قدس سرہ کی روحانیت سامنے محسوس ہوتی رہی۔ اور یہی سمجھا کہ باب مدنی ہی بندہ کے لئے توحید و رسالت کے فیوضات کا واسطہ ہے..... واللہ اعلم

⑥..... دن، ۲۷ ذی الحجۃ ۱۳۷۹ھ..... جدہ حاجی کمپ فجر کی نماز سے کچھ دیر بعد میں اچانک یہ

شعر زبان پر آگیا.....

جمال ہمیشہ در من اثر کرد..... ورنہ من ہما محاکم کہ ہستم

(ہم نشین کے جمال نے مجھ پر اثر کر دیا، ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو ہوں..... رشیدی)

اور اس سے یہ ادراک ہوا کہ انسان کی اصل عدم ہے۔ اس میں جو کچھ جمال و کمال ہے۔ وہ حق تعالیٰ

کی تجلیات کا کس ہے۔ اور سب سے بڑی تجلی کا حضور اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور حضرت باقرؑ تو ہی قدس سرہ نے اس حقیقت کو ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

حق آنکہ او جان جهان است فدائے روضاں بہت آسان است

(اس ذات کے واسطے جو سب جہانوں کی جان ہے جس کے درخشاں آسمانوں میں بھی قربان ہیں (رشیدی) اور حضرت محمدؐ نے قصیدہ بردہ کے اس شعر میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

منہ عن شریک فی محاسبہ
لجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

(امی صفات میں کسی شریک سے پاک ہیں، یہی حسن کا جو ہر آپ میں غیر منقسم ہے (رشیدی)

اور جمال محمدی کا مشاہدہ کرنے والے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا ہے:

واكمل منک لم یلفظ عین
کانک قد خلقت کما نشاء

(آپ سے زیادہ جمال والا کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، اور آپ سے زیادہ صاحب کمال کی عورت نے نہیں بنا آپ کو برہم سے پاک پیدا کیا، ایسا کہ جیسا گویا خود آپ چاہے ہوں (رشیدی)

ترجمہ: حج ثانی۔ ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ قبل از مغرب اپنی قیام پر لیٹے ہوئے بین النوم و البیظۃ جس میں بیظۃ کی حالت غالب تھی۔ یہ ادراک ہوا کہ حضرت الشیخ المدنی قدس سرہ ایک گول پائپ فیض کا حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے بندہ کے سینہ سے جوڑ رہے ہیں۔ یہ بھی ادراک ہوا کہ اس طرح کے پائپ دس اشخاص کے سینوں سے جوڑے گئے ہیں۔ یہ ولایت کبریٰ ہے۔ گزشتہ سال یہ پانچ اشخاص کو نصیب ہوئے۔ اور آئندہ سال میں حضرات کو دیے جائیں گے۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ پائپ صرف حضرت مدنیؒ کے متوسلین کے لئے ہیں یا دوسرے سلسلوں کے حضرات بھی شامل ہیں۔ واللہ اعلم۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

ترجمہ: ۳۰ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ۔ پونے تین بجے دن دربار رسالت میں صلوٰۃ وسلام کی توفیق ملی۔ تقریباً نصف گھنٹہ سواجہ شریف میں رہا۔ پھر مسجد نبوی میں ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھا رہا۔ اس دوران نسبت نبوی کا ادراک ہوا۔ جو فوق جمیع المنصب ہے۔ چشتی نسبت ہو یا نقشبندی وغیرہ بعد نماز عصر تلاوت قرآن مجید شروع کی۔ سورۃ فاتحہ میں الحمد للہ رب العلمین سے ملک یوم الدین تک منہموم ہوا کہ رب

اعلمین کی ربوبیت عامہ کا منی و رحیم کی صفات ہیں۔ اور تعلیم و تربیت کے بعد چونکہ امتحان ہوتا ہے۔ اس لئے ملک یوم الدین فرمایا کہ آخرت میں امتحان ہوگا۔ جس کے نتیجہ میں مقام جنت ہوگا یا عذاب جہنم۔ نیز ابتدائے تلاوت میں دائیں جانب گویا خانہ کعبہ تجلی ہوا۔ بائیں جانب روضہ نبویہ۔ درمیان میں کلام اللہ تھا۔ گویا کلام اللہ جامع ہے۔ تجلی کعبہ اور تجلی رسالت کو۔ پھر سامنے ذات حق کی طرف توجہ ہوئی۔ جو کہ اصل مقصود و محبوب اور معبود لاشریک لہ ہے۔ یہ بھی مفہوم ہوا کہ نسبت نبوی تمام نسبتوں کی جامع ہے۔

⑤..... ۳ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ..... دن کو مواجہہ شریف میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد کچھ دیر مواجہہ شریف میں کھڑا رہا۔ تو اس دوران محسوس ہوا کہ ایک مثالی صورت میرے اندر ہے۔ اور یہ کہ خلافت راشدہ کا ایک شعبہ رسول اللہ ﷺ کے مثالی لطائف سے بندہ کے ساتھ متعلق کر دیا گیا ہے.....

واللہ اعلم..... لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

⑥..... ۹ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ..... میدان عرفات میں نماز عصر ادا کرنے کے بعد تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہوا۔ اسی حال میں مراقبہ میں زیادہ وقت گزرا۔ اور غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے جبکہ دیدار نبوی کی خواہش کر رہا تھا۔ وارد ہوا کہ حضور ﷺ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ تم اپنا برتن پیش کر دو ہم اپنی مرضی کے مطابق جب چاہیں گے دے دیں گے..... واللہ اعلم

⑦..... شب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ..... آج ہفتہ اور اتوار کی درمیانی رات کو خواب میں مدینہ منورہ سے باہر جانا ہوا۔ ایک جگہ ایک ساتھی نے کہا کہ یہیں بیٹھنا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رضی اللہ عنہم تشریف لائیں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ مقام حدیبیہ ہے۔ کچھ دیر بعد اجمالی طور پر یہ دیکھا کہ کچھ فاصلے پر رسول اللہ ﷺ اور چند اصحاب تشریف فرما ہیں (۲).....

اسی نیند میں دیکھا کہ میرے ساتھ دو چار ساتھی ہیں (یہ معلوم نہیں کہ وہ کون تھے) پہاڑ کی فضا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے خدام اہل سنت کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں اٹھایا ہے اور فرماتے ہیں کہ ہمارا جھنڈا تو بڑا ہوتا ہے۔ یہ بطور اظہار واقعہ کے تھا (میں نے اس وقت خیال کیا کہ اس وقت جھنڈے کی لکڑی بانس بھی اچھا موٹا ہوتا ہوگا) پھر جھنڈا خدام کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں اٹھایا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت بہت زیادہ وقار اور حلم والی تھی۔ اور آپ نے بات بالکل نہیں کی۔ اس کے بعد انتظار تھا کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ تشریف لائیں گے اور خدام کا جھنڈا اٹھائیں گے۔ لیکن پھر

بیدار ہو گیا۔ گزری دیکھی تو ۹:۴۰ تھے۔ اس کے تقریباً پون گھنٹہ بعد تہجد کی اذان ہو گئی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قد و قامت اسی طرح بڑا تھا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایسے ہی بلند قامت تھے لیکن حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے کم تھے۔ ڈاڑھی سفید تھی۔ ہر دلوں حضرات کے چہرے سفید نورانی تھے۔ لباس سفید تھا غالباً پگڑیاں باندھی ہوئی تھیں۔ چہرہ کارنگ دنیا کے سفید رنگ کی طرح نہ تھا گویا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ جنتی چہروں کا رنگ ہے..... (رحمہم اللہ)

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ..... آج دن کو ساڑھے تین سے لے کر ساڑھے پانچ بجے تک حرم شریف کی حاضری نصیب ہوئی اور تلاوت قرآن حکیم کے لئے قرآن مجید ہاتھ میں لیا۔ لیکن توجہ الی اللہ کے غلبہ کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا۔ اور یہ وقت زیادہ مراقبہ میں گزرا۔ اس دوران بھی محسوس ہوا کہ رسول کریم ﷺ کے سینہ مبارک سے چار نور جدا جدا بندہ کے سینہ کی طرف آرہے ہیں۔ ان سے مراد چار یار ہیں۔ یعنی ان کے واسطے یہ فیضان ہے..... (رحمہم اللہ)

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ..... آج دو گھنٹہ سے زیادہ حرم شریف میں حاضری نصیب ہوئی۔ پھر بعد از نماز عصر طواف و دعا کیا۔ اس طواف کے بعد بیت اللہ کی خصوصی نسبت کا قلب پر اثر ہوا..... (رحمہم اللہ)

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ..... آج تین بج کر بیس منٹ پر حرم شریف حاضر ہوا۔ دربار رسالت پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد باب السلام کے اندر ایک دیوار کے ساتھ روضہ مقدسہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ ایسا محسوس ہوا کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ پر عرش کی تجلی۔ خانہ کعبہ کی تجلی، تجلیات الہیہ کا ورود ہے۔ اور وجود نبوی سب سے بڑی تجلی گاہ ہے۔ اور حضور ﷺ کی طرف روحانی توجہ کرنا عین مطلوب ہے۔ یہاں سے ہی باری تعالیٰ کی تجلی نصیب ہوتی ہے۔ اور اس میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا..... وَلَكِنْ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنَّ اسْتَفْرَ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي تَوَيْهًا زُكُورًا رُؤْيَتْ بَارِي تَعَالَى كَأَمَلٍ بَنِيَا گِیَا تَہَا۔ اور پھر فرمایا..... فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكَا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعْقًا..... تو وہاں پہاڑ کو تجلی گاہ بنایا گیا تھا۔ یہاں مشتاق رویت باری (قلبی رویت) کے لئے رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی تجلی گاہ بنایا ہے۔ اور یہ تجلی وجود نبوی کے واسطے سے سارے عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ مسجد نبوی میں بھی یہی تجلی ہے۔ لہذا جب مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنا مطلوب ہے۔ تو اصلی تجلی گاہ یعنی روضہ مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا کیوں نہ مطلوب ہوگا۔ بلکہ بہ نسبت مسجد نبوی روضہ مطہرہ کے لئے سفر کرنا زیادہ مطلوب اور واسطہ

یہ وارد ہوا کہ بیت اللہ کے فیضان سے نسبت ولایت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا اثر جدا ہے۔ اور
روضہ مقدسہ سے نسبت نبوت حاصل ہوئی ہے۔ اس کا اثر جدا ہے۔ مٹی میں ایک روز سوائے ہوئے یہ دیکھا
کہ میری مٹی میں اقتدار آ گیا ہے۔ زلزلہ زعفر

﴿﴾ شب ۷ اذی الحجہ ۱۴۰۱ھ۔۔۔۔۔ نماز تہجد کے بعد قریباً ۳ بجے سو گیا۔ تو خواب میں کوئی آدمی
پیغام لایا کہ رسول اللہ ﷺ بلارہے ہیں۔ پھر حاضری کے لئے تیار ہوا تو آنکھ کھل گئی۔

﴿﴾ ۱۸ اذی الحجہ ۱۴۰۱ھ۔۔۔۔۔ آج حرم شریف میں بیت اللہ کے سامنے دو گھنٹہ حاضری نصیب
ہوئی (۱۱۶۹ بجے) تقریباً نصف گھنٹہ نسبت محمد یہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کا القاء ہوتا رہا اور
بندہ نے محسوس کیا کہ حضور ﷺ کی روح اعظم بندہ کی روح کی مربی ہے..... (الحمد للہ)

(۲)۔۔۔۔۔ بیت اللہ کے طواف اور چاروں طرف سے اہل اسلام کی اس طرف توجہ سے یہ محسوس ہوا
کہ حق تعالیٰ نے سب سے پہلے اس بیت مقدس کو بتایا ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکنا
وہدی للعلمین اور نماز کے لئے قبلہ بھی اس لئے بنایا گیا کہ تمام اہل اسلام ہر جگہ نماز میں اس کی طرف
متوجہ ہو کر فیضان حاصل کریں۔ کعبہ شرفہ پر اس جلی خاص کا بھی تقاضا ہے کہ انبیاء کرام اور امام الانبیاء
والمرسلین ﷺ نے بھی خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ ان حضرات انبیاء کرام کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص جلی
کا ہی ظہور ہوتا ہوگا۔ جو غیر کے لئے نہیں۔ واقعی یہ مقام مقدس بہت مبارک اور عالمین کے لئے
ہدایت کا منبع ہے.....

واللہ اعلم باسرارہ وحکمہ

﴿﴾ شب ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ۔۔۔۔۔ قیام گاہ پر نماز مغرب کے بعد اسم ذات پڑھ رہا تھا کہ اذان
نماز عشاء سے کچھ پہلے اچانک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روحانیت مشتعل ہوئی۔ (یہ اداراک باطن سے
تھا) اور بندہ پر قریباً ۲۰/۱۵ منٹ نسبت صدیقی کا القاء ہوتا رہا۔ یہ نسبت بہت لطیف تھی۔ اس حالت میں
بندہ نے حضرت صدیق ؑ کی روحانیت پر حسب ذیل سلام پڑھا جو روضہ مقدسہ کی حاضری پر پڑھتا
ہوں..... السلام علیک یا اول الخلفاء الراشدین المہدیین وتاج العلماء المحققین الراشدین
الصالحین وصہر النبی الکریم الامین ﷺ..... نیز اپنی مناجات کا یہ شعر بھی پڑھتا رہا.....

جلوہ ہو یار غار کا

ثانی بھی ہے مزار کا

نیز باری تعالیٰ کو خطاب کر کے یہ بھی پڑھتا رہا.....

تیری تجلیات کا مجھ کو سہارا مل گیا
تیرے رسول پاک کا مجھ کو سہارا مل گیا

آج صبح تک یہی محسوس ہو رہا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی روحانیت میرے ساتھ ہے۔ اس سے یقین سا ہوتا ہے کہ یہ واقعہ (بیداری میں) سچا ہے۔ اور یہ حق تعالیٰ کی خاص رحمت ہے..... واللہ الحمد.....
۲۰ ذی الحجہ دن کو بیت اللہ کے سامنے (۱۰:۵۰ سے ۱۱:۵۰) تک حاضری رہی۔ شروع میں کچھ دیر تک پھر حضرت صدیق اکبرؓ کی روحانیت متحمل رہی۔ پھر غار ثور کا تصور ہوا تو حضور ﷺ کی روحانیت متحمل ہوئی۔ اور آخر تک یہی حالت رہی۔ پہلے غار ثور میں متحمل تھا۔ پھر روحانیت قریب آگئی۔ شاید مناجات میں اس گناہ گار نے جودعا کی کہ.....

فضل سے اپنے کر عطا
جلوہ رسول پاک کا

اس کی اس صورت میں قبولیت ہوئی..... واللہ (اعلم)..... والحمد للہ علی کل حال.....

☉..... ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ..... صبح پونے دس بجے سے لے کر ۱۲ بجے تک حرم شریف میں حاضری نصیب ہوئی۔ لیکن انقباض طاری رہا۔ شروع میں حضرت صدیق اکبرؓ کا تصور کیا تو یہ وارد ہوا کہ حضرت صدیقؓ کو چار قسم کا فیض حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا، کتاب اللہ کا، کعبۃ اللہ کی تجلی کا، عرش اللہ کی تجلی کا جو مزار مقدسہ میں حاصل ہے۔ لیکن انقباض کی وجہ سے طبیعت نہ کھل سکی۔ آخری نصف گھنٹہ میں کچھ طبیعت کھلی۔ طواف کرنے والوں کو دیکھا کہ سخت دھوپ اور گرمی میں مرد عورتیں پر دانہ دار طواف کر رہے ہیں۔ تو خیال ہوا کہ کعبۃ اللہ کی تجلی کا کتنا بڑا اثر ہے۔ اور یہ رسول اللہ ﷺ کو حق تعالیٰ نے کتنا بڑا غلبہ عطا فرمایا ہے۔ حالانکہ ایک وہ وقت تھا کہ مشرکین نے مکہ معظمہ میں عمرہ کے لئے بھی داخل نہیں ہونے دیا۔ اور حضور ﷺ معہ صحابہ کرامؓ صلح کا معاہدہ کر کے واپس تشریف لے گئے۔ پھر سورۃ فتح نازل ہوئی۔ جس میں انا فتحنا لک فتحاً مبیناً کی عظیم پیشین گوئی تھی۔ اور لیغفر اللہ لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمۃ علیک ویہدیک صراطاً مستقیماً اور ینصرک اللہ کی بشارتیں تھیں۔ اور آج تک حرمین شریفین میں نصر اعزیز کا ہی مظاہرہ ہو رہا ہے۔ پھر حضرات صحابہ کرامؓ کو خاص سیکڑے لٹا دیا گیا۔ هو الذی انزل السکینہ فی قلوب ۱۱ منین لیزدادوا

روزہ..... ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۰۳ھ..... حافظ محمد مسعود صاحب کے مکان پر بعد نماز ظہر سو گیا۔ خواب میں ایران کے طہنی کو دیکھا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ اس قرآن مجید میں الحمد سے والناس تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر کوئی نص دکھادیں۔ عبارۃ النص ہو یا صراحۃ النص (خواب میں میں نے صراحۃ النص ہی کہا تھا) لیکن طہنی نے کوئی جواب نہ دیا۔ بار بار اصرار بھی کیا لیکن وہ بالکل خاموش رہا۔ گویا بھت الذی کفر کا حال تھا۔ اسی اثناء میں میں اس کی ایک بیٹی جو ۱۱/۱۲ سال کی عمر کی تھی دیکھی۔ اس سے بھی میں نے کہا کہ اپنے والد سے کہو کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر کوئی دلیل پیش کریں ایک سال تک مہلت ہے۔ لیکن لڑکی نے بھی کوئی جواب نہ دیا.....

مقدمہ ہمارے! حضرت قائد اہل سنتؒ کے خواب و واردات، مشاہدات و احساسات راقم نے پیش کر دیئے ہیں۔ جن میں ایسی انمول راہیں ہیں شاید کتابوں کا دامن ان سے خالی ہو۔ تاہم میری ابتدائی وضاحت انہیں پڑھتے، سوچتے اور نقل کرتے وقت سامنے ہونی ضروری ہے۔

حضرت قائد اہل سنتؒ کا سفر آخرت

حضرت قائد اہل سنتؒ کی منتشر یادوں کا اختتام آپ کے سفر آخرت پر کیا جاتا ہے، چونکہ میرے سامنے قائد اہل سنت نمبر کے مسودات آرہے ہیں۔ اس لئے حضرت کی حیات مبارکہ کے وہ بعض پہلو چھوڑ دیے ہیں جو کسی دوسرے مضمون میں آچکے ہیں.....

راقم کو جو ماہنامہ حق چار یا دو دیگر دینی مصروفیات کی بناء حضرت والا کے حکم سے لاہور مقیم تھا آنجناب نے وصال سے تین ہفتے قبل چکوال منتقلی کا فرمان بھیجا۔ یہ تین ہفتے خدمت اقدس میں گزرے جو زندگی کا حاصل اور حضرت اقدس کا بڑا احسان ہیں۔ بقول سعدی.....

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمکنی

منت شناس کہ ازو بخند منت بداشت

ان آخری ایام کی قابل ذکر باتیں درج ذیل ہیں.....

ذاتی ماضی آخری دم تک

بڑا صاف کسے، رنگ، بیماریوں کے انجم اور طقت جسمانی کمزوری میں ذہن کا ہر وقت حاضر رہنا، ہر ایک کی ہمت ملنا، سمجھنا، تقریباً ممکن ہوتا ہے۔ لیکن حضرت اقدس سب عوارض کے باوجود آخری سانس تک اہل طور پر غیر حاضر نہیں ہوئے۔ ہر ایک کی ہمت سنی، سمجھی، ضرورت کے مطابق جواب دیا ہر ایک و بہکاتا۔ وصال سے چند گھنٹے قبل جیو بخار میں رالم گیلی لپٹیاں رکھتے ہوئے اپنے طور پر سورۃ شفاء سورۃ فاتحہ دم کر رہا تھا کہ یک دم طحال آیا حضرت والا سے پوچھ لیا جائے کیا بچھنا چاہیے۔ عرض کرنے پر قلنا ہاناہر محسوس ہوا و سلاما علی ابو اھیم (الایچ) پوری آیت مبارکہ پڑھ کر سنائی۔ خلاصہ یہ کہ غفلت کا ایک سانس حضرت اقدس نے نہیں لیا۔

ممبر و رضا کی تصویر

اہل اللہ مبر و رضا (یعنی خدا تعالیٰ کے ہر نیلے پر صابر و راضی رہنا) کو راہ سلوک کا بڑا توشہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ مبر و رضا کی حقیقی تصویر تھے۔ پُر مصائب زندگی کا آپ نے ہمیشہ مبر و رضا سے استقبال کیا۔ والد گرامی سلطان السناطین حضرت مولانا محمد کرم الدین دہیر مہیشیہ کے وصال پر جیل سے اپنی ہمیشہ مرحومہ کو لکھتے ہیں.....

اللہ جل شانہ قد بر بھی ہیں اور حکیم تھی۔ ان کو قدرت تھی کہ والد صاحب کا سایہ اور زیادہ مدت کے لئے ہمارے سر پر رہتا لیکن ان کی حکمت ہاں یہی تھی کہ ہم سے جدا کر کے اس دار فانی کے مصائب سے نجات دی جائے۔ اس میں ہم کو تردد ہو کر گز نہیں کرنا چاہیے۔ ہائی دیگر معاملات میں اللہ تعالیٰ خود دیکھیری فرمانے والے ہیں۔ وہ خود ہمارے ضعف کو جانتے ہیں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل الخ.....

قید و بند کی صعوبتیں ہوں یا طرح طرح کے اعصاب شکن مقامات، بیماریاں، مصائب ہوں یا مخالفین کے حوالہ سے صبر آزمائیاں، حضرت قائد اہل ملت نے مبر و رضا کا دامن کبھی نہ چھوڑا۔ یہی کیفیت تادم آخری رہی گردوں اور سانس کی تکلیف چھین سے بات کرنے سے مانع تھی۔ بخار و کمزوری اٹھنے نہیں دیتی تھی۔ پانی و خوراک کی کمی نیند سے سکون دینے پر بھی رضا مند نہ تھی لیکن آخرین ہے کہ کبھی اف کا لفظ بھی سننے میں آیا ہو۔ چنانچہ ذاتی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں.....

ہے دعا میری یہ ہر دم اے میرے رب جلیل
سب کو اپنے فضل سے تو کر عطاء مبر جلیل

دوسروں کا خیال ان ایام میں بھی غالب

مرض الوفات کے ان ایام میں بھی اور اس سے قبل بھی متعلقین کو بیمار پرسی کے لئے ہار ہا آتے دیکھا لیکن کبھی ایسا سامنے نہ آیا کہ آنے والا بیمار پرسی میں پہل کرے گا ہو۔ مسکراتے چہرے کے ساتھ استقبال کرتے ہی استفسار فرمادیتے تھے۔ کیا حال ہیں۔ دوست و احباب کیسے ہیں؟ وغیرہ۔ آخری شام مولانا علی شیر حیدری صاحب کے ہاں سے دو علماء زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ مختصر وقت میں حضرت نے ان کی ذات، مولانا حیدری، مدرسہ، اساتذہ، اسباق کے متعلق سب پوچھ لیا۔

سنت پر عمل اور عجیب موافقت

خدا تعالیٰ کے محبوبین حسب ارشاد ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی حضور اکرم ﷺ کی ہر ادا کی پیروی کرتے ہیں۔ حضرت اقدسؒ کا سنت پر عمل زندگی کا معمول بن گیا تھا۔ وصال سے چند دن قبل رات قریباً ۳ بجے طلب فرمایا۔ گہری نیند سے اٹھنا اور حضرت والا کی خدمت میں فطری گھبراہٹ میری غفلت کا باعث بن گئی اور میں جوتا دائیں کے بجائے بائیں میں پہلے پہنانے لگا۔ حضرت والا نے بائیں پاؤں کی انگلیاں موڑ کر عملاً پہننے سے انکار کر دیا۔ مجھے کچھ سمجھ نہ آیا پہنانے پر اصرار کرتا رہا۔ بالآخر پھولے ہوئے سانس میں بڑی مشکل سے فرمایا..... دایاں، دایاں..... آخری ایام میں مسواک بار بار مانگی اور یہ بھی حضور کی سنت پر ارادۂ عمل تھا۔ لیکن بغیر کسی ذاتی کوشش کے خدا تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرض الوصال کے ساتھ جو موافقت نصیب ہوئی وہ یہ تھی.....

آپ کو آخری شب قریباً ۹ بجے تیز بخار ہو گیا جو اس سے قبل بالکل بھی نہ تھا اور راقم بڑی دیر پیشانی پر گیلی پٹیاں رکھتا رہا۔ یہی صورتحال صدیقہ کائنات کے حجرہ مبارکہ میں تھی تیز بخار میں سیدہ عائشہؓ جین مبارک پر پٹیاں رکھتی رہیں! مبعھاۃ اللہ

معاملات سپرد کرنے کی فکر

تحریک خدام اہل سنت پاکستان کا نظام، جامعہ عربیہ اظہار الاسلام کا اہتمام، جامعہ اہل السنۃ تعلیم النساء کی ذمہ داریاں متعلقین کی اصلاح و تربیت اور ان کے ذیل میں سینکڑوں کاموں کو آخری ایام میں سپرد کرنے کی فکر رہتی تھی۔ اس سلسلہ میں جماعتی احباب سے مشاورت کا سلسلہ جاری رکھا۔ چنانچہ خاص

اقدس کے عام طور پر اٹھنے بیٹھنے اللہ اکبر۔ اللہ ہو کے الفاظ در زبان رہتے تھے۔ لیکن آخری شب آنجناب کثرت سے اللہ جی کی صدائیں لگاتے رہے اور لفظ جی کے "ی" کو کھینچ کر ادا فرماتے۔ گویا خدا تعالیٰ کا انتہائی قرب حاصل تھا اور اپنے پیارے رب سے راز و نیاز جاری تھے۔ جیسا کہ ذاتی ڈائری میں درج ہے!

ہے مظہر بھی محتاج و عاصی سراسر
تو شان کریمی کی اس پر نظر کر

اصلی کلمہ اسلام پر خاتمہ

حدیث مبارکہ "من كان اخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة" جس شخص کی آخری گفتگو لا اله الا الله جنت میں داخل ہوگا" کلمہ پر مرنے والے کو جنت کی بشارت دیتی ہے۔ حضرت اقدس ساری زندگی اسی پاک کلمہ پر محنت فرماتے رہے۔ جب کفر کی منڈیوں سے جعلی کلمہ منظر عام پر آیا تو آنجناب نے کلمہ طیبہ کو اصلی کلمہ اسلام کہلوانا شروع فرمایا اور اس پر اصرار فرمایا کہ کلمہ طیبہ ہی اسلام کا اصلی کلمہ ہے۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے..... اسی خدمت کا نتیجہ ہے کہ بوقت اختتام سحر گھڑی کی سونیاں (۴:۴۰ سے ۴:۴۵) تک کا سفر طے کر رہی تھیں کہ حضرت والا کی زبان مبارک نے جلدی سے حرکت فرمائی۔ زبان مبارک اور ہونٹوں کا اتار چڑھاؤ واضح تھا کہ کلمہ پاک کا تلفظ کر رہے ہیں۔ چنانچہ پاس والوں نے بھی کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا۔ صبح صادق رات کے اندھیروں سے جھانک رہی تھی۔ سورج طلوع کے لئے بے چین ہو رہا تھا کہ علم و عمل کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

اک طوفان طلب روح میں پیدا کر کے
چھپ گئے آپ کہاں حشر یہ برپا کر کے

مومن کی روح

نکھن سے بال جس سہولت سے نکل آتا ہے حدیث پاک کے مطابق مومن کی روح اسی طرح قبض ہوتی ہے۔ اس کا عملی مشاہدہ حضرت اقدس کے وصال کے وقت ہوا۔ نہ تو جسم بے چین ہوا نہ اعضاء میں معمولی سی کوئی حرکت ہوئی۔ بڑی سہولت کے ساتھ ایک سانس اوپر کی طرف لیا اور دنیا سے آخرت کی منزلیں طے فرماتے ہوئے رب کائنات کے حضور حاضر ہو گئے..... ہمیشہ رہنے والی ذات تو خدائے پاک

ہی کی ہے۔ جیسا کہ حضرت والا کی ذاتی ڈائری راہنمائی کرتی ہے.....

ازل سے ابد تک تو ہے ایک اللہ

وہ معبود برحق تو ہے ایک اللہ

نماز جنازہ تکفین و تدفین

نماز فجر کے بعد غسل دیا گیا۔ مولانا قاری جمیل الرحمن صاحب، پروفیسر حافظ محمد عمر، محترم ثار معاویہ، حافظ احسن خدای و دیگر حضرات کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ ملک بھر میں مختلف ذرائع سے اطلاع پہنچ گئی۔ متعلقین و عقیدت مند علماء و مشائخ اور عوام الناس پہنچنا شروع ہو گئے۔ چونکہ ملک بھر سے بہت بڑی تعداد میں حضرات کی آمد کی توقع تھی جو بعد میں اندازہ سے بھی زیادہ ثابت ہوئی۔ اس لئے احباب کی مشاورت سے یہ طے ہوا کہ دو جنازے کئے جائیں۔ پہلا جنازہ شہر میں ہو (اور مسئلہ کے مطابق ولی حضرت صاحبزادہ گرامی مدظلہ جنازہ نہ پڑھیں) تاکہ مہمانوں کے لئے واپسی میں سہولت رہے اور دوسرا جنازہ آبائی گاؤں ہو تاکہ مجمع تقسیم ہو جائے اور انتظام کے حوالہ سے دشواری نہ ہو۔ چنانچہ پہلے جنازے کے لئے چارپائی جو کہ ظہر کے بعد زیارت عام کے لئے مدرسہ میں رکھی گئی تھی اٹھائی گئی۔ عقیدتمندوں کے فلک شکاف نعروں اور متعلقین کے ہجوم میں حضرت قائد اہل سنت کی میت گورنمنٹ کالج چکوال کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں لائی گئی باوجود جو اپنی تمام تر دستوں کے تنگ دامن کی کا شکار تھا۔

یہاں نماز جنازہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمیؒ کے فرزند ارجمند مولانا قاری ضییب احمد صاحب عمر مدظلہ نے پڑھائی۔ فراغت پر آبائی گاؤں بھیس کا سفر شروع ہوا۔ قریباً ۵ بجے شام ہجوم ورش کی وجہ سے دوسرا جنازہ جنازہ ممکن ہو سکا۔ یہ جنازہ حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے جانشین امیر تحریک خدام اہل سنت حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین صاحب اظہر دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ تدفین حضرت والاؒ کی وصیت کے مطابق آپ کے والد گرامی سلطان الناظرین حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیرؒ کے پہلو میں ہوئی۔ قبر میں اتارنے کی سعادت حضرت کے نواسے اخیار الحسن، پوتے طاہر حسین، راقم اور دیگر دوستوں کے حصے میں آئی۔ اس دوران آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ اندھیرے کے گہرے ہوتے سائے میرے ذہن میں یوں سرگوشیاں کر رہے تھے.....

سنے کون ہاے صدائے دل طے کس سے آہ شغائے دل

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

جانشین قائد اہل سنت مولانا کا عزم

مدفن کے بعد حضرت اقدس مولانا کا عزم کا اظہار ان الفاظ میں کیا ”ہم اس موقع پر اپنے بزرگوں کے حرارات کے پاس یہ عزم کرتے ہیں کہ ان کے مشن و افکار کو اگرچہ اوپر نہیں لے جاسکتے لیکن نیچے بھی نہیں آنے دیں گے۔“ تھکے ہارے قدموں اور غزدہ قلوب کے ساتھ احباب واپس ہوتے ہوئے اس کیفیت کا شکار نظر آئے.....

بنے تھے یوں تو ہم روز ازل سے غم اٹھانے کو
نہ تھی پر یہ خبر ہو گئے الگ بھی تیرے دامان سے

محمد مظہر حسین ثانی کے ناناجی رحمہ اللہ

حضرت قائد اہل سنت مولانا کا بچوں سے پیار کے معاملہ میں مثالی اور سنت نبویہ علی صاحبہا السلام کے مطابق مزاج رکھتے تھے۔ جس کا ایک خاکہ آپ حضرت کے پوتے قاضی طاہر حسین جرار کے مضمون میں ملاحظہ کریں گے۔ آنجناب کا بچوں سے پیار دیکھ کر ہمیشہ ایک فطری خواہش بیدار ہوتی تھی کہ کاش میری اولاد بھی حضرت کی شفقت و محبت حاصل کرنے۔ لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا اور محمد مظہر حسین ثانی کے ناناجی اس کی ولادت (۱۷ جون ۲۰۰۴ء) سے قبل ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ثانی کو اسم باسٹھی بنائیں اور اپنے ناناجی کے نقش پا پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔

ناناجی رحمہ اللہ کے نام پر اس کے نام رکھے میں یہی جذبہ کار فرما ہے.....

انہی کا ذکر رہے گا میرے گھرانے میں



صبر و رضا کے جام سے سرشار زندگی

☆ کچھ جناب قاضی اخیار الحسن

راہنما، دانشور، داعی، مبلغ، مفکر، مجدد، ولی، قطب، ابدال حتیٰ کہ اولوالعزم پیغمبر تک اس ارض کبیتی پر تشریف لائے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنی حیات مستعار میں انمنٹ نقوش چھوڑ کر چل دیئے۔

انہی شخصیات میں سے ایک ہمہ گیر شخصیت جسے دنیا قائد اہل سنت کے نام سے یاد کرتی ہے جن کی محبتوں، رحمتوں اور شفقتوں نے نہ صرف انہوں کو سیراب کیا بلکہ غیر بھی ان میں شریک تھے۔

محبت، شفقت، تواضع، انکساری، بردباری، حلم، تقویٰ، للہیت، پیکر جلال و جمال غرضیکہ بے شمار انسانی صفات کے مظہر میرے نانا جی کی شخصیت محتاج بیاں نہیں۔ ان کی شان بیان کرنے کا حق تو علماء حضرات ہی ادا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہیرے کی قدر جو ہری جانتا ہے۔ یہاں حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قیمتی جملہ یاد آ گیا اپنے خطاب میں مخصوص انداز میں فرمایا کرتے تھے.....

کچ بھی منکا لعل بھی منکا اکو رنگ دواں دا

جیکر جتھ صراف دے آوے تے فرق لکھ کواں دا

یہ ایسا میرا تھا کہ مجھ جیسا نالائق بندہ ان کی شان میں کچھ کہنے کا اہل بھی نہیں۔ سادہ سے الفاظ میں چند یادیں اور ان کی نچی زندگی کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

اڈیالہ جیل کی یادیں

زمانہ اسارت گو کہ تکالیف کا دور ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی بظاہر ازیت ناک چیز بھی حقیقتاً باعث رحمت بن جاتی ہے۔ یہی حال ہم خدام کا بھی تھا۔ جب ۹۸ء میں تحریک خدام اہل سنت کو ڈی ایس پی قتل کیس میں ناحق ملوث کیا گیا اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں جو عرصہ گزرا وہ ہم سب ساتھیوں

کے لئے باعثِ نفع ہے۔

علاء فرماتے ہیں کہ اسوۂ رسول اکرم ﷺ جن لوگوں کا اوزھنا بھونانا ہوتا ہے وہ کسی کام کے کرنے نہ کرنے، ہونے یا نہ ہونے کو کسی انسان کا فعل نہیں سمجھتے بلکہ ہر کام حق تعالیٰ کی جانب سے سمجھ کر اس پر راضی برضا ہو جاتے ہیں۔

میرے نانامی بھائی بھی رضا بالقضاء کی جیتی جاگتی اور عملی تصویر تھے۔ جیل کی زندگی کی حقیقت وہی لوگ جانتے ہیں جو اس کا مزہ کچھ پکے ہوں بھر پیرانہ سالی میں جیل کا ثنا آسان کام نہیں مگر اس بلند ہمت ہستی نے جس خندہ پیشانی سے اس کو برداشت کیا دیکھنے والے سمجھتے کہ پریشانی ان کے قریب سے بھی نہیں گزری۔ ایسی استقامت کا مظاہرہ کیا کہ اس نے ہم نوجوانوں کے حوصلے بھی بلند کر دیئے۔ ان کی معیت کی برکت تھی کہ لوگ ملاقات کے لئے آتے تو ان کے چہروں پر انتہائی غم و غصے اور پریشانی کے آثار ہوتے مگر آپ بڑے پیارے انداز سے تسلی دیتے کہ ”صرف دیوار کا فرق ہے اندر ہا ہر ایک ہی بات ہے میں یہاں مطمئن ہوں کوئی تکلیف نہیں۔ تسلی و فراغت سے ذکر کے لئے وقت مل جاتا ہے۔“ ساتھیوں کے حوصلے بلند کرنے کے لئے سابقہ زمانہ اسارت کے واقعات سناتے کہ اب تو جیلیں جیل نہیں مگر کی مانند ہیں۔ پھر اپنی جیل کی تفصیلات سناتے اس کے ساتھ ساتھ ہماری اصلاح کی طرف بھی خصوصی توجہ ہوتی۔

چونکہ آپ کی برکت سے ملاقات کے روز رزق کی اتنی فراوانی ہوتی کہ ہمیں سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ ساتھیوں کے علاوہ جیل کے عملہ میں بھی تقسیم کیا جاتا تو ایک دن میں کہہ اٹھا کہ ملاقات پر مصیبت بن جاتی ہے۔ تو بڑے پیارے انداز میں فرمایا کہ ”یہ ناشکری بن جاتی ہے۔“ مجھے لیٹ کر تسبیح پڑھتے دیکھا ایک دو روز خاموش رہے پھر سمجھایا کہ ”ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ذکر بیٹھ کر کیا جائے اگر کسی وجہ سے بیٹھنے میں مشکل ہو تو ٹیک لگا لی جائے۔“ ہر عمل کی طرف توجہ ہوتی تاکہ اہلنا بیٹھنا سونا ہر کام ہی سنت کے مطابق ہو جائے۔ جیل کے عرصہ میں میری دادی جی مرحومہ جو آپ کی ہمیشہ حمیس اور صرف اس غرض سے ہماری رہائش چیمپوٹنی چک نمبر ۵ کو چھوڑ کر اودھ وال قیام پزیر ہو گئیں حمیس کہ میرا جنازہ بھائی صاحب پڑھا لیں۔ لیکن رب تعالیٰ نے ان بہن بھائیوں کی وفاداری کو ہر طرح کی آزمائش میں جٹلا کر کے پرکھا۔

ہمیشہ کی حسرت پوری نہ ہوئی اور بھائی صاحب جو ہمیشہ کی معمولی سی تکلیف پر بھی بے چین ہو جاتے آخری دیدار بھی نہ کر سکے۔

ان کی وفات کی خبر آپ کو جیل میں ملی شام کا نام تھا لیکن آپ نے مجھے علم نہ ہونے دیا۔ رات کا

﴿بقیہ پلیدیہ﴾ ﴿درود لکھنا مستحب﴾

کھانا وغیرہ تمام معمولات پورے ہوئے صبح ناشتے کے بعد مجھے بلا کر فرمایا کہ رات کھانا نہیں آیا تھا۔ اس کی وجہ ہے کہ تمہاری دادی جی کا انتقال ہو گیا ہے.....

میر و رضا کے جام سے سرشار زندگی

ہر غم سے بے نیاز مصائب پہ خندہ زن

جیل کے لوگ تعزیت کے لئے آتے تو آپ گفتگو کا رخ بدل کر تبلیغ شروع فرمادیا کرتے۔ جوانی کے زمانہ میں جیل آئی تو والد صاحب، والدہ صاحبہ اور بھائی صاحب داغ مفارقت دے گئے۔ دیدار نصیب نہ ہوا۔ جنازہ میں شرکت نہ ہو سکی اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارنے کی حسرت دل میں رہی۔ بڑھاپے میں جیل آملی تو پھر وہی آزمائش لوٹ آئی اور عزیز واقارب میں واحد ہستی ہمیشہ صاحبہ کی تھی جنہوں نے داغ مفارقت دے دیا۔

اسارت کے دور میں اپنی کسی سہولت کی کوشش نہیں فرمائی چند سال پہلے سے کمزوری کی وجہ سے چوکی کے بغیر وضو دشوار تھا مگر جیل میں آپ نے اس کا تذکرہ تک نہیں فرمایا۔ گھر میں سختی سے منع فرمادیا کہ میری ضمانت کی سفارش کے لئے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ پیرانہ سالی کی وجہ سے آپ کی مشکلات دیکھ کر جی کڑھتا مگر کسی سہولت کی سفارش کی اجازت ہی نہ تھی۔ جیل سے ہسپتال روانگی کے وقت ساتھیوں کی عجیب حالت تھی مشکلات سے چھٹکارا پانے پر جہاں دل پر سکون ہوا وہیں آپ کی جدائی کے صدمے کی وجہ سے احباب غمزدہ بھی تھے۔ آپ کی معیت میں عجیب طرح کا سکون حاصل تھا جس کی کیفیت لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ نغروں کی گونج میں آپ جیل سے روانہ ہوئے۔ رہائی کے بعد آپ کے والائے سکون بچتے رہے۔ ان قیمتی مکتوبات میں سے صرف ایک مکتوب گرامی پیش خدمت ہے۔ جو سزا ہونے پر آپ نے تحریر فرمایا۔ باقی بھی ان شاء اللہ جب کبھی مکتوبات شائع ہوئے تو اس میں قارئین پڑھ سکیں گے.....

اخیار الحسن سلمہ! سلام مسنون

طالب خیر بخیر ہے۔ میں بجائے اظہار و افسوس کے تجھ کو مبارکباد کا خط لکھ رہا ہوں کیونکہ تونج کی زبان سے سزائے موت کا فیصلہ سن کر مطمئن رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بہت بڑا فضل ہے۔

(۲) یہ قید و بند بظاہر مصیبت ہوتی ہے لیکن اگر صبر اختیار کیا جائے تو نتیجتاً رجت بن جاتی ہے۔ جتنی عبادت کی توفیق تجھ کو جیل کی کوٹھری میں مل رہی ہے۔ وہ جیل سے باہر کی آزادی میں مشکل تھی۔ اصل نعمت قلبی اطمینان ہے۔ جو بفضلہ تعالیٰ تجھے حاصل ہے۔ اور قلبی اطمینان کا ذریعہ ذکر و عبادت ہے نہ کہ

دولت و اقتدار۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الا بدكر الله تطمنن القلوب۔ قرآن مجید کی تلاوت، درود شریف تسبیحات، وظیفہ یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع، آیت کریمہ لا الہ الا انت سبحانک انی كنت من الظالمین وغیرہ کی پابندی کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین

(۳) تیری والدہ آئی ہوئی ہیں وہ بھی ماشاء اللہ مطمئن ہیں اور تیری ملاقات کی خواہش ترک کر دی ہے۔ فضیل حسن سلمہ بھی ٹھیک ہے۔

(۴) کل ہائی کورٹ میں ہمارے اسیر 19 احباب کی ضمانتوں کی تاریخ تھی جج نے تیرے سیت سب کے کیس کی تاریخ 26 اپریل مقرر کر دی ہے۔ چوہدری محمد اقبال صاحب ایڈووکیٹ^۱ نے پہلے بھی بہت زیادہ مخلصانہ محنت سے مقدمہ کی پیروی کی ہے اور اب بھی پوری تیاری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے تجھے حافظ عبدالوحید صاحب خفی سلمہ اور دوسرے احباب کو مکمل رہائی نصیب فرمائیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

جناب حافظ محمد طیب صاحب لاہور والے پینٹے محرم کولاہور میں وفات پا گئے ہیں۔

انا لله وانا الیہ راجعون۔

حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور جنت الفردوس نصیب ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ
(زائد)

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد چکوال

۱۹/اپریل ۲۰۰۳ء

۱ جناب چوہدری محمد اقبال صاحب پریم کورٹ کے منجھے ہوئے اور تجربہ کار وکیل ہیں۔ حضرت قائد اہل سنت کے ساتھ پرانے عقیدت و محبت کے لحقات تھے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ آپ پر احسان فرمایا اور آجنگاہ کو دعاؤں اور محبتوں سے نوازا۔ چوہدری صاحب نے بھی ہمیشہ تمام کیسوں میں بے لوث خدمات سر انجام دیں۔ گویا آپ ان اجوی الا علی اللہ ضابطہ قرآنی کے پیش نظر حق تعالیٰ کی رضا کے ہی طالب رہے۔ خدا تعالیٰ آپ کی ان خدمات کو کثرت ثواب بخشے۔ صحت و سلامتی، ممانیت و خوشیوں نصیب فرمائیں۔ چوہدری صاحب بجا طور پر ہم خدام کی طرف سے خراج تحسین و شکر کے مستحق ہیں۔

چند جھلکیاں گھریلو زندگی کی

خاندان کے بزرگوں سے لے کر نو مولود بچوں کو اپنی شفقتوں سے اس طرح میرا ب کرتے کہ ہر شخص یہ گمان کرتا گویا سب سے زیادہ پیار مجھ ہی سے ہے اور یہ حقیقت ہے مبالغہ نہیں۔ تبلیغی اداروں یا حرمین شریفین کے سفر اپنے خطوط میں تمام عزیز واقارب کا فرد افراد تذکرہ ہوتا ملائت ہو یا صحت خاندان کا کوئی بھی شخص ملاقات کے لئے آتا تو چھوٹے بڑے سب کا حال دریافت فرماتے حتیٰ کہ آخری ایام میں بولنا بھی مشکل تھا (بقول ڈاکٹر صاحب حضرت کے پیچھے ہڑے ہا اکل قسم ہیں صرف روحانیت پر ہی حضرت زندہ رہ رہے ہیں) تمام افراد سے ان کے مشاغل تک پوچھتے.....

جس کے طفیل اس کو ملا قلب مطمئن

یارب مجھے عطاء ہو اسی درد کی کرن

بے انتہا مصروف زندگی میں اپنے گھر آنے والے مہمان کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ ہر شہری دیہاتی کو اس کے حراج کے مطابق کھانا بھجوا دیا جاتا۔ مہمان نوازی ان دونوں صفات سے مزین تھی سخاوت، فضول خرچی سے اجتناب، گھر کے افراد کی مہمان نوازی پر توجہ سے بہت زیادہ سرور ہوتے۔ فرماتے آنے والے مہمان پٹھان یا دیہات کے جفاکش لوگ ہوں تو ہر شخص کے لئے پانچ روٹیوں سے کم نہ رکھنا۔ غرضیکہ مہمان کون آیا؟ کیا کھلایا پلایا؟ کدہ، سلایا؟ کوئی چیز بھی تو آپ کے گمان و خیال سے نکل نہ پاتی۔ مہمانوں کو درخت سے کھاتے ہوئے دیکھتے تو دیر تک سرور رہتے۔ مہمان نوازی کی صفت اتنی غالب تھی کہ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہزاروں کے حساب سے مقروض ہیں مگر اس کے باوجود مہمان نوازی کی جو روئین موجود تھی وہ جاری رہتی کبھی کسی کے ہاں بغیر اطلاع دیئے نہ جاتے۔ چاہے کتنی ہی بے تکلفی کیوں نہ ہو پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال ہوتا کہ میزبان کے آرام یا کھانے کا ٹائم نہ ہو۔ ان کی حیات مبارکہ میں ہم نے انہیں اس اصول سے ہٹ کر چلتے نہیں دیکھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کے پاس اکثر معتقدین بغیر بتائے اچانک تشریف لاتے تو یہ بات طبیعت پر بہت گراں گزرتی خصوصاً ایسے ٹائم جبکہ آپ کسی اہم تصنیفی سلسلے میں مصروف ہوں مگر قربان جاؤں ان اداؤں پر کہ جوں ہی مہمان سامنے آیا یکدم ساری گرانی دور ہوگی گویا کوئی بار تھا ہی نہیں۔

کسی جگہ خطاب کے لئے جانا ہے ٹائم کم ہے تو ایسے وقت بعض مرتبہ کسی کام کی تاخیر پر ڈانٹ بھی

دیتے مگر اپنے کسی ذاتی کام کی بنا پر کسی کو مایوس کرنا شیوہ نہ تھا۔ کسی سائل کے سوال کو رد نہ کرنا آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ نرم مزاج کی وجہ سے اکثر خواتین بے دھڑک سوال کرتیں۔ خواتین ہر بار نئی داستان سناتیں جسے سن کر گھر کے افراد کو خیال ہوتا کہ ہر بار نئی داستان تراشتی ہے مگر حسن ظن کا یہ عالم تھا کہ اس کے بارے میں فرماتے کہ مگنی نہیں بننا چاہتی۔ غرضیکہ دور دراز تک کسی کو علم نہیں تھا کہ غربا میں سے کس کے لئے کتنا مقرر ہے آخری چند سالوں میں بیماری کی شدت کی وجہ سے گھر کے افراد سے دلوانا شروع کیا تو اس کا علم ہو سکا۔

ادب کا یہ عالم تھا کہ جب اپنے شیخ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خطاب کی کیسٹ سنتے تو تکیے سے ہٹ کر بیٹھے پوری تقریر میں اس طرح بیٹھے خواہ کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو۔ اور اس وقت اتنی ہیبت طاری ہوتی کہ کسی دوسرے کو بھی بولنے کی جرأت نہ ہوتی۔

دینی کتب کے ادب کا یہ حال تھا کہ کسی بھی کتاب پر کسی چیز کو رکھ دیکھتے تو سخت ناراض ہوتے۔ کتب کیا رسائل بھی ترتیب سے رکھتے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے اسم گرامی سے منسوب چیز سب سے اوپر پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی اس طرح درجہ بدرجہ ترتیب رہتی اور حیرت تو اس وقت ہوتی کہ انتہائی کم نام ہے جلدی ہے کوئی بھی عذر کوئی مجبوری آپ کو ترتیب سے نہ روکتی۔

کاغذ کی بے ادبی بھی برداشت نہ فرماتے۔ فرمایا کرتے کاغذ لکھا ہوا ہو یا سادہ کبھی بے ادبی نہیں ہونی چاہیے۔ اس پر اپنے شیخ کا قول بیان فرماتے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ کاغذ ذریعہ علم ہے۔ اسی طرح رزق کا اتنا ادب تھا کہ کھانے کے برتن کو اس طرح صاف فرماتے کہ گویا برتن دھلا ہوا ہے بعض اوقات چکنائی وغیرہ رہ جاتی تو اس میں چائے یا پانی لیتے تاکہ برتن صحیح صاف ہو جائے۔

عام طور پر استعمال شدہ برتن کے لئے گندے برتن کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے مگر آپ فرماتے کہ چونکہ برتن رزق کے لئے استعمال ہوتے ہیں اس لئے گندہ برتن کہنا ٹھیک نہیں بلکہ اس کے بجائے یوں کہا جائے کہ یہ برتن صاف نہیں ہے۔ پیالی سے چائے ٹرے میں گر جائے تو اسے بھی ضرور نکال کر پیتے۔ کبھی کبھار چائے میں بسکٹ بھگو دیتے تو چائے کے کپ کو انگلی سے صاف فرماتے۔ انگلیاں چائے کی سنت بھی ہمیشہ ادا فرماتے دیکھا گیا۔ کھانے میں نقص نکالنے کی تو مہنجائش ہی نہ تھی۔

جیسا بھی مل جاتا بخوشی تناول فرماتے بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ پہلے چکھنے کا نام نہ ملا بعد (کدو توری وغیرہ کبھی کدوی کھل آتی ہیں اس لئے عموماً چکھ کر پکایا جاتا ہے) میں دیکھا گیا تو چیز کا ذائقہ خراب نکلا مگر تذکرہ تک نہ فرماتے۔ سنت سے اس قدر محبت تھی کہ جب بھی کدو پکایا جاتا تو بڑی خوشی سے

فرماتے کہ کدو تو میں شوق سے کھاتا ہوں۔ یہ جملہ اتنا شیریں ہوتا ہے کہ سننے والے کے دل میں بھی محبت ڈال دیتا ہے۔

ہمیشہ سادہ غذا استعمال فرمائی اور بالکل معمولی مقدار میں۔ دو چیزیں اکٹھی ہوتیں تو ایک وقت ایک کے استعمال کی سنت ادا ہوتی زندگی بھر دو ٹائم کھانے کا معمول رہا اور اس کا بھی یہ حال تھا کہ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ کھانا کھائے ہوئے بارہ یا چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں کھانا سامنے رکھا ہی گیا تو مہمانوں کی آمد کی اطلاع مل گئی۔ فوراً کھانا واپس فرما دیا اور تسلی سے مہمانوں سے فارغ ہونے کے بعد پھر تناول فرمایا۔ ایسی ملاقاتیں کبھی خاصی طویل یعنی پانچ چھ گھنٹے کی بھی ہو جاتیں۔ اس طرح تصنیفی سلسلے میں مشغولیت ہوتی تو اکثر ہی ایسا ہو جاتا کہ کام مکمل کرنے کی فکر میں ڈیڑھ دو دن بھی بغیر کھائے گزر جاتے مگر حبال ہے مرد مجاہد کے چہرے سے بھی ظاہر ہو جائے، کسی معمولی چیز کو بھی حقیر نہ سمجھتے حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے شاپر داؤں کی ڈبیاں وغیرہ بھی ہر ممکن کام میں لانے کی کوشش فرماتے۔ اکثر تحریروں میں زائد کاغذ ہوتا ہے ہمیشہ زائد کاغذ کو اتار کر الگ رکھتے اور استعمال میں لاتے۔ انتہائی معروف زندگی میں بھی معمولات جاری رہتے تو دیکھ کر اس بات کا احساس ہوتا کہ واقعتاً اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا انہی لوگوں کا حصہ ہے۔ روزمرہ کے معمولات میں ہزاروں مرتبہ ایسے کلمہ شکر سننے کو ملتے کہ یہ اللہ کا خصوصی فضل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص مدد ہوئی بڑے معاملات تو دور کی بات اتنے چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی اس طرح شکر ادا فرماتے کہ حیرت ہوتی کبھی کوئی بات ایسی نہ ملتی جس میں اپنی ذات کا معمولی سا کمال بھی ظاہر ہو ہر معاملہ ہر بات اللہ کے فضل کی طرف منسوب تھی۔ قرآن پاک کی تلاوت کے متعلق ثانی جی چھینٹا بتایا کرتی تھیں کہ صحت کے دور میں تلاوت قرآن پاک کا ناغہ نہ ہوتا۔ آپ آیت کو چار پانچ سے آٹھ دس مرتبہ تک دہراتے ایک رکوع کی تلاوت میں ایک گھنٹہ صرف ہو جاتا۔

تبلیغی اسفار کے سلسلے میں سلاٹوالی ضلع سرگودھا جانے کا اتفاق ہوتا تو حکیم شریف الدین صاحب مرحوم (کرنالی) کے ہاں ٹھہرتے ایک مرتبہ انہوں نے چھوٹی بچی سے تلاوت سنوائی تو بہت زیادہ خوش ہوئے۔ بہت ہی زیادہ اور تعجب سے فرمایا کہ خواتین میں بھی قرأت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس وقت ان علاقوں میں قرآن پاک کی تعلیم خواتین کو دی جاتی تھی اور آپ کی والدہ محترمہ اور ہمیشہ کے ہاں یہ معمول جاری تھا مگر قرأت سے نہیں تو وہاں سے واپس گھر تشریف لائے تو بچی کی تلاوت کا قصہ سب کو سنایا اور پھر گھر کی خواتین سے کہا کہ وہاں سے مغلہ لائی جائے۔ پھر قاری شرافت اللہ صاحب کی والدہ محترمہ جو کہ

میری نانی جی کی ہمیشہ ہیں انہیں بطور معلمہ لایا گیا اور کچھ عرصہ انہوں نے تدریس کے فرائض انجام دیئے پھر یہ سوچا کہ مستقل مدرسہ قائم ہونا چاہیے اور گھر کا کوئی فرد ہوتا کہ مستقل کام چل سکے اسی سوچ کے نتیجے میں میری نانی جی سے رشتہ قائم ہوا اور اس طرح تعلیم النساء معرض وجود میں آ گیا۔ رفتہ رفتہ تعلیم النساء میں ترقی ہوتی ہو گئی۔ تعلیم النساء کی ترقی سے بہت خوش ہوتے اور اکثر جلسوں میں بھی اس کا تذکرہ فرماتے۔ تعلیم النساء کا تذکرہ آتا تو نانی جی کی محنتیں اور خوبیاں بیان فرماتے۔ کہ یہ ترقی انہی کی مرہون منت ہے۔ جب یہ ادارہ قائم ہوا تو انتہائی مشکلات کا زمانہ تھا مگر انہوں نے ہر طرح کی تکالیف برداشت فرما کر گویا کہ خون جگر سے اسے سیراب کیا۔ نانی جی بھی اتنی باکمال شخصیت تھیں کہ جو نانا جی بچھنے نے ایک مرتبہ کہہ دیا وہ ان کے نزدیک پتھر پر لکیر تھا۔ ہمیشہ اپنے بچوں کو یہی نصیحت فرمائیں۔ جو تمہارے ابا جی بچھنے کا خیال ہے وہی صحیح ہے۔ ان کے دل میں جتنا ادب تھا کسی میں نہیں دیکھا گیا ان کے لئے ساری دنیا ایک طرف حضرت بچھنے کی بات ایک طرف تھی۔

چھوٹی چھوٹی بچیوں سے تلاوت سنتے تو بہت سرور ہوتے۔ اپنے خاندان کے کسی بچے کے پڑھنے کا پتہ چلتا تو ملاقات پر ضرور رکوع سنتے۔ اخیر عمر میں ریڈیو کے صوت القرآن چینل سے قرآن پاک سنوایا گیا تو اس کی تفصیل پوچھی تو بہت زیادہ خوش ہوئے اور بار بار فرمایا یہ خوب ہے یہ خوب ہے۔ آپ قرآن سننے سے تھکتے نہ تھے۔ تراویح یا نوافل میں خلاؤں میں سے کسی کو قرآن پاک پڑھتے ہوئے سنتے تو خوشی سے آپ کی آنکھوں کی چمک دیدنی ہوتی۔ اختتامِ مضان المبارک پر سب سے پوچھتے کہ کتنا قرآن پاک پڑھا ہے؟ مکمل کرنے پر انعام سے نوازتے.....

تو ہم سے سینکڑوں پردوں میں چھپ کر چھپ نہیں سکتا
ترے جلوے ہماری آنکھوں سے مستور کیا ہوں گے؟

حصولِ علم کے لئے دور دراز سے آنے والے طلبہ و طالبات کا اتنا خیال رکھتے کہ تعجب ہوتا تھا۔ طلبہ طالبات پر خصوصی شفقت کی وجہ سے اکثریت بلا جھجک سوال کرتی گویا کہ والدین سے سوال کر رہے ہیں۔ بعض اوقات کسی کے ذریعہ علم ہو جاتا کہ سائل ضرورت مند نہیں عادی ہے پھر بھی رعایت فرماتے درجہ حفظ اور کتابی طلبہ کا ماہانہ وظیفہ جامعہ کی طرف سے مقرر ہے۔ کتابی طلبہ فی کس -150 روپے اور حفظ کے طلبہ کے لئے فی کس 25 روپے۔ بعض اوقات ناظم صاحب مل وغیرہ پہلے بھیج دیتے اور طلبہ کی فہرست دیر سے آتی تو بہت کڑھتے۔ مدرسہ مقروض ہے بلوں کی ادائیگی کے لئے رقم نہیں مگر جوں ہی کچھ

رقم کا انتظام ہوتا آپ پہلے وقفہ کی ادائیگی کی کوشش فرماتے۔

علاوہ ازیں اپنے پاس سے جن کی اعانت فرماتے اس کا کوئی حساب نہیں تھا۔ عید الفطر ہو یا عید الاضحیٰ نماز سے فراغت کے بعد اپنے بچوں پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کے ساتھ جامعہ کے طلبہ و طالبات کو بھی عیدی دینے کا دستور تھا اگر احباب کی طرف سے ہدیہ فروٹ مثالی وغیرہ کوئی چیز آتی تو لانے والے چھوٹے بچوں کو فوراً دیتے یا تاکید فرماتے کہ اس کو بھی ضرور دینا۔ دور دراز سے آنے والی طالبات کے متعلق گاہے بگاہے پوچھتے رہتے فلاں کا کیا حال ہے زیادہ پریشان تو نہیں.....

تیرے جلوے دیکھتے ہیں تجھ کو پا نہیں سکتے

سب پریشان ہو رہے ہیں چار سو میری طرح

اتباع سنت تو آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ ہماری نشست و برخاست پر گہری نظر ہوتی۔ ادھر قدم سنت کے خلاف اٹھا ادھر شفقت سے لبریز تنبیہ آتی۔ ایک صفت خاص جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی وہ یہ کہ کوئی بندہ جتنا بھی پریشان حال ہو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو لمحوں میں پر سکون ہو جاتا شدید پریشانی میں آپ کی مسکراہٹ دل کی کایا پلٹ دیتی۔ جو لوگ خدمت میں حاضر نہ ہو سکتے وہ فون پر اپنی پریشانی کا تذکرہ کرتے یا صرف فون پر آواز ہی سن لیتے تو پر سکون ہو جاتے گویا کہ پریشانی تھی ہی نہیں۔ کمرے میں داخل ہوتے تو استقبالہ مسکراہٹ موجود ہوتی اور یہ اس وقت غائب ہوتی جب آپ شدید تکلیف میں ہوتے۔ اسی سنے آپ کی تکلیف کا اندازہ ہوتا پھر بھی جب سب کو ارد گرد فکر مند دیکھتے تو زبردستی مسکرا دیتے۔

انکساری کا یہ عالم تھا کہ اس پیرانہ سالی اور نقاہت میں بھی اپنے کام حتی الامکان خود کرنے کی کوشش فرماتے اگر کوئی بڑھ کر باصرار خدمت کرنا چاہے تو منع فرما دیتے۔ بالکل آخر میں انتہائی مجبور ہو کر گھر کے افراد کے شدید اصرار پر میرے چھوٹے خالوجی حافظ زاہد حسین صاحب رشیدی سے چند دن خدمت لی۔ ایک گروہ ہونے کی وجہ سے قضائے حاجت میں آپ کو پورا پورا اگھنہ لگ جاتا مگر ہمیشہ نماز کے لئے بے حد مشقت اٹھائی ایک نماز کے دوران دو تین بار وضو کرنا پڑتا مگر مجال ہے کبھی اس مشقت میں کمی رہ جائے یا کوئی ہلکا سا جملہ بھی زبان پر آئے۔

رمضان المبارک کی اکثر راتیں بیداری میں گزرتیں۔ دعائیں بہت زیادہ روتے۔ خصوصاً آخری چند سالوں میں تو دعا میں رونادیکھنے والے سے برداشت نہ ہوتا۔ تراویح کی وجہ سے وضو میں بہت زیادہ

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَكُونَا لَهُ شَاكِرِينَ﴾ ﴿وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَكُونَا لَهُ شَاكِرِينَ﴾

سبقت ہوتی بعض اوقات نام دیکھا گیا تو اذیت ہونے دو کھٹے بیت اللہ میں لگ جاتے۔ یعنی ایک رات کی نزاع میں دو تین مرتبہ وضو کیا جائے تو کتنا نام لگے گا۔ اس کے باوجود کبھی نماز کا تذکرہ آجائے تو بڑے دکھ سے فرماتے کہ میری کیا نماز ہے؟ عشاء دیکھا تھا تہہ پڑھنے کی مادہ تھی شدید بیماری کی حالت میں بھی بعض اوقات دیکھا گیا کیا تو عشاء کے ساتھ تہہ پڑھتے ہوئے پایا گیا۔

مستقل پاس رہنے والوں کو بیماری میں خصوصی طور پر اندازہ ہوتا کہ صرف روحانیت پر مہل رہے ہیں۔ آخری رمضان میں بھی کئی مرتبہ شدید بیمار ہوئے۔ صرف پانی پی کر ہی روزہ رکھنا پڑا اب بھی روزہ نہ چھوڑا۔

رمضان میں درس کے بیان یا جمعہ کے بعد تشریف لاتے تو زبان ٹٹک ہوتی بولنے کی ہمت بالکل نہ ہوتی آخر میں جب مجبوراً روزے چھوڑنے پڑے تو بھی رمضان کا پورا احترام فرماتے کسی کے سامنے بالکل کچھ نہ کھاتے جہاں تک ہو سکے یہ کوشش فرماتے کہ کسی کے سامنے چیز ہوانی بھی نہ پڑے۔

اپنی ذات پر ہمیشہ مشقت ڈالے رکھی اسی خیال سے کہ کوئی مشکل آئے تو گراں نہ ہو۔ اپنی اسیری کے واقعات بیان فرما کر نو جوانوں کو خصوصیت سے فرماتے کہ انسان عادت ڈال لے تو کوئی مشکل نہیں ہوتی۔ ساری زندگی گرمی سردی برداشت کرنے کی کوشش فرمائی۔ گرمی میں سب سے آخری پیئڈ پر پٹکا چلا اور وہ اس طرح کہ پر پٹے نظر آتے۔ جب ڈاکٹر نے اے۔ سی اور ایگزاسٹ چلانے پر شدید اصرار کیا تو اکثر ایسا کرتے کہ ڈاکٹر کے آنے کے نام پر نفل پٹکا اور اے۔ سی چلا دیتے بعد میں پھر اپنی مرضی کے مطابق کام چلا۔

فرمایا کہ یہ دل ہی نفس ہے اس کو توڑنا چاہیے۔ ایک خاتون نے سوال کیا کہ نو جوانوں کو تاریخی ناول پڑھنے کی اجازت دینی چاہیے۔ چونکہ ناول میں دلچسپی ہوتی ہے اور تاریخ سے بھی آگاہی ہو سکتی ہے تو فرمایا کہ جس چیز میں نفس کا دل لگے وہ منع ہے.....

دعا ہے کہ حق تعالیٰ نانا جی پھیلو کے درجہات بلند فرمائیں اور ہمیں آپ کی جدائی پر صبر و حوصلہ نصیب فرمائیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

بابا جی بھٹو کا بچوں سے پیار

بھٹو قاضی طاہر حسین جرار

میرے دادا جی نے بہان اہل سنت و ظہر شریعت و طریقت و کیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ انہیں ام خاتون کے بھوئے بڑے بابا جی کہا کرتے تھے۔ اپنی امنست شفقتیں اور محبتیں پہنچاتے ہوئے ام سے ہوا ہو گئے ہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اس موقع پر "اک غصہ سارے شہر کو ہران کر گیا" کا جملہ رکی اور روایتی سا لگتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ بھٹو کی ہدائی سے ہماری تو ہدائی اجڑ گئی ہے..... آہ.....

اک بار کا رونا ہو تو رو کے مبرا آئے
ہر بار کے رونے کو کہاں سے بھر آئے

مید کے دن یتیم اور پرانندہ حال بچے کو اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس لے جا کر اچھے کپڑوں اور کھلانے پلانے کی تلقین کرنا، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لیے خطبہ و منبر چھوڑنا اور ان جنتی نو اسوں کی سواری ہٹا جیسے سیکڑوں واقعات آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک کا حصہ ہیں۔ جن کا علیٰ موندہ ام نے بابا جی بھٹو میں دیکھا۔

بابا جی بھٹو جہاں ہر وقت بڑوں کو مشن و مسلک کی تلقین میں نظر آئے تو وہیں گھر کے بچوں کو بھی اس وقت سے جب وہ ٹھیک طرح سے بول بھی نہ پاتے تھے نعرہ حق چار پاڑ لگواتے دیکھے جاتے۔ راقم کو ابھی طرح یاد ہے کہ مجھے پاس بٹھا کر تلپیس پڑھواتے۔ صحابہ کرام کی شان میں نظم سنا کر بابا جی بھٹو سے شفقتیں و محبتیں لوٹی اس وقت معمول زندگی ہوتا تھا۔

بابا جی بھٹو بچوں کی ڈانٹ ڈپٹ کے بہت سخت خلاف تھے۔ خصوصاً جب پتا چلتا کہ بچوں کو مارا گیا ہے تو بہت سخت ناراض ہوتے۔ فرماتے "بچے تو پھول ہوتے ہیں" مدنی مسجد سے حفظ کے قراء حضرات کو

وہ خدای احسن وہ معزز بھی قاری
اٹھاتے ہیں اس کو جو لگتی ہے پیاری

کرے بیرونی امہات النساء کی
بنے حافظہ وہ کتاب خدا کی

۳) مولانا حافظ رشید احمد صاحب الحسینی کے بیٹے کے لیے

خالد احمد پیارا ہوگا عالم ذی وقار
ہوگا اس کے دل کی زینت جذبہ حق چارپار

ہوگا خالد اطہر و ازہر کا ساتھ ہادفا
اور انس مانی بھی ہوگا ان کا ساتھی راہنما

مولانا الیاس جو خالد کے دادا جان تھے
عالم ذیشان اور سب گھر کے پیشی بان تھے

خالد جرنیل سیف اللہ لقب جن کو ملا
ان کی نسبت سے ہی رکھا نام ہے خالد تیرا

ذکر اسم ذات بھی کرتا رہے تو صبح و شام
 شیخ بدی کے تو سل سے رہے تو شاد کام

محترم قارئین! خلاصہ یہ ہے کہ باباجی یحییٰ محبت و شفقت کا پیکر تھے۔ اخلاص و وفا کا مجموعہ تھے۔ خدا تعالیٰ ہمارے باباجی یحییٰ کے درجات عالیہ بلند فرمائیں اور ہم سمیت تمام خدام کو ان کے نقشبند قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین۔



دی تو تھا جو گمنوں سستی اور سرور کے عالم میں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی کیا کرتا تو عشاق جھوم جھوم جاتے، پہروں کیف و سرور کی دنیا میں گمن ہو کر اصحاب محمد رضی اللہ عنہ اور نجوم ہدایت کی شان بیان کرتا تو دل بے تاب و بے قرار ہو کر وجد میں آنے لگتے، اولیائے کرام اور اکابرین علمائے دیوبند کی شان میں جب وہ از خود فطرت کے عالم میں قصیدے پڑتا تو اذہان و قلوب ان کے ذکر کی تجلیوں سے مسحور و منور ہو جاتے، ان گنت خوبیوں والا، پتھر کے جگر والا، سمندر کے دل والا وہ انسان آج ہم سے بہت دور چلا گیا ہے جہاں اس کی اور ہم سب کی مائیں امی عائشہ رضی اللہ عنہا و حفصہ رضی اللہ عنہا، اس کے پیارے نبی محمد رضی اللہ عنہ، نبی کے چار یار رضی اللہ عنہ، گلشن محمد کے تمام پھول اور آسمان ہدایت کے درخشندہ ستارے اس کے انتظار میں ہیں کہ اس نے اپنی تمام زندگی انہی شخصیات پر قربان کی اور اپنا خون جگر انہیں ہستیوں کی عظمت پر جلایا ہے اور وہ ہمیں پکار پکار کر اپنے مشن کو یاد رکھنے کی تلقین کر رہا ہے.....

یاد رکھو تو دل کے پاس ہیں ہم

بھول جاؤ تو فاصلے ہیں بہت

انہی کی یاد میری زندگی ہے

میں اسی گھر میں پیدا ہوا، پلا، بڑھا، زندگی کے بہت سے نشیب و فراز اور بے شمار ماہ و سال اسی گھر کے آگن میں گزارے، میں اس گھر کا راز دان تھا، ناناجی محترم رضی اللہ عنہ کی ایک ایک ادائیں میری نظروں کے سامنے تھیں، ان کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، رہن سہن، طرز معاشرت اور طریق عبادت میری آنکھوں کے سامنے کھلی کتاب کی طرح دا تھا مگر میں نے آپ کے منہ سے کبھی لغو بات نہیں سنی، نماز اور فرائض کو چھوڑنے کا تو ذکر ہی فضول ہے، آپ نے سنن و مستحبات اور ذکر الہی میں ادنیٰ کو تا ہی روانہ رکھتے تھے، پرائے بھی، خویش بھی، غیر بھی، جان نچھاور کرنے والے بھی، جانی دشمن بھی مگر محمد عربی رضی اللہ عنہ کے اس سچے نام لیوا اور اصحاب نبوت کے اس سچے شیدائی نے اپنا سحاب کرم ہر ایک پر برسایا، چہرے پر کھلنے والی معصوم مسکراہٹ کسی بھی دل کو موہ لینے کی پوری صلاحیت رکھتی تھی، ہر ہر ادا اور ہر ہر انداز نبی اکرم رضی اللہ عنہ کی سنت کے مطابق رکھنے کا شوق اور ولولہ تھا، بے خود ہو کر نہ ہنستے بلکہ صرف مسکراتے تھے لیکن یہ مسکراہٹ روح نیک کو مسکرانے پر مجبور کر دیتی تھی اور جسم کا انگ انگ خوشی اور فرحت سے بھر جایا کرتے تھے، اپنی ذات کی وجہ سے کسی پر کبھی غصہ نہ آتا، کوئی گالی دے، برا بھلا کہے تو صرف مسکرا کر خاموش ہو جاتے مگر

دین کے معاملے میں جب کوئی قطع و برید کی کوشش کرتا تو ان کا غیض و غضب دیدنی ہوتا، چہرے سے جلال کے آثار ہوید اہوتے اور دین کی حفاظت کے لیے سر یکف میدان عمل میں اتر جاتے، ساری زندگی مجاہدانہ، سرفروشانہ، باطل کے طوفانوں سے کھیلنے گزاری، زندگی کے دس سال سنت یوسنی اور شعب ابی طالب کی یاد تازہ کرتے ہوئے زنداں کی سلاخوں کی نذر کر دیئے، کم اور سادہ غذا کھانا، موناکھدر کا لباس ہر موسم میں پہننا، قیض اور تنعم سے دور بھاگنا اور درویشانہ اور قلندرانہ زندگی بسر کرنا آپ ہی کا خاصہ تھا، پچھے اور بیڑ کے استعمال سے حتی الامکان پرہیز کیا کرتے تھے، ان چیزوں کو حرام سمجھتے نہ تاجائز بلکہ صرف عیش پرستی سے بچنے اور مجاہدے کا شوق ہی طبیعت کو مشقت برداشت کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ مجھے ہر ملاقات میں ورزش کی ترغیب دیتے اور اپنے ورزش کے واقعات سناتے، اس کے داؤبچ اور اسرار و رموز سے آگاہ کرتے، بچوں کے ساتھ خصوصی پیار و محبت تھا، ہر بچے کو اس کے ذوق و شوق کے مطابق تحفہ اور انعام دینے کا معمول تھا، بہت چھوٹے بچوں کو گود میں بٹھا کر چاشنی بھرے لہجے میں اللہ اللہ کا ورد کرتے، بچہ بھی اپنے پیارے نانا کو دیکھ کر اللہ اللہ کہنے لگتا اور اس طرح بچپن میں ہی اس کے کان ذکر الہی کی شیرینی سے مانوس ہو جاتے، بچپن میں مجھے گود میں بٹھا کر یہ شعر کہتے.....

میں ہوں خدای صحابہؓ پر ہے میری جاں نثار

میں لگاتا ہی رہوں گا نعرہ حق چار یاڑ

اور جب میں اپنی تو کلی زبان سے یہ شعر پڑھتا تو مسرت و شادمانی سے کھل اٹھتے اور خوشی سے چہرہ تھمنے لگتا، مجھے انہوں نے خدای تخلص سے موسوم کیا اور مجھے ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتے، اب میں اپنے ناناجی کی ان اداؤں کو یاد کرتا ہوں تو دل سے ہوک اٹھتی ہے۔

جو لمحے تیری صحبت میں گزارے

انہی کی یاد میری زندگی ہے

آہ! تیری کس کس ادا کو یاد کروں؟

کسی کوزے میں اگر دریا بند تھا، کسی قطرے میں اگر سمندر مقید تھا تو وہ ناناجی کا ہی سینہ تھا جو بلاشبہ لاکھوں علوم و معارف اور انوار و تجلیات کا سفینہ تھا، انہی کوزہ نگاری گزارنے کا صحیح سلیقہ اور قرینہ تھا بلاشبہ آپ کی ذات ایک انمول عینہ تھا، حضرت بیک وقت ایک بلند پایہ عالم، متشرع عامل، باکمال صوفی، بلند ہمت

مجاہد، پر جوش مبلغ اور اہل سنت کے قلم کے زور پر دندان شکن دہاں دوز جواب دے کر خاموش ہونے پر مجبور کر دیا اور علامہ مدنی جیسے ہر شیخ مدنی جیسے کی شاگردی کا حق ادا کر دیا، شریعت پر عامل ایسے کہ رسول رحمت ﷺ کی ادنیٰ سی ادنیٰ سنت پر عمل کرتا بھی آپ کے آئین زندگی میں فرض قرار پاتا حتیٰ کہ جب میری چھوٹی خالہ کی شادی کا مرحلہ پیش آیا تو نانا جی نے دنیاوی نام و نمود اور رسم و رواج کو فروغ دینے کی بجائے سنت مدنی ﷺ کے مطابق بہت سادگی سے شادی کی، نہ چیز کا جھنجھٹ، نہ بارات کا شور شرابا، صرف اپنے بہت سی قریبی چند گئے چنے رشتہ داروں کے علاوہ نکاح سے پہلے کسی کو کالوں کان خبر نہ ہوئی حتیٰ کہ ہراز، رتھاء اور سر و حضر کے ساتھی بھی اس بات سے آگاہ نہ ہو سکے اور عین نکاح کے وقت باخبر ہوئے کہ حضرت کی بیٹی کی آج شادی ہے، یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں بڑے بڑے دعویداروں کے دعوے لرزہ بر اندام ہو جاتے ہیں اور راہ سنت پر چلنے والوں کے قدم ڈگمگاتے ہیں، دعوؤں کے بلند بالا ہوائی مجلات خاندانی دباؤ کے گرز تلے آ کر منہدم ہو جاتے ہیں مگر یہ مرد قلندر یہاں بھی ثابت قدم رہا۔

صوفی باصفا ایسے کہ مدنی محارف کے سمندر چہ حاکمے، عثمانی علوم کی نہریں پی گئے، انسانی معارف اور فیوضات کی گھاؤں اور دھواں دار بادلوں کو چس لیا مگر بے اختیار نہ ہوئے۔ دعویٰ نہ کیا، سلیات نہ ستائیں، استقامت سے نہ بنے، شریعت کو نہ چھوڑا، دل ایسا جس کی وسعت سات سمندروں سے کہیں زیادہ تھی، اکالم سب سے اس کے ایک زاویے میں اپنا پتہ نہ بتا سکتی تھیں، معرفت الہی کے در پہنچے ان پر وا ہوئے، طریقت کے خوش آئند احوال ان پر تکلی ہوئے مگر آواز ادنیٰ لوگوں کو نہ سننے دی، افسوس آن معرفت کا یہ در بند ہو چکا ہے اور اس کی برکات سے ہم محروم رہ گئے ہیں۔۔۔۔۔

چمن اداس ہے گلوں میں رنگ و بو نہیں

بتائیں میں جی کے کیا کروں؟ جو زندگی میں تو نہیں

مجاہد ایسے کہ بڑی سے بڑی جاہر حکومت اپنے فرعونی ظلم اور شہادی تشدد کے باوجود آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکی، بڑے بڑے طوفان اٹھے مگر اس چٹان سے سرخ کروا ہیں پلٹ گئے اور کتنی سی سرکش آنندھیاں آئیں مگر اس بلند و بالا پہاڑ سے جب گرائیں تو شرمندہ ہو کر انہیں واپس جانا پڑا کہ اس کو تہہ ہالیہ کو پہنچا جان کے بس میں نہ تھا۔ مبلغ و داعی ایسے کہ گھنٹوں صرف چند افراد کو سمجھانے کے لیے شان صحابہ بیان کرتے رہتے، ٹھانیں مارتے مجمع کے سامنے خطابت کے جوہر دکھانا یا ہاتھ ہلا کر داد

وصول کرنا ان کا مقصد حیات نہ تھا بلکہ اگر ایک دو افراد بھی علمی تشنگی لے کر ان کے پاس آتے تو وہ گھنٹوں بے ٹکان بولتے اور سمجھانے میں صرف کر دیتے، غرض علم، جہاد، شریعت، طریقت، خودداری، عاجزی، خوش خلقی اور محبت کے خوشنما پھولوں کا وہ حسین گلدستہ تھے۔ جس نے اپنی عطربیزی اور مہک سے اطراف عالم کو معطر کر دیا تھا.....

چند ارمان، چند یادیں، چند صدے، چند غم
کائنات دل انہی کو آج کل پاتا ہوں میں

وہ چلا گیا ہمیں چھوڑ کر

جب ربیع سکوں کے تمام گوشے اس گلدستے کی خوشبو سے معطر اور اس چراغ کی ضیاء پاشیوں سے منور ہونے لگے تو اس نے خاموشی سے رخت سفر باندھ لیا، ہفتے کے روز ہم ملاقات کے لیے چکوال پہنچے تو ناناجی کی ناسازی طبع کا علم ہوا، بمشکل تمام ملاقات کا موقع ملا، جب حاضر ہوا تو دل کو دھچکا سا لگا، ناناجی نقاہت و کمزوری کی آخری سٹیج پر تھے، غودگی کا عالم تھا اور سر جھکا ہوا تھا، میں قریب بیٹھ کر دبائے لگا، جب آنکھ کھلی تو میں آگے بڑھ کر ملا، تمام تر نقاہت کے باوجود آپ نے اسی جانفرا مسکراہٹ سے استقبال کیا جو ہمیشہ میری روح کو سرشار کر جاتی تھی، بیماری کی شدت سے بولنے کا یا رانہ تھا، میری طرف دیکھتے مسکراتے اور آنکھیں بند کر لیتے اور وجود پر کمزوری چھا جاتی، میں باہر آ گیا، اس کے بعد پھر ایک آدھ مختصر ملاقات ہوئی جو ان کی مسکراہٹوں اور میرے بے صبر آنسوؤں سے آگے نہ بڑھ سکی، بولنے کی ہمت ان میں تھی نہ مجھ میں.....

مجھے تو ناز تھا ضبط غم درد محبت پر
بیآنسو آج کیوں بے تاب ہو کر نکلتے ہیں

آخر زندگی کی آخری رات نے اپنی سیاہیوں کی چادر پھیلا دی، ناناجی کی طبیعت ناساز سے ناساز تر ہوتی چلی جا رہی تھی، خدمت اقدس میں چند دنوں سے صرف میرے خالو مولانا زاہد حسین رشیدی ہوتے تھے مگر اس رات میں بھی ان کے ساتھ ناناجی کی خدمت میں چلا گیا، آپ پر بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی مگر میں قربان جاؤں ذرا بھی ہوش میں آتے تو پرسوز آواز میں بڑے مزے سے اللہ جی، اللہ جی کہنا شروع کر دیتے، اف میرے بے تاب آنسو گوشہ چشم سے پھوٹ نکلتے مگر وہاں بندے اور آقا کی راز و نیاز

جاری تھے، ساری رات خدمت میں رہنے اور دوبانے کا موقع ملا، گھر والے روتے اور دھننے پڑھتے رہے اور سحر پونے پانچ بجے نانا جی ہم بے کسوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر راعی جنت ہو گئے، صبح ہوئی تو شور مچا، بچوں نے روناشروع کر دیا مگر انہیں چپ کرانے والا اور صبر دلانے والا جا چکا تھا، لوگ دھمازیں مار رہے تھے مگر ان کے سروں پر دست شفقت رکھنے والا جنت کا باسی بن چکا تھا.....

وہ اک ستارہ جو کتنا روشن تھا کتنا تاباں
جو ظلمتوں میں دیئے جلاتا تھا روشنی کے
وہ آج تاریک ہو گیا ہے چمک کر دمک کر دمک کر

تھوڑی ہی دیر میں ماموں جان قاضی محمد ظہورالحسین صاحب اور قاری جمیل الرحمن صاحب دیگر رفقاء کے ساتھ پہنچ گئے، قاری جمیل الرحمن صاحب، خالوجان پروفیسر عمر صاحب اور محترم ثار معاویہ صاحب کے ساتھ مل کر میں نے بھی غسل میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ بدن مبارک نہ صرف نرم ملائم بلکہ گرم بھی تھا، غسل کے بعد میت کو زنا نہ سخن میں رکھ دیا گیا، عموماً اسے مواقع پر عورتیں بین اور شور مچا کرتی ہیں مگر نانا جی کی تربیت کا اثر تھا کہ دن گیارہ بجے تک عورتوں میں چوں کی آواز بھی نہ آئی، صرف آہیں سسکیاں تھیں جو غم دروں کا پتہ بتا رہی تھیں، باہر ہر شخص ہچکیاں لے رہا تھا، ہر کوئی ایک دوسرے کو تسلیاں دے رہا تھا، کون کس کو دلا رہے؟ سب کا غم یکساں تھا، سب کا دکھ مشترک تھا مگر جب میت باہر لائی گئی تو ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے، لوگ دیوانہ وار میت کی طرف لپکنے لگے، کچھ دیر مدنی مسجد میں رکھے کے بعد جنازہ گاڑی کے دوش پر سوار ہو کر چلا تو فرط غم و الم سے مسجد و مدرسہ کے درو دیوار بھی روتے نظر آئے کہ ان کے سایہ میں سالہا سال شفقتیں بکھیرنے والا، قرآن و سنت کا غلغلہ بلند کرنے والا آج ان سے بچھڑ چلا تھا، وہ جاتا تو پہلے بھی تھا مگر مسجد کے درو دیوار اتنے اداس اور پریشان تو کبھی نہ ہوئے تھے، شاید انہیں بھی علم تھا کہ جانے والا اب کبھی نہ آئے گا، اسے دیکھنے کو آنکھیں ترسیں گی، دل روئیں گے مگر اس سفر پر جانے والا بھر کبھی واپس نہیں آیا کرتا، نڈھال کارکن ہمارے قائد، ہمارے رہبر، قاضی مظہر قاضی مظہر کے نعرے بلند کر رہے تھے مگر ان کا ہر دلعزیز قائد انہیں چھوڑ کر جا چکا تھا، مکانوں کی چھتوں سے پھول برس رہے تھے مگر جانے والا ان پھولوں سے بے نیاز جنت کی خوشبوؤں سے مسحور ہو رہا تھا، اب یہ مسکراہٹیں اور تجلیات کبھی دیکھنے کو نہ ملیں گی، ہر چیز اداس اور ہر شخص پریشان تھا اور میں ان سب چیزوں سے بے نیاز نانا جی کے چہرے کو دیکھتا چلا جا رہا تھا جس کی مسکراہٹ اور نورانیت کچھ اور نکھر آتی تھی، کالج

اکتوبر ۱۹۱۴ء میں طلوع ہونے والا یہ آفتاب عالمتاب ایک دنیا کو جگمگانے کے بعد آج غروب ہو گیا، انا اللہ وانا الیہ راجعون، اس سورج کی روشنی میں ہم منزل پر چلنے کی بجائے بے فکری سے ٹہلے رہے، اب جو سورج غروب ہوا ہے تو اندھیرا اچھایا ہے اور ہمیں بھی در بدر کی ٹھوکروں سے واسطہ پڑا ہے، اس طرح آج مغرب کے وقت دو سورج بیک وقت غروب ہو گئے، وہ سورج تو کل دوبارہ نکل آئے گا مگر یہ سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا ہے، ہم سے دور چلا گیا ہے، کبھی نہ آنے کے لیے مگر ہم رونے بلکنے اور دعا کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتے، میرے پیارے اللہ! میرے نانا جی کو جنت میں رسول ختم المرتبت ﷺ اور ان کے پرانوں کی رفاقت نصیب فرما، جن کی شان بیان کرتے ہوئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر دی اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے اور علمی ورثے کو سنبھالنے کی توفیق نصیب فرما۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ.

تیرے ہوتے ہوئے آ جاتی تھی ساری دنیا

آج تنہا ہوں تو کوئی نہیں آنے والا



سنی کانفرنس کے بانی رحمۃ اللہ علیہ

کھڑے قاضی محمد راغب حسین عمار ☆

میرے پھوپھاجی مولانا حافظ زاہد حسین صاحب رشیدی نے مجھے بھی ماہنامہ حق چار یار کے ”قائد اہل سنت نمبر“ میں لکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ سوچ و بچار کے بعد سنی کانفرنس ہمیں پر اپنے تاثرات لکھے دیتا ہوں تاکہ میرا شمار بھی قائد اہل سنت نمبر کے لکھاریوں میں ہو جائے۔ ہر سال ماہ محرم جو اسلامی سال سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے۔ اس کے آخری عشرہ میں ہمارے موضع ہمیں ضلع چکوال میں سنی کانفرنس ہوتی ہے۔ والد صاحب کا کہنا ہے کہ ابتداء ”دوروزہ جلسہ“ کے عنوان سے اشتہار چھپتا تھا۔ میں نے ہی مشورہ دیا کہ اگر جلسے کی بجائے ”سنی کانفرنس“ کا نام دے دیا جائے تو نہایت ہی مناسب اور موزوں رہے گا۔ چنانچہ پہلی سنی کانفرنس مورخہ ۳۱ مارچ و یکم اپریل ۱۹۷۰ء بمطابق ۲۲-۲۳ محرم ۱۳۹۹ء بروز منگل - بدھ کو ہوئی۔

رمضان المبارک کا مقدس اور مبارک مہینہ گزرنے کے بعد کانفرنس کی تاریخیں طے کر کے ماہنامہ حق چار یار میں اشتہار دیدیا جاتا ہے اور عید الاضحیٰ کے بعد پہلے ایک رنگ والا اشتہار شائع ہوتا ہے اور محرم کے ابتدائی دنوں میں چار رنگوں پر محیط جھنڈے والا اشتہار جو نئی شائع ہوتا ہے پھر تو ہمیں سنیوں کے گھروں میں مہمانوں کے ٹھہرانے کے لیے انتظامات ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ کانفرنس کے انتظامات کے لیے مشاورت ہوتی ہیں جن میں سنی مسلمان بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ کئی سالوں سے ہفتہ اور اتوار کی تاریخوں میں کانفرنس رکھی جاتی ہے تو خطبہ جمعہ سے پہلے ہی جامع مسجد، پلاٹ اور طعام گاہ کی جگہ سائبان لگا دیئے جاتے ہیں۔ نماز کے بعد چوراہوں پر دروازے، بیڑا اور سٹیج کی تیاری رات گئے تک جاری رہتی ہے اور صبح تقریباً ہر سنی مسلمان کے گھر پر سنی پرچم لہرا ہوتا ہے۔

کانفرنس کے پہلے دن ہی باہر سے انفرادی طور پر اور قافلوں کی شکل میں آمد شروع ہو جاتی ہے۔

ذاتی تعلیمی و سرکاری موضوعات

جنہیں مدرسین و طلباء کے حلقہ میں بے پناہ پذیرائی حاصل ہوئی

حَدائقِ الفُطُرَانِ

پارہ نم کی نحوی تراکیب کا جدید نقشوں کی مدد سے آسان حل
حل لغات ۵ با محاورہ ترجمہ مع تفسیر ۴ ”وفاق المدارس“ کے امتحانی سوالات کا بہترین حل

حَدائقِ الصالحین

طلباء حدیث کے اجراء کے لئے ابتدائی کتاب ”زاد الطالبین“ کی جدید آسان شرح
صرفی تحقیق ۵ لغوی تحقیق ۵ نحوی تراکیب ۵ ترجمہ بمطابق ترکیب ۵ مختصر جامع تشریح
برنوع کے شروع میں نحوی نوامد ۵ مطالب احادیث سے ماخوذ عنوانات ۵ ”وفاق المدارس“ کے دس سالہ سوالات

حَدائقِ الوصول

اصول حدیث کی تفہیم کا دلچسپ اسلوب ۴ ”خیر الاصول“ کو جدید نقشوں کی مدد سے سمجھانے کا
خوبصورت طریقہ ۵ بنیادی مباحث حدیث کو سمجھنے کے لئے بہترین رہنما

حَدائقِ النحو

علم نحوی ابتدائی کتاب ”عوامل النحو“ کی دلچسپ اور منفرد شرح
نحو کے مسائل عام فہم زبان میں ۴ تراکیب کا حل آسان نقشوں کی مدد سے

الحدائقِ العربیہ

عربی زبان کی تعلیم کے لئے نصابی کتاب ”الطریقة العصریہ“ کا ترجمہ و خلاصہ
برسبت کی ابتداء ”ملاحظہ“ کے خصوصی نوٹ سے ۵ مرکبات اور جملوں کی ترکیب کا طریقہ
دلچسپ ترتیب کی وجہ سے استفادہ آسان

برائے رابطہ

میاں عبدالوحید اشرفی مدیر مکہ کتاب گھر

انکریم مارکیٹ، حق شریٹ، اردو بازار، لاہور 042-7124882- Mob:0333-4435214



مکتبہ کاغذ

علمی و اصلاحی مکتبہ کی ایک جھلک



حضرت قائد اہل سنتؒ نے فرمایا۔

اہل سنت والجماعت کا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمان جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کی جماعت صحابہؓ کو ماننے والے ہیں۔ یہی حدیث پاک ”ما انا علیہ واصحابی“ کا مفہوم ہے، جس شخص نے کہا۔ میں اہل سنت والجماعت ہوں، سنت اور جماعت کے پیچھے چلنے والا ہوں، تو اس کا عقیدہ ٹھیک ہو گیا، اب عمل اس کے مطابق کرے تو جنت میں جائے گا، ان شاء اللہ (حق چار یارؒ جولائی 2004ء)

BISMILLAH

Poultry Farming & Veterinary Medicine



بسم اللہ پٹری فارمنگ
اینڈ ویتھری میڈیسن

ہمدان مارکیٹ ڈھڈیال (چکوال)

پروپرائیٹر حاجی محمد صدیق

دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں درسی کتب پڑھ رہا تھا۔ حضرت والد صاحب مرحوم نے مناظرہ پر جاتے ہوئے وہاں ہی قیام فرمایا تھا لیکن مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا ظہور احمد صاحب گوی بھٹے نے طلبہ کو مناظرہ پر جانے کی چونکہ اجازت نہیں دی تھی، اس لیے بندہ بھی سلا نوالی نہ جا سکا۔ مناظرہ سے واپسی پر حضرت والد صاحب بھیرہ تشریف لائے تھے اور اتنا یاد ہے کہ آپ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ ”دیوبندی مناظر کی تقریر سنجیدہ باوقار ہوتی تھی اور بریلوی مناظر مکھو باز تھے۔ اور وہ مناظرہ میں دیوبندی مناظر سے مخاطب ہو کر یہ کہتے تھے! میں ناظر تو منظور۔۔۔ میں ناظر تو منظور۔۔۔ یہ بھی والد صاحب نے فرمایا تھا کہ مناظرہ سے واپسی پر انیشن پر جب میں ریل میں بیٹھا ہوا تھا تو بعض دیوبندی علماء میرے پاس آئے۔ جن میں مولانا قاضی شمس الدین (حال گوجرانوالہ) بھی تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب ”آفتاب ہدایت“ میں تو یہ لکھا ہے کہ۔۔۔۔۔

”علم ماسکان و ملبکون خاصہ باری تعالیٰ ہے لیکن مناظرہ میں آپ کا موقف اس کے خلاف تھا تو میں نے ان کو یہ جواب دیا کہ یہ جگہ مناظرے کی نہیں ہے۔“

آفتاب ہدایت ردِ رخصیت و بدعت پر والد صاحب کی بہت مقبول اور لاجواب کتاب ہے جس میں شیعہ عقائد و مسائل کے ذکر میں یہ لکھا ہے کہ:۔۔۔۔۔ یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم ماسکان و ملبکون خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے۔۔۔۔۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ آئمہ کو یہ سب معلومات حاصل ہیں۔“

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلا نوالی کے مناظرہ میں جناب والد مرحوم علمائے دیوبند کے تحقیقی مسلک سے متاثر ضرور ہوئے تھے اور چونکہ والد صاحب مرحوم مرزا ایت اور شیعیت کے رد و ابطال میں زیادہ متنبک تھے۔ اس لیے دیوبندی، بریلوی اختلافی مسائل کی تحقیق کی طرف توجہ نہیں فرما سکے اور بھابر بریلوی مسلک کے باوجود بعض علمائے دیوبند سے آپ کے رد و ابطال بھی تھے۔ چنانچہ اپنی کتاب ”تاریخِ مہرت“ کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کی ضرورت کے تحت لکھا ہے کہ:۔۔۔۔۔

ایک دفعہ انجمن شباب المسلمین بنالہ (ضلع گورداسپور) میں جناب مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی بڑی سخت تاکید فرمائی کہ روئے اد ضرور شائع ہونا چاہیے۔ اس لیے اب یہ روئے اد کر رہا بہت سی ترمیم اور نئے مضامین کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔“

① جناب نے اپنے شفقت نامہ میں بندہ کو یہ بھی لکھا ہے کہ.....

پاکستان کے بعض دینی رسائل میں جناب کا اسم گرامی تو بار بار دیکھا اور آپ کی ایک کتاب ”مودودی مذہب“ کے حوالے نظر سے گزرتے رہے لیکن یہ بات ابھی چند ہفتے پہلے پاکستان کے ایک مخلص کے عنایت نامہ سے معلوم ہوئی کہ آپ مولانا محمد کرم الدین صاحب دیر بھٹنڈے کے صاحبزادے ہیں (جو سلاوالی ضلع سرگودھا کے مناظرہ ۱۹۳۶ء میں ایک فریق کی طرف سے صدر تھے) میں مولانا مرحوم سے واقف نہیں تھا۔ یاد آتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعض خطوط میں مولانا کا ذکر ہے اور مولانا مرحوم کی مرزا سے خط و کتابت بھی ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی دوسرے بزرگ ہوں اور مولانا مرحوم کے ہم نام رہے ہوں۔“

عرض ہے کہ مرزا قادیانی آنجنابی سے جن کا مقدمہ رہا ہے وہ میرے والد مرحوم ہی تھے جن کا ذکر اس نے اپنی کتاب ”حقیقۃ الوحی“ میں متعدد بار کیا ہے۔ مثلاً نشان نمبر ۲۵ کے تحت لکھا ہے کہ.....

کرم الدین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کی نسبت پیشین گوئی تھی برب کل شیء خدا مک لاففظنی وانصرنی ورحمنی۔ خدا نے مجھے اس مقدمہ سے بری کیا۔“ نشان نمبر ۱۰۱ کے تحت لکھا ہے۔

(۱)..... کرم دین کے فوجداری مقدمہ کے لیے جہلم جارہا تھا تو الہام ہوا..... اریک برکات من کل طرف۔ جہلم میں مجھے تقریباً دس ہزار آدمی دیکھنے آیا۔ (۲) سومر اور سوغورتوں نے بیعت کی۔

اس میں والد صاحب بھٹنڈے نے لکھا ہے! جھوٹ..... جھوٹ اس پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔“ مقدمہ میں مجھے بریت ہوئی..... (تازیانہ عبرت صفحہ ۳۰)

اور نشان نمبر ۱۷۹ کے تحت لکھا ہے کہ: ”مولوی کرم دین کے مقدمہ میں جو گوردا سپور میں ہوئے۔ کرم دین ”لیم اور کذاب“ کے معنی سنگین بیان کرتا تھا۔ ہم خفیف ان دنوں الہام ہوا..... معنی دیگر نہ

پسندیم۔ آخر فیصلہ میں ہمارے معنی پسند کیے گئے۔ وغیرہ

”تازیانہ عبرت معروف بہ تہتبی قادیانی قانونی کلچر میں یعنی روکدافو فوجداری مقدمات گوردا سپور“

یہ کتاب حضرت والد صاحب بھٹنڈے کی مرتبہ ہے جس میں ان دو سالہ مقدمات کی تفصیلی روکداز درج ہے جو والد مرحوم اور مرزا قادیانی آنجنابی کے مابین ہوئے تھے۔ بتائے مقدمہ یہ تھی کہ مرزا نے حضرت مولانا مرحوم کے خلاف اپنے ایک رسالہ ”مواہب الرحمن“ میں سنگین الفاظ لکھے تھے۔ آخر گوردا سپور کے مجسٹریٹ درجہ اول آتمارام نے اس مقدمہ کا جو مفصل فیصلہ قلم بند کیا اس کے آخری الفاظ یہ تھے.....

مُزِم نمبر ۱ (یعنی مرزا قادیانی) کی عمر اور حیثیت کا خیال کر کے ہم اس کے ساتھ رعایت برتیں گے۔
 مُزِم نمبر ۱ اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے۔
 اگر اس کے اس میلان طبع کو محل نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا۔ ۱۸۹۷ء میں پکتان
 ڈگلس صاحب نے مُزِم کو بھجوتہم تحریرات سے باز رہنے کے لیے فہمائش کی تھی۔ پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوکی
 صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ بھجوتہم نقص امن والے لفظوں سے باز رہے گا۔
 نظر بر حالات بالا ایک معقول مقدار جرمانہ کی مُزِم نمبر ۱ پر ہونی چاہیے اور مُزِم نمبر ۲ پر اس سے کچھ کم
 (یعنی حکیم فضل الدین بھیرودی مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیانی)

لہذا حکم ہوا کہ مُزِم نمبر ۱ پانصد (۵۰۰ روپے) جرمانہ دے اور مُزِم نمبر ۲ دوصد (۲۰۰ روپے) در نہ
 اول الذکر چھ ماہ اور آخر الذکر پانچ ماہ قید محض میں رہیں۔ حکم سنایا گیا..... ۸/ اکتوبر ۱۹۰۲ء
 آخر سات جنوری ۱۹۰۵ء کو بذریعہ اپیل مرزا کو اس سزا سے خلاصی حاصل ہوئی۔

دارالعلوم دیوبند کا داخلہ

بندہ دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ سے رمضان المبارک کی تعطیلات میں جب واپس گھر آیا تو حضرت
 والد مرحوم کے سامنے دارالعلوم دیوبند میں اپنے داخلہ کی خواہش کا اظہار کیا تو والد صاحب نے بلا تامل
 میری خواہش قبول فرمائی۔ (اس وقت میں اکابر دیوبند کے حالات سے واقف نہ تھا اور کوئی خاص
 عقیدت نہیں رکھتا تھا۔ صرف اس بناء پر داخلہ کی خواہش پیدا ہوئی کہ طلبہ سے سنا تھا کہ دارالعلوم میں ہر
 کتاب صاحب فن کے سپرد کی جاتی ہے۔)

حضرت والد صاحب نے رمضان المبارک میں ہی حضرت الشیخ مولانا سید حسین احمد صاحب
 مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خط لکھ دیا کہ میں اپنے فرزند کو آپ کے زیر سایہ دارالعلوم میں تعلیم دلوانا چاہتا
 ہوں تو اس کے جواب میں حضرت مدنی قدس سرہ نے سلبٹ (آسام) سے یہ تحریر فرمایا کہ.....
 ”رمضان المبارک کے بعد آپ اپنے فرزند کو دیوبند بھیج دیں۔ میں نے اس کے متعلق حضرت
 مولانا اعجاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ دیا ہے۔“

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اس گرامی نامہ سے جناب والد مرحوم بہت متاثر ہوئے اور فرمایا کہ.....
 ”آج ہندوستان کی ایک بہت بڑی شخصیت کا خط آیا ہے“ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ اس میں اپنے

معلق متواضعانہ الفاظ لکھے تھے۔ اس لیے والد مرحوم نے فرمایا..... ”نہاد شاخ پر میوہ سر بر زمین“
لیکن وہ گرامی نامہ بعد میں محفوظ نہیں رہا۔

رمضان المبارک کے بعد شوال میں والد صاحب نے مجھے دیوبند بھیج دیا اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نام دستی خط بھی دیا۔ بندہ وہاں شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا اعجاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ والد صاحب کا خط دیا۔ حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زیادہ شفقت فرمائی۔ حماسہ وغیرہ کا خود ہی امتحان لے کر مجھے داخل کر لیا۔ بندہ نے متنبی حضرت شیخ الادب کے پاس اور مشکوٰۃ شریف مولانا حضرت عبدالمسیح صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اور بھی دو تین مختلف اسباق تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جب سہلے سے واپس تشریف لائے تو حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے مولانا (مدنی رحمۃ اللہ علیہ) سے تمہارا ذکر کر دیا ہے تم حضرت کے ہاں حاضر ہو جاؤ۔ بندہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جناب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خط پیش کیا۔ حضرت کسی تحریر میں مشغول تھے۔ ایک نگاہ مجھ پر ڈالی اور فرمایا کہ اچھا آپ ہیں۔ پھر تحریر میں مشغول ہو گئے میں کچھ دیر بیٹھ کر چلا آیا۔ لیکن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اس ایک نگاہ کا اثر مجھ پر یہ ہوا کہ میں نے پنجابی روایتی لباس کے مطابق سر پر لہا طلائی کلاہ اور اس پر پگڑی باندھی ہوئی تھی۔ مجھے یہ محسوس ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کلاہ کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس تاثر کے تحت میں نے بعد میں وہ کلاہ جلا دیا۔ یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کی پہلی کرامت تھی۔ اس کے بعد مجھے کلاہ سے نفرت ہو گئی۔ کوئی دوسرا بھی باندھتا تو میرے دل میں تکدر پیدا ہوتا۔ بندہ شوال ۱۳۵۶ھ میں داخل ہوا تھا۔ پھر دوسرے سال میں دارالعلوم میں حضرت قدس سرہ سے دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۳۵۸ھ میں وہاں سے فارغ ہوا اور گو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت پیدا ہو گئی تھی۔ اور حضرت کے درس حدیث سے قلب کی صفائی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن بیعت نہیں ہوا۔ دورہ حدیث سے فراغت کے بعد جناب والد صاحب کو دارالعلوم اور اکابر دیوبند کے حالات سنائے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر جو بندہ نے قلم بند کی تھیں اور تصوف و سلوک وغیرہ سے متعلقہ حضرت کے ارشادات کو بھی لکھ لیتا تھا۔ جناب والد صاحب مرحوم کو ان کا بعض حصہ سنایا تو مرحوم بہت متاثر ہوئے تھے اور رقت قلبی کی وجہ سے آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ والد صاحب کو بھی غائبانہ عقیدت پیدا ہو گئی۔ میرے بڑے بھائی مولانا منظور حسین صاحب (بی۔ اے) شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بھی غائبانہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ عقیدت پیدا ہو گئی تھی اور دارالعلوم کے کمرۂ اور شلوار کے نمونے میں انہوں نے بجا کمر، (گازم) کے کپڑے سلوا لیے تھے۔ بھائی صاحب مرحوم بڑے بہادر نوجوان

تھے۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کا جذبہ پیدا ہوا۔ دین و شریعت کا ان پر پورا رنگ چڑھ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قرون اولیٰ کے کوئی مجاہد ہیں۔ ہر وقت جہاد اور شہادت کے شوق میں رہتے۔ آخر پیکوال کے ایک متعصب ہندو ایس۔ ڈی۔ اوکورا توں رات قتل کر کے پاکستان میں حاجی ترنگنزی صاحب صاحبزادہ حضرت بادشاہ گل صاحب مجاہد کے پاس چلے گئے۔ وہاں سے مشہور غازی و مجاہد کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے بھی بڑی شفقت فرمائی۔ واپس وطن آ رہے تھے۔ مرحوم کے ساتھ تین چار اور مجاہد نوجوان بھی تھے۔ کئی مروت ضلع کی سرحد پر تھکے ماندے سوئے ہوئے تھے کہ پولیس پارٹی کی فائرنگ سے شہید ہو گئے۔

انا لله وانا اليه راجعون

ان دنوں بندہ گنہگار اپنے گاؤں کے ایک قتل کی پاداش میں بیس سالہ قیدی کی حیثیت میں سنٹرل جیل لاہور میں محبوس تھا اور بھائی صاحب مرحوم مجھے جیل سے نکالنے ہی کی غرض سے سرحد عبور کر کے آ رہے تھے۔ اپنے گاؤں کی ایک لڑائی میں قتل میرے ہاتھ سے ہی ہوا تھا۔ یہ جھگڑا بظاہر دنیا کا تھا لیکن بندہ نے اس میں مذہبی جذبہ کے تحت ہی حصہ لیا تھا۔ بندہ قریباً ساڑھے سات سال قید کاٹنے کے بعد ۱۹۳۹ء میں رہا ہوا تھا۔ اس دوران میں حضرت والد رحمۃ اللہ مرحومہ اور مولانا منظور حسین صاحب شہید رحمۃ اللہ مرحوم دارقانی سے دارالبقا کی طرف رحلت فرما چکے تھے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد اپنے وطن میں تقریباً دو سال قیام کے بعد یہ عظیم ابتلاء پیش آ گیا تھا لیکن حضرات اکابر قدس اللہ اسرارہم کے طفیل رحمت خداوندی شامل حال رہی۔

بیعت حضرت مدنی رحمۃ اللہ

جیل کے ابتدائی ایام میں حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ کی خدمت میں عریضہ لکھتا رہا۔ گو بیعت کے لیے قلبی میلان حضرت مدنی رحمۃ اللہ کی طرف ہی تھا مگر پھر بھی حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ سے اس بارے میں مشورہ حاصل کیا تو شیخ الادب رحمۃ اللہ نے سنٹرل جیل لاہور کے پتہ پر بندہ کو جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ برادر میری نظر میں تو یہی مفید ہے کہ اگر موقع ہو تو آپ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب مدظلہ سے بیعت کر لیں۔ بیعت کے سلسلہ میں نہ میں قابل ذکر ہوں نہ میری بیعت۔ طالب علمی سے فارغ ہو کر ایک معمولی سی ملازمت کے لیے بھاگلپور جانے لگا تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے ارشاد سے

حضرت مولانا رشید احمد صاحب بیٹھ گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہو گیا تھا۔ آپ نے چونکہ مجھ ہی سے استشارہ کیا تھا۔ اس واسطے میں نے المنشاد مومن کے موافق اپنا خیال صاف ظاہر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ وہ وقت لاوے کہ آپ چل خانہ سے عزت کے ساتھ بری ہوں۔ ۱۰ صفر ۱۳۳۱ھ۔ اللھم امین۔ (ذیل)

اس کے بعد بندہ نے بذریعہ عریضہ حضرت شیخ الادب بیٹھ کی وساطت سے حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے شرف قبولیت بخشا اور شیخ الادب بیٹھ کی وساطت سے ہی ذکر اللہ کی تلقین فرمائی۔ الحمد للہ حضرت بیٹھ کے توسل کی برکت سے جیل کے ایام گویا کہ خواب کی طرح گزر گئے۔ اس دوران میں حضرت الشیخ قدس سرہ کی خدمت میں عریضہ لکھتا رہا اور حضرت بھی اپنی خصوصی شفقت سے نوازتے رہے۔ بندہ کے دل میں اس امر کا کوئی تصور بھی نہ تھا۔ مگر قید کے آخری ایام میں حضرت مدنی قدس سرہ نے دوسروں کو تلقین ذکر وغیرہ کی اجازت عطا فرمادی اور پھر رہائی کے بعد بھی آپ نے یہی ارشاد فرمایا اپنی نااہلی کے پیش نظر بہت تعجب ہوا اور حضرت شیخ الادب کی درخواست میں اس کے متعلق عریضہ لکھا تو آپ نے جواب گرامی نامہ میں یہ فرمایا کہ.....

آپ کس نفسی میں اس قدر متجاوز عن الحدود ہو گئے ہیں کہ مجھ کو خوف ہے کہ آپ کے الفاظ کفران نعمت میں داخل نہ ہو جائیں۔ حضرت مولانا مدنی بیٹھ کی اجازت ہرگز ہرگز نااہل کے لیے نہیں ہو سکتی ہے۔ آپ خدا کا شکر کریں اور اس منصب کو غیر مترقبہ نعمت خیال کر کے مدارج میں ترقی کریں۔ وسوس و خطرات کو دل سے نکال دیں۔ شکر نعمت پر از دیار نعمت کا وعدہ خداوندی ہے۔ الخ [۳ جمادی الاویٰ ۱۳۷۰ھ یکشنبہ]

والد مرحوم کی بیعت

موتیا بند کی وجہ سے حضرت والد مرحوم کی بیٹائی جاتی رہی تھی۔ پیرانہ سالی میں مصائب کا ہجوم تھا۔ حضرت مدنی قدس سرہ سے عقیدت پیدا ہو چکی تھی۔ بندہ نے سنٹرل جیل راولپنڈی سے حضرت مدنی بیٹھ سے بیعت کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے حضرت والد صاحب کو جو عریضہ لکھا وہ حسب ذیل ہے:.....

ملاقات کے بعد کا پہلا کارڈ کا شف احوال ہوا۔ الحمد للہ کہ حضرت مدنی مدظلہ اواخر ماہ اگست میں رہا ہو چکے ہیں۔ اس اطلاع سے پہلے ایک عریضہ حضرت الاستاذ (شیخ الادب) کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ احقر کا خیال ہے کہ آپ بیعت کے لیے حضرت مدنی بیٹھ سے مکاتبت کریں۔ غالباً ان ایام میں دیوبند میں ہی اقامت گزریں ہوں گے۔ اپنی پیرانہ سالی اور دیگر احوال بھی

تحریر کر کے بیعت کی استدعا کریں۔ کیا عجب کہ زندگی کے ان آخری لمحات میں خالق تعالیٰ نے آپ ل
مغفرت اور قرب خداوندی کا وسیلہ بن جائے۔ اس کے بعد زیادہ مناسب توجہ سنئے کہ آپ آئندہ فراموش
کا محض تطہیر قلب اور حصول رضائے الہی کے لیے اختیار فرمائیں اور اہل تشیع کے طریقت کی صورت سے
فیضاب ہوں۔ اس میں بہت زیادہ فائدہ کی امید ہے۔ دارالعلوم بھی دیکھ لیں گے۔ طریقت ۱۱۰
نانا تو بیٹھتے اور حضرت الشیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات کی بھی زیارت ہو جائے گی اور دوسرے مندوبوں میں بھی
نی الجملہ شرکت نصیب ہوگی۔ بندہ کے لیے بھی خاص دعا کرائیں گے۔ ان

اس کے بعد جناب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کے لیے فریاد
بیج دیا تو حضرت نے جو جواب دیا اس کا مضمون یہ تھا کہ:.....

بیعت کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے سابق شیخ کے تلقین کردہ وظیفہ کی پابندی کرتے رہیں.....
جناب والد کی پہلی بیعت سیال شریف ضلع سرگودھا پنجاب کے کسی بزرگ سے تھی۔ جو خاندان ہشتیہ
کا مرکز رہا ہے۔ والد صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ اس کے بعد مجھے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان محسوس ہوتا
رہا۔ حضرت مدنی کا یہ گرامی نامہ بھی گھر میں محفوظ نہیں رہا۔ بندہ کی رہائی سے تقریباً دو سال پہلے حضرت
والد صاحب انتقال فرما گئے تھے۔ بندہ کی رہائی کی اطلاع پر حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کا جو گرامی نامہ موصول
ہوا تھا حسب ذیل ہے:..... بعد از سلام مسنونہ ایہ اطلاع ملی تھی کہ قادر مطلق نے آپ کو نبیل سے رہائی دی
ہے لیکن اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ دل چاہتا ہے کہ آپ کی نوازشات سے مستفیض ہوتا رہوں۔
دارالعلوم میں بحمد اللہ خیریت ہے۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہ بھی خیریت سے ہیں۔ تعلیمی سال ختم ہو رہا ہے
اس لیے کتابوں کے ختم کرانے کی طرف توجہ بہت زیادہ ہے۔ [۱۵ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ]

معذرت

مندرجہ بالا سطور لکھنے کے بعد بندہ کو جماعتی پروگرام کے تحت ایک سنی کانفرنس میں جانا پڑ گیا تھا۔ واپسی
پر آشوب چشم کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے عریضہ کی تکمیل نہ کر سکا۔ دوسرے تحریری کام بھی معرض
التوا میں پڑ گئے۔ عرفت رہی بفسخ العزائم تقدیرات خداوندی کے سامنے دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ گو
ابھی تک آنکھوں پر معمولی سا اثر ہاتی ہے۔ تاہم آج ۲۳ یقعدہ کو پھر حاضر خدمت ہو رہا ہوں۔

بریلوی علماء کا اعتراض

بندہ نے حضرت والد مرحوم کی رد شیعیت میں ایک لاجواب اور امرکتہ الاراء تصنیف کیا تھا۔ "جماعت" کے مقدمے میں نئے ایڈیشن کی طباعت پر والد صاحب مرحوم کے حضرت مدلی بیٹے سے ایضاً ہونے وغیرہ کے واقعات لکھ دیئے تھے۔ لیکن بعض بریلوی علماء نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور کہا کہ یہ فرضی واقعات ہیں حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت والد مرحوم کو دارالعلوم دیوبند اور "حضرات اکابر" سے عقیدت کا تعلق حاصل ہو گیا تھا۔ جس کے ثبوت کے لیے حسب ذیل امور کافی ہیں.....

① حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیر مالٹا کے بیٹے مولانا راشد حق صاحب عثمانی مرحوم ہمارے آبائی گاؤں بھس تحصیل چکوال ضلع جہلم میں دارالعلوم سے میری فراغت کے بعد تشریف لائے تھے۔ جناب والد صاحب مرحوم نے ان کی تقریر اپنی مسجد میں کرائی تھی اور خود بھی دارالعلوم اور اکابر کی تعریف کی تھی اور دارالعلوم گئے۔

② بندہ کی اسارت کے دوران حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب حضرت والد صاحب مرحوم کے نام آتے رہے ہیں اور والد صاحب دیوبند سے میرے لیے کتابیں بھی منگواتے رہے ہیں۔ چنانچہ والد مرحوم کے نام حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ..... جس کتاب کے معلق حضرت نے ارشاد فرمایا ہے میں ان شاء اللہ جلد ہی عزیز مذکور کے نام بذریعہ پارسل روانہ کر دوں گا۔ قیمت روانہ فرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ کو ان سے کوئی زیادہ تعلق ہے تو کسی نہ کسی ادنیٰ درجہ میں میرا بھی تعلق ان سے ہے۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہ مراد آباد جیل میں ہیں۔ اسارت کی مدت زیادہ سے زیادہ ایک ماہ میں ختم ہو جانی چاہیے۔ الخ.....

(۸ شوال ۱۳۶۱ھ)

میرے مقدمہ کی اپیل خارج ہونے کے بعد جناب برادر بزرگ مولانا منظور حسین صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ شہادت کی اطلاع جناب والد صاحب نے حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ خدادی تو شیخ الادب نے حسب ذیل گرامی نامہ ارسال فرمایا..... میرے محترم زیدت معالیم السلام علیکم!..... میں خسر تھا کہ جناب کا والا نامہ عزیزم قاضی مظہر حسین سلمہ کی رہائی کی خبر سنائے گا۔ لیکن مقدمات الہیہ کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ اس میں شک نہیں کہ جگر پاروں کے یہ صدمے دردناک

صدمات ہیں۔ لیکن مجھ سے زیادہ آپ جانتے ہیں کہ قضاء و قدر کے احکام کے بعد مبر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جو اررحمت میں جگہ عطا فرماوے آمین..... اور عزیزم قاضی مظہر حسین سلمہ کو نجات عطا فرماوے۔ آمین۔ [۳۰ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ چار شنبہ]

⑤ بندہ نے جیل سے جو عریضہ اپنے والد صاحب مرحوم کو حضرت الشیخ المدنی رحمہ اللہ سے بیعت ہونے کے سلسلہ میں لکھا تھا۔ وہ محفوظ ہے جس کا اقتباس پہلے درج کر دیا۔ البتہ حضرت رحمہ اللہ کا جناب والد صاحب مرحوم کے نام جوابی گرامی نامہ محفوظ نہیں رہا۔ بہر حال متعلقہ محفوظ خطوط کے بعد اس امر میں شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت والد صاحب مرحوم نے اپنی عقیدت کا مرکز حضرت مدنی قدس سرہ کی شخصیت کو بنالیا تھا اور اسی بنا پر میری اسارت کے دور میں مرحوم کی خط و کتابت کا سلسلہ حضرت شیخ الادب سے بھی جاری رہا۔.....

بندہ نے غالباً ضرورت سے زائد بہت باتیں اپنے عریضہ میں لکھ دی ہیں۔ جس پر

معذرت خواہ ہوں.....

چونکہ عقیدہ خلافت راشدہ سے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہوتا ہے، اور حسب تصریحات تحقیق اہل سنت مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی آیت استخلاف اور آیت تمکین سے خلفاء راشدین حضرت ابوبکر صدیق رحمہ اللہ، حضرت عمر فاروق رحمہ اللہ، حضرت عثمان ذوالنورین رحمہ اللہ اور حضرت علی المرتضیٰ رحمہ اللہ کی خلافت راشدہ موعودہ ثابت ہوتی ہے اور حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے بھی اپنی کتاب ہدایۃ الشیعہ میں آیت استخلاف کی تشریح میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ”اس سے یہ ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالہ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ قاسب کا سب اصل میں انہی چار یار رحمہ اللہ کے لیے تھا..... القصہ نعمت خلافت ہر چند بالاصالت چار یار ہی کے لیے تھی۔ [تدویم ایڈیشن صفحہ ۵۶-۵۷]

اس لیے ہم خدام خلافت راشدہ اور حق چار یار رحمہ اللہ کے نام سے محنت کر رہے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے امتیازی مسلک حق کا تحفظ اسی سے ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان میں خارجی فتنہ بھی زوروں پر ہے۔ جس کی پلیٹ میں دیوبندی مسلک کے ناواقف لوگ آرہے ہیں اور یہ خارجی گروہ اہل سنت کے نام سے کام کر رہے ہیں، خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رحمہ اللہ کے خلاف بہت زیادہ زہریلا لٹریچر یہ لوگ شائع کر رہے ہیں ان کا مرکز کراچی میں ہے۔ افسوس ہے کہ عموماً علماء

دیوبند خاموش ہیں۔ حالانکہ تمام اکابر دیوبند نے یزید کے فاسق ہونے کی تشریح فرمائی ہے۔ البتہ تکفیر و لعن میں توقف کیا ہے۔ لیکن یہ خارجی گروہ یزید کا خلیفہ راشد ہونا ثابت کر رہا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ راشد ہونے کی نفی کر رہا ہے..... بندہ اس موضوع پر بھی کتاب لکھ رہا تھا۔ تکمیل و قبولیت کے لیے دعا فرمائیں۔ بندہ ۹ ستمبر کو کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول ﷺ کے مبارک سفر پر روانہ ہو جائے گا۔ حضرت کا جوابی ارشاد نامہ اب بندہ کو نہیں مل سکے گا۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اہل سنت والجماعت کو ہر مقام پر کامیابی نصیب ہو۔

آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

(السلام)

طالب دعا خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد چکوال ضلع جہلم (پاکستان) ۲۲ یقعدہ ۱۴۰۱ھ

..... ❁ ❁ ❁

[مکتوب نمبر ①]

بنام! حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

[تاریخ ۶ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ]

بگرا می خدمت حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب دام مجددہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مدرسہ کے بارے میں تو دوسرے پرچے پر لکھ دیا ہے۔ وہ حضرت مولانا فرید الوحیدی کو ارسال کر دیں۔ اس کے کوائف میں سے جو مناسب ہو وہ لکھ دیں۔ آپ کی خدمت میں ایک ”اصلاحی مکتوب“ ارسال کیا گیا تھا۔ وہ عرض داشت شیعیت اور خمیت کے فتنہ کفر کے پیش نظر پیش کی گئی تھی۔ اب تو شیعہ اپنے عقائد و عزائم سمیت کھل کر میدان میں آچکے ہیں۔ عینی انقلاب کے بعد ان کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ اب کسی فقہی تاویل کی گنجائش نہیں رہی۔ سانحہ مکہ مکرمہ کے بعد تو تمام دنیائے اسلام میں ان کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو چکی ہے۔ شیخ بن باز نے عینی کے ارتداد کا فتویٰ دے دیا ہے۔ جو المسلمون میں شائع ہو چکا ہے۔ دہلی میں امام کعبہ کی موجودگی میں دو صد علمائے کرام

کے اجتماع میں حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی سلمہ نے تکفیر شیعہ پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ یہ کاروائی الخ (جسبی) میں شائع ہو چکی ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زید فہم کا استفتاء اور فتویٰ الفرقان کے علاوہ جینات اور اقراء ڈائجسٹ کراچی میں شائع ہو چکا ہے۔ بندہ نے بھی اس فتویٰ تکفیر کی تائید میں کچھ لکھ کر بھیج دیا ہے۔ بندہ نے اس سلسلہ میں ایک مضمون سنی و شیعہ متفقہ ترجمہ قرآن کے بارے میں لکھا ہے۔ جو ار سال خدمت کیا جا رہا ہے۔ اس میں ماہنامہ ”خیر العمل“ کے اقتباسات سے آپ ان کے عقیدہ تحریف قرآن کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ حضرت الشیخ المدنی قدس سرہ نے بھی مودودی جماعت کے دستور پر تنقید کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ کیا اس قاعدہ اور دستور کے تسلیم کرنے کے بعد احادیث اور قرآن قابل اعتماد ہو سکتے ہیں۔ مدار دین کے نقل کا صحابہ کرام متفقہ ہیں۔ جب وہ افراد اور اجتماع معیار حق نہیں۔ نہ تنقید سے بالاتر ہیں۔ تو ان پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کی مرویات کا کوئی اعتبار کیا جاسکتا ہے؟ اس پر تو رد افاض کا کہنا کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کی۔ اس میں سے دس پارے نکال دیئے گئے وغیرہ وغیرہ سب قابل قبول ہو سکے گا۔ الخ

”اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی شیعہ مذہب کا عقیدہ تحریف قرآن کا ہے اور قرآن کی ترتیب میں تبدیلی (جمع قرآن کے وقت) کا عقیدہ تو عوام شیعہ بھی جانتے ہیں۔ اور وہ اس کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اور عقیدہ امامت بھی برا کفر ہے جس میں تاویل نہیں ہو سکتی۔ اور پھر شیعہ ایک منظم اور مسلح قوت بن کر میدان میں اتر پڑے ہیں اور شیعی انقلاب کا پاکستان میں خطرہ ہے کیونکہ نری سیاست میں اسلام کا تو نقصان ہے مروجہ جمہوریت اسلام کا تحفظ نہیں کر سکتی۔ کراچی میں مہاجر مومنٹ کی بلدیاتی انتخابات میں کامیابی آپ کے سامنے ہے۔ اس تحریک کے صدر الطاف حسین، شیعہ اور سنی غافل مہاجرین کے ذریعہ اپنا لوہا منوالیا ہے۔ برعکس اس کے سنی ذہن بہت کمزور اور برائے نام ہے سیاسی علماء بھی اس فرنگی جمہوریت کی دلدل میں پھنس رہے ہیں۔ آپ اپنی جماعت کو اس چکر سے نکالیں۔ دوسری جمعیت کی پالیسی بھی صحیح نہیں ہے۔ مودودی جماعت کو اپنے اوپر مسلط کر کے انہوں نے اکابر کی محنت ضائع کر دی ہے۔ پوری کوشش کریں کہ جمعیت کے دونوں دھڑے متفق ہو جائیں۔

ایم۔ آر۔ ڈی میں شمولیت کا اصرار فضول ہے۔ اس وقت صرف سنی قوت کی ضرورت ہے۔ جن کی موت و حیات اسلام سے وابستہ ہو۔ شیعہ تنظیموں میں اختلاف برائے نام ہے۔ سب شیعہ انقلاب کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ حکومت جو بھی آئے گی نری سیاسی ہوگی۔ بہر حال بندہ کی گزارشات پر غور

فرمائیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنی مرضیات کی اتباع کرنے کی توفیق دیں۔ اور اہل سنت والجماعت کو ہر محاذ پر کامیابی نصیب ہو۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

(واللہ)

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ مدنی جامع مسجد چکوال

مودودی مذہب

(نوٹ) مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت (جس میں بندہ نے بھی کچھ لکھا) علمی محاسبہ، پاکستان میں جماعت اسلامی شیعہ انقلاب چاہتی ہے۔ میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ۔ اور ”پاکستان میں کلمہ اسلام کی تبدیلی کی ایک خطرناک سازش“ ارسال ہیں۔ مناسب سمجھیں تو حضرت مولانا فرید الوحیدی کی خدمت میں ارسال فرمادیں۔ (واللہ)

اگر یہ کتابیں جدہ نہ بھیج سکیں تو اپنے پاس رکھ لیں۔ والسلام

یہ عریضہ مکمل کرنے کے بعد ہفت روزہ شیعہ لاہور کا پرچہ (۲۴ جنوری ۱۹۸۸ھ) موصول ہوا۔ جس کے ادارہ میں ۳ میں مولانا فضل الرحمن صاحب کے کسی بیان کی مدح سرائی کی گئی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیعہ کس کس طرح فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور کالم ۴ پر تو ڈاکٹر اقبال مرحوم کو شیعہ زعماء میں شمار کیا گیا ہے۔ بہر حال عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ شیعہ مذہب سے غافل نہ رہیں۔ اسلام کے نام پر سب سے برا دشمن اس وقت شیعہ ہے پرچہ کی فوٹو شیٹ کا پی مرسل ہے۔

(واللہ)

طالب دعا خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد چکوال ضلع جہلم (پاکستان) ۲۲ یقعدہ ۱۴۰۱ھ

المکتوب العدد (۱۳)

ہنام احقرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

لا اله الا الله محمد الرسول الله

تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۱۱ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

مکرمی خدمت حضرت مولانا نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کرامی نامہ۔ محرمہ ۱۶ شعبان شریف صدور الی۔ طالب فیہ الیمین ہے اس سے پہلے ۷ جمادی الاخریٰ کا مکتوب بھی موصول ہو گیا تھا۔ لیکن کچھ بھامتی ہو کر اوس اور زیادہ غفلت کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوتی گئی جس پر معذرت خواہ ہوں۔

شیخ صدوق کے رسالہ اعتقاد یہ کی شرح احسن الفوائد مؤلفہ شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین دہلوی نے سرگودھا رسالہ خدمت کی جاری ہے۔ اسی مصنف نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "آفتاب ہدایت" کا جواب "جلیات صد ائت" چند سال ہوئے شائع کیا ہے۔

جس کا مختصر جواب تو اسی وقت دے دیا تھا لیکن مفصل جوابی کتاب کی ضرورت ہے۔ غارتی نقد حصہ دوم کی تکمیل کے بعد اسی کا جواب لکھنے کا ارادہ ہے۔ واللہ (السرور)۔

شیعہ ہرمجاز پر کام کر رہے ہیں۔ ہمارے حضرات ملائے کرام کسی منصوبہ بندی سے کام نہیں کر رہے۔ مولانا عبدالباق صاحب کے نام آپ کا جو کرامی نامہ آیا ہے۔ اسی کا عکس انہوں نے بندہ کو بھیج دیا ہے۔

(۲)..... یہ امر تاریخی طور پر اہل سنت کے لئے بہت زیادہ الحسوس ناک ہے کہ عربی ممالک میں آپ کی کتاب کا عربی ایڈیشن شائع نہیں ہو سکتا۔ ہماری مرعوبیت اور ناکامی کا یہ آخری مرحلہ ہے یہ تو عذاب خداوندی کی ایک شکل معلوم ہوتی ہے جن مراکز اسلام نے دفاع صحابہ کرام علیہم السلام کو اپنا دینی ایمانی مشن بنانا تھا ان کا یہ حال ہے۔ تو پھر ان کا دشمن اور کون ہے اور وہ کس کے دشمن ہیں؟

(۳)..... پاکستان میں شیعہ جارحیت کے رد عمل میں کام تو ہو رہا ہے۔ اور آئینہ کی تصنیف کا بھی بہت اثر ہوا ہے۔ ماضیہ اللہ لیکن دیوبندی مقلدوں میں مسلکی اور سیاسی داخلی اختلافات اس میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ مسلکی فرقے واضح طور پر دو ہیں۔ ایک تو حیات النبی ﷺ کے انکار کا قند ہے۔ مولوی

عناہد اللہ شاء صاحب کمرانی اور ان کی پارٹی کا موضوع تو یہی مسئلہ ہے۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں انہوں نے جو اپنی برصغیر کا عقیدہ لکھا ہے اس میں اختلاف کا بھی انکار کیا ہے بلکہ اس کو اربعہ شرک قرار دیا ہے۔ جس کی کوئی اولیٰ نہایت کالی ارسال ہے۔

دوسرا اعلیٰ فتنہ بڑھ چکا ہے اس کا ہالی تو دور ماضی میں محمود احمد مہاسی ہے۔ اور اس کی تصانیف سے متاثر ہو کر کسی علماء شیعیت کے رد عمل میں بڑھ کر صانع و عادل بلکہ خلیفہ راشد مانتے ہیں۔ چنانچہ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی (جس کے ہالی مولانا غلام اللہ خان مرحوم ہیں) کے مفتی عبدالرشید صاحب نے بھی ایک انتخاب کے جواب میں بڑھ کر خلیفہ راشد قرار دیا ہے۔ اور اسی پارٹی کے ایک اور شیخ الحدیث مولوی محمد حسین بیگوی عمیم سرگودھا نے بڑھ کر خلیفہ راشد لکھا ہے۔ مگر یہ حیات اکثر بڑھتے ہیں ملت کو فتنہ بن رہے ہیں۔ یہ سلف صالحین کی تحقیق پر عدم اعتماد کا نتیجہ ہے۔

سیاسی فتنہ

سیاسی طور پر جمیعت علمائے اسلام دو دھڑوں میں منقسم ہے۔ ایک حضرت درخواستی گروپ اور دوسرا فضل الرحمن گروپ۔ دوسرا ایم آر ڈی کے ساتھ ہے (گواہ بے نظیر سے ان کا اختلاف ہو رہا ہے) اور پہلا گروپ خاکسار پارٹی سے اشتراک کر رہا ہے۔ اور غالباً جماعت اسلامی سے بھی اشتراک کریں گے۔ اور جماعت اسلامی اور شیعہ پاکستان میں بھی فتنی انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بندہ نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے۔ ”جماعت اسلامی پاکستان میں شیعہ انقلاب لانا چاہتی ہے۔“ جو آپ کی خدمت میں بھی ارسال ہے۔ حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی رحمہ اللہ نے جمیعت کے دونوں دھڑوں کو متحد کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اس میں رکاوٹ زیادہ تر اپنی اپنی پارٹی کا وقار ہے۔ اصل میں قیادت کا فتنہ ان ہے۔ حضرت درخواستی گروپ نے بیعت میں شریعت بل پیش کیا تھا۔ جس کی حکومت نے تشہیر کی۔ لیکن اس میں ہمارے نزدیک کچھ خامیاں تھیں اس لئے تحریک خدام اہل السنۃ کی طرف سے اس کے ساتھ ترمیمی فتاویٰ بھی شائع کر دی گئیں۔ یہ بھی ارسال ہیں۔ مجوزہ شریعت بل کی شیعہ بھی کھل کر مخالفت کر رہے ہیں اور غیر مقلد ہیں بھی۔

متحدہ سنی محاذ

چند ماہ ہوئے متحدہ سنی محاذ پاکستان قائم ہوا تھا۔ جس میں چار جماعتیں شامل ہوئیں۔

① تنظیم اہل سنت، ② سواد اعظم اہل سنت، ③ جمعیت اہل سنت، ④ تحریک خدام اہل سنت۔

سنی محاذ کے کنوینر حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی صدر تنظیم اہل سنت پاکستان مقرر ہوئے۔ جو مشہور مناظر بھی ہیں۔ لیکن شریعت بل میں ہم نے جو ترمیمی تجاویز متحدہ سنی محاذ کی طرف سے لکھی تھیں۔ ہائی تین جماعتوں نے اس کی تائید نہ کی۔ بالآخر مجبوراً تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے اس کی اشاعت کی گئی۔ جس کو علماء کی اکثریت نے پسند کیا۔ اگر ہم بھی یہ ترمیم پیش نہ کرتے تو یہی سمجھا جاتا کہ اہل السنۃ والجماعت کی طرف سے سنی سٹیٹ۔ خلاف راشدہ اور فقہ حنفی کا کوئی مطالبہ ہے ہی نہیں۔ حالانکہ انہی مطالبات کی بنا پر ہم شیعیت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور متحدہ سنی محاذ کے قیام کی بنیاد بھی یہی ہے۔

بریلوی مکتبہ فکر

بریلوی علماء اپنی مسلکی بنیاد پر منظم ہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان نے ملک میں ایک مقام پیدا کر لیا ہے۔ اور ہماری کمزوریوں سے بھی ان کو تقویت ملی ہے ویسے ہم بریلویوں سے محاذ آرائی نہیں کرتے۔ اسٹیج پر ایسے اختلافی مسائل نہیں چھیڑتے۔ جس کی وجہ سے عوام ہمارے زیر اثر آرہے ہیں۔ ہم صرف سنی شیعہ اختلاف سمجھاتے ہیں۔ عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت رضی اللہ عنہم اور خلافت راشدہ کا ذہن بناتے ہیں۔ سنی قابلِ رحم ہیں۔ ہم قریب نہ کریں تو شیعہ ان کو اپنا لیتے ہیں۔ اور تعلیم یافتہ طبقہ کو مودودی متاثر کر لیتے ہیں۔ کالجوں میں ہمارا کام نہیں ہوا اور اسلامی جمعیت الطلبہ نے اسلام کے نام پر ایک بڑی طاقت بنالی ہے۔

ایک عظیم نقص

علاء و صلا کی کمی نہیں۔ لیکن مذہبی طبقہ میں اصل جوہر کی جو کمی ہے وہ ہے ایمان و قربانی۔ اعدا و الہم ما استطعتم من قودہ کو اپنے دینی پروگراموں سے عموماً نکال دیا گیا ہے۔ اور آج اسی کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔

ایک نتیجہ ہاز قوم سے عرب کے اہل توحید خوف زدہ ہیں کہ عربی ایڈیشن بھی شائع کرنے کی جرأت

نہیں کر سکتے۔ آج وہی حالات ہیں جنہوں نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر و علم کے گوشوں سے نکال کر میدان میں لا کھڑا کیا تھا۔ اس کے بغیر ہمارا وجود باقی نہیں رہ سکتا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا المدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ المصطفیٰ قدس سرہ کے خطبہ علی گڑھ کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں.....

میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت و نقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ میں ایک گم شدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔ بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے۔ لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا را جلدی انخوا اور اس امت مرحومہ کو کفار کے زخموں سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے۔ خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا، ان کے سامان حرب و ضرب کا۔ [نقش حیات جلد دوم ص ۲۵۷]

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الہند بڑے بڑے علماء اور مشائخ سے چونکہ ناامید اور مایوس تھے (جیسا کہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض اہل اللہ نے مجھ کو یہ نصیحت کی تھی) الخ

[نقش حیات جلد دوم ص ۱۳۷]

اسی سلسلہ میں ایک گزارش یہ بھی ہے کہ تبلیغی جماعت ایک عالمی تنظیم ہے۔ ان کی محنت قابل رشک ہے۔ ہزاروں کی زندگیاں بدل گئی ہیں۔ عمریں اس راہ میں وقف کر دی ہیں۔ اگر آپ حضرات ان کو اعدوا لہم کی طرف توجہ دلائیں اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو جو مقصد آپ کا ہے۔ سبائی فتنے کے اس سیلاب کو اسی صورت میں روکا جاسکتا ہے۔ (واللہ اعلم۔)

بندہ نے حالات و آراء پیش خدمت کر دیئے ہیں۔ آپ جو لائحہ عمل اختیار فرمائیں۔ بندہ کی رائے میں حضرت کی یہاں تشریف آوری کا یہ موقعہ نہیں۔

رمضان المبارک کے بعد بے نظیر بھٹو حکومت سے ٹکرانے کی کوشش کرے گی۔ شیعہ بے نظیر کے ساتھ ہیں۔ قوم کا رجحان عوامی سیاسی ہنگامہ آرائیوں کی طرف ہے۔ کراچی میں اب بھی کرفو نافذ ہے۔ اس کشمکش میں دو بڑے دھڑے بالقابل ہوں گے۔ حکومت اور ایم آر ڈی وغیرہ۔ بیرونی تخریبی قوتیں کام کر رہی ہیں۔ حکومت سے مذہبی طبقہ بھی مطمئن نہیں۔ زیارت کا شوق تو ہے لیکن ایام حج بھی ہیں۔ بندہ نے بھی حرمین شریفین کی حاضری کے لئے جانا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ان حالات میں بندہ کی یہ رائے بھی ہے کہ عربی ایڈیشن پاکستان میں شائع نہ کیا جائے۔ پابندی کا خطرہ ہے حکومت روافض سے مرعوب ہے۔ ہندوستان میں ہی طبع کرایا جاسے وہاں یہ خطرات نہیں ہیں۔
حق تعالیٰ اہل السنۃ والجماعت کو ہر محاذ پر کامیابی عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ
(در اللہ) !

طالب دعامادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ
مدنی جامع مسجد جکوال ضلع جہلم (پاکستان)



[مکتوب نمبر ۴]

بنام! مجاہد ملت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا الکریم زید محمد
السلام علیکم ورحمۃ اللہ! گرامی نامہ ملا۔ طالب خیر بخیر ہے
حافظ عبدالوحید صاحب کو بھیج رہا ہوں۔ مودودیت کے متعلق ایک خط کا جواب جو خدام الدین میں
بھی شائع ہو گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اس میں بندہ نے متحدہ محاذ وغیرہ کے متعلق اپنا موقف ظاہر کر دیا ہے۔ آپ کے بارے میں بھی جو
استفسار تھا اس کا جواب بھی دے دیا ہے۔ اگر آپ کے انجمنیت میں بھی شائع ہو جائے تو مفید ہوگا۔
فریق ثانی تو اس کو بھی بہت سمجھیں گے۔ لیکن اپنے موقف کا اظہار ضروری تھا۔

(۲)..... آپ تشریف لائیں ۳ دسمبر کو، بندہ نے حاجی شبیر احمد صاحب سے مختلف پہلوؤں پر عرض
کر دیا تھا۔ اس سے آگے فی الحال جانا خدام اہل سنت کے کام میں نقص کا باعث بنتا ہے۔ گاہے بگاہے
اس طرح کا تائیدی بیان ان شاء اللہ شائع ہوتا رہے گا۔ میری رائے بھی یہی ہے کہ آپ کی جمیعت
وزارت وغیرہ نہ قبول کرے۔ اور ملکی سالمیت کے لئے اگر آپ حالات کے تحت حکومت کی اعانت مفید
سمجھتے ہیں تو اپنے سٹیج پر ضرورت کرتے رہیں۔

اگر ابتداء ہی وزارت وغیرہ کی بات نہ ہوتی بلکہ آپ کی طرف سے اس کے عدم قبولیت کا اظہار ہو جاتا

[مکتوب نمبر ①]

بنام! یادگار اسلاف مولانا حافظ محمد الیاس صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! رقعہ ملا..... تم نے لکھا ہے کہ کسی نے سوال کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے جو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی تھی اس خبر پر کہ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ بعد میں اطلاع آتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں تو اگر رسول اللہ ﷺ پر درود پہنچتا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ پر درود شریف پڑھا ہوگا اور آپ تک پہنچا ہوگا۔ جس سے حضور ﷺ کو معلوم ہو جانا چاہیے تھا۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں پھر کیوں آپ نے ان کو وفات یافتہ قرار دیا؟

الجواب: منکرین حیات النبی ﷺ عموماً یہ سوال پیش کیا کرتے ہیں، اور یہ سوال ہی ان کی کم فہمی پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اس میں کوئی اشکال نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جب بھی کوئی درود شریف پڑھے اسی وقت دربار رسالت میں پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت وقتی طور پر ملائکہ کو روک سکتا ہے۔ کہ وہ جلدی درود نہ پہنچائیں۔ تاکہ صحیح حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت و حیات کی بیعت لے لی جائے۔

(۲)..... اور اس حکمت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اطلاع نہ دی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ اس واقعہ سے یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ عالم الغیب نہ تھے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امتیوں کا درود شریف کا آپ پر پہنچایا ہی نہیں جاتا۔

(۳)..... جب صحیح حدیث سے ثابت ہے تو پھر اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے۔ ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفحة و فیہ الصمقة فاکثروا علی من الصلوة فیہ فان صلوتکم معروضة علی قال قالوا یا رسول اللہ و کیف تعرض صلوتنا علیک وقد امرت فقال ان اللہ عزو جل حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء۔

”بے شک تمہارے افضل دنوں میں سے ایک دن جمعہ کا ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اس میں ان کی وفات ہوئی اور اس میں محمدؐ اولیٰ ہوگا اور اس میں صاعقہ ہوگا۔ سو تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض

کی۔ آپ پر ہمارا اور اس طرح پیش کیا جائے گا۔ جبکہ آپ یسید ہو چکے ہوں گے تو آپ ۱۵۰ لے فرما، نہ توئی نے زمین پر انبیائے کرام میں جس کے اجسام حرام کر دیئے ہیں۔

اس حدیث کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بھی رسول اکرم میں حج پر امت کا درود پیش کیا جاتا تھا۔ (۲) جس وقت میں صحابہ کرام معہ کو یہ اشکالی ہوا کہ وفات کے بعد آپ کا جسم یسید ہو جائے گا تو پھر کس طرح درود آپ پر پہنچے گا۔ تو حضور مقرر فرمایا کہ انبیائے کرام کے جسم بھی قبر میں محفوظ رہیں گے۔ اس لئے مجھ پر موت کے بعد بھی درود اس جسم پر پہنچتا رہے گا۔ جس طرح اس جسم پر پہنچتا ہے۔ اور چونکہ اس میں آپ پر درود جسم مع الروح پہنچتا تھا۔ اس لئے یہ حسیہ کبریا پر ہے کہ قبر مبارک میں بھی درود شریف جسم مع الروح زندہ ہونے کی حالت میں پہنچتا ہے۔

اس لئے امت میں سے کسی نے اہل سنت والجماعت میں سے اس کا انکار نہیں کیا۔ (۳) البتہ یہ فرق ضرور ہو گا کہ اس جہاں میں زندگی کی کیفیت اور ہے۔ اور وفات کے بعد قبر مبارک میں جسم الطہر کی حیات کی کیفیت اور ہے۔

کیونکہ وہ عالم بزرگ ہے۔ لیکن اس حیات کا تعلق بھی جسم الطہر سے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت فرمائیں۔ آمین بجا، اے نبی اکرم ﷺ

واللہ اعلم

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

❁ ❁ ❁ ❁

(مکتوب نمبر ۵)

بنام! حضرت مولانا حکیم حافظ محمد طیب صاحب مدظلہ

بخدمت برادر حافظ صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

محبت نامہ ملا۔ طالب فیر لکھ رہے ہیں۔ میری رائے تو یہ ہے کہ جو احباب جمعیت سے مستغنی ہوئے ہیں وہ خدام اہل السنۃ قائم کر لیں۔ اور کام کریں۔ البتہ الیکشن میں وہ ووٹ جمعیت کے نمائندہ کو

دیں۔ اگر وہ قابل اعتماد ہو اور اگر جمعیت کسی ایسے نمائندہ کی حمایت کرے جو اعتقادی قابل اعتماد نہ ہو۔ یا سیاسی طور پر تو پھر اپنی صوابدید سے کام لیں۔ (واللہ اعلم)

استفتاء کی اشاعت کے بارے میں تردد ہے۔ اب راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ شائع کر دیا جائے۔ کیونکہ متعدد خطوط میں استفسار آتے رہتے ہیں اور علمائے جمعیت کی طرف سے یہ توجہ کی جاتی ہے کہ حضرت بھٹو نے سیاست میں ہندو، سکھ وغیرہ کو بھی شریک کر لیا تھا۔ اور یہ غلط فہمی یا تلخیص ہے۔ محترم حافظ صاحب سلمہ (پٹولیاں) کی خدمت میں بعد سلام مسنون یہ عرض کر کے مشورہ کر لیں اور احباب سے بھی۔

”مودودی مذہب“ کی کتاب تھوڑی باقی رہ گئی ہے بہتر یہ ہے کہ آپ احباب مل کر اس کو طبع کرائیں۔ خدام اہل سنت کی طرف سے ہی۔ اس میں اضافات بھی ہیں یہ کام ضروری ہے۔

جہلم میں ایک پندرہ روزہ ”عمل“ نکلتا ہے ان سے بات کی ہے کہ خدام اہل سنت کی خبریں شائع کریں۔ فیصلہ ہوا ہے کہ ہفتہ میں وہ خدام کے لئے ضمیمہ شائع کر دیا کریں گے۔ اس طرح ہفت روزہ کا فائدہ ہو جائے گا۔ اگر احباب عمل کی اشاعت میں کوشش کریں تو اس میں خدام اہل سنت کے موقف کی وضاحت وغیرہ کے مضمون شائع ہوتے رہیں گے۔ نیز اب اپنا ماہنامہ یا ہفت روزہ ضرور جاری کرنا چاہیے ”خدام اہل سنت“ کے نام سے ماہنامہ کا ڈیموگرافیشن لینے کے لئے کوشش ضروری ہے۔ (واللہ اعلم)

حافظ محمد حیات صاحب، حافظ شاہ محمد صاحب، حافظ محمد شعیب صاحب وغیرہ احباب کی خدمت میں سلام۔ ہمیں خدام کے مشن اور تعمیری کام میں توقف نہیں کرنا چاہیے۔ مولانا ہزاروی سے تاحال ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی فائدہ ہے۔

مولانا سید گل بادشاہ صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ ”شوزی میں بندہ کے موقف کو صحیح تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اکثریت نے خاکسار پارٹی کی شمولیت پر احتجاج کیا تھا۔ لیکن فیصلہ یہ ہوا کہ الیکشن کے اختتام تک ان کی شمولیت باقی رکھی جائے“ اور بندہ کے نزدیک یہی بے اصول فیصلہ ہے جو حق پرستی کے خلاف ہے۔

(واللہ)

خدام اہل سنت مظہر احقر مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد بکوال ۲۱ جمادی الاول ۱۴۳۷ھ

مکتوب نمبر ۱۸

بنام! فاضل دیوبند مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ، کلاچی

بخدمت حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب زید محمد

السلام بحکم ورحمۃ اللہ! طالب خیر بخیر ہے۔ آپ نے گرامی نامہ مورخہ ۲۱ رمضان المبارک میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں دریافت فرمایا تھا۔ اور اسی سلسلہ میں آپ نے جناب محمد بن ابی بکر کے قتل کے بارے میں اکمال کا حوالہ دیا تھا کہ قتلہ اصحاب معاویہ ... الخ آپ نے کسی ماہنامہ کا بھی ذکر فرمایا تھا کہ اس میں اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے سو بندہ کو کسی بھی ماہنامہ کے متعلق یاد نہیں ہے۔ محققین اہل سنت کا دعویٰ یہی ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے قتل نہیں کیا۔ اس قضیہ کے بارے میں جو حوالہ جات ملے ہیں حسب ذیل ہیں۔^①

(۳)۔ یہ دیکھ کر محمد بن ابی بکر نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا تم دونوں یہاں ہی ٹھہرو۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی بیوی بھی ہیں۔ پہلے میں جاتا ہوں۔ جب میں انہیں پکڑ لوں تو تم دونوں ان پر حملہ کر کے قتل کر دیتا۔ چنانچہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑی۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بخدا اگر تمہارے والد تمہیں یہ کام کرتے دیکھتے تو انہیں برا معلوم ہوتا۔ اور انہیں بہت دکھ ہوتا۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ڈھیلا پڑا۔ اس نے داڑھی چھوڑ دی۔ الخ

[تاریخ الکلا م ترجمہ ص ۱۸۶]

(۵)۔۔۔۔۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ طبری لکھتے ہیں: محمد بن ابی بکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہوں نے ان کی داڑھی پکڑ لی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تم نے جس چیز کو پکڑا ہے اور جس طرح میرے ساتھ سلوک کیا ہے۔ تمہارے والد (ابی بکر) اسے نہیں پکڑتے تھے اور نہ میرے ساتھ ایسا سلوک کرتے تھے۔ اس پر اس نے آپ کو چھوڑ دیا اور چلا گیا۔ [تاریخ طبری ترجمہ حصہ سوئم ص ۴۹۶]

(ب)۔۔۔۔۔ آخری شخص جو اندر جا کر واپس آ گیا وہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

① سوال مذکور کے جناب میں حضرت کا مالیت یہودی نے آٹھ حوالہ جات تحریر فرمائے پہلے میں باوجود بسیار کوشش کے فوٹو کالی کے سنبھالی دستہ ہونے کی وجہ سے ہر حصہ نہ لکھ سکے۔ باقی پانچ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

بھی نکل آئے اور لوگوں نے دیکھا کہ وہ شکست دل ہو رہے ہیں۔ توفیرہ سودان بن حران جو دونوں قبیلہ سکونجر سے تعلق رکھتے تھے۔ اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ اس کام کے لیے تیار ہوئے ان دونوں کے ساتھ عافقی بھی شریک تھا۔ الخ [ایضاً تاریخ طبری ص ۵۰۷]

(۶) طبقات ابن سعد مترجم حصہ سوم میں یہ روایت ہے کہ: محمد بن ابی بکر ان سب کے آگے بڑھا، عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ لی۔ اور کہا او بوزھے احمق خدا تجھے رسوا کرے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں بوزھا احمق نہیں ہوں۔ میں اللہ کا بندہ اور امیر المومنین ہوں۔ الخ

(۷) مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں محمد بن ابی بکر نے کہا: تجھ کو اس بڑھا پے میں بھی خلافت کی ہوس ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے باپ ہوتے تو وہ میرے اس بڑھا پے کی قدر کرتے اور میری اس داڑھی کو اس طرح نہ پکڑتے۔ محمد بن ابی بکر یہ سن کر کچھ شرما گئے اور داڑھی چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ ان کے واپس جانے کے بعد بد معاشوں کا ایک گروہ اس طرف سے دیوار کو دکر اندر آیا۔ الخ

[تاریخ اسلام حصہ اول ص ۴۵۵]

(۸) سب سے پہلے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اور آپ کی ریش مبارک پکڑ لی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے محمد بن ابی بکر! اگر تمہارے والد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تم کو میرے ساتھ یہ بڑھاؤ کرتے ہوئے دیکھتے تو خدا کی قسم ان کو بزار نہ ہوتا۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں لرز پڑ گیا اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔ مگر وہ دونوں جوان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے انہیں امیر المومنین کو ذبح کر دیا۔ الخ

[خلفائے راشدین مؤلفہ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی رحمہ اللہ]

تبصرہ

مذکورہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو خود قتل کیا ہے۔ لیکن اکثر روایات میں یہی ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین کی تنبیہ پر انہوں نے داڑھی چھوڑ دی۔ اور وہاں سے نکل گئے۔ اور یہی صحیح ہے۔ چنانچہ ابن اثیر اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ فسر کہ وخروج - علاوہ ازیں حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ اپنی کتاب تطہیر الجنان میں دونوں قسم کی روایتیں پیش کرتے ہوئے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کی روایت کی سند کے متعلق فرماتے ہیں اس کے بعض راویوں کو میں نہیں جانتا۔ اور دوسری روایت کے بارے میں

لیکھتے ہیں..... اور ایک روایت میں جس کے راوی ثقہ ہیں۔ مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تینوں حضرات کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا صبر کرو۔ شب آئندہ میں تمہارے ہاں روزہ افطار کرو گے..... اور ایک روایت میں جس کے راوی ثقہ ہیں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ خواب دیکھا تو اپنا دروازہ کھول دیا اور قرآن مجید اپنے سامنے رکھ لیا۔ اس حالت میں محمد بن ابی بکر ان کے پاس پہنچے اور ان کی داڑھی پکڑ لی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم نے میرے ساتھ وہ بات کی کہ اگر تمہارے باپ ہوتے تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے داڑھی چھوڑ دی اور باہر چلے گئے۔ الخ

[تویر الایمان ترجمہ تفسیر البیان مترجم امام اہل سنت مولانا لکھنوی رحمہ اللہ]

تو روایت دو درایتا دونوں طرح بھی بات صحیح ہے کہ حضرت محمد بن ابی بکر نے داڑھی چھوڑ دی اور وہاں سے نکل گئے۔ بعد میں دوسرے باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ محمد بن ابی بکر کا وہاں سے چلا جانا ان کی توبہ کی دلیل ہے لہذا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو کسی صحابی نے قتل نہیں کیا۔

⑤ حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی لاش کو جیفہ ہمار میں ڈال کر جلا دینے کی روایت تاریخ بن اثیر رحمہ اللہ میں ہے یا اکمال میں۔ اسماء الرجال کی کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزری۔ اس کی سند کی تحقیق بھی نہیں کی۔ احتمال ہے کہ یہ روایت بھی وضعی ہو۔ اگر ایسا واقعہ ہوا بھی ہے تو کوئی صحابی رضی اللہ عنہ اس کے مرتکب نہیں ہوئے۔ حضرت عمرو بن الحارث کا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں اور غیر صحابہ نے اگر ایسا کیا بھی ہے تو اس کا دفاع ہمارے لئے ضروری نہیں۔ کیونکہ اصطلاحاً تابعی وہ ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا مہاجر یا انصار کا قریبی ہو۔ حسب ارشاد خداوندی والذین اتبعوہم باحسان۔ اگر قرآنی شرط کو نظر انداز کر دیا جائے اور صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت والوں کو تابعین میں شمار کی جائے تو پھر قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تابعین کرام میں شامل ہو جائیں گے اور یزید اور اس کے ظالم کمانڈر مسلم بن عقبہ وغیرہ بھی۔

⑥ حضرت محمد بن ابی بکر پر رحمت للعالمین رضی اللہ عنہ کی نظر رحمت تو پڑی ہوگی۔ اگرچہ کسی کتاب میں اس کی تصریح نہیں دیکھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جو متفق علیہ تعریف ہے اس میں وہ شامل نہیں ہوتے۔ حبر کا ان کو صحابہ کرام میں شمار کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں جنگ جمل اور جنگ صفین وغیرہ میں بھی دونوں طرف

میں تدریس بہ کرام یہ سچے سچے سلسلہ بھی شدہ ہوا۔ ہزار ہا جانیں قربان ہوئیں۔ اس کے باوجود اہل سنت و جماعت کا مسک حق یہی ہے کہ چونکہ فریقین کے صحابہ کرام و صحیح کی نیت صحیح تھی۔ اپنے اپنے جہز کے تحت انہوں نے جنگوں میں حصہ لیا۔ اس لئے وہ قاتل گرفت نہیں۔ بلکہ اجتہادی خطا پر بھی یہ جرم تھا ہے۔ جناب محمد بن ابی بکر نے بھی اگر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے تو اس خطا کی بنا پر جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مرگ کران کے قتل کرنے کے لئے گور زمصر کر بھیجا گیا تھا۔ اس کے باوجود یہ اہل سنت کی خوش نصیبی ہے کہ وہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے پر یادم ہوئے۔ اور وہاں سے چلے گئے۔ ہذا ان پر کوئی کرام نہ رہے۔ بارے میں باقی نہیں رہتا۔ مشاجرات صحابہ جو صحیح سے ہی روافض اور خوران نے قائم و افہا ہے۔ حتیٰ کہ مودودیت کا معنی بھی یہی ہے۔ خلافت و طوکیہ میں یہی جذبہ کارفرما ہے۔ درندہ رنہ رنہ۔

گزشتہ دور میں ایک شیعہ مقرر نے یہاں پکوال میں اپنی تقریر میں کہا ہے کہ ہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی مانتے ہیں مگر اس طرح کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مانا ہے لیکن ہم محمد بن ابی بکر کے تابعدار ہیں۔ اور ہم اس کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ فرمائیں کہ شیعہ کس طرح اپنے موقف پر محنت نہیں کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس کوئی اہل سنت و الجماعت کی اکثریت حتیٰ کہ علمائے کرام بھی سنی بنیاد پر کما حقہ محنت نہیں کر رہے۔ اور اسی غفلت کا نتیجہ ہے کہ علماء کرام نے شریعتِ ملی میں اہل سنت و الجماعت کے نام و عنوان سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی پیسہ لاء بطور فکری تحفہ دیا ہے۔ ہم نے تو اپنا دینی اور تاریخی تشخص ہی ختم کر دیا ہے بندہ نے مدرسہ کی اس لائبریری کے مضمون میں شریعتِ ملی پر بھی اپنے موقف کے مطابق تبصرہ کر دیا ہے۔ ایک کاپی مرسل خدمت ہے۔

درندہ رنہ

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد پکوال

اصحابِ کرامؓ

بنام! حضرت مولانا قاری سعید الرحمن صاحب مدظلہ، راولپنڈی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

طالبِ تہذیب ہے۔ آپ نے انہماک میں پڑھا ہو گا۔ کہ فیض پارہ میں ایک درخت کے سنے پر خلقائے راشدین کے اسمائے مبارکہ لکھے ہوئے پائے گئے ہیں۔ یہ واقعہ عجیب ہے۔ ام نے ۱ مئی بروز جمعرات خود جا کر دیکھا ہے کل جمعہ کے موقع پر قرار داد بھی پاس کی ہے۔ جن کی فونوٹیت ارسال ہے۔ قدرت خداوندی سے کچھ بعید نہیں ہے۔ آپ خود بھی اور دوسرے حضرات بھی جا کر دیکھ لیں۔ وہاں کے نوجوان اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ لیکن حکومت کی طرف سے اس کا انتظام نہیں کیا گیا۔ دشمن کی طرف سے خطرہ ہے۔ ہم خدام کو بھی وہاں پہرہ دینے کے لئے بھیج رہے ہیں۔

آپ جناب صدر مکتبہ جزل ضیاء الحق سے کہیں کہ سرکاری طور پر اس کی حفاظت کا فوری طور پر انتظام کریں۔ اس کو حکومت کی تحویل میں لے لیں۔ ان کے دور حکومت میں چار بار جرنل کمانڈر قادیان (کرامت) ان کے لئے بھی نیک قالی ہے۔

عقیدہ خلافت راشدہ کو قادر مطلق کی طرف سے اس طرح منوانا تاریخ اسلام میں خصوصیت رکھتا ہے۔ اس امر کے لئے تاکید عرض پر فہم کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے۔ اور مذہب اہل سنت والجماعت کی اتباع کی توفیق دے۔ اور خلافت راشدہ کا پرچم بلند فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

(ذمہ داری)

خادم اہل سنت مظہر حسین مغفر لہ

مدنی جامع مسجد چکوال

وہاں..... وہاں..... وہاں..... وہاں

[مکتوب نمبر 10]

بنام! حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ

محترم جناب راشدی صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

عنایت نامہ ملا۔ طالب خیر بخیر ہے۔ معروضات کی وجہ سے جواب میں بہت تاخیر ہو گئی ہے معذرت خواہ ہوں۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ قومی اتحاد کے منشور پر نظر ثانی کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے جس کے آپ بھی رکن ہیں۔ اور اس سلسلے میں مجھ سے بھی آپ نے سنی نقطہ نظر سے ارکان کمیٹی کو اپنی تجاویز اور سفارشات ارسال کرنے کا مطالبہ کیا۔ آپ کا احساس صحیح ہے لیکن میرے نزدیک قومی اتحاد سنی مذہب کا ترجمان ہی نہیں ہے۔ تو میں کیونکر اس قسم کی تجاویز بھیج سکتا ہوں۔

شیعہ علماء اس وقت فقہ جعفری کو بطور پبلک لاء نافذ کرانے کے لئے ایک زبردست تحریک چلا رہے ہیں۔ اور ہم نے تو صدر مملکت جنرل ضیاء الحق صاحب کے اس اخباری بیان کی پر زور حمایت کرتے ہوئے ایک تائیدی قرارداد بھی ملک بھر سے بھجوانے کی کوشش کی ہے کہ..... چونکہ پاکستان میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس لئے یہاں فقہ حنفی کا قانون نافذ کیا جائے گا۔ ملک میں دو قانون نہیں نافذ ہو سکتے“ (لوائے وقت لاہور)

لیکن میری نظر سے قومی اتحاد کے کسی ذمہ دار لیڈر کا کوئی ایسا بیان نظر سے نہیں گزرا۔ جس میں صدر مملکت کی تائید کر کے سنی مسلمانوں کی جزوی طور پر بھی تائید و حمایت کی گئی ہو۔ بلکہ میں تو آپ کے ہفت روزہ ”ترجمان اسلام لاہور“ بحریہ ۱۳ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۹۷ء میں شائع شدہ اس خبر سے بہت زیادہ حیران ہوں۔ جس میں امام کعبہ شیخ عبداللہ بن سبیل نے حضرت مفتی محمود صاحب کا تعارف کراتے ہوئے مکہ مکرمہ میں علماء و شیوخ کے سامنے فرمایا ہے کہ ”مفتی صاحب پاکستان کے فقی ہیں“۔ حالانکہ مفتی صاحب دور حاضر میں تمام حبیحان عالم کے سب سے بڑے مجتہد اور فقہ اعظم ہیں۔ جو ان کے مذہب میں امام غائب حضرت مہدی کا نائب ہوتا ہے اور اس کی تقلید تمام شیعوں پر فرض ہوتی ہے۔ تو شیعہ مذہب کے نائب امام اور مولانا مفتی صاحب ایک سنی شیخ الحدیث میں دینی اعتبار سے کیا

اب آپ خودی اندازہ فرمائیں کہ طینی کے عقیدہ خلافت و حکومت اور اہل سنت و الجماعت کے عقیدہ خلافت و حکومت میں کیا فرق ہے؟

(واللہ اعلم)

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد چکوال، ضلع جہلم یکم رجب ۱۳۹۹ھ

.....

[مکتوب نمبر ۱۱]

بنام! حافظ عبد الوحید صاحب خفی

عن یدہم حافظ عبد الوحید سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا عنایت نامہ ملا جواب میں تاخیر ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو علم تافع اور عمل صالح کی توفیق فرمائیں۔ آمین۔ مرکز نے خاکسار پارٹی کو متحدہ دینی محاذ میں شریک کر کے اور ان کے لیڈر کو نائب صدر بنا کر ہمیں پھر پریشان کر دیا ہے مشرقی خاکسار کی پارٹی کے متعلق اکابر حضرات پیغمبر کے بوقت نبی ہیں۔ اس بناء پر تو وہ مسلمہ اور کسی طرح بھی یہ جماعت دینی جماعت قرار نہیں دی جاسکتی۔ اگر یہ ہو سکتا تو پھر مودودی پر دوزی وغیرہ پارٹیاں بھی دینی جماعتوں میں شمار ہو سکتیں۔ بندہ نے اکابر کو بے تحفظات بھیج دیئے ہیں۔ لیکن امید نہیں کہ اس فیصلہ کو واپس لے سکیں۔

اقبال قریشی متحدہ دینی محاذ میں بلاوے کے لئے میرے پاس آیا تھا۔ میں نے صاف جواب دے دیا۔ کہ میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین حافظ محمد ایوب اور دیگر کی خدمت میں سلام مسنون۔

(واللہ اعلم)

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

.....

[مکتوب نمبر 12]

بنام! جناب چوہدری محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ

برادر چوہدری محمد اشرف صاحب سلمہ

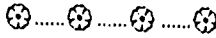
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

طالب خیر باخیریت ہے۔ ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ آپ کے لیے آخری حکم پرسوں کے متعلق آگیا ہے۔ یہ یقین رکھیں کہ موت کا وقت مقرر ہے اس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ چھانسی کی تاریخ کتنی بار آپ کی مقرر ہو کر منسوخ ہو چکی ہے۔ کیونکہ آپ کی زندگی باقی تھی۔ اور چوہدری محمد دوریز آپ سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ کیونکہ اس کی زندگی ختم ہو چکی تھی۔ موت اور زندگی صرف خالق اور پروردگار عالم کے اختیار میں ہے۔ آپ کے والد صاحب نے آپ کی رہائی کے لیے جتنی کوشش کی ہے۔ شاید ہی کسی کے والد نے اس زمانہ میں اتنی کی ہو۔ عالم اسباب میں ہر طرح سے کوشش کی جا چکی ہے۔ اب بھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ کی موت کس وقت آئے گی۔ لیکن اس ظاہری حکم کی بناء پر آپ پر لازم ہے کہ موت کی تیاری کریں اس دنیا میں ہزار برس سے زیادہ بھی کوئی زندہ رہے۔ تو آخر اس کے لیے موت ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ آپ اس فانی دنیا کی محبت بالکل دل سے نکال کر اب اپنے رب کی محبت میں فنا ہونے کی کوشش کریں اگر آپ کی موت جیل میں آئی تو آپ کی مغفرت کا سبب بنے گی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس قید میں جتنی اپنی عبادت کی توفیق دی یہ باہر آزاد زندگی میں کیسے نصیب ہو سکتی تھی؟ اب آپ یہ لمحات موت کو لبیک کہتے ہوئے گزاریں اور زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت، نماز، نوافل، تلاوت قرآن اور ذکر اور درود شریف میں صرف کریں۔ بالکل غفلت نہ کریں۔ سب کو بھلا کر اپنے رب کے ساتھ تعلق جوڑ لیں۔ یہی حیات اور یہی ذکر و عبادت مرنے کے بعد قبر اور قیامت میں کام آئیں گے۔ دیکھیے دوریز مرحوم نے کس طرح مردانہ وار اور مجاہدوں کی طرح موت کو قبول کیا۔ نعرہ بکبیر اور حق چار یار رحمۃ اللہ علیہ کا اعلان کر کے خوشی خوشی تختہ دار پر لٹک گیا۔ آپ بھی اس طرح کریں۔ توبہ و استغفار خوب کریں اور یہ بھی تاکید کرتا ہوں کہ اب داڑھی منڈوانا بالکل چھوڑ دیں۔ تاکہ نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ کے حسین ترین چہرہ مبارک اور نورانی داڑھی کا نمونہ آپ کو نصیب ہو جائے اور حضرت محمد ﷺ کے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کے اولیاء و صالحین کی پیروی آپ

کو نصیب ہو جائے۔ یہ بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اور ہم سب گناہگاروں کا کامل توبہ و استغفار پر خاصہ کریں اور رحمت للعالمین شفیع المذنبین ﷺ کی شفاعت سے جنت الفردوس نصیب ہو۔
(اُمیں بجاء النبی ﷺ)

(واللہ)

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ
مدنی جامع مسجد چکوال



[مکتوب نمبر 13]

بنام! جناب! باسٹر منظور حسین صاحب

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

باسٹر منظور حسین صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ نے کتاب ”ہدایت الخیر ان“ مجھے ہدیٰ دی ہے۔ اس میں بندہ کے بارے میں آپ نے یہ عبارت لکھی ہے۔
بخدمت گرامی

سراپائے برکت، دھیکر در ماندگان را ہمائے راہم کشکان

اس میں آپ نے بہت ہی مبالغہ سے کام لیا ہے۔ پہلے آپ نے بھی اس قسم کے الفاظ نہیں لکھے۔ میں بطور رواجی کس نفس کے نہیں بلکہ حقیقتاً عرض کر رہا ہوں کہ بندہ تو کسی حیثیت سے بھی ان الفاظ کا مصداق نہیں بن سکتا۔ (لانا لانا) (لہو ر) (معوہ)

آئندہ آپ احتیاط رکھیں۔ میں نے آپ کے عمر وہ ان الفاظ پر لکیر کھینچ دی ہے۔

(۲)..... ماہنامہ حق چار یار خدیجہ میں بھی بندہ کو جو مظہر شریعت و طریقت لکھا جاتا ہے۔ یہ بھی انتہائی مبالغہ ہے۔ میں نے پہلے بھی غالباً ان سے کہا تھا اور اب سختی سے کہوں گا کہ مندرجہ الفاظ کو حذف کر دیا جائے۔ اور قائد اہل سنت بختیار بھی نہ لکھا جائے۔ البتہ ”وکیل صحابہ خدیجہ“ لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

درجہ (جولائی ۱۹۸۱ء) درجہ (نومبر ۱۹۸۱ء) درجہ (دسمبر ۱۹۸۱ء) درجہ (جنوری ۱۹۸۲ء)
 ہر سنی مسلمان کو وکیل صحابہؓ بڑھانا چاہیے۔ درازند زانو فوراً
 اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنی مرنیات کی توفیق دیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

درازند زانو

خادم الہ سنت مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد پکوال

روزہ..... روزہ..... روزہ..... روزہ..... روزہ.....

[مکتوب نمبر ۱۱۴]

بنام! جناب امجد محمود صاحب

برادر محترم امجد محمود صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے دونوں مکتوب ملے۔ طالب خیر باخیریت ہے

میں بہت مصروف رہتا ہوں۔ اس لئے خطوط کا جواب جلدی نہیں دے سکتا۔ آپ نے اخبارات کے تراشوں کی فوٹو سنٹ بھیج کر میری رائے طلب کی ہے۔ میں تو یہ سارا پڑھ بھی نہیں سکتا۔ اس قسم کے مضامین اور پیشین گوئیاں اس قسم کے لوگ کرتے رہتے ہیں۔ یہ کوئی معیاری باتیں نہیں ہوتیں۔ مثلاً ایک عنوان یہ ہے کہ..... ”ایک پروگرام جس پر عمل کیا جائے تو کچھ ہی دنوں میں سعودی عرب کے عام باشندے اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور جنگ بدر اور جنگ احد کے شہداء کے مراتب کو پہنچیں گے ورنہ“ الخ

یہ کس قدر جھوٹ ہے۔ کیا کوئی بدر اور احد کے شہداء کو بعد والے پہنچ سکتے ہیں اور پھر اس دور کے لوگ۔ سب سے بڑا مقام شہدائے بدر کا ہے۔ جو حضور رحمت للعالمین کے پرچم تلے شہید ہوئے ہیں۔ اور جن کی نصرت کے لئے فرشتے نازل ہوئے ہیں۔

②..... دجال کے باب میں لکھا ہے..... ”دجال نمبر ① کا نادجال“ جو اس دنیا کو مانتے ہیں۔

مرنے کے بعد کسی دنیا کو نہیں مانتے۔ وہ سب کانے دجال ہیں“ یہ بھی غلط ہے۔ دجال پہلے بھی آئیں گے

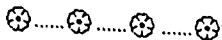
لیکن ان سے جو آخر میں آئے گا۔ وہ حقیقتاً ایک آنکھ سے کانٹا ہو گا وہ خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے اور اس کی پیشانی پر ک۔ ا۔ ف۔ ر کے بھی حروف لکھے ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ اس دنیا کو مانے گا اور آخرت کا منکر ہو گا۔

(۳)..... آپ نے تبلیغی نصاب سے فضائل درود شریف نکالے جانے کا ذکر کیا ہے۔ یہ ہمیں پہلے بھی معلوم ہو چکا ہے اردو نصاب سے بھی یہ حصہ حذف کر دیا گیا ہے اور یہ سخت افسوسناک کاروائی ہے۔ لیکن اس وجہ سے ان کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ تبلیغی حضرات سے دریافت کیا جائے کہ یہ تصرف تبلیغی نصاب میں کیوں کیا گیا ہے؟ یہاں پاکستان میں پھر کسی نے تبلیغی نصاب شائع کیا ہے۔ جس میں ”فضائل درود شریف“ بھی شامل ہے۔ درود شریف کی بڑی برکات ہیں تبلیغی نصاب میں اس حصہ کی شمولیت بھی باعث برکات ہے۔ آپ نے اپنا پورا اقبال و اعتبار نہیں کرایا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ بندہ تو عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عقیدہ خلافت راشدہ کے تحفظ کے لئے کتابیں لکھتا رہتا ہے۔ شیعیت، خارجیت، مودودییت وغیرہ کے فتنے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کو عموماً سہیت کی بنیاد پر محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی تشریف لاتے رہتے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول کو مدنی جامع مسجد میں پانچویں ”سالانہ سیرت النبی کافرنس“ میں بھی تشریف لائے تھے۔ احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو مذہب اہل سنت والجماعت کی اتباع، خدمت اور نصرت کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اہل سنت والجماعت کو ہر جگہ کامیابی نصیب ہو۔
محمد ﷺ کی سچی محبت اور اطاعت، صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی عظمت و اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

(واللہ)

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ
مدنی جامع مسجد چکوال ضلع جہلم (پاکستان)





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ الْمَوْلَانَا سَيِّدُ الْمَوْلَانَا
حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسن اظہر مظاہر

کی دینی علمی، ملی اور مجاہدانہ خدمات ہمارے لئے مشتعل راہ ہیں
 قائد اہل سنت نمبر کی تاریخ سنا ز اشاعت اور ماہنامہ حق چار یار
 کی اشاعت کے پندرہ سال مکمل ہونے پر ○○○○○○○○○○
 حافظ زاحد حسین رشیدی صاحب اور ان کے رفقاء کو دلی مبارک باد
 ہم امید رکھتے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب کے نقوش قدم کی روشنی میں

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسن اظہر مظاہر

اپنے عظیم والد کی تابندہ روایات کو آگے بڑھاتے ہوئے نظام خلافت راشدہ کے
 نفاذ کی منزل قریب تر کر دیں گے اور آپ کی قیادت میں تحریک خدام اہل سنت
 کا قافلہ عزیمت رواں دواں رہے گا۔ (فائز اللہ العزیز)
 والسلام

(مولانا) میاں عبدالوحید اشرفی خطیب جامع صدیق اکبر صوفیہ آباد لاہور

042-7124882- Mob:0333-4435214

قبلہ قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

کچھ استاد حدیث دھرتی والا ناصیہ محمد ارشد مدنی^{۱۲}

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہمارے بزرگوں میں اتباع سنت اور کثرت ذکر کی وجہ سے صفت محبوبیت عیاں تھی۔ دھرتی نالوتوی رحمہ اللہ، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد اور متوسلین کے دلوں میں اپنے ان اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ کس قدر والہانہ تعلق تھا وہ ناقابل بیان ہے۔ راقم الحروف نے دھرتی مدنی رحمہ اللہ کے بہت سے متوسلین اور تلامذہ کو دیکھا ہے کہ جب بھی حضرت کا ذکر آتا تھا تو بے قابو ہو جاتے تھے اور پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے۔ اس والہانہ تعلق اور وارفتگی کی وجہ سے اپنے شیخ کے مسلک اور طریقہ میں جو پختگی اور صلابت ان حضرات میں پائی جاتی تھی وہ اب دیکھنے کو نہیں ملتی۔

دنیا اپنے تمام وسائل کے باوجود ان حضرات کو اپنے رستے سے نہیں ہٹا سکی اور نہ ہی کوئی مصلحت ان کے لیے سد راہ بن سکی اور نہ پریشانیاں اور مصائب ان کے عزم اور حوصلہ کو پست کر سکے۔

حضرت قبلہ قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ میں بھی یہی مسلکی پختگی اور صلابت بدرجہ اتم موجود تھی اور اپنی پوری زندگی انہوں نے احقاق حق اور باطل کی تردید میں گزاری اور اس طرح گزاری کہ دنیا کی کوئی مصلحت اور صعوبت ذرا بھی ان کے حوصلے کو متاثر نہ کر سکی۔ اب محمد رحمہ اللہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے متوسلین اور تربیت یافتہ لوگوں کی ایک جماعت ہے جو ان کے کام کو آگے بڑھا رہے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب مرحوم و مغفور کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی تحریک کو حریہ قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

اکابر کے روحانی فرزند

☆ کچھ محدث کبیر مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ اسلام اپنے اصول و فروع کے لحاظ سے سب سے سچا دین ہے۔ عالم اسباب میں جس کی حفاظت علمائے حق نے ہمیشہ کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی جانفشانی کے ساتھ دین حق کی حفاظت کی ہے۔ پھر تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین، حضرات فقہائے کرام، محدثین، مفسرین اور اولیائے کرام نے اپنی جانیں کھپا کر مذہب اسلام کی حفاظت کی۔ ہر دور میں بڑی بڑی تکلیفیں اور مصائب برداشت کی ہیں۔ ان اکابر کے روحانی فرزند حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے چکوال، جہلم کے پسماندہ علاقوں میں ان اکابر کی یاد تازہ کر دی۔ اب ان علاقوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے توحید و سنت کو جاننے والے اور حضرات صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے والے وافر مقدار میں لوگ موجود ہیں۔ کہنے والے نے کیا ہی اچھا کہا ہے.....

کامیابی کا مرانی اہل محنت کے لیے مقدر ہوتی ہے مگر

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پر گھس جانے کے بعد

حضرت مرحوم فاضل دیوبند اور حضرت مدنی کے خلیفہ مجاز تھے۔ جو بیک وقت چوٹی کے محدث، فقیہ، صوفی اور مجاہد تھے۔ جو کام حضرت مرحوم نے کیا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پیروکاروں کو بھی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی اکرمیم

صحبتِ یارِ آخِ رشد

☆ کھ حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مدظلہ

حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مدظلہ کے لیے "یادگار اسلاف" کا لفظ محض لقب نہیں مین حقیقت ہے۔ حضرت والا اصل ہزارہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن حضرت مدنی بیٹے کے ارشاد کی تحیل میں ایک زمانہ سے مخدوم پور پھوڑان ضلع خانوالہ مقیم ہیں۔ جہاں کا دیہاتی ماحول حضرت اقدس کا کچا مکان، سادہ رہائش، عام سی بود و باش ان کے یادگار اسلاف ہونے پر شاہد عدل ہے۔ حضرت شاہ صاحب مدظلہ کو حضرت قائد اہل سنت سے زمانہ طالب علمی سے رفاقت نصیب رہی۔ دونوں بزرگوں کا عند الملاقات ایک دوسرے پر وارفتگی کا مظہر دیدنی ہوتا تھا۔ حضرت قائد اہل سنت کی جدائی کے بعد قبلہ حضرت شاہ صاحب کی دعاؤں و سرپرستی کے ہم خدام بہت محتاج ہیں۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کی سرپرستی و سایہ شفقت تادیر ہمارے سروں پر قائم رہے..... آمین۔

حضرت کے تحت جگر مندوی حضرت مولانا معاویہ شاہ امجد نے حضرت اقدس کی ضعف و علالت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ مضمون و تقاضا حضرت سے سن کر قلم بند فرمایا۔ ہم ان کے بھی شکر گزار ہیں۔

[رشیدی]

شیخ العرب والعمیر المومنین فی الہدیٰ سیدی و سندی حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کے دامن مبارک سے ۱۹۳۶ء سے جو وابستگی ہوئی پھر درجنوں خانقاہوں اور مسند نشینوں سے شناسائی اور مراسم کے باوجود جو تسکین قلب حنین نے دُر بار مدنی بھٹے سے پائی وہ کہیں میسر نہ آئی.....

آں دل کرام نبودے از خود و جواناں

دی روز یک ہیرے برد بیک نگاہے

☆ فاضل دیوبند، شاعر رشید و ریاضی الاسلام حضرت مدنی بھٹے، خلیفہ مجاز حضرت سید خورشید احمد شاہ صاحب بیٹے

حضرت الشیخ کے ساتھ ارحم آل کے بعد عالم اسباب میں میرے لیے سامان زیست و شخصیات تھیں ایک قطب تکوین سید پیر خورشید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ساکن قصبہ عبدالحکیم و ملتان (خلیفہ اعظم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ) جو کہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ / ۱۲ جون ۱۹۷۳ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور دوسری ہستی حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جواب داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اُن کی فرقت میں ہماری گرمیہ زاری کیوں نہ ہو
ضرب ہے دل پر لگی تو ضرب کاری کیوں نہ ہو
اُن کے جانے سے ہوا غارت دل کا سب سکون
دل کی اس ویرانی سے، اب بے قراری کیوں نہ ہو

اُجڑا اُجڑا سا چمن ہے کلی کلی کلائی ہوئی
غنجہ گل مرجھا گئے ہیں اشک باری کیوں نہ ہو

پہلی ملاقات

حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب مدرسہ نعمانیہ لاہور میں رہائش پذیر تھے بندہ بھی وہاں شعبہ کتب کا طالب علم تھا۔ زمانہ طالب علمی میں اذان دینے کے ثواب کو حاصل کرنے کی کوشش رہتی تھی۔ اذان کے مقررہ وقت پر جب مسجد میں حاضری دیتا تو اکثر حضرت اقدس مجھ سے پہلے مسجد میں تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہوتے۔ شاذ و نادر وضو کے لیے ہم اکٹھے ہو جاتے تو حضرت مسنون مسکراہٹ سے صرف اس قدر بات کرتے۔ مولوی صاحب اذان کا وقت ہو گیا ہے؟ ہم سال بھر اکٹھے رہے حضرت کا کمرہ اور میرا کمرہ ساتھ ہی تھا اس سے زیادہ کبھی بات نہ ہوئی۔

حضرت اُن دنوں نہایت ہی نفیس اور قیمتی لباس زیب تن کرتے تھے، حسین قد و قامت پر علاقائی دستار و کلاہ چار چاند لگا دیتا۔ حضرت اقدس کے اس عروج شباب میں زہد و ورع تقویٰ و طہارت کو دیکھ کر بندہ حسن ظن رکھتا کہ یہ صالح لوجوان مستقبل میں عظیم انسان ثابت ہوں گے۔ آپ کی تلاوت اور عبادت کا نور پیشانی پر جگمگا تا نظر آتا تھا۔ جانبین سے مسابقت فی الخیر کی وجہ سے مودت و عقیدت کے باوجود بے تکلفی سے گفتگو کی نوبت کبھی نہ آئی.....

خوبی ہمیں کرشمہ ناز و خرام نیست

بسیار شیوہاست بجاں را کہ نام نیست

دوسری ملاقات

حضرت بیٹہ جب دارالعلوم دیوبند سے فراغت پا کر تشریف لائے تو دوسری ملاقات ہوئی۔ یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ انتہائی سادہ لباس میں ملبوس تھے۔ جسم نازنین جفاکش نظر آتا تھا۔ بندہ نے جسارت کر کے عرض کیا کہ حضرت وہ خوش پوشی اور لباس شاہی کہاں ترک کیا؟ فرمایا ”دیوبند چھوڑ آیا ہوں! پھر خود ہی پس منظر بیان فرمایا کہ اُن ہی قیمتی کپڑوں میں جب داخلہ کے لیے حضرت الشیخ مدنی بیٹہ کی خدمت میں پہلی مرتبہ حاضری ہوئی تو حضرت والد گرامی بیٹہ پہلے سے رابطہ کر چکے تھے اور دستی رقعہ بھی ہمراہ دیا تھا۔ تو تعارف کے بعد حضرت والا نے منظوری داخلہ کی خوش خبری سنائی پھر حاضرین سے جو گفتگو ہو گئی۔ قدرے وقفہ بعد آنحضرت بیٹہ نے بندہ اور لباس پر مکرر بغور نظر ڈالی اور خاموش ہو گئے.....

اے کہ لقاء تو جواب ہر سوال

عقدہ از تو حل شود بے قیل وقال

بس پھر کیا تھا وہ لباس مجھے جیسے لگا سخت گرانی و ٹھنہ ہونے لگی چپکے سے اٹھا اور جا کر وہ کپڑے اتار کر جلا دیئے پھر اس کے بعد اسی کھدر پوشی کی کوشش رہتی ہے.....

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

پون صدی کی رفاقت

اس کے بعد حضرت اقدس سے مسلسل رابطہ رہا۔ جب تک صحت نے ساتھ دیا مخدوم پور میرے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں تشریف لاتے رہے۔ سفری صعوبتوں کے باوجود، ہر سہولت کے فقدان کو جانتے ہوئے بندہ پردوری کرتے رہے۔ احقر بھی گا ہے بگا ہے قدم بوسی کے لیے حاضری کی سعادت حاصل کرتا رہا اور تقریباً پون صدی پر محیط رفاقت میں کبھی ہمارا اختلاف رائے تک نہ ہوا۔ ہر فتنہ کے بارے میں ہر معاملہ ہر پالیسی و موقف میں جو حضرت بیٹہ حکم فرماتے بندہ بلا چون و چرا سر تسلیم خم کر لیتا اگر کبھی آنحضرت کی طرف سے لب کشائی کا موقعہ فراہم ہوتا تو بندہ یہ عرض کر کے معذرت کر لیتا.....

پہر دم بتو مایہ خویش را

تو دانی حساب کم و بیش را

کیونکہ بندہ اپنے اکابرین کے ارشادات کے پیش نظر نانی الشیخ کو ہی کلید کامیابی سمجھتا ہے نصیم مایل
احمد تو عاشقی بخشیت ترا چہ کار
تو دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

اس موقع پر مضمنانے مطالعہ نئی تحقیق نئی روشنی کے پرستار نام نہاد مجتہدین ضال مصلین اور غیر
مقلدین سے عرض کروں گا کہ اکابرین اسلاف طائفہ منصورہ اہل حق پر اعتماد ہی ذریعہ نجات ہے۔
رافضی، خارجی، مہماتی، مودودی ہر فرقہ کی بنیاد بڑوں سے دوری ہے۔ ہمارے بزرگوں سے اب علم و عمل
میں کسی کو برتری حاصل نہیں ہے.....

قال را بگزار مرد حال شو

پیش مرد کامل پامال شو

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی مسلکی جنگجوئی اور ہر فرقہ کی بروقت کما حقہ خبر گیری کی وجہ سے اگر کوئی
شپرہ چشم بغض و عناد کا شکار ہے تو اس عارف باللہ کی عند اللہ مقبولیت کی وجہ سے ایسے باطل، بد باطن کے
سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ پر عمل پیرا مرد مومن ولی اللہ
سے بدظنی و نفرت و غضب الہی کا موجب ہے.....

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش انما بر طعنہ پاکا می دہد

بندہ پرانگندہ کی حضرت رحمہ اللہ سے یہ عقیدت و مودت محض پیر بھائی ہونے کی نسبت سے ہی نہ تھی بلکہ
اس بنا پر تھی کہ مرشد کامل شیخ مدنی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جن محاسن و کمالات ظاہریہ و باطنیہ سے سرفراز کیا
ہوا تھا آپ رحمہ اللہ ان انوارات و فیوضات حسنات و خیرات کے مظہر اتم تھے۔ جن کا اجالی خاکہ قائد اہل
سنت نمبر کے مضامین مبارکہ سے سمجھا جاسکتا ہے ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی شہادت

حضرت رحمہ اللہ اپنی خداداد خوبیوں کی وجہ سے جملہ عارفین کا ملین کے منظور نظر تھے۔ حکیم الامتہ مجدد
الملتہ حضرت تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ ارشد مولانا خیر محمد جالندھری بانی جامعہ خیر المدارس ملتان نے
بندہ سے فرمایا تھا کہ ”پاکستان میں اکابرین دیوبند اور عقاید اہل حق کا دفاع اور تحفظ اگر کوئی کر رہا ہے تو وہ

صرف قاضی صاحب ہی ہیں۔“

حضرت مدنیؒ اور حضرت جالندھریؒ

حضرت جالندھریؒ جہاں حضرت تھانویؒ کے معتمد خاص تھے وہاں حضرت مدنیؒ کے بھی منظر نظر تھے جس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

تقسیم سے قبل حضرت مدنیؒ تقسیم کے حامی نہ تھے کیونکہ اس انقلاب کی وجہ سے قتل و غارت، عصمت دری اور دیگر ناگفتہ بہ تفصیلات آپ کے پیش نظر تھیں۔ چنانچہ آپ کے ممکنہ خدشات، کربناک مناظر، بھیاک حالات اور دلدوز مناظر ہو کر رہے جن پر تبصرہ کے لیے درج ذیل شعر ہی کافی ہے.....

جو کچھ کہتا ہوں تو مزہ الفت کا جاتا ہے

جو چپ رہتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے

جب کہ اس کے برعکس حضرت حکیم الامتہؒ کو بعض رجال کا، مستقل اسلامی فلاحی ریاست کے حسیں تصور کو پیش کر کے قائل کر چکے تھے۔ حضرت مدنیؒ نے حضرت تھانویؒ کو تجویز بھجوائی کہ اس نازک و حساس مسئلہ کے نشیب و فراز بعد نفع و نقصان کے تمام متوقع پہلوؤں پر گفت و شنید ہو جائے تاکہ باہمی متفقہ لائحہ عمل طے کیا جاسکے اور اس موضوع پر مکالمہ کے لیے آپ کی طرف سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور علامہ ظفر احمد عثمانیؒ ہوں جب کہ میری طرف سے مولانا حفیظ الرحمنؒ سیوہارویؒ اور مولانا سید محمد میاںؒ ہوں گے اور ثالث بھی آپ کے مجاز و مسترشد خاص مولانا خیر محمد جالندھریؒ کو منتخب کرتا ہوں، فریقین کا حقائق دلائل پر مشتمل نظریہ و تبصرہ سن کر جو فیصلہ بھی ثالث بالخیر صادر فرمادیں گے بندہ کو بطیب خاطر منظور ہوگا لیکن صدافسوس کہ بعض افراد حائل ہوئے اور اس نشست کی صورت نہ بن سکی۔ والی اللہ المشتکی

تو قارئین اس حوالہ سے مولانا جالندھریؒ کی شخصیت کا مطالعہ کر سکتے ہیں کہ شخص کی نظروں میں کس قدر غیر متاثر اور صاحب الرائے تھے تو حضرت جالندھریؒ کی حضرت قاضی صاحبؒ کے حق میں یہ شہادت سند کا درجہ رکھتی ہے۔

جامعہ خیر المدارس ملتان میں مماتی گروہ کا طوفان بدتمیزی اور حضرت کی مسلکی پختگی کے حوالہ سے بانی جامعہ خیر المدارس کے نام نامی کے تذکرہ کی مناسبت سے ایک تاریخی سانحہ کا تذکرہ مذکور قارئین ہے۔ جب انکار حیات النبی ﷺ کا فتنہ ظاہر ہوا اور منکرین کی طرف سے یہ سلسلہ طول پکڑنے لگا تو حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ نے مولانا خیر محمد جالندھریؒ کو اس معاملہ میں فریقین کے ذمہ

داران کو اپنے جامعہ میں بلا کر مصالحت کروانے کی تاکید کی، چنانچہ حضرت جالندھری بیٹھنے سے تاریخ
 وقت کی تعیین کر کے فریقین کو صرف پانچ پانچ افراد لانے کے لیے قلم نامہ جاری فرمایا اور پانہ کینے۔ پانچ
 افراد سے زیادہ بھجوم نہ کیا جائے۔ منکرین کی طرف سے مولانا کا نام لیا نہ گیا نہ حاکمیت نہ شہود نہ ہو نہ
 مجلس الدین صاحب نمائندہ تھے اور قائلین حیات سرورہ کائنات بیٹھنے کے وفد میں حضرت قاضی بیٹھتے۔
 مولانا محمد علی جالندھری بیٹھتے اور بندہ شامل تھے۔ مقررہ تاریخ وقت پر ہم صرف پانچ افراد ہی پہنچی گئے اور
 منکرین حیات ہمیں سے زائد افراد لے کر آ پہنچے۔ ہم ان کی فورس کو دیکھ کر حیران ہوئے کہ یہ ضرورت
 لشکر کشی کی صورت کیوں کر ڈالی ہے اگر عدنی برتری سے عقدہ کشائی ممکن ہے تو الحمد للہ ہم بھی فوج ہو سکتے
 ہیں اور اکثریت تو قائلین ہی کی ہے۔ مولانا محمد علی جالندھری بیٹھنے نے ہمیں فرمایا کہ آپ ابھی باہری
 رہیں اندر جا کر حضرت جالندھری بیٹھنے سے عرض کرتا ہوں کہ قلم نامہ کے مطابق صرف پانچ افراد موجود
 ہوں باقی باہر چلے جائیں۔ حضرت قاضی صاحب بیٹھنے نے مسکرا کر فرمایا کہ کوشش کر کے دیکھ لیں منکرین
 آپ کی بات تسلیم نہیں کریں گے۔ ع قلمدہر برچہ گوید دیدہ گوید

حضرت جالندھری بیٹھنے نے جا کر عرض کیا تو میرا بان بیٹھنے کے کچھ بولنے سے پہلے ہی حمایت اللہ
 شاہ صاحب بولے۔ ہمارے ساتھی نکلوانے والے آپ کون ہوتے ہیں مولانا نے فرمایا میں نے بجا طور
 پر اصولی بات کی ہے جب حضرت نے پانچ کا قلم فرمایا ہے تو ہمیں قیصل کرنا چاہیے۔ تو حمایت اللہ شاہ
 صاحب نے پہلی یہ گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ حضرت کا قلم نامہ کوئی صحیفہ آسمانی ہے کہ جس کی قیصل
 واجب ہو اور پھر ان کے حامیوں نے بھی شور شروع کر دیا۔ دراصل اس لشکر کشی سے ان کا مقصد احتراق
 حق ابطال باطل نہ تھا بلکہ الجھاؤ اور کشیدگی پیدا کر کے اصل مسئلہ سے رفو چکر ہونا تھا۔

چل جنت نمائندہ جفا جوئے را

چرخاں درہم کشد روئے را

جب شور و غوغا مچا ہوا تو بندہ بھی کمرہ میں پہنچا۔ مولانا محمد علی صاحب بیٹھنے اصول پرست انسان تھے
 جب آپ نے اپنے موقف پر اصرار کیا تو حمایت اللہ شاہ نے میرے آنکھوں کے سامنے اپنے دونوں
 کھٹنے ٹیک کر مولانا محمد علی بیٹھنے کے چہرہ مبارکہ پر زوردار تھپڑ مارا۔ اس جسارت و دیدہ دلیری کو دیکھ کر بندہ
 کے قصہ کی انتہا نہ رہی شدید جذبات میں بہت سخت ست کہا اور مطالبہ کیا کہ حمایت اللہ شاہ معافی مانگیں
 ورنہ اپنے ہاتھ سے بدلہ لوں گا۔ جب وہ لیت و صل سے کام لینے لگے تو بندہ نے آگے بڑھ کر انہیں پکڑنا
 چاہا تو فوراً مولانا خیر محمد بیٹھنے کی پشت کے پیچھے ہٹا لینے کے لیے جا بیٹھے اور خیس شروع کر دیں کہ مجھے

ہجائے۔ حضرت نے بھی میری تائید کی کہ معذرت کریں تو بار بار عنایت اللہ شاہ نے معافی مانگی پھر گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا کہ اس مسئلہ کو موضوع بحث نہ بنایا جائے فضا کو کندہ نہ کیا جائے۔ مہماتوں نے کہا کہ اس مسئلہ کو جلوت خلوت میں کہیں بھی بیان نہ کیا جائے۔ بندہ نے کہا کہ میں کتابی مدرس ہوں جب کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے تو بندہ کیسے خاموش رہ سکتا ہے میں نے کہا کہ میں نور الایضاح (لفضیلۃ الشیخ حسن بن عمار بن علی متوفی ۱۰۶۹ھ) کی عبارت و معاہو مقرر عند المحققین الہ صلی اللہ علیہ وسلم جس پر فی مجمع بجمع اصلاذ والعبادات غیر الہ حجب عن ابصار القاصرین عن شریک المقامات^①۔ طلبہ کو پڑھاتے ہوئے

ترجمہ و تشریح کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے میرے موقف کی پر زور تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ اس اجماعی عقیدہ کے اظہار سے ہم کیسے دستبردار ہو سکتے ہیں۔ اُس موقعہ پر صورت حال کی یکنگنی اور مضمت جینی کے پیش نظر ہم دو کے علاوہ باقی سب نے دستخط کر دیئے۔ لیکن اس معاہدہ کے بعد پہلی ہی رات کو ملتان ہندی مسجد میں مہماتوں نے وعدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس مسئلہ پر تھار پر کہیں..... نبا للعجب

نہ ہے علم ان میں نہ فہم و فراست

جہالت کی ہر سو شرر باریاں ہیں

بندہ کے تجربہ و مشاہدہ میں آیا ہے کہ جو مہماتی ہوں گے اکثر وہ غیر مقلد بننے ہیں پھر پرویزی بننے ہیں پھر مرزائی بننے ہیں۔ من حد شد فی النار اعدا لنا اللہ تعالیٰ من الضلالة والعبوۃ۔

حضرت رحمہ اللہ کی فراست ایمانی

مہماتی قالی لولہ کے اس قصہ کی مناسبت سے اس فرقہ خالہ کی دجل و تلکس کے ایک دوسرے واقعہ کا خلاصہ بھی نذر قارئین ہے..... خلع میا لوالی کے ایک علاقہ کلور کوٹ میں ان مہماتوں کے سرغنوں سے مقامی احباب نے مناظرہ کی تاریخ طے کر دی۔ حضرت قاضی صاحب نے بندہ کو بھی کرامت نامہ بھیجا کہ آپ بھی مناظرہ میں پہنچیں۔ بندہ کتب تفاسیر و احادیث، عقائد، فقہ، فتاویٰ متعلقہ مسئلہ حیات النبی ﷺ

(۱) ترجمہ عبارت: مجھ میں کے نزدیک یہ بات مسلمہ اور ثابت ہے کہ حضور ﷺ (روضہ پاک میں) حیات ہیں اور آپ ﷺ کو سب لذائد و عبادات کا رزق عطا ہوتا ہے بات صرف اس قدر ہے کہ اُن اعلیٰ مقامات کے اور اک و فہم سے جن کی آنکھیں قاصر ہیں آپ کی حیات اُن سے پردہ میں ہے۔

لے کر پہنچا۔ راستہ میں کئی احباب ہمراہ ہو گئے۔ کلور کوٹ کے لیے ہم الہ پور بس کے منتظر رہے تھے۔ ایک کار کو بار بار چکر لگاتے ہوئے دیکھا۔ آخر وہ کار ہمارے قریب آ کر رکی ایک شخص نے پوچھا کہ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ ساتھیوں نے کہا مناظرہ ہے وہاں کا ارادہ ہے انہوں نے پوچھا تمہارے ماہ آگئے ہیں؟ احباب نے کہا ملتان سے محمد امین شاہ ہمارے ہمراہ ہیں باقی علماء بھی بروقت دوپہر دوں گے یہ پوچھ کر کار واپس ہوئی۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ بھی تشریف لے آئے۔ وقت مقررہ سے کئی گھنٹے اوپر ہو گئے لیکن منکرین نہ پہنچے۔ طویل انتظار سے آٹا کوہ والا محمد علی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ہم نے تو حاضر ہو کر اتمام حجت کر دیا ہے اب واپس ہوتے ہیں لیکن حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم یہاں چوبیس گھنٹے انتظار کریں گے۔ مبادا ہمارے جانے کے بعد منکرین آ جائیں اور ہمارے ہاتھوں کے فاصلے پر غمخیز ہوئے تھے۔ ہمارے مایوس ہو کر چلے جانے کے خطرہ بھیجے ہیں تاکہ بعد میں غلطی نہ ہو جائے جادھمکیں۔ حضرت اقدس کی فراست ایمانی کی برکت سے باطل کی یہ چال ناکام ہوئی کیونکہ منکرین کو ہمارے دھرنا دینے کا پتہ چلا تو دم دبا کر بھاگ نکلے۔

جاء الحق وزهق الباطل. ان الباطل كان زهوقا۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ صاحب کشف و کرامت تھے

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ ایک مرتبہ بندہ کے ہاں مخدوم پور تشریف لائے ہوئے تھے کہ موقع گاؤں سے دو جماعتی بھائی آئے اور حضرت کی دعوت کے لیے بندہ سے رابطہ کیا بندہ نے ان کی دعوت قبول کرنے کے لیے حضرت سے درخواست کی اور ساتھ ان کے تعارف میں بتلایا کہ ان کی رہائش گاہ بھی خورشید احمد شاہ کے چک کے قریب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہاری دعوت اس شرط پر قبول ہے کہ قاضی صاحب کو بھی شریک کریں۔ انہوں نے عرض کی کہ حضرت پیر صاحب اس وقت اپنے چک میں نہیں ہیں بلکہ کافی فاصلہ سے دوسرے گاؤں میں ہیں۔ ہمارے لیے سواری کی فراہمی مشکل ہے۔ پسماندہ مائدہ ہے ٹیکسی کی سہولت نہ ہے اور پیر صاحب کو آرام دہ سواری کے بغیر زحمت دینا نامناسب ہے۔ یہ سن کر حضرت رحمہ اللہ نے چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کر کے سر جھکا لیا، پھر جلد ہی کیفیت مراقبہ سے سرائھا کر ارشاد فرمایا کہ ”بھائی آپ کو صرف زبان کو حرکت دینا ہوگی ان شاء اللہ بغیر کرایہ کار مہیا ہو جائے گی۔“ چنانچہ وہ دونوں راوی ہیں کہ ہمارے قریب ایک زمیندار کی کار تھی لیکن ذاتی دنیوی اور نفسی کی وجہ سے

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت

حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ ”دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ“ کے آخر میں ذوالحجہ ۱۳۰۳ میں چوتھی مرتبہ سبزج مبارک کے موقعہ پر مثنوی میں شب جمعہ المبارک کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت و معافہ کو تحریر بھی فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ ہاوقار اور سفید نورانی تھا۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت بندہ نے کتاب خارجی قند لکھی ہے اگر اس میں آپ کے متعلق کوئی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے تو معاف فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندہ کی معافی کی درخواست پر آپ کے چہرہ پر کوئی ملال ظاہر نہیں ہوا بلکہ حسب سابق شفقت کی نگاہ تھی۔ اس کے بعد آپ بیدار ہو گئے۔ ایام حج میں منی کے مقدس مقام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت و معافہ بہت بڑی سعادت ہے۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

یا نیک نہ کر مجھے ناصح ناداں اتنا

یا لا کے دکھا دے کر ایسی دہن ایسا

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر

یہی ہیں جن کے اقامہ پر ناز کرتی ہے مسلمان

حضرت مدنی رضی اللہ عنہ کی روحانی سرپرستی

حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کو ماہ محرم الحرام میں تیس چالیس دن کے لیے مختلف ارباب اقتدار گرفتار کرتے رہتے۔ جب آخری مرتبہ اس موقع پر گرفتاری ہوئی تو بندہ کو جب علم ہوا چکوال جا پہنچا۔ جمہرات کا دن تھا۔ بندہ کا ارادہ تھا کہ حضرت کی مدنی جامع مسجد میں حکومت کے اس ظالمانہ رویہ کے خلاف احتجاجی تقریر کر کے گرفتار ہو کر حضرت کے پاس جا پہنچوں گا۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رضی اللہ عنہ جہلمی و احباب سے اس کی اجازت حاصل کر لی۔ چنانچہ اچانک غیر متوقعہ طور پر حضرت اقدس جمہرات کو ہی رہا ہو کر چکوال تشریف لے آئے۔ ملاقات کے دوران ارشاد فرمایا کہ آج سحری کے وقت تہجد سے فراغت کے بعد ذکر اذکار میں مشغول تھا کہ غنودگی طاری ہوئی۔ خواب میں حضرت الشیخ مدنی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے.....

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

حضرت مدنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بھائی تیاری کر لو تمہاری رہائی آرہی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں بندہ

درط حیرت میں گم ہو گیا کہ ابھی تو بظاہر کئی دن مزید اسیری کے ہیں اور حضرت شیخ رہائی کی نوید دے رہے ہیں۔ اسی کشمکش میں تھا کہ سپرنٹنڈنٹ جیل نے خود آ کر بتلایا کہ آپ کی رہائی کے آرڈر آچکے ہیں تیار رہے نماز فجر کے فوراً بعد سرکاری گاڑی آپ کو چکوال گھر پہنچا کر آئے گی۔ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت کی رہائی فرمائی عالم اسباب میں بظاہر کوئی تدبیر و صورت نہ تھی.....

عقل گوید بیروں از شش جہت راہ نیست
عشق گوید ہست راہے، بارہا من رفتہ ام

حضرت لاہوری کا ارشاد گرامی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۰ء میں قائدین کے جماعت اسلامی و تحریک خاکسار وغیرہ سے اشتراک کی وجہ سے جمعیت سے مستعفی ہوئے تو بندہ بھی جمعیت سے کنارہ کش ہو گیا اور بندہ اپنی طور پر پہلے سے تیار تھا کہ ایسا وقت آئے گا کہ اہل حق مودودیوں سے متحد ہوں گے جس کی وجہ یہ تھی کہ امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان جلسہ عام میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ ”من لومودودی اپنے خود ساختہ نظریہ و باطل عقیدہ کی وجہ سے گمراہ ہے۔ اگر ملک کے سارے علماء بھی مودودی سے مل جائیں بندہ بھر بھی گمراہ کہتا رہے گا۔ بندہ کے پاس دو گواہوں کی شہادت حرف آخر ہے اس لیے کسی دوسرے شخص کا اتحاد حجت و سند نہیں ہو سکتا۔ ایک حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں نے گمراہ کہا ہے اور ان کی گواہی سب پر بھاری ہے کیونکہ یہ وہ ہیں جو اپنے باطنی نور کی وجہ سے روحانی طور پر اللہ تعالیٰ سے رابطہ کر کے بتا سکتے ہیں کہ کون حق پر ہیں اور کون غلط ہے۔“ تو اس اقتباس میں خط کشیدہ جملوں کو سن کر بندہ کو یقین ہو گیا کہ اتحادی فتنہ رونما ہوتا رہے گا.....

فان كنت لا تدرى فلک مصيبة

وان كنت تدرى فالمصيبة اعظم

معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ جن آنکھوں نے اور کانوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات کو دیکھا ان کے ارشادات کو سنا۔ اُن کے سامنے لھدین سے سیاسی اتحاد کی ضرورت کی ہر تاویل تاریک گت ہے.....

کون سا انداز جنوں ہم میں نہیں مجنوں
پر عشق کو تری طرح رسوا نہیں کرتے

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی حوصلہ افزائی

حضرت کے جمعیت سے استعفیٰ کے بعد بندہ جب خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو اس عنوان پر تفصیلی گفتگو ہوئی اور ساتھ ہی حضرت نے بتلایا کہ جس دن استعفیٰ لکھا اسی رات کو حضرت الشیخ مدنی قدس سرہ خواب میں تشریف لائے اور میرے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے مسکرا کر فرمایا کہ.....

”اب آپ اکیلے رہ گئے ہیں؟“

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا سر پر ہاتھ رکھنا مسکرا کر ارشاد فرمانا یہ واضح اشارہ ہے کہ آپ اس دینی شرف و ضرورت کی وجہ سے مسکھلی ہونے پر راضی ہیں.....

اعتماد و اختتام بردعاء

افسوس سے کہہ رہا ہوں۔

صد حیف در چشم زدند کہ محبت یار آفرشد

روح گل سیر نہ دیدم کہ محبت یار آفرشد

بندہ کے لیے ان کے علاوہ کوئی سکون نہیں ہے۔ اللہ نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے وصال کی خبر ۲۲ دن پہلے دے دی تھی۔ اور بندہ نے رونا شروع کر دیا تھا۔ اب تک رو رہا ہوں حضرت کی جدائی کا صدمہ کم نہیں ہوگا۔

اب بندہ اپنی فانی زندگی کے سانس ہی پورے کر رہا ہے بینائی اور اعصاب سب جواب دے چکے ہیں۔ ایک عرصہ سے فرش علالت پر ہوں۔ پڑھنے لکھنے سے قاصر ہوں۔ یہ سطور اپنے عزیز محمد معاویہ جو فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان ہے، سے لکھوا رہا ہوں۔ جن شخصیات و اکابرین کے ساتھ بندہ نے وقت گزارا وہ تقریباً سب ہی پردہ میں چلے گئے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب اور جناب مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب مدظلہما سمیت کچھ حضرات ہم باقی ہیں۔ بندہ خود کو اسیر اللہ فی الارض سمجھتا ہے (حدیث پاک برتنہ کرہ اسیر اللہ فی الارض تفسیر معارف القرآن المفتی اعظم ج ۶/۲۳۱ پر) (جلد ۶/۲۳۱) پر ملاحظہ فرمائیں) اپنے مشفقوں اور محسنوں کے فراق پر بجز گریہ و زاری کے دامن خالی ہے.....

ہوا جن کو گلے نہ دیتی تھی بلبل

وہی گل ہوائے خزاں کھا رہے ہیں

حضرت رحمہ اللہ کی مجددانہ حیات طیبہ پر جس قدر لکھا جائے کم ہے۔ آپ کی عظمت اور جامعیت کے

سامنے یہ نمبر مشت از خروارے کا مصداق ہے.....

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

بمیرد تشنه مستقی و دریا بچیاں باقی

عبارتات شتی و حنک واحد

وکل الی ذاک الجمال یشیر

اللہ تعالیٰ عزیزی ابن قائد محترم مولانا قاضی محمد ظہورالحسین اظہر صاحب زید مجددہ اور ناظم اعلیٰ ادارہ،
الفاضل الصالح مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی زید فضلہ و جملہ منتظمین کو اس تاریخی دستاویز کے منظر عام پر
لانے کا عظیم صلہ مرحمت فرمادیں آمین۔ رسالہ حق چارپایہ خائفہ جماعت تحریک خدام اہل سنت، مسجد، مدرسہ،
باقیات صالحات، تالیفات کی صورت میں اس صدقہ جاریہ کی وجہ سے حضرت کو ابدی حیات حاصل ہے.....

نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم نقش دوام ما

وصف او ہرگز نیاید در کلام

پس سخن کوتاہ باید والسلام



پر دہرائش: راجہ عبدالرؤف

Shop: 0573-552579

Mob: 0320-4980902

Res: 0573-583752

CHIEF

Machinery & Tube Well Engineering Works

چیف مشینری اینڈ ٹیوب ویل انجینئرنگ ورکس

بورنگ بذریعہ رگ مشین "18" تا "24"، کیننگ پائپ، ایم ایس

اور پل دی سی "2" تا "24" اور ٹربائن "2.50" سے "6" تک بنائی جاتی ہے

جہلم روڈ
(نزد علی مسجد) چکوال

مسکلی تحفظ کی فکر

کھ حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ

حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم فاضل دیوبند اور یادگار اساتذہ ہیں۔ حضرت قائد اہل سنت بھنبیہ کے ساتھ قدیم تعلق رکھتے ہیں۔ آج کل محمدی شریف (جنگ روڈ) میں بیسٹھ سال کے ایام گزار رہے ہیں۔ راقم امیر تحریک مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب اعظم مدظلہ کے ہمراہ حضرت کی میادت کے لیے آنجناب کے دولت خانہ حاضر ہوا تو اس موقع پر آپ نے حضرت قائد اہل سنت کے متعلق حسب ذیل گفتگو فرمائی..... [رشیدی]

قائد اہل سنت وکیل صحابہ جنہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بھنبیہ کے ساتھ پہلی ملاقات دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر ہوئی۔ اس کے بعد مختلف مسائل پر خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت قاضی صاحب کو مسکلی تحفظ کی بڑی فکر تھی آپ اس حوالہ سے عام و خاص سے باز پرس کرتے تھے۔ میرے ساتھ تعلق کے ابتدائی زمانہ میں مجھ سے یزید کے حوالہ سے استفسار فرمایا تو میں نے عرض کی میں الحمد للہ اکابر علماء دیوبند کا مسلک رکھتا ہوں۔ حضرت قاضی صاحب بھنبیہ نے مسکلی تحفظ کے حوالہ سے بڑا کام کیا ہے اور اپنا موقف بڑی مضبوطی سے پیش کیا۔ خصوصاً رد شیعیت میں آپ کی خدمات بے مثال ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کا طرز عمل اعتدال پر مبنی تھا۔ سپاہ صحابہ جنہ کے طریق کار کے حوالہ سے میں حضرت کے موقف سے متفق رہا۔ آج آزادی کا دور ہے ہر شخص سمجھتا ہے کہ میں صحیح سمجھا ہوں۔ حالانکہ سلف کی اتباع بڑی چیز ہے۔ اسی پر کار بندہ کرا فرط و تفریط سے بچا جاسکتا ہے۔ حق تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور حضرت قاضی صاحب بھنبیہ کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین

☆ فاضل دیوبند محمدی شریف، جنگ

مسک دیوبند کے عظیم ترجمان

کچھ مناظر اسلام علامہ عبدالستار صاحب تونسوی ☆

شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز اور مسک دیوبند کے عظیم ترجمان ہم سے جدا ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

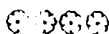
حیرت پر وقت، وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ، ملک کے مقتدر شائخ میں سے تھے۔ احقر اور حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کا علمی، روحانی مرکز ایک ہی دارالعلوم دیوبند ہے۔ ہم نے بفضلہ تعالیٰ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا۔ پھر حضرت شیخ مدنی رضی اللہ عنہ نے حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کو خلعتِ خلافت سے بھی نوازا۔ انہیں مدنی فیوضات ہی کا ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کو علم و عمل میں بلند مقام عطا فرمایا۔ اور آپ نے مذہب حق اہل سنت والجماعت کی اشاعت میں تبلیغی اور تحریری انداز میں گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہلبیت عظام رضی اللہ عنہم کی مدحت، منقبت اور ان کی وکالت کر کے سنی قوم کو جگا دیا۔ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ سے میرا بہت ہی قریبی تعلق رہا۔ وہ ہمیشہ اہم دینی امور کے بارے میں ناچیز سے مشورہ فرماتے تھے اور ضلع چکوال میں روافض و اہل بدعت سے مناظرہ کرنے کے لیے احقر کو ہی دعوت دیتے تھے۔ انہی کی کاوشوں سے وہاں اہل باطل مرعوب و مغلوب ہوئے۔ آپ کے قلب و جگر میں دین کی فکر و لگن اکابر سے ودیعت ہو کر آئی، فتنوں کے اس دور میں حضرت والا کا وجود، اللہ کی رحمت اور نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا۔ انہوں نے تعلیماتِ اسلاف اور فکرِ اکابر کی ترجمانی کا حق ادا کیا ہے۔ انہیں علمائے دیوبند سے والہانہ عقیدت تھی..... ایک مرتبہ حضرت والا رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا!

”کہ آپ کو حضرت شیخ مدنی رضی اللہ عنہ سے تلمذ کے علاوہ ایک اور بڑی نسبت بھی حاصل ہے۔ وہ امام اہل سنت حضرت علامہ عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی رضی اللہ عنہ سے تلمذ کی نسبت ہے۔ اگرچہ میں حضرت

لکھنؤی بیسہ کی زیارت نہ کرے گا۔ مگر برصغیر میں ان کی خدمات اور دفاں صحابہ بیسہ پر ان کی تحریرات سے اس قدر متاثر ہوں کہ انہیں سنی شیعہ نزاعی مسائل پر اجتہادی شان کا حامل سمجھتا ہوں۔"

حضرت قاضی صاحب بیسہ نے ساری زندگی اکابرین سے اس محبت و شفقتی کے باعث اپنے لیے انہیں اکابر کی تحقیقات و تعلیمات کو حزر جان سمجھا اور مسلک حق سے سزا و انحراف نہ کیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ "لابخالفون لومۃ لانم" کی مثال بن کر پوری زندگی، وقتی ضرورت اور دنیوی مصلحت کی پروا و کیے بغیر صحیح مسلک اور مشرب اکابر دیوبند کی تربیت فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب بیسہ کی پر غلوں، دین اسلام کے لیے محنت و سعی قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور آپ کے جہاد متوکلین و معتقدین کو حضرت کے نقش قدم پر چلائے اور سلف صالحین کی تعلیمات کے مطابق مشائخ دیوبند کی راہنمائی میں دینی، ملی اور تبلیغی خدمات سر انجام دینے کی توفیق بخشے۔ (آمین۔)



اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی تشریحات ہمارے لئے حرف آخر ہیں
ہم اپنے محبوب قائد کے اس پیغام کو سینے سے لگائے رکھیں گے، ان شاء اللہ

القاروق آئمران سرچینٹ

جہلم روڈ چکوال پروپرائیٹر حاجی منظور حسین

روشنی کا مینار

☆ کچھ چیر طریقت حضرت سید نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم ☆

الحمد لله وحده والصلوة على من لاسى بعده
 قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کا شمار پاکستان کے اُن برگزیدہ علماء میں
 ہوتا ہے جن کے فیضانِ علم و عمل سے ایک دنیا سیراب ہوئی۔ آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد
 مدنی پوسیہ کے بلند پایہ تلمیذ اور پاکستان میں اُن کے سب سے بڑے خلیفہ تھے۔
 ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے مسلک علماء دیوبند کی صحیح صحیح ترجمانی کی اور
 باطل فرقوں کی جگہ کئی پوری جرأت اور بلا خوفہ لومۃ لائم کی.....
 قادیانیت، شیعیت، خارجیت، مودودیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور تقریری و تحریری میدان میں اُن کو
 شکست فاش دی۔

اس سلسلے میں اُن کی محققانہ تصانیف اہل علم کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔
 اُن کی وفات سے پاکستان ایک عظیم عالمِ ربانی سے محروم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی بھرپور
 مغفرت فرمائے اور اُن کے اخلاف کو اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



قافلہ اہل حق کے سالار

کھ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

بسم اللہ تعالیٰ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين
قائد اہل سنت، وکیل صحابہ جلیل، بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام
حضرت اقدس سیدنا مولانا حسین احمد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ قاضی دیوبند حضرت مولانا قاضی مظہر
حسین صاحب، قافلہ اہل حق و معرفت کے سالار اس دنیائے قافی سے راسی ملک بقاء ہو گئے اور جادو
عزیمت و استقامت کے دربر، علماء کبار و اولیاء ذی احترام کے پاس پہنچ گئے۔

حقیقت حال کو تو حق سبحانہ و تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں لیکن زمینی حقائق کے پیش نظر جو صورت حال
ہم دیکھتے رہے ہیں اس کی بنا پر ہمارے تاثرات یہ ہیں کہ قاضی صاحب نے حق و صداقت کے اعلان و
اظہار اور باطل و منکر کے رد و ابطال میں جس حوصلے، ہمت، اولوالعزمی اور استقامت کا پوری زور لگایا ہے
دیادہ نہ صرف لائق رشک ہے بلکہ قابل تقلید بھی ہے۔

حضرت قاضی صاحب مرحوم کو اللہ بزرگ و بڑے دین اسلام کی حفاظت اور امت مسلمہ کی
رہنمائی کا جو جذبہ، سلیقہ اور جوش و ہوش عطا فرمایا تھا۔ اس کو انہوں نے خوب خوب استعمال کیا اور کوئی
بڑی سے بڑی رکاوٹ اور حرامت کبھی بھی ان کا راستہ نہ روک سکی، حق کے اعلان اور باطل کی تردید میں
وہ مصنف و نا تو لئی، بے حیا پناہ اور جہی کے باوجود جو ان کی نظر آتے رہے۔

مکتبہ کبریا کی حکمت و جرأت کی حفاظت تو ان کا خاص موضوع ہی تھا۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ اسلام
اور مسلمانوں سے حقیقت جب بھی کوئی معاملہ قابل بحث و نظر سامنے آتا تھا تو قاضی صاحب اس پر متفق

کرتے تھے اور حق کی وضاحت اور باطل کی نشاندہی فرمایا کرتے تھے۔ پھر ان کا انداز گفتگو سرسری اور رواداری کا نہیں ہوتا تھا وہ مضبوط دلائل کی روشنی میں تفصیلی گفتگو فرماتے تھے۔

انہوں نے جس طرح دینی مسائل پر گفتگو کی ہے۔ سیاسی اور سماجی معاملات کو بھی اسی طرح اپنی بحث کا موضوع بنایا ہے، وہ نہ حکومت کے معاملات میں تساہل اور مصلحت پرستی کا شکار ہوئے نہ کسی بڑے سے بڑے عالم یا سیاست داں سے مرعوب ہوئے۔ لومہ لائیم کی پروا کئے بغیر حق کا اظہار فرمایا، ان کی گفتگو تفصیلی اور مدلل ہونے کے ساتھ باوقار ہوتی تھی ان کی بحث میں چھچھورا پن نہیں تھا۔ وہ بے مروت بھی نہیں تھے۔ نہ طعنی گفتگو کرتے تھے۔ جس شخص نے ”ماہنامہ حق چار یار“ کا مطالعہ کیا ہے یا وہ اس کا مستقل قاری ہے وہ ہماری گزارشات سے ضرور اتفاق کرے گا۔

آخر کو صرف ایک مرتبہ ان کے دولت کدہ پر حاضری انہیب ہوئی، بہت کمزور ہو گئے تھے۔ تعجب ہوا اس ضعف و کمزوری کے باوجود ہمت کیسی جو ان ہے؟ یہ حضرات توفیق خداوندی سے سرفراز ہوتے ہیں اور خداوند قدوس اپنے دین تین کی حفاظت کے لیے ان سے کام لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ قاضی صاحب مرحوم کو اعلیٰ علین میں بلند درجات عطا فرمائیں، پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائیں اور ان کے متعلقین کو خصوصاً اور عام اہل علم کو عموماً ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

امین یارب العلمین



حق چار یار

یا اللہ مدد

خداوند را شہد

کی دینی خدمات کو
خراج تحسین پیش کرتے ہیں

کا مال مفت وکیل صاحبہ یادگار مولانا سید حسین احمد فی

محترم مولانا قاضی مظہر حسین صاحب لاؤ اللہ مرقدہ

شیخ مدنی رحمۃ اللہ کے صحیح جانشین

کچھ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ

برادرِ کرم و محترم جناب زاہد حسین صاحب مدبریتکم ماہنامہ حق چار یار، لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ والا نامہ ملا جس میں قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر
حسین صاحب رحمۃ اللہ پر کچھ کہنے کی فرمائش کی گئی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ حضرت مرحوم و مغفور کی زندگی
ایک کھلی کتاب ہے۔

ز و صف ناتمام ماہِ جمال یارِ مستغنی است

(ہماری ناکمل صفت کرنے سے دوست کا حسن بے پرواہ ہے)

میں تو اتنا جانتا ہوں کہ سید کا تعارف آپ نے اپنی طویل حیاتِ طیبہ کا اہم مقصد بنالیا تھا اور پھر
اسی پر مضبوطی سے قائم رہے۔ یہاں تک کہ شغلِ بیعت اور ترویجِ سلسلہ کا کام بھی اسی کی خاطر آپ کو کم
کرنا پڑا، یہ وہی بات ہے جسے حضرت اقدس مجدد الف ثانی قدس سرہ نے (دفتر دوم کے حصہ ششم مکتوب
نمبر ۱۳) میں اپنے ایک مخلص کو تحریر فرمائی ہے کہ ضروری نصیحت یہ ہے کہ..... اگر آپ کو علومِ دینیہ کی
تدریس میں سارا دن بھی مشغول رہنا پڑے تو بھی اسی میں مشغول رہیں، ذکر و فکر کی ہوس نہ کریں، اس
کے لیے رات کا کوئی وقت مقرر کر سکتے ہیں۔ فرق ہے تو اتنا کہ حضرت مجددؒ نے ذکر و فکر پر علومِ دینیہ
کی تدریس کی اہمیت کا ذکر فرمایا ہے اور حضرت مرحوم نے ترویجِ سلسلہ پر اہل حق تک اپنی مسلسل تحریر کے
ذریعہ عقائدِ حق کی توضیح و تشریح کو مقدم رکھا۔

جب ۵۶ء میں شیخ انصیر حضرت لاہوریؒ کے ایماء سے پاکستان میں نظامِ اسلام کے نفاذ کے
لیے جمعیتِ علماء اسلام کی بنیاد رکھی گئی تو آپؒ ہائیڈ ہائیاں جمعیت کے معتمد علماء میں شمار ہوتے تھے۔
اربابِ حل و عقد میں شریک تھے۔ لیکن بالآخر آپ کو جماعتی رفقاء سے اپنے اسی اہم مقصد کی خاطر

ملحد ہونا پڑا۔ قصہ یہ ہے کہ ڈھاکہ میں جب جمعیت علماء اسلام کے ملک کے دلوں ہار دس کے اراکین عالمہ کا مشترکہ اجلاس ہوا اور حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کسی وجہ سے وہاں نہ پہنچ سکے اور وہاں مختلف سیاسی جماعتوں کے ساتھ انتخابی ہرگز نہیں دفاعی اتحاد کی صورت اختیار کرنی پڑی تو حضرت مرحوم کو دور دوری جماعت کی شرکت برداشت کرنا مشکل ہو گیا..... لاہور میں جب اس کے بعد مغربی پاکستان کے غالباً شورنی سے اس کی منظوری کے لیے اجلاس بلایا گیا اور حضرت قاضی صاحب کا اختلاف بزرگوں کو معلوم ہوا تو حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے اس ناکارہ کو بار بار حکم دیا کہ آپ قاضی صاحب سے اجلاس شروع ہونے سے پہلے ضرور ملیں اور ان کو ڈھاکہ میں جو فیصلہ ہوا ہے اس کی تفصیل سے آگاہ کریں۔ صرف اخباری اطلاع سے غالباً آپ اس اتحاد سے اختلاف کر رہے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ لاہور میں جہاں مقیم تھے ان کی خدمت میں وہاں میں حاضر ہوا..... اور اس نکتہ پر میں جو کچھ سمجھ سکا آپ سے عرض کرتا رہا، حاصل یہ تھا کہ حضرت اتحاد خالص دفاعی ہے۔ انتخابی نہیں صرف اور صرف منفی پہلو پر ہے۔ مثبت پہلو ہمارا اور ہے ان کا دوسرا۔ کچھ سوال و جواب کے بعد حضرت نے فرمایا بات آپ کی قابل غور ہے مگر اس کی وضاحت نہ تو مفتی صاحب نے کی اور نہ ہی مولانا ہزاروی نے..... میں نے جب یہ عرض کیا کہ حضرت جماعت کے ۱۳۹ اراکین عالمہ علماء نے کیا آپ کے خیال میں بغیر کسی غور و فکر کے اس کو قبول کر لیا تو آپ نے بڑے وثوق سے فرمایا بالکل نہیں مجھے اس کا وہم بھی نہیں لیکن کیا کروں شرح صدر نہیں ہو رہا کہ باطل اور غلط فرقوں سے اتفاق کر لینے میں اہل حق کو فائدہ پہنچے گا..... اچھا اجلاس میں بات کریں گے۔ اجلاس میں آپ دیر سے پہنچے اور ڈھاکہ کے فیصلہ کی منظوری پہلے گزر چکی تھی۔ یاد ایسا آتا ہے کہ حضرت اس کے بعد ایک وقت تک شریک رہے۔ جمعیت کے دستور میں جہاں تک یاد ہے آپ کا نام عالمہ میں موجود ہے لیکن آپ کا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا..... اہل حق کو فائدہ سے زیادہ نقصان ہوتا رہا اور بالآخر آپ کو جمعیت سے کنارہ کش ہونا پڑا۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج دفاعی اتحاد کی مثال دے کر انتخابی اتحاد کو جائز گردانا جاتا ہے حالانکہ جو فرقے دعویٰ اسلام کے باوجود بنیادی عقائد میں اختلاف کی وجہ سے بالاجماع دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں اور ہزاروں علماء کے دستخط ان کے غیر مسلم ہونے پر موجود ہیں۔ انتخابی اتحاد میں ان کو ہزاروں ووٹ دیئے بھی جاتے ہیں۔ دلائے بھی جاتے ہیں اور ان کے لیے در در پر جا کر دونوں کی بھیک مانگی جاتی ہے اور ان سے ووٹ لئے بھی جاتے ہیں..... اور دھڑلے سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غلط انتخاب

حرام اور ہم اس کے مخالف ہیں.....

عقل ہے جو تماشا کہ اسے کیا کہیے

بہر حال آپ کا وصف خاص اپنے صحیح مقصد پر ثبات اور مکمل استقامت تھا۔ یہ جذبہ آپ کو اپنے اسلاف سے بھی میراث میں ملا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس میں خاص چٹنگی آپ کو اپنے شیخ اور مرشد شیخ العرب والعجم استاد الہند والہجاز شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ کی خاص توجہ قلبی سے مل گئی تھی..... حضرت مدنی برصغیر متحدہ ہندوستان میں جمعیت علماء کل ہند کے سرپرست اور غالباً اس وقت بھی صدر تھے۔ ۱۳۵۷ ہجری جس سال حضرت قاضی صاحب برصغیر دورہ حدیث شریف کے دارالعلوم دیوبند میں طالب علم تھے اور خوش نصیبی سے یہ ناکارہ بھی اسی مبارک سال میں طلباء دورہ حدیث شریف کا صف آخر کا سپاہی، ایک ادنیٰ اور تالائق طالب علم تھا۔ اور یہ غالباً ۱۹۳۸ء عیسوی ہو سکتا ہے اور اس سال لکھنؤ میں مدح صحابہ رحمہم پر پابندی لگ گئی تھی۔ حضرت نے دارالعلوم سے چھٹی لی۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھنا تین ہفتے تک موقوف رکھا۔ کل ہند جمعیت علماء کے صدر ہیں اور ملک کی بہت بڑی سیاسی جماعت کانگریس سے دفاعی اتحاد بھی ہے مگر لکھنؤ میں صحابہ کرام رحمہم پر پابندی کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ تین ہفتوں کے بعد ہزاروں مسلمانوں کو جیل بھجوانے کے لیے ہر شب جمعہ اور ہر پیر کی رات سول نافرمانی کی۔ جلسوں یا جلوسوں کی سرپرستی کر کے کامیاب واپسی پر دیوبند اسٹیشن پر ہزاروں کے استقبالی جلوس کو دیکھ کر برہم ہو جاتے ہیں ایک تانگہ میں بیٹھ کر اسے دوسری جانب دوڑاتے ہیں اور جلوس تتر بتر ہو جاتا ہے۔ رات کو جامع مسجد دیوبند میں آپ کے اعزاز میں جلسہ عام کا انتظام شہریوں کے طرف سے کیا گیا تھا اس میں بھی جلوس پر سخت لہجہ میں ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ جامع مسجد کے خطیب غالباً مولانا عبدالشکور صاحب نام تھا۔ انہوں نے عرض کیا حضرت ہم نے کیا گناہ کیا صحابہ کرام رحمہم نے سرور دو عالم ﷺ کا مدینہ پاک پر کئی دن تک استقبال نہیں کیا تھا۔ آپ نے اپنے مخصوص لہجہ سے فرمایا ”مولانا آپ قیاس مع الفارق فرما رہے ہیں۔ حضور پاک تو معصوم تھے کیا حسین احمد بھی معصوم ہے۔ میرے دل میں اس سے بڑائی پیدا ہو جاتی تو کیا کرتا سارا برباد ہو جاتا“

آمد مدبر مطلب۔ اسی تقریر میں حضرت نے فرمایا سیاسی لوگ اعتراض کر رہے ہیں کہ یہ شخص مسلمانان ہندوستان کا کیسا سیاسی لیڈر ہے جو کہ مذہب کے ایک جزوی مسئلہ پر ملک کے ایک بڑے فرقہ کے خلاف سول نافرمانی میں شریک ہو رہا ہے۔ فرمایا.....

سنو! میں خان برادران کی طرح سیاسی لیڈر نہیں ہوں مذہب پر حرف آئے گا تو سب سے پہلے حسین احمد اس کے خلاف آواز اٹھائے گا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت شیخ مدنی ہینڈ کی سیاست برائے مذہب تھی نہ کہ مذہب کا نعرہ برائے سیاست پہلی صورت سیاست برائے مذہب مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے اور یہی اہل حق کا شیوہ مگر مذہب کا نعرہ لگا کر اصل مقصد صرف حکومت لینا ہو تو یہ دھوکہ اور فریب ہے..... یہ حضرت شیخ مدنی ہینڈ کی اسلامی سیاست کا ایک نمونہ ہے، شیخ مدنی ہینڈ کے ایک خلیفہ کی حیثیت سے حضرت قاضی صاحب نے یہ اصول مضبوطی سے پلے باندھ لیا تھا کہ سیاست کرنی ہے مگر برائے مذہب۔ حضرت شیخ مدنی قدس سرہ تو کامل شیخ بھی رہے، بہترین استاد حدیث بھی اور مکمل مگر صحیح سیاسی قائد بھی، دفاعی اتحادوں اور سیاسی اشتراک عمل کے باوجود مذہب، دین اور شریعت کے پاکیزہ دامن پر کبھی بھی غلط اور پُر فریب سیاست کا بدنامادھبہ نہیں لگنے دیا جس کا ایک نمونہ لکھنؤ میں سول نا فرمانی کی سرپرستی کا اور پر عرض کر دیا گیا ہے۔

• دوسرا نمونہ یہ کہ مودودی صاحب نے جب اسلام کا نام استعمال کرتے ہوئے اپنی جماعت کی بنیاد ڈالی اور لکھا کہ رسول خدا ﷺ کے سوا کوئی بھی تنقید سے بالاتر نہیں۔ اور پھر اس سے بھی ذرا اوپر اڑتے ہوئے لکھ دیا کہ حد یہ ہے کہ رسول یا نبی کی اطاعت بھی معروف کے ساتھ مشروط ہے اور یہ کہ توحید و رسالت کے سوا حکمت عملی کے ماتحت اسلام کے ہر حکم کو گویا معطل کیا جاسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی سیدنا یونس علی نبینا ﷺ کے متعلق یہاں تک ناروا جسارت کی گئی کہ ان کے قوم سے جو عذاب نزل گیا تھا تو ان سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہی ہو گئی ہوگی..... و امثالہم تو سب سے پہلے حضرت شیخ مدنی ہینڈ نے ہی اس کی بنیادی غلطیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ وہ اس فتنہ سے ہوشیار رہیں۔

بہر کیف حضرت قاضی صاحب مرحوم نے حضرت شیخ ہینڈ کے صحیح جانشین ہونے کی حیثیت سے شیخ کی تینوں نیابتوں پر توجہ دی مگر مذہب اور دین اسلام کو اصل مقصد بنایا۔ سنی محاذ پر خدا ام اللہ سنت کے نام سے جس نیچ پر کام شروع کیا اس کو اصل مقصد بنایا۔ ترویج طریقت کی محنت میں کمی کرنی پڑی تو اسے گوارا کر لیا سیاسی محاذ کو بھی نہیں چھوڑا مگر چور دروازہ سے اسلام کو نقصان پہنچانے والوں سے اشتراک کرنے سے دامن بچاتے رہے۔ خود اپنی جماعت کے پلیٹ فارم سے انتخاب کے لیے امیدوار کھڑا کیا اور الیکشن کمشنر سے سب اپنا نشان حاصل کیا۔

تخم ڈالنے کے بعد فصل پیدا نہ ہو تو افسوس ہوتا ہی ہے لیکن فصل بڑے پیمانے پر ہو کر غیروں کے کام آجائے تو اس صدمے کا کیا اندازہ۔

ملی بیکجی پر احقر نے اختلافی مضمون لکھا اور پھر مولانا سمیع الحق صاحب، مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم کو خطوط لکھے اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بینات کی خاموشی پر تعجب کا اظہار کیا تو حضرت قاضی صاحب کا حق چار یار رحمۃ اللہ علیہ وہ واحد ماہنامہ تھا جس نے مولانا سمیع الحق صاحب کے نام پر لکھا ہوا میرا خط شائع کیا اور آپ کے دست راست حضرت مولانا قاضی عبداللطیف مرحوم جہلم والوں نے اپنے ایک نامہ میں مجھے دعائیں دیں اور کہا کہ آپ نے وقت کے ایک اہم فریضہ کو ادا کرنے کا حق ادا کر دیا۔ سنی محاذ پر دین کی خدمت کرنے کی بنیاد تو سردار دو عالم رحمۃ اللہ علیہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس فرمان واجب الدعان سے کر دی کہ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوا ہم غرضاً من بعدی اور من سب اصحابی فعليه لعنة اللہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے پہلے حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی تصریحات اور اس محاذ پر محنت کرنا کے معلوم نہیں۔

شاہان دہلی میں تحفہ شاعریہ، ازالۃ الخفاء اور اس قسم کی دوسری کتابیں اکابرین دیوبند کی تصنیفات نصیحة الشیعہ و امثالہا بھی سب جانتے ہیں۔ سیاسی جھگڑ چلنے کے باوجود شیخ مدنی قدس سرہ کے واضح عمل کے بعد مزید کسی اور حجت اور دلیل کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ وہ کون شخصیت ہے جو اپنے ماحول میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح فرق مراتب کا پورا پورا حق ادا کر سکے حضرت قدس سرہ کی لکھنؤ کی سول نافرمانی میں قائدانہ شرکت اور اسلام ہی کی خاطر آزادی ہند میں بھرپور محنت اور مساعی کے باوجود مودودی اسلام کی کھلی اور سب سے پہلی مخالفت جیسے اقدامات سے بھی یہ واضح ہے کہ ایسے حالات میں باطل فرتوں اور جماعتوں کے ساتھ ایسی شرکت جس سے ان کی مذہبی لمحدانہ اور زندیقانہ حیثیت مشتبہ ہو جاوے کسی طرح بھی صحیح نہیں فان ائمتہا اکثر من نفعہا ملی بیکجی کونسل کے وقت ان لوگوں کے قائدین کے دوسرے تیسرے دن ہی اخبارات میں اعلانات آ گئے کہ ہم اپنے عقائد پر اسی طرح قائم ہیں جس طرح پہلے تھے مگر ملی بیکجی میں شامل سنی جماعتوں کے قائدین جہاں تک معلوم ہے خاموش رہے۔

راقم الحروف کا حضرت مرحوم سے تعلق

دورہ حدیث شریف کا شرف اگرچہ ایک ہی سال ۵۸ھ-۱۳۵۷ھ شوال تا شعبان میں ملا مگر سمندر سے

ہائی لا۔ نہ میں طرف یعنی پیالے کا فرق ظاہر ہے

ہمارا ان چیز کام لے منزل کو پایا

ہم محو نالہ جس کارواں رہے

اور چونکہ وہاں آپس میں کوئی میل جول نہیں رہا۔ اس لیے اس زمانہ کا کوئی واقعہ حضرت کی زندگی کا نہیں لکھا جاسکتا۔ فراغت کے بعد بھی دس ہارہ سال تک کوئی بھی ملنا ملنا نہیں ہوسکا آپ کا یہ عرصہ اکثر ریل میں گزرا۔ جس کی تفصیلات تو آپ ہی میں سے کوئی صاحب فہم میں کہہ سکتا ہے۔

بندہ بھی اس عرصہ میں بلوچستان جامع مسجد ڈوب اور پھر مطلع العلوم کونڈہ میں طلبہ کی تھوڑی بہت خدمت کے لیے صوبہ سے ہارہ رہا ۵۶ء میں جمعیت کی بنیاد پڑی تو جماعتی مجالس عاملہ و شوری کے علاوہ حضرت مرحوم اور حضرت مولانا قاضی عبد اللطیف صاحب جہلم والے کو نجم المدارس کے سالانہ جلسوں میں تکلیف دی جاتی رہی جو نہ صرف مخلصانہ بلکہ مشفقانہ شرکت سے نوازتے رہے۔ ایک دفعہ ہم نے ٹانک میں جمعیت الانصار کے نام سے ایک جلسہ عام کا انتظام کیا تو اس میں بھی تشریف لائے۔ نجم المدارس میں دار القرآن کی تعمیر کا ایک خاص نوعیت کا پروگرام بنا اس وقت کے لحاظ سے تقریباً سو لاکھ مخفیہ تھا۔ جو یہ تھی کہ یہاں سے جو طالب علم کئی سال تک پڑھ کر فارغ ہوئے اور اب عوامدارس دہچہ میں معلم اور استاد ہیں یا جو عاملہ اور شوری کے ممبر ہیں وہ اپنے ذمہ حسب توفیق پانچ سو یا ہزار چندہ لیں۔ چاہے ماہانہ قطعہ وار سال تک بھی ادا کریں تو اس طرح عموماً چندہ کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ حضرت مرحوم نے بھی اس میں ہا نصدر وہ پیہ کی ہارکت اور اگر انقدر عطیہ سے شرکت فرمائی۔ احقر بحیات انبی صلوٰۃ علیہ وسلم پر ایک محضر تحریر لکھی جو خانقاہ حیرہ چودہ صفحات پر مشتمل تھی۔ حضرت سے اس کی تصحیح کی درخواست کی تو حضرت نے اس پر خانقاہ سولہ صفحات کا قصین مقدمہ تحریر فرمایا۔ لہذا اللہ احسن الجزاء

مری میں شریعت کونسل کے ابتدائی اجلاس میں شرکت سے واپسی پر محترم مولوی عبدالعزیز صاحب ممدی ابراہیم اسماعیل خان نے توجہ دلائی کہ میں آتے ہوئے حضرت قاضی صاحب سے ملا ہوں آپ بہت کزور ہیں بل کہ نہ جاویں گے تو پھر خدا نخواستہ ہمیشہ کے لیے الموس نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ میں نے چکوال اترنے کا حزم کر لیا حضرت کو اطلاع کی گئی۔ آپ تشریف لائے بہت ہی شفقت اور محبت فرماتے رہے۔ پھر حال حاضر ہی بس یہی پہلی بھی تھی اور خانقاہ آخری بھی۔ ماشاء اللہ والا مریہ اللہ۔

مرکز صاحبی طالع جمعیت لاہوری کا اجلاس تھا حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم نے اپنی تقریر میں جو مفتی مجاہد کے سلسلہ میں چلتے چلتے یہ بھی کہا کہ اسوں نے پشاور میں کام بہت سست ہو رہا ہے اس سے جو مرکز یہ سخت تنگ کر رہا ہوگا۔ حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب امیر سرحد نور اکھڑے ہو گئے اور فرمایا: جناب مفتی صاحب کی اس بات میں ایک نیندی بھی صداقت نہیں یہ جو آپ کے اور جماعت کے دوسرے بزرگوں کے آنے پر تنگڑوں جید علماء تک ہر جگہ اکٹھے ہو جاتے ہیں یہ بغیر محنت اور کام کے جمع ہو جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ تحصیل تو یاد نہیں لیکن جب نماز اور کھانا کھانے کے وقت میں کارروائی روک دی گئی اور یہ بھی اطمینان کیا گیا کہ نماز کے متصل بعد کارروائی شروع ہو جاوے گی۔ نماز کے بعد حضرات قاضی صاحبان سے ملاقات ہوئی تو حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ مفتی صاحب تو ناراض بیٹھے ہیں وہ دیکھے دور چار پائی پر لیت رہے ہیں اور کہا کہ مولانا گل بادشاہ نے بہت زیادتی کی اور بار بار سخت کلمات استعمال کیے اور میری جانب سے کسی نے ان کو روکا نہیں۔ میں نے عرض کیا بزرگو! یہ تو کوئی بات نہیں ابتدا انہوں نے کی اور انہوں نے جواب دیا۔ قاضی صاحبان نے فرمایا وہ بہر صورت اس وقت مشورہ میں شریک نہیں ہو رہے۔ میں نے ان سے عرض کیا تشریف لائیں چنانچہ ہم مفتی صاحب کے پاس آئے میں نے عرض کیا مفتی صاحب اوقت ہو گیا تشریف لائیں انہوں نے وہی بات کہی جو قاضی صاحب نے بتلائی تھی میں نے کہا مفتی صاحب مینگ مولانا گل بادشاہ صاحب کی ہے انہوں نے بتلائی ہے یا جمعیت کی؟ کہنے لگے مینگ تو جمعیت کی ہے میں نے عرض کیا پھر ہم کون نہیں شریک ہوں گے۔ رہی آپ کی اور مولانا گل بادشاہ صاحب کی لڑائی تو اس سے ہمیں کیا مفتی صاحب اٹھے اور ہم چاروں کارروائی میں شریک ہو گئے مفتی صاحب مرحوم تھوڑی دیر کے بعد غصہ سے ہو گئے اور بات کو آئی گئی کر دیا۔

لیکن بعد میں جب تک اکٹھے رہے سید گل بادشاہ صاحب جلال میں رہے۔ درحقیقت سید صاحب تقسیم سے پہلے جمعیت کے علماء میں کام کر چکے تھے مرکز میں طالع کے رکن تھے پھر تقسیم کے متصل بعد خان عبدالغفور خان جو اس وقت سرحد کے صدر اعلیٰ تھے نے انہیں جیل میں ڈلوادیا اور غالباً سات آٹھ سال تک جیل کافی مکر ہماقتی رخصت سے رابطہ رکھا اور غالباً جیل میں دینی تصنیفات میں بڑا ن پشور مشغول رہے۔ انہیں اعتراض سے صدر مذہب یاد پہنچا۔ لیکن اس وقت جماعت کے ذمہ دار حضرات اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقہ سے ہمارا کر رہا جانتے تھے۔ آپ کو تعجب ہو گا کہ سید صاحب کے بار بار طعن کے باوجود جب اس کا رو نے بذریعہ خط مفتی صاحب سے عرض کیا کہ سید صاحب کو کسی طرف بھی ناراض رکھنا ٹھیک نہیں

ہے ان کو ہر قیمت پر راضی کرنا ہے۔ تو مفتی صاحب نے متصل خط میں غائبانہ اب بھی موجود ہوگا کہا کہ جو صورت بھی آپ مناسب سمجھیں وہی اختیار کریں گے۔ میں نے کہا مردان سید صاحب کے گھر جانا مناسب ہوگا مفتی صاحب اس صورت کو بھی بخوشی منظور کیا اور ایک شرط رکھی کہ عید الفطر سے پہلے جانا ہوگا عید کے بعد میں فارغ نہیں ہو سکتا۔ بہر حال مردان تو نہ جاسکے لیکن حالات بھی معمول پر آ گئے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب نے حدیث پاک کا دورہ بھی اسی سال کیا جس سال حضرت قاضی صاحب مرحوم دورہ میں شریک تھے۔ یعنی ۳۹ء اور پھر مفتی صاحب کے الیکشن میں مسلسل پندرہ بیس دن خود ان کے علاقہ مروت میں جس سخت کوشی سے کام کیا وہ خدا جانتا ہے یہ ناکارہ بھی ساتھ تھا۔ للہ درہ وعلیہ اجرہ.....

اس آئینہ میں حضرت قاضی صاحب کا جماعتی احساس جب تک منسلک رہے سید صاحب کی خود داری اور ہمتی صاحب کی فراخ دلی بیک نظر دیکھی جاسکتی ہے۔ ڈھاکہ کے فیصلہ پر قاضی صاحب کا تامل ان کی دور بینی اور مولانا ہزاروی کا جماعتی احساس اور امام الطائفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ کا شریعت، طریقت، مذہب اور سیاست کے اجتماع میں مذہب کی مقصودیت اسلام پر مثبت ایک صاف اور شفاف آئینہ ہے۔ من شاء للہ لیلینظر فیہ وجہہ۔ واستغفر اللہ

حضرت کے چند متوسلین

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ عجم المدارس کے جلسوں میں تشریف لاتے اور احباب کو یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ آپ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ہیں چند خوش نصیب احباب (حافظ سراج الدین، حافظ عبدالقیوم حقانی، صوفی خدا بخش، حاجی شیر علی خان شینی وغیرہ) کو آپ سے بیعت ہو جانے کا شرف بھی حاصل ہوا جن میں بطور خاص مولانا محمود صاحب کا ذکر خیر مناسب معلوم ہوتا ہے.....

مولانا محمود صاحب مرحوم

آپ موضع لوئی تحصیل کلاچی کے رہنے والے تھے۔ موقوف علیہ تک کی کتابیں اس ناکارہ سے پڑھیں اور پھر تقسیم سے پہلے ہی دارالعلوم دیوبند شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت نے اس سال دارالعلوم سے تین چار ماہ کی چھٹی لی ہوئی تھی اور جمعیت علماء ہند کی جانب سے بالخصوص جمعیت کے امیدواروں کے لیے پورے ملک کا دورہ فرما رہے تھے۔ تو اس عارضی

خلاء کو پر کرنے کے لیے مدرسہ شاہی مراد آباد سے حضرت مولانا فرالدین صاحب رحمۃ اللہ کو دارالعلوم بلا لیا گیا تھا۔ مولانا محمود صاحب مذکور نے سنایا کہ ایک دن حضرت مراد آبادی نے شرکاء دورہ حدیث پاک کے سامنے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ کی اس عجیب و غریب کرامت کا ذکر فرمایا کہ..... ایک دفعہ میں حضرت کے مہمان خانہ میں رات کو سویا ہوا تھا حضرت تہجد کے وقت تشریف لائے نوافل کے بعد ذکر کرنے لگے خفیف جہر کے ساتھ فرماتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد کمرے کی تمام چیزیں کپڑے، سرہانا، لوٹا وغیرہ سب ہی بے جان اشیاء ذکر میں آپ کا ساتھ دینے لگیں۔ فرمایا ابس میں نے اپنے آنکھوں سے فسخرنا الجبال معہ والطیر کا سماں دیکھا اور کانوں سے سنا۔ والحمد للہ۔

ہنوز آں ابر رحمت در نشاں است

خُم و خم خانہ با مہر و نشان است

مرحوم مولوی محمود صاحب کو حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ حضرت شیخ کی رحلت کے بعد حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کی جانب رجوع کر لیا موصوف کچھ عرصہ نجم المدارس میں مدرس بھی رہے۔ پھر علاقہ ٹانک بستی کوٹ اعظم میں ترجمہ قرآن کا درس عام بھی دیتے رہے۔ بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے رہے۔ چند سال پہلے بروز جمعہ شریف وصال پا کر ان شاء اللہ بفضلہ تعالیٰ فتۃ عذاب قبر سے محفوظ رہے..... والحمد للہ!

یہ طویل دفتر وقفہ بہ وقفہ دو دو چار چار سطریں مختلف اوقات میں لکھ کر مجموعہ رطب و یابس کی حیثیت آپ کی فرمائش پر لکھ دی ہیں۔ یاد رفتگان ہے اور اذکرو المحاسن موناکم کی تعمیل بھی ان میں حق چار یار رحمۃ اللہ میں شائع کرنے کے لائق کچھ سفید بال ملیں تو خود ہی چن لیں..... ورنہ.....

کسی کے ساتھ گزریں چند گھنٹیاں

انہیں کی یاد میری زندگی ہے



حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی ولایت

کچھ حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ ☆

آج سے المظہر بی کے لقب کو ترک کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ بندہ نے اس کی نسبت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کی طرف کی تھی۔ پھر جب کہ میں نے ایک دو خطوط میں ان کی طرف اپنے نام کے ساتھ المظہر ہی لکھا تو آج آپ کا ایک خط آیا۔ جس میں اس کے چھوڑ دینے کا حکم تھا۔ بندہ کو چونکہ آپ کے ساتھ عقیدت ہے اور محبت بھی اس لیے گونا گوا رہی ہوتی ہے مگر ترک کرتا ہوں اور محبت کا متعلق بھی یہی ہے کہ آپ کی بات پر عمل کیا جائے۔ ترک کر دینے کی وجہ آپ نے یہ لکھی ہے کہ بندہ گنہگار ہے۔ ساتھ یہ شعر تحریر فرمایا تھا.....

زمن دارد سگ نھرانیاں عار

کہ ہست او بیگناہ دمن گنہگار

”میں عیسائیوں کے کتے سے شرم کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ بے گناہ ہے اور میں گناہ گار ہوں۔“ رشیدی

یاد پڑتا ہے کہ کہیں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے اقوال میں دیکھا تھا اور غالباً الفاظ یوں تھے۔

(معرفت خداوندی بر آن شخص حرام است کہ خود را از سگ نھرانیاں بہتر داند)

”خدا کی معرفت (ولایت) اس شخص پر حرام ہے جو خود کو عیسائیوں کے کتے سے بہتر

جانے“..... رشیدی

دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ اولیاء اللہ اپنے آپ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ پس حضرت قاضی

صاحب کی ولایت کے لیے کسی مزید دلیل کی قطعاً کوئی ضرورت نہ رہی۔

(ذاتی ڈائری سے..... تحریر یکم فروری ۱۹۵۲ء)

تر بیت و ارشاد کی مقناطیسی صلاحیت

کھ شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم بندہ زید مجید کم

(اللہ) حبیبکم در رحمۃ اللہ در کاندہ

گرامی نامہ باعث افتخار ہوا۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ سے بندے کو ملاقات کا موقع تو بہت کم ملا۔ اور جب بھی ملا، ان کی للہیت، اخلاص اور تدین کا نقش دل پر قائم ہوا، لیکن دو پہلو ایسے ہیں۔ جن کے ذریعے ان کی خدمات اور فیوض مبارکہ کا اندازہ ہمیشہ ہوتا رہا۔ ایک یہ کہ ان کی تحریریں نہ صرف ان کے ماہانہ رسالے میں، بلکہ علیحدہ مؤلفات کی صورت میں بھی وقتاً فوقتاً نظر نواز ہوئیں۔ اور ان سے استفادہ کا موقع ملا۔ ان تحریروں سے یہ بات واضح ہوتی تھی کہ انہوں نے جو کچھ لکھا، اخلاص کے ساتھ لکھا، اور جس بات کو حق سمجھا، اسے بلا خوف و لومۃ لائم بیان فرمایا انہوں نے اپنی تحریروں میں اہل سنت والجماعت کے مسلک کو دلائل سے مبرہن کر کے بیان فرمانے میں کسی کے خوش یا ناخوش ہونے کی پروا نہیں کی۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ بہت سے ایسے نوجوانوں سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جنہوں نے حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی صحبت و تربیت کا فیض اٹھایا تھا۔ ان نوجوانوں کے فہم دین اور ان کی سیرت و کردار کے انداز سے یہ بات نمایاں تھی کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ میں تربیت و ارشاد کی مقناطیسی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ جس نے ان نوجوانوں کی زندگی میں بڑا خوش آئند انقلاب پیدا فرمایا۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائیں۔ اور ان کے فیض کو جاری و دساری رکھیں۔ آمین۔ آپ نے ان کے مبارک تذکرے کے لیے رسالے کی خصوصی اشاعت کا جواہر تمام کیا ہے دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے صوری اور معنوی محاسن سے آراستہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اسے امت کے لیے نافع بنائیں۔ (آمین)

میرے محسن میرے مشفق

☆ کھ حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب

(عزیز از جان..... رشیدی سلمہ..... سلام مسنون!)

یکے بعد دیگرے عنایت نامہ و عتاب نامہ دونوں موصول ہوئے۔

ناہلی، نکاسل اور عوارض اس وقت بھی مانع تھے اور آج اس سے بھی زائد شدت اور کثرت کے ساتھ حائل اور حارج ہیں۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم میرے محسن میرے مشفق اور مشکل ترین مراحل میں میرے لیے دعا گورہے۔ اور اب میں اپنے مخلص مہربان، نمونہ سلف، عالم باعمل اور مجاہد کامل کی برکات اور دعاؤں سے محروم ہو گیا ہوں۔ جبکہ اس ناکارہ اور امت مسلمہ کو اس وقت ان کی رہنمائی اور دعاؤں کی اشد ضرورت تھی۔ حق تعالیٰ حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کو جو رحمت میں جگہ عطاء فرمائے اور آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل دے اور ان کے لگائے ہوئے پودے کو سرسبز اور شاداب رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین نعم آمین)



حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ..... کے اثرات

☆ مولانا عبد القیوم صاحب ہزاروی

جماعت کے سربراہ کا اثر و درکروں پر اور استاد کا اثر شاگردوں پر، پیر کا اثر مریدوں پر اور حکومت کا اثر رعیت پر غیر شعوری طور پر آتا ہے۔ مخدوم العلماء والمشاخ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کا تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے امیر کی حیثیت سے درکروں پر اثر ہوتا تھا۔ چونکہ آپ کا سلسلہ بیعت بھی تھا تو اس لحاظ سے اپنے مریدوں پر بھی اثر تھا اور آخر وقت تک تعلیمی سلسلہ بھی جاری رکھا اس لحاظ سے شاگردوں پر بھی اثر تھا۔ حضرت کا یہ اثر آپ کے ساتھ تعلق رکھنے والا ہر آدمی محسوس کرتا تھا۔ کہ ہر سیکنڈ آپ حق پر نثار ہونے کے لیے تیار تھے کہ کوئی وقت ایسا آئے کہ میں راہ حق میں اپنی جان پیش کروں اس اثر کی واضح مثال ہے کہ جب چکوال میں سارا ضلع جہلم اہل تشیع کا جلوس نکالنے کے لیے اکٹھا ہو جاتا تھا بلکہ باہر کے اضلاع بھی ان کی حمایت میں جمع ہو جاتے تھے اور پھر قاضی صاحب کی مسجد کے سامنے سے یہ جلوس نکالا جاتا تھا اور مکان بھی قاضی صاحب کا بالکل راستے پر تھا تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس جلوس کی ناشائستہ حرکتوں پر گرفت کرنے کے لیے یہاں اکٹھے ہو جاتے تھے اور ہر بچہ جان دینے کے لیے تیار ہوتا تھا تو بے ساختہ یہ محسوس ہوتا تھا یہ قاضی صاحب کا اثر ہے جو ان بچوں پر پڑ رہا ہے۔ اتنا اثر ہم نے کسی دوسرے پیر کا اپنے مریدوں پر، لیڈر کا اپنے درکروں پر نہیں دیکھا اور یہ کیوں نہ ہو کہ حضرت قاضی صاحب خلیفہ تھے شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے۔ طریقت کا سلسلہ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے وابستہ تھا۔ حضرت شیخ الاسلام کا اثر اپنے شاگردوں پر جو کہ دل سے شاگرد ہوتے تھے اور مریدوں پر جو دل سے بیعت ہوتے تھے یہی تھا اور وہی اثر قاضی صاحب کے اندر بھی موجود تھا۔ حضرت شیخ الاسلام تعلیمی لحاظ سے وابستہ تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ساتھ اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ حضرت تانوتوی رحمہ اللہ کے جانشین اور شاگرد تھے۔ گویا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا ذہن اور حضرت تانوتوی رحمہ اللہ کا ذہن ایک ہی تھا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے سرسید کو خط لکھا کہ آپ نے علی گڑھ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی ہے اور میں نے دیوبند کی بنیاد رکھی ہے۔ میں پرانے علوم پھیلاؤں گا یعنی قرآن پاک اور حدیث اور آپ دنیاوی علوم پڑھائیں گے، سائنس وغیرہ۔ تو تیرے تعلیم یافتہ اور میرے تعلیم یافتہ کی ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرائے جائیں گی اور مسلمان دو طبقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ تو علی گڑھ کی سند نہ دے کہ جب تک اپنے شاگردوں کو دیوبند نہ بھیجے۔ دیوبند کی سند ہو تو پھر علی گڑھ کی سند ہونی چاہیے اور میں اپنے شاگردوں کو تب تک سند نہ دوں گا کہ جب تک علی گڑھ کی سند نہ لے۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ آپ کے عقائد فرشتوں کے بارے میں غلط ہیں اور وحی کے بارے میں بھی تیرے عقائد ٹھیک نہیں۔ آپ اس سلسلے میں اپنے عقائد کی وضاحت کریں۔ تو اس نے جواب دیا وحی کوئی فرشتوں کے ذریعے نہیں ہوتی تھی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں جو بات پکی ہو جاتی تھی وہ وحی ہوتی تھی اور فرشتے کوئی الگ مخلوق نہیں بلکہ انسانوں میں سے جو اعلیٰ درجے کا ہودہ جبرائیل اور میکائیل کہلاتا ہے اور انسانوں میں سے ہی جو چوٹی کا بد ہے وہ شیطان ہے۔ شیطان کوئی الگ مخلوق نہیں۔ تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشتراک کا خیال ختم کیا کیونکہ یہ بنیادی عقائد خراب تھے۔ تو اس کا تدارک شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیا کہ سرسید کے شاگردوں میں سے شبلی نعمانی اور حالی اور اسی طریقے سے ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر علی گڑھ کے اندر ہی سرسید کے مقابلے میں جامعہ ملیہ کی بنیاد رکھی اور چٹائیاں بچھا کر جامعہ ملیہ کے طالب علموں کو پڑھانا شروع کیا۔ پھر یہی جامعہ ملیہ دہلی میں منتقل ہوا۔ اس جامعہ ملیہ کا ڈاکٹر ذاکر حسین انڈیا کا صدر بنا۔ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا میں جو بر فانی علاقہ ہے قید تھے تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیل کے کبیلہ دو تو شیخ کو دے دیتے اور ایک اپنے لیے رکھتے اور شیخ الاسلام پھر رات کے وقت مٹی کے لوٹے میں پانی ڈال کر اپنے سینے کے ساتھ گرم کرتے تھے۔ تاکہ سحری کے وقت گرم پانی استاد کو مل جائے اور شیخ الہند کو تکلیف نہ ہو۔ وہی اثر حضرت قاضی صاحب پر بھی تھا اپنے اساتذہ کے عقیدے کے خلاف ذرا برابر بھی ناقابل برداشت تھا جمیعت سے علیحدگی کا سبب بھی یہی بنا۔ اور جہاد کا یہ عالم جس بات کو باطل سمجھا خواہ کوئی ساتھ ہو یا نہ ہو وہ بات برملا کہہ دیتے تھے اور باطل کے ساتھ دو قدم بھی چلنے کو تیار نہیں تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ علاقہ بھر میں تبلیغی دورہ کرتے تھے ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ آپ حضرت مولانا جالندھری کو بھی بلائیں اور اس دورے میں ان کو بھی شریک کر لیں تو فرمایا کہ وہ بڑے لیڈر ہیں اور میرے پاس تبلیغی فنڈ میں اتنی رقم ہوتی نہیں تو میں نے کہا کہ آپ بلا کر دیکھیں تو میرے کہنے پر محمد علی صاحب جالندھری کو بلایا۔ ہفتہ گزرنے

کے بعد جب پانچ سو روپے بطور کرایہ دیئے تو مولانا جالندھری کہنے لگے کہ قاضی صاحب! یہ آپ کا ذاتی پیسہ ہے یا مدرسہ کا یا مسجد کا یا جماعت کا کیونکہ میرا جو بنتا ہے کرایہ وہ میں لوں گا اور زیادہ جو بنتا ہے وہ میں تحفظ ختم نبوت کو دوں گا اس کی رسید کٹواؤں گا۔ اس کے بعد مولانا محمد علی صاحب کے عقیدت مند ہو گئے۔ تو کہنا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنے پاس ایسے مخلص دوستوں کو تبلیغی دوروں میں رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ آنجناب کی تمام دینی خدمات قبول فرمائیں۔ اور ان کا فیض تا قیام قیامت جاری و ساری رکھیں۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین



بڑے میاں

سویٹس

تحصیل روڈ جہلم

محمد جٹا میاں کا مرکز

سپیشلسٹ سموں چارٹ،
فروٹ چارٹ، چٹا چارٹ
صبح کا ناشتہ، حلوہ پوڑی

پروپرائیٹرز

حاجی عبداللہ اینڈ بھائی عرفان الحق

Ph: 0541-614556

بڑے میاں

فیبرکس

مین بازار جہلم

زنانہ و مردانہ کپڑوں کی فنیسی
ورائٹی کے لئے تشریف لائیں

پروپرائیٹرز عبدالرحمن

Ph: 0541-620571

مشاہدات و تاثرات

☆ کھ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحیح بخاری کتاب الرقاق میں حضرت مرداس السلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

”یذهب الصالحون الاول فالاول‘ وتبقى حفالة كحفالة الشعير او التمر لا یبالیہم اللہ

بالہ“ [مس ۹۵۲ ج ۲]

ترجمہ: ”نیک لوگ یکے بعد دیگرے رخصت ہوتے جائیں گے، جیسے چھٹائی کے بعد ردی جو یا کجوریں باقی رہ جاتی ہیں، ایسے ناکارہ لوگ رہ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔“
بلاشبہ غور کیا جائے تو ہمارا دور ہی یہ دور محسوس ہوتا ہے کہ علمائے امت، صالح، متدین اور اکابرین امت اس تیزی سے دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں۔ جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور اس کے دانے یکے بعد دیگرے گرتے چلے جاتے ہیں۔

ایک وقت تھا کہ اسی پاکستان میں ایسے ایسے جہادہ علم و عمل تھے کہ دنیائے عرب کے علماء ان کے سامنے زانوئے تلمذہ کرنے کو سعادت سمجھتے تھے، اسی طرح دین و دنیا کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں تھا جس کے بارہ میں ان سے رجوع کیا جائے اور وہ اس کے جواب میں تردد و توقف کریں۔ گویا اس دور میں گلشن علم و عمل کی بہار، علماء و صلحاء کی کہکشاں اور آسمان علم و تحقیق کے آفتاب و ماہتاب ہماری آنکھوں کے سامنے تھے، ہم جس شہر اور قریہ میں چلے جاتے، وہاں کوئی نہ کوئی اپنے وقت کا غزالی و رازی اور باعث صد افتخار کوئی عالم ربانی موجود ہوتا، لیکن افسوس! کہ رفتہ رفتہ اس کہکشاں کے تارے ٹوٹنے، علم و تحقیق کے آفتاب و ماہتاب غروب ہونے اور گلشن علم و تحقیق کے پھول مرجھانے لگے۔ حتیٰ کہ نوبت بایں جا رسید کہ ہر طرف قحط و خزاں اور اندھیرا ہی اندھیرا نظر آنے لگا، اور گلشن علم و فضل کے جو چند ایک پھول باقی تھے۔ وہ بھی

اور بارگاہ الہی میں یہ درخواست کریں کہ یا اللہ! ہم تیرے اس بندے کو اپنے تئیں اچھا جانتے تھے، یا اللہ! آپ کے محبوب ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”انتم شہداء اللہ فی الارض“ (تم زمین میں اللہ کے نمائندے ہو) اے اللہ! ہم آپ کے نمائندے ہو کر گواہی دیتے ہیں کہ وہ اچھے آدمی اور نیک و صالح اور متقی و پرہیزگار تھے، یا اللہ! تو ان کے ساتھ اچھائی اور خیر و خوبی کا معاملہ فرما کر ان کو جنت کے درجات عالیہ سے سرفراز فرما، آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔



حضرت قائدِ اہل سنتؒ نے فرمایا

شیرِ خدا حضرت علی الرضیؑ کا بہت بڑا مقام اور بڑی فضیلت ہے جو منکر ہے وہ بے ایمان ہے، لیکن صدیق اکبرؓ سب سے افضل ہیں (حق چار یاڑ اگست 2004ء)

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

با اعتماد خالص سونے کے زیورات ٹھوس اور جدید ورائٹی کے لئے تشریف لائیں

صرافہ بازار چکوال پروپرائیٹو آصف محمود صراف

Ph: 0573-553141 / Ph: 0573-552025 / Mob: 0320-4984400

مدنی علوم و معارف کے امین

رسمہ شیخ الحدیث مولانا ملتی محمد فرید صاحب

محترم القام حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب زید محمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی جانب سے قائد اہل سنت حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرتدہ کی حیات و خدمات پر کچھ لکھنے کے لیے والا نامہ ملا تھا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ فقیر کئی سالوں سے علیل ہے۔ دایاں ہاتھ مفلوج ہونے کی وجہ سے لکھنے سے قاصر ہوں۔ دوبارہ آپ کا یاد نامہ پہنچا اس لیے چند کلمات لکھنے پر آمادہ ہوا۔ حضرت قاضی صاحب عہد موجودہ میں اسلاف کا نمونہ تھے جس طرح ہمارے اکابرین نے دن رات ایک کر کے دین متین کی خدمت کی ہے۔ حضرت قاضی صاحب بھی صراطِ مستقیم کے راہی تھے۔ موصوف اپنے خصائص ایمانی، جوشِ اسلامی، ایمانِ اللہ اور فی اللہ کے اعتبار سے عہدِ سلف کے واقعات زندہ کرنے والے تھے۔ بلا خوفِ لومۃ لائم ہر قسم کے لیے سیف بے نیام تھے۔ شیخ الاسلام والسلمین حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کے امین تھے۔ نہاد و فضلاء اور طالبانِ علوم نبوت سے انتہائی محبت اور دین کا درور کھنے والے مجاہد تھے۔

عہد موجودہ میں مادیت و معقولات کے مقابلے میں صرف یہی اصحابِ حدیث و سنت و حاملینِ علوم نبویہ و ماثورہ سلف ہی کی جماعت وہ طائفہ منصورہ ہے۔ جو بے سروسامانی کے باوجود کئی نیم و ہر اس کا شکار نہیں۔ ہر قسم کے تعاقب اور ہر مقابل و ہر اسلحہ کے سامنے مظفر و منصور رہے۔ بندہ فقیر آپ کو "قائدِ اہل سنت نمبر" شائع کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ عہد ہائے آئندہ کی قیادت کے لیے اکابرِ علماء اور خیر خواہانِ دین و ملت کے نفوش کف پاکو زندہ رکھنے کے لیے صفحاتِ قرطاس ایک ایسا ذریعہ ہے۔ جس سے انکار ممکن نہیں۔ جو کچھ بھی اور جس قدر بھی محفوظ ہو جائے۔ غنیمت ہے.....

ما شئت قل لہ فانت مصدق

فالحب بقضی والمحاسن تشہد

اللہ کریم حضرت قاضی صاحب کے درجات عالیہ انصیب فرمائیں اور خدماتِ دینیہ کو مقبول فرما کر ہم سب کے لیے توشیحِ آخرت بنادے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلق محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

تصوف و سلوک اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ

کھ شخ الہدیت مولانا حبیب الرحمن صاحب سومر دہ

موت ایک ایسی گھاٹی ہے جسے ہر کسی کو عبور کرنا ہوتا ہے خوش نصیب وہ ہیں جنہیں موت سے محبت ہو حق سبحانہ و تعالیٰ نے تمنائے موت کو علامت و ولایت فرمایا ہے۔ الموت جسر یو صل الحب الی الحب ان آنکھوں سے حق سبحانہ و تعالیٰ کی رویہ اس کے بغیر ممکن ہی نہیں کہ واقع ہو۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات جن پر حقیقت عالم منکشف ہے ان سے بوقت وصال فرشتہ اجازت لیتا ہے اور تحخیر دی جاتی ہے آنحضرت نبی کریم ﷺ کے زبان مبارک سے نکلے ہوئے آخری اتحاظ قدسیر الہم فی الرفیق الاعلیٰ اسی تحخیر کا جواب تھا جس پر عقیقہ کائنات صدیقہ بنت صدیق یوحنا فرماتی ہیں قلت اذا لا یختارنا یعنی میں سمجھ گئی کہ اب آپ ﷺ ہمیں اختیار نہیں کر رہے بلکہ عالم بالا کی طرف اپنے رب حقیقی کے تجلیات میں جانے کو پسند فرما رہے ہیں۔ تعلق ولایت جس قدر بھی قوی ہوتا ہے اسی قدر موت کے وقت خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات سے بخوبی یہ چیز واضح ہے۔ اصحاب ولایت جنہیں اہل دل کہا جاتا ہے بظاہر جسمانی طور پر اگر چہ وہ تاسوت میں رہتے ہیں مگر ان کی روح اور دل پوری طرح عرش عظیم کے اوپر کے جہاں یعنی لامکاں سے جزا رہتا ہے اور انہیں پورا اطمینان اور سرور اس حال میں ہوتا ہے جب وہ حقیقی طور عالم شہادت کو چھوڑ کر وہاں جا رہے ہوتے ہیں۔ راقم کو بتایا گیا کہ شب وصال حضرت اقدس رضی اللہ عنہ کا ذکر ”اللہ جی“ تھا یعنی حضرت والا رضی اللہ عنہ نے حق سبحانہ و تعالیٰ کے بلاوے کو دل و جاں سے قبول فرما کے تجلیات حق کی طرف رحلت فرمائی اسی سے حضرت اقدس کی ولایت کاملہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ہمارے حضرت جی رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد میں نے غزو آدم مولوی محمد صدیق عرف منٹھار فقیر کو خبر دی۔ جو کہ مفتی اعظم پاکستان مولانا رشید احمد صاحب لدھیانوی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں اور اکثر مشاہدہ حق میں مستغرق رہتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ ”ہمارا جی چاہتا ہے کہ یہ حضرات ہم

میں موجود ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ وہ یہاں رہنا چاہتے نہیں بلکہ وہ اپنے رب کے پاس جاتے وہی پسند فرماتے ہیں۔“

ذکر پاس انفاس ذات اللہ!

تصوف میں جس طرح کلمہ لا الہ الا اللہ میں نفی و اثبات ہے اسی طرح اند میں بھی نفی و اثبات ہے اور پاس انفاس میں اندروم میں اللہ اور باہروم میں ہو کے ذکر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کوئی دم ذکر سے غافل نہ رہے۔ بوقت وصال حضرت اقدس بیٹہ کی زبان مبارک پر آخری ذکر اہ تھا جس سے جان آفرین کے سپرد فرمادی۔ سندھ کے ایک ولی کامل حضرت سید شاہ عبد الکریم بیٹہ فرماتے ہیں کہ اند والوں نے پوری زندگی اس پر لگا دیں کہ آخری دم ہو حضرت اقدس کی قوت ذکر یہ تھی کہ دورانِ درس بھی حضرت والا کا ذکر پاس انفاس جاری رہتا۔ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی بیٹہ کے بارے میں آتے ہیں کہ کھانا تناول فرماتے وقت حضرت بیٹہ کا ذکر جاری رہتا قوت ذکر ہی سے پھر سب کچھ نصیب ہوتا ہے اسی سے حضور دائمی نصیب ہوتا ہے۔ سلوک میں فرائض کے بعد اگر زیادہ مقصود دوام ذکر اور شہود ہو اس کیفیت اور مقام والے کو ”قلندر“ کہتے ہیں یعنی اس کا ایک دم بھی غفلت میں نہ گزرے۔ راقم کو حضرت اقدس کا اس مقام پر ہونا بتایا گیا جب حضرت مدنی بیٹہ کے سامنے یہ بات آئی تو آپ نے اس پر کھیر نہ فرمائی۔

شان ولایت

شان ولایت کے بھی عجیب انداز ہوتے ہیں کبھی ولایت اس قدر محبوب میں ہوتی ہے کہ عامی بھی اس سے واقف ہو جاتے ہیں کبھی تو خواص کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا سہارنپوری بیٹہ نے شیخ العرب والعجم حضرت مدنی بیٹہ کے بارے میں فرمایا کہ ”ان کی ولایت پر سیاست کا حجاب ہے لیکن کمال ہے کہ اس حال میں بھی وہ اپنی ولایت کو سنبھالے ہوئے ہیں اور انہیں جلوت میں خلوت نصیب ہے اور خلوت کے باوجود جلوت میں ہیں۔“ حضرت اقدس بیٹہ کی ولایت پر بھی خاں باری امور، تحریکات، عظمت صحابہ، خلافت راشدہ، رد بر فرق ضالہ و باطلہ کے تجابات تھے۔ ان کے پیچھے انہی ولایت کاملہ والے اہل دل کا سمجھنا ہر کسی کا بس نہیں۔ اس قسم کے اصحاب ولایت کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت سے حصہ ملتا ہے۔ درحقیقت ولایت خاصہ تا معنی تعلق مع الخالق ہے اور یہ بغیر قطع

شان تو اضع

تواضع ہی راز ولایت ہے من عرف ذل نفسه فقد عرف عذربه۔ (جس نے نفس کی زلت کو پہچان لیا اس نے رب کی عزت کو پایا)۔ شیخ الشیخ حضرت مدنی رحمہ اللہ کا تواضع اگر معلوم کرنا ہو مکتوبات شیخ الاسلام کے مطالعہ سے آپ کو پتہ چل سکتا ہے۔ بلکہ یہ بات بجا ہے کہ اگر کسی کو تواضع حاصل کرنا ہو تو مکتوبات شیخ الاسلام کا مطالعہ کرے ان شاء اللہ العزیز نصیب ہوگا اور اگر انوارات و تجلیات کو اپنے وجود میں جذب کرنے کا کوئی طالب ہو تو مکتوبات امام ربانی رحمہ اللہ کا مطالعہ رکھے ان شاء اللہ العزیز نصیب ہوں گے۔

ہر گل راز نگ و بوئے دیگر است

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا فیضانِ نظر جنہیں بھی نصیب ہوا وہ تواضع میں اعلیٰ شان رکھتے ہیں۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اکثر مجالس میں اور زیادہ تر بیعت کے وقت فرماتے کہ ”میں تو کچھ نہیں۔“ اسی طرح دورانِ درس اکثر فرماتے کہ ”زندگی میں کسی کو دلی اللہ مت کہو۔“ اسی طرح اکثر فرماتے کہ ”میرے لیے بھی دعا کریں۔“ یہ سب مظاہر تواضع ہیں۔ ایسے زمانہ میں کہ ایسی مسند پر جاشینِ خود اپنی کرامتیں بیان کرتے ہوئے نہیں تھکتے اور اظہارِ کرامات پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنا تواضع کا کمال ہے۔ راقم الحروف کے پاس ایسے خطوط موجود ہیں کہ اسی لفافہ پر جب حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے تو اپنا نام مبارک مکمل مناکے مکتوب الیہ کا نام اپنے نام مبارک سے اوپر لکھتے۔

تواضع یہی ہے کہ اپنی ہستی کو منادے یہی راستہ سرچشمہ علوم سے علوم کے آنے کا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علوم کا کمال تواضع کے سبب تھا باوجودیکہ علم رکھتے عرض کرتے اللہ ورسولہ اعلم تفویض علم ہی تواضع ہے۔ الفضل البشر بعد الانبیاء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں شہادت ہے وکان ابوہوکر اعلمنا۔ اسی طرح اہل اہل السلوک میں شیخ شہاب الدین سہروردی کے حوالہ سے حدیث نقل

فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے علوم مجھے عطا کیے میں نے صدیق اکبرؓ جیسے کے سینے میں اتھاہ کر دیے۔ ابوبکر صدیقؓ کی یہ شان علوم کی اس لیے تھی کہ انہوں نے اپنی ہستی کو فنا کر دیا تھا۔ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ جیسے کے بارے میں کسی نے سید الخائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مبارک جی جیسے سے عرض کی کہ انہوں نے اپنے آپ کو مٹا دیا ہے۔ حضرت جیسے نے فرمایا کہ ابھی کیا مٹا ہے ابھی تو خوب مٹنے کا راقم نے اپنے اساتذہ کرام سے سنا کہ محی الدین ابن عربیؒ جیسے کے بعد علوم کی ایسی شان رکھنے والے حضرت نانوتویؒ جیسے کے علاوہ کوئی اور نہیں آئے۔

ضبط محبت

ولایت کے مراتب میں سب سے اعلیٰ مرتبہ ضبط محبت ہے۔ سلوک طے ہونے کے لیے شرط ضبط اول محبت ہے محبت سے ہر منزل طے اور اس میں ترقی ہوتی ہے اور بحر وحدت کو اپنے سینہ میں ضبط کرنا اور ساری مخلوق سے اس کو چھپائے رکھنا ہی کمال ہے۔ ارباب تصوف فرماتے ہیں العشق نار اللہ الموقدۃ النسی تحرق ما سواہ المحبوب محبت ہی وجودنا سوتی کو جلا کے راکھ کرتی ہے۔ چشتی سلسلہ مبارک کی یہی آگ ہے کہ جس سے فنا فی اللہ اور پھر بقاء باللہ نصیب ہوتا ہے۔ البتہ بعد المعرفة تو اس راستہ میں درمیان سے محبت بھی فنا ہو جاتی ہے یہی کمال ولایت ہے۔ ارباب تصوف اسی کے بارے میں فرماتے ہیں العشق ہی الحجاب بین العاشق والمعشوق جس طرح فرماتے ہیں کہ من عرف ربہ کل لسانہ کہ وہاں مقام حرمت کے علاوہ کچھ نہیں بہر حال ضبط محبت کمال ولایت کی دلیل ہے۔ غالباً بانی تبلیغ حضرت مولانا الیاسؒ جیسے نے فرمایا کہ جس بحر وحدت سے ایک قطرہ پیا جاتا ہے حضرت مدنیؒ جیسے اس کے سات سمندر طے کر چکے ہیں اور مجال ہے کہ ساغر چھلک جائے۔ حضرت مدنیؒ جیسے کے سینہ انور سے انوارات کو جذب کرنے والے انہی کے فیض یافتہ حضرت اقدسؒ جیسے کا یہی کمال تھا کہ ۹۰ سال کی عمر تک اپنے سینہ میں موجزن بحر وحدت کو ضبط کرتے رہے اور محبت سے بھرا یہ جام کبھی لبریز ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ آخر ذات حق سے تعلق اور کمال محبت کو ضبط کرنا اور پوری زندگی میں اس راز کو سینہ میں چھپائے رکھنا کوئی معمولی چیز ہے۔

توجہ باطنی

توجہ کا لفظ تو عام مستعمل ہے مگر اس کی حقیقت کی طرف کبھی خیال نہیں جاتا کہ آخر کیا چیز ہے؟ یہی وہ

راز ہے کہ جس کے ذریعہ اپنے سینے کے جوہر کو کسی باصلاحیت اور منجھے ہوئے دل میں منتقل کیا جاتا ہے نسبت باطنی جتنی قوی ہوتی ہے اسی قدر انتقال فیض کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت رسول کریم ﷺ کی مسیحا کی نگاہ اور توجہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ باقی افراد امت ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ یہ سب کچھ کرشمہ نگاہ نبوت اور فیضان توجہ کے سبب تھا۔ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ کے اس قسم کے واقعات زبان زد عام ہیں۔ حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ جب گوالیار کے جیل میں بند کیے گئے وہاں جیل میں موجود ایک شخص نے جو عقیدت مند تھا عرض کی کہ بڑے زمانے سے آپ کی زیارت کا مشتاق تھا حضرت نے اس کے صفاء قلب کی کیفیت دیکھی اور معاف فرمایا تو اصل باللہ بن گئے۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہے تقدیریں

راقم کا اپنا مشاہدہ ہے کہ ہمارے ایک ساتھی محترم جن صاحب جو کافی عرصہ سے حضرت والا رحمہ اللہ سے بیعت ہیں وہ ایک وجدانی کیفیات کے مالک ہیں وہ ہمیشہ بلا تکلف حضرت اقدس رحمہ اللہ سے عرض کرتے کہ توجہ فرمادیں۔ حضرت جی اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے رہتے۔ مجلس میں ایک مرتبہ ان کو خیال آیا کہ حضرت سے اکیلے میں بات کروں تو اخیر مجلس میں حضرت اقدس خود فرمانے لگے کہ آپ اکیلے میں بات کرنا چاہتے ہیں باقی ساتھیوں کو اجازت ہے محمد جن صاحب نے حضرت اقدس رحمہ اللہ کو شاہ عبداللطیف رحمہ اللہ جو سندھ کے باکمال صاحب معرفت شاعر ہیں، کا شعر سنایا۔

خودی خدا کین مابیندا من م

من تران جاء کانمی دودے میان م

یعنی ایک میان میں جس طرح دو تلواریں نہیں آسکتی۔ اسی طرح ایک وجود میں خود اور خدا تعالیٰ دونوں نہیں سما سکتے۔ بس یہ کہنا تھا کہ اہل دل نے اپنے محبت بھرے سینے کی ٹھنڈی ہواؤں سے کوئی جمونکا اس کی طرف بھیج دیا۔ پھر تو اس کی کیفیت قابل دید تھی وہ بے خود ہو گئے چلتے ہوئے لڑکھڑانے لگے نیند کا غلبہ اور حواس معطل ہو گئے۔ دوران سرنان کو سنبھالتے سنبھالتے جب ریل میں سوار ہوئے حیدر آباد تک ایسے ہی پڑے رہے اور ایک مہینہ تک ان کی یہی کیفیت رہی اس کے بعد آہستہ آہستہ سنبھلنے لگے۔

راقم نے شعبان ۱۴۲۳ھ میں حضرت اقدس سے ملاقات کی جو آخری زیارت تھی۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حیدر آباد کے ساتھیوں کے علاوہ باقی ساتھی باہر جائیں۔ اس پندرہ منٹ میں جو نفع ہوا پورے دس سال کے نفع سے کہیں زیادہ تھا۔ اور وہ کیفیت بیان سے باہر ہے۔

انداز تربیت

ہر کسی فن اور علم میں تربیت کا اپنا ایک مخصوص انداز ہوتا ہے لیکن تصوف اور سلوک میں تربیت کا ایک انوکھا انداز ہے تذکرۃ الرشید میں حضرت امام ربانی قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ کے بارے میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی برصغیر نے اپنے ساتھ کھانے پر بٹھایا اور معمولی سالن کا پیالہ میرے قریب سرکا دیا۔ اتنے میں حافظ ضامن رحمۃ اللہ تشریف لائے کوفتوں کا پیالہ مجھ سے دور رکھا ہوا دیکھ کر اعلیٰ حضرت سے فرمایا: بھائی صاحب رشید احمد کو اتنی دور ہاتھ بڑھانے کی تکلیف ہوتی ہے اس پیالہ کو ادھر کیوں نہیں رکھ لیتے۔ اعلیٰ حضرت نے بے ساختہ جواب دیا، اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھلا رہا ہوں، جی تو یوں چاہتا ہے کہ چوڑوں چاروں کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھ دیتا، اس فقرہ پر اعلیٰ حضرت نے میرے چہرے پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہیں آیا مگر الحمد للہ میرے قلب پر بھی اس کا کچھ اثر نہ تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ حقیقت میں حضرت جو کچھ فرما رہے ہیں بالکل سچ ہے اس دربار سے روٹی ہی کا ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے، کامل مرشد مرید میں دیکھتا ہے کہ ابھی نفس کے کتنے اثرات اور شیطان کا غلبہ کس قدر ہے پہلی مرتبہ جب راقم بمع تین ساتھیوں کے بیعت کے سلسلہ میں حاضر خدمت ہوا۔ تو فون پر حضرت اقدس فرمانے لگے کہ آپ کیوں آئے اور بغیر اجازت کیوں آئے یہ فرما کے حضرت جی نے فون رکھ دیا۔ سارے ساتھی پریشان ہو گئے کہ اب کیا بنے گا؟ میری دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ یہ امتحان ہے میں نے کہا کہ آپ جائیں آپ کی مرضی میں کسی قیمت پر جانے کے لیے تیار نہیں چاہے کتنا ہی وقت یہاں ٹھہرنا پڑے۔ آپس میں مشورے ہو رہے تھے کہ فون پر حضرت جی نے ملاقات کا وقت عنایت فرمایا پھر تو انداز شفقت کو بیان کرنا کسی کا بس نہیں۔ پھر تو شفقت بڑھتی ہی گئی۔ ایک دو تین سال کی بات ہے۔ سفر کی مشقت اور تھکاوٹ جس کا حضرت جی کو ہمیشہ احساس ہوتا اس کے باوجود جب مصافحہ ہوا تو فرمانے لگے آپ کیوں آئے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے مگر بفضلہ تعالیٰ دل میں یہی بات آتی کہ زیارت ہی سب سے بڑی غنیمت ہے اور یہ سب کچھ راستے کے امتحانات تھے اسی کے سبب بفضلہ تعالیٰ ترقی محسوس ہوئی۔ ان کے قدموں میں سب کچھ تھا۔ ان کی جوتیوں کے تلووں میں جو رکھا تھا کسی کو کیا پتہ؟ جی چاہتا کہ جوتیوں کے تلووں کو اپنے سینے سے لگائیں اور چہرے پر ملیں مگر حضرت اقدس کی ناراضگی کے سبب کچھ نہ کر سکے۔ قدم اور ہاتھوں کے بوسہ لینے کا ارادہ کرتے تو اتنے تیزی سے کھینچ لیتے کہ آدمی حیران رہ جاتا۔

کمال احتیاط

تصوف کے نام پر جو خانقاہی نظام میں رسوم اور بدعات اور اس سے پیدا ہونے والے فتنوں کا اصل سبب یہی ہے کہ سلوک کو آگے چلانے میں احتیاط کا دامن چھوٹ گیا ہے یہ چیز اور اس کے خطرناک نتائج ہر سو پھیلے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب میں ہمیشہ احتیاط رہا۔ ایک مجلس میں فرمایا کہ پنجاب کے ایک بزرگ میرے پاس آئے انہوں نے کہا کہ حضرت فلاں پیر صاحب نے مجھے خلافت دی ہے۔ حضرت جی نے فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ بتائیے کہ ذکر و راجی کسے کہتے ہیں؟ اس بزرگ نے کہا کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ کسی نا اہل کو مسند نشین کر کے گدیاں بچائی جائیں۔ اس کے بعد راقم نے اسی مجلس میں سرگوشی میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ذکر و راجی کے یہ معنی ہیں؟ تو آپ نے ہاں میں جواب ارشاد فرمایا۔ یہ پوچھنا اسی وجہ سے تھا کہ جو ذکر ارشاد فرماتے تو کوئی تفصیل نہ فرماتے بلکہ صرف اختصاراً نام ہی ذکر فرما دیتے کہ یہ کرنا ہے یہ سوال برائے تشفی تھا۔ ہمارے ہاں سندھ میں یہ چیز بہت رائج ہے کہ خانقاہی نظام کو بچانے کے لیے پیچھے نا اہل آدمی جن کو بڑوں سے نہ اجازت ہے نہ خلافت ہے مسند نشین ہو جاتے ہیں۔ بڑوں کے نام پر دنیا جمع کرتے ہیں نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ

ضلوا و اضلوا۔ اللھم اعذنا من نزعان الشیاطین

صفات کاملہ

تصوف سے مقصود یہ ہے کہ باطنی امراض جو حقیقتاً مہلک ہیں ان سے نجات حاصل ہو اور امراض بالکلیہ ختم ہو جاویں قرآن کریم میں ارشاد ہے: و ذر وہا خلاہر الاثم و باطنہ ”ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دو“ اور باطنی امراض ختم ہو جاویں تو وہاں وساوس شیطان کا گراؤ نہ ہو رہتا پھر اس دل پر حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نور خاص کی تجلی فرما کے اس کو وسیع بناتے ہیں۔ واسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ و باطنۃ کے فرمان کے مطابق جب باطنی نعمت یعنی اتمام نور اور اپنی ذات پاک سے نسبت خاصہ نصیب فرماتے ہیں جس کے طفیل صفات خاصہ تسلیم و رضا جو خلاصہ تصوف ہے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سر اپا پیکر تسلیم و رضا تھا۔ پوری زندگی کے واقعات اس کے شاہد ہیں۔ کامل تسلیم و رضا اسی وقت نصیب ہوتی ہے جب دل پر حق جل و علا شانہ عالم امر کو منکشف فرماتے ہیں۔ بخاری و مسلم

پڑھنے والوں کے ہاں یہ علوم نظریات سے ہیں البتہ کسی مرد قلندر کے فیضان سے یہ علوم بمنزلہ بدیہات بن جاتے ہیں۔ جس طرح سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی بیٹی فرماتے ہیں کہ وحدت الوجود اور تقدیر کے مسائل اللہ تعالیٰ نے میرے دل پر کھول دیے ہیں حالانکہ کبھی کبھار علوم ظاہری پر اکتفا کرنے والوں پر یہ مسائل اتنے شکوک اور شبہات پیدا کرتے ہیں کہ بچار از زندگی کے آخری دم تک پریشان رہتا ہے۔ بہر حال جب معاملہ تقدیر منکشف ہو جاتا ہے تو مقام عبدیت میں رہتے ہوئے بندہ مجسمہ تسلیم و رضا بن جاتا ہے اور چوں چر اس عالم مبہوت کے نکل پیچوں کے حقیقی عالم میں روح کے قدم جما کے صاحب تمکین بن کر روح اسلام کی حقیقی تصویر بن جاتا ہے اور محبوب حقیقی کے ہر اوامر رضا کا اعلان کرتا ہے۔ جس طرح مقام طائف میں رحمۃ اللعالمین رحمۃ اللعالمین نے فرمایا: ان لم تکن ساخطا علی ولا ابالی ”یعنی اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔“ حضرت اقدس رحمۃ اللعالمین کی پوری زندگی اس کی شاہد ہے کہ حالات نے کتنی کروٹیں بدلیں، مخالف سمت سے آنے والی ہوا کے جھونکے کتنے ہی مہیب اور تیز ہوں، مصائب کے امواج کتنے ہی قصر بلند کی طرح کتنے ہی اوپر چڑھتے جا رہے ہوں لیکن سینہ تسلیم و رضا کی وسعت اور بلندی اور ہمت اس سے کہیں اتنی زیادہ تھی کہ جس کے مقدار کو وزن نہیں کیا جاسکتا ہے، وسعت کے اس بحر بیکراں نے ان حالات میں مسکراتا چھوڑا جس کی مسکراہٹ نے طوفانوں کے رخ موڑ دیے اور حالات سنبھلنے لگے اس کو ایک ایک کر کے بیان کرنے کی نوک قلم میں ہمت کہاں ہے؟

الترام شریعت

راہ تصوف ایسی کٹھن راہ ہے کہ اس سے اگر بگاڑ پیدا ہو جائے تو اس میں ہزاروں قسم کی گمراہیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تصوف کے بگڑے ہوئے طوایف اور باطنیہ ہوتے ہیں جو نہایت گمراہ کن فراتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق کو پلٹیں گے تو معلوم ہوگا کہ جموں نے مدعیان مسیحیت، مہدیت، نبوت، تصوف تصور کے بگڑے ہوئے انسان ہیں۔ تصوف عند اللہ وہی مقبول ہے جو شریعت کے راستہ سے ہو اس کے علاوہ وصول بھی ہو سکتا ہے لیکن وہ قبول نہیں تصوف اور شریعت کے اس حسین استخراج اور حقیقی روپ کے حاملین ہمارے اکابرین ہیں۔

در کئے جام شریعت در کئے سندان عشق

ہمارے اکابرین کو اگر محبت کے میدان میں پرکھا جاوے تو واللہ ان کے سینے محبوب حقیقی کی محبت سے لبریز اور ان کے وجود پیانہ عشق سے چھلکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اور اگر میدان شریعت میں دیکھا جاوے تو اتنے بڑے شہسوار کہ مجال ہے کہ کہیں بدک جاویں۔ ہمارے استاد محترم حضرت سید نامولانا نور محمد

جاویدؒ جو حضرت پیر خورشید احمدؒ سے مجاز بیعت تھے، فرمایا کرتے کہ صحابیت کی شان الگ ہے۔ شیخ العرب والعمم حضرت مدنیؒ اتباع سنت اور شان جامعیت میں کیا عبد اللہ ابن مبارک سے کم تھے۔ وان كان له صحبة ہمارے حضرت اقدسؒ کی یہی شان تھی کہ اپنے کا برین کی راہ سلوک کے سچے حامل تھے۔ شریعت مطہرہ کی اتباع اور پابندی اس حد تک کہ آدمی حیران رہ جاتا۔ انہوں نے اپنی مبارک اور پاکیزہ حیات سے ثابت کر دیا کہ شریعت کے بغیر معرفت کی دعویٰ اور اصطلاحات تصوف کا حصول اگرچہ ہو بھی جاوے لیکن یہ چور دروازہ ہے جس کی عند اللہ کوئی قیمت اور قبولیت نہیں۔ پاکیزہ کام جو معمولی بھی ہوں ان میں دائیں طرف کا استعمال حضرت جیؒ کے معمولات کا جزء لا ینفک تھا جس کی خلاف ورزی کو بروقت محسوس کرتے اور ٹوک دیتے۔

ایک طرف شریعت کے فرائض و نوافل کی پابندی۔ زہد و تقویٰ، توکل، صبر، مجاہدہ غرض ہر صفات حسنہ میں کمال رکھتے تھے اور دوسری طرف سے دیکھا جاوے تو عقائد اہل سنت کے امین اور دین کے سچے داعی مبلغ اور عصمت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اور حفاظت و عدالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وکیل اور دین کی سرحدوں کے محافظ اور نظام خلافت راشدہ کو پورے عالم میں نافذ کرنے کی جدوجہد کے علمبردار تھے، حضرت اقدسؒ کے وجود مسعود کی برکات اور نفع ان گنت اور بے شمار ہیں جس کی وسعتوں کو تنگ اور اقوں میں بند نہیں کیا جاسکتا صرف اس ناکارہ سیاہ کار کو جو نفع ہوا اس کو بھی بیان نہیں کر سکتا البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ حضرت اقدسؒ سے تعلق کے بعد اپنی جہالت نظر آنے لگی اور عقائد شہود کے درجہ میں آ گئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اعزہ و اقارب، متعلقین، مریدین کو حضرت اقدس کے رحلت کے غم کو برداشت کرنے کا حوصلہ اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت اقدسؒ کے مشن کو تاقیامت جاری و ساری فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین



لچک کے روادار نہ تھے

کچھ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فتنوں سے باخبر رہنا۔ امت میں پیدا ہونے والی خرابیوں کا کھوج لگانا، ان کی نشاندہی کرنا، متعلقہ حضرات اور عوام کو ان سے آگاہ کرنا اور امت کے مختلف طبقات کو ان خرابیوں اور فتنوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا دین کا ایک مستقل شعبہ ہے اور دین کے اہم ترین تقاضوں میں سے ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس ذوق کے سب سے بڑے حامل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جو جناب نبی اکرم رضی اللہ عنہ سے فتنوں کے حوالہ سے سوالات کرتے اور فتنہ پردازوں اور منافقوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہتے تھے۔ انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس سلسلہ میں مرجع کی حیثیت حاصل تھی اور بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فتنوں اور منافقین کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنے کے لیے ان سے رجوع کرتے تھے۔ خود حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے اس ذوق کا اس طور پر ذکر کرتے ہیں کہ باقی حضرات جناب نبی اکرم رضی اللہ عنہ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے اور میں اکثر ”شر“ کے بارے میں دریافت کیا کرتا تھا۔ یعنی اکثر یہ سوال کرتا رہتا ہے کہ شر کیسے پیدا ہوتا ہے؟ امت میں خرابیاں کیسے جنم لیں گی؟ فتنے کیسے کھڑے ہوں گے؟ اور فتنوں کے دور میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

امت مسلمہ میں ہر دور میں اس ذوق کے حامل علماء کرام گزرے ہیں اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے ”تاریخ دعوت وعزیمت“ میں ایسے بہت سے اکابر کے حالات و خدمات کا تذکرہ کیا ہے جو فتنوں کی نشاندہی اور تعاقب میں پیش پیش رہتے تھے اور اس کے لیے مصائب و مشکلات اور تکالیف و امتحانات کا شکار بھی ہوتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کے دور میں اس دینی ذوق کے سب سے بڑے نمائندہ ہمارے مخدوم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ تھے۔ جن کی ساری زندگی فتنوں کے تعاقب

میں گزری اور وہ کسی ملامت، خوف اور طعن و تشنیع کی پرواہ کیے بغیر زندگی کے آخری لمحات تک اس مشن پر گامزن رہے۔ انہوں نے اپنے ذمہ دو کام لے رکھے تھے ایک یہ کہ اہل سنت والجماعت کا دائرہ کسی طرح نہ ٹوٹنے پائے اور ان عقائد کا اظہار اور ان کی تفسیر و تشریح جو جمہور علماء اہل سنت کی تعبیرات کی حدود میں ہی ہوئی۔ اس بارے میں وہ کسی پلک کے روادار نہیں تھے اور کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اہل سنت کا موقف اہل تشیع اور خوارج کی دو انتہاؤں کے درمیان اعتدال اور توازن کا موقف ہے اور وہ اس اعتدال کا دامن کسی حال میں ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے، وہ آج کے دور میں اس بارے میں کسوٹی اور معیار کا درجہ رکھتے تھے اور جمہور علماء اہل سنت کے اجماعی یا جمہوری موقف سے سر مو انحراف پر نہ صرف چونک جایا کرتے تھے بلکہ اس کا برملا اظہار بھی کر دیتے تھے۔

دوسرا کام انہوں نے اپنے لیے یہ طے کر رکھا تھا کہ دیوبند مسلک اور مکتب فکر کو اکابر علماء دیوبند کی تشریحات اور تصریحات کے دائرہ کا پابند رکھا جائے اور کسی کو اس دائرہ سے تجاوز کی اجازت نہ دی جائے، وہ بجا طور پر سمجھتے تھے کہ دیوبندیت وہی ہے جو اکابر علماء دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کی تعبیرات و تشریحات کے مطابق ہے اور ان کی حدود سے باہر قدم رکھنے والے کسی شخص یا طبقہ کو دیوبندی کہلانے کا حق نہیں ہے۔

ان کی زندگی بھر کی جدوجہد کا خلاصہ میرے نزدیک یہی ہے اور انہوں نے اپنے اس موقف پر ثابت قدمی سے قائم رہتے ہوئے آخر دم تک جدوجہد جاری رکھی ہے اور دین کے اس اہم شعبہ کے حوالہ سے ان کا یہ عظیم کردار آج کے دور میں علماء کرام اور دینی کارکنوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازیں، ان کے درجات بلند سے بلند فرمائیں۔ اور ہم خوشہ چینوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین یا رب العالمین۔



اب ٹوکنے والا بڑا کوئی نہیں رہا

دیکھ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ☆

۱۹۵۸ء کی بات ہے فروری کا پہلا ہفتہ تھا۔ کورکٹ میں دو روزہ میرٹ کانفرنس ہوئی، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بھٹو بھی تشریف لائے تھے، کانفرنس میں آخری تقریر آپ کی ہوئی تھی، خطبہ مسنونہ کے بعد سورہ اللہ کی آخری آیت تلاوت فرمائی، صحابہ کرام علیہ السلام کے مقام اور عظمت کو بڑی خوبی سے واضح فرمایا اور جمعیت علمائے اسلام کے نصب العین پر روشنی ڈالی، کورکٹ میں آپ کی یہ پہلی آمد اور پہلی تقریر تھی اور میری آپ سے یہ پہلی ملاقات تھی، حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی بھٹو کا صدر ابھی تازہ تھا، دینی جرائد، مجالس اور اجتماعات پر اس عقیم ملی حادثے کا تذکرہ چھایا ہوا تھا، غزہ متوطنین اور عقیدت مندوں کی نظریں آپ کے خلفاء کی طرف اٹھ رہی تھیں، حضرت قاضی صاحب بھی آپ کے خلفاء میں تھے، ان کو کانفرنس میں بلانے کا بڑا سبب بھی یہی تعلق تھا، اسی نسبت کی برکت تھی حضرت قاضی صاحب کی پذیرائی ہوئی لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس علاقہ میں آپ کی آمد زیادہ ہونے لگی اور آپ دینی اجتماعات کی ضرورت بننے چلے گئے۔

آپ کا جماعتی تعلق جمعیت علماء اسلام سے تھا، اس وقت جمعیت علماء اسلام ضلع جہلم کے امیر تھے، مرکزی امیر حضرت شیخ انیسر مولانا احمد علی لاہوری بھٹو تھے، نائب امیر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب بھٹو اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی بھٹو تھے، میرا تعلق پچپن سے مجلس احرار اسلام سے تھا، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجلس احرار اسلام کو حکومت نے خلاف قانون قرار دے دیا تھا، میں مجلس تحفظ ختم نبوت میں شامل تھا، حضرت مولانا حکیم عبدالجید سیفی لاہوری بھٹو نے مجھے فرمایا کہ ”جمعیت علماء اسلام میں شامل ہو کر کام کرو اور اس جماعت کو مضبوط بناؤ۔“ پھر ایک ملاقات میں حضرت قاضی

صاحب بیستہ نے یہی ارشاد فرمایا، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ تاظم اعلیٰ مجلس توفیق ختم نبوت
کے تین گھور کوٹ شریف لائے تو میں نے ان دونوں بزرگوں کے فرمان کا ذکر کیا۔ حضرت مولانا مرحوم
نے فرمایا کہ 'جمیۃ علماء اسلام بھی ہماری جماعت ہے، یہ جماعت ہم نے بنائی ہے اور مولانا غلام غوث
صاحب بیستہ بھی ہم نے جمیۃ کو دیئے ہیں، آپ جمیۃ میں شامل ہو جائیں'۔ ساتھ ہی فرمایا کہ "حضرت
شاہ صاحب راہبر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خط لکھ دیں،" حضرت شاہ
صاحب مجلس کے مرکزی امیر تھے، حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے انہیں بھی عریضہ لکھ
دیے، انہوں نے بھی جمیۃ میں شمولیت کی بخوشی اجازت دی اور دونوں جماعتوں میں کام کرنے کا ارشاد
فرمایا، اس طرح حضرت قاضی صاحب اور ان بزرگوں کے فرمان اور اجازت سے مجھے جمیۃ علماء اسلام
میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہم موقع بموقع دعوت دیتے وہ اپنے قیمتی اوقات میں سے ہمیں
حسب مشاء وقت عنایت فرماتے، قصبات و دیہات میں ان کے دورے رکھتے تھے، اس زمانے میں
سڑکیں عام نہیں تھیں، بسوں کا نظام بھی محدود ہوتا تھا، بعض اوقات سڑک پر بس کا گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا تھا،
سڑک سے بستیوں میں جانے کے لئے گھوڑے یا اونٹ کی سواری ہوتی تھی، جہاں کہیں ٹانگہ ہوتا وہ گردوغبار
سے اٹ دیا کرتا تھا، ایسے حالات میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے ہاں سفر کئے، مرکزی تاظم اعلیٰ
حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ہم نے دیہات کے سفر کرائے، ان کی بھی سفر میں
عجیب شان ہوتی، نہ ٹھکن کا احساس، نہ انتظام کی شکایت، عالمانہ اور بزرگانہ عظمت و وقار تھا اور کلفت مزاج
تھے، سفر میں خوش رہتے اور ساتھیوں کو خوش رکھتے تھے، ان بزرگوں کی جفاکشی، کارکنوں پر شفقت و مہربانی اور
ان کی دلجوئی سے حوصلے بڑھتے تھے، خدمت و محنت اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کسی کتاب کی طباعت کے لئے لاہور تشریف لے گئے تھے، جمیۃ
علماء اسلام کے مرکزی دفتر بیرون دہلی دروازہ میں کئی دن قیام فرمایا تھا، دفتر کے کارکنوں پر تربیت کے
لحاظ سے ان کے بہت اچھے اثرات پڑتے تھے، حضرت مولانا غلام غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی موقع پر اس
کیفیت کا بطور خاص ذکر کیا تھا، حضرت مولانا غلام غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی مجلس احرار اسلام کا ذکر
فرماتے تو ضلع میانوالی کی مجلس احرار کے متعلق فرمایا کرتے کہ "اس ضلع کی جماعت پر دینی رنگ غالب
تھا، جماعتی اجلاسوں میں ضلع میانوالی کے ساتھی دینداری میں نمایاں اور نکھرے ہوئے نظر آتے تھے، یہ

مولانا گلشیر صاحب کی تربیت کا اثر تھا۔“

ہم نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا یہ اثر دیکھا کہ جن علاقوں میں ان کے زیادہ دورے ہوئے وہاں کے ساتھیوں میں جماعتی تعلق میں زیادہ چٹنگی اور لٹہیت دیکھنے میں آئی۔ جمعیت علماء اسلام کی مرکزی شخصیات میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور شمالی پنجاب کے ناظم اعلیٰ رہے۔ تمام رہنماؤں اور کارکنوں میں آپ کا احترام تھا، جمعیت علماء اسلام سیاست کے میدان میں تھی، آپ کا اوڑھنا بچھونا جمعیت تھی، اس کے مبارک نصب العین سے لگن اس کو منظم اور مستحکم کرنے کی فکر تھی، سیاسی مسائل پر بھی آپ کی تقریر مدلل اور وزنی ہوا کرتی تھی، سامعین توجہ اور احترام سے سنا کرتے تھے۔

کلور کوٹ میں جمعیت علماء اسلام کی ضلعی کانفرنس تھی، نظام الاوقات کے مطابق امیر مرکز یہ حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی قدس سرہ نے آخری خطاب کر کے دعاء کرائی تھی، آخری نشست شروع ہونے لگی تو حضرت نے فرمایا کہ ”مجھے واپس جانا ہے، میں پہلے تقریر کروں گا۔“ ہم سب پریشان ہو گئے کہ حضرت درخواستی کی تقریر کے بعد لوگ کسی کی تقریر میں نہیں بیٹھیں گے، جلسہ خراب ہو جائے گا، حضرت مولانا محمد رمضان صاحب رحمہ اللہ، حضرت حافظ سراج الدین صاحب رحمہ اللہ اور سب ذمہ دار ساتھی سوچنے لگے کہ حضرت درخواستی رحمہ اللہ کی تقریر پر جلسہ ختم کر دیا جائے، حضرت ملا محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”ہرگز ایسا نہ کرو، حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے بعد حضرت قاضی صاحب کی تقریر کراؤ۔“ سب نے بادل بخو: سہ ماں لیا، حضرت درخواستی رحمہ اللہ کی تقریر ختم ہوئی اور حضرت قاضی صاحب کی تقریر شروع کرادی گئی، آپ نے مفصل تقریر فرمائی، پورا مجمع جم کر بیٹھا اور آخر تک تقریر سنی، اس کامیابی پر سب نے ملاجی کی رائے کی تحسین کی۔

جمعیت علماء اسلام کا ضلعی دفتر میانوالی سے کلور کوٹ منتقل ہوا تو اس کا افتتاح حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے کیا تھا، پرچم کشائی کے بعد دفتر کے نیچے بازار میں باوردی رضا کاروں اور عوام کے ہجوم کے سامنے جمعیت کے نصب العین، نظم جماعت، پرچم کی شرعی اور تاریخی اہمیت پر مدلل اور جامع تقریر فرمائی تھی، تقریر کے الفاظ تو یاد نہیں رہے، وہ سادہ، بابرکت اور حسین منظر ہمیشہ یاد رہا۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اپنی تقریر میں مودودی صاحب کے غلط نظریات پر بھی عالمانہ اور محققانہ تبصرہ فرمایا کرتے تھے، مودودی صاحب کی تصانیف پر انہیں پورا عبور حاصل تھا، مودودی صاحب کی گمراہ کن عبارتیں پیش کر کے مدلل تردید فرماتے تھے، وہ کبھی اس بارے نرمی اور مصلحت کے روادار نہیں

ہوئے، ان کی تصانیف اور جمعیت علماء اسلام کے اخبار ہفت روزہ ”ترجمان اسلام“ کی اس دور کی فائلیں بھی اس پر شاہد ہیں، میرے خیال میں یہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ہجرت کی نسبت کا اثر تھا، مودودی صاحب کے خلاف سب سے پہلے حضرت مدنی ہجرت نے قلم اٹھایا تھا، اس شدت اور جوش سے مودودی نظریات کا رد فرماتے کہ بعض اپنے لوگوں کو تعجب ہوتا تھا، ایک عرصہ بعد مودودی صاحب نے ”خلافت و ملوکیت“ نامی کتاب لکھی، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام اور عظمت کو مجروح کرنے کی کوشش کی، اس کتاب کے متعلق مضامین ماہنامہ ترجمان القرآن میں چھاپنے شروع کئے تو سب کی آنکھیں کھل گئیں۔ تعجب کرنے والے بے ساختہ پکار اٹھے ”قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید“۔ اپنی غلطی پر نادم ہوئے اور حضرت مدنی ہجرت کی تائید و تصویب میں لکھنا اور بولنا شروع کر دیا۔ جمعیت علماء اسلام کے اکابر علماء اور خطباء نے مودودی صاحب کے غلط نظریات سے مسلمانوں کو ہمیشہ آگاہ کیا، ”خلافت و ملوکیت“ کا بھی خوب رد کیا۔ اس کتاب کے خلاف سب سے پہلی تقریر ہم نے قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ہجرت کی سنی تھی، جو ہمارے مدرسہ دارالہدیٰ بکھر کے سالانہ جلسہ میں ہوئی تھی۔

حضرت قاضی صاحب ہجرت نے ۱۹۷۰ء یا اس کے قریب زمانے تک جمعیت علماء اسلام میں کام کیا اور خوب کام کیا، بعد میں انہوں نے اپنی سرگرمیوں کو مسلک کی حفاظت و اشاعت اور عظمت و ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحفظ و دفاع کے لئے مختص کر دیا تھا، جمعیت علماء اسلام میں ان کا ہمیشہ احترام رہا، ان کی خدمت میں حاضری اور زیارت کو ہم لوگ اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے، قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب بارہا حاضر ہوئے، حضرت نے ہمیشہ شفقت فرمائی، دعائیں دیں، مسلک کے متعلق ان کی بات کو جمعیت کے حلقے میں سند سمجھا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحب ہجرت کو بزرگان دیوبند کے مسلک کی سمجھ اور اس پر مضبوطی و استقامت عطا فرمائی تھی، اس میں ذرہ بجز فرق کو ارا نہ فرماتے تھے کسی کی معمولی کوتاہی بھی سامنے آتی تو گرفت فرماتے تھے، ان کی گرفت کو اپنے، بڑے اور بزرگ کی گرفت سمجھا جاتا تھا، آہ..... اب ایسا نو کئے والا بڑا کوئی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات قبول اور درجات بلند فرمائے۔ آمین

ماہنامہ "حق چار بار بیٹھ" کے ذریعہ اپنے مع کردہ حقائق سے عالم کو روشناس کراتے رہے۔

راقم الحروف کو دوسرے مرتبہ حضرت قاضی صاحب بیٹھ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ایک مرتبہ ۱۹۸۷ء میں جب احقر استاذ کرم حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم کے ہمراہ پاکستان گیا تھا اس وقت حضرت موصوف زیادہ ضعیف نہیں تھے، باقاعدہ مدرسہ کے تمام اساتذہ و طلبہ کے ساتھ مدرسہ سے باہر نکل کر استقبال فرمایا اور نہایت اعزاز کا معاملہ فرمایا۔ اور دوسری مرتبہ ۲۰۰۱ء میں جب ہم لوگ پشاور میں منعقدہ "دیوبند کانفرنس" میں شرکت کے لیے پاکستان گئے تو امیر الہند حضرت مولانا سید اسد صاحب مدنی مدظلہ العالی کے ہمراہ لاہور سے پشاور جاتے ہوئے کچھ دیر چکوال میں قیام کیا، اس وقت حضرت قاضی صاحب بیٹھ کو ضعف بہت زیادہ تھا، کمر کافی حد تک جھک چکی تھی، لیکن اس نہایت کے باوجود دماغ بالکل متحضر تھا اور یادداشت معمول کے مطابق تھی۔ مضامین کا سلسلہ بھی جاری تھا، اپنا ایک نیا رسالہ اس موقع پر مرتب فرمایا جس میں صحابہ بیٹھ کی طرف سے بھرپور دفاع کیا گیا تھا۔

حضرت قاضی صاحب بیٹھ موصوف کا سن پیدائش ۱۹۱۳ء ہے، ۱۹۳۹ء مطابق ۱۳۵۸ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء میں چکوال میں دارالعلوم کے نام سے الگ دینی ادارہ قائم فرمایا جو اب ایک تناور درخت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ آپ نے دفاع صحابہ بیٹھ کی خاطر ۱۹۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت کی داغ بیل ڈالی جو آج بھی اپنے دائرہ میں رہ کر تحفظ ناموس صحابہ بیٹھ کی خدمت سرگرمی کے ساتھ انجام دے رہی ہے۔ حضرت قاضی صاحب بیٹھ قومی و ملی تحریکات میں بھی شریک رہے، اور اس پاداش میں بار بار طویل قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ نے قریباً ۹۰ سال کی عمر پائی۔

حضرت قاضی صاحب بیٹھ کی وفات ایک عظیم ملی سانحہ ہے جس کی تلخی مشکل ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات بلند فرمائے، اور آپ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

کارنمن ندائے شای سے بھی درخواست ہے کہ قاضی صاحب بیٹھ کے لیے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ [بکریہ ماہنامہ ندائے شای ہر آد (۱۷) مارچ ۲۰۰۴]

راہ اعتدال کے دلکش شاہکار

☆ کھ شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر محترم جناب حافظ زاہد حسین صاحب رشیدی مکرم

بندہ زید مجدکم

(السلام) علیکم در رحمۃ اللہ و در کائنات

حضرت قاضی مظہر حسین بریلوی جیسی عظیم شخصیت پر مجھ جیسے بے بضاعت آدمی کا کچھ لکھنا میری لیے باعث فحلت ہے۔ مگر سکوت خن شناس اور پاس ناحق شناس بھی ظلم کا مترادف ہے.....

کیا آفتاب کو آفتاب کہنا برا ہے؟

حضرت قاضی صاحب اپنی جامعیت، کمالات، الہیت، مذہب اور اپنے مسلک سے بے حد لگاؤ اور سلف صالحین سے عقیدت و احترام میں یگانہ روزگار رہے، ہم تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے بارے میں سنتے اور پڑھتے رہے ہیں، مگر اپنی آنکھوں سے اگر ان کا نمونہ اور بقیہ دیکھا ہے تو وہ حضرت والا کی شخصیت ہیں۔ لباس، وضع قطع، گفتار، کردار، نرم خوئی، تواضع، مہمان نوازی اور فنائیت میں اپنی نظیر آپ ہی تھے، سلف صالحین کے قافلہ کے آخری مسافر تھے جو ہم سے رخصت ہو گئے۔

حضرت کی جملہ تصنیفات، اخلاص، حقیقت پسندی، اور راہ اعتدال کی دلکش شاہکار ہیں جن میں ذاتی جذباتیت اور نعرہ بازی اور دور از حقیقت کی باتیں مفقود ہیں، حضرت مدنی اور اپنے دوسرے اساتذہ کرام رضی اللہ عنہم کی عقیدت، محبت اور ان کی یاد آپ کی مجلس کی زینت ہوتی تھی، مجھ جیسے نالائق اور بے کار فقیر

سے از حد محبت کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ اپنی تصنیف لطیف ہو مجھے خود بطور ہدیہ دیتے اور یا کسی کے ذریعہ ارسال فرماتے رہے۔ یہ دونوں حضرات ایک حضرت قاضی صاحب مرحوم اور دوسرے حضرت مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ ہمارے اکابرین ہیں اور مسلک علماء دیوبند کے صحیح ترجمان، مبلغ اور داعی ہیں، جن میں ایک داغ مفارقت دے کر عاذم باغ خلدون ہو گئے۔

اور ایک تابقت حیات ہیں

اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور صحت میں برکات نازل فرمائیں۔

اولنک آبانی فجتنی بمنلہم

اذا جمعتنا یا جبریر الجامع

﴿السنن فی جنۃ زہر، فی مفر صرق عنر مدین منور﴾



ادکارہ کی معروف قدیمی سیاری شرفی درگاہ

مدرسہ جامعہ اشرفیہ

اپنے شاندار روایات و معیار کے ساتھ شعبہ درس نظامی بھی شروع

اور شاخ مسجد طلحہ صفدر غفور ٹاؤن میں بھی حفظ قرآن کا اجراء

بہترین تعلیم اور اصلاح و تربیت ساتھ ساتھ

الداعی: خادم اہل سنت ابو عبد القدير عبد الاحد

مہتمم جامعہ اشرفیہ رحمان کالونی ادکارہ فون: 0442-523880

ایک جامع اور دلربا شخصیت

کچھ مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب ☆

الحمد لله جل و علی وصلى الله عليه وسلم على رسولہ المصطفى ونبیہ المجتبیٰ و
امینہ علی وحی السماء وعلی اله واصحابہ الفضل الخلاق بعد الانبیاء ومن یمدیه اقتدی
وبآثارهم اکتفی من المفسرین والمحدثین والفقهاء الی یوم الجزاء ، اما بعد !

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے سنة من قدارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لستنا تحویلا
(سورہ اسراء)۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی توحید اور جن و انس کو رشد و ہدایت پہنچانے کے لیے اور
آخرت کا یقین پیدا کرنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے رسول جناب نبی اکرم ﷺ تک
انبیاء و مرسلین مبعوث فرمائے رسلًا قد قصصناهم علیک ورسلا لم نقصص [الخ] انبیاء علیہم
السلام اللہ تعالیٰ کی وحدت و فردت کے بیان میں اور خلق کو اپنے خالق سے ملانے والے احکام میں اور
آخرت پر ایمان پیدا کرنے والے ہدایت و تعلیمات میں اعلیٰ درجہ کے مخلص ہر طرح کا میاب اور قدم
قدم پر رب العزت کی خوشنودی اور رضائی دولت اپنانے والے تھے۔ صحیح البخاری کی حدیث میں ہے
كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك النبي خلف بعده نبي على لا نبي بعد
فيكون الامراء فيكثرون او كما قال۔ علماء امت نے کہا ہے کہ امراء کا پہلا اطلاق مجتہدین اور فقہاء پر ہے
کیونکہ قرآن کریم میں اولوالامر کی تفسیر کے مطابق اس کا صحیح مصداق حضرات فقہاء اور مجتہدین ہیں کیونکہ
ان کے لیے علم درجہ استنباط کے لیے ضروری تھا لعلمہ الذین يستنبطونه منه۔ اصل التفسير جس کو
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ام التفسير کہا کرتے تھے ”منہاج السنۃ النبویہ“ تفسیر ابن جریر ہے۔

اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم کی تمام تفاسیر کا حاصل یہی قرار دے دیا ہے۔ چنانچہ امت
محمدیہ رضی اللہ عنہم کے کامل اعجاز میں سے ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے قرونِ اولیٰ میں مجتہدین اور فقہاء پیدا

فرمائے ہیں۔ جنہوں نے دین اور اہل دین کو ہر طرح کے انتشار اور تفرقے سے محفوظ فرمایا ہے۔ خود ہذا ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ ”رفع الملام عن الائمة الاملام“ تصنیف فرمایا ہے۔ امام العسما والاولیاء عبد الوہاب شمرانیؒ کی ”المیزان الکبریٰ“ اور ”کشف الغمہ عن اختلاف الائمة“ خزائن اہل حق میں یہ تحقیقات موجود ہیں۔ سلطنتِ مغلیہ کے آخری روح رواں اور ہندوستان کے خالص مذہبی اور متدین بادشاہ اور نگزیب عالمگیرؒ کے استاذ حضرت مجددؒ کے چھوٹے صاحبزادے خواجہ خواجہ کے مکاشفات میں بھی یہی نواور اقوال اور جواہر الاصول موجود ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے مقاصد بعثت کا خلاصہ تین چیزیں ہیں۔ (۱)۔ حق تعالیٰ شانہ کی وحدانیت باگ و حل بیان کرنا (۲)۔ رسالتِ حقہ کے اتباع و اطاعت کی تاکید شدید کرنا۔ (۳)۔ ایمان بالآخرت اجمالاً و تفصیلاً سمجھانا۔ چنانچہ مسئلہ توحید کے خلاف کفار اور مشرکوں سے نبرد آزمائی کا مرحلہ سب کو پیش آیا ہے انبیاء علیہم السلام کا متفق کلمہ اعبدو اللہ ولا نضر کو امہ ضیاء قرآن کریم میں موجود ہے۔

اعمال کے سرکشوں اور منحرفین کے خلاف رسالت کے ارکان و آداب بیان ہونے لگے تو زانغین و مصلین نے انبیاء علیہم السلام کے کردار و گفتار کو نشانہ بنایا جس کی وضاحت اور دفاع حق تعالیٰ نے فرمایا۔ سورہ یونس میں ارشاد ہے فقد لبث فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔ اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت کے خلاف ان کی بے عقلی اور بے ہودہ گوئی اذاکنا عظما ورفاتا کہ جب ہم ہڈیاں چور چور ہو جائیں تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اس کے جواب میں فرمایا قل ان الاولین والآخرین لمجموعون الی میقاتہ یوم معلوم۔ اور قل یحبہا الذی انشاء ہا اول مرۃ وہو بکل خلق علیہم۔ انبیاء علیہم السلام کے ان مقاصد نبوت پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور قرآن کریم وحی متلو اور احادیث مبارکہ وحی غیر متلو کی شکل میں آیات بینات موجود ہیں۔ حضرات صحابہؓ نے ساری زندگی اس کی نشر و اشاعت میں صرف فرمائی۔ حضرات تابعین و تابعین بھی ان مقاصد سے بہرہ مند تھے۔ حضرات مجتہدین اور محدثین نے روایات و روایات ان مقاصد کی خدمت فرمائی اور ایسی کامیابی نصیب ہوئی کہ قرآن کریم کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم کی زندہ تابندہ علمی و عملی تفسیر آشکار ہوئی۔ چنانچہ ہر دور اور ہر زمانہ میں اقامت دین کے لیے عقائد کی سلامتی اور اعمال کی مشرودیت کی تحریک سرگرم رہی۔

بنو امیہ ہوں یا بنو عباس دونوں نے خدماتِ دین میں سلطنتوں کا سرمایہ صرف کرایا ہے اور تاریخ کا

بالغ لشکر شاد کو ان کا یہ احسان کہ خدمتِ دین میں مخلص تھے روزِ روزن کی طرح سامنے آئے گا۔ دنیا و مرب سے نکل کر کائناتِ مجم میں بھی جب مسلمانوں کو تاج و تخت کے سجانے کا موقع ملا تو انہوں نے دین ہی کو اپنی زندگی کا مقصد اور ترقی کی روح جانا۔ اس لیے ان کا جہاد تبلیغِ دین کے لیے تھا۔ اور ان کی دعوت و تبلیغ جہاد فی سبیل اللہ کا مقدمہ یا کامیاب حملہ ہوتا تھا۔ چنانچہ پہلی صدی کے اخیر میں محمد بن قاسم کا ہندوستان آنا اور سندھ کی فتوحات کرنا یا تیسری صدی ہجری میں اور چوتھی کے اوائل میں غزنی سے سلطان محمود کا وارد ہند ہونا۔ اور چھٹی اور ساتویں صدی کے اشاء میں شہاب الدین غوری کا ہندوستان سے زرائن کے میدان میں اس زمانہ کے ہند و راجہ پر تھوڑی کو چاروں شانے چت لانا اور اس کے بعد سات سو سال تک مسلمانوں کا ہمہ قدیم جو رنگون و برما سے سری لنکا اور کولبو سے کاشغر اور کابل و زابل اور خرقان سے ہوتے ہوئے ماوراء النہر سے متصل جو رجان اور جوزجان پر اسلامی جھنڈے لہرانا خالص مقاصدِ دین کے احیاء و نشاۃ کے لیے تھا۔ تفصیلات کے لیے مشہور زمانہ عالم بلا زری کی "فتوح البلدان" اور معین الہند اور گلزارستان فی تاریخ ہندوستان، نزہت الخواطر وغیرہ کتب دیکھنے کی ہیں مسلمانوں کی آخری سلطنت مغلیہ جب ٹٹمانے لگیں۔ تو جیسے حکومتوں کا عروج دینی عقائد کے احیاء اور نشر و اشاعت کا باعث تھا اسی طرح حکومت کا زوال اسلامی عقائد اور تعلیمات کے لیے خطرے کا باعث بنا۔

چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے اول خاندانِ ولی الہی دہلی سے مسلمانوں کی عزت رفتہ کے قیام اور نشر و اشاعت کا کام لیا۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی مخلصانہ دینی تحریک سے ہی علماء دہلی کے لیے راستہ ہموار ہو گیا تھا۔ اور اولیاء و علماء کے مشترکہ جدوجہد کے علمی و عملی کامیاب پروگرام کا نام تحریک دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ ارض و سماء بحر و بر مخالف و موافق گواہ ہیں کہ جو کام اولیاء اللہ نے ولایت کی فراست سے اور علماء نے علم کی وسعت اور دقاقت سے انجام دیا تھا۔ اکابر دارالعلوم دیوبند ان دونوں سعادتوں سے بہرہ مند ہیں۔ اب وہ اللہ کے فضل و کرم سے مجمع البحرین تک مختلف طریقوں سے پہنچ چکا ہے۔ اس لیے مقصد بیان کے لیے یہ اجمالی جائزہ پیش کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند انبیاءِ علیہم السلام کی توحید و رسالت اور ایمان بالآخرت کے بیان کا ادارہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند مجتہدین اور محدثین کی درایت و روایت کا امین ہے۔ دارالعلوم دیوبند اسلامی سلطنتوں کے مد و جزر کے اچھے نتائج کا محافظ اور انحطاط کے نقصانات سے بچانے کا علمبردار ہے۔ دارالعلوم دیوبند اور اس کی تحریک علماءِ راہنمون اور اولیاءِ کاملین جو درحقیقت شریعت و طریقت کا حسین امتزاج ہے، کامیاب درسگاہ

دارالعلوم دیوبند نے دین کے ہر میدان میں دین کا سرمایہ پیدا کرنے میں سو فیصد کامیابی کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں سب سے بڑی کتاب جو اردو زبان میں لکھی گئی ہے وہ اردو دلائل و لاہور کا دائرہ المعارف ہے۔ اس میں یہ الفاظ تحریر ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی راجع عالم اور باعمل متقی انسان تھے چنانچہ رسوخ علم اور اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ان کی پہچان بن چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات دیوبند نے جہاں فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کو قرآن سنت کا اقرب مفہوم جان کر اس پر حیات و ممات کا مدار رکھا۔ وہاں امیر المومنین فی الہدیٰ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع الصحیح اور دیگر سب صحاح و حسان کو عالم فاضل ہونے کے لیے شرط کا درجہ دے دیا۔ ان لوگوں نے جہاں میدان علم و عمل میں شیخ عبدالعقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن پکڑا ہے وہاں مجاہدین اسلام کے خد و خصل کو اپنی تعلیمات کا آئینہ منوایا ہے دارالعلوم دیوبند کی کامیاب تحریک کی برکت تھی کہ انگریز طاغوت کو ایک دن ہندوستان سے جانا پڑا۔ انور صابری مرحوم نے خوب کہا ہے.....

وطن کے کام آیا ہے اس کا عزم فولادی

حسین احمد کے قدموں کا تصدق ہے یہ آزادی

چنانچہ امام العصر محدث کبیر حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ جہاں کبار محدثین اور عظیم فقہاء راءتین ہیں وہاں سر بکف مجاہد اور دین دشمنوں کے خلاف سنداء علی کفار کی جیتی جاگتی تفسیر ہیں، چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں انگریز ڈائری میں رپورٹ موجود ہے۔ کہ آپ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد ہیں اور انگریزوں کے کفر دشمن ہیں وغیرہ۔ والفضل ماشہدت بہ الاعضاء۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر مستفید اپنی جگہ حضرت شیخ الاسلام کا سچا جانشین ثابت ہوا۔ لیکن پاکستان کی تاریخ میں ہمارے دو بزرگ اس صفت میں خاص مقام رکھتے تھے۔ (۱) شیخ الہدیٰ مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک جو علم و عمل کا ایک روشن ستارہ تھے جس کی روشنی میں دین اسلام اور بالخصوص ان کے شاگرد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ آب و تاب سے نظر آتے تھے۔ (۲) دوسری بزرگ ہستی ہماری موجودہ تحریر کا تصور اصلی اور روح تحقیق ہے وہ قائد اہل سنت و کلیل اسلام، علم و عمل کے مظہر، امام اہل سنت، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ صاحب تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے سلف صالحین کا نمونہ، باعمل علماء کا آئینہ، حق و باطل پہچاننے کے لیے میزان، حق پر استقامت اختیار کرنے کے لیے کوہ ہمالیہ، علم کی وسعتوں کے

ساتھ بھر، اپنے موضوع پر کام کرنے کے لیے ملج اعتدال، ہر حق کی حمایت میں مثالی بیدار مغزی، ہر باطل کو رد کرنے میں دیدنی ہمت مردانہ اور جہد سپاہانہ جیسی کامل اوصاف، نیک خصال، بلند کردار، نشانے پر واقع ہونے والا گفتار، تحریر کی تحقیق بلکہ دلائل کی تدقیق، ہر ذرائع سے باطل پرست کو بروقت نشان زدہ کرنا، اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے موہوبہ ملکات کو استعمال کرنے کا ایک دلکش منظر، فتح اور حق و باطل کے تہس نہس ہونے کا پر کیف نظارہ بنایا تھا.....

ہر ایک باغ میں جا کر ہر ایک پھول کو دیکھا

نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

حق تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ایسے گھرانے سے اٹھایا جو پہلے سے علم کی وادیوں سے آگاہ تھا کیونکہ حضرت کے والد مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے مشہور عالم اور کامیاب مناظر تھے۔ حضرت قاضی صاحب کا وجود ابتداء سے انتہاء تک توحید و سنت کا اعجاز اور اہل حق کی فتح کا ایک آن بان تھا۔

حضرت کے والد بزرگوار ابتداء میں بریلوی مزاج کے کامیاب عالم تھے ان کی تصنیفات سے اندازا ہوتا ہے کہ وہ مولوی احمد رضا خان بریلوی یا مولوی عبد السبع رامپوری یا عبد الجبار وغیرہ مبتدعین سے جملہ علوم و فنون میں فائق تھے۔ بریلویوں سے اصل اختلاف قرآن و سنت اور فقہ حنفی کے اصول مسلمہ سے انحراف کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا بشر ہونا، کسی نبی و ولی کا غیب دان نہ ہونا، یا حاجت روا مشکل کشا سوائے اللہ کے کسی کو نہ ماننا، قرآن و سنت کے آیات و احادیث کے منطوق اور مفہوم سے ثابت ہیں۔ اسی طرح عید میلاد النبی کا بے اصل ہونا، متعین تاریخوں میں فاتحہ خوانیاں کرنا، یا بزرگوں کے نام پر عرس اور گیارہویں اور کوئٹے جیسے رسوم اسلامی اصول سے بے خبری اور فقہ حنفی سے بغاوت ہی ہے۔ مگر بریلویوں نے اپنی یہ خیانتیں، عقیدے اور عمل کی تلبدیات سے عوامی توجہ ہٹانے کے لیے علماء دیوبند کی عبارات پر اپنے خیال میں ناراضگی کو بریلویت کی پہچان بنایا ہے۔ حالانکہ علماء دیوبند عقائد و اعمال میں قرآن و سنت اور سلف صالحین کا طائفہ منصورہ ہے اور وہ اصول و فروع میں ڈھیٹ قسم کے حنفی ہیں۔ اور ان عقائد و اعمال کا چونکہ قرآن و سنت اور سلف کے موقف اور احناف کے اصول و فروع میں صرف یہ نہیں کہ گنجائش نہیں بلکہ رد موجود ہے۔ صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ”المختار (شامی) لکھا ہے بحوالہ قاضی خان۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع

لی کہ کچھ لوگ مسجد میں اللہ کا ذکر اور درود شریف زور سے پڑھ رہے ہیں۔ تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آکر انہیں کہا کہ تم ان اعمال میں بدعتی ہو۔ اور ان کو مسجد سے باہر نکالا۔ اس میں صاف موجود ہے کہ مسجدوں میں زور سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے مسلمانوں کی مسجدوں سے نکالے جانے کے لائق ہیں۔ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کے شیخ اور فقہ حنفی کے منبع عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس دو ٹوک فیصلہ کے بعد بریلویوں کے زمانہ حال کے مساجد میں زور زور سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا کوئی جواز نکل سکتا ہے.....

تیرا جی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں
آنکھیں اگر بند رہیں تو پھر دن بھی رات ہے

ترمذی شریف میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شاگردوں سمیت ایک مسجد میں نماز پڑھتے تشریف لے گئے وہاں اذان کے بعد زور زور سے تحویب ہو رہی تھی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اخبر جو عن مسجد هذا السبع (ترمذی ج ۵ ص ۵) صحابہؓ بدعتیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بچتے تھے۔ ہر دور اور ہر زمانہ کے مفسرین، محدثین اور اہل افتاء نے بشریت کے منکر اور نبی اور ولی کو غیب دان سمجھنے والے یا انہیں حاضر ناظر جاننے والے کو کافر اور مرتد کہا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی پارہ نمبر ۴ ذیل آیت لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم (الایۃ) امام اہل سنت حضرت مولانا سر فراز خان صاحب شفا ہم اللہ شفاء عاجلا، کی تصنیفات جیسے ”ازالۃ الريب“ ”تبرید النواظر“ وغیرہ حوالہ جات سے بھری پڑی ہیں۔

بریلوی علماء ہر دور میں اکابر علماء دیوبندی کی عبارات تلخیص کے زور پر پیش کر کے انہیں گستاخ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کی افواہوں سے متاثر ہو کر مولانا کرم الدین دبیر بریلویؒ بھی علماء دیوبند سے دور تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دینی تھی۔ اور ان کا خاتمہ بالخیر کرنا تھا اور خود ان کے گھر سے توحید و سنت کا روشن ستارہ طلوع ہونے والا تھا اور رشد و ہدایت کا ایک مینار حضرت قاضی مظہر حسین صاحب کی شکل میں نمودار ہونے والا تھا۔ پنجاب سلاطین میں دیوبندی اور بریلویوں کا مشہور مناظرہ طے ہو گیا جس میں مسلک دیوبند کے ترجمان اور آفاقی فاتح مناظر حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی بریلوی تشریف لائے تھے۔ جبکہ بریلوی مولوی حشمت علی جن کو مبتدعین اعلیٰ حضرت کہا کرتے تھے مقرر ہوئے مناظرہ شروع ہوا۔ بریلویوں کی طرف سے حضرت قاضی صاحب مرحوم کے والد مولانا کرم الدین دبیر صاحب بریلوی صدر مناظر تھے۔ جب مناظرہ ختم ہوا اور حضرت مولانا کرم الدین دبیر بریلویؒ گھر تشریف لے گئے تو دیر تک دیوبندی مناظر مولانا منظور نعمانی بریلویؒ کی وسعت علم، تبحر و لائق،

اور مسانت و سجدگی کی تعریف فرماتے رہے اور بریلوی مناظر مولوی حشمت علی کی مذمت کرتے رہے۔ آفتاب ہدایت کے مقدمہ میں حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ ”والد صاحب کو یہ بھی احساس ہوا کہ یہ لوگ (علماء دیوبند) اصل دارالان بنوت ہیں اور ہم نے سنی سنائی باتوں پر ان کے خلاف ذہن بنایا ہے۔“

گویا سلا نوالی کا مناظرہ بریلویوں کی ذلت اور حضرت کرم الدین دیر مرحوم کی ابدی ہدایت کا مظہر تھا۔ حضرت قاضی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ ”میں نے علماء دیوبند کے مناقب اور مکارم سن کر والد صاحب سے اگلے سال دورہ حدیث کے لیے دارالعلوم دیوبند جانے کی اجازت طلب کی جو انہوں نے بخش دی۔ یہ ایک انقلاب تھا جو حق کی فتح کی شکل میں برپا ہوا۔ اور یہ ہدایت و ارشاد کا ایک سیلاب تھا جس سے آب شیریں کی نہریں اور چشمے چھوٹنے لگے۔ چنانچہ حضرت مولانا کرم الدین دیر بیہید نے دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس شیخ الاسلام مولانا حسین احمد دینی بیہید کو خط لکھا کہ میں اپنے بیٹے مظہر حسین کو جناب کے ہاں حدیث کی تعلیم دلانا چاہتا ہوں۔ یہ خط رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں حضرت شیخ الاسلام کو سہلٹ میں ملا (حضرت شیخ الاسلام رمضان شریف تقریباً ۲۲ سال تک سہلٹ میں سڑک والی مسجد میں گزارتے تھے) چنانچہ حضرت شیخ الاسلام نے شیخ الادب مولانا اعجاز علی صاحب باعہم امتحانات دارالعلوم دیوبند کو لکھا کہ مظہر حسین نام کا لڑکا چکوال بھیس کا رہنے والا داخلہ کے لیے آئے گا اسے بغیر تاخیر بغیر امتحان لیے داخلہ دیجیے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ شیخ الادب بیہید کے نام حضرت شیخ الاسلام بیہید کا یہ خط اور حکم کتنا وزن رکھتا ہے اور شاید دارالعلوم دیوبند کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ منفرد واقعہ ہو کہ ایک طالب علم کو اس اعزاز و اکرام کے ساتھ کامل و اکمل اولیاء کی نظر عنایت کے ساتھ داخل کیا گیا ہو۔ کیونکہ سلا نوالی کے مناظرہ کا یہ تختہ اور بیش بہا سوغات، قائد اہل سنہ، وکیل صحابہ رحمہم، افتخار مسلک دیوبند، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین کی شکل میں ظاہر ہونے والے تھے۔ شیخ سہدی شیرازی بیہید نے خوب کہا ہے.....

بالائے سرش زعوشمندی می تافت ستارہ بلندی

حضرت قاضی صاحب دورہ حدیث میں داخل ہوئے سال بخیر و عافیت مکمل ہوا۔ تعطیلات میں گھر تشریف لائے۔ دارالعلوم دیوبند کے احوال و ہاں کے اساتذہ اور مدرسین کے کامیاب علوم و اعمال اور حضرت شیخ الاسلام بیہید کے درس حدیث کا تذکرہ، اور حضرت شیخ الاسلام کے علوم و اعمال کے محاسن و برکات کا ذکر حضرت والد صاحب سے فرماتے تو وہ بزرگ فرط محبت سے آبدیدہ ہو جاتے۔ اور فرماتے

کہ یہ حضرات کامل اولیاء اللہ ہیں ہم نے غلط لوگوں کی باتیں سن کر ان سے ناراضگی کی تھی۔ چنانچہ حضرت قاضی حسین صاحب کو حکم دیا کہ اگلے سال دوبارہ جا کر حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی صحبت میں اور درس حدیث میں رہیں۔ چنانچہ حضرت قاضی صاحب دوبارہ تشریف لے گئے اور سال بھر حضرت مدنی کے درس کے افادات خصوصی تحقیقات انوار و برکات، قلم بند فرماتے تھے جبکہ حقیقت میں روح و دل سے حضرت شیخ الاسلام اور دارالعلوم دیوبند کا مزاج جذب فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت قاضی صاحب کی پختگی اور تہلب اور اس پر اعتدال مسلک کی جو شان حاصل تھی وہ اپنی جگہ دارالعلوم دیوبند کا اعجاز، مدنی استفادہ کی ترقیات اور ہمیشہ کے لیے حق کی نصرت اور باطل کے رد کی ایک تربیت تھی۔ جس کا پہلا مرحلہ اپنے کامل و اکمل والد کی نظر میں اور زمانہ کے شیخ الاسلام کے آغوش علم و سلوک میں مکمل ہوا.....

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندگی

چنانچہ حضرت قاضی صاحب نے حق کے ہر میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اہل حق کی سیاسی جماعت جمعیۃ علماء اسلام کے شمالی پنجاب کے عرصہ دراز تک امیر رہے۔ اور جس موضوع پر حق کی حمایت اور باطل کے رد کی ضرورت پیش آتی حضرت قاضی صاحب ہر اول دستے کا کام انجام دیتے تھے۔ بالخصوص روافض کے خلاف۔ بقول مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ”سبائیت جدیدہ کے خلاف حضرت قاضی صاحب نے وہ منصب اپنایا جو ذوالقرنین نے یا جوج ماجوج کے مقابلہ میں سدا راہ بنایا تھا اور جیسے شیاطین اور دیو وغیرہ کی شرارتوں کو حضرت سلیمانؑ کے سامنے پھڑکنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ اور جیسے ابوبکر صدیقؓ کا مسلمہ کذاب اور اسود عسی کے فتنوں کا قلع قمع کرنا اور جیسے فاروق اعظمؓ کے سامنے قیصر و کسریٰ کے شاہان لرزاتے تھے۔ اس طرح روافض اور سبائیت جدیدہ مودودی جماعت کے لیے بھی آپ عزرائیلؑ کا ساز و سامان رکھتے تھے۔“ حضرت قاضی صاحب مرحوم نے اپنی تحریک عدالت صحابہؓ کی نداء اور ان کے دشمنوں کے ایوانوں میں شگاف ڈالنے کی صدا ملک کے اطراف میں ایسی پہنچائی جیسے خلفاء راشدین اور ان کے بعد امت نے کائنات کے چپے چپے تک دعوت اسلام پہنچائی۔ خود اپنے بعض حضرات جب بعض مسائل میں راہ اعتدال سے ہٹنے لگتے تو حضرت قاضی صاحب کا تیر رساں کسی مکتوب، چھٹی یا باقاعدہ تصنیف کی شکل میں ان کے تعاقب میں رہتا تھا۔ مہمات اور خدمت سماع کے مسائل پنجاب کے طول و عرض میں اس طرح اٹھائے گئے تھے کہ اس سے اختلاف مسئلہ کے علاوہ فتنہ

انکار حدیث کا اندیشہ پیدا ہوا تھا۔ جس کا بروقت کامل دفاع اور اہل حق کا موقف اعتدال آپ کی سربراہی میں اس شان اور ولولے سے اور دلائل و براہین کے جھوم کے ساتھ سامنے آیا کہ وقت کے تمام علماء حق آپ ہی کے موقف کے موید و حامی ٹھہرے۔ تفصیلات کے لیے امام اہل سنت محقق العصر حضرت مولانا سرفراز خان صاحب کی کتاب ”تسکین الصدور“ کا مقدمہ ملاحظہ ہو۔ حال ہی میں اہل حق کے ایک مضبوط ادارے کے ایک فرد فرید نے جب حق مسئلہ سے سابقہ بعض اساتذہ کی لغزشوں کا شکار ہو کر ہٹنے لگے تو حضرت قاضی صاحب کی ایک آدھ لکار ہی نے ان کو حق کی طرف رجوع اور توبہ کرنے پر مجبور کر دیا اور یہ سب حضرت قاضی صاحب کا بہترین صدقہ جاریہ اور ایصال ثواب ہے حضرت قاضی صاحب کی ہشت جہت شخصیت اس قدر جامع اور دلربا ہے کہ اس پر جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ چند اوراق یا سطور مجھ کمزور و ناتواں کی طرف سے کافی نہیں۔

حق تعالیٰ حضرت کی نسبت برادر اور عقیدت مندوں کو بالخصوص ہمارے مخدوم اور بزرگ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین صاحب اور ان کے جملہ متعلقین اور معتقدین کو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے مسلک اعتدال پر استقامت نصیب فرمائیں۔ اور حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے لگائے ہوئے شجر ثمر بار کو دیر تک سایہ آئین رکھے اور ان کی جلیل القدر تصنیفات سے مسلمانوں کو استفادہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔



الحمد سپیشل حلیم گھر

کم قیمت میں خود بھی کھائیے اور گھروالوں کیلئے بھی لے جائیے

بالقائِل مکہ مدینہ منورہ
بہترین و فروٹ منڈی
تلک گنگ روڈ بکوال

ہیرو پور اینڈ

صوفی عبدالکیم۔ عامر شہزاد۔ نعیم شہزاد

طالب دعا: خادم اہل سنت ابراہیم حسین بارود

نان روٹی، مرغ کا ماش، پائے، قیمہ، منز، مرغ چنے، کچی، مادل چھولے

مرد حق گو و حق آگاہ..... کی وفات

کھ مولانا محمد ابوبکر غازی پوری ☆

ماہنامہ انوار مدینہ لاہور سے معلوم ہوا کہ قافلہ حسین احمد کا پاکستان میں آخری سہ سالہ یعنی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۶ جنوری ۲۰۰۲ء کو اپنی حیات مستعار کے ۹۰ سال پورے کر کے اپنے خدا سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت قاضی صاحب بیہیہ کی رحلت کا حادثہ ان اہل حق کیلئے بہت بڑا جھٹکا ہے جو پاکستان میں حق کی سر بلندی کیلئے جان داؤ پر لگائے ہوئے ہیں قاضی صاحب بیہیہ ان کیلئے بڑا سہارا تھے۔ اور ان کا وجود ان مجاہدین کے خون کو گرمائے رکھتا تھا۔ حضرت قاضی صاحب بیہیہ راہ سلوک و تصوف کے ایسے مرد حق آگاہ تھے جن کو صرف اپنی کنیا اور خانقاہ ہی سے مطلب نہیں تھا۔ بلکہ وہ تصوف و سلوک کے جام و ساغر کے بادہ کشی کرنے والے ایسے مرد آہن تھے۔ جنگی پوری زندگی باطل سے ٹکرانے اور فرق باطلہ کے رد و ابطال میں گزری اس کے لیے ان کو بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ پیرانہ سالی میں پاکستانی حکومت نے ان کو نظر بند کیا اور جیل کی ہوا کھلائی مگر حضرت قاضی صاحب صاحب بیہیہ عزیمت تھے۔ پاکستان میں جانشین شیخ الاسلام تھے۔ ان کی تربیت حضرت مدنی بیہیہ جیسے اسلام کے مجاہد اور اللہ والے نے کی تھی جنگی خود پوری زندگی مسلسل جہاد تھی اور جو پورے برصغیر میں اسلام کی ایسی شمع فروزاں تھے جو خطرناک اندھیوں اور دل دھلا دینے والی بجلیوں اور طوفانوں میں بھی اپنی جگہ پر قائم رہی اور جلتی رہی، حضرت قاضی صاحب اسلام کے اسی بطل جلیل کا پر تو تھے، انکی زندگی کا عکس جمیل تھے اور انہی خصوصیات سے اللہ نے ان کو بھی نوازا تھا جن سے حضرت شیخ الاسلام بیہیہ اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ باطل کے خلاف آواز اٹھانا حق کیلئے ڈٹ جانا اور لومہ لائیم کی پرواہ کئے بغیر دین و شریعت کی راہ دکھانا حضرت قاضی صاحب کی پوری زندگی کا مشن تھا۔ آپ کی رحلت کے بعد حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی بیہیہ کا نمونہ ہندو پاک

میں اب دیکھئے کو نہیں ملے گا۔

آج کل رواداری کا دور ہے، کہا جاتا ہے کہ اسلام پر حملہ ہو رواداری بر تو کچھ نہ بولو، باطل طاقتیں پورے دم خم کیساتھ میدان میں اتریں اور اسلام کے خلاف جو چاہیں سازشیں رچائیں، مگر تم زبان سی لو، رواداری بر تو خاموش رہو، مگر اہل فرتوں اور تحریکوں کے خلاف آواز بلند کرنا اور انکی حقیقت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا بھی جرم بن گیا ہے۔ اس لیے کہ یہ بات رواداری کے خلاف ہے۔ اللہ والوں کو گمراہ اور مشرک کہا جائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و ناموس کو تار تار کیا جائے۔ دین کی غلط تشریح ہو، کتاب و سنت کی تحریف ہو، مگر آج کا روشن خیال طبقہ بے غیرتی اور بے حسی کے اس مقام پر ہے کہ اسکے دل میں ذرائع نہیں اٹھتی، اور اگر کسی نے ان گمراہ لوگوں کے خلاف اپنی زبان کھولی یا قلم چلایا تو ان روشن خیالوں کی طرف سے شور سنائی دینے لگتا ہے کہ آج کل کا دور اتحاد کا ہے۔ مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے سے بچنا چاہئے۔ تشدد اور تعصب سے اپنے ذہن و دماغ کو صاف رکھو تب کیساتھ رواداری بر تو اور اتحاد اور رواداری کی اس خوش نماد دعوت سے اپنی دینی بے غیرتی اور بے حسی پر پردہ ڈالے رہنا ہے۔

پاکستان میں حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کو بھی رواداری کے ایسے پیجاریوں اور اتحادی دعوت کے ایسے نعرہ بازوں سے سابقہ رہا ہے۔ مگر حضرت قاضی صاحب نے ان نعرہ بازوں اور پیجاریوں کو کبھی کوئی اہمیت نہیں دی اور جو بات حق سمجھی اسے بر ملا کہا اور جس باطل تحریک اور فرقہ نے سر اٹھایا اسکے خلاف انکا قلم چلا اور ان کی آواز بلند ہوئی اور انہوں نے اسلام کے قلعہ سے ان پر زبردست بمباری کی، یعنی حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کا رنگ و بی تھا جو ان کے شیخ کا تھا۔ وہ مست قلندر بھی تھے، عبدیت و تواضع کا پیکر بھی تھے اور صاحب قلم اور صاحب سان بھی تھے۔ جہادی میدان کے مرد آہن تھے۔ پیشانی پر عبادت کا نور تھا۔ سراپا اخلاق سراپا محبت۔ بھولے بھالے ایسے کہ ان کو دیکھ کر قلب گواہی دے کہ یہ اللہ کا وہ بندہ ہے جس کا دل دنیاوی اغراض و طمع سے خالی اور اللہ کی یاد سے آباد ہے۔

میری ملاقات حضرت قاضی صاحب سے صرف ایک مرتبہ مدینہ پاک میں ہوئی تھی اور اس ایک ملاقات نے حضرت صاحب کے سراپا کا نقش دل پر کچھ ایسا مرتسم کیا کہ آج بھی میرے تصور کی نگاہوں میں بے ہیں۔

حضرت مفتی عاشق الہی صاحب رضی اللہ عنہ برنی مدینہ پاک میں قبا کے قریب کسی جگہ رہتے تھے مگر رمضان المبارک میں وہ ایک ماہ کے لیے حرم پاک سے بالکل قریب ایک مدرسہ میں جو بخاریوں کا ہے

وہاں آجاتے تھے اور انکی یہ قیام گاہ علمائے ہندوپاک کا مرکز بن جاتی تھی۔ میرے اوپر حضرت مفتی صاحب کی خاص شفقت تھی۔ عمرہ کے لیے جب میرا جانا ہوتا اور مدینہ پاک حاضری ہوتی تو میرا کھانا چرنا سحر و افطار زیادہ تر حضرت مفتی صاحب کے ساتھ ہوتا۔ چند سال قبل کی بات ہے جب حضرت مفتی صاحب بیسٹہ باحیات تھے حسب معمول میں عمرہ کے لیے گیا اور مدینہ پاک کی حاضری کے موقع پر میرے قیام کی جگہ حضرت مفتی صاحب بیسٹہ کی اقامت گاہ تھی۔ ایک روز بعد عصر میں حسب معمول انکی خدمت میں پہنچا تو مفتی صاحب بیسٹہ نے فرمایا کہ تم کو پاکستان کے ایک بڑے عالم حضرت شیخ مدنی بیسٹہ کے خلیفہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بیسٹہ یاد کر رہے ہیں اور تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ بعد مغرب ان کا آدمی آئے گا اور تمہیں ان کے پاس لے جائے گا۔ حضرت قاضی صاحب بیسٹہ سے میں پہلے واقف نہیں تھا۔ نہ ان کا نام سنا تھا خیال گزرا یہ کون بزرگ ہیں اور مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں مگر چونکہ مفتی صاحب بیسٹہ نے ان کے نام کے ساتھ حضرت مدنی کے خلیفہ کا بھی جملہ جواز اتراس لیے اب مجھے خود بھی خواہش ہوئی کہ اس برگزیدہ ہستی سے ملاقات کی جائے جن کو حضرت مدنی بیسٹہ سے خلافت کی نسبت حاصل ہے۔ چنانچہ میں بعد مغرب حرم سے جلد ہی نکل کر مفتی صاحب بیسٹہ کے پاس پہنچا اور پھر دس منٹ کے بعد دو تین آدمی مجھے لینے کے لیے آگئے۔ ان کے ساتھ میں حضرت قاضی صاحب بیسٹہ کی اقامت گاہ پر پہنچا وہ اوپر کے حصہ میں تھے ہم ابھی بیڑھیاں طے کر رہے تھے کہ حضرت قاضی صاحب بیسٹہ کھڑے ہو کر ہماری طرف بڑھے اور لپک کر سینہ سے لگا لیا اور چند منٹ تک اپنے سینہ مبارک سے لگائے رکھا۔ چہرہ گلاب کی طرح خوشیوں سے کھل رہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ چہرہ سے روشنی پھوٹ رہی ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت کم ایسا پر نور چہرہ دیکھا ہے۔ اور پھر انہوں نے رد غیر مقلدیت پر میری کتابوں کے بارے میں گفتگو شروع کی اور بہت بلند اور حوصلہ افزا کلمات سے نوازتے رہے۔ میں بھی آپ کی تواضع اور اہمیت، محبت اور بے تکلفی کے انداز سے ایسا متاثر ہوا کہ اس کا احساس کئے بغیر کہ میں مفتی عظیم اور بلند شخصیت کے سامنے ہوں۔ خوب باتیں کرتا رہا۔ حضرت اپنی دعاؤں سے نوازتے رہے۔ خورد نوازی کا ایسا مظاہرہ انہی سے ہوتا ہے جو عہدیت اور فائیت کا مظہر ہوتے ہیں اخلاص کا پیکر ہوتے ہیں۔ دل کے اعتبار سے سمندر ہوتے ہیں۔ اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرت والا کی نگاہ سے میری عربی کتاب وقفہ مع اللہ مذہبیہ اور بعض دوسری کتابیں اور تحریریں گزر چکی ہیں۔ اور حضرت نے اسے پسند فرمایا ہے۔ اور قند غیر مقلدیت سے حضرت کافی فکر مند ہیں اور میری کتابوں کو اس قند کی سرکوبی کے لیے مفید

پایا ہے۔

یہ مجلس پندرہ بیس منٹ کی تھی مگر اس کی یاد اب تک تازہ ہے۔ پھر میرا پاکستان جانا ہوا میری خواہش تھی کہ میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دوں مگر لاہور کے مخلصوں نے مجھے اس موقع پر لاہور سے باہر جانے نہیں دیا۔ نواز شریف کا زمانہ تھا علماء کی پکڑ دھکڑ بڑے زور شور سے جاری تھی۔ مدارس دینیہ حکومت کے زیرِ عتاب تھے میری تقریر کا پروگرام بھی بہت محتاط طریقہ پر لوگ بنا رہے تھے۔ جس روز میری واپسی تھی اسی روز شب میں نواز شریف کی حکومت کا تختہ مشرف نے پلٹ دیا۔ جاہلوں کو دوسروں کے انجام سے عبرت حاصل نہیں ہوتی کل جو نواز شریف کر رہا تھا آج وہی سب کچھ بلکہ اس سے بھی زیادہ مشرف کر رہا ہے۔ حکومت اور طاقت و قوت آجانے کے بعد انسان کو فرعون بننے دیر نہیں لگتی مگر وقت کے ان فرعونوں کو معلوم نہیں کہ ان کا انجام بھی حضرت موسیٰ کے زمانہ کے فرعون جیسا ہوگا ذلت و رسوائی ہر ظالم و جاہل کا مقدر ہے۔

حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ سے وابستہ حضرت مولانا صفدر امین اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ تھے اپنے شیخ کے عاشق زار اور حق کی وہی چنگاری اپنے سینہ میں دبائے ہوئے تھے جو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ میں دھب رہی تھی۔ اسی سفر میں مولانا صفدر امین رحمۃ اللہ علیہ سے خوب ملاقاتیں رہیں ان کی مجلس میں بیٹھ کر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ ہوتی رہی۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی بے مثال کردار، بے مثال عزیمت و جرات اور دین کی راہ میں جدوجہد کا نمونہ تھی۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی سبق پاکستان میں اپنے وابستہ لوگوں کو بھی سکھایا ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس قافلہ اہل حق کی سپہ سالاری کر رہے تھے وہ قافلہ انشاء اللہ انہیں خطوط پر گامزن اور اپنا سفر طے کرتا رہے گا۔ جن خطوط پر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گامزن تھے۔ اور ان کی اس تحریک کو زندہ رکھے گا جس کے وہ سپہ سالار تھے اور جس کی قیادت میں انہوں نے اپنی جان کھپادی۔

میری معلومات کی حد تک پاکستان میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری خلیفہ تھے ان کے بعد یہ سلسلۃ الذہب پاکستان میں ختم ہو گیا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی کثیر تعداد سے اہل پاکستان بہرہ مند رہے ہیں۔ اب ان گئے چنے نفوس میں حضرت قاضی صاحب آخری شخص تھے۔^① اس لائن سے بھی پاکستان کے مسلمانوں کا زبردست خسارہ ہے۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ صرف ایک مربی، قائد تحریک خدام اہل سنت، مجاہد اور پھر طریقت ہی نہیں تھے بلکہ آپ کا شمار پاکستان کے ذی علم قابل اعتماد اور چوٹی کے علماء میں ہوتا تھا۔ صاحب قلم ایسے تھے کہ ہزاروں صفحات آپ کے قلم کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ کی درجنوں کتابیں ہیں ان کتابوں سے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کے وسیع اور عمیق علم کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کا قلم جب فرقبائے باطلہ کی رد میں اپنی جولانی دکھاتا ہے تو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کی دینی غیرت و حمیت جوش مارتی ہوئی نظر آتی ہے۔ نبی ﷺ کے عشق و محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و عقیدت سے سرشار قلم اعلان حق میں کسی مدامت کا شکار نظر نہیں آتا۔ اس دور قحط الرجال میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کا حادثہ وفات ہم سب کو خصوصاً اہل پاکستان کو بڑی آزمائش میں مبتلا کر دینے والا ہے۔ ایسا صاحب عزیمت انسان بہت دنوں کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ یعنی ہزاروں سال زرخس اپنی بے نوری پر روتی ہے تب جا کر کہیں بڑی مشکل سے جہاں میں ایسا دیدہ ور پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرحومہ کی بال بال مغفرت فرمائے ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے مشن اور ان کی تحریک کو زندہ رکھنے کا سامان پیدا کر دے۔

صاحبزادہ محترم زید مجددہ کا خط آیا کہ ماہنامہ حق چار یار قاضی صاحب رحمۃ اللہ پر خصوصی اشاعت کا پروگرام بنائے ہوئے ہے تم بھی اپنے تاثرات لکھ کر بھیج دو: میں ابھی ایک لمبے سفر سے واپس آیا ہوں اور پھر کل ہی ایک اور سفر درپیش ہے مگر اس اشاعت خاص میں اپنی شرکت باعث برکت سمجھ کر یہ چند سطریں لکھ کر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کی یاد تازہ کی ہے۔



حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ نے فرمایا.....

کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ جس طرح نبوت ختم ہے اسی طرح صحابیت بھی ختم ہے یعنی جس طرح مقام نبوت خاص وہی نعمت ہے۔ اسی طرح صحابی ہونا بھی عظیم نعمت ہے۔ اب قیامت تک کوئی صحابی نہیں بن سکے گا۔

فیوضات مدنی جوئے اللہ کے مظہر اتم

کھ حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب

قائد اہل سنت وکیل صحابہ جوئے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین جوئے کی وفات اہل سنت والجماعت کے لیے مقیم سامعہ ہے۔ آپ کی رحلت سے ایسا ظہار پیدا ہو چکا ہے جو قریب قریب پر ہوتے نظر نہیں آتا۔ آپ ربیر کامل، جبل علم، ولی کامل، صوفی باصفا، عالم باعمل، قاطع فرقائے باطلہ اور ترجمان اہل سنت تھے۔ آپ کی زندگی میں بہت ساری زندگیاں جمع تھیں۔ آپ ان عالی مرتبت افراد میں سے تھے جن کے متعلق کہا گیا ہے باللیل دھان و بالہزار فرسان۔ آپ کی جامعیت کو دیکھ کر یہ مقولہ زبان پر آ جاتا ہے۔۔۔

”ولیس من اللہ مستکر ان یجمع العالم فی واحد“

آپ کو شیخ الاسلام والمسلمین کے عزیز ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی طرف سے مجاز بیعت ہونے کی بھی سعادت حاصل تھی۔ آپ کی اس نسبت پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے آپ نے اپنی پوری زندگی اس نسبت کا پورا پورا لحاظ رکھا اور اپنے عظیم استاذ اور مرشد شیخ العرب والہم حضرت اتدس مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کی طرح پوری زندگی بلا خوف و لومۃ لائم کی تصویر بنے ہوئے احقاق حق اور بطل باطل کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ روہ اعتدال پر چلنے والوں کے لیے مینار نور بن گئے۔ آپ اپنے اندر اپنے شیخ کی بہت ساری صفات کو جذب کئے ہوئے تھے۔ آپ تواضع و انکساری، مذہب و تقویٰ، علم و حلم، جرأت و شجاعت، بلند ہمتی اور وسعت ظرفی، اعراض من الدنیا، احقاق حق اور بطل باطل میں اپنے شیخ کی صرف چلتی پھرتی تصویر ہی نہ تھے بلکہ فیوضات مدنی جوئے کے مظہر اتم تھے۔ بندہ آپ کی آخری عمر میں آپ کی زیارت کا متمنی ہی رہا مگر اپنے ضعف کی وجہ سے طویل سفر کی ہمت نہ ہوئی۔ جب بھی جامعہ خیر المدارس کے متعلقین میں سے کوئی حاضر خدمت ہوتا۔ آپ اکثر بندہ کے بارے میں استخار بھی فرماتے اور سلام بھی بھیجتے۔ بندہ کے لیے یہ چیز باعث مسرت اس لیے ہے کہ۔۔۔

غلام خوشم خواند لالہ رخسارے

سپاہ روئے من کرد عاقبت کارے

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت جوئے کو کروٹ کروٹ راحت نصیب ہو اور اسلاف دیوبند کی ہم نشینی عطا ہو کہ یہی ان کا حق ہے اللہ تعالیٰ آپ جوئے کے فیض کو تاقیامت جاری و ساری رکھیں۔ آمین یا رب العالمین

اعتدال واستقامت کا نور

کھ شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب مدظلہ

بخدمت مولانا مفتاح زہرا حسین صاحب رشیدی زیرہ مجرم

رحمۃ اللہ علیہم ذر حرمہ زائد

جناب کا کتب گرامی موصول ہوا، احقر طویل عرصہ سے صاحب فراش ہے۔ توانائیاں کام نہیں کر رہیں، خاص طور پر نگہداشت اور سچا تو بہت سی مشکل ہے، اسی حالت میں ہمارے محبوب، قائد اہل سنت والجماعت حضرت مولانا قاضی عظیم حسین صاحب مدظلہ کے انتقال کی خبر موصول ہوئی۔ اسی علالت کی وجہ سے جنازے میں شرکت سے محروم رہا، بلکہ تعزیت کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوئی۔

حضرت اقدس علم و معرفت، تقویٰ و ولایت، استقامت و اعتدال، مزاج ذکر و فکر تمام اور محاسن ظاہرہ و باطنہ میں اپنی نظیر آپ ہی تھے، جب حیات اہلبیت کا مسئلہ پورے ملک میں زور سے چھڑا ہوا تھا تو احقر نے جگہ جگہ اس موضوع پر حضرت کے بیانات کروائے، استفادہ کیا، لوگوں کو حضرت سے فیض رسانی کا موقع پہنچایا۔ اس کی برکت سے ہمارے باہمی گردیدگی کے تعلقات قابل رشک پیدا ہو گئے تھے۔

حضرت کو دیکھا، قریب ہو کر دیکھا اور بہت متاثر رہا، پھر حالات ایسے رہے کہ ظاہری میل جول میں کمی آگئی، باوجود شدید آنسو، محبت، عقیدت اور تعلق مزید استفادہ سے محرومی رہی، لیکن حضرت کی استقامت اور اعتدال کی شان، حق گوئی، راہ حق میں بے باکی، تواضع، اخلاق حمیدہ کا اعلیٰ پیمانہ، ان قدوں سے ہمیشہ متاثر رہا۔

حضرت جب آخری عمر میں صاحب فراش تھے۔ تو الحمد للہ حضرت کی زیارت اور عیادت کے لیے حق تعالیٰ نے دوسرے چکوال حاضری کی سعادت بخشی۔ پرانے تعلقات تو یاد کرانے کے باوجود حضرت کو سکھ نہیں تھے، لیکن انتہائی شفقت و کرم نوازی کا معاملہ فرماتے رہے۔

جی تو چاہتا ہے کہ حضرت کے متعلق کچھ لکھ کر ایک نسبت حاصل کر لوں لیکن ایک تو دیسے ہی صاحب قلم نہیں ہوں، دوسرے علالت کی شدت کی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکا، جس کا افسوس بھی ہے اور تہہ دل سے متعلقین سے معذرت بھی کرتا ہوں، دوسرے یہ بات بھی مانع رہتی ہے کہ کہاں کہاں ہمارے قلم و زبان کہاں وہ شان و شوکت والے شاہِ خواں؟ ہم ان کے بارے میں لکھنا بھی چاہیں تو کیا لکھیں گے؟ حضرت کے انتقال پر جتنا بھی صدمہ کیا جائے کم ہے۔ غیر اختیاری صدمہ ہے، تاہم دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صدمہ فراق کی برداشت آسان کر دے۔ متعلقین کو بلکہ تمام اہل مسلک کو حضرت کے علوم و افکار پھیلانے کی توفیق مرحمت فرمائے رکھے۔ ان شاء اللہ حضرت کی شخصیت، اعتدال و استقامت، کمالات کا نور چمکتا ہی چلا جائے گا۔ اور پورے عالم میں چھا کر رہے گا۔

امیر محترم صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسنین اظہر صاحب دامت برکاتہم کا تحفہ سلام بھی اس مکتوب میں آپ نے بھیجا ہے۔ حضرت کی خدمت میں میرا سلام بھی عرض کر دیں۔ ہم اس صدمے میں حضرت کے پورے شریک ہیں اور جتنا ممکن ہو اشاعتِ علوم و افکار میں بھی معاونت جاری رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے درجاتِ جنت الفردوس میں بلند فرمائیں، متعلقین کو صبر و استقامت کی توفیق سے نوازیں۔ آمین

اس وقت علالت کی وجہ سے اس سے زیادہ لکھنا ممکن نہیں ہو سکا، میرا بیٹا مولانا محمد زاہد، استاذ حدیث و ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد، ماہنامہ الصیانہ، لاہور کا ادارہ یہ لکھتا ہے۔ اس نے حضرت پر اپنی حیثیت کے مطابق ایک ادارہ یہ لکھا ہے جس کی فوٹو سنٹیٹ بھی ارسال خدمت ہے مناسب سمجھیں تو اس کی بھی اشاعت کر دیں۔ والسلام



حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے فرمایا.....

صحابہ کرام رحمہم کی عظمت آئے گی تو شیعیت، مودودیت، خارجیہ نہیں آئے گی۔ صحابہ رحمہم کی عظمت کمزور ہوگی تو مودودیت بھی کمے گی، شیعیت بھی کمے گی اور خارجیہ بھی کمے گی۔

علم و عرفان کے مظہر اتم

کھ حضرت مولانا فیض احمد صاحب ☆

ولی کامل، مخدوم العلماء، قدوة الصلحاء والعرفاء حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین قدس سرہ شیخ العرب والعجم سید الاولیاء حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ اور سلطان الاولیاء والصلحاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار تھے۔ ان کے علوم و معارف کے امین و محافظ تھے۔ ان کے کمالات علم و عرفان کے مظہر اتم تھے۔

چند سال قبل راقم سطور نے حضرت والا کی خدمت عالیہ میں دو تین مرتبہ چکوال حاضری دی اور زیارت کا شرف حاصل کیا۔ ایک بار حضرت والا کے مدرسہ ”اظہار الاسلام“ میں نماز جمعہ پڑھنے اور حضرت کا خطاب سننے اور رات گزارنے کا موقع نصیب ہوا۔

حضرت والا مرتبت تقویٰ، مجاہدہ، لباس، وضع قطع، رہن سہن کی سادگی ہر خوبی و کمال میں اکابر دیوبند کا نمونہ تھے۔ بالخصوص حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا عکس اور پرتو تھے۔ عقائد و نظریات، اصول و فروع میں سلف صالحین پر اعتماد اور ان کی اتباع کے پر جوش داعی اور وکیل تھے۔ اتباع سلف کی شاہراہ ہدایت سے ذرہ برابر دائیں بائیں سرکنے کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت والا مرتبت کی تصنیفات و مقالات خصوصاً رسالہ ”حق چار یار“ اس پر شاہد عدل ہیں۔

حضرت اقدس کی علمی و دینی خدمات کا سب سے اہم اور جلی عنوان ”تحریک خدام اہل سنت پاکستان“ ہے جس کے آپ بانی و سرپرست تھے۔ اس تحریک نے مقام صحابہ رضی اللہ عنہم کی تشریح و توضیح میں خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے مقام رفیع کے بارے میں شاندار و جاندار اور تاریخ ساز کام کیا ہے جو تاقیامت ملت اسلامیہ کے لیے مشعل راہ کا کام دے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

حق و حقیقت کا اتباع، اس کا اظہار، اس پر اصرار و تکرار گویا حضرت اقدس کی فطرت ثانیہ بن گئے

تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت عشق کے درجہ میں تھی۔

حق پر جم جانا اور ڈٹ جانا آپ کا خاصہ لازمہ تھا۔ عزائم پر استقامت آپ کا شیوہ تھا۔ ولایہ خافون لومة لانم کا اس دور میں آپ اولین مصداق تھے۔

بفضلہ تعالیٰ بندہ رسالہ ”حق چار یار“ کا دائمی قاری ہے۔ علالت کے باوجود بالالتزام اس کا مطالعہ کرتا رہتا ہے۔ اس کی انتظامیہ کا احسان ہے اور میں اس پر شکر گزار ہوں کہ بدوں خاص تعارف یہ رسالہ اعزازی طور پر بندہ کو ملتا رہتا ہے۔ اس رسالہ میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے خطابات اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و افادات کے مطالعہ سے بندہ کو علمی، روحانی اور ایمانی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ دل کے نور و سرور میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ فالحمد للہ۔ حضرت اقدس مدرسہ اظہار الاسلام چکوال کے بانی اور سرپرست تھے۔ جس میں مسلمان طلباء و طالبات قرآن مجید حفظ و ناظرہ تجوید پڑھتے ہیں اور شعبہ کتب میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

کرامت

چند سال قبل پنجاب کے ایک وزیر اعلیٰ نے سیاسی اختلاف کی بنا پر بلا قصور حضرت والا مرتبت اور آپ کے مدرسہ کے اساتذہ و طلباء کے خلاف قتل کا جھوٹا مقدمہ کرادیا تھا اور سب کو گرفتار کر لیا گیا تھا، جس کی تفصیل جرائد و رسائل میں شائع ہو چکی ہے۔ بعد میں عدالت نے سب کو رہا کر دیا۔ پھر قدرت خداوندی نے اس ظالم اور اس کے خاندان کو ایسا کوڑا مارا کہ ان بطش ربک لشدید کی عملی تفسیر مشاہدہ میں آ گئی۔ سالہا سال سے وہ سب لوگ دنیا کی خاک چھان رہے ہیں۔ وزارت علیا، وزارت عظمیٰ، اقتدار، کاروبار سب ختم، یہ حضرت والا کی کھلی کرامت تھی۔ ”مسند امام احمد“ میں ایک مرفوع حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: نیک مسلمان کے عمر کے لحاظ سے چھ درجے ہیں۔ عمر جب چالیس کو پہنچے تو ایک خاص درجہ حاصل ہوتا ہے، پھر ۵۰ سال پر پھر ۶۰ سال پر پھر ۷۰ سال پر پھر ۸۰ سال پر پھر سب سے آخری اور اعلیٰ درجہ ۹۰ سال پر حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود بھی بخشا جاتا ہے۔ اور اس کی شفاعت سے اس کے اہل خانہ بھی بخشے جاتے ہیں۔ یہ حدیث مفہوم ہے۔ بندہ نے یہ حدیث مسند احمد میں خود پڑھی ہے۔ (طبع جدید ص ۸۷، ج ۴، حدیث ۱۲۸۶۶)

سبحان اللہ! حضرت والا کے مرتبہ علیا کے کیا کہنے کہ اللہ تعالیٰ جلد شانہ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت والا کو عمر کا اعلیٰ درجہ بھی مرحمت فرمایا کہ آپ کی عمر مبارک نوے سال سے زائد تھی۔ اللھم اغفرہ وارحمہ

امام اہل سنت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

کھ * مولانا قاری محمد حنیف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله وسلام على عباده الذين المصطفى

اپنی شہر کی زندگی میں جن علماء حق کو فتنوں کے تعاقب اور سرکوبی کرنے میں ہمیشہ بیدار اور مستعد پایا۔ ان میں قائد اہل سنت، وکیل صحابہ جن رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کا نام نامی سر فہرست ہے۔

آپ ایشیا کی معروف دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین مدنی رحمۃ اللہ علیہ، جس العلماء حافظ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساطین علم و عمل کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے۔ دارالعلوم دیوبند نے علم و عمل، زہد و ورع تقویٰ و تدین، فضل و کمال، جرأت و حق گوئی اور اخلاص و اتباع سنت کے حامل افراد کا جو قافلہ حق تیار کیا تھا حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مقدس قافلہ کے رہبر و اور ہم سفر تھے۔ تھلپ فی الدین، جذبہ جہاد اور فتنوں کے خلاف حتی الامکان مزاحمت و مقاومت میں حضرت قاضی صاحب علماء دیوبند کا شاندار نمونہ تھے۔ آپ کی تمام دینی، تبلیغی، تالیفی اور اصلاحی خدمات میں یہ رنگ نمایاں رہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ و گمراہ فرقوں کے تعاقب و استیصال اور ان کے خلاف زبان و قلم کے استعمال میں کبھی مدد سے کام نہیں لیا، عمر بھر جس چیز کو حق سمجھا اسے کسی مصلحت و منفعت کی رعایت کے بغیر بامح و حل بیان فرمایا اور اس راہ میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت، تعلق یا نسبت کو مانع نہیں بنے دیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے جہاں قادیانیت، رافضیت اور بہائیت جیسے فتنوں کے کفر و الحاد اور زلیغ و ضلالت کو برملا بیان فرمایا۔ وہاں اہل سنت و الجماعت کے عقائد اور مسلک حق سے انحراف کرنے والے افراد، جماعتوں اور

کر، ہوں گا جی بھر پور ملی تعاقب کیا اور اس بات کی اطمینان دلاؤں گی کہ ان کے اقدام سے کچھ افراد یا گروہ ناراض ہو جائیں گے۔ ان کی باری زندگی کم و بیش اس شعر کی تصویر بنی۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیکانے بھی نافوس

میں زہر ہلال کو کبھی کہہ نہ سکا قد

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اہل اور ملحد فرقوں کے لیے شمشیر بے نیام ہونے کے علاوہ ان افراد اور گروہوں کی بھی عالمانہ انداز میں تردید ضرور سمجھتے تھے۔ جو خود کو اہل سنت والجماعت یا علماء دین و بندگی طرف منسوب کرتے ہیں مگر بعض عقائد و نظریات میں ان کے برعکس رائے رکھتے ہیں، حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اس سلسلہ میں یہ تھا کہ اگر ایسے افراد یا گروہوں سے صرف نظر کیا جائے تو اس سے مسلک حق بمرحہ ہوتا ہے۔ لہذا ان لوگوں کو دور کرنے، صحیح اور غلط کو غلط و غلط ہونے سے بچانے کے لیے ان کی مدلل تردید ضروری ہے۔ اکام شریعت کی اتباع اور مسلک حق کی حفاظت آپ کے نزدیک تمام مسالحوں سے بالاتر تھی۔ اپنے اسی تعلق و حق پرستی کی بدولت آپ نے اپنے بعض مخلص احباب و رفقاء کی ہدائی کو برداشت کیا مگر عقیدہ و عمل پر کوئی آغہ نہ آنے دی۔ آج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم میں نہیں ہیں، ان کی شخصیت کو خراج تحسین پیش کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو ان علماء کرام ان کی طرح حق گوئی اور اخلاص و نصیحت کو اپنا نصب العین بنائیں اور شرک و بدعات، رسوم و رواج اور جہالت و مصیبت کے خلاف اسی طرح مردانہ وار جہاد کریں۔ جیسے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اکابر کی اقتداء میں اسلام کا پرچم بلند رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (کس نے نہیں)



حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا.....

تحریک خدام اہل سنت مردہ جمہوری سیاست کے تحت کوئی سیاسی جماعت نہیں بلکہ ایک مذہبی سنی تحریک ہے جو خصوصیت سے عظمت صحابہ کرام اور عقیدہ خلافت راشدہ کے تحفظ و فروغ کے لیے تحریری و تقریری طور پر کوشاں ہے۔ (ماہنامہ نوائے عالم، ۱۹۹۰ء، ص ۱۲۳)

☆ ان الزمان بمثلہ لنجیل

☆ کچھ امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر

ان کے سامنے جس طرح بولنا مشکل تھا، بالکل اسی طرح ان کے بارے میں لکھنا بھی مشکل ہے۔ ان کے تشریف لے جانے کی خبر دل پر زخم بن کر اترتی، وہ بلاشبہ امام العصر اور قافلہ اہل حق کے ”راہنما“ تھے۔

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا اپنے پھولوں کا پاساں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر ہائے وہ میر کارواں نہ رہا
قافلہ اہل حق کے ”مصروف عمل جوان“ ان جنات کی طرح ہیں جنہیں فتنوں اور شرارتوں سے بچانے کے لیے ”سلیمان علیہ السلام“ جیسے نگہبان کی ضرورت ہے۔ اس زمانے میں ان کا کردار حضرت سلیمان علیہ السلام کی کڑی نگرانی جیسا تھا۔ ان کے علمی، عملی اور تحقیقی عصا کے خوف سے بہت سارے فتنے، جوانانِ قافلہ سے، اور بہت سارے جوان (علماء) چمکدار فتنوں سے دور رہتے تھے۔ اب دل میں ایک ہوک سی اٹھی ہے۔ ایک بڑا بند ٹوٹ گیا ہے۔ یا اللہ خیر یا ارحم الراحمین خیر یا حی یا قیوم خیر فرمانا۔

اللهم تحرمننا اجرہ ولا تفتنا بعده۔ آمین

”غالیں“ یعنی غلو کی وجہ سے دین میں تحریفیں کرنے والے ”مبطلین“ یعنی باطل پرست جھوٹے۔ اور ”جاہلین“ یعنی جہالت کے ڈسے ہوئے تاویل باز۔ یہ سارے سانپ پٹاریوں سے باہر آ کر قوم کو نوچ رہے ہیں۔ اپنے اکابر کی طرف نسبت ”تنگ نظری“ کہلائی جانے لگی ہے۔ مسلکِ حقہ سے وفاداری، ”غیر مصلحت پسندانہ روش“ قرار پا چکی ہے۔ اپنوں کو ٹھوکر پر رکھنا اور غیروں کو گلے سے لگانا آج کی سیاست ہے۔ اہل بیت کرام کو اپنی آزاد عقل پر تو لٹا اور انہیں شکوک کے کٹہرے میں کھڑا کرنا۔ آج جدید تحقیق کہلاتا ہے۔ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔ پھبتیاں کسنا۔ آج کا علمی فیشن بن چکا ہے۔ شہداء

☆ زمانہ ان کی مثال پیش کرنے میں نجیل ہے۔

☆ امیر جمیش محمد و خدام الاسلام پاکستان

کر بلا کے پاکیزہ اجسام پر کوڑے برسانا آج تاریخ دانی کہلاتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت سے ہاتھ دھو بیٹھنا انصاف پسندی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی غلطیاں شمار کرنا روشن خیالی کہلاتا ہے۔

اور تو اور توحید کے لیے لازم قرار دے دیا گیا ہے کہ حیات رسالت مآب ﷺ کا برملا اور بھونڈا انکار کیا جائے۔ ان حالات میں اگر میری بھیگی آنکھیں ایک پر نور شخص کو تلاش کر رہی ہیں تو ان کا کیا تصور ہے؟ ہاں شیخ العرب والعجم حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے سچے جانشین اور خلیفہ کو..... ہاں ان کو جو دوائے دل پہنچتے نہیں بانٹتے تھے..... ہاں ان کو جن کا وجود اللہ تعالیٰ کی زمین پر رحمت تھا..... ہاں ان کو جن کے ہوتے ہوئے دل کو ہمہ وقت تسلی رہتی تھی..... ہاں ان کو جو اکابر علماء دیوبند کی چلتی پھرتی تصویر تھے..... ہاں ان کو جن کا سایہ سکون آور اور جن کی محبت ایمان افزاء ہوتی تھی..... ہاں ہاں ان کو جنہوں نے فتنوں کے خلاف چوکھی جنگ لڑی۔ اپنا سب کچھ لٹایا مگر مسلک حقہ سے شوشہ برابر دستبردار نہیں ہوئے۔ مگر وہ اب چلے گئے اپنی فحشوں کا شمر پانے۔ اپنی باعزیمت زندگی کا اجر پانے اب ان کی دید کے لیے آنکھیں ترستی ہی رہیں گی.....

ہیہات لایاسی الزمان بمثلہ

ان الزمان بمثلہ لبخیل

بے شک ان جیسی ”جامع ہستیاں“ زمانے میں بہت کم پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا جانا ایک اجتماعی نقصان ہے۔ اور اس لیے دل بہت بے چین ہے۔

دل گیا، صبر گیا، درد رہا رنج رہا

ہم نشین اپنے ظفر چند گئے چند رہے

پہلے ان کی زیارت طالب علمی کے زمانے میں ہوئی۔ وہ حج کے لیے تشریف لے جاتے ہوئے میری مادر علمی۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لائے تھے۔

جامعہ کے مہتمم سر مایہ اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے اکابر کے عاشق اور مسلک اہل حق کے مصلح و فادار تھے۔ وہ جامعہ میں ہر کسی کا بیان نہیں کر داتے تھے ان کا ذوق بلند اور معیار بہت اونچا تھا۔

وہ انہیں بڑے چاؤ کے ساتھ لائے۔ طلبہ کے سامنے ان کا بیان ہوا۔ بس اسی وقت سے ان کی آنکھیں، من موعنی صورت اور بلند شخصیت آنکھوں میں اتر گئی۔ بعد میں بہت نشیب و فراز آئے۔ مگر یہ

محبت بڑھتی ہی گئی اور یہ احساس دل میں پختہ ہوتا گیا کہ آپ مسلمانوں کے ”محسن“ اور زمانے کے امام ہیں۔ چند بار ملاقات نصیب ہوئی اور ہر بار دین کو نفع اور دل کو سکون ملا۔

پچھلے سال چکوال میں جلسہ تھان کی زیارت کی شدید خواہش دل میں کروٹیں لے رہی تھی۔ لوگوں نے کچھ باتیں بھی اڑادی تھیں۔ ان باتوں کے بارے میں اتنا ہی کہتا ہوں کہ اعوذ باللہ کسی نے بتایا کہ وہ بھی کچھ کچھ ناراض ہیں۔ مجھے اس کا یقین نہیں آ رہا تھا مگر پھر بھی دعا کر رہا تھا۔ رفقائے عرض کیا کہ جس طرح سے بن پڑے زیارت کرنی ہے بس چند منٹ یا چند لمحے ہی سہی۔ آنکھیں تو ٹھنڈی ہوں گی دل کو تو قرار ملے گا۔ ہمت میں تو اضافہ ہوگا اور وہ چہرہ سامنے ہوگا جو اسلام کی طرف بڑھنے والے ہر تیر کو روکنے کے لیے بے تاب رہتا ہے۔

الحمد للہ ملاقات کا اذن مل گیا۔ ہاں محبتوں بھری آخری ملاقات۔ یا اللہ آخرت میں بھی ”مقام خیر“ پر ملاقات نصیب کرنا وہ صاحب فراش تھے مگر بہت ہی شفقت اور محبت سے ملے۔ انہوں نے مسکرا کر جو پہلی نظر سے نوازا تو یقین جاننے دل خوشی سے لبریز ہو گیا وہ کوئی معمولی انسان تو نہیں تھے۔

وہ تو ان لوگوں میں سے تھے جن کے لیے بشارت ہے کہ انہیں ان شاء اللہ اسلام کے پہلے لوگوں جیسا اجر ملے گا۔ اس دن ان کی محبت عروج پر تھی اور وہ ملاقات کی پوری تیاری کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ پہلے انہوں نے عصر حاضر کے تمام فتنوں کے بارے میں عالمانہ درس دیا پھر کچھ کتابیں عنایت فرمائیں۔ پھر بعض کتابوں کے صفحات نمبر دکھائے کہ ان میں کون سی غلطیاں اور مغالطے ہیں ساتھ ساتھ یہ بھی دریافت فرماتے گئے کہ آپ کے پاس فلاں فلاں کتاب ہے؟ جواب اثبات میں ہوتا تو خوشی کا اظہار فرماتے اور اگر نفی میں ہوتا تو کتاب خریدنے کی تلقین فرماتے۔ اس دوران ہم سب مہمانوں کو غالباً دودھ بھی پلایا گیا غالباً اس لیے لکھ رہا ہوں کہ مجھے صحیح طرح سے یاد نہیں کہ کیا کھایا اور کیا پیا؟ میں تو علم، عمل اور اخلاص کے اس نابغہ العصر پیکر کی زیارت میں گم تھا اور ان کی ایک ایک بات کو اپنے دل و دماغ میں اتار رہا تھا۔ ہاں ایسی غنیمت کی گھڑیاں مجھ جیسے در بدر کی ٹھوکریں کھانے والے کم نصیب کو کم ہی نصیب ہوتی ہیں۔ اچانک انہوں نے بستر کے ایک کونے سے پہلے سے تیار رکھے ہوئے کچھ روپے اٹھائے اور مجھے عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا! جہاں چاہیں خرچ کر دیں یہ میری طرف سے ہیں۔ وہ پانچ ہزار روپے تھے زمانے کے امام کی طرف سے مجاہدین کے لیے انمول ہدیہ بابرکت صدقہ، زخموں کا مرہم اور اپنے پیارے اعتماد کا کھلا اظہار۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے ”خلاف عادت“ ان

وہاں کو مضبوطی سے تھاما۔ دلوں ہاتھوں سے پکڑا اور ادب و احترام کے ساتھ انہیں محفوظ کر لیا۔ بعد میں یہ لوگ کھانا بنگ کے ایک کمانڈر کو اس قعر کے ساتھ بھجوا دیے کہ بہت اونچی بستی کی طرف سے بہت بابرکت مال ہے اسے سامان حرب کے خریدنے میں شامل کر لیں۔ پہلے کسی بھی ملاقات میں مجھے ان کے سامنے کچھ زیادہ بولنا پڑا نہیں ہے۔ مگر اس دن ان کی شفقت نے دل کی بات زبان سے ادا کر دادی۔ میں نے عرض کیا حضرت آپ کا امت پر بہت بڑا احسان ہے۔ نو جوان ملاہ کرام حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی محبت سے محروم ہوتے جا رہے تھے اور انھوں نے ان کے بغض میں جتا بورہ تھے۔ آپ کی انتھک اور بے ٹکی لپٹی محنت کی بدولت الحمد للہ بہت سارے خوش نصیب اس موذی فتنے اور گناہ بے لذت سے محفوظ ہیں۔ میں نے خود کئی ملاہ کرام سے کہا کہ اپنے دل میں جھانک کر دیکھو حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی محبت ہے یا نہیں؟ کیا ان کی ذات سے ایک طرح کی غیر محسوس دوری اور اجنبیت ہمارے دلوں میں نہیں ہے؟ جواب میں اکثر نو جوان ملاہ کرام نے اس مرض کا اعتراف کیا۔ اور توبہ تاب ہوئے۔ حضرت! یہ آپ کا ایک احسان ہے۔ جبکہ آپ کے اور بھی بہت سارے احسانات ہیں۔ یہ بات سن کر وہ حیران ہوئے اور فرمانے لگے کہ واقعی ان کی خلافت کے وہی دلائل ہیں۔ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ وہ بارونق، بابرکت اور ایمان افروز ملاقات ختم ہو گئی۔

ابھی تک اس ملاقات کی لذت اور سرشاری دل و دماغ میں باقی تھی کہ ان کے وصال پر ملال کی خبر آ گئی۔ بندہ بہت دور تھا۔ جنازے کی سعادت سے محروم رہا۔ اس چند ماہ کی در بدری میں معلوم نہیں کیا کیا جنم گیا۔ حضرت اقدس امام اہل سنت مولانا قاضی حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس جہان فانی سے تشریف لے گئے۔ امام العارفین حضرت مولانا محمد عرفان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے۔ اور مبلغ اسلام حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فراق دے گئے۔ بڑے لوگ آہستہ آہستہ جا رہے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے اہل علم، امام اہل سنت کا ساتھ ارحمال ایک ایسا "اجتماعی صدمہ" ہے کہ ہر کوئی اپنے آپ کو زیادہ غم زدہ اور متاثر سمجھ رہا ہے۔ کون کس سے تعزیت کرے؟ اور کون کس کے ساتھ غم بانے؟

ہم سب مل کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے رفع درجات کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے غم اور صدمے کا داما لگھتے رہیں؟ اور حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک آثار و مقاصد کی حفاظت کے لئے اس رب کے حضور التماس کرتے ہیں۔ جو "الہائی" بھی ہے اور "الوارث" بھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی صبر عند مبرنا معسر و اولادہ و صحابہ و سلم

بزمِ مدنی رحمۃ اللہ علیہ..... کے آخری چراغ

☆ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب

موت ہر انسان کے لئے مقدر ہے اور اس کی خبریں روزانہ ہمارے کانوں میں پڑتی رہتی ہیں مگر بعض موتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ کانوں اور آنکھوں سے گزر کر دل و دماغ کو نہ صرف متاثر کرتی ہیں بلکہ تڑپا دیتی ہیں اور ان کی جھین برسوں محسوس ہوتی ہے۔ انہیں میں قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کا حادثہ وفات ہے، آپ کی موت کسی عام انسان کی موت نہیں ہے بلکہ ایک عالم باعمل ایک فاضل اجل، ایک داعی بے بدل، ایک مجاہد ملت، ایک شیخ طریقت اور ملک و ملت کے لیے درد مند اند پر سوز دل رکھنے والی شخصیت کی موت ہے.....

وما کان فیہ ملکہ ہلک واحد ولكنہ بنیان قوم تہدما

اس دورِ پرفتن میں ملت کے مشکل مسائل حل کرنے اور الجھی ہوئی گتھیوں کے سلجھانے کے لیے جن دو چار ہستیوں کی طرف نگاہ اٹھتی تھی ان میں آپ کو نمایاں مقام حاصل تھا، حق بات کہنا حق کے لیے لڑنا حضرت مرحوم کا خاص امتیاز تھا۔ اس بارے میں کسی قسم کی مہانت کا آپ کبھی شکار نہیں ہوئے نہ وقت کی مصلحتوں نے آپ کو کبھی اظہار حق سے روکا۔ آپ نے اسی اظہار حق کی خاطر اپنے بعض ان رفقاء سے بھی رشتہ توڑ لیا جنہوں نے آپ کا زندگی بھر کا ساتھ تھا اور یہ بات کبھی کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آئی تھی کہ حضرت مرحوم کا رشتہ ان سے بھی نوٹے گا۔ مگر حضرت کے نزدیک رشتہ اور قربت سے زیادہ، اہم چیز تھی عقیدہ و مسلک کی حفاظت، اسلاف کے ناموس کا دفاع، اس کے لیے حضرت نے کسی طرح کی کوئی سودے بازی نہیں کی اور نہ ہی جس چیز کو آپ نے حق جانا اس کے اظہار سے کبھی آپ کی زبان خاموش رہی خواہ اس کے لیے آپ کو بڑی سے بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑی۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ و مسلک کے اعتبار سے اکابر دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کے سچے جانشین تھے، دیوبندیت اپنی پوری روح کے ساتھ آپ کے اندر رچی بسی ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے قلم اور زبان نے ہر باطل اور ہر فتنہ کا مقابلہ کیا اور کبھی کسی تساہل کا شکار نہ ہوئے۔

راقم کی حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

ناچیز راقم الحروف کو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن ہی سے عقیدت و محبت تھی۔ جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ہمارے محلہ کی مسجد (پڑولیاں) کے امام و خطیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کانوں میں پڑتا رہتا تھا۔ مولانا مرحوم کی بدولت ہمارے خاندان کے بہت سے افراد حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ راقم الحروف کے بڑے بھائی نایاب الدین صاحب پابندی سے ہر سال ہمیں سنی کانفرنس میں شریک ہوتے تھے۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت قاضی صاحب مرحوم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور راقم الحروف کے والد مکرم کو حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی جذباتی اور عشق کی حد تک لگاؤ تھا جس کی وجہ سے گھر میں عموماً حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اجل خلفاء کا تذکرہ رہتا تھا۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم سے عقیدت و محبت میں احقر کے ساتھ پیش ہونے والے ایک واقعہ نے بھی ہمیں ہمز کا کام دیا، کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ناچیز مکتبہ میں اپنے کام میں مشغول تھا۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید مولانا عبدالوحید اشرفی بھی بیٹھے ہوئے تھے، ان دنوں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے لوگوں کے نام کھلے خط شائع کیے تھے۔ اس کے متعلق بات چلی تو ناچیز کے منہ سے حضرت کے متعلق چند ناشائستہ کلمات نکل گئے، کلمات نکلنے کی دیر تھی کہ کاؤنٹر پر لگا ہوا شیشہ ٹوٹ گیا۔ اور راقم کے پاؤں پر اس زور سے لگا کہ پاؤں اچھا خاصا زخمی ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے دیکھ کر فرمائی راقم کو فوراً خنبہ ہوا۔ اشرفی صاحب نے بھی توجہ دلائی کہ ضرور یہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بے ادبی کی سزا ملی ہے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور آئندہ ہمیشہ کے لیے حضرت کی نسبت اپنا دل صاف کر لیا۔ اس واقعہ کے بعد سے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت میں انسانہ ہو گیا اور آپ سے ملاقات کا اشتیاق ہونے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ ملاقات کے اسباب پیدا ہو گئے اور چکوال جا کر حضرت کی زیارت کی سعادت حاصل کی، اس سفر میں راقم الحروف نے جو دینا چاہا جو پایا جی چاہتا ہے کہ اسے نذر قارئین کر دیا

جائے۔ شاید کوئی بات کسی کے کام آجائے۔

جون ۱۹۹۵ء کی بات ہے کہ سنی کانفرنس بھیس میں شرکت کی غرض سے حضرت قاضی صاحب بیہیہ کے بہت سے متوسلین و مریدین کا قافلہ مولانا حکیم حافظ محمد طیب صاحب مرحوم کی قیادت میں ذیلدار روڈ اچھرہ سے چکوال جا رہا تھا۔ مولانا عبدالوحید اشرفی صاحب نے راقم سے کہا کہ حضرت قاضی صاحب بیہیہ سے ملاقات کا یہ بہت اچھا موقع ہے تم بھی چلنے کا پروگرام بنالو۔ راقم الحروف نے اشرفی صاحب کی ترغیب و تحریص پر قافلہ کے ہمراہ چکوال جانے کا پروگرام بنالیا، چکوال پہنچ کر مدنی مسجد میں ہمارا قیام ہوا۔ کچھ ہی دیر گزاری تھی کہ حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر بیہیہ سے ملاقات ہوگئی حضرت مل کر بہت خوش ہوئے یہاں کچھ وقت گزار کر بھیس جانا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت قاضی صاحب بیہیہ قافلہ کے ساتھ تشریف لے آئے اور ماسٹر یوسف صاحب کے مکان کے بالائی حصہ میں قیام فرمایا، ناچیز ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا مریدین و متوسلین کا رش تھا اس لیے پیچھے ہی بیٹھ گیا رش کم ہوا تو آگے بڑھ کر حضرت سے مصافحہ کیا، اشرفی صاحب نے تعارف کروایا، حضرت کی زیارت سے دل کو بہت سکون ہوا۔

حضرت کا سراپا!

حضرت کا سراپا کیا ہے یوں لگتا تھا گویا آپ لعلک باخع نفسک ان لایکونوا مؤمنین کی مجسم تصویر ہیں، نحیف و نزار بدن، نورانی چہرہ جس پر سفید لباس، دھیمی آواز، سب آنے والوں سے مصافحہ فرماتے اور مسکرا کر ملتے، میں حضرت کے قریب بیٹھ گیا۔ جلد ہی بے تکلفی ہوگئی، آپ ”ملی یک جہتی کونسل“ کے قیام پر دکھ کا اظہار فرما رہے تھے، فرمایا! جن کو کل تک کافر کہتے تھے آج ان کو مسلمان قرار دے دیا۔ اکابر کی محنت پر پانی پھیر دیا۔

مسئلہ تکفیر

باتوں باتوں میں راقم نے عرض کیا کہ حضرت بہت سے لوگ شیعوں کو علی الاطلاق کافر نہیں کہتے اس بارے میں جناب کی کیا رائے ہے؟ فرمایا! بات یہ ہے کہ یہ ہمارے ذمہ نہیں کہ ہم تحقیق کرتے پھریں کہ کس کا کیا نظریہ و عقیدہ ہے اس کے مطابق حکم لگاتے رہیں، اگر ایسا ہوتا تو پھر تو لاہوری مرزائیوں کے متعلق بھی سوچنا پڑتا آخر وہ بھی تو مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے۔

۱۰ (ترجمہ) ۱۱ (ترجمہ) ۱۲ (ترجمہ) ۱۳ (ترجمہ) ۱۴ (ترجمہ) ۱۵ (ترجمہ) ۱۶ (ترجمہ) ۱۷ (ترجمہ) ۱۸ (ترجمہ) ۱۹ (ترجمہ) ۲۰ (ترجمہ) ۲۱ (ترجمہ) ۲۲ (ترجمہ) ۲۳ (ترجمہ) ۲۴ (ترجمہ) ۲۵ (ترجمہ) ۲۶ (ترجمہ) ۲۷ (ترجمہ) ۲۸ (ترجمہ) ۲۹ (ترجمہ) ۳۰ (ترجمہ) ۳۱ (ترجمہ) ۳۲ (ترجمہ) ۳۳ (ترجمہ) ۳۴ (ترجمہ) ۳۵ (ترجمہ) ۳۶ (ترجمہ) ۳۷ (ترجمہ) ۳۸ (ترجمہ) ۳۹ (ترجمہ) ۴۰ (ترجمہ) ۴۱ (ترجمہ) ۴۲ (ترجمہ) ۴۳ (ترجمہ) ۴۴ (ترجمہ) ۴۵ (ترجمہ) ۴۶ (ترجمہ) ۴۷ (ترجمہ) ۴۸ (ترجمہ) ۴۹ (ترجمہ) ۵۰ (ترجمہ) ۵۱ (ترجمہ) ۵۲ (ترجمہ) ۵۳ (ترجمہ) ۵۴ (ترجمہ) ۵۵ (ترجمہ) ۵۶ (ترجمہ) ۵۷ (ترجمہ) ۵۸ (ترجمہ) ۵۹ (ترجمہ) ۶۰ (ترجمہ) ۶۱ (ترجمہ) ۶۲ (ترجمہ) ۶۳ (ترجمہ) ۶۴ (ترجمہ) ۶۵ (ترجمہ) ۶۶ (ترجمہ) ۶۷ (ترجمہ) ۶۸ (ترجمہ) ۶۹ (ترجمہ) ۷۰ (ترجمہ) ۷۱ (ترجمہ) ۷۲ (ترجمہ) ۷۳ (ترجمہ) ۷۴ (ترجمہ) ۷۵ (ترجمہ) ۷۶ (ترجمہ) ۷۷ (ترجمہ) ۷۸ (ترجمہ) ۷۹ (ترجمہ) ۸۰ (ترجمہ) ۸۱ (ترجمہ) ۸۲ (ترجمہ) ۸۳ (ترجمہ) ۸۴ (ترجمہ) ۸۵ (ترجمہ) ۸۶ (ترجمہ) ۸۷ (ترجمہ) ۸۸ (ترجمہ) ۸۹ (ترجمہ) ۹۰ (ترجمہ) ۹۱ (ترجمہ) ۹۲ (ترجمہ) ۹۳ (ترجمہ) ۹۴ (ترجمہ) ۹۵ (ترجمہ) ۹۶ (ترجمہ) ۹۷ (ترجمہ) ۹۸ (ترجمہ) ۹۹ (ترجمہ) ۱۰۰ (ترجمہ)

وقت کچھ لوگوں کو زیور فرما رہے تھے، ہم خاموشی سے بیٹھ گئے جب لوگ اٹھے تو آگے بڑھ کر مصافحہ کیا، حضرت نے سکر اتے ہوئے ٹیڑھت درخت کی اور پوچھا کہ رات آرام سے رہے، ناچیز نے عرض کیا کہ الحمد للہ بہت سکون سے رات گزری، والد صاحب کے متعلق استفسار فرمایا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ وہ سونے اور چاندی کا کام کرتے تھے، پھر میں نے بتلایا میں حاجی اشفاق الدین صاحب مرحوم کا بھتیجا ہوں وہ میرے گئے چچا تھے اس پر سرت کا اظہار فرمایا، اور فرمایا کہ بھئی وہ تو ہمارے بہت قریب تھے اکثر آتے جاتے تھے، حضرت نے فرمایا کہ میرا اکثر لاہور آنا جانا رہتا تھا، میں نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت ہم بہت چھوٹے تھے، حضرت سے باتیں ہوتی رہیں۔

ماہنامہ انوار مدینہ پر تبصرہ

درمیان میں "انوار مدینہ" کی بات آئی، فرمایا: ہم اسے مسلک کا ترجمان سمجھتے ہیں اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہونی چاہیے جو مسلک سے متصادم ہو، میں نے عرض کیا کہ حضرت ہم یہ رسالہ حضرت سید نعیم شاہ صاحب کی رہنمائی میں نکالتے ہیں۔ اس پر سرت کا اظہار فرمایا، مولانا عبد الوحید اشرفی نے انوار مدینہ کا ایک شمارہ نکال کر دیا۔ آپ نے اس میں سے حضرت مولانا عاشق الہی ریسیدہ کی اپیل کا مطالعہ فرمایا، یہ اپیل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا ریسیدہ کے ایک خلیفہ مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب اور حضرت مولانا عاشق الہی صاحب ریسیدہ دونوں کی طرف سے حضرت شیخ الحدیث صاحب ریسیدہ کے خلفاء کے نام تھی جس میں "اکابر کا مسلک و مشرب" کے نام سے لکھی جانے والی کتاب کا بھرپور انداز سے محاسبہ کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔

اسی اثناء میں چند احباب بیعت ہونے کے لیے آئے آپ نے انہیں بھی بیعت فرمایا تسبیحات ستہ تلقین فرمائیں اور تاکید کی کہ وقت مقرر کر کہ یہ تسبیحات صبح و شام ضرور پڑھا کریں۔

مروجہ مجالس ذکر پر تبصرہ

میں نے عرض کیا کہ حضرت انوار مدینہ کے اگلے شمارہ میں مروجہ مجالس ذکر سے متعلق مفتی عبد الواحد صاحب کا ایک مضمون آ رہا ہے فرمایا ٹھیک ہے لیکن ڈاکٹر صاحب سے سے کہنا کہ محتاط ہو کر لکھیں، آج کل ان مجالس کا بڑا شیوع ہو رہا ہے۔ پھر فرمایا: ہمارے اکابر کا یہ طریقہ نہ تھا، فرمایا ایک دفعہ میں اور مولانا عبد اللہ انور صاحب ریسیدہ اکٹھے تھیں آپاؤ جا رہے تھے، میں نے کہا کہ مولانا یہ کیا نیا طریقہ چل پڑا

ہے، فرمایا: دو بہت بھولے تھے، "فرمانے لگے ابا جان نے مجلس ذکر بند کر دی تھی لیکن پھر کچھ علماء کے اصرار پر شروع ہو گئی۔"

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ صاحب کی تعریف فرماتے رہے اور ان کے حال احوال دریافت کئے۔ تحریر کیا گیا کہ وہ بیچے دو پیر کو احقر نے حضرت سے واپس جانے کی اجازت چاہی، خوشی سے اجازت مرحمت فرمائی گئی سے لگایا، دعا کیں دیں اور فرمایا میرا سب سے سلام کہنا۔

اگلے سہ ماہی جون ۱۹۶۸ میں مجلس کا غرض کے موقع پر حضرت کی زیارت کی نیت سے سنی قافلہ کے ہمراہ دوبارہ چھوٹا جانا ہوا، حسب سابق باسٹریوسف صاحب کے مکان کے بالائی حصہ میں حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا حضرت پہلے سے بھی زیادہ بشارت سے ملے اور خوشی کا اظہار فرمایا، واپسی کی اجازت لینے وقت ایک ساتھی نے کانپا پیش کیا کہ حضرت کچھ نصیحتیں تحریر فرمادیں۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی نصیحت۔

فرمایا: اس وقت تو تھکا ہوا ہوں بس یہ نصیحت ہے کہ حق چار یا پانچ روز کے غرے لگاؤ، سارے وقتوں کا صلہ اسی میں ہے، خارجیوں کا شیعوں کا سب کا صلہ یہی ہے "ساتھیوں کے اصرار پر حضرت نے درج ذیل: صحائف تحریر کر دیے۔۔۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدہ توحید اور رسالت کے بعد مذہب انبی سنت و جماعت کا اصولی عقیدہ قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کا ہے۔ یعنی حضور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد حق تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق صفائے راشدین کا اسلامی نظام حکومت قائم رہا ہے۔ قرآن مجید کی آیت استکشاف اور آیت تحکیم کا یہی تقاضا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا من بعث منکم بعدی فیسری اختلافاً کبیراً فعلیکم بستی و سعة الخلقاء المومنین المہدیین اس حدیث شریف میں سنت رسول ﷺ کی پیروی اور آپ کے بعد آنے والے صفائے راشدین کی پیروی کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اور شرح حدیث نے صفائے راشدین کا صدیق صفائے ارجو کو قرار دیا ہے۔ یعنی امام اکثفاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ آیت استکشاف، آیت تحکیم اور حدیث پاک کی

روشنی میں تحریک خدام اہل سنت والجماعت نے موجودہ حالات میں خلافت راشدہ کے جواب میں ”حق چار یار جنت“ کا اعلان شروع کیا ہے۔ حق تعالیٰ تمام اہل سنت کو حق چار یار جنت کا تحفظ اور اس کی تبلیغ کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

والسلام
خدام اہل سنت
مظہر حسین غفرلہ

۲۳ محرم ۱۴۱۷ھ ۱۱ جون ۱۹۹۶ء

اس کے بعد ہم حضرت سے اجازت لے کر چلے آئے یہ حضرت سے آخری ملاقات تھی، اس کے بعد چکوال جانا نہیں ہوا۔ البتہ دیگر ذرائع سے حضرت سے رابطہ رہا۔

۲۰۰۳ء میں حضرت کے چھوٹے داماد مولانا زاہد حسین صاحب رشیدی نے حضرت بیٹے کے حکم پر دورہ حدیث شریف کے لیے جامعہ مدینہ میں داخلہ لیا تو ان کے ذریعہ حضرت بیٹے سے رابطہ ہوتا رہا۔ جب بھی زاہد صاحب گھر جاتے تو حضرت کو سلام پہنچاتے اور دعاء کے لیے عرض کرتے۔

جادو کے توڑ کے لیے ایک عمل

حضرت قاضی صاحب بیٹے نے حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی بیٹے کو جادو کے توڑ کے لیے ایک مختصر عمل بتلایا تھا، ناچیز کو اس عمل کی ضرورت تھی۔ زاہد صاحب سے ناچیز نے عرض کیا کہ حضرت سے وہ عمل معلوم کر کے ناچیز کے لیے اس کی اجازت لے لیں۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر سے نوازیں، انہوں نے حضرت سے عرض کیا تو حضرت نے بکمال شفقت وہ عمل عطا فرمایا اور آگے بتلانے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی، آج کل چونکہ جادوؤں کا زور ہے ہر گھربا لخصوص اہل حق کے گھر اس کا شکار ہیں۔ اس لئے راقم الحروف حضرت کے اجازت مرحمت فرمانے پر یہ عمل درج کر رہا ہے۔ تاکہ جو اس سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ فائدہ اٹھائے.....

ثنا ثنا ثنا . لنا لنا لنا اونٹ بیٹ جو کرے سومرے

ونزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين الا خسارا

ہر روز بعد نماز فجر ایک سوا یک (۱۰۱) مرتبہ پڑھنا ہے۔ اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ۔

رافضیت، ناصیت، خارجیت اور مودودیت کے خلاف تنہا وہ کام کیا جو ایک جماعت سے بھی ممکن نہیں۔
آپ پاکستان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی بزمِ رشد و ہدایت کے
آخری چراغ تھے۔ جن کے دم قدم سے یہ بزم روشن و منور تھی۔ آپ کے اٹھ جانے سے یہ بزم سونی ہو
گئی۔ اور حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے براہ راست فیض یافتہ خلفاء کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

بنا کردند خوش رسے بخون و خاک غطیدن

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طنیت را



محمد نبی ﷺ

واللہ خیر الرازقین

اللہ بنا جل جلالہ

ختم نبوت زندہ باد

خلافتِ راشدہ حق چارپارہ

یا اللہ مدد

سعد کریانہ سٹور

نزد مدرسہ اہل سنت حیات النبی مین بازار ٹمن

شیخ العرب والجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کا حضرت قائد اہل سنت کو
خرقہ خلافت عطا کرنا آپ کی علمی و روحانی تربیت پر بین دلیل ہے



دیدہ اور

کھ مولانا قاری حمید الرحمن صاحب ☆

ہزاروں سال زمیں اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ اور پیدا

معبود برحق کے وہ عبد صالح جن کے خواطر ایمان و ایقان کی متاع گرانمایہ سے محفوظ ہوتے ہیں اور ان کے اعمال ضوفشانی تقویٰ سے ضیاء بار ہوتے ہیں۔ وہ احسن الکتاب کتاب اللہ کی زبان میں "اولیاء اللہ" کہلاتے ہیں۔ اور وہ نفوس قدسیاں ہی اصل میں جبین انسانیت کا حسین جھومر ہوتی ہیں۔ شرف آدمیت کا دل آویز شاہکار بنتی ہیں اور عالم بشریت کا وقار ٹھہرتی ہیں ان پر کرۂ ارضی کے باسی فخر کرتے ہیں کہ یہ ارض لاملتہا کا نمک ہوتے ہیں اور کائنات سماوی پر لمسنے والے فرحان و نازاں کہ یہ ان کی آبر و قرار پاتے ہیں۔ فرش خاکی کے یہ یکین ملاء اعلیٰ کے حضور وہ قرب و نیاز حاصل کرتے ہیں جو کسی انسان کے حاشیہ خیال سے بھی ماوراء اور ورطہ تصور بالا سے خالی ہاتھ دیکھائی دینے والے یہ فاقہ مست دولت دل سے اس قدر نصیبہ لیے ہوئے ہوتے ہیں ان پر بادشاہت مفت اقلیم بھی قربان کی جاسکتی ہے۔ جہی تو آسمانوں کے قدسی مفات فرشتے بھی زمین کی پستیوں پر رہنے والے ان خرقہ پوشوں پر رشک کرتے ہیں.....

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی اگر ارادت ہو تو دیکھ ان کو

ید بیضاء لیے پھرتے ہیں استیوں میں

سچ یہ ہے کہ یہ پاک باز و پاک شعار نفوس مقدسہ اپنے نفس کے حاکم ہوتے ہیں ہواء نفس کے محکوم نہیں۔ ہر حال و ہر ماحول اور ہر قسم و ہر طریق میں صرف اپنے پالنے والے کے فرمانبردار و مطیع رہتے ہیں کسی غرور

وقت و فرعون و حر کے ماتحت نہیں۔ انہیں نہ تو کسی غلامی کی طاغوتی طاقت جھکا سکتی ہے اور نہ کوئی بد شرشت و بد قسمت حکمران اپنے لاؤٹھکر کے ذریعہ زیر کر سکتا ہے۔ نہ حرص و آرزو مجبور ٹھہرا سکتی ہے اور نہ ہی طمع و لالچ اثر ڈال سکتی ہے۔ یہ تانہا کہ روشن سینوں اور کشادہ و فراخ جبینوں والے ایسے آہنی عزائم و ناقابل شکست جذبات و احساسات کے مالک ہوتے ہیں کہ دنیا ان کے کردار پر ششدر و حیران اور اہل دنیا انگشت بدعماں و سرگرمیاں ہوتی ہے۔ ان کی جرأت ایمانی، لائق رشک ہمت مردانی، قابل تحید اور استقلال و شجاعت بے مثل و بے نظیر قرار پاتی ہے۔ یہ آسمان وقت پر تابندہ ستاروں کی طرح جھگمگاتے اور اللہ کی بچائی ہوئی زمین پر قدیل منور بکریاں پاشیاں کرتے ہیں۔ جب بقیہ حیات ہوتے ہیں تو مردہ دلوں میں حیاتیاں بانٹتے ہیں اور جب موت سے ہٹکار ہو کر منوں مٹی میں جاتے ہیں تو من کی عمری میں امن و آشتی کی جوت جگاتے ہیں، تسکین و طمانیت۔ اور اپنی یاد کے آب زلال کے چشمے رواں فرماتے ہیں۔

اس راہ و فاکے راہیوں میں سے ایک جلیل القدر رہبر و اور جادہ حق کے حدی خوانوں میں سے ایک ذات حق کی تحقیق کا مظہر حسین قاضی مظہر حسین صاحب چکوالی بھی تھے۔ جو محض خوش معاملگی کی بنا پر قائم اہل سنت نہیں تھے اور نہ ہی فقط خوش عقیدگی کے باعث وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم کہلاتے تھے۔ بلکہ حقیقتاً ہمہ جہت متنوع شخصیت اور ہمہ رنگ گونا گوں صفات سے متصف تھے۔ وہ جہاں ایثار و قربانی کا قابل رشک اور استقامت و عزیمت کا لائق تقلید نشان منزل تھے، وہاں زہد و ورع کا جبل ہمالیہ، حلیم و رضا کا منارہ نور اور فکر و عمل کا نہایت حسین سنگم بھی تھے۔ جب تک زندہ رہے اپنے اور بیگانے سبھی ان پر حیر پاشی و سنگ زنی کرتے رہے اور جب زندگی اپنی حقیقت کھو بیٹھی اور وہ سوئے دار سے کوئے یار جا بردار ہوا ہوئے۔ تو اب وقت کا مورخ انہیں بہادری و جرأت کی تاریخ کا عنوان دینے لگا ہے۔ سودوزیاں سے بے نیاز اور بطل حریت بتانے لگا ہے۔ عہد وفا کا کوہ استقامت اور حق گوئی و حق پرستی کا مشعل منور بتانے لگا ہے۔ یگانہ روزگار مصلح امت اور فقر یوزر و مسلمان کی روایات کا امین لکھنے لگا ہے۔

..... تلک الایام لنداولہا بین الناس

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہل وطن

یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اعزاز کیساتھ

آج سے تقریباً چار دہائیاں پیشتر جب میں ۱۹۶۳ء میں سب سے پہلے دارالعلوم عید گاہ کبیر والا

میں مدرس و معلم کی حیثیت سے داخل ہوا۔ اور دس بارہ برس کی عمر میں اپنی دینی تعلیم کی تحصیل و تکمیل کا آغاز کیا تو وہاں سلطان المناظرین حضرت دیر کی تصنیف لطیف "آفتاب ہدایت" اور آنجنابی مرزا قادیانی علیہ ماعلیہ کیساتھ مناظرہ کی مطبوعہ روئیداد "تازیانہ عبرت" نظر نواز مطالعہ ہوئیں اور اسی زمانہ میں ان کے نور نظر و لخت جگر اور فاضل فرزند حضرت قاضی صاحب کا غائبانہ تعارف بھی ہوا، جو مرد زمانہ کے ساتھ ساتھ تحریم و تحریم کے سانچے میں بدلتا اور عقیدت و تقدیس کے قالب میں ڈھلتا چلا گیا۔

دارالعلوم میں اگرچہ تھانوی و مدنی دونوں مکاتب فکر کی کارروائی و کارفرمائی موجود تھی۔ تاہم حضرات اساتذہ کرام کی غالب اکثریت کا طبعی میلان قلبی جمہاد حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کے فکری دبستان کی طرف ہی تھا۔ اور وہ گاہ گاہ ان کے مجاہدانہ کارناموں اور شجاعانہ واقعات سے محفوظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایسے میں ظاہر ہے بالخصوص ان طلباء کے اذعان و قلوب کا متاثر ہونا بدیہی امر تھا۔ جن کا من کورے کاغذ کی طرح اجلاء اور نئے ظرف کی مانند صاف ستھرا تھا۔ سو ہم بھی اثر لیئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور تمام تر احترام و تکریم کے باوجود حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمۃ کے برعکس حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرتدہ کو دل و جان سے چاہنے اور عقیدت کرنے لگے اور جب چاہت کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں تو اس کی حدود کے دائرے بھی لازماً لالچ و دود ہو جاتے ہیں اور بربط دل پر حسب الحسب حسب کے ساز جیڑتے اور مدبھرے نغے وجود میں آنے لگتے ہیں۔ سچ کہتے ہیں کہنے والے کہ محبت اندھی ہوتی ہے اور سودائی بھی۔ جسے اس کی چاٹ لگ جاتی اور لت پڑ جاتی ہے وہ یا تو کسی کام کا نہیں رہتا یا برفن مولا ہو کر سب کام کرنے لگتا ہے۔ غرض جب اپنے من میں شیخ مدنی کی "چاہ" کی جوت جاگی تو انہیں چاہنے والوں کو بھی چاہت کی جلو میں لے لیا ہے۔ چونکہ حضرت دیر کے دلہند و جگر بند بھی انہیں کے چاہنے والوں میں سے تھے اور ان سے دو گونہ تکیزی و مریدی کا رشتہ بھی رکھتے تھے۔ لہذا یہ بھی ہماری چاہت کے دائرے میں در آئے۔ اور ہم بن دیکھے ہی ان سے عقیدت و محبت کا اظہار کرنے لگے۔ گو پہلی بار انہیں دیکھنے کی سعادت کبیر والا کے ایک جلسہ میں ہی ان کی تشریف آوری پر حاصل ہوئی تھی۔ لیکن اس کی حیثیت خیال و خواب اور سراب سے زیادہ کی نہیں۔ بنا بریں اس حوالے سے کچھ بھی یاد نہیں ہے۔ ان کی شرف لقاء باقاعدہ شرف ہونے کا وقت قدرے بعد میں نصیب ہوا۔ اور چونکہ شیخ مدنی کے حلقہ داروں میں سے پیر خورشید احمد، مفتی محمد عبداللہ اور مولانا خاندان بخش سے قرب مکانی کے باعث نفسی چاہت میں کمی ہوتی رہی اور ان سے وقتاً فوقتاً کی ملاقات ڈھارس دل کے لیے

مرد و معاون بنی رہی۔ سو ہم بیقاری خاطر کے خطرہ سے بے نیاز تحصیل علم میں لگن رہے۔ تا آنکہ اللہ جی نے ان کے دیدار و زیارت کی ایک پروقار سبیل پیدا فرمادی اور وہ اس طرح کہ ۱۹۶۹ء کو میں دورہ حدیث کے لیے جامعہ مدینہ لاہور میں داخل ہوا اور اس کے اختتام پر چند احباب نے سید حامد میاں سے درخواست کی کہ کیا ہی اچھا ہوا اگر فاضل طلباء کی دستار بندی کے لیے پاکستان میں موجود حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے تمام خلفاء کو مدعو کیا جائے۔ سید صاحب چونکہ خود بھی آں موصوف کے ممتاز خلفاء و تلامذہ میں سے تھے۔ لہذا انہوں نے نہ صرف ہماری اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا بلکہ ہمارے جذبات کو بھلے انداز میں سراہا اور یوں ”مشائخ عظام کا ورد مسعود اور علم و عرفان کا ابر باران“ کے عنوان سے سہ روزہ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس کانفرنس کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ مقررین بھی ایسے مدعو کئے گئے تھے۔ جو حضرت الشیخ کے شاگردان رشید اور دارالعلوم دیوبند کے فضلاء تھے اور مہمانان خصوصی بھی انہیں خصائص علیاء کے حامل بلائے گئے تھے۔ اس موقع پر حضرت قاضی صاحب کو خوب جی بھر کر دیکھا، بیان بھی سنا اور کسی حد تک خدمت کا موقع بھی ملا، مگر افسوس دل کے ارمان پورے نہیں ہوئے۔ تقی میں مزید تیزی آئی اور ان کی دل آویزی و کم آرائی جلتی پرتیل کا کام کر گئی۔ میرے لاشعور میں ان کا اس وقت کا سراپا آج بھی نقش ہے۔ ان کا لہجہ اور ان کی موہنی صورت دریں وقت بھی میرے من کے آنگن میں اس طرح آویزاں ہے کہ جب چاہتا ہوں گردن خمیدہ کر کے دیکھ لیتا ہوں..... گویا.....

آئینہ دل میں ہے تصویر یار

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

قاضی صاحب کے پیکر خاکی کو میری آنکھوں نے دیکھا دل و دماغ نے محفوظ کیا اور ادراک و شعور نے باقی رکھا۔ ان کا اس وقت کا قلمی خاکہ کچھ اس طرح کا تھا.....

میان دو مائل بہ طوالت قد، کچھ شخم جسم، ستواں ناک، ملاحظہ آمیز گندی رنگت، کشادہ حسین مسنون حنائی ریش، جھیل جیسی گہرائی لیتے ہوئے آنکھیں، ہونٹوں پر کھلتی ہوئی من بھادنی مسکراہٹ، سر پر کیسری رنگ کا عمامہ، تن پر معمولی مالیت کے شلوار قمیض اور اوپر براؤن کلر کی سادہ سی چادر، یہ تھے وہ دل آراء و کم آمیز مذہبی رہنما جنہوں نے زندگی بھر روافض و مسیلہ کی روحانی ذریت کو لوہے کے پنے چبوائے رکھے اور دیگر فتنوں کی بیخ کنی کے لیے ہمہ تن مستعد رہے ان کے اخلاق و کردار کی عظمت،

مکسر المرحوم و بلند نظری اور علم کی رفعت و تاحت نے میرے روح کی دیرِ ظلمت کو مبدل بہ روشنی اور میرے فکر و عمل کی دنیا کو اچالا حلا کیا۔

اس دھرتی پر علماء و فضلاء کی کمی نہیں اور نہ ہی مبادوزِ حاد کی قلت ہے۔ فقیہہ و مفتی بھی بکثرت ہیں اور محدث و مفسر بھی، ان گنت خطیب و مقرر بھی احاطہ تحریر سے ماوراء ہیں اور اولیاء و مشائخ کا بھی ایک جہاں آباد ہے۔ پارسا پر بیزگاروں کی بھی ایک دنیا ہستی ہے اور حق پرست و حق گو مجاہدوں کی بھی کوئی گمرانی نہیں ہے اور متذکرہ سب اوصاف سے متصف اشخاص بھی یقیناً دستیاب ہو جائیں گے۔

لیکن ایسی خاصانِ حق ہستیاں جو ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ حق پرست بھی ہوں۔ حق شعار و حق گفتار بھی ہوں۔ حق نما و حق کردار بھی ہوں اور ان کی حیاتی ظاہر و باطن ہر اعتبار و ہر پہلو سے پیکرِ حق کی نمازی کرتی ہو، یقیناً خال خال اور نادور الوجود ہی ہوتی ہیں اور پھر اس زمانہ قحطِ الرجال میں تو مزید قلیل و کمیاب ہو جاتی ہیں اور ہمارے محدود موصوف بھی لاریب انہیں کمیاب لوگوں میں سے ایک فرد فرید تھے۔ بلاشبہ آپ کی ہشت پہلو دار شخصیت ایک ایسا جگمگاتا ہوا ہیرا تھی جس میں حضراتِ صحابہ کرام جیسے نفوسِ قدسیہ کے مختلف پہلوؤں کی شاندار پرچھائیاں جگمگ کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ انہیں دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے وہ مسلمان یاد آتے تھے جن کے تذکرے ہم نے کتابوں میں پڑھے ہیں اور ایسے لگتا تھا کہ شاید وہ اپنے قافلہ سے چمکز اس کبر و فریب کی دنیا میں در آئے ہیں ورنہ وہ اس زمانہ کے باقی نہیں ہیں اور جس زمانہ کے وہ باقی نکتے تھے۔ اگر ممکن ہو کہ ان میں کوئی ایک مسلمان دوبارہ زندہ ہو کر گھڑی دو گھڑی کے لیے ہم جیسے دورگی چال چلنے والی بدر دھوں کی دنیا میں آجائے تو یقیناً وہ ہمیں مسلمان تو کجا انسان ماننے کے لیے بھی تیار نہ ہوں۔ اور ہمیں پاگل و دیوانہ اور بے وقوف و سودا کی کے القاب سے یاد کریں۔

۱۹۷۰ء کو میں نے ملک کے مقتدر و ممتاز قاری المقری حضرت مولانا خدا بخش علیہ الرحمۃ کے ہاں تجوید و قرأت کے لیے مدرسہ اشرف الکاتب کمن آباد لاہور میں داخلہ لیا۔ حضرت قاری صاحب جامع جمع کمالات اور یگانہ روزگار شخصیت تھے کہ فاضل دیوبند بھی تھے اور حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے شاگرد رشید بھی حضرت حکیم الامت کے مرید بھی تھے اور ان کے خلیفہ مفتی محمد حسن امرتسری مرحوم کے مجاز طریقت بھی طبعاً خلوت گزین تھے اور جلوت و شہرت آرائی سے گریزاں۔ کسی زمانہ میں حضرت قاضی صاحب سے بھی زانوئے تلمذ طے کئے تھے۔ انہی دنوں مولانا اسعد مدنی زید محمد شیرانوالہ لاہور تشریف لائے اور قاری صاحب نے مجھے حکم دیا کہ حضرت الشیخ کے صاحبزادے کی زیارت کے لیے

جیتا ہے۔ چنانچہ ام شیر انوالہ میں پہنچے۔ اس وقت مسند علماء و مشائخ اور دینی مدارس کے علماء سے کچا کچج
 بھری ہوئی تھی۔ بوٹھی ام بیڑھیوں سے بڑھ کر آگے بڑھے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب نے دیکھ لیا اور
 مجھے آواز بلند فرمایا قاری صاحب کو آگے لے آئیں اس طرح پھر انہیں قریب سے دیکھنے، ان کی
 سحر العلوم غصیت کو پرکھنے اور ان کے دیالیات ہانپنے کا موقع ملا اور میں نے جانا ان کی حریت فکر میں
 ابن عیینہ کی جان سوزی و مزارت تھی۔ ان کی شان استغناء و بے نیازی میں مالک ابن انس کی بلند
 پروازی تھی۔ ان کی طبیعت میں شامی کی خاکساری و قناعت شماری تھی۔ ان کے مزاج میں ابن حنبل کی
 تواضع و انکساری تھی۔ ان کی گفتار میں نعمان بن ثابت کا قتل و بردہاری تھی۔ ان کے کردار میں ابن عیینہ و
 اوزاعی کی ستائش و نیک شماری تھی۔ ان کے من کی دنیا میں ابودردہ جیسی احکام شریعہ کی اشاعت و تبلیغ کی
 ستراری تھی اور ان کے جی جان میں فرہائے ہاتلہ و ضالہ کے خلاف ابن جوزی کی سی سلطنتی چنگاری تھی۔

اس کے بعد متعدد دفعہ آں مخدم کی زیارت کے لئے پروگرام بنائے اور کتنی بار شرف ملاقات کا
 عزم و ارادہ کیا مگر عین وقت پر کوئی نہ کوئی امر مانع در آیا اور میں امروز و فردا کے چکر میں بے نیل و مرام
 ہی رہا۔ تا آنکہ ایک دن اخبار میں خبر آئی کہ علم و عمل کا آفتاب عالصاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا
 ہے۔ میں کبیرہ تمام کر رہ گیا کیونکہ ان کا مسعود ہا جو وقت کی جبین پر جہان ہستی کے لیے خیر و برکت کا
 ذریعہ تھا۔ ان کا علم و عمل اہل عالم کے لیے ایک بہتادر یا تھا۔ چمکتا سورج تھا اور مہکتا چمن تھا.....

زمانہ روئے گا برسوں ہمیں یاد کر کے

گھسیں گے سب ہماری ٹوٹیاں جب ہم نہیں ہوں گے

ان کے غم میں صرف میں ہی افسردہ و غمگین نہیں ہوا، ایسے محسوس ہوا۔ ارض و سماء بھی غمگسار ہیں۔
 بروجر بھی دلفگار ہیں۔ اور شجر و جرجر بھی مرغ نسل و مای ہے آب کی طرح بیقرار ہیں.....

یہ حیرتی گلیوں میں پھر رہے ہیں جو چاک داماں سے لوگ ساتی

کریں گے تاریخ جیسے مرتب ہی پریشان سے لوگ ساتی

لیوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ جلو میں صد انقلاب رقصاں

نہ جانے آتے ہیں کس جہاں سے یہ حشر سامان سے لوگ ساتی

نسبت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حسین مظہر

کچھ حضرت مولانا منیر احمد صاحب ☆

جماعت اسلامی کا تعاقب

مودودی جماعت (یعنی جماعت اسلامی) کے عقائد و نظریات کے بارے میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میں دلائل و براہین کی روشنی میں پورے شرح صدر کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ جماعت اسلامی غیر ناجی فرقوں میں سے ایک ہے۔ چونکہ قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی شیخ الاسلام حضرت مدنی کے ساتھ علمی و روحانی نسبت بڑی مضبوط تھی۔ بس اس حسینی نسبت کی پختگی کا نتیجہ سمجھ لیجئے کہ قاضی مظہر حسین بھی اپنے استاذ و شیخ کے مشن پر تازیت بڑی مستعدی کے ساتھ بڑی محنت کرتے رہے۔ ہمیشہ فتنہ مودودیت کے بارے میں تقریر و تحریر کے ذریعے علماء کو خبردار کرتے رہے۔ مودودی صاحب نے عصمت انبیاء، عظمت صحابہ، جنائز، عدالت صحابہ، جنائز، خلفائے راشدین کی خلافت راشدہ کی حقانیت و صداقت، صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کا معیار حق ہونا جو اہل سنت و الجماعت کے مسلمہ متفقہ عقائد ہیں، کے خلاف جماعت اسلامی کے پردے میں اپنے پرفریب قلم سے سکول، کالج، یونیورسٹی کے طلبہ کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ طبقے اور عوام الناس میں ضلالت و گمراہی کا یہ منفی کام مثبت انداز میں عروج پر پہنچا دیا۔ خصوصاً سیاسی اتحاد کی آڑ میں مذہبی فائدہ اٹھانا اور فائدہ اٹھا کر باطل عقائد کے پرچار کے لیے میدان تیار کرنا تو اس شاطر جماعت کے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

سیاسی اتحادوں سے نالاں

تقریباً ہر باطل جماعت اتحادی سیاست میں سیاسی اتحاد کے اساسی مقاصد سے زیادہ اپنے باطل مذہب اور اپنے باطل عقائد و نظریات کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ حضرت قاضی صاحب سیاست جن کی

گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، ان سیاسی اتحادات سے ٹالاں تھے اور یہی سیاسی اتحادات سیاست سے ان کی دست برداری کا سبب بنے اور اس میں شک ہی کیا ہے کہ اہل باطل کے ساتھ ہمارے ہر سیاسی اتحاد نے ہماری جماعت کو دلخنت کیا۔ نتیجتاً عارضی سیاسی اتحاد عقائد و نظریات اور سیاسی مقاصد کی نامواری بلکہ متضاد ہونے کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد ختم ہو گیا مگر جماعت حق کی ٹوٹ پھوٹ مستقل شکل اختیار کر گئی۔ اگر ہم ماضی قریب کی اپنی تاریخ کا جائزہ لیں گے تو ہمیں واضح طور پر نظر آئے گا کہ غیروں کے ساتھ ہمارا ہر نیا اتحاد جماعت حق میں ایک نئے اختلاف کا سبب بنا۔ یوں متضاد عقائد و نظریات کی مفاد پرست جماعتوں کے ساتھ سیاسی اتحاد کی زہر آلود آب دار تلوار سے جماعت حق کا ناقابلِ تسخیر مضبوط نوادی جسم بار بار کی زخم خوردگی سے اس حد تک کمزور ہو چکا ہے کہ اب اس کو نیم جان کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس صورت حال سے بہت ٹالاں تھے۔ فرماتے تھے ہم غیروں کے ساتھ اتحاد کرنے کی جتنی کوشش کرتے ہیں اور جتنی قربانیاں دیتے ہیں اور جتنی اپنے اندر برداشت پیدا کرتے ہیں اگر یہی جذبہ ایثار اور قوت برداشت اپنے اندر پیدا کر کے انہوں کے ساتھ مخلصانہ اتحاد کی کوشش کی جائے تو یقیناً جماعت حق متحد ہو سکتی ہے۔ حضرت یہ بھی فرماتے تھے کہ ہمارے اکابرین نے بھی بعض نازک موقعوں پر غیروں سے اتحاد کیا ہے لیکن ہمارے اتحادات اور اکابرین کے اتحاد میں بڑا فرق ہے۔ ہمارے اکابرین اتحاد کرتے تھے لیکن اپنے مذہب اور اپنے عقائد و نظریات اتحاد پر قربان نہیں کرتے تھے، اپنے مذہب پر ذرا بھی آنچ نہیں آنے دیتے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غیروں کے ساتھ سیاسی اتحاد کیے ہیں لیکن اپنے مذہب میں کوئی لچک پیدا نہیں کی نہ اپنے کارکنوں میں لچک پیدا ہونے دی۔

مسئلہ حق کی حفاظت و اشاعت

تاہم حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی قربانی تھی کہ بہت اونچی سیاسی صلاحیت اور اعلیٰ سیاسی تربیت کے باوجود آپ نے اپنی علیحدہ سیاسی جماعت بنا کر انہوں کے ساتھ جماعتی مقابلہ کی روش اختیار کرنے کی بجائے سیاست سے کنارہ کشی کا کڑوا گھونٹ بھر کر خالصتہً مسلک حق اہل السنۃ والجماعت کی حفاظت و اشاعت کا کام اسلاف و اکابرین کے طرز پر کرنے کا عزم کیا اور آخر تک اسی مشن پر گامزن رہے۔ اس کے لیے آپ نے خدام اہل سنت کے نام سے ایک جماعت قائم کی (جس کی پالیسی کے

بارے میں بندہ آگے عرض کرے گا) حضرت والا ویسے تو مجموعی طور پر تمام فرقہ باطلہ کے مقابلہ میں شمشیر بے نیام بن کر مسلک حقہ کی حفاظت کرتے رہے۔ مگر ان میں سے فتنہ مودودیہ، فتنہ رافضیت، فتنہ مہاتیت، فتنہ خارجیت اور فتنہ غیر مقلدیت کے بارے میں تو بہت ہی حساس اور فکر مند تھے۔ حضرت قاضی صاحب اس باطل فرقتے کو سب سے زیادہ خطرناک قرار دیتے تھے جس کی گمراہی مخفی اور متعدی ہو اور علماء اس سے غافل ہوں۔ دور حاضر میں فتنہ رافضیت، فتنہ مودودیہ، فتنہ مہاتیت، فتنہ خارجیت، اور فتنہ غیر مقلدیت ایسے ہی ہیں۔ اس لیے حضرت تقریر و تحریر کے علاوہ اپنی مجالس میں بھی ان فتنوں کی حقیقت کھولتے رہتے تھے۔ ملاقاتی علماء کرام کو بھی متوجہ کرتے رہتے۔ اپنے مریدین اور حلقہ احباب کی علمی عملی اور روحانی تربیت میں مسلک کی پختگی اور باطل فرقوں کے بارے غیرت مندی اور شعور آگئی کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ ہر جائی علماء سے حضرت سخت نالاں اور بیزار تھے۔ ایسے علماء و عوام کی حضرت کے ہاں قطعاً پذیرائی اور گنجائش نہ تھی۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تاجی، پیتل کے مزخرف سونے کے منوں ڈھیر کی بجائے اس سونے کے قدر دان اور خیردار تھے جو خواہ مخدار میں تھوڑے سے تھوڑا ہو مگر خالص ہو۔

نہیں کی سالانہ کانفرنس میں مدعوین علماء کے بارے میں پوری تحقیق کی جاتی اور صرف انہی علماء کو مدعو کیا جاتا جو دیوبندی مسلک میں پختہ ہوں اور ہر جائی نہ ہوں۔ اگر کبھی غلطی سے کوئی خام عقیدے والا ہر جائی عالم آہی گیا تو پتہ چل جانے کے بعد دوبارہ اس کے آنے کی گنجائش نہ ہوتی۔

ملت خفیہ کے عظیم محسن، محقق اعظم حضرت مولانا محمد امین صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد جب مجھے پہلی مرتبہ بھیں کانفرنس کی دعوت موصول ہوئی تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ بھیں کانفرنس میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے شرکت کی دعوت گویا میرے لیے صحت عقیدہ کی سند ہے۔ پھر میری پہلی تقریر حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر از اول تا آخر حضرت والا نے خود سماعت فرمائی۔ اس کے بعد بوقت ملاقات بہت خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا۔

بند حجرے میں پوری معلومات

ایک دفعہ حضرت نے فرمایا کہ میں اس فتنہ کو سب سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں جو دیوبندیوں کے اندر سے ابھرتا ہے اور دیوبندیہ کے نام پر کام کرتا ہے۔ آپ نے اس موقع پر بطور خاص فتنہ مہاتیت

اور فتنہ خارجیت کا نام لیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت والا بظاہر رہتے تو تھے ایک بند حجرے میں مگر ہندوپاک کی فعال جماعتوں، تنظیموں اور فعال شخصیات کے بارے میں پوری معلومات رکھتے اور جب دیکھتے کہ کوئی جماعت یا کوئی شخصیت اکابرین دیوبند کے مسلک حقہ سے انحراف کر رہی ہے اور اکابرین دیوبند کے طرز فکر اور طریقہ کار سے مختلف سمت پر چل پڑی ہے تو فوراً حضرت قاضی صاحب کا مبارک قلم جنبش میں آ جاتا اور تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر آپ ان کی راہنمائی کر کے صحیح سمت کی طرف لانے کی امکانی حد تک پوری پوری کوشش کرتے۔ سو شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ، محافظ دیوبندیت مدنی نسبت کا حق ادا کرتے ہوئے ساری زندگی دیوبندی مسلک کی صحیح ترجمانی اور حفاظت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اس لیے میرے محسن و مربی و مشفق استاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید صاحب نے بارہا فرمایا کہ ”اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اجمالی ایمان معتبر ہے تو میرا وہی ایمان و عقیدہ ہے جو حضرت مولانا سرفراز خاں صفدر دامت برکاتہم اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔“ میں کبھی سوچا کرتا تھا کہ بہت سے ایسے لوگ ابھی تک موجود ہیں جو ہمارے اکابرین کے تربیت یافتہ ہیں۔ ان میں مسلک کے اعتبار سے اس قدر پختگی اور استقامت و ثابت قدمی ہے کہ ان کو کوئی لاکھ لالچ دے اور ان کے سامنے دلائل کا انبار لگا دے مگر وہ اپنے مسلک کو چھوڑنے یا چلک پیدا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے جب کہ موجودہ دور میں ہمارے علماء و مشائخ کے متعلقین میں وہ پختگی نہیں پائی جاتی۔ حضرت قاضی صاحب کی جماعت خدام اہل سنت کی مسلکی پختگی اور پھر حضرت قاضی صاحب کا انداز تربیت دیکھ کر مجھے مسلک کے حوالہ سے مذکورہ بالا پکائی و کپائی کی حقیقت سمجھ آ گئی۔

مریدین کی مسلکی تربیت

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین اور حلقہ احباب کی روحانی تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں مسلک کی پختگی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے۔ ان کو علمائے دیوبند کے عقائد مدلل طور پر سمجھاتے ساتھ ہی فرق باطلہ کے باطل عقائد سے آگاہ کرتے اور دلائل کے ساتھ ان کی تردید کرتے۔ دو سال پہلے کی بات ہے میں سنی کانفرنس میں شرکت کے لیے بھیں پہنچا۔ حضرت کے کمرہ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک میانوالی کی بھاری بھر کم شخصیت دوزانو ہو کر سامنے بیٹھی ہے اور حضرت اس کو رافضیوں کے عقیدے بتا اور سمجھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا رافضی مذہب عقائد کے اعتبار سے مسلمانوں سے ایک جدا

فرد ہے۔ آپ نے فرمایا ان کا کلمہ مسلمانوں کے کلمہ سے جدا، ان کی اذان مسلمانوں کی اذان سے جدا، ان کی نماز مسلمانوں کی نماز سے جدا، ان کا قرآن مسلمانوں کے قرآن سے جدا، حضرت یہ عقائد قرآن و حدیث کے دلائل اور شیعہ کتب کے حوالہ جات سے سمجھا رہے تھے کہ مجھے سچ سے بااِدا آ گیا۔ میری تقریر ختم ہوئی تو وہ صاحب سچ کے قریب نظر آئے۔ بعد میں پتا چلا کہ یہ صاحب میا لوالی سے کئی بار ایم۔ این۔ اے منتخب ہو چکے ہیں۔ بڑے جرأت مند صاحب زبان، صاحب علم اور معلوماتی آدمی ہیں اور ابھی حضرت کے ہاتھ پر بیعت کر کے آرہے ہیں۔ جب مریدین اور متعلقین پر مسلک کے اعتبار سے اتنی محنت ہوگی تو یقیناً پچھلی بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سب علماء و مشائخ کو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اور اسلاف کے نمونہ پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سخاوت، تواضع، عجز و انکساری، تکلفات سے پاک سادہ طرز زندگی، علمی گہرائی، حق گوئی اور حق کی خاطر تکالیف سہنا، مصائب برداشت کرنا مدنی نسبت کا خاصہ ہے۔ حضرت قاضی صاحب کی پوری زندگی میں مدنی نسبت کا یہ عکس بہت ہی نمایاں نظر آتا ہے۔ مودودیت کے بارے میں حضرت کی محنت اور قلبی کاوش بھی اسی نسبت مدنی کی پچھلی کا نتیجہ ہے۔

تردید فقہ مودودی

آپ نے اس فقہ کے رد میں سب سے پہلی تصنیف ”مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر“ کے نام سے کی جو ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کاوش کو تمام سنجیدہ حلقوں میں سراہا گیا اور اس کو مقبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ مودودی دماغ اس کا جواب لکھنے کے لیے سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ کئی جواب لکھے گئے مگر سب پہاڑ کے سامنے مٹی کے توڑے ثابت ہوئے۔ آخر اس تحریر کی اشاعت کے نو سال بعد ۱۹۶۷ء میں مفتی محمد یوسف صاحب کی طرف سے ایک جواب بنام ”مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ“ شائع ہوا۔ مودودی جماعت نے اس جواب پر بڑا ناز کیا۔ خوشیاں منائی گئیں مگر یہ خوشیاں چند دن بھی نہ رہ سکیں جب اس عظیم انسان کے محیر العقول قلم سے ترجمان اسلام لاہور میں مفتی یوسف صاحب کے جواب کا جواب الجواب بعنوان ”مفتی محمد یوسف کے علمی جائزہ کی حقیقت“ شائع ہوا شروع ہوا تو ان کی یہ ساری خوشیاں حزن و ملال میں تبدیل ہو گئیں۔ حضرت قاضی صاحب کا یہ مضمون ۲۵ قسطوں پر مشتمل ہے۔ اس کا جواب مفتی محمد یوسف صاحب نے ہفت روزہ آئین لاہور میں شائع کرنا شروع کیا لیکن گیارہ قسطوں کے بعد ہی عاجز آ کر یہ سلسلہ ناتمام چھوڑ دیا۔ حضرت قاضی

صاحب نے اس کا جواب ”اجال جت“ کے نام سے دیا۔ بعد میں یہ طمانی ”المنی محمدیہ“ صاحب کے علمی جائزہ کا علمی محاسبہ کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک رسالہ ”نام“ بانی جماعت اسلامی مودودی صاحب کے نام علیٰ غنمی ”شائع کیا اس کے علاوہ ”ملاں فضیل محمدی برحمت اتحاد کا جائزہ“ ”مقیدہ مصمت انبیاء اور مودودی“ ”مودودی مذہب“ بھی آپ کے قلم کے شاہکار ہیں اور امت کو فتنہ مودودیت کے خلاف بہترین دوا فرام کر رہے ہیں۔

تردید فتنہ خارجیت

اسلام کو خیر اقرآن میں اور پھر اس وقت سے لے کر آج تک تین فرقوں نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ یہ رخصیت، ہمسیت، خارجیت اور ان تینوں کی بنیاد اسلام سے بدگمانی، بدزبانی اور ترک تفسیر ہے اور تمام یہ اہل فرقوں کی خوشنامت اسی بنیاد پر استوار ہوتی ہے۔ رافضیہ حب الی بیت میں تمام کی آرزو میں صحابہؓ جتنے چاہتے تھے ان کا نام ہے۔ ہمسیت اس کی ضد ہے اور خارجیت دونوں کا مجموعہ خارجیت کا فتنہ برزور میں کسی نہ کسی عنوان سے نہ ہر آلودہ امت مسلمہ کے جسم میں بیست کرنا رہا۔ موجودہ زمانے میں علماء کی محنت سے رافضیہ کے خلاف فضا خوب گرم ہوئی۔ اس فضا سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے خارجیت تحریک ہوئی اور وہی اپنے پرانے تیر و تاش لے کر میدان میں اتر آئی۔ حضرت قاضی صاحب اپنے فتنہ کو فروغ دینے کی جدوجہد پوری توجہ انہماک کے ساتھ اس فتنہ کی تردید کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس سلسلہ آپ کی پہلی تصنیف خارجی فتنہ جول ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔ جس میں مولانا اعلیٰ سندیلوی کے مسلک کی تردید اور مشائخات صحابہؓ پر مفصل بحث کی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں زمانے کے تمام نامور علماء نے حق نے آپ کی تائید و تصویب فرمائی اور آپ کی اس کوشش کو سراہا۔ اسی کتاب کا دوسرا حصہ خارجی فتنہ حصہ دوم تحریر فرمایا۔ جس میں حضرت امام حسینؑ کے بارے میں بدزبانی اور تہذیب کی مدح سرائی کے بعد سوائے اہل بود و شکوہ جہالت کی کلمی کھولنے کے علاوہ خارجیت، ہمسیت، رافضیہ کیا ہے؟ نہ یہ کے بارے میں نام نہ تین امت کا موقف۔ یعنی جہ کے بارے میں ہمارا رائج مسلک اور جن روایات کو جہ علیٰ کلمہ و جہ علیٰ کلمہ ہے اس کا تفصیلی جواب دے دیا گیا ہے۔

تردید رافضیہ

رافضیہ کے بارے میں آپ کے والد محترم رحمہ اللہ نے حضرت مولانا کریم الدین صاحب

دیر بخندے آفتاب ہدایت نامی کتاب لکھی۔ جو ہماری معلومات کے مطابق سب سے پہلی کتاب ہے جو پنجاب کی سرزمین میں تردید رافضیت میں لکھی گئی۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ حضرت مدنی کے مشن پر چلتے ہوئے اپنے والد محترم کے شروع کیے ہوئے کام کو مزید آگے بڑھایا اور عظمت صحابہ رحمۃ اللہ مدح صحابہ رحمۃ اللہ، تحفظ ناموس صحابہ رحمۃ اللہ کے مقدس عنوانات پر اس قدر کام کیا کہ ”وکیل صحابہ رحمۃ اللہ“ کا لقب آپ کے اسم گرامی کا حصہ معلوم ہونے لگا۔ اس سلسلہ میں آپ نے سب سے پہلے تو یہ کام کیا کہ اپنے والد محترم کی مایہ ناز تصنیف ”آفتاب ہدایت“ پر مقدمہ لکھ کر اسے شائع کرایا پھر آپ نے مستقل طور پر قلمی لسانی جہاد شروع کیا اور ”آل سب“ کا خوب تعاقب کیا۔ چنانچہ اہل تشیع کے سوالات کے جوابات میں آپ نے ”سنی مذہب حق ہے“ لکھی۔ اس فتنہ کی کلمہ اسلام کے بارے میں سازش سے آگاہ کرنے کے لیے آپ کے قلم نے حرکت کی تو ”کلمہ اسلام کی تجدیلی کی خطرناک سازش“ کے عنوان سے ایک عمدہ تحقیق پیش فرمائی۔ ”عظمت صحابہ رحمۃ اللہ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ“، ”ہم ماتم کیوں نہیں کرتے“، ”دفاع صحابہ رحمۃ اللہ“، ”بشارت الدارین بالصبر علی شہادت الحسین رحمۃ اللہ“، ”دفاع حضرت معاویہ رحمۃ اللہ“ وغیرہ کتب و رسائل لکھ کر دشمنان اصحاب رسول رحمۃ اللہ کے قلعوں کو زمین یوں کر دیا۔ یوں سنی ملت کے اذہان رافضیت کے وساوس و تلبیسات سے محفوظ ہو گئے۔

خدام اہل سنت کا قیام اور پالیسی

مذہب حقہ اہل سنت والجماعت کے دفاع اور سنی ملت کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے حضرت شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا سید خورشید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے مشورہ سے آپ نے خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی۔

الحمد للہ خدام اہل سنت اپنی پالیسی، عقیدے، طرز فکر اور طریقہ کار کے اعتبار سے بہت مضبوط ہے اور اسوہ سلف پر قائم ہے۔

حضرت قاضی صاحب نے اگرچہ بظاہر تنگ دائرہ اختیار کیا مگر اس کی مثال حضور اقدس رحمۃ اللہ کے اس دائرہ کی ہے جو آپ رحمۃ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ کے لیے لیلۃ الجن میں لگایا تھا کہ اس میں رہنا عافیت اور تحفظ کا ضامن ہے۔ اس سے باہر نکلنا ہلاکت ہے۔ وہ دائرہ اگرچہ تنگ تھا مگر مکمل حفاظت کا ذریعہ وہی تھا۔ اسی طرح خدام اہل سنت کی پالیسی کا معیار اگرچہ بہت اونچا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی صحت

حدیث کی سخت شرائط کی طرح کڑی شرائط کا حامل ہے۔ مگر مکمل مسلکِ حنفی کی تمکیدی کے لیے یہ ناگزیر ہے۔ سلطان الناطرین محقق اعظم حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اذکار دہلی رحمہ اللہ کی شخصیت علم و عمل اور فراست کے اعتبار سے مسلمہ تھی۔ انہوں نے بھی خدامِ اہل سنت کے پلیٹ فارم کو اختیار کیا اور پھر پوری زندگی اس سے وفا کی بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ان کے اس مقام تک پہنچنے میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی روحانی توجہات اور خصوصی تربیت کے شیریں شکر کا ضرور حصہ ہے۔

حضرت اذکار دہلی رحمہ اللہ جیسے طحاوی وقت کا خدام کے پلیٹ فارم کو اختیار کرنا ایک بہت ہی وزنی دلیل ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی پالیسی ہی اہل سنت کی مکمل نظریاتی حفاظت کر سکتی ہے۔

بندہ کا حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ پر مفصل مضمون لکھنے کا ارادہ تھا لیکن تدریس اور دورہ تفسیر کی مصروفیت کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ جب بھی اللہ جل شانہ نے مہلت دی، ان شاء اللہ تفصیلی مضمون تحریر کروں گا۔



RIAYAN ALI JEWELLERS

ریان علی جیولرز

ذکوہ کے صاحب کیلے فون پر رابطہ کریں
علائے کام کے لئے خصوصی رعایت
بزرگواروں کو فریم میکر پیکر



دہلی اور سنگاپور کی دہائی میں دستیاب ہیں
سونے اور وزن کی مکمل گارنٹی، سونے کے حسین اور دلکش زیورات

میں صرافہ بازار چکوال
Ph: 0573-553209

پروپرائیٹر: محمد اسلم ولد محمد صغیر صراف

رحمتِ خداوندی کا وسیلہ

☆ کھ مولانا مفتی محمد انور اذکار دہلوی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام

اس عالم ہست دیو و دیو میں سوائے ذاتِ خداوندی ہر چیز آتی جانی ہے۔ ہر آنے والا آتے وقت ہی بخشندہ وجود کی دلیل بن کر آتا ہے اور جاتے وقت بھی کل شئی ہالک الا وجہہ کا درس دیتا جاتا ہے۔ کفی بالموت واعظا نقشِ گمینہ فاروقی ہے مگر اس وعظ کی طرف کان لگانے والے اور اس کو سمجھنے والے کم ہیں۔ آنے اور جانے کے درمیان چند مسافرانہ زندگی کے دن کچھ خوش نصیب لوگ مالکِ حقیقی کے وجود ہی کو منوانے میں گزارتے ہیں اور کچھ بد نصیب غفلت میں اور کچھ اس سے بھی بڑھ کر انکار و کفر تک پہنچتے ہیں (اعاذنا اللہ منہم) پہلی قسم کے لوگ جہاں میں وسیلہ رحمتِ خداوندی ہیں جبکہ دوسری قسم کے لوگ حسبِ مراتب عذابِ خداوندی کا موجب ہیں۔ پہلی قسم کے لوگوں میں سے حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے تقریباً پون صدی تک خالق کے ساتھ مخلوق کا رشتہ جوڑا۔ عبادت گزاروں کو معبودِ حقیقی اور اس کی عبادت کے طریقوں سے روشناس کرایا۔ امتی کو رسول کے حق رسالت سے روشناس کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی ناموس کی حفاظت کے لیے اپنی عزت و آبرو جان و مال کو قربان کر دیا۔ خلافتِ راشدہ کے مفہوم کو اس طرح نمایاں کر دیا کہ نہ اس میں کسی رافضی کو کسی کی جرأت ہو اور نہ کسی خارجی کو اضافے کی ہمت۔ سنت اور بدعت میں ایسا نکھیر کر دیا کہ ذرہ برابر سنت میں بدعت کی ملاوٹ کا احتمال نہ رہے۔ پھر ان تمام شعبہ ہائے دین کو زندہ رکھنے کے لیے باقیاتِ صالحات کے طور پر صرف اپنی نسبی اولاد ہی نہیں بلکہ روحانی اولاد ایک جماعتِ خدامِ اہل سنت کی شکل میں ملک اور بیرون

☆ رئیس شعبہ تخصص فی الدعوة الارشاد، جامعہ خیر المدارس، ملتان

مک تک چلائی جو اس مشن کو ماضی کی طرح حال میں بھی زندہ رکھے ہوئے ہے اور مستقبل میں بھی ان شاء اللہ اس مشن کو زندہ رکھنے کے حلقے قاضی صاحب بیہیہ کے لیے صدقہ جاریہ بنی رہے گی۔ حضرت قاضی صاحب نے افاق دین کا کوئی موازا ایسا نہیں چھوڑا جس پر کام نہ کیا ہو۔ مسلک اکابر کی بھی ایسی حماقت فرمائی کہ انسانی ذمہ داریوں کو امت کے سامنے اجاگر کر دیا کہ یہ اکابر کے راستہ سے ہٹ گیا ہے اور پھر دیرینہ سے دیرینہ تعلقات کو پس پشت ڈال کر عوام کو ان سے بچنے کی تلقین کرتے رہے۔ بندہ کا حلقہ اقدس سے تعلق بہت ہی مختصر ہے۔ سب سے پہلی ملاقات مخدوم پور پھوڑاں کے سالانہ جلسہ پر ہوئی۔ دیکھا کہ ایک کھدر پوش سادہ مزاج، لمبا قد، نحیف جسم کے بزرگ بیٹھے ہیں۔ سید معاویہ شاہ صاحب رنج مہدو نے بتایا کہ یہ حضرت قاضی صاحب بیہیہ ہیں۔ بندہ مجلس میں بیٹھ گیا حضرت اقدس کو بتایا گیا کہ یہ مولانا محمد امین صاحب بیہیہ صنفہ رکا چھوٹا بھائی ہے تو آپ نے توجہ فرمائی اور مسکراتے ہوئے یہ چما کہ تم ستنے بھائی ہو؟ میں نے بتایا سات بھائی ہیں فرمایا کہ ہم نے آج تک مولانا سے پوچھا ہی نہیں کہ تم ستنے بھائی ہو۔ مراد مکرم کا حضرت سے گہرا تعلق تھا ان کے واقعات سنایا کرتے تھے جس سے ان کے انتہائی میان کا پتہ چلتا تھا۔ آخری بیانات اور تحریرات میں بھی حضرت قاضی صاحب بیہیہ کے انداز بیان اور انداز تحریر کی جھلک محسوس ہونے لگی تھی معلوم ہوتا تھا کہ صرف ایک طرف نہیں بلکہ دوطرفہ محبت عشق کے دو چمک پتھر ہی رہی ہے۔

محبت کا جب مزہ ہے کہ ہوں وہ بھی بے قرار

دلوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

مراد مکرم کی وفات کے بعد والے تاثرات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی بھی ان کی طرف خصوصی توجہ تھی۔ بھائی جان کے وصال کے بعد بیوہ اور بچوں کی خبر گیری میں بھی کسر نہیں چھوڑی۔ ماہانہ ۲۰۰۰۰ روپے معاوضہ کے طور پر بھگواتے رہے اور بقول مفتی رشید احمد صاحب اوکاڑوی اپنے بعد بھی جاری رکھنے کی ہمت فرمائی (الحمد للہ تعالیٰ احسن الجزاء) بھائی جان کے وصال کے بعد حضرت مولانا قاضی محمد علی محمد راجہ صاحب کے حکم سے سالانہ ہمیں کانفرنس پر حاضری ہوتی رہی اور حضرت سے ملاقات ہوتی۔ انتہائی شفقت فرماتے دور حاضر کے فتنوں مودودیت، خارجیت، مماہیت، مرزائیت کے بارہ میں کچھ نہ کچھ ہدایات فرماتے رہے۔

حب اللہ و بغض فی اللہ کا نمونہ

جب دین اور دنیا میں تقابل ہو تو پتہ چلتا ہے کہ یہ انسان دین کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے یا نہیں۔ گزشتہ الیکشن میں ایک طرف مرزائی نواز شخص تھا اور دوسری طرف وہ سنی جس نے حضرت کو اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرانے میں بھرپور کوشش کی تھی۔ ساری جماعت منافقت کرنے والے سنی ہے ناراض تھی کہ اس کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے مگر حضرت رضی اللہ عنہ نے پوری جماعت کی توقعات کے خلاف اعلان کرایا کہ مرزائیت کی تائید کے مقابلہ میں اسی سنی کی صرف حمایت نہیں بلکہ اس کو کامیاب کرانے کی پوری کوشش کریں کیونکہ معاملہ دین کا ہے دین کے مقابلے میں اپنی ذاتی مخالفت کو ترک کر دینا چاہیے چنانچہ کوشش کر کے اس مخالف کو کامیاب کرایا۔

عظمت باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی جتنی معرفت بندہ کو حاصل ہوتی ہے اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں بیٹھتی ہے۔ شیخ الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں لکھا ہے کہ پاؤں سیدھے کر کے نہیں لیٹتے تھے کسی کے باصرار استفسار کرنے پر فرمایا کہ کیا مالک کے سامنے بھی پاؤں پھیلائے جاتے ہیں؟ حضرت مولانا پیر جی عبداللطیف صاحب خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رانی پوری نور اللہ مرقدہما کے بارہ میں بہت سے ثقہ لوگوں سے سنا کہ ایک دفعہ ان کی ٹانگوں میں شدید درد تھا پل پھر سکون نہیں تھا ہائے وائے کے الفاظ ہی منہ سے نکلتے تھے رات کو نیند نہیں آتی تھی بہت تدبیریں کی گئیں مگر بے چینی میں کچھ افادہ نہیں ہوتا تھا۔ حضرت پیر جی صاحب رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب رضی اللہ عنہ کو اطلاع کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو وضو کرا کے نماز میں کھڑا کر دو نماز میں کھڑے ہوئے تو ایسے جیسے بیمار کی کبھی قریب بھی نہیں آئی۔ لمبی لمبی رکعتوں میں بھی کچھ درد محسوس نہیں ہوتا تھا جب نماز کا سلام پھیرا تو پھر وہی درد اور بے چینی شروع ہو جاتی۔ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مفتی رشید احمد صاحب اوکاڑوی نے بتایا کہ آخری ایام میں کافی کمزوری تھی مگر جب جمعہ پڑھانے بیٹھتے تو ایسے معلوم ہوتا کہ بالکل تندرست ہیں۔ بندہ نے یہی حالت اس سے پہلے حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی رضی اللہ عنہ کی دیکھی تھی۔ حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کے بارہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن گھر سے کسی سہارا کے ذریعہ مسجد تک پہنچتے جب مسجد میں پہنچتے تو سہارا باوجود کمزوری کے ختم کر دیتے

اللہ تعالیٰ کے گھر میں داخل ہو کر غیر کا سہارا پسند نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب ہیندہ کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائیں اور پس ماندگان کو صبر جمیل اور ہمت جزیل عطا فرمائیں کہ حضرت کے مشن کو مضبوطی سے تھامنے اور زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی توفیق عطا فرمائیں اور خواجہ عزیز الحسن مجذوب ہیندہ کے درج ذیل شعر کے مفہوم کو پیش نظر رکھ کر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں.....

طریق عشق میں گوکارواں پر کارواں گزرے

نہ ہم نے رہ گزر چھوڑی نہ میر کارواں بدلا



خلافت راشدہ
حق چار یار

اسلام علیہ السلام

یا اللہ مدد

اس میں کی یا اضافہ کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے

حق چار یار پولٹری کیٹل فائٹم زرعی فارم

حاجی رنگ الہی اینڈ سنز غلہ منڈی چکوال

نوری پیڑہ منارہ تحصیل و ضلع چکوال

حاجی برکت علی (بسی اللہ والی چکوال)

حکمران کیمینی

فرق باطلہ کا کامیاب اپریشن

کھ مولانا مفتی سیف اللہ خانی ☆

ویسے تو دیوبندی مشرب سے تعلق رکھنے والا ہر عالم دین باطل کے لئے سیف بے نیام ہوتا ہے۔ مجاہد ہوتا ہے۔ جابر و ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہتا اس کا شیوا ہوتا ہے۔ باطل سے دلتا نہیں بلکہ باطل اس سے لرزہ بر اندام ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے گویا کہ ان ہی کی اس شان کو بیان کرنے کے لیے کہا ہے

باطل سے دہنے والے آسمان نہیں ہم

سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

حکمران اوصاف حمیدہ میں دو حضرات کو خاصی شہرت حاصل رہی۔ (۱) مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نور اللہ مرقدہ، حافظ القرآن والحمد للہ حضرت مولانا عبد اللہ در خواستی ہیکشتہ مولانا ہزاروی کو جلالی اور باطل کے لیے سیف بے نیام فرمایا کرتے تھے۔ جبکہ مولانا مفتی محمود صاحب ہیکشتہ کو جمالی فرمایا کرتے تھے۔ (۲) دوسرے حضرت جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ہیکشتہ آپ کی ساری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل اور فرق باطلہ کے کامیاب تعاقب اور آپریشن میں گزری۔ آپ کی ہر تقریر اور ہر تالیف میں باطل کے آپریشن کا عنصر رہا ہے۔ فرق باطلہ بالخصوص شیعیت اور مودودیت کے خلاف آپ نے سینکڑوں لاجواب کتابیں لکھی ہیں اور صحابہ اور اہل بیت علیہ السلام کے دفاع کا حق ادا کیا ہے۔ آپ میں مدہمت کی بونک نہیں تھی اور آپ کبھی کلمہ حق کے کہنے کے سلسلہ میں کسی مصلحت کے شکار نہ ہوئے۔ اور اسی وجہ سے آپ ہمیشہ کے لیے حکمرانوں کے مقاب، فیض و غضب کا نشانہ بنے رہے۔ اور اس وجہ سے آپ کی کافی زندگی جیلوں اور قید و بند میں گزر گئی۔ آپ اپنی خدا داد قابلیت کی وجہ سے جمعیت علماء اسلام کے ایک اہم عہدہ پر فائز تھے۔ مگر فرق باطلہ کے خلاف آپریشن چونکہ آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ اس لیے جب جمعیت میں رہنے کو آپ نے اپنے عظیم مقصد (فرق باطلہ کے

خلاف تعاقب و آپریشن) میں رکاوٹ جانا۔ تو بادل ناخواستہ جمعیت سے علیحدہ ہو کر ہمہ تن و ہر قلب اپنے عظیم مقصد کو سر کرنے میں لگ گئے اور تادم واپس اپنے اس مشن کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ آپ کی وفات کی وجہ سے فرق باطلہ کے آپریشن کے سلسلہ میں عظیم خلاء پیدا ہو گیا۔ مگر ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم خلاء کو جناب حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے لائق و قابل فرزند ارجمند قاضی ظہور الحسین صاحب سے پُر فرمائیں۔

این دعا از من است و از جملہ جہاں امن باد

جناب قاضی صاحب کی عظیم خدمات دینیہ اور مجاہدانہ و جرأت مندانہ کردار کی وجہ سے میری ان سے دلی محبت و عقیدت تھی۔ اور اس لیے میں نے اپنے برخوردار مولوی مفتی محمد ظہور اللہ سلمہ اور نعمت اللہ سلمہ کو ابتدائی تعلیم کے لیے قاضی صاحب ہی کے مدرسہ جامعہ عربیہ اقطار الاسلام چکوال میں داخل کروایا تھا۔ اس لیے ان کی وفات مجھ پر شاق و گراں گزری۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرما کر ان کے ہم سب پسماندگان کو ان کی برکات و فیوضات و علوم سے بہرہ ور فرمائیں۔



خلافت راشدہ یا اللہ مدد حق چارباغ

سنی اصلاحی لائبریری چکوال

فون: 0320-4984497

ہمارے ہاں درود نامہ اسلام، مفت درود و تہذیبی مضمون ماہنامہ حق چارباغ، بیاتہ مانکشاہ روڈ نی کتبہ دستیاب ہیں

خادم غلامان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد عمران قاروق۔ محمد حسن معاویہ،
حافظہ محمد عرفان۔ محمد حفیظ عرفان۔

منجانب محمد رمضان اخبار فروش چکوال

ہم اپنے شیخ قائد اہل سنت و کلمہ صاحب
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
کو گراں قدر دینی خدمات پیش کرنے پر دل کی
اتحاد گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتے ہیں

المصطفیٰ ہاربل چیپس سٹور

ہمارے ہاں ہر قسم کی چمیں مدخل بنی، لیکن ہاپ و غیرہ آئندہ ہر دستیاب ہیں
بیرو پورانیٹور: غلام مصطفیٰ

نزد مسجد عثمانیہ محلہ عثمان آباد پٹری روڈ چکوال

مرجع خلاق ذات

سید مولانا محمد الیوم نقویؒ

موجود اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: یحصل هذا العلم من کل حلف حدوله یملون عند تحریف المحدثین وانتحال المظلمین وقاویل الجاهلین "یعنی بعد میں آئے والے ہر طبقہ میں اس علم کے ثبوت اور معتد بہ بنین پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو غلو کرنے والوں کی تحریکات، اہل باطل کی غلط باتوں اور جہانوں کی تبدیلیات کا ابطال کرتے رہیں گے۔

حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں دیکھا جائے تو عمدۃ العلماء، زہدۃ العلماء، بہر طریقت وضررت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب قدس سرہ العزیز کا شمار انہی علماء رہائین میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین بسین اور شریعت مطہرہ کی حفاظت کے لئے منتخب فرمایا۔ آپ ﷺ کی نابھہ روزگار شخصیت علم و عمل، اخلاص و ولایت اور بے نقی کا پیکر تھی، علم و فضل کے ساتھ سلوک و احسان کے بھی ماہر شاعر تھے۔ تقویٰ و طہارت، اتباع سنت، رضائے الہی کی جستجو، استحضار آخرت، شریعت و طریقت کی جامعیت، ثابت و رجوع الی اللہ، فرض شامی اور حق گوئی و بے باکی میں اسلاف کا عملی نمونہ اور یادگار تھے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی انہی اوصاف سے عبارت ہے۔ بڑی دقیق دینی خدمات انجام دیں، دینی مدارس قائم کئے، باطل قوتوں کا تعاقب اور رد کرتے رہے، ملک میں نفاذ اسلام کے لیے کوشاں رہے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد اور لاکھوں مریدین و معتقدین خدمت دین میں مصروف انہی کا فیض پھیلا رہے ہیں اور ایک عالم کو شریعت مطہرہ اور علوم نبوت کی خوشبوؤں سے مہل کر رکھا ہے۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات بے شمار صفات و کمالات کا مجموعہ تھی۔ آپ کے اوصاف حمیدہ و صفات عالیہ کا کھل احاطہ کرنے کے لئے تو کئی دفاتر چاہئیں بھر بھی بیان ادھور اور تحریر تشنہ کھیتی ہوگی۔۔۔۔۔

ورق تمام ہوا اور مدح ہائی ہے

سفینہ ہا ہے اس بحر نیکراں کے لئے

حضرت قاضی صاحب دہلوی کی ہندو اہم خصوصیات و امتیازات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے وہ راستہ منتخب کیا۔ جو "ما انا علیہ واصحابی" کا مصداق تھا۔ وہ حقیقی "منوں میں اہل سنت و الجماعت کے ترجمان تھے۔ خرافات و ہدعات کا رد کرتے رہے اور قدم قدم پر رسول اللہ ﷺ کی سنت اور مضمرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقوں پر عمل پیرا ہوتے۔ اور یہی زندگی کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ آپ کی ذات اخلاص و للہیت کا مکمل نمونہ تھی، دین کا ہر قدم اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اٹھاتے، ذاتی شہرت، نام و نمود اور دنیاوی غرض کے لئے کبھی دین کا لیل استعمال نہیں کیا۔ دنیاوی کاموں، ذاتی امور اور خدمت خلق میں بھی اللہ کی رضا مقصود ہوتی یہی وجہ ہے کہ اللہ کریم نے آپ کی خدمات کا دائرہ وسیع کر دیا تھا اور ایک عالم آپ کے علوم و معارف سے فیض یاب ہوتا رہا۔ طبیعت میں اعتدال پسندی کا عنصر ہر درجہ اتم موجود تھا۔ دینی امور کی ادائیگی ہو یا سیاسی معاملات کی البص، ذاتی تعلقات کا معاملہ ہو یا اختلافات کے کبھیڑے، انتہائی فہم و فراست سے معاملات کی تہہ تک پہنچ کر خوب سوچ بچار کے بعد معتدل رائے قائم کرتے اور اسی راہ پر ہمیشہ قائم رہتے ہمیشہ حادثہ اعتدال ہی پر رہے۔ کئی مواقع پر اپنے ہی علماء دیوبند کے ساتھ سیاسی معاملات و نظریات میں اختلاف بھی رہا، لیکن یہ اختلاف بھی حدود کے اندر رہا اور ایک دوسرے کے مرتبہ و مقام اور باہمی احترام کا ہمیشہ خیال رکھا گیا۔ سیاسی و نظریاتی اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کو زیر کرنے، ایک دوسرے کی تحقیر کرنے اور طعن و تشنیع کی عام وہاں میں کبھی جتنا نہیں ہوئے، جیسا کہ ہمارے اکابر کی شاندار مثالیں آنے والی سلسلوں کے لئے مشعل راہ ہیں، حکیم الامت حضرت تھانوی دہلوی اور شیخ الاسلام حضرت مدنی دہلوی کے درمیان شدید سیاسی اختلاف تھا لیکن ان کے باہمی احترام و محبت کے واقعات تاریخ میں سہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ حضرت دہلوی کی زندگی بھی اپنے اسلاف کا مکمل نمونہ تھی۔ اور ان کے مسلک اعتدال کے امین و ترجمان تھے۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب، نور اللہ مرقدہ نے مدرسہ مسجد سے اپنا تعلق قائم رکھے ہیں بھی علماء دیوبند کی بھرپوری پیروی کی۔ مدارس اور مساجد سے اپنا ناطہ قائم رکھا۔ وقتی مصروفیات، معمولات، دین کے مختلف شعبوں کے لئے خدمات، قومی، ملی، سیاسی تحریکوں میں شرکت، طلبہ مجلسوں

اور تقریبات ضروریہ میں حاضری، مریدین و متعلقین کی اصلاح و تربیت کے لئے دورے اور دیگر سرگرمیوں کے باوصف مسجد و مدرسہ سے ان کا رابطہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔ مسجد کے منبر و محراب اور مدرسہ کی سندرس و تدریس کو آخر وقت تک انہوں نے خیر باد نہیں کہا۔ اور اپنی اصل منزل اور ہدف ان کی ٹھہروں سے کبھی اوجھل نہیں ہوا۔

تعلق مع اللہ کے حوالہ سے آپ کی ذات مرجع خلاق نبی، اپنی گونا گوں مصروفیات و مشاغل اور دینی و ملی خدمات کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق پیدا کرنے اور تعلق مع اللہ کو برقرار رکھنے میں کبھی کوتاہی نہیں برتی بلکہ سلوک و احسان کے اس مرتبہ و مقام کو پہنچ گئے جہاں اللہ و لے قربت الہی کی بلندیوں کو چھو لیتے ہیں۔ اور وہ چند ایک خوش نصیب ہی ہو سکتے ہیں۔ بہت سے دینی و دنیوی امور میں الجھ کر انسان اپنی اصلاح اور تزکیہ سے غافل ہو جاتا ہے مگر آپ کی یہ خصوصیت تھی کہ سب کچھ کے باوجود تعلق مع اللہ پیدا کرنے کی فکر اور اصلاح و تزکیہ اور محاسبہ نفس سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔

انہی خصوصیات اور اوصاف کی تاثیر تھی کہ دنیا کے کونے سے کونے سے محبین و متعلقین آپ کے آستانہ علم پر حاضر ہوتے اور فیوض و برکات لوٹ کر لے جاتے۔ اس گئے گزرے دور میں آپ کی ذات عوام و خواص دونوں کے لئے بہت بڑی غنیمت اور مرجع خلاق تھی۔ آپ کی زندگی کا عملی نمونہ و پیغام اور آپ کی تعلیمات رہتی دنیا تک قائم رہیں گی اور مخلوق خدا ان سے ہدایت و رہنمائی اور فیض حاصل کرتی رہے گی۔ آپ کی لگائی ہوئی علوم نبوت کی پود مہکتی رہے گی اور ایک عالم کو معطر کرتی رہے گی۔ ان شاء اللہ



مدرسہ تعلیم النساء حفظ القرآن (رحمۃ) چٹال (چٹوال)

مسلمان بچیوں کی
حفظ و ناظرہ کی معیاری درس گاہ

جدید عمارت کا افتتاح اکتوبر 1999ء میں بدست حضرت قاضی مظہر حسین صاحب نے فرمایا!

وفاق المدارس العربیہ عمان کے تحت تحفہ القرآن الکریم کی کلاس بھی شروع ہو چکی ہے

مہتمم مدرسہ: حاجی ختی محمد صدر فاروقی جامع مسجد چٹال فون: 0573-589137

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کی دو باتیں

☆ کھ مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

بسم اللہ حامدا و مصلیا۔ میرے لئے کسی کے حالات پڑھنا جتنا آسان ہے لکھنا اتنا ہی مشکل ہے۔ اس لیے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کے بارے میں صرف دو باتیں لکھتا ہوں۔

پہلی بات

میں نے مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت کے بارے میں ایک مضمون لکھا اور انوار مدینہ میں چھپنے کے لیے دیا۔ جامعہ مدینہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہ کا ان دنوں حضرت قاضی صاحب کے ایک اجتماع میں چکوال جانا ہوا۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ آگے کی عبارت خود حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کی ہے.....

”میں نے عرض کیا کہ آئندہ شمارے میں ڈاکٹر (مفتی عبدالواحد) صاحب کا ایک مضمون آرہا ہے مروجہ مجالس ذکر سے متعلق۔ فرمایا ٹھیک ہے لیکن ڈاکٹر صاحب سے کہنا کہ محتاط ہو کر لکھیں۔ آج کل ان مجالس کا بڑا شیوع ہو رہا ہے۔ پھر فرمایا ہمارے اکابر کا یہ طریقہ نہ تھا۔ فرمایا ایک دفعہ میں اور مولانا عبید اللہ انور صاحب رحمۃ اللہ اکٹھے ٹخن آباد جا رہے تھے (حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کہتے ہیں) میں نے کہا کہ مولانا یہ کیا نیا طریقہ چل پڑا ہے (حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ نے) فرمایا وہ (یعنی مولانا عبید اللہ انور) بھولے بھالے تھے (وہ) فرمانے لگے ابا جان (یعنی حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ) نے مجلس ذکر بند کر دی تھی لیکن پھر کچھ علماء کے اصرار پر شروع کی۔

دوسری بات

جناب صوفی اقبال صاحب اور مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی نے جب مکہ مکرمہ کے بچے رضا خانی بدعتی حیر محمد علوی مالکی سے تعلق کی بنیاد پر فتنہ اٹھایا تو سب سے پہلے حضرت قاضی صاحب نے پہلے نے محمد علوی کے بارے میں تحقیق کی اور ماہنامہ حق چار یار ہفت روزہ میں اس کے چند اہم حالات کا انکشاف کیا۔ مثلاً یہ کہ اس کا تعلق احمد رضا خانی سلسلہ سے ہے اور اس نے "حول الاحتمال بالکفری المولد السعوی" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی یہ دلیل لکھی کہ حدیث قدسی ہے انا جلس من ذکر نبی (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو میرا ذکر کرے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں) اور چونکہ نبی ﷺ اپنے رب کے اخلاق اپنے اندر سموئے ہوئے تھے۔۔۔ لہذا اس کا تقاضا ہے کہ جس مقام میں بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہو آپ کی روح مبارکہ آپ کا ذکر کرنے والے کے پاس ہو۔

(انا لله وانا اليه راجعون)

یہ مواد میرے لیے مزید تحقیق کا باعث ہوا اور داعیہ پیدا ہوا کہ محمد علوی کی دیگر کتابوں کو تلاش کیا جائے۔ اسی زمانے میں حج پر جانے کا موقع ملا۔ مدرسہ صولتیہ والوں سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میری دلچسپی دیکھتے ہوئے مجھے کچھ کتابیں ہدیہ کے طور پر دیں۔ جن میں بعض کتابیں خود محمد علوی کی تصنیف شدہ تھیں اور کچھ وہ تھیں جو محمد علوی کے دفاع میں لکھی گئی تھیں۔ ان کتابوں سے اتنا فائدہ ہوا کہ یہ علم ہو گیا کہ خود سعودیہ میں محمد علوی کے خلاف اصل کتاب "حوار مع المالکی" کے نام سے چھپی ہے۔ وہ کتاب بازار میں کہیں نہ ملی۔ مسجد نبوی میں فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے ایک الیاس صاحب سے ملاقات ہوئی جن سے محمد علوی کے خلاف لکھی ہوئی کتاب ملی۔ میری درخواست پر الیاس صاحب مجھے صوفی اقبال صاحب کے حلقے کے مفتی حبیب اللہ صاحب کے مکان پر بھی لے گئے۔ ان کا کتب خانہ دیکھا لیکن محمد علوی کی مزید کوئی کتاب وہاں نہ تھی۔ بعد میں مدینہ منورہ ہی میں حضرت شیخ مولانا محمد زکریا بیہقی کے خلیفہ مولانا اسماعیل بدات مدظلہ سے ملاقات ہوئی اور محمد علوی کا تذکرہ آیا تو انہوں نے "حوار مع المالکی" کا اپنا نسخہ مجھے عطا فرمایا۔ وہ کتاب پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اصل فتنہ محمد علوی کی وہ کتاب ہے جو "الدخائل المحمدیہ" کے نام سے چھپی ہے۔

اتنے میں پاکستان واپسی ہو گئی۔ یہاں معلوم ہوا کہ "الدخائل المحمدیہ" کا اردو ترجمہ بازار

بندہ نفس

کھ پر و فیر احمد عبدالرحمن صدیقی ☆

”یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں“

بجہ تعالیٰ، یادش بخیر! بندہ عاجز ۱۹۵۷ء میں شیخ الغیر قطب العالم حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے نیا نیا بیعت ہو کر واپس نوشہرہ چھاؤنی پہنچا۔ تو میری ابتدائی درسی کتب صرف ونحو وغیرہ کے استاد، خطیب جامع مسجد حضرت مولانا القاضی عبدالسلام صاحب رحمہ اللہ خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت علامہ تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس مرتبہ محرم کے جلسوں میں ایک جید عالم اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت مولانا القاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ چکوال سے تشریف لانے کی دعوت قبول فرما چکے ہیں اور ان کو مودودی صاحب کے بارہ میں ایک درس دینے کی درخواست بھی کر دی گئی ہے۔ ہم سب طلباء محترم حکیم جمال الدین رحمہ اللہ کی زیر ہدایت اجتماعات کی تیاری میں اور ایک ایک دکان و گھر میں (اس دور میں یہی طریقہ تھا) ٹولیوں کی شکل میں دعوت شمولیت دینے میں منہمک ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد یہ اجتماعات شروع ہوئے تو اختلافات شدت اختیار کر چکے تھے۔ اور دھمکیاں بھی ملتی رہیں کہ ہم حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ چکوال کو نوشہرہ نہیں آنے دیں گے۔ بہر حال اس فضا میں حسب پروگرام حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ موصوف بعض احباب کے جلو میں نوشہرہ تشریف لے آئے۔ جلسوں اور درسوں میں دودن تک خوب سمجھانے کے اپنے مخصوص انداز میں سینکڑوں نوجوان اور ہزاروں شرکاء کو مستفید فرمایا۔

باعثِ رحمت ملاقات

حضرت القاضی صاحب رحمہ اللہ سے یہ پہلی ملاقات ہم طلباء کے لیے باعثِ رحمت بنی اور الحمد للہ ذہن اس طرح فتنوں کے خلاف کام کرنے کے لیے تیار ہوا کہ آج قریباً نصف صدی گزرنے کے

باوجود اس کی برکات حاصل ہیں۔ انہیں دنوں حضرت یحییٰ کی ایک کتاب [مودودی عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر] بھی شائع ہو چکی تھی جو بعد میں ”مودودی مذہب“ کے نام سے ان گنت مرتبہ اور مختلف انداز سے شائع ہوتی رہی۔ اس کتاب کے آخر میں حضرت یحییٰ نے لوگوں کو علماء حق کی جماعت ”جمعیۃ علماء اسلام“ میں شمولیت کی دعوت دیتے ہوئے اسے اولیاء کرام و بزرگوں کی جماعت قرار دیا اور حضرت لاہوری یحییٰ کے نام نامی کے ساتھ ”شیخ پاکستان“ کے عجیب الفاظ لکھے دیکھے تو جذبات عقیدت و محبت حضرت قاضی صاحب یحییٰ سے مزید بڑھ گئے اور اسی وجہ سے سال میں ایک آدھ ملاقات تو ضرور ہو جایا کرتی تھی۔ کبھی بندہ لاہور یا جہلم جلسوں اور میٹنگوں میں حاضر ہوتا اور کبھی چکوال! حضرت یحییٰ نے بھی بہت شفقت سے ہمیشہ نوازا۔ چکوال میں اپنی بیٹھک میں گھنٹوں وقت عطا فرماتے اور خطوط کے جوابات بھی اہتمام اور تفصیل سے عنایت فرماتے اور اپنی طبع شدہ کتابیں اہتمام سے بھی عطا فرماتے بلکہ بعض موثر کتب ڈاک سے بھی بھجوا کر اپنی سرپرستی و محبت سے نوازا کرتے۔ ان میں جو چیزیں موجود ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز اسے مرتب کرنے کا ارادہ ہے احباب کرام خلوص سے اس کے لیے اور دیگر تاریخی مسودات کے بحافیت و جلد مکمل ہو کر شائع ہونے کی دعائیں فرمائیں۔ فہرِ کرم (لہ نفعاً)

کھلا اور مضبوط مسلک

بندہ کو یہ یاد نہیں پڑتا کہ کبھی کوئی دینی یا سیاسی فتنہ ملک میں اٹھا ہو، اور حضرت الشیخ القاضی مظہر حسین صاحب یحییٰ نے اس پر واضح اور ڈٹ کر کھلا و مضبوط مسلک پیش نہ کیا ہو۔ اچھے اور بد اہمیت نام کی کوئی چیز حضرت یحییٰ کے ہاں نہ تھی۔ اپنے بزرگوں اور خاص کر شیخ العرب والجم مجاہد اعظم حضرت مولانا حسین احمد الدینی یحییٰ اور مجاہد کبیر شیخ وقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری یحییٰ کے اتباع میں انہی کے رنگ میں اتفاق حق اور ابطال باطل کے ہمیشہ داعی و ساعی رہے۔

وہ ان دونوں بزرگوں کا اس والہانہ اور محبت کے انداز میں تذکرہ فرماتے کہ ہم خدام و احباب بھی مجہوم مجہوم جاتے اور اس مبارک مسلک پر مضبوطی سے جھے رہنے کی ہمیں تلقین فرماتے اور اس خادم کو تو اکثر فرماتے کہ دورِ حاضر میں یہ دونوں بزرگ من جانب اللہ تعالیٰ سنی مسلک حق کے امام اور علامت بنا دیئے گئے ہیں اور قاضی صاحب ان کو حق کی کسوٹی قرار دیتے تھے۔

ہر باطل کے سامنے سینہ سپر

بندہ عاجز یہ یقین رکھتا ہے کہ حضرت موصوف یحییٰ کو رب کریم جل شانہ نے ہر باطل کے

سانے سینہ پر ہونے اور دلائل و براہین سے اس کا چہچہا کرنے کی عظیم قوت و لغت سے نواز دیا تھا اور ”امام اہل سنت“ ہونے کے ناطے ایک عظیم غیبی نصرت سے نوازا ہوا تھا کہ نہ صرف پرائے بلکہ اپنے لوگ بھی اس زد میں آ جاتے تھے۔ کتنا ہی قرب اور محبت کا جماعتی یا مسلکی تعلق ہو جب کسی طرف سے کوئی بات یا عمل حقیقی اہل سنت و الجماعت کے خلاف محسوس کیا بس فوراً اس پر مضبوط گرفت اور کبیر فرمائی۔ پمفلٹ اور کتب تحریر فرمائیں۔ دروس و تقاریر کے ذریعہ اس کا تعاقب فرمایا پس اللہ تعالیٰ اس بندہٴ نفیس و عجیب پر اپنی کروڑوں رحمتیں و برکات ہمیشہ برساتا رہے۔ آمین.....

دیوبند کے اجلاس میں عجیب بہار

دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جلسہ دستار بندی (غالباً ۱۹۸۰ء) میں اپنے خدام و عقیدت مندوں کے ساتھ جس شان کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس تاریخی عظیم پنڈال میں اپنا مخصوص خیمہ لگوا کر اس پر ”خدام اہل سنت“ کے خوبصورت جھنڈے اور اشتہارات و پمفلٹوں سے ایک عجیب بہار پیدا کر دی تھی۔ اکثافِ عالم اور اطرافِ ہند سے آئے ہوئے لوگ اس انداز سے بہت متاثر ہوتے رہے اور اس جیتے جاگتے نمونہٴ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کر کے ایسے خوش ہوتے کہ ان کے چہروں سے مسرت اور عقیدت نکلتی ہوئی نظر آتی تھی۔ حضرت کے دست رات حضرت مولانا القاضی عبداللطیف صاحب جملی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت الشیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے کئی واقعات نوٹ کر کے بندہ عاجز کو بھی اپنی ڈائری میں سے پڑھاتے تھے۔

حسن خاتمہ کی فکر

آخری ملاقات شدید بیماری کے دنوں میں ہوئی۔ باوجود طبی پابندیوں کے بندہ کو اپنے حجرہٴ خاص میں بلوا کر کافی دیر دعاؤں اور ارشادات عالیہ سے نوازتے رہے۔ اس ملاقات میں بندہ نے محسوس کیا کہ حسن خاتمہ کی بڑی فکر دامن گیر تھی کہ بار بار اس کے لیے دعاؤں کا فرما رہے تھے۔ اس کے باوجود حسبِ عادت بعض فتنوں پر تبصرہ فرمایا۔ جن میں ایک تو اپنے حقانی دیوبندی احباب میں سے ”بعض پیروں کے لبادہ میں دکانداروں“ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ یہ لوگ اپنے بزرگوں و اکابر کے لیے ہا عشہ عار و تنگ بن گئے ہیں اور اپنی دکان و کار و ہار چکانے کے لیے ایسے ایسے ہشکندوں اور پروپیگنڈے سے کام لیتے ہیں (ان کی کچھ تفصیل بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود نقاہت و کمزوری ارشاد فرمائی تھی) اور بہت صدمہ کا

اٹھارہ گرجے ہوئے حال ہی میں شائع شدہ ایک مشہور مصنف کی کتاب دکھائی کہ ان کے ذریعہ ایک پرانی کتاب کو نئے انداز سے مرتب کروا کر پھر اپنے نام کے ساتھ کئی جموں نے القاب اور خطابات جوڑ کر چھپوا دی ہے۔ اس طرح بعض مدارس میں لوگوں کے عطیات سے اپنے اور اپنے خاندان والوں کی پرورش اور دھندے کا تذکرہ فرمایا۔ اس طرح عام مسلمانوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے اور خوف خدا سے نڈر ہونے پر الحسوس فرماتے رہے۔ ساتھ ہی بزرگوں و علماء کے مزارات، عام قبرستانوں سے ہٹ کر اپنے اپنے اداروں میں مزار بنانا اسے ایک نئی بدعت قرار دیا کہ پہلے تو مخصوص لوگ ایسا کرتے تھے اب سب نے یہ کام شروع کر دیا ہے۔

پھر بندہ عاجز سے فرمایا کہ ان فتنوں کے خلاف بھی کام کرنے کی ضرورت ہے اور بعض سیاسی حالات پر بھی تبصرہ فرمایا۔ بندہ سوچتا رہا کہ بیماری کی اس شدت میں اور ایسے حالات میں بھی یہ ”عظیم شخص“ کس طرح اپنے اکابر کی مبارک روایات کو بھجائے ہوئے ہے۔

اکابرین کی آخر نشانی

بندہ عاجز اس کے بعد سفر حج مبارک پر تھا کہ یہ المناک خبر سنی کہ حضرت جامع الکملات یادگار اسلاف، مجاہد ملت، امام اہل سنت، قاطع شرک و بدعات حضرت القاضی صاحب رحمہ اللہ اصل بحق ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دیار شریفہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و نکریما میں ایصالِ ثواب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور مولانا مفتی شیر محمد صاحب علوی سے ایک گفتگو میں بندہ نے تعزیتی ملاقات میں یہ محسوس کیا کہ ہم سب کے نزدیک اکابرین کی آخری نشانی بھی رخصت ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مرقد انور پر ہمیشہ ہمیشہ رحمتوں و برکتوں کی ہارش محم حم برساتا رہے اور روح و رضوان سے نواز کر جنت الفردوس کا باغ بنادے۔ آمین

اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت سے ہمیشہ مشرف رکھے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم

مرد..... درویش

☆ کھ مولانا عبدالمجید صاحب

بعد الحمد والصلوة

بسمہ زہد و ایثار، پیکر تقدس و تقویٰ، کوہ استقامت و جلال، منبع فضائل و کمالات، صبر و رضا اور توکل کی جیتی جاگتی تصویر، علم کا سمندر، عرفاں کا بحر عمیق، یادگار اسلاف، مجاہد و مجاہد ساز، عارف کامل، ناموس رسالت کے فداکار، عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم پر سو جان سے نثار، شیخ العرب و العجم سید حسین احمد مدنی برد اللہ مضجع کی مسند رشد و ہدایت کے جلوہ نشیں، اور شیخ التفسیر، امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کی ریاضت و جفا کشی کا عکس جمیل، سیدی و سندی و مولائی امیر تحریک خدام اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت قاضی مظہر حسین صاحب قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات ان عظیم تاریخی اور نابغہ روزگار شخصیات میں سے ایک تھی، جو قوموں کی تاریخ میں اہم رول ادا کرتی اور اپنے شاندار اور تابناک تاریخی کارناموں کے باعث تاریخ میں بلند مقام پاتی ہیں، جنہیں قومیں اپنے لیے سرمایہ عز و افتخار سمجھتی اور ان کے تعلق پر فخر اور ناز کرتی ہیں، اور جن کا کام اور نام تاریخ میں ہمیشہ روشن و تابندہ رہتا ہے۔

دینی حمیت

حضرت الامیر مہدی دینی غیرت و حمیت سے سرشار تھے، دینی اقدار کی پامالی پر ”بَلَاغُ خَوْفِ لَوْمَةٍ لَا نَسَمَ“ بر ملا نکیر کرتے اور پوری شدت اور قوت کے ساتھ اپنی بیزارگی کا اظہار کرتے تھے۔ حق بات کہنے میں کبھی مصلحت آڑے نہیں آئی۔ بلکہ حق بات کہنے میں بڑے بے باک اور جری تھے۔ جب کبھی خلاف حق کوئی بات دیکھتے یا سنتے، تو پھر فاروقی صفت ”وَأَشَدُّهُمْ لِي أَمْرًا لِلَّهِ عَمَرًا“ کا مکمل نمونہ بن جاتے تھے۔ ملوک و امراء ہوں یا عمائدین سلطنت، مذہبی زعماء ہوں یا سیاسی رہنما جس کسی سے بھی خلاف حق

☆ خطیب جامع مسجد پھولوں والی، راولپنڈی

کسی بات کا اظہار ہوتا تو بغیر کسی لگی لپٹی کے احقاق حق کرنے سے بھی کبھی گریز نہیں کیا۔ ایسے مواقع پر آپ ہمیشہ غیرت و حمیت دینی کی برہان اور جلال الہی کے ”مظہر“ ہوتے۔

درویشانہ زندگی

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ ہر شعبہ حیات میں دنیا کی نیرنگیوں سے کوسوں دور رہے۔ دنیا کی محبت و عظمت انہیں کسی بھی امداد سے متاثر نہ کر سکی۔ دنیا سے بے رغبتی اور بے اعتنائی ان کی زندگی کا طغرائے امتیاز تھا۔ زہد و قناعت میں وہ بوذرغفاری رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق زار اور ورع و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں غزالی دوراں تھے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ لباس و پوشاک، خورد و نوش اور رہن سہن ہر معاملہ میں تکلفات سے مبرا رہے، آبائی گاؤں کی چالیس سالہ زندگی والد گرامی قدر ہی کے مکان میں بسر فرمائی اور چکوال کی پچاس سالہ زندگی مدرسہ کے حجرہ نما مکان میں گزاری۔ نہ اپنے لیے نہ اہل و عیال کے لیے کوئی، بنگلہ یا مکان بنایا۔

مَنْ فِي الدُّنْيَا كَانَتْكَ غَرِيبًا أَوْ غَابًا مَسْبِلٌ۔ کا عملی مظاہر ان ہی کی شایان شان تھا۔

سب سے زیادہ تعجب انگیز اور حیرت افزا بات تو یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب نے ساری زندگی نہ مدارس سے، نہ مساجد کی امامت و خطابت کے عوض اور نہ ہی جلسوں اور کانفرنسوں میں کبھی کسی سے کوئی ہدیہ و شکرانہ وصول کیا اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ آمدن تھا۔ سفید پوشی اور عیال داری کے باوجود کبھی کسی کے سامنے دست طلب دراز نہیں کیا متعلقین اور مریدین کے نذرانے وصول کرنے کی کبھی سوچی ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی وصف ”رزاقیت“ پر اس قدر کامل یقین تھا کہ اسباب سے بے نیاز ہو کر خزانہ غیب سے ہمیشہ مقسوم رزق فراوانی سے وصول کرتے رہے اور زبان حال سے یہ نعرہ مستانہ لگاتے رہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ [سورہ طلاق]

حضرت کے حسب حال شاعر بھی ہمنوائی کرتے ہوئے کہتا ہے.....

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے

خودی نہ بچ غریبی میں نام پیدا کر

راقم نے ستر سالہ زندگی علماء کرام کی کفش برداری میں گزاری ہے، بے شمار علماء کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن جو شانِ استغناء سیدی و مرشدی قطب الارشاد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی دیکھی کہیں بھی اس کی جھلک نظر نہیں آتی۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ساری زندگی دینی خدمات پر کبھی معاوضہ وصول نہیں کیا اگر کوئی آدمی جلے کے لیے وقت لیتا تو ارشاد فرماتے "آنے کا وعدہ نہیں کرتا اگر اللہ نے کرایہ دے دیا تو آ جاؤں گا۔" اور ان کی اولاد بھی ان ہی اوصاف کی حامل تھی اور حضرت قاضی صاحب نے بھی ساری زندگی درویشی میں گزار دی کسی بھی خدمت کے بدلے میں یہی موقف تھا۔

وَمَا اسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ.

اصلاح معاشرہ

حضرت اقدس دور حاضر میں علم و عمل کا مرجع، زہد و قناعت کا مجسمہ اور اطاعت خدا اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین پیکر تھے۔ اپنے گرد و پیش اور پوری مسلم قوم کی غیر اسلامی بود و باش اور افعال و اعمال پر ہر وقت کڑی نظر رکھے رہتے اور ان کی اصلاح و فلاح کی جدوجہد تادم واپس جاری رکھی۔

درس و تدریس، تعلیم و تعلم، دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ احیاء سنت، رد بدعات، لوگوں کی عادت و اخلاق، عقائد و اعمال اور سماجی و معاشرتی خرابیوں کی اصلاح میں بھرپور کردار ادا فرمایا، سارے علاقے میں تبلیغی جلے اور کانفرنسیں منعقد کرتے اور اکابر علماء کرام کی تقاریر کا انتظام فرماتے۔ جس سے علاقے کے عوام کی کایا پلٹ گئی۔ جو لوگ رسم و رواج اور بدعات کے شیدائی تھے، وہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے فدائی بن گئے، عقائد میں رسوخ اور اعمال میں سنت کی چاشنی نمایاں نظر آتی تھی.....

کہیں مدت سے ساتی بھیجتا ہے ایسا مستانہ

بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

حضرت اقدس کے پُر کیف، پُر اثر، دلنشین اور شیریں مواعظ بے حد مقبول اور سحرانگیز ہوتے تھے۔ کیونکہ نہ ہو، کسی اللہ والے نے اس حقیقت کو کیسی عمدگی سے واضح فرمایا ہے.....

”از دل خیر، بدل ریزد“

(جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل پر ہی لگتی ہے)

حضرت کے مواعظ میں علم و عرفان اور حقائق و معارف کی بارش ہوتی تھی۔ پیرانہ سالی، نحیف و ضعیف بدن کے باوجود گھنٹوں تسلسل کے ساتھ مواعظ کا سلسلہ جاری رہتا۔

مدرسہ اظہار الاسلام کا قیام

”مدرسہ اظہار الاسلام“ کے نام سے حضرت اقدس بیہیہ نے اپنے آبائی گاؤں بھیس میں مدرسہ قائم فرمایا۔ مدرسہ دور افتادہ علاقہ میں تھا جہاں نہ تو ذرائع مواصلات دستیاب تھے اور نہ ہی کوئی قابل ذکر سہولت میر تقی جو طلباء کی کشش کا باعث ہوتی۔

قرآنی علوم و معارف کی ترویج و ترقی اور تعلیم و تعلم کا مطلوبہ معیار بالکل معدوم اور مدرسہ رو بہ تنزل تھا، جس کا حضرت کو شدید قلق تھا۔ طویل غور و خوض اور اپنے مرشد و مربی شیخ العرب والہم سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے مشاورت اور استعارہ کے بعد حضرت نے چکوال کو رشد و ہدایت اور اسلامی علوم و فنون کی نشر و اشاعت اور بیعت و ارشاد کا مرکز بنانے کا تہیہ کر لیا۔ چنانچہ آج سے ٹھیک نصف صدی قبل ۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء چکوال کے دیرانے میں شہری آبادی سے دور ”کالج والی مسجد“ میں مدرسہ کی داغ بیل ڈالی ”نور عرفان“ کی چکوال منتقلی سے بھیس اور گرد و نواح کے احباب میں کھلبلی مچ گئی۔ انہیں حضرت اقدس بیہیہ کی جدائی کسی قیمت گوارہ نہ تھی۔ چکوال کو رشد و ہدایت کا مرکز بن جانے سے حضرت کی مستقل سکونت بھی ویسی ہی ناگزیر تھی، اس لیے علاقہ کے لوگوں نے حضرت سے بار بار درخواست کی کہ ہمیں داغ بیل عمارت نہ دیں۔ لیکن حضرت کے سامنے مدرسہ کا جو روشن مستقبل تھا اس سے کیسے دستبردار ہو جاتے، راقم اٹیم اس دور میں حضرت کے زیر سایہ بھیس میں زیر تعلیم تھا۔ چکوال کے سعادت مند احباب نے انصار مدینہ کے ایثار و فدائیت کی یاد تازہ کر دی، انہوں نے نہایت وسعت قلبی اور خندہ روئی سے حضرت کو خوش آمدید کہا۔ ان کا تعاون اور جذبہ بے حد قابل ستائش اور لائق صد آفرین تھا۔ اس مقدس مشن کا آغاز خطبہ جمعہ اور درس قرآن سے ہوا۔

چکوال سے بھیس سفر، نامہوار اور دشوار و گزار راستہ، حضرت بیہیہ عموماً سائیکل پر طے کرتے اور ایک مرمع یک یہی طریقہ جاری رہا۔ حضرت اقدس بیہیہ کے خلوص اور للہیت کا کرشمہ کہ چکوال میں مدرسہ کو توجہ خیر مقبولیت اور کشش حاصل ہوئی، مدرسہ نے جلد ترقی کی منازل طے کر لیں اور مرجع خلافت بن گیا۔ ۱۹۵۷ء میں حضرت کا قیام کالج والی مسجد سے ”مدنی مسجد“ میں ہو گیا۔ تعلیم و تربیت اور بہترین نظم و نسق کی وجہ سے مدرسہ دوسرے مدارس سے ممتاز ہو گیا اور شائقین علوم نبوت کی توجہ کا مرکز بن گیا، حضرت بیہیہ کی باطنی توجہ اور ظاہری تربیت نے طلبہ میں دینی حیثیت اور جذبہ نصرت دین اور احیاء سنت

کی عورت پیدا کر دی۔ اس وقت مدرسہ اعلیٰ اسلام کو مرتبہ نبی شہیدیت حاصل ہے اور سارے ملاقہ میں اس کی بے شمار شخصیات قائم ہیں۔ جن میں سے بچہ ملی مدارس کا آئینہ مدرسہ مسالما الامام ہے۔
 ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔

مدرسہ بنات کا قیام

حضرت اقدس قدس سرہ کی باقیات الصالحات میں سے ایک عقیدہ المائال اور مدنیہ اعلیٰ کا نامہ ”جامعہ اہل سنت نعیم امراء“ بھی ہے، جامعہ کا قیام ایسے وقت ہوا کہ سنی بچوں کی تعلیم و تربیت کے احتیاج سے عورتوں کے ملحقہ اور شہرہاں کے شہر خانی اور غازی تھے، گویا کہ انسانیت کی اولین تربیت گاہ ”عورت“ کی تربیت و اصلاح کا فریضہ طاق نسیاں کی ذمہ ہو چکا تھا، اکثر بیشتر مقتدر علماء کرام کی اہل خانہ بھی دینی نعیم سے بے بہرہ تھیں۔ حالانکہ معاشرہ کی اصلاح و فلاح اور انسانی تعمیر و ترقی میں جو کردار عورت ادا کر سکتی ہے۔ وہ مرد کی بساطت باہر ہے۔

چنانچہ حضرت قاضی صاحب نے سنی بچوں کی نعیم و تربیت کا بیڑا اٹھایا اور ۱۹۶۰ء میں ”جامعہ اہل سنت نعیم امراء“ کے نام سے نعیم امراء کی درگاہ قائم فرمائی، جس کا نظم و نسق اور تعلیم و تربیت کی جملہ ذمہ داری حضرت بیگم کی تھی۔ یہ البتہ مجاہد کے سپرد تھی، جہاں سے سیکڑوں حافظات قاریات، حافظات، عاملات اور مہنگات فیصل یاب ہو چکی ہیں اور ملک کے طول و عرض میں علم و عرفان کے دیپ جلا کر مسلمان عورتوں اور بچیوں کے دلوں کو منور کر رہی ہیں۔ اللہم زدہن و زدہن۔

فتنوں کی سرکوبی

جس طرح اللہ جل شانہ نے سیدنا حفصہ بنت الیمانؓ کو ایک منفرد وصیت کا ذوق عطا فرمایا تھا۔ جس کا اعہار وہ خود بہ ان اتفاق میں کرتے ہیں۔

کلوا یسئلونہ عن العیبر و کنت اسالہ عن الشر۔

صحابہ حضور انورؐ پہنچے، سے خیمہ کے حلقے دریافت کیا کرتے تھے اور میں شر (گندہ) کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے امت کے علماء کرام کے بھی مختلف طبقات بنا دیئے، جن میں سے بعض علماء نے فتنوں کی تردید، خرابیوں کی نشاندہی، خطرات کی خبر داری اور امت کے ایمان و اعمال کی فتنوں کی پابوسم سے حفاظت کو اپنا روزنا چھوٹا بنالیا اور کسی لالچی، خوف اور ملامت کی پرواہ کیے بغیر امت

کے کسی بھی طبقہ میں پیدا ہونے والی خرابی اور فتنے کی نشاندہی، تعاقب اور سرکوبی کی جدوجہد جاری رکھی۔ امت کے ان ہی سربراہ اور مشاہیر علماء کرام میں سے حضرت اقدس قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ اگرچہ حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ صاحب عارف باللہ اور ولی کامل تھے، جن کے فیضانِ نظر سے لاتعداد مریدین کے دلوں کی دنیا بدل گئی۔ وہ وعظ و نصیحت اور اخلاق و آداب کے عظیم رہبر تھے، جن کی تقریر دلپذیر لوگوں کے من کی دنیا روشن اور تابندہ بنادینے میں زور و اثر تھی، وہ سنت کے ایسے گرویدہ اور شیدائی تھے، جن کی سیرت و کردار پر بدترین دشمن بھی انگشت نہائی نہ کر سکے۔

لیکن ان کا سب سے نمایاں وصف اور ممتاز حیثیت فتنوں کا تعاقب اور سرکوبی تھی۔ گویا کہ اس پر فتن دور میں انہوں نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پرچم کو سر بلند رکھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مصداق تھے۔

رجل آخذ بعنان فرسہ خلف اعداء اللہ تعالیٰ یخفیہم ویخفیونہ۔

ترجمہ: فتنہ کے دور میں ایمان کی حفاظت وہی شخص کر سکے گا، جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف گھوڑے کی لگام تھامے ہر وقت برسرِ پیکار رہے گا۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا گھوڑا ان کا ”علم“ تھا اور ان کی ”لگام“ ان کا قلم تھا۔ جو ساری زندگی مختلف تریفوں کو لگا کرتے رہے، لیکن یہاں محدودے چند فتنوں کے تذکرہ پر اکتفا کیا جائے گا.....

قادیانی فتنہ

فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کا جذبہ اور ولولہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد گرامی قدر مولانا کریم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ سے ورثہ میں ملا تھا۔ موصوف نے مرزا قادیانی کو عدالت میں گھسیٹا اور چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ اس مقدمہ کی مکمل روئیداد ”تازیانہ عبرت“ کے نام سے کتابی شکل میں موجود ہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں.....

”تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے بعد مرتد ظفر اللہ قادیانی کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنایا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے مرزائیوں کو بڑی تقویت ملی اور دوسرے ممالک میں بھی ان کی کافرانہ سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔ علماء حق اس فتنہ کفر و اژدہ کے پھیلاؤ کو یکسر برداشت کر سکتے تھے، مرد مجاہد امیر شریعت خطیب اعظم حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری (متوفی ۱۳۲۲ھ اگست ۱۹۶۱ء) میدان میں

آئے، انہوں نے منکرین ختم نبوت اور ان کے حامیوں کو لاکار۔ آپ کی پرجوش مجاہدانہ تقریروں سے ملک میں الجھل مچ گئی۔“ [مقدمہ تازیانہ عبرت ص ۷۷]

۱۹۵۳ء میں جب میاں ممتاز دولتانہ مرحوم وزیر اعلیٰ پنجاب نے قادیانیوں کے خلاف تقریر کرنے پر پابندی لگا دی..... پابندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے آرام باغ کراچی کے عظیم الشان جلسے میں تقریر کے دوران کہا..... اے ناظم الدین میری بات غور سے سنو۔ میں تجھے مسلمان کی حیثیت سے نبی کریم ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں، یہ مطالبے مان لو۔ میں تیری مرغیوں کو ساری عمر دانہ ڈالوں گا اور تیری جوتیاں اپنی ڈاڑھی سے صاف کروں گا۔“

اس تقریر کے بعد رات ۳ بجے پولیس نے مجلس عمل ختم نبوت کے دفتر کا گھیراؤ کر لیا اور حضرت بخاری سمیت جو زعماء دفتر میں موجود تھے سب کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد ملک بھر میں احتجاجی جلوس اور گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ [ماہنامہ حق چار یار ص ۲۶، ۲۷، جولائی ۱۹۹۸ء]

ضلع جہلم میں تحریک کا مرکز مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی کی جامع مسجد گنبد والی تھی۔ پروگرام یہ تھا کہ ہر جمعہ کو جامع مسجد گنبد والی سے احتجاجی جلوس نکال کر گرفتاریاں دی جائیں گی۔

میں ان دنوں اپنے گاؤں بھیں تحصیل چکوال میں رہتا تھا۔ حسب پروگرام ۱۳ مارچ ۱۹۵۳ء کے جمعہ پر جامع مسجد گنبد والی میں بندہ نے تقریر کی اور احتجاجی جلوس نکال کر گرفتاری پیش کر دی۔

دودن کے بعد مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی، مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب، مولانا محمد صادق صاحب بریلوی، میاں کرم الہی صاحب مجاہد چکوال اور بندہ کو ڈسٹرکٹ جیل جہلم سے نکال کر لاہور لے گئے اور پھر لاہور سے ہی سنٹرل جیل منٹگری (ساہیوال) منتقل کر دیا گیا۔

جیل میں مولانا جہلمی، مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب اور بندہ کی کوٹھڑیاں ساتھ ساتھ تھیں اور اسی لائن میں میرے ساتھ آخری کوٹھڑی میں شیخ الحدیث صاحب غور غشتی تھے، کوٹھڑیاں دن رات کھلی رہتی تھیں، صرف سرکلر کے باہر کا بڑا گیٹ بند رہتا تھا۔ مولانا جہلمی کو امام نماز بنایا گیا تھا۔ نظر بندی کا یہ عرصہ مولانا جہلمی کی معیت میں گزرا۔ ڈسٹرکٹ جیل جہلم سے نکل کر کے ہمیں سنٹرل جیل لاہور لایا گیا۔

”بہرحال تحریک ختم نبوت کامیاب ہوئی۔ میاں ممتاز دولتانہ کی وزارت ختم ہوگئی، نظفر اللہ قادیانی کو برطرف کر کے وزارت خارجہ سے ہٹا دیا گیا۔ نظفر بندوں کی رہائی شروع ہوگئی۔ ہم میں سے حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب ڈوبیلی والے پہلے ان کے بعد حضرت جمہلی اور ان سے دو دن بعد ۱۳/ جنوری ۱۹۵۴ء کو بندہ کی رہائی ہوئی۔“ (ملخصاً ماہنامہ حق چار بار جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ لکھتے ہیں...

”مرزا ایت چوتھ بقول مرزا قادیانی آنجہانی انگریزوں کا خود کا شتہ پودا ہے۔ انگریز ہوں یا دوسرے کفار اس کی سرپرستی کرتے رہتے ہیں، مرزائیوں کی ریشہ دوانیاں جاری رہیں۔ اس فتنہ کفر و ارتداد کے خلاف پھر علمائے اسلام میدان عمل آ گئے۔ مجلس عمل ختم نبوت قائم کی گئی۔ جس کے صدر مخدوم العلماء حضرت مولانا محمد یوسف صاحب محدث بخوری بانی جامعہ اسلامیہ بخوری ناؤن کراچی متوفی ۱/ اکتوبر ۱۹۷۷ء تھے۔ اس تحریک میں مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب جنرل سیکرٹری جمعیت العلماء اسلام نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس عظیم تحریک کے نتیجہ میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کو آئین پاکستان میں غیر مسلم قرار دیا گیا۔“

اس کے بعد حضرت لکھتے ہیں.....

”مرزائی حضور سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے منصب نبوت کے منکر اور نثار ہیں۔ وہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے مقابلہ میں دجال زمانہ مرزا غلام احمد قادیانی آغجانی کی نبوت کے قائل ہو کر جنم کا راستہ اختیار کر چکے ہیں۔ اگر بلا توبہ مرجائیں تو دوسرے کفار یہود و نصاریٰ کی طرح ہمیشہ ہمیشہ اپنے مرزا قادیانی کے ساتھ جنم میں رہیں گے۔“ (مقدمہ، تازیانہ عبرت، ص ۱۹)

۱۹۷۴ء کی تحریک میں چکوال کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ حضرت اقدس بیسید نے تحریک میں قائدانہ کردار ادا فرمایا۔ شہر کے علاوہ سارے علاقہ میں جلے اور کانفرنسیں منعقد کر کے تحریک کو کامیاب بنانے کے اقدام کیے۔

پرويزي فتنه

حضرت مولانا محمد عبدالرشيد نعماني رحمۃ اللہ علیہ "پیش لفظ" متفقہ فتویٰ پرويز کا فرہے۔ میں لکھتے ہیں۔
 "انگریز کے عہدِ نخواست میں جو تحریکیں اسلام کو مسخ و محرف کرنے کے لیے انھیں ان میں سب سے پہلی تحریکِ نچریت کی تھی۔ پھر ایک طرف "قادیانیت" نے نئی نبوت کے روپ میں جنم لیا اور دوسری طرف "چکڑالویت" نے انکارِ حدیث کا فتنہ برپا کیا۔ اس کے بعد خاکسار تحریک نے سر اٹھایا اور پھر ان سب تحریکوں کا سزا ہوا ملغوبہ پرويز کے حصہ میں آیا اور ان سب پر کیونزم کا نقس مستزاد ہوا۔"

چنانچہ پرويزی لٹریچر میں کیونزم کا پورا معاشی ڈھانچہ اور اس کی مذہبی بیزاری، نچریت کی مادہ پرستی، قادیانیت کا انکارِ وجود، چکڑالویت کا انکارِ سنت، خاکساروں کی تحریف و تاویل سب خرابیاں یک جا موجود ہیں اور مسٹر پرويز کے قلم کی روانی نے ان غلاظتوں میں اور اضافہ کر دیا ہے۔

فَوَاقَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ

(ان میں ان کی پہلی گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھادی)

حضرت اقدس قدس سرہ لکھتے ہیں.....

"پاکستان کے پرويز نے ایران کے خسرو پرويز کی تقلید میں فرامینِ رسالت کا انکار کیا۔"
 "یہ پاکستانی پرويز اس ایرانی پرويز ہی کا وارث بنا، اس کا پیدائشی نام غلام محمد ہے۔ لیکن یہ ایرانی پرويز کی طرح بجائے غلام کے دشمن احمد بنا اور اپنے آپ کو پرويز کے نام سے ہی متعارف کروایا۔ اس نے بظاہر حدیثِ رسول ﷺ کی حجیت کا انکار کیا۔ جس کی بنا پر اس کو کافر قرار دیا گیا۔ لیکن اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ پہلے کافر بنا پھر اس نے اسلام اور قرآن سے بدظن کرنے کے لیے انکارِ حدیث کا راستہ اختیار کیا۔" [ماہنامہ حق چارباہ، ۲۴ اکتوبر ۲۰۰۱ء]
 مزید لکھتے ہیں.....

"پرويز کی مذکورہ تحریرات سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل آسان ہے کہ وہ دراصل سرے سے قرآن ہی کا منکر ہے، اور قرآنی حقائق اور احکام کا ایسا معنی بیان کرتا ہے جن کا قرآنی آیات سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا، دجل و فریب اور کذب و افتراء میں قادیانی و جال و کذاب سے بڑھا ہوا ہے اور اس

نے فہم قرآن، لغات القرآن اور معارف القرآن وغیرہ کے عنوان سے جو کتابیں لکھی ہیں اس میں اس نے شیطانی مکر و فریب سے کام لے کر اہل اسلام کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اور کئی قتل کے اندھے اس کے فریب میں مبتلا ہو گئے۔ (زندہ لڑائی)۔ [ماہنامہ حق چار یار، ۶ اکتوبر ۲۰۰۱ء]

حضرت اقدس قاضی صاحب نے غلام احمد پرویز کے کفریہ عقائد، افکار و نظریات پر تفصیلاً بحث کی ہے اور آخر میں "خلاصہ بحث" کے ضمن میں لکھتے ہیں

"ہم نے بطور نمونہ چند اقتباسات پر بحث کی ہے۔ اور قرآن حکیم کی آیات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ پرویز بظاہر تو قرآنی اتباع کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن حقیقتاً وہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کا منکر ہے۔ وہ خاتم النبیین ﷺ کی نبوت و رسالت کا بھی منکر ہے بلکہ وہ خالق کائنات کا بھی منکر ہے اور وہ کتاب اللہ کی روشنی میں یقیناً کافر و مرتد ہے۔ اور جو لوگ اس کے کفریہ نظریات کو صحیح مانتے ہیں وہ بھی کافر و مرتد ہیں۔ دریں حالات پاکستان کی ہر مسلمان حکومت کا فرض ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی و جال و کذاب کی طرح پرویز اور اس کے پیروکاروں کو بھی کافر قرار دے کر کتاب و سنت کی حقانیت کا تحفظ کرے۔" [ماہنامہ حق چار یار، ۱۳ نومبر ۲۰۰۱ء]

جب غلام احمد پرویز کے کفریہ نظریات کے پیش نظر ایک ہزار سے زائد علماء کرام نے کفر کا فتویٰ لگایا تو حضرت قاضی صاحب نے ان الفاظ کے ساتھ اس فتویٰ کی توثیق فرمائی.....

"علمائے کرام نے منکر حدیث غلام احمد پرویز پر اس کی عبارات کی بنا پر جو کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے ہمیں اس سے پورا پورا اتفاق ہے۔" [پرویز کے متعلق علماء کا مشترکہ فتویٰ، ۱۷۲ نمبر ۱۲۶۶]

فقہ شیعیت

حضرت اقدس وکیل صحابہ قاضی صاحب قدس سرہ کو قابل رشک دینی خدمات کے صلہ میں سنی مسلمانوں کی طرف سے "وکیل صحابہ" کا منفرد نوعیت کا خطاب حاصل تھا۔ چکوال شہر اور گرد و نواح کا سارا علاقہ شیعہ کی کثیر آبادی پر مشتمل ہے، پھر امام بازہ کے پہلو میں "مذنی مسجد اور مدرسہ اظہار الاسلام" کا قیام اجتماع ضدین ہے، جو مجموعاً محال ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق شیعہ کے عقائد و نظریات اٹکے چبھے نہیں ہیں۔ ان سے مناظرہ و مباحثہ اور نزاع و جدال یعنی امر تھا۔

لیکن حضرت بیہیہ نے بڑے طعناً کے ساتھ "کشتی حیات" اس منہجہ حاد میں ڈال دی اور پھر کمال

مہارت کے ساتھ اسے بحفاظت کنارہ تک لے جانے میں فائز المرام ہوئے، حضرت کا وجود مسعود شیعہ شیعہ کے لیے تیغ بے نیام تھا، وہ تازیست ان سے نبرد آزما رہے، وہ شیعہ کے سینہ پر بہر شیر کی طرح برہماں ہو کر چنگھارتے اور گر جتے رہے، ہمیشہ مدنی مسجد سے ”ہل من مبارذ“ (ہے کوئی سامنے آنے والا؟) کا نعرہ مستانہ گونجتا رہا، شیعہ کے ساتھ ”رزم“ کا بازار ہمیشہ گرم رہا اور بارہا سنت یوسفی ادا کرتے ہوئے ”پس دیوار زندان“ جلوہ افروز ہوتے رہے۔ حضرت قاضی صاحب کی مخلصانہ کوششوں اور جرات مندانہ اقدام سے جہاں عام سنی مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں نکھار پیدا ہوا اور ان کے قلوب عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم سے معمور ہوئے، وہاں شیعہ علماء اور مجتہد بھی حضرت قاضی صاحب کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر دم بخود ہو گئے۔ اور اہل سنت کی فتح و کامرانی کا پھر پراہر گھر پر لہرانے لگا۔ حضرت قاضی صاحب ہی کی کتابوں سے شیعہ کے باطل عقائد کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے.....

”کچھ ایسے مدعیان اسلام پیدا ہوئے۔ جنہوں نے نہ صرف اصحاب رسول کے فضائل و محاسن کا انکار کیا۔ بلکہ بڑی شدت سے اللہ تعالیٰ کے ان قدسی صفات بندوں پر کفر و نفاق کا الزام لگایا۔“

[مقدمہ آفتاب ہدایت، ص ۱۰]

شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو نے اپنی کتاب ”تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت“ ص ۲۰۱ میں لکھا ہے.....

”دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور برادران اسلامی میں اس سلسلہ میں جو کچھ نزاع ہے وہ صرف اصحاب ثلاثہ کے بارے میں ہے۔ اہل سنت ان کو بعد از نبی تمام اصحاب و امت سے افضل جانتے ہیں۔ اور ہم ان کو دولت ایمان و ایقان اور اخلاص سے تہی دامن جانتے ہیں۔“

[مقدمہ مطرۃ الکرامہ، ص ۲۸]

تحریف قرآن

شیعہ کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں موجود قرآن مجید اصل نہیں ہے، اس میں تحریف کی گئی ہے، اصلی اور خدا کا قرآن وہ ہے جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا، جسے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول نہیں کیا، پھر اسے غائب کر دیا گیا ہے۔

حضرت قاضی صاحب نقل کرتے ہیں.....

”ایک شخص نے حضرت ابو عبد اللہ یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے قرآن پڑھا۔ میں کان لگا کر سن رہا تھا، اس کی قرأت عام لوگوں کی قرأت کے خلاف تھی۔ حضرت نے فرمایا..... اس طرح نہ پڑھو بلکہ جیسے سب لوگ پڑھتے ہیں تم بھی پڑھو جب تک ظہور قائم آل محمد نہ ہو، جب ظہور ہوگا تو وہ قرآن کو صحیح صورت میں تلاوت کریں گے۔ اور اس قرآن کو نکال لیں گے جو حضرت علی علیہ السلام نے لکھا تھا۔“

اور فرمایا:

”جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جمع قرآن اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تھے۔ تو آپ نے اس کو حکومت کے سامنے پیش کر کے فرمایا تھا کہ یہ ہے کتاب اللہ۔ جس کو میں نے اسی ترتیب سے جمع کیا ہے جس طرح حضرت رسول خدا پر نازل ہوئی تھی۔ میں نے اس کو دو لوحوں (لوح دل اور لوح مکتوب) سے جمع کیا، انہوں نے کہا ہمارے پاس جامع قرآن موجود ہے۔ ہمیں آپ کے قرآن کی ضرورت نہیں۔ حضرت نے فرمایا..... بخدا اس کے بعد اب تم کبھی اس کو نہ دیکھو گے۔ میرا فرض ہے کہ میں تم کو اس سے آگاہ کر دوں، تاکہ تم اس کو پڑھو۔“

[شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم، ص ۶۳۱۔ دعوت اتحاد کا جائزہ، ص ۵۸]

بارہ امام رسول تھے

ایک شیعہ مصنف سید یاور حسین جعفری نے اپنی کتاب ”سولہ مسئلے“ میں لکھا ہے.....

”اب رسول خدا حضرت محمد ﷺ پر واجب ہو گیا تھا کہ وہ علی کی رسالت و امامت اور ولایت کا اعلان کرتے۔ چنانچہ انہوں نے کیا اور کئی مواقع پر کیا۔ خصوصاً غدیر خم پر تو ایسا اعلان کیا کہ جسے بھلانے والے بھلا نہ سکے۔“ [مقدمہ مطرود الکرامۃ، ص ۳۵]

امام باقر کا ارشاد ہے.....

”جب قائم آل محمد یعنی مہدی ظاہر ہوں گے، خدا ملائکہ کے ذریعہ ان کی مدد کرے گا، اور سب سے پہلا شخص جو ان سے بیعت کرے گا، وہ محمد ﷺ ہوں گے۔ پھر حضرت علی ان کی بیعت کریں گے۔“ [حق البیعت، ص ۳۴۷، مقدمہ مطرود الکرامۃ، ص ۳۵]

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ نے شیعہ کے باطل مذہب کے خلاف متعدد کتابیں تصنیف فرمائی

ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں.....

”چنانچہ رذیعیہ میں میری حسب ذیل تصانیف شاہد ہیں ① سنی مذہب حق ہے ② بشارت الدارین ③ پاکستان میں کلمہ اسلام کی تبدیلی کی ایک خطرناک سازش ④ سنی شیعہ دینی مدارس کا اتحادی فتنہ ⑤ دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم ⑥ میاں طفیل محمد کی دعوت و اتحاد کا جائزہ وغیرہ (کشف خارجیت ص ۲۲) نیز ⑦ ہم ماتم کیوں نہیں کرتے ⑧ دفاع معاویہ رضی اللہ عنہ ⑨ یادگار حسین۔

فتنہ مودودی

قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت اقدس قاضی صاحب قدس سرہ نے ایک مضمون بعنوان ”جماعت اسلامی ایک فتنہ انگیز تحریک“ ماہنامہ حق چار یا فردی ۲۰۰۲ء میں شائع فرمایا تھا، عنوان کی سنگینی کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت لکھتے ہیں.....

”بظاہر بہت سخت اور تشویش ناک عنوان ہے۔ جس کو وہ ناظرین بہت زیادہ ناپسند اور غیر مہذب قرار دیں گے، جو مودودی کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور جماعت اسلامی کی ظاہری تقسیم اور تحریکی جوش و خروش سے متاثر ہیں۔“

اور میں نے جو جماعت اسلامی کو ایک فتنہ انگیز تحریک قرار دیا ہے، تو اس کی وجہ مودودی صاحب کی وہ ناپاک عبارت ہے، جو ان کے ناپاک قلم سے سرزد ہوئی ہے، مودودی صاحب نے اپنی معرکہ الآراء کتاب ”خلافت و ملوکیت“ میں قرآن کے موعودہ تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی پالیسی کو خطرناک اور فتنہ انگیز قرار دیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں.....

”اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں، جو بہت دور رس اور خطرناک نتائج کی حامل ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلسل بڑی طویل مدت تک ایک ہی صوبے کی گورنری پہ مامور کیے رکھا۔ دوسری چیز جو اس سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ کے سیکرٹری کی اہم پوزیشن پر مروان بن الحکم کی ماموریت تھی۔“

[خلافت ملوکیت طبع اول، ص ۱۱۵، اکتوبر ۱۹۶۶ء، طبع مچیوس، جولائی ۲۰۰۰ء، ص ۱۱۵]

مودودی صاحب نے خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی کو خطرناک اور فتنہ انگیز قرار دیا۔ اس

لیے میں نے اس مضمون کا عنوان ”جماعت اسلامی ایک فتنہ انگیز تحریک“ رکھا ہے۔

[ماہنامہ حق چارپایہ فروری ۲۰۰۲ء، ص ۵]

تنقیدی مہم

حضرت اقدس بریلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں.....

”بے استاد امیر جماعت اسلامی کی دینی علوم و معارف میں کمزوری اور ناپختہ کاری ہی ایک ایسی مستقل وجہ تھی جس کی بنا پر مودودی جماعت ملت اسلامیہ کی علمی و دینی قیادت کی اہل ثبات نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن اس کے علاوہ امیر جماعت کی مخصوص افتاد طبع اور تعلیٰ آمیز تنقیدی مزاج نے بھی اس تحریک کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔

اگر مودودی صاحب کتاب و سنت کی تشریح و تعبیر میں محققین و اسلاف امت کی پیروی کرتے ہوئے اپنی ذہنی و قلبی صلاحیتوں سے مسلمانوں کی منہزہ قوتوں کو متحد و منظم کرتے تو یہ ان کا ایک شاندار کارنامہ ہوتا، لیکن بجائے سلف صالحین کی اتباع کے انہوں نے مخالفانہ طرز عمل اختیار کیا اور صالح تنقید کے نام سے اکابر امت کے خلاف بے اعتمادی اور سوء ظنی کا ایک ایسا دروازہ کھول دیا، جو امت کے لیے انتشار کا باعث بن گیا ہے اور جس کی وجہ سے اس پارٹی نے ایک متعصب فرقہ کی شکل اختیار کر لی ہے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جو مایہ ناز علمی و عملی ممتاز شخصیتیں تھیں اور جن کے امت پر عظیم احسانات تھے۔ ان میں سے غالباً کوئی بھی ایسا نہیں جو مودودی صاحب کے تنقیدی قلم کی زد میں نہ آیا ہو اور کوئی اس سے بچ بھی کیسے سکتا تھا۔ جب کہ مودودی صاحب نے اپنا اصول ہی یہ مقرر کیا ہے کہ ”اگر کسی شخص کے احترام کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس پر کسی پہلو سے کوئی تنقید نہ کی جائے، تو ہم اس کو احترام نہیں سمجھتے بلکہ بت پرستی سمجھتے ہیں اور اس بت پرستی کو ماننا منجملہ ان مقاصد کے ایک اہم مقصد ہے جس کو جماعت اسلامی پیش نظر رکھتی ہے۔

[ترجمان القرآن، ص ۲۷۷]، ماہنامہ حق چارپایہ، جنوری ۱۹۹۹ء، ص ۳۸، ۳۹

مودودی صاحب کا تعارف

حضرت اقدس بریلوی کی عبارات کے آئینہ میں مودودی صاحب کا ”چہرہ“ کس قدر صاف ”آرا رہا

ہے، بزمِ خویش دنیا جہاں کی اصلاح اور فلاح، رہبری اور رہنمائی کے ”ٹھیکیدار“ مودودی صاحب کے بیوی بچوں کی زبانی اس تربیت یافتہ کنبہ کی ”مقدس اور بے داغ زندگی“ کے احوال حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیش فرماتے ہیں۔ ”خبریں اسلام آباد سنڈے میگزین، ۲۱/ ستمبر ۱۹۹۷ء میں مودودی صاحب کے صاحبزادے حیدر فاروق مودودی کا انٹرویو شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا احمد حسن دکیل تھے، وہ پریکٹس کرنے کے لیے حیدر آباد تشریف لے گئے، ان کے دو بیٹوں ابو الخیر مودودی اور ابو الاعلیٰ مودودی نے بنیادی تعلیم وہاں سے ہی حاصل کی۔ اس کے بعد ہمارے خاندان والے ہمیں لے کر دہلی چلے آئے۔

دہلی میں مولانا عبدالسلام نیازی صاحب فلسفہ، عربی، فارسی اور ریاضی کے عالم تھے۔ ان دونوں بھائیوں کو مولانا عبدالسلام نیازی صاحب کے پاس پڑھنے کے لیے بٹھا دیا۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب بتاتے ہیں کہ منطق، فلسفہ اور علم کلام، مولانا عبدالسلام نیازی صاحب سے اور اردو نثر نگاری کی تربیت علامہ نیاز فتح پوری سے لی۔ مولانا نیازی نے ہمیں بات کو صحیح طریقے سے کرنا سکھایا اور تحریر کو علامہ نیاز فتح پوری نے جلا بخشی۔“ [اینا ص ۳]

اسی انٹرویو میں حیدر فاروق مودودی فرماتے ہیں.....

”جوش ملیح آبادی سے ان (یعنی مودودی صاحب) کی بچپن کی دوستی تھی۔ مولانا ابو الخیر کے ساتھ جوش صاحب اکثر ہمارے گھر آتے تھے۔ ایک مرتبہ جوش صاحب نے ہمارے گھر آ کر کہا ہم دنیا دار لوگ ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ باہر سے سنگسار کرے گا۔ تم مولویوں کو اللہ تعالیٰ اندر سے سنگسار کرے گا۔ اس طرح کی بے تکلفی صرف جوش صاحب سے ہوتی تھی۔ بعض اوقات خود آ جایا کرتے تھے اور بعض اوقات والد صاحب جوش صاحب سے ملنے جایا کرتے تھے۔“

جوش ملیح آبادی نے اپنی تصنیف ”یادوں کی بارات“ میں لکھا ہے.....

”رات کے وقت جب خلافت کمیٹی کے اجلاس میں شریک ہونے کے لیے روانہ ہو کر پنڈال کی پشت سے گزرنے لگا۔ تو میں نے ایک والٹیر لڑکی کا بوسہ لے لیا اور میرے بوسہ لیتے ہی پنڈال سے آواز بلند ہوئی۔ نصر من اللہ وفتح قریب، یہ ہیں مودودی صاحب کے جوش ملیح آبادی۔“ [نوائے وقت راولپنڈی، ”سرا ہے“ ۲۰/ اکتوبر ۱۹۹۷ء]

تبصرہ

مولانا عبدالسلام نیازی کوئی معروف عالم نہیں ہیں اور نہ ہی وہ تفسیر و حدیث پڑھاتے تھے، نہ مودودی صاحب نے ان سے کوئی حدیث کی کتاب پڑھی۔ مودودی صاحب کے حالات میں ہمیں اب تک معلوم نہیں ہوا کہ مودودی صاحب نے بخاری اور مسلم کس کس محدث سے پڑھی تھی۔ البتہ ان کے صاحبزادے حیدر فاروق مودودی کے انٹرویو سے یہ انکشاف ہوا کہ مودودی صاحب نیاز فتح پوری کے زیر تربیت رہے ہیں اور پھر جوش ملیح آبادی سے خاص تعلقات رہے۔

نیاز فتح پوری ایک مسکر حدیث اہل قلم تھا اور جوش ملیح آبادی پہلے شیعہ تھے اور آخر میں وہ الحاد و بدعت سے متاثر ہو گئے تھے۔ مودودی صاحب کی تحریرات میں جو احادیث پر تنقید کی گئی ہے۔ وہ نیاز فتح پوری کا فیضان تھا اور جو ان میں شیعیت کے جرائم ہیں اور قلم کی آوارگی ہے کہ صحابہ کرامؓ کو جھوٹا قرار دیا، یہ جوش ملیح آبادی کے اثرات ہیں۔ (ڈنلڈ (حلم) [ماہنامہ حق چار یار، م ۳۳، ۳۴، نومبر ۱۹۹۷ء]

اس نام نہاد ”مصلح“ اور ان کے ”صالح“ خاندان کی کہانی ان ہی کی زبانی حضرت اقدس بریلویؒ نقل فرماتے ہیں۔۔۔۔۔

حق تعالیٰ کی سخت گرفت

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنے تنقیدی قلم کے زور سے ازواج مطہرات کو زبان دراز کہہ کر یہ باور کرانا چاہا تھا کہ باوجود محبت نبوی کے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ کی بیعت کی اخلاقی اصلاح نہیں ہوئی تھی۔ شیعوں مولوی غلام حسین نجفی نے بدخلق کہا اور مودودی صاحب نے زبان دراز کہہ دیا اور زبان درازی بدعتی کی ہی ایک قسم ہے، مودودی صاحب تو تنقید کرتے وفات پا گئے۔ لیکن ان کی تربیت یافتہ اولاد میں تقسیم و راحت کے معاملہ میں ہاتھ پائی ہوئی ہے۔ اس کا بیان اخبارات میں جلی عنوانوں سے آیا ہے۔ چنانچہ جنگ راولپنڈی ۷ مارچ ۱۹۸۷ء نے یہ سرفی قائم کی ہے۔

”مولانا مودودی کے بیٹوں میں جائیداد کی تقسیم پر شدید لڑائی، جھگڑے کے دوران فائرنگ،

حیدر فاروق زخمی ہو گئے۔“

نمائندہ جنگ کے حوالے سے لکھا ہے۔۔۔۔۔

جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے صاحبزادے احمد فاروق اور دوسرے صاحبزادوں

حیدر فاروق مودودی اور محمد فاروق مودودی کے درمیان جمعرات کے روز شدید لڑائی ہوئی۔ جس میں حیدر فاروق زخمی ہو گئے، اس موقع پر فارمگ بھی ہوئی۔ گھر کے کٹے اور بعض دوسری چیزیں بھی ٹوٹیں، اس سلسلہ میں حیدر فاروق اور محمد فاروق نے پولیس میں رپورٹ درج کرانے سے انکار کر دیا ہے۔ البتہ مولانا کے صاحبزادوں کی درخواست پر مولانا کی رہائش پر پولیس گارڈ بھی متعین کی گئی تھی۔ حیدر فاروق نے جنگ کو بتایا کہ جھگڑا پر اپنی کی تقسیم کا ہے۔ احمد فاروق تقسیم نہیں کرنا چاہتے، لیکن دوسرے (حیدر فاروق وغیرہ) کا موقف ہے، وراثت میں تقسیم ہونی ہے، البتہ مولانا سید مودودی اپنی لائبریری جماعت کو دے گئے تھے اور مولانا کی یہ وصیت تحریری شکل میں بھی موجود ہے۔ الخ“ [سالانہ روئداد، ۱۴۷ھ، ۱۶۳، ۱۶۲]

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں.....
 ”وراثت کی تقسیم میں لڑنے والے یہ مودودی صاحب کے صاحبزادگان ہیں۔ وہ مودودی صاحب جنہوں نے جنگ اُحد کے سلسلے میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مال کے طمع میں اپنے مورچہ کو چھوڑ کر مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تھے، اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ سود خوری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے۔ اس کے اندر سود خوری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ سود لینے والوں میں حرص و طمع، بخل اور خود غرضی، اور سود دینے والوں میں نفرت، غصہ اور بغض و حسد اُحد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔“ [تفہیم القرآن، ج ۱، سورہ العن، آیت ۱۳۰، حاشیہ، ص ۹۹، طبع جنوری ۱۹۷۶ء]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے والے اور ان کو لاپٹی قرار دینے والے سید مودودی (جن کو ان کی جماعت مجدد العصر قرار دیتی ہے) کے بیٹوں کی تقسیم وراثت کے سلسلہ میں لڑائی کا منظر من جانب اللہ قوم کے سامنے آ گیا۔ عج ہے.....

ہے یہ گنبد کی صدا جیسے کہی دیے سنی

بیگم مودودی کا تحریری بیان

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں.....

مودودی صاحب کے بیٹوں کی اس لڑائی میں خود بیگم مودودی نے جو تحریری بیان اخبارات کو دیا

ہے۔ اس کا متن حسب ذیل ہے.....

”مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے انتقال کے وقت یہ فیصلہ ہو گیا تھا۔ کہ ہم اپنے گھر ۵-۱۰ فیلڈ پارک کو ایک وقف بنا کر یہاں مسجد اور اس کے ساتھ ایک اسلامی تحقیقی ادارہ قائم کر دیں گے۔ تاکہ اس گھر میں سید مودودی نے جس علمی جدوجہد کے ساتھ زندگی گزاری اس کا تسلسل قائم رہے۔ اس فیصلہ میں حیدر فاروق کے سواباتی تمام بچے میرے ہم نوا تھے۔

حیدر فاروق کو اس سے شدید اختلاف تھا اور اس اختلاف کی بنا پر اس نے آخری وقت بھی اپنے باپ کا چہرہ نہ دیکھا۔ جب کہ ان کا آخری دیدار کرنے کے لیے ایک دنیا ٹوٹی پڑ رہی تھی، اور نہ ہی وہ اپنے باپ کے جنازہ میں شریک ہوا۔ بعد میں حسین فاروق اور محمد فاروق بھی مخرف ہو کر حیدر فاروق کے ساتھ جا ملے۔

دراصل انہیں حرص و ہوس نے اندھا کر دیا تھا اور ان کے دلوں میں یہ خواہش پکڑنے لگی کہ پورے گھر، ادارہ، ترجمان القرآن، سید مودودی کی لائبریری اور تمام اثاثوں پر کسی نہ کسی طرح عملاً ان کا قبضہ ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے گھر میں متعدد بار گالی گلوچ اور غنڈہ گردی کا مظاہرہ کیا۔ حرص و ہوس کے معاملہ میں حسین فاروق سب سے آگے ہیں اور انہوں نے اپنے والد سے بھی بددیانتی کے معاملات کیے۔ محمد فاروق اور حیدر فاروق کی نفس کلامی اور سرکشی سے سب لوگ واقف ہیں، حیدر فاروق اپنے والد سے انتقام لینے کے لیے ربوہ جا بیٹھے تھے اور محمد فاروق نے ایک بار پیسے مانگنے کے لیے اپنے والد پر ہتھول تان لیا تھا۔ یہ تینوں بھائی اپنے والد کے لیے مسلسل سامانِ اذیت رہے ہیں اور اب ان کا نشانہ ہم لوگ ہیں۔

میرے پاس ممبر کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ حال ہی میں نے سعودی عرب سے اپنے بڑے بیٹے عمر فاروق اور امریکہ سے ڈاکٹر احمد فاروق کو بلوایا کہ وہ اس گھر اس حصہ کو جو ہم سات لوگوں کی ملکیت ہے، وقف قرار دیں اور مجوزہ اکیڈمی کے باقاعدہ قیام کا انتظام کریں تاکہ یہ کام جس میں پہلے ہی بہت تاخیر ہو چکی ہے۔ جلد شروع ہو جائے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔

اب جب کہ ان لوگوں نے دیکھ لیا اور محسوس کر لیا کہ ان کے عزائم پورے نہیں ہو سکتے، تو بدتمیزی اور بدگلامی سے اپنی اس نئی مہم کا آغاز کیا جس کا نقطہ عروج یہ تھا کہ بدھ اور جھمراٹ کی درمیانی رات ساڑھے گیارہ بجے حیدر فاروق اور محمد فاروق نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو یہ دونوں ان

پر حملہ آور ہو گئے۔ خالد فاروق نے بھاگ کر جان بچائی اور ڈاکٹر احمد فاروق ان کے زخمے میں آ گئے، جس پر حیدر فاروق نے چاقو سے حملہ کیا اور محمد فاروق نے مکمل پھینکنے شروع کر دیئے، احمد فاروق بچنے کی پوری کوشش کے باوجود چاقو کے دو وار کھا بیٹھے۔ البتہ گملوں سے وہ تو محفوظ رہے، مگر تاہم محمد فاروق کے پھینکنے ہوئے گملوں نے عمر فاروق کو زخمی کر دیا۔ بعد میں بمشکل انہیں طبی امداد بہم پہنچائی گئی اور ابتدائی پولیس رپورٹ بھی درج کروائی گئی۔

اس دوران میں محمد فاروق اور حیدر فاروق نے وہ نقش کلامی کی جس سے پورا حملہ واقف ہے، مجھ میں نہ دہرانے کی سکت ہے اور نہ انتقام کی طاقت ہے، مولانا کے ورثہ میں جماعت اسلامی بھی شامل ہے۔ یہ تینوں صاحبان جب چاہتے ہیں جماعت پر بھی کچڑا چھال لیتے ہیں، جس سے اہل خاندان اور مولانا کے عقیدت مندوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ میں اپنے مرحوم شوہر کی روایت کے مطابق خدائے ذوالجلال کی عدالت میں اپنا مقدمہ درج کراتی ہوں کہ وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور اپنے تینوں بیٹوں حیدر فاروق، حسین فاروق اور احمد فاروق سے مکمل برأت کا اعلان کرتی ہوں۔“ [روزنامہ مشرق، لاہور ۸/مارچ ۱۹۸۷ء]

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہی ویسی سنی

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

① ”بیگم مودودی صاحب کو اپنے بیٹوں کی اس ہنگامہ آرائی اور نقش کلامی اور بدزبانی سے دکھ ہوا اور ہونا بھی چاہیے، کیونکہ وہ ان کی ماں ہیں۔ لیکن ان سے بھی شرعاً غلطی سرزد ہوئی ہے کیونکہ مودودی صاحب کی ذاتی جائیداد کی وارث ان کی بیوہ اور اولاد ہے، اس کی وارث جماعت نہیں ہے۔ اگر کوئی بیٹا اپنا حق جو اس کو اپنے والد کی وارثت سے ملتا ہے خوشی سے وقف نہیں کرتا اور جماعت کو نہیں دیتا تو بیگم مودودی صاحب کو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ اگر وہ تینوں بیٹوں پر ان کا حصہ وقف کرنے کے لیے اصرار نہ کرتیں تو اس خانہ جنگی تک کی نوبت نہ آتی۔

② مودودی صاحب یوں تو عالم اسلام کی اصلاح کے مدعی تھے اور جماعت ان کو عظیم مصلح اور مجدد بھی تسلیم کرتی ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی اولاد کے لیے دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام نہیں کیا، شاید ان میں سے کوئی ہی ہو جو قرآن کا لفظی ترجمہ جانتا ہو، ممکن ہے بعض ناظرہ خواں بھی نہ

ہوں۔ اولاد کے سامنے مودودی صاحب کی دولت اور دنیوی جاہ و وقار تھا۔ جب جاہ کی بیماری، جب مال سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مودودی صاحب نے اپنی ساری قلمی قوت ملوکیت کے رد میں استعمال کی۔ رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو انہوں نے ملوکیت کا دور قرار دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی انہوں نے ملوکیت کے آثار کی نشان دہی کی (جس کی تفصیل ان کی مشہور کتاب ”خلافت و ملوکیت“ میں دیکھی جاسکتی ہے)

لیکن جب اپنی باری آئی تو انہوں نے سعودی حکومت کے خالص دور ملوکیت میں اسلامی خدمات کے صلہ میں حکومت سعودیہ کی طرف سے ”شاہ فیصل ایوارڈ“ کا عظیم تاریخی اعزاز حاصل کر لیا۔ جس پر ان کی جماعت اسلامی نے خوشی کے شادیاں بجا دیں۔

کیا یہ خدائی انتقام نہیں ہے کہ رد ملوکیت کا علمبردار ملوکیت سے ہی ”شاہ فیصل ایوارڈ“ حاصل کرے، گویا کہ دورِ حاضر کی ملوکیت نے مودودی صاحب سے اپنی ملوکیت منوالی اور اس ملوکیت سے خدا جانے ان کی جماعت اسلامی ظلیل حامی صاحب کی وساطت سے کتنی دولت کما چکی ہے۔

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہی ویسی سنی

⑤ مودودی صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کچھڑا اچھالا، ان کے خانہ زاد یعوب ظاہر کیے۔ غزوہ اُحد کے غازیوں کو مال و دولت کا حریص اور لالچی قرار دیا۔ تو اس قادر مطلق خدائے عز و جل نے (جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی رضامندی کی ابدی سند قرآنی وحی کے ذریعہ عطا فرمائی تھی)۔ (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ) مودودی صاحب کے اہل بیت کا پردہ فاش کر دیا اور حب مال و جاہ کی بنا پر ان کے صاحبزادگان میں وہ سر پھٹول ہوا جس کا تماشا سب کے سامنے آ گیا، وہ مودودی صاحب جنہوں نے امہات المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت خضہ رضی اللہ عنہما کو زبان دراز قرار دے کر اہل بیت نبوی کی شان میں گستاخی کی تھی، اس کے اہل بیت کی حقیقت سب پر نمایاں ہو گئی۔

⑥ نیگم مودودی صاحب کو اس بات سے تو دکھ پہنچا ہے کہ ان کے صاحبزادے جماعت اسلامی کے خلاف ہیں، جو مودودی صاحب کی ہی فیض یافتہ جماعت ہے۔ لیکن ان کو اس بات سے دکھ نہیں پہنچتا کہ شیعہ فرقہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی فیض یافتہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہ صرف

فاسق بلکہ کافر اور منافق تک کہتا ہے اور یہی ان کا اصل مشن ہے۔ بیگم صاحبہ کو اس بات سے بھی کوئی رنج نہیں پہنچتا کہ ان کے محبوب شوہر بھی رسول اللہ ﷺ کی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم پر یکجہرا چھالتے رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ اپنے شوہر کو مفکر اسلام اور قائد اسلام تسلیم کرتی ہے۔

نہ جا اس کے تحمل پہ کہ ہے بے ڈھب گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

[سالانہ روئیداد ۱۴۰۷ھ، ص ۶۲ تا ۶۵]

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ مزید نقل کرتے ہیں.....

مودودی صاحب کو ناپختہ عمری میں نیاز فتح پوری جیسے طہ کی دوستانہ صحبت میسر آئی، جس سے غیر شعوری طور پر ان کی قلمی صلاحیت کو بھی زلیغ آلود کر دیا اور ذاتی مطالعہ میں جو سلامتی فکر کی توقع کی جاسکتی تھی، وہ بھی جاتی رہی۔ اسی حالت میں مودودی صاحب نے ”قلم کو ذریعہ معاش“ بنانے کی ٹھان لی، ان کا مطمع نظر خدمت اسلام نہیں بلکہ ”جلب زر“ تھا، یہ ان پر الزام تراشی نہیں بلکہ مودودی صاحب کا یہ اقتباس ان کی شخصیت کا شفاف آئینہ دار ہے۔

”ذیادہ سال کے تجربات نے یہ سبق دیا کہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے اپنے پیروں پر آپ کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اور معاشی استقلال کے لیے جدوجہد کے بغیر چارہ کار نہیں۔ فطرت نے تحریر و انشاء کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ عام مطالعہ سے اس کو اور تحریک ہوئی۔ اسی زمانے میں جناب نیاز فتح پوری سے دوستانہ تعلقات ہوئے اور ان کی صحبت بھی وجہ تحریک بنی، غرض ان تمام وجوہ سے یہ فیصلہ کیا کہ قلم کو ہی وسیلہ معاش قرار دینا چاہیے۔“

[الاستاذ المودودی حصہ اول، ص ۷، بحوالہ مولانا مودودی، اسعد گیلانی، ص ۷۲]

مولانا صاحب کی ذہنی ساخت میں بنیادی طور پر دو نقص تھے۔ ایک صحیح تربیت کا فقدان، دوسرا ناپختگی کے عالم میں ایک طہ کی صحبت و رفاقت، ان دونوں کے ساتھ جب قلم کی سلاست ہم آہنگ ہوئی تو نتیجہ ”انسا ولا غیری“ کی شکل میں نکلا۔ چنانچہ یہی شخص جو عنوان شباب سے دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے مضطرب اور ”معاشی استقلال کی جدوجہد“ کے لیے فکر مند تھا اور جس نے نیاز فتح پوری سے دوستانہ مراسم استوار کیے اور اس کی صحبت کی سیما اثر سے متاثر ہو کر قلم کو ”وسیلہ معاش“ بنانے

کا فیصلہ کیا۔ پھر جب اسلامی موضوعات پر ”مشق ناز“ شروع کی تو پھر انبیاء کرامؑ، صحابہؓ عظام، فقہاء، محدثین، صلحاء و اقیاء، مجتہدین امت ایسے زعماء اسے ”گرد راہ“ نظر آنے لگے۔ الخ

رودودیت میں تصانیف

حضرت اقدس قدس سرہ نے مودودی صاحب کے باطل عقائد و نظریات کے خلاف ساری زندگی قلمی جہاد کیا ہے، اور بہت بڑا علمی ذخیرہ اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا ہے، اس موضوع پر تو مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ یہاں حضرت قاضی صاحب ہی کے الفاظ میں اس بحث کو سمیٹا جاتا ہے۔ حضرت لکھتے ہیں.....

اصولی طور پر ابو الاعلیٰ مودودی صاحب سے علمائے حق کا اختلاف ان دو مسلوں پر مبنی ہے۔

① عقیدہ عصمتِ انبیاءؑ ② صحابہ کرامؓ کا معیار حق اور تنقید سے بالاتر ہونا۔ اس سلسلہ میں اس خادم اہل سنت کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

① مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر

② مودودی مذہب

③ مودودی صاحب کے نام کھلی چٹھی

④ علمی محاسبہ

⑤ میاں طفیل کی دعوت اتحاد کا جائزہ، (خارجی فتنہ ج ۱ ص ۱۷۴، کشف خارجیت ص ۲۲) علاوہ ان کے، ⑥ جوابی مکتوب اور ”جماعت اسلامی ایک فتنہ انگیز تحریک“ بھی قابل ذکر ہیں

⑥ عصمتِ انبیاء اور مودودی

⑧ صحابہ کرامؓ اور مودودی

خارجی فتنہ

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ خارجیت کی وضاحت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں.....

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں.....

”عدم محبت اہل بیت خروج است، و تبری از اصحاب رفس، محبت اہل بیت با تعظیم و توقیر جمع

اصحاب کرامؑ تسنن۔ [مکتوبات مجدد الف ثانی، ج ۲، ص ۱۵۲]

ترجمہ: اہل بیتؑ کی محبت کا نہ ہونا خارجیت ہے اور اصحابؓ رسول اللہ ﷺ سے بیزاری اور
 مخالفت رفض و شیعیت ہے۔ اور تمام صحابہ کرامؓ کی تعظیم و توقیر کے ساتھ اہل بیتؑ کی
 محبت سنیت ہے۔

نیز فرماتے ہیں..... بس محبت حضرت امیرؓ شرط تسنن آمد، و آنکہ این محبت ندارد از اہل
 سنت خارج گشت و خارجی نام یافت۔

ترجمہ: یعنی اہل سنت ہونے کے لیے حضرت امیرؓ (علی المرتضیٰ) کی محبت شرط ہے اور جو
 شخص یہ محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت سے خارج ہو گیا اور اس نے خارجی نام پایا۔

[مقدمہ مطرۃ الکرامہ، ص ۵۵، خارجی فتنہ ج اول، ص ۷۱]

حضرت اقدس قدس سرہ ”خارجی فتنہ“ کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں.....

”محمود احمد عباسی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ دور حاضر میں خارجیت کی بنیاد ہے۔ اس
 کتاب میں حضرت علی اور حضرت حسینؓ کی شرعی بلند شخصیتوں کو مجروح کرنے کے لیے
 متعدد مقامات پر انہوں نے علمی خیانتوں، غلط بیانیوں، تلبیسات و تحریفات کا ارتکاب کیا ہے، جن
 کی نشان دہی بطور نمونہ کے میں نے اپنی اس کتاب میں کر دی ہے۔“ [خارجی فتنہ ج اول، ص ۱۲۲]
 حضرت مزید لکھتے ہیں.....

”اس حقیقت سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ پاک و ہند میں تحریک یزیدیت کے بانی اور اس قافلہ کے
 سالار محمود احمد صاحب عباسی مصنف ”خلافت معاویہ و یزید ہیں۔“ [خارجی فتنہ ج اول، ص ۱۶۴]

حضرت قاضی صاحب کے پیش نظر محمود عباسی کی وہ عبارات تھیں۔ جن سے سیدنا علی المرتضیٰؓ کی
 تنقیص واضح تھی۔ چنانچہ قاضی صاحب لکھتے ہیں.....

عباسی صاحب حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں.....

”دشمنان دین اور کفار سے تیغ آزمائی کرنے کے بجائے طلب و حصول خلافت کی غرض سے
 لکوار اٹھائی گئی تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

مقاتلات ولی (علی)ؓ برائے طلب خلافت بودند نہ بجهت اسلام (ازالہ الخلاء، ج ۱ ص ۲۷۷، ۲۷۸)

ترجمہ: علیؓ کی لڑائیاں (مقاتلات) تو (بعد شہادت عثمان) اپنی خلافت کی طلب و حصول کے

لیے تھیں نہ باغراض اسلام۔

شاہ صاحب کے اس خیال کی تائید ایک آزاد نگار مستشرق کے بیان سے ہوتی ہے وہ خود نے اپنے مقالہ بعنوان ”خلافت“ میں یہ لکھتے ہیں کہ.....

”بلوائیوں کے جم غفیر نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو زمام خلافت ہاتھ میں لے لینے کے لیے بلایا اور طلحہ رضی اللہ عنہ وزیر رضی اللہ عنہ کو ان کی بیعت کے لیے مجبور کیا۔ کہا ہے کہ حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو (خلیفہ شہید کی) جانشینی کا استحقاق واقعتاً حاصل نہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح ہے کہ تقدس و پارسائی کا جذبہ تو ان کے (طلب خلافت میں) کارفرما نہ تھا۔ بلکہ حصول اقتدار اور حب جاہ کی ترغیب تھی۔ اس لیے معاملہ فہم لوگوں نے اگرچہ وہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے طرز حکمرانی کی مذمت کرتے تھے۔ علی کو ان کا جانشین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔“

[انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، میارہ ایڈیشن ج ۵، ص ۲۰، خلافت معاویہ و یزید، تحقیق مزید، ص ۱۱۷]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق عباسی صاحب لکھتے ہیں:

”(حضرت) حسین رضی اللہ عنہ کو بجائے ایک معمولی قسمت آزما کے جو ایک انوکھی لغزش و خطائے ذہنی اور قریب قریب غیر معمولی حب جاہ کے کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رواں دواں ہوا، ولی اللہ کے روپ میں پیش کیا۔ ان کے ہم عصروں میں اکثر و بیشتر انہیں ایک دوسری نظر سے دیکھتے تھے۔ وہ انہیں (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو) عہد شکنی اور بغاوت کا قصور وار سمجھتے تھے۔“

[خلافت معاویہ و یزید، ص ۱۲۶، (خارجی فتنہ، ج ۱، ص ۱۰۸)]

حضرت اقدس قاضی صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں.....

”پاکستان میں خارجی تحریک کا ظہور محمود احمد عباسی صاحب کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ سے ہوا ہے۔ لیکن اس کے اس ذہن کے اور مصنف بھی اصلاح امت کی خاطر میدان میں جلو گرہ ہو رہے ہیں۔ اور اب یہ تحریک عباسی صاحب کے شاگردوں اور تلامذہ کے ذریعے برگ و بار لارہی ہے، جیسا کہ عباسی صاحب کے سب سے زیادہ فیض پانے والے شاگرد (کراچی کے) عزیر احمد صاحب صدیقی ”شکرانہ توفیق“ کے تحت رسالہ ”قرآن اور مسلمان“ میں لکھتے ہیں..... ”اللہ عزوجل کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے پاکستان میں علامہ محمود احمد عباسی کو ۸۰،۷۰ سال کی عمر میں تاریخ اسلام کے چہرے سے گندگی اور گرد و غبار دُور کرنے اور معصیت کے داغ دھبے دُور کرنے کی توفیق بخشی۔ موصوف نے پندرہ سال کے عرصے میں نہ

صرف ”خلافت معاویہؓ“ ”تحقیق مزید“، ”حقیقت سید و سادات“، ”حقیقت خلافت و ملوکیت“، مقتل حسینؓ اور ام ہانیؓ جیسی ایمان افروز تخلیقات پیش کیں۔ بلکہ اپنے شاگردوں کا بڑا حلقہ تیار کر دیا۔ جس نے تحقیق و تردید سبائیت و باطلیت کو اپنا مقصد زندگی بنالیا۔ جن میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں۔

① عزیر احمد صدیقی ② محمد سلطان نظامی لاہور ③ ابو یزید بٹ، لاہور، تالیفات ”رشید ابن رشید“ وغیرہ ④ حکیم فیض عالم صدیقی جہلم ⑤ ایم جے، آغا، مولف خدا پرستی سے انسان پرستی تک ⑥ مولوی محمد اسحاق صدیقی ندوی کراچی، مولف ”اظهار حقیقت بجواب خلاف و ملوکیت“ ⑦ ثناء الحق صدیقی، کراچی ⑧ مولوی عظیم الدین، تالیفات علی الرضی، حادثہ کربلا۔ امیر المومنین یزید، وغیرہ (قرآن اور مسلمان، ص ۱۵) [خارجی فتنہ، ج ۱ ص ۶۳، ماہنامہ حق چار یار، م ۴۲، فروری ۱۹۹۳ء]

اس فتنہ کی سرکوبی اور استحصال کے لیے حضرت اقدس نے خارجی فتنہ دو جلدوں میں، اور کشف خارجیت کے علاوہ ”حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں“ اور مقدمہ مطرقتہ الکرامتہ کے علاوہ بھی مضامین لکھے ہیں.....

تصنیفی خدمات

تحریک ”خدام اہل سنت“ کے امیر اور روح رواں، ہزاروں مریدین و متوسلین کے معلم و مربی، بیسیوں مدارس کے سرپرست، ماہنامہ حق چار یار کے نگران، پیرانہ سالی، اس پر مستزاد امراض کا بھوم۔ مگر بایں ہمہ تصنیف و تالیف، تردید باطل اور احقاق حق کی خدمت پر غور کیا جائے تو عقل و دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسی مصروف ترین اور عدیم الفرست شخصیت اور ضعیف و نحیف، چھریرے بدن کی مالک ہستی یہ سارے کام کب اور کیسے انجام دے لیتی ہوگی۔

حضرت اقدس رحمہ اللہ کی تحریر میں بلا کی روانی، شائستگی، حد درجہ خیر خواہی اور دل سوزی نمایاں ہوتی۔ آپ کے بے باک قلم کے اچھوتے شاہکار مضامین ”حق چار یار“ کی جان ہوتے تھے۔

حضرت کو قلمی جہاد سلف صالحین سے ورثہ میں ملا تھا۔ دین کی خدمت و اشاعت میں آپ کی تصانیف نے ہر باطل کے پرچم سرگوں کر دیے۔ آپ کے شعلہ فشاں قلم نے الحاد و زندقہ اور فرق باطلہ کے ایوانوں میں کھلبلی مچادی۔ آپ کی وقیع علمی، تحقیقی اور تنقیدی کتابیں بے حد مقبول ہوئیں اور کثیر تعداد

میں ان کی اشاعت ہو رہی ہے۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی جملہ تصانیف کا تفصیلی تعارف تو میری بساط سے باہر ہے تاہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی محدود معلومات کے مطابق چند عظیم الشان تصنیفات کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

① مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر

یہ کتاب ۲ مئی ۱۹۵۸ء کو لکھی گئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن چند اہم ضمیمہ جات کے ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا۔ پہلا ایڈیشن ۱۲۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ جب کہ دوسرا ایڈیشن ۱۳۵ صفحات کا ہے۔ غالباً مولانا مودودی کے عقائد و نظریات پر لکھی جانے والی حضرت قاضی صاحب کی یہ پہلی کتاب تھی۔ حضرت موصوف لکھتے ہیں.....

”اگر مودودی صاحب کتاب وسنت کی تشریح و تعبیر میں محققین و اسلاف امت کی پیروی کرتے ہوئے اپنی ذہنی و قلبی صلاحیتوں سے مسلمانوں کی منتشر قوتوں کو متحد و منظم کرتے تو یہ ان کا ایک شاندار کارنامہ ہوتا۔ لیکن بجائے سلف صالحین کی اتباع کے انہوں نے مخالفانہ طرز عمل اختیار کیا اور صالح تنقید کے نام سے اکابر امت کے خلاف بے اعتمادی اور سوء ظنی کا ایک ایسا دروازہ کھول دیا جو امت کے لیے انتشار کا باعث بن گیا اور جس کی وجہ سے اس پارٹی نے ایک متعصب فرقہ کی شکل اختیار کر لی۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جو مایہ ناز علمی و عملی ممتاز شخصیتیں تھیں اور جن کے امت پر عظیم احسانات تھے۔ ان میں سے غالباً کوئی بھی ایسا نہیں جو مودودی صاحب کے تنقیدی قلم کی زد میں نہ آیا ہو۔ اور کوئی اس سے بچ بھی کیسے سکتا تھا جب کہ مودودی صاحب نے اپنا اصول ہی یہ مقرر کیا ہے کہ ”اگر کسی شخص کے احترام کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس پر کسی پہلو سے کوئی تنقید نہ کی جائے تو ہم اس کو احترام نہیں سمجھتے، بلکہ بت پرستی سمجھتے ہیں اور اس بت پرستی کو ماننا مجملہ ان مقاصد کے ایک اہم مقصد ہے۔ جس کو جماعت اسلامی پیش نظر رکھتی ہے۔“

[ترجمان القرآن، ص ۳۲۷، (مودودی عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر، ص ۱۹)]

حضرت محمود یسیند لکھتے ہیں.....

”امیر جماعت اسلامی نے جب اپنی تنقید سے مجددین و مجتہدین امت کو معاف نہیں کیا بلکہ معاذ

اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انبیاء علیہم السلام کی تنقید سے محفوظ نہیں رہ سکے..... تو یہ نامکن تھا کہ علمائے حق ان پر تنقید نہ کرتے۔ چنانچہ ہر طبقہ کے علماء نے ان کے عقائد و نظریات پر سخت گرفتیں کر کے ان کے علم و فہم کا پردہ چاک کیا۔“ [مودودی عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر، ص ۱۵-۱۶]

چنانچہ قاضی صاحب نے بھی مودودی صاحب کی تحریرات کے مکمل و مفصل حوالہ جات پیش کر کے اس کتاب میں ثابت کیا کہ اس جماعت کا دعویٰ کچھ اور ہے اور عمل اس کے برعکس ہے۔ یہ اسلامی معاشرہ قائم نہیں کرنا چاہتے بلکہ خود ساختہ اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں۔

② مودودی مذہب

یہ کتاب حضرت اقدسؒ نے ۱۳ رجب ۱۳۸۳ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۶۳ء کو مکمل فرمائی، جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا، دوسرا ایڈیشن ۴ فروری ۱۹۶۸ء کو اور تیسرا ایڈیشن ۴ نومبر ۱۹۷۰ء کو شائع ہوا حضرت اقدس اس کتاب کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں.....

اگر مودودی صاحب صرف اپنے زمانہ کے علماء و مشائخ وغیرہ پر برستے تو اور بات تھی، لیکن آپ نے اپنی تنقید سے نہ مجددین و مجتہدین امت کو معاف کیا اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انبیاء علیہم السلام کو۔ خصوصاً انبیاء کرام کو تنقید کا نشانہ بنانا تو مودودی صاحب کا وہ کارنامہ ہے کہ شاید امت محمدیہ میں کوئی ناقد ہی اس میں ان کا ہم پلہ ثابت ہو سکے۔ مودودی صاحب کے اکثر عقائد و نظریات چونکہ جمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں اور علمائے حق سے ان کا اختلاف نہ صرف فروعی بلکہ اصولی بھی ہے، اس لئے ضروری سمجھا کہ مودودی صاحب کے عقائد ان کہی کی تصانیف میں سے صحیح حوالہ جات کے ساتھ عامۃ المسلمین کے سامنے پیش کر دیئے جائیں، تاکہ جو ناواقف مسلمان جماعت اسلامی کے نام سے ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ ان کو حقیقت حال کا علم ہو جائے [مودودی مذہب، ص ۷]

حضرت اقدس نے مودودی صاحب کی کتابوں کے وہ حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ جن میں انبیاء علیہم السلام کی ذوات مقدسہ پر الزامات اور اتہامات لگائے گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین اور تنقیص کی گئی ہے۔ اور یہ واضح کیا کہ تمام مکاتب فکر دیوبندی، بریلوی اور غیر مقلدین سب نے ہی مودودی کی شدید مخالفت کی ہے اور پاک و ہند کے تمام نامور علماء کرام نے ان کے عقائد و نظریات کو خلاف اسلام قرار دیا ہے۔ جن میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام

مولانا شبیر احمد عثمانی سیدہ، شیخ الفیہ مولانا احمد علی لاہوری سیدہ اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب سیدہ
دارالعلوم دیوبند خاص کر قابل ذکر ہیں۔

③ عقیدہ عصمتِ انبیاء اور مودودی

یہ کتاب ۲۳/ شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۳/ اگست ۱۹۸۳ء کو لکھی گئی ہے۔

انبیاء، پیغمبر، معصوم تھے اور ان کے قلوب اتنے نورانی اور پاکیزہ تھے کہ ان سے صغیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے نہ کبیرہ۔ لیکن مودودی صاحب جو عقائد و نظریات پیش کرتے ہیں وہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ عصمتِ انبیاء کے خلاف ہیں۔ ان ہی کی نشان دہی مودودی صاحب کی تصانیف سے حضرت اقدس پیغمبرؐ نے کی ہے۔

مودودی صاحب حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں.....

”اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریک کی رہبری کے خطرے پیش آئے ہیں، چنانچہ حضرت داؤد جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقع پر تنبیہ کی گئی کہ لا تتبع الہوی فیضلک عن سبیل اللہ۔ ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹکا دے گی۔“

[تحمیات، ج ۱، ص ۱۶۱، طبع پنجم ۱۹۳۹ء]

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں.....

”بسا اوقات کسی تازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لیے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے۔“ [تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۳۳۳، طبع نہم، مئی ۱۹۷۵ء]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں.....

”اور قبل نبوت کسی نبی کو وہ عصمت حاصل نہیں ہوئی جو نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا۔ کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا تھا۔“ [رسائل و مسائل، ص ۳۱، حصہ اول، طبع دوم جون ۱۹۵۳ء]

حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں.....

”حضرت یونس سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے مبرہہ ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔“ [تفہیم القرآن، حصہ دوم، طبع اول، مئی ۱۹۷۵ء]

بڑا ب مودودی صاحب انبیاء علیہم السلام کو تو معصوم نہیں مانتے مگر خود پاک دامن ہیں۔ وہ لکھتے ہیں
 ’خدا کے فضل سے میں کوئی کام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کیا اور کہا کرتا۔ ایک
 ایک لفظ جو میں نے تقریر میں کہا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا حساب مجھے خدا کو
 دینا ہے نہ کہ بندوں کو۔ پناچہ میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی ایک لفظ بھی
 خلاف حق نہیں کہا۔‘ (رنگِ وصال، ص ۱۰۶، طبع دوم بحوالہ ماہنامہ ترجمان القرآن، مارچ،

جون ۱۹۳۵ء۔ عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی، ص ۱۳۱)

یہ ہیں مودودی صاحب کے اذکار و نظریات انبیاء علیہم السلام سے بشری کمزوریوں کے باعث غلطی ہو جاتی
 تھی لیکن مودودی صاحب پاکباز اور پاکدامن ہیں۔

③ علمی محاسبہ

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں.....

”مودودی نظریات کی تردید میں میری پہلی تصنیف ”مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر
 ایک تنقیدی نظر“ جو ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب ماشاء اللہ بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ اس
 کے مطالعہ سے کئی لوگوں نے مودودی تحریک اسلامی کی فتنہ انگیزی کو سمجھا..... میری اس کتاب
 کے جواب میں مولانا مفتی محمد یوسف صاحب سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)
 نے ایک ضخیم کتاب (مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ) تصنیف کی جو پہلی بار اگست
 ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔ کتاب میں مفتی صاحب موصوف نے مسئلہ عصمت انبیاء اور مسئلہ
 معیار حق پر مفصل بحث کی ہے اور پوری علمی قوت مودودی صاحب کے دفاع میں خرچ کر دی
 ہے اور مودودی جماعت کو اس کتاب پر براہِ ناز ہے چونکہ مذکورہ دونوں مسائل بہت اہم تھے اور
 مفتی صاحب موصوف نے اپنی اس کتاب میں بندہ کو جواب دینے کی دعوت دی تھی۔ اس لیے
 اس کا جواب ”علمی محاسبہ“ کے نام سے دیا ہے۔“ (علمی محاسبہ ص ۱۱)

۲۷۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلے ۱۹۶۸ء میں ہفت روزہ ترجمان اسلام، لاہور میں ۲۵ قسطوں

میں شائع ہوئی تھی اور پھر کتابی شکل میں جولائی ۱۹۷۶ء کو منظر عام پر آئی۔

حضرت قاضی صاحب نے اسلام کے اس اصولی مسئلہ ”عصمت انبیاء“ پر انتہائی مفصل، مدلل اور

مفید بحث کی ہے اور مودودی صاحب کے اس نظریہ کہ ”رسول نہ فوق البشر ہے، نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر“ کا زبردست رد فرمایا ہے، اس علمی، تحقیقی اور تنقیدی محاسبہ سے مودودی صاحب کے باطل نظریات کی خوشنما عمارت کو پیوند خاک کر دیا ہے۔

قاضی صاحب نے قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ، ائمہ مجتہدین، متکلمین، محدثین، مفسرین، فقہاء اور زعمائے امت کے ارشادات سے مسئلہ عصمت انبیاء اور عظمت صحابہ کو روز روشن کی طرح آشکارا کر دیا، اور مسئلہ کی نوعیت بے غل و غش مسلمانوں کے سامنے آ گئی۔

علمی محاسبہ کے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کی تاب نہ لا کر مفتی محمد یوسف صاحب کے اوسان خطا ہو گئے اور بالآخر شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے منصب تدریس سے بھی انہیں محروم کر دیا گیا۔

”علمی محاسبہ“ کے آخر میں حضرت قاضی صاحب لکھتے ہیں.....

”محققین اہل السنۃ والجماعت کے مذکورہ بالا ارشادات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے مطلقاً پاک اور معصوم ہیں اور عصمت انبیاء کی یہی حقیقت ان آیات مقدسہ سے بھی ثابت ہوتی ہے جو بندہ نے ابتداء پیش کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان معصوم انبیاء کرام علیہم السلام کے طفیل میرے گناہوں کو معاف فرمائے۔ ہمیشہ طاعت و عبادت کی توفیق دے۔ ذکر و دوام نصیب ہو۔ حضور رحمت للعالمین خاتم النبیین شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت میں یہ فانی زندگی گزرے۔ مذہب اہل السنۃ والجماعت کی اتباع، خدمت اور نصرت کی ہمیشہ توفیق عطا ہو۔“ [علمی محاسبہ، ص ۳۱۲]

⑤ میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ

حضرت فرماتے ہیں.....

جماعت اسلامی اور شیعہ عقائد و نظریات میں یگانگت اور اتحاد تو پہلے ہی سے پائی جاتی ہے، ان کے رہنماؤں میں بھی مماثلت موجود ہے، جماعت اسلامی کے ہفت روزہ ایشیا، ۱۳ مئی ۱۹۷۹ء، ص ۲۷، پر ایک نظم شائع ہوئی تھی، جس کا عنوان ہے۔ ”اک آفتاب ادھر اک ادھر“

خدا کے نام پہ ایران و پاک ایک ہوئے ہے ان کا سونہ جنوں ایک اور مزان بھی ایک

اُدھر امام خمینی اُدھر ہے مودودی یہ کل بھی ایک تکلم تھے آج بھی ایک سلام ملت ایران کے جانثاروں کو کہ جن کے خوں سے ہوئی کشت دین حق سیراب جلا رہی ہے چراغ یقین ہر اک دل میں امام پاک خمینی کی فکر عالم تاب کہیں پناہ ملے گی نہ اب اندھیروں کو اک آفتاب اُدھر ہے اک آفتاب اُدھر

[از غافل کرنا، دعوت واتحاد، ص ۱۳]

حضرت قاضی صاحب نے اس کتاب میں ثابت کیا کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل، عقیدہ امامت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کا انکار، متعہ کا جواز، نیا کلمہ، نئی اذان کے قائل ہیں، جب کہ یہ بنیادی عقائد میں شامل ہیں۔ ان کے ساتھ اتحاد کس بنیاد پر کیا جاسکتا ہے؟ اس کتاب نے زبردست قبولیت عامہ حاصل کی، یہاں ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے ایڈیٹر کا اس کتاب پر تبصرہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے.....

”میاں طفیل محمد صاحب مودودی صاحب کی جماعت اسلامی کے آج کل امیر ہیں، اسی حوالہ سے رابطہ عالم اسلامی کے نمبر اور بہت کچھ ہیں۔ ایران کے خونی انقلاب اور اس کے قائد خمینی صاحب کے مداح بھی.....“

ہمارے مخدوم مولانا قاضی مظہر حسین صاحب جو جماعت اسلامی کے معاملہ میں اپنے اکابر مولانا مدنی، مولانا لاہوری، شیخ الحدیث اور مولانا غلام غوث ہزاروی قدس سرہم کے مشن کے وارث ہیں، نے میاں صاحب کی اس دعوت کا تجزیہ کیا اور بڑے بے لاگ طریق سے ثابت کیا کہ شیعہ سنی معاملہ محض ایسا ویسا نہیں کہ مل بیٹھ کر حل ہو جائے گا۔ اس کی پشت پر صدیوں کا شیعہ لٹریچر اور ان کی تاریخ ہے۔ وہ قرآن کی تحریف کے قائل ہیں۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کے منکر ہیں اور ان جیسے متعدد عقائد رکھتے ہیں۔ جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ تو اتحاد کیسا؟ بہر طور یہ رسالہ خوبصورت اور قیمتی اس قابل ہے کہ ہر سنی فرد کے ہاتھ میں ہو۔ اس کا انفرادی اور اجتماعی مطالعہ کیا جائے تاکہ شیعہ سنی مسئلہ کی حقیقت کے ساتھ ساتھ شیعہ سے جماعت اسلامی باہمی تعلق کا اندازہ ہو سکے۔ ہم اس بروقت رسالہ کی اشاعت پر قاضی صاحب کی خدمت میں بدیہ تحریک پیش کرتے ہیں اور ان کی درازی عمر و صحت کے لیے دعا گو ہیں۔“

① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مودودی

۱۱۲ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹/ ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۹/ اگست ۱۹۸۳ء کو تالیف فرمایا۔ موصوف لکھتے ہیں.....

”مودودی عقائد و افکار کی حقیقت کے سلسلہ میں ایک رسالہ بنام ”عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی“ پہلے شائع ہو چکا ہے۔ اب اسی سلسلہ کا یہ دوسرا رسالہ بنام ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مودودی“ اہل اسلام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اہل السنۃ والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اولاد آدم میں حضور رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بلا واسطہ فیض یاب ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام امتوں اور جماعتوں سے افضل ہیں۔

لیکن مودودی صاحب کے تنقیدی مزاج نے ان کو اعتدال پر نہ قائم رہنے دیا اور اصحاب رسول ﷺ کے بارے میں وہ بلا تامل کچھ اس طرح لکھ گئے ہیں۔ جس سے ان کی قرآنی عظمت مجروح ہوتی ہے اور اس سے شیعیت کا راستہ کھلتا ہے۔ مودودی صاحب نے جو تنقیدی اصول اختراع کیا ہے۔ یہ اسی کی شامت ہے کہ وہ نہ صرف اصحاب رسول اللہ ﷺ کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں بلکہ ان کا قلم بیباکی سے معصوم انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اپنی گرفت میں لاتا ہے۔ [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مودودی، ص ۱۵]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں مودودی صاحب کی گستاخانہ عبارات اور انہیں معیار حق تسلیم نہ کرنے کے دغمان شکن جواب مفصل لکھنے کے بعد حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

”چونکہ ازر وے قرآن مہاجرین و انصار اور ان کے متبعین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رضامندی کی سند عطا فرمادی ہے، وہ سب حق ہیں اور ان سے حق ہی ملتا ہے، ان کے مابین جو فروئی اور اجتہادی اختلافات رونما ہوئے ہیں۔ ان کو حق و باطل کا اختلاف نہیں کہہ سکتے، کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق اجتہادی خطاء میں بھی مجتہد کو ایک ثواب ملتا ہے۔ لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سب حق اور معارف حق ہیں۔

ان پر تنقید اور جرح کرنا اور ان کو معیار حق قرار نہ دینا دین اسلام کی خدمت و تعمیر نہیں بلکہ تفریق و تخریب ہے۔ [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مودودی ص ۱۱۱]

④ ہم ماتم کیوں نہیں کرتے

حضرت قاضی صاحب قدس سرہ رقمطراز ہیں.....

”محرم ۱۳۹۲ھ میں ایک پمفلٹ بنام ”ہم ماتم کیوں کرتے ہیں“ مولفہ ملک غلام عباس صاحبہ بی اے شیطان تلہ گنگ ضلع کیسلپور کی طرف سے شائع ہوا تھا..... جس کے جواب میں ”ہم ماتم کیوں نہیں کرتے“ کتاب لکھی گئی۔“

شیعہ قوم نے ”ہم ماتم کیوں کرتے ہیں“ میں ماتم کے جواز بلکہ ماتم کے سنت اور عبادت ہونے پر ۱۸ دلائل پیش کیے تھے، ان کا مکمل شافی جواب دے کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸ دلائل پیش فرما کر مروجہ ماتم کا ممنوع اور حرام ہونا ثابت کیا۔ جو مروجہ ماتم کے رد میں بے حد کامیاب اور موثر ثابت ہوا۔ اور شیعہ قوم کے گھروں میں صف ماتم بجھ گئی۔

⑤ بشارت الدارین

کتاب ”بشارت الدارین بالصبر علی شہادت الحسین رضی اللہ عنہ“، حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ضخیم ترین کتاب ہے جو بڑے سائز کے ۶۱۷ صفحات پر مشتمل ہے اور پہلی بار محرم ۱۳۹۵ھ کو منظر عام پر آئی تھی۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

”ہم ماتم کیوں نہیں کرتے“ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ میں شائع ہوا، چونکہ یہ رسالہ عام فہم تھا اور اس میں شیعوں کے دلائل کا نمبر وار جواب دیا گیا تھا۔ شیعہ مذہب کی سب سے صحیح ترین کتاب حدیث ”أصول کافی“ اور ”فروع کافی“ کی احادیث سے بھی مروجہ ماتم کا ناجائز ہونا صراحتاً ثابت کیا گیا تھا اور قرآنی آیات بھی مذہب اہل سنت کی تائید میں پیش کر دی گئی تھیں۔ اس لیے شیعہ دنیا میں کھلبلی مچ گئی۔ ادھر اہل سنت اپنے موقف کی حقانیت پر بہت زیادہ خوش ہوئے۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے ماشاء اللہ کئی سنی نوجوانوں کا عقیدہ مستحکم ہو گیا۔ جو لوگ باوجود سنی المذہب ہونے کے ماتمی جلوس میں شریک ہوتے تھے، انہوں نے توبہ کر لی۔ تلہ گنگ کے مسلمانان اہل سنت اپنے طویل خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور مذہب اہل سنت کی خدمت و نصرت کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے اور وہاں سنی جلسوں اور سنی

ہاتھوں کا ایک کامیاب سلسلہ جاری ہو گیا۔“ آغاز سخن، بشارت دارین ص ۱۵
 ہاتھوں کے رسالہ ”ہم ماتم کیوں کرتے ہیں“ نے ہی ایسے اسباب پیدا کر دیے کہ مسئلہ ماتم اہل
 سنت اور اہل تشیع دونوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ ہمارے جوابی رسالہ ”ہم ماتم کیوں نہیں کرتے“ نے
 ہمارے ملک کو متاثر کیا۔

اس کے جواب میں آغا سید واصف حسین صاحب نقوی ساکن ربال تحصیل چکوال نے ”فلاح
 الکونین فی عزاء الحسین رضی اللہ عنہ“ کے نام سے ۱۴۳ صفحات کی کتاب لکھی۔ پھر اس کے جواب میں حضرت
 قاضی صاحب نے ”بشارت الدارین بالصبر علی شہادت الحسین رضی اللہ عنہ“ تصنیف فرمائی۔

”فلاح کونین فی عزاء الحسین رضی اللہ عنہ“ کے شیعہ مصنف نے جتنی آیات اور احادیث ماتم کرنے کی
 تائید میں پیش کی تھیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے ان سب کے جواب میں قرآن وحدیث اور اہل سنت کے علاوہ
 شیعہ کی تفاسیر اور ائمہ اہل بیت سے بھی ماتم مروجہ کا ناجائز، حرام اور ممنوع ہونا ثابت کیا ہے۔

خلفائے راشدین پر شیعہ کے مطاعن کے مسکت جوابات اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جلالت
 شان دور صحابہ رضی اللہ عنہ کی اسلامی فتوحات کو مفصل بیان کیا ہے۔ انتہائی مفید اور لا جواب کتاب ہے۔ جس
 کے جواب سے شیعہ مجتہد عاجز ہیں۔

⑨ خارجی فتنہ (حصہ اول)

حضرت اقدس قدس سرہ رقمطراز ہیں.....

کتاب ”خارجی فتنہ“ حصہ اول، سنی ملت اسلامیہ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، میں نے
 اپنے مضمون ”حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں“ کے علاوہ اپنی کتاب ”دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم“
 میں بھی دور حاضر کے خارجی فتنہ پر مختصر تبصرہ کیا تھا، جس میں حسب ضرورت مولانا محمد اسحاق
 صاحب سندیلوی صدیقی صدر شعبہ دعوت وارشاد جامعہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے بعض
 نظریات پر بھی تنقید تھی۔ مولانا سندیلوی نے اس کے جواب میں ایک رسالہ بنام ”قاضی مظہر
 حسین صاحب (چکوال) کے اعتراضات کا جواب ثانی“ شائع کر دیا، اس کے جواب الجواب
 میں زیر نظر کتاب ”خارجی فتنہ“ لکھی گئی ہے۔“

حضرت قاضی صاحب تھے ہیں

”راقم الحرف نے محض قلم مسک حق کے لیے یہ کتاب لکھی ہے۔ میں نے یہ غلط نہیں رکھا کہ سند یلوی صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء کھنڈ میں مدرسہ روپے ہیں یا جامعہ مولانا محمد یوسف بنوری پور کے جامعہ اسلامیہ میں شہید دعوت و ارشاد کے صدر ہیں۔

میں نے بلا کسی حسد و تہصب کے سند یلوی انگریزات کا رد کیا ہے اور الحمد للہ میں باطل مطمئن ہوں کہ مسئلہ مشاجرات صحابہ جو مجھ کے بارے میں حضرات اکابر اہل سنت کی اہانت میں غار بیت، رافضیت اور مودودیت وغیرہ سے بہت کر مسک حق کی ترجمانی کی خدمت مجھے نصیب ہوئی۔ حق تعالیٰ قبول فرمائیں اور خاریق قند صدر دوم کی بھی تحمیل کی توفیق نصیب ہو۔“ (خارقی قند ج ۱ ص ۱۶۹)

حضرت قاضی صاحب تھے ہیں

مولانا سند یلوی حضرت علی دینار کے انتخاب کے متعلق تھے ہیں

”جن لوگوں نے انہیں منتخب کیا تھا۔ ان میں شامیہ دور سے مولانا سند یلوی کا نام نہ تھا۔ بلکہ درحقیقت مدینہ طیبہ کے نمائندوں نے ان کا انتخاب کیا تھا، یہی نہیں بد مذہب جرین و انصار کی اکثریت بھی اس انتخاب میں حصہ دار نہ تھی۔ ان حالات میں جو خلافت متفقہ ہوئی وہ جائز تو تھی لیکن محض ہنگامی تھی۔ اس کے استحکام اور اس کی بقا کے لیے استعصاب رائے اور دوبارہ انتخاب کی حاجت سے انکار نہیں ہو سکتا۔“

(الکھار حقیقت ج ۱ ص ۱۷۲، خارقی قند ج ۱ ص ۱۷۱)

سند یلوی صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب الکھار حقیقت میں اپنی تمام تر حمی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر یہ ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اسلام کے تیسرے خلیفہ مومو سیدنا حمی المرتضیٰ دینار کی خلافت نہ تو نص قرآنی کے تحت آیت تکمیل کی مصداق تھی اور نہ ہی وہ کوئی مستقل خلافت تھی۔ بلکہ حاضمی، مبوری اور ہنگامی تھی اور یہ ایک صالح اور عادل خلیفہ تھا۔

مولانا سند یلوی نے جب اہل سنت کے اس متفقہ نظریہ سے انحراف کیا اور غار بیت کا پرچار کرنے لگے تو قاضی صاحب نے دلائل قہر سے ایسے پختہ دیا کہ ان کے خاریق نظریات کے تار پھاؤں میں کھنڈ لگے اور قاضی صاحب کو جرأت مندانہ اہل سنت و الجماعت کی ترجمانی کرنے پر ٹھک کے مقتدر مظاہر کرام نے زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

حضرت قاضی صاحب رقمطراز ہیں.....

”خارجی گروہ کی یہ تلمیذات اور بوکھلاہٹ اس وجہ سے ہے کہ بفضلہ تعالیٰ میری کتاب ”خارجی فتنہ حصہ اول“ اہل سنت والجماعت کے علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ اور خارجی لٹریچر سے متاثر کئی لوگوں کے شبہات دور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے چند علمی موقر رسائل میں اس کی پرزور الفاظ میں تائید شائع ہو چکی ہے۔“ [کشف خارجیت، ص ۱۵۰]

اختصار کے ساتھ ان کا دل آویز تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

ماہنامہ البلاغ کراچی

”زیر تبصرہ کتاب خارجی فتنہ کا تریاق ہے۔ مولانا مظہر حسین صاحب نے مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی کراچی کا مسلک بیان کرنے کے بعد اس پر تبصرہ فرمایا ہے اور ان کے خیالات پر تنقید کی ہے اور بتایا یہ گیا ہے کہ اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت اور اصحاب رسول سے بیزاری اور ان کی مخالفت رفض و شیعیت ہے۔ اور محبت اہل بیت کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم و توقیر سنیت ہے۔ مولانا مظہر حسین صاحب نے دو حصوں میں ان کے (مولانا سندیلوی) خیالات پر تنقید کی ہے اور پہلے حصہ میں مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اکابر علمائے حق کے اقوال اور ان کے تحریری اقتباسات پیش کیے ہیں اور ہر طرح مسلک اہل سنت کی ترجمانی فرمائی ہے۔“

[ماہنامہ البلاغ، اکتوبر، نومبر ۱۹۸۲ء، (کشف خارجیت، ص ۵۱)]

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

”حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نے بھی زیر تبصرہ کتاب میں ماانا علیہ واصحابی کے اصول کے پیش نظر اصلا خوارج اور ضمنا اہل تشیع کا زبردست نوٹس لیا ہے۔ محمود احمد عباسی اور اس کے پیروکاروں سے ٹھوس علمی بنیادوں پر گفتگو کی ہے۔“ [ماہنامہ الحق، مارچ ۱۹۸۳ء، کشف خارجیت، ص ۱۵۲]

ماہنامہ الخیر ملتان

”جس موضوع پر قاضی۔ ب نے قلم اٹھایا ہے، وہ جمہور اہل سنت کا مختار اور رائج موقف ہے۔ اس لیے مصنف۔ نقی و لائل اور اسلاف کی غیر مبہم عبارات و تصریحات کا کافی ذخیرہ اس سلسلے میں پیش کیا ہے، اس میں شک نہیں کہ قاضی صاحب موصوف نے اہل سنت کی

صحیح صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔ "ماہنامہ الخیر" فروری ۱۹۸۳ء، کشف خارجیت، ص ۱۵۵

ہفت روزہ لولاک، فیصل آباد

"قاضی صاحب پر اللہ رب العزت کی بے شمار رحمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلک اعتدال کے علمبردار ہیں۔ افراط و تفریط سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے بزرگوں، اکابر اساتذہ، سلف صالحین کے نظریات و عقائد کے ترجمان رہے ہیں۔ مسلک اعتدال سے کسی نے لغزش کی نہیں اور قاضی صاحب تنہا براں لے کر نئے نہیں۔ خارجیت کے اثرات کا سیلاب اہل سنت میں آتے دیکھ کر قاضی صاحب نے پل باندھنے کی کوشش کی ہے۔"

ہفت روزہ لولاک، ۲۸، جون ۱۹۸۳ء۔ (کشف خارجیت، ص ۱۵۴)

ماہنامہ بینات، کراچی

"حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ اہل حق کے موقف و مسلک سے ہمیں نہ صرف اتفاق ہے بلکہ یہی ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے۔" [ماہنامہ بینات، جنوری ۱۹۸۳ء، کشف خارجیت، ص ۱۵۷]

⑩ خارجی فتنہ (حصہ دوم)

حضرت اقدس بریلوی نے یہ کتاب ۲۳ / ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ۔ ۳۱ جولائی ۱۹۸۶ء کو تصنیف فرمائی جو ۶۷ صفحات پر مشتمل ہے، خارجی فتنہ حصہ اول میں فرق باطلہ پر جو علمی بمباری کی گئی تھی۔ اس سے ان پر قیامت پڑا ہو گئی تھی۔ ان کے جاں بلب "جگادری" ملی کی طرح مجاہد کبیر، وکیل صحابہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس قاضی بریلوی صاحب پر حملہ آور ہونے لگے۔ جیسا کہ حضرت بریلوی لکھتے ہیں.....

"یزیدی گروہ کی طرف سے بعض رسائل "قاضی مظہر حسین کا معیار حق و صداقت اور اس کی حقیقت" اور "خارجی کون" میرے جواب میں شائع ہوئے۔" [خارجی فتنہ، حصہ دوم، ص ۱۵]

"خارجی فتنہ حصہ دوم کا اصل موضوع "فتنہ یزید" ہے، جس پر متعدد پہلوؤں سے بحث کر دی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ فتنہ یزید اہل سنت والجماعت کے مسلک میں متفق علیہ ہے اور یزیدی گروہ نے یزید کے صالح اور عادل ثابت کرنے پر جو دلائل پیش کیے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں اور سنی موقف کے برحق ہونے کی ایک بڑی مضبوط دلیل یہ ہے کہ کتب حدیث میں سے کوئی روایت ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں کسی صحابی نے بھی یزید کو صالح اور عادل قرار

دیا ہو۔“ [خارجی فتنہ حصہ دوم، ص ۱۶]

⑪ کشف خارجیت

کشف خارجیت، ۵۶۶ صفحات پر محیط ۱۳۰۵ھ کی تصنیف ہے، جس کے لکھنے کا سبب ایک کتابچہ تھا۔ حضرت لکھتے ہیں۔ میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول کے جواب میں مولانا محمد علی صاحب سعید آبادی تلمیذ حضرت سندھی نے ۸۰ صفحات کا ایک کتابچہ ”اصل حقیقت“ نام سے لکھا تھا۔ جس کا جواب بنام ”کشف خارجیت“ ملت سنیہ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، یہ کتاب ”اصل حقیقت“ نہیں بلکہ ”بے حقیقت“ اور ”خلاف حقیقت“ ہے، یہ ایک تبرانا مد اور جھوٹ کا مرتبہ ہے۔ جس کا مؤلف کوئی سبائی خارجی ہی ہو سکتا ہے۔

کشف خارجیت پر ”اقراء ڈائجسٹ“ کا تبصرہ

”مسلمانوں کو تین فرقوں نے بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ ان میں سے ایک فرقہ رافضیت ہے جو اہل بیت کی آڑ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتا ہے اور اس نے امت مسلمہ کی بنیاد پر کاری ضرب لگائی۔ دوسرا فتنہ ناصیت ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت میں رافضیت کی ضد بن گیا اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں پر کچڑا چھال کر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا رہا۔ تیسرا فتنہ دونوں کی ضد میں پیدا ہوا اور اس نے اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دونوں کی عزت کو پامال کیا اور امت مسلمہ کو نقصان پہنچایا، یہ خارجیت کا فتنہ ہے۔

علمائے ربانین نے ان تینوں فتنوں کی مختلف انداز میں سرکوبی کی۔ زیر تبصرہ کتاب ”کشف خارجیت“ کے مصنف بھی ان تینوں فتنوں میں سے ایک اہم فتنہ رافضیت کے خلاف ہمیشہ جہاد کا علم بلند کرتے رہے ہیں اور ان کی اس موضوع پر بے شمار کتابیں ہیں۔ ان کتابوں کے ضمن میں وہ فتنہ ناصیت اور فتنہ خارجیت کی تردید بھی فرما رہے ہیں۔ مولانا موصوف نے اس نے پہلے خارجی فتنہ کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ تو اس کے جواب میں ایک صاحب محمد علی نے ایک کتابچہ تحریر کیا۔ جس پر مولانا موصوف نے یہ کتاب ”کشف خارجیت“ تصنیف فرمائی۔ موصوف نے کتاب میں فتنہ ناصیت کی بہت اچھے انداز میں تردید کی ہے۔“

﴿۱۲﴾ دفع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

یہ کتاب ۶ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ / ۳ ستمبر ۱۹۸۲ء کی تصنیف ہے۔ جو ۱۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

”حضرت قاضی صاحب کی کتاب خارجی فتنہ حصہ اول کی اشاعت کے بعد مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے حضرت کے نام ”کھلی چٹھی“ شائع کی۔ جو مولانا لعل شاہ بخاری مصنف ”استخلاف یزید“ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے۔ چونکہ مولانا لعل شاہ بخاری نے اپنی ضخیم کتاب ”استخلاف یزید“ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس انداز سے تنقید کی ہے کہ ان کی دینی عظمت مجروح ہوتی ہے..... شاہ صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جس طرح بد فطن بنایا ہے۔ ان کے جن فضائل کے اکابر اہل سنت قائل ہیں ان پر بھی جرح کی ہے اور ترتیب وار ان کے منکرات کو تفصیلاً پیش کیا ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کا پہلو بھی نمایاں تھا۔“ اس لیے اس کا جواب دفاع معاویہ رضی اللہ عنہ کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ [دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۷-۹]

حضرت قاضی صاحب لکھتے ہیں.....

”میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول نے چونکہ خارجی گروہ کی کمر توڑ دی ہے، وہ مجھے کس طرح معاف کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اس عقیدہ ”خطائے اجتہادی“ کی بنا پر ہی مجھ پر بہتان تراشیاں کیں اور اس کو بغض معاویہ رضی اللہ عنہ پر مبنی قرار دیا اور بار بار اس بہتان کو دہرایا تاکہ گوئبر کے فلسفہ کے تحت ناواقف سنی مسلمان اس جھوٹ پر یقین کر لیں کہ جو شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ”خطائے اجتہادی“ مانتا ہے۔ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دشمن ہے۔ گلابی شیعہ ہے، اور شیعہ ہے۔“ [دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۲۵]

حضرت اقدس بریلویؒ نے انتہائی احسن طریقہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے جانے والے جارحانہ حملوں کا دفاع کیا اور ان کی شان کو اجاگر کیا، احادیث اور اکابرین امت کی عبارات سے واضح کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو کچھ ہوا وہ خطائے اجتہادی تھی۔ جو قابل ملامت و مواخذہ نہیں بلکہ موجب اجر و ثواب ہے۔

﴿۱۳﴾ اتحادی فتنہ ﴿۱۴﴾ کھلی چٹھی بنام مودودی ﴿۱۵﴾ صحابہ کرام اور پاکستان وغیرہ۔ کے علاوہ حضرت

اقدس نے متعدد کتابوں کے مقدمات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ مثلاً آفتاب ہدایت، تازیانہ عبرت، مطرۃ انکرامہ، سلاسل طیبہ اور عقائد علماء دیوبند وغیرہ۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ

المہند علی المفید کی تصریح کے مطابق ”ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا تکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے۔ جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو۔

پس منظر

اس مسئلہ کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟ حضرت اقدس قاضی مظہر حسین صاحب بیہودہ لکھتے ہیں۔۔۔
 ”اس عقیدہ کے انکار کی ابتداء سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے سب سے پہلے خیر المدارس بلتان کے جلسہ میں کی۔ انہوں نے کہا کہ جسم تو محفوظ ہے، روت کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور آپ قبر پر بھی نہیں سنتے۔“

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بیہودہ جو کہ مسلک کے بڑے محافظ تھے، نے اسی جگہ ان کی تردید فرمائی۔ پھر جب یہ بحث سارے ملک میں پھیلی تو اس وقت جمعیت علمائے اسلام اور مجلس ختم نبوت نے بھی مخالفت کی۔

پھر حضرت درخواستی بیہودہ کی صدارت میں جمعیت علمائے اسلام کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں جس میں، میں بھی موجود تھا۔ یہ بات پاس ہوئی کہ اس مسئلہ پر حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر شیخ الحدیث کتاب لکھیں اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری بیہودہ دونوں ان سے تعاون کریں۔ یہ بات خاص شوریٰ میں پاس ہوئی۔

دیکھو ناں ایک وقت تھا اور پاس ہوئی چاہیے تھی۔ جب یہ حضرات صحیح دیوبندی سنی مسلک کے محافظ تھے تو اس میں لحاظ کیسا؟ ان سے سارے علماء کٹ گئے۔ ہم بھی کٹ گئے۔ پہلے اپنے جلسوں میں دیوبندی سارے ان کو بلاتے تھے، ہم بھی بلاتے تھے۔“

”پھر حضرت مولانا علامہ محمد سرفراز خان صاحب شیخ الحدیث، مدرسہ نصرت العلوم کو جرنوالہ نے اس مسئلہ پر ”تسکین الصدور“ کے نام سے کتاب لکھی۔ جسے حضرت مولانا خیر محمد صاحب

جائزہ دہری کی صدارت میں جمعیت علمائے اسلام کی شورنی کے اجلاس منعقدہ خیر المدارس میں جس میں، میں اور مولانا نذیر اللہ خاں صاحب بیسٹہ، مولانا مفتی محمود صاحب بیسٹہ، مولانا سید علی بادشاہ صاحب بیسٹہ، مولانا غلام فوٹ ہزاروی صاحب بیسٹہ وغیرہ سارے شورنی کے ممبر موجود تھے۔ وہاں اس کتاب کا ایک ایک لفظ سب نے سنا اور پھر تائیدی دستخط کیے، ہم نے بھی دستخط کیے۔" (ماہنامہ حق چار بار، فروری ۲۰۰۰ء، ص ۱۲۶)

یہ زمان ملک بھر میں پھیل گیا! اکابرین جمعیت علماء اسلام اور دیگر تمام دیوبندی علماء اور جماعتیں ایک ساتھ متفق و متحد تھیں۔ جب کہ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء کرام "انکار حیات النبی ﷺ" میں پیش پیش تھے۔ حضرت اقدس قاضی مظہر حسین قدس سرہ مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر پوری شد و مد کے ساتھ ہمیشہ واشکاف الفاظ میں ان کی تردید فرماتے رہے۔ حضرت بیسٹہ کی تقریر ہو یا تحریر قرآن و حدیث، آئمہ مجتہدین، اولیاء و صلحائے امت، مفسرین، محدثین، فقہاء، عظام اور بالخصوص اکابر علماء دیوبند کی کتابوں کے حوالہ جات سے اس مسئلہ کو پوری طرح آشکارا کرتے رہے۔ جاہلین سے اس موضوع پر کتابیں لکھی گئیں، مناظروں کے چیلنج دیئے جاتے رہے اور تقاریر کا نکتہ آغاز "مسئلہ حیات النبی ﷺ" سے ہوتا تھا۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم لکھتے ہیں

"اس اہم موضوع پر ایک ضخیم کتاب بنام "مسکین الصدور ود فی تحقیق احوال المونی فی السرخ والقبور" شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان نے تالیف فرمائی۔ جس کی پاک و ہند کے جید دیوبندی علماء و فضلاء نے تصدیق فرمائی۔" "رحمت کائنات" اس مقدس موضوع پر حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسنی صاحب ایک فاضل دیوبند (خلیفہ حضرت لاہوری بیسٹہ) نے تالیف فرمائی۔ جس کا نواں ایڈیشن مع اضافات، صفحات ۴۰۰ ضخیم ہے۔ "مقام حیات" حیات النبی ﷺ کے اجماعی عقیدے کے تحفظ کے لیے فاضل علامہ خالد محمود صاحب (پی ایچ ڈی) نے تالیف فرمائی۔ جس کا دوسرا ایڈیشن مع اضافات بہت ضخیم ہے۔ صفحات ۷۵۲ ہیں۔ "بدایت النحر ان فی الجواہر القرآن" حضرت مولانا قاری مفتی عبد الشکور صاحب ترمذی زید مجدہم فاضل دیوبند مہتمم جامعہ حقانیہ سایہال ضلع سرگودھا نے تالیف فرمائی۔ جو اس کتاب کا عنوان تفسیر جواہر القرآن اور کتاب اقامۃ البرہان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ہے۔ لیکن اس میں حضرت مفتی صاحب موصوف نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کو بھی موضوع بحث بنایا ہے۔

مذکورہ چار کتابیں ضخیم ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اہل حق کی طرف سے اس موضوع پر چھوٹی موٹی

کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ (ماہنامہ حق چار یار، مئی ۲۰۰۶ء، فروری ۲۰۰۷ء)

مولانا قاضی شمس الدین بیہوش نے بھی اس موضوع پر دو کتابیں لکھی تھیں۔ "العلوم الجلیسی فی حیات النبی ﷺ" اور "مسالک العلماء فی حیات الانبیاء" جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ انبیاء قبور میں زندہ نہیں ہیں۔ حضرت قاضی صاحب کا علمی مقام کسی تعارف کا محتاج نہیں لیکن ان کی کتابیں اپنی جماعت میں بھی پذیرائی حاصل نہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ بھی بعض حضرات نے حیات النبی ﷺ کے انکار پر مبنی کچھ کتابیں لکھیں ہیں۔ جن میں سے کوئی خاص قابل ذکر کتاب نہیں ہے۔

حکیم الاسلام کا فیصلہ

اس قضیہ کو سلجھانے کی بار بار کوشش ہوئی، مگر کوئی بھی کوشش بار آور ثابت نہ ہو سکی۔ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۲ء تک مسلسل اس مسئلہ پر مزید نزاع جاری رہا۔ حضرت اقدس قاضی مظہر حسین نور اللہ مرتدہ لکھتے ہیں.....

"۱۹۶۲ء میں جب حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان کے دورے پر تشریف لائے تو فریق ثانی نے اس نزاعی مسئلہ میں ان کو ثالث تسلیم کر لیا۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کی دعوت پر جہلم تشریف لائے اور وہاں انہوں نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں ایک مختصر عبارت لکھی پھر جہلم سے راولپنڈی، حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب فاضل دیوبند کی مسجد میں بھی تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری بیہوش اور مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی اور راقم الحروف بھی حضرت قاری صاحب کے ہمراہ ہو گئے۔" (ماہنامہ حق چار یار، فروری ۲۰۰۷ء، ۲۶، ۲۷)

حضرت قاضی بیہوش صاحب فرماتے ہیں پہلے "حضرت قاری صاحب نے عقیدہ حیات النبی کے بارے میں ایک عبارت لکھی، جس میں صرف برزخی حیات کے الفاظ تھے، بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! مولانا غلام اللہ خان صاحب وغیرہ برزخی حیات سے مراد صرف روح کی حیات مانتے ہیں اور جسم مبارک سے روح کا تعلق نہیں مانتے تو حضرت قاری صاحب بیہوش نے درج ذیل عبارت لکھی۔"

"وقات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں پہ تعلق روح حیات

دعاؤں کا سہارا چھن گیا

کھ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب ☆

۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء پیر صبح سحری کے وقت تحریک خدام اہل سنت کے بانی، شیخ طریقت، مجاہد فی سبیل اللہ یادگار اسلاف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین بھی انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء کو چکوال کے معروف قدیمی قصبہ بھیں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مناظر اسلام حضرت مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ معروف عالم تھے۔ درود انض و ردقادیانیت پر آپ کو مہارت حاصل تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مناظروں اور مقدموں میں عمر بھر پیش پیش رہے۔ ان مقدمات کی تفصیلات پر مشتمل کتاب ”نازیانہ عبرت“ ایک تاریخی دستاویز ہے۔ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس دینی ماحول میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک پاس کیا۔ دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۷ء میں دورہ حدیث اور تخیل کے لیے دارالعلوم دیوبند میں رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر سے آپ نے کسب فیض کیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات اور ان کی خدمت میں حاضری اور کسب فیض کا شرف حاصل کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور فرقہ خلافت حاصل کیا۔ واپس آکر دینی خدمات، مقدمات، گرفتاری کے مراحل سے انگریز دور حکومت

میں گزرتے رہے اور بڑی استقامت و عزیمت کے ساتھ اس وقت کو بڑی بہادری سے گزارا۔ مدنی مسجد چکوال اور اس کے ساتھ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مستقل بنیادوں پر یہاں کام شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورے علاقہ میں مسجد و مدرسہ نے ایک مثالی ادارہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ضلع جہلم میں (جب چکوال ضلع جہلم کی تحصیل تھی) تحریک کے لیے شب و روز ایک کر دیئے۔ اس تحریک میں گرفتار ہوئے۔ اس کی تفصیل مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان کی طرف سے شائع کردہ کتاب ”تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۲۸۲، ۲۸۳“ میں آپ کی اپنی تحریر کردہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ہمارا مرکز جہلم تھا۔ ان دنوں میں اپنے گاؤں بھیس میں رہتا تھا۔ ۶/۱۱ مارچ ۱۹۵۳ء بروز جمعہ جامع مسجد گنبد والی جہلم میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت کے موضوع پر ولولہ انگیز تقریر کی اور احتجاجی جلوس کی صورت میں گرفتاری پیش کی۔“

اس کے بعد میرا (قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) پروگرام تھا۔ میں نے بھی ۱۳ مارچ کے جمعہ پر جامع مسجد مذکورہ میں تقریر کی اور جلوس نکالا اور گرفتاری پیش کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ مرحوم ساکن ڈومیلی نے گرفتاری دینی تھی۔ لیکن ان کو جمعہ سے قبل ہی گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل جہلم بھیج دیا گیا۔ ۱۱/۱۱ مارچ کو چکوال سے حضرت مولانا غلام حبیب رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل جہلم بھیج دیا گیا تھا۔ جہلم میں دو دن رکھنے کے بعد حضرت مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سید علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا صادق حسین مرحوم اور راقم الحروف (قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو لاہور سنٹرل جیل لایا گیا۔ ہمارے ساتھ اپنے جماعتی رفقاء چکوال کے کارکن بھی تھے۔ جن میں میاں کرم الہی مجاہد خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ لاہور سے پھر ہمیں سنٹرل جیل ساہیوال (منگمری) منتقل کر دیا گیا۔ منگمری میں جہلم، کیمل پور، انک، سرگودھا اور منگمری کے نظر بند رکھے گئے تھے۔ ہمارے کمرے کے ساتھ علیحدہ کوٹھڑی میں حضرت مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب شیخ الحدیث غور غشتی بھی تھے جو بہت بڑے مفتی اور بزرگ راہنما تھے۔ انہوں نے بڑی جرأت و بہادری کے ساتھ تحریک کی قیادت کی تھی اور گرفتار ہوئے تھے۔ سرگودھا کے نظر بندوں میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھا بھی تھے۔

مولانا غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں رکھا گیا اور وہ ۹ جون ۱۹۵۳ء کو رہا کر دیئے گئے۔ منگمری جیل سے حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اور بھی چند رضا کار نظر بند

تھے۔ جب رہائیاں شروع ہوئیں۔ تو اور حضرات رہا ہوتے رہے۔ راقم الحروف (حضرت قاضی صاحب) کی رہائی بتاریخ ۱۳ جنوری ۱۹۵۴ء کو عمل میں آئی۔ رہائی کے بعد بندہ (قاضی صاحب) نے شیخ العرب والعم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ لکھا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کرامت نامے میں یہ تحریر فرمایا کہ.....

”نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا۔ مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ شانہ اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارہ سنیات اور ترقی درجات کرے۔ آمین!

۲۳/ شوال ۱۳۷۳ھ منقول از مکتوبات شیخ الاسلام ج ۴ مکتوب نمبر ۱۳۵

حالات عرض کر دیئے ہیں جو مناسب سمجھیں شائع کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم تمام اہل سنت والجماعت کو عقیدہ ختم نبوت اور خلافت راشدہ کی تبلیغ و تحفظ کی توفیق دیں۔ اپنی مرضیات کی اتباع نصیب کریں اور اہل سنت والجماعت کو ہر محاذ پر کامیابی نصیب ہو۔ آمین! بجاہ النبی الکریم ﷺ (السلام)!

خادم اہل سنت مظہر حسین

مدنی جامع مسجد چکوال ۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ ۲۲ جولائی ۱۹۹۱ء

۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک کا زمانہ آپ کا ردِ قادیانیت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے گزرا۔ اس عنوان پر کام کرنا آپ کو والد مرحوم سے ورثہ میں ملا تھا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ فاتح قادیان مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ ہمیشہ ان حضرات کو بلوا کر ضلع بھر میں ختم نبوت کے موضوع پر کام کو ہمیز لگاتے۔ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کا ۲۹ مئی ۱۹۸۲ء کو آپ نے چناب نگر جامع مسجد محمدیہ میں جمعہ کے موقع پر افتتاح کیا۔ جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے مثالی کردار ادا کیا۔ ضلعی، ڈویژنل، صوبائی اور مرکزی سطح تک حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواسی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد ساتھیوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ اپنی جوانی کا بہترین حصہ جمعیت علمائے اسلام کے لیے مدتوں وقف کیے رکھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائم دین خصوصاً حضرت

مولانا خلیفہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے آخر تک آپ کا محبتوں کا رشتہ قائم رہا۔

عرصہ ہوا مولانا عزیز الرحمن جالندھری ملاقات و عیادت کے لیے چکوال تشریف لے گئے۔ یہاں پر محبتوں و شفقتوں سے سرفراز فرمایا۔ گزشتہ واقعات و اکابر سے تعلقات پر مرید ڈاکٹر کھٹکوفائی، ۱۹۷۹ء میں تحریک خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی اور آخری سانس تک اس کی آبیاری کرتے رہے۔ مدد دینے والے۔ الاسلام مدنی مسجد مدرسہ ادا دیہ، جامعہ اہل سنت تعلیم النساء آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ قاضی صاحب نیچے اسلاف کی یادگار تھے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ بہادری اجرات حق گوئی میں اپنے مثال آپ تھے۔ کابو کے مسلک کو ہمیشہ سینہ سے لگائے رکھا۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس کے انحراف میں کوئی دقت نہ چھوڑتے تھے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل کی تاریخ تھی۔ متعدد عنوانات پر متعدد کتابیں لکھیں۔ تحریر و تقریر درس و بیان، قلم و قریطاس سے رشتہ آخر تک آپ نے قائم رکھا۔

۹۰ سال کی عمر پائی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آتا دیا۔ گزشتہ سے بیوستہ سال عید الفطر کے اگلے روز برطانیہ سے آئے ہوئے مہمان مولانا محمد ایوب سورتی صاحب کی مساعدت کے لیے راقم الحروف کو چکوال آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ شفقت و محبت سے اپنی چار پائی پر بٹھایا۔ دیر تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی تہنیت پوچھتے رہے۔ تحریری و تقریری کام کی رپورٹ پر شکستہ مزاج ہو گئے۔ ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور حقیقت یہ کہ محبتوں کی بارش کر دی۔ افسوس کہ ان کی موت نے ہم سے دعاؤں کا سہارا چھین لیا۔ آخری دنوں میں اطلاع ملی کہ صاحب فراش ہیں۔ آج افسوس ناک خبر سنی کہ کل انتقال ہو گیا اور شام تک تدفین کا عمل بھی مکمل ہو گیا۔ ان کی تقریباً پون صدی کی خدمات قابل قدر و قابل رشک ہیں۔ مدتوں ان کا خلا پر نہ ہو سکے گا۔ آپ کے جانشین اور اکلوتے صاحبزادے حضرت مولانا قاضی عبور حسین صاحب مدظلہ ہم سب کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا قاضی محمد مظہر احسن صاحب رحمۃ کو کرم و کروت جنت نصیب فرمائیں۔ آمین..... ثم آمین!

ذوقِ اکابر کے محافظ

کھ مولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی

احقر کو دکیل صحابہ بڑے حضرت قاضی مظہر حسین صاحب بریلوی کی پہلی مرتبہ زیارت شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء میں ہوئی۔ جامعہ حقانیہ کا سالانہ جلسہ ہر سال شعبان میں ہوتا تھا۔ ۱۳۹۴ھ کے جلسہ میں حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ نے حضرت بریلوی کو بھی دعوت دی۔ چنانچہ آپ نے حسبِ پروگرام جلسہ میں شرکت فرمائی۔ جامع مسجد حقانیہ میں جمعہ کے بعد آپ کا خطاب ہوا پھر آپ جامعہ میں تشریف لے آئے کھانا تناول فرمایا رجنر پر جامعہ کے لیے ایک مختصر تحریر لکھی اور واپس تشریف لے گئے۔ حضرت بریلوی اگرچہ پہلے بھی ساہیوال تشریف لائے تھے لیکن احقر کو اس سے قبل زیارت کرنا یاد نہیں۔

اس وقت آپ نہایت سادہ لباس میں ملبوس، سر پر رومال اور ایک ہلکی سی چادر زیب تن کیے ہوئے تھے اور چہرہ خوبصورتی سے خوب چمک رہا تھا ڈاڑھی پر مہندی نمایاں تھی اور پستول بھی ہمراہ تھا حضرت بریلوی کی اس پہلی زیارت کا نقش کم سنی کے باوجود دل پر کچھ ایسا قائم ہوا جو ہمیشہ یاد رہے گا۔ اس کے بعد بارہا مختلف مقامات پر زیارت کی اور آپ کے مفصل بیانات نے کئی بار آپ جامعہ حقانیہ کے سالانہ جلسہ پر ساہیوال بھی تشریف لائے۔ مدرسہ اشرف العلوم ہرنولی، مدرسہ فتحیہ سلاوالی اور چکوال میں بھی آپ کی مجلس اور بیانات نے اور کئی مرتبہ بالمشافہ گفتگو کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور کبھی کبھی خط و کتابت بھی ہوئی۔

حضرت قاضی صاحب بریلوی کو حق تعالیٰ نے بڑی بلند و بالائستوں سے نوازا تھا۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ العرب والہجیم حضرت مدنی قدس سرہ کے ارشد تلامذہ اور خلفاء میں سے تھے۔ مسلک حق اہل سنت و جماعت کی صحیح ترجمانی۔ اس کی حفاظت اور دفاع کا فریضہ بلا خوف و لومۃ لائم جس انداز سے آپ نے سرانجام دیا یہ آپ کا ہی حصہ تھا۔ بطور خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کی وکالت اور

دفاع کا تو حق ادا کر دیا۔ آپ کے بہت سے مضامین و مقالات اور سینکڑوں بیانات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آپ مسلک حق علماء دیوبند کے ترجمان اور سنت میں نہایت مضبوط اور مصلوب تھے۔ ملک میں اٹھنے والے ہر فتنہ کے تعاقب میں حضرت کا قلمی اور لسانی جہاد تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ احقاق حق و ابطال باطل کے جو اوصاف و کمالات اللہ تعالیٰ نے آپ کو ودیعت فرمائے تھے وہ بہت کم افراد کو عطا ہوتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعت ایک ایسا طائفہ اور ناجی طبقہ و گروہ ہے جو صحیح معنی میں صراط مستقیم اور مسلک اعتدال کا ترجمان ہے۔ اعتزال، رنص و خوارج سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن صراط مستقیم اور مسلک اعتدال کی حدود پر قائم رہنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ عام طور پر لوگ افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کے اس مثالی مسلک اور ان کے وصف خاص اعتدال کو اس طرح قائم رکھا کہ نہ تو روافض آپ کے تعاقب سے بچ سکے اور نہ خوارج، آپ نے جہاں حضرات صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت و فضائل کو بیان کیا اور ان کے دفاع میں سینہ سپر رہے وہیں حضرات اہل بیت کرام رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور ان سے عقیدت کا حق بھی پورے طور پر ادا کیا۔ اس سلسلہ میں بشارت الدارین، سنی مذہب حق ہے، خارجی فتنہ، کشف خارجیت، علمی محاسبہ، دفاع حضرت امیر معاویہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کتب قابل مطالعہ ہیں جو یقیناً اپنے موضوع پر لا جواب، بے حد مفید اور آپ کا علمی شاہکار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرات اکابر و مشائخ علماء دیوبند سے آپ کو بے پناہ محبت و عقیدت عطا فرمائی تھی۔ ان کے افکار و نظریات کو آپ ہمیشہ اہل سنت والجماعت کا ترجمان قرار دیتے رہے۔ حضرات اکابر علماء دیوبند کی تحقیقات اور قرآن و سنت کے لیے ان کی خدمات کا ہمیشہ آپ نے اعتراف کیا بلکہ آپ اپنی ہر تحریر و تقریر میں اسی پر زور دیتے کہ اکابر کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا تمام فتنوں سے بچنے کے لیے از حد ضروری ہے اور قرآن و سنت کو جس طرح اکابر نے سمجھا ہے۔ اس میں ان کا اتباع فرض ہے ان کی تحقیق سے سر مو انحراف بھی گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔ آپ اپنے اس مسلک پر چٹان سے بھی زیادہ مضبوطی سے قائم تھے اور آخر تک آپ نے اپنے اکابر کے دامن کو نہ صرف تھامے رکھا بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے رہے۔

احقر کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا ملنے کا موقع ملا۔ آپ نے ہر ملاقات میں اکابر کے اتباع پر زور دیا اور فتنوں کی نشان دہی فرمائی۔ زمانہ کے حوادث اور فتن پر آپ کی گہری نظر تھی اور آپ ہر وقت ان کے

اخلاق کے اعتبار سے آپ بڑے بڑے اہل علم سے کہیں آگے تھے۔ جو آپ کو ایک مرتبہ ملتا وہ آپ کے اخلاق عالیہ سے متاثر ہو کر آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ تواضع، فروتنی، انتہائی سکنّت و عاجزی اور علم و عمل کی جامعیت ہی اس جماعت حقہ کا طرہ امتیاز ہے۔

احقر کے والد ماجد فقیہ العصر یادگار اسلاف حضرت مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ سے آپ کے پرانے اور گہرے مراسم و تعلقات تھے۔ حضرت قاضی صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} بہت عرصہ قبل سلانوالی کے مدرسہ حسینہ حنفیہ میں بھی درس دیتے رہے ہیں۔ حضرت والد صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} کا اسی زمانہ میں آپ کے ساتھ تعلق قائم ہوا جو آخر تک نہ صرف قائم رہا بلکہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ جس کی بڑی وجہ مسلک میں پختگی اور تہلب نیز بلا خوف لومۃ لائم احقاق حق اور ابطال باطل اور مسلک حق کی صحیح ترجمانی میں اشتراک تھی۔ نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ماہنامہ حق چار یار ^{رحمۃ اللہ علیہ} کی اس خصوصی اشاعت میں ان دونوں بزرگوں کے باہم تعلقات اور مختلف امور میں تبادلہ خیال کے ساتھ قدر مشترک امور میں اتحاد و یگانگت سے متعلق بعض واقعات کا ذکر کر دیا جائے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ حضرت قاضی صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} کو اپنے زمانہ کے نابغہ روزگار اور فقہا عصر کی تائید حاصل تھی اور یہ کہ ان کا آپ پر بھرپور اعتماد تھا۔ اس سرگزشت کے ضمن میں کہیں کہیں اس احقر نا کارہ کے حوالہ سے بعض واقعات کا ذکر بھی قارئین کی نظر سے گزرے گا جو یقیناً اس ناچیز کے لیے باعث سعادت اور حضرت قاضی صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} کی شفقت و عنایت کا مظہر ہے۔

حق چار یار جنہوں کے خصوصی نمبر کے لیے دیگر اہل علم اور صاحب فضل و کمال کے بلند پایہ معیاری مضامین کی موجودگی میں احقر کی یہ خامہ فرسائی یقیناً بے جوڑ ہے۔ لیکن بزم حق چار یار جنہوں کے اصرار اور حصول وسعادت کے لیے یہ چند سطور لکھیں اس میں زیادہ تر یہی پیش نظر ہے امید ہے کہ قارئین اسی تناظر میں یہ مضمون ملاحظہ فرمائیں گے۔

لعل اللہ برزقنی صلاحاً

احب الصالحین ولست منهم

اب حسب ترتیب پہلے حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کے حوالہ سے جماعت اور حضرت نبیؐ کی تالیفات کے متعلق تاثرات پیش خدمت ہیں.....

تحریک خدام اہل سنت کی تائید

دفاع صحابہ کرام اور اہل سنت والجماعت کے مذہب کی اشاعت و فروغ کے لیے ملک میں اہل حق کی بہت سی جماعتیں اور تحریکیں موجود تھیں اور ہر جماعت اپنے طور پر حصول مقصد میں کوشاں تھی لیکن اس کے باوجود ایسی جماعت کی اب بھی ضرورت تھی جو صحیح معنی میں اہل سنت کے مذہب اور علماء دیوبند کے مسلک کی ترجمان ہو۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لیے غالباً ۱۹۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت کے نام سے جماعت بنائی۔ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے خلیفہ ارشد حضرت پیر خورشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کے سرپرست قرار پائے۔ بہت سے حضرات نے اس وقت اس جماعت سے اختلاف کیا اور اعتراض کا سلسلہ شروع ہوا۔ جن حضرات اکابر نے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس کوشش کو سراہا اور جماعت کی تائید کی ان میں حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کا نام نامی اور اسم گرامی سرفہرست ہے۔ چنانچہ اس کی تائید میں آپ کی درج ذیل تحریر شائع ہوئی.....

اگر حضرت قاضی صاحب مدظلہ نے شیعیت اور مودودیت کے مضر اثرات سے مسلک دیوبند کے تحفظ کے لیے علیحدہ جماعت خدام اہل سنت والجماعت کے نام بنائی ہے تو ان کو ایسا کرنا ہی چاہیے تھا۔ اس طرح انہوں نے تمام متبعین دیوبند کی طرف سے حمایت مسلک کا فرض ادا کیا ہے اور حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے بارہ میں جہاں تک مجھے علم ہے وہ مسلک دیوبند میں نہایت پختہ جامد اور مصلوب ہیں۔ ان کی تبلیغی خدمات قابل قدر بلکہ لائق تشکر ہیں۔ (سلاسل طیبہ ص ۱۱)

مندرجہ بالا تحریر دل پذیر سے خدام اہل سنت کی ضرورت اور حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کے بارہ میں فقیہ العصر کے تاثرات بالکل واضح ہیں کہ آپ نے نہ صرف جماعت کی ضرورت کو واضح فرمایا بلکہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس اقدام کو حمایت مسلک کے فریضہ کی ادائیگی قرار دیا ساتھ ہی ان کی مسلکی پختگی و مصلوب کی شہادت دے کر ان کی تبلیغی خدمات کو نہ صرف قابل قدر بلکہ لائق تشکر گردانا، جماعت کی اس سے بڑھ کر بھرپور تائید اور کیا ہو سکتی ہے؟

ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم کی تائید

ملک میں اگرچہ بہت سے دینی جرائد، ہفت روزے اور اخبارات موجود ہیں لیکن قلم کے اس دور میں جتنے رسائل و اخبارات بھی جاری ہوں کم ہیں اگرچہ اس وقت بظاہر دینی رسائل کی بھی بھرمار ہے لیکن نئے نئے فتوں کی وجہ سے نئے رسائل کے اجراء کی ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت قاضی صاحب نے اپنی جماعت کے آرگن ”حق چار یار رضی اللہ عنہم“ کا آغاز فرما کر وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا فرمایا۔ ماہنامہ النعم، الفاروق اور دعوت وغیرہ کے بعد اس ضرورت کو محسوس کیا جا رہا تھا جو حق چار یار رضی اللہ عنہم کے ذریعہ پوری ہوئی۔ حق چار یار رضی اللہ عنہم پر بہت سے حضرات نے تائیدی تبصرے اور آراء لکھیں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے اپنی رائے گرامی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا.....

تحریک خدام اہل سنت والجماعت کا ترجمان ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم مخدومی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہم کی سرپرستی میں شائع ہو رہا ہے۔ اس کے کئی پرچے نظر سے گزرے۔ بحمد اللہ اپنے موضوع پر اس میں کافی مواد پایا۔ حضرت قاضی صاحب موصوف کو مسلک اہل سنت والجماعت کی حقانیت کے اثبات کے سلسلہ میں خصوصی ذوق و شغف حاصل ہے اور اپنے اکابر کے ذوق کی حفاظت کا حضرت موصوف کو بے حد خیال ہے۔ امید ہے کہ وہ اس ماہنامہ کے ذریعہ احقاق حق و ابطال باطل کا فرض انجام دیتے ہوئے اپنے اکابر کے خصوصی ذوق کو ملحوظ خاطر رکھیں گے اور افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کے ساتھ مسلک حق اہل سنت والجماعت کی حسب سابق صحیح ترجمانی کرتے رہیں گے۔ واللہ الموفق والمعین۔

حقیقت یہ ہے کہ افراط و تفریط کے درمیان راہ اعتدال ہی وہ صراط مستقیم ہے جس کی ہدایت کی دعا سورۃ فاتحہ میں سکھائی گئی ہے اور و کذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس میں اس امت محمدیہ کو تمام امتوں پر باعث فضیلت قرار دیا گیا ہے۔

مذہب اہل سنت والجماعت اس راہ اعتدال اور صراط مستقیم کی تعبیر اور اس کا دوسرا نام ہے۔ خدام اہل سنت والجماعت کے لیے ضروری ہے کہ وہ جادۂ اعتدال سے منحرف تمام جماعتوں اور فرقوں کو اس صراط مستقیم کی طرف دعوت دیں اور مذہب اہل سنت والجماعت پر جو شکوک و شبہات کئے جاتے ہیں ان کا ازالہ کیا جائے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا مذہبی فریضہ اور ان کی ذمہ داری بھی ہے اور آئینی حق بھی البتہ بحکم ربانی ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ اس دعوت میں اپنے مدعی پر

دلائل و براہین پیش کرنے کے ساتھ زبان اور اسلوب بیان ایسا اختیار ہونا چاہیے جس سے مخاطب کے نصیحت قبول کرنے کی امید ہو اور مدافعت میں بھی وجادلہم بالنی ہی احسن پر نظر رہنی چاہیے۔

اہل سنت والجماعت کا ہر داعی اور خادم اس قرآنی طریق دعوت کا مکلف اور پابند ہے اور بجا طور پر امید کی جاتی ہے کہ رسالہ حق چار یار جمعہ بھی حسب دستور اس طریق دعوت پر کار بند رہتے ہوئے تمام فرقوں اور جماعتوں کو راہ اعتدال کی طرف دعوت کا فریضہ ادا کرتا رہے گا۔

[رسالہ حق چار یار جمعہ، محرم ۱۴۱۰ھ]

رسالہ دفاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تقریظ

محدث جلیل حضرت علامہ خلیل احمد سہارن پوری قدس سرہ نے رد شیعہ میں ایک کتاب مطرقتہ انکرامہ کے نام سے تحریر فرمائی تھی۔ جس کا مقدمہ حضرت قاضی صاحب بیہیہ نے تحریر فرمایا۔ جسے دفاع صحابہ کے نام سے الگ شائع کیا گیا۔ حضرت کے رسالہ دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کو حرف بحرف سن کر حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے اس پر تائیدی تحریر لکھی۔ حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ نے اس کو بے حد پسند فرمایا اور اس پر افلا اکون عبدا شکورا کے وقیع الفاظ تحریر فرما کر اصل رسالہ کی تائید کے ساتھ اس تقریظ کی بھی زبردست تائید فرمائی۔ حضرت والد ماجد بیہیہ کی تحریر ملاحظہ فرمائیں.....

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم کا مقالہ ”دفاع صحابہ“ احقر نے حرفا حرف سنا۔ اس مقالہ سے فاضل مصنف نے مذہب اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ رافضیت و خارجیت دونوں ہی فتنوں سے اہل سنت والجماعت کو آگاہ کرنے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ مقالہ ناظرین کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ بالخصوص مقالہ کا وہ حصہ جس میں پاکستان میں خارجیت و ناصیت کے فروغ پانے کے خطرہ کی طرف توجہ دلائی گئی، ہنی علماء و مشائخ کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

حضرات اکابر علماء کرام اور مشائخ عظام اور خصوصیت سے مدارس دینیہ کے اہل حل و عقد اور مدرسین حضرات اس کا سد باب کرنے کی طرف اپنی مساعی بروئے کار لا کر مذہب اہل سنت والجماعت کے تحفظ کا فرض انجام دیں۔ جو لوگ یزید کو خلیفہ عادل اور راشد قرار دے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دینے کی سعی میں مصروف ہیں۔ ان کا یہ نظریہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل ہے۔ یہ نظریہ خوارج کا تو ہو سکتا ہے اہل سنت والجماعت کے مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو وافض

وخراج کے باطل نظریات سے محفوظ رہنے اور اہل سنت والجماعت کے مذہب حق پر مضبوطی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ)

احقاق حق اور ابطال باطل میں علماء دیوبند کا کردار

جب رسالہ ماہنامہ حق چار یار جیلہ کا آغاز ہوا تو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تاثرات کے لیے کہا گیا۔ آپ نے جہاں اس رسالہ کے متعلق عمدہ کلمات تحریر فرمائے وہیں حق و باطل کے معرکہ میں حضرات اکابر علماء دیوبند کی مساعی جلیلہ اور ان کے تاریخی کردار کا جامع تعارف بھی کرایا اور ساتھ ہی ان کی تحقیقات عالیہ کے اتباع پر بھی زور دیا۔ چونکہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی پوری زندگی اسی کردار سے عبارت رہی اس لیے موقع کی مناسبت سے ضروری معلوم ہوا کہ وہ جامع تحریر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ماہنامہ حق چار یار جیلہ کے شکر یہ کے ساتھ قارئین کی نذر کر دی جائے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں.....

برصغیر کی تاریخ گواہ ہے کہ احقاق حق اور ابطال باطل کے فرض ادا کرنے میں ہمارے اکابر نے کبھی کوتاہی نہیں کی بلکہ ہمیشہ راہ اعتدال سے منحرف تمام فرقوں اور جماعتوں کے قابل اصلاح نظریات کو زیر بحث لا کر مثبت انداز میں مدلل طریقہ پر سب ہی نے تنقیدی اور تردیدی کلام کیا ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مسند الوقت حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ محمد اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات کی اس سلسلہ کی خدمات جلیلہ سے کون انکار کر سکتا ہے؟ پھر ماضی قریب میں اکابر علماء دارالعلوم دیوبند قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، محدث جلیل حضرت مولانا ظلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی خدمات سے ہر پڑھا لکھا شخص واقف ہے اور امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں مسلک اہل سنت والجماعت کی قلمی اور لسانی جو قابل قدر خدمات انجام دی ہیں جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ انہی حضرات کا خاص حصہ ہے۔ عرض یہ کرنا ہے کہ ہمارے حضرات اکابر نے اپنے اپنے زمانہ میں مذہب اہل سنت والجماعت کی ایسی گرفتار خدمات انجام دی ہیں اور ایسا علمی و تحقیقی ذخیرہ چھوڑا ہے جو ہمارے لیے نہ صرف یہ کہ لائق تقلید بلکہ سرمایہ افتخار

یہ احقر تو اپنے اکابر کی تحقیقات کا مقلد محض ہے اور احقر کا ناقص خیال تو یہ ہے کہ ان اکابر کی تحقیقات پر عمل حیرا ہونا ہی ضروری ہے۔ علیحدہ ہو کر اب کوئی بھی آزاد رائے بظاہر اس کی پشت پر کتنے ہی دلائل نظر آتے ہوں نہ تو تحقیق کہلانے کی مستحق ہے اور نہ ہی اس کو مذہب اہل سنت والجماعت کی طرف منسوب کرنا صحیح ہے۔ میرا مطلب یہ ہے (اور میں جانتا ہوں کہ میری یہ بات بہت سے محققین کو پسند نہیں آئے گی لیکن احقر اس کا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہے) کہ مذہب اہل سنت والجماعت کو اس کی اپنی شکل میں محفوظ رکھنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اکابر کی تحقیقات پر اعتماد کیا جائے صرف اسی صورت میں مذہب اہل سنت اپنے اور غیروں کی دست برد سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ مگر عام طور پر دیکھنے میں یہ آ رہا ہے کہ اختلافی مسائل میں راہ اعتدال پر قائم نہیں رہا جاتا بلکہ اس پر قائم رہنا کقبض علیٰ جمعو کا مصداق ہے اور ہر طرف اعجاب کل ذی دایٰ سرا یہ کا ظہور ہو رہا ہے اور ضروری حدود و قیود کی رعایت کے بغیر نئی تحقیق کے نام پر نئے نئے نظریات منظر عام پر آ رہے ہیں۔ اپنے اکابر کی اتباع اور تقلید سے عار و شرم محسوس کی جاتی ہے ان کو غیر محقق سمجھا جاتا ہے اور اپنی رائے کو حرف آخر سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے اور اس فتنہ عدم اعتماد کے اثرات بد سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرما دیں آمین ثم آمین۔

ایک غلطی کا ازالہ

حضور پاک ﷺ کے نعلین شریفین کے نقش سے استبراک کا ذکر حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے اپنے رسالہ ”زاد السعید“ میں فرمایا تھا۔ لیکن اہل علم بطور خاص حضرت مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خط و کتابت پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے رجوع فرمالیا تھا اور اس کا باقاعدہ اعلان بھی کر دیا گیا تھا مگر اس کے باوجود بعض حضرات نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف استبراک کے جواز کو منسوب کر کے نعلین شریفین کے نقش کی خوب اشاعت کی۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مدلل انداز میں تردید کی اور اصل صورت حال سے عوام و خواص کو مطلع فرمایا۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے اصلاحی خطبات میں بھی ایک بیان کے دوران اس کا ذکر آ گیا تھا اس سے اندیشہ ہوا کہ جواز کے قائلین کہیں اس کو بطور سند نہ پیش کرنے لگیں۔ اس لیے احقر نے خطبات کے فاضل

مرتب و ظہیم کو اس طرف متوجہ کیا انہوں نے خطبات کی اس عبارت کو قلم زد کر کے احقر کو اطلاع کر دی۔ یہ ساری تفصیل جب حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھی گئی تو آپ نے اسے عنوان بالا کے تحت حق چار یاہ میں شائع فرمایا جو ان کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔۔۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہم (دارالعلوم کراچی) کے جو اصلاحی خطبات نمبر ۶ شائع ہوئے ہیں اس کے صفحہ ۹۵ پر بعنوان ”من گھڑت درود نہ پڑھیں“ یہ بھی لکھا ہے کہ صرف وہ درود شریف پڑھے جائیں۔ جو حضور اقدس ﷺ سے منقول ہیں دوسرے درود نہیں پڑھنے چاہئیں۔ لہذا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب زاد السعید ہر شخص کو اپنے گھر میں رکھنا چاہیے اور اس میں بیان کیے ہوئے درود شریف پڑھنے چاہئیں۔

نعلین مبارک کا نقشہ اور فضیلت

اس رسالہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کام کی چیز اور ایک نعمت اور دیدی ہے۔ وہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا نقشہ اس نقشہ کے بارہ میں بزرگوں کا تجربہ یہ ہے کہ سخت مصیبت، بیماری اور پریشانی کی حالت میں اگر نعلین مبارک کے نقشہ کو سینے پر رکھ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے پریشانی اور مصیبت کو دور فرما دیتے ہیں۔ اس لیے کوئی گھر اس رسالہ سے خالی نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ہے ”فضائل درود شریف“ وہ بھی اپنے گھر میں رکھیں اور پڑھیں اور درود شریف کو اپنے لیے بہت بڑی نعمت سمجھ کر اس کو وظیفہ بنائیں۔

[اصلاحی خطبات ج ۶ ص ۹۵]

تجب ہے کہ مولانا تقی عثمانی صاحب کو بھی حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے رجوع کا علم نہیں ہوا اور انہوں نے حضرت کے حوالہ سے ہی نقشہ نعل شریف کے خواص بیان کر دیئے۔

مولانا عبد القدوس کا مکتوب

حضرت مولانا مفتی عبدالکفور ترمذی زید مجدہم بہم جاغہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا کے صاحبزادے مولانا عبدالقدوس صاحب سلمہ نے اصلاحی خطبات کے مرتب مولانا عبداللہ میمن صاحب (دارالعلوم کراچی) کو حسب ذیل مکتوب ارسال کیا.....

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جناب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم کے اصلاحی خطبات و اقناعی اصلاحی ہیں ان کے پڑھنے اور

سننے سے ہر طرح کے علمی نفع کے ساتھ ظاہری و باطنی اصلاح ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ خواہش بہت نافع اور مفید ہیں حق تعالیٰ مزید قبولیت سے نوازیں ان کے نفع کو عام و تام فرماویں اور حضرت مولانا دامت برکاتہم نیز ان کے معاونین بطور خاص جناب محترم مولانا عبداللہ میمن صاحب زید مجدہم کو جزائے خیر اور اجر جزیل سے نوازیں، آمین

اصلاحی خطبات ج ۶ ص ۹۵ پر نقشہ نعل شریف کے متعلق مضمون نظر سے گزرا اس میں حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے حوالہ سے استبراک کی اجازت فرمائی گئی ہے۔ جبکہ حضرت اقدس تھانوی بیسٹہ نے اس سے رجوع فرمایا تھا اس لیے خیال آیا کہ امداد الفتاویٰ سے اس کے متعلق عبارت نقل کر کے ارسال کر دی جائے..... الخ (اس کے بعد مولانا عبدالقدوس نے امداد الفتاویٰ جلد چہارم اور کفایت المفتی جلد دوم سے حضرت تھانوی بیسٹہ کے رجوع کی وہی عبارت نقل کی ہے جو پہلے نقل کی جا چکی ہے) حضرت حکیم الامت تھانوی بیسٹہ نے عوام کی اصلاح کے پیش نظر اس سے رجوع فرمایا ہے۔ اب جیسے رائے عالی ہو اس سے مطلع فرماویں شکریہ۔ نیز یہ تحریر حضرت اقدس والد صاحب مدظلہم کے حکم سے ان کو سنا کر ارسال کر رہا ہوں۔ فقط۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

الجواب: مولانا عبدالقدوس صاحب کے جواب میں مولانا عبداللہ میمن صاحب نے حسب ذیل مکتوب ارسال کیا:

برادر گرامی قدرد و مکرم جناب مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب ترمذی مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محبت نامہ باعث افتخار ہوا۔ فقہی مقالات کے بارہ میں حضرت والد صاحب مدظلہم کی پسندیدگی کا اظہار بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ تادیر صحت و عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ میرا سلام اور دعا کی درخواست پہنچا دیں۔ نعلین مبارک کے نقش کے سلسلہ میں آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔ جس وقت لکھا گیا تھا اس وقت یہ ذہن میں نہیں آیا جہذاکم اللہ خیر الجزاء تصحیح والے نسخے میں اس کو قلم زد کر دیا ہے۔ جدید طباعت میں اس کو نکال دیا جائے گا درس ترمذی کے بارہ میں آپ کی رائے سے بہت مسرت ہوئی اور خوشی ہوئی ہے اس کی جلد سادس بھی حاضر ہے۔ قبول فرمائیں اب یہ مکمل ہو چکی ہے۔

مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات کے بارہ میں اہل سنت والجماعت کا موقف کتب معتادہ میں مصرخ ہے۔ اسی طرح حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین جو جنگ ہوئی وہ حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا بلکہ خطا اور ثواب کا معاملہ تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے مابین ہونے والی جنگوں میں فریقین میں سے کسی کو بھی خطا اجتہادی کا مرتکب قرار نہ دیا جائے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والی جنگ میں جمہور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرت معاویہ سے اجتہادی غلطی سرزد ہوئی تھی اور آپ کی رائے اگر صحیح نہ تھی لیکن خلاف حق نہ تھی اس لیے آپ کی یہ خطا نہ قابل ملامت ہے اور نہ ہی قابل مذمت، اس کے برعکس بعض حضرات نے اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اقرب الی الحق قرار دیا۔ چونکہ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے یکسر مخالف تھا اس لیے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اس خارجی مسلک کی تردید میں ”خارجی فتنہ“ کے نام سے زبردست کتاب تحریر فرمائی جس میں نہایت مدلل انداز سے اہل سنت کے مسلک کا اثبات اور فریق مخالف کے غلط مسلک کی تردید فرمائی اور مسلک اہل حق کی ترجیحی کا حق ادا کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ قرآن کریم کے موعودہ خلیفہ راشد تھے اس لیے حکمین حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا ان کو خلافت سے معزول کرنے کا فیصلہ بلاشبہ خطا پر مبنی تھا لیکن ظاہر ہے کہ ان حضرات کی یہ خطا اجتہادی ہی خطا تھی۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے خارجی فتنہ میں اس معنی کے اعتبار سے انہیں غلطی اور گنہگار لکھا تھا اور اہل سنت کا موقف بھی یہی ہے لیکن بعض حضرات نے خطا اور گناہ کے الفاظ کو ہدف تنقید بنا کر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو ان سے رجوع کرنے کا نہ صرف مشورہ دیا بلکہ اس پر اصرار کیا بلکہ آپ کے خلاف یہ پروپیگنڈہ بھی کیا کہ معاذ اللہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ حکمین کریمین کو گنہگار اور نافرمان قرار دے رہے ہیں۔ اس گروہ میں ہری پور ہزارہ کے بزرگ حضرت قاضی شمس الدین درویش مرحوم بھی تھے جنہوں نے اس نقطہ نظر سے حضرت پر ان الفاظ سے رجوع کے لیے اصرار کیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت سے خط و کتابت بھی کی اور حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ سے بھی مکاتبت کی۔ ان کی بعض تحریرات کا جواب حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے حکم سے احقر نے بھی لکھا لیکن وہ اپنی ضد پر قائم رہے

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے ”یزیدی ٹولہ اور قاضی شمس الدین درویش“ کے نام سے ان کے مسلک کا خوب تعاقب فرمایا اور ان کے شبہات و اعتراضات کا مکمل و مدلل جواب بھی تحریر فرمایا۔ جو ماہنامہ حق چار یار میں قسط وار شائع ہوا۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے ان کی مکاتبت کے بعض حصے بھی حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے حق چار یار میں شائع فرمادیے تھے۔ ذیل میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے اس مضمون سے متعلقہ حصے ہدیہ قارئین ہیں۔ چنانچہ حضرت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں.....

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی زید فہلم سے بھی انہوں نے اپنے مکتوب محررہ ۱۶/ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں میری زیر بحث عبارتوں کو پیش کر کے شکایت کی اور مفتی عبدالشکور صاحب کو اپنے جوابی مکتوب محررہ ۵ صفر ۱۴۱۰ھ میں لکھا کہ.....

حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کی خارجی فتنہ حصہ اول کی عبارت کے بارہ میں عرصہ ہوا بندہ حضرت موصوف کو توجہ دلا چکا ہے۔ حضرت موصوف کی خدمت میں عرض کیا گیا تھا کہ ایک بات ان کی بندہ کو واقعی محسوس ہوئی ہے اور میں نے مفتی عبدالشکور صاحب مدظلہ کی خدمت میں عرض کی انہوں نے بھی تائید فرمائی اس لیے عرض ہے کہ اگر آجنگاہ توجہ فرمائیں اور مناسب خیال فرمائیں تو اس عبارت میں تبدیلی ہو جائے تو بہتر ہوگا.....

خط کشیدہ الفاظ کی جگہ اگر اجتہادی خطا لکھ دیا جاتا تو زیادہ مناسب و بہتر ہوتا کیونکہ صحابہ کرام کے متعلق گناہ اور سخت نافرمانی کے الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت قاضی صاحب نے لکھا یہ الفاظ بظاہر واقعی سخت ہیں اور صحابہ کرام کی عظمت کے خلاف ہیں لیکن بندہ نے بھی تو اس سے مراد اجتہادی خطا لی ہے۔ یعنی یہ صورت گناہ اور نافرمانی ہے نہ کہ حقیقہ۔

[مکتوب حضرت قاضی صاحب موصوف ص ۱۷۲/ مارچ ۱۹۸۳ء]

اور اپنی کتاب دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں بھی یہی لکھا ہے اور یہاں گناہ اور نافرمانی سے مراد صورت ہے نہ کہ حقیقہ جیسا کہ دوسرے مقام پر میں نے تصریح کر دی ہے۔ (ص ۲۷)

اب جناب غور فرمائیں کہ جناب قاضی صاحب موصوف کی یہ توجیہ کافی ہے یا نہیں احقر کے ناقص خیال میں تو معلوم ہوتا ہے بلکہ ضروری ہے کہ عبارت کو تبدیل کر دیا جائے اور اجتہادی خطا لکھ دی جائے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں.....

قاضی شمس الدین صاحب درویش کے دوسرے مکتوب کے جواب الجواب میں حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی کے صاحبزادے جناب مولانا عبدالقدوس صاحب سلمہ نے اپنے والد اکرم کے حکم سے ۲۸/ربیع الاول ۱۴۱۰ھ کو ایک خط ارسال کیا جس میں انہوں نے درویش صاحب کو لکھا کہ.....

جناب کے مکتوب گرامی کے متعلق حضرت والد صاحب مدظلہم کے حکم سے چند خادمانہ گزارشات ذیل پر قلم کر کے ارسال کر رہا ہوں۔ مشاجرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بلاشبہ اسلم و احوط مسلک سکوت ہی ہے لیکن جب مخالفین کی طرف سے غلو کیا جائے تو احقاق کے طور پر صحیح مسلک کو پیش کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور وہ حسب تصریح متکلمین علماء کرام یہی ہے کہ.....

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جنگ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کو تسلیم کیا جائے۔ البتہ معاملہ چونکہ نازک ترین ہے اس لیے افراط و تفریط اور غلو سے احتراز کرتے ہوئے انتہائی محتاط الفاظ سے اس کی تعبیر کرنی ضروری ہے تاکہ ان حضرات کے بارہ میں کسی قسم کی سوء ادبی کا پہلو بھی نہ نکل سکے۔ واللہ هو العاصم۔ احقر کے فہم ناقص میں تو حضرت قاضی صاحب مدظلہم نے جا بجا اپنی تحریرات میں اسی مسلک حق کو پیش فرمایا ہے۔ جناب نے ان کی جو عبارت حکمین کے بارہ میں نقل فرمائی تھی۔ حضرت موصوف اس کو بھی صورت ہی معصیت قرار دے رہے ہیں، ورنہ خطا اجتہادی کی وہ بارہا تصریح فرما چکے ہیں۔ لیکن چونکہ بظاہر الفاظ سخت ہیں اس لیے ان کو آئندہ ایڈیشن میں امید ہے کہ بدل دیا جائے گا اور خارجی فتنہ حصہ اول کے بعد لکھی جانے والی تحریرات میں انہوں نے خود اس کی وضاحت بھی فرمادی ہے۔ اس کے بعد یہ بحث بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس تفصیل کی روشنی میں ان کے بارے میں یہ فرمانا کہ قاضی صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی اور خاطی لکھتے جارہے ہیں۔ الخ محل نظر ہے۔ آخر حقد میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں جو ارشادات تحریر فرمائے ہیں خطا اجتہادی پر محمول کیے بغیر ان کی آخر کیا تاویل ہو سکتی ہے؟ ۲۸/ربیع الاول ۱۴۱۰ھ ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۹ء۔

[حق چار بار رحمۃ اللہ والقدہ ۱۴۱۱ھ]

مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مندرجہ بالا بحث سے واضح ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کا بھی وہی مسلک تھا جو اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ انہوں نے نہ صرف اس مسلک کی ترجمانی کی بلکہ اس کا بھرپور دفاع بھی فرمایا۔ حکمین کریمین رضی اللہ عنہما کی اجتہادی خطا کے بارہ میں خارجی فتنہ حصہ اول کی عبارت کے ظاہری الفاظ اگرچہ بظاہر سخت تھے لیکن اس سے مراد اجتہادی خطا ہی

تھی جو جمہور اہل سنت کے مسلک کے عین مطابق ہے اور یہ توجیبہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ بیان فرمائی ہے جس کے بعد ان پر کسی اعتراض کا حق باقی نہیں رہتا۔ بلکہ افسوس کہ اس سب کچھ سے باوجود حضرت قاضی درویش صاحب مرحوم اپنی ضد پر ڈٹے رہے۔ اس عبارت کے ظاہری الفاظ سے معترضین کے بے جا فائدہ اٹھاتے ہوئے عوام و خواص کو بہکانے اور سادہ لوح عوام کے مغالطہ میں پڑنے کے اندیشہ کے پیش نظر اس کی تبدیلی کا مشورہ اگرچہ حضرت اقدس والد صاحب رحمہ اللہ نے بھی دیا تھا اور احقر کی مندرجہ بالا تحریر میں بھی اس کا ذکر ہے لیکن اس مشورہ کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت میں فی نفسہ کوئی سقم یا کمی ہے جیسا کہ حضرت درویش صاحب مرحوم اور ان کے ہمنوا حضرات کا اصرار ہے۔ اس لیے قاضی صاحب درویش کا یہ لکھنا کہ میں نے مفتی عبدالشکور صاحب کو یہ تجویز پیش کی تو انہوں نے بھی موافقت فرمائی: کلمۃ حق ارید بھا الباطل کا مصداق معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ دونوں حضرات کے منشا میں عین اور واضح فرق ہے جیسا کہ تفصیل بالا پڑھنے سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب علاوہ ازیں حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ نے مدلل طریقہ پر ثابت فرمادیا ہے کہ عبارت میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ”عبارت تبدیل کرنے کی کسی طرح بھی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ان الفاظ سے میری مراد ھیئتہ نافرمانی اور گناہ ہے اور اس سے ان جلیل القدر صحابہ کی تنقیص و توہین ہوتی ہے تو میری ہزار نہیں لاکھ بار توبہ ہے۔ استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الحی القيوم واتوب الیہ

[حق چارپایہ جلد ۱ ص ۲۹ مئی ۱۹۹۱ء ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ]

وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ

گزشتہ تحریر کردہ بعض حالات و واقعات سے واضح ہے کہ مسلک کی ترجمانی اور تفسیر نیز اس کی ممانعت و حفاظت میں حق تعالیٰ نے وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقیہ العصر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی توفیق و مدد سے ہی ممکن کیا ہے۔ اللہ علیہما میں ہم آہنگی اور بڑی حد تک مطابقت پیدا فرمائی تھی اور یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں بزرگ مختلف امور پر باہم تبادلہ خیال بھی فرماتے اور کئی دینی معاملات پر ایک دوسرے سے خط و کتابت بھی رہتی۔ گمراہ فرقوں اور فتنوں کے تعاقب اور احقاق حق و ابطال باطل کے سلسلہ میں اکثر دونوں بزرگوں کی روش، فکر و نظر اور طریق کار میں اتفاق رہتا تھا۔ حضرت والد صاحب قدس سرہ اگرچہ باقاعدہ طور پر

تحریک خدام کے رکن یا عہدہ دار نہ تھے لیکن اس کی اکثر پالیسیوں سے آپ متفق تھے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ بھی آپ کو مسلک حق علماء دیوبند میں مصلب اور نہایت مضبوط سمجھتے تھے اور انہیں آپ پر حد درجہ اعتماد تھا اور اس بارہ میں آپ کی بڑی تعریف فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل چند اقتباسات کا نقل کر دینا ہی کافی ہے.....

حضرت اپنی کتاب کشف خارجیت کے ص ۱۹۷ پر بعنوان ”ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن“ تحریر فرماتے ہیں..... حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی مفتی و مہتمم مدرسہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا نے جواہر القرآن کے بعض غلط نظریات کی تردید میں ایک کتاب ہدایۃ الحیران لکھی (ماشاء اللہ مولانا موصوف زید فضلہم مسلک حق کی تبلیغ و نصرت میں بہت پختہ ہیں اور آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلہ میں مجاز طریقت بھی ہیں)

”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر“ کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں.....

زیر تبصرہ کتاب ”رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر ایک تحقیقی نظر“ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی زید مجدہم (مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا) کی تالیف لطیف ہے جو مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاری دی خلیب جامع مسجد صدیق اکبر چوہڑ (راولپنڈی) کے رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب کے جواب میں لکھی گئی ہے..... لیکن مولانا عزیز الرحمن صاحب وغیرہ کا بیان کردہ مسلک و مشرب حضرات اکابر دیوبند کے اصلی مسلک و مشرب کے خلاف ہے، اس لیے حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی زید فضلہم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور محکم دلائل و براہین سے تحقیقی انداز میں اس کا رد فرمایا اور آپ نے متعدد عنوانات قائم کر کے ہر مسئلہ کے مالد و مالدیہ کو بیان فرمادیا ہے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ ماشاء اللہ حضرت مفتی صاحب موصوف ایک راسخ العقیدہ سنی حنفی دیوبندی عالم ہیں اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے سلسلہ طریقت میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ مفتی اعظم پاکستان کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ دیوبندی مسلک پر مضبوطی سے قائم ہیں اور پوری ہمت و استقامت سے مسلک حق کا دفاع کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب متعدد علمی اور اصلاحی کتابوں کے مصنف ہیں (ص ۷) حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ کے بارہ میں تقریباً اسی طرح کے کلمات تحریر فرمانے کے بعد درج ذیل الفاظ میں آپ کے لیے دعا فرمائی:

حق تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس نصیب ہو امین بجاہ النبی الکریم صلی

اکابر کے مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر

اکابر کا مسلک و مشرب کے نام سے جب پنڈی سے کتاب شائع ہوئی اور اس میں بدعات و رسومات کو اکابر علماء دیوبند کا مسلک و مشرب قرار دیا گیا تو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اس کا رد فرمایا اور حق چار یار جمعہ جس آپ کا تردیدی مضمون کئی قسطوں میں شائع ہوا۔ اس زمانہ میں آپ مدرسہ تعلیم النساء فتنیہ سلاٹوالی میں تشریف لائے احقر بھی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت نے وہاں اصلاحی بیان فرمایا اور پھر کافی دیر تک حضرت نے احقر سے ازراہ شفقت و عنایت گفتگو فرمائی۔ احقر نے سابیوال تشریف لانے کے لیے عرض کیا تو حضرت نے اسے قبول فرمایا اور احقر کے ساتھ سابیوال جامعہ حقانیہ میں تشریف لائے وہاں طلبہ میں بیان فرمایا اور حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے مختلف حالات پر گفتگو فرمائی خاص طور پر رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب پر لکھنے کے لیے فرمایا اور اس پر بہت زور دیا۔ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ آپ کو سب حضرات اپنا بڑا مانتے ہیں اور آپ کے قلم میں اعتدال بھی ہے اور آپ کا لکھنا ایک سند کا درجہ رکھتا ہے اس لیے ضرور لکھیں۔ چنانچہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے ضعف اور بیماری کے باوجود ”اکابر کے مسلک و مشرب پر تحقیقی نظر“ کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا جسے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بے حد پسند فرمایا اور اس پر ایک مبسوط مقالہ لکھا جو رسالہ کے ساتھ شائع نہیں ہو سکا البتہ رسالہ سے متعلق تاثرات کا حصہ رسالہ کے شروع میں شائع کر دیا گیا۔ الغرض یہ رسالہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے آپ ہی کی فرمائش پر تحریر فرمایا تھا جس سے بطریق احسن مسلک کی ترجمانی کا حق ادا ہوا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک کلمہ

رسالہ عقائد علماء دیوبند پر تقریر

المہند علی المہند جو حضرات علماء دیوبند کی متفقہ مسلکی دستاویز ہے۔ افادہ عامہ کے لیے اردو میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے اس کا خلاصہ تحریر فرمایا جس پر اپنے دور کے علماء کرام سے تصدیقات حاصل کر کے اسے شائع کیا گیا۔ احقر نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ سے بھی اس پر تقریر کے لئے عرض کیا آپ نے نہ صرف اس پر تصدیق فرمائی بلکہ ازراہ عنایت ایک مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔ جو مکتبہ مدنیہ لاہور نے المہند کے خلاصہ کے شروع میں شائع کیا یہ مقدمہ اپنے موضوع پر بہت نافع اور مفید ہے علاوہ ازیں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ”حیات انبیاء کرام علیہ السلام“ کا مسودہ بھی ایک عرصہ تک حضرت کے

زیر مطالعہ رہا۔ آپ نے اسے بہت ہی پسند فرمایا اور کتاب خلافت معاویہؓ و یزید سے متعلق محمود امجدی عباسی کے نظریات پر آپ کی تنقید کی بھی حضرت نے بہت تعریف فرمائی۔ لیکن ابھی تک یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔

جامعہ حقانیہ کے بارہ میں رائے گرامی

آج مدرسہ حقانیہ میں حاضری کا موقع ملا۔ ماشاء اللہ حضرت مولانا قاری عبدالشکور صاحب ترمذی زید مجدہم کی مگرانی میں ترقی پذیر ہے اور اس مدرسہ کے ذریعے شہر اور علاقہ میں مذہب اہل سنت والجماعت اور مسلک اکابر دیوبند کا تحفظ ہو رہا ہے۔ مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ کے دینی اخلاق سے متاثر ہوا۔ مدرسہ ماشاء اللہ اپنے مقاصد شرعیہ میں ترقی پذیر ہے۔ فقط شعبان ۱۴۲۳ھ

سلانوالی کے مناظرہ کا تذکرہ

احقر پہلے لکھ چکا ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۹۷ء میں مدرسہ تعلیم النساء سلانوالی میں تشریف لائے اور بیان فرمایا جس میں احقر بھی حاضر ہوا۔ بعد میں حضرت نے کافی وقت عنایت فرمایا اور بزرگوں کے واقعات اور ان کے ایمان افروز حالات سنائے۔ حضرات اکابر خصوصاً حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہما کی اتباع پر بہت زور دیا احقر نے دریافت کیا کہ حضرت ہم نے سنا ہے کہ مولانا غلام اللہ خان صاحب سے بھی آپ نے پڑھا ہے تو فرمایا کہ ہاں میں نے ان سے بھیرہ کے مدرسہ عزیز یہ میں ایسا غوجی پڑھی ہے۔ اس وقت وہ وہاں مدرس تھے اور منطق میں ان کا خوب شہرہ تھا۔ پھر حضرت نے مناظرہ سلانوالی منعقدہ ۱۳۵۵ھ کی تفصیل سنائی جس میں لکھنؤ سے حضرت مولانا منکھور نعمانی تشریف لائے تھے اور فریق مخالف کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مناظر تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس زمانہ میں بھیرہ پڑھتا تھا اور والد محترم مولانا کرم دین صاحب بھی اس مناظرہ میں شریک ہوئے تھے۔ واپسی پر وہ بھیرہ تشریف لائے اور انہوں نے اس مناظرہ کے حالات سنائے لیکن وہ مولوی حشمت علی صاحب کے دلائل سے مطمئن نہ تھے۔ اسی لیے اس مناظرہ کے بعد ان کا رجحان علماء دیوبند کی طرف ہو گیا تھا اور انہوں نے مجھے دیوبند بھیجا اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا تعلق قائم فرمایا۔ حضرت نے یہ ساری تفصیل اپنی کتاب ”کشف خارجیت“ میں لکھ دی ہے۔

حضرت والد گرامی رحمہ اللہ کے ساتھ چکوال حاضری

۱۹۸۹ء میں عورت کی سربراہی کے خلاف جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ ہنڈی میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کئی سولہ کرام نے شرکت کی۔ عورت کی سربراہی کے خلاف تقاریر ہوئیں۔ قرارداد پاس کی گئی ایک تحریری دستاویز پر علماء کرام سے دستخط لیے گئے۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس کنونشن میں شرکت فرمائی تھی۔ احقر اور برادر کبیر مولانا سید عبدالصبور ترمذی مدظلہم بھی اس سفر میں حضرت کے ساتھ تھے۔ رات کا قیام ہم نے ڈھیری حسن میں حضرت حاجی ظفر علی صاحب مرحوم کے ہاں کیا۔ اگلے روز چکوال مدرسہ اظہار الاسلام میں حاضری ہوئی۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تبلیغی سفر پر تھے اس لیے ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اسی طرح احقر ۹۳ء میں چکوال حاضر ہوا تو حضرت کی بیماری اور ضعف کی وجہ سے صرف انٹرکام پر گفتگو کا موقع ملا۔ البتہ ۹۷ء میں مدرسہ اشرف العلوم ہرنولی کے جلسہ میں حضرت سے نہ صرف زیارت بلکہ گفتگو کا موقع ملا اس سفر میں عزیز مولوی غلام مصطفیٰ سلہ اوکاڑوی بھی احقر کے ساتھ تھے۔ حضرت کے ساتھ اگرچہ اس موقع پر مختصر مجلس ہوئی لیکن وہ بہت جامع اور مفید تھی اس کے بعد جب حضرت کی اہلیہ ثانیہ کا انتقال ہوا تو بندہ نے فون پر تعزیت کی۔ حضرت والد ماجد قدس سرہ کے انتقال پر حضرت رحمہ اللہ نے اپنے ضعف اور علالت کی بنا پر جنازہ میں شرکت کے لیے عاجزہ گرامی حضرت مولانا ظہور حسین صاحب زید مجدہم کو بھیجا اور تعزیت فرمائی۔

آخری زیارت

حضرت رحمہ اللہ سے بارہا ملنے کا موقع ملا اور آپ کے بیانات بھی نے ہر مرتبہ کی زیارت سے تعلق میں اضافہ ہوتا رہا کئی بار حضرت جلسہ پر جامعہ حقانیہ میں ساہیوال بھی تشریف لائے۔ ۱۹۸۳ء میں سالانہ جلسہ ہوا حضرت نے خدام کے ہمراہ شرکت فرمائی اور جلسہ کو رونق بخشی اس سال جامعہ میں چوری کا واقعہ پیش آچکا تھا۔ حضرت کو علم ہوا تو آپ نے انیسویں کا اظہار فرمایا اور حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے اصرار کے باوجود سفر کا کرایہ تک وصول نہیں فرمایا بلکہ پانچ صد روپے مدرسہ میں جمع کرائے۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ لوگوں کے پیروں کا معمول مریدوں سے لینے کا ہے اور دیوبندیوں کے پیروں کا حال یہ ہے کہ وہ مریدوں کو بھی دیتے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ میں یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا جو انہیں اپنے شیخ حضرت اقدس شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے ورثہ میں ملا تھا۔ بہر حال اب حضرت رحمہ اللہ

کی آخری زیارت کا واقعہ لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

دو سال قبل جامعہ حنفیہ جہلم کے سالانہ جلسہ پر حضرت مولانا قاری ضییب صاحب مدظلہم نے احقر و بھی شرکت کی دعوت دی۔ عرصہ سے خیال تھا کہ حضرت قاضی صاحب نیہیہ کی خدمت میں پندہال ماضی دوں حضرت کی مسلسل بیماری اور کمزوری کی خبریں کثرت سے آرہی تھیں اس لیے دل میں ہر وقت آپ کی رحلت کا خوف طاری رہتا تھا۔ احقر نے اس سرفروغیت سمجھتے ہوئے چکوال ماضی کا عزم کیا اور برادر دم جناب قاری شرافت اللہ صاحب پانی پتی کے ہمراہ سفر کیا۔ ہم رات کو کافی دیر سے چکوال پہنچے۔ حضرت کے آرام کا وقت تھا صبح حضرت سے ملاقات ہوئی اس وقت ضعف و نقاہت غالب تھی۔ دیکھنے میں آپ بڑیوں کا ذخانیہ معلوم ہو رہے تھے۔ احقر زیارت اور مصافحہ پر ہی اکتفاء ضروری سمجھ رہا تھا لیکن حضرت نے ازراہ شفقت بٹھالیا۔ خیر و عافیت دریافت کی اس کے بعد حسب سابق اپنے خاص موضوع پر کافی دیر تک ارشاد فرماتے رہے۔ پیرانہ سالی ضعف اور بے حد نقاہت کے باوجود اکابر کے مسلک و مشرب کے تحفظ اور فتنوں کے تعاقب کی فکر آپ کو برابر لگی ہوئی تھی۔ جسے دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی اور ساتھ یہ سبق ملا کہ اہل حق اپنے مشن کو ہر حال میں آخر تک جاری رکھتے ہیں اور یہی ان کی کامیابی کی دلیل ہے۔

احقر نے آپ کی شفقت و عنایت دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت اقدس مدنی قدس سرہ نے آنجناب کو جو امانت دی ہے کہ اسے دوسروں تک بھی منتقل کیا جائے ایسا نہ ہو کہ یہ سلسلہ ہی ختم ہو جائے لہذا آنجناب ضرور کسی کو بیعت و تلقین کی اجازت مرحمت فرماویں۔ اس پر حضرت نے قدرے توقف کے بعد فرمایا میں اس کا اہل نہیں ہوں پھر دیے بھی فتنوں کا دور ہے اس میں اعتماد بڑا مشکل ہے (آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت نے بعض حضرات کو خلافت عطا فرمائی تھی والحمد للہ علی ذلک) احقر نے جہلم جلسہ میں حاضر ہونا تھا اس لیے اجازت چاہی۔ فرمایا کہ میرا بھی ارادہ ہے میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ شرکت کروں گا دعا کی درخواست پر بعد از مصافحہ ہم رخصت ہوئے اور رات کا قیام جہلم کیا اگلے روز حضرت تشریف لائے۔ پورا قافلہ حضرت کے ہمراہ تھا۔ حضرت نے بڑا مفصل بیان فرمایا لیکن ہم جہلم سے واپس آچکے تھے بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ ہمیں حضرت کے بیان کے لیے ٹھہرنا چاہیے تھا لیکن اب افسوس کے سوا کیا ہو سکتا تھا۔ بہر حال احقر کے حق میں حضرت کی یہی زیارت و مجلس آخری ثابت ہوئی اس کے بعد حضرت کی صحت و علالت کی مختلف اطلاعات ملتی رہیں اور نشیب و فراز کا یہ سلسلہ آخر تک چلتا رہا۔

سانچہ وفات

بندہ در علوم شریعہ جھنگ کے ماہانہ اصلاحی پروگرام میں شرکت کے لیے گیا ہوا تھا۔ وہاں محترم جناب ماموں شمس الدین صاحب نے بتایا کہ آج کل حضرت کی طبیعت کافی خراب ہے۔ عزیز محرم سید صدوق حسین شاہ سلمہ نے اس کی تصدیق کی ہم سب فکر مندی کے ساتھ دعا کرتے رہے اور کافی دیر تک حضرت کا تہ کروچن رہا۔ مغرب کے بعد درس ہوارات کو کافی دیر سے واپسی ہوئی۔ فجر کے بعد فون سے حضرت سید کے انتقال کی اندوہناک خبر ملی جس سے ازلہ انفس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بلاشبہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے ترجمان، حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید خلیفہ مجاز اور بزرگوں کے عظیم علمی ورثہ کے محافظہ و امین تھے۔ ان کی رحلت سے علمی و تحقیقی دنیا میں عظیم خلا پیدا ہو گیا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کمزوری اور مسلسل بیماری، کبرسنی کی وجہ سے ہر وقت آپ کی رحلت کا فکر تو رہتا ہی تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ احقر حضرت کی وفات سے دو سال قبل ۱۴۲۲ھ میں حج کے بعد جب مکہ معظمہ میں درہ صدیقیہ مولتیہ میں مقیم تھا تو ایک روز احقر نے خواب دیکھا کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے اور آپ کے سانچہ ارتحال کا اعلان مدارس میں کیا جا رہا ہے۔ بغیر کسی سابقہ نہ کروہ کے اچانک خواب دیکھنے سے احقر پریشان ہوا اور حضرت کی طرف سے کافی فکر لاحق ہوئی۔ حضرت مولانا شیر محمد صاحب علوی مدظلہم بھی ان دنوں درہ میں مقیم تھے ان سے حضرت کے حالات دریافت کیے انہوں نے فرمایا کہ حضرت کی طبیعت قدرے بہتر ہے اور ایک دو روز میں آپ کی چھوٹی صاحبزادی کا عقد نکاح ہے احقر کو بہت مسرت ہوئی کہ حضرت حیات میں اور طبیعت بھی بہتر ہے۔ خواب کی وجہ سے جو پریشانی لاحق ہوئی تھی وہ دور ہوئی بحمد اللہ تعالیٰ اس کے بعد بھی حضرت دو سال تک حیات رہے۔ لیکن نہ معلوم اس خواب سے اس وقت کس طرف اشارہ تھا یا اس کی کیا تعبیر تھی۔ بہر حال اب دو سال بعد آپ کے سانچہ ارتحال سے تو اس کی تعبیر واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

جنازہ میں شرکت

حضرت کی وفات کی اطلاع ملنے پر احقر نے جھنگ ماموں جان کوفون کرایا اور ساتھ ہی مدرسہ علوم شرعیہ میں بھی اطلاع کرا دی۔ ماموں جان کے ساتھ ہمارا پروگرام بھی طے ہوا کہ وہ ساہیوال پہنچ جائیں یہاں سے مل کر سفر کریں گے چنانچہ حسب پروگرام وہ ساہیوال پہنچ گئے۔ محترم چچا عبدالعلیم صاحب

ترندی مدظلہم ماموں شمشاد حسین اور احقر اور برادر عزیز عبدالودود سلمہ ہم چاروں گاڑی میں چکوال کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت ہی کے حالات و واقعات کا سلسلہ چلتا رہا۔ یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ اصل جنازہ بھیس میں ہوگا۔ ہم چکوال پہنچے تو ظہر کی نماز تیار تھی۔ ہم نے نماز ادا کی یہاں جنازہ نماز کے بعد تھا لیکن ہم نے جنازہ میں شرکت نہیں کی بلکہ نماز پڑھتے ہی بھیس چلے گئے وہاں حضرت کی مسجد میں پہنچے راستہ میں بازار بند نظر آیا لوگ حضرت کے سانچہ وفات سے خاصے متاثر و غمگین تھے۔ عصر کے قریب ہم اسکول کے گراؤنڈ میں پہنچے یہاں جنازہ کا اعلان تھا۔ بھیس کے گرد و نواح کے لوگ بڑے ہجوم کی صورت میں جنازہ کے منتظر تھے۔ نماز عصر سب نے یہیں ادا کی اس کے بعد کچھ بیانات کا سلسلہ شروع ہوا حضرت مولانا زاہد الراشدی، حضرت مولانا عبدالقدوس قارن اور علامہ خالد محمود مدظلہم کے مختصر مگر جامع بیانات بطور خاص قابل ذکر ہیں حضرت مولانا شاہ محمد صاحب مدظلہم کے جذبات عقیدت و محبت بھی بڑے ہی موثر تھے۔ اعلان کی وجہ سے بعض کلمات احقر کو عرض کرنے کا موقع بھی ملا لیکن متعینا، حال کے مطابق احقر نے بہت مختصر تاثرات پیش کیے۔ حضرت مولانا شاہ محمد صاحب مدظلہم کے بیان کے دوران ہی چکوال سے ایک عظیم قافلہ حضرت کے جد خاکی کو لے کر جنازہ گاہ میں پہنچ گیا۔ صف بندی کے بعد صاحبزادہ حضرت مولانا ظہور الحسین صاحب مدظلہ نے جنازہ پڑھایا۔ ہزاروں افراد نے اس میں شرکت کی اس کے بعد لوگ زیارت کے لیے چارپائی کی طرف دوڑے بے پناہ ہجوم میں زیارت مشکل تھی لیکن بغیر مشقت کے ہی حق تعالیٰ نے زیارت کرا دی۔ ماشاء اللہ حضرت کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا یوں لگ رہا تھا کہ اس پر نور کی بارش ہو رہی ہے۔ حضرت نے جس طرح ساری زندگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب بیان فرمائے اور ان کا دفاع کیا اس سے کون واقف نہیں صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وکالت کا حق ادا کر دیا یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انہیں خوب درخوب سرخرو فرمایا۔ نور اللہ مرقده

صدی کی عظیم شخصیت

☆ کھ مولانا حافظ شاہ محمد صاحب

عزیز محترم مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی زید مجدہ نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ حضرت اقدس بیٹے کے سلسلہ میں کچھ ضرور لکھو۔ یہ عظیم عادت ہے اس سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔ احقر کو اپنی کمزوری کی وجہ سے ہمت نہیں ہو رہی تھی اور یہ بھی احساس شدت سے ہو رہا تھا کہ یہ چند کلمات ممکن ہے نجات آخرت کا سامان بن جائیں۔ تو لکھنے کا ارادہ کر لیا۔

حضرت سے تعلق اور اس کی برکات

آج سے تقریباً چالیس سال قبل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بیٹے جو عزیز محترم مولانا حافظ رشید احمد صاحب کے والد گرامی تھے۔ ان کے ذریعے جب کہ وہ کرشن نگر لاہور جامع مسجد کے خطیب اور امام تھے حضرت اقدس کے ساتھ تعلق کی ابتدا ہوئی۔ یہ طالب علمی کا زمانہ تھا اس کے بعد اس تعلق میں اضافہ ہوتا گیا۔ فراغت میں بیعت بھی ہو گئی۔ اس بیعت کا کوئی ایسا اثر ہوا کہ تقاضہ پیدا ہوا کہ اپنے قصبہ کے لوگوں کو دین حق سے روشناس کرایا جائے۔ قصبہ کے لوگ جہالت کی وجہ سے اور جاہلانہ پیر پرستی میں ایسے غلو کے اندر مبتلا تھے کہ وہ میری بات سننے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں تھے۔ حضرت بیٹے سے بات کی کہ حضرت اپنے گاؤں میں ایک تبلیغی اصلاحی مذہبی جلسہ کرنے کا خیال ہے آپ اور مولانا جملی تشریف لائیں تو انتہائی مہربانی ہو گئی۔ حضرت نے منظور فرمایا۔ دو سال جلسہ کرنے کے بعد گاؤں والوں نے متفقہ فیصلہ یہ کیا کہ اگر اب یہ تیسرا جلسہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو نہ کرنے دیں۔ چنانچہ اس قصبہ وصول کے سرکردہ اور بااثر طبقہ جس میں بڑے بڑے زمیندار تھے اور سادات بھی تھے۔ ضلعی سطح پر اور تحصیل کی سطح پر متعلقہ حکام سے ملے کہ آئندہ کے لیے اس شخص کو جلسہ کی اجازت نہ دی جائے اگر جلسہ ہوا تو سخت فساد ہوگا اور

خون ریزی ہوگی۔ اہم صورت حال سے پوری طرح واقف تھا۔ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ سے ملا۔ عرض کی حضرت میں جلسہ کو جاری نہیں رکھ سکتا۔ میں اعوان برادری کا ایک غریب فرد ہوں۔ اس قصبہ میں میری اپنی برادری چاہے میرا ساتھ دیتی ہے مگر عقیدے کے لحاظ سے وہ بھی میرے ساتھ نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی غلط کار قسم کا آدمی آپ کے یا حضرت جہلمی بیسے کے خلاف نازیبا زبان استعمال کرے اس لیے جلسہ کرنا آئندہ مشکل ہوگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کچھ بھی نہیں ہوگا پریشانی کی ضرورت نہیں۔

حضرت رہبرؒ کے اس ارشاد پر میں خاموش ہو گیا۔ جلسہ ہمیشہ مارچ کے مہینے میں ہوتا تھا۔ جب ایام قریب آئے تو لاہور کے کچھ افسران سے تہہ منگ حکام کے نام سے سفارشی خطوط لکھوائے۔ ایک رقعہ تحصیل دار کے نام پر تھا۔ چنانچہ وہ رقعہ پڑھ کر فوراً کھڑا ہو گیا۔ ہم دونوں اے۔ سی تہہ منگ کوئے۔ جلسہ کی اجازت کے لیے اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا اس مولوی کو جلسہ کی اجازت نہیں۔ یہ ایسا ہے ویسا ہے۔ تحصیل دار نے زور لگایا احقر نے بھی کچھ باتیں کیں مگر وہ نہ مانا۔ اس کو قصبہ کے لوگوں نے ڈرایا تھا کہ فساد ہو جائے گا۔ ہم مایوس ہو کر واپس آئے۔ حکمہ زراعت کے ایک افسر تھے اس کے نام میرے پاس رقعہ تھا ان کو ملا انہوں نے اپنے دفتر میں چائے منگوا کر فرمایا تم چائے پیو میں اے۔ سی کو جا کر ملتا ہوں۔ اس کے جانے کے بعد رب کے دروازے کو پکڑا اور عرض کی میں عاجز ہوں آپ قادر ہیں میں امتحان کے قابل نہیں ہوں کمزور ہوں۔ اے اللہ تود فرما۔ تھوڑی دیر گزری وہ افسر تشریف لائے اور کہا اس نے تحریری اجازت نہیں دی زبانی اجازت دے دی۔ اس شرط پر کہ فساد نہ ہو۔ یہ تیسرا جلسہ بھی الحمد للہ خیر و عافیت کے ساتھ انجام پذیر ہو گیا۔ یہ محض حضرت کی کرامت تھی ورنہ حالات انتہائی ناسازگار تھے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے حکم دیا کہ اپنی مسجد علیحدہ بناؤ۔ چنانچہ ہم نے اس حکم کی تعمیل کی اب وہ مسجد مدنی مسجد کے نام پر بالکل تیار ہے۔ مسجد کے ساتھ ہی ملحقہ زمین بھی خرید لی جس پر مدرسۃ البنات اب موجود ہے جس کے اندر لڑکیوں کو تعلیم دی جاتی ہے اور اب مارچ کے مہینے میں تیسواں (۳۲) جلسہ سالانہ ہم نے صاحبزادہ مولانا قاضی محبوب الرحمن صاحب مدظلہ کی سرپرستی میں کیا۔ اب قصبہ والے ہمارا ساتھ بھی دیتے ہیں اور پریشانیاں یہ سے رب نے دور فرما دیں ہیں۔ فلولہ الحمد۔

حضرت کے تین پیغام

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کی عظیم شخصیت تھی آپ نے جو پروگرام ہم کو دیا۔ اس میں سرفہرست کلمہ اسلام کی حفاظت کے لئے اصلی کلمہ اسلام کا نعرہ لگایا۔ جب دشمن نے اس کلمے پر حملہ کر دیا کہ یہ ادھورا کلمہ ہے پورا کلمہ نہیں تو حضرت نے تحریراً و تقریراً عام اجتماعات اور جلسوں میں اس کا پورا پورا دفاع کیا۔ کسی مذہبی اور سیاسی جماعت نے اس کی حمایت میں آواز نہیں اٹھائی یہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے اگر حضرت بھی اس کی حمایت میں آواز نہ اٹھاتے تو کل قیامت میں کتنا سنگین مسئلہ بن جاتا۔

② دوسرا پروگرام دیا ”خلافت راشدہ، حق چار یار علیہ السلام“ کا۔ یہ روافض اور خوارج پر ایک ایٹم بم ہے۔ کیونکہ رافضی خلفاء ثلاثہ کا انکار کرتے ہیں اور خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کا انکار کرتے ہیں۔ جب کہ یہ نعرہ چار یاروں کی حقانیت کا پرچار کرتا ہے۔

③ ”یا اللہ مدد“ کے نعرہ سے مذہب اہل سنت والجماعت کا مفہوم پوری طرح واضح فرمایا۔

پوری طرح وضاحت کا مطلب یہ ہے کہ یہاں تین چیزیں ہیں۔ ذات رسول ﷺ، سنت رسول اور جماعت رسول ﷺ جیسا کہ ذات رسول کریم ﷺ عظیم ایسے ہی سنت رسول بھی عظیم ہے۔ اور جیسے سنت رسول عظیم ہے ایسے ہی جماعت رسول بھی عظیم ﷺ ہے، نہ رسول پر جموع اور تنقید ہو سکتی ہے نہ جماعت رسول پر۔ اس کے علاوہ باطل کی سرکوبی کے لیے حضرت اقدس پوری طرح مسلح ہو کر میدان میں کھڑے رہے۔۔۔۔۔ عیان راجح بیان

اس سلسلہ میں حضرت لا ینخافون لومہ رائم کی آیت کا پورا مصداق ثابت ہوئے۔

حضرت کا مقام

حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا۔ بتاؤ سب سے عجیب ایمان کس کا ہے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواباً عرض کی۔ ملائکہ کا۔ حضور ﷺ نے فرمایا الھم لا یؤمنون وھم عند رب العلمین پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا انبیاء علیہ السلام کا ایمان عجیب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا الھم لا یؤمنون یُنزل الیہم الوحی پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ ہمارا ایمان عجیب ہے۔ حضرت نے فرمایا مالکم لا تؤمنون وانا فیکم صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش ہو گئے۔ حضور سرور کائنات نے فرمایا۔ عجیب تو ایمان میرے ان بھائیوں کا ہے جو ابھی تک نہیں آئے اور مجھے ان کے دیکھنے کا شوق ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی ہم آپ کے بھائی نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تم میرے

صحابہ رضی اللہ عنہم ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو بعد کو آئیں گے اور انہی سے جو آدمی اسلام کے سب تقاضے پورے کرے گا اس کو پچاس مسلمانوں کا ثواب ملے گا۔ عرض کیا کہ وہ پچاس ہم میں سے ہوں گے یا ان ہی میں سے ہوں گے فرمایا تم میں سے اور فرمایا ایسے مسلمان کے تین کام ہوں گے۔

① امر بالمعروف

② نہی عن المنکر

③ یتاقل اہل الفتن۔

ہمارے حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ اس حدیث مقدس کے پورے پورے مصداق ہیں۔ حضرت نے دورِ پرفتن میں چاروں ست پوری ایمانی قوت کے ساتھ مقابلہ کیا۔

فجزاهم اللہ احسن الجزاء

حق تعالیٰ حضرت اقدس کے مزار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ہم خدام کو حضرت کے مشن کو جاری رکھنے کی پوری قوت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ



وقت کے ولی کامل حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنام حافظ عبد الوحید خفی تحریر فرماتے ہیں کہ.....
”یہ سیاہ کار جو تھوڑا بہت دین کا کام کر رہا ہے یہ سب اکابر علماء کرام کی دعاؤں کے طفیل ہے۔
آپ خوش بخت ہیں کہ وقت کے ولی کامل حضرت قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم سے نسبت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قوی فرماویں۔ آمین

مسک حق کے ترجمان!

☆ کھ مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری

گزشتہ سال غالباً یہی کوئی مئی جون کے دن تھے۔ جب معلوم ہوا کہ امام اہل سنت حضرت اقدس مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم بیمار ہیں اور لاہور اتفاق ہسپتال میں زیر علاج ہیں میرے مخدوم اور محسن مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب جو ہمیشہ پابہ رکاب رہتے ہیں، ان دنوں کراچی آئے ہوئے تھے انہوں نے بتلایا کہ میں کل لاہور گوجرانولہ راولپنڈی اور پشاور کے سفر پر جا رہا ہوں۔ راقم الحروف نے امام اہل سنت اور شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر زید مجدہم کی عیادت اور زیارت کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے اسی وقت اپنے ساتھ میرا ٹکٹ بٹوالیا۔

چنانچہ ہم کراچی سے روانہ ہو کر سب سے پہلے اتفاق ہسپتال لاہور حضرت کی خدمت میں گئے عیادت کی رات وہاں قیام رہا، دوسرے دن چونکہ حضرت کو ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا تو حضرت کی معیت میں گوجرانولہ حاضری ہوئی، وہاں ہی حضرت اقدس مولانا عبد الحمید سواتی دامت برکاتہم کی زیارت کا پہلی بار شرف حاصل ہوا حضرت صوفی صاحب نے بے حد شفقت و عنایت کا معاملہ فرمایا۔ دیر تک شفقت آمیز انداز میں حال احوال پوچھتے رہے، اسی سفر میں پہلی بار جامعہ نصرت العلوم گوجرانولہ میں حاضری ہوئی اسی سفر میں مولانا عبد القدوس قارن صاحب اور مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب کی زیارت بھی کی۔

شوق ملاقات اور سفر چکوال

گوجرانولہ سے ہماری اگلی منزل راولپنڈی تھی، راولپنڈی جاتے ہوئے راقم الحروف نے اپنے مخدوم حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب سے عرض کیا کہ میں نے حضرت اقدس امام اہل سنت حضرت

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی زیارت نہیں کی جی چاہتا ہے اس سفر میں حضرت کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دے میرے مخدوم کو کہ انہوں نے ہمیشہ میرا خیال رکھا چنانچہ انہوں نے اس کی بھی حامی بھری اور ہم بذریعہ کارچی ٹی روڈ گوجرانولہ سے راولپنڈی کے لیے بعد ظہر روانہ ہو گئے، قریب قریب عصر کے وقت ہم چکوال پہنچ گئے۔

سب اندازے غلط نکلے

میں نے دل ہی دل میں سوچ رکھا تھا کہ حضرت اقدس امام اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے شایان شان ان کا عالی شان مدرسہ مدرسہ کی عمارت اور بڑی وسیع و عریض مسجد ہوگی، آخر جہاں اتنا بڑے آدمی کا قیام ہے اس کی ایک نرالی شان ہوگی مدرسہ کا گیٹ ہوگا اور گیٹ پر اسلحہ بردار گارڈ ہوں گے یقیناً کسی مین روڈ پر یہ عظیم مرکز ہوگا، مگر چکوال میں داخل ہو کر میری پریشانی کی انتہا نہ رہی جب ہم پوچھتے پوچھتے حضرت قاضی صاحب کے مدرسہ پہنچے تو دیکھا کہ مین روڈ پر شیعوں کا مخصوص علم لگا ہوا ہے اور سانے شیعوں کی امام باگاہ ہے، یہ دیکھ کر ہم ایک دم رک گئے کہ شاید ہم کسی غلط جگہ آ گئے ہیں، مگر مقامی لوگوں نے بتلایا اس شیعہ مرکز کے برابر چھوٹی سی گلی جا رہی ہے اس کے اندر جا کر حضرت قاضی صاحب کا مدرسہ اور مسجد ہے، چنانچہ ہم نے گاڑی مین روڈ پر کھڑی کی اور پیدل گلی کے راستے مسجد اور مدرسہ میں پہنچے تو یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہاں نہ روایتی کروفر قحطی اور نہ گیٹ و اسلحہ بردار! بلکہ وہاں سادہ سی مسجد مسجد کے ساتھ ہی مختصر سا مدرسہ مسجد و مدرسہ کا نہایت ہی سادہ اور بوسیدہ سا وضو خانہ اور مدرسہ میں چلتے پھرتے طلبہ اور بس! چونکہ اس وقت عصر کی نماز ہو چکی تھی اس لیے ہم نے سب سے پہلے وضو کیا باجماعت نماز ادا کی اور معلوم کرایا کہ حضرت قاضی صاحب سے ملاقات کی کیا صورت ہوگی؟ طلبہ نے بتلایا کہ مدرسہ کی دوسری منزل پر واقع دفتر میں ناظم صاحب تشریف فرما ہیں، ان سے صبح صورت حال معلوم ہوگی چنانچہ راقم الحروف خود ہی بالائی منزل پر حاضر ہوا، تو نہایت سادہ سے کمرے میں ایک صاحب تشریف فرما تھے، میں نے خود ہی اپنا تعارف کرایا اور آنے کی غرض بیان کی تو انہوں نے نہایت ہی تپاک سے استقبال کیا، بنھایا، حال احوال معلوم کئے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپ کا اسم گرامی حافظ عبد الوحید حقفی ہے، نام سے تو وہ مجھے اور میں ان کو غائبانہ جانتے تھے۔

شومئی قسمت

بہر حال انہوں نے انٹرکام سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ حضرت آرام فرما ہیں اور طبیعت ناساز ہے، بلکہ شدید بخار کا حملہ ہے، چنانچہ ہمیں حضرت کی بیٹھک جو دراصل جامعہ اہل سنت تعلیم النساء کی بیٹھک ہے، وہاں بٹھا دیا گیا۔ شومئی قسمت کہ اس دن گھر میں جانے والا کوئی محرم نہیں تھا اور خود حضرت اس قابل نہیں تھے کہ چل کر باہر آسکیں، خفی صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ طبیعت اس قدر مضحل و نڈھال ہے کہ غشی کی سی کیفیت ہے اور گھر میں صرف مستورات ہیں، دیر تک بیٹھے رہے اور دعائیں کرتے رہے کہ شرف ملاقات کی کوئی شکل ہو جائے۔ مگر جب مغرب ہو گئی اور کوئی شکل نہ بن آئی تو ہم نے سوچا کہ ایسی حالت میں حاضری شاید حضرت کی تکلیف و ایذا کا سبب نہ بن جائے اس لیے ہم نے دعا سلام اور حاضری کی غرض کا پیغام اور اپنے نام چھوڑے اور وہاں سے اجازت لے کر باہر آ گئے خیال تھا کہ پھر کبھی یہ شرف حاصل ہو جائے گا، اور اپنی نظروں سے ان بابرکت نگاہوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اکابر علماء امت خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے علوم و معارف، سیرت و سوانح اور اخلاق و کردار کو براہ راست جذب کیا ہے۔

روئے گل ندیدم!

مگر افسوس! کہ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ کو مکہ مکرمہ ہی میں یہ دہشت اثر خبر آئی کہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کا جام حیات لبریز ہو کر چھلک گیا اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے اس دنیا سے منہ موڑ کر راہی عالم آخرت ہو گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عنده باجل مسمی۔

یہ خبر سن کر اپنی محرومی کا بے حد احساس ہوا اور غایت درجہ افسوس بھی کہ اے کاش! حضرت کی زندگی میں نہ سہی تو بعد از وفات ہی ان کی زیارت کا شرف حاصل ہو جاتا! نہیں تو کم از کم ان کے جنازہ میں ہی شرکت نصیب ہو جاتی، لیکن قضا و قدر کے سامنے کس کی چلتی ہے؟ قضا و قدر کی حکمت بالغہ کے تقاضوں پر تفصیلاً نہ سہی اجمالاً اعتقاد یقین لازم ہے کہ دوام مخلوق کا نہیں خالق کائنات کا حق ہے اسی لیے کہا گیا ہے.....

قادرا قدرت تو داری ہر چہ خواہی آں کنی

مردہ را جانے تو بخش زنده را بے جان کنی

بہر حال مسلمانوں کی عقیدت و محبت کے رشتے زندگی تک محدود نہیں رہتے، بلکہ بعض اوقات ان کا اثر و تاثر بعد از وفات مزید گہرا ہو جاتا ہے، اس لیے اسی وقت ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کے ذریعے ہی اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کیا، اسی دن شام کو ہی فون پر مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب سے جو حضرت اقدس مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے صاحبزادے اور حضرت قاضی صاحب کے فرزند نسبتی ہیں تعزیت عرض کی۔

تعزیت نامہ!

سفر سے واپسی پر حضرت کے صاحبزادہ اور جانشین حضرت مولانا قاضی ظہور احسین صاحب مدظلہ کے نام درج ذیل تعزیتی عریضہ ارسال کر کے اپنے تاثرات غم کا اظہار کیا.....

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم و مکرم جناب صاحبزادہ مولانا قاضی محمد ظہور احسین صاحب زید مجدہم
(اللہ) علیکم در رحمۃ اللہ در رکاب!

معروض آنکہ میں سفر میں تھا کہ معلوم ہوا کہ مخدوم العلماء قائد اہل سنت و کلیل صحابہؓ اور جانشین شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب قدس سرہ رحلت فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عنده باجل مسمیٰ

بلاشبہ حضرت قاضی صاحب اکابر و اسلاف کی یادگار ان کے علوم و معارف اور روایات کے امین تھے، آپ مسلکِ حقہ کے ترجمان اور اکابرِ دیوبند کی فکر کے داعی و مناد تھے، اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں آیۃ من آیات اللہ تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ جس بات کو حق جانتے بلا خوف و لومہ لائم اسے علی الاعلان بیان فرماتے، آپ کی اس ادا کی وجہ سے ان سے جہاں باطل لرزاں و ترساں تھا وہاں ان سے نام نہاد اور مصلحت کو ش ”اپنے“ بھی ناخوش تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جلیلہ کو قبول فرما کر رفع درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کا سانحہ صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین ہی کا نہیں، بلکہ تمام علماء حقہ کا اجتماعی صدمہ و سانحہ ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے جہاں ہم سب ان کے علوم و معارف اور انھیں طیبات سے محروم ہو گئے ہیں وہاں امت ایک باخدا بزرگ داعی حق ترجمان اسلاف اور یادگار

اکابر کی برکات سے محروم ہو گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات عالیہ بلند فرما کر ان کے روحانی و نسبی پسماندگان اور اخلاف و خدام کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اللہم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعده آمین۔ ادارہ بینات، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مدیر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ اور تمام اساتذہ آپ کے غم میں برابر شریک ہیں۔

راقم الحروف حضرت کی وفات کے روز مکہ کرمہ میں تھا جب یہ خبر دہشت اثر ملی تو بھجہ اللہ! پہلی فرصت میں حرم شریف جا کر سب سے پہلے ایک نفلی طواف اور صلاۃ التَّسْبِيح پڑھ کر حضرت مرحوم کو ایصالِ ثواب کیا اور مغفرت کی دعا کی۔ بلاشبہ یہ ان کا حق تھا، میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ عمل میری نجات کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

آنجناب سے چونکہ اس وقت رابطہ کی شکل ناممکن تھی، اسی لیے تعزیت نہ عرض کر سکا، البتہ اسی رات مولانا عبدالحق خان، بشیر صاحب کافون حاصل کر کے ان سے تعزیت عرض کر دی تھی، امید ہے انہوں نے اطلاع دی ہوگی۔ آج ہی آنجناب کی طرف سے حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب اور راقم الحروف کے نام دو مکتوب موصول ہوئے جن سے یہ اطلاع ملی کہ ماشاء اللہ خدام نے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت، سوانح اور ان کے دینی و علمی کارناموں پر مشتمل ”حق چار یار“ کا ”**فائدہ اہل سنت نمبر**“ شائع کرنے کا عزم کیا ہے، میری طرف سے اس مبارک عزم پر پیشگی مبارکباد قبول ہو، چونکہ آنجناب نے راقم الحروف کو بھی حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ لکھنے کا ارشاد فرمایا ہے، اس لیے ان شاء اللہ حسب ارشاد چند معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر کے خریدارانِ یوسف کی فہرست میں اپنا نام لکھوانے کی کوشش کروں گا۔

تمام احباب اور حضرت کے متعلقین و متوسلین کی خدمت میں تسلیات مسنونہ کے بعد مضمون واحد ہے۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس جانگاہِ صدمہ کو سہارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے چھوڑے ہوئے مشن کو جاری رکھنے کی سعادت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

والسلام

سعید احمد جلال پوری

مدیر بینات کراچی

۱۳۲۲/۱۲/۲۵ھ

تعزیتی شذرہ!

اسی طرح سفر سے واپسی پر بینات محرم الحرام ۱۴۲۵ھ کے شمارہ میں راقم الحروف نے درج ذیل تعزیتی شذرہ سپرد قلم کر کے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اظہار عقیدت کی ایک ادنیٰ سی کوشش کی.....

”حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت“

”تحریک خدام اہل سنت کے بانی و امیر“ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز ماہنامہ ”حق چار یار“ کے بانی و سرپرست جامعہ اہل سنت تعلیم النساء چکوال کے بانی و مدیر جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال کے مدیر و مہتمم، جامع مسجد مدنی چکوال کے خطیب، اکابر علماء دیوبند کے سچے جانشین، اسلاف کی روایات کے امین اور وکیل صحابہ ”امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین قدس سرہ ۳/۱۳۲۲ھ مطابق ۲۶/جنوری ۲۰۰۴ء پیر اور منگل کی درمیانی شب صبح پونے پانچ بجے راہی عالم آخرت ہو گئے۔

انا لله وانا الیہ راجعون۔ ”ان لله ما اخذ وله ما اعطی وکل شی عندہ باجل مسمی“۔

حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین قدس سرہ یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء کو کھمیں ضلع چکوال کے مشہور عالم دین و مناظر حضرت مولانا کرم دین دیر رحمۃ اللہ علیہ کے گھریبہ ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں میں والد محترم سے حاصل کی۔ ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول چکوال سے میٹرک کی درس نظامی کی تعلیم کے لیے دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ میں داخل ہوئے، جبکہ اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے ازہر البند دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۳۹ء میں دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مولانا اعجاز علی رحمۃ اللہ علیہ مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا پیر مبارک شاہ قدس اللہ اسرارہم ایسے جہازہ علم و فن اور اساطین امت سے شرف تلمذ حاصل کیا، جبکہ سلوک و احسان اور اصلاح نفس کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسیر مالک مجاہد کبیر، امام الزہدین، قطب الارشاد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کا دامن فیض تمام کر کسب فیض کیا اور ان کے خلیفہ و مجاز بیعت قرار پائے۔ ہماری معلومات کی حد تک اس وقت پاکستان میں حضرت مدنی قدس سرہ کے خلفائے میں آپ آخری خلیفہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے حضرت مدنی قدس سرہ کے میکہ و علم و معرفت کے بلانوشوں کی تاریخ کا باب بند ہو گیا۔

”اللہم لا تحرنا اجرہ ولا تفتنا بعده“.

بلاشبہ عام لوگ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو اخباری اصطلاح میں ایک ممتاز عالم دین اور عظیم رہنمائے ملت کی حیثیت سے جانتے تھے اور علماء دین ان کو ایک محقق عالم دین اور کثیر التصانیف مصنف کی حیثیت سے جانتے تھے لیکن سچ یہ ہے کہ وہ مجموعہ کمالات تھے۔ ان کی حق گوئی و بے باکی، دینی حیثیت و غیرت، جرأت و ہمت اور استقامت و استقلال کو دیکھ کر خیر القرون کی یاد تازہ ہو جاتی، وہ اہل زلف و ضلال اور ملاحدہ و زنا و فحش کے معاملہ میں متجہ براں تھے، وہ دین و مذہب اور مسلک و شریعت کے معاملہ میں کسی رور رعایت کے روادار نہ تھے۔

بلاشبہ وہ اس معاملہ میں بجا طور پر امام اہل سنت تھے جس بات کو وہ حق اور سچ جانتے اسے بلا خوف و لوم لائم کہتے، لکھتے اور برسرِ منبر بیان کرتے، وہ جہاں اغیار خصوصاً روافض کے معاملہ میں سیف بے نیام تھے وہاں وہ اہل سنت کہلانے والے اسلاف بیزاروں کے حق میں بھی لنگی تلوار تھے متعدد ایسے حضرات جو اپنے آپ کو اہل حق سے منسوب کرتے، مگر مسلک اہل حق سے عدول کرتے نظر آئے، انہوں نے نہایت خلوص و اخلاص سے ان کا بھی تعاقب کیا۔

وہ اپنے شیخ و مربی اور اساتذہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے صحیح جانشین تھے۔ ان کی پوری زندگی جہد و مجاہدہ اور جہاد سے عبارت تھی۔ انہوں نے جہاں انگریز کے خلاف بغاوت کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں وہاں انہوں نے انگریزی نبی مٹھی قادیان مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف تقریری و تحریری جہاد میں بھی حصہ لے کر سنت یوسفی کی سعادت حاصل کی۔ چنانچہ ایک طرف آپ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۹ء تک انگریزی دور میں حق گوئی کی پاداش میں راولپنڈی، جہلم اور ملتان کی جیلوں میں پابند سلاسل رہے، تو دوسری طرف ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھی آپ پس دیوار زندان رہے۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب قدس سرہ صرف گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے۔ دین و مذہب اور ملک و ملت کے تحفظ کی شاید ہی کوئی تحریک ایسی ہوگی جس میں آپ نے بھرپور قائدانہ کردار نہ ادا کیا ہو۔ آپ جہاں ایک عرصہ تک پاکستان کی سیاسی اور دینی جماعت ”جمعیت علماء اسلام“ جہلم اور راولپنڈی کے امیر رہے۔ وہاں روافض کے پھیلانے ہوئے پروپیگنڈا سے متاثر

ذالی اسی طرح مسلمان بچوں کی دینی و مسلکی تربیت کے لیے ”جامعہ عربیہ اظہار الاسلام“ اور مسلم طالبات و خواتین کی ذہن سازی اور ان کے دین و عقیدہ کے تحفظ کے لیے ”جامعہ اہل سنت تعلیم النساء“ چکوال قائم فرمایا جبکہ پیغام حق کو عام کرنے اور لادین صحافت کے توڑ کے لیے آپ نے ماہنامہ ”حق چارپایہ“ جاری فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ نے شہر شہر قریہ قریہ اور دور دراز دیہاتوں میں پہنچ کر پیغام حق کو عام کیا۔ آپ نے کتابیں لکھیں، تقریریں کیں، مناظرے کئے، مباحثے کئے، غرض کوئی میدان ایسا نہیں تھا جہاں آپ نے لازوال خدمات انجام نہ دی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی سوچ و فکر اور آپ کی تقریر و تحریر مسلک حق، مسلک اہل سنت والجماعت کی آئینہ دار ہوتی۔

ہمارے شیخ و مرشد حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”اس وقت حضرت قاضی صاحب امام اہل سنت ہیں، اگرچہ بعض اوقات ان کے انداز میں درشتی کا عنصر شامل ہو جاتا ہے مگر وہ جادہ حق سے سرمو انحراف نہیں کرتے۔“

ہم نے متعدد مواقع پر دیکھا کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نقول پر بھرپور اعتماد کیا اور ان سے استفادہ کیا چنانچہ.....

اولاً: اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ اول کی تصنیف کے وقت ان کی تصنیف: ”مودودی مذہب“ سے استفادہ فرمایا۔

دوم: ان کی تصنیف ”خارجی فتنہ“ پر مفصل تبصرہ کے موقع پر لکھا کہ:

”حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ اہل حق کے موقف و مسلک سے ہمیں نہ صرف اتفاق ہے بلکہ یہی ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے، لیکن موصوف نے حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کے خلاف جس درشتی و تندگی کا اظہار کیا ہے، ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔“

سوم: اور تیسرے نمبر پر علوی مالکی کے خلاف لکھی گئی تحریر کے موقع پر بھی آپ نے حضرت قاضی صاحب کی پیش کردہ نقول اور حوالہ جات پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔

اس سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب و انداز سے کسی کو اختلاف ہو تو ہو مگر ان کا ذوق و مسلک وہی تھا جو اکابر و اسلاف کا تھا، اس لیے ان پر تمام اہل علم و تحقیق بھرپور اعتماد فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مولانا قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ وہ رجال سازی میں خصوصی ملکہ

رکھتے تھے۔ چنانچہ ان سے منتسب حضرات ان کے رنگ میں رنگے نظر آتے۔ وکیل احناف اور مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد امین صفدر قدس سرہ جیسی عبقری شخصیت کی نسبت ارشاد بھی آپ کے ساتھ تھی جنہوں نے حضرت قاضی صاحب کے ذوق و مشرب کو صحیح معنی میں اندر جذب کر لیا تھا۔ دوسرے الفاظ میں ان کے علوم و معارف، نقد و تحقیق اور بحث و نظر کا ملکہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے علوم کا عکس و پر تو تھا۔

قرب قیامت کی علامات میں سے ہے کہ اہل علم کیے بعد دیگرے اٹھتے چلے جائیں گے اور آخر میں انسانیت کی تلخٹ باقی رہ جائے گی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا دور اس کا مصداق ہے کہ اکابر اہل علم ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے ہیں اور ان کی رحلت و وفات سے پیدا ہونے والا مہیب خلا روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور بظاہر اس کے پر ہونے کی کوئی امید بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور امت کی دہگیری فرمائے اور ایسے رجال کار پیدا فرمائے جو امت کے ایمان و عقیدہ اور مذہب و مسلک کا تحفظ کر سکیں۔ اس حوالے حضرت صاحب رحمہ اللہ کی رحلت سے یقیناً ہم بے سہارا اور یتیم ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کی بال بال مغفرت فرما کر ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں کسی آزمائش میں نہ ڈالے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے نبی و روحانی پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ ساتھ ان کے چھوڑے ہوئے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

میری سعادت

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ عین اسی دن جس دن کہ راقم نے حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب مدظلہ کے نام تعزیتی عریضہ لکھا، ان کی طرف سے یہ خط بھی موصول ہوا کہ ماہنامہ ”حق چار یار“ کی انتظامیہ نے بانی تحریک ”خدام اہل سنت“ و ماہنامہ ”حق چار یار“ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین قدس سرہ پر ایک یادگاری نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس لیے آپ بھی حضرت اقدس کی حیات و کردار پر اپنے تاثرات پر مشتمل ایک مضمون ارسال کریں بلاشبہ میرے لیے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ حضرت قاضی صاحب کے خدام میں میرا بھی نام آجائے اور جب قیامت کے دن ان کا نام پکارا جائے تو اس سراپا عصیان کا نام بھی ان کے نام لیواؤں کی فہرست میں آجائے۔

خریدارانِ یوسف میں شمار

اکابر کے نام کے ساتھ آجائکتی بڑی سعادت ہے؟ اس پر مجھے اپنے مرحوم شیخ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قصہ یاد آیا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں درج کر دیا جائے۔ جس زمانہ میں حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ قاسم العلوم والخیرات بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ”انتباہ المؤمنین“ کا ترجمہ فرما رہے تھے، ترجمہ کی تسوید و تمیض سے فراغت کے بعد ایک دن فرمانے لگے.....

”تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اس رسالہ کا ترجمہ کیوں کیا ہے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ ایک تو اس لیے کہ یہ ایک علمی رسالہ تھا، خیال ہوا کہ اردو داں طبقہ بھی اس سے مستفید ہو سکے، مگر اس کی دوسری اور اصل غرض و غایت صرف اور صرف یہ تھی کہ حضرت اقدس نانوتوی قدس سرہ کے نام کے ساتھ میرا نام آجائے، تاکہ کل قیامت کے دن جب ان کے خدام و متعلقین کی فہرست تیار ہو تو اس ناکارہ کا نام بھی اس شمار میں آجائے۔“

سوانح نگاری مشکل مرحلہ

ٹھیک اسی طرح میرے لیے بھی یہ بڑی سعادت اور اعزاز کی بات کی ہے کہ جس دستاویز میں اس خزانہ خوبی اور محبوب بارگاہِ الہی کا تذکرہ ہو وہاں اس خطا کار کا نام بھی آجائے، مگر یہ جتنا بڑے اعزاز اور سعادت کی بات اتنا ہی یہ مشکل و محنت طلب بھی ہے، کیونکہ کسی پر تعزیتی نوٹ لکھنا چنداں مشکل نہیں، اس لیے کہ تعزیتی نوٹ میں اپنے تاثرات، عقیدت و محبت اور عبرتِ غم کا اظہار مقصود ہوتا ہے اور وہ کسی بھی پیرائے میں کئے جاسکتے ہیں، لیکن کسی کی سیرت و سوانح، اخلاق و کردار، علمی خدمات اور کارہائے نمایاں کا ذکر وہی کر سکتا ہے جو اس کے مقام و مرتبہ سے آشنا اور واقف کار ہو، اور اس کی حدود و قیود سے بھی آگاہ ہو اسی طرح کسی بڑے کی بڑائی کا تذکرہ بھی کسی بڑے کو ہی زیب دیتا ہے۔ بہر حال تعمیل ارشاد میں خریدارانِ یوسف کی فہرست میں شامل ہونے کی غرض سے چند اہم بے جوڑ اور غیر مربوط الفاظ و کلمات سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار پیش خدمت ہے.....

مگر فہرست (فہرست) عزیز! عز و شرف!

دارالعلوم دیوبند کا امتیاز

دارالعلوم دیوبند اور اکابر دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے اس اعزاز و اختصاص سے نوازا ہے کہ جس نے بھی اس چشمہ صافی سے جرعه نوشی کی اور جس نے بھی ان اکابر کی بارگاہ علم و عمل میں زانوئے تلمذتہ کئے، وہ رشد و ہدایت کی مسند اور امامت و قیادت کے تاج سے سرفراز ہو کر، قوم و ملک کی ہدایت و راہ نمائی اور جہالت کی تاریکی کے لیے مینارہ نور ثابت ہوا۔

اس درسگاہ کا خوشہ چیس جس میدان میں گیا قیادت و سیادت نے اس کے قدم چومے اور فتح و کامرانی نے اس کا استقبال کیا، چنانچہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر کی تاریخ شاہد ہے کہ اس کے قافلہ کے ایک ایک سپاہی نے لازوال کارنامے انجام دیئے اور قربانیوں کی بے مثال تاریخ رقم کی۔

اکابرین دیوبند کی تاریخ

فقہ و افتاء کا موضوع ہو یا حدیث و تفسیر کا، تقریر و تحریر کی مسند ہو یا مناظرہ و مباحثہ کی، تعلیم و تدریس کا میدان ہو یا دعوت و تبلیغ کا، تصنیف و تالیف کا عنوان ہو یا سلوک و احسان کا، جہد و مجاہدہ کی خارزار وادی ہو یا مصائب و مشکلات کی بھیڑ، زہد و اتقاء کا میدان ہو یا اصلاح و ارشاد کا، سیاست ملکی کا میدان ہو یا تعمیر ملی کا، غرض ابنائے دارالعلوم جہاں بھی لئے بڑھتے چلے گئے، وہ نہ ڈرے نہ جھکے اور نہ بکے، بلکہ جس کو حق جانا اسے برملا کہا، لکھا اور بیان کیا، انہوں نے کبھی مصلحت کوئی، مفاد پرستی اور نفسانی اغراض کو اظہار حق کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا، وہ لا یخافون لومة لائم کی تصویر بن کر برسر دار اعلان حق کرتے نظر آئے۔

وہ کبھی ۱۸۵۷ء کو انگریزوں سے نبرد آزما تھے۔ تو کبھی بالاکوٹ میں خاک و خون میں تڑپتے نظر آئے، کبھی ۱۹۵۳ء میں سارقین نبوت سے برسر پیکار تھے۔ تو کبھی ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۳ء میں ارباب اقتدار کے نشانہ پر تھے، کبھی وہ کالا پانی کی بدنام زمانہ جیل میں پس دیوار زنداں تھے۔ تو کبھی جزیرہ گوانتا مو بے میں انسانیت سوز مظالم سہتے نظر آئے، انہوں نے کبھی دنیا اور دنیاوی مفادات کو پیش نظر نہ رکھا، بلکہ ہمیشہ ان کا مقصد و مطمح نظر دین و مذہب اور قوم و ملت کی حفاظت و صیانت تھی، انہوں نے مالی مفادات اور دنیاوی اغراض کے عوض کبھی ملک و ملت اور دین و مذہب کا سودا نہیں کیا، ان کی گردنیں کٹ گئیں، مگر باطل انہیں جھکا نہیں سکا، غالباً کسی نے ایسے ہی وفا شعاروں کے بارہ میں کہا ہے.....

ہری ہے شاخِ تنہا بھی جلی تو نہیں
دلی ہے آگ کی مگر بجھی تو نہیں

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میدان مگر جھکی تو نہیں

ان سرفروشوں نے ملکِ دیوبند میں بھٹکے، دبے، چھپنے اور چھپانے کا نہیں، حق گوئی و راست بازی کا سبق پڑھا تھا، انہوں نے چین و سکون اور راحت و اطمینان کا نہیں، جہد و مجاہدہ کا درس لیا تھا، ان کی نگاہ دنیا پر نہیں تھی بلکہ موت، مابعد الموت اور آخرت ان کے پیش نظر تھی، اس لیے وہ کبھی بھی اربابِ اقتدار کے ظلم و تشدد سے نہیں گھبرائے، انہوں نے وقت کے جابروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعلانِ حق کیا۔

قافلہ حق کے سپاہی

بلاشبہ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب قدس سرہ بھی اسی قافلہ حق کے سپاہی اور رکن رکین تھے، جنہوں نے اپنے زندگی بھر کے طرزِ عمل سے ثابت کر دکھایا کہ مکتب دارالعلوم کا ہر فرد اپنی جگہ ایک کوہِ گراں ہے، موصوف کو مسلکِ حق کی صیانت و حفاظت کے لیے طرح طرح کی ایذائیں دی گئیں، پابند سلاسل کیا گیا، ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا گیا، مگر وہ اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے ہٹے اور نہ ان کے پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش آئی۔

خلوص و اخلاص

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا آبائی علاقہ دنیاوی اعتبار سے پسماندہ اور دینی اعتبار سے مفلوک الحال تھا، وہ چاہتے تو کسی بڑے دارالعلوم یا کسی سرکاری تعلیمی ادارہ میں اپنی خدمات کا معاوضہ حاصل کر کے راحت و آرام کی زندگی گزار سکتے تھے، مگر انہوں نے زہد و تقویٰ کی زندگی گزار کر قوم و ملک اور دین و مذہب کی خدمت کی، یہ ان کے خلوص و اخلاص، جہد و مجاہدہ اور قربانیوں کا ثمرہ ہے کہ آج دنیا ان کی علمی خدمات کی معترف ہے، اپنے اور پرانے ان کی عظمت کے قائل ہیں۔

زہد و تقویٰ

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے زہد و اتقا سے متعلق ایک واقعہ یاد آیا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

عالمی مجلسِ تعلیم و ثقافتِ نبوت کراچی کے امیر حاجی اہلِ حسین رحمہ اللہ کے صاحبزادے جناب اکرم اشفاق صاحب نے بتایا کہ ہمارا آبائی گاؤں چکوال کے قریب ہے اس لیے میں جمعہ ہمیشہ حضرت قاضی صاحب کے پیچھے پڑتا تھا اور اکثر و بیشتر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ شدید گرمی میں بھی کھدر کے کپڑے زیب تن فرماتے چونکہ ان کے کمرہ میں بجلی نہ پنکھا نہیں تھا اس لیے آپ قیص اتار کر تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا کام کرتے میری خواہش و عاہت تھی کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے کمرہ میں پنکھا ہونا چاہیے جب ۱۹۷۰ء میں میں نے اپنے نمبروں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور گھر والوں نے مجھے بطور انعام کچھ نقد رقم دی تو میری دیرینہ خواہش جاگ اٹھی میں فوراً بازار گیا اور ایک عدد پنکھا خرید کر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کیا حضرت! یہ خالص میرے انعام کی رقم کا پنکھا ہے میں آپ کے کمرہ میں لگا با چاہتا ہوں میرا خیال تھا کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ میرا ہدیہ قبول فرما کر مجھے اپنے کمرے میں پنکھا لگانے کی نہ صرف اجازت دے دیں گے بلکہ خوش ہوں گے لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مجھے اپنے کمرے میں پنکھا لگانے سے منع فرمادیا میرے تقاضا پر انکار کی وجہ بتاتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ "چونکہ ابھی تک تمام طلبہ کے کمروں میں بجلی کے پنکھے نہیں لگ سکے اس لیے مجھے حیا آتی ہے کہ طلبہ بغیر پنکھے کے رہیں اور میں پنکھے کی ہوا کے مزے لیتا رہوں۔ ہاں! اگر تم اجازت دو تو میں یہ پنکھا طلبہ کے کمروں میں سے کسی کمرہ میں لگوا دوں" چنانچہ میری اجازت پر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے وہ پنکھا بھی طلبہ کے کمرے میں لگوا دیا۔

مقتد نہیں متصلب تھے!

عام مشہور ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ تشدد پسند تھے، لیکن ہمارے خیال میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ مسلک کے معاملہ میں مصلب ضرور تھے، مگر انتہائاً پسند متعصب نہیں تھے، بلکہ وہ حد درجہ متحمل مزاج، موقع شناس اور حالات پر نگاہ رکھنے والے تھے، چنانچہ جن حضرات نے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کے مدرسہ کا عمل وقوع دیکھا ہے، وہ اس کی گواہی دیں گے کہ شیعہ مکتب فکر کے امام باڑے کے ساتھ ان کے ادارہ کی دیوار ملحق ہے، اور دنیا جانتی ہے کہ رد افض اپنی مذہبی رسومات میں کس قدر ”فراخ“ دل واقع ہوئے ہیں، انہیں خواہ مخواہ سوتے شیر جگانے اور سینک لکرانے کا جنون کی حد تک شوق رہتا ہے، چنانچہ مخالفین کے گھروں، ان کی عبادت گاہوں اور ان کے مذہبی اداروں کے سامنے حانا، دھواں، نعرے بازی،

اپنے مشن سے وفا کی۔

اوصاف و کمالات!

صاحبِ مہدیؑ کی برکت سے دین و مذہب کے خوگر اور مذہب و ملت کے جان نثار سپاہی بن گئے۔

آپ فصیح و بلیغ مقرر و خطیب اور نہایت پر تاثیر داعظ بھی تھے۔

آپ نے جس موضوع پر لکھا، لکھنے کا حق ادا فرمادیا اور جس عنوان پر بولا اس میں ذرہ بھر تشکیک نہیں چھوڑی۔

ہمہ گیریت!

مضامین رقم فرمائے۔

تردید باطل!

بنیادی اعتبار سے آپ نے چونکہ ایک متفق عالم اور مناظر فاضل حضرت مولانا ابوالحسن محمد کریم الدین دیر کے گھر میں آنکھ کھولی تھی اس لیے آپ پر اپنے والد ماجد کی سیرت و کردار کا اثر اور چھاپ تھی جس طرح آپ کے والد ماجد نے دور حاضر کے مسئلہ کذاب مرزا غلام احمد قادیانی علیہ مایہ کو لا کارا اسے عدالت میں کھینٹا اور انگریزی دور کے ایک ہندو جج آتمارام سے مرزا قادیانی کے آبائی ضلع 'مگور' اس پور کی عدالت سے اسے سزا دلوائی اور رسوا کیا، ٹھیک اسی طرح حضرت مرحوم میں والد کی طرف سے یہ دینی غیرت اور ملی حمیت منتقل ہوئی تھی اور وہ دین و مذہب کے معاملہ میں کسی قسم کی رو رعایت کے قائل نہ تھے انہوں نے ہر میدان اور ہر سطح پر اعدائے اسلام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

تقلید اکابر!

مولانا مرحوم اکابر دیوبند اور اہل حق کے مقلد محض تھے وہ اسلاف بیزاری کو الحاد و بے دینی کا پل تصور فرماتے تھے اس لیے ان کی کوئی بات اکابر و اسلاف کی تحقیقات کے خلاف نہ ہوتی بلکہ وہ اکابر کی راہ سے سرمو انحراف کو انحراف عن الحق سے تعبیر فرماتے۔ انہوں نے اپنے مشائخ سے جو کچھ پڑھا اور سیکھا زندگی بھر اس کی تعلیم و تبلیغ فرمائی اور اس کی اشاعت و ترویج کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا انہوں نے چٹائی پر بیٹھ کر علم و فن کے موتی لٹائے اور تحقیق و تنقید کے دریا بہا کر اپنے اکابر و اسلاف کی روایات کی لاج رکھی اور ان کی آبر و پر حرف نہیں آنے دیا۔

حضرت مرحوم اپنی بے نفسی، خمول و گوشہ نشینی، عزت پسندی، عجز و انکسار اور تواضع میں اپنے اسلاف کی بھی تصویر تھے بایں ہمہ کہ آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے کمیز رشید اور خلیفہ مجاز تھے مگر بے نفسی اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے کبھی اپنے آپ کو بڑا اور شیخ وقت کہلانا پسند نہیں کیا۔

تواضع اور عجز و انکسار

امین ملت حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑی قدس سرہ پہلے پہل حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ سے بیعت تھے ان کی رحلت کے بعد آپ نے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین قدس سرہ سے اصلاحی تعلق قائم کر لیا تھا حضرت قاضی صاحب ہند نے مولانا صفدر علیؒ کے ان کے ساتھ اصلاحی تعلق کو بیان کرتے ہوئے جس بے نفسی اور تواضع کا اظہار کیا ہے اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت قاضی

صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت میں کمال درجہ کا اخفا تھا۔ چونکہ حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ کے حضرت قاضی صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کرنے سے بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ مولانا صفدر رحمہ اللہ جیسا بڑا آدمی کسی بڑے کو ہی اپنا بڑا بنا سکتا ہے، حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اس شبہ کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں.....

”..... حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کے بعد مولانا ادا کاڑوی رحمہ اللہ نے جو اس ناکارہ کے ساتھ تعلق رکھا تھا، وہ اس لیے نہیں تھا کہ میں ان کی رہنمائی کی اہلیت رکھتا تھا بلکہ ان کو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ سے غایت درجہ کی محبت و عقیدت تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ ان کے شیخ حضرت لاہوری رحمہ اللہ خود حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ کے اس درجہ کے عقیدت مند تھے کہ فرماتے تھے کہ ”جمیعت علماء کے اجلاس میں جب حضرت مدنی رحمہ اللہ تشریف فرما ہوتے تھے تو میں آپ کے احترام میں تین تین چار چار گھنٹے دوڑا نو بیٹھا رہتا تھا۔“ اور بار بار فرمایا کہ ”مجھے غالباً ۱۴ مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی ہے میں نے حضرت مدنی رحمہ اللہ جیسا بزرگ (ولی اللہ) کہیں نہیں پایا“ اور ایک مرتبہ پرانی انارکلی بازار کے مدرسہ میں رات کو حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کی تقریر کا پروگرام تھا، بندہ بھی ان دنوں لاہور میں تھا، جلسہ میں حاضر ہوا۔ حضرت قاری صاحب کی موجودگی میں ان کی تقریر سے پہلے حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے تھوڑی دیر تقریر فرمائی اور دوران تقریر فرمایا کہ ”حضرت مدنی رحمہ اللہ کے جو توں میں جو علم ہے وہ احمد علی رحمہ اللہ کے دماغ میں نہیں ہے۔“ اس سے مراد بفضلہ تعالیٰ وہ برکات ہیں جو حضرت مدنی رحمہ اللہ سے متعلقہ ہر چیز میں سراپت کرتی ہیں۔ (اللہ اعلم) تو مولانا ادا کاڑوی رحمہ اللہ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے سلسلہ طریقت میں شمولیت کے لیے اس بندہ عاصی پر معاصی کو ایک ظاہری واسطہ بنایا تھا، حق تعالیٰ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے طفیل مولانا ادا کاڑوی رحمہ اللہ کے درجات بلند فرمائے اور اس بندہ کی اور سلسلہ سے منسلک سب احباب کی اصلاح فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔“

[ماہنامہ الخیر ملتان مولانا ادا کاڑوی رحمہ اللہ نمبر: ۱۴۸/۴۷]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر و اسلاف کی راہ پر چلنے اور حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی اقتدائیں باطل پرستوں کی راہ روکنے، دین مذہب کی بے لوث خدمت کرنے کی توفیق بخشے، اور حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی کروٹ کروٹ مغفرت فرما کر درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے اور ان کے اخلاف و پسماندگان کو ان کے مشن پر کار بند رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ مبررنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

حضرت کا دینی و مسلکی مزاج

☆ کچھ حضرت مولانا قاری جمیل الرحمن صاحب

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو ایک عجیب مخلوق بنایا ہے۔ اس کا ایک طبعی مزاج ہے اور ایک دینی، ویسے تو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں دینی صلاحیت رکھی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کل مولود دیناً ولد علیٰ فطرۃ الاسلام اگر یہ استعداد اور صلاحیت محفوظ رہے تو دینی مزاج بنتا ہے۔ اور ایک کامل انسان تیار ہوتا ہے اور اگر اس صلاحیت کو بالکل ختم کر دیا جائے یا خراب کر دیا جائے تو پھر اس سے ایسے افعال اور اخلاق صادر ہوتے ہیں کہ یہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اولئک کا لا نعم بل ہم اضل اور انسان کا طبعی مزاج اگر ٹھیک ہو تو پھر یہ اچھے برے میں فرق کر سکتا ہے۔ اگر خوشبو سونگھے تو سرد و محسوس کرتا ہے اور اگر بدبو سے گزرے تو طبیعت میں نفرت پاتا ہے۔ اسی طرح اگر دینی مزاج ٹھیک ہو تو دینی امور سے خوش ہوتا ہے اور خلاف شرع امور سے بیزاری ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دینی مزاج بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم جب صحابہؓ کے دلوں میں ایمان کو کھپا دیا اور ایمان سے ان کے دلوں کو مزین کر دیا تو ان کے دلوں میں کفر، فسق و فجور، اور نافرمانی کی نفرت آگئی تو یہ رشد و ہدایت والے بن گئے۔ اگر بتقاضائے بشریت کسی صحابہؓ سے گناہ کا ارتکاب ہوا تو اس سے اتنا بے چین ہو جاتا کہ خود رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر گناہ کا اقرار کر کے حد کے نافذ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے یہ اسی کامل دینی مزاج کی علامت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد درجہ بدرجہ یہ کامل دینی مزاج کی نعمت اولیاء امت کو نصیب ہوتی رہی اور ان شاء اللہ قیامت کی صبح تک نصیب ہوتی رہے گی۔

دور حاضر میں اکابرینِ علماء دیوبند کو اس نعمتِ خاصہ سے نوازا گیا اور پھر ان سے فیض پانے والوں کو بھی اسی طرح نوازا گیا۔ فیض پانے والے خوش قسمت ہستیوں میں سے ایک ہستی حضرت اقدس نبینہ کی بھی ہے۔

مسلم کی دفاع زندگی کا نصب العین

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس نبینہؑ کو جہاں اور دینی خصوصیات سے نوازا تھا۔ ان میں سے ایک خاص خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے مسلم کی دفاع کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا تھا۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت نافع نبینہؑ کی روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ”فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا“ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس شخص نے دین میں (کوئی) نئی بات نکالی ہے اگر واقعی اس نے دین میں (کوئی) نئی بات پیدا کی ہے۔ تو میری طرف سے (جواب میں) اسے سلام نہ پہنچاؤ۔

تشریح: آنے والے نے حضرت ابن عمرؓ تک اس شخص کا سلام پہنچایا تھا جس کے بارہ میں حضرت ابن عمرؓ کو معلوم ہوگا کہ اس نے اپنی طرف سے دین میں نئی باتیں پیدا کی ہیں۔ یعنی وہ تقدیر کا انکار کرتا ہے۔ لہذا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم ایسے لوگوں سے سلام کلام نہ کریں اور نہ ان سے تعلقات قائم کریں جو بدعتی ہوں اور خدا اور رسول ﷺ کی قائم کی ہوئی حدود سے تجاوز کرتے ہوں۔ (حدیث مع الشرح بحوالہ مظاہر حق جلد اول کتاب الایمان)

اسی طرح مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ پر مرقاۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دینی مقتدا اور پیشوا کی یہی شان ہونی چاہیے کہ اگر کوئی شخص دین کو نقصان پہنچانے والا ہو تو اس سے قطع تعلق ہونا چاہیے حتیٰ کہ اس کے سلام کا جواب بھی نہ دے اگرچہ وہ مسلمان بھی ہو۔ کیونکہ یہ اس کے ساتھ قطع تعلق نہیں کرے گا تو عوام اس کے تعلق کو اس کے صحیح ہونے کی دلیل بنا لیں گے۔

میرے حضرت اقدس نبینہؑ کا حراج بھی یہی تھا اور اسی خاص دینی و مسلم حراج کی بنا پر آپ نبینہؑ نے فرقہ باطلہ میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی کسی موقع پر اتحاد نہیں فرمایا: آپ نبینہؑ کے سامنے دو پہلو ہوتے تھے ایک وقتی فائدہ اور دوسرا مسلم کی نقصان۔ آپ نبینہؑ وقتی فائدے کو نظر انداز کر دیتے اور مسلم فائدہ کو ترجیح دیتے۔ جس وقت سپاہِ صحابہؓ کی بنیاد حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نبینہؑ

نے رکھی اور اپنی جماعت کی قیادت فرمائی اس سے کافی فائدہ ہوا۔ نو جوان نسل بیدار ہوئی۔ تو اس وقت اپنے کتنے ہی جماعتی ساتھیوں نے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے عرض کی مشن بھی ایک ہے تو سٹیج بھی اگر ایک ہو جائے تو ہماری طاقت باطل کے خلاف بڑھ جائے گی؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فراست سے فرمایا کہ نام بھی اچھا ہے اور کام بھی۔ مگر طریقہ کار کا بروالا نہیں ہے۔ پھر اس کا نقصان ملی یکجہتی کو نسل کی صورت میں سامنے آیا۔

”قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید“

عظیم عالمانہ شان

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ عظیم عالمانہ شان کے ساتھ بھی متصف تھے۔ جس طرح ایک واقعہ مشہور مورخ اور محدث حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک بڑے عالم کو ایسے بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا جو لوگوں کو خنزیر کا گوشت کھانے پر مجبور کیا کرتا تھا۔ جب وہ بزرگ جید عالم اس بادشاہ کے پاس پہنچے تو وہاں پولیس کے ایک افسر نے چپکے سے اس بزرگ عالم سے کہا کہ آپ ایسا کریں کہ آپ ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے مجھے دے دیں جب بادشاہ آپ سے خنزیر کھانے کو کہے گا تو میں خنزیر کے گوشت کی بجائے یہی بکری کا حلال گوشت آپ کے سامنے رکھوا دوں گا۔ آپ تو حلال گوشت ہی کھائیں گے۔ جبکہ بادشاہ اور دیکھنے والے لوگ اس مغالطہ میں رہیں گے کہ آپ خنزیر کا گوشت ہی کھا رہے ہیں۔ اس طرح آپ حرام سے بچ جائیں گے اور آپ کی جان بخشی بھی ہو جائے گی۔ چنانچہ اس بزرگ عالم نے بکری کا بچہ ذبح کروا کر پولیس افسر کو دے دیا۔ پولیس افسر نے حسب وعدہ وہ بکری کا بچہ شاہی خانساموں کے حوالہ کر دیا اور انہیں تاکید کر دی کہ جس وقت بادشاہ اس بزرگ عالم کو خنزیر کا گوشت پیش کرنے کا حکم دے تو ان کے سامنے یہ بکری کا گوشت رکھ دینا اس کے بعد لوگ بڑی تعداد میں جمع ہو گئے اور ہر ایک کہہ رہا تھا کہ اگر اس بزرگ نے خنزیر کا گوشت کھالیا تو ہم بھی کھائیں گے۔ اور اگر وہ رک گئے تو ہم بھی رک جائیں گے۔ پھر بادشاہ آیا اس نے اپنے کارندوں کو خنزیر کا گوشت لوگوں کے سامنے رکھنے کا حکم دیا چنانچہ گوشت لایا گیا اور خانساموں نے بزرگ عالم صاحب کے سامنے پولیس آفسر کی ہدایت کے مطابق بکری کا حلال گوشت رکھا اب یہ موقع بڑی نزاکت کا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے بزرگ عالم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اگرچہ میں اس بکری کا گوشت کو کھا کر حرمت

سے بچ جاؤں گا لیکن لوگوں کو اصل حقیقت معلوم نہیں ہے وہ تو یہی سمجھیں گے کہ میں خنزیر کا گوشت کھا رہا ہوں اور میرے اس عمل کی وجہ سے جتنے لوگ بھی اس حرام کام میں مبتلا ہوں گے ان سب کا وبال قیامت کے دن میرے سر ہوگا۔ لہذا میں ایسا عمل ہرگز نہ کروں گا خواہ میرے گلے بکڑے کر دیے جائیں اور مجھے آگ میں جلا دیا جائے اور انہوں نے وہ گوشت کھانے سے بادشاہ کے سامنے انکار کر دیا۔ اس درمیان وہ پولیس افسر سامنے سے بار بار اشارہ کرتا رہا کہ یہ تو بکری کا گوشت ہے اس کو آپ کھا لیجئے۔ آپ برابر انکار ہی کرتے رہے بالآخر بادشاہ نے اسی پولیس افسر کو حکم دیا کہ ان کو لے جا کر قتل کر دیا جائے۔

جب وہ پولیس افسر آپ کو لے جانے لگا تو اس نے پوچھا حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ نے وہ گوشت بھی نہیں کھایا جو خود ذبح کر دیا کر مجھے دیا تھا؟ کیا آپ کو مجھ پر اعتقاد نہیں؟ اس بات پر اس بزرگ عالم نے جواب دیا کہ مجھے کامل یقین تھا یہ گوشت میرے لیے حلال ہے۔ لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ لوگ نادانیت میں میری اقتداء کریں گے اور وہ صرف یہی سمجھیں گے کہ میں نے خنزیر کا گوشت کھایا ہے۔ اور بعد میں بھی یہی کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے یہ گوشت کھایا تھا۔ اور انہیں حقیقت حال معلوم نہ ہوگی۔

انہوں نے سولی پر چڑھنا تو گوارہ کر لیا مگر وہ بکری کا حلال گوشت بھی صرف اس لئے نہ کھایا کہ لوگ میری اقتداء میں خنزیر کا گوشت کھائیں گے۔ یہی عالمانہ شان میرے حضرت اقدس بیٹھنے کی بھی تھی کہ ایک دفعہ جہلم میں جامعہ حنفیہ کے ایک طالب علم نے حضرت اقدس بیٹھنے سے سوال کیا کہ حضرت جی بیٹھنے کیا وجہ ہے کہ وہ جماعتیں جو کہ خدام اہل سنت والجماعت کے بعد وجود میں آئیں وہ ہماری جماعت سے زیادہ ترقی کر گئیں اور دور دراز کے علاقوں اور مختلف ممالک میں پھیل گئیں؟ تو جواب آپ بیٹھنے نے فرمایا کہ اگر میرا مقصود نام و نمود اور جماعت کو بڑھانا ہوتا یہ تو کب کا ہو چکا ہوتا لیکن میں نے اپنے مسلک کا تحفظ کرتے ہوئے کسی جماعت کے ساتھ اتحاد تک کا سوچا بھی نہیں اگر میں اتحاد کرتا تو میری جماعت بہت زیادہ بڑھ چکی ہوتی۔ یہ تھی میرے حضرت اقدس بیٹھنے کی عالمانہ شان۔ کہ آپ بیٹھنے نے مسلک کو ترجیح دیتے ہوئے نہ کسی سے اتحاد فرمایا نہ اپنی زندگی میں کبھی کسی کے منہ پر گئے نہ کسی باطل سے رواداری کا سلوک روا رکھا۔

ذاتی امور میں غصہ نہیں

حضرت اقدس بیٹھنے کو بار بار دیکھا کہ ذاتی امور میں کبھی کسی پر غصہ نہیں فرمایا لیکن اگر دینی امور میں کوئی غلطی کرتا تو حضرت اقدس بیٹھنے انتہائی غصہ اور ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

”حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں تقریباً دس سال رہا آپ ﷺ نے ایک دفعہ بھی مجھے غصہ نہیں فرمایا“

حضرت اقدس بخٹہ اپنے دینی مزاج میں ایسے امور میں بھی آپ ﷺ کے متبع رہے۔ جیسا کہ سزا حضرت میں آپ بخٹہ کے قریب رہنے والے بعض خاص خدام کا بھی یہی کہنا ہے کہ آپ بخٹہ نے ہمیں ذاتی امور میں کوتاہی کرنے سے کبھی غصہ نہیں فرمایا اور دینی امور میں اگر کوئی کوتاہی ہو گئی تو آپ بخٹہ نے معاف نہیں فرمایا۔

ان خدام میں سے ماسٹر محمد یوسف صاحب کا کہنا ہے کہ دس سال پہلے کی بات ہے کہ حضرت اقدس بخٹہ نے مجھے کسی کام کے لیے دفتر بھیجا میں جلدی سے گیا جاتے ہوئے میں نے پہلے بائیں پاؤں میں جوتا پہن لیا۔ جب واپس آیا تو آپ بخٹہ نے فرمایا کہ آپ کو اب تک جوتا پہننا بھی نہیں آیا۔ اس بات کو تقریباً دس سال گزر گئے مگر آج تک میں نے اپنی اس غلطی کو نہ دہرایا۔

استغناء کی دولت

حضرت اقدس بخٹہ نے ساری زندگی تبلیغ دین کی خدمت سرانجام دینی جس کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہزاروں لوگوں کو صحیح عقیدے کی دولت نصیب فرمائی اور آپ بخٹہ نے اس قدر استغناء سے کام کیا جو ”لا اسئلكم علیہ اجرا“ کا مصداق ہے۔

ایک دفعہ الیکشن میں حضرت اقدس بخٹہ نے امیدوار رجبہ ثناء الحق کے حق میں فیصلہ فرمایا اور اس کی تائید کی۔ آپ بخٹہ کے اس فیصلے کی وجہ سے آپ کے کئی پرانے ساتھی سیاست کی وجہ سے آپ بخٹہ سے جدا ہو گئے۔ مگر حضرت اقدس بخٹہ نے فرمایا کہ الحمد للہ میں اپنے اس فیصلے سے مطمئن ہوں۔ اس لیے کہ میں نے یہ فیصلہ اپنے مذہب و مسلک کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ کون میرے ساتھ اور کون مجھ سے جدا ہو رہا ہے۔

حضرت اقدس بخٹہ کے ایک خادم نے کہا کہ اس واقعہ کی وجہ سے اگرچہ آپ بخٹہ کے ماتھے پر شکن تک نہ تھی مگر میں اس وقت کافی پریشان ہو گیا تھا کہ حضرت اقدس بخٹہ نے ساری زندگی دین کی بے لوث خدمت کی ان لوگوں کے عقائد درست کیے مگر آج سیاست میں آکر کئی پرانے ساتھی۔ بھی حضرت بخٹہ کو چھوڑ گئے۔ کافی دنوں تک پریشان تھا کہ اچانک ایک دن حضرت اقدس بخٹہ کا وہ خواب

ذہن میں آگیا جو کہ آپ بچنے جج کے دنوں میں منی کے مقام پر دیکھا تھا۔ کہ

” بدر کا میدان ہے میرے ہاتھ میں جماعت کا پانچ رنگا جھنڈا ہے میں آگے آگے ہوں جماعتی ساتھی میرے پیچھے آرہے ہیں اتنے میں دیکھا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور میرے ہاتھ سے جھنڈا لے کر خود پکڑ لیا اور پھر وہ آگے آگے اور ہم پیچھے پیچھے پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے جھنڈا لے لیا۔ اور فرمایا کہ اس جھنڈے کو ادھنچا کر دیہ ہمارا جھنڈا ہے یہ ادھنچا ہی رہے گا“

تو اس کی تعبیر یہ ذہن میں آئی کہ بدر کا میدان ہے تو اس کا اشارہ ہے اس طرف کہ چونکہ بدر میں کی بخشش قطعی اور یقینی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے ”ان الله قد اطلع على اهل بدر فقال اعملوا ما كنتم افعلتم“ (ترجمہ تحقیق اللہ تعالیٰ مطلع ہوا اہل بدر پر پس فرمایا اے اہل بدر تم جو چاہے عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی)

اسی طرح جو لوگ حضرت اقدس بچنے کے ساتھ خلوص سے لگے ہوئے ہیں۔ حضرت بچنے کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ان کی بخشش کی بھی امید ہے (ان شاء اللہ)

بعض اولیاء اللہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تعلق کی لاج رکھتے ہیں۔ اور ان کے متعلقین کی بخشش فرما دیتے ہیں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمایا کہ آخرت میں لوگ صف باندھے کھڑے کیے جائیں گے اہل دوزخ (یعنی اہل ایمان میں سے کچھ گناہگار لوگ جو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے دوزخ میں سزا پانے کے مستحق ہوں گے وہ آخرت میں کسی موقع پر صف باندھے کھڑے ہوں گے) پس ایک شخص اس گزرنے والے جنتی کو پکار کر کہے گا کہ کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟ میں وہ ہوں کہ ایک دفعہ میں نے تم کو پانی پلایا تھا (یا شربت وغیرہ پینے کی کوئی اچھی چیز پلائی تھی) اور اسی صف والوں میں سے کوئی اور کہے گا کہ میں نے تمہیں وضو کے لیے پانی دیا تھا۔ پس یہ شخص ان لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کرادے گا۔

ابن ماجہ کی اس حدیث شریف کی تشریح فرماتے ہوئے مولانا منظور احمد صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ (معارف اللہ ص ۲۰۱) فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا ہے کہ دنیا میں صالحین سے محبت اور قربت کا تعلق اپنی عملی کوتاہیوں کے باوجود بھی ان شاء اللہ بہت کچھ کام آنے والا ہے بشرطیکہ

ایمان نصیب ہو۔

اور دوسری یہ بات اس خواب کی تعبیر کے سلسلہ میں ذہن میں آئی کہ ایسوں کی تعداد قلیل ہوگی اس سے دل مطمئن ہو گیا۔ اور تجربہ بھی یہ ہوا ہے کہ جو علماء بھی حضرت اقدس بھٹو کے ساتھ کسی مفاد کی وجہ سے منسلک تھے۔ وہ بھی کسی نہ کسی وجہ سے کٹ گئے۔

فتنہ کی بار بار کی سمجھنا

فتنوں کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ظاہری فتنے اور (۲) باطنی فتنے۔ ظاہری فتنوں کا تعاقب عام طور پر کیا جاتا ہے علماء اس فریضے کو سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن فتنہ کی بار بار کی سمجھنا یہ اہل بصیرت کا کام ہے اور یہ چیز ہمارے حضرت اقدس بھٹو کے اندر تھی۔ جب بھی کوئی نیا فتنہ سامنے آتا تو اس کے ظاہر کو دیکھ کر بعض اہل حق بھی اس کے حامی ہو جاتے لیکن حضرت اقدس بھٹو ابتداء ہی سے اس کی بار بار کی سمجھ لیتے۔ مثلاً ایران میں خمینی کا انقلاب جس وقت آیا تو سب سے پہلے اس فتنے کی بار بار کی کو بیان کرنے والے میرے حضرت اقدس بھٹو ہی تھے۔ اور پھر بعد میں وہی کچھ سامنے آیا جو حضرت اقدس بھٹو نے ابتداء ہی سے بتایا تھا۔ تفصیل کا موقع نہیں۔

اسی طرح مہاتیت کا فتنہ جس وقت دیوبندیت میں پیدا ہوا تو چند علماء کرام نے ڈٹ کر ان کی مخالفت کی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری بھٹو، حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر بھٹو، اور میرے حضرت اقدس بھٹو کے علاوہ چند علماء کرام نے ان کی مخالفت کی۔

حضرت اقدس بھٹو کا ابتداء جو موقف تھا کہ ان کے ساتھ رواداری کا سلوک مسلک کے لئے نقصان دہ ہے۔ آخر دم تک اسی پر قائم رہے۔ اور فرماتے تھے کہ اگر سارے علماء ابتداء ہی سے ان کے ساتھ قطع تعلق کرتے اور رواداری کو جائز نہ سمجھتے تو یہ فتنہ اسی وقت مٹ جاتا۔ اسی طرح یزیدی فتنہ جس وقت پیدا ہوا تو حضرت اقدس بھٹو نے ابتداء ہی سے اس فتنہ کے خلاف سخت موقف اختیار کیا۔

اور آخر تک اسی پر قائم رہے جو علماء ان فتنوں کے ساتھ رواداری کے قائل تھے۔ حضرت اقدس ایسے علماء سے سخت نالاں ہوتے تھے۔ اور انتہائی دکھ کا اظہار فرماتے تھے۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں کو اپنی جماعت اور اپنی ہمیری مریدی کے سلسلے کے تحفظ کی اہمیت کا احساس ہے اور اس کا دفاع ضروری سمجھتے ہیں مگر اپنے مسلک کے تحفظ کی اہمیت کا ان کو احساس نہیں ہے۔

اور کئی دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلک کے لئے تو میں نے بڑے بڑے بزرگوں کو چھوڑا ہے۔

یہ سب کچھ حضرت اقدس ﷺ نے اپنے مسلکی مزاج کی بنیاد پر کیا۔

جس طرح حضرت اقدس ﷺ کی ظاہری فتنوں پر گہری نظر تھی۔ اسی طرح آپ ﷺ کی نظر باطنی فتنوں پر بھی تھی اور اپنے متعلقین اور متوسلین کو اپنے درس میں جو کہ جمعرات کے دن مغرب کے بعد ہوتا تھا۔ حب مال، عجب، ریا کاری اور حب جاہ پر تنبیہ فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ہر فتنے کی بنیاد یہی چیزیں بنتی ہیں۔

رکی القابات، بے جا تعریف میں مبالغہ، اس سے آپ ﷺ انتہائی ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے۔ اور دوسروں کی بھی خوب اصلاح فرماتے تھے۔

گو جرانوالہ میں ایک مرتبہ حضرت مولانا مہر محمد صاحب مدظلہ نے ایک جلسے کا انعقاد کیا اور اشتہار میں مولانا نے حضرت اقدس ﷺ کے نام کے ساتھ امام اہل سنت کا لقب لگایا آپ ﷺ جس وقت سٹیج پر تشریف فرما ہوئے تو اپنے بیان سے قبل فرمایا۔ میں نے یہ بات مولانا سے تنہائی میں کہنی تھی لیکن یاد نہیں رہا لہذا ابھی کہہ دیتا ہوں۔ پھر فرمایا آپ ﷺ نے، کہ میرے نزدیک امام اہل سنت کہلانے کے حق دار حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی ﷺ تھے۔ لہذا میرے نام کے ساتھ امام اہل سنت نہ لکھا کریں۔

اسی طرح ہمارے مدرسے (مدرسہ جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال) کے ایک مدرس تھے انہوں نے آپ ﷺ کو ایک خط لکھا اور اوپر ایک سطر میں آپ ﷺ کے نام کے ساتھ القاب لگائے۔ فضیلت الشیخ، علامہ وغیرہ۔

وہ خط مجھے دکھایا تو میں نے ان سے کہا کہ اس کا جواب آپ کو مل جائے گا۔ وہی ہوا حضرت اقدس ﷺ نے جواب میں ان کو فرمایا کہ لفظ علامہ میرے نام کے ساتھ نہ لکھا کریں اس لیے کہ علامہ تو اسے کہا جاتا ہے کہ جو معقولات و منقولات میں ماہر ہو۔ لہذا میرے جیسے۔ کم علم والے آدی کے نام کے ساتھ لفظ علامہ لکھنا لفظ علامہ کی توہین ہے۔

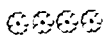
اسی طرح میرے حضرت اقدس ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی میں کسی کو دلی مت کہو اس لیے آپ ﷺ کے متعلقین میں سے کسی کو بھی یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ آپ ﷺ کے نام کے ساتھ دلی کامل لکھے۔ اگرچہ عقیدت یہی تھی کہ ہمارے حضرت اقدس ﷺ دلی کامل ہیں۔ لیکن زبان پر لانا یا قلم پر لانا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ سخت ناراضگی کا اظہار کرتے تھے۔ وصال کے ۔ حضرت اقدس ﷺ

کے غسل میں شرکت کی سعادت اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔ اور غسل کے بعد جس وقت راقم نے سفید روٹاں یہ دھاریوں دے، حضرت اقدس بخیتہ کے سر پر ڈالے تو آپ تک آپ بخیتہ کا چہرہ کھل اٹھا۔ اور چہرہ انتہائی چمکدار ہو گیا اور ایسی کشش پیدا ہوئی کہ نظر ہٹانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

گویا کہ حضرت اقدس کے سینے میں جو انوارات تھے وہ چہرے پر آگئے اور جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ آپ بخیتہ کا چہرہ مزید روشن ہوتا گیا۔

گویا کہ حضرت اقدس بخیتہ کے چہرے نے گواہی دی کہ ایک ولی کامل دنیا کی ان مشقتوں اور پریشانیوں کو جن کو انہوں نے برداشت کیا اور ہزاروں غموں کو جن کو انہوں نے اٹھا رکھا تھا اپنے کندھوں سے اتار کر اپنے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور ہمیشہ ہمیشہ والی راحت و آرام کی زندگی کے مزے لوٹنے کے لئے جنت الفردوس میں جا رہا ہے۔ جس کی خوشی ان کے چہرے پر نمایاں ہے۔

اللہم اغفرہ وارحمہ وادخلہ فی جنت النعیم



حق جاوید

یا اللہ مروت

خلافت راشدہ

قائد المل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے مذہب حق المل سنت و جماعت کی تبلیغ و تشریح کا حق ادا کر دیا ہے لہذا اللہ احسن الجزاء

فضل ربی کریمانہ مرحمت
بینو منزل مارکت چیم بازار چکوال

ہو و ہوا نیشوز شیخ محمد یوسف، شیخ محمد حنیف، شیخ بلال

مسک علماء دیوبند..... کے ترجمان

کھ مولانا حافظ مہر محمد میاں نوالوی ☆

کل من علیہا فان کے تحت ۲۶/ جنوری ۲۰۰۳ء/ ۳ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ بروز پیر، سحری کے وقت، استاذ العلماء، ندوۃ الصلحاء، زبدۃ الفقہاء، ماویٰ الفقرا، مسک علماء دیوبند کے ترجمان، ہر باطل کے لیے تیغ براں تحریک خدام اہل سنت کے بانی و پاسان، مخزن ایمان و اسلام، پیر طریقت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت و نقاہت کے بعد واصلِ بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللهم اغفر له ووسع مدخله وادخله الجنة بغير حساب۔

ہزاروں سالِ نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و در پیدا

گورنمنٹ کالج چکوال کے وسیع گراؤنڈ میں ہزاروں افراد نے جنازہ پڑھا، ہزاروں نے چہرہ منور کی زیارت کی۔ پھر آبائی گاؤں بھس میں شام کو دوبارہ جنازہ کے بعد تدفین ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ حضرت قاضی صاحب اسلاف کی نشانی تھے۔ دینی غیرت اور مسلکی تہلب میں مضبوط چٹان اور قوت ایمان تھے۔ اہل باطل پر تشدد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصف اشداء علی الکفار اپنائے ہوئے تھے۔ ان کی حق گوئی اور بے رواداری سے اپنا بیگانہ ہر کوئی شاک تھا۔ مگر وہ خدا و رسول کو خوش رکھنے کے لیے کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی ناخوش

میں زہر ہلا بل کو کبھی کہہ نہ سکا قد

بے شک ہر مسلمان سے محبت و پیار، تعلق کا استوار، فرقہ پرستی، تخریب اور گروہ بندی سے انکار مومن کا عمدہ وصف ہے، مگر اس کی بھی حدود ہیں۔ منافقت، دوغلا پن، بے جا رواداری، حق سے تسامح اور

چشم پوشی، علانیہ غلط کاریوں اور گمراہیوں سے اتحاد و اتفاق اسلام و ایمان کے چشمہ صافی کو مکدر کر دیتا ہے۔
 ”نوفتہ نہ تیرہ ادھار“ کے تحت ظاہر و باطن میں یکساں احباب و ہم خیال تھوڑے بھی ہوں تو اس حق و باطل کے لشکر و جلوس سے بہتر ہیں۔ جن کا قائد راستہ منزل اور مقصود کبھی ایک اور مشتق نہ ہو۔

قاضی صاحب کا مسلک

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ سلف صالحین اہل سنت و جماعت اور اکابر علماء دیوبند نانوتوی، گنگوہی، کشمیری، تھانوی، سہارنپوری، عثمانی، مدنی، لکھنوی، دیوبندی، دہلوی، رحمہم اللہ کے ”المہند علی السفند“ میں مذکور مسلک پر سختی سے کار بند تھے۔ اپنے معتقدین اور مریدین کو یہی بتاتے تھے۔ توحید ایسی صاف تھی کہ غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز، سوز و پکار، قبر والوں سے استدعا، فقہاء احناف کے منع کے مطابق بالکل نہ تھا ”یا اللہ مد“ کا نعرہ ہی حق کا شعار تھا۔ حضور ﷺ سے محبت اور اتباع سنت پر کار بند تھے۔ مہندی سے داڑھی سرخ رہتی تھی۔ بدعت سے مریدین کو بجاتے تھے۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے محبت و عقیدت کا اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کا وہ معیار حق اپنایا کہ ”حق چار یار“ کے نعرہ سے ایک دنیا کو جگمگا دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پر تنقید کے سخت مخالف تھے۔ اس لیے کتاب خلافت و ملوکیت اور جماعت اسلامی سے بیزار رہے۔ رد نفی و تشبیح تو آپ کی گھٹی میں تھا۔ یہی چیز آپ کو اپنے پیر و استاد شیخ الاسلام مولانا حضرت سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے درشہ خلافت میں ملی تھی۔ اہمات مومنین، اہل بیت نبوت، ازواج مطہرات، بنات طاہرات، خوشبوئے نبوت نو جوانان جنت کے سردار حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے بے حد محبت تھی اسی لئے یزیدی ٹولہ سے سخت متنفر تھے۔ روضہ اقدس میں حضور اقدس ﷺ کی حیات برزخی مانند دنیوی اور سماع و سلام کے پوری امت کے اکابر کی طرح قائل تھے، غیر مقلدوں کی طرح اس کے منکرین ممانتوں سے بھی کبید خاطر رہتے تھے۔

قرآن کی تشریح و تفسیر اپنی مرضی اور خود ساختہ نظریہ کے مطابق اسلاف امت کے خلاف کرنا بدترین جرم اور تحریف قرآنی جانتے تھے۔ دلکش اور جاذب نظر عنوانات کی آڑ میں ایسے نئے مفسرین سے عمر بھر نبرد آزما رہے۔ آپ اسے قوت ایمانی اور مذہب پر پختگی کہیں یا حالات حاضرہ کے خلاف تشدد اور سختی سے تعبیر کریں، آپ نے جمیعہ علماء اسلام اور مروجہ سیاست سے ہٹ کر اپنی نئی جماعت ”تحریک خدام اہل سنت“ مذہبی بنیادوں پر قائم کی جو پورے ملک میں قائم ہے۔ قریہ قریہ جیسے ہوتے ہیں۔ مگر آبائی

قصبہ بھس اور جہلم شہر میں دو مرکزی جلسے ایسے ہوتے ہیں کہ پورے ملک کے نمائندے آتے ہیں۔ راقم ۲۸ سال سے ان جلسوں میں آتا اور درس و تقریر کی سعادت پاتا رہا ہے۔ اہل سنت علماء دین و بند کے عقائد میں پختگی، بہترین نظم و نسق اور امن و سکون کی نعمت عظمیٰ اپنی مثال آپ نصیب ہوتی ہے۔

درمیان میں یا آخر میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کا گھنٹوں بیٹھا درس و خطاب ہزاروں کے مجمع کو ایمان و یقین سے معطر آشام کرتا رہتا تھا..... تبلیغ دین اور اصلاح عقائد کا جذبہ آپ میں ایسے کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ پیرانہ سالی، ضعف بدن اور امراض کے باوجود مطالعہ میں ہیں۔ مضامین اور تصانیف لکھ رہے ہیں چھوٹے بڑے دیہاتوں اور جلسوں میں شرکت فرما رہے ہیں، عقیدت مندوں سے بیعت لے رہے ہیں۔ ذکر و عمل کی ہدایات دوستوں کو دے رہے ہیں۔ اذکرو اللہ علی کل حال (ہر وقت اللہ کو یاد کرو) کی عملی تصویر خود کو اور مریدوں کو بنایا ہوا ہے۔

دینی خدمات اور قربانیاں

خاندانی لحاظ سے آپ موروثی زمیندار تھے مگر کسی سے دشمنی نہیں تھی۔ اللہ کے دین کے لیے ہر نیک مسلمان سے محبت ہر مخالف دین سے اختلاف اور علیحدگی رہی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے.....
”جس نے کسی سے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کی رضا کے لیے دشمنی رکھی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے حکم سے نہ دیا تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا (صحیحین) پر“

روافض اور اعداء صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابل درجنوں کتابیں ہی نہ لکھیں، حق گوئی کی پاداش میں بارہا ارکان جماعت سمیت جیلوں میں گئے۔ تصادم ہوا مگر قاتلانہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ماتمی جلوسوں کو غلط ہی کہا۔ مرزائیوں کے خلاف ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ضلع جہلم میں خاص کردار ادا کیا اور جیل میں عرصہ گزارا۔ ۷۴ء بھونڈور کی کامیاب تحریک ختم نبوت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۹۸ء میں ڈی ایس پی چوہدری یوسف کو کسی نے قتل کر دیا۔ پولیس نے الزام و مقدمہ آپ پر اور آپ کی جماعت پر ڈال دیا۔ یہ آپ پر اور آپ کی جماعت پر بڑا نازک دور تھا۔ دوست و دشمن پہچانے گئے۔ اڈیالہ جیل اور پھر کپٹیکس ہسپتال اسلام آباد میں قید و بند کی تکلیف اٹھائی۔ جب کہ نومبر ۲۰۰۲ء میں ہائی کورٹ نے آپ کے ۴۵ ساتھیوں کو بھی باعزت بری کر دیا..... رد مرزائیت اور اس حوالہ سے قربانیوں میں مناظر اسلام والد مرحوم مولانا کریم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ جیسا مزاج پایا تھا۔ انہوں نے بھی مرزا قادیانی سے باضابطہ مقدمہ کی جنگ لڑی، اس مقدمہ کی باقاعدہ روئداد علیحدہ کتاب میں چھپی ہے۔ جب کہ رد رافض میں آپ کے

والد کی شہرہ آفاق کتاب "آفتاب ہدایت" آپ نے بار بار چھپوائی اور اس فتنہ سے اہل سنت کو بچایا۔ راقم نے کنز و کافیہ والے سال ۱۹۶۲ء میں سراج العلوم بلاک نمبر ۱ سرگودھا میں یہ کتاب چکوال سے منگوائی تھی اور اس سے مجھے منکر قرآن داعی شرک و بدعت دشمن صحابہ و امت اور قائل اہل بیت علیہم السلام فرقہ کو پہچاننے میں مدد ملی۔

اخلاق و مزاج

حضرت قاضی صاحب کا مزاج منہا، ملنسار، خوش کن اور محبت آمیز تھا۔ امیر و غریب مولوی غیر مولوی کی تفریق کیے بغیر ہر کسی سے خندہ پیشانی سے مسکرا کر ملتے، علاقہ کے لوگ گھریلو اور مسلکی حالات پوچھتے اور خوش ہوتے تھے۔ جلسہ بھیس کے مدعو مبہمانوں اور علماء کرام کو اپنے ہاتھ سے خرچ و کرایہ دیتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔ راقم باضابطہ اپنے مدرسہ قرآن و سنت بن حافظ جی میانوالی کے جلسہ میں تو آپ سے خطاب نہ کر سکا۔ البتہ قریبی گاؤں اہل بدعت کے گڑھ ڈھبہ کرسیاں میں مولانا عطاء اللہ خطیب مسجد حق چاریار جی، اوکاڑہ کی معرفت جلسہ رکھوایا۔ تقریر و جلسہ حاجی عطر خان موحد کے ذریعہ پر ہوا، پھر بہت لوگ پہنچتے کہ اس بزرگ کی تقریر انہوں نے شہر میں کیوں نہ ہونے دی..... تاہم ایک مرتبہ حضرت جہلمی ریہہ اور آپ نے مدرسہ قرآن و سنت میں قدم رنجہ فرمایا، دعاوی اور ۵۰۰ روپے مدرسہ کو بدیہ دیا۔ حافظ جی ۳۰ سال پہلے ایک مشہور ولی بزرگ گزرے ہیں۔ جنہوں نے بارشی پانی کا رفاہی بند بنوایا تھا جو بن حافظ جی کہلاتا ہے۔ ہم تینوں بزرگوں کو رحمہم اللہ کی دعا دیتے ہیں۔

مختصر حالات زندگی

آپ ۱۹۱۳ء میں قصبہ بھیس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اور ترجمہ قرآن اپنے والد مرحوم سے پڑھا۔ ۲۸ء میں بانی سکول چکوال سے میٹرک کیا اور ۳۲ء میں اشاعت اسلام کالج سے ماہر تبلیغ کا کورس پاس کیا۔ ۳۷ء میں دارالعلوم عزیزہ بمبیرہ میں دورہ موقوف علیہ پڑھ کر دورہ حدیث پڑھنے دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔

اس کا باعث یہ ہوا کہ سلاوالی سرگودھا کے تاریخی مناظرہ علم غیب میں آپ کے والد مولانا کریم الدین بریلوی مکتبہ فکر کی طرف سے منصف و سرپرست تھے ان کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب زبان دراز مناظر تھے۔ جب کہ دیوبندی مکتب فکر کے مناظر مولانا منظور احمد عثمانی رحمہ اللہ سے تشریف لائے تھے۔ مناظرہ تین دن رہا۔ مولانا منظور احمد سنجیدگی سے بھرپور دلائل دیتے رہے اور مناظر کے

سوالات کا مناسب لہجہ میں جواب دیتے تھے۔ جب کہ حشمت علی صاحب دلائل کے بجائے گالیوں میں وقت پاس کرتے اور کسی دلیل کا معقول جواب نہ دے پاتے۔ حضرت دبیر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی غلیط سے خوب متاثر ہوئے۔

مولانا کو حق و باطل کا راستہ خدا نے اس مناظرہ میں دکھا دیا۔ پھر دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ قائم کر کے اپنے صاحبزادے مظہر حسین کو دورہ حدیث کے لیے دیوبند بھیج دیا اور آپ نے مولانا شمس الحق افغانی مفتی محمد شفیع دیوبندی ثم کراچی وغیرہ علماء دیوبند سے سند حدیث حاصل کی۔ وطن واپس آ کر ایک کیس کی وجہ سے ۱۹۴۹ء تک جیل میں رہے، رہا ہو کر مدرسہ اظہار الاسلام کی بھیس میں بنیاد رکھی۔ پھر ۱۹۵۵ء میں امدادیہ مسجد پنڈی روڈ چکوال میں جامعۃ عربیہ اظہار الاسلام کی بنیاد رکھی جواب تک کامیابی سے چل رہا ہے۔ پھر مدنی مسجد بھون روڈ چکوال میں مدرسہ اظہار الاسلام کے ساتھ اپنی رہائش اور دفتر تحریک خدام اہل سنت قائم کیا اور تازندگی اسے ہی مرکز خطابت، منبع تعلیم اور مصدر اشاعت دین بنائے رکھا۔

۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں شامل ہو کر مرزائیت کے خلاف جہلم میں تاریخ ساز تقریر کی اور گرفتار کیے گئے۔ ۵۵ء میں کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم کے امیر مقرر ہوئے اور ۶۵ء میں صوبہ پنجاب کے شمال کے نائب امیر مقرر کیے گئے۔ ۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت پاکستان کی بنیاد رکھی جس نے اہل سنت میں فکری اور ذہنی انقلاب برپا کیا۔ آپ نے چھوٹی بڑی دودر جن کتابیں تصنیف کیں اور فروری ۱۹۸۹ء میں ایک مذہبی جریدہ ماہنامہ ”حق چاہیے“ لاہور سے شائع کیا۔ جس کا پہلا نصف حصہ بنام ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی و ایمانی صفات“ آپ کے تحقیقی قلم اور محبت بھری نگارش سے ۱۵ سال سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت شان کو دوبالا کرتا آ رہا ہے۔ گویا امام اہل سنت مولانا عبدالحکیم لکھنوی التوفی ۱۳۸۲ھ کے جریدہ النجم لکھنؤ کا فریضہ سنبھالے ہوئے ہے۔ جولائی ۱۹۶۰ء میں جامعہ اہل سنت تعلیم النساء قائم کیا جس میں سے اب تک ۴۰۰ سے زائد طالبات حفظ قرآن اور ہزاروں طالبات قرآن کی عام تعلیم اور سینکڑوں طالبات درس نظامی کے شعبہ فاضلات کی اسناد حاصل کر چکی ہیں۔ جب کہ اس وقت جامعہ میں ۳۵۵ بیرونی طالبات حفظ قرآن، تفسیر اور حدیث وفقہ پڑھ رہی ہیں۔ جامعہ کے ماتحت تقریباً ۵۰ بیرونی شاخیں کام کر رہی ہیں۔

آپ نے ۶ مرتبہ حج اور ۸ مرتبہ عمرہ کی سعادت پائی۔ علاوہ ازیں مارچ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند

بند کے صد سالہ اجلاس میں ۸۰۰ پاکستانی علماء کی قیادت میں شرکت فرمائی اور اپنے اکابر اساتذہ کرام کے مزارات پر فاتحہ پڑھی۔ دوشادیاں کیں۔ بڑی اہلیہ میں سے مولانا قاضی محمد منظور حسین انظم صاحب، فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ آپ کے جانشین مستقل بھیس میں مقیم ہیں۔ دوسری مرحومہ سے منات تیں۔ اب اگرچہ تحریک خدام اہل سنت اپنے دو اکابر (حضرت جبلی وقاضی بیٹو) کی جدائی سے یتیم نظر آتی ہے مگر آپ کے صاحبزادے اور خدام تحریک کی تربیت و ترقی میں فعال کردار ادا کریں گے۔ ان شاء اللہ

سب خدامی حضرات کی طرح میں بھی دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائے اور ایک ایک نیک کے عوض ۱۰۰/۱۰۰ اور جات اپنے فضل و رحمت سے عنایت فرمائے۔ جماعت تحریک خدام اہل سنت کو کامیابی سے ہمکنار کر کے زندہ و تابندہ رکھے اور اس کی مساعی سے قرآن و سنت اور خلافت راشدہ کے نظام احسن سے ممکنہ خداداد پاکستان کو رب رحمن آباد کرے۔ پھر یہ فیضان ۵۵ اسلامی مہماں کو بھی خدائے منن عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم



سبحان کلاتھ ہاؤس SUBHAN Cloth House ایک بار ضرور آزمائیں

ہاؤس	مردانہ کڑی اللہ سا نمبر ۱	جیزمن ٹھانبر ۱	بچی چائے ۸/۱۶ نمبر ۱	بھوس دول
ستارہ مثل معلم ٹھانبر ۱	عم ٹھانبر	۱.۸ کراچی	گرین گرانی	بھیر کراچی
شار نمبر ۱ کراچی				

ہمارے پاس لینڈ فنیس سونی کپڑے کی مکمل درآمدی دستیاب ہے

Ph: 0573-550066 Mob: 0333-2903790

گازر سٹ دالی نند لیدی شہناز محمد جموڑہ کلک ہسپتال روڈ پکوال

سلاسل طیبہ میں حضرت مرشدی کا اسم گرامی

کھولا مفتی شیر محمد ماویٰ

جس طرح اعمال صالحہ سے توسل اہل السنۃ والجماعت کے ہاں جائز اور ثابت ہے اس طرح توسل بالذات بھی جائز اور اقرب لہا جابت ہے۔ اسی بنا پر ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے اپنے اپنے سلسلہ کے شجرات جمع فرمائے اور ان میں اکابرین طریقت کے نام اور ان کے وسیلہ سے دعا کا اہتمام کرتے رہے۔ اسی سلسلہ کی کڑی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس کی کتاب مبارک ”سلاسل طیبہ“ بھی ہے۔ جس میں حضرت رحمہ اللہ نے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد مہاجر کی بیٹی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی بیٹی، حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بیٹی اور ادیب اعظم حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندی بیٹی (والد ماجد حضرت شیخ الہند قدس سرہ) اور دیگر اکابر کے منظوم و منثور شجرات اردو، فارسی، عربی جمع فرمائے اور اپنے متوسلین کو شجرہ پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح حضرت اقدس مرشدی قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ بھی بیعت ہونے والوں کو اس کی تلقین فرماتے۔

⑤ حضرت مدنی قدس سرہ کی حیات مبارکہ میں تو آپ کا نام ان شجرات میں نہیں تھا۔ آپ کی وفات کے بعد شامل کیا گیا۔ اس طرح حضرت اقدس قدس سرہ کی زندگی میں آپ کا نام مبارک بھی شامل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک دفعہ راقم الحروف نے حضرت سید نفیس شاہ صاحب مدظلہم سے آپ کے نام مبارک کے اشعار بنوائے اور ان کی نقل حضرت کو بھیج دی تو ملاحظہ فرمانے کے بعد فرمایا کہ اشعار ماشاء اللہ اچھے بنائے ہیں لیکن شجرہ میں شامل نہ کریں۔ احقر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد احقر نے اپنے استاذ و مربی مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ سے درخواست کی تو آپ نے

عربی، فارسی اور اردو میں اشعار تحریر فرما کر احقر کو دیئے۔ احقر اپنے معمول میں تو ان کو شامل کرتا رہا لیکن حضرت قدس سرہ کے سامنے پیش کرنے کی جرأت نہ کی۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصل تحریر بھی احقر کے پاس محفوظ ہے میں نے یہ اشعار اپنے ذاتی نسخہ ”سلاسل طیبہ“ میں حسب موقعہ تحریر کر دیئے تھے۔

سلاسل طیبہ جس پر حضرت اقدس مرشدی قدس سرہ نے تفصیلی مقدمہ ”سلاسل طیبہ اور توسل کی حقیقت“ کے نام سے تحریر فرمایا اور حضرت مولانا سید حامد میاں قدس سرہ نے اس پر تقریظ تحریر فرمائی۔ اے مولانا حکیم شریف الدین کرنا لوی مرحوم نے سلا نوالی ضلع سرگودھا سے شائع کیا تھا۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم کے اشعار اسی نسخہ کے صفحات میں یوں درج ہوں گے.....

قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر جی کی قدس سرہ کے شجرہ مبارکہ میں حضرت شیخ مدنی نور اللہ مرقدہ کے نام مبارک کی محسن سے پہلے ص ۷۱ پر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی محسن اس طرح ہے۔

مجھ کو بھی کر دے نمونہ اپنے مقبولین کا
پیر و ابرار و اہل علم و اربابِ صنعا
مظہر علم لدنی مظہر نور خدا
مظہر اخلاق و آداب مصطفیٰ
قاضی مظہر حسین مقتدا کے واسطے

ص ۸۲ پر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کا شجرہ ہے۔ اس کے آٹھویں شعر کے بعد یہ پڑھا جائے۔

بحق قاضی مظہر حسین رئیس اہل تقوائے زمانم

ص ۸۷ پر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا مختصر شجرہ مبارکہ ہے۔ اس میں ”بہر امداد“ شعر سے پہلے مندرجہ ذیل ایک ہی شعر شامل کیا جائے جس میں مرشدی حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ مدنی قدس سرہ اور حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے اہماء مبارکہ شامل ہیں۔

بہر قاضی مظہر بہر حسین احمد ولی
بہر مولانا رشید احمد امام متقی

۸۸ م پر ادیب اعظم حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ مبارکہ عربی میں ہے۔
اس کے تیرے شعرے انہی تینوں بزرگوں کے نام سے توں ہے۔

قسی تہنک مآتلا مولا بالفاضل القاضی الکبیر الشالی
مظہر حسین و شیخہ البطل العظیم حسین احمد منبع العرفان
ورشد احمد قطب ارباب العلوی والفضل والتلیم والرضوان
وشیخنا غوث الوردی شمس الہدی مقدم اہل العشق والہیمنان
۱۱۰ م پر جو شجرہ ہے اس کے شعر نمبر تیرہ کے بعد اس شعر کا اضافہ کر لیا جائے۔

بغیض قاضی مظہر حسین اب

مجھے بھی راستہ اپنا دکھا دے

۱۱۴ م پر جو شجرہ مبارکہ ہے اس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے نام مبارک کی مثلث
سے پہلے حضرت اقدس مرشدی قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی مثلث اس طرح ہے۔

نفس وایمان روح وشیطان کنگش ہے ابتلا
فیصلہ حق کا ہو ظاہر اور غالب بر ملا
قاضی مظہر حسین باصفا کے واسطے

حضرت اقدس قدس سرہ ہمیشہ متوسلین کو شجرہ پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی فرماتے تھے
کہ عام حالات میں بے شک کوئی مختصر شجرہ پڑھ لیا جائے لیکن جب وقت ہو تو پھر حضرت حاجی
صاحب قدس سرہ والا شجرہ بھی ضرور پڑھنا چاہیے۔

عربی نثر والے شجروں میں حضرت مدنی قدس سرہ کے نام مبارک سے پہلے یہ عبارت درج فرمالیں۔
اللہم بجاہ دلیل الصحبہ مولانا و مولانا القاضی مظہر حسین قدس اللہ سرہ العزیز۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ کا ارشاد گرامی

چونکہ دعوات میں توں سل کرنا خواہ اعمال صالح سے ہو یا عالمن صالحین سے۔ اولیاء اللہ سے ہو یا انبیاء
اللہ سے، ملائکہ مقربین سے ہو، یا اسماء و صفات و افعال الہیہ سے، اجابت دعا میں بہت زیادہ مفید اور مؤثر
اور مستحب صالحین کا معمول ہے۔ اس لیے ان شجروں کو اسی طریق توں سل پر ترتیب دیا گیا ہے۔ مناسب
یہ ہے کہ آپ روزانہ کم از کم ایک مرتبہ جو بھی شجرہ پسند خاطر ہو پڑھ لیا کریں۔ الخ۔ (نساء طیبہ ص ۶۶)

(باقی : ص 728 پر)

(بقیہ: ص 635) ہیں اور ساتھ ہی یہ پیغام بھلا بھیجا کہ صبح کا ناشتا کیے بغیر نہیں جانا۔ اللہ اللہ! ایسے بے نفس اور بے غرض بزرگ اب کہاں ملیں گے۔

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے

پیدا کیا تھا جنہیں فلک نے خاک چھان کر

((☆☆☆))

اخلاص و التہیت کے بغیر دین کے معاملہ میں بڑی سے بڑی کوشش بھی رایگاں ہے اور کامل انعام کے ساتھ دین کی محنت کرنا فرش گلزار پر نہیں بلکہ وادی خارزار میں آبلہ پائی کرنا ہے اور اس کا انتخاب وہی لوگ کرتے ہیں جن کے ارادے مضبوط، ہمتیں، بلند، عزائم واضح اور منزل متعین ہو۔ مابقی دنیا سے کنارہ کشی، فقر و افلاس، غربت و تنگدستی اور قوت لایموت پر گزر اوقات کا فن جانتے ہوئے ان کے مسلک میں تن آسانی، عیش پسندی، آرام طلبی، زبانی جمع خرچ، ظاہر داری، تقدس، شجیت، تکلفات اور تصنعات کی کوئی جگہ نہ ہو۔ تعلقات، عزیز داری اور اولاد کی محبت کو حد و دشریعت کی لگان دینے کا حوصلہ رکھتے ہوں اور بڑی سے بڑی آزمائش میں بھی صبر و سکون کے ساتھ اللہ کی رضا پر راضی رہنے میں خوش اور سرور ہوں امام اہل سنت حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صحیفہ زندگی کا یہ روشن پہلو ہے۔ انتہائی سادگی اور فقر کے ساتھ میدان امتحان میں عزم و ثبات کی تصویر بنے رہے۔ تلاذہ، مریدین، تخلصین جانثار اراکین جماعت، عقیدت کے جذبات سے معمور سنی عوام سب کچھ کے ہوتے ہوئے اگر چاہتے تو متجان دنیا کے انبار اکٹھے کر سکتے لیکن کسی بندے کا بار منت احسان ہونا آپ نے گوارا نہ کیا۔ مگر یہ ہو یا نہ ہو، سفر ہو یا حضر حضرت کا وہی کھدر کا لباس سادہ سی جوتی اوپر کھدر کی چادر اور سر پر عمامہ یہی کل کائنات تھی عامۃ المسلمین کے بے تاج بادشاہ کی، دنیا کی داد و دہش سے بے نیاز فقر و درویشی کی ایسی مثال قائم کی جس کا نشان صرف اسلاف میں ملتا ہے۔ اپنے عظیم اور باصلاحیت صاحبزادہ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور احسین اظہر صاحب مدظلہ کی بھی اسی نیچ پر ایسی تربیت و تہذیب نفس اور اصلاح فرمائی کہ صاحبزادگی شیخ زادگی کی ہوا تک نہیں جگنے دی۔ وہی سادگی وہی فقر وہی درویشی وہی استغنا جو آپ کی زندگی کا طرہ امتیاز تھا بعینہ اس کا عکس آپ کے عظیم فرزند میں نظر آتا ہے۔ یہ عکس پیدا کرنے میں نہ جانے آپ کو کیسے ایسے مہر آرزو ماحول اور کیسی کیسی نیکون منزلوں کو عبور کرنا پڑا لیکن آپ ایمانی قوت اور ایمانی ہمت نے کئی راستوں سے ایسی احتیاط سے گزرے کہ دامن پروا و پردہ کی نبرد کا ہمارے نشان میں بھی نہیں پڑے۔

یا اسفا

شیخ مدنی بسینہ کی انجمن..... کا آخری ستارہ

کھ مولانا ملک طاہر محمود اطہر ☆

بہا اسعہ، واوبلا، اجل کے ہاتھوں شیخ مدنی کی انجمن کا وہ ستارہ بھی ٹوٹ کر آغوش زمیں میں روپوش ہو گیا جس نے پون صدی تک حکمت باطل کی شب و بجور کا نور حق سے مقابلہ کیا۔ قافلہ حق کا وہ سپاہی جس کی اولو اعزنی، استقامت، پامردی، آبن حکمن استغناء اور ثابت قدمی سے پہاڑوں کی صلابت کو پسینہ آ جائے۔ جو باطل کی ہر ضرب کے آگے کوہ استقلال بن کر کھڑا رہا اور کفر کی ہر یلغار کا طعن آمیز مسکراہٹ کے ساتھ استقبال کیا۔ طاغوت کے ہر طوفان کا مقابلہ ایسی قوت ایمانی سے کیا جو قافلہ حریت اور کاروان مدنی کے ہر سپاہی کا نشان امتیاز ہے۔ خدا رحمت کند این شاکان پاک طینت را۔

واحسرتنا۔ ملت بیناء کے اس عظیم الشان انسان کی موت پر کہ جس کی مرگ حیرت میں ولولہ اسلاف کی چنگاریاں شعلہ زن، قلب جگر میں خوبہ طہاء کی عزت کے آئینے، ہر قطرہ خون میں جماعت صحابہؓ کی محبت کے سدا بہار پھول اور افکار و نظریات میں تحفظ عقائد اہل سنت کا ایک سیل رواں جاری تھا۔ جس کے نحیف و زار جسم میں حق کی وہ بجلیاں کوندتی تھیں جن سے باطل کا جگر شق ہوتا، کفر کے ایوان لرزہ بر اندام ہوتے اور باطل پرست پرصیت طاری ہو جاتی تھی۔

وامعینا۔ والذین اجمعوہم باحسان کی ضوہ سے چمکنے والا ستارہ ٹوٹ کر پہنچ خاک ہو گیا۔ جس کے قلب و جگر میں روشن چراغ مسطور کا ہر شعلہ ہمیشہ شرار بولہبی کے جبرہ ید ایڈیشن کے ساتھ تیز و کار رہا۔ سیاست، مذہب، مسلک، تحفظ عقیدہ و کسی بھی عنوان سے کوئی بھی راہزن رہبر کے حسین سے حسین تر

لہا دے میں نمودار ہوا تو اس مرد مومن نے اپنی فراست ایمانی کے نور سے ایسی قیامت کی نظر سے تاکا کہ ایسے ہر ہر کو اقرار جرم کرنے میں ہی عافیت محسوس ہوئی۔ صحیح عقیدہ و مسلک کا ایسا مضبوط، وسیع النظر، نور ایمانی سے منور، سود و زیاں سے بے نیاز، مذمت و مدح سے مستغنی، پاسان کہاں سے لاؤ گے جو عقیدہ اہل سنت کا، ترجمان عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا پاسان، خواجہ بطحاء کی ختم نبوت کا پشتیاں اور نظر مدنی کا آخری نشان تھا۔ جو فقر میں مثل بوز و سلمان رضی اللہ عنہ تھا۔ جو ایک طرف تو محافظ خلافت علی رضی اللہ عنہ شیر مردان تھا تو دوسری طرف عاشق معاویہ بن ابی سفیان تھا۔ جن کی دوستی بھی اللہ کے لیے اور دشمنی بھی اللہ کے لیے تھی۔ اشداء علی الکفار کی عملی تفسیر اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی سچی تصویر تھے۔ ان کا جینا بھی دین کے لیے اور مرنا بھی دین کے لیے خوشی بھی دین کے لیے اور حزن و ملال بھی دین کے لیے اقلام و اقدام کی حرکت بھی دین کی خاطر اور اسفار و قیام کی سکت بھی دین کی خاطر تھی۔

گویا کہ اپنے آقا رضی اللہ عنہ کی اتباع میں قل ان صلوٰتی ونسکی ومحبای ومماتی للہ رب العالمین (آپ فرمادیں میری نماز میرا حج میری زندگی میری موت سب اللہ کے لئے ہے) کا کامل نمونہ تھے۔

وہ درویش خدا مست بور یہ نشین، میراث اسلاف کے امین، یادگار تابعین، سالار قافلہ دین متین جب چلے شان قلندرانہ سے چلے۔ انداز مومنانہ سے جن کی راتیں زاہدانہ اور دن مجاہدانہ تھے۔ تحفظ مسلک میں یکتائے زمانہ اور استقامت میں جرأت رندانہ کے مالک تھے۔ ایسے لوگ صدیوں بعد رزم گاہ دنیا میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ علم و حکمت، بصیرت و دانائی، زہد و توکل، قناعت و ایثار اور خلافت دین کے بے شمار انمٹ نقوش چھوڑ کر پردہ عدم میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ وہ صورت خورشید جیسے ہیں اور مثل قمر روپوش ہو جاتے ہیں۔

((.....☆☆☆.....))

وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم، ترجمان اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کی شخصیت اتنی ہمہ گیر اور غیر معمولی ہے کہ آپ کی سیرت و سوانح کے کسی ایک پہلو کی کما حقہ پردہ کشائی نہیں کی جاسکتی۔ چہ جائیکہ ایک مقالہ میں اس پر روشنی ڈالی جاسکے۔ آپ کی ذات اقدس کے ساتھ قریب قریب ایک صدی کی تاریخ وابستہ ہے یہ اتنا طویل ترین سفر ہے کہ اس کی منزلوں کو کامیابی سے طے کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم کے دامن سے دابستہ صدی کی اس داستان حیات میں بچپن کی معصومانہ کلیاں بھی

ہیں اور جوانی کی بے باکانہ بجلیاں بھی، والدین کی شفقتیں بھی اور عزیزوں کی محبتیں بھی، تعلیم، محکم کی مشقتیں بھی اور اساتذہ و مشائخ کی برکتیں بھی۔ کہیں پھولوں کی چٹیاں ہیں اور کہیں آگ کے انکارے ہیں، کہیں دشمن پر یاخار کا منظر ہے اور کہیں زنجیروں اور بیڑیوں کی فضا ہے۔ کہیں تخت سلیمان ہے اور کہیں چاہ کفان ہے۔ کہیں میدان بدر سج رہا ہے اور کہیں شعب ابی طالب کی سنت زندہ ہو رہی ہے۔ کہیں تو سینکڑوں متوسلین کے جھرمٹ میں اسٹیج کی جلوت ہے اور کہیں بے خانماں تن تہا قید زنداں کی خلوت ہے۔ کہیں استقامت و عزیمت کے کوہ گراں ہیں تو کہیں عجز و انکساری، قربانی و ایثار کے گلستان پر بہا رہیں۔ کہیں تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف، تزکیہ و احسان، اصلاح و ارشاد، تصوف و سلوک کی راہیں اور منزلیں ہیں تو کہیں ذکر و اذکار، عبادت و ریاضت، دعاء و مناجات، رکوع و سجود، الحاح و زاری سے اشک روانی کے اچلتے چشتے ہیں۔ اس داستان حیات میں کہیں مناظرانہ مباحث کی پرہیز وادیاں ہیں تو کہیں ذہن سازی، اصلاح عقائد و تحفظ، مسلک اکابرین دیوبند کے وسیع میدان ہیں۔ غرض اس داستان کا ہر ورق خدمت دین کے کارہائے گراں نمایہ سے رنگیں، اس کا ہر صفحہ ایک مرد مومن کی مومنانہ زندگی کا آئینہ دار، اس کی ہر سطر دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت، اس کا ہر کلمہ کلمۃ الحق اور اس کا ہر حرف اخلاص و للہیت کا ثبوت ہے۔

جان کر منجملہ خاصان مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیانہ مجھے
اس داستان کا ایک ایک حرف ایک ایک نقطہ اور ایک ایک شوشہ پکار پکار کر گواہی دے رہا ہے۔
جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم
جو چلے تو جاں سے گزر گئے
((.....☆☆☆.....))

وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کی شخصیت اس قدر ہمہ جہت، متنوع، ہمہ گیر اور گونا گوں صفات کی حامل ہے کہ اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ وہ مجاہد بھی تھے زاہد بھی۔ وہ پیر طریقت بھی تھے مبلغ شریعت بھی۔ وہ مفسر قرآن بھی تھے محدث دوراں بھی، وہ محقق دوراں بھی تھے اور مؤرخ زماں بھی، وہ مرشد حق خدا پرست، متوکل علی اللہ، متقی عالم باعمل، بلاشبہ وقت کے امام اہل سنت اور مصلح امت تھے۔ حلیم و رضاء کا پیکر، اخلاص و للیت کا ہمہ، عہد وفا کا جبل استقامت، زہد و قناعت کی تصویر، صبر و شکر کا

صحیفہ، جرأت و بہادری کی تاریخ اور مصائب و مشکلات سے بھرپور ایک داستان ہے، ایثار قربانی کی ایک ایسی قابل رشک سرگزشت ہے، جس میں شاہراہ زندگی کے مسافروں کے لیے اس سفر کے مختلف پہلوؤں میں کامل راہنمائی کے لیے دافر سامان موجود ہے۔ ہر کوئی اپنے ذوق کے مطابق سیرت و کردار، فکر و عمل، استقامت و عزیمت، تحمل مصائب، محبت صحابہ رضی اللہ عنہم، اطاعت سنت، اتباع اسلاف و اکابرین، تعاقب رافضیت و خارجیت، رد فرق باطلہ میں مجاہدانہ کردار، قید و بند اور صعوبتوں کی زندگی کے رموز و اسرار اور تبلیغ دین کے کٹھن مراحل کو اس سرگزشت سے حاصل کر سکتا ہے۔ قرآنی واقعات قصص و قتال اور نبوی ارشادات کا مطالبہ بھی یہی ہے اذکر محاسن و موناکم (تم اپنے مرحومین کے کارنامے، نیکیاں اور محاسن کا تذکرہ کیا کرو) مقصد یہی ہے کہ صالحین کے حالات و واقعات آنے والوں کے لیے موعظت و نصیحت کا ذریعہ بن جائیں۔

((.....☆☆☆.....))

افسوس کرو، ایسا افسوس کہ خود افسوس کو بھی تمہاری یتیمی پر ترس آ جائے، تمہارے بے سہارا ہو جانے پر رحم آ جائے۔ تم نہیں جانتے کہ تم سے کسی عظیم الشان نعمت چھین لی گئی۔ تمہارا دامن ایک گوہر گر انمائیہ سے خالی کر کے جھٹک دیا گیا۔ تم کیا جانوں کہ کیسی متاع عزیز سے تم کو محروم کر دیا گیا ہے اور تمہیں خبر نہیں کہ اس جہان رنگ و بو میں سینکڑوں انقلاب آتے ہیں سورج اپنے سفر کی لاکھوں گردش کرتا ہے، طلوع و غروب کی لاکھوں منزلیں طے کرتا ہے، ڈوب ڈوب کر ابھرتا ہے اور ابھرا بھر کر ڈوبتا ہے اور چاند ہے کہ شب و بچور کا نقاب الٹنے میں نور آفتاب کی بھیک مانتے کی لاکھوں بار ذلت قبول کرتا ہے رات بے خوابی کے ہزاروں آنچل بدلتی ہے۔ برہا برس ستارے بے قراری و اضطراب میں انتظار کا عذاب جھیلتے محفل جمائے جما سکتے ہیں۔ اور عندیہ ناداں ہزاروں برس اپنی بے نوری پہ روتی ہے۔ تب کہیں جا کر قاضی صاحب جیسے لوگ بزم عشق کے افق پر دانائے راز بن کر طلوع کرتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو تاریخ انہیں اپنے ماتھے کا مجموعہ قرار دیتی ہے۔

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالہ حیل
تا بزم عشق یک دانائے راز آید برون
ہزاروں سال ز گس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایسے ستارے زمانے کے آسمان پر صدیوں بعد نمودار ہوتے ہیں۔ نور حق سے ظلمت باطل کا مقابلہ کرتے، شبستان شرک و بدعت کے دروہام کو نمودحر سے ہلاتے، اپنے حصہ کا کام کر کے آغوش خالق میں راحت و سکون کی ابدی نیند سو جاتے ہیں۔ تاریخ کا عنوان بنتے ہیں آنے والے ان کے نقش پاء کے ذرات کو چراغ راہ بنا کر منزل کا تعین کرتے ہیں۔ مستقبل کی عمارت ایسے ہی لوگوں کی سیرت و کردار کی خشت و گل سے تعمیر کی جاتی ہے۔

((.....☆☆☆.....))

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قدرت کی ان منتخب چیدہ اور چنیدہ شخصیات میں سے تھے جن کو خاص طور پر احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے کوئی طور پر نامزد کیا جاتا ہے۔ تاریخ کا ریکارڈ یہی ہے، بلکہ ہر فتنہ کی سرکوبی کے لیے قدرت زمانے اور حالات کی رفتار کے مطابق کسی نہ کسی حق کی علمبردار شخصیت کو کھڑا کر دیتی ہے جو اپنی قوت ایمانی سے باطل اور فتنہ کا بت پاش پاش کر کے رکھ دیتی ہے۔ ایسی شخصیات قدرت کا عطیہ، صداقت اسلام کی علامت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور امت مسلمہ کے لیے رحمت ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ کبھی فتنہ ارتداد اور منکرین زکوٰۃ کا سرکچنے کے لیے جرأت صدیقی میں ظاہر ہوا تو کبھی خوارج نہروان کا قلع قمع کرنے کے لیے اسد اللہ الغالب علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کی صورت برق و رعد بن کر نمودار ہوا۔ کبھی یزیدی مظالم و مفاسد کے سیل رواں کا رخ موڑنے کے لیے حسین کر بلا ابن خواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شکل میں عشق و وفاء کی لازوال داستان صفحہ عالم میں رقم کرنے کے لیے ظاہر ہوا ایک سولی پہ لٹک گیا اور ایک خاک و خون میں چنگ گیا۔ اور کبھی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ سراج الامت الامام ابو حنیفہ النعمان رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں خلیفہ منصور کے سر پر نرود کے کس بل نکالتا ہوا نظر آتا ہے تو کبھی امیر عزیمت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے جبل استقامت کے روپ میں فتنہ خلق قرآن کی سفاکیت و بربریت کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ کبھی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدانہ کردار کے انداز میں طوفان تاتار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوتا ہے تو کبھی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں احکام شرائع کے اسرار و رموز کی گھٹیاں سلجھاتا نظر آتا ہے۔ کبھی سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بن کر اپنے نانا کے دین کی حفاظت و احیاء کی خاطر سنگلاخ چٹانوں اور فلک بوس پہاڑوں کو تاریخ کر بلا کا سبق یاد دلاتا ہے۔ کبھی انگریز کی عیاریوں اور شاطرانہ چالوں کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی فہم و فراست، حکمت، دانائی بن کر ادھیڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ تو کبھی شیخ العرب والعجم مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی لکار بن کر موت کی آنکھوں میں آنکھیں دس کر دروٹ

حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ شیخ العرب سے حق کوئی دے باکی، مسلک اکابرین پر غیر متزلزل یقین و چٹنگی، مصائب و شدائد میں بے مثال ثبات و استقامت کی یہ وراثت آپ کے خلیفہ ارشد امام اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت قاضی صاحب بریلویؒ میں اس کمال سے منتقل ہوئی کہ دیکھنے والوں کو حضرت مدنی بریلویؒ کا مغالطہ ہوتا۔ آپ پر اپنے شیخ کا رنگ اس طرح چڑھا کہ پھر ہر رنگ پھیکا پڑ گیا۔ استقامت و جرأت، ہر باطل سے ٹکرانے اور پنچہ آزمائی کرنے کی اس روایت کے تسلسل کو جو اسلاف سے چلی آ رہی تھی۔ آپ نے امین بن کوپوریؒ کی حفاظت کی۔

((.....☆☆☆.....))

کذب و دروغ، دجل و تلمیس، اضلال و اغواء، الحاد و زندقہ، مکروفریب سے لیس کوئی بھی ایمان کا ڈاکو عوام الناس کے خزانہ ایمان کو لوٹنے کے لیے نمودار ہوا تو ایسے جادوگروں کا سحر توڑنے کے لیے ہر دور میں قدرت نے کوئی نہ کوئی موسیٰ کھڑا کر دیا جس نے آکر دلائل حق سے دجل و تلمیس کے سارے تار پود بکھیر کر رکھ دیے۔ دور حاضر میں فتنوں کی سرکوبی کا کام ذاتِ علیم و خبیر نے امام اہل سنت بریلویؒ سے لیا حضرت امام اہل سنت بریلویؒ کو حق تعالیٰ کی جانب سے یہ خاص ملکہ ودیعت ہوا تھا کہ ایسے مکاروں کی مکاری کو فراست ایمانی سے فوراً بھانپ لیتے تھے۔ حق کے معاملہ میں مصلحت، رواداری، چشم پوشی، درگزر، لحاظ تقدس و عظمت قسم کی بے جان اصطلاحات کی آپ کی لغت میں کوئی گنجائش نہ تھی دین کے معاملہ میں آپ نے اپنی شخصیت کو بھی حائل نہیں ہونے دیا۔ تصنیف، تحریر، تقریر، مناظرہ، جہاد غرض جس طرح بھی بن پڑا اظہار حق کا فریضہ بہر حال انجام دیا۔

حالات نے جو بھی کروٹ لی۔ حوادث کی آندھیاں کتنی ہی منہ زور کیوں نہ تھیں مضمار حق میں آپ استقامت کی تصویر بنے ڈٹے رہے۔ دور حاضر میں فتنوں کے منہ زور سیل رواں کے آگے بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو گیا۔ ہمت ہار بیٹھے، حوصلے پست ہو گئے، کسی نے سمجھوتہ کر لیا، کوئی مذاکرات کے داؤ پیچ میں الجھ گیا، کوئی رداء و رواداری اوڑھ کر مطمئن ہو گیا اور کوئی مصلحت کی چادر تان کر ساحل کے کنارے موجِ فتنہ کی حشر سامانیوں کا نظارہ کرنے کو تماشا ہو گیا۔ لیکن قاضی صاحب میدانِ مقابلہ میں حق کی سربلندی کے لیے علماء حق کی ایک قلیل جماعت کے ساتھ سینہ تان کر ڈٹ گئے اور جب ڈٹ گئے تو پھر نہ ہٹے، نہ بکے، نہ جھکے، نہ مذاکرات، نہ سمجھوتہ، نہ الیکشن کی مجبوریاں نہ ووٹ کی بیڑیاں، نہ شرکت اقتدار کی معذوریاں کچھ بھی نہیں صرف دین حق کی سربلندی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت کا دفاع اور مسلک حق اہل

سنت و الجماعت کی پاسبانی اور بس۔ یہی آپ کی متاعِ حیات رہی، یہی زادِ سفر تھا، یہی توشہٴ آخرت، یہی ترکہٴ زندگی، یہی ثمرہٴ محنت، یہی جمع کردہ میراث اور یہی نوے سال کی گردشِ لیل و نہار کا خاتمہ اور نتیجہ ہے۔ اس درویشِ خدا مست کا کامل اثاثہ فقط رضا، حق، عشقِ صحابہ، جنتِ اور محبتِ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ اس اثاثہ کی حفاظت کی خاطر آپ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ نحیف و نزار، ضعیف الجسم، غنیدہ کمرِ شریعت محمدیہؐ کے اس عظیم جرنیل نے زندگی کی آخری سانس تک عزم و استقامت کی ایک نئی تاریخ رقم کی۔ آنے والے مؤرخ کے لئے ایک روشن تاریخی شاہکار کا وسیع اور وافر سرمایہ فراہم کیا جو مستقبل میں عقائدی مسافر کے لیے ایک طویل عرصہ تک مضبوط بنیاد فراہم کرتا رہے گا۔ اکابرینِ علماء، دیوبند نے حق کی جوشع روشن کی فتنوں کی تندہ تیز آندھیوں میں مضبوط علمی بنیادوں پر حضرت قاضی صاحب نے دلائل و براہین کے ساتھ کمالِ جرأت و بہادری سے اس کی حفاظت کا حق ادا کر دیا۔ مودودیت کی محر انگیز ہوائیں ہوں یا رافضیت کے منہ زور طوفان، خارجیت و یزیدیت کی تیز آندھیاں ہوں یا مہماتیت کے منافقت میں بچے ہوئے تیر و سناں، باطل کی کوئی بھی شورش اس چراغ کو بجھانے کی جس کو اسلاف کی اتباع میں اکابرین نے فروزاں کیا اور قاضی صاحب نے اپنے وجود کو اس کی حفاظت کے لیے حصار بنا دیا۔

ہوا گو تند و تیز تھی چراغِ اپنا جلتا رہا
وہ مردِ درویش کہ جس کو حق نے دیئے اندازِ خسروانہ

((.....☆☆☆.....))

حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کی تاریخِ عزم و ثبات اور استقامت و جرأت کی تاریخ ہے۔ تاریخ کی عمارت کو قائم کرنے میں جہاں ایک طرف ایمار، قربانی، تقویٰ، خلوص، توکل علی اللہ اور علمی و عملی جدوجہد کو دخل ہے وہاں آپ کی اعلیٰ نسبی، خاندانی شرافت اور پاکیزگیِ خون کی بھی ضرورت آ میزش ہے۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی روایت اور حق کو اس طرح بر ملا کہہ دینے کا دستور ”کہ حق ادا ہو جائے“ اس خاندان کا امتیازی وصف ہے۔ موجِ حوادث کی طغیانی کتنی ہی خطرناک کیوں نہ ہو اور حالات کی نزاکت کا بڑے سے بڑا تقاضا کیوں نہ ہو نتائج سے بے بہرہ ہو کر میدان میں خم ٹھونک کر جم جانا ہی خاندانی شرافت اور اصلی خون کی دلیل ہے اور یہ دلیل جب واقعات کی دنیا میں سورج بن کر طلوع ہوتی ہے تو دشمن بھی ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ شریفِ النسب ایسے ہی جری اور بہادر ہوا کرتے ہیں۔ آپ سوچیں کہ ایک شخصِ وطن سے بے وطن حالاتِ مسافرت میں طویل مسافت پر گھر سے دور تنہا نہ

کوئی حمایت نہ کوئی سفارش بس ایک وہ اور دوسری خدا کی ذات محض حق کی سر بلندی کی خاطر دشمن کے علاقہ میں ایک کمرہ عدالت کے اندر ملزم کی حیثیت سے ایک اہم جماعت کے مقتدا اور پیشوا کو زمین پر بیچ دے۔ جماعت بھی وہ جس کی پشت پر حکومت وقت کے سارے وسائل موجود ہوں نہ گرفتاری کا اندیشہ نہ توہین عدالت کا کھٹکا نہ قتل کا اضطراب نہ حملہ کی فکر یہ کمال جرأت نہیں تو اور کیا ہے۔ یقیناً یہ جرأت ودلیری کسی شرافت اور ایمانی غیرت کا کارنامہ ہے۔ یہ کارنامہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے والد گرامی قدر حضرت مولانا کرم الدین دیر رحمہ اللہ نے انجام دیا۔ جب انگریز جج نے اپنے پروردہ جھوٹے مدعی نبوت کو کمرہ عدالت میں کرسی پیش کی مرزا قادیان جوں ہی کرسی پر بیٹھنے لگا تو آپ نے کرسی کھینچ لی۔ مرزا بے خیالی میں دھڑام سے نیچے گرا اور ساتھ ہی اس کی جھوٹی نبوت کا خیالی محل بھی نیچے آ رہا۔ بے باکی کی ایسی مثالیں تاریخ میں خال خال ملتی ہیں ایسی مثالیں وہی لوگ قائم کرتے ہیں جن سے قدرت نے رزم گاہ دنیا میں غلبہ اسلام کا کام لینا ہو۔ مولانا دبیر رحمہ اللہ کی یہ علمی و عملی اور دین کے معاملہ میں غیور جسور ہونے کی میراث پورے طور پر حضرت امام اہل سنت میں منتقل ہوئی۔ اپنے والد گرامی قدر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس روایت کو ایسی خوبی سے نبھایا کہ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی کمزوری، مغلوبیت، ضعف اور حیانت کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دیا اور قریب آنے بھی کیسے دیتے کہ آپ کی رگوں میں دوڑنے والے خون کے ایک ایک قطرہ میں فاروقی غیرت، حیدری جذبہ اور حسینی ولولہ موجزن تھا۔ عشق صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایسی روح بھری ہوئی تھی کہ جس نے کمزور سے جسم کو ساری زندگی بلا حاکم متحرک رکھا۔ ہر وقت ایک ہی دھن سوار رہی کہ کسی طرح سنی عوام کے عقیدوں کی اصلاح ہو جائے۔ مقام صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھ آ جائے اور اہل سنت خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنی اس عظیم نسبت سلیت کو سمجھنے والے بن جائیں۔

((.....☆☆☆.....))

امیر عزیمت حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کسی نے کہا حضرت! جن لوگوں نے آپ پر مصائب شدائد کے پہاڑ ڈھائے آپ نے ان کے لیے بددعا نہیں فرمائی۔ آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ کوڑے مارنے والا جب کوڑا برساتا ہے تو میں ہر ضرب کے ساتھ ہی اس کو معاف کر دیتا۔ اللہ والے یوں ہی کرتے ہیں کہ انہوں نے کبھی بھی انتقامی جذبہ کے تحت بڑے سے بڑے دشمن کے لیے بھی اپنی ذات کو نزول عذاب الہی کا عنوان نہیں بنایا۔ طاغوت و جبروت کی ہر آندھی میں وہ پھول کی طرح مسکراتے،

طوفانوں کے قلب و جگر کو بھی اپنی دلاویز خوشبو سے موطر کرتے ہیں۔ قائد اہل سنت حضرت قاضی صاحب بریلوی کے متعلق کون نہیں جانتا کہ آپ پر دین کی خاطر کسی کیسی سختیاں اور تکلیفیں آئیں۔ مصائب و شدائد کی بھی میں جھونکے گئے جیل کی سلاخیں مقدر بنیں۔ عالم پیری میں جگر کے ٹکڑوں کو قید سزائے موت سنائی گئی۔ لیکن تسلیم و رضا کے اس پیکر نے کبھی بھی حرف شکایت تک زباں پر نہیں لایا۔ حضرت قاضی صاحب بلند ہمتی، جفاکشی عزم و ثبات تقویٰ و للہیت کی عجیب تصویر تھے اس تصویر میں فقط صغۃ اللہ کا عکس نمایاں تھا اور جس میں اللہ کا رنگ غالب ہو وہاں ہر رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ آپ کی ذات فنا فی اللہ ہونے میں اسلاف کا کامل نمونہ تھی اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر جو کچھ آپ پر گزرا، اسے اپنی ذاتی وجاہت و وقار، عزت و عظمت، خود نمائی اور خود ستائی کا ذریعہ نہیں بنایا۔ بظاہر نہ جوش خطابت تھا نہ الفاظ کی سحر گری ”نہ عبارت آرائی نہ قافیہ بندی“ نکات و لطائف کی دلاویزی، نہ ترم و آہنگ کا زیر و بم بس اخلاص تھا صداقت تھی جو انتہا سادگی کے ساتھ بغیر کسی تکلف و تصنع کے امت کے سامنے پوری دیانتداری کے ساتھ پیش کر دی۔ اظہار حق میں کسی رعایت و چلک کے روادار نہیں تھے۔ بڑی سے بڑی شخصیت کا تقدس، علم و فضل کا کمال، حیثیت و مرتبہ کا عروج، بلندی شہرت کا رعب و دبدبہ کلمہ خیر کہنے سے مرعوب نہیں کر سکا۔ لیکن اختلاف رائے کو آپ نے کبھی ذاتی عناد کی اساس نہیں بننے دیا اور نہ کبھی ایسے ہوا کہ فکر و نظر کے اختلاف نے آپ کی اعلیٰ اخلاقی قدروں شفت، ہمدردی ذرہ نوازی، اکرام مہمان اور ہر چھوٹے بڑے کی عزت و احترام کو پس پشت ڈال دیا ہو۔ انی نظیم المرتبت شخصیت ہو کر بھی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم کا اکرام کرنے میں بھی آپ نے کبھی عار محسوس نہ کی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ میں اور مولانا محمود الرشید حدوٹی، مولانا محمد الیاس سرگودھوی زیارت و ملاقات کی غرض سے چکوال پہنچے۔ حضرت کو اطلاع دی گئی آپ نے کاشانہ اقدس پر بلا بھیجا۔ حاضر ہوئے آپ نے کمال شفت و محبت سے زیارت و ملاقات کا شرف بخشا۔ خود ہی حضرت گھر سے کھانا لائے خود تو اپنی مخصوص بیت نشت کے ساتھ بیٹھ گئے اور ہمیں کھانا تناول کرنے کا حکم دیا ہم نے وہ پرانوار کھانا کھایا اس دوران حضرت بڑی محبت سے ہمیں تکتے رہے سروریت آپ کے چہرے پر کھلتی رہی۔ اپنے محبوب ﷺ کی حدیث اکرموا الضیف پر عمل کرنے کا محل دیکھ کر نہ جانے آپ کے قلب و جگر پر فرحت و خوشی کے کتنے قافلے گزرے ہوں گے۔ ہم ایک طرف اپنی حیثیت کو دیکھتے دوسری طرف آپ کے شان و مرتبہ اور اکرام و اصاغر کو تو سخت ندامت شرمندگی محسوس ہوتی اور جب رات کو سونے کے لیے مدرسہ اظہاء الاسلام کے مہمان خانہ میں پہنچے تو یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حضرت نے اپنے گھر سے ہمارے سونے کے لیے بالکل نئے بستر بچھوا دیے

گلشن اہل سنت..... کے باغبان

☆ مولا ناسید عصمت شاہ کاظمی ☆

اہل حق کا مشن

خاتم النبیین آقائے دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد پوری اسلامی ریاست قیصر و کسریٰ جیسی بڑی طاغوتی طاقتوں کے گھرے میں تھی جو مسلمان قوم کو ایک تر نوالہ جان کر نکلنے کے پروگرام میں تھیں! دھر ریاست اسلامی کے اندر کچھ مار آستین چھپے پڑے تھے۔ یک لخت انہوں نے سر اٹھایا اور ملت اسلامیہ میں شامل رہتے ہوئے دین میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف عمل ہو گئے۔ کئی سادہ لوح عوام جو مسلمان تو ہو چکے تھے مگر ایک گھڑی بھی صحبت نبوی ﷺ سے فیض یاب نہ ہوئے تھے اور اکثر در پردہ منافق مالک بن نویرہ وغیرہ عرب سرداروں کے گرد جمع ہوئے اور اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے اہم رکن زکوٰۃ کا ایک بودی اور ریک تاویل سے انکار کر دیا۔ یہ نامراد گروہ مشرک بھی نہ تھا اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کا منکر بھی نہ تھا۔ صرف نماز اور زکوٰۃ کے قرآنی احکام میں تاویل کا مرکب تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ زکوٰۃ نبی اقدس ﷺ کے ساتھ خاص تھی اور قرآن کریم کی آیت مبارکہ کو بطور دلیل پیش کرتے تھے۔

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتذكيهم بها .

اس بنا پر ان کا کہنا تھا کہ آیت کریمہ میں مخاطب رسول اقدس ﷺ ہیں آپ ﷺ کی رحلت کے بعد کسی کو زکوٰۃ لینے کا حق نہیں دوسرا گروہ جو تین افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ایک تو حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی واصل جہنم ہو چکا تھا مگر اس کے نام لیا موجود تھے دیگر دو میلہ کذاب اور طلحہ اُسدی تھے یہ تینوں اور ایک سجاج نامی عورت ان کے علاوہ تھی ان میں سے ہر ایک مدعی نبوت تھا اور ہر

ایک کے ہمراہ اچھی خاصی مرتدین کی جمعیت تھی۔ مالی طور پر بھی یہ لوگ مضبوط تھے جنگ جو بھی تھے اور آپ ربہود کی نبوت و رسالت کے اقراری بھی تھے گویا کہ صرف عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے نماز اور زکوٰۃ حج عمر کی تبدیلی کا ثبوت نہیں ملتا۔ ان حالات میں سربراہ مملکت امیر المؤمنین خلیفہ الرسول بلا فصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے بیک وقت کئی چیلنج تھے جن کا سامنا آپ کو کرنا تھا۔

جہلی اور عام فہم صورت یہ ممکن تھی کہ ماہنین زکوٰۃ اور منکرین ختم نبوت کے ساتھ مصالحت فرما لیتے اور بیرونی طاقتوں سے نمٹ لیتے جب کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے بھی تھی جس کو آپ رضی اللہ عنہ نے ٹھکرا دیا۔ ایماندار آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ انہوں نے غلطی کی۔ اگر غلطی ہوتی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ساتھ شامل نہ ہوتے اور نہ ہی خولہ نامی لونڈی غیبت میں سے وصول کرتے۔ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا وجود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اقدام کے مبنی برحق ہونے کا اصل ثبوت ہے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ تمام فتنوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے اور تمام تر وسائل بروئے کار لا کر اگرچہ جان کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے اور اٹھنے والے ہر فتنہ کو اس کے منطقی انجام تک پہنچایا جائے۔ تصدیق شاہد ہے کہ انہوں نے بھی دوسری صائب صورت اختیار فرمائی اور یہی ان کے دین و مذہب کا تقاضا تھا اور بر ملا مجمع عام میں یہ آواز بلند ہوا۔

لَمَ الدِّينَ وَانْقَطَعَ الْوَحْيُ اِنْ بَقِيَ وَلَمَّا حَسِيَ .

”اللہ کا دین کھل ہو چکا اور سلسلہ وحی کا (ہر طرح) منقطع ہو چکا ہے اس کا دل دین میں نقص واقع ہوا اور میں زندہ رہوں یہ ناممکن ہے۔“

اور پھر کرائے اور ایسا کرائے کہ فتنوں کا نام و نشان تک باقی نہ چھوڑا۔ مگر بات یہ تھی کہ اس دور میں مسلمان اطاعت سے سرشار اور فیضان رسالت کے نور سے معمور تھے انہوں نے اگر رائے دی تو وہ بھی مخلصانہ تھی اور شرح صدر ہو جانے کے بعد ساتھ ہوئے کامیابی ملنے کے بعد ہر ایک نے خراج تحسین پیش کیا بلکہ اعتراف کیا کہ ہم نے ابتدا میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اقدام کو مناسب نہ جانا لیکن اب ہم ان کے مدح خواں ہیں کہ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی بہت سوں نے یہ مشورہ دیا کہ جان بچائیں وقتی فائدہ اٹھائیں مصلحت اختیار کریں۔ امام احمد بن حنبلہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایسے ہی مشورے دیئے گئے لیکن وہ لوگ جان دے گئے مگر اپنے صائب و درست موقف کی قربانی دینا گوارہ نہ کیا۔ طاغوتی طاقتوں کے ظلم ہے، اپنوں کی ہے وفا کی برداشت کی، جان چلی گئی مگر ہزاروں کا ایمان بچ گیا۔ مذہب ا

اور دین کے خلاف الحاد و بدعت کی ایجاد، دین کے نام نہاد مفکروں، خود ساختہ محققوں اور مبلغوں، نفس اور شیطان کے بندوں، غیر کے باتوں کھیلنے والے ناما قبلت اندیشوں، دینی مزاج سے ناشاد دولت مندوں کی طرف سے مخالفت ہوتی رہی اور ہر دور میں اہل حق ان کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ ماضی قریب میں جماعت دیوبند کا پورا ریکارڈ ہمارے سامنے ہے جنہوں نے گوری سرکار کی ایک طرف خیندیں حرام کی اور دوسری طرف قادیانیت، نیچریت، فتنہ انکار حدیث، انکار ایمان صحابہ، جوہج، انکار فتنہ و تصوف جیسے درجنوں فتنوں کا جگر توڑ مقابلہ کیا اور مسلمان قوم کی ایمانی متاع کی مقدور بھر حفاظت فرمائی۔ بے زر ہونے کے باوجود گزشتہ بیڑہ صدی تا قیام قیامت ان کی جرأت خداداد بصیرت مومنانہ اور بہادری کی گواہ رہی ہے۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا۔ میرے پاس اس کا جو جواب ہے وہ یہ ہے کہ (۱) ہمارے اکابر جامع کمالات ہونے کے باوجود اپنی رائے کو سلف کی رائے کے سامنے بیچ جانتے تھے۔ (۲) وہ محقق ہو کر مبتلہ تھے۔ (۳) خیر القرون سے وابستگی ان کی متاع عظیم تھی۔ (۴) وہ اصول سے فروغ اخذ کرنے کے عادی تھے فروغ کو اصول نہیں بناتے تھے۔ (۵) دولت مندوں جاگیرداروں کی دیوزہ گرنی ان کا شیوہ نہ تھا۔ (۶) کچھ قبر کی طرح کچھ مکان کچھ مسجد کچھ مدرسہ کچھ خانقاہ۔ سادہ لباس، سادہ برتن، سادہ خورد و نوش ان کا طرز افتخار تھا۔ (۷) انہوں نے اپنا نظام تعلیم اغیار سے مرعوب ہو کر مصری علوم کے دغریب نعرہ سے آلودہ ہونے دیا نہ کمزور ہونے دیا۔ (۸) اگر کسی کو اخلاص کی بدولت کہیں شہرت مل گئی دولت دنیا نصیب ہو گئی تو اسے مالی شان بگم تعمیر کرنے میں صرف نہیں کیا اور نہ ہی اپنی اولاد کو دولت کے نشہ میں مغموم ہو کر دینی علوم سے بے بہرہ کیا۔ بلکہ دنیا کو دین کی ترقی پر لگایا۔ سید حسین احمد مدنی بیسٹہ سے لے کر اوپر کی طرف نظر دوڑائیں تو ہمارے اسلاف لاکھوں مریدوں کے پیر ہزاروں شاگردوں کے استاد تھے۔ ایک شیخ مدنی نور اللہ مرقدہ کے دسترخوان پر ہر کھانے کے وقت کم و بیش ایک سو آدمی کھانے والا ہوتا تھا اور ان کو ملنے والا نذرانہ نادار طلباء، غریب عوام پر صرف ہوتا تھا۔ کل کی بات ہے اپنا مشاہدہ ہے امیر شریعت کا جنازہ کرایہ کے مکان سے اٹھا ہے۔ مولانا اہل حسین اختر کا کوئی مکان نہ تھا۔ مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی۔ مفکر اسلام حضرت مفتی محمود بیسٹہ کے جنازے کے کچے مکانوں سے اٹھے۔ بلکہ بہت قریب نظر دوڑائیں تو سب کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرنے والے امین ملت مولانا محمد امین اوکاڑوی بیسٹہ کا جنازہ ہم نے کچھ حویلی سے اٹھایا ہے۔ ان لوگوں کو دنیا چاہتی تھی۔ لوگ ان سے خائف تھے بلکہ امراء، علماء، عوام کی یہ

مجبوری تھی لیکن قلم سے حالات سے مرعوب نہ تھے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ انہوں نے دین اور دنیا داروں اور دنیا کی سمیت نہیں چڑھنے دیا دنیا کو دین پر لگایا۔ ہم کو بھی بیک ٹینس کا رنر۔ باز مریدوں والے ہو کر آج خوف زدہ ہیں اور دنیا کے لیے شکر ہیں اور وہ بے فکر تھے۔ ہم خوف زدہ ہیں ان کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ تھا وہ فریب نادار علماء کی تنقید نہیں کرتے تھے اور ہم شرمندہ کرنے میں شام محسوس نہیں کرتے۔ حسد نام کی چیز ان کے پاس نہ تھی۔ طلباء کے نام آنے والا چندہ اپنے لادلوں کے پاکٹ فون پر صرف نہیں ہوتا تھا۔ آخری حد یہ تھی کہ وہ صلیت پسند نہیں تھے۔ مد فسمتی ہمدای کہ قسیم ہند کے بعد وہ لوگ رفتہ رفتہ رخصت ہوتے گئے اغیار نے ان کے نام لیاؤں پر کچھ ایسا جا دو کیا کہ پہلے تو ان کو ان کے آباء کے اصولوں سے برگشتہ کیا اور اپنی قدیم پالیسی کو اپنا کر ان میں وہ پھوٹ ڈالی کہ کسی کو کچھ پتہ نہ چلا ہم ایک ہونے کے باوجود بکھر کر رہ گئے۔ دیوبندیت کے نام پر کڑے کھا کر عقائد و نظریات تبدیل کیے ان کو تو واقعی الگ ہونا چاہیے تھا بلکہ بہت پہلے الگ کر دینا چاہیے تھا جو ہونے کے باوجود ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ مگر محمد یہ ہے کہ ابھی تک جن کے نظریات ایک ہیں افکار ایک ہیں اصول شنی کے باوجود اصول ایک ہیں دعویٰ کی حد تک فروغ بھی ایک ہیں وہ بھی متحد نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس امت مرحومہ پر رحم فرمائیں۔ آمین

حضرت قائد اہل سنت سے تعارف

بندہ کو اپنے سنی دیوبندی ہونے پر فخر ہے اور بطور تجدید نعت عرض کرتا ہوں کہ یہی لوگ دین حنیف کے پہرے دار ہیں اور ان سے وابستگی دنیا اور آخرت کی متاع ہے۔ غالباً دس سال عمر تھی جب میں اپنے بڑے دو بھائیوں سمیت ۱۹۶۰ء میں دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں آخری دو پاروں کی تکمیل حفظ کی غرض سے قاری افتخار احمد قیصر بیہیہ کے ہاں داخل ہوا انہیں دنوں حکیم الامت حضرت تھانوی بیہیہ کے خلیفہ اجل حضرت مفتی محمد حسن صاحب بیہیہ کا انتقال ہوا تھا لاہور میں ہونے والے تعزیتی جلسوں میں قاضی مظہر حسین صاحب کا نام سننے میں آیا۔ چھوٹے طلباء کو مدارس میں اجتماعات میں جانے کی اجازت نہ ہوتی تھی بڑے طلباء کرام جاتے اور واپس آ کر بتاتے کہ فلاں فلاں علماء کو ہم سن کر آئے ہیں جن میں حضرت کا نام بھی ہوتا جمعیت علماء اسلام کا ہفت روزہ ترجمان اسلام شیخ المنیر حضرت لاہوری بیہیہ کا ہفت روزہ خدام الدین بھی طلباء لے آتے ان دنوں غالباً حسرت پنجاب میں جمعیت

کے امیر تھے ان رسائل میں بھی گا ہے بگا ہے نام آتا رہتا تھا اور مجھے ان رسائل کے پڑھنے کا نہ صرف شوق بلکہ ہون تھا۔ خدام الدین کا ادارہ یہ تو خاص میری ان دلوں غذا تھی مجاہد ملت مولانا ہزاروی اکثر تحریر فرماتے تھے اور میرا مولانا ہزاروی سے دلی تعلق تھا۔ حفظ کی تکمیل کے بعد کتب کا دور شروع تھا فارسی پڑھنے کے لیے میں مدرسہ جامعہ اشرفیہ شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ میں ۱۹۶۲ء میں داخل تھا۔ انکار حیات الانبیاء کا فتنہ پیدا ہوئے چار سال ہونے کو تھے۔ طرفین میں بحثیں ہوتیں چیلنج بازی گجراتی صاحب کا مشغلہ تھا ایک دن خدام الدین میں خبر آئی سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کا چیلنج منظور از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب پکوال، مہتمم مدرسہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب انور مدظلہ نے یہ خبر پڑھی اور اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے فرمانے لگے کہ اب مزا آئے گا چوٹ سخت ہے مناظر ابن مناظر نے چیلنج قبول کر لیا ہے۔ مولانا عبداللطیف انور مدظلہ جامعہ رشیدیہ سایہ وال کے فیض یافتہ ہیں اور اکابر کے اندھے مقلد ہیں اس وقت جو ان سال تھے فرمانے لگے کہ میری بات یاد رکھنا میں قاضی صاحب کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں اور بخاری صاحب کو بھی گجراتی صاحب اس شخص یعنی قاضی مظہر حسین صاحب کے مقابلہ میں نہیں آئیں گے وہ دن گزرے چند دن بعد تمام رسائل میں یہ بات آئی کہ مماتی ٹولہ مناظرہ سے جان چھڑا گیا۔ انہیں دنوں سکرم میں مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا لعل حسین اختر سے بھی مناظرہ ہونا تھا جو نہ ہوا اور مولانا عبداللطیف انور کی پیش گوئی نہ صرف یہ کہ صحیح ثابت ہوئی بلکہ بانی فتنہ چیلنج ۱۹۵۸ء سے لے کر تادم آخر کرتے رہے لیکن جب چیلنج قبول ہوتا تو کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر جان چھڑا لیتے۔ موصوف میدان مناظرہ کے شاہسواروں سے کئی کتراتے اور مدارس کے علماء وغیرہ کو چیلنج کرتے پتہ تھا کہ یہ مناظر نہیں۔

حضرت قاضی صاحب سے یوں تعارف ہوتا رہا اپنی عمر کے ساتھ ان کی عقیدت بھی بڑھتی رہی مولانا ہزاروی رحمہ اللہ نے مجھے مدرسہ رشیدیہ جامع مسجد پٹولیاں مولانا محمد الیاس صاحب فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور کے ہاں داخل کرا دیا۔ یہاں مولانا الیاس صاحب کے علاوہ دوسرے استاذ حضرت مولانا حمید الرحمن عباسی زید مجدہ بھی تھے۔ ایک دو اسباق کے علاوہ تمام اسباق مولانا عباسی ہی کے پاس تھے آپ میرے ہم وطن بھی ہیں اللہ سلامت رکھے۔ مولانا محمد الیاس صاحب چونکہ حضرت قاضی صاحب کے مرید صادق تھے بلکہ فانی الشیخ تھے اکثر اپنے مرشد کا تذکرہ فرماتے اور آب دیدہ ہو جاتے۔ ابتدائی کچھ ماہ کے علاوہ مدرسہ کے مخصوص وقت کے سوا میرا قیام قریب ہی ہیری والی مسجد سامنے ٹکلی میں ہوتا تھا۔

ظہر تک مسجد پنولیاں اور پھر شام تک بیری والی مسجد۔ بعد مغرب ہم پھر تکرار کے لیے آجاتے تالاب کی چھت پر مولانا محمد الیاس ہمیں بٹھا لیتے سبق بھی پڑھاتے اور اپنے شیخ سمیت اکابر کا تذکرہ بھی ہوتا گویا یہ وقت تربیت کا ہوتا تھا۔ وقت گزرتا گیا ایک دن ہم دوپہر کے وقت مسجد کے محن میں تکرار میں مصروف تھے کہ اچانک مولانا جہلمی اور حضرت قاضی صاحب پنولیاں والی مسجد میں داخل ہوئے دونوں بزرگ کھدر پوش، ہاتھوں میں عصا، پر وقار طریق سے تشریف لائے ہم سب احتراماً کھڑے ہو گئے سب طلباء نے مصافحہ کیا مسکراتے چہرے سے حضرت چھت پر چلے گئے مولانا عبداللطیف جہلمی میرے ساتھ شفقت فرماتے تھے دل لگی کے لیے کھڑے ہو گئے کچھ دیر بعد وہ بھی اوپر چلے گئے۔ طلباء نے بتایا کہ یہ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب ہیں۔ بس وہ دن اور حضرت کی وفات تک ایک طویل دور ہے۔ اللہ نے خدمت کا موقع دیا ملاقاتیں ہوئیں مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملا بارہا حضرت کے ہمراہ اسفار کیے چند یادیں سبق آموز حاضر ہیں۔

میرا اب تک مزاج ہے کہ گھنٹوں بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنے کے باوجود بلا ضرورت بولتا نہیں تھا۔ جب ملاقات ہوتی پوچھتے کیا پڑھتے ہو کون کون سے اسباق ہیں؟ ایک دفعہ پنولیاں والی مسجد میں آپ نے اور مولانا نذیر اللہ خان نے ہمارا امتحان بھی لیا اور بچہ جان کر سر پر ہاتھ بھی پھیرا اور شاباش بھی دی خوب پہچان کرتے ہر موقع پر ساتھیوں کی اصلاح فرماتے۔ جمعیت علماء اسلام میں جب تک رہے اپنی ذمہ داری کو پوری طرح نبھایا اس دور کی کارکردگی یقیناً ریکارڈ میں موجود ہوگی۔ غالباً ۱۹۶۶ء کی بات ہے مولانا دوست محمد قریشی کے ہاں رجب کی چھٹیوں کے بعد تبلیغی کورس تھا میں بھی وہاں چلا گیا۔ مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری، مولانا محمد نافع مدظلہ، علامہ خالد محمود مدظلہ، بلخصوص حضرت مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی زید مجدہ نے مختلف اوقات میں طلباء کو مناظرہ پڑھانا تھا۔ انہیں دنوں حضرت نے جامعہ رشیدیہ بھکر کے سالانہ جلسہ میں حافظ ممتاز صاحب کے ہاں بیان فرمانا تھا ایک صاحب جو حضرت کے واقف کار عقیدت مند تھے انہوں نے علامہ قریشی سے عرض کیا کہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب لمان سائیڈ سے تشریف لا رہے ہیں۔ ظہر کے بعد جامعہ رشیدیہ میں حضرت کا خطاب ہے اگر آپ فرمائیں تو انہیں صبح دس بجے ٹرین سے لے لیا جائے اور ایک گھنٹہ وہ بھی طلباء کو خطاب فرمائیں۔ حضرت قریشی صاحب نے فرمایا کہ ان کو راضی کر لو اس میں ہماری خوشی ہے۔ اس دن صبح چند طلباء کو لے کر صاحب موصوف ریلوے اسٹیشن پر جا دھمکے۔ گاڑی سے حضرت قاضی صاحب اترے ساتھ ایک معمر

بزرگ اور بھی تھے اترتے ہی پوچھا بھکر پہنچانے کا آپ کے پاس کیا بندوبست ہے؟ صاحب موصوف نے عرض کیا کہ حضرت میں نے گارڈ اور اسٹیشن ماسٹر سے بات کر لی ہے جب تک آپ نہیں آئیں گے وہ گاڑی روک رکھیں گے۔ حضرت کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور ان صاحب سے فرمایا کہ میری وجہ سے وہ عوام جو سینکڑوں کی تعداد میں مسافر ہیں ان کے سامنے گاڑی خراب ہونے کا بہانہ بنا کر جھوٹ بولیں گے اور مسافروں کو اذیت ہوگی۔ وہ صاحب تو ڈانٹ پی کر بولنے کی جرأت نہ کر سکے اب حضرت نے گاڑی کے عملہ سے بات کی اور گاڑی چلانے کو کہا گاڑ صاحب کہنے لگے مولوی صاحب آپ اگر ان کے بزرگ ہیں تو ہمارے بھی بزرگ ہیں کیا حرج ہے حضرت نے گاڑ سے کہا آپ مجھ پر رحم کریں اتنے لوگوں کو پریشان ہونا پڑے میری وجہ سے یہ خاک بزرگی ہے گاڑی چلائیں اور اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کریں اب بات مکمل چکی تھی عوام کا جھوم حضرت کی باتوں پر آفرین آفرین کہہ رہا تھا عملہ نے گاڑی چلانے میں ہی عافیت جانی پلیٹ فارم پر کھڑے کتنے لوگ متاثر ہوئے ہوں گے اور پھر حضرت نے واشکاف الفاظ سب لوگوں سے معافی مانگی اور جس صاحب سے تصور ہوا تھا ان کے متعلق بھی لوگوں سے کہا انہوں نے یہ غلطی کی ہے جو دس منٹ ان کی حرکت سے آپ کو تکلیف ہوئی ہے ان کی طرف سے بھی معافی مانگتا ہوں۔ حضرت قاضی صاحب اپنے رفیق سمیت گاڑی پر سوار ہوئے۔ گاڑی چلی گئی ناکام داعی جب مدرسہ حضرت قریشی کے پاس پہنچے تو حضرت قریشی بھی ان پر برس پڑے کہ تم نے مجھے بتا دیا ہوتا کہ تم بندوبست نہیں کر سکتے تو میں اور بندوبست کر لیتا اور حضرت ناٹم پر پہنچ بھی جاتے طلباء محروم بھی نہ رہتے خوب ڈانٹا صاحب موصوف شرمسار تھے ندامت سے کچھ نہ بولے حضرت قریشی نے فرمایا اللہ والوں کی یہی شان ہوا کرتی ہے ہمارے اکابر ایسے ہی تھے پھر کئی واقعات سنا ڈالے.....

بنا کر دند خوش رے بجاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت قاضی صاحب کا چیلنج

ہمارے والد گرامی نور اللہ مرقدہ نے ایک واقعہ سنایا غزوی حبیب اللہ شہر سے قریب چار میل کے فاصلہ پر مشہور گاؤں دوگاہ میں ایک مولوی صاحب جو پرانے آدمی تھے طویل عرصہ سے دوگاہ میں امام و خطیب تھے آئے دن نظریات بدلنے میں سرور محسوس کرتے تھے۔ فیصلہ مکہ نامی کتاب جو غیر مقلدین نے

مولوی ثناء اللہ مرحوم امرتسری کے خلاف لکھی اس پر ان کے دستخط بھی ہیں۔ موصوف نے جمعہ کے اجتماع میں حیات مسیح علیہ السلام کا انکار کیا اور احادیث رسول مجتہد کا مذاق اڑایا۔ صحاح ستہ کو کوزہ کرکٹ کا ڈھیر قرار دیا۔ اکثر لوگ آں موصوف کے شاگرد تھے کئی سال ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کر چکے تھے مولوی صاحب کو معززین کی پشت پناہی بھی حاصل تھی کچھ تو احترام ادا اور کچھ معززین کے دباؤ سے نہ بولے۔ لیکن مولوی صاحب سے گاہ بگاہ تکرار شروع ہو گئی مولوی موصوف اپنے خیالات کی تبلیغ میں مصروف عمل رہے۔ باطل پرستوں کا دھیرہ ہر دور میں یہی رہا ہے کہ پہلے اپنے عقیدت مند پیدا کرو بعد میں باطل نظریات کی تشہیر کرو۔ عوام میں بیجان بڑھتا رہا لیکن مولوی صاحب کا سامنا کوئی نہ کرتا تھا۔ مسجد ان کے عقیدت مندوں کے سوا سب نے چھوڑ دی یہ سلسلہ کئی سال چلا آ کر مجبور ہوئے اور طے پایا کہ مولانا غلام غوث ہزاروی بیٹھنے سے رابطہ کیا جائے اور اس فتنہ کا دلائل سے مقابلہ کیا جائے مجاہد ملت مولانا ہزاروی بیٹھنے نے احباب کو مشورہ دیا کہ بجائے مناظرہ کے دو گاہ کی جامع مسجد میں جلسہ ہو اور مناظرہ تائب علماء کو مدعو کیا جائے یہ نیزا مولانا ہزاروی بیٹھنے ہی نے اٹھایا اور پاسان اہل سنت حضرت مولانا محمد غنی جالندھری صاحب بیٹھنے مناظرہ اعظم علامہ لعل حسین اختر بیٹھنے خود مولانا ہزاروی بیٹھنے اور چکواہل سے حضرت قاضی صاحب بیٹھنے کو بلایا گیا جلسہ کے دن شدید بارش شروع ہو گئی دوسرے احباب تو سیدھے ضلع مانسہرہ مولانا ہزاروی بیٹھنے کے ہاں رات ہی پہنچ گئے اور مولانا ہزاروی بیٹھنے انہیں ہمراہ لے کر غنی صاحب دو گاہ تشریف لے آئے۔ بارش کے باوجود علاقہ بھر کے علماء عوام کو ساتھ لے کر مقام جلسہ میں آئے۔ جلسہ شروع ہو گیا (میرا یہ بچپن تھا اور لاہور میں زیر تعلیم تھا غالباً ۶۳/۶۴ء کی بات ہے) جلسہ شروع ہو گیا ظہر سے قبل مولانا جالندھری بیٹھنے اور مولانا ہزاروی بیٹھنے کے بیانات ہوئے بعد ظہر مولانا لعل حسین اختر بیٹھنے کا بقول والد صاحب مرحوم سونے مار بیان تھا۔ مولوی صاحب نے کئی بیان میں بولنے کی جرات نہ کی مولانا لعل حسین بیٹھنے کا بیان جاری تھا عصر کا وقت قریب تھا کہ موصلاذہار بارش میں صبح قاضی مظہر حسین صاحب آ پہنچے جو بالکل بھیگ چکے تھے کسی ساتھی نے اپنے کپڑے حضرت قاضی صاحب کو دیئے سٹیج پر آ پہنچے مولانا لعل حسین بیٹھنے نے تقریر ختم کر دی اعلان ہوا کہ قاضی صاحب بیٹھنے آ چکے ہیں نماز عصر ہو گئی اور پھر ان کا بیان ہو گا۔ جونہی عصر کی نماز ہوئی قاضی مظہر حسین صاحب بیٹھنے سٹیج پر آئے دوسرے علماء کی نسبت کم عمر تھے والد گرامی فرمایا کرتے تھے کہ ان کے والد مولانا کرم دین دیر بیٹھنے کو

بھی میں اپنے ناہنہال کے گاؤں ولولہ میں ایک مناظرہ جو ایک کنڈیاں کے شیعہ کے ساتھ ہوا تھا سن چکا تھا۔ مولانا کرم دین دیر بڑے ہمارے لوگوں کی دل کی دھڑکن تھے مولانا دیر بڑے ہی کی شہرت کی وجہ سے ان کے فرزند کو بلایا گیا۔ دن ہونے والے جلسہ میں بیانات لا جواب تھے مگر قاضی صاحب بڑے کا بیان جو ایک چیلنج پر مبنی تھا پورے جلسہ کا خلاصہ اور عوام الناس کے ایمان کا تحفظ اس میں پوری طرح موجود تھا۔ فرمایا کہ وہ مولوی صاحب جلسہ میں موجود ہیں لوگوں نے کہا کہ سارا دن بیٹھے رہے ہیں عصر پڑھ کر باہر نکل گئے ہیں فرمایا بہتر ہے اگر وہ میری معروضات بھی سن لیں ہم آپ لوگوں کو لڑانے نہیں آئے دین سمجھانے آئے ہیں اچھی بات ہے اگر سمجھ نہ ہو آدی جانے والوں سے پوچھ کے سمجھ لے۔ آواز میں قدرتی گرج تھی لاؤڈ سپیکر نہ تھا مولوی صاحب بھی آگئے فرمایا میرے قریب آ جائیں لیکن انہوں نے قریب آنے میں ہنک محسوس کی۔ کہا بس آواز آرہی ہے میں ٹھیک بیٹھا ہوں قاضی صاحب نے بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ پہلے علماء اسلام نے یقیناً علمی باتیں کی ہوں گی مجھے مولوی صاحب کے جو نظریات انکار حدیث اور انکار مسیح بتائے گئے ان کے متعلق ہم پہلے مولوی صاحب سے عرض کریں گے۔ جملہ اہل سنت احناف شوافع مالکیہ حنبلیہ میں سے کسی نے بھی حیات مسیح رفع الی السماء کا انکار یا ان کے مصلوب ہونے اور مرجانے کا عقیدہ رکھا ہو اور اس کو پھر اہل سنت میں شمار کیا گیا ہو یا کسی نے فروع اختلاف جانا ہو ایک فرد آپ پیش کریں میرے بزرگ مولانا محمد علی صاحب بڑے مولوی لعل حسین اختر صاحب بڑے اور آپ کے علاقہ کی معروف شخصیت مولانا غلام غوث صاحب بڑے موجود ہیں ہم حوالہ دیکھ کر تصدیق کر دیں گے اور آپ پھر یہاں امام خطیب بحال رہیں گے اگر وقتی طور پر آپ کے پاس حوالہ نہ ہو تو آپ مہلت لے لیں اور اس وقت تک کہ آپ ان مسائل کو فروغی نہ ثابت کر دیں اہل سنت والجماعت کی نماز آپ کے پیچھے ناجائز ہے حرام ہے۔ اور پھر اجماعی مسائل کی اہمیت اور ایک فہرست بنا دی نولہ ساتولی و نصلہ جہنم قرآن کی آیت مبارکہ اور من شد شد فی النار بار بار پڑھتے اور اجماع امت کی حقیقت کو عام فہم انداز میں واضح فرمایا اور عوام سے کہا کہ آپ اپنا ایمان بچائیں اجماع کا انکار کفر ہے فردعی اختلاف اور ہوتے ہیں یہ اصولی اختلاف ہے۔ مولوی صاحب کو سانپ سونگھ گیا مسلمانوں کا ایمان بچا دوسرے علماء کے بیانات بہت قیمتی تھے لیکن طویل ہونے کی وجہ سے عوام کو بھول گئے علماء کرام اور سمجھ دار ملتے کو قاضی صاحب کی یہ بات خوب ازبر ہو گئی کہ اجماع امت کا منکر کافر ہے۔

مولوی صاحب برطرف ہو گئے کوئی حوالہ بھی نہ دکھایا۔ چند دن کے بعد علاقہ چھوڑ دیا نہ جانے موت کس عقیدہ پر آئی اللہ کریم اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم

راحت دنیا ملے نہ ملے کچھ فکر نہیں ارمان نہیں

بچ جائے جہنم سے دنیا میری جنت کا یہ ساماں ہے

یہ ایک واقعہ جو عرض کیا مشت نمونہ از خروارے ہے ورنہ میرے اکابر کے ایسے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمیت سینکڑوں واقعات ہیں جو ہمارے لیے زاہد راہ ہیں۔

عقائد کا تحفظ اور خطباء کی اصلاح

حضرت کے آبائی گاؤں موضع بھس میں میرے بہنوئی اور پھوپھی زاد بھائی فاضل دیوبند سید اصغر حسین شاہ صاحب میرے استاذ بھی تھے ایک سال خطیب رہے ان سے ملنے بھس گیا ہوا تھا ابھی خدام اہل سنت نہیں بنی تھی حضرت جمعیت علماء اسلام کے تحت کام کرتے تھے علاقہ بھر میں سنی تبلیغی جلسے اپنی مگرانی میں رکھواتے خود بھی تمام جلسہ میں حاضر ہوتے۔ بھس کے قریب ایک ڈھوک میں دن کے وقت جلسہ تھا حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور جانشین مولانا قاضی عبداللطیف اختر شجاع آبادی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ اور بہترین خطیب تھے (یاد رہے کہ موصوف اسی دن جس دن میرے حضرت کا انتقال ہوا اخباری اطلاع کے مطابق انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

ظہر کے بعد سیرت النبی ﷺ کے مقدس موضوع پر تقریر فرما رہے تھے دوران تقریر آنجنابی مرزا قادیانی کا ذکر آیا فرمانے لگے نبی صورت و سیرۃ میں بے عیب ہوتا ہے مرزا کا نابہ شکل سلسل بول کا مریض تھا اگر خوبصورت ہوتا جیسے امیر شریعت یا فلاں بزرگ تھے بے عیب ہوتا تو شاید نبی ہونے میں غور و فکر بھی کر لیتے تقریر سرائیکی زبان میں تھی جوش خطابت میں کہہ گئے کسی کو کچھ پتہ نہ چلا مولانا اخترا بات کہہ گئے اور حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ صاحب شیخ پر آ گئے تقریر ساری سن چلے تھے۔ قاضی عبداللطیف صاحب اختر نے تقریر احتراماً ختم کر دی۔ حضرت نے بلا توقف مختصر خطبہ مسنونہ کے بعد بیان شروع فرماتے ہوئے فرمایا تقریر سے پہلے ایک ضروری وضاحت! مولانا میرے اپنے ہیں اکثر ہم انہیں بلاتے ہیں اور بہت عمدہ ان کا بیان ہوتا ہے ایک بات وہ کہہ گئے اس کی وضاحت سن لیں ہمارا تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رحمۃ العالمین ﷺ کے بعد قیامت تک جو نبوت کا دعوے دار ہو کتنا بڑا عالم ہو، خوب صورت ہو، بظاہر

مقی، امانت دار بھی ہو وہ کافر ہے۔ غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا جن بزرگوں کا نام لیا ہے اگر یہ دعویٰ کرتے تو ہم مان لیتے؟ بظاہر مسئلہ تھا لیکن قاضی عبداللطیف صاحب اختر کی اصلاح ہو رہی تھی۔ مجمع کو کچھ پتہ نہ چلا کہ قاضی صاحب اپنے پیش رو خطیب کی اصلاح فرما رہے ہیں۔ لیکن مولانا شجاع آبادی نیک دل عالم دین تھے چونکہ کے بار بار ساتھ ہی کرسی پر بیٹھے یہ پڑھنے لگے.....

جزاک اللہ چشم باز گردی مرا با جان جاں ہمارا ز کردی

اور زور دار نعرہ لگایا تاج و تخت نبوت۔ زندہ باد۔ بعد میں کئی دفعہ ملاقات ہوئی حضرت کا ذکر آتا تو آب دیدہ ہو کر فرماتے قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ معالج ہیں معالج۔ کسی نے خطیب بنا ہو تو چند دن ان کے ساتھ چکوال کے تبلیغی دورے میں نام لکھوائے۔

بے نفسی کا عالم

مولانا محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہاولپوری اکثر چکوال کے تبلیغی جلسوں میں تشریف لاتے رہے۔ لاہور مرزا غلام نبی جانبار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اکثر آتے تھے میرا بھی جانبار مرحوم سے تعلق تھا بلکہ استاذ تھے کشادہ رو و ظرف الطبع تھے۔ ایک دفعہ جب جمعیت سے حضرت کا اختلاف ہو گیا تو اس کے بعد ملاقات ہوئی کہنے لگے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے نفس ولی اللہ اور الحب للہ والبغض للہ کا نمونہ ہیں۔ اور واقع سنایا کہ ہم ایک دفعہ چکوال سے ملحق ایک دیہات میں تبلیغی جلسہ کے لیے گئے جو ضلع راولپنڈی میں پڑتا تھا۔ گاؤں کے ایک سردار صاحب جو کسی غالی پیر کے اسیر زلف تھے انہوں نے ہمیں مسجد میں جلسہ کرنے سے روک دیا ہمارے ساتھی کمزور تھے مقابلہ نہ کر سکتے تھے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بیٹھک میں مجلس جمالی چند احباب کو ذہنی باتیں شروع کر دیں کچھ دیر گزری باہر رونے چیخنے کی آوازیں سنائی دیں شور و غوغا تھا پتہ چلا کہ جو صاحب جلسہ میں رکاوٹ بنے ہیں اچانک چھت سے گر کر فوت ہو گئے ہیں حضرت نے انا للہ پڑھا افسوس کرنے لگے۔ ایک منچلے کے منہ سے نکلا کہ ہمارے حضرت جی کی کرامت ظاہر ہو گئی۔ حضرت نے بھی سن لیا ڈانٹ کر فرمایا کہ ان کا آدمی فوت ہو گیا اور تم کرامتیں ظاہر کرتے ہو اور پھر ان کے گھر بھی تشریف لے گئے جس کا جلسہ سے بھی زیادہ فائدہ ہوا۔ اسے کہتے ہیں بے نفسی۔

ایک مرتبہ جہلم میں خدام اہل سنت کا مخصوص اجلاس تھا مولانا اوکاڑوی بھی موجود تھے استاذی مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے حضرت اس صدی کے مجدد ہیں۔ حضرت علماء کے بیانات کہیں سن

رہے تھے عصر سے قبل آخری بیان تھا فرمایا کچھ احباب نے میرے بارے مبالغہ کیا ہے ایسا نہ کہنا چاہیے مجدد کی بڑی شان ہوتی ہے زندگی میں کسی کو ایسا مت کہو نہ جانے خاتمہ کیسا ہو۔ اکثر اشتہارات میں جماعتی احباب آپ کے بارے میں قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم لکھ دیتے تو آپ موقع بہ موقع تنبیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے۔ بھائی میں تو خادم ہوں ایسا مبالغہ اچھا نہیں قائد اہل سنت نہ لکھا کرو۔ بلکہ کتب خارجیت میں تحریراً بھی لکھ دیا البتہ وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم ٹھیک ہے اور ہر سنی کو وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم ہونا چاہیے۔ مولانا نور حسین صاحب عارف نے سنایا کہ تعلیم کے دوران ایک دفع حضرت اپنے کپڑے دھونے لگے تو میں نے دیکھ لیا اصرار کیا کہ کپڑے میں دھو دیتا ہوں۔ پہلے تو انکار کیا پھر جب سے کچھ پیسے دیئے کہ بازار سے دی لے آؤ اور میں دی لینے چلا گیا دل میں تھا کہ واپس جا کر حضرت کے کپڑے دھونے کا شرف حاصل ہوگا۔ میں جب ۱۵ منٹ کے بعد واپس آیا تو حضرت کپڑے دھو چکے تھے۔

مولانا عبدالحمید فاروقی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک جگہ جلسہ تھا ایک غریب ساتھی نے اصرار کیا کہ میری چائے قبول فرمائیں حضرت نے قبول کر لیا ہم مبلغین بھی ساتھ تھے۔ چائے آئی حضرت کے سامنے انہوں نے مٹی کے پیالے میں رکھی آپ نے پینا شروع کر دی۔ چائے کیا تھی پانی کی رنگت تبدیل تھی بس معمولی دودھ، بیٹھا بالکل نہ تھا اور جب حضرت نے پینا شروع کر دی تو ہم نے بھی پی لی اس نے حضرت کے آگے دوبارہ پیالہ بھر کے رکھ دیا حضرت نے وہ بھی پی لیا نہ ماتھے پر شکن نہ طبیعت میں ملال دعائیں دے کر چل دیے۔

اختلاف کے باوجود وسعت ظرفی

جمعیت علمائے اسلام سے حضرت مسیحی ہو چکے تھے اور خدام اہل سنت بن چکی تھی مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی رضی اللہ عنہ نے بھی جمعیت کو خیر باد کہہ دیا تھا اور چند احباب کے مشورہ سے الگ جمعیت علمائے اسلام قائم کر لی تھی میرا تعلق بھی آخر تک مولانا ہزاروی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ حضرت کی جماعت تو الگ تھی لیکن مولانا ہزاروی رضی اللہ عنہ کے موقف کو قدرے صائب جانتے تھے۔ جب کہ مفتی محمود صاحب رضی اللہ عنہ کی جماعت سے خاکساروں مودودیوں کی متحدہ دینی محاذ میں شمولیت کی وجہ سے اختلاف شدید تھا۔ حضرت دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اہل حق کے اشتراک کو کسی صورت گوارا نہیں کرتے تھے اور فرماتے کہ دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نظام خلافت راشدہ کا نفاذ کیسے ممکن ہے۔ دونوں جمیعتوں میں بھی بعد المشرقین تھے۔

مولانا ہزاروی رحمہ اللہ دو دھاری تلوار تھے۔ اگرچہ تمام اہل حق نے اہل سنت والجماعت فتنہ مودودیہ کے خلاف انتھک کام کیا اور عوام کو خبردار کیا۔ لیکن مولانا ہزاروی رحمہ اللہ کی تقریر اور قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی تحریر نے مودودی فتنہ کو آدھ موا کر کے رکھ دیا۔ کاش کہ آئے دن کے اتحاد ہماری دل لگی کا سامان نہ ہوتے تو یہ فتنہ کب کا ختم ہو جاتا۔ قاضی صاحب کی تحریریں انشاء اللہ ربہ تعالیٰ دنیا تک تریاق کا کام دیتی رہیں گی اور جب بھی مودودی کو اس کے انکار کے آئینہ میں دیکھا جائے گا تو رخص کی جیتی جاگتی تصویر سامنے ہوگی ان شاء اللہ ایمان محفوظ رہیں گے۔ نہ جانے اپنوں کو کب ہوش آئے گا بکھرے موتی سمیٹے رہتے تو شاید یہ دن نہ دیکھنا پڑتے ایک وہ وقت تھا جب خانقاہ سرا جیہ سے مولانا ہزاروی رحمہ اللہ رفیق سفر کی تلاش میں قاسم العلوم ملتان پہنچے اور قافلہ حق میں مفتی محمود رحمہ اللہ کو شامل کیا۔ اور ایک وہ وقت جو ہم نے دیکھا کہ دونوں بزرگ ایک وقت اتنے بہت ہوئے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کر دیئے گئے۔ سیاست نے ہمیں تو کچھ فائدہ نہ دیا لیکن اس کا بڑا نقصان یہ ہوا کہ ہم مودودیہ کو باطل کہتے ہوئے شرمانے لگے۔ حالانکہ رافضیت اور مودودیہ ایک ہی جنس کے دو نام ہیں۔ اس اختلاف کے باوجود حضرت قاضی صاحب بہت زیادہ محتاط تھے اور اپنوں کو محتاط دیکھنا چاہتے تھے قائدین کا فرض ہوتا ہے کہ جماعتی کارکنوں کو بد لگام نہ ہونے دیں اور اگر کوئی سر پھرا ہو تو اسے جماعت سے دور کر دیا جائے۔

ایک واقعہ جو اس دور کا عبرت آموز ہے اور حضرت کا اس پر فوری تعاقب حضرت کا مزاج سمجھنے میں کافی ہے۔ ہرنولی ضلع میاں والی میں ایک جلسہ ہو رہا تھا خطیب اپنی خطابت میں مکور ہوتا ہے اور مقرر موصوف مغرور بھی تھے کسی نے ازراہ شرارت جلسہ میں کھڑے ہو کر پوچھ لیا کہ حضرت درخواستی رحمہ اللہ کی آپ سند دکھائیں خطیب موصوف نے جو جواب لا جواب دیا وہ انہیں کا حصہ تھا اللہ معاف فرمائے۔ خیر جو ہوا اسے اخبار میں نہ آنا چاہیے تھا حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نور اللہ مرحومہ ہزاروں احادیث کے حافظ تھے سب اہل حق کے مخدوم تھے اور صاحب نسبت بھی تھے کاغذی سند شاید نہ ہوگی یہ کیا کم ہے وہ ہزاروں علماء کے تفسیر میں، سینکڑوں کے حدیث میں اور دیگر کتب میں استاذ تھے۔ بیسیوں کو انہوں نے بیعت طریقت و ارشاد سے شرف فرمایا۔ ہمارے رسالہ الجمعیت راولپنڈی سے نکلتا تھا میں نے کبھی الجمعیت کا دفتر بھی نہ دیکھا تھا البتہ رسالہ میں پڑھتا تھا الجمعیت کے ایک کونہ میں یہ قابل مذمت خبر ایک گول دائرہ میں چھپ گئی بہتوں نے پڑھی ہوگی نہ جانے کیا تاثر لیا ہوگا۔ لیکن وہ خبر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بھی پڑھی میں ان دنوں تعلیم سے فارغ ہو کر چک نمبر ۲۹ بوٹے والا ضلع فیصل آباد میں

خطیب تھا۔ مولانا ہزاروی بیسٹھ سے رابطہ رہتا تھا مولانا نے تاندلہ منڈی آنا تھا میرے پاس اشتہار نہنچا میں بھی جلسہ میں چلا گیا مولانا نے سلام کے جواب کے بعد جو پہلی بات پوچھی وہ یہ تھی کہ بھائی فلاں پچہ کے فلاں حصہ میں یہ خیر تم نے پڑھی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت خبر تو ہے۔ جیب میں ہاتھ ڈالا تو ایک خط جو قاضی صاحب نے مولانا ہزاروی بیسٹھ کے نام لکھا تھا وہ نکالا اور مجھے کہا پڑھو۔ افسوس وہ خط لے کر فوٹو نہ کر سکا۔

جس کا مختصر خلاصہ جو آج تک ذہن میں ہے وہ یہ تھا کہ جناب عالی آپ ایک عرصہ حضرت درخواستی مدظلہ کے زیر امارت جمعیت میں کام کر چکے ہیں کیا رائے کے اختلاف نے ہمیں اتنا دور کر دیا ہے کہ ہم اپنوں کی یوں پگڑیاں اچھالیں؟ کیا آئندہ نسلوں کے لیے یہ تحریر بڑوں کی بد تمیزی بے بودگی کا سبق نہیں دے گی؟ کیا الجمعیت وقتی ضرورت ہے یا کہ آئندہ نسلیں اس کی فائلوں سے تاریخ مرتب نہیں کریں گی؟ وغیرہ غرض مولانا ہزاروی نے یقیناً ایڈیٹر کو بھی ڈانٹا ہو گا لیکن اس وقت جو جملے فرمائے مجھے اسی طرح یاد ہیں فرمانے لگے بھائی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمیں بھی کوئی پوچھنے والا ہے۔ اللہ قاضی صاحب کو جزائے خیر دے یہ سب جانتے ہیں کہ مولانا ہزاروی عمر میں حضرت قاضی صاحب بیسٹھ سے بہت بڑے تھے۔ لیکن اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بڑا اپنے چھوٹے کو غصہ کر رہا ہے وقت گزر گیا خود ۵۵ سال کے پیٹ میں ہوں حضرت قاضی صاحب بیسٹھ دونوں طرف کی ٹنجی کمزوریاں نوٹ فرماتے اور بوقت ضرورت اپنوں کو اپنا سمجھ کر آگاہ بھی فرماتے۔ مولانا ہزاروی بیسٹھ ان دنوں بہت کمزور تھے رو پڑے اور کہنے لگے نہ جانے ہمیں کیا ہو گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی بگاڑ پیدا ہوا چھوٹوں اور لوٹوں کی بدولت پیدا ہوا۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ مفتی محمود کے نام کھلا خط حضرت نے لکھا اور مفتی صاحب کی یہ مدبرانہ شان تھی کہ نہ صرف خندہ پیشانی سے برداشت کیا بلکہ میرے پاس ٹھوس شواہد ہیں کہ اپنی مجبوریوں اور کمزوریوں کا اعتراف بھی کیا۔

میرے قائد کی شفقتیں اور اعتماد

پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میرے مربی اول مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی بیسٹھ تھے۔ میرے والد گرامی رحمہ اللہ کو مولوی نہ تھے لیکن ہمارے علاقہ میں بہت سے اہل علم کے ساتھ والد صاحب کے تعلقات مجلس احرار کی وجہ سے تھے اور ہمارا گھر انہ احرار کی گھرانا تھا۔ مولانا ہزاروی بیسٹھ مجلس احرار

کے ابتدائی قائدین میں تھے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کا کہ انہیں نے بنائے۔ تھے اور ہمارے شہر گڑھی حبیب اللہ میں تقسیم سے قبل آپ کا آنا بھی کئی مرتبہ ہوا یہ سب لوگ اہل حق تھے۔ والد صاحب مجلس احرار کے سرگرم کارکن رہے انہیں علماء اسلام کی محبت کا اثر تھا کہ ۱۹۶۰ء میں جب ان کی عمر دس سال تھی حفظ مکمل ہوا تو والد صاحب دہلی دروازہ لاہور مجلس احرار کے دفتر میں دو ہفتوں کے بعد مجھے لے گئے اور میرے متعلق خاص طور پر مولانا سے عرض کی کہ مولوی صاحب میں تمہیں جانتا ہوں۔ کوائف کیا ہوتے ہیں اسے آپ کے سپرد کرتا ہوں آپ جانیں اور یہ۔ یہ بات یہ سن کر وہ لانا نہ بھر میری نگرانی کا حق ادا کیا۔ جب تک زندہ رہے ہر کام میں میں نے تقریباً ان کے مشورہ کو اولیت دی اور انہوں نے جو شفقتیں فرمائیں وہ اکیس سالہ داستان ہے۔ ۳۴ فروری ۱۹۸۱ء مولانا فوت ہو گئے اور میں روحانی طور پر یتیم ہو گیا۔ مولانا ہزاروی بیسٹہ کی جمیعت علمائے اسلام ہزاروی گروپ الگ جماعت تھی لیکن جماعت کے احباب کے قریب نہ تھا۔ مولانا کے موقف کا بھرپور مؤید تھا کبھی جماعتی اجلاس میں بھی شامل ہو جاتا تھا لیکن جماعتی سرگرمیوں سے نوعری گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے دور رہا لیکن اپنے آپ کو جماعت کا ہی جانتا تھا اور مولانا ہزاروی بیسٹہ بھی اپنا جانتے تھے۔ مولانا کی جدائی میرے لیے ایک عظیم حادثہ تھی کئی دن پریشان رہا ان دنوں جامع مسجد نور گرد بازار میاں والی میں خطیب تھا ابھی مفتی محمود بیسٹہ حیات تھے شہر میانوالی میں جو اہل حق تھے ان کا تعلق مفتی محمود صاحب بیسٹہ کے ساتھ تھا میرے بھی مسلکی طور پر مقامی علماء کے ساتھ اچھے تعلقات تھے لیکن میں جمیعت کی پالیسی سے ہرگز مطمئن نہ تھا۔ البتہ فکر تھی کہ مولانا کی وفات کے بعد اکثر ساتھیوں نے مختلف جماعتوں میں شمولیت اختیار کر لی ہے اور جماعت تقریباً ختم ہو چکی ہے تو مجھے بھی کسی جماعت میں سوچ سمجھ کر شامل ہو جانا چاہیے۔

خدام اہل سنت میں شمولیت

انہیں دنوں میں نے مسجد نور میں ایک جلسہ رکھا جس میں تحریک خدام اہل سنت کے مرکزی مبلغ مولانا خدایار صاحب مرحوم بھکرو والوں کو دعوت دی۔ مولانا خدایار صاحب درگرم کے آدمی تھے مجھے کہنے لگے کہ میرے ساتھ ہماری جماعت کے اور مبلغ بھی آئیں گے آپ ان کو بھی دعوت دے دیں میں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ لے آنا۔ یہ مولانا قادری عبدالحمید صاحب فاروقی تھے مرحوم سے پہلے واقف نہ تھا دونوں حضرات نے رات جلسہ سے خطاب کیا طویل گفتگو کرنے کے بعد مجھے سالانہ سنی کانفرنس بھیں

کی دعوت دے دی۔ حضرت سے بھی ان حضرات نے بات کر لی اور اشتہار میں میرا نام بھی دے دیا میں مقررہ تاریخ پر بھیس پہنچ گیا حضرت قائد سے ملاقات ہوئی پہلے بھی حضرت مجھے جانتے تھے اور حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ بھی شفیق تھے ایک عرصہ سے تعلق تھا ادھر میرے استاذ گرامی مولانا محمد لیا س صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بھیس میں تھے۔ گویا میرے لیے جماعت کی مرکزی قیادت میں کوئی اجنبی نہ تھا بلکہ بہت سے جماعتی ورکر بھی میرے شناسا تھے ایک دو سیاسی جزیات کے علاوہ نظریاتی مسلکی ہم آہنگی بھی پوری طرح تھی۔ بزرگوں نے بننا سمجھ کر گلے لگایا اور میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اسی اہل حق کے قافلہ میں شامل ہوتا ہوں حضرت قائد تحریک سے کانفرنس شروع ہونے سے پہلے ملاقات ہوئی مروجہ سیاست سے نفرت بھری۔ ظہر کے بعد کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں ظرافت بھرے انداز میں سٹیج سیکڑی بزرگ عالم دین مولانا محمد خان مدظلہ نے مجھے دعوت خطاب دی اور سامعین سے فرمایا کہ ہزاروں گروپ کا ٹوٹا ہوا ستارہ سیاست کو خیر باد کہہ کر حق چار یار کے پرچم کے نیچے آ گیا ہے۔ میں خدام اہل سنت میں ایک خادم کی حیثیت سے شامل ہو گیا۔ یہاں تو قائد سے لے کر ادنیٰ درجہ کے سب خدام کھلانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ یہ پہلا دن تھا جب میں زلف مظہر کا اسیر ہوا اور آپ کی شفقتیں بڑھتی گئیں چند دن بعد میں نے حضرت کو میاں والی سنی کانفرنس رکھنے کی تجویز پیش کی اور پوچھا کون سے علماء کو مدعو کیا جائے۔ مشورہ لیا جو علماء میرے علم میں تھے ان کا ذکر کیا سوائے ایک کے حضرت نے سب کی منظوری دے دی اور آخری اجلاس میں شامل ہونے کا وعدہ فرمایا جو اشتہار چھپا اس پر حضرت بہت خوش ہوئے۔ میں نے اشتہار میں اہل حق کے تمام نظریات مثبت انداز میں لکھ دیئے تھے مولانا جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشتہار کو انقلابی اشتہار قرار دیا بروایت قاری شیر محمد صاحب علوی مدظلہ جامعہ اشرفیہ۔ لاہور میں جب یہ اشتہار لگا تو وہاں مماتی ٹولہ کو تکلیف ہوئی۔ مولانا عبدالرحمن اشرفی مدظلہ نے اسے باطل شکن اشتہار قرار دیا۔ کانفرنس شان و شوکت سے شروع ہوئی پہلے روز امین ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا قاری شیر محمد علوی اور دیگر علماء کے بیانات ہوئے دوسرے روز کے اجلاس میں تحریک خدام کے مبلغین مولانا عبدالحمید جسونانی، مولانا قاری عبدالحمید فاروقی اور میرے محسن مولانا خدایار مرحوم نے خطاب کیا۔ بعد نماز ظہر حضرت قائد تحریک کا بیان تھا قاری محمد حنیف صاحب مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان بھی مدعو تھے اور بالکل نو عمر تھے حضرت سے عقیدت کی بنیاد پردن کو تشریف لے آئے حالانکہ تقریر ان کی رات کو ہوئی تھی۔ حضرت کا بیان شروع ہوا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ سٹیج پر تھے دیگر شہر کے علماء اہل سنت مولانا محمد

رمضان مرحوم خطیب میانوالی مولانا محمد یعقوب مرحوم ہرنولی بھی سٹیج پر تھے حضرت نے واقعہ معراج النبی ﷺ تفصیلاً بیان کیا اور مسئلہ حیات النبی ﷺ کو کھولا۔ مدلل بیان ہوا میانوالی شہر میں منکرین حیات انبیاء اپنے آپ کو دیوبندی باور کرانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے تھے۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم کی آمدان کے لیے بہت شاق تھی کئی قسم کے پروپیگنڈے ہوئے لیکن بیان بلا مبالغہ الہامی تھا آج بھی جماعتی دفتر چکوال میں محفوظ ہے۔

چند دن بعد جوابی جلسہ

ہماری کانفرنس کے بعد مہماتوں نے جوابی جلسہ کیا۔ نہ جانے کیوں خلاف توقع مولوی احمد سعید کلکٹر حٹھوی نے پوری تقریر میں مسئلہ حیات نہ بیان کیا۔ حاضر ناظر علم غیب وغیرہ پر زور رہا۔ خیر ہماری کانفرنس میں خطاب کے بعد مع رفقا حضرت نے نماز عصر ادا کی کھانا کھایا اور میں نے کچھ کرایہ دینا چاہا بجائے لینے کے ایک ہزار روپیہ حضرت نے مجھے دیا اور ارشاد فرمایا مخالفین اس کے بعد جلسہ رکھیں گے یہ ہزار تو آپ کا ہے اور جو آپ کے پاس فنڈ ہے اس کو رکھیں آپ کو جواب میں جلسہ کرنا پڑے گا چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

ضلع میانوالی جلسہ اور قائدین کی آمد

مولانا عبدالعزیز صاحب ہماری جماعت کے جفاکش کارکن ہیں ہر سال تھمے والی میں سالانہ جلسہ ہوتا تھا۔ ۱۹۸۵ء تھمے والی میں جلسہ تھا ہمارے اکثر جلسے دن کو ہوتے ہیں۔ صبح کے اجلاس میں میرے علاوہ جماعتی مبلغین کے بیانات ہوئے ظہر کے بعد مولانا جہلمی بیٹے اور آخر میں حضرت قائد اہل سنت بیٹے کا بیان تھا۔ مسئلہ حیات النبی پر بھی حضرت نے مفصل گفتگو فرمائی اور مخالفین کی باسی کڑھی میں اہل آگیا ہم جلسہ کے اختتام کے بعد نماز عصر میں مشغول تھے کہ دوسری جانب سے لاؤڈ سپیکر کھل گیا میں شیر محمد بول رہا ہوں میری باتوں کا قاضی صاحب یا ان کا کوئی نمائندہ جواب دے اور کچھ اعتراضات کے لیے چند قرآنی آیات پڑھیں۔ قائدین نے مجھے جواب دینے کو فرمایا میں نے جواب دیا تو صاحب موصوف محتاط گفتگو پر آگئے رات گئے تک سلسلہ چلتا رہا۔ میرے قائدین ساتھ ساتھ میری اصلاح اور رہنمائی فرما رہے تھے آخر مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے فارغ التحصیل اور مولانا مہر محمد میانوالی جو خود تھمے والی کے رہائشی بھی ہیں۔ انہوں نے ادھر سے خاموشی کر وادی رات تو گزر گئی صبح کو بعد نماز فجر پھر لاؤڈ سپیکر پر اعلان ہوا کہ مولوی محمد امین قائد آباد والے دس دیں گے۔ مولوی امین صاحب فوت ہو گئے

جو لوگ ان سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مولوی صاحب عالم تو نہ تھے نہ مناظر البتہ غیر شائستہ زبان میں احمد سعید کے بھی کان کاٹتے تھے۔ ہمارے حضرات ان کو جانتے تھے مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمی ہونے فرمانے لگے یہ آدمی بد زبانی کرنا جانتا ہے اس کا جواب ایسا ہی ہونا چاہیے ہمارے ساتھ ایک نوجوان جو اس علاقہ سے یعنی مماتی ٹولہ سے وارد ہوئے تھے انہوں نے مولوی امین صاحب کا جواب انہیں کی زبان میں دیا۔ بعد میں پھر مجھے حکم ہوا کہ کچھ دیر بیان کروں دن ۹ بجے تک میں نے بیان کیا دوسری طرف خاموشی ہو گئی تھی ہم بھی خاموش ہو گئے میرے لیے یہ اعزاز ہے کہ مجھے قائدین نے منتخب بھی فرمایا ساتھ ساتھ مسئلہ اور نکتہ اختلاف بھی سمجھایا۔ الحمد للہ اس کے بعد میں نے کبھی خفت محسوس نہیں کی اور اجمال و تفصیل سے مسئلہ حیات انبیاء کو بیان کیا چھوٹوں کو بڑے ہی بڑا بناتے ہیں میں نے اس روز جس انداز سے مسئلہ سمجھا فخر اور تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کروں گا کہ اس مسئلہ پر جو شرح صدر ہوا ہے سمجھتا ہوں کہ یہی حق ہے اور حیات انبیاء کا عقیدہ مع تعلق نہ تسلیم کرنا کھلی گمراہی ہے۔

ابھی ہم تھے والی سے فارغ ہوئے تھے تو قائدین نے فرمایا سنی متحدہ محاذ کے کنوینر مناظر اسلام علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہ کا دعوت نامہ آیا ہے کہ کروڑ لعل عین ضلع لہ میں سنی متحدہ محاذ کا جلسہ ہے اور تحریک خدام اہل سنت محاذ کا حصہ ہے اس لیے نمائندگی ضروری ہے ہر دو بزرگوں نے میرا اور صوفی محمد شریف صاحب آف کلور کوٹ اور ایک اور ساتھی کا انتخاب فرمایا ہمیں حکم ہوا کہ نماز ظہر تک کروڑ پہنچنا ہے ہم براستہ میانوالی بھل کے راستہ کروڑ لعل عین روانہ ہوئے۔ جماعت کی قیادت چکوال چلی گئی کروڑ میں متحدہ سنی محاذ کا فقیہ الشال اجتماع تھا۔ انتظام تنظیم اہل سنت کا تھا اور خوب تر تھا غالباً اگلے روز بھی دو اجلاس ہو چکے تھے اور صبح سے آج بھی جلسہ جاری تھا مولانا قاضی عبد اللطیف اختر مرحوم شیخ سیکرٹری تھے سب شاسا چہرے تھے ہمیں اپنوں نے خوب اعزاز دیا ظہر کی نشست خدام اہل سنت کے لیے خاص کر دی گئی بعد ظہر صوفی محمد شریف صاحب کا بھلا بیان تھا پھر ہمارے دوسرے رفیق نے چند منٹ بیان کیا آخری بیان میرا ہوا۔ میں کیا ہوں سچ ہے کچھ بھی نہیں چکوال اور جہلم میں یقیناً بزرگ ہمارے لیے دست بہ دعا ہوں گے انہیں دعاؤں کا صدقہ میں نے اور میرے رفقاء نے سنی موقف بیان کیا بیان کے بعد حضرت تونسوی زید مجدہ نے جو جملہ فرمایا کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں آپ نے پورا سنی موقف سمیٹ کر بیان کر دیا ہے ماشاء اللہ۔ میرے لیے ان اکابر کی یہ شاباش سرمایہ امتحان ہے اس روز جتنی خوشی نصیبی ہوئی کبھی زندگی میں نہیں ہوئی۔ واپس میانوالی چلا گیا صوفی صاحب موصوف نے چکوال جا کر ساری کاروائی

سنائی چند دن بعد حضرت سے ملاقات ہوئی فرمایا اللہ آپ کو جزائے خیر دے رپورٹ بہت اچھی موصول ہوئی ہے بس صحابہ کرام کی وکالت کرو نجات یقینی ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

وکیل احناف کی پیش بانی

امین ملت مولانا محمد امین صدر اودکاڑوی نور اللہ مرقدہ ویسے تو تمام اہل سنت کے تھے لیکن خدام اہل سنت ان کی اپنی جماعت تھی وہ اپنے آپ کو جماعت کا ادنیٰ خادم کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کے مرید ہو گئے تھے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا جہلمی ان کو صحیح معنی میں ترجمان اہل حق جانتے تھے۔ سرگودھا میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا عبدالمعید صاحب زید مجدہ نے ایک جلسہ رکھا شہر میں غیر مقلدین نے شاید چیلنج کر دیا کہ اگر ماسٹر امین رحمۃ اللہ علیہ آئے گا تو ہم مناظرہ کیے بغیر نہیں جانے دیں گے۔ یہ جلسہ ۱۳/۱۲/۱۹۸۸ء کو تھا غالباً میں میانوالی چھوڑ کر جہلم ضلع گوہرانوالہ آچکا تھا۔ جلسہ تو سرگودھا میں تھا لیکن ہمارے اکابر اسے پوری حقیقت کا مسئلہ سمجھتے تھے شاید مولانا عبدالمعید نے چکوال اطلاع دی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

لیکن میرے قائدین نے جماعت کے چیدہ افراد کو سرگودھا جانے کا حکم دیا قاری عبدالحمید فاروقی تلہ گنگ سے مولانا عبدالحق خان بشیر گجرات سے صوفی ارشاد حسین چاریاری سرگودھا سے حکمرانہ کر دیے گئے۔ مجھے صبح چکوال سے فون پر سرگودھا جانے کا حکم ملا اور تھوڑی دیر بعد حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے فون پر سرگودھا جانے کی تاکید کی ہم تمام کارکن مدرسہ سراج العلوم دودتین ساتھیوں کو لے کر پہنچ گئے مولانا اودکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کارات A بلاک کی مسجد اور لاندہبوں کے دیس بیان ہوا۔ فریق مخالف کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی بعد نماز فجر پھر درس ہوا۔ ہمیں حکم تھا کہ مولانا اودکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سائے کی طرح رہنا۔ مولانا عبدالحمید فاروقی تو حضرت اودکاڑوی کے پشت پر باڈی گارڈ بن کر رات کے چار گھنٹے اور صبح کی تقریر میں کھڑے رہے۔ مولانا عبدالحق خان ایک طرف اور ناچیز ایک طرف بیٹھ گئے۔

رانا شمشاد احمد سلفی کی بزدلی

رات تو اپنی فطرت کے مطابق لاندہبوں نے چٹ بازی کی۔ مولانا لا جواب قسم کے جوابات دیتے رہے صبح کے درس میں ایک رقعہ پر چند سوالات رانا شمشاد سلفی کے دستخط سے آئے اور لکھا ہوا تھا کہ میں آپ کے جلسہ میں موجود ہوں۔ یہ محض موعوب کرنے کی خاطر تھا شیر اودکاڑہ نے رقعہ پڑھا جس میں

مناظرے کا نتیجہ تھا کہ ابھی مناظرہ ہو گا۔ مولانا نے لٹاکر فرمایا ادھر نہیں ابھی آؤ چپتے کیوں ہو؟
 میں تو رات سے آیا ہوا ہوں لیکن کسی کو سامنا کرنے کی جرأت نہ ہوئی الحمد للہ جلسہ کامیابی سے ختم ہوا۔ مگر
 میرے قائدین کی نظریں اور توجہات اسی طرف رہیں ایک ساتھی نے بتایا مولانا جھلمی بھٹے نے یہ رات اللہ کے
 سامنے رو کر گزاری۔ حضرت قائد بھٹے نے غالباً دو دفعہ رات بھی فون پر حالات معلوم کیے اور صبح بھی نماز کے
 فوراً بعد فون آیا۔ اے بی بی ہم نے کامیابی کا فون کیا دعائیں دیں یہ ان کی حق اور اہل حق کے لیے فکر مندی تھی۔

عثمانی فتنہ کا تعاقب

بلوڑ ایک گاؤں ہے چکوال کے ضلع میں نیلا روڈ پر یہاں چند نوجوانوں میں کیپٹن مسعود الدین عثمانی
 کے ایمان سوز مذہب اختیار کرنے کی تحریک شروع ہوئی۔ جماعتی مقامی احباب نے حالات سے حضرت
 کو آگاہ کیا حضرت نے فوراً جماعت کے تحت جلسہ رکھا۔ مولانا اوکاڑوی صاحب بیٹہ اور قاضی ظہور
 الحسن صاحب، مولانا عبدالحی صاحب پھالیہ اور ناچیز کو حکم دیا بیانات ہوئے۔ چونکہ دیہات کے لوگ
 سادہ ہوتے ہیں انہوں نے مولانا اوکاڑوی بیٹہ اور مولانا عبدالحی کو جو کچھ بتایا وہ ایک اور نوزائیدہ
 جماعت المسلمین سمجھے نوجوانوں نے چند سوالات کیے میں سمجھ گیا کہ تریاق جو دیا گیا ہے زہر کے خلاف
 ہے میں جلدی سے مسجد میں گیا تو پہلی نشست ختم ہو چکی میں نے استاذ محترم سے عرض کیا کہ معاملہ تو کیپٹن
 گر وپ کا ہے۔ حضرت اوکاڑوی بیٹہ نے فرمایا مجھے تو جماعت المسلمین کی نشان دہی کی گئی تھی اب تو میں نے
 رات ملتان پہنچنا ہے۔ ظہر کے بعد میرا بیان تھا فتنہ کی پوری نشان دہی کی اگر مولانا کو بھی صحیح معلومات دی
 جاتیں تو یقیناً وہ اس میدان کے شاہسوار تھے۔ خیر کاروائی چکوال پہنچی حضرت نے مجھے حکم دیا کہ ہر ماہ ایک
 درس یہاں آ کر دیا کرو میں کافی عرصہ جاتا رہا جس کا فائدہ یہ ہوا کہ جو لوگ ضدی تھے وہ تواڑے رہے جو حق
 کے متلاشی تھے ان کو اللہ نے ہدایت دی اور عقائد اہل سنت پر مضبوط ہو گئے۔ چھ سال ہونے کو ہیں پھر یہ فتنہ
 سر نہیں اٹھا سکا۔ حضرت جس کا تعاقب فرماتے پوری طرح فرماتے اور کسی قسم کی رعایت روانہ رکھتے۔

اہل بدعت کی تردید

چکوال موڑوے کے قریب ماڑی نامی گاؤں میں ایک نئی مسجد بنی تمام نمازی حنفی دیوبندی تھے۔
 ایک صاحب جو کسی بدعتی پیر کے گردیدہ تھے کئی سال کی بات ہے اس مسجد میں میرا رات بیان ہوا مسجد کے
 امام حافظ عبد الغفور صاحب نائینا ہیں مگر مسلکاً بہت ہنڈے ہیں ان کی دعوت پر میں حاضر ہوا تھا جلسے میں بھی

ان صاحب نے بولنے کی کوشش کی جو ناکام ہوئے تو بعد میں گاؤں میں فتنہ کھڑا کر دیا۔ حضرت قائد کی نصف صدی سے زائد مدت نے چکوال کے مضافات سے اہل بدعت کا دایہ الہ کر دیا ہے۔

چند دن کے بعد حضرت کو معلوم ہوا کہ چکوال کے بریلویوں نے اس آدمی کی پینہ پھکی ہے اور ذکر بالجہر بعد نماز اور سنتوں کے بعد اجتماعی دعا (خیر سے جس پر خود اعلیٰ حضرت بھی عامل نہیں تھے) اور اذان سے قبل صلوٰۃ سلام پر مباحثے شروع ہیں۔ حالات کشیدہ ہو رہے تھے چونکہ حضرت کی پالیسی تھی کہ عسکرت صحابہ کا موضوع زیادہ تر زیر بحث رہے اور عوام کو رافضیت سے باخبر کیا جائے۔ مگر رضا خانیت کو اس میں بہت نقصان نظر آتا رہا ہے آئے دن کوئی نہ کوئی خباثت ان کی فطرت ثانیہ ہے۔ حضرت بھی اس فتنہ سے باقی فتنوں کی طرح کبھی غافل نہیں رہے جو نئی حالات مجڑتے ہوئے نظر آئے تو حضرت نے مرکزی جامع مسجد مازی میں جلسہ رکھنے کا حکم دیا اور مذکورہ مسائل فقہائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تحقیقات کی روشنی میں بالذات واضح کرنے کا حکم دیا۔ صوفی ارشاد حسین چار یاری نعت خوان مولانا عبد اللہ تھلکس مولانا عبدالحمید فاروقی مرحوم کو روانہ کیا اور خوب تعاقب ہوا حضرت کی توجہات تھیں میرا بیان اس دن بھی آخری تھا اللہ کے فضل و کرم سے اس جلسہ کے بعد آج تقریباً نو سال ہونے کو ہیں مازی میں رفاہیت کی یہی منانے والا بھی کوئی نہیں اور ہمارے جلسے صرف ربیع الاول میں دو ہوتے ہیں۔

چند یادگار ملفوظات

❶ مسئلہ حیات انبیاء میں اکثر فرماتے۔ تھیلاٹ میں نہ جاؤ یہ علماء کا کام ہے روح کا تعلق مان لو ایمان بچ جائے گا۔

❷ صحابہ جنہم کے وکیل بنو اللہ برسی کو صحابہ جنہم کی وکالت کی توفیق عطا فرمائے۔

❸ بندہ نے ایک دفعہ کچھ وظیفہ پوچھا تو فرمایا بس لوگوں کو حق چار یاڑ سمجھاؤ جو مقصود ہے باعث نجات ہے آج علماء اس مسئلہ سے غافل ہیں۔

❹ یزید کے فسق پر اس سے بڑی دلیل کیا ہے صحابہ جنہم سے مقابلہ کیا سیدنا حسین ابن زبیرؓ عبد اللہ بن حظلہؓ عبد اللہ بن مطہرؓ صحابہ سے مقابلہ ہے غیر صحابی کا صحابی سے مقابلہ بھی فسق نہیں؟ ضروری ہے کہ زانی شرابی ہوتے فاسق مانوں گے۔

❺ یکے سنی، بنو، نہ خارجی، نہ رافضی، نہ مودودی، مذہب حق صرف اہل سنت والجماعت ہے۔

❻ خطائے اجتہادی حق کے دائرہ میں ہوتی ہے حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ عمر بن عامر رضی اللہ عنہ

جو تنقید کرتا ہے۔ وہ سنی نہیں کسی سماجی پرستید نہ کرو دطائے اجتہادی علماء سے سمجھو۔

﴿ ۱ ﴾ تمام صحابہ، مولانا، جنتی، حضرت علیؓ بھی جنتی سماجی، حضرت امیر معاویہؓ بھی جنتی، درجات کا فرق ہے نہ سب انہما و درجات میں برابر ہیں نہ سب صحابہ مولانا۔ لا ہمسویٰ منکم قرآن کی نص قطعی کا انکار کفر ہے۔ اور وکلا وعد اللہ الحسنیٰ۔ اس کا انکار بھی کفر ہے۔

﴿ ۲ ﴾ سارے نبیوں کو مانو، سب صحابہ مولانا، کو مانو، اوزاج مطہرات مولانا ہمارے مائیں ہیں اہل بیتؑ کو مانو ولیوں کو مانو۔ کسی کی توہین نہ کرو۔

﴿ ۳ ﴾ مسئلہ خلافت میں حق چار یار کی خلافت نرالی ہے اس پر قرآن کی شہادت ہے۔ حدیث کی شہادت ہے باقی بھی صحابہ مولانا، علیؓ بنے ہیں حضرت حسنؓ کی خلافت چھ ماہ حق ہے حضرت امیر معاویہؓ صلح کے بعد برحق خلیفہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ برحق ہیں۔

﴿ ۴ ﴾ ہمارے بزرگ اہل اللہ تھے۔ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے ہمارا تعلق یہ اللہ کا فضل ہے ہمارے دادا مرشد حضرت گنگوہی قطب الارشادؒ تھے سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی بھینٹ پشٹی صابری سلسلہ کے بہت بڑی ولی اللہ تھے۔ قادری سہروردی نقشبندی سب ٹھیک ہے آج والوں کو نہ دیکھو پہلوں کو دیکھو تبلیغی جماعت کا کام بہت اچھا ہے اصلاح ہو جاتی ہے کزوریوں ہر جگہ ہوتی ہیں۔

بندہ جب جماعت میں شامل ہوا تو بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ سے تھا آپ کی وفات کے بعد جب بیعت کی درخواست کی قبول فرمایا اور فرمایا آدمی شیخ کی وفات کے بعد دوسرے سے بیعت تو ہو سکتا ہے لیکن پہلے شیخ کی عقیدت میں فرق نہ آئے اور نہ بدلفی ہو۔ مولانا عبید اللہ انورؒ اہل اللہ میں سے تھے اور حضرت لاہوریؒ تو سب کے مخدوم تھے۔

یہ تھے میرے شیخ میرے قائد جن کی زندگی کھلی کتاب کی طرح تھی۔ ظاہر و باطن ایک تھا کسی سے محبت تھی تو اللہ کے لیے۔ اختلاف تھا تو وہ بھی اللہ کے لیے صدیوں کے بعد جو لوگ پیدا ہوتے ہیں آپ ان میں سے ایک تھے زمین کے پیٹ میں بہت سے ماہ پارے غروب ہوئے ان کے بعد ان کی کمی پوری ہونا ناممکن ہے۔ اللہ آپ کے جانشین اور لائق فرزند برادر م قاضی ظہور الحسنینؒ اظہر کو سلامت رکھے ہمیں آپ کی قیادت پر پورا اعتماد ہے۔

اللہ ہماری صفوں میں اتحاد پیدا کریں اس سیاہ کار کو حضرت کا مشن جاری و ساری رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین بجاہ النہی الکرم۔

صاحب بصیرت و عزیمت شخصیت

کھ مولانا محمد فیاض خان سواتی ☆

محفل کی رونقیں ہیں مرے اضطراب سے
پردانے کے لباس میں شمع لگن ہوں میں

۳ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۶ جنوری ۲۰۰۲ء بروز سوموار صبح ہی صبح بذریعہ ٹیلی فون یہ دل نگار خبر ملی کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرما گئے ہیں۔ بے ساختہ زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد جاری ہوا، قسط الرجال کے اس دور میں قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اور ان جیسی تابعدار روزگار ہستیوں کا یکے بعد دیگرے دنیا سے اٹھتے چلے جانا یقیناً موت العالم کا مصداق اور علامات قیامت کا بے درپے اظہار ہے۔

آپ مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے ایک مایہ ناز، قابلِ قدر، ہر دلعزیز، تبحر عالم باعمل اور روحانی پیشوا، مقتداء تھے، اکابر علماء دیوبند کے مسلک و فکر سے آپ کو غیر معمولی شغف تھا، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ کے متعلق ماہنامہ حق چار یا چھ لکھنے کے لئے لکھی جانے والی آپ کی آخری تحریر اس پر شاہدِ عدل ہے، جس کے املاء کے دوران ہی آپ بیمار ہوئے اور یہ تحریر ادھوری ہی رہ گئی۔ ❶ کاش کہ یہ تحریر مکمل ہو جاتی اور بہت سے گمناہ تاریخی گوشے دبا ہو جاتے۔ لیکن قضاء قدر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں، آپ کی زندگی نے وفا نہ کی اور اس نے آج تک کسی کے ساتھ بھی وفا نہیں کی، یوں آپ کے سینے میں چھپے ہوئے بہت سے تاریخی حقائق ہمیشہ کے لئے پردہِ خفا میں چلے گئے جن کے منظر عام پر آنے سے بہت فائدہ ہوتا، تقریباً نوے برس کی عمر میں آپ کی رحلت سے جہاں عالم اسلام ایک نامور، ممتاز، حق گو، بالبصیرت اور صاحب

☆ مہتمم جامعہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ

❶ الحمد للہ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ کی یہ تحریر بڑی حد تک مکمل ہو چکی تھی "قائد اہل سنت نمبر" سے فراغت پر اس کی اشاعت کے لئے کوشش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ ربیبی

عزیمت شخصیت سے محروم ہو گیا وہاں پاکستان کی سرزمین بھی حضرت مدنی علیہ السلام کے آخری خلیفہ مجاز کی برکات سے ہمیشہ کے لئے تہی دامن ہو گئی ہے، ہر آدمی اپنی جگہ ان کی جدائی سے غم و اندوہ میں مبتلا ہے کیونکہ آپ کی ہمہ گیر شخصیت اہل علم اور عامۃ المسلمین سب ہی کی نظروں میں یکساں محبوب تھی، مسلک سے والہانہ لگن، عقائد میں فولادی پختگی اور افکار میں صلابت جیسی نمایاں صفات کی وجہ سے ہر کہ و سر کے ہاں آپ ایک بلند پایہ مقام کے حامل تھے یہی وجہ ہے کہ ”قائد اہل سنت“ کا پر شکوہ لقب آپ کے لئے زبان زد عام تھا۔

آپ کی دینی خدمات پون صدی پر محیط ہیں، سن ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے، اور سن ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور اس کے بعد مسلسل دینی، مسلکی، تصنیفی اور سیاسی میدان میں بے لوث خدمات انجام دیتے رہے، مدنی جامع مسجد چکوال کی خطابت، مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام کا اہتمام، تحریک خدام اہل سنت والجماعت کی امارت، تصنیف و تالیف، سلوک و ارشاد، وعظ و تبلیغ، مدارس و مساجد کا قیام، مسلکی و جماعتی پروگراموں میں شرکت کے لئے دور دراز علاقوں کے اسفار یہ تمام امور آپ نہایت عزم و استقلال سے تقریباً تادم واپس انجام دیتے رہے۔

سن ۱۹۶۹ء سے قبل جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ عملی و وابستگی کی وجہ سے اس کے سیاسی پروگراموں میں بھی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے بلکہ ضلع جہلم کے امیر اور جمعیت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے، بعد ازاں اس سے علیحدگی اختیار کر کے تحریک خدام اہل سنت والجماعت کے نام سے نئی جماعت کی بنیاد رکھی اور سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے صرف مذہبی و مسلکی بنیاد پر منظم اور پر امن طریقے سے تحریک کا آغاز فرمایا اور اس ضمن میں مصائب و آلام جھیلنے ہوئے بے پناہ قربانیاں بھی دیں۔ تحریک ختم نبوت اور دیگر کئی مواقع پر آپ کی اسارت کا زمانہ دس سال کے لگ بھگ ہے، آپ کی زندگی اکابر علماء دیوبند کے عملی نمونہ کی مکمل عکاس تھی، انحطاط کے اس دور میں دلجمعی کے ساتھ عقیدہ و مسلک پر بے دریغ ڈٹ جانا اور اس ضمن میں کسی کی طعن و ملامت کو خاطر میں نہ لانا آپ کا طرہ امتیاز تھا، مسلک دیوبند سے سرمو انحراف کرنے والے کسی چھوٹے بڑے کو تقریر و تحریر کے ذریعے آگاہ کرنا آپ کی عظمت، شفقت اور عزیمت کی ایک بڑی نشانی تھی۔

انفوس! کہ آج وہ ہستی ہم میں نہیں رہی جو دیانت و متانت کے ساتھ اصلاح افکار اور مسلک کے دفاع میں اپنے ناتواں وجود کو ہر کٹھن گھڑی میں بطور ڈھال پیش کر دیتی تھی اس عالم رنگ و بو میں باطل

زقوں کے علاوہ کچھ دیوبندیت کا ظاہری لحاف اوزمے ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فکدہ راندہ طرز عمل سے سخت ناگاہ اور کبیدہ خاطر تھے، اسی لیے وہ آپ پر موقع بہ موقع مہبتیاں بھی کئے رہتے تھے لیکن اس مرد درویش نے کبھی کسی کے ساتھ ذاتی پرغاش نہیں رکھی بلکہ ہمیشہ دلائل کے ساتھ اپنی بات کا اعتبار فرمایا اور مسلکی مفاد کو ہمیشہ مقدم رکھا، یوں پراپیوں کے ساتھ انہوں کی جاس تسل زیادتیوں کو بھی خند و جھٹائی سے برداشت کرتے رہے اور آپ کے پایہ استقلال میں کسی بھی موقع پر ذرہ برابر غرض نہ آئی۔

آپ مدرسہ حضرت الطوم میں بھی کثرت کے ساتھ تشریف لاتے رہے، کئی بار جمعہ پڑھایا اور وہاں بھی امر شاہ فرمایا، تاہم سن ۲۰۰۰ء میں آخری بار تشریف لائے اور عطالت کے باوجود طلباء کرام اور احباب کو تقریباً ایک گھنٹہ یہاں فرمایا، مدرسہ حضرت الطوم کے تعلیمی معیار پر اطمینان اور اس کے ساتھ آپ کے لگاؤ کا اندازہ صرف اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنے صاحبزادے اور جانشین مولانا قاضی عبور الحسن صاحب ائمہ کو ختم دلانے کے لئے میرے والد محترم مفسر قرآن حضرت مولانا سونی عبد الحمید خان سواتی مدظلہ العالی کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے ہوئے دور درود حدیث شریف میں سند فراغت حاصل کی۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہماری حسن عقیدت کی دیگر بہت سی وجوہات میں سے کچھ یہ ہیں کہ وہ اور والد محترم مدظلہ دونوں دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، دونوں شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں، دونوں کو حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ملاقات حاصل ہے، جن کوئی اور عزیمت میں دونوں کا مزاج قدرے یکساں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں پر دہشت گردی اور اشتہاری مجرم جیسے سنگین اثرات مل گئے رہے۔ جن کوئی کی پاداش میں مقدمات بنے رہے جن کی وجہ سے قید و بند کی مشکلات سے بھی دوچار ہوتے رہے ہیں۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ تو ہم بچپن ہی سے سننے اور دیکھتے چلے آ رہے تھے لیکن دونوں بزرگوں کے اس قدر اشتراک نے ہمیں وحشی طور پر ان کے اور قریب کر دیا تھا۔ آپ کی خدمت میں کئی بار ہاضری کا موقع ملا، بندہ کے ساتھ بے حد شفقت فرماتے تھے، والد محترم مدظلہ کی عطالت کے باعث ایک مرتبہ ہمارے گھر صرف چار دہری کے لئے تشریف لائے، جب بھی آپ کی کوئی نئی کتاب یا پمفلٹ شائع

ہوتا تو والد محترم مدظلہ کو ضرور بھیجتے اور والد محترم مدظلہ کی بھی ہر نئی کتاب انہیں بھجوائی جاتی، آپ ماہنامہ نصرت العلوم کا مطالعہ بھی فرماتے تھے بلکہ ایک موقع پر آپ نے بزرگانہ شفقت فرماتے ہوئے ماہنامہ کے ایک اہم مسئلہ کی طرف کسی ذریعہ سے توجہ مبذول کرائی جس کی اصلاح کی گئی، آپ کی بیسیوں تحقیقی تعنیفات علمی یادگار ہیں جو رہتی دنیا تک مسلک اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی سے تعلق رکھنے والوں کے لئے روشنی کا راستہ فراہم کرتی رہیں گی اور خود حضرت پڑھنے کے لئے بھی صدقہ جاریہ کا ثواب پیہم ثابت ہوں گی۔

حقیقت یہ ہے کہ جو بھی انسان اس دنیا میں آیا بالآخر اس نے ایک نہ ایک دن ضرور مالک الملک کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں لیکن کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جن کے اٹھنے سے علم و عمل کے چمنستان میں خزاں نمٹا رہی چلی جا رہی ہے اور روشنی کے چراغ کم ہوتے چلے جا رہے ہیں، نئی نسل کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ چھوڑ کر قاضی صاحب پڑھنے بھینے کی اس سر زمین میں سپرد خاک ہو گئے جہاں سے ان کا خیر اٹھا تھا۔

احقر بھی مدرسہ نصرت العلوم کے اساتذہ اور ان ہزاروں لوگوں کے ساتھ آپ کے آبائی گاؤں بھینے چکوال جنازہ میں شریک ہوا، بعد ازاں آپ کی علمی یادگار مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال شہر میں بھی حاضری دی، جہاں کے درودیوار، مریدین اور شاگرد سب ہی آپ کی جدائی کے غم میں سو گوار تھے، دفتر کے ایک ذمہ دار آدمی حافظ عبدالوحید حنفی نے ہمارے وفد کے سامنے اس حیرت انگیز بات کا انکشاف کیا کہ جب حضرت قاضی صاحب پڑھنے ابتداء میں چکوال تشریف لائے تھے تو اسی وقت انہوں نے یہ بات طے کر لی تھی کہ وہ تاحیات وظیفہ نہیں لیں گے اور پھر آخر دم تک بغیر کسی سے سوال کیے اس پر کار بند رہے باوجودیکہ ہندوستان کے سفر کے علاوہ چودہ بار حرمین شریفین کا سفر بھی کیا اللہ تعالیٰ ہی ان کا نظام چلاتا رہا اس مسلسل مجاہدہ پر اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے.....

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں

تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب پڑھنے کی ہمہ جہت خدمات کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے آپ کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت عطا فرمائے، آمین یا الہ العالمین

[بشکریہ ماہنامہ نصرت العلوم، 1۔ 2، 3 مارچ 2003ء]

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا عکس جمیل

☆ کھ مولانا محمد ازہر

الحمد لله وكفى و سلام على عباده الذين اصطفى

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے

یہ بندہ دوعالم سے خفا میرے لئے ہے

مولانا محمد علی جوہر مرحوم کا یہ شعر ہمارے دور میں کسی شخصیت کی حق گوئی و بے باکی، دینی غیرت و حمیت، تصلب فی الدین اور کسی مصلحت یا مروءت کے بغیر کلمہ حق کہنے پر صادق آتا ہے تو وہ مناظر اہل سنت، وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم، ترجمان مسلک حق حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کی شخصیت تھی۔ انفس کہ حق کا یہ ترجمان ۳/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ، ۲۶/ جنوری ۲۰۰۲ء کو اپنی شعوری زندگی میں تقریباً ستر برس تک حق کی منادی کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی رحلت و ولادت کا مہینہ ایک ہی ہے۔ آپ رحمہ اللہ ۱۰/ ارزی الحجہ ۱۳۳۲ء کو ضلع چکوال کے گاؤں ”بھیں“ میں پیدا ہوئے۔ ابتداء میں تعلیم اپنے والد محترم مولانا کرم الدین دبیر رحمہ اللہ سے حاصل کی جو ایک جید عالم اور ماہر مناظر تھے۔ ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں موقوف علیہ تک تعلیم پانے کے بعد دورہ حدیث شریف کے لئے ۱۹۳۹ء میں برصغیر کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ دارالعلوم دیوبند اس وقت بھی برصغیر کی نامور علمی شخصیات کی بدولت اہل علم کا مرجع تھاجن میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ، حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا علامہ شمس الحق انصاری رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، حضرت مولانا اعجاز علی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ کی شخصیات نمایاں تھیں۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے ان تمام جامع الکملات ہستیوں سے

کسب فیض کیا لیکن شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ سے محبت و عقیدت کا خاص تعلق تھا جو بیعت سلوک و تصوف کی صورت میں بھی ظاہر ہوا۔

احقر کی ناقص رائے میں آپ رحمہ اللہ کے طرز حیات اور تمام دینی خدمات میں آپ رحمہ اللہ کے شیخ و استاذ حضرت مدنی رحمہ اللہ کا رنگ نمایاں تھا۔ اگر آپ رحمہ اللہ ایک طرف فناءیت و تواضع اور بے نفسی و ایثار میں اپنے شیخ کی تصویر تھے تو دوسری طرف حق گوئی، اتباع سنت، صبر و استقامت اور زہد و ورع میں بھی حضرت مدنی رحمہ اللہ کا عکس جیل تھے۔ حضرت مدنی قدس سرہ کی طرح دینی غیرت و حمیت اور باطل و مکرہا فرقتوں اور تحریکوں کے خلاف کسی رعایت و مصلحت کے بغیر زبان و قلم کا استعمال حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا طرہ امتیاز تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے جس چیز کو حق سمجھا، عمر بھر کسی مصلحت یا مصلحت کے بغیر اسے بیاں دہل بیان فرمایا اور اس راہ میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت یا تعلق کی پروا نہ کی۔ اس سلسلہ میں آپ رحمہ اللہ نے جہاں قادیانیت، پرویزیت، رافضیت، اور بہائیت جیسے فتنوں کے کفر و الحاد اور زلیغ و ضلالت کو برملا بیان کیا وہاں اہل سنت والجماعت کے عقائد اور مسلک حق سے انحراف کرنے والے افراد، جماعتوں اور گروہوں کا بھی بھرپور علمی و تعاقب فرمایا۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ عقائد و نظریات اور کتاب و سنت کی تعبیرات میں اکابر علمائے دیوبند کے متصحب پیروکار تھے اور اس دور میں انہیں بحیثیت مجموعی دین حق کا ترجمان اور معیار قرار دیتے تھے۔ ان کے اس متصحب اور بے لچک رویے کے باعث ان کے بعض اقدامات سے کچھ افراد اور گروہ شاکہ بھی رہے مگر ان کی پوری زندگی کم و بیش اس شعر کی تصویر بن کر رہ گئی تھی کہ.....

اپنے بھی خدا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش

میں زہر ہلا اہل کو کبھی کہہ نہ سکا قد

چنانچہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے باطل و مکرہا فرقتوں کے استیصال و تعاقب کے علاوہ ان افراد اور گروہوں کی فکری لغزشوں کو بھی بے نقاب کیا جو کسی حوالے سے خود کو علمائے دیوبند کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ان کا موقف اس سلسلہ میں یہ تھا کہ اگر ایسے افراد سے صرف اس لئے صرف نظر کر لیا جائے کہ ان کی نسبت دیوبند کی طرف ہے تو اس سے مسلک حق مجروح ہوتا ہے اور علماء دیوبند کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، اس لئے عامۃ الناس کو شکوک و شبہات سے بچانے اور صحیح اور غلط کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے ایسے افراد اور گروہوں کی نشاندہی اور مدلل تردید ضروری ہے۔ احکام شریعت کی اتباع اور مسلک حق کی حفاظت آپ رحمہ اللہ کے نزدیک تمام مصلحتوں سے بالاتر تھی۔ اپنے اسی سبب و حق

پرستی کے بدولت آپ ﷺ نے ”جمعیۃ علماء اسلام“ سے علیحدگی اور اپنے بعض مخلص احباب درفتاء کی جدائی کے صدمہ کو برداشت کیا مگر عقیدہ و عمل پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔ وہ موجودہ سیاسی دور کی پیدا کردہ منافقت اور کپرو دما زنگ کی پالیسی کے قائل نہیں تھے، نہ ہی خلاف شریعت ”امور پر سمجھوتے“ یا ”حکمت عملی“ کے پر فریب نام پر مقاصد شریعت کو ملیا میٹ کرنے کے روادار تھے، جس کی ایک واضح مثال ان کا جماعت اسلامی کے بارے میں رویہ تھا۔ جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کی جماعت کو اہل سنت والجماعت کے عقائد کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ مگر اہل علم پر مخفی نہیں کہ مولانا مودودی مرحوم بہت سے عقائد و مسائل میں انفرادی رائے رکھتے تھے۔ ان کے سیاسی کیریئر کی وجہ بعض دینی حلقوں میں ان کے بارے میں نرم گوشہ پایا جاتا ہے، مگر حضرت قاضی صاحب ﷺ اپنے جلالی مزاج اور دینی حیات کے باعث ایسی نرمی کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس موضوع پر مستقل کام کیا اور تحریر و تقریر کے ذریعے مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے ان عقائد و مسائل کی نشاندہی کی جو مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں، بالخصوص مسئلہ عصمت انبیاء اور خلفاء و اصحاب رسول ﷺ کے معیار حق ہونے کے بارے میں مودودی صاحب کی فکری لغزش کا علمی و تحقیقی تعاقب کیا اور یہ واضح کیا کہ یہ سمجھنا یا کہنا کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی تھیں۔ نوح علیہ السلام میں جاہلیت کا جذبہ تھا، اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے خود غلطیاں کرائی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو توحید میں شک رہا، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے زبان درازی کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد کی خلافت میں ملوکیت آگئی تھی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیاسی اغراض کے لئے کتاب و سنت کی خلاف ورزی کی، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مخلص نہ تھے۔ احادیث رسول ﷺ قابل یقین نہیں، موجودہ حالت میں چوروں اور زانیوں کو شرعی سزائیں دینا ظلم ہے۔ (الغیاذ باللہ) وغیرہ عقائد اہل سنت والجماعت کے مسلک کے قطعی خلاف ہیں اور ایسے نظریات کے حامل افراد یا جماعتوں کے ساتھ سمجھوتہ خلاف شریعت و حکمت ہے۔

حضرت قاضی صاحب ﷺ کو اس سلسلہ میں نرمی اور مصلحت پسندی کے مشورے دیئے گئے مگر انہوں نے کوئی مشورہ قبول نہیں کیا اور تند و تیز ہواؤں میں حق کا چراغ روشن رکھا بلکہ جیسے جیسے دوسرے حلقے مصلحتوں کا شکار ہوتے گئے۔ حضرت قاضی صاحب ﷺ کے موقف اور تعصب میں اور بخنی آتی گئی اور انہوں نے اپنی تحریک و جدوجہد کا یہ اصول طے کر دیا کہ.....

نوار تلخ تری زن ہوں ذوق نقد کم یابی

حدی را حیز تری خواں چوں محل را گراں بینی

احقر نے شروع میں عرض کیا کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ جرات و حق گوئی اور قربانی و ایثار کے علاوہ بے نفسی اور وفائیت میں بھی حضرت مدنی قدس سرہ کا عکس جمیل تھے۔ احقر کی اس رائے کی تصدیق وہ تمام حضرات کریں گے جنہیں زندگی میں کسی بھی مرحلہ میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ سے تعلق خاطر اور نیاز مندی رہی ہو۔ آپ اپنے تمام متعلقین، احباب و رفقاء حتیٰ کہ تلامذہ اور مریدین سے بھی اس طرح پیش آتے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ کی شانِ عبدیت و وفائیت نمایاں ہوتی تھی۔ چند سال قبل احقر کا بغرض زیارت و دعا حاضری کا اتفاق ہوا۔ ضعف و علالت کے باعث حضرت رحمۃ اللہ کی کمر جھک چکی تھی، جسم نحیف و زار تھا، بڑھاپے کی کمزوری مستزاد تھی مگر نہایت بشارت، خندہ روئی اور شفقت کے ساتھ بات چیت فرمائی۔ جامعہ خیر المدارس اور ماہنامہ ”الخیبر“ کے بارے میں استفسار فرمایا۔ کچھ دیر کے بعد احقر نے اس خیال سے کہ میرے بیٹھنے سے حضرت رحمۃ اللہ کے آرام میں خلل نہ آئے دعا کی درخواست کی اور اجازت چاہی۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ ”کھانا کھا کر جائیں۔“ میں نے ادب سے معذرت کی، مگر وہ گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد بنفس نفیس سائیں روٹی اٹھائے ہوئے تشریف لائے۔ انہیں اسی حالت میں دیکھ کر سخت صدمہ اور ندامت ہوئی کہ میری وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ کو تکلیف پہنچی، مگر انہوں نے بڑی محبت سے کھانے کا حکم فرمایا۔ نعمت غیر مترقبہ کچھ کروہ بابرکت اور حلال و طیب کھانا کھایا جس کے انوار و برکات ایک عرصہ تک محسوس ہوتے رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ کی تواضع و وفائیت اور اکرام ضیف کا یہ نقش ابھی تک دل میں تازہ ہے اس کے علاوہ سینکڑوں واقعات آپ کی تواضع و وفائیت کے شاہد ہیں۔

جامعہ خیر المدارس میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کے سانچہ ارتحال کی خبر ۳ رزی الحجہ ۱۴۲۲ھ کی صبح کو ملی۔ جامعہ میں ایصالِ ثواب کے اہتمام کے علاوہ فوری طور پر حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری زید محمد مہتمم جامعہ خیر المدارس نماز جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے اور تدفین سے قبل حضرت رحمۃ اللہ کے آبائی گاؤں ”بھیس“ پہنچے۔ حضرت رحمۃ اللہ کی نماز جنازہ میں سخت سردی کے باوجود ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً تیس ہزار افراد نے شرکت کی اور یوں کتاب و سنت کے اس عظیم خادم اور ناموس صحابہ رحمۃ اللہ کے محافظ اور وکیل کو شانِ محبوبیت کے ساتھ سفر آخرت پر روانہ کیا۔ ایسے موقع پر بالعموم یہ کہا جاتا ہے کہ جانے والا اپنے بعد ایسا خلا چھوڑ گیا ہے جو کبھی پر نہ ہوگا لیکن حقیقی معنی میں یہ الفاظ حضرت

﴿تجاربائے حق﴾ ﴿شہادتِ مسلمہ﴾ ﴿۱۴۸۵ھ، جولائی ۲۰۰۵ء﴾ ﴿۶۶۶﴾

قاضی صاحب پختہ کی جدائی پر حرف بحرف صادق آتے ہیں۔ اب قادیانیت، رافضیت اور دیگر باطل اور گمراہ فرقوں کے خلاف جرأت و استقامت ایمانی کے ساتھ کلمہ حق بلند کرنے والی کوئی دہک ہستی نہیں رہی۔ بلکہ دیکھا جائے تو دین کے تمام شعبوں میں ایسا ہی قحط الرحال ہے کہ ہر جانے والا اپنے بعد ایک مہیب خلا چھوڑ کر جا رہا ہے جس کے پُر ہونے کے آثار دور دور تک نظر نہیں آتے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، حضرت قاضی صاحب پختہ کی بال بال مغفرت فرمائیں، انہیں جنت میں مقامات عالیہ اور اپنے قرب سے سرفراز فرمائیں اور دین کی جس شمع کو وہ روشن کر گئے ہیں اس کے انوارات کو دور دور تک پھیلائیں۔ آمین

{بشکریہ ماہنامہ الخیر ملتان مارچ ۲۰۰۴ء}

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاد محمد و زین حضرت شیخ الہند امام انقلاب حضرت الحاج ابو ہدیہ محمد علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہم و قدس اللہ اسرارہم
بانی جامعہ اسلامیہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہما رحمنا ورحمہم اللہ الدین لا اور

مدرسہ و خانقاہ نظارۃ المعارف مسجد سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نزدلال پل نوشہرہ چھاؤنی

کے خدام اور طلباء و مقررین جزیہ "ماہنامہ حق چار یاز" کو یادگار سلف امام اہل سنت حضرت مولانا القاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحی خبر خاص شائع کرنے پر ہدیہ بذاتِ فکر و تحسین پیش کرتے ہوئے تمام احباب و قارئین کرام سے مؤدبانہ استفسار کرتے ہیں کہ وہ "ان" گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص مبارک مع بسم اللہ شریف (اول، خورد و شریف تین تین مرتبہ) پڑھ کر حضرت اشیخ القاضی صاحب موصوف قدس سرہ اور سب اکابر و مشائخ کو ایصالِ ثواب کرو دیا کریں۔

نائب ناشر: حاجہ زینب بیگم، پتہ: محلہ کھنڈ، تحصیل کھنڈ، ضلع کھنڈ، لاہور۔ فون: ۵۹۲۲-۶۱۳۵۲۲ (پتہ: پاکستان) فون: ۵۹۲۲-۶۱۳۵۲۲

مرکز کتب و نشر اسلامیہ

چھپر بازار چکوال

فون: ۵۵۳۲۰۰-۵۵۷۳

اسلامی کتب کا واحد مرکز

قادیان سنت نمبر و شتاب ہے

علم و عمل کی فلک بوس عمارت

کچھ مولانا مفتی نامہ الرحمن صاحب

حضرت مولانا قاضی مقہر حسین نور اللہ مرقدہ سے میری شناسائی کا دائرہ صرف دو ملاقاتوں تک محدود ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے۔ کہ آپ کی تحریر اور علمی فیوضات کے ساتھ وابستگی تیس سال پر محیط ہے۔ کیونکہ زندگی کے بیس سالہ درس انتہائی والی زندگی سے فراغت سے قبل ہی ایام طالب علمی میں آپ کے علمی تذکرے سنے تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کی وجہ سے اگر ان کے کسی عاشق کے بارے میں سننے میں آتا تو ناہیانہ طور پر اس کی عقیدت بھی دل میں بیٹھ جاتی۔ بلکہ بچپن سے جن اساتذہ کے آغوش میں تربیت ہوئی یا جن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر بنے پڑے۔ ان کا اثر یہ تھا۔ کہ ذہن میں حق کا معیار مدینت رہا۔ جو بھی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب نظر آیا۔ اس کو حق پرست سمجھا۔ درجہ ثانیہ پڑھتے وقت حضرت مولانا محمد عثمان الحسینی رحمۃ اللہ علیہ جب ترجمہ کے وقت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ فرماتے تو احساس ہوتا کہ آپ علم و عمل کی دو فلک بوس عمارت ہیں۔ جنہیں دیکھنے کے لیے سر پر ٹوپی تھانے کے لیے ہاتھ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اور پھر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ سے نسبت پیدا ہونے کے بعد اس نظریہ اور عقیدت کی خوب آبیاری ہوئی اور یہی نسبت حضرت قاضی صاحب مرحوم سے عقیدت پیدا ہونے کا سبب بنی۔

پہلی ملاقات ربیع الاول کی مناسبت سے سیرت کے حوالہ سے کانفرنس میں شرکت کے موقع پر ہوئی۔ جس کی دعوت آپ کی طرف سے دی گئی تھی۔ صبح کے وقت مولانا مرحوم اللہ صاحب کی رہبری میں آپ کے دولت خانے پر حاضری ہوئی۔ اور ظہر کی نماز کے بعد جب کانفرنس سے خطاب کرنا تھا۔ کرسی صدارت پر آپ رونق افروز تھے۔ دوسری ملاقات جامعہ عثمانیہ پشاور کے قیام کے بعد مولانا حسین احمد صاحب تاحکم

تعلیمات جامعہ عثمانیہ اور جامعہ کے خادم خاص حاجی غیاث الانام صاحب کی معیت میں صوبہ پنجاب کے دینی مدارس کے دورہ کے موقع پر ہوئی۔ اس سفر کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ان مدارس کا مشاہدہ کیا جائے۔ جہاں نصاب میں تبدیلی کے حوالہ سے کچھ محنت ہو رہی ہے۔ اس کے نتائج کیا ہیں؟ الحمد للہ اس سفر کے دوران صوبہ پنجاب کے اہم مدارس دیکھنے کا موقع ملا۔ جناب محمد اکرم اعوان صاحب کے ”صقارہ اکیڈمی“ کے دیکھنے کے بعد جناب ڈاکٹر پیر محمد کرم شاہ الازہری مرحوم کے قائم کردہ دینی ادارہ بھیرہ شریف سرگودھا جاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ موقع کی مناسبت سے آپ نے نصاب کے حوالہ سے چند رہنما اصول کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور بنات کے شعبہ میں آپ نے سالہا سال کے تجربات کا انچور چند منٹوں میں سامنے رکھا اور ہمارے سفر کے بنیادی اہداف کو سامنے رکھتے ہوئے بڑی شفقت فرمائی۔

حضرت مدنی بیسیدہ کی علمی فیاضی اور دریادلی سے جس شخص کو بھی آپ کے درس میں شرکت کی سعادت ملی۔ اپنے ظرف کے مطابق اس نے خوب استفادہ کیا۔ آپ کے تلامذہ میں حرمان اور بے نوائی کا مشاہدہ بہت کم ہوا۔ لیکن بعض تلامذہ کو حضرت مدنی بیسیدہ کے علوم سے حظ وافر ملا۔ میرے شیخ حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ ان حضرات میں سرفہرست ہیں۔ جو تدریسی میدان میں اپنے شیخ کے علم کے ترجمان رہے۔ ترمذی اور بخاری پڑھاتے وقت حضرت مدنی بیسیدہ کے نام لینے میں آپ جس عقیدت و محبت کا اظہار فرماتے۔ اندازہ ہوتا کہ آپ کے دل میں حضرت مدنی بیسیدہ سے کتنی محبت ہے؟ ”حقائق السنن“ کے مطالعہ میں جا بجا حضرت مدنی بیسیدہ کے علوم و معارف آپ کو نظر آئیں گے۔ سیاسی و مسلکی تحفظ کے میدان میں حضرت قاضی مظہر حسین بیسیدہ حضرت مدنی بیسیدہ کے افکار و نظریات کی ترجمانی کا حق ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ نے حضرت مدنی بیسیدہ سے دیوبندیت کا جو تاثر لیا۔ وہ مصلحتوں اور سیاسی افق پر چھانے والی موسمی تبدیلیوں سے کبھی ابراؤ نہیں رہا۔ بلکہ ہر موقع پر ”بنیان مرموص“ ثابت ہوئے۔ آپ نے مذہبی نظریات کو فروغ دینے کے لیے عملی طور پر ”خدام اہل السنن“ کا پلیٹ فارم استعمال کیا۔ جس کی ترجمانی ماہنامہ حق چار یار جی بی بی کرنا رہا۔ صحابہ جن جن سے عقیدت و محبت آپ نے زندگی کا ہدف رکھا۔ باطل افکار و نظریات کی تردید کے لیے آپ ہمیشہ سیف بے نیام رہے۔ حق پرستی اور حق گوئی تو آپ کی پہچان تھی۔ اگر کسی میں حق مسلک کے خلاف کوئی ادنیٰ حرکت دیکھی۔ تو برداشت نہیں کی۔ تعلقات کو بالائے طاق رکھ کر اس کی خوب خبر گیری کی۔ چنانچہ بعض حضرات سے گہرے تعلق اور قلبی محبت کے باوجود بریلویت کے حوالہ سے جب نرم گوشہ محسوس کیا۔ تو ”حق چار یار جی بی بی“ کا پرچہ مہینوں

نیک اس مسئلہ پر طوفان برپا کرتا رہا۔ ایسا ہی سیاسی مصلحتوں کے حوالہ سے جب مدتوں کے رقیب ایک دوسرے سے کندھے ملا کر سٹیج پر بیٹھ گئے یا ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اتفاق و اتحاد کا مصنوعی لبادہ اوڑھ رہے تھے۔ تو آپ نے امت کو پس پردہ عوامل اور محرکات سے پردہ اٹھاتے ہوئے رہبری درہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ کے موقف و نظریہ سے سو فیصد متفق ہونا تلامذہ، حلقہٴ محبین اور مریدین کا شیوہ رہا ہے۔ ورنہ دوسرے علماء اور دانشور اختلاف کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ آپ کا موقف تمام امت کے لیے حرف آخر ہو۔ لیکن باایں ہمہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ آپ کو اپنے موقف سے ہٹانا کسی دوسرے سے متاثر ہو کر اپنے موقف میں نرم گوشہ اختیار کرنے کا باب آپ کی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ ایسا ہی اپنے موقف منوانے میں انداز استدلال، قوت بیان اور علمی ذوق سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔ ورنہ ”حق چار یار“ کا پرچہ اٹھا کر دیکھیں۔ کہ ایک ایک بات پر آپ بیسیہ چالیس سے زیادہ قسطوں میں جواب دیتے رہے۔ پھر جواب در جواب کا سلسلہ لاتما ہی رہتا۔

ضعف و ناتوانی اور سن کہولت کے اس مرحلہ میں آپ کی تحریر کی قوت اور رعنائی سے آپ اندازہ لگائیں۔ کہ ایام شباب میں آپ نے مخالف نظریات کی تردید میں کونسی فولادی قوت کا مظاہرہ کیا ہوگا۔ میں تو آپ کی عمر اور پھر جو انہر و حوصلہ کو دیکھتے ہوئے حیران ہوتا۔ پھر عمر کے اس مرحلہ میں یادداشت اور حافظہ کا ساتھ دینا یقیناً بہت بری بات ہے۔

ورنہ عمر کے اس مرحلہ میں لوگ ریٹائرڈ ہو کر آرام طلبی اپنا مقصد سمجھتے ہیں جبکہ آپ بیسیہ کو حق بولنے اور لکھنے میں راحت ہوتی۔ قبر تک جاتے ہوئے قلم و دوات اور کاغذ نے ساتھ جانے سے وفا نہیں کی۔ لیکن خود لکھنے کی طاقت نہ رکھنے کا افسوس رفیق سفر بنا کر ساتھ لے گئے۔

اللهم نور قبره واکرم نزله ووسع مضجعه واجعل الجنة مثواه بحق

لا اله الا الله محمد رسول الله



جبال العلم سے..... ۳۴ سالہ رفاقت

کھ مولانا سید محمد قاسم شاہ بخاری ☆

بسم اللہ تعالیٰ شانہ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

آخری دیدار

مجاہد کبیر، جبال العلم والعلم، پیر طریقت، وکیل صحابہؓ، امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے بتاریخ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء بروز اتوار تہجد کے وقت عمر ۹۰ سال انتقال فرمایا۔ ۲۶ جنوری بروز سوموار چکوال دن اڑھائی بجے کالج گراؤنڈ جنازہ ہوا۔ احقر جنازہ میں شامل ہوا چکوال کی سرزمین پر اتنا بڑا جنازہ کسی کانہ ہوا ہوگا۔ دیدار کے لیے دنیا ایسے بے تاب و بے قرار تھی جیسے حجر اسود کا بوسہ لینے کے لیے دنیا گرتی ہے۔ احقر نے بڑی مشکل سے دیدار کی سعادت حاصل کی الحمد للہ علی ذالک۔

پہلی زیارت

۱۹۶۷ء میں جب حضرت شاہ صاحب چوکیہ سے سرگودھا بلاک بی مسجد فاروق اعظم میں آگئے ایک دن دوپہر کے وقت حضرت قاضی مظہر حسین صاحب چکوالی تشریف لائے۔ بالکل سادہ لباس، قمیص شلوار کھدر کی، پنسل لگائے ہوئے مصلے پشت کے پیچھے لونا آگے باندھا ہوا احقر قاسم شاہ سے آپ نے دریافت فرمایا شاہ صاحب کو ملنا ہے کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ شاہ صاحب اس وقت کسی سفر پر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ لاہور سے چکوال جا رہے تھے احقر کی عمر اس وقت تقریباً ۱۹ برس ہوگی پہچان نہ ہو سکی۔ لیکن خدام اہل سنت جماعت میں شامل ہوا تو پہچان لیا کہ یہی حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ اس دن آئے تھے۔

مدنی قافلہ میں شرکت

حضرت والد ماجد امام پاکستان سید احمد شاہ صاحب بخاری نے ۱۹۶۹ء مارچ میں انتقال فرمایا انہی دنوں چکوال سے حضرت قاضی صاحب کا مکتوب گرامی سنی کانفرنس ہمیں شرکت کے لئے حضرت شاہ صاحب کو موصول ہوا تھا۔ جس رات حضرت شاہ صاحب پر فالج کا حملہ ہوا سی رات عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد شاہ صاحب نے جواب اپنی قلم مبارک سے تحریر فرمایا لیکن وہ کارڈ لیزرکس میں نہ ڈال سکے۔ وہ خط آج تک محفوظ ہے اور اسی خط کی بنیاد پر احقر آج تک جماعت میں شامل ہے اور شامل رہے گا ان شاء اللہ۔ ۱۹۷۱ء میں احقر حضرت قاضی صاحب کے ہاں گیا برائے زیارت حضرت نے صوفی شیر زمان مرحوم کی بیشک میں احقر کو خود جماعت میں شامل فرمایا اور دعاء خیر اور پند و نصائح سے نوازا۔ الحمد للہ! آج تک بندہ انہیں نصائح کے مطابق ملکی سطح پر دینی کام کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ بڑے بڑے کٹھن مقامات پر حضرت نے شیعہ کے مقابل روانہ کیا۔ الحمد للہ حضرت کی روحانی توجہ سے دشمن مقابلہ سے فرار ہی ہوا۔

صاحب تصرف بزرگ

منوال، منگوال، شاہ پور ضلع چکوال میں ہیں شیعہ کے گڑھ تھے۔ شیعہ حضرات اسلحہ تان کر بیٹھے تھے لیکن حضرت کی روحانی توجہ سے ہمارا بال بھی بیکانہ کر سکے۔ حضرت قاضی صاحب صاحب تصرف بزرگ تھے احقر کو جب حضرت نے شاہ پور روانہ کیا تو یہ اہل سنت کا پہلا جلسہ تھا یہاں صرف دو گھراہل سنت کے تھے بڑا خطرہ تھا چپ پر ہم گئے۔ حضرت نے روانہ کرتے وقت فرمایا! کفن باندھ کر جانا۔ اتنا خطرہ تھا لیکن جب ہم شاہ پور کے قریب گئے تو شیعہ حضرات بمع اہل و عیال گھروں کو چھوڑ کر باہر جا رہے تھے گویا ہمارے لیے میدان صاف تھا یہ حضرت کی کرامت تھی ورنہ ہم کیا تھے۔ منوال میں تو گولی چلی لیکن ہمارا جلسہ ہوتا رہا الحمد للہ! آج منوال کا شیخ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ منگوال ہمارے راستہ میں اسلحہ لے کر بیٹھے لیکن شیعہ کی ہمت نہ ہوئی حضرت کی روحانی توجہ کا رعب تھا۔ احقر کڑا ہی ضلع راولپنڈی کی جامع مسجد میں تقریر کر رہا تھا۔ تقریر کے دوران ۳۰ بور کی چھ گولیاں یکے بعد دیگر سامنے سے آئیں۔ وقت کی نزاکت دیکھ کر ماسٹر دور یز صاحب پٹل لے کے مسجد کی چھت پر چڑھ گئے۔ احقر تقریر کرتا رہا لیکن دشمن ہمارا بال بھی بیکانہ کر سکا۔

مرد مومن کی نگاہ میں بڑی تاثیر ہے

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان ہوتی ہے

محرم میں ہمیشہ جلسہ لکھوال ہوتا ہے وہاں شیعہ کی مجلس بھی ہوتی ہے ایک فاضل شیعہ نے خدام کو چیلنج کر دیا۔ حضرت نے راتوں رات احقر کو بلوایا بمعیت مولانا عبد الحمید صاحب فاروقی ہمیں بھیج دیا۔ شرائط وغیرہ طے ہوتے رہے لیکن الحمد للہ شیعہ فاضل نے چیلنج واپس لیا اور رات وہاں قیام بھی نہ کیا۔ ہم نے فاتحانہ تقریریں کیں اور صبح کامرانی و کامیابی سے دفتر چکوال پہنچے حضرت نے پورا واقعہ سامنے بیٹھ کر سنا۔ چہرہ انور پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں تھے مزید دعاؤں سے نوازا۔

سنت پر عمل معمول زندگی

۳۴ سال کی رفاقت میں احقر نے حضرت کو کبھی سنت کے خلاف کوئی کام کرتے نہ دیکھا۔ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا گفتگو بالکل عین سنت نبوی کے مطابق تھی۔ گویا رسول اللہ ﷺ کی محبت آپ کی رگ رگ میں شامل تھی۔ آپ روحانیت کے آخری مقام پر فائز تھے۔ حضرت کی مجلس میں جو انوارات ملتے تھے وہ بیان سے باہر ہیں۔

علماء کے مصلح

حضرت تقریریں کر مبلغین کی بھی اصلاح فرماتے۔ ایک مرتبہ ادھووال سنی کانفرنس تھی حضرت بھی تشریف لے گئے بیشک مسجد کے قریب تھی۔ مولانا خدایار صاحب مرحوم نے بیان میں ابوطالب کے ایمان نہ لانے پر کافی دیر تقریر فرمائی۔ ایک شیعہ کی پرچی کا جواب دے رہے تھے۔ جلسہ ختم ہو گیا۔ جب ہم گاڑی میں بیٹھے حضرت اقدس فرنٹ سیٹ پر تشریف فرما ہوئے۔ راستے میں احقر کی طرف نگاہ فرما کر ارشاد فرمایا۔ شاہ صاحب! آج آپ نے ابوطالب کے ایمان پر سخت جملوں سے تقریر فرمائی ہے۔ احقر نے عرض کیا حضرت تقریر میں نے نہیں کی بلکہ مولوی خدایار صاحب نے فرمائی ہے آپ ناراض ہوئے اور ہم سب مبلغین کی اصلاح فرمائی۔ ایک مرتبہ احقر نے حضرت کو مکتوب لکھا خط پر جو حضرت کا پتہ درج کیا۔ احقر نے بڑے القاب سے حضرت کو لکھا جوابی مکتوب میں حضرت سخت ناراض ہوئے اور اصلاح فرمائی۔

اپنی تعریف پسند نہ تھی

آج کل کے صوفی حضرات اپنی تعریف اور اہتاقات سے خوش ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت کا سواہ بالکل اس کے برعکس تھا۔ جب جاہ قسطنطنیہ بناوٹ ریاکاری شعبہ بازی حسد غیبت شیرینیاں وصول کرنا ان کے خیر باضمیر میں نہ تھا۔ حقیقی ولی اللہ اور خلفاء راشدین کی سیرت میں رنگے ہوئے تھے۔ رحمت و نورانیت کا نکھار چہرہ اقدس پر بدرمیر کی طرح چمکتا تھا۔

جہلم کنونشن ہوا۔ حضرت جہلمی نے وسیع انتظام فرمایا احقر کو بحیثیت کارکن کے دعوت تھی، مولانا محمد الیاس صاحب جو کہ حضرت امام پاکستان مولانا سید احمد شاہ صاحب چوکیروی کے اولین لائق شاگرد تھے۔ نے حضرت سے پہلے تقریر فرمائی مولانا الیاس نے حضرت کی از حد تعریف فرمائی فوراً حضرت تشریف لائے اسٹیج پر حضرت نے ناراضگی فرمائی کہ میری اتنی تعریف کیوں کی اور فرمایا کہ جو آدمی اپنی تعریف سن کر خوش ہو بے ایمان ہو جاتا ہے۔ خبردار آئندہ میرے لئے ایسے جملے استعمال نہ کرتا پھر اصلاحی بیان فرمایا۔ بجان اللہ کیسے بزرگ تھے مخلص فی الدین اور راضی برضا۔

اب انہیں ذمہ داری چرائی رہا لے کر

دنیا بیعت کرنے آتی حضرت بیعت کے بجائے تلقین کرنی شروع کر دیتے کہ اپنے علاقے میں خلافت راشدہ، سنی مذہب کے لیے دن رات کام کرو۔ احقر کو اپنے مسلک حقہ اور شان صحابہ و ائمہ بیت میں حضرت کی وجہ سے پختگی ملی۔

مولانا عبید اللہ انور کا اظہار عقیدت

ایک مرتبہ احقر کو مذہب شاہ صاحب نے اس وقت شاہ صاحب اور حکیم الگ ہو گئے تھے کہا کہ قاسم شاہ صاحب آپ ہمارے ساتھ جماعت حقوق اہل سنت میں آجائیں۔ آپ بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔ ہم آپ کا اندرون بیرون ملک لے جا کر تعارف کرائیں گے۔ خدام اہل سنت ایک گم نام جماعت ہے۔ قاضی صاحب کو چھوڑ دو۔ میں نے کہا کہ میں اپنے جد و مرشد مولانا عبید اللہ انور صاحب سے بیٹھ کر عرض کر کے بتاؤں گا۔ احقر لاہور حضرت کے پاس چلا گیا جمعرات مجلس ذکر میں حاضر ہوا فرمایا! شاہ صاحب چھوٹی مسجد میں سو جاؤ میں جگاؤں گا، ایک بجے رات حضرت سوئے۔ عبید اللہ انور صاحب نے احقر کو جگایا اور نصیحت فرمائی اور فرمایا حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب

پھوال والے ہم پر بھی تنقید کرتے رہے ہیں جو ان کا حق ہے۔ ہم چھوٹے ہیں وہ بڑے ہیں لیکن آپ زندگی بھر قاضی صاحب کا دامن نہ چھوڑنا۔ احقر اپنے پیرومرشد کے حکم پر عمل پیرا ہے۔ اللہ کرے حضرت اقدس کے دیے ہوئے مشورے پر زندگی بھر عمل کرنے کی توفیق ہو۔

دارالمبلغین کے بانی

سرگودھا دارالمبلغین بھی حضرت قاضی صاحب کے فرمان کے تحت قائم کیا ہے۔ ماشاء اللہ ہر سال شعبان میں کورس ختم ہوتا ہے ملک کے نامور علماء کرام آ کر در فرق باطلہ پڑھاتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر نے بھی ۷ سال وہاں پڑھایا اللہ ان کی قبر پر رحمت نازل فرمائے آمین۔

جب ہم نے سالانہ کورس شروع کیا۔ اسناد پر حضرت قاضی نے خود دستخط فرمائے دوسرے حضرت سرگودھا تشریف لائے اور مسجد ثانی الثین میں قیام فرمایا اور دارالمبلغین کی بلڈنگ میں دعا خیر فرمائی۔

مذہبی غیرت و حمیت

مسک نہاء دیوبند پر آخری سانس تک حضرت قاضی صاحب کار بند اور پابند رہے حضرت کا معیار الحمد تھا۔

پوری زندگی حضرت نے قلمی جہاد فرمایا جس نے بھی مسک سے ہٹ کر بات کی۔ چاہے اپنا ہی کیوں نہ ہو دینی غیرت سے اسے راستہ حق دکھایا آپ تمام افعال و احوال میں زاہد فی الدنیا راغب فی الآخرة کا مصداق اور لا یخافون لومة لائم کا مصداق تھے۔ اقبال مرحوم کا شعر صحیح ہے۔

ہوا ہے گو تند تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے

وہ مرد حق کہ جس کو حق نے دیے ہیں انداز خروانہ

نہ تھا تو اگر شریک محفل قصور میرا ہے یا کہ تیرا

میرا طریقہ نہیں کہ رکھ دوں کسی کی خاطر سے شبانہ

اللہ کریم حضرت کے انوارات قائم دائم رکھے آمین اور اللہ تعالیٰ حضرت کے صاحبزادہ قاضی محمد ظہور احسین صاحب کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی اور جماعت کو آگے چلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مظہر فیوضات حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ

کھ مولانا محمد عمر قریشی ☆

ماہنامہ حق چار یار رحمۃ اللہ علیہ کے مدیر و منتظم برادر م حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب سلمہ کی طرف سے بذریعہ نوازش نامہ قائد اہل سنت نمبر کی اشاعت کا علم ہوا۔ گرامی نامہ پڑھنے کے ساتھ ہی طبیعت میں ایک عجیب کیفیت غم پیدا ہوئی کہ کاش یہ شمارہ بعنوان قائد اہل السنۃ نمبر کچھ دن اور شائع نہ کرنا پڑتا اور ہم اس نمبر کی بجائے خود فرشتہ صفت انسان سے براہ راست اکتساب فیض کرتے۔

یقین جانئے! آج علم و عمل کا روشن آفتاب غروب ہو گیا۔ سیادت اہل حق کے ماہتاب نے کرنیں چھپالیں۔ برصغیر کا مسلمان بے سہارا ہو گیا۔ یہ کوئی ملک کی وزارت و صدارت کی خالی کرسی نہیں جس پر جلدی سے کوئی بیٹھ جائے گا۔ بلکہ یہ تو علمی و روحانی دنیا میں پیدا ہونے والا عظیم خلاء ہے جو فی الوقت پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ در پیدا

حضرت قاضی صاحب مرحوم کی نابھہ روزگار شخصیت برصغیر کا اعزاز اور عالم اسلام کا سرمایہ صد فخر و ناز تھی۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ تقویٰ و طہارت، ذکر و فکر، مراقبہ، اشغال باللہ و فی اللہ، جہاد فی سبیل اللہ، اعلان حق، مجادلہ بالباطل، اعلاء کلمۃ اللہ، احیاء الدین، ترویج شریعت، اتباع سنت، وکالت اصحاب رسول ﷺ، تبلیغ و تلقین، درس حدیث اور تفہیم قرآن مجید میں صرف ہوا۔ آپ کی تقریر و تحریر سے لاکھوں تشنگان علوم و متلاشیان حق سیراب و فیض یاب ہوئے۔

درحقیقت حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے عظیم علمی و روحانی ماہتاب تھے۔ اخلاق و کردار کی پاکیزگی کے سبب بلاشبہ حضرت والا خواص و عوام کا مرجع و مآب تھے۔ تعلیم و تصنیف کے باب میں آپ

کی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔

آپ دین کی خاطر ایثار و قربانی کا مجسم پیکر تھے۔ باوجود پیرانہ سالی عیال و ضعف کے میدانِ عمل میں مجاہدانہ زندگی، باطنی سلسلوں میں پارسائی، تقویٰ و طہارت، تکمیلِ معمولات، ہمہ وقت پابندیِ کار، بس اس دور میں ان ہی کی خصوصیت تھی گویا ان کی ایک زندگی میں بہت سی زندگیاں جمع تھیں۔

لیس من اللہ بمستکر ان یجمع العالم فی واحد

(اللہ پر کوئی مشکل نہیں کہ جہاں کو فرد واحد میں جمع کر دیں)

حضرت الشیخ بیہدہ کی زندگی کا شیبہ و فراز پھر تادمِ زیت مسلکِ حقہ اہل السنۃ والجماعت حنفی دیوبندی کی کما حقہ ترجمانی کے پیش نظر بڑی آسانی سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ قدرت کے شفا بخش ہاتھ ان کی تربیت میں برابر مصروف رہے۔ نیم سحر گاہی کے جھونکے ان کی زندگی کے گیسو سنوارتے تھے۔

راقم الحروف کے خیال میں حضرت مرحوم کے اندر ان تمام ظاہری و باطنی صفات کا مجتمع ہونا دراصل شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی بیہدہ کا فیضانِ نظر تھا۔

گویا حضرت قاضی مظہر حسین صاحب بیہدہ درحقیقت مظہر فیوضاتِ حسین احمد تھے۔ یا اس طرح عرض کروں کہ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی بیہدہ علمی نور تھے اور حضرت قاضی صاحب بیہدہ اس کی ضیاء و چمک تھے۔ آپ کو حضرت مدنی بیہدہ کی ذاتِ گرامی سے والہانہ عقیدت تھی جس کی دلیل میں ماہنامہ الخیر ”بیاد امین فکر اسلام“ حضرت مولانا محمد امین، صاحب اکاڈمی نور اللہ مرقدہ میں ”حضرت قاضی بیہدہ کا مضمون موجود ہے اس کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”حق تعالیٰ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی بیہدہ کے طفیل مولانا اکاڈمی کو جنت الفردوس عطا فرمائے!“

واہ کیا عقیدت و محبت تھی اپنے اکابر سے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ سعادت نصیب فرماویں۔

بجہ اللہ بندہ کو کئی مرتبہ سنی کانفرنس بھیں و مضافات چکوال میں بغرض تبلیغ جانا ہوا۔ حضرت بیہدہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ واقعی وہ ایک عظیم انسان تھے۔ ہر ملاقات میں حضرت والد صاحب (مناظر اسلام ترجمان اہل السنۃ حضرت علامہ مولانا دوست محمد صاحب قریشی نور اللہ مرقدہ) کی وجہ سے نہایت ہی شفقت فرمائی۔ حضرت کی گفتگو میں اکابرینِ علماء دیوبند سے نہایت درجہ عقیدت کے ساتھ ساتھ ان کی تحقیق پر عمل اعتماد کا درس تھا۔ واقعی وہ اس دور میں یکے کی حنفی دیوبندی تھے۔

آہ! وہ ذاتِ گرامی جو طریقت و معرفت کی درگاہ تھی۔ جس کی محفلِ علم و عرفان میں علماء و مشائخ

بہد فخر و ناز شرکت کرتے تھے۔ جس کو قلم دامت برکاتہم کی دعائیں دیتا تھا آج انگلہ آ نکھیں اس کے جسم اطہر کو تو دہ خاک کے نیچے دیکھتے ہیں مگر سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے کیا کہا جاسکتا ہے۔

بے شک مدنی مسجد درس قرآن مجید سے اور تحریک خدام اہل السنۃ صدارت سے محروم ہو گئی۔ یہ سب کے سب ناقابل تلافی نقصانات ہیں لیکن ان شاء اللہ مسجد کا درس جاری رہے گا جماعت اہل حق کی قیادت بھی فی الجملہ ہو جائے گی۔ مگر یقیناً پاکستان میں علماء ہر ہر قدم پر حضرت اقدس کی کمی محسوس کر رہے۔

آخر میں حضرت کے جملہ متوسلین و خدام سے درد مندانہ گزارش ہے کہ حضرت کے مشن کو جاری و ساری رکھیں۔ حضرت صاحبزادہ قاضی ظہور الحسین اظہر صاحب مدظلہ سے حسب سابق بلکہ اس سے کہیں زیادہ تعلق رکھیں یہی حضرت مرحوم سے عقیدت و وفاء کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ قاضی صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائیں اور جملہ پیسندگان کو صبر جمیل عطا فرمادیں۔ آمین



یا اللہ **اسلم** **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** **حق چار بار**
 قارئین اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے منن
 یا اللہ۔۔۔ اسلی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور خلافت راشدہ حق چار بار
 کی شروا شامت تادم آخر کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

مجددانہ حیات و خدمات کا اجمالی جائزہ

کھ مولانا نور محمد آصف

آج سے تقریباً ۲۹،۲۸ سال قبل جب کہ بندہ عاجز آنھویں جماعت میں پڑھتا تھا تو پہلی وائے حضرت شیخ سیدی و مرشدی وکیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ قائد اہل سنت یادگار اسلاف مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نسور السلسلہ سرہندہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ جامع مسجد بلال ٹمن میں مولانا قاضی عبدالحمد صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کی تقریر کرائی اس مسجد کا نام بلال رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت جی نے ہی تجویز فرمایا تھا۔ ہم فاروقی صاحب مرحوم کو بھی اپنا محسن جانتے ہیں جنہوں نے ہمیں ان بزرگوں کا تعارف کرایا۔ میٹرک کرنے کے بعد میں نے فاروقی صاحب کی خدمت میں عرض کیا حضرت قاضی صاحب کے مدرسہ میں مجھے داخل کروادیں۔ انہوں نے فرمایا جہلم جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام میں آپ کو داخل کرانا ہے۔ جب ہم چکوال پہنچے تو حضرت اقدس کی زیارت نصیب ہوئی۔ پھر بیعت کے بارے میں عرض کیا تو فرمایا کہ میں جہلم میں اکثر آتا رہتا ہوں وہاں بیعت ہو جائے گی۔ پھر جہلم میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی نصیب ہو گئی۔

قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ حنفیہ جہلم کا سالانہ جلسہ پہلے تین دن ہوا کرتا تھا اس میں دوسرے دن حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی تربیتی سنی درس ہوتا تھا اور آخری بیان جمعہ کی نماز سے قبل بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہوتا تھا اس وقت جلسہ بدھ، جمعرات، جمعہ کو ہوتا تھا۔ جہلم ہر سال شعبان میں سنی تربیتی ایک ماہ کا پروگرام ہوتا تھا جس میں استاذ العلماء حضرت مولانا غلام یحییٰ صاحب ہزاروی نور اللہ مرقدہ ہر روز تین گھنٹے بیان فرماتے تھے۔ اہل باطل خصوصاً شیعہ عقیدہ امامت کا تفصیل سے مدلل رد فرماتے۔ آخری دو دن ہر سال حضرت اقدس

درس دیتے تھے۔ عقیدہ خلافت راشدہ پر تفصیل سے ہر پہلو سے بحث فرماتے ایک دفعہ اصلی کلمہ اسلام کے موضوع پر حضرت اقدس نے ساڑھے چار گھنٹے مسلسل درس دیا۔ میں نے یہ درس نوٹ کیا تھا لیکن افسوس کہ وہ کاپی گم ہو گئی۔ جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام، جہلم کو حضرت بہت اہمیت دیتے تھے کہ اس میں مسلک کے تحفظ کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی نور اللہ مرقدہ پر حضرت کا بہت زیادہ اعتماد تھا۔ فرماتے تھے کہ ہمارا آپس میں کبھی کسی مشورہ میں بھی اختلاف نہیں ہوا۔ حضرت جہلمی کو بھی حضرت اقدس سے بڑی عقیدت تھی۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ دل کرتا ہے کہ حضرت قاضی صاحب کی جوتیاں اٹھائے پھروں۔ ان دونوں بزرگوں کا باہمی تعلق ایسا ہی تھا جیسا کہ حضرت مدنی اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اور بلا مبالغہ دونوں بزرگوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کا حق ادا کر دیا اور ان کے کامل جانشین ثابت ہوئے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک طرف چالیس کروڑ فاضل دیوبند ہوں اور دوسری طرف حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، تو میں حضرت مدنی کی رائے کو ترجیح دوں گا۔

دشمنان اسلام سے اتحاد ممکن نہیں

ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ پاکستان کے بہت سے علماء ایک جگہ جمع ہیں اور سناچ پر حضرت اقدس قاضی صاحب تقریر فرما رہے ہیں اور بڑے جلال میں زوردار طریقے سے علماء سے پوچھتے ہیں کہ مودودیت کے بارے میں ہمارے اکابر کے ارشادات تمہارے سامنے ہیں پھر ان سے کیسے اتحاد کرتے ہو؟ تو سارے علماء اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنہ کو منکرین حدیث پر دیزی فتنہ سے بھی خطرناک فرمایا اور فرمایا کہ میں شرح صدر سے دلائل کی روشنی میں کہتا ہوں کہ یہ جماعت بہتر ناری گرد ہوں میں سے ہے۔ اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محمدی اسلام اور ہے اور مودودی اسلام اور ہے اور مودودی صاحب دین اسلام کا ایک ایک ستون گرا رہے ہیں۔

حضرت اقدس قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا کہ ہمارے تو تصور اور خیال میں بھی کبھی نہیں آتا کہ دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم سے اتحاد کریں۔ قادیانیوں کے مقابلے میں جو علماء رافضیوں کو ملا لیتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کیا ہم اس کا تحفظ بھی دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملائے بغیر نہیں کر سکتے؟ کیونکہ شیعہ عقیدہ امامت تو سراسر ختم نبوت کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ملا باقر

مجلسی نے لکھا ہے کہ مرتبہ امامت مرتبہ پیغمبری سے بالاتر ہے۔

[بحوالہ حیات القلوب اور دو جلد سوم ۱۰ تا شمارامیہ کتب خانہ موچی دروازہ لاہور]

اور ایران کے فہمی نے لکھا ہے کہ ہمارے اماموں کے مرتبہ کو کوئی نبی مرسل پہنچ سکتا ہے نہ ملک مقرب۔ [حکومت اسلامی یا ولایت فقیہہ معصفہ فہمی]

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف شیعہ کا بغض و عداوت تو بالکل واضح ہے حتیٰ کہ وہ اپنے کلمہ اور اذان میں بھی اس کا اظہار برما کرتے ہیں۔

حضرت اقدس قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کو حضور اکرم رضی اللہ عنہ سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اپنے اکابرین کے ساتھ جو محبت تھی گویا فانی الرسول رضی اللہ عنہم اور فانی الصحابہ رضی اللہ عنہم اور فانی الشیوخ کے مقام پر تھے۔ اسی محبت کی وجہ سے ان کے دشمنوں سے اتحاد برداشت نہ فرماتے تھے۔ حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلفہ مجاز حضرت مدنی رحمہ اللہ) نے فرمایا تھا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کو صحابہ کرام سے ایسی محبت ہے کہ ان کے دشمنوں سے مذہبی اتحاد تو کجاسی گھ جوں بھی برداشت نہیں۔ ایک دفعہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہم تو چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے دشمنوں کے سائے سے بھی دور ہیں۔

رد مودودیت میں خدمات

قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی ایک دفعہ حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے پاس گیا کہ حضرت ہم مودودی صاحب کی قابل اعتراض عبارات کتابوں سے نکال لیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ سے مشورہ کر دوں گا۔

شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی صاحب کی خدمت میں ہم کئی ساتھی حاضر ہوئے۔ اس وقت ہم نصرۃ العلوم میں حضرت شیخ الحدیث والتفسیر علامہ محمد سر فراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ سے دورہ تفسیر پڑھ رہے تھے تو انہوں نے یہ واقعہ سنایا اور فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ ان کو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے سپرد کریں وہ ان کے سپیشلسٹ ہیں۔

یہ قاضی حسین احمد کا دھوکا تھا ورنہ ان کا دستور ہی ہمیں قبول نہیں۔ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیار حق ہونے اور تنقید سے بالاتر ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ جب کہ اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں اور ان پر تنقید کرنا جائز نہیں۔ عصمت انبیاء علیہم السلام اور صحابہ

کرام عظیمہ کے معیار حق ہونے کا عقیدہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے "علمی محاسبہ" نامی کتاب میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے جو کہ مفتی محمد یوسف صاحب کی کتاب علمی جائزہ کے رد میں حضرت رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔ اسی طرح حضرت رحمہ اللہ نے "مصمت انبیاء علیہم السلام اور مودودی" صحابہ کرام عظیمہ اور مودودی، کتابوں میں بھی ان عقیدوں کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ مودودی فتنہ کے رد میں حضرت رحمہ اللہ نے مودودی عقائد پر تنقیدی نظر، مودودی مذہب کھلی چٹھی بنام ابوالاعلیٰ مودودی، اور جماعت اسلامی شیعہ انقلاب چاہتی ہے وغیرہ کتابیں تحریر فرمائیں۔ نیز قاضی حسین احمد کے مکتوب کے جواب میں، جوابی مکتوب تحریر فرمایا جو اس فتنہ کو بجھنے کے لیے بہت ہی اہم ہے۔ الحمد للہ کئی لوگوں نے اس کو پڑھ کر اس فتنہ کو سمجھا۔

حضرت رحمہ اللہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی تصنیف مودودی دستور و عقائد کی حقیقت اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی کتاب علمائے حق کی مودودی سے ناراضگی کے اسباب کا اکثر ذکر فرماتے۔ علماء و طلباء اور عوام کو ان کے پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک طرف حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مودودیت شیعیت تک پہنچنے کے لیے ہل ہے۔ ایک دفعہ میں نے سوال کیا کہ حضرت اگر الیکشن میں ایک دفعہ شیعہ اور دوسری طرف مودودی جماعت کا آدی ہو تو کیا۔ دو مصیبتوں میں پھنس جانے کی صورت میں ہلکی مصیبت کو اختیار کر لے۔ اس ضابطہ کے مطابق کیا مودودی جماعت کو ووٹ دے سکتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مودودی جماعت والے کو ووٹ دے دو۔ بلکہ ایسی صورت میں کسی کو بھی ووٹ نہ دو۔

رد شیعیت میں کاوشیں

شیعہ فتنہ کے خلاف حضرت رحمہ اللہ کے والد ماجد کی ضخیم اور لا جواب کتاب "آفتاب ہدایت" جس کا مقدمہ اور حاشیہ حضرت رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا، ایک رافضی نے اس کے جواب میں "تجلیات صداقت" نامی کتاب لکھی۔ حقیقت میں اس نے ورق سیاہ کئے۔ مولانا کرم الدین دبیر رحمہ اللہ کے دلائل کا توڑ کون کر سکتا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے "تجلیات صداقت پر اجمالی نظر" کے عنوان سے اس کا بھی جواب تحریر فرمایا: "ہم ماتم کیوں کرتے ہیں" ایک رافضی نے رسالہ لکھا تو حضرت رحمہ اللہ نے جواباً "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے"، رسالہ لکھ دیا۔ پھر اس نے رسالہ لکھا "کھلی چٹھی بنام مولوی مظہر حسین" اس کا بھی حضرت رحمہ اللہ نے جواب لکھا، جو ہم ماتم کیوں نہیں کرتے کے ساتھ ہی شائع ہوا۔ پھر ایک رافضی نے

کتاب لکھی، فلاح کو نین فی عزاء الحسین رضی اللہ عنہ، جس کا مضمون جواب حضرت بکیت نے "بشارت الدار بن بالصبر علی شہادت الحسین رضی اللہ عنہ" لکھا جس کا جواب آج تک کوئی راضی نہ لکھ سکا۔ حضرت بکیت نے اس کی کتاب کے نام پر اعتراض فرمایا کہ تو نے ثابت اس میں قائم کیا ہے۔ جبکہ عزاء تقریت سے ہے۔ اس کا معنی تو صبر دلانا ہوتا ہے۔ بریلوی عالم مولوی محمد یعقوب آف پھالیہ سے شیعہ کے دس سوالات کا جواب لکھنے کا کہا گیا تو انہوں نے وہ سوالات حضرت بکیت کی خدمت میں بھیج دیے اور حضرت بکیت نے ان کے جوابات تحریر فرمائے اور پھر ان پر تین سوال فرمائے جو کہ "سنی مذہب حق ہے" کے نام سے کتاب میں موجود ہیں۔ اسی طرح "کلمہ اسلام کی تبدیلی کی خطرناک سازش" شیعہ سنی طلباء کا اتحادی فتنہ، یادگار حسین رضی اللہ عنہ، میاں طفیل صاحب کی دعوت اتحاد کا جائزہ، نامی کتابیں شیعیت کے رد میں تحریر فرمائیں۔

بموجودہ میں جب نیم، دویم جماعت کی راہنمائے اساتذہ میں شیعہ کے لیے جدا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل آیا تو حضرت بکیت نے اس پر سب سے پہلے آواز بلند فرمائی اور "کلمہ اسلام کی تبدیلی کی خطرناک سازش" لاکھوں کی تعداد میں پمفلٹ شائع فرمائے اور ساری زندگی کلمہ کے خلاف آواز بلند فرماتے رہے۔

خارجی فتنہ کی تردید

جب پاکستان میں خارجی یزیدی فتنہ اٹھا جس کے بانی محمود عباسی کراچی کے تھے تو حضرت بکیت نے اس کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی اور تحریراً تقریراً اس فتنہ کا تعاقب فرمایا۔ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے کیا خوب فرمایا تھا کہ حضرت قاضی صاحب بکیت نے خارجیت کا طوفان آتا دیکھ کر اس کے سامنے بند باندھ دیا۔ خارجی فتنہ حصہ اول، حصہ دوم اور کشف خارجیت نامی کتابیں تحریر فرما کر سب اہل حق کی طرف سے فرض کفایہ ادا فرمایا، خارجی فتنہ حصہ اول میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت حد کو ثابت فرمایا اور حصہ دوم میں فق یزیدی کی بحث ہے اور کشف خارجیت یزیدی گروہ کی "اصل حقیقت" کتابچہ کا مفصل مدلل جواب ہے۔

عقیدہ حیات النبی کا دفاع

عقیدہ حیات النبی رضی اللہ عنہ کا بھی تحریراً تقریراً خوب دفاع فرمایا۔ "عقیدہ حیات النبی رضی اللہ عنہ کا ثبوت قرآن سے" ایک رسالہ حضرت بکیت کا بڑا اہم ہے جس میں قرآن مجید کی آیات سے اس عقیدہ کو ثابت

کیا کیونکہ مماتی لوگ بڑا زور لگاتے ہیں کہ ہم قرآن پیش کرتے ہیں اور قائلین حیات احادیث اور بزرگوں کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے عقیدہ کی بنیادی قرآنی آیات ہیں اور ان کی تائید میں احادیث مبارکہ اور اکابرین اہل سنت و جماعت کے اقوال مبارکہ ہیں۔ تفصیل کے لیے تسکین الصدور، مقام حیات، عقیدہ حیات الانبیاء مصنفہ مولانا سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ اور قبر کی زندگی، مصنفہ مولانا نور محمد قادری تونسوی وغیرہ کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت یحییٰؑ آیت ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اموات ہل احياء سے استدلال فرماتے تھے کہ شہدا کے انہی جیسوں کو مردے کہنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں۔ قتل روح نہیں ہوتی جسم ہوتا ہے اور جسم بھی دنیا والا نہ کہ مثالی تو آیت مبارکہ سے حیات شہداء عبارت النص سے ثابت ہے اور دلالت النص کے ساتھ حیات الانبیاء ثابت ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی یہ مشہور حدیث حضرت یحییٰؑ ہر بیان میں پیش فرماتے تھے۔ من صلی علی عند قبری سمعہ ومن صلی علی نانیا ابلغہ، کہ میری قبر پر جو درود شریف پڑھے میں خود سنوں گا۔ دور سے جو پڑھے پہنچایا جاتا ہے یعنی فرشتوں کے ذریعے۔ ہمارا استدلال ابو شیخ کی سند سے ہے اس میں مروان سندی راوی موجود نہیں۔ جس پر مماتی اعتراض کرتے ہیں۔ رسالہ حیات النبی مصنفہ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی پر بھی حضرت یحییٰؑ نے اہم مقدمہ لکھا۔ ایک دفعہ چکوال مدنی جامع مسجد میں جمعہ کی تقریر میں حضرت یحییٰؑ نے آیت والاخرۃ خیر لک من الاولیٰ سے حیات النبی کے عقیدہ پر اس طرح استدلال فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی پچھلی زندگی سے ہر بعد والا لمحہ بہتر ہے۔ جب اس دنیا میں اس جسم کے اندر حیات تھی تو برزخ میں صرف روح کی حیات تو اعلیٰ نہیں ہوگی جسم مثالی والی بھی اعلیٰ نہیں ہو سکتی۔ اس دنیا والے جسم کے اندر روح کے تعلق سے حیات ہے اور دنیا کی حیات سے بھی اعلیٰ قسم کی حیات ہے۔

ایک دفعہ (ڈوبلی ضلع جہلم میں) حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب یحییٰؑ کی مسجد میں حضرت یحییٰؑ نے عقیدہ حیات النبی ﷺ پر بیان فرمایا۔ فرمایا کہ روح کے تعلق کے ساتھ حیات مان لو اور عند القبر ساء مان لو تو عقیدہ ٹھیک ہو جائے گا۔ کیفیت کیا ہے اللہ جانتا ہے اس میں نہ پڑو۔ دوران تقریر کچھ مماتیوں نے کہا کہ اتنا تو ہم ماننے کے لیے تیار ہیں۔

حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب یحییٰؑ فرمایا کرتے تھے کہ نبی علیہ السلام کی قبر بھی شرک و بدعت سے محفوظ اور قبر میں نبی بھی محفوظ یعنی حیات ہیں۔

✽ مکرین حدیث کا بھی خوب تعاقب کیا، غلام احمد پرویز کے خلاف ماہنامہ حق چار یار دہشتہ میں مفصل مضامین تحریر فرمائے۔ فرماتے تھے کہ پہلے ہم نے اکابر کی اتباع میں اس کے خلاف تکفیری فتویٰ پر

تخت کیے اب اس کی کتابیں پڑھیں یہ تو قرآن مجید کا بھی منکر ہے۔ منکرین حدیث میں علامہ
 مہاترہ اندھ مشرقی کے معتقدین سے چکوال کے علاقہ میں آپ کا ایک مناظرہ بھی ہوا۔ حضرت بریلوی
 نے فرمایا کہ قرآن مجید نے عیسائیوں کو صراحتاً کافر کہا ہے اور مشرقی صاحب ان کو مؤمن کہتے
 ہیں۔ (مذکورہ مع عربی ص ۹۳) ہم قرآن کو مانیں یا مشرقی کو؟ ان لوگوں نے اقرار کیا کہ ہم اس کا
 جواب نہیں دے سکتے ہم علامہ مشرقی کو آپ کے مقابلے میں لائیں گے لیکن وہ بھی نہ آیا۔ علامہ
 مشرقی اور دوسرے منکرین حدیث کے نظریات کے رد میں حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد سرفراز خان
 صاحب صفدر دامت برکاتہم کی کتاب 'انکار حدیث کے نتائج' کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت اقدس بریلوی کی مذکورہ بالا تصنیفات کے علاوہ عورت کی سربراہی کے خلاف ایک رسالہ اس
 وقت کا لکھا ہوا ہے۔ جب حضرت بریلوی جمعیت علماء اسلام میں تھے۔

حضرت معاویہ بریلوی کے دفاع میں جس طرح آپ نے دفاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کتاب
 لکھی، اسی طرح یزیدی ذہن سے متاثر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت میں غلو کرنے والوں کے
 خلاف "حضرت معاویہ بریلوی کے نادان حامی" نامی کتاب تحریر فرمائی۔

اور کئی بزرگوں کی کتابوں میں مقدمہ کے طور پر آپ نے مضامین لکھے۔ مثلاً امام اہل سنت حضرت
 مولانا عبدالحکیم صاحب لکھنوی بریلوی کی کتاب تحفہ خلافت کا مقدمہ لکھا یہ کتاب جامعہ حنفیہ تعلیم
 الاسلام جہلم سے شائع ہوئی۔ علماء و طلباء کے لئے بہت اہم جبکہ عوام کے لیے بھی بڑی مفید ہے۔
 عقیدہ خلافت راشدہ اور شان صحابہ رضی اللہ عنہم پر آیات کی تفسیر کا مجموعہ ہے۔

حضرت اقدس بریلوی نے حضرت لاہوری بریلوی نمبر میں ایک اہم مضمون "حضرت لاہوری فتوں
 کے تعاقب میں" لکھا جو کہ جدا بھی کتابی شکل میں تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے شائع
 ہوا۔ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی بریلوی نمبر میں بھی حضرت
 اقدس بریلوی کا ایک مضمون شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ حق چار یار بریلوی میں بہت سے
 مضامین سالہا سال حضرت بریلوی کے شائع ہوتے رہے جو مستقل کئی کتابیں بن سکتی ہیں۔ جیسے
 رسول رحمت بریلوی کے عنوان پر ۶۰ قسطوں میں مضمون لکھا۔ ماہ کی قادری بھائی (ماہ کی سے
 مراد کی ماہ کی بریلوی اور قادری سے ظاہر القادری بریلوی مراد ہیں) اور یزیدیوں کا منسل رد۔
 کئی قسطوں میں۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب بریلوی کے نام احتجاجی مکتوب اور حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب بریلوی کے نام اصلاحی مکتوب رسالے لے بھی حضرت بریلوی نے تحریر فرمائے۔

مجددانہ شان

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب بریلوی کے نام ”اصلاحی مکتوب“ کا جب میں نے مطالعہ کیا تو مجھے یہ خیال آیا کہ ہمارے حضرت مجدد ہیں۔ کئی احباب کے سامنے میں کہہ بھی دیتا تھا کہ ہمارے حضرت بریلوی اس دور کے مجدد ہیں لیکن پھر یہ خیال آتا کہ ایسے القاب دینا یہ محقق علماء کا کام ہے مجھ جیسے طالب علم کا کام نہیں۔ ایک دفعہ جہلم جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام میں علماء کا کنونشن منعقد ہوا، اس میں حضرت اقدس بریلوی کے انتہائی قابل اعتماد جو حضرت بریلوی کے شاگرد بھی تھے اور مرید بھی اور اپنے شیخ کی محبت میں فنا تھے۔ میری مراد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بریلوی نور اللہ مرقدہ ہیں جو ڈسٹرکٹ خطیب لاہور رہ چکے ہیں۔ جن کی یہ کرامت ماہنامہ حق چار یار جیلو میں شائع ہو چکی ہے کہ وصال سے پہلے ہسپتال میں جب درود شریف پڑھتے پڑھتے محمد ﷺ کا نام پاک زبان سے لیتے تو پورے کمرے میں خوشبو پھیل جاتی تھی۔ یہ بزرگ حضرت اقدس بریلوی کے اخلاق عالیہ کا عکس اپنے اندر لیے ہوئے تھے۔ علماء کے کنونشن میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بریلوی نے یہ بیان فرمایا کہ ہمارے حضرت اقدس بریلوی اس دور کے مجدد ہیں۔ یہ سن کر مجھے بڑا اطمینان ہوا اور خوشی ہوئی کہ اتنے بڑے باعمل عالم دین باکرامت ولی اللہ بھی حضرت اقدس بریلوی کو مجدد فرما رہے ہیں۔ اگرچہ حضرت بریلوی میں حضرت مدنی بریلوی کی طرح بڑی تواضع تھی۔ آپ نے فرمایا کہ حافظ محمد الیاس صاحب مجدد کہہ رہے تھے۔ میں تو خادم اہل سنت ہوں۔ اخلاص، تواضع، مجاہدانہ ولولہ، استقامت، جذبہ جہاد وغیرہ حضرت مدنی بریلوی کا عکس اور رنگ ہمارے حضرت بریلوی میں موجود تھا۔ آپ اہل سنت کے امام اور قائد بھی تھے۔ پیر طریقت بھی تھے۔ رہبر شریعت بھی تھے واقف رموز حقیقت بھی تھے۔ عارف بھی تھے، مجاہد بھی تھے، لیکن فرماتے تھے میرے نام کے ساتھ صرف وکیلن صحابہ جلیلہ لکھا کرو اور القاب نہ لکھو اور فرماتے تھے ہر سنی کو صحابہ کرام جلیلہ کا وکیل ہونا چاہیے۔ اور حضرت بریلوی نے تو صحابہ کرام اور اہل بیت عظام جلیلہ کی وکالت کا حق ادا فرمایا۔

صدیقی بصیرت، جذبہ جہاد

میں تو کہا کرتا تھا کہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت تھی۔ اس دور کے علماء میں حضرت اقدس قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے صدیقی بصیرت عطا فرمائی تھی۔ جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہر فتنہ کا مقابلہ بلا خوف و لومۃ لائم فرمایا۔ اس دور میں حضرت اقدس رضی اللہ عنہ نے بھی ہر فتنہ کا مقابلہ تقریری اور تحریری طور پر خوب فرمایا۔ بلکہ جہاد کا ایسا جذبہ تھا کہ ایک دفعہ ہم بھون تحصیل چکوال سے چند ساتھی بیعت کے لیے حاضر ہوئے، حضرت رضی اللہ عنہ نے بیعت کے وقت اقرار کرایا کہ بوقت ضرورت ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی پیروی میں جہاد کریں گے اور فرمایا جہاد کی بڑی ضرورت ہے اور عموماً اس سے غفلت پائی جاتی ہے۔ فرماتے تھے میرا دل کرتا ہے کہ نو جوانوں کو سید احمد شہید رضی اللہ عنہ، شاہ اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ وغیرہ اکابر کے جذبہ جہاد کے واقعات سناؤں۔

اکابر کا اعتماد، تائیدات

بھون کے ہمارے ساتھی اعجاز حسین صاحب نے واقعہ سنایا تھا کہ ایک دفعہ ایک شخص مدنی مسجد چکوال میں حضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں نے خواب میں آپ جیسے حلیہ کا بزرگ دیکھا جو کشمیر کے ہر محاذ پر جہاد کر رہا ہے۔ گوجرانوالہ کے بزرگوں کے سامنے خواب بیان کیا اور اس بزرگ کا حلیہ خاص طور پر ڈاڑھی مبارک پر سرخ مہندی تو ان بزرگوں نے فرمایا چکوال چلے جاؤ میں نے آپ کو دیکھا یہی حلیہ خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت رضی اللہ عنہ نے اس کو ٹال دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت رضی اللہ عنہ کا روحانی مقام تو بزرگ ہی سمجھ سکتے ہیں، ولی راوی می شناسد۔ مجھ جیسا نا اہل کیا سمجھ سکتا ہے۔ اس دور کے اکابر علمائے اہل سنت کے ہاں آپ کا مقام ملاحظہ کرنے کے لیے حضرت رضی اللہ عنہ کی کتاب خارجی فتنہ پر علمائے کرام کے تبصرے جو کہ تائیدی تبصرے کے نام سے شائع ہو چکے ہیں اور کچھ کا ذکر کشف خارجیت میں بھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رضی اللہ عنہ کے کئی مکاتیب مبارک حضرت رضی اللہ عنہ کے نام مکتوبات شیخ الاسلام میں موجود ہیں۔ ایک مکتوب میں حضرت مدنی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا۔ اللہ رب العزت کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کریم کار ساز بندہ نواز نے آپ کو قرب و حضور اور معیت و جدائی طور پر عنایت فرمائی اور نسبت میں قوت اور ترقی عطا فرمائی۔ فلولہ الحمد والمعنۃ اللہم ذر فرد۔ اسی مکتوب میں فرمایا کہ آپ کو جو تعلیم دی جا چکی ہے یہ

آخری سب طرق کی تعلیم ہے۔ اس پر کار بند رہیے اور اس پر ترقی مداومت جاری رکھیے۔ استقامت اور کوشش سے آپ بڑے سے بڑے مقامات پر پہنچ سکتے ہیں۔ اسی مکتوب میں فرمایا جو شخص بھی بیعت کا خواہشمند ہو اس کو رد نہ کریں۔ احوال مکتوب ص ۳۳، ج ۱۲

حضرت جہلمی بریلوی فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت مدنی بریلوی نے حضرت قاضی صاحب بریلوی پر اعتماد فرمایا اور اپنا مجاز بنایا۔

حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی بریلوی جو کہ حضرت مفتی محمود صاحب بریلوی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم جیسے بزرگوں کے بھی استاذ ہیں۔ انہوں نے حضرت قاضی صاحب بریلوی سے اپنا تعارف اور حضرت لاہوری بریلوی کے حضرت بریلوی پر اعتماد کا ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا۔ ماہنامہ تبصرہ لاہور کے ہزاروی نمبر سے نقل کر رہا ہوں۔ محمود احمد عارف صاحب کا اس میں مضمون ہے۔ ”وہ جس پر غلبہ خُب نبی ہے۔ غلام غوث وہ مرد جری ہے۔“ ص ۳۳ پر لکھتے ہیں:

”مجلس شورئی کا انتخاب حضرت شیخ الفیہر بریلوی کو تفویض ہوا کہ جس کو مناسب خیالی فرمائیں ممبر شورئی منتخب فرمائیں۔ چنانچہ حضرت لاہوری قدس سرہ کی طرف سے شورئی کے منتخب ممبران کے ناموں کی ایک فہرست ان دنوں شائع فرمائی گئی۔ جنہیں حضرت بریلوی نے شورئی کے لیے منتخب فرمایا تھا اس فہرست کی اشاعت کے بعد حضرت مولانا غلام غوث بریلوی دکان پر تشریف لائے اور راقم سے دریافت فرمایا کہ کوئی ایسا آدمی تو نہیں جو شورئی کے لیے بہتر ہو، وہ اس فہرست سے رہ گیا ہو؟ تو میں نے جواباً عرض کیا۔ حضرت مدنی قدس سرہ کے ایک خلیفہ رہ گئے ہیں۔ ان کا اسم گرامی اس میں درج نہیں۔ فرمایا وہ کون بزرگ ہیں، میں نے عرض کیا حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی، حضرت مولانا بریلوی نے فرمایا کہ حضرت مدنی بریلوی سے مجاز ہوں اور شورئی میں نہ لئے جائیں یہ کیسے ممکن ہے؟ میں تو حضرت قاضی صاحب سے واقف نہیں، حضرت لاہوری بریلوی سے قاضی صاحب کے بارے میں عرض کروں گا۔ اس گفتگو کے دو چار روز بعد پھر حضرت مولانا تشریف لائے فرمایا! میں نے حضرت لاہوری بریلوی سے قاضی صاحب کے متعلق عرض کیا تو حضرت نے فرمایا! کہ میں قاضی صاحب سے خوب واقف ہوں۔ ”قاضی صاحب تو ہمارے خاص آدمی ہیں۔“ وہ ہمارے ہیں اور ہمارے ساتھ ہی رہیں گے۔ میں نے قاضی صاحب کی جگہ فلاں آدمی کو

شوہر کا ممبر بن لیا ہے۔ اگر وہ باہر رہتا تو ہمارے لیے پریشانی کا باعث ہوتا، حضرت مولانا بیہید نے ان صاحب کا نام مجھ سے مخفی رکھا۔ جنہیں حضرت قاضی صاحب کی جگہ چنا گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت مولانا بیہید کے حضرت قاضی صاحب مدظلہ سے روابط پیدا ہوئے اور حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی معیت میں ایک دفعہ حضرت مولانا بیہید نے جہلم کے دور دراز علاقوں کے دیہاتوں کا تبلیغی سفر فرمایا جس میں کہیں اونٹوں پر تو کہیں پیدل دشوار گزار راستوں میں چلنا پڑا۔ اس تبلیغی سفر کے بعد مولانا بیہید نے احقر سے فرمایا کہ میں نے حضرت قاضی صاحب کے ساتھ دوران سفر مشاہدہ کیا ہے کہ ”حضرت قاضی صاحب مدظلہ سراپا اخلاص اور محسوسہ للہیت ہیں۔“ چنانچہ حضرت مولانا نے یہ سفری کارروائی قلم بند کر کے رسالے میں شائع بھی فرمائی تھی۔

فقتوں کی سرکوبی خصوصاً مودودیت کے رد میں حضرت ہزاروی بیہید اور حضرت اقدس بیہید دونوں کا موقف ایک تھا ان سے اتحاد گوارا نہ تھا، اسی لیے دونوں بزرگوں نے جمعیت علماء اسلام سے جدائی اختیار فرمائی تھی۔ ایک مکتوب میں حضرت ہزاروی بیہید نے حضرت قاضی صاحب بیہید کے متعلق تحریر فرمایا ”آپ کو تو ہر طرح مطاع و مقتدی تصور کرتا ہوں۔“ مزید فرمایا ”دل یہی کہتا ہے کہ آپ ہماری سرپرستی فرمائیں۔“ یہ مکتوب کشف خارجیت ص ۲۵۹ پر موجود ہے۔

حضرت اقدس بیہید کے نام شیخ الادب مولانا اعجاز علی صاحب بیہید کے مکتوب جو کہ ماہنامہ حق چار یار جیلڈ کے ایک خاص نمبر (شیخ الادب بیہید نمبر) میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کا حضرت بیہید پر کتنا اعتماد تھا۔ حضرت شیخ الادب بیہید، حضرت اقدس بیہید کے اساتذہ میں سے ہیں۔ کشف خارجیت میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب بیہید کے بھی کئی مکتوب حضرت اقدس بیہید کے متعلق موجود ہیں جن میں حضرت بیہید کے خلوص و تقویٰ اور مجاہدانہ جذبہ کی تعریف کی گئی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث یادگار اسلاف مولانا عبدالحق صاحب بیہید بانی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کا ایک مکتوب جو کہ خدام اہل سنت لاہور کے امیر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بیہید نے شائع کرایا تھا۔ ۱۹/ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ کا تحریر کردہ ہے اس میں فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک تحریک خدام اہل سنت و جماعت کا تعاون ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اہل سنت کے عقائد کے تحفظ کے سلسلہ میں اس جماعت کی خدمات قابل مد تحسین ہیں۔ جماعت کے بانی اور امیر مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ شیخ الاسلام

والسلسلین شیخ العرب والعجم امیر المؤمنین فی الہدیٰ مولانا سید حسین احمد المدنی قدس سرہ العزیز کے تلمیذ خاص اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح جانشین ہیں۔ حضرت قاضی صاحب کا مجاہدانہ وکولہ بے مثال عزم تاریخ کا ایک زرین باب ہوگا۔ ملت اسلامیہ کا فرض ہے کہ حقیقی کلمہ اسلام کے تحفظ کے لیے پیہم تک دد میں حضرت قاضی صاحب کی آواز پر لبیک کہیں اور اس دھرتی میں اسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمنوں پر عرصہ حیات جنگ کر دیں۔

اس مکتوب کے ساتھ ابتداء میں خورشید طریقت حضرت مولانا پیر خورشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت مدنی قدس سرہ کے ایک گرامی نامی سے یہ روحانی تعبیر نقل کی گئی ہے کہ ”ہمارے حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے پاک قلب پر اللہ تعالیٰ نے اس کا لقاء فرمایا ہے۔“ مراد تحریک خدام اہل سنت و جماعت کا قیام ہے۔

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری خلیفہ مجاز حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ! خدام اہل سنت و جماعت میں کام کرنا سعادت عظمیٰ سمجھتا ہوں اور پیر طریقت حضرت علامہ قاضی مظہر حسین صاحب وفاء القوم والملت یقیناً قابل اعتماد ہیں۔

شیخ الہدیٰ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں۔ خدام اہل سنت و جماعت بھی اپنی ہی جماعت ہے بڑے شوق سے اس میں کام کریں اور محترم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دام مجد ہم ہمارے مخلص دوست ہیں۔ شیعہ شیعہ کے مقابلہ میں اچھا کام کیا ہے اور کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق بخشے۔ آمین۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب ترمذی ساہیوال، سرگودھا فرماتے ہیں کہ اگر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ نے شیعیت اور مودودیت کے مضر اثرات سے مسلک دیوبند کے تحفظ کے لیے علیحدہ جماعت خدام اہل سنت و جماعت بنائی ہے تو ان کو ایسا کرنا چاہیے تھا۔ اس طرح انہوں نے تمام متبعین دیوبند کی طرف سے حفاظت مسلک کا فرض ادا کیا ہے اور حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے بارے میں جہاں تک مجھے علم ہے وہ مسلک دیوبند میں نہایت پختہ، جامد اور مصیبل ہیں اور ان کی تبلیغی خدمات قابل قدر، بلکہ لائق تشکر ہیں۔ مذکورہ بالا بزرگوں کے یہ مکتوب سلاسل طیبہ جو مدرسہ ضیفہ اشرف العلوم برنولی ضلع میانوالی کے مہتمم مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کرائی ہے۔ اس میں موجود ہیں۔ مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب۔ سواتی مدظلہم جو برانوالہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر

فرماتے ہیں۔ آپ (یعنی حضرت اقدس قاضی صاحب) نے خارجیت اور ناصیبت کا تعاقب فرمایا ہے۔ یہ فتنہ رخص و شیعیت سے کم خطرناک نہیں۔ دوسرے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ میرے ناقص خیال میں اس (یعنی حضرت اقدس بریلوی کی کتاب خارجی فتنہ) پر ہمارے جیسے لوگوں کے تمبرہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ جناب والا کا اسم مبارک اور نام نامی ہی سند کافی ہے۔ آپ اہل حق کے ترجمان اور سلف کے امین ہیں۔ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کے یہ مکتوب کشف خارجیت ص ۶۷، ۶۸، پر موجود ہیں۔

سنی پرچم کے متعلق بشارت

ایک دفعہ حضرت اقدس بریلوی نے اپنی ایک خواب بیان فرمائی کہ میں نے حج کے موقع پر غالباً منیٰ میں یہ خواب دیکھا میرے ہاتھ میں خدام اہل سنت کا پرچم ہے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہوں نے پرچم لیا اور خوب بلند فرمایا اور فرمایا ہمارا جھنڈا بہت بلند ہوتا تھا۔ حضرت بریلوی نے فرمایا حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا علیہ مبارک بالکل اسی طرح دیکھا جس طرح کتابوں میں پڑھا تھا۔ ابھی انتظار تھا کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تشریف لا رہے ہیں کہ آنکھ کھل گئی۔ راقم الحروف کو یہ یاد نہیں کہ حضرت بریلوی نے اپنی اس خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت کا ذکر فرمایا تھا یا نہیں۔ اس لیے اس کا ذکر نہیں کیا۔ ایسی خوابیں حضرت بریلوی عموماً بیان نہیں فرماتے۔ اس خواب میں چونکہ خدام اہل سنت کے مشن کے لیے بشارت تھی کہ یہ جھنڈا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں مقبول ہے۔ اس لیے اس کو بیان فرمایا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت

۱۴۰۳ء میں جب چوتھی مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو منیٰ میں شب جمعہ ۹ ذوالحجہ نماز عشاء پڑھ کر جلدی سو گئے تو خواب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بریلوی سے معاف فرمایا۔ اس مبارک خواب کا ذکر حضرت نے دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کتاب اور کشف خارجیت میں بھی فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو..... اس موقع پر بندہ اپنا ایک خواب کا ذکر مناسب سمجھتا ہے کیونکہ اس میں بھی خدام اہل سنت کے مشن کے لیے بشارت ہے۔ خواب میں اس گناہگار کو رحمہ رسول ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ رحمت دو عالم ﷺ کی جالی مبارک کے سامنے درود و سلام عرض کیا اور دعا کی درخواست کی پھر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کیا پھر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور پھر دونوں صحابیوں کی خدمت میں بارگاہ رسالت میں بندہ کے لیے دعا کرنے کی درخواست پیش کی۔ جس طرح نور الایضاح، قلابی عالمگیری اور زبدہ السناسک میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اور فضائل حج میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے سلام اور دعا کا مفصل طریقہ لکھا ہے اس پر پورا عمل کیا پھر جب واپس چلا تو دیکھا کہ روضہ پاک کی جالیوں کے پاس خدام اہل سنت و جماعت کے بیچ، سکرز، پرچم پڑے ہیں۔ میں واپس جا کر وہاں سے یہ چیزیں لینے لگا..... قارئین کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ اس خادم کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حج، عمرہ اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب فرمائے۔ آمین۔

چند متفرق واقعات

حضرت اقدس بیسید جب جیل کی طرف سے ہسپتال میں تھے۔ یہ خادم زیارت کے لیے حاضر ہوا تو سوال فرمایا کہ عمرہ کیا ہے یا نہیں؟ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت جی ابھی تک یہ شرف نصیب نہیں ہوا، دعا فرمائیں تو حضرت جی بیسید نے بڑی شفقت سے دعا فرمائی۔ حضرت اقدس بیسید اس کی بڑی ترغیب دیا کرتے تھے۔ ہریال تحصیل تلہ گنگ میں ایک دفعہ حضرت اقدس بیسید تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ زمیندارو، زمین بیچ کر، جانور بیچ کر بھی یہ سعادت ضرور حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے (آمین)

ایک دفعہ حضرت اقدس بیسید نے عمرے کے لیے تشریف لے جانا تھا، حضرت بیسید کو بخار تھا۔ اچانک اطلاع آگئی کہ تیاری فرمائیں۔ حضرت بیسید گھر سے باہر تشریف لائے تو اتنے خوش اور چہرے پر نورانیت تھی معلوم ہوتا تھا حضرت بیسید بیمار تھے ہی نہیں اور جھکی ہوئی کمر کے باوجود تقریباً سیدھے کھڑے ہو گئے۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ حضرت بیسید کی کرامت ہے اور ساتھیوں سے ملاقات کے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ بخیریت پہنچا دیوں۔ بالعموم لوگوں کو بخیریت واپسی کی فکر ہوتی ہے لیکن آپ کو صرف وہاں پہنچنے کی فکر اور عشق تھا۔

⊙ ایک دفعہ حضور کے ایک عالم غالباً مولانا رشید احمد صاحب نے یہ واقعہ سنایا کہ حضرت اقدس بیسید مینہ منورہ مسجد نبوی میں موجود تھے اور بڑے خوش بیٹھے تھے۔ حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب بیسید آپ کے ساتھ تھے، پوچھا کہ حضرت آج اتنے خوش ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت اقدس بیسید نے فرمایا کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کی ابھی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ بخنی

بیداری میں خواب میں تو عام آدمی کو زیارت ہو سکتی ہے لیکن بیداری میں خاص اولیاء اللہ کو نصیب ہوتی ہے۔ جیسے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بیداری میں نصیب ہوئی۔ ہمارے استاد شیخ الحدیث والفقیر حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی نور اللہ مرقدہ نے ترمذی شریف کے سبق میں بیان فرمایا کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تین سو انتیس (۳۲۹) یا تین سو انتالیس (۳۲۹) مقام ولایت کے جو طے کر جائے اس بزرگ کو بیداری میں بھی زیارت نبوی نصیب ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ صحابی نہیں بن سکتا کیونکہ صحابی بننے کے لیے وفات سے پہلے اس عالم دنیا میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہونا شرط ہے۔

ایک دفعہ استاذی المکرم مولانا قاری خبیب احمد دامت برکاتہم نے جہلم مدرسہ میں مکی مسجد کے اندر ایک میٹنگ کے دوران یہ واقعہ سنایا کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہاٹ یا پشاور وغیرہ تشریف جارہے تھے۔ راستہ میں اچانک حضرو کے کسی قصبہ میں گاڑی لے جانے کا حکم فرمایا، جب وہاں پہنچے ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا کہ حضرت آپ کی آمد کی مجھے اطلاع ہو گئی تھی۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیسے ہو گئی۔ ہمارا تو یہاں آنے کا اچانک پروگرام بنا تو انہوں نے فرمایا کہ آج رات کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ کل تیرے پاس ایک ولی اللہ پہنچنے والے ہیں۔

اتباع سنت

ولی اللہ ہونے کا معیار ہی اتباع سنت ہے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اتباع سنت کا عظیم جذبہ عطا فرمایا تھا۔ جب حضرت کی کمر مبارک جھکی نہ تھی۔ سیدھا چلتے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح چلتے کہ یوں معلوم ہوتا کہ اونچائی سے نیچے کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں اور زمین آپ کے پاؤں مبارک کی طرف کھٹی آتی ہے۔ الحمد للہ یہی حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چلنے کا تھا۔ ایک دفعہ میں صرف جوتی پہننے لگا تو دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دور جا چکے ہیں، دوڑ کر ساتھ جا ملا۔

بوقت ملاقات سلام کرنا بھی سنت ہے اور سلام میں پہل کرنا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس مبارک سنت پر بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عمل تھا۔ فون پر بھی اکثر حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود ہی سامہ میں پہل فرما

لیتے تھے۔ سلام میں پہل کرنا تواضع کی بھی علامت ہے۔

✽ مسکرا کر ملنا بھی نبی کریم ﷺ کی مبارک سنت ہے۔ اس سنت پر کم لوگوں کو عمل نصیب ہوتا ہے۔ حضرت اقدس بیٹے کو اس سنت پر ہمیشہ عمل کرتے دیکھا۔ آپ کی زیارت اور مسکراہٹ دیکھ کر ساری پریشانیاں بھول جایا کرتی تھیں۔ فون پر ملاقات اور گفتگو سے دل کو سکون نصیب ہو جاتا تھا۔ ✽ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شفقت ہر صحابی کے ساتھ ایسی تھی کہ ہر صحابی یہ سمجھتا ہے کہ آپ مجھ پر سب سے زیادہ شفقت فرماتے ہیں۔ ہمارے حضرت بیٹے کی شفقت بھی تمام خدام پر ایسی ہی تھی کہ ہر شخص سمجھتا مجھ پر سب سے زیادہ حضرت بیٹے کی شفقت ہے۔

✽ ایک دفعہ حضرت اقدس بیٹے کافی دیر سے بیٹھک میں ملاقات کے لیے بیٹھے تھے جب اٹھنے لگے تو ایک دیہاتی شخص آیا، اس نے ناظرہ قرآن مجید سے متعلق ایسے سوالات شروع کر دیئے مجھے یہ احساس ہوا کہ حضرت بیٹے تھکے ہوئے ہیں یہ آسان سے سوال ہیں۔ دفتر والوں سے یا کسی استاد سے یہ پوچھ سکتا ہے۔ میں نے اس کو عرض بھی کر دیا لیکن حضرت اقدس بیٹے بڑی بٹاشت سے اس کے سارے سوالات کے جوابات ارشاد فرماتے رہے۔ سنت پر عمل کے مبارک جذبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت کو آخری رات بیماری میں سنت کی موافقت نصیب فرمائی کہ نبی کریم ﷺ کی بیماری کی ابتداء بھی سر درد سے تھی اور حضرت بیٹے کی بیماری کی ابتداء بھی اسی طرح ہوئی۔ نبی ﷺ کو بخار بھی ہوا اور حضرت اقدس بیٹے کو بھی بخار ہوا، آخری وقت نبی علیہ السلام نے مسواک فرمایا، حضرت اقدس بیٹے نے بھی آخری رات کئی دفعہ مسواک فرمایا اور اسم ذات اللہ اللہ کا ذکر فرماتے ہوئے ہمیشہ کے لیے الوداع فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بدعات سے بیزاری

سنت کے ساتھ محبت کی وجہ سے بدعات سے آپ کو سخت نفرت تھی، رسومات اور بدعات کا رد نری اور دلائل سے فرماتے لیکن خود کسی بدعت میں جلا نہ ہوتے تھے۔ دھول تحصیل تلہ مگک میں ایک دفعہ ایک عالم جو مجلس میلاد عرس، مجالس ذکر کے متعلق نرم گوشہ رکھتے تھے، ان سے ایک رسالہ کا دریافت فرمایا کہ عرس کی تاریخ میں کس نے لکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ مشہودین (معماتی غیر مقلدین وغیرہ) کے رد

میں انہوں نے لکھا ہے۔ حضرت بیہوش نے فرمایا ان چیزوں کا رد تو نرمی اور دلائل سے کرنا ہے لیکن یہ تو نہیں کہ ہم خود ان بدعات میں مبتلا ہو جائیں۔ پھر ان مسائل پر حضرت تھانوی بیہوش اور حضرت مگنوی بیہوش کے خطوط جو کہ تذکرۃ الرشید میں چبے ہوئے ہیں۔ ان کے مطالعہ کرنے کی تلقین فرمائی اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری بیہوش کی کتاب ”براہین قاطعہ“ جو بدعات کے رد میں بڑی اہم کتاب ہے۔ اس کے مطالعہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے ان کا مطالعہ کیا ہے تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا مولوی عبد الباقی صاحب مصنف انوار ساطعہ کا علم سطحی ہے جس کے رد میں براہین قاطعہ حضرت سہارنپوری بیہوش نے تحریر فرمائی ہے۔ فرمایا ہمارے بزرگ گہرائی میں پہنچے ہیں۔

جو لوگ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ایام منانے پر زور دیتے ہیں۔ حضرت بیہوش فرماتے تھے کہ اس سے تو اہل بدعت کو تقویت ہوگی۔ اصل چیز تو نظام خلافت راشدہ کا نفاذ ہے اس کے لیے محنت اور مطالبہ ہونا چاہیے۔

میں نے ایک دفعہ دعا بعد الجنازہ کے متعلق پوچھا کہ ہمارے علاقہ میں کئی دیوبندی علماء بھی کرتے ہیں۔ تو حضرت بیہوش نے تین دفعہ فرمایا..... ہے تو خلاف سنت۔

نبی اکرم ﷺ اہم بات تین تین مرتبہ ارشاد فرماتے تھے۔ ہمارے حضرت بیہوش بھی اس کا اتباع فرماتے تھے۔

سرکاری ملازمت پسند نہ تھی

میں جب بمون تحصیل چکوال میں مدینہ جامع مسجد میں خطیب تھا تو وہاں کے بعض احباب نے بڑا اصرار کیا کہ سکول میں عربی ٹیچر کی سیٹ خالی ہے آپ اس کی درخواست دے دیں۔ میں نے عرض کیا کہ سرکاری ملازمت کرنے پر میرا شرح صدر نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہمارے بزرگ عموماً اس کو پسند نہیں فرماتے۔ ساتھیوں نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت اقدس بیہوش سے مشورہ کروں گا۔ جیسے حضرت بیہوش فرمائیں گے اس پر عمل کروں گا۔ جب حضرت بیہوش کی خدمت میں عرض کیا تو تین دفعہ فرمایا سرکاری ملازمت کا نام بھی نہ لیں۔ آپ اسی طرح آزاد ٹھیک ہیں، میں نے عرض کی کہ میرا تو پہلے بھی اس پر شرح صدر نہیں ہوتا۔ اب بالکل اطمینان ہو گیا ہے۔

درس قرآن کے اثرات

میں جب بھون میں خطیب و مدرس تھا تو ہم گاڑی بھر کر جمعرات کو حضرت اقدس بریلویؒ کا درس سننے کے لیے حاضر ہوتے تھے، تین سال الحمد للہ مسلسل حضرت بریلویؒ کے درس نے شاذ و نادر ہی ناغہ ہوا۔ میں ساتھیوں سے عرض کرتا رہتا تھا کہ حضرت بریلویؒ کی بیزی چارج کر دیتے ہیں جس کی اصلاح کرائی ہو، حضرت بریلویؒ کے درس میں اس کو لے آؤ۔ تصوف پر جب حضرت بریلویؒ کبھی مفصل بحث فرماتے تو پتہ چلتا تھا کہ حضرت بریلویؒ کا اس میں بڑا بلند مقام ہے۔

ذکر واذکار کی تلقین و اہتمام

حضرت بریلویؒ خود بھی بڑا ذکر فرماتے تھے، سفر میں اکثر ذکر ہی فرماتے، ایک دفعہ میں نے ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ درود شریف پڑھ رہے ہیں۔ اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ کما تحب وترضی عدد ماتحب وترضی۔ حضرت گنگوہی بریلویؒ اور حضرت مدنی بریلویؒ کی طرح وظیفہ میں حضرت اقدس بریلویؒ اس درود شریف کو زیادہ پسند فرماتے تھے اور اپنے مریدین کو ذکر کی کثرت کا حکم فرماتے تھے۔ تسبیحات ستہ میں سو سو بار سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، استغفر اللہ الذی لا الہ الا اللہ، اللہ اعلم الغیوب و اتوب علیہ۔ اور مذکورہ بار درود شریف۔ اس کے بعد فرماتے تھے اسم ذات کا ذکر اللہ اللہ کم از کم پانچ ہزار بار کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمادے۔ یہ ناکارہ تو اس سلسلہ میں بڑا ہی غافل ہے۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس بریلویؒ کی محبت کے صدقے ذکر کی مداومت نصیب فرمادے۔ امین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا وظیفہ روزانہ ۵۰ مرتبہ اول آخر تین مرتبہ درود شریف ہر جائز ضرورت و حاجت کے لیے تلقین فرماتے۔ فرماتے تھے یہ وظیفہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب خدام کو حضرت اقدس بریلویؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس طرح ہم دنیا میں ان کے قدموں سے وابستہ رہے۔ اللہ کریم آخرت میں بھی ان سے واسن سے وابستہ رکھیں اور ان کے ساتھ ہمارا حشر فرمائیں۔ امین بجاہ النبی الکریم

فخر اہل حق

☆ مناظر اسلام مولانا محمد اسماعیل محمدی

برادران اہل سنت و جماعت! قائد اہل سنت، وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم، پاسان مسلک حق، سیف بے نیام، قاطع شرک و بدعت، نشانی اسلاف، فاضل دیوبند، فخر اہل حق، مجاہد اسلام، خلیفہ مجاز حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جناب حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اہل علم، عوام خواص کے حلقہ میں محتاج تعارف نہیں۔ ملاقات سے قبل محض نام سنا تھا اور یہ بھی سنا تھا کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسلاف و اکابر کے خلاف ایک رتی بھی برداشت نہیں فرماتے اور حق بھی یہی ہے جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات پڑھیں ملاقات ہوئی تو جو سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا۔ حضرت فتنوں کے تعاقب میں بڑے حساس تھے۔ دورِ حاضر میں ناصیت، رافضیت، خارجیت، مودودیت، مہاتیت کا کھل کے بے دھڑک پوسٹ مارٹم کیا۔ مسئلہ خلافت راشدہ سمجھانے میں اور عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا دلوں پر نقش جمانے کا جو کام جناب نے کیا ہے وہ قابل رشک بھی ہے ساتھ ساتھ قابل تقلید بھی۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حلقہ احباب میں جو عقیدہ صادقہ کی درستی و چٹنگی کا سبق دیا۔ عقیدہ سمجھایا اور منوایا اس کی مثال قریب قریب ملنا بہت مشکل ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مقولہ ہے ”مجھے زیادہ جماعت میں بھرتی کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑے ہوں کام کے ہوں۔“ مزے کی بات یہ ہے کہ کوئی تقیہ باز اپنا بھیس بدل کر بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکا۔ جس طرح بڑے ایسے کی بات ہے کہ ہماری دیوبندی جماعتوں میں ممانی ناہمی و خارجی کسی نہ کسی صورت میں بانسری اپنی بجاتے ہیں لوگ انہیں بھی دیوبندی سمجھتے ہیں۔ جب سے میرا تعلق ہے مجھے یاد نہیں کہ کوئی بدعقیدہ یا مشکوک عقیدے والا فرد خدام کے اسٹیج پر آیا ہو یا ایسے لوگوں کے پاس کبھی حضرت گئے ہوں اور حق بھی یہی ہے۔

اللہ رب العزت حضرت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جوار رحمت میں مقام عطا فرمائے۔ حضرت کی مساعی جمیلہ کو اپنے دربار میں منظور و قبول فرمائے۔

امین بحرمة النبی الامین علیہ التحیہ والتسلیم الی یوم الدین۔

قابل تقلید شخصیت

☆ کھ مولانا ابو محمد نور محمد قادری

حضرت اقدس قائد اہل سنت پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال پر ملال کے چند دن بعد مولانا زاہد الراشدی مدظلہ کا ایک مضمون بنام، ”حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ سے وابستہ چند یادیں“ روزنامہ اسلام میں شائع ہوا اس مضمون کے آخر میں مولانا زاہد الراشدی نے لکھا..... حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی جدوجہد دین کے ہر شعبہ میں تھی لیکن دو باتوں کو ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی اور ان کی تک و دو کا اکثر و بیشتر حصہ انہی دو امور کے گرد گھومتا تھا۔ ایک ”اہل سنت کے مذہب و عقائد کی ترویج“ اور دوسرا ”علماء دیوبند کے مسلک کا تحفظ“ ان دو حوالوں سے وہ کسی مصلحت یا پلک کے روادار نہیں تھے اور کسی کو رعایت دینے پر آمادہ نہ تھے۔ ان کے نزدیک عقائد اور ان کی تعبیرات کے باب میں اکابر علماء دیوبند کی تصریحات ہی فاضل اتھارٹی کی حیثیت رکھتی تھیں۔ کسی بھی حلقہ یا شخصیت کی طرف سے اس سے ہٹ کر کوئی بات سامنے آتی تو کسی جھجک کے بغیر اس کی تردید کر دیتے تھے اور اس معاملہ میں ان کے ہاں ترجیحات یا پروٹوکول نہیں تھا۔ ایک بار انہوں نے مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمہ اللہ کی زندگی میں ان کی کسی تقریر یا تحریر پر گرفت کرتے ہوئے ایک پمفلٹ شائع کر دیا۔ اس کے بعد کسی مرحلہ پر میری ان کے ہاں حاضری ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! ضیاء الرحمن فاروقی یا میرے جیسے لوگوں کے خلاف آپ پمفلٹ شائع نہ کیا کریں۔ ہم آپ کے بچے ہیں۔ ہماری کسی بات میں غلطی دیکھیں تو خود بلا کر ڈانٹ دیا کریں۔ سمجھا دیا کریں۔ ہم اس سطح کے لوگ نہیں ہیں کہ آپ ہمیں اپنے خلاف حریف بنائیں اور یہ آپ کی شخصیت اور مقام کے خلاف ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے ایک جملہ فرمایا..... جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا کہ..... میں اپنی شخصیت کو دیکھوں یا مسلک کی حفاظت کروں۔

کوئی صاحب اس کوشدّت، انتہا پسندی، اور تنگ نظری پر محمول نہ کرے۔ کیونکہ مسلک کی اس خدمت میں درحقیقت دین اسلام کی سرحدوں کی حفاظت اور دفاع کا اہم ترین فریضہ ادا کیا جاتا ہے۔ ہر دور کے علماء حق کا یہ فرض منہی ہے کہ وہ مذہب اسلام کے ایک ایک عقیدہ، ایک ایک عمل اور ایک ایک مسئلہ کی حفاظت کریں چاہے وہ مسئلہ فی نفسہ چھوٹا ہو یا بڑا، اہم ہو یا معمولی، بہر حال دین اسلام کے چھوٹے بڑے تمام احکامات، فرائض و واجبات حتیٰ کہ سنن و مستحبات کی حفاظت اور نگہداشت وقت کے علماء حق پر لازم اور ضروری ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی مہانت اور غفلت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اس حقیقت کو مثال کے طور پر یوں سمجھیے۔ ملک پاکستان کی افواج پر ملک کے چپے چپے کی حفاظت اور دفاع لازم ہے خواہ ملک کا کوئی حصہ ریگستانی ہو یا پہاڑی، زرخیز ہو یا غیر زرخیز۔ بظاہر اہم ہو یا غیر اہم۔ افواج پاکستان پر اس کی حفاظت فرض عین ہے۔ ہمارے ملک کا ایک حصہ ایسا بھی ہے کہ وہاں شدید قسم کی برف باری ہوتی ہے اور وہاں گرمیوں میں بھی عام آدمی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اور چولستان کا سرحدی علاقہ ایسا ہے کہ یہ تنگڑوں میل تک ریگستان پھیلا ہوا ہے جہاں پینے کا پانی بھی نایاب ہے لیکن ہمارے ملک کی فوج

ایسے تمام علاقہ جات پر بہرہ رسانی چلی آ رہی ہے اور باقاعدہ ایسی تمام ضرورتوں پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں کہ ہزار ہا فوجی ان سرحدات کی حفاظت میں اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کر چکے ہیں۔ لیکن وہ اپنے ملک کی سرحدات اور زمین کے ایک ایک انچ کی حفاظت برابر کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کیونکہ یہ ان کا فرض منصبی ہے اور اس کی وہ تجنوا لیتے ہیں اور ایسی افواج کو ملک کا وفادار سمجھا جاتا ہے۔ جو اپنی جان جو کھوں میں ڈال کر ملک کے چپے چپے کی حفاظت کرے۔ اگر خدا نخواستہ کوئی فوجی ملک کے ایک انچ کو یہ سمجھ کر دشمن کے حوالہ کر دے۔ کہ یہ تو پہاڑی حصہ ہے یا ریگستانی حصہ ہے یا غیر اہم کھڑا ہے تو اس کو ملک کا نذرانہ اور نمک حرام کہا جائے گا کہ اپنے فرض کو چھوڑ دیا اور ملک کا ایک حصہ دشمن کے حوالے کر دیا۔ تو بعینہ اس طرح ہر دور کے علماء حق کو دین اسلام کی محافظہ افواج سمجھیے۔ ان پر لازم ہے کہ دین اسلام کے برعقیدہ و بر عمل اور ہر مسئلہ کی حفاظت کریں اور ہر دور میں ایسا کرتے چلے آ رہے ہیں۔

لہذا حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسلکی خدمت اور عقیدہ اہل سنت والجماعت کا دفاع درحقیقت قرآن و حدیث اور پورے دین اسلام کا دفاع اور تحفظ ہے۔ جس میں انہوں نے اپنی زندگی بکھادی۔

حضرت اللہ تعالیٰ عنانہم اجمعین جزا خیراً

اور بندہ عاجز اپنے مسلک کے علماء، خطباء اور ارباب افتاء و ارشاد کی خدمت میں مؤذبانہ گزارش کرتا ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اپنے اکابر علماء اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے ایک ایک عقیدے اور ایک ایک عمل کا تحفظ فرمائیں۔ دفاع کریں۔ ملاوٹ کرنے والوں کی ملاوٹ سے اس کو پاک رکھیں۔ کسی بڑے سے بڑے آدمی کے تفردات اور نجی عقائد و افکار کو مسلک علماء دیوبند میں شامل نہ ہونے دیں۔ کیونکہ ہمارے اکابر علماء دیوبند کے عقائد، افکار و نظریات بالکل مدون، مرتب اور محفوظ ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے کوئی ایسا مسئلہ نہیں چھوڑا جس میں انہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں راہ اعتدال اختیار نہ فرمائی ہو۔ ان حضرات نے قرآن و حدیث کی جو تشریحات بیان فرمائی ہیں اور عقائد اسلام کی جو تعبیرات بتائی ہیں وہ حق اور سچ ہیں۔ ایک آدمی کے لیے سلامتی کی راہ یہی ہے کہ وہ ہر مسئلہ میں اکابر کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے نقش قدم کو قتل بھر بھی نہ چھوڑے۔ بلکہ ان کا پورا پورا اتباع کر کے قرآن و حدیث کی تعلیمات پر عمل کرے اور کسی کے تفرد پر نہ خود چلے نہ کسی کو چلنے دے۔

یہ ہے صراطِ مستقیم اور سلامتی کی راہ

کیونکہ ہمارے اسلاف نے مسائل شرعیہ کی تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ اب اگر کوئی شخص سلف صالحین

کی تحقیقات کے متعلق بد اعتمادی رکھتا ہے اور پھر از سر نو ہر مسئلہ کی تحقیق کرنے کا شوق رکھتا ہے تو یہ اس کی تحقیق نہ ہوگی بلکہ تھکیک ہوگی۔

حضرت قاضی صاحب ہم سب کے لیے، لائق تقلید شخصیت ہیں ان کی طرح احقاقِ حق اور تحفظِ مسلک کی خاطر اپنی اور کسی دوسرے کی شخصیت کو نہ دیکھیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ کسی کی خدمات کا لحاظ مت کریں اور کسی کی ردِ عایت کے بغیر تفردات کا پردہ چاک کریں۔ نئی پود کو اپنے اکابر کے مسلک سے آگاہ رکھیں ورنہ یاد رکھیں۔ اکابر کا مسلک صرف کتابوں میں رہ جائے گا۔



صحابہ کرامؓ تنقید سے بالاتر ہیں

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

رسالتِ محمدیہ کے یحییٰ گواہ اور سنت و حدیث رسول ﷺ کے راوی (جو مابعد والوں کی جرح و تنقید سے بالا ہیں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں جن لوگوں نے براہِ راست محبوبِ خدا ﷺ کا دیدار نہیں کیا اور جو حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت سے فیض نہیں پاسکے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کلی اعتماد اعتمادِ ذکر کے ہی رحمۃ للعالمین رضی اللہ عنہم کی صورت و سیرت کے جلوؤں حضور ﷺ کے اقوال و اعمال اور حضور ﷺ کی محبوب اداؤں کو اپنے لیے اسوۂ حسنہ بنا سکتے ہیں۔ اگر اصحابِ رسول کی مقدس جماعت کا اعتماد درمیان سے اٹھ جائے تو مابعد والی امت کا علمی و عملی تعلق رسول اللہ ﷺ سے اٹھ جاتا ہے۔ [اتحادی فتنہ ص ۶، ۷]

مورخ بھی، محقق بھی

کھ قاضی عبدالرزاق صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ}

قائد اہل سنت، وکیل صحابہ ^{رضی اللہ عنہم}، حضرت مولانا مظہر حسین صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، جسے تھوڑی سی بھی مذہب سے دلچسپی ہے۔ وہ اچھی طرح آپ کو جانتا ہے۔ آپ ہمہ جہت شخصیت کے علاوہ، اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ آپ مورخ بھی تھے اور دینی محقق بھی، خطیب بھی تھے اور مبلغ وداعی بھی، مجاہد بھی تھے اور باصلاحیت منتظم بھی، بااصول عالم دین بھی تھے اور فکر و نظر سے آراستہ قائد و رہنما بھی، منکسر المزاج پیر و مرشد بھی تھے اور شفیق مربی و معلم بھی، آپ کی وفات پر ملال سے جماعتی زندگی میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ آپ نے ساری زندگی اتحاد امت اور اسلام کی سربلندی کے لیے جہد مسلسل میں گزاری۔ آپ نے تحریک آزادی، تحریک خلافت، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں۔

لیکن حضرت ^{رحمۃ اللہ علیہ} کی جس بات نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ وسیع النظر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کا تقویٰ تھا۔ تقویٰ سے میری مراد، مومن کی زندگی کا وہ مقصد ہے، جس کے لیے وہ ہر نیک کام کرنے اور ہر بڑے کام سے بچنے کی سعی و کوشش کرتا ہے۔ وہ جنت کا حصول ہے، میں نے جب بھی حضرت کو اس معیار و کسوٹی پر پرکھا، مجھے یوں ہی محسوس ہوا کہ آپ کی نگاہیں، اسی مرکزی نکتہ پر جمی ہوئی تھیں کہ میں وہ کام کروں کہ جو میرا قول و فعل اور عمل مجھے جنت کے قریب کر دے اور ان کاموں سے دور رہوں جو جنت سے دور کرنے والے ہیں۔ یہی انسان کی زندگی کا مقصد ہے اور میرے نزدیک یہی وہ بات ہے جو ایک مرد مومن کی رفعت و عظمت کا نشان امتیاز ہے۔

قرآن وحدیث کے علم کے فقدان اور سیرت رسول ^{صلی اللہ علیہ وسلم} سے ناواقفیت کی بنا پر صرف عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی، ذکر واذکار اور نماز وروزہ کو تو نیکی کا کام اور جنت کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ لیکن دین کو غالب

کرنے کے لیے جدوجہد اور جان و مال کے ایثار و قربانی کو اچھے مسلمان کی صفات سے خارج سمجھتے ہیں۔
 حضرت یسوع نے زندگی کے مختلف ادوار میں قلم و تعدی کے خاتمے، اعلائے کلمۃ اللہ اور دین کی
 ناموس و حفاظت کے لیے انقلابی قدم اٹھائے، جن کی وجہ سے متعدد دفعہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت
 کرنی پڑیں، بے شمار تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن طوفان کے اس منجمد حار میں بھی ہمہ دم
 آپ کو خندہ جیس دیکھا ہے اور گردشِ دوراں کا شکوہ کبھی بھی آپ کی زبان سے نہیں سنا گیا۔
 اگر کسی نے کم ہمتی کی بات کی بھی، تو آپ نے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ یہی فرمایا،
 ”ارے بھائی! یہ زندگی ایک امتحان و آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی نعمت دے کر آزماتے ہیں تو کبھی
 مصیبت و تکلیف کے ذریعہ سے، جو لوگ نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر کرتے ہیں، وہی کامیاب و کامران
 انسان ہیں۔“ یہ اسی انسان کی صفت ہو سکتی ہے جو عزم و ہمت اور استقلال کا پہاڑ ہو اور اپنے مشن کی
 سچائی پر پختہ یقین رکھتا ہو۔

یہی وہ دو باتیں ہیں، جنہوں نے مجھے حضرت کا عقیدت مند بنایا ہے۔ میں حضرت یسوع کے تعزیتی
 پیغام کے حوالہ سے اسلامیان پاکستان سے بالعموم اور حضرت کے متعلقین و معتقدین کو بالخصوص یہ پیغام دینا
 چاہتا ہوں کہ اگر آپ حضرت کی سیرت و کردار کی روشنی میں ان دو باتوں کو اپنالیں، تو یہی دو باتیں ہمارے
 صراطِ مستقیم پر قائم رہنے اور آخرت کی نجات و کامیابی کے لیے کافی ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ جو بات بھی منہ سے نکلے، جو کام بھی ہمارے اعضاء و جوارح سے سرزد ہو، اور
 جہاں بھی ہمارا وقت اور مال لگے اور صلاحیتیں خرچ ہوں۔ اسے اس ترازو پر تول کر دیکھ لیں کہ آیا یہ مجھے
 اپنی منزل (جنت) کے قریب کرنے والی چیز ہے یا دور کرنے والی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس بات کو آپ نے حق و سچ سمجھ کر قبول کیا ہے۔ اس کے لیے اپنی جان، مال
 اور وقت، سب کچھ لگا دیں۔ اگر اس راہ میں مصائب و تکالیف آئیں تو انہیں محبوب کا امتحان سمجھتے ہوئے،
 صبر و استقلال کے ساتھ خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا اپنے آپ کو خوگر بنائیں۔

یہی وہ دو باتیں ہیں، جن کی مدد سے کسی نیک مشن کو بہتر انداز سے آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔
 آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت یسوع کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں آپ
 کے مشن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

نباض ملت سے پہلی اور آخری ملاقات

کھ جناب سید شمشاد حسین شاہ ☆

اگست ۱۹۵۹ء کی بات ہے مدرسہ مدینہ العلوم سرگودھا کا سالانہ اجلاس تھا۔ صرف بارہ سال پہلے پاکستان بنا تھا۔ یعنی شروع کی بات ہے۔ لوگوں میں اسلام اور دین کا ذوق موجود تھا۔ مدارس اور مساجد کی بنیادیں رکھی جا رہیں تھیں۔ لوگ جلسوں اور دینی اجتماعات میں خوب شوق سے شریک ہوتے تھے۔ تین تین روز کے جلسے ہوتے تھے جو دن رات جاری رہتے تھے۔ رات گئے تک علماء کرام کے بیانات سنے جاتے تھے۔ مدرسہ مدینہ العلوم سرگودھا کی انتظامیہ نے جلسہ کا بہت بڑا، اشتہار شائع کیا تھا۔ جس میں ایک نام ”نباض ملت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بریلوی“ (خلیفہ مجاز شیخ العرب والعمم سید حسین احمد مدنی بریلوی) کا بھی تھا۔

اپنے مربی و محسن یادگار اسلاف حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب بریلوی سے سنا (جن کی گود میں احقر پلا اور بڑھا تھا اور جن سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی بریلوی اور حضرت شیخ سید حسین احمد مدنی بریلوی کے واقعات بار بار سن کر یاد کر رکھے تھے اور بچپن سے ہی ان دونوں بزرگوں کے ساتھ دلی عقیدت اور محبت پیدا ہو چکی تھی)۔

کہ آج سرگودھا میں حضرت مدنی بریلوی کے خلیفہ مجاز تشریف لارہے ہیں۔ جن کو دیکھنے کے لیے آنکھیں بے تاب تھیں۔ مولانا قاری طلیل الرحمان بریلوی مہتمم مدرسہ مدینہ العلوم اور خطیب جامع مسجد گول چوک سرگودھا نے مفتی سید عبدالشکور ترمذی بریلوی اور حضرت حکیم شریف الدین بریلوی کے ذمہ لگایا کہ آپ دونوں حضرات حضرت قاضی صاحب بریلوی کو اسٹیشن سے لے کر آویں۔ چنانچہ یہ دونوں اکابرین اسٹیشن پر جانے لگے تو انہوں نے احقر کو بھی ساتھ چلنے کا فرمایا اور یوں ہم لوگ دوپہر سے پہلے اسٹیشن پر پہنچ گئے گاڑی آنے میں ابھی آدھ گھنٹہ باقی تھا۔ دونوں بزرگ انتظار میں بیٹھے مختلف موضوعات پر باتیں کرتے

رہے اور پھر گاڑی پلٹ فارم پر آ کر رک گئی۔ اور ہم لوگ گاڑی کی طرف لپکے۔ ایک ڈبہ میں حکیم صاحب نے حضرت قاضی صاحب بیٹے کی ایک جھک دیکھی تو ہم بھی کشاں کشاں اُس طرف بڑھے۔ اتنے میں حضرت ڈبہ کے دروازہ تک پہنچ چکے تھے۔ کوئی خادم یا طالب علم حضرت کے ہمراہ نہ تھا۔ اُس زمانہ میں حضرت اکیسے ہی سفر کرتے تھے۔ ایک ہاتھ میں لونا اور دوسرے ہاتھ میں لباسا صا، اکبر ابدن، لباس قد، خوبصورت اور نہایت نورانی چہرہ، چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ اور سادہ فریم کی عینک، کھدر نما کپڑے اور باریک کپڑے کی چادر زیب تن کیے ہوئے تھے۔ پلٹ فارم پر اترتے ہی بڑے تپاک سے ملے اور سب کو باری باری گلے لگایا۔ میری تو یہ حالت تھی کہ بس حضرت کو نکلے جا رہا تھا۔ سوچتا تھا کہ یا اللہ یہ کوئی انسان ہے کہ فرشتہ۔ یوں لگتا تھا جیسے آسمان کا چمکتا ہوا سورج زمین پر اتر آیا ہے۔ بقول کے.....

اُس چہرہ تاباں پہ نظر پڑتے ہی جانا

خورشید فلک اور ہے خورشید زماں اور

مدرسہ پہنچ کر حضرت قاضی صاحب ایک ایک فرد سے بغل گیر ہوئے۔ حتیٰ کہ جب کوئی طالب علم یا عام آدمی بھی ملنے آتا تو آپ کھڑے ہو کر اُسے گلے لگاتے جیسے مدتوں سے واقفیت ہو۔ اپنائیت اور فانیّت کی یہ ادائیں ایسی تھیں جو دل میں اتر گئیں اور احقر نے حضرت حکیم صاحب بیٹے سے عرض کیا کہ اگر حضرت قاضی صاحب بیٹے کے قدموں میں جگہ مل جاوے تو احقر دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے چکوال جانے کو تیار ہے۔ حکیم صاحب بیٹے نے بات کی اور مفتی جمیل احمد تھانوی بیٹے کے مشورہ سے حضرت قاضی صاحب بیٹے نے اجازت دے دی اور یوں کچھ عرصہ کے بعد احقر چکوال پہنچ گیا۔ حضرت کو قریب سے دیکھا تو گردیدگی بڑھتی گئی۔ اور چار پانچ ماہ کی عرض و معروض کے بعد حضرت نے شرف بیعت سے نوازا اور اپنے خدام میں شامل فرمایا.....

اُس ایک شخص میں تھیں دلربائیاں کیا کیا

ہزار لوگ ملیں مگر کہاں وہ شخص

پدرانہ شفقتیں

مدرسہ اعلیٰ الاسلام گورنمنٹ کالج کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد کے چوہارے پر مشتمل تھا۔ احقر

نہر کی اذان سننے ہی وہاں سے چل پڑا اور نہر کی نماز مدنی جامع مسجد میں حضرت کی اقتداء میں ادا کرتا اور صبح کے درس قرآن میں شامل ہوتا سردی کا موسم تھا۔ جب ایک دو ماہ گزرے تو ایک روز حضرت نے خود ہی فرمایا کہ سردی بہت ہے اور فاصلہ بھی کافی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ شام کو چھٹی کے بعد تینیں آ جایا کرو۔ دو تین طالب علم یہاں پہلے سے سوتے تھے اس طرح احقر بھی ان کے ساتھ سونے لگا۔ کھانے کا انتظام بھی انہی طالب علموں کے ساتھ ہو گیا۔ جب کبھی نظری روز سے رکھے ہوتے تو رات کو معری حضرت کے ہمراہ ہی کھاتے۔ حضرت اپنا سالن ہم طالب علموں کے سامنے رکھ دیتے اور ہمارے سالن میں سے خود تناول کر لیا کرتے تھے۔ آپ کی یہ شفقتیں مہلا کیسے بھلائی جاسکتی ہیں.....

ہم بھول سکے ہیں نہ کبھی بھول سکیں گے

تو یاد رہے گا ہمیں، ہاں یاد رہے گا

نمازوں میں خشوع و خضوع

حضرت جب نماز پڑھتے تھے تو خشوع خضوع کی یہ حالت ہوتی تھی کہ پورا بدن لرزتا تھا۔ خاص طور پر ”ایسا کہ نعبند و ایسا کہ نستعین“ پڑھتے وقت تو حالت دیدنی ہوتی تھی۔ خود پہرہ دگی اور مخویت کی تصویر ہوتے تھے ہم کیا اور ہماری آنکھیں کیا۔ ہم نے صرف ان ظاہری آنکھوں سے جو دیکھا وہ لکھ دیا ورنہ دراصل نماز میں جو معراج ان کو حاصل تھی وہ تو وہی جانتے تھے۔.....

ہر نظر بس اپنی اپنی روشنی تک جاسکی

ہر کسی نے اپنے اپنے طرف تک پایا مجھے

تقریر کا اندازِ خطابت

حضرت کی تقریر سادہ اور عام فہم ہوتی تھی شہروں میں اردو زبان میں بیان ہوتا تھا۔ جب کہ دیہات میں تقریر پنجابی زبان میں ہوتی تھی۔ تکلف اور بناوٹ سے سخت نفرت تھی۔ پوری تقریر میں لطیفہ، قصہ گوئی یا طعنے و مزاح نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ قرآن پاک کھول کر اپنے زانوؤں پر رکھتے۔ یا میز پر اور پُر درد لہجے میں تلاوت کرتے۔ آواز میں گرج اور قدرتی جلال تھا۔ جو کہ کلام اللہ کی شایان شان تھا۔ ذکر و فکر کی وجہ سے قدرت نے جو سوز و گداز عطا فرمایا تھا وہ آپ کے ہر جملے سے عیاں ہوتا تھا۔ قرآنی آیات کا مفہوم اتنے اچھوتے انداز سے سمجھاتے تھے کہ لطف آ جاتا تھا۔ آیات وہی ہوتی تھیں مگر

بر بار انداز کیا اور اتحاد اور ان تقریر اشعار بہت کم پڑھتے تھے۔ پینتالیس سال کے عرصہ میں حضرت مولانا محمد قاسم نالوتوی نے قصیدہ کے پندرہ اشعار کے علاوہ اکثر کواردو کے صرف دو شعر یاد پڑتے ہیں۔ جن میں سے ایک شعر تو حضرت شمرانوں کو مخاطب کر کے سنایا کرتے تھے۔ کہ یہ حکومت آتی جانی چیز ہے آج خدا نے تمہیں موقع دیا ہے۔ اسلام کا وہ نظام جو خلائے راشدین نے نافذ کیا تھا۔ اُسے ملک پاکستان میں نافذ کر کے دین و دنیا کی کامیابی حاصل کر لو۔ ورنہ بعد میں پچھتانا پڑے گا۔ خدا کی لاشی بے آواز ہے۔ وہ جب چاہیں گے سکرانی چھین لیں گے۔ اور پھر یہ شعر پڑھا کرتے تھے.....

تو شاہوں کو کد اکر دے کد اکو بادشاہ کر دے

اشارہ تیرا کافی ہے گھنانے میں بڑھانے میں

دوسرے شعر کا پس منظر یہ ہے اعلان نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب قریش مکہ نے خانہ کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور جبر اسود کے رکھنے کی باری آئی۔ تو ہر قبیلے نے یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے اپنی خدمات گنوائیں اور اپنا حق جتلیا۔ خطرہ تھا کہ یہ جنگجو قوم اس نازک مسئلہ پر آپس میں ٹکرا جائے اور قتل و غارت کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو کر پوری قوم برباد ہو کے رہ جاوے۔ پھر قدرت نے اس قوم پر مہربانی کی اور ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ ہماری قوم کا یہ صالح نوجوان جسے ہم صادق اور امین کہتے ہیں۔ اور جس کا نام محمد ابن عبداللہ ہے۔ اس معاملہ میں وہ جو فیصلہ کرے گا ہم سب کو منظور ہوگا۔

حضور ﷺ اپنی زبان مبارک سے کچھ نہیں بولے بلکہ اپنی چادر مبارک بچھائی اور اپنے دست مبارک سے جبر اسود کو چادر پر رکھا اور سب قبیلوں کے سرداروں کو دعوت دی کہ وہ چادر کے پلو تھام کر جبر اسود کو اٹھا لائیں۔ سب سرداروں نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ جب جبر اسود نصب کرنے کی جگہ پہنچے۔ تو حضور ﷺ نے جبر اسود کو اپنے مبارک ہاتھوں سے اٹھایا اور بیت اللہ کی دیوار میں نصب کر دیا۔ مولانا ظفر علی خان نے اس واقعہ کو ایک شعر میں یوں بیان کیا.....

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ دروں سے محمل نہ سکا

وہ راز، اک کلی والے نے بتلادیا چند اشاروں میں

فرمایا کہ اکثر اشعار بے کار ہوتے ہیں مگر بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ مولانا ظفر علی خان نے اس واقعہ کو کتنے اچھے انداز سے پیش کیا ہے..... جھنگ سے آگے ایک سفر میں جاتے ہوئے احقر نے حضرت قاضی صاحب کی تقریر کا یہ حصہ عزیز القدر مفتی سید عبدالقدوس ترمذی کو سنایا تو وہ مجھ کے رہ

گئے۔ اور سب سامنے ان کی زبان سے نکلا "واہ قاضی صاحب! واہ"۔ یہ شہر تو ہم نے ہمارے ہمارے حاکم و حاکمات
مگر جس طرح حضرت شیخ نے اس کو متعلق کیا وہ انہی وار کے قابل ہے۔

حضرت قاضی صاحب سیسہ کی تقریر میں طوی مطوی ہوتا تھا۔ وہاں متعدد سے ہٹ کر اچھا بھری
باتوں کا کوئی تصویری نہ متبادل کے اندر سے باتیں بھی تھیں اور سیدھی دلوں میں اتنی ملی جاتی تھیں

کوئی اس اور میں وہ آئینے تقسیم کرے

جن میں باطن بھی نظر آتا ہو ظاہر کی طرف

مقام مصطفیٰ ﷺ

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں جو کچھ حاضر اقدس ﷺ کے فضل ملا۔ اگر محمد رسول اللہ
نہ ہوتے تو ہمیں لا الہ الا اللہ کون سکھاتا۔ فرمایا کہ جو توحید ہے یہ بھی رسالت کے ذریعہ سے ملی ہے۔
ایک بار لاہور میں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سیسہ (جو حضرت پیر و مرشد کے عاشق صادق تھے)
سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے خاص مجلس میں یہ بات سنائی کہ حج کے دنوں میں ایک بار ہم لوگ
حضرت قاضی صاحب سیسہ کے پاس موجود تھے۔ حضرت پر ایک خاص کیفیت طاری تھی اور اسی حال میں
حضرت نے فرمایا کہ "عرش الہی سے نور کا ایک دھار اور وضہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہو رہا ہے اور وضہ
اقدس سے خانہ کعبہ کی طرف جا رہا ہے۔ اور بیت اللہ سے لوٹ کر پھر عرش الہی کی جانب جاتا ہوا نظر آ رہا
ہے۔ اور اسی طرح دائرہ کی شکل میں یہ سلسلہ جاری ہے۔" حریہ فرمایا کہ حرمین شریفین کے قیام کے
دوران ساتھیوں کو بار بار تاکید فرماتے کہ یہاں کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ فضول باتوں میں وقت برباد نہ
کریں۔ مکہ میں بیت اللہ کے جلوے لوٹیں اور مدینہ منورہ میں اپنی زبان کو درود و سلام سے مغطی رکھیں اور
نظروں کو دروضہ پاک کے دیدار سے خنثا کریں۔ یہاں پر حضور انور ﷺ، درود و سلام کو خود سنتے ہیں۔ پھر
یہ موقع کب ملے گا۔

ایک بار قصبہ ساہیوال کے در سر خانہ کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے یہ ۱۹۸۰ء سے پہلے کی
بات ہے۔ جمعہ کے اجتماع میں افتتاحی خطاب فرمایا مولانا مفتی سید عبدالغفور رتذی ساجد تھے۔ تقریر کے
دوران جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر چلا تو فرمایا کہ یہ سب گلشن محمدی رضی اللہ عنہم کے پھول تھے۔ ان پھولوں کو
دیکھ کر رسول اللہ رضی اللہ عنہ خوش ہوتے تھے۔ اللہ اور اس کے فرشتے خوش ہوتے تھے۔ مومن آج بھی ان

کے تذکروں سے خوش ہوتے ہیں اور ایمان کو تازہ کرتے ہیں۔ جب کہ مبالغہ اور تکبر ان میں انکاروں کو دیکھ کر جلتے تھے۔ اور آج بھی جن کے دلوں میں کھوت ہے ان کو صحابہ کرام کے تذکروں سے تکلیف ہوتی ہے۔ اپنا اپنا مندر ہے۔ تقریر کے ان جملوں پر ہمارا اجماع مبہوم تھا تھا اور حضرت مفتی صاحب بیہوش ہو کر وہ کی سی کیفیت طاری تھی۔ چنانچہ نماز جمعہ کے بعد حضرت مفتی صاحب بیہوش ہو گئے ہم چند احباب کو مخاطب کر کے فرمایا "حضرت قاضی صاحب بیہوش کا دم طعہ ہو گیا بس ہمارا جملہ تو ہو گیا۔ اب باقی جملہ باقی لوگوں کے لیے ہے" دیوبند کے قاعد کے یہ آخری حضرات تھے جن کا ہر بیان حضور انور ﷺ کے تذکروں سے مسموم ہوتا تھا۔ اور جن سے بارگ محمدی کی غنڈی ہوا کیں محسوس ہوتی تھیں۔ ایک لمحہ کے لیے انسان اپنے آپ کو انہی تصورات میں گم پاتا تھا۔ بے شک انہی حضرات کے متعلق کہا جاسکتا ہے

تعلق ہے مرا، اہل نظر کے اس قبیلہ سے
خدا کو جس نے پہچانا محمد کے وسیلہ سے

مہمان نوازی

ہر آنے والا مہمان ایک رقعہ کے ذریعہ حضرت کی خدمت میں اپنی آمد کی اطلاع بھیجتا تھا۔ دفتر میں موجود حافظ عبد الوحید صاحب یا کوئی اور صاحب ٹیلی فون پر رابطہ کر کے اطلاع دے دیتے تھے۔ جب تک حضرت کی صحت ٹھیک رہی حضرت اپنے مہمانوں کو بیٹھک میں بلاتے اور خود اپنے ہاتھوں میں کھانے کی فرسے لے کر تشریف لاتے۔ کھانے کے بعد چائے کا اہتمام بھی ضرور فرماتے۔ کھانے کے دوران دین کی باتیں اور موجودہ حالات پر سیر حاصل تبصرہ ہوتا۔ ہاتھ میں تسبیح لیے ہوتے اور کبھی کبھی دوران گفتگو بھی آنکھیں بند کر کے توجہ الی اللہ کا سلسلہ جاری رکھتے۔ پھر آخری عمر میں جب ضعف بڑھ گیا تو سہر بیٹھک میں اور کبھی دفتر میں ہی طالب علموں کے ذریعہ دعوت طعام کا اہتمام فرماتے ملاقات کے لیے ہمیشہ وقت مرحمت فرماتے اور دور سے آنے والے مہمانوں کو خاص توجہ سے نوازتے اور دلجوئی فرماتے۔

سقاوت اور غنائے قلبی

اہل اللہ کا ایک وصف سقاوت بھی ہے حضرت قاضی صاحب بیہوش کو اللہ نے اس دولت سے بھی

حضرت کی عنایات

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ رب العزت نے اس مجتہدِ کار کو لو کہیں میں ہی دو اللہ والوں کا سایہ عاطفت نصیب فرمایا۔ حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر و مرشد ولی کامل مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ۔ چکوال کا سات آٹھ ماہ کا قیام حضرت کی خدمت میں رہا۔ تبلیغی دوروں میں تحصیل فتح جنگ، کلور کوٹ، ہرنولی، جھنگ، ملتان، کبیر والا۔ جہلم اور لاہور میں رفاقت نصیب رہی۔ یوں سفر و حضر میں حضرت کی محبتوں اور مجلسوں میں بیٹھنے کا شرف حاصل رہا۔ اور آج جب اُن لمحات کا خیال آتا ہے تو دل خوشیوں سے سرشار ہو جاتا ہے.....

مسافروں میں کبھی یوں ہی معتبر ٹھہروں

کہ دو قدم ہی سہی اُس کا ہم سفر ٹھہروں

جب کبھی چکوال میں حاضری ہوئی حضرت نے بہت ہی شفقتوں سے نوازا گھنٹوں مجلسیں ہوتیں اور ہر موضوع پر گفتگو ہوتی۔ اہل باطل کی سرگرمیاں، اپنوں کی سرد مہری۔ اہل سنت کی غفلت اور علماء کی لا پرواہی، اکابرین کے مسلک سے دوری اور بے راہ روئی، دل میں ایک درد، دکھ اور کڑھن تھی جسے اپنوں تک پہنچانا چاہتے تھے۔ حضرت کے خطوط میں بھی دردِ نمایاں نظر آتا ہے۔ افسوس، سعودی عرب جانے کی وجہ سے میرے بہت سے خطوط بچوں نے ضائع کر دیے۔ مگر اب بھی جو ذخیرہ موجود ہے اُس میں بڑے بڑے حضرات کا تذکرہ ہے۔ جن پر صرف یہی کہا جاسکتا ہے.....

گلہ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے

کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

اکتوبر ۱۹۹۴ء کے ”حق چاہیے“ شمارہ میں احقر کا پہلا مضمون ”آپ بقی کا ایک زریں باب“ شائع ہوا تو سب سے پہلا خط برادرِ ماسٹر منظور حسین صاحب کا موصول ہوا۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ مضمون اتنا دل سوز تھا کہ پڑھتا گیا اور روتا گیا۔

پھر چھٹی پر احقر پاکستان آیا۔ تو حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے مضمون کی داد دیتے ہوئے فرمایا ”تم نے بہت اچھا مضمون لکھا ہے“ حضرت مفتی صاحب تو بہت ہی محتاط عالم تھے۔ اُن کا یہ جملہ فرمانا ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر احقر چکوال حاضر ہوا۔ تو حضرت نے فرمایا۔ ”ہم نے

آپ کا مضمون شائع کر دیا ہے آپ کی یادداشت بہت اچھی ہے۔“ اور اس کے بعد برادرِ ماسٹر منظور حسین کے ہمراہ جہلم میں حضرت جہلمی بھٹہ کے ہاں حاضری ہوئی۔ تو دور سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ”آپ جی والے شاہ صاحب آگئے ہیں۔“ اس طرح ان تینوں بزرگوں کی دعائیں اور شفقتیں نصیب رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان تینوں اکابرین کے درجات کو بلند فرما دے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات نصیب ہوں۔ ایک بارسنی کانفرنس بھیس کے موقع پر۔ نماز عصر کے بعد حضرت کی قیام گاہ پر حاضر ہوا۔ تو حضرت نے مسکرا کر پوچھا ”کچھ آرام بھی کیا ہے کہ نہیں“ احقر نے عرض کیا جی حضرت، آرام ہی کر رہے ہیں۔ میں دل میں سوچتا تھا کہ خود صبح سے اس ضعف کے باوجود ایک لمحہ کے لیے نہیں لیٹنے نہ آرام کیا۔ مگر ہم جیسے عکس کا اتنا خیال ہے..... پچھلے سال یعنی ۲۰۰۳ء کی مارچ والی بھیس سنی کانفرنس میں احقر نماز ظہر کے بعد حاضر خدمت ہوا۔ تو ملتے ہی فرمایا ”صبح سے آپ کا پوچھ رہا ہوں۔ آپ کب آئے“ میں نے عرض کیا حضرت ابھی پہنچا ہوں۔ بعد میں ماسٹر منظور حسین صاحب نے بتلایا کہ صبح جب حضرت سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ شاہ صاحب کو کانفرنس کی اطلاع ہے یا نہیں۔ وہ ابھی تک نہیں آئے..... اب جب یہ باتیں سوچتا ہوں۔ کہ کہاں میرے جیسا گناہ گار اور کہاں حضرت جیسے عظیم بزرگ۔ تو حضرت کی عظمت اور بڑھ جاتی ہے.....

کہاں میں اور کہاں یہ نکبت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

آخری شفقت

کئی ماہ سے حضرت صاحب فرارش تھے۔ گا ہے بگا ہے جانے کا اتفاق ہوتا تو ملاقات اور زیارت سے نوازتے۔ پانچ دسمبر ۲۰۰۳ء کو حاضری ہوئی۔ دفتر میں حافظ عبدالوحید خفی نے بتلایا کہ حضرت بدستور بستر پر ہی ہیں۔ صرف جمعہ کی نماز کے بعد مصافحہ کی اجازت ملتی ہے۔ ہاں البتہ علماء کرام اگر تشریف لاتے ہیں۔ تو بعض اوقات دورانِ ہفتہ بھی ملاقات کے لیے بلا لیتے ہیں بہر حال پرچی پر میرا نام لکھ کر اندر بھیج دیا گیا۔ اور ساتھ ہی بیٹھک والے احباب اور خدام سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا گیا۔ تو وہاں سے پتہ چلا کہ حضرت کے کمرے کا دروازہ کھلا ہے۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ اچھا موقع ہے آپ چلے جا دیں ہو سکتا ہے ابھی ملاقات ہو جاوے۔

چنانچہ احقر جلدی سے کمرہ کی طرف لپکا۔ اور خدام نے اندر جانے کا اشارہ دے دیا۔ احقر حاضر ہوا۔ حضرت نے پہچان لیا اور چار پائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پوچھا کہ آئے۔ میں نے عرض کیا ابھی تھوڑی دیر پہلے حاضری ہوئی ہے۔ پرچی پر نام لکھ کر بھیجا تھا۔ فرمایا پرچیاں تو ابھی تک میں دیکھ نہیں سکا۔ اس کے بعد حال احوال پوچھے گئے۔ دوران گفتگو احقر نے عرض کیا کہ آج کل حکیم الامت حضرت تھانوی بریلوی کی کتابیں پڑھ رہا ہوں۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ بہت مفید ہیں۔ پھر مراقبہ کے بارے بات ہوئی تو فرمایا ”یکسوئی کے لیے یہ بہترین طریقہ ہے“ احقر نے عرض کیا کہ ایک جگہ حضرت تھانوی بریلوی نے لکھا ہے ”کہ بعض اوقات تو ایسا محسوس کرتا ہوں۔ کہ میں ہوں اور میرے اللہ ہیں درمیان میں دوسرا کوئی نہیں“ اس پر حضرت قاضی صاحب نے فرمایا بے شک حضرت تھانوی بریلوی نے سچ فرمایا۔ کیوں کہ اللہ پاک کی ذات تو ہر وقت ہمارے ساتھ موجود ہے۔ یہ تو ہم ہی ہیں جو خود اپنے لیے پردہ بنے ہوئے ہیں۔ اگر ہم بھی اپنا پردہ اٹھا دیں تو ہم خود کو اللہ کے سامنے موجود پائیں۔ فرمایا کہ اسی بات کو حافظ شیرازی نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔ ”تو خود حجاب خودی حافظہ از میاں بریخت“

اپنے آپ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ اور تیرے درمیان کوئی پردہ نہیں تو خود ہی پردہ بن جاتا ہے اگر تو خود کو درمیان سے ہٹالے تو اللہ کو اپنے سامنے موجود پائے۔ یہ شعر پڑھ کر حضرت خود بھی بے حد محظوظ ہوئے اور فرمایا ”کیسا ہے“ میں نے عرض کیا حضرت! بہت خوب۔ اس کے علاوہ بھی خوب باتیں ہوں گی۔ مضمون طویل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ پھر کسی موقع پر وہ باتیں بھی عرض کروں گا۔ کیونکہ حضرت کی تو ہر بات نرالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو وہ کیفیت نصیب فرمائی تھی جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی.....

یہ کیفیت اُسے ملتی ہے جس کے ہو مقدر میں

مئے الفت نہ خم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں

بات ۵ سبر کی آخری مجلس کے آخری لمحات کی ہو رہی تھی۔ آخر میں حضرت نے مصافحہ فرمایا جو

زندگی کا آخری مصافحہ تھا۔ گویا بزبان حال یہ فرما رہے تھے.....

لمو جو ہم سے تو مل لو کہ ہم بہ نوک گیاہ

مثال قطرہ شبنم رہیں، رہیں نہ رہیں

راہِ سلوک

پاکستان بننے سے چند سال قبل سلاووالی ضلع سرگودھا میں دیوبندی اور بریلوی علماء کے درمیان ایک معرکہ لڑا، رائہ مناظرہ ہوا تھا۔ جس میں بریلوی مکتبہ فکر کی جانب سے صدارت کے فرائض حضرت قائد اہل سنت بریلوی کے والد گرامی حضرت مولانا قاضی کرم الدین بریلوی ہمیں نے ادا کئے تھے۔ تین دن کے اس مناظرہ میں علماء دیوبندی کی جانب سے جو دلائل پیش کیے گئے وہ اس قدر وزنی تھے۔ کہ انہوں نے مولانا کرم الدین بریلوی کو بہت متاثر کیا اور آپ دل سے علماء دیوبند کے عقائد کے قائل ہو گئے۔

چنانچہ اپنے فرزند ارجمند حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بریلوی کو تعلیم دین اور دورہ حدیث کے لیے دیوبند روانہ کیا۔ جب قسمت اچھی ہو تو حالات بھی سازگار ہو جاتے ہیں۔ دیوبند پہنچ کر حضرت قاضی صاحب بریلوی نے وہاں کے بزرگوں کو قریب سے دیکھا۔ خاص طور پر شیخ العرب والعم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی بریلوی کے تو آپ گردیدہ ہو گئے۔ اور اپنے والد محترم کے انتخاب پر دل سے شکر گزار ہوئے کہ انہوں نے ایسی محفل میں بھیجا تھا

حضرت شیخ مدنی بریلوی فتاویٰ اور سادگی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ حضرت قاضی صاحب نے بھی اپنا لباس اور اپنی بود و باش وہی اختیار کر لی جو ان کے مرشد کی تھی اور پھر راہِ سلوک میں تعلق مع اللہ اور حضوری کا وہ شرف حاصل ہوا کہ اللہ کے سوا سب کچھ بھول گیا۔ اٹھتے بیٹھتے اُسی کا دھیان اور ایک ہی دُھن سوار تھی۔ سابقہ گزری ہوئی زندگی کو بالکل فراموش کر دیا تھا.....

تیرے بغیر جو گزری تھیں زندگانی میں

وہ زندگی سے الگ ہم نے ساتیں کر دیں

اور جب فتاویٰ اللہ کا یہ مقام نصیب ہوا تو شیخ العرب والعم حضرت مدنی بریلوی نے خلافت کی خلعت سے نوازا۔ اور اس بار امانت کو خدا کے بندوں تک پہنچانے کا فریضہ سونپا۔ بس پھر تو حالت یہ تھی.....

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے

روئے زمیں کو، کوچہ جاناں کیے ہوئے

ایک جامع شخصیت

پاکستان بننے کے بعد ڈاک کا نظام ہندوستان سے تقریباً ختم ہو کے رہ گیا۔ مہینوں کے بعد خطوط

ہیئت تھے۔ اس لیے حضرت مدنی بیٹہ نے اپنے مخلص طالب قاضی مظہر حسین صاحب بیٹہ کو فرمایا کہ اب آپ کو راہ سلوک میں کوئی مشورہ درپیش ہو تو پاکستان میں حضرت تھانوی بیٹہ کے اہل خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی بیٹہ جامعہ اشرفیہ لاہور سے رابطہ کر لیا کریں۔ یوں حضرت شیخ کے مشورہ سے آپ نے حضرت مفتی صاحب بیٹہ سے اصلاحی تعلق رکھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تھانوی اور مدنی دونوں چشموں سے آپ کو سیراب کیا۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری بیٹہ بھی حضرت قاضی صاحب بیٹہ پر بے انتہا اعتماد فرماتے تھے۔ اور حضرت لاہوری بیٹہ کے انتقال کے بعد جمعیت علماء اسلام کے لیے نئے امیر کا انتخاب ہوتا تھا۔ اس لیے ملک بھر سے جمعیت سے متعلقہ علمائے کرام شیرانوالہ کی جامع مسجد میں مدعو تھے۔ اُس موقعہ پر وفد کے دوران علمائے کرام کی رہائش کے لیے قریبی مکانات اور احباب کی کونٹھوں میں اہتمام کیا گیا تھا۔ جب کہ حضرت قاضی صاحب بیٹہ کو حضرت لاہوری بیٹہ کے حجرہ میں اسی چار پائی پر آرام کرایا گیا تھا جس پر خود حضرت لاہوری بیٹہ لیٹتے تھے۔ حتیٰ کہ چار پائی پر چٹائی بھی وہی بچھی ہوئی تھی جسے حضرت لاہوری بیٹہ استعمال کیا کرتے تھے.....

انہی دنوں میں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ بھی لاہور تشریف فرما تھے۔ چنانچہ اجلاس کے اگلے روز حضرت قاضی صاحب بیٹہ اور حضرت جہلمی بیٹہ شیخ الشانخ حضرت رائے پوری بیٹہ کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے تھے احقر بھی ان دونوں اکابرین کے جلو میں موجود تھا۔ یوں ہمارے حضرت کو سبکی اکابرین کا اعتماد حاصل تھا۔ اور آپ یقیناً ایک جامع شخصیت کے حامل تھے۔ ان سب چشموں سے فیض یاب ہونے پر آپ کو کیا کچھ نہ ملا ہوگا۔

ساقی تراستی سے کیا حال ہوا ہو گا

جب تو نے یہ بے ظالم شیشہ میں بھری ہو گی

تربیت کا انداز

حضرت پیر و مرشد قاضی صاحب عقائد کو بے حد اہمیت دیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اعمال میں کی بیشی معاف ہو جائے گی۔ مگر عقائد یعنی خاص طور پر توحید اور رسالت میں اگر کمی رہ گئی تو اس میں معافی نہیں۔ شرک کی بخشش نہ ہوگی۔ اسی طرح ختم نبوت کا انکار بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور توحید رسالت کرنے والا بھی قطعی جہنمی ہے۔ اس کے بعد قرآن پاک کی تلاوت اور تفہیم پر زور دیتے

مرا با جاناں جاں ہراز کردی

ترقی مطلوب کی ایک جھلک

ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا: الحمد للہ آپ کو ذکر کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مداومت اور ترقی عطا فرمائیں آمین۔ آگے فارسی کا ایک شعر لکھا ہے.....

اندریں راہ می تراش وی خراش

تادم آخر دے فارغ مباحث

(اپنے اندر کو سنوارو، آخر سانس تک فارغ مت رہو)

ہر کام میں محنت اور لگن کی ضرورت ہے۔ ذکر اللہ کے لیے جو وقت مقرر کریں اس میں پوری توجہ سے مشغول رہیں۔ اس کا مستقل اثر قلب و باطن پر پڑے گا اور آہستہ آہستہ پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمیشہ ایک حال نہیں رہتا۔ اس کو قبض و بسط کہتے ہیں۔ لذت ذکر محبوب ہے۔ لیکن اس کو بھی مطلوب نہ بنائیں۔ حضرت حاجی امدا اللہ مہاجر کی بیٹی فرماتے ہیں۔ ”طالب لذت طالب خدا نہیں ہے“ مقصد یہ ہے کہ بندہ ذکر کرتا رہے۔ اس کا کام یہی ہے۔ لذت نہ آئے پھر بھی کرے۔ اس طرح ذکر پر مداومت نصیب ہو جاتی ہے۔ اور خلوص سے ذکر کیا جائے تو اس کا اثر تو بہر حال ہوتا ہے۔ خواہ محسوس نہ ہو۔

② ذکر کی خاص کیفیت مبارک ہو آمین۔ ذکر قلبی کی صورت تو یہی ہے کہ ذکر کی وجہ سے لطیفہ قلب میں حرکت پیدا ہو جائے جس میں ایک لذت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قطع نظر اس حرکت کے لطیفہ روحانی (جس کا مقام قلب مادی ہے) متوجہ الی اللہ ہو جائے۔ بہر حال تدریجاً یہ کام ہوتا ہے۔ محنت کرتے رہیں اللہ تعالیٰ دوام ذکر اور ترقی عطا فرمائیں۔

③ الحمد للہ آپ ذکر کی پابندی کر رہے ہیں۔ جس طرح آپ ذکر کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ذکر جبراً ایک ذوقی امر ہے۔ حسب ضرورت و ذوق کرتے رہیں۔ ذکر اللہ نعمت عظمیٰ ہے۔ اس زمانہ میں جس کو توفیق مل جائے بڑا خوش نصیب ہے۔ ذکر پر محنت و مداومت سے رسوخ حاصل ہوتا ہے۔ ہمت سے کام لیتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ذکر دوام اور خدمت اہل سنت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع

آج کے اس دور میں اس موضوع پر بھی مختلف رائے کے لوگ موجود ہیں۔ کچھ حضرات کا جھکاؤ ایک طرف ہے جب کہ دوسرے حضرات دوسری جانب کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر اللہ نے حضرت قاضی

جب ریاست کو اس امتحان میں بھی سرخرو اور سونے صد کا مہاب کیا ہے۔ آپ نے اہل سنت و جماعت کے اکابرین کے مطابق جس طرح صحابہ کرام بیڑہ کا دفاع کیا۔ اسی طرح خارجی فرقہ لکھ کر اہل بیت عظام بیڑہ کے دفاع کا بھی پورا پورا حق ادا کیا۔ فتووں کے اس دور میں لوگ جب اہل بیت بیڑہ کا جب صحابہ بیڑہ کے خوبصورت عنوانات کے پیچھے اپنے گھناؤنے ارادوں کو چھپاے ہوئے ہیں اور سب سے سلسلہ کو مزید انتشار کا شکار کئے ہوئے ہیں۔ جب کہ اہل اللہ کا شعور ان سب ارادوں کو بھانپ لیتا ہے۔

ہے شعور راہ منزل میں اُن سے کچھ زیادہ
جو طے ہیں ساتھ لے کر کوئی اور راہ

حق کی حمایت

مسئلہ ختم نبوت پوری امت کا مسئلہ تھا اور اس میں ہر طبقہ کے علماء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت قاضی صاحب ریاست بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اکثر علمائے کرام تو تین تین ماہ جیل کاٹ کر رہا ہو گئے تھے۔ مگر حضرت قاضی صاحب ۵۳ کی تحریک میں تقریباً آٹھ ماہ تک جیل میں رہے۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر مدی کے واسطے دارورسن کہاں

اسی طرح مسئلہ حیات النبی ﷺ میں آپ کی کاوشیں اور کوششیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ آپ کی پوری کوشش تھی کہ یہ مسئلہ علماء کرام آپس میں بیٹھ کر حل کر لیں۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ریاست مہتمم دارالعلوم دیوبند ۶۲ء میں جب پاکستان تشریف لائے تو آپ نے اُن کی خدمت میں بھی اس مسئلہ کی نزاکت کو پیش کیا اور انہوں نے اپنی حتی المقدور کوشش کی مگر مقابل اپنی ضد پر ڈٹے رہے۔ اور عوام کے ہر بیچ پر اُن لوگوں نے اس مسئلہ کو چھیڑا۔ پھر مجبور ہو کر ہمارے حضرات نے دلائل کے ساتھ اُن کا رد کیا۔ اس سلسلہ میں ہمارے اس خلاف کے تین بڑے علماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر حضرت مولانا قاضی عبداللطیف جمیلی ریاست، اور حضرت مولانا مفتی عبدالغفور صاحب ریاست نے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین ریاست کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اور تحریر اور تقریر ابھر لحاظ سے دلائل کی زبان میں اپنا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابرین کے درجات بلند فرمائے۔ ان حضرات کے علاوہ بھی ملک بھر سے اہل حق علمائے امت نے پورا ساتھ دیا۔ جب کہ خدام اہل سنت کے قابل فخر مناظر حضرت

مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی بیسٹ نے مخالفین کو اُن کے گھر تک پہنچا کے چھوڑا.....

مشکل راستہ

آپ کے سامنے دو راستے تھے۔ ایک راستہ تو بہت آسان تھا۔ آپ خود فاضل دیوبند اور جید عالم دین تھے۔ آپ کے والد ماجد بھی اپنے زمانہ کے مشہور مناظر اور ایسے بے باک عالم دین تھے جنہوں نے انگریز کے زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالتوں تک گھسیٹا اور اُس پر جرمانے کروائے۔

پھر آپ کے شیخ و مرشد شیخ العرب والعجم تھے۔ لہذا آپ سب کے سر پہ ہاتھ رکھتے۔ جہاں جاتے آپ کا پر جوش خیر مقدم ہوتا۔ ہر شہر میں آپ اپنا خلیفہ مقرر کرتے۔ حکومت کے ایوانوں میں جاتے مراعات حاصل کرتے۔ دو چار کوٹھیاں اور بنگلے ہوتے، کاریں ہوتیں، گاڑیاں ہوتیں ہر طرف زندہ باد کے نعرے لگتے، یہ سب کچھ ہوتا مگر پھر آپ حسین چٹوڑا کا مظہر نہ ہوتے۔ اس لیے آپ نے دوسرا اور مشکل راستہ منتخب کیا جو حسین چٹوڑا کا راستہ تھا۔ قربانیوں کا راستہ تھا۔ صرف ایک کی خاطر باقی سب کو چھوڑنا تھا.....

چنانچہ آپ نے جس بات کو حق سمجھا کھلے بندوں اُس کی حمایت کی اور جس بات کو غلط جانا اس کی مخالفت بھی خوب کی۔ یہ حمایت اور مخالفت ذاتی نہ تھی بلکہ یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے تھا۔ اس سلسلہ میں حکومت ہو یا اپوزیشن۔ اپنے ہوں یا غیر سب برابر تھے۔ اصول کی خاطر دوستیاں قربان کیں۔ عہدے چھوڑے۔ کھلی چٹیاں لکھیں سب کو لاکار۔ پوری زندگی دین کی لگن اور محنت میں گزاری مقصد زندگی یعنی اللہ کی رضامند نظر رکھی۔ فرمایا کرتے تھے مخدوم نہ بنو خادم بنو۔ اور آخری وقت تک خدمت ہی کی۔ اپنی ذات کے لیے نہ کوٹھی نہ بنگلہ نہ کوئی دوسرا سامان۔ اگر بنایا تو مدرسہ بنایا یا اللہ کا گھر بنایا۔ اور اپنے شیخ کے اس فرمان کو پورا کیا۔

عشق میں تیرے کوہِ دغم سر پر لیا جو ہو سو ہو

عیش و نشاطِ زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

حضرت پر صرف ایک ہی فکر سوار تھی اور وہ یہ تھی کہ دنیا کے سارے مسلمان جنت میں جانے والے بن جاویں۔ چنانچہ پوری زندگی میں حضرت کو کبھی ہنسنے یا قہقہہ مارتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس درد اور کڑھن کو دوسروں تک پہنچانا چاہتے تھے۔ اس درد کی شدت کو وہی جانتے تھے۔ دوسروں کو اس کا اندازہ

بہت کم ہوا.....

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں

اُس قلب میں یاد اللہ کی کیا آگ بھری ہوگی

اسی لیے تو دورانِ تقریر بار بار فرماتے تھے کہ ”میری بات کو سمجھو“ ایسی بھیڑ بھاڑ اور جم غفیر کا کیا فائدہ جس میں خلوص نہ ہو۔ فرمایا! تھوڑے ہوں مگر مخلص ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو کئی بار سنایا کہ ”لوگ ولی بننا چاہتے ہیں انسان نہیں بنتے“ بھائی انسان بنو۔ کیونکہ انسان بننا بڑا مشکل ہے۔ سولانا حالی نے بھی یہی بات اپنے شعر میں بیان کی۔ اور فرمایا کہ اگر تم انسان بن گئے تو ولی تو خود ہی بن گئے.....

فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان بننا

مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

آخری سفر

۲۴ جنوری ۲۰۰۴ء کو ماسٹر منظور حسین صاحب کالاہور سے ٹیلی فون آیا کہ آج ہی چکوال سے واپسی ہوئی ہے۔ حضرت کی طبیعت بہت زیادہ ناساز ہے۔ یہ خبر بہت تشویش ناک تھی اور آنے والے وقت کی غمازی کر رہی تھی۔ اُسی روز جھنگ میں مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدعو تھے۔ بعد از نماز عشاء علمائے جھنگ کا مابانہ اجلاس تھا۔ جس سے مفتی صاحب نے خطاب کرنا تھا۔ بعد میں سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی تھی۔ جب کہ دن میں نماز ظہر کے بعد قاری شفیق الرحمن صاحب کی مسجد میں خواتین کے لیے درس قرآن کا پروگرام تھا۔ میرا خیال یہ تھا کہ آج کے پروگراموں سے فارغ ہو کر چکوال کا پروگرام بناتا ہوں۔ چنانچہ مفتی عبدالقدوس صاحب اور سید مصدوق شاہ صاحب کو بھی حضرت کے حالات سے آگاہ کیا۔ دونوں حضرات بے حد فکر مند ہوئے کہ اکابر کی یہ آخری نشانی ہیں خدا ان کو صحت دے اور ان کا سایہ تادیر قائم رہے۔ مگر رات گزری اور صبح فجر کی نماز کے لیے مسجد چلا گیا۔ مسجد سے واپسی پر بچوں نے بتلایا کہ آپ کے دو فون ایک لاهور سے ماسٹر منظور حسین صاحب کا اور ایک مدرسہ حقانیہ قصبہ ساہیوال سے آیا۔ لاهور کا نام سن کر میرا دل دھڑکا اور فوراً پوچھا۔ خیر تو ہے۔ اس پر بچوں نے بتلایا کہ ”حضرت پیر و مرشد اللہ کو پیارے ہو گئے“ انا اللہ وانا الیہ راجعون“ شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے

روحانی سلسلہ کی پاکستان میں آٹری میں ہو رہا ہے۔ آپ صاحب سے روٹن فی۔ آج بھگتی

نارنگ ہر کئی ہے۔ شہنشاہ اولیاء

اک شیخ رہ کئی سو وہ بھی فوٹن ہے

اب میں نے مدرسہ عقیدہ سادہ وال میں فون کیا اور مفتی صاحب کا ہر کرام پر پھا تو یہ چلا کہ وہ جانے کے لیے تیار ہیں۔ پھر مفتی صاحب کے چھوٹے بھائی قاری مہدودودہ سلمہ کا فون آیا کہ حضرت مفتی صاحب نے گاڑی کا انتظام کر لیا ہے اور وہ آپ کے منتظر ہیں۔ آپ کے آلے پر ہی رہا گی ہو گی۔ بس جلدی سے میں سادیوال والی بس میں سوار ہو گیا۔ دل سوکار اور آٹھیس انٹک ہارٹیس۔ جب بھی چکوال جانے کا پروگرام بناتا تو سفر شروع ہوتے ہی حضرت کے سکرانے چہرے کا تصور قائم ہو جاتا۔ کلر کبار پہنچنے پر تو حضرت کی خوشبو آتی شروع ہو جاتی تھی مگر آج یہ کیسا سطر ہے کہ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔

ضرورت جتنی جتنی بڑھ رہی ہے صبح روشن کی

اندھیرا اور گہرا اور گہرا ہوتا جاتا ہے

سادیوال اڈہ پر اترتے ہی مدرسہ میں فون کیا تو جواب آیا "بس ہم آرہے ہیں" اور یوں چند ہی لمحات کے بعد کاراڈہ پر پہنچ گئی۔ اگلی سیٹ پر ہمارے خاندان کے بزرگ اور مولانا مفتی سید عبدالمکرم ترمذی بیٹے کے چھوٹے بھائی مولانا مہدودودہ تعلیم ترمذی مدظلہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب کہ پچھلی سیٹ پر مفتی سید عبد القدوس ترمذی اور قاری سید عبد اللہ ترمذی بیٹھے تھے۔ احقر بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور یوں انسردہ دلوں کے ساتھ یہ قافلہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔ مفتی عبد القدوس ماشاء اللہ بڑے ہاپ کے بڑے دنہار بیٹے ہیں اور جوانی ہی میں اللہ پاک نے ان کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

راستہ میں فرمانے لگے۔ آج کل جنازوں میں جانے اور شامل ہونے کا ایک رواج سا ہو گیا ہے۔ بلکہ اب تو رسمی لگنے لگی ہے۔ اللہ تعالیٰ ریاء اور دکھلا دے سے مخفیہ رکھے۔ صبح سے فون پر فون آرہے تھے اور ایک ہی خبر بار بار سنائی دے رہی تھی۔ دل بے چین اور طبیعت بے قرار ہو رہی تھی کہ اچانک دل میں یہ داعیہ اور امید پیدا ہوئی۔ کہ یہ جنازہ کوئی عام جنازہ تو نہیں۔ یہ تو ایک ولی کامل کا جنازہ ہے۔ جس میں شمولیت یقیناً اپنی بخشش کا سبب ہو گی۔ بس میں تو صرف اسی نیت سے سفر کر رہا ہوں۔ کار میں سوار ایک اُن کے چچا اور دوسرے ماموں یعنی احقر۔ مفتی صاحب نے کتنے ادب سے ہم دونوں بزرگوں کو

نیت ٹھیک کرنے کا مشورہ دیا۔ سبحان اللہ یہ ہے محبت کا اثر۔ پھر راستہ بھر حضرت کی باتیں ہوتی رہیں اور اکثر مجھ سے مخاطب رہے تاکہ میرے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو۔ اور فرمایا کہ آپ تو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت رہے ہیں۔ اپنی سب یادوں کو ایک مضمون کی صورت میں محفوظ کر لیں اور اگر اشاعت کا کوئی انتظام ہو جاوے تو یہ یادیں دوسروں کے لیے بھی ایک سرمایہ ہوں گی۔ بے شک یہ یادیں ہم سب کے لیے ذخائر کا سبب بنیں گی۔ اور جب بھی دل اداس ہوگا۔ تو ان یادوں کا تصور کرے حضرت کی محبت اور مجلس کا مزہ لوٹ سکیں گے.....

وہ اگر جا بھی چکا ہے تو نہ آنکھیں کھولو
ابھی محسوس کیے جاؤ رفاقت اُس کی

اسی تذکرہ کے ساتھ ہم لوگ دیزہ بجے سے پہلے چکوال پہنچ چکے تھے۔ فیصلہ یہ ہوا۔ کہ مدنی مسجد میں تو نمازیوں کا رش ہوگا۔ اس لیے وضو کی قرعی مسجد میں کر لیا جاوے اور وضو کرنے کے بعد مدنی مسجد میں جایا جائے۔ وضو کے لیے ہم نے ایک قرعی مسجد کے سامنے کاررو کی ہی تھی کہ ایک دوسری کار بھی ہمارے پیچھے آ کر زکی۔ یہ بھی قصبہ ساہیوال کے احباب تھے۔ جن میں چوہال کے بزرگ قاضی مظفر حسین اور ساہیوال کے بھائی یعقوب اور دوسرے احباب، یہ سب حضرت کے متوسلین تھے جب کہ مدرسہ حقانیہ کے دیگر اساتذہ اور احباب بسوں کے ذریعہ بھی پہنچے تھے۔ یوں ساہیوال والوں نے اپنی محبت اور عقیدت کا بھرپور اظہار کیا تھا۔ جو یقیناً اُن سب کے لیے آخرت کا ذخیرہ ہوگا۔ وضو کے بعد ہماری گاڑی جب شاہراہ پر آئی تو سڑک ہلاک ہو چکی تھی یوں ہمیں گر لڑکالچ والی سڑک سے ہوتے ہوئے تھوڑا سا چکر کاٹ کر دوبارہ شاہراہ پر آنے کا راستہ مل گیا۔ مدنی مسجد کی گلی کی کٹڑ پر پولیس والے کھڑے تھے۔ جنہوں نے بڑے ادب سے کہا کہ جناب جنازہ کالج کے گراؤنڈ میں آنے والا ہے لہذا بہتر یہ ہے کہ آپ گاڑی کو یہاں کھڑا کرنے کی بجائے سیدھے گراؤنڈ میں چلے جاویں تاکہ آپ کو دوبارہ گاڑی نکالنے میں دقت نہ ہو۔ بات اُن کی معقول تھی اس لیے ہم لوگ مدرسہ اظہار الاسلام میں چلے گئے اور عطر کی نماز وہاں ادا کی۔ مدنی مسجد سے مدرسہ اظہار الاسلام تک جاتے ہوئے ایک ہی خیال آتا رہا کہ اس سڑک اور ان گلیوں سے حضرت بار بار گزر رہے ہیں اور اب یہ گلیاں یوں کہہ رہی ہیں۔

شہر کی بے چراغ گلیوں میں
زندگی تجھ کو ڈھونڈتی ہے ابھی

نماز ظہر ادا کرنے کے بعد مفتی صاحب نے فرمایا کہ چونکہ ہمیں بھیس میں جنازہ پڑھنا ہے۔ اس لیے چکوال میں ٹھہرنے کی بجائے ہمیں جلوس سے پہلے بھیس پہنچ جانا چاہیے۔ اور چونکہ ابھی تک میں نے بھیس نہیں دیکھا۔ تو اس عرصہ میں حضرت کا شہر اُس کی گلیاں اور مسجد بھی دیکھ لیں گے۔ چنانچہ ہم لوگ بھیس کے لیے روانہ ہو گئے۔ اس لیے چکوال میں جنازہ پڑھنے کی کیفیت ہم لوگ نہیں دیکھ سکے..... بھیس کی جگہوں سے گزرتے ہوئے جب ہم اُس مکان کے قریب پہنچے جس کا چوبارہ کانفرنس کے ایام میں حضرت کے جلوؤں سے معمور ہوتا تھا۔ تو حضرت مفتی صاحب کو بتلائے ہوئے میری آنکھیں بھر آئیں۔ مفتی صاحب نے مسجد دیکھی۔ مسجد کا حجرہ دیکھا۔ پھر وہ شیخ دیکھی جو کانفرنس کے دنوں میں بعدِ نور ہوتی ہے۔ بھیس کی دوکانیں اور بازار سب بند تھے۔ اور یوں اہل بھیس اپنے قائد کے آخری سفر پر بے حد افسردہ تھے۔ شہر کے اس سناٹا میں ہر چیز پر اُنی سی لگ رہی تھی.....

وہ چھوڑ کے اس شہر کو جا دور بسا ہے

اُس وقت سے ہر شخص پر ایسا سا گلے ہے

تقریباً پون گھنٹہ ہم لوگ مسجد کے محن میں سبزہ پر دھوپ میں بیٹھے رہے اور پھر پونے چار بجے کے قریب ہم لوگ ہائی سکول کے گراؤنڈ میں پہنچ گئے۔ وہاں کافی احباب پہلے سے موجود تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں مفتی صاحب کی نظر شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی پر پڑی اور وہ اُن کی جانب چلے۔ حضرت شیخ الحدیث نے آگے بڑھ کر مفتی عبدالقدوس ترمذی کو گلے لگایا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کا تبادلہ ہوا۔ ہر طرف خاموشی اور ادا سی تھی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد نماز عصر کے لیے مغلّی باغ حُسن کا اعلان ہوا اور تقریباً سوا چار بجے کے قریب نماز عصر ادا کی گئی۔ حضرت کی سواری ابھی نہیں آئی تھی۔ انتظار کی ان گھڑیوں میں سپیکر پر اعلان ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی بیان کے لیے تشریف لا دیں۔ چنانچہ حضرت نے مختصر مگر جامع کلمات تعزیت ادا فرمائے۔ اُن کے بعد اُنہی کے بھائی حضرت مولانا عبدالقدوس خان مدظلہ کو بلایا گیا۔ انہوں نے بھی چند جملے تے کلمات ادا کیے اور پھر مفتی سید عبدالقدوس ترمذی کو دعوت دی گئی۔ آپ نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کے جید علماء کرام کے جنازوں کی مثالیں دیتے ہوئے فرمایا کہ اسی طرح ہم علم کے خزیں کو دفن کر دیتے ہیں۔

اُن کے بعد فتاویٰ الشیخ حضرت مولانا شاہ محمد صاحب دامت برکاتہم کو دعوت دی گئی، اُن کی طبیعت ناساز تھی اور غم سے بھی غم حال تھے۔ گرتے پڑتے سپیکر کے قریب تشریف لائے اور شکل سے دو تین

جملے ادا کر سکے۔ اتنے میں سپاہ صحابہ کے نئے سالار مولانا محمد احمد لدھیانوی پہنچ گئے اور انہوں نے حضرت قاضی صاحب کو بے حد خراج عقیدت پیش کیا۔ اور پھر آخر میں حضرت علامہ خالد محمود دامت برکاتہم نے اپنے مخصوص انداز میں موقعہ کے مطابق حضرت قائد کی خدمات کو سراہا۔ اور فرمایا کہ وہ تو آج کامیاب زندگی گزار کر چلے جا رہے ہیں۔ آج کے بعد سب رنج و حزن ختم ہوا۔ آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مظہر تھے اس لیے آپ کی پوری زندگی بھی انہی کے نقش قدم پر گزری اور آج وہ اپنے مولا کے سامنے سرخرو ہو کر جا رہے ہیں۔ ہم لوگ جو حضرت کے جنازہ میں شریک ہوئے یقیناً یہ ہماری بخشش اور مغفرت کا ذریعہ بنے گا۔ اور اتنے میں حضرت کی سواری پہنچ گئی۔ نماز جنازہ، قائد ابن قائد اور جانشین صاحبزادہ قاضی محمد ظہور الحسنین اظہر مدظلہ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد پروانوں کا غول حضرت کی آخری زیارت کے لیے ٹوٹ پڑا۔ ہم لوگ چونکہ اگلی صفوں میں تھے۔ اس لیے تھوڑے سے دھکے لٹنے کے بعد ہم لوگ حضرت کی گاڑی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت مولانا محمد الیاس بیسہ کے صاحبزادے مولانا رشید احمد چندو جوانوں کے ہمراہ حضرت کے سر ہانے ڈیوٹی پر مامور تھے۔ انہوں نے عمر بھر حضرت کے جلوے بہت قریب سے دیکھے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک حج کے موقع پر بھی وہ حضرت کی معیت میں جانے کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ اور آج آخری سفر میں بھی حضرت کے بہت قریب ہیں۔ اللہ نے چاہا تو کل قیامت میں بھی یہی قرب نصیب ہوگا۔ اس پورے مشکل وقت میں مفتی عبدالقدوس سلمہ میرے قریب رہے اور میرا بازو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ یوں دھکم پیل میں حضرت کے قریب پہنچنے میں میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہت زیادہ اجر عظیم عطا کرے آمین۔ حضرت کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہا تھا ساری زندگی سیرت النبی پر تقاریر کی تھیں۔ ہر قدم سنت کے مطابق اٹھتا تھا۔ اہل بیت جنید، عظام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع میں عمر گزری تھی۔ آج یقیناً ان ارواح مقدسہ کی تجلیات بھی صوفیانی کر رہی ہوں گی۔ اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہوئی تو ہر شخص دیکھ سکتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ایک دوست اپنے دوسرے دوست کے گھر پر مدعو ہو۔ اور ظاہر ہے کہ دوست کے ہاں جاتے ہوئے چہرے سے ہنساٹ اور خوشی عیاں ہوتی ہے

دل کو سکون، روح کو آرام آ گیا

موت آگئی کہ دوست کا پیغام آ گیا

سورہا ہے آخری دم تک اٹھا کر رحمتیں

قبر پر تیری پنچھار ہوں خدا کی رحمتیں

اور اسی بات کو آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں، تمہکا ماندہ مسافر جب شام کو گھر آتا ہے تو سب باتیں بھول جاتی ہیں اور وہ مکھ کا سانس لیتا ہے۔

اے قائد! آپ نے ہمارے لیے بہت کام کیا ہے۔ سینکڑوں کتابیں لکھیں، ہزاروں میل سفر کیا۔ کبھی پہاڑوں پہ کبھی تھلوں میں اور کبھی میدانوں میں کشمیر سے کراچی تک ملک کے چپے چپے پر حق چار یا ربی بڑے نعرے بلند کیے۔ نہ دن دیکھنا رات۔ نہ سردی کی پرواہ کی نہ گرمی کی۔ نہ دھوپ دیکھی نہ چھاؤں۔ بھوک برداشت کی پیاس برداشت کی۔ اے قائد! ہم آپ سے آج یہ وعدہ کرتے ہیں۔ کہ آپ نے جو غم اٹھائے ہیں ہم اُن کی لاج رکھیں گے تیرے ہر فرمان کو پورا کریں گے۔ اور اب ہماری دعا ہے

نیند لے آرام کی اے قافلہ سالار قوم

کر نہ دیں بے چین تجھ کو لحد میں انکار قوم

اپنے قائد کو آخری سلامی پیش کرتے ہوئے ہم لوگ چکوال مدنی مسجد میں پہنچے نماز مغرب کی جماعت کھڑی تھی۔ ہم لوگ بھی جلدی جلدی شامل ہو گئے۔ ہم سے اگلی صف میں برادر م عبد الوحید خفی موجود تھے۔ نماز کے بعد اُن سے معافقہ ہوا۔ مولانا عبد الوحید اشرفی تو ہمیں میں ہی مل گئے تھے۔ اور دور ایک صف میں حافظ اللہ یار صاحب نماز میں مشغول تھے۔ وہ ممبر بھی موجود تھا۔ جس پر بیٹھ کر قائد اہل سنت نے سالہا سال تک وعظ و تلقین کے موتی بکھیرے تھے نمازی بھی وہی تھے۔ مگر حضرت موجود نہ تھے

مکان بھی وہی ہے کہیں بھی وہی ہیں

مگر ایسا لگتا ہے گھر اجنبی ہے

نماز سے فارغ ہوتے ہی ہم لوگ سایہ وال کے لیے روانہ ہو گئے راستہ میں مونزوے کی مسجد میں نماز عشاء ادا کی اور رات کو ساڑھے دس بجے سایہ وال پہنچ گئے۔

سورج کے ساتھ ڈوب گیا میرا دل بھی آج

اتنا اداس شام کا منظر کبھی نہ تھا

اب کیا ہوگا؟

قوموں پر، اداروں پر، جماعتوں پر ایسا وقت آتا ہے جب اُن کے بانی اور سرپرست ہمیشہ کے

لیے اس دنیا کو خیر آباد کہہ جاتے ہیں۔ کیونکہ ”کل نفس ذائقۃ الموت“ مگر کیا اپنے قائد کے چلے جانے کے بعد جماعتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ یا ادارے برباد ہو جاتے ہیں یا لوگ اپنے قائد کو ہمیشہ کے لیے بھول جاتے ہیں..... نہیں ایسا نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کا نظام ہے۔ اسے ہر حال میں چلنا ہے۔ یہ ٹھیک ہے ظاہر کی نظروں میں بعض اوقات اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ مگر قدرت اُسی اندھیرے میں سے نئی سحر طلوع کرتی ہے.....

کچھ اور بڑھ گئے ہیں اندھیرے تو کیا ہوا

مابوس تو نہیں ہیں طلوعِ سحر سے ہم

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا۔ تو اُس وقت لوگوں نے یہی کہا تھا کہ اب کیا ہوگا! بے شک حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ کا آدمی پھر پیدا نہیں ہوا۔ علم اور عمل ہر لحاظ سے اُن کے جانشین اُس مرتبہ کے نہ تھے۔ مگر قدرت نے اُنہی جانشینوں سے کام لیا اور دیوبند کا فیض پوری دنیا میں پھیلا۔ تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر بھی لوگوں نے یہی کہا تھا کہ اب کیا ہوگا! جماعت میں اُن جیسا راجل پھر پیدا نہیں ہوا۔ مگر قدرت نے بعد میں آنے والے کمزور لوگوں سے ہی کام لیا اور آج جماعت کا کام دنیا کے چپے چپے میں پھیلا ہوا ہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، اللہ کو پیارے ہوئے تو اُس وقت بھی لوگوں نے وہی سوال دہرایا تھا کہ اب کیا ہوگا! مگر دنیا نے دیکھا کہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مرزائیت کا جنازہ اٹھا۔ پوری قوم نے مرزائی ذریت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اور اب ختم نبوت کا نفرین صرف پاکستان میں ہی نہیں یورپ اور انگلستان کے مراکز میں بھی منعقد ہو رہی ہیں۔ آج حضرت قائد اہل سنت کے انتقال کے موقع پر بھی وہی سوال لوگوں کی زبانوں پر ہے کہ اب کیا ہوگا! جن تحریکوں کی ابھی میں نے مثالیں دیں وہ سب دیوبند کے شجرِ طوبیٰ کی شاخیں ہیں۔ اور حضرت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ بھی دیوبند کے اکابرین کے ترجمان، فرقہ ناجی اہل سنت و جماعت کے خادم اور اہل بیت عظام علیہم السلام و صحابہ کرام علیہم السلام کے وکیل تھے۔ ان شاء اللہ خدام کی یہ تحریک بھی ہمیشہ کے لیے قائم رہے گی۔ اور دن رات چوگنی ترقی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ اس تحریک کے موجودہ قائد قاضی محمد ظہور الحسنین اظہر مدظلہ کو وہ حوصلہ اور عزم عطاء فرمائیں کہ وہ اپنے والد محترم کے مشن کو پھیلائیں اور سچے جانشین ثابت ہوں۔

یوں تو ملک بھر کے اہل سنت اور علمائے حق حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمنوا تھے۔ مگر خاص اس

علاقہ میں حضرت شیخ الحدیث علامہ سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا مفتی سید عبدالغفور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ یہ چار بزرگ ایک ایک ملک اور ایک ہی مشرب سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا آپس میں پیار بھی بہت تھا۔ ایک دوسرے پر اعتماد کرتے تھے۔ اور ایک کی آواز پر سب لبیک کہتے تھے۔ آج بھی اللہ کے فضل سے ان کے اخلاف قائد ابن قائد حضرت مولانا قاضی ظہیر الحسنین مدظلہ کے دوش بدوش موجود ہیں۔ اللہ نے چاہا تو یہ اتحاد وقت کے ساتھ ساتھ اور مضبوط ہو گا ان کے علاوہ پاکستان بھر میں اور بیرون ملک بھی جس قدر اہل سنت و جماعت کے علماء اور عمائدین موجود ہیں۔ ان شاء اللہ ان سب کی تائید و حمایت حضرت جانشین کو حاصل ہوگی..... یادگار اسلاف اور اس قافلہ کے سالار حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم..... اور حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ دوست اور جانثار حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مدظلہم مخدوم پور کی دعائیں بھی تحریک خدام اہل سنت کے لیے بہت بڑا ذخیرہ ہیں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو تحفظ ختم نبوت کا امیر منتخب کیا گیا تھا۔ اور اس کے قہوڑے عرصہ بعد جب وہ سلاوالی ضلع سرگودھا میں تشریف لائے۔ تو احقر سلاوالی میں موجود تھا۔ سلاوالی کے مجاہد لیڈر حضرت مولانا سید فضل الرحمن احراری نے ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ”ہمارے امیر اور بڑے حضرت تشریف لے آئے ہیں“ تو حضرت شجاع آبادی نے انگبار ہوتے ہوئے یہ تاریخی جملہ دوہرایا.....

”بڑے تو نہ تھے، بڑوں کی موت نے بڑا بنا دیا ہے“

بہر حال تحریکوں کو چلانا اور ساتھیوں کو جمع رکھنا بڑے حوصلہ اور عزم کی بات ہوتی ہے اور جب انسان بڑے منصب پر فائز ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ حوصلہ بھی بڑھا دیتے ہیں۔ بڑے لوگ ہمیشہ درگزر سے کام لیتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھنے کے بجائے اپنے مشن اور مقصد کو مد نظر رکھتے ہیں۔ قائدین ایک پالیسی اور پروگرام دے کر چلے جاتے ہیں۔ بعد میں آئے والے اسی پروگرام کو مقررہ پالیسی کے مطابق آگے بڑھاتے ہیں۔ اختلاف رائے اور تعمیری تنقید سے جماعتیں مضبوط ہوتی ہیں۔ البتہ تنقید برائے تنقید اور کٹ جھتی سے ہمیشہ نقصان ہوتا ہے اچھی اور اصلاحی سوچ کی ہمیشہ قدر کرنی چاہیے۔ س

سے حسن اور بڑھتا ہے ذوق نے اسی بات کو یوں کہا ہے

گھبائے رنگا رنگ سے ہے زینت بہن

اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

اور اب آخر میں اس دعا کے ساتھ اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ پاک ہمارے قائد حضرت

مولانا قاضی مظہر حسین ریسہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کے پسماندگان کو وہی

حصولہ اور عزم عطا فرماوے جس عزم کے ساتھ حضرت قائد ہمیشہ زندہ رہے

سر جھکایا نہ کبھی تو نے جفا کے آگے

سرخرو ہوتا رہا اپنے خدا کے آگے



(بقیہ: ص 625)

گزارش

تمام برادران طریقت کی خدمت میں گزارش ہے کہ مذکورہ اشعار اپنے پاس کتاب سلاسل طیبہ میں نقل فرمالیں تاکہ حضرت اقدس مرشدی صاحب نور اللہ مرقدہ کے نام سے بھی توسل کر سکیں۔

نیز روزانہ کچھ پڑھ کر حضرت اقدس ریسہ کو ایصال ثواب کا اہتمام و معمول بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمادیں اور ہمیں حضرت مرحوم کے نقش قدم پر چلنے اور حضرت ریسہ کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین



عظیم سانحہ

☆ کھ مولانا سید مصدوق حسین شاہ بخاری

مؤرخہ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء بروز سوموار صبح فجر کی نماز کے بعد سایہ وال سرگودھا سے بذریعہ فون اطلاع ملی کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار فانی سے دار ازل کی طرف رحلت فرما گئے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

یہ خبر ہم پر بجلی بن کر گری اب محسوس ہو رہا تھا کہ واقعی ہم یتیم ہو گئے ہیں۔ کیونکہ ستمبر ۱۹۹۱ء کو والد محترم (حضرت مولانا سید صادق حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ) نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ پھر مجھے دو حضرات کی خصوصی شفقتیں حاصل رہیں۔ ① حضرت اقدس سید مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ② حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ان حضرات کی بے پناہ محبتوں اور شفقتوں نے حضرت والد صاحب کی جدائی کا غم بھی ہلکا کر دیا۔ پھر اولاد سید مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ داغِ مفارقت دے کر داعیِ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اور اب حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے درمیان موجود نہیں۔

ان حضرات کا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ جانا طبعی مگر عظیم سانحہ تھا۔ حضرت والد ماجد سید صادق حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب حضرت، شیخ العرب والعجم الشیخ سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے شاگردِ رشید تھے اور اپنے شیخ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے! سادہ لباس، سادہ گفتگو، خلوص و محبت کے پیکر تھے اکابر کے سچے عاشق تھے۔ بندہ نے انہی کی گود میں تعلیم و تربیت لی اور اپنے بزرگوں کی صداقت و شجاعت کے واقعات سنے۔ حضرت والد صاحب اپنے معاصر علماء کے بھی بہت قدردان تھے۔ چنانچہ ملک بھر سے علماء کرام اور مشائخ ہمارے مدرسہ علوم الشریعہ میں تشریف لاتے۔ یوں ہمیں ان حضرات کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ چنانچہ سایہ وال سرگودھا کے حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی والد صاحب کے برادرانہ اور دوستانہ تعلقات تھے۔ تقریباً ہر امتحان کے موقع پر حضرت مفتی صاحب ہمارے مدرسہ

میں تشریف لاتے اور بے حد شفقت فرماتے۔

حضرت والد صاحب کو مجاہد اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ سے والہانہ عقیدت تھی چنانچہ ان کی تشریف آوری سے بھی ہمیں بے حد خوشی ہوتی۔ بیماری اور نقاہت کے دنوں میں جب حضرت ہزاروی رحمہ اللہ نے باہر کے اسفار پر جانا بند کر دیا تھا حضرت والد صاحب کی درخواست پر انہیں دنوں میں جھنگ جیسے دور دراز علاقہ کا سفر کیا اور فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی دعوت میں اتنا خلوص تھا کہ میں انکار نہ کر سکا۔

تیسرے بزرگ جن سے حضرت والد صاحب کو عشق کی حد تک محبت و عقیدت تھی وہ پیر طریقت نباض ملت وکیل صحابہ رحمہ اللہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین قدس سرہ کی شخصیت تھی۔ حضرت والد صاحب کے نام حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے مکتوبات کا جو ذخیرہ احقر کے پاس موجود ہے ان میں ایک بات تقریباً بار بار دہرائی گئی ہے۔ کہ کاش ہمارے سنی علماء کو اس عظیم نقصان کا احساس ہو جاوے جو سنی مسلمان کو پہنچایا جا رہا ہے۔ مسلک اہل سنت کی حقانیت، اصلی کلمہ اسلام اور نظام خلافت راشدہ آپ کے خاص موضوعات تھے۔ جن کا پرچار آپ نے زندگی کے آخری سانس تک جاری رکھا۔ ”حق چار یار رحمہ اللہ“ آپ کی تحریک کا خاص نشان ہے۔ چنانچہ سینوں پر حق چار یار رحمہ اللہ کے بیج، چائے دان کے غلاف پر حق چار یار رحمہ اللہ کے الفاظ اور اسی طرح سائیکلوں اور کاروں پر حق چار یار رحمہ اللہ کے پیارے الفاظ جلی حروف میں لکھنے کی تاکید فرماتے۔ ”یا اللہ مدد“ اٹھتے بیٹھتے اس کا ورد کرتے اور فرماتے کہ لوگ غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور انہیں اس بات پر ندامت بھی نہیں ہوتی تم اللہ سے مدد مانگتے ہوئے کیوں شرماتے ہو۔ اور فرمایا کہ اس اللہ والی مدد کو اتنا عام کر دو کہ لوگ دوسروں سے مدد مانگنا چھوڑ دیں تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے اس نعرے سے مخالفین کتنے پریشان ہیں۔ یہ ایسا نعرہ ہے جس کا جواب کسی کے پاس نہیں۔

آٹھ سال کی عمر میں مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ مدرسہ علوم الشرعیہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کی پہلی بار زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ ایسا نورانی چہرہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس عمر میں مسائل اور تقاریب کی سمجھ تو نہیں تھی مگر حضرت کے چہرہ کی کشش ایسی تھی کہ سبحان اللہ! جو دن بدن بڑھتی رہی۔ حضرت والد ماجد کی شہادت کے بعد تو حضرت کی شفقتیں اور زیادہ بڑھ گئیں جب بھی حاضری ہوتی بہت ہی دلاسا دیتے اور اپنے دست مبارک سے کھانا گھر سے لاتے اور بیٹھک میں بٹھا کر ایسی محبت سے کھاتے کہ اباجی کی شفقتیں یاد آ جاتیں۔ رخصت ہوتے وقت معاف

فرماتے اور نقدی کی صورت میں بھی ہدیہ عنایت فرمادیتے جو اکثر پانچ صد روپے ہوتے۔
حضرت علم کا سمندر تھے۔ ۲۰۰۰ء میں سالانہ سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں زیارت کی غرض سے
حضرت مولانا قاری محمد حیات صاحب کے ہمراہ سفر کیا۔ حضرت ضعف اور کمزوری کے باوجود آنے
والے مہمانوں سے مل رہے تھے۔

دوسرے روز فجر کے بعد آپ کا بیان تھا کرسی پر بٹھا کر چوبارہ سے نیچے لاکر خدام نے گاڑی میں
بٹھایا جلسہ گاہ میں پہنچے پھر کرسی پر بٹھا کہ سٹیج پر لائے گئے اس دوران پوری فضا نعروں سے گونج رہی تھی۔
ہر شخص آپ کی زیارت کر رہا تھا۔ میرے ہمسفر مولانا موصوف نے کہا کہ! حضرت اس ضعف میں بھلا کیا
بیان کریں گے۔ میں نے کہا یہ ابھی پتہ چل جائے گا حضرت نے جو بیان شروع فرمایا تو تقریباً پونے تین
گھنٹے جاری رہا۔ تحریک خدام اہل سنت کی خدمات، کانفرنس کے اغراض و مقاصد پھر عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم
بیان کی۔ آپ کی ہر بات اور ہر جملہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت عیاں تھی۔

آپ کی وفات ایک عظیم سانحہ ہے۔ پوری سنی قوم خصوصاً تحریک خدام اہل سنت کے رضا کاروں
اور مدرسہ اظہار الاسلام کے طلباء اور مدرسہ تعلیم النساء کی طالبات کو آپ یتیم چھوڑ کر جنت المآویٰ میں جا
بے۔ اللہ آپ کے مشن کو جاری و ساری رکھے۔ اور قائدین قائد مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب
مدظلہ کو ہمت اور استقامت سے نوازے۔ (آمین)

حضرت والد صاحب نے عمر بھر حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کی تائید و حمایت کی چنانچہ جھگ میں حق
چار یار رضی اللہ عنہم کا نعرہ عام کیا۔ اپنی مساجد کے نام حق چار یار اور خلفائے راشدین رکھ کر قیامت تک کے
لیے اپنی عقیدت اور محبت کو رجسٹرڈ کرا گئے۔ اسی طرح ان شاء اللہ تعالیٰ ہم بھی انہیں حضرات کے نقش قدم
پر چلتے ہوئے حضرت صاحبزادہ اور جانشین قاضی محمد ظہورالحسین صاحب کی ہر حق بات کی تائید و حمایت
کرتے رہیں گے۔ اللہ ہم سب کو اہل حق کے ساتھ رکھے۔

جسیں تو حق کے ساتھ
میں تو حق کے لیے

شاہراہ حق و اعتدال پر قاضی چیک پوسٹ

کچھ خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف چشتی ☆

مولانا عبدالرؤف چشتی شگفتہ مزاج، معروف و مشہور خطیب ہیں۔ ان کی درج ذیل تحریر میں بظاہر ان کی خطابت و شگفتہ مزاجی کا عنصر نمایاں ہے۔ جس سے ممکن ہے بعض طبائع کو قدرے اختلاف ہو۔ تاہم ان کی تحریر میں موجود حقائق یقیناً ناقابل تردید ہیں۔ ملاحظہ ہو..... [رشیدی]

کسی شعبہ کی ذمہ داری قبول کر لینا آسان لیکن نبھانا انتہائی مشکل ہے۔ ذمہ داری کو نبھانے کے لیے استقامت، صداقت، دیانت اور خوفِ خدا جیسی صفات کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

خوفِ خدا ہی ایک ایسا ہتھیار ہے جس کی بدولت کوئی بھی شخص اپنی ذمہ داری نبھاسکتا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جو شخص دیانت داری سے اپنی ذمہ داری نبھائے اس سے تقریباً اکثریت نالاں رہتی ہے۔ جس مہتمم سے اساتذہ خوش ہوں اور کسی کو مہتمم پر کوئی گلہ شکوہ نہ ہو تو سمجھ لیجئے کہ یا تو حضرت مہتمم صاحب ڈنڈی مارتے ہیں یعنی اساتذہ کی کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہیں یا پھر اساتذہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ورنہ ذمہ دار مہتمم سے اساتذہ ناخوش اور دیانت دار ناظم صاحب سے طلبا ناراض! لا ماشاء اللہ حق کو شخص کے بہت کم دوست ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہیں پڑھا تھا کہ آپ کے بہت کم دوست تھے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ کسی کی معمولی لغزش کو بھی معاف نہیں کرتے تھے۔ اول درہ ورنہ زبانی انتباہ لازمی ہوتا تھا۔ عقائد، احکام و اعمال میں کوتاہی پر معافی نہیں تھی۔ جو شخص حق گوئی اور حق پسندی کو اپنی عادت بنا لے وہ بے باک ہو جاتا ہے اسے پھر کسی کی رضا اور ناراضگی کی پروا نہیں ہوتی، وہ ہر کام ہر فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرتا ہے..... بقول شاعر.....

آئین جواں مرداں، حق گوئی و بیباکی

اللہ کی شیروں کو آتی نہیں رو باہی!

کون نہیں جانتا! اگر ذمہ داری غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرے تو پھر اصلاح کیسے ہو؟ چوراہے پر کھڑا سنتری اگر فرائض سے غافل ہو جائے اور کسی کو روکے ٹوکے نہیں، تو انین ٹریفک کی خلاف ورزی ہوتے دیکھ کر باز پرس نہ کرے۔ تو پھر کیا ہوگا؟ شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔

میرے بھائی، جس گھر کا سربراہ مصلحت کا شکار ہو جائے وہاں لڑکے اور لڑکیاں خود سر ہو جایا کرتی ہیں۔ جس چوک کا سنتری لا پرواہ ہو جائے اس چوک میں حادثات معمول بن جاتے ہیں۔ جس کلاس کا استاد اپنی ڈیوٹی سے غافل ہو اس کلاس کا نتیجہ صفر ہوتا ہے۔ جس درجہ کا معلم لالچی ہو جائے اس درجہ کے طلباء کا آموختہ، سوختہ ہو جاتا ہے، جس محلہ کا چوکیدار رات کو کتوں کے بھونکنے کا نوٹس نہ لے اس محلہ میں کئی گھر چوروں کی زد میں ہوتے ہیں۔ جس شہر کا کوتوال غافل ہو جائے اس شہر میں رات کو ہی نہیں دن کو بھی ڈاکو راج ہوتا ہے۔

جس چیک پوسٹ پر رشوت عام ہو وہاں سنگٹنگ عروج پر ہوتی ہے۔ جو شخص ڈپلومہ اور سند فراغت لے کر اور شاہراہ حق و اعتدال پر دیانت داری سے اپنی ڈیوٹی دینے کا عہد کرنے کے بعد لا پرواہی اور غفلت کا مرتکب ہوتا ہے اور مصلحت کا شکار ہو کر اپنی زبان و قلم کو روک لیتا ہے۔ تو ایسے شخص کو نہ تاریخ معاف کرتی ہے اور نہ اس سے مورخ درگزر کرتا ہے۔ وہ خالق کا مجرم تو ہوتا ہی ہے مخلوق کی نظروں میں بھی مگر جاتا ہے۔ لیکن جو شخص رضائے الہی کی خاطر کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اور شاہراہ حق و اعتدال پر جرأت، ثابت قدمی، امن و شanti، بے باکی اور اعتماد علی السلف جسے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک چیک پوسٹ (جماعت ”خدام اہل سنت“) قائم کر کے بلا امتیاز مراتب چیکنگ کرتا ہے، اسے قاضی مظہر حسین کہتے ہیں۔ جب زندہ تھا تو خود کہتا تھا اب آرام گاہ پر جاؤ تو آواز آتی ہے.....

اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی ناخوش

میں زہر ہلا ہلاں کو کبھی کہہ نہ سکا قد

شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے در علم و طریقت پرزانوئے کلمذتہ کرنے والے آپ کے خلیفہ مجاز بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت مرشدی و مولائی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کو اکابرین علمائے دیوبند نے جو ڈیوٹی اور ذمہ داری سونپی تھی۔ حضرت قاضی

صاحب رحمہ اللہ نے ساری زندگی اسے احسن طریقہ سے نبھایا۔ کسی ایک شعبہ میں کسی مسئلہ میں، کسی اسٹیج پر مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ ہمیشہ نرم لہجہ میں سخت اختلاف کیا۔ مد مقابل کو ہمیشہ مکمل پروٹوکول دیا، اختلاف خواہ کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو مخالفین کا نام پورے آداب کے ساتھ لکھا اور لیا۔ زبان کو شستہ، قلم کو شگفتہ رکھا۔ درباری اور بازاری زبان سے اجتناب کیا۔ تحقیقی اور اختیاری زبان کو استعمال کیا۔ میں یہ بات بے باکی سے کہتا ہوں کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے قاضی چیک پوسٹ قائم کر کے مسلک علماء دیوبند اور متعلقین دیوبند پر بڑا احسان کیا ہے۔ میری اس بات سے اگر کوئی مفسر، کوئی مفکر، کوئی محقق اور کوئی مدبر چیں، بجیں ہو تو میں عرض کروں گا کہ وہ قاضی صاحب کے اختیار کردہ کسی موقف پر انگلی رکھ کر بتا دیں کہ یہ موقف مسلک علماء دیوبند اور اکابرین علمائے دیوبند کے موقف و مسلک اور راہ حق و اعتدال کے خلاف ہے۔ تو ممنون و مشکور ہوں گا ورنہ صدق دل سے حضرت قاضی صاحب کی علمیت، حقانیت اور ان کی قاضی چیک پوسٹ کو تسلیم کریں کہ قاضی چیک پوسٹ پر حضرت قاضی صاحب نے اپنی ڈیوٹی خوب نبھائی۔

اچھرہ کا تنقیدی ٹرالہ

جب انہوں نے دیکھا کہ شاہراہ حق و اعتدال پر چلنے کے لیے اچھرہ سے تنقیدی ٹرالہ نکلا ہے اور اس کا ڈرائیور تمام قوانین ٹریفک (قرآن و سنت) سے لاپرواہ، محاسن و مناقب کے اشارے توڑتا ہوا عقیدت و احترام کے سپیڈ بریکر سے سنبھل کر گزرنے کے بجائے اسی رفتار سے چلتا اچھلتا خاک اڑاتا چلا آرہا ہے۔ تو قاضی صاحب فوراً سامنے آ گئے اسے رکنے پر مجبور کر دیا۔ لوڈ چیک کیا تو امریکی ٹکڑا، ڈیزل دیکھا تو تنقیدی تھا اور ڈرائیونگ لائسنس (سند فراغت) مانگا تو جواب تھا کہ میں نے کسی بھی ادارے سے تربیت نہیں لی۔ خود ہی اپنی سمجھ کے مطابق ڈرائیونگ کرتا شاہراہ تحقیق و تفسیر پر آ گیا ہوں۔ قاضی صاحب نے تحقیقی قلم سے اس کا چالان کر دیا اور اس اچھرہ براڈ ٹرالہ کو اس کے ڈیزل اور اس کے سامان کو ریسرچ کے لیے علمی عدالت میں پیش کر دیا اور بغیر لائسنس روڈ پر آنے کے جرم میں ڈرائیور کو ہزاروں بیسٹہ حوالات کے سپرد کر دیا۔ ساری زندگی پیشیاں بھگتتے رہے، اپنی غلطیوں اور لغزشوں کی معافی نہیں مانگی اور پھر ایک دن دنیا ہی سے چلے گئے۔ بعد میں آنے والوں نے بھی صفائیاں پیش کیں مگر انہیں کاغذات واپس نہ مل سکے۔ گزشتہ دنوں جماعت اسلامی کے موجودہ رہبر قاضی حسین احمد نے حضرت قاضی صاحب کو خط لکھا تھا کہ آپ بغیر تحقیق چالان کر دیتے ہیں۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مجرم کی اعانت

کرنے کے جرم میں امیر جماعت کا بھی چالان کر دیا اور قاضی حسین احمد خاموش ہو گئے۔ چند سال گزرے ایک نعرہ بہت مشہور ہوا تھا کہ ظالمو! قاضی آ رہا ہے۔ دراصل بات یہ تھی کہ جب خود ساختہ ڈرائیور، اس کے نرالہ اور سامان کو علی عدالت میں پیش کر دیا گیا تو دوران تفتیش و تحقیق ہر شے غیر ملکی، غیر معیاری اور تقریباً سارا سامان تنقیدی نگلا تو یہ ایک دوسرے کو کوٹنے اور ظالم کہنے لگے کہ تم نے مجھ پر ظلم کیا جو مجھے اس تنقیدی کمپنی میں لایا دوسرا بولا کہ تو بڑا ظالم ہے تو نے مجھے اس کمپنی کو صالحین کی کمپنی بتایا تھا مگر یہ کمپنی تو طالحین کی کمپنی نکلی۔ جب یہ لوگ ایک دوسرے کو ظالم کہہ رہے تھے تو اس وقت ان کے کسی ذمہ دار نے قاضی مظہر حسین صاحب کو اپنے تعاقب میں دیکھ کر نعرہ لگا دیا تھا کہ خاموش رہ جاؤ ظالمو! قاضی آ رہا ہے۔ جو سادہ لوح تھے وہ کسی اور کو قاضی سمجھتے رہے۔ لیکن درحقیقت یہی لوگ جنہوں نے اصحاب مصطفیٰ ﷺ کی عدالت و صداقت پر تنقیدی حملے کئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان و اسلام کو اپنے پیانے پر پرکھنے کی کوشش کی تھی اور قرآنی فیصلہ امتحن اللہ کو قبول نہ کیا تھا۔ یہی ظالم تھے جو قاضی مظہر حسین کو اپنے تعاقب میں دیکھ کر چلا رہے تھے کہ ظالمو! قاضی آ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پھر انہیں شاہراہ حق و اعتدال پر آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

ع، غ سروس

قاضی چیک پوسٹ پر اگرچہ ہر ایک کی چیکنگ ہوتی تھی مگر دیوبند کمپنی کے ہر ٹائم اور ہر سروس کی چیکنگ بڑی سخت ہوتی تھی۔ قاضی صاحب رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ دیوبند کمپنی کے ٹائم کمپنی کے منظور کردہ قوانین و ضوابط کا خیال رکھیں اور کمپنی پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں کے قائم کردہ پٹرول پمپوں سے تیل حاصل کریں اور انہی کے منظور کردہ ریٹنورینٹوں پر قیام کریں۔ کسی کو خلاف ورزی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور نہ ہی کوئی ڈرائیور کمپنی کے طے کردہ اصول سے اختلاف کر سکتا تھا۔ مگر ”تدبیر کے پر جلتے ہیں تقدیر کے آگے“ مخلوق کچھ سوچتی ہے اور خالق کے فیصلے کچھ اور ہوتے ہیں۔ ہوا یہ کہ راولپنڈی اور گجرات سے دیوبند ٹرانسپورٹ کے دو بہترین ٹائم نکلتے تھے جو کہ بہت کامیاب تھے اور ”ع، غ“ سروس کے نام سے مشہور تھے۔ کئی کئی ماہ پہلے ان کی بکنگ ہوتی تھی۔ دیوبند کمپنی کی ہر تقریب میں انہی کے ڈرائیور بک کئے جاتے تھے چونکہ بیس صاف ستھری اور دونوں ٹائم کے ڈرائیور صوم و صلوة کے پابند تھے۔ دیندار سوار یاں انہیں کے ساتھ سفر کرنا پسند کرتی تھیں اور ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ لوگوں

کے قائم کردہ سناپ مثلاً ساتواں، دسواں، چہلم وغیرہ پر قطعاً نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اپنی مرضی کے بغیر سناپ بھی نہیں کرتے تھے۔ صرف دیوبند کمپنی کے منظور کردہ سناپ پر رکھتے اور کمپنی ہی کے منظور کردہ پٹرول پمپ سے تیل حاصل کرتے تھے۔ قاضی چیک پوسٹ پر ان کی بھی چیکنگ ہوتی تھی اگرچہ ان کے کاغذات، ٹکٹ بک اور لائسنس سب کچھ ٹھیک ہوتا تھا۔ لیکن تیز رفتاری پر انہیں انتخاب کیا جاتا تھا اور حد رفتار اعداد میں رکھنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ اگرچہ بعض مرتبہ ایک ہی کمپنی کی گاڑیاں آپس میں مقابلے پر اتر آتی ہیں۔ لیکن ان کا مقابلہ اکثر بدعت نرانسپورٹ سے ہوتا تھا۔ بدعت نرانسپورٹ کا عملہ ان ٹانگوں سے بہت پریشان تھا۔ ان کا اعتراض تھا کہ یہ ہمارے سناپوں، تیج، دسواں، چہلم وغیرہ سے گزرتے ہوئے بہت دھول اڑاتے ہیں اور اکثر ہمیں راستہ نہیں دیتے اگر راستہ لینے کی کوشش کریں تو سائیڈ مارتے ہیں۔ بحر حال ان کی یہ کامیاب سروس جاری تھی کہ گجرات ٹائم کے ڈرائیور نے ملتان کی ایک تقریب میں حیات النبی ﷺ ریسٹورنٹ کے کھانے کو غیر معیاری کہہ دیا۔ جس سے دیوبند کمپنی کے ذمہ داران اور اکابرین کے اذہان میں تشویش کہ لہر دوڑ گئی اگرچہ کمپنی کے انتہائی قابل اعتماد رکن اور تقریب کے میزبان نے کمپنی کے قائم کردہ حیات النبی ﷺ ریسٹورنٹ کے عملہ، کھانا اور پٹرول کو معیاری اور قابل اعتماد بتایا۔ لیکن گجرات ٹائم کے ڈرائیور نہ جانے کیا فیصلہ کر چکے تھے۔ کہ انہوں نے ایک نہ سنی۔ بلکہ پنڈی ٹائم کے ڈرائیور کو بھی بڑی محنت اور کوشش سے ساتھ ملایا اور پھر ہر سناپ پر حیات النبی ﷺ ریسٹورنٹ کے خلاف مہم کا آغاز کر دیا۔ پنڈی ٹائم کے ڈرائیور نے انہیں افہام و تفہیم کے ذریعہ مسئلہ حل کرنے کے لیے کہا لیکن گجرات ٹائم کے ڈرائیور کی ضد کے آگے بے بس ہو کر دوتی نبھاتے ہوئے ان کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ اس مہم سے جب حیات النبی ﷺ کی شہرت متاثر نظر آئی تو پھر ملتان ٹائم پر محمد علی جالندھری بیسہ کوراؤ پلنڈی روانہ کیا گیا۔ ملتان ٹائم کے ڈرائیور نے کمپنی کے ہر سناپ پر بڑی متانت، سنجیدگی اور دلائل سے حیات النبی ﷺ ریسٹورنٹ کو قابل اعتماد قرار دیا۔ پنڈی گجرات ٹائم کے ڈرائیور دیوبند کمپنی کے ہر سناپ پر رکھتے تھے مگر حیات النبی ﷺ سناپ پر رکنا گناہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہیں پھر قاضی چیک پوسٹ پر روک کر دیوبند کمپنی کے جاری کردہ لائسنس (سند) استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ چنانچہ دونوں ڈرائیور بہت چمیں بجیں ہوئے اور کہا کہ ہم دیوبند کمپنی ہی کے ڈرائیور ہیں اسی کی سروس کرتے ہیں۔ کمپنی ہی کے تمام ریسٹورینٹوں پر ٹھہرتے ہیں صرف حیات النبی ﷺ ریسٹورنٹ کے سناپ سے اختلاف ہے۔ تو صرف اتنی بات سے ہمیں کمپنی لائسنس (دیوبندی سند

فراغت) سے محروم کیوں کیا جا رہا ہے؟ مگر قاضی چیک پوسٹ پر انہیں بتایا گیا کہ کمپنی کے بعض ریسٹورنٹ پر اعتماد اور بعض سے اختلاف اور بد اعتمادی یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ دیوبند کمپنی کی سروس کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دیوبند کمپنی کی تمام مصنوعات (عقائد) اور ریسٹورنٹ کے عملہ پر مکمل اعتماد ہو۔ جس کو دیوبند کمپنی کے سلف پر اعتماد نہیں وہ شخص دیوبند کمپنی کے نام لائسنس اور کمپنی کے قائم کردہ ریسٹورنٹ کو استعمال نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی الگ کمپنی ”اشاعت“ کے نام سے بنالی مگر ٹکٹ دیوبندی کمپنی کے چھپے ہوئے ہی استعمال کرتے تھے۔ اور خود کو دیوبند کمپنی کا عملہ ہی ظاہر کرتے تھے۔ مگر عقل مند جانتے تھے کہ یہ صرف نام کے دیوبندی ہیں کام کے دیوبندی نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے پھر دیوبند کمپنی کی مصنوعات (عقائد) استعمال کرنے والوں نے ان کے نام کی بسوں میں سفر کرنا چھوڑ دیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ دن کو کسی وقت بھی اور رات کو کسی حصے میں بھی راہِ حق اعتدال پر جانے کے لیے نکلے تو قاضی چیک پوسٹ پر روک لیے جاتے۔

گکڑ ہٹہ ٹائم

ان کی چینگ جاری تھی کہ ملتان کے ضلع اور کبیر والا کے نواح سے گکڑ ہٹہ ٹائم نکل آیا۔ لطف کی بات تھی کہ گکڑ ہٹہ ٹائم کا ڈرائیور جس قدر خوش الحان تھا اس سے کہیں زیادہ بد زبان تھا۔ دورانِ سفر اپنی سوار یوں کو بتایا کہ گکڑ ہٹہ سروس اشاعت کمپنی کی سرپرستی میں چل رہی ہے۔ ڈرائیور کی زبان لمبی تو تھی ہی لیکن جب کبھی دیوبند کمپنی کا کوئی ٹائم اسے پاس کرتا تو پھر اس کی زبان اور زیادہ لمبی ہو جاتی اور گزرنے والے ڈرائیور سے کہتا اور سورا! او! یہودی! لعنتی!، رڈیلا، اس کی اس بد زبانی کی وجہ سے اس کی اپنی سواریاں! الجھ پڑتی تھیں۔

ایک مرتبہ سواریاں آپس میں مختلف تفاسیر پر گفتگو کر رہی تھیں کہ ایک نے تفسیر ابن کثیر کا نام لیا تو ڈرائیور کی رگِ عداوت پھڑکی پوچھنے لگا ابن کثیر کا معنی کیا ہے؟ پھر خود ہی بولا وہ جس کے کئی باپ ہوں۔ استغفر اللہ اس ڈرائیور کو مفتی بننے کا بھی بڑا شوق تھا۔ ایک مرتبہ عید کی نماز سے فارغ ہو کر چند سواریاں گکڑ ہٹہ ٹائم میں سوار ہوئیں۔ چونکہ ڈرائیور نے خاموش نہ رہنے کی قسم کھا رکھی تھی سوار یوں سے کہنے لگا کہ آپ لوگ عید پڑھ آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم عید کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر آئے ہیں۔ کہنے لگا کہ عید کی نماز میں جو جیسے زائد تکبیریں ہیں آپ ہر دو زائد تکبیروں کے درمیان کیا پڑھتے ہیں۔ تو

سوار یوں نے کہا کہ ہم کچھ بھی نہیں پڑھتے۔ اس پر ڈرائیور کہنے لگا کہ پھر تو آپ نے پوری عمر کی عید کی نمازیں برباد کر دی ہیں۔ سوار یاں پریشان ہو گئیں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ بتائیں ان زائد تکبیروں کے درمیان کیا پڑھنا چاہیے؟ ڈرائیور کہنے لگا پڑھنا چاہیے۔ الحمد للہ (خس کم جہاں ہاک ص ۱۰۶)

سوار یاں تحقیق پسند تھیں انہوں نے ایک ادارہ سے فتویٰ منگوایا تو جواب آیا کہ جو شخص یہ کہتا ہے وہ غالی بدعتی ہے۔ جب یہ گکر ہٹ ٹائم (کا ڈرائیور) قاضی چیک پوسٹ پر پہنچا تو روک لیا گیا۔ اور اس کی سخت چیکنگ کی گئی جس کے نتیجہ میں بہت ہی قابل اعتراض مال برآمد ہوا اور سیاہ رنگ کا پانی (جینبر و صحابہ کے متعلق گستاخانہ کلمات) وافر مقدار میں موجود تھا جسے ضبط کر لیا گیا اور دیوبند کمپنی کی مصنوعات اور لائسنس استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔

سخت چیکنگ کا انداز

قاضی چیک پوسٹ پر قاضی صاحب، اپنے تحقیقی سٹیل ڈیٹیکٹر سے چیک کر کے تمام ممنوعہ سامان اور نشہ آور اشیاء مثلاً سماتی نسوار، تنقیدی افیون، یزیدی چرس، تہرائی ہیر و ن مسافروں کے سامان سے نکال لیتے تھے۔ بعض دفعہ کوئی جبہ دستار میں ملبوس شیخ الحدیث کی شکل میں سفر کرتا نظر آتا تو اس کی مشکوک حرکات و سکنات کا اندازہ لگا کر اس کی تلاشی لیتے تو اس سے ممنوعہ اشیاء کی کوئی نہ کوئی قسم نکالنے میں کامیاب رہتے۔ کراچی ٹائم کی عباسی سروس بہت صاف ستھری سروس تھی ان کی نئی گاڑیاں اور مہذب عملہ کو دیکھ کر لوگ اس میں سفر کرنا پسند کرتے تھے۔ لیکن ایک مرتبہ قاضی چیک پوسٹ پر اس کی تلاشی لی گئی۔ تو اس سے بھاری تعداد میں خارجی بھگ برآمد ہوئی۔ چنانچہ پھر کراچی ٹائم کی ہر بس کی بڑی سخت چیکنگ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ سندیلوی کوسٹر کو چیکنگ کے لیے روکا گیا۔ اتفاق سے کوسٹر کے مالک سندیلوی صاحب خود ڈرائیور تھے۔ دوران چیکنگ کوسٹر کے خفیہ خانوں سے خارجی بھگ نکلی۔ کوسٹر مالک کی تلاشی لی گئی تو اس سے یزیدی چرس بھی خاصی مقدار میں برآمد ہوئی۔ کوسٹر ڈرائیور نے چرس کے یزیدی برانڈ ہونے سے انکار کیا۔

قاضی صاحب نے کاغذات ضبط کر کے چالان کر دیا اور مقدمہ علمی عدالت میں پیش کر دیا۔ ایک طویل عرصہ تک مقدمہ کی پیرودی کی۔ کوسٹر مالک کے مسلسل انکار سے مقدمہ طول پکڑتا رہا۔ لیکن جھوٹ کب تک سچائی کے سامنے ٹھہر سکتا ہے؟ آخر مالک نے اپنی غلطی تسلیم کی اور قاضی صاحب کے دلائل کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اس چرس کے یزیدی برانڈ ہونے کا اقرار کیا۔

ماتم ٹرانسپورٹ

قاضی چیک پوسٹ قائم کرنے کے بعد سب سے زیادہ مسئلہ ماتم ٹرانسپورٹ کی چیکنگ کا تھا۔ یہ سروس بہت پیہودہ اور بے ذہنکی قوانین ٹریفک سے نابلد اور اصول و ضوابط سے نا آشنا تھی۔ عمل غیر اعتماد، سواریاں غیر مہذب، نہ کوئی روٹ نہ سٹاپ، جدھر دل کیا چل پڑے جہاں چاہا رک گئے۔ ان کی غیر ذمہ دارانہ حرکات سے اکثر اوقات آمد و رفت میں خلل واقع ہوتا۔ بار بار انہماک کے باوجود غلط جگہ پر گاڑی روکتے۔ شاہراہ صحابہ جی ٹی پی پر اس قدر پیہودہ اور غلط انداز سے ڈرائیونگ کرتے کہ گاڑیاں ایکسپرنٹ سے بال بال بچتی تھیں اور کئی مرتبہ تو سخت حادثات بھی ہو جاتے۔ مگر ان کی فرمستیاں نہ رکھیں۔ آخر کار قاضی چیک پوسٹ پر اس سختی سے دھر لئے گئے کہ ڈرائیونگ کرنے والوں کی جینسی کو دودھ یا آگیا۔ قاضی چیک پوسٹ پر ان کی ہر شے اور ہر سواری کو چیک کیا جانے لگا ماتم کمپنی کی بس ہوتی یا دیگن کو سنر ہوتی یا ڈالہ، تاکہ گھوڑا ہوتا یا خچر یا بڑھا، گدھا گاڑی ہوتی یا ہتھریز می ان میں سے کوئی بھی بغیر چیکنگ نہیں گزر سکتے تھے جینسی بار بھی چیکنگ ہوتی اتنی ہی بار منوہ اشیاء برآمد ہوتی تھیں۔ چنانچہ ان کی خاص مگرانی شردھ ر دی گئی۔ بے شمار مرتبہ عزا کپسولوں کے اندر سے بڑی ہیروئن برآمد ہوتی اور بحرموں کو گرفتاری و ضمانت کے مراحل سے گزرتا پڑا۔ منوہ اشیاء تو آتے جاتے ان سے برآمد ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن جب کبھی یہ اطلاع ملتی کہ شاہراہ صحابہ جی ٹی پی پر انہوں نے غلط اور غیر محتاط ڈرائیونگ کی ہے۔ محاسن و مناقب سٹاپوں پر سخت دھول اڑائی ہے تو پھر محضوں نہیں بلکہ ہفتوں قاضی چیک پوسٹ پر انہیں خوار ہونا پڑتا۔ یہ جینتے اور سینہ کوئی کرتے، واویلہ کرتے بلکہ خود کو چھریاں مارنے کی دھمکی دیتے اور بعض تو مار بھی لیتے کہ ہماری جاں بخشی کی جائے۔ مگر قاضی صاحب قتل و درباری سے اپنے تحقیقی سٹیل ڈیٹیکٹر سے ان کی چیکنگ جاری رکھتے۔ ان کے رونے دھرنے کی قطعاً پرواہ نہ کرتے۔ گزرنے والے ان کا رونا، ہینٹا دیکھ کر ہمدردی کرتے ہوئے ان کی سفارش کرتے مگر جب ان کے سیاہ کر تو توں سے آگاہ ہوتے تو کانوں کو ہاتھ لگاتے اور جب انہیں یہ پتہ چلا کہ یہ مومن بھی بننے ہیں اور مومنوں کی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں بھی دیتے ہیں تو وہ انہیں گالیاں دیتے اور ان پر مزید سختی کرنے کا کبہ کر چبے جاتے۔ بعض گزرنے والے حضرت قاضی صاحب کے پاس آکر اپنی بر طرح کی خدمات پیش کرتے اور انہیں قبول کرنے کی درخواست کرتے اور ساتھ ہی عرض کرتے کہ آپ کی اس قاضی چیک پوسٹ کی وجہ سے ہماری اور ہماری

نسلوں کی متاع ایمان و اسلام بچ گئی۔ آپ نے ان کی سخت چیکنگ کر کے ان کا روپ اور اصل روٹ آشکارا کر دیا ہے۔ ہم کئی مرتبہ ان کے ہاتھوں ذلیل ہو چکے ہیں۔ ہم ان کی بسوں میں اہل بیت علیہم السلام مگر کا بورڈ دیکھ کر سوار ہو جاتے لیکن یہ دیرانہ میں جا کر تہرائی ہیر و من سسکروں کے ہاتھ بچ دیتے تھے۔

اب آپ نے ان کے اصلی چہرہ کو بے نقاب کر دیا ہے۔ اب لوگ ان کے اہل بیت علیہم السلام مگر کے بورڈ کو دیکھ کر بھی سوار نہیں ہوتے اور جانتے ہیں کہ یہ ”توز“ کی گاڑیاں نہیں راہزنی موڑ کی گاڑیاں ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ان کی کوئی بس، کوئی وین، کوئی ٹانگہ، گھوڑا اور کوئی گدھا گاڑی اہل بیت مگر تک نہیں جاتی یہ راستہ میں ہی رہ جاتے ہیں اور سوار یوں کو ذلیل کرتے ہیں۔ اگر سوار یاں کرایہ واپس مانگیں تو واپس نہیں کرتے کہتے ہیں عاشورہ شاپ پر حلیم کھلائی۔ صادق ریسٹورنٹ پر کوئٹہ کھلائے۔ اور ہر فرلانگ پر سبیل کا میٹھا پانی اور لسی پلائی یہ خرچہ کیسے پورا ہوگا؟ لہذا کچھ بھی بقایا نہیں ملے گا۔ حضرت قاضی صاحب آپ نے انہیں عریاں کر کے چوراہے میں کھڑا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے ان کی اتنی سخت چیکنگ کی کہ وہ نہبتے ہو گئے اور ہم محفوظ ہو گئے۔ حضرت قاضی صاحب فرماتے کہ میرے سنی بھائیو! آپ میرے لئے دعا کریں میں نے یہ چیک پوسٹ نام و نمائش یا ذاتی مفاد کے لیے نہیں قائم کی محض رضائے الہی کے لیے اور اشاعت حق کے لیے قائم کی ہے۔ مجھے اس کا اجر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے لینا ہے اور پھر اجر عظیم لینے کے لیے قاضی صاحب ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کو بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو گئے۔

قاضی چیک پوسٹ ہر عدل و انصاف کا ترازو

قاضی چیک پوسٹ پر قاضی صاحب نے ہمیشہ عدل و انصاف کا ترازو قائم رکھا۔ جس کی جو بات حق و اعتدال کے مطابق ہوتی اس کی تعریف و تصدیق ہوتی تھی اور جو بات حق و اعتدال سے ٹکراتی اس کی برملا تردید کی جاتی۔ قاضی صاحب بیحد دھڑے بندی کے قائل نہیں تھے اگر یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ قاضی صاحب دھڑے بندی کے نہیں دیو بندی کے قائل تھے۔ چنانچہ جب بخاری سروس واہ کینٹ کے مالک لعل شاہ نے شاہراہ معاویہ چٹھا پر غیر محتاط ڈرائیونگ کی اور مشاجرات صحابہ جوینچم کے خطرناک موٹر بغیر ہارن بجائے تیز رفتاری سے کاٹے۔ تو حضرت قاضی صاحب نے چیک پوسٹ پر روک لیا اور ان کے مال استخفافہ یزید کی چیکنگ کی۔ ان کے اچھے مال اور ورانگی کی تعریف کی ان کی سروس پر بھی اطمینان

ظاہر کیا۔ لیکن شاہراہ معاہدہ نکلا ہوا ہے جو غیر متاثرہ راولپنڈی کی طرف سے ہوئی اور شاہراہات معاہدہ کے خلاف ایک سوز کاٹنے میں ان سے جو فیملی ملز میں ہوئیں ان پر ان سے سخت باز پرس کی گئی اور ان کا تحقیقی چالان کر کے ان کو ملی جرمانہ کر دیا گیا۔ قاضی صاحب انہیں کے متعلق اپنی تصنیف خارجی تہذیبہ اول ص ۴۳۶ پر لکھتے ہیں "بہر حال اکابر ملک کی اتباع و تقلید کے بغیر صراطِ مستقیم پر رہنا مشکل ہوتا ہے۔" مولانا اہل شاہ بخاری کے خلاف بعض علماء تو اس وجہ سے ہیں کہ انہوں نے یزید کے خلاف لکھا ہے اور وہ یزید کو صالح و عادل یا خلیفہ راشد قرار دیتے ہیں۔ اور بعض علماء شاہ صاحب کی اس وجہ سے حمایت کر رہے ہیں کہ انہوں نے یزید کے خلاف لکھا ہے اور وہ شاہ صاحب کی دوسری تحریرات سے چشم پوشی کر لیتے ہیں۔ لیکن یہ دھڑے بندی صحیح نہیں۔ ہم بھی یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں لیکن شاہ صاحب کی دوسری قابل اعتراض عبارات کو نظر انداز نہیں کرتے۔ ہمارے سامنے اکابر کا مسلک حق و اعتدال ہے اور ہم اس کا دفاع ضروری سمجھتے ہیں۔" قاضی صاحب اکابر کے مسلک حق و اعتدال کو ہی صحیح سمجھتے اس کا دفاع کرتے اور اسی کے مطابق مل کرتے۔ اور اسی میں ہی نجات سمجھتے تھے۔

قاضی چیک پوسٹ پر ہمیشہ بیدار اور ہشیار رہتے تھے۔ خوف خدا کے ہتھیار سے مسلح ہو کر ہر غلط نظریہ سے ٹکراتے اور ان کا علمی تعاقب کرتے تھے۔

جمعیت کمپنی کی چیلنجنگ

جمعیت کمپنی کے بہترین ٹائم کی بسوں کو روک کر قاضی چیک پوسٹ پر چیلنجنگ کی جاتی تھی۔ کاغذات، رفرار، اور شاپ سب کمپنی کے منظور کردہ قوانین کے مطابق ہوتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے غلط شاپوں، مودودی ہوٹل، بھنور یسٹورنٹ پر بلا وجہ اور بلا ضرورت رکنا شروع کیا۔ قاضی چیک پوسٹ پر ان کی چیلنجنگ سخت کر دی گئی۔ ذمہ داران کمپنی سے بالمشافہ اور تحریری گفتگو کر کے ان سے منوا کیا کہ واقعی انہوں نے غلط مقامات پر شاپ کیا اور غلط جگہ پارکنگ کی۔ چنانچہ پھر اپنے اصولوں کے مطابق اور اکابر علماء کے مسلک حق و اعتدال کا دفاع کرتے ہوئے جمعیت کی مقبول ترین سروس میں سفر کرنا چھوڑ دیا اور اپنے متعلقین کو بھی روک دیا۔

جھنگ ٹائم کی جھنگوی سروس

یقیناً جابجائے یہ حقیقت ہے کہ قاضی چیک پوسٹ سے گزرتے وقت بڑے بڑے سوراخوں کے پتے

پانی ہو جاتے تھے۔ جھنگ ٹائم کی جھنگوی سرورس کو بھی قاضی چیک پوسٹ پر روک لیا گیا۔ انہیں یقین تھا کہ انہیں قاضی چیک پوسٹ سے متفرجرات ملے گا۔ لیکن جب قاضی صاحب نے ان کے طوفانی لب و لہجہ پر، ان کے نعروں پر، ان کی ملی بھگتی کونسل میں شمولیت پر سخت جرح کی تو انہیں لینے کے دینے پڑ گئے۔ قاضی چیک پوسٹ پر حضرت قاضی صاحب نے ان سے جو گفتگو کی وہ پیش خدمت ہے۔

سپاہ صحابہؓ کا آغاز طوفان سے ہوا اور انجام جھاگ پر، گویا کہ یہ ایک بلبہ تھا پانی کا، سپاہ صحابہؓ کے بانی مولانا حق نواز جھنگوی شہید مرحوم نے جو نعرہ لگایا تھا اور جس نعرے کو لے کر آپ میدان میں آئے اور کافر کافر شیعہ کافر کو آپ نے سارے پاکستان میں بطور ایک مخصوص مشن کے پھیلا دیا اور جھنگوی مرحوم کی کیسیٹیں سنا کر سنی جوانوں کو مشتعل کیا، شیعوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا اور اسی کو سپاہ صحابہؓ کا اصل مقصد قیام ظاہر کیا۔ جیسا کہ جھنگوی، فاروقی، اور اعظم طارق کے سابقہ منقولہ بیانات سے واضح ہوتا ہے۔

ہر جگہ آپ نے بلا ضرورت شیعوں سے تصادم کی پالیسی اختیار کی۔ سینکڑوں سنی جوان زخمی ہوئے کتے قتل اور شہید ہوئے اور کتنے جیلوں میں قید و بند کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن اچانک آپ حضرات نے سنی شیعہ اتحاد کی سیاست اپنائی اور ملی یک جہتی کونسل کے نام سے آپ اور شیعہ ایک ہی دین و ملت کے رکن بن گئے۔ اس طرح سے آپ نے شیعوں کو دین و ملت کی سند دے دی اور پہلے ہی اجلاس میں آپ نے تسلیم کر لیا کہ کسی اسلامی فرقہ کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ جن عقائد کی بنیاد پر آپ کافر کافر شیعہ کافر کے نعرے کو ضروری سمجھتے تھے۔ یعنی عقیدہ امامت، تحریف قرآن، انکار خلافت راشدہ اور کلمہ و اذان کی تبدیلی وغیرہ تو کیا اس مسلمان کونسل میں شریک شیعہ علماء نے اپنے ان عقائد سے توبہ کر لی ہے؟

ہرگز نہیں بلکہ اس ملی یک جہتی کونسل کی کاروائی کو بیان کرتے ہوئے تو تحریک جعفریہ کے سربراہ ساجد علی نقوی صاحب نے تو واضح الفاظ میں یہ کہہ دیا ہے کہ ”شیعہ عقائد صدیوں سے ہیں۔ ان میں نہ تو تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ ہی کسی کو تبدیلی کا حق ہے۔ اب ملی یک جہتی کونسل میں حق کو کامیابی ہوئی ہے۔“

(ہفت روزہ رضا کار لاہور ۲۳-۳۰ اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۱)

حقیقت یہ ہے کہ سپاہ صحابہؓ کے زعماء نے ایک ایسا خلاف حق تاریخی فیصلہ کیا کہ اب ان کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ سپاہ صحابہؓ کے مقدس نام کو استعمال کر سکیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

[ماہنامہ حق چار یار محمدیہ لاہور مئی ۱۹۹۵ء، صفحہ ۳۲۳]

قاضی صاحب کی مدلل جرح سن کر تھک چکی سرورس کے اراکین اور کئی کئی اور دارالاسلام کے اس طرح رخصت ہو گئے جس طرح اہل خانہ اپنی میت کو دفنانا کہ کھروں کو داناں آتے ہیں۔

قاضی چیک پوسٹ پر اعتماد

قاضی چیک پوسٹ سے عوام تو خوش تھے مگر اکابرین علماء دین بند بھی اس چیک پوسٹ سے بہت خوش اور اس کی مثالی کارکردگی کے تبدیل سے معترف تھے۔ اس کے علاوہ جدید علماء کی قاضی چیک پوسٹ کو تائید حاصل تھی۔ اور حاصل ہے۔ حضرت سید نفیس شاہ صاحب، قاضی چیک پوسٹ اور حضرت قاضی مظہر حسین بیٹہ کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں..... کہ اس کتاب (قاضی چیک پوسٹ اور قاضی صاحب کا موقف) کے مندرجات علماء اہل سنت علماء دین کے عقائد و نظریات پہنچتی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالمعین، حضرت سید احمد شہید، حضرت حاجی امجد اللہ مہاجر کی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ اسرار ہم کے یہی عقائد و نظریات تھے۔

اس کے علاوہ ملک سے نکلنے والے دینی جرائد میں بھی قاضی چیک پوسٹ کی تائید کی گئی ہے، مفت روزہ لولاک مجاہد ملت حضرت مولانا تاج محمود صاحب بیٹہ نے جاری کیا تھا اس کے شمارہ ۲۸ جون ۱۹۸۳ء میں تبصرہ نگار لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں.....

قاضی صاحب پر اللہ رب العزت کی بے شمار رحمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلک احمدال کے علمبردار ہیں۔ افراط و تفریط سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے بزرگوں، اکابر اساتذہ، مفسرین کے نظریات و عقائد کے ترجمان رہے ہیں۔ مسلک احمدال سے کسی نے لغزش کی نہیں اور قاضی صاحب تنقیدیں لے کر ٹوٹے نہیں۔ خارجیت کے اثرات کا سیلاب اہل سنت میں آتے دیکھ کر قاضی صاحب نے بل باندھنے کی کوشش کی ہے۔ الخ۔

قاضی واقعی قاضی تھے

میرے بھائی وہ مسلمان جج جو شریعت اسلامیہ کی رو سے فیصلہ کرتے اتے قاضی کہتے ہیں۔ تو پھر مجھے کہنے دیجئے کہ قاضی واقعی قاضی تھا اس کا ہر فیصلہ شریعت اسلامیہ کے عین مطابق تھا۔ قاضی چیک پوسٹ پر قاضی صاحب نے چیکنگ کے بعد جو فیصلہ دیا۔ پھر اس فیصلہ کو کوئی چیلنج نہ کر سکا۔ اس سے کہ ان

کا ہر فیصلہ خوف خدا، استقامت علی الدین، اعتماد علی السلف اور راہ اعتدال کی سی صفات کا گلدستہ ہوتا تھا۔ موجودہ دور میں دیوبندی مکتب فکر سے متعلق ہر عالم خود کو دیوبندی کہلاتا اور بتاتا ہے یہ دیوبندی کہنا، کہلاتا لکھنا لکھانا آسان ہے۔ لیکن دیوبندی راہ حق و اعتدال پر قائم رہنا بہت مشکل ہے۔ دیوبندی صرف وہی کہلاتا سکتا ہے جو اکابرین علماء دیوبند کے مسلک حق و اعتدال پر قائم ہے اور آئندہ بھی قائم رہے۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اعتماد علی السلف کے بغیر دین کا محفوظ رہنا ناممکن ہے۔ حضرت قاضی صاحب کا اکابر علمائے دیوبند کے عقائد و نظریات پر غیر متزلزل اعتماد تھا۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ ہر وقت اور ہر لمحہ اعتماد علی السلف کے ہتھیار سے مسلح رہتے تھے۔ لہذا کوئی بھی قاضی چیک پوسٹ سے بچ کر نہیں گزر سکتا تھا۔

کراچی ٹائم کے ڈرائیور کا غصہ

چیکنگ سخت ہو تو ڈرائیور اور کنڈیکٹر کو غصہ آ ہی جاتا ہے۔ اسی طرح قاضی چیک پوسٹ پر چیکنگ جاری تھی کہ کراچی ٹائم کے ڈرائیور کو غصہ آ گیا۔ بطور اعتراض حضرت قاضی صاحب کو کہنے لگا کہ مسلمانوں کے ناموں پر بھی اہل تشیع کا اثر ہے مثلاً اصل نام کے ساتھ جس طرح محض تبرک کے لیے محمد اور احمد ملانے کا دستور ہے اسی طرح علی، حسن، حسین ملایا جاتا۔ صدیق، فاروق، عثمان بطور تبرک اصل نام کے ساتھ ملانے کا دستور نہیں۔ نسبت غلامی بھی علی، حسن، حسین کی طرف تولی جاتی ہے مگر کسی اور صحابی کی طرف غلامی کی نسبت نہیں کی جاتی۔ کنیز فاطمہ نام رکھا جاتا ہے کنیز عائشہ نہیں! مظہر حسین، مظہر علی نام تو رکھتے ہیں۔ مظہر صدیق یا مظہر عثمان نہیں! حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں ہم نے جب سے قاضی چیک پوسٹ قائم کی ہے اب لوگوں نے غلام صدیق، غلام عمر، محمد ابو بکر، محمد عثمان، محمد معاویہ نام رکھنے شروع کر دیئے ہیں اسی طرح عائشہ، غلام عائشہ، غلام حصہ، غلام زینب، غلام رقیہ وغیرہ بھی بڑی کثرت سے نام رکھے جا رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے ان سے کہا کہ ذرا یہ تو بتائیے کہ اگر اہل سنت میں غلام علی، غلام حسن، غلام حسین وغیرہ نام پائے جاتے ہیں تو اس سے آپ اتنے بیزار کیوں ہوتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے نواسوں کے نام رکھے ہیں۔ تو اگر کوئی سنی آپ ﷺ کے پسندیدہ ناموں کو اپنے بچوں کے ناموں میں شامل کر لے تو اس پر آپ چیں بجیں کیوں ہوتے ہیں؟ ان حضرات سے اس قدر رنکد رتو نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت تھانوی کا نام اشرف علی ہے۔ حضرت مدنی کا نام حسین احمد

ہے۔ علامہ عثمانی کا نام شبیر احمد ہے۔ شاہ عبدالعزیز کے ارشد تلمیذ کا نام حیدر علی ہے۔ شیخ الہند کا نام محمود الحسن ہے۔ شیخ الادب کا نام اعزاز علی ہے۔ حضرت نانوتوی کا نام محمد قاسم ہے۔ حضرت نانوتوی کے ارشد تلمیذ کا نام فخر الحسن ہے۔ حضرت نانوتوی کے ہم عصر ادیب کا نام فیض الحسن ہے۔ اس قسم کے ناموں میں اکابر حضرات نے نہ تو شیعیت کی بوسونگھی اور نہ ہی ان کو ان ناموں میں شرک کے جراثیم نظر آئے۔ فرمائیے مظہر حسین کے نام سے اس قدر چڑ کیوں ہے؟ انا۔

میرے بھائی قاضی چیک پوسٹ کی بدولت کئی لوگوں کے عقائد درست ہوئے اچھے بھلے لوگ راہ راست پر آ گئے۔ قاضی چیک پوسٹ قائم ہے اور ان شاء اللہ قائم رہے گی پہلے اس کے انچارج مظہر تھے۔ اب اظہر ہیں۔ پہلے باپ تھے۔ اب بیٹے ہیں۔ کوئی مت بھولے کہ شاہراہ حق و اعتدال پر اب وہ من مانی کریں گے۔ قاضی مظہر حسین کے نذر اور بے باک صاحبزادے حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین اظہر نے قاضی چیک پوسٹ کا نظم و نسق سنبھال لیا ہے۔

ان شاء اللہ حضرت قاضی بریلوی کی پالیسی اور ہدایات کے مطابق چیکنگ جاری رہے گی۔ اور اس کے علاوہ مظہر اینڈ اظہر کہنی کی بہترین اور سکون بخش بسوں (مبلغین حضرات) کی سر دس بھی جاری ہے۔ جو کہ عوام کو صاف سترے راستوں (جلسوں کا نفر نسوں) سے منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے ان بسوں (مبلغین) کو جس مقام کے لیے بھی بک کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ مسلک حق و اعتدال کا تحفظ ہر قیمت کریں گے اور اس کا اجر قاضی صاحب بریلوی کو ان شاء اللہ تاقیامت ملتا رہے گا۔ جب تک نبضوں میں حرارت اور خون میں گردش ہے۔ یہ نعرہ گونجتا رہے گا ”خلافت راشدہ۔ حق چار یا چار جنت“۔



المہند علی المہند علمی دستاویز

موجودہ انتشار کے سدباب کا یہی واحد راستہ ہے کہ اکابر دیوبند کی علمی اور اعتدادی دستاویز ”المہند علی المہند“ پر اتفاق کیا جائے اور جو لوگ (علماء ہوں یا غیر علماء) مسلک اکابر دیوبند کی پیروی نہیں کرتے مثلاً حیات النبی ﷺ کا انکار کرتے یا زید کی حمایت کرتے ہیں تو ان سے اھٹاع کر لیا جائے۔ [روئیداد، یکم رجب ۱۳۹۶ھ ص ۳۹]

سنت صدیقی پر کاربند

☆ کھ مولانا مفتی حمید اللہ جان

ہر دور میں حق و باطل کی معرکہ آرائی رہی ہے۔ نور و ظلمت کا یہ مقابلہ اسی وقت سے جاری ہے جب کہ خدائے ذوالجلال نے انسان کو وجود بخشا۔ حق و ہدایت کی شمع فروزاں کو باطل نے اپنی پھونکوں سے بجھانے کا اسی وقت تہیہ کر لیا تھا جب اس کے سامنے حق اور تسلیم و انقیاد کی بدولت شرف انسانیت ظاہر ہوا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغ مصطفوی سے شرار بولسہی

اہل حق افرادی کی کے باوجود اہل باطل پر غالب رہے۔ تاریخ کا ریکارڈ، فطرت کا اصول اور قدرت کا دستور یہی ہے۔ کم من فتنۃ قلیلۃ غلبت فتنۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ کی اٹل حقیقت بھی اسی اصول کی غماز ہے۔ رات کی تاریکی کس قدر کثیر، کثیف، دیز اور گہری کیوں نہ ہو جائے پھر بھی جگنو کی روشنی پر غالب نہیں آسکتی، اندھیرا اپنی کثرت کے باوجود اندھیرا ہے اور روشنی قلیل ہوتے ہوئے بھی روشنی ہے۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جن کو قدرت نے ہدایت کی روشنی دے کر اپنے دین کی سربلندی، حفاظت اور دفاع کے لیے کھڑا کیا ہے کوئی زمانہ ایسا نہیں کہ قدرت کی جانب سے ایسے رجال کا رپیدانہ کبے گئے ہوں، جنہوں نے حفاظت دین اور احقاق حق کی ہر ضرورت کو پورا نہ کیا ہو۔ گزشتہ صدی سے اللہ عزوجل نے تجدید و حفاظت دین کے لیے طائفہ منصورہ مسلک اہل سنت و جماعت سے وابستہ گروہ علماء دیوبند کا انتخاب کیا اس گلستان کا ہر گل نرالا۔ اس چمن کا ہر پھول منفرد اور اس گلشن کی ہر کلی ممتاز ثابت ہوئی۔ جس میخانے کی بنیاد خود ساقی کوثر نے رکھی اس کا ہر رند آسمان علم و عمل کا ثریا بن کر چمکا۔ دیوبند کے فرزندوں کی داستان تو دیوار چمن سے لے کر زنداں تک پھیلی ہوئی ہے۔ تدریس کامیدان ہو یا جہاد کا معرکہ۔ تزکیہ باطن کی منزلیں ہوں یا سلوک و احسان اور اصلاح باطن کی مشقتیں۔ ناموس رسالت کا فریضہ ہو یا تحفظ ناموس

صحابہ کرامؓ کی تحریک۔ تحریر کے اموز ہوں یا تقریر کے اسرار۔ مسند حدیث ہو یا میدان کارزار۔ رزمِ تیغ و تنگ ہو یا بزمِ مگرگ ہر جگہ اور ہر میدان میں دیوبندی کا فرزند نظر آئے گا۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلہم اذا جمعنا یا جریر المجامع

ایک طرف شامی کے میدان کارزار میں قاسم العلوم والخیرات حضرت قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ، فقیہ امت حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت حافظ ضامن شہید رحمہ اللہ برسرِ پیکار واد شجاعت دیتے نظر آتے ہیں۔ تو دوسری طرف حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا یوسف دہلوی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ، دعوت و تبلیغ کی کٹھن منازل پر صعوبت راہیں صبر آزا مراحل اور وطن و تشنّج کے کانٹوں سے بھرپور وادیاں، صبر شکر ہمت اور حوصلے کے ساتھ قطع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ گلشنِ رسالت کی حفاظت کے لیے دیکھیں تو محدثِ دوراں سید انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ امیر شریعت محدث کبیر سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، مجاہدانہ بانگین، مؤمنانہ شان اور سپاہیانہ آن کے ساتھ سالارِ قافلہ بن کر تحفظِ ختمِ نبوت کا دفاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تحفظِ ناموسِ صحابہ کے معرکہ میں سید نور الحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ، علامہ دوست محمد قریشی رحمہ اللہ، قائدِ اہل سنت حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ، علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہ العالی کی عالی ہمت شخصیات سینہ سپر نظر آئیں گے۔

فرزندِ اں دیوبند کا یہ وہ قافلہ حریّت ہے جس کے ایک ایک فرد نے بزمِ گیتی میں خونِ جگر دے کر حق کی شمع کو روشن کیا ہے۔ جو جہاں گیا وہ مقتداءِ انامِ مظہر۔ باطل و طاغوت کی کھلساتی دھوپ میں خلقِ خدا کے لئے شجرِ سایہ دار بن کر پورے ماحول کو بہارِ جاں فزاں سے ہم آئنا کر دیا۔ ایمان و عقیدہ کے مسافروں نے ان کے تقویٰ توکل، علم، عمل اور حسنِ اخلاق کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں ابدی راحت و سکون حاصل کیا۔

حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ اسی کہکشاں کا ایک روشن ستارہ تھے۔ جو آسمان پر دیوبند کے نام سے ظاہر ہوئی۔ اسی بزمِ جنون کے ایک پروانے تھے جس کو قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے دیوبند کی سرزمین پر اخلاص و یقین سے سجایا۔ علم و عمل کی دھونی دے کر توکل و رضا سے ایسا مشکبار بنایا کہ پھر جو بھی حلقہٴ بزم میں آتا گیا اس پر رضاءِ حق کا ایسا نور چڑھا کہ جہاں بھی گیا صاف پہچانا گیا کہ تو قافلہٴ قاسمی کا بچھڑا ہوا سپاہی یا گلشنِ دیوبند کا مہکتا ہوا پھول ہے۔ سیمامہ فی وجوہہم من اثر المسجود۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ میں دین کی سر بلندی، حقانیت مذہبِ حق اہل سنت و الجماعت اور ابطالِ باطل کے لیے جس جرأت و استقامت، غیرت و حمیت، حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔ وہ تمام و

کمال موجود تھی اور یہی دیوبند کا طرہ امتیاز ہے۔ علی الخصوص تحفظ ناموس صحابہؓ جو آپ کی زندگی کا مشن تھا اور اس مشن کے لیے آپ نے ہر قسم کی قربانی پیش کی۔ قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں، مقدمات کا سامنا کیا، پریشانیاں جمیلیں، تکلیفیں برداشت کیں۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود اپنے مسلک و مشرب سے سرمو انحراف نہ کیا۔ اکابرین کے مسلک پر اس خوبی، کمال اور استقامت سے ساری زندگی عمل پیرا رہے کہ ایسی مثال ملنا مشکل ہے۔ بیگانوں کے حملے، اپنوں کے طعنے سب کچھ برداشت کیا لیکن اکابرین کے مسلک پر آنچ نہیں آنے دی۔ لوگ اس کو تشدد کہتے ہیں لیکن آپ تشدد نہ تھے بلکہ مصلحت تھے اور قصلب فی الدین عیب نہیں۔ کمال درجے کی خوبی ہے اور یہی وہ خوبی اور وصف ہے کہ جس نے خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ظاہری حالات کے تقاضا اور مصلحت وقت کے خلاف جمع صحابہؓ کی رائے کے برعکس مرتدین سے جہاد، منکرین زکوٰۃ سے قتال اور لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنے پر آمادہ کیا۔ اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قصلب فی الدین کی صفت اور داعیہ ان اقدامات پر آمادہ نہ کرتے اور آپ بھی لچک کا مظاہرہ فرماتے تو اسلام کی وہ شان و شوکت نمایاں نہ ہوتی جو آپ کے تباہان اقدامات سے ہوئی۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دین کے معاملہ میں ہمیشہ سنت صدیقی رضی اللہ عنہ پر کار بند رہے۔ آپ نے بھی کبھی لچک کا مظاہرہ نہیں فرمایا۔ نا مساعد حالات، تقاضا وقت، ضرورت مصلحت، نزاکت وقت جیسے راہ زار میں مدد دینے والے ہمسفھے الفاظ آپ کی لغت میں نہ تھے۔ دین کے معاملہ میں خصوصاً تحفظ ناموس صحابہؓ اور اکابرین دیوبند کے مسلک و مشرب میں آپ ہمیشہ محتاط رہے۔ اسی حزم و احتیاط کی وجہ سے آپ نے مروجہ جمہوری سیاست کو بہت جلد خیر باد کہہ دیا تھا۔ جمیعت علماء اسلام سے آپ کی علیحدگی کی بنیادی وجہ بھی یہی تھی کہ جب جمیعت کا اتحاد جماعت اسلامی سے ہوا تو محض حفاظت عقیدہ کی خاطر جمیعت کے ایک ممتاز اور باوقار عہدہ پنجاب کی امارت سے استعفیٰ دیا بلکہ جمیعت کی رکنیت بھی ختم کر دی۔ مروجہ جمہوری نظام اور سیاست کو دین کے لیے نقصان سمجھتے تھے۔

میں خود بھی سیاست گردی کی ایک طویل مسافت طے کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ نفاذ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ موجودہ جمہوری سیاست ہے۔ اس جمہوری سیاست کی راہ سے نفاذ اسلام کی توقع رکھنا ایسے ہی ہے۔ جیسا کوئی اندھیرے سے روشنی کی توقع رکھے۔ اسی اتفاق مزاج کی تحریک سے داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلسلہ میں تبادلہ خیال کرنا چاہیے۔ چنانچہ مولانا مطیع الرحمن رحمۃ اللہ علیہ درخواستی، مولانا عبدالشکور نقشبندی اور میں حضرت اقدس کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ تین گھنٹہ تک طویل ترین نشست ہوئی۔ میں نے انقلاب کے حوالہ سے گفتگو کی۔ حضرت فرمانے لگے کہ یہ کام کس طرح ہو؟ میں نے عرض کی کہ حضرت آپ قیادت فرمائیے۔ ہم آپ کے پیچھے ہوں گے۔ فرمایا کہ میں تو اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ یہ کام اب آپ خود ہی سنبھال لیں۔ اس ملاقات میں حضرت نے بڑی محبت و خلوص کا مظاہرہ فرمایا۔

آپ اسلاف کا کامل نمونہ تھے۔ ایران میں جب ٹینی انقلاب آیا۔ تو ٹینی نے اپنے راہنہ و عقائد کو تیرہ زبانوں میں دنیا بھر میں پھیلانے کی مہم شروع کی۔ اس کا سب سے زیادہ اثر پاکستان پر ہوا۔ شیعہ کو تقویت حاصل ہوئی۔ ۱۹۸۰ء میں ٹینی ہبہ پاکر شیعہ نے اسلام آباد سیکریٹریٹ کا گھیراؤ کر کے خود کو زکوٰۃ سے سستی قرار دلوایا۔ اس نازک ترین موقع پر مناظر اسلام مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ نے دنیا بھر کے علماء کرام و مفتیان کے سامنے شیعہ کے تین بنیادی عقائد لکھ کر استفتاء کیا جس کے جواب میں ابتداء دارالعلوم دیوبند اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نے تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ پھر اس فتویٰ پر جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن رحمہ اللہ صاحب مرحوم نے بنگلہ دیش اور پاکستان وغیرہ کے مختلف مسالک کے تقریباً ایک ہزار علماء کرام سے دستخط لے کر اس فتویٰ کو مزید استحکام بخشا۔ اس فتویٰ میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے شیعہ کے گمراہ کن عقائد پر تکفیری فتویٰ دیا۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا یہ پہلو قابل تقلید ہے کہ آپ افراط و تفریط سے ہٹ کر اعتدال پر گامزن رہے۔ جہاں آپ نے رافضیت کا تعاقب کیا تو دوسری طرف خارجیت کی تاویسات کا پردہ بھی چاک کیا۔ اگر ایک طرف آپ نے جماعت اسلامی کے چہرے سے خوش رنگ نقاب اتار کر تار تار کیا تو دوسری طرف ممانیت کی مصنوعی دیو بندیت کو طشت از ہام کیا۔ آپ صحیح معنوں میں مسلک حق اہل سنت والجماعت کے ترجمان اور داعی تھے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ساری جیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین



پاسبان ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم

کچھ مولانا قاضی ثار احمد صاحبؒ

آج ایک عظیم ہستی، نابغہ روزگار، اپنے دور کے حقیقی قائد اہل سنت کی حیثیت رکھنے والے عظیم شاہ
مرشد، قائد، رہبر و رہنما، پاسبان ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے بیوضات مشن و افکار
کے متعلق مدیر منتظم ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم لاہور کے حکم پر چند سطور لکھنے کی توفیق مل رہی ہے.....

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

حضرت قاضی صاحب بریلوی کے متعلق مجھ جیسا ناچیز کیا لکھ سکتا ہے۔ حضرت والا کو رب تعالیٰ نے ایسے عادات و خواص، روحانی و علمی جلال و شان، اخلاص و ولہیت، فانی دنیا سے ہا اکل مستغنی، ہمہ وقت عقائد حقہ کی اشاعت و ترویج اور ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کی فکر و لگن جیسے عظیم اوصاف سے نوازا تھا۔ جن کا احاطہ، بیان و تحریر میں مجھ جیسے ناکارہ کے بس کی بات نہیں۔ اس ناچیز کو دورۂ حدیث کے بعد گمراہ تے ہوئے شوال ۱۹۹۲ء سے وفات حسرت آیات تک حضرت اقدس کے ساتھ زیادہ آنا جانا مثالی علاقہ ہات گلگت کے مخصوص حالات کے حوالے سے مشاورت اور کام کی ترتیب کے سلسلے میں حضرت کی شفقت، حوصلہ افزائی کی سعادت نصیب رہی ہے۔ راقم نے حضرت اقدس مہماہ اسلام شہید ناموس رسالت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی بریلوی کی شہادت کے بعد حضرت سے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت نے اپنا پیارا، نرم و نازک، دراز انگلیوں والا مبارک ہاتھ بیعت کے لیے عنایت فرما کر وہ احسان فرمایا کہ اس کا سرور آج بھی دل و جان میں ہے۔ رب تعالیٰ سے دعا ہے حضرت کے درجات بلند فرمائے، حضرت کے برکات سے نوازے اور حضرت کے تعلق اور حقوق کا حقہ ادا کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ اس تعلق کو اپنی سعادت اور آخرت کی ہانپی سمجھتے

ہوئے حضرت کی صحبت و تربیت کے لمحات کے شکرانے کے طور پر اور حضرت کے متعلقین، خدام، اور مداحوں کی صف میں شامل رہنے کی تمنا پوری کرنے کے لیے یہ چند سطور ضبط تحریر کر رہا ہوں۔

حضرت قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرتدہ بلاشبہ مظہر شریعت و طریقت تھے۔ رب تعالیٰ نے حضرت والا کو خدا داد صلاحیتوں اور ملکہ سے نوازا تھا۔ کسی سے پہلی ملاقات ابتدائی گفتگو یا کسی کی تحریر کو پڑھتے ہی اس کے عقائد اور دینی حیثیت و جذبہ معلوم کرنے کے حوالہ سے بے مثل نباض تھے۔

حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرتدہ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بیہ سے جو وابستگی اور تعلق ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں حضرت اقدس کی تحریرات، تقاریر، مابنامہ حق چار یا رجنیہ کے مضامین اور حضرت کی حیات مبارکہ کی محنت و مشقت اس کی واضح دلیل ہے۔ راقم کے بزرگوار حضرت قاضی عبدالرزاق صاحب نور اللہ مرتدہ فاضل دیوبند حضرت مدنی بیہ کے شاگرد تھے اور حضرت مدنی سے تعلق اور والہانہ محبت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابا جان بیہ اپنے نام کے ساتھ کفش بردار مدنی لکھتے تھے۔ گلگت میں روانف کی تیرا بازی اور چیرہ دستی روکنے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرآن مجید کے ناموس کی تحریک اور جدوجہد کے سلسلے میں حضرت ابا جان بیہ کے حضرت قاضی صاحب بیہ کے ساتھ خط و کتابت اور سفارتی تعلقات بہت زیادہ تھے۔ حضرت ابا جان بیہ جمعۃ المبارک کے بیان سے قبل قاری عبدالحق صاحب کی تلاوت کے بعد اکثر مجھ سے حضرت قاضی بیہ کا لکھا ہوا ترانہ اہل سنت پڑھاتے تھے۔

خدایا اہل سنت کو جہاں میں کامرانی دے

اس طرح سے حضرت قاضی نور اللہ مرتدہ کا نام نامی تو بچپن ہی سے سن رکھا تھا۔ ۱۹۷۶ء میں جب شیعہ اسلامیات علیحدہ لکھی گئی تھی۔ اس پر گلگت میں سخت احتجاج ہوا تھا۔ حالات کشیدہ ہوئے تھے۔ حضرت قاضی صاحب بیہ کے احتجاجی پمفلٹ گلگت میں بھی بڑے پیمانے میں تقسیم ہوئے تھے۔

حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرتدہ نے ناموس رسالت رضی اللہ عنہم، ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تحفظ کے لیے جتنی شکایات جمیلیں اس کا اندازہ اس سے بھی فرمائیں کہ پیرانہ سالی میں بھی آپ کو تھانہ اور جیل کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ مگر حضرت سے کبھی ان مصائب پر حرف شکایت نہیں سنا گیا۔ رفض کو دلیل و حجت، جہد مسلسل اور اپنی بے مثال جرأت، خدام اہل سنت کے پروانوں کی بے مثال تربیت اور اپنی حکمت عملی سے ایسا بے نقاب کیا کہ رفض کی رسوائی کے لیے کافی ہے۔

حضرت کے مدرسہ و رہائش جاتے ہوئے گلی میں حضرت کے پہلو میں امام باڑہ کی وجہ سے ہمہ وقت مخدوش حالات کے باوجود حضرت کے تحمل، ہمت و جرأت، حکمت و سیادت کا منظر قابل دید تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی صفات کا ہمہ وقت تذکرہ، موعودہ خلافت راشدہ کا مقام و مرتبہ، قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر مجلس، ہر جلسہ میں بار بار فرماتے تھے، ہر اشتہار، ہر کتاب، مساجد و مدارس کے دروازوں، اہم مقامات اور شیکروں کے ذریعے یا اللہ مدد، اصلی کلمہ اسلام، خلافت راشدہ زندہ باد، خلافت راشدہ حق چار یار کے نعروں کی تشہیر کرتے تھے اور ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم کے مضامین سے صرف چکوال، جہلم، پنجاب ہی نہیں بلکہ اس کے دور رس نتائج پورے ملک میں پہنچتے ہیں۔

حضرت اقدس نے ہمیشہ عقائد کی اصلاح کے سلسلے میں کبھی کسی مصلحت کی پرواہ نہیں فرمائی۔ مرزائیت و رافضیت کے خلاف جہد مسلسل کے ساتھ حضرت کا تیسرا ہدف مودودیت کا فتنہ رہا۔ اس فتنے کی زہرائگیری اور خطرات کا حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کو ایسا احساس تھا کہ اس فتنے سے مسلمانوں اور اپنے عمل سے قول ایک نمونہ دیا۔ حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ نے عقائد، مسلک اہل سنت اور اسلاف کے افکار کی حفاظت کا وہ حق ادا فرمایا جس پر چل کر پوری امت اس پر فتن دور میں ہر آئینہ شمس سے پاک صاف رہ سکتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت قاضی رضی اللہ عنہ کبھی کسی کی شہرت، قد آور، شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر صراط مستقیم کی نشان دہی فرماتے رہے۔ شرعی تقاضوں، مسلک اور اسلاف کے دیئے ہوئے فکر کے تحفظ کے سلسلے میں قریبی اور قدیم تعلق سے بے نیاز ہو کر حضرت اصلاح اور تنبیہ فرماتے رہے۔ انہوں کے علاوہ غیروں کو بھی اس کا اندازہ تھا کہ یہ مرد قلندر حالات و موسم کی پرواہ رکھے بغیر باگ و دھل عقائد اہل سنت کی تبلیغ اور تحفظ فرماتے ہیں۔ سب کو یہ یقین تھا کہ فتنوں کی نشاندہی میں حضرت کی بات بے دھڑک حرف آخراور ایک سند ہوتی ہے۔

علماء دیوبند کے اکابر کی محنتیں ہر شعبہ اور زندگی کے ہر میدان میں دین کی خدمت اور اصلاح کے لیے بے مثال ہیں۔ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کو امام المتکلمین ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔ آپ پر پوری امت کو ایک ناز تھا۔ عقائد و مسائل کے حوالے سے اس پر ہجوم دور میں واقعی آپ قاضی القضاۃ تھے۔ حضرت قاضی صاحب کی نجی زندگی بھی ایک طالب علم اور دین کے خادم کے لیے نمونہ اور سبق آموز تھی۔ مہمان نواز، سادہ مکان میں سکون و اطمینان اور روحانیت کا جلوہ، خواتین و حضرات کی اصلاح اور عقائد کی اصلاح پر پیرانہ سالی میں بھی شب و روز محنت و مشقت اٹھانے کے عادی اس مرد قلندر نے یہ سبق

دیا کہ اس جہان میں راہ چلتے ہوئے مسافروں کی طرح زندگی گزارو۔ اور حیات مستعار کے یہ چند لمحات مجاہدانہ گزارنا چاہئیں۔ مکان و جائیداد، دولت و ثروت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا ایک دائمی کے لیے زہر سے کم نہیں۔ ملک کے ان گنے پنے چند افراد کے بھی سرخیل تھے۔ جن کے گھروں میں آج کے اس دور میں بھی شرعی پردہ ہے۔

آپ نے اپنے جامعہ اہل سنت تعلیم النساء میں بھی سادگی اور سلیقہ، پردہ اور عقائد کے حوالے سے وہ اصلاح فرمائی کہ وہ سب کے لیے ایک نمونہ ہے۔ حضرت کے مدرسہ میں لازمی طور پر بچیاں آج کے دور میں سفید کھلا قدیم (المعروف ٹوپی والا) برقعہ پہن کر محرم کے ساتھ آتی جاتی ہیں۔ مدارس سادگی اور سلیقہ کے اس طرز کو اپنائیں تو تعلیم البنات کے نئے رجحان میں کافی کمزوریوں اور فتنوں کا ازالہ ہو جائے گا۔ ورنہ حضرت قاضی صاحب کے نمونے کو اپنائے بغیر تعلیم البنات کا نیا سلسلہ اللہ نہ کرے فتنہ بنے۔ ایسی شخصیات تاریخ میں کم ہی پیدا ہوتی ہیں.....

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آج ہم اکابر سے محروم ہوتے جا رہے ہیں مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اکابر کے مشن کو نہ بھولیں اور ان کے مشن کی تکمیل پر توجہ دیں۔ جس میں ہماری ہر دو جہاں کی کامیابی مضمحل ہے۔ حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ بظاہر چکوال میں گوشہ نشین تھے۔ مگر پوری دنیا پر نظر اور اثر رکھتے تھے۔ اصولی موقف، اصولی تحریک اور محنتوں کی تائید اور ان پر شفقت فرماتے تھے۔ اہل حق کے لیے آپ اور آپ کا قلم عظیم سرمایہ تھا۔ آپ کی وفات کا سانحہ پوری امت کے لیے ہے۔

رب تعالیٰ ہمیں اور اس امت کو نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

موت صاحب دل جہاں را دلیل کلفت است

شمعے چون خاموش گردد و داغ محفل سے شود



پھولوں کا وہ پاسبان..... نہ رہا

☆ کھ مولانا عبدالودود صاحب

”وہ ایک ایسی چیز ہے جس سے کسی کو انکار نہیں، موت کا ذاتی ہر جاندار نے چکنا ہے۔ دنیا کی زندگی پہ نہائی اور وہی ہے اور موت یقینی ہے۔ بعض افراد کی موت شخصیت کی ہوتی ہے جس سے حوالی نقصان لگا دیا نہیں ہوتا اور بعض افراد کی موت اجتماعی حیثیت رکھتی ہے جس سے قوم و ملت کا نقصان ہوتا ہے جس میں سرسبز ملک کا طبقہ ہے اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے۔ ”موت العالم موت العالم“ اور عالم دین کی موت پر زمین و آسمان کی ہر چیز حتیٰ کہ مچھلیاں دریاؤں میں اور چڑھیاں لہلوں میں روتی ہیں۔

بندہ ناچیز کو امسال اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائی۔ حج سے قبل کئی مرتبہ کوشش کی کہ ”حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہو جائے لیکن حضرت کی بیماری کی وجہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ بالآخر حضرت کی طرف سے یہ جواب ملا کہ آپ میرے لیے دعا کریں میں آپ کے لیے دعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حج کی سعادت نصیب فرمائے اور قبول فرمائے۔

راقم جب حج کے لیے چلا گیا مکہ مکرمہ میں حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا سرسراز خان صدر امت برکاتہم العالیہ کی رہائش بھری رہائش کے قریب تھی۔ میں ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضرت نے مجھے بتایا کہ آج فون آیا ہے کہ ولی کامل، وکیل صحابہ قائد اہل سنت پیر طریقت، مجاہد ملت، ”حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ اس دنیا فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے ہیں اور آج چار بجے ان کا جنازہ ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ خبر سن کر سکتہ کی کیفیت طاری ہوئی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ دل ڈوبنے لگا۔ زبان بولنے سے، کان سننے سے، دماغ سوچنے سے رک گئے۔ جب اتفاق ہوا تو زبان بھائے انا اللہ پڑھنے کے اس خبر کا انکار کر رہی تھی

بالآخر خبر کی تصدیق کرنی پڑی۔ آنسو جاری ہو گئے اور میں ماضی کے درختے میں جھانکنے لگا۔ حضرت سے وابستہ یادیں ایک ایک کر کے تازہ ہونے لگیں اور دل کو زخمی کرنے لگیں۔ میں سوچنے لگا اب ہماری ہر بات اور سوال کا جواب کہاں سے ملے گا؟ ہماری علمی پیاس کہاں سے بجھے گی؟ کون ہماری غلطیوں پر نظر رکھے گا؟ نت نئے فتنوں کا اب کون تعاقب کرے گا؟ حضرت کے بعد ان جیسا کوئی ہوگا اور وہ کون ہوگا؟ خیالات کا ایک ہجوم تھا۔

آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے فرد سے لے کر علماء و مشائخ کے طبقہ تک ہر فرد حضرت کی دینی، علمی خدمات کے پیش نظر ان سے متعارف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی صفات سے متصف فرمایا تھا، تواضع، عاجزی و انکساری، اخلاص و للہیت، تقویٰ، سادگی، جرأت و بیباکی، استقامت علی الدین، توکل، حق گوئی، جیسے اوصاف نے آپ کی شخصیت کو عبقری بنا دیا تھا۔

ایک مرتبہ مانسہرہ کی جامعہ مسجد میں شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم صاحب نے حضرت کے اخلاص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ”اگر دین کی خاطر حضرت ﷺ کو ننگے پاؤں بھی چلنا پڑے تو حضرت ننگے پاؤں چل کر بھی مذہب اہل سنت و الجماعت اور مسلک علماء دیوبند کی خدمت کریں گے“، دیوبندی مکتب فکر کے تمام علماء و مشائخ کو حضرت اور حضرت کی تحقیق پر مکمل اعتماد تھا۔ مسلک علماء دیوبند کی ترجمانی اور ابطل باطل میں آپ کا نام سند کا درجہ رکھتا تھا۔ حضرت کی جد و جہد اور خدمات دین کے ہر شعبے میں ہیں۔ مسلک علماء دیوبند کے تحفظ کو ہر حال میں مقدم رکھتے، یہی اہل حق کا شیوہ ہے اور ہونا چاہیے۔

حضرت ﷺ نے ہر باطل عیسائیت، قادیانیت، شیعیت، خارجیت، یزیدیت، مہاتیت اور سب سے بڑھ کر فتنہ مودودیت کا بڑی جرأت و استقامت کے ساتھ رد فرمایا۔ حضرت ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت اہل سنت کے عقائد کی اشاعت اور مسلک علماء دیوبند کے تحفظ کی تھی اور حضرت اس میں کسی بھی قسم کی مصلحت و چلک کو روا نہیں سمجھتے تھے۔ اکابر دیوبند کی تحقیقات کو حرف آخر سمجھتے تھے۔ کوئی بات و تحریر مسلک دیوبند اور اکابر کی تحقیق کے خلاف سامنے آتی، بلا خوف و بلا جھجک اپنے پرانے کی پرواہ کیے بغیر اس کی تردید فرما دیتے۔ اس لیے تو استاد العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نور اللہ مرقدہ نے ایک دفعہ فرمایا ”دیوبندی کہلانے والے اگر چہ ملک میں بہت ہیں لیکن صحیح معنوں میں اگر کوئی دیوبندی کہلانے کے حق دار ہیں تو وہ قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ ہیں۔ میرے استاد مکرم مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، بخاری و

ترمذی کے درس میں اگر کوئی حدیث فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم کی آتی تو ہمیں اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے۔ اسے حق چار یار رضی اللہ عنہم والو! اپنی حدیث کو یاد رکھو جس میں کام دے گی اور پھر تمام طلباء کو مخاطب کر کے فرماتے تھے۔ اگر تم لوگوں نے مسلک دیوبند کا کام کرنا ہے تو اپنا تعلق حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کر لو اس دور میں مسلک دیوبند کے وہی صحیح ترجمان ہیں۔

ایک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے کسی طالب علم نے پوچھا! حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام فتنوں کا مقابلہ کیوں کرتے ہیں؟ تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا تمام فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا جگر چاہیے اور وہ اگر ہے تو قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ میں ہے اور حقیقت ہے اگر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسلک دیوبند پر سختی سے کاربند نہ ہوتے تو بقول مولانا امین صفدر ادا کا زوی آدمی دیوبندیت خارجیت اور آدمی ممانیت کا شکار ہو چکی ہوتی۔

ایک دفعہ استاد کرم حضرت مولانا غلام یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت کا کام تجدیدی کام معلوم ہوتا ہے۔ یعنی واضح طور پر تو نہیں فرمایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ وقت کے مجدد ہیں لیکن کام کے تجدیدی ہونے سے اس طرف اشارہ تھا اور اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صرف زبانی ہی نہیں بلکہ تحریراً بھی یہ کام سرانجام دیا اور علماء حق کے لیے آسانی فرمادی۔ اس کے ساتھ ساتھ طریقت و تصوف میں بھی حضرت کا بہت بڑا مقام تھا۔ آپ شیخ العرب والعم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد تھے۔ ملک کے طول و عرض میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین موجود ہیں۔ عوام کے علاوہ کبار علماء بھی آپ کے مرید تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علم کا ایک باب بند ہو گیا۔ اطراف عالم کو منور کرنے والا روشنی کا مینارہ بجھ گیا۔

ایسے وقت میں جب اسلام ہر طرف سے طرح طرح کے فتنوں میں گمراہ ہوا ہے اور جب کہ اہل سنت کو ان کی رہبری کی اشد ضرورت تھی۔ وہ اپنے چاہنے والوں کو روتا ہوا چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلے گئے۔ آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی اور ان کے مشن کے ساتھ وفا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا
اپنے پھولوں کا وہ پاساں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر
ہائے وہ میر کارواں نہ رہا!!

قابل تقلید نمونہ

کھ قاری محمد اسحاق فاروقی

حضرت قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اکابرین دیوبند حقیقی معنوں میں (خصوصاً اپنے مرنے والے شیخ العرب والعم سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) سیرت و صورت کی مکمل اور جامع تصویر تھی۔ عرب و عجم کی الہامی دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند سے تمام فیوض و برکات اپنے بزرگوں - ورثہ میں ملیں۔ موجودہ فتنوں پر مکمل نظر بصیرت اور رونما ہونے والے گمراہ فتنوں کی نشان دہی و سرکوبی اکابرین علماء دیوبند کے مسلک کی صحیح معنوں میں ترجمانی، حق تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام تھا۔ انغور اپنوں کی اصلاح اور اغیار کے لیے سیف بے نیام تھے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ فتنوں پر دور رس فرمانے کے بعد اطلاع علی العلماء حضرت کے فرائض منصبی میں سرایت کیے ہوئے تھا۔ عوام اصلاح تو تھی لیکن علماء کرام کی اصلاح ہر اعتبار سے فرمانا اس کی کا ازالہ اب کون کرے گا؟ آپ ز تقویٰ کا پیکر کمال اخلاص کے جامع اور کردار کا عملی نمونہ تھے۔ بندہ نے شعور کی آنکھ کھولی تو سرزمین جن ان چار شخصیات سے روشن تھی۔ میں نمایاں شخصیت مرد درویش حضرت مولانا امت رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ (راقم الحروف کے تانا) اور حضرت قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ و ع میدان میں سب سے آگے تھیں۔ اس بات کا اظہار تیسری بڑی شخصیت حضرت اقدس مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مرتبہ درجہ ہذا جامعہ صدیقیہ قادریہ میں بندہ سے فرمایا اور چوتھی شخصیت ڈویم کے ماتھے کا مجموعہ علم و حکمت کے بادشاہ حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مختصر اک یہ حضرات ایک معطر و سدا بہار پھول کی چار کلیاں تھیں۔ ان کی وجہ سے یہ تمام علاقے آج ان کی خوشبو سے بھی مہک رہے ہیں۔ خدائے لم یزل سے دعا ہے کہ ان کے فیوض و برکات کے ثمرات میں ترقیاں ہوں، اللہ کر ان کی محنتوں اور کاوشوں کو ثمر بار آور بار آور فرمادیں اور یہ یقیناً ہوں گی۔ ان شاء اللہ

قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم سید علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ثانی الذکر شخصیت ذویلی ضلع جہلم سے تعلق رکھتی ہیں۔ بدقسمتی سے دیگر اطراف و اطرافین ۱۹۱۸ء کی اولاد کی طرح حصول علم دین کا میدان ان کی اولاد کو نصیب نہیں۔ تاہم علم و حکمت کی اس دنیا سے اپنی ماحول میں آنکھ بھولی ضرور نصیب ہوئی۔ اللہ کریم ان کی ادا و امجاد کو نظر سے نہ ہٹا رہا ہو۔ بزرگوں کے راستہ مذہب حقہ اہل سنت والجماعہ پر گامزن رکھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک تعلیم المرتبت درجہ پر حضرات علماء کرام میں فائز تھے۔ آخر وقت تک تحریک خدام اہل سنت والجماعہ میں شامل رہے۔ حضرت کے آخری دور میں خصوصیت سے یہ بات قابل ذکر ہے آپ نے ایک مرد مناسب محترم جناب محمد شفیع صاحب سابق ناظم جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم فرماتے ہیں کہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ملاقات کے لیے پہنچا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دن ہمیں کانفرنس میں داخلہ عداوت و ضعف کے تشریف لے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت اتنی تکلیف اور کمزوری سے آپ کا جانا کوئی فرض واجب تو نہیں تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ وہاں بہت سارے علماء کرام کا اجتماع ہوتا ہے پھر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑی شخصیت ہیں۔ میں اس لیے وہاں جاتا ہوں کہ میری نجات کا سامان بن جائے۔ شاید پھر زندگی و فانی کرے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں حضرات حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ سے بھرپور محبت فرمانے والے تھے۔ لہذا ایک دوست جن کا سارا گھرانہ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ ذویلی والو میری یہ بات لوٹ کر لو، جہلم اور چکوال والوں کو نہ چھوڑنا تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حضرات شیخین رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل وابستگی کا بین ثبوت یہ بھی ہے کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذویلی میں ایک مناظرہ طے پا گیا جو بد قسمتی سے ہونہ سکا، اس میں مکمل مشاورت انہی بزرگوں سے رہی اور انہی کو مدد فرمایا۔

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت

۱۹۸۵ء کی بات ہے کہ حضرت قائد اہل سنت نے حضرت اقدس جہلمی رحمۃ اللہ علیہ سے راقم الحروف کے رمضان شریف چکوال مدنی مسجد گزارنے کا حکم فرمایا، بندہ نے یہ ماہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی گزارا۔ حضرت کی شفقت کا اثر تھا کہ مضامین چکوال میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ساتھ رہنے

کا حکم تھا۔ حضرت بیہیدہ اکثر و بیشتر حضرت نانائی بیہیدہ مولانا امست رسول بیہیدہ کا ذکر فرمادیتے اور اپنے علاقہ میں ان کے مجاہدانہ کارناموں پر روشنی ڈالتے، شاید تعلق قدیمی کی وجہ سے حضرت قائد اہل سنت کی شفقت بڑھ جاتی، مجھے یاد ہے کہ انہی دنوں مدرسہ اظہار الاسلام چکوال کے ایک طالب علم نے مجھے بتایا کہ آج ایک طالب علم نے مدرسہ کے باورچی کی شکایت اس کے سالن اتھارنہ پکانے کی لگائی تھی۔ وہ طالب علم وہاں کے موزن بھی تھے۔ جس وقت وہ سالن لے کر شکایت لگانے اندر دروازہ پر پہنچے تو انہی قدموں واپسی اختیار کی، دوسرے طلباء نے استفسار کیا کہ تم نے شکایت کیوں نہیں لگائی، وہ طالب علم فرمانے لگے کہ کس منہ سے شکایت لگاتا حضرت قائد اہل سنت ہاتھ میں قلم اور رومال سے آنکھوں کا پانی صاف فرما رہے ہیں اور کتاب تصنیف فرما رہے تھے۔ تو میں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ حضرت بیہیدہ کے سامنے تین پیالے رکھے ہوئے ہیں۔ ایک پیالے میں نمک ہے دوسرے میں باسی اور خشک ٹکڑے اور تیسرے میں پانی رکھا ہوا ہے۔ حضرت روٹی کا ٹکڑا اٹھاتے ہیں پانی میں بھگو کر نمک لگا کر کھا رہے ہیں۔ یہی منظر میری اصلاح کا سبب بن گیا۔

تو حضرت قائد اہل سنت کی ساری زندگی ہمارے لیے قابل تقلید اور نمونہ ہے۔ پچھلے دنوں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صدر کے فرزند ارجمند مولانا محمد زاہد الراشدی نے ایک کالم میں جہاں دوسری اہم خصوصیات کا ذکر فرمایا وہاں ایک اہم بات یہ بھی تھی طالب علمی کے دور میں ہم نے گوجرانوالہ میں جمعرات کے دن حضرت قاضی صاحب بیہیدہ کی آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اجلاس میں دعوت دے دی جسے حضرت قائد اہل سنت نے بخوشی قبول فرمالیا۔ حضرت کی موجودگی میں اسیر مالنا شیخ الہند بیہیدہ مولانا محمود حسن بیہیدہ کے بارے میں مجاہدانہ کارنامے بیان کیے۔ حضرت قائد اہل سنت سماعت فرماتے رہے۔ طالب علمی کا دور اور صاحبزادگی کے اثرات دونوں غالب تھے۔ میری وضع قطع اور کپڑوں کی چمک وغیرہ دیکھ کر حضرت قائد اہل سنت نے ارشاد فرمایا کہ زاہد بیان ماشاء اللہ بہت اچھا فرمایا، لیکن حضرت رشید الہند بیہیدہ کی یہ صفات اور حالت نہ تھی جو تمہاری ہے، مولانا زاہد الراشدی زید مجدہم فرماتے ہیں ایک نظر اور ایک جملہ ارشاد فرمایا، جس سے میرے پورے جسم میں ایک آگ سی لگ گئی، بہت نامد ہوا جس کا اثر یہ ہوا وہ دن اور آج کا دن ایسی اصلاح ہوئی جس کے اثرات آج تک موجود ہیں۔ تو یہ اللہ کے کامل ولی کی ایک نگاہ تھی جس نے اندر ہی اندر ایک انقلاب پیدا کر دیا اور پہلے بھر میں اصلاح کر دی۔ ولی کامل قیام سنت کی ایک نگاہ اثر کر گئی۔ کیا کسی نے خوب فرمایا ہے.....

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہودوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

قائد اہل سنت کے ساتھ آخری نشست

راقم الحروف نے بذریعہ ٹیلی فون ملاقات کا وقت طلب کیا، حضرت بیٹھنے لگے گزشتہ سالانہ کانفرنس ہمیں میں دوران جلسہ مدرسہ کے طالب علم حافظ مرزا محمد عرفان سلمہ کو طلب فرما کر اجازت کی اطلاع فرمائی۔ پروگرام کے بعد ہمراہ مدرسہ کے طلباء و طالبات و مستورات کے حاضر خدمت ہوا، دفتر والے حضرات پہلے سے شدت سے بحکم حضرت قائد اہل سنت انتظار فرما رہے تھے۔ حضرت بیٹھنے کے حکم سے پہلے کھانے کا انتظام تھا۔ فراغت کے بعد فقط راقم الحروف اور حضرت قائد اہل سنت کمرہ میں موجود تھے۔ مسلک حقہ اہل سنت والجماعۃ کے بارہ حضرت قائد اہل سنت پند و نصیحت اور حضرت ناناجی مولانا امام رسول بیٹھنے اور حضرت شاہ صاحب بیٹھنے کے بارے میں گفتگو فرماتے رہے۔ آخر میں حضرت قائد اہل سنت سے مدرسہ کے بارے دعا کی درخواست کی گئی۔ حضرت ایک جملہ بہت زیادہ فرمایا کرتے تھے کہ قاری صاحب میرے لیے حسن خاتمہ کی دعا فرماتے رہنا۔ حضرت بیٹھنے کا یہ جملہ کافی دیر تک دماغ پر سوار رہا کہ مہتمم حضرت مدنی بیٹھنے، رفیق سفر و حضر علماء ربانین کا یہ حال ہے اور ہمارا کیا بنے گا۔ اللہ کریم ان بزرگان دین کے مشن سے وابستگی نصیب فرمائے رکھیں۔



بغض اہل بیتؑ مذموم ہے

حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے لکھتے ہیں.....

اصحاب رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے لیکن جس طرح حب اہل بیتؑ کی آڑ میں بغض صحابہؓ مذموم ہے۔ اسی طرح حب صحابہؓ کی آڑ میں بغض اہل بیتؑ بھی مذموم ہے۔ [دیباچہ شہادت امام حسینؑ و کردار پیر، ص 18]

میرے شیخ.... میرے مربی

کھ مولانا قاضی سراج نعمانی ☆

موت العالم موت العالم اکثر سنا اکثر پڑھا لیکن بعض وقت اس کا احساس اس قدر شدید ہوتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، زبان ساکت ہو جاتی ہے، قلم رک جاتا ہے، سوچ پر پہرہ لگ جاتا ہے، پریشانی کی انتہا ہوتی ہے اپنی محرومی اور بے بسی کا احساس تڑپاتا ہے ان برکات سے محرومی ان شفیقتوں اور محبتوں سے محرومی اور ان کی مخلصانہ دعاؤں سے محرومی کا احساس کلیجہ کو چھلنی کر ڈالتا ہے۔ عقیدت ہو محبت ہو تعلق ہو تو تب احساس ہوتا ہے تب تڑپا جاتا ہے اخلاص اور خلوص کا تب پتہ چلتا ہے۔ ہاں ہاں جب شجر سایہ دار کٹ جائے تب اس کے سائے میں ٹھہرنے والوں کو دھوپ کی شدت کا پتہ چلتا ہے۔ ازل سے حضرت آدم علیہ السلام سے یہ سلسلہ موت جاری ہے کوئی آ رہا ہے کوئی جا رہا ہے پیغمبر آئے چلے گئے۔ تو کوئی اور موت کا ذائقہ چکھنے سے کیسے بچ سکتا ہے۔ کل شنی ہالک الا وجہہ۔

یادگار اسلاف قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ کے سلسلہ کے آخری خلیفہ مجاز حضرت قاضی صاحب بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے حضرت قاضی صاحب کا رخصت ہونا نظام عالم کا ایک حصہ سہمی لیکن اپنے شاگردوں مریدوں اور عقیدتمندوں کو جو صدمہ ملا وہ بے پایاں ہے۔ بزرگوں کے واقعات سے نصیحت لینا ان کی زندگی سے سبق لینا ان کی قربانیوں کو پیش نظر رکھنا ان کی محنتوں کو اپنے لیے نمونہ عمل بنانا حکم قرآنی بھی ہے اور طریقہ اسلاف بھی۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ دیکھو۔ وکلا نقص علیک من انباء الرسل لنبیت بہ فوادک (سورۃ ہود) ہم انبیاء علیہم السلام کے حالات و واقعات اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ لوگوں کے دل مضبوط ہو جائیں تسلی ملے ان کی محنتوں کو ان کی تکلیفوں کو۔ ان کی قربانیوں کو دیکھ دیکھ کر خود ان کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ ان کی استقامت ان کا عمل ان کی تعلیم پڑھنے والے کے لیے سننے والے کے لیے مشعل راہ بن جائے۔ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک یہ دعا

بھی مانگی تھی کتنی عجیب کتنی پیاری فرمایا رب ہب لی حکما والحقنی بالصلحین واجعل لی لسان صدق فی الآخرین (سورۃ الشراء) پہلی آیت میں دعا مانگی یا اللہ مجھے غیر مقلد نہ کرنا صالحین کے ساتھ جوڑے رکھنا۔ دوسری آیت میں یہ دعا ہے کہ یا اللہ بعد میں آنے والوں کی زبانوں پر میرا ذکر خیر ہوتا رہے یعنی صالحین سے بھی وابستگی اور بعد والوں سے بھی کہ دعا کے ذریعے ذکر خیر کے ذریعے صدقات کے ذریعے اعمال صالحہ کے ذریعے اچھائی کے ساتھ تعریف و تحسین کے ساتھ ذکر خیر کرتے رہیں۔ حضرات انبیاء پیغمبر ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہوں فقہاء عظام ہوں محدثین، صلحاء، علماء، شہداء، مجددین، مفکرین، جس جس نے دین کی خدمت کی ان سب سے محبت سب کے لیے دعا خیر سب کا ذکر خیر سب کے لیے رفع درجات اور مغفرت کی دعائیں یہ اہل سنت والجماعت کا علماء دیوبند کا شیوہ ہے۔ اشداء علی الکفار رحماء بینہم کا سبق ہی یہی ہے جو دین کی خدمت دین کے اصولوں کے مطابق کرے ہمارے سرکا تاج ہوگا لیکن دین کے نام پر بدعات تراشے ”اپنی سوچ کو اچھالے“ تفرقہ پرستی پیدا کرے، دشنام طرازی، گالیاں، برا بھلا کہنا، اکابرین سے محبت و عقیدت کو ناپسند کرنا ان سے جائز حدود میں محبت و تقلید کو شرک فی الرسالت کہنا ایسے لوگوں سے اہل سنت کا نہ پہلے تعلق تھا نہ اب ہے اور نہ ہی آئندہ ہو سکتا ہے۔

حضرت قاضی صاحب مرحوم و مغفور کا ذکر خیر ہو۔ اسے ہم ایمان کی نشانی سمجھتے ہیں۔ جس نے ساری زندگی شان صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرنے میں گزاری ان کی شان کا دفاع کرنے میں گزاری۔ گندی کھینچوں کو ان کی فرقہ وارانہ اشتعال کے باوجود اعتدال کے ساتھ دلائل سے سمجھایا اور ان کی غلطی واضح کی گالی کے جواب میں گالی نہیں دی۔ گولی کے جواب میں گولی نہیں۔ بلکہ مخالفین جن سے مخالفت و اختلاف کی وجہ صرف دین ہی تھا ان کا نام بھی سلیقے سے لیا کیونکہ لاسبوا الدین بدعون من دون اللہ فیسوا اللہ عدوا بغیر علم کا حکم پیش نظر تھا۔ لیکن نہ حق پوشی کبھی کی اور نہ ہی حق فردوسی۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے اس عظیم شاگرد نے دور افتادہ علاقہ میں بیٹھ کر دین کا پرچم اس طرح لہرایا کہ لوگوں کو ملاوٹی کلمہ اسلام سے دور رہنے کا سبق ملا۔ اور اصلی کلمہ اسلام کو ہی کامل و مکمل ماننا پڑا۔ یا اللہ مدد کا نعرہ صرف اپنوں تک ہی محدود نہ رہا اور لوگ بھی اسے اپنانے پر مجبور ہو گئے۔ حق چار یار رحمہ اللہ کے ناموں سے نا آشنا ان کے پرستار بن گئے کلی گلی اور قریہ قریہ ہر جگہ حق چار یار رحمہ اللہ کے ترانے بلند ہوتے گئے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کا حق ادا کر دیا کسی صحابی رحمہ اللہ کی شان میں کسی بھی مصنف کی کسی بھی کتاب میں کہیں کوئی نامناسب بات نظر آئی فوراً اسے تاز لیا

اس خامی کی نشاندہی کی جن لوگوں نے اصلاح کر لی ان سے خوش ہوئے انہیں استقامت کی دعائیں دیں جو ضدی ہو گئے اور اپنے غلط موقف پر ڈٹ گئے ان لوگوں سے بایکٹ کیا ان کے زیرِ ہر پلے نظریات سے تحریر کے ذریعے تقریر کے ذریعے قوم کو آگاہ کیا۔ حتیٰ کہ جن لوگوں نے ان گمراہوں کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھا سیاسی اتحاد قائم کئے اور ان کو اپنے ساتھ قومی اتحاد کا سیکرٹری بنایا اور ان کی گمراہیوں سے صرف سیاسی مفاد کی خاطر چشم پوشی کی حضرت قاضی صاحب نے ان کو کبھی معاف نہ کیا۔ مانا کہ وہ اپنے کہلاتے تھے علماء دیوبند سے نسبت رکھتے تھے لیکن مودودیت کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے کی وجہ سے وہ بھی مطعون ٹھہرائے۔ لوگوں نے دیکھا۔ کہ حضرت قاضی صاحب کا موقف درست تھا۔ قومی اتحاد میں دراز انہیں بوتوں نے ڈالا۔ لپک کر وزارت لینے چلے گئے آج بھی مجلس بے عمل نے جس طرح بھانمتی کا کنبہ جوڑا ہے یہ انگریزی سیاست کی ضرورت تو ہو سکتی ہے لیکن اپنی سیاست کا یہ مزاج نہیں۔ جہاں وحدت افکار نہ ہو، وحدت عقیدہ نہ ہو، وحدت نظریہ نہ ہو ایسا چوں چوں کا مرہ ایسی مفر مجلس سے بچنا ہی بہتر ہے قرآن کہے فلا تقعدوا معهم حتیٰ یخصواہی حدیث غیرہ ان سے دور ہو جاؤ ان کی مجلس سے علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ بات دور نکل رہی ہے بات تو تھی حضرت قاضی صاحب کی استقامت کی، بات تھی ان کی دوراندیشی کی، بات تھی ان کی اصول پرستی کی، بات تھی ان کی بے غرض للہیت کی، مرجع سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔ درددل کے سجدوں سے اپنے کو اپنے رفقاء اپنے مریدوں اپنے عقیدتمندوں کو بچالیا انہیں سمجھایا کہ اے سنی لوگو! اپنے دین کو بچاؤ خلفاء راشدین صحابہ عشرہ مبشرہ اہل بیت سب کے خادم بن جاؤ۔ تابعین رضی اللہ عنہم کا احترام کرو۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں کی محنتوں کی قدر کرو۔ علماء دیوبند سے جڑ جاؤ جنہوں نے دین کے تحفظ کی خاطر دین کے بچاؤ کی خاطر اور دین کی تبلیغ کی خاطر تکلیفیں برداشت کیں، قربانیاں دیں اپنے سلسلے سے اپنے شجرہ طریقت سے اپنے اکابرین سے جڑے رہو گے تو گمراہی سے بچ جاؤ گے ورنہ قدم قدم پر گمراہیاں اور فتنے نہ کھولے کھڑے ہیں.....

لباس خضر میں یہاں سینکڑوں رہزن پھرتے ہیں

گر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

یزیدی ہوں، خارجی ہوں، قادیانی ہوں، منکرین حدیث ہوں، مرفضی ہوں، منکرین فقہ ہوں، یا منکرین حیات النبی ﷺ ہوں، سب سے بچ کر رہنا۔ جو اکابرین کا نام لیں لیکن اکابرین کی علمی تحقیقات پر اعتماد نہ کریں ان سے خصوصاً دور رہنا۔ اپنے اکابرین پر اعتماد رکھنا ان سے دوری کو اپنا دینی

نقصان سمجھنا۔ ہائے کتنی دلسوزی کے ساتھ کتنی محبت کے ساتھ کس طرح دھیمے دھیمے لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر دلائل کی قوت کے ساتھ روحانی قوت و جذبہ کے ساتھ تربیت کرتے تھے سمجھاتے تھے۔ جو بھی ان کے پاس گیا تمام طور پر انہی کا ہو کر رہ گیا۔ دعا گو بھی تھے اور میدان عمل کے مجاہد بھی تھے، مگر اب آنکھیں ان کے دیکھنے کو ترستی ہیں کان ان کی پرسوز آواز کو سننے کیلئے ترستے ہیں۔ کیا کریں راستہ وہ بتا گئے۔ اپنا پیغام انہوں نے سمجھا دیا اب دیکھنا ہے کہ خدام اہل سنت کس حد تک ان کے مشن کو آگے پھیلاتے ہیں خدام کے ہر نیک عمل کا ثواب صدقہ جاریہ بن کر حضرت قاضی صاحب مرحوم و مغفور کے درجات کی بلندی کا سبب بنے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کی قربانیوں کو محنت کو قبول فرمائیں اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

ایں دعا از سن و جملہ آمین باد



MOHSAN TRADERS

ماہنامہ حق چار یاڑ اور حضرت قائد اہل سنت
کی جملہ تصانیف فتنوں سے تحفظ کیلئے از حد ضروری ہیں

محسن ٹریڈرز (ہرڑچوک ڈھڈیال)

غلام اہل حق محمد فاروق ہرڑچوک ڈھڈیال (پکڑال) فون 0573-591201

پیکر صدق و صفا

☆ کھ مولانا حافظ محمد مسعود

آج سے تقریباً پینتیس چھتیس سال پہلے کی پابیت ہے۔ بندہ چکوال مدرسہ اظہار الاسلام پڑھنے کے لیے گیا۔ اس وقت مسجد امدادیہ کی مشرقی طرف چند کمرے بنے ہوئے تھے۔

قرب و جوار میں کوئی آبادی نہ تھی۔ مسجد کی دائیں جانب ذرا فاصلہ پر عیسائیوں کے مکان تھے۔ مغرب میں گورنمنٹ کالج تھا۔ مسجد کے مین گیٹ کے اوپر ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ جس میں کتابی طلباء رہتے تھے۔ مین گیٹ کے سامنے کچا راستہ تھا۔ (پکی سڑک بعد میں بنی) مسجد امدادیہ میں نماز کے وقت مدرسہ کے طلباء ہی ہوتے تھے۔ ایک آدھ نماز میں گورنمنٹ کالج کے چند طلباء آ جاتے تھے۔ جس میں منیر اقبال صاحب مرحوم بھی ہوتے تھے۔ اگرچہ منیر اقبال صاحب داخل تو کالج میں تھے مگر ان کا ذوق اور فکر دینی تھی۔ ڈاکٹر قاضی عبدالوہاب صاحب ان کے دوستوں میں تھے۔ قاضی صاحب بھی گاہ بگاہ مسجد میں نماز کے لیے آ جاتے تھے۔ پھر پتہ چلا کہ منیر اقبال صاحب کا تعلق حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے اور یہ سب ان کی محبت کا اثر ہے۔ باوجود کالج میں پڑھنے کے نماز کی پابندی اور وضع و قطع اسلامی رکھتے ہیں۔ اور یہ سب حضرت کا فیض ہے۔

پہلی صف میں سارے شیخ الحدیث

ایک دن حضرت اقدس کا پیغام آیا کہ ہمیں جا کر جمعہ پڑھاؤ۔ غالباً اس سے پہلے میں کبھی بھی نہیں گیا تھا۔ میں شش و پنج میں تھا کہ کس طرح جاؤں گا۔ منیر اقبال صاحب کئی دفعہ ہمیں جا چکے تھے وہ کہنے لگے میں ساتھ جاؤں گا۔ صبح ہمیں سے ایک جیپ آتی ہے وہ سواریاں چکوال اتار کر واپس ہمیں چلی

جاتی تھی۔ اس جیپ پر جانا طے ہوا۔ اس وقت ہمیں کے لیے کچی سڑک نہیں تھی۔ اسی جیپ پر جانے کے لیے ہم ج کے دن صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر مدرسہ سے نکل پڑے۔ جس راستہ سے جیپ نے آنا تھا اسی راستہ پر چلتے چلتے جب دوسری سڑک کے قریب چل چکے تو فکر ہوئی کہ جیپ کہاں گئی۔ آسمان پر بادل بھی چھائے ہوئے تھے خیال آیا کہ ہمیں میں شاید بارش ہوئی ہو جس کی وجہ سے جیپ تاخیر سے چلی ہو۔ راستہ میں کہیں نہ کہیں ٹل جائے گی۔ مگر جیپ نہ آئی اور ہم چلتے رہے۔ راستہ میں بارش زور کی شروع ہو گئی۔ جس کی وجہ سے کپڑے بھی بھگ گئے۔ تھوڑی دیر بعد بارش تو رک گئی مگر جیپ کے آنے کی جو امید تھی وہ ختم ہو گئی۔ بارہ میل پیدل راستہ طے کر کے تقریباً ایک بجے کے قریب ہم سیدھے مسجد میں پہنچے۔ مسجد میں نمازی کافی تعداد میں آچکے تھے۔ جب نمازیوں پر نظر پڑی تو حیران ہوا اگلی صف میں جتنے بھی نمازی تھے سب داڑھی والے تھے اور سر پر لمبے بال اور حضرت اقدس رضی اللہ عنہ کی طرز پر سفید رومال باندھے ہوئے بیٹھے تھے۔ دل میں خیال ہوا یہ پہلی صف میں جو حضرات بیٹھے ہوئے ہیں یہ تو کسی مدرسہ کے شیخ الحدیث نظر آتے ہیں۔ منیر اقبال صاحب سے میں نے کہا کہ پہلی صف میں سارے شیخ الحدیث بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت نے طالب علم کو جمعہ پڑھانے کے لیے کیوں بھیج دیا؟

منیر اقبال ہنس کر کہنے لگے ان میں کوئی بھی شیخ الحدیث تو کیا عالم بھی نہیں ہے۔ آپ بے فکر ہو کر جمعہ پڑھائیں۔ یہاں حضرت اقدس نے کام کیا ہے، ان کی محنت کے ثمرات ہیں جو آپ کو نظر آرہے ہیں۔ لوگوں کی وضع قطع سنت کے مطابق ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس کی ساری زندگی بھی تو اتباع سنت سے عبارت تھی۔ آپ کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، گفتگو کرنا حتیٰ کہ جسم کی حرکت بھی خلاف سنت نہ ہوتی تھی۔

حضرت اقدس رضی اللہ عنہ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اپنے وطن ہمیں میں درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا جس کے بہترین نتائج میرے سامنے تھے۔ لیکن مشیت الہی نے آپ کی تقدیر میں اس سے زیادہ وسیع پیمانے پر دعوت و ارشاد دین اور علم دین کی خدمت و اشاعت کے کارناموں کی انجام دہی لکھی تھی۔ آپ چکوال تشریف لے آئے۔

یہاں پر مدرسہ انظہار الاسلام قائم فرمایا، سب سے پہلے جامعہ امدادیہ میں کام شروع کیا۔ اس کے بعد شہر میں مدنی جامع مسجد کو آباد فرمایا۔ بہر حال بارہ میل جاتے ہوئے اور تقریباً بارہ میل واپسی کا سفر طے کر کے مدرسہ پہنچا تو سب سے پہلے ایک طالب علم نے پیغام دیا کہ حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ فوراً

مدنی مسجد آؤ۔ عشاء کے بعد مدنی جامع مسجد پہنچا۔

حضرت بھٹو بیٹھک میں تشریف فرما تھے۔ چہرے پر ایک نورانی اور دلنواز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ غالباً پیدل سارے سفر کی اطلاع ہو چکی تھی۔ حضرت نے فرمایا کھانا کھا کر جانا۔ تھوڑی دیر بعد گھر سے بڑا پرکھٹ کھانا بھیجا۔ یہ پہلا کھانا تھا جو حضرت بھٹو کے گھر سے اس ناچیز کے لیے آیا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ راستہ کی ساری تھکاوٹ دور ہو گئی۔

بھیس تو حضرت بھٹو کا آبائی قصبہ تھا۔ اس پورے علاقہ میں شاید ہی کوئی گاؤں ہوگا جہاں وعظ و تبلیغ کے لیے تشریف نہ لے گئے ہوں۔ بڑے بھائی صاحب بھٹو (حضرت مولانا حکیم حافظ محمد طیب صاحب بھٹو) نے کئی بار یہ واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ حضرت بھٹو کے ساتھ علاقہ میں تبلیغی دورہ میں میں بھی ساتھ تھا۔ اس وقت آج کل کی طرح سہولتیں تو نہ تھیں پیدل سفر ہوتا تھا۔ حضرت بھٹو نے اپنے کاندھے پر پسیر بھی اٹھایا ہوا تھا اور پیدل چل رہے تھے۔ بھائی صاحب بھٹو فرماتے ہیں میں پیچھے رہ گیا۔ حضرت آگے آگے چل رہے تھے۔ فاصلہ کافی ہو گیا۔ حضرت بھٹو آگے پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ جب میں پہنچا تو حضرت نے بڑے عجیب انداز میں فرمایا۔ حافظ صاحب! حضور ﷺ کی یہ امت جو دیہاتوں میں پڑی ہوئی ہے کل قیامت کے دن سوال نہ کرے گی کہ ہمیں کوئی دین سنانے کے لیے آیا ہی نہ تھا؟ بھائی صاحب بھٹو فرماتے تھے کہ حضرت بھٹو نے یہ بات کچھ اس انداز سے فرمائی کہ مجھے پسینہ آ گیا۔ حضرت بھٹو کی ساری زندگی دین کی تبلیغ میں گزری۔ حق بات کہنا اور حق کے لیے لڑنا آپ کا خاص امتیاز تھا۔ اس بارے میں کسی قسم کی مدہمت کا وہ کبھی شکار نہیں ہوئے۔ نہ وقت کی مصیبتوں نے ان کو اظہار حق سے دھکا۔

حضرت اقدس کے نزدیک رشتہ و قرابت سے زیادہ اہم چیز عقیدہ و مسنک کی حفاظت، اسلاف کے ناموس کا دفاع تھا۔ اس کے لیے حضرت بھٹو کی پوری زندگی شاہد ہے۔ کسی طرح کی کوئی سودا بازی نہیں کی اور نہ جس چیز کو انہوں نے حق جانا اس کے اظہار سے کبھی ان کی زبان خاموش رہی۔ خواہ اس کے لیے ان کو بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑی ہو۔ یکجا وجہ تھی، کتاب نے قلم اور زبان سے ہر باطل اور برقعہ کا مقابلہ کیا اور رسالہ کا کبھی شکار نہ ہوئے۔

حق تعالیٰ حضرت اقدس بھٹو کے درجات بلند فرمائیں اور تمام اہل سنت کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

ایک باکمال شخصیت

☆ کھ مولانا محمود الرشید مدونی ☆

عمرنا پائیدار کی چودہ منزلیں کٹ چکی تھیں، پرائمری اسکول سے فراغت کے بعد ایک ایسی دانش گاہ میں رسائی ہو گئی جہاں نہ صرف دینی تعلیم اور ضرب و فربا کی گردانیں طوطے کی طرح رنائی جاتی تھیں بلکہ انگریزی تعلیم بھی دی جاتی تھی چار سال میں میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کر لیا تھا، ازیں بعد پریس کی ہوا پھانکنا مقدر میں لکھا تھا۔

یہ ۱۹۸۳ء کے اوائل کی بات ہے، جب اس ناہنجار نے باقاعدہ درس نظامی پڑھنے اور اسی میدان میں کھینے اور زندگی گزارنے کا عزم مصمم کر لیا تھا، بڑے بھائی جان مولانا عبدالسلام صاحب نے چچا جان اور دادا مرحوم کے حکم سے میری آتش شوق بجھانے کے لیے گھر سے دور کسی جگہ منتقل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا چنانچہ ہم دونوں بھائی جہلم کے لیے رخت سفر باندھ کر جہلم پہنچے، جہاں شیخ الانصیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری بیٹہ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی بیٹہ کی تربیت یافتہ ایک برہمچریز شخصیت موجود تھی، جن کو دنیا خلیب جہلم کے نام سے یاد کرتی تھی، انکی زیر نگرانی جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام تشکمان علم و عرفان کی تشکیلی جگہ رہا تھا، گھر کے بزرگ حضرت جہلمی (مولانا محمد عبداللطیف جہلمی بیٹہ) کے کاربائے منج گراں مایہ ولولہ انگیز شخصیت اور شعلہ بیانی سے متعارف تھے، اسی بناء پر اقام الحرمہ کو جامعہ حنفیہ میں مولانا مرحوم کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا.....

عقلمند روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں

نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

مری کے فلک بوس غمخواروں کو ہم نے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور جہلم کی ست کشاں کشاں

روانہ ہوئے، راولپنڈی کے فیض آباد اسٹاپ سے ہمیں جہلم کے لیے سوار ہونا پڑا، یوں ہم ایک سعادت

بحری صبح کے سہانے رنگیلے موسم میں ایک عظیم مقصد کے لیے گھر سے اٹھے اور آج میں برس کے طویل عرصہ میں بھی گھر کی راہ نہ لی، تعلیم و تعلم، درس و تدریس ہی نشیب و فراز ہے، یہی مشغلہ اوز حنا بھونکا بن چکا ہے۔

گو جرخان، سوہادہ، دینہ اور جہلم کے درمیان سفر میں جب ہم فرانے بھرتی گاڑی کے شیشوں سے باہر جھانکتے تو مجھے ہر اونچی جگہ ”حق چار یار جنتیہ“ کا نعرہ دریاے حیرانی میں غوطے کھاتے دکھائی دیتا تھا۔ چونکہ اس سے دیکھنے والے کی چشم شور دانہ ہوئی تھی، وہ قلب و دماغ کی اتھاہ گہرائیوں میں جا کر سوچتا کہ آخر یہ ”حق چار یار جنتیہ“ ہے کیا؟ یہ سوال بحر موج کی رقصاں موجوں کی طرح رقصاں تھا، کہ اچانک پانی کے ایک بڑے ٹینک پر یہی نعرہ نقش دکھائی دیا۔ اس کے قرب و جوار میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسمائے مبارکہ لکھے ہوئے تھے۔ جن پہ نگاہ جتے ہی اس راز سر بستہ سے پردہ ہٹا کر ”حق چار یار جنتیہ“ سے یاران پیغمبر مراد ہیں، جن کی خلافت میں بڑی بڑی معرکہ آرائیوں نے دشمنان اسلام کے دانت کھٹے کیے، جنہوں نے عدل و انصاف پر مبنی نظام قائم کیا، جن کے ادوار میں شیر و بکری ایک ہی گھاٹ پر اکٹھے دکھائی دیتے تھے، جن کی کاوشوں سے اسلامی پرچم سر بلند اور کفر کے ترنگے سرنگوں ہوئے جو داعی اسلام کے یمنیں و یسار رہتے تھے، جو نبی اعظم ﷺ کے لیے ڈھال بن گئے تھے، جو اسلام دشمن طاغوتی طاقتوں کے لیے شمشیر بن گئے تھے، جن کی ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے ابا نہائے فلک بوس میں لرزہ طاری ہو جایا کرتا تھا۔ جن کے عدل و انصاف، تقویٰ و طہارت، اللہیت و خدا خونی کی داستانوں کے تذکرے زباں زد و خاص و عام تھے۔

جب ہم چمچلاتی دھوپ میں جب کہ آفتاب نصف النہار پہ تھا، جہلم شہر کے کسی لاری اڈا پہ اترے، پھر پیادہ جامعہ حنفیہ کی سمت روانہ ہو گئے، اب جوں جوں ہم جامعہ کے قریب ہوتے گئے توں توں ”حق چار یار جنتیہ، حق چار یار جنتیہ“ کی خاموش صداؤں میں شدت آتی چلی گئی، معصوم دل و دماغ نے فیصلہ کیا کہ شاید جس متاعِ گم گشتہ کی تلاش تھی جس ”آب حیات“ کی ضرورت تھی وہ اسی نعرہ دلپذیر کی کسی تہہ میں پوشیدہ ہے۔

جامعہ حنفیہ میں رہ کر گلستان و بوستان سے تعلیم کا از سر نو آغاز ہوا، تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ جامعہ کی حسین و جمیل فضاؤں میں ایک شخصیت کے لیے ادب، احترام، عقیدت و محبت کے تمام جذبات اپنے حقیقی معنوں میں موجود تھے، وہ شخصیت حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رضی اللہ عنہ کی تھی، اساتذہ کرام

اسباق میں حضرت قاضی صاحب کے تذکرہ جمیل سے آتش شوق کو مزید شعلہ زن بناتے تھے، جمہرات کو مغرب کی نماز کے بعد جامع مسجد گنبد والی میں حضرت مولانا عبداللطیف ہینڈہ کا درس ہوا کرتا تھا، جس میں ”علمائے ہند کا شاندار ماضی“ طلبہ کو سنائی جاتی تھی، طلبہ کی تربیت کی جاتی تھی، ان کے عقائد کی اصلاح کی جاتی تھی، آگے بڑھنے کی تلقین کی جاتی تھی، اکابر بن اسلام کے دامن کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہنے اور ان کی تعلیمات کو حرز جان بنائے رکھنے کا درس دیا جاتا تھا، جمعۃ المبارک بھی ہمیں اسی مسجد میں ادا کرنا پڑتا تھا، ہم ٹولیوں کی شکل میں قائد طلبہ مولوی فضل الرحمن کی قیادت میں ”حق چار یار جنت“ حق چار یار جنت کے نعرے لگاتے گنبد والی مسجد میں پہنچتے تھے جہاں باقاعدہ ہماری حاضری لگتی تھی، اور ہم اگلے روز حضرت مہتمم صاحب (مولانا جہلمی ہینڈہ) کے سامنے عدم حاضری کی صورت میں پیشی سے بہت گھبراتے تھے، وہ اگرچہ طلبہ کو ڈانٹتے نہ تھے مگر ان کا انداز، ان کی شفقت ان کی طلبہ سے محبت کا دریا اتنا موجزن تھا کہ ہر شخص قصور پہ، غلطی پہ اپنے کو مجرم سمجھتا تھا، درس سے غیر حاضر رہنے والے طلبہ اگلے روز ایک دوسرے سے تعجب آمیز سوال کرتے تھے کہ مہتمم صاحب نے بلایا تو نہیں؟ جب طلبہ کرام مولوی فضل الرحمن کی نجیف الجبہ اور اللجیہ شخصیت کو دیکھتے کہ وہ رجسٹر بغل میں لئے دفتر کی سمت روانہ ہو چکی تو پھر ہر کوئی ”جل توں جلال توں آئی بلانوں ٹال توں“ کا ورد کرنے لگتا تھا۔

جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام شاید پاکستان بھر کا وہ واحد مدرسہ ہے جہاں تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عقائد و نظریات کی صحیح معنوں میں اصلاح کی جاتی ہے اس کی وجہ شاید یہی تھی کہ اس کے سرپرستوں میں حضرت اقدس قاضی مظہر حسین ہینڈہ کا نام نامی، اسم گرامی سرفہرست تھا، حضرت اقدس قاضی صاحب ہینڈہ کو تعلیم و تربیت کا یہ انداز حضرت حسین احمد مدنی ہینڈہ سے براہ راست نصیب ہوا تھا، جو فناء فی اللہ اور فناء فی الرسول تھے، جو طلبہ کے لیے انتہائی شفیق و مہربان تھے، جو طلبہ کو کسی بھی تحریک کے لیے خشت اول کی حیثیت دیتے تھے وہ اسی بھولی بھالی قوم کو سرمایہ امت اور متاع ملت کا نمیبان و پاسبان خیال کرتے تھے۔

عامۃ الناس کی اصلاح کے لیے جامعہ حنفیہ کے زیر سایہ ہر سال جہلم کے گرد و نواح میں سیرت النبی ﷺ کا کنفرنس ہوتی پھر جامعہ کا اپنا سہ روزہ سالانہ جلسہ عام ہوتا تھا۔ جو مسلسل تین دن تک جاری رہتا تھا، اس میں ان مقررین کو بلایا جاتا تھا جو شعلہ بیان تونہ ہوتے تھے مگر ان کی جھنجھوٹ و جھنجھوٹ پر مشتعل تقریر میں بہت ہی عالمانہ نکتے اور قیمتی سوغات سننے والے کو ملتی تھیں، ہر مقرر کو ایسا موضوع پہلے ہی دے دیا جاتا

تھا جس میں اتنی یہ طوئی حاصل ہوتا تھا قرآن و سنت سے مرصع اور مزین بیانات سامعین کے دل و دماغ پہ گہرا اثر ڈالتے تھے اور تیسرے دن ہرزاز اور سامع کچھ علمی سوغات لے کر گھر کی راہ سدھارتا تھا۔

ان عوامی جلسوں اور جامعہ کے سالانہ جلسہ میں حضرت اقدس قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص شان کے ساتھ شریک ہوتے تھے، اپنے استاذ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے روپ میں جلوہ گر ہوتے تھے، سر پہ سادہ سی ٹوپی ہوتی تھی، جس پر ایک سادہ سا بونے دار و مال بندھا ہوتا تھا۔ بعض اوقات رومال کی بجائے سادہ سا سفید بندھا ہوتا تھا، نظر کی کمزوری کے باعث مونے فریم اور شیشوں والی عینک چہرہ پہ ہمہ وقت رہتی تھی، سرخ و سفید کتابی چہرہ بڑھاپے کی جھریوں کے باوجود تابناک تھا، اس چہرہ پہ جہاں حسن و جمال کی کرنیں نمایاں تھیں وہاں حضرت مرحوم کی ستواں اور سیدھی ناک سب سے زیادہ جاذب نظر دکھائی دیتی تھی، پھر چہرہ تاباں پہ سفید داڑھی سرخ مہندی کے ساتھ رہتے تھے، جس کے بارے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہمہ وقت ان کے ذہن و دماغ پہ اٹھکیلیاں کرتا تھا، جس میں آپ ﷺ نے یہود کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی داڑھیوں کو مہندی کے ساتھ رنگنے کا حکم دیا تھا، جو آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ کتب احادیث کے سینے میں موجود ہے، جس عمر میں راقم الحروف نے حضرت اقدس کو دیکھا اس عمر میں حضرت کی کمر جھک چکی تھی، شروع شروع میں روکوع کی حالت سے تھوڑا اوپر تھے پھر روکوع کی حالت میں چلے گئے تھے، ہم نے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ کھد رکا مونا کپڑا پہنے دیکھا، جس پہ استری نہ ہوتی تھی، جیب میں پرانے ڈیزائن کی گھڑی ہوتی تھی جو بوقت ضرورت نکالتے اور ٹائم دیکھتے تھے۔

جامعہ حنفیہ کے سالانہ جلسہ میں پاکستان بھر سے چیدہ چیدہ لوگ شریک ہوتے تھے، مختلف علاقوں سے لوگ قافلوں کی شکل میں آتے تھے، جلسہ گاہ میں جب کسی قافلے کی اطلاع پہنچتی تو استقبالِ نعروں سے ساری فضا مہر ہو جاتی تھی، ان قافلوں میں سب سے بڑا قافلہ چکوال سے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت آتا تھا، جس میں بلا مبالغہ سینکڑوں کاریں، بسیں اور وینکین ہوتی تھیں، راٹھیاں کے مقام پر اہل جہلم اپنے محبوب قائد کے استقبال کے لیے پہنچتے تھے، ”حق چار یار رحمۃ اللہ علیہ“ کے نعروں کی گونج میں یہ عظیم قافلہ جہلم شہر میں داخل ہوتا تھا، شاندار چوک، مین بازار سے گزرتا ہوا جامعہ حنفیہ مدنی محلہ میں پہنچتا تھا، جہاں حضرت اقدس مولانا عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عظیم قائد کے استقبال کے لیے دفتر سے برہنہ پا استقبال کے لیے باہر نکلتے تھے، شرکا قافلہ میں عامۃ الناس جلسہ گاہ میں تحلیل ہو جاتے تھے جبکہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک کھلے کمرہ میں بیٹھنے کا اہتمام ہوتا تھا، جہاں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اپنے

مخصوص خدام کے ساتھ قیام کرتے تھے، آپ کی نشست گاہ ایسی ہوتی تھی جہاں ہر مقرر کی تقریر سنی دیتی تھی، اس کا یہ فائدہ ہوتا تھا کہ اگر خدا خواست کسی مقرر کی سبقت لسانی سے ایسی بات صادر ہو جی جو اکابرین علمائے دیوبند کے مسلک اور مزاج کے خلاف ہوتی تو اس کی اصلاح کرنا آسان ہوتی تھی۔

جلسہ میں سب سے اہم، سب سے مدلل، پر مغز، اور اثر انگیز خطاب حضرت اندلس قاضی صاحب رحمہ اللہ کا ہوتا تھا، آپ جب تقریر کے لیے آتے تو دائیں بائیں بکاسٹنگ بردار محافظ ہوتے تھے، جو تیاں اٹھانے والے لپک لپک کر جوتیاں اٹھانے کو سعادت سمجھتے تھے، حضرت چونکہ مدلل گفتگو کرتے تھے اس کے لیے اہم ترین ماخذ پرچنی کتب آپ کے ساتھ ہوتی تھیں، ان میں اہل تشیع اور جہتِ اسی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی کی چیدہ چیدہ اور اہم کتب بھی ہوتی تھیں۔

انداز تقریر

آپ خطبہ مسنونہ سے اپنے خطاب کا آغاز کرتے تھے، صحیح و صحیح عبارتیں خطبہ میں بالکل نہ پڑھتے تھے، انتہائی سادگی کے ساتھ ایک چوکی پر براجمان ہوتے تھے، جس پہ گاوٹیر رکھ دیا جاتا تھا، جس کے سامنے ایک میز ہوتی تھی، جس پہ حوالہ جاتی کتابیں رکھ دی جاتی تھیں۔ آغاز خطاب میں قرآنی آیات اور احادیث کی تلاوت ہوتی تھی، جو شیر اور خبر مافی الخطاب ہوتی تھیں، تلاوت کے بعد ان آیات کا ترجمہ کرتے تھے۔ دوران خطاب حاضرین کی طرف روئے سخن ایسے متوجہ رکھتے کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ حضرت کی توجہ میری طرف مبذول ہے، ہاتھوں کے اشاروں میں جذباتی پن کا اظہار بالکل نہ ہوتا تھا، ان کی کسی ہوا سے اس بات کا اظہار نہ ہوتا تھا کہ کرسی پہ کوئی شعلہ بار خلیب بیٹھا ہے جو سننے والوں پہ سحر ساری ماری کیے ہوئے ہے، بلکہ انتہائی حلیم، وقار، سنجیدگی اور سکون کے ساتھ سننے والوں کی ذہن سازی کرتے تھے، اس لیے ہر شخص حضرت کے سمجھانے سے بات کی تہہ میں پہنچ جاتا تھا، اکثر مجمع دوزانو ہو کر گھٹکھٹکاتا تھا، تقریر کے دوران حضرت قرآنی آیات کے حوالے کثرت سے پیش فرماتے تھے، احادیثِ رسولی بھی پڑھتے تھے، اکابرین علماء اسلام کی مستند کتابوں کے بار بار حوالے دیتے تھے، حضرت مجددِ دہلی دہلی کے مکتوبات شریف، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی ازالۃ الخفاء، عبدالکریم شہرستانی کی المسئل والجل، علامہ بلاذری رحمہ اللہ کی فتوح البلدان، علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ کی تاریخ ابن اثیر اور مکتوبات شیخ الاسلام کے اکثر حوالے پیش کرتے تھے۔ ان اکابرین کے حوالے اس لیے پیش کرتے تاکہ سننے والوں کو بات اچھی طرح سمجھ میں آئے۔

صحاب رسول ﷺ کی مدح سرائی تو آپ کا محبوب ترین موضوع تھا۔ آپ صحابہ کرام جمیع کے واقعات و احوال سے اعظمیٰ کرتے تھے، ان کے واقعات سنانا کراچی میں سے ایسے نکات بیان کرتے جس سے سامعین صحرائے بغیر نہیں رہ سکتے تھے، غایتِ راشدہ و کاغذ کیسے ہو؟ اس کے فوائد کیا ہوں گے؟ اس موضوع پر آپ میر حاصل بحث کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کے ڈوگرے برسانے والے لفظیہ کے ماروں کا تذکرہ کرتے ان کی کتابوں کے حوالے پیش کرتے، ایسے میں آپ کچھ دیر ہڈیاں اٹھاتے تھے، ان ہڈیات کے اظہار میں آپ اپنے کو انتہائی قابور کھتے تھے، گویا کہ اس عالم میں قرآنی آیتِ مسلم نقل اختیار کر کے منہ پر رکھی ہے خبردار لا بجر منکم شنان قوم علی الا تعدلوا کسی قوم کی عداوت تم سے دامن انصاف نہ چھڑا دے، آپ اہل تشیع کی عبارتوں پر عبارات نقل کرتے پلٹے ہاتھ تھے، مابا قرعہ کی حق الطین تفسیر تھی، تفسیر صافی، پاکستانی بد زبان ذاکروں اور نام نہاد مجتہدوں کی اشتعال انگیز کتب کے حوالے نقل کرتے مگر کبھی بھی ان کی بد زبانی، ہرزہ سرائی اور یادہ گوئی کا جواب کھلپا انداز میں نہ دیتے، حضرت میں یہ وصف ایسا نمایاں تھا جو تحریر اور تقریر دونوں میں جھلکتا تھا، مددوری صاحب کی تحریریں اور فتاویٰ جات لوگوں کو دکھاتے مگر اس میں بھی مسانت و وقار آپ کا رفیق ملتا تھا، آپ رہا ان حال سے گویا ہوتے.....

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
 عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے

نئی محافل

جہلم، چکوال کے مصافحات میں کئی پروگراموں میں حضرت قاضی صاحب مرحوم کے قدموں میں بیٹھ کر علم و عرفان کے گوہر ہائے ابدار سمیٹنے کی ایک نہیں کئی بارسعادت عظمیٰ نصیب ہوئی، جامعہ حنفیہ اور مدنی مسجد چکوال میں اجتماع جمعۃ المبارک کے خطبے سننے کی توفیق ملی، حضرت کے آبائی علاقہ بھیس کی سنی کانفرنس میں حضرت کو بارہا سننے کا موقع ملا، ان اجتماعات کے علاوہ بھیس، چکوال اور جہلم میں حضرت کو نجی محافل میں ہم نے بڑے شاد و حقیقی پایا، ملک بھر سے مختلف الحیال اور منتشر افکار لوگوں کی آمد و رفت لگی رہتی تھی، آپ ہر ایک کے ساتھ کئی کئی گھنٹے عقیدے اور ایمان کی گفتگو کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ہم ہمیں کانفرنس میں شریک تھے، تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد، حب شریف لائے اور اپنے دم میں شاید ان کا خیال تھا کہ اس عظیم کانفرنس میں مجھے بھی اظہار خیال کا موقع ملے گا۔

مگر حضرت اقدس کے ساتھ ہونے والی ملاقات میں ڈاکٹر صاحب کے افکار و خیالات وزیر بحث لایا گیا، ان کی بعض شائع شدہ تحریروں پر تحفظات کا اظہار کیا گیا، حضرت قاضی صاحب بیسہ نے تمام تراکرام نیفیت کے باوجود ڈاکٹر صاحب کو اپنے اسٹیج پر تقریر کا موقع نہیں دیا، چونکہ حضرت جیسے مسلم امہ کے خیر خواہ، ہمہ رو اور نمکسار تھے اس سے کہیں بڑھ کر ان کے عقیدہ و نظریہ کے پاسان تھے، آپ کے خدام اور رضا کاروں نے ڈاکٹر صاحب کی تواضع کی اور انہیں باعزت الوداع کیا۔

راقم حروف، مولانا محمد الیس فاروقی اور مک طاہر محمود صاحب چونکہ سنی تحریک اطلبہ لاہور کے ہم ذمہ دار تھے، اس حوالہ سے حضرت ہمیشہ کئی کئی گھنٹے کی ملاقات میں ہماری ذہن سازی کرتے تھے، ہم دوسروں میں یہ خیالات پھلتے تھے کہ یہ وقت گوشہ نشینی کا نہیں بلکہ مولے کو شہباز سے لڑا دینے کا وقت ہے۔ ہم مشابہت میں لبو کی گردش ہمیں پاگل کیے ہوئے تھی، ہم انتباہ درجہ کے جذباتی کارکن تھے، انہیں جذبات کی بدولت ہم نے ملک بھر میں ”طوفانی دورہ“ شروع کیا اسی دوران حضرت اقدس بیسہ کی زیارت و مشورہ کے لیے چکوال روانہ ہوئے، حضرت اقدس بیسہ نے بلا مبالغہ تین گھنٹے ہماری برین واشنگ کی، ہم دوسرے جذبات و قدر کی نگاہوں سے دیکھا، ہماری کاوشوں پر کلمات تحسین پیش کیے، مگر اس کے باوجود حضرت نے ہمیں حوصلے کے ساتھ کام کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ انسان جب جذباتی پن کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس سے کئی خطاؤں اور لغزشوں کا صدور ہو جاتا ہے، حضرت نے ہمیں ”طوفانی دورہ“ متوی کرنے کا حکم دیا، ہم سرگودھا، میانوالی، برنولی، جنڈانوالہ اور چکوال کے چند پروگرام مناکر واپس لاہور آ گئے تھے، کچھ ہی دنوں بعد ہمیں سنی تحریک اطلبہ کی تمام تر ذمہ داریوں سے سبکدوش کروادیا گیا تھا، اس کے باوجود حضرت ہم پر اتنے شفقت اور مہربان تھے کہ ہر آنے جانے والے سے ہماری سرگرمیوں سے متعلق دریافت کرتے تھے، جب ہم خود زیارت کے لیے حاضر ہوتے تو حضرت ایک مشفق اور رحم دل باپ کی طرح ہم سے ہمارے مشاغل کے بارے میں پوچھتے اور دعائیں دیتے تھے.....

یارب دلِ مسلم کو دو زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما جو روح کو تڑپا دے

تواضع و فروتنی

حضرت قاضی صاحب بیسہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شان و عظمت عطا فرما رکھی تھی، جس قدر آپ کا مرتبہ بڑا اور بلند تھا اسی قدر آپ عجز و انکسار کے پیکر اور مجسمہ تھے کبھی بھی کسی محفل میں یا مجمع میں اپنی بڑائی

کا دعویٰ نہیں کیا، تحریر و تقریر کی دنیا میں رب العالمین نے آپ سے جس قدر کام لیا یہ آپ ہی کا نصیب تھا، مگر حاسدین کا کیا کیا جائے وہ جب علی بیٹنؤ کے بجائے ہمیشہ بغض معاویہ بیٹنؤ سے اپنی دکان چکاتے رہے، پاکستان بھر میں کتنے قلم فروش اور ضمیر فروش خامہ بگوش لکھاری دستیاب ہیں جو حضرت اقدس کی ششیر قلم کی تیز دھاری کی تاب نہ لاسکے مگر زبان و دہن کو ایک مرد حق آگاہ کی شان میں ہرزہ سرائی کر کے خراب کرتے رہے، ان کی مسوم تحریروں کے جواب میں حضرت نے کبھی بھی ایسا انداز اختیار نہیں کیا جس سے سنت نبوی کی کہیں بھی کسی بھی انداز میں مخالفت کا پہلو چمکتا ہو، گالیاں کھا کر مسکراتے، زہریلی تحریروں کا جواب سنجیدگی و وقار سے دیکھتے تھے، یہ حضرت کی عاجزی، فروتنی اور انکساری کی بین دلیل ہے۔ یہ شان انکساری آپ کو اپنے مرشد حضرت مدنی بیٹنؤ سے ملی تھی۔

منادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

لذہیت اور اخلاص

اخلاص کو دین اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے، گویا کہ دینی اعمال کی نشت اول ہے۔ حضرت اقدس میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیاں یکجا کر رکھی تھیں ان میں اخلاص اور لذہیت سب سے فائق تھی، کوئی کام رضا موٹی کے علاوہ کسی نیت سے نہیں کرتے تھے، ان کی نیت سے لے کر کارگردگی تک تمام کام محض رضائے خداوندی کے حصول کے لیے ہوتے تھے، آپ کے اخلاص و لذہیت کے وہ لوگ یعنی شاہد ہیں جو سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے، آپ کی نجی محافل اور جلسہ ہائے میں شریک ہونے والے لوگ اس صفت کو چشم خود مشاہدہ کرتے تھے، اور حضرت والا اپنے مواظ و بیانات میں اپنے سامعین اور کارکنان تحریک پر زور دیتے تھے کہ وہ اپنے اندر اخلاص و لذہیت اور تقویٰ جیسی صفات پیدا کریں، تھوڑے سے عمل کے لیے بہت بڑا اخلاص درکار ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت کے حلقے سے وابستہ لوگوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ لوگ کیا کہیں گے؟ ان کے سامنے عظیم مقصد اور بلند نصب العین ہوتا ہے، یہ ہر حال میں زبان حال سے کہتے ہیں۔

مایا ہے جب سے تو نظروں میں میری
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

بے نفسی

ایک شخص تحریک کا بانی ہو، امیر ہو، مدرسے کا مبتم ہو، ہزاروں عقیدت مند ہوں، لوگ اس کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاتے ہوں تو فطری بات ہے کہ ایسا شخص اپنے ارادت مندوں، عقیدت کیثوں اور متوسلین کے حضور اپنی کرامات اور خوارق عادات کہانیوں کی ایک لمبی فہرست نئی آن بان اور شان سے بیان کرے اور اپنے حمران پہ ہمیشہ قائم رکھے مگر ہمارے حضرت قاضی صاحب بیہیہ کی ذات، حرکات و سکنات سے کسی ایسی چیز کی بوئک نہ آتی تھی، وہ اپنے واقعات سنا کر عقیدت مندوں کے سر ہائے عقیدت کو جنبش و حرکت دینے میں شاداں فرحاں نہیں ہوتے تھے بلکہ حضرات انبیاء کرام علیہ السلام، حضرات صحابہ کرام علیہ السلام اور حضرات خلفائے راشدین کے اودار تاہاں سے ایسے عبرت انگیز واقعات بیان فرماتے کہ ہر شخص اپنے کو نسیا منیا خیال کرتا تھا۔ دوران گفتگو سبحان اللہ، ماشاء اللہ، الحمد للہ کے کلمات جمل سے رطب اللسان رہتے تھے۔

رقت قلب

مدرسہ، مسجد اور دیگر انتظامی معاملات دفتر کے حضرات نے سنبھال رکھے تھے، آپ نے تحریک و تبلیغ کو زیادہ وقت دے رکھا تھا، تحریک و تبلیغ جتنے اہم ترین امور ہیں اس سے کہیں بڑھ کر نازک اور پریشان کن مراحل سے دوچار کرنے والے ہیں، تحریک کی صورت میں مختلف الخیال اور متنوع مزاج لوگوں سے سابقہ پڑنا ایک ضروری امر ہے جب کہ تبلیغ و ابلاغ کی صورت میں پرانگندہ خیالات کے حامل افراد بھی سامع ہوتے ہیں، ایسے میں کئی لوگوں سے خلاف طبع اور خلاف مزاج باتوں کا صدور ہونا ممکنات میں سے ہوتا ہے، حضرت اقدس بیہیہ جس نیچ اور شاہراہ مستقیم پہ اپنے اتباع کو لے کر چلنا چاہتے تھے وہ انتہائی دشوار گزار تھا، حضرت اقدس اپنے پیروکاروں کو اطاعت کا درس دیتے مگر مجزے مزاج اطاعت کو عار سمجھتے ہیں، حضرت لوگوں کو شرعی قواعد و ضوابط کی پابندی کا درس دیتے مگر گردش لیل و نہار نے بعض لوگوں کے قوی مضلل کر دیتی حضرت لوگوں کو الائنٹوں سے دامن بچا کر منزل مقصود کی سمت گامزن ہونے کی تلقین کرتے تھے مگر حواث زمانہ ان لوگوں کو بے راہ رو کی کا شکار کر دیتے ایسے میں قوم کے بی خواہ ملت کے پاسبان اور کشتی امت کے نگہبان سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں سے اس آزمائشی، اس خونے بد پر کیا سلوک کرے گا؟ کئی لوگ چڑھتے سورج

کو سلام کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں، کئی لوگ وقت کی راگنی کی سر میں سر ملانے کو عافیت خیال کرتے ہیں، جماعتی پالیسیوں کو چھوڑ کر کئی لوگ اپنی بے راہ رویوں کے شکار ہو جاتے مگر جب انہیں سمجھ آتی کہ قائد کے دامن صافی کو چھوڑ کر دوسری سمت رخ کرنا اندھی کھائی میں گرنے کے مترادف ہے، وہ لوگ پھر خدام کی پھتری کے نیچے قائد کے زیر سایہ آ جاتے تو انہیں "صبح کا بھولا شام کو گھر آئے" کا مصداق سمجھ کر معاف کر دیتے اور آئندہ احتیاط برتنے کی تلقین کرتے تھے، اس صفت میں گویا صحابہ کرامؓ کی صفت دُعاءِ بینہم کا عکس جھلکتا تھا۔

برداشت

جماعتی زندگی کے شیب و فراز میں بہت سے روح فرسا اور دل گداز واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں، ایسے میں کسی قائد، کسی روحانی شخصیت، کسی مذہبی پیشوا کی یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اس میں صبر و تحمل اور برداشت کا مادہ کس حد تک ہے، اس ضمن میں حضرت اقدس کی شاندار تاریخ اور باطنی سے آگاہ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ختم نبوت کی تحریکوں میں باذل مخالف کے تھیزوں کے مقابل کس طرح ڈٹ کر کھڑے رہے، جہلم و پکوال کی بنجر اور سخت دل زمین میں چٹانِ محمد بن کر کھڑے رہنا کسی باکمال شخصیت کا ہی کارنامہ ہو سکتا ہے، پس دیوارِ زندان سزائے بد مشقت کاٹتے رہے، جھکڑیاں چوتے رہے، بیڑیاں پہنتے رہے، مگر سرکارِ بے کار کے کسی رجسٹر، کسی دستاویز اور ریکارڈ میں ڈھونڈھے سے یہ چیز نہ ملے گی کہ حق آگاہ نے ربائی اور خلاصی کے لیے کسی آمر اور جابر کی منت سماجت کی ہو، کسی سے معافیاں مانگی ہوں، کسی سے چھپ کر معاہدے کیے ہوں، کسی کو عہد و پیمان دیا ہو کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ عالم شباب میں تو کئی سال مسلسل قید رہے، بڑھاپے میں جب کہ آپ رکوع کی حالت میں جا چکے تھے، طاقت و توانائی جواب دے چکی تھی، اعضا مضطرب ہو چکے تھے، لاشعری کے سہارے چلتے تھے ایسے میں آپ کو پابند سلاسل کیا گیا، اس پیرانہ سالی کے باوجود آپ نے کبھی حکمرانوں کی دلہیز اور ان کی پابند عہد انتوں سے ربائی کی بھیک مانگنا گوارا نہ کیا، آپ کے جواں سال نواسے کو سزائے موت سنائی گئی، دفتر کے ساتھیوں کو قید کی سزا سنائی گئی مگر آپ نے صبر و تحمل کا دامن نہیں چھوڑا۔

تم کو ہزار شرم سہی مجھ کو لکھ ضبط

انفت وہ راز ہے کہ چھپایا نہ جائے گا

سادگی

حضرت اقدس رضی اللہ عنہ انہائی سادہ منہ انسان تھے، تکلفات کی پرہیز وادیوں سے کوسوں دور رہتے تھے، جتنے ظاہری و باطنی حسن و کمال سے مالا مال تھے، اتنی ہی سادگی اختیار کیے ہوئے تھے، لباس میں وضع قطع میں، گفتار و کردار میں نشست و برخاست میں کوئی شخص آپ کو امتیازی شان اپنائے ہوئے نہیں دیکھتا تھا، بعض اوقات ایسا دیکھنے میں آیا کہ زیارت کی غرض سے آنے والے وزراء، کارپردازان حکومت اور دنیوی اعتبار سے اعلیٰ مناصب پہ فائز ہونے والے لوگ زرق برق لباس میں ملبوس ہوتے تھے مگر حضرت اقدس وہی کھدر کی شلوار قمیص پہنے ہوتے تھے، وہی رمادی رنگ کی ٹوپی پہنے ہوتے تھے، کھانے میں مرغن غذاؤں کی بجائے سادہ غذا کو پسند کرتے تھے، جلسوں، کانفرنسوں اور دیگر پروگراموں میں اہل ضیافت کو کسی من پسند غذا کا تیاری پہ مجبور نہ کرتے تھے، کھانے میں عیب جوئی سے باز رہتے تھے، رضا کاروں اور خدمت گاروں پہ اس وجہ سے ناراض نہ ہوتے تھے کہ انہوں نے کھانا مزاج کے مطابق پیش نہیں کیا.....

تکلف سے بری ہے حسن ذاتی

قبائے گل میں گل بوٹا کہاں ہے

مہمان نوازی

ملک بھر سے لوگ حضرت سے ملاقات، زیارت، بیعت، اور مشوروں کے لیے حاضر ہوتے تھے، ان کی ضیافت کا اہتمام تحریک کے مرکزی دفتر سے ہوتا تھا، کھانے کے اوقات میں سادہ کھانا اور چائے کے اوقات میں لذیذ چائے اور عام اوقات میں جام شیریں سے مہمانوں کی تواضع کی جاتی تھی مرتبہ ایسے مہمان ہوتے جن کو دفتر والوں نے کھانا نہ کھلایا ہوتا اور کھانے کا وقت ہوتا تو حضرت چند لمحے اپنی بیٹھک میں مہمان کو بٹھاتے اور گھر سے از خود کھانا لے کر آتے، علماء طلبہ کے لیے تو حضرت ہمیشہ مستعد رہتے کہ ان لوگوں کی بے اکرامی نہ ہو، ویسے دفتر کے علاوہ حضرت کی بیٹھک میں مزاج شناس خدام ہمہ وقت خدمت کے لیے موجود رہتے تھے، حضرت کی یہی امتیازی صفت حضرت اقدس کے تمام متعلقین، متوسلین اور اتباع میں بقدر الجمہ پائی جاتی تھی، ہمیں کی سالانہ کانفرنس میں زائرین کو کھانا کھلایا جاتا تھا، جہلم کے سالانہ جلسہ میں کھانا کھانے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہوتی تھی، مدنی مسجد میں جمعۃ المبارک کے لیے دور دراز علاقوں سے آنے والوں کے لیے بھی ضیافت کا اہتمام ہوتا تھا، یہ چند

مرکزی جگہیں تھیں ان کے علاوہ چکوال اور جہلم کے گرد و انواح کی بستیوں کے پروگراموں میں بھی کسی مہمان کو کھانا کھائے بغیر جانے کی اجازت نہ ہوتی تھی، علماء، طلبہ اور عامۃ الناس کی مہمان نوازی عام پروگراموں میں یکساں ہوتی تھی، محمود وایاز خدام اہل سنت کے دسترخوانوں پہ یکساں خوشہ چینی میں مصروف ہوتے تھے

شع کی مانند ہم آئے بزم میں
چشم تر آئے تھے دامن تر چلے

احترامِ آدمیت

سرکارِ مدینہ منجّم کے ارشادِ عالی کی روشنی میں اصغر پہ شفقت، اکابر کا ادب اور علماء کرام کی قدر کا درس ملتا ہے، حضرت اقدس قاضی صاحب رحمۃ اللہ کی حیاتِ مستعار میں اس بات کا بار بار مشاہدہ کیا گیا کہ آپ علماء اور طلبہ کے اس طبقہ پر ہمیشہ شفقت کا ہاتھ رکھتے تھے جو عمر میں آپ سے چھوٹے ہوتے تھے، اپنے سے بڑی عمر والوں کا اکرام کرتے تھے، معاصرین کی قدر کرتے تھے، تحریر و تقریر میں کبھی کسی کا نام اس انداز میں نہ لیتے تھے جس سے اس کی دل آزاری ہوتی، مولویوں میں وہ مولوی جو کسی دوسرے فرقہ سے تعلق رکھتے تھے ان کے نام کے ساتھ کم از کم لفظ ”مولوی“ ضرور استعمال کرتے تھے، نام کے ساتھ لفظ ”صاحب“ ضرور لکھتے اور بولتے تھے۔ اگر کسی کی تحریر و تقریر گرفتِ مقصود ہوتی تو اس میں ان کے ہاں دستور ہی نرالا تھا وہ کسی کی شہرت و عزت کی پرواہ اور تفریق کے بغیر بڑی سنجیدگی، متانت اور عہدگی کے ساتھ اپنا اظہارِ مافی الضمیر کرتے تھے۔

فکری اعتدال

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ ہمیشہ ہی فکری اعتدال و میانہ روی کے علمبردار رہے، شریعتِ موسویہ کی طرح نرا جلال ہی جلال اور شریعتِ عیسویہ کی طرح نری ہی نری نہ تھی بلکہ قواعد و اصولِ اسلام کے مطابق انتہائی معتدل اور درمیانہ راستہ اختیار کرتے تھے، امامِ الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی طرح آپ نے اعتدالِ احتیاط کو اصول کا درجہ دے رکھا تھا، افراط و تفریط سے سخت نفور تھے، جو لوگ افراط و تفریط کی راہوں پہ چلے اور پھر بھی اپنے کو دیوبندی کہتے حضرت ان کی ان خانہ سازی روش اور پالیسی سے سخت کبیدہ و خاطر اور رنجور رہتے تھے، جو لوگ حضرت کی تحریریں پڑھتے اور ان کی تقریریں سنتے رہے، ان کی محافل میں

اٹھتے بیٹھتے رہے ہر نازک مرحلہ پر حضرت اقدس کی پالیسیوں کا مشاہدہ کرتے رہے وہ علی دوس
الاشہاد پکارا نہیں گئے کہ حضرت اقدس کی حیات طیبہ خیر الامور اوسطہا کی حقیقی تصویر تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ
اسی فکری اعتدال کے ساتھ جانب منزل کا مزن رہے، اور اپنے پیروکاروں کو بھی اسی راہ اعتدال پہ چلنے
کی تلقین کرتے رہے.....

شاید کوئی بندہ خدا آجائے

صحرا میں اذان دے رہا ہوں

گوئی ہے ازل سے جو حقیقت

میں اس کو زبان دے رہا ہوں

تفردات سے اجتناب

حضرت اقدس قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت کی طرف سے جونوازشات ہوئی تھیں ان کی بدولت
اگر آپ چاہتے تو کئی امور میں تفردات قائم کرتے اور دوسرے علماء مشائخ، اکابر اور اصاغر سے جدا
دکھائی دیتے مگر انہوں نے تفردات سے ہمیشہ اجتناب کیا، قرآن حکیم جیسی با عظمت کتاب کا ترجمہ بھی
اگر کرنا مقصود ہوتا تو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیتے تھے، کسی آسان سے آسان
تر مسئلہ کی وضاحت مقصود ہوتی تو حقد مین و متاخرین علماء کرام، مشائخ عظام، مفسرین کرام، محدثین
عظام اولیاء اللہ کی کتابوں کے حوالہ جات کے بغیر نہ بات کرتے تھے نہ لکھتے تھے، کبھی بھی کسی کان کی دبلیز
سے ان کی یہ آواز نہیں نکرائی کہ اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے، اس میں میرا موقف یہ ہے، ”میرا“ اور
”میں“ ”میری اور“ ”مجھے“ کے الفاظ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی لغت میں بالکل نہ تھے، راقم الحروف نے
حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہزاروں صفحات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے کم از کم اس نابکار کے حافظے یا
معلومات میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے، حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ ہر شخص کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ ہم لوگ اکابر
و مشائخ کے خدام اور اسلاف کی تاباں و درخشاں روایات کے امین ہیں، ہم اسلامی تعلیمات کے قصر
ہائے عالی شان کے محافظ اور پاسبان ہیں اس سے بڑھ کر ہمیں کوئی حیثیت حاصل نہیں ہے، وہ اہل نظر اور
ارباب علم و دانش کو اس نکتہ پہ لانا چاہتے تھے آج ان کے خدام کی آغوش میں جو گوہر ہائے آبدار چمکتے
دکھائی دیتے ہیں یہ اُن ہی کا فیضان نظر ہے.....

اہل نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

مسلمی غیرت

مسلمی تاریخ میں محدود سے چند ایسی نابھہ روزگار ہستیاں ہیں جو انتہائی جرات، بہادری، بے لوثی اور پامردی کے ساتھ مسلکِ حقِ اہل سنت والجماعت کے دامن کے ساتھ قائم ہیں، جن کے دل و دماغ کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ نئے پھوٹ پھوٹ کر نکلتے ہیں کہ مسلکِ اہل سنت حق و صداقت پر مبنی ہے، اس کی حقانیت و صداقت پر وہ کسی لمحہ بھی حرف نہیں آنے دیتے، حضرت اقدس قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل و براہین قاطعہ کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کی حقانیت ثابت کی، ہلکی رساں و جرائد میں پُر مغز تحریریں شائع کرائیں، اہل سنت کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرتے تھے، مترضین کے اعتراضات کا مدلل اور دندان شکن جواب دیتے تھے، فرقہ پرستی، فرقہ واریت اور انہماک پسند جیسے الزامات و القابات ان کی متعین کردہ راہ میں حائل نہیں ہو سکتے تھے، وہ بلا خوف و لومۃ لائم مسلکِ حق کی پاسبانی کا فریضہ سرانجام دیتے چلے گئے۔

مسلمکِ حق پہ شبِ خون مارنے والوں کو کسی صورت میں معاف نہیں کرتے تھے، جن لوگوں نے ملک بھر میں اپنے کو سنی سنی کہہ کر بدعات کو رد و اج دیا، رسومات کی طرح ڈالی، انگریز کے اشارے پر انہوں نے مسلمانانِ اہل سنت کو ”وہابی“ کہہ کر بدنام کیا، ان کے خلاف بڑی حکمت عملی سے میدانِ کارزار میں اتر کر سرد جنگ لڑی، یہی وجہ ہے کہ آج اہل بدعت کے برعکس اصلی سنی مسلمان اپنے کو ”اہل سنت والجماعت“ کہلوانے پر فخر محسوس کرتے ہیں، جس جس علاقہ میں اصلی اہل سنت نے سنتِ رسول ﷺ کے پھریرے لہرائے وہاں سے جعلی اور انگریز کے تیار کردہ اہل سنت نے راہ فرار اختیار کی، اگرچہ اہل بدعت کے شجرِ خبیثہ کو جڑ سے نہ اکھاڑا جاسکا مگر حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی محنت کر چھوڑی کہ لوگ اصل اور نقل کی پہچان کر رہے ہیں، ظاہر ہے شیطان جیسا سرکش اور خدا کا باغی ہنگامہ یوم النشور تک اپنے اذکار خبیثہ کو انہی احداثِ الانسان اور منہاء الاحلام کے ذریعے دینا بھر میں پھیلاتا رہے گا۔

اہل بدعت، منکرین صحابہ رضی اللہ عنہم، روافض و خوارج، منکرین حیاتِ النبی ﷺ، منکرین اہل بیتؑ کے کسی داؤ بیچ سے حضرت قاضی صاحب مات نہیں کھاتے تھے، وہ ان کی گمراہی اور گمراہانہ سرگرمیوں سے امتِ مسلمہ کو آگاہ کرتے رہے، ان لوگوں کو اپنی مساجد اور مدارس کی زینت نہیں بننے دیتے تھے، کبھی ان

سے اتحاد و یکجہتی کی آواز نہیں لگاتے تھے، حضرت بریلویؒ انتہائی شرح صدر کے ساتھ سمجھتے تھے کہ ان لوگوں کے ساتھ ملنے اور اتحاد کرنے میں دین و ایمان کا سخت نقصان ہے۔

جماعت اسلامی کے بانی اور امیر اول مودودی صاحب کی تحریروں میں حضرات انبیاء کرام کی عصمت اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عالی شان شخصیات کے بارے میں زہریلا مواد موجود تھا، آپ بریلویؒ نے مودودی صاحب کی ان تحریروں کے خلاف تحریر و تقریر میں زور دار آواز بلند کی، جماعت اسلامی کی سرگرمیوں اور پالیسیوں پر تادم و ابسیس تحفظات کا شکار تھے، آپ بریلویؒ نے مودودی صاحب کو کھلی چھٹی لکھی، میاں طفیل محمد صاحب امیر دوم جماعت اسلامی کی ایرانی انقلاب کی حمایت میں اٹھنے والی آواز کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، ایران میں شیعہ انقلاب آنے سے جماعت اسلامی کے حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی، جماعت کے زعماء نے ایرانی انقلاب کی طرز پر پاکستان میں بھی کوششیں اور بیانات داغنے شروع کر دیئے تھے، چکوال کے مرد قلندر نے اس فتنہ کے سامنے بند باندھنے کی سب سے پہلی اور سب سے موثر کوشش کی۔

جمعیت علماء اسلام ہمارے اکابر کی جماعت ہے، مگر چونکہ وہ سیاست کی پر خارا وادی میں صدائے حق بلند کر رہی ہے، جمعیت علماء اسلام کے مختلف ادوار میں مختلف ذمہ داروں نے جماعت اسلامی کو میساکھی بنایا، مشرقی تحریک کو ہموا بنایا، حکومتی سطح پر ان حضرات سے لغزشوں کا صدور ہوا جس پر حضرت قاضی بریلویؒ کا بے باک قلم ہمیشہ حرکت میں رہا، آپ نے حق و صداقت کا پرچم سر بلند رکھنے میں کبھی اپنے پرانے کا امتیاز نہیں کیا، جس نے جہاں کمزوری دکھائی اس پر آپ بریلویؒ نے وہیں مظہری گرز برسایا اور اسے سمجھایا کہ شتر بے مہار بن کر کہیں اسلاف کی حاصل شدہ میراث کو دشمنوں کی آغوش میں نہ ڈال دینا، حضرت اقدس بریلویؒ کے رشحات قلم آج بھی ارباب عدل کو دعوت انصاف دے رہے ہیں کہ کہیں انصاف کا دامن چھوڑ نہ دینا، جب بھی کسی میدان میں قلندر اترتا تو سوچ سمجھ کر اترتا، جہاں خامہ حق نے انگریزی لی وہاں ضرور کچھ نہ کچھ خراب دکھائی دیتا تھا۔

جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے جمعیت علماء اسلام کی کوکھ سے جنم لیا، فتنہ رضا خانیت کے خلاف یہ جماعت شمشیر بے نیام بن کر میدان میں کود پڑی تھی، گلی کو بچے شہر اور بستی میں اس جماعت کے مخلص، محنتی اور بے لوث لوگوں نے شانہ روز منھیں کیں، حضرت اقدس قاضی صاحب بریلویؒ اور جمعیت اشاعت التوحید کے لوگ مل کر رسوم و رواج، بدعات اور خرافات کے خلاف کام کرتے رہے مگر اس جماعت کے

اکابرین نے رضا خانیت کے ثبوت میں کیل ٹھونکتے ٹھونکتے دیوبندیت کی کمر میں بھی چھرا گھونپ دیا، بہت سے ایسے مسائل جن پر آج تک امت کی زبانیں خاموش تھیں ان لوگوں نے انہیں اسٹیج کی زینت بنا کر دیوبندیت کے دو ٹوکے کر دیئے، عقیدہ حیات النبی ﷺ جس طرح "المہند علی المہند" نامی کتاب میں موجود ہے۔ یہ لوگ اس طرح ماننے کے لیے بالکل تیار نہ تھے، بلکہ حیات النبی ﷺ کے قائلین اور سماع صلوٰۃ والسلام عند القبر کے قائلین کو مشرک گرداننے لگے، جب ان لوگوں نے اکابر کے مسلک متفقہ کو چھوڑا تو حضرت قاضی صاحب ہینڈ اور ان کی راہیں جدا جدا ہو گئیں، حضرت قاضی ہینڈ نے نہ کبھی ان کو اپنے اسٹیج پہ بلایا اور نہ ان کے پروگراموں میں شریک ہوئے، عقیدہ حیات النبی ﷺ کے منکرین کے ساتھ علیک سلیک رکھنے، ان کے پیچھے نمازیں ادا کرنے اور ان کے ساتھ کسی قسم کا اتحاد کرنے کو مسلم فیہریت کے سخت خلاف سمجھتے تھے، حضرت قاضی صاحب ہینڈ یہ سمجھتے تھے کہ ان لوگوں نے اپنا خود ساختہ نظریہ امت میں پھیلا کر دیوبندی طاقت کے حصے بخرے کیے، جو لوگ کسی بھی مرحلہ میں ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے حضرت قاضی صاحب ہینڈ ضرور ایکشن لیتے تھے۔

سپاہ صحابہ نو جوان عالم دین مولانا حق نواز جھٹکوی شہید ہینڈ کی ولولہ انگیز قیادت میں طوفان بن کر اٹھی اور بادل بن کر چھا گئی، کراچی سے درہ خیبر تک ملک گیر جال بچھ گیا، نو جوانوں کی ایک کثیر تعداد حق نواز شہید ہینڈ کے جھنڈے تلے مرنے، مارنے اور عظمت صحابہ جھنڈے کے لیے سب کچھ لٹا دینے کا عزم کر چکی تھی، اس عہد و بیان پر آگے چل کر اس جماعت کے فعال اور سرگرم لوگوں نے عملی قدم بھی اٹھایا تاریخ گواہ ہے یہ واحد جماعت تھی جس نے بہت قلیل وقت میں طویل سفر طے کیا، مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ نو جوان قیادت اور ان کے پیروکار دشمنان صحابہ جھنڈے کے خلاف اشتعال انگیز جنگ میں اس قدر آگے چلے گئے کہ آگے بند گلی تھی اور پیچھے کھائی، کافر کا فرشیعہ کافر کے خوفناک نعرے نے ملک پاکستان کے گلی کو بے غرضیکہ ایمان اقتدار کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا، حضرت اقدس قاضی صاحب ہینڈ سپاہ صحابہ کے کاروبار، مشن، پروگرام اور نصب العین سے محبت رکھتے تھے اور کیوں نہ رکھتے جب کہ عمر عزیز اسی صحرا میں بیت چکی تھی، اس سب کچھ کے باوجود حضرت اقدس کو اس جماعت کی جارحانہ اور اشتعال انگیز نعرہ بازی اور پالیسی سے سخت اختلاف تھا، حق نواز شہید جھنڈے کی حیات طیبہ میں تو صرف اسی نعرے پہ اعتراض تھا کہ ہمارے اکابر شیعہ کافر سمجھنے کے باوجود اس طرح کی نعرہ بازی نہیں کرتے تھے، قادیانیوں کے خلاف ہمارے اکابر سیدہ پلائی دیوار بن گئے مگر انہوں نے کافر کافر قادیانی کافر کا نعرہ نہ لگایا۔

حضرت حق نواز شہید رحمہ اللہ کو ۲۲ فروری ۱۹۹۰ میں شہید کیا گیا ان کے بعد مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمہ اللہ سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ اور مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ نائب سرپرست اعلیٰ بنادئے گئے، مولانا حق نواز رحمہ اللہ کے ساتھ شہادت کے بعد پاکستان کی پراسن دھرتی سنی شیعہ نوجوانوں کے خون سے لالہ زار بنائی گئی، مسجدوں میں دن دیہاڑے فائرنگ کی گئی، امام بارگاہوں میں فائرنگ کے واقعات رونما ہوئے، جلسوں اور جلوسوں پہ سرعام فائرنگ ہونے لگی، سنی نوجوان شیعہ کے خون کے پیا سے بن گئے اور شیعہ سنیوں کے دشمن پہلے سے زیادہ بن گئے، تشدد آمیز واقعات کی ایک ایسی چین بن گئی جس کا سراغ تلاش کیے نہیں ملتا تھا، دونوں طرف کے علماء، طلبہ، ڈاکٹر، تہار، بے رحم اور بے زبان گولیوں کا نشانہ بن گئے، جس پر دونوں طرف کی قیادتوں میں سخت قسم کا ہجھان اور اضطراب پیدا ہونے لگا، قتل و قتال کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا اب یہ لوگ قیادت کی شکل میں ایک دوسرے کے زخم مندمل کرنے کے درپے ہوئے، ایک دوسرے کی انگٹک شوئی کرنے لگے، ایک دوسرے سے گلے شکوے دور کرنے لگے، ایک دوسرے کے پاس اٹھنے بیٹھنے لگے، کبھی ملی بھجوتی کونسل کے نام سے، کبھی فرقہ وارانہ کشیدگی کے خاتمہ کی کمیٹی کے نام سے، کبھی امن کمیٹی کے عنوان سے، چنانچہ جو سنی قیادت کل تک سنی نوجوان کو اس بات کی ترغیب دیتی تھی کہ شیعوں کو پیشاب کے جھاگ میں غرق کر دو، ان کی گردنیں مارو آج وہی بے باک قیادت مذاکرات کی میز پہ بیٹھ کر شیعوں سے محو مذاکرات تھی، حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ دلائل کی روشنی میں اس بات کے سخت خلاف تھے، وہ آخر تک سمجھاتے رہے کہ سپاہ صحابہ اشتعال انگیز نعرہ چھوڑے اور شیعوں کے ساتھ مذاکرات کی میز نہ سجائے مگر سپاہ صحابہ رحمہ اللہ کے جذباتی کارکن اپنے قائدین کو اس طرف لینے ٹرن ہی نہیں دیتے تھے۔

سپاہ صحابہ رحمہ اللہ کے قائد مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمہ اللہ اور مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ دونوں حضرات سنی شیعہ کشیدگی سے سخت تنگ تھے، جذباتی کارکنوں سے سخت نالاں تھے، مگر وہ کھل کر اس نعرہ کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ نے اپنی ایک یادگار تقریر میں اس نعرہ کو سپاہ صحابہ رحمہ اللہ کی بنیاد قرار دیا تھا، جب بھی قائدین اس مسئلہ کے لیے سنجیدہ ہوتے تو کئی ساتھی مولانا حق نواز رحمہ اللہ کی تقریر کا حوالہ پیش کر کے انہیں پیش قدمی سے روک دیتے تھے، فاروقی مرحوم تو شروع دن سے اس سلسلہ میں سنجیدہ تھے جبکہ مولانا اعظم طارق شروع شروع میں شدت رکھتے تھے آخر میں وہ بھی اس نہج پہ پہنچ چکے تھے کہ کافر کافر شیعہ کافر سنی شیعہ مسئلے کا حل بالکل نہیں ہے، وہ ملت اسلامیہ نامی تنظیم کے پلیٹ

فارم سے اسی قسم کی کوشش کر رہے تھے، ملت اسلامیہ کے نام سے ہونے والے جلسوں میں کافر کافر کی وہ رٹ سنائی نہیں دی گئی جو پہلے فلک شکاف ہوا کرتی تھی، مختصر یہ کہ حضرت اقدس قاضی بیہیہ اس تشددانہ انداز کو مسلک اہل سنت اور خصوصاً علماء دیوبند کے لیے سخت نقصان دہ سمجھتے تھے۔

مشفقانہ انداز

راقم الحروف کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے ہونہار اور لائق طلبہ میں شمار ہوتا تھا، اساتذہ کرام مولانا نور اشرف صاحب ہزاروی، مولانا قاری ظفر اقبال صاحب اور مولانا عبدالودود صاحب کی بے انتہا مہربانیوں اور شفقتوں سے ناچیز نے مادر علمی سے بہت کچھ حاصل کیا، تحریر و تقریر کا فیضان انہی اساتذہ کرام کی جوتیاں سیدھی کرنے کے صدقہ میں ملا۔ مگر اس پر مستزاد حضرت اقدس مولانا عبداللطیف جہلمی بیہیہ اور حضرت قاضی مظہر حسین بیہیہ کی نظر کرم و عنایت تھی، جنہوں نے اپنی اولاد کی طرح میری تربیت کی، میری روحانی اور مذہبی بالیدگی میں ان دونوں مہربان شخصیتوں نے میرے دل و دماغ اور میری زندگی پہ گہرا اثر ڈالا، ان کے اقوال و ارشادات، ان کی گفتار اور کردار ہمہ وقت میرے سامنے رہتا ہے، اگرچہ بعض عناصر کی وجہ سے ہم خدام اہل سنت اور سنی تحریک طلبہ سے سبکدوش کر دیئے گئے مگر رب العالمین عالم الغیب والشہادہ بہتر جانتا ہے کہ ہمارے اجسام لاہور جیسے پر رونق شہر میں ہوتے جبکہ ہماری روح جہلم و چکوال کی داغ بیل میں ان دونوں حضرات کے سامنے دست بستہ ایستادہ رہتی تھی، حضرت اقدس جہلمی بیہیہ کے احسانات کا تو تذکرہ ہی نہیں کر سکتا، جنہوں نے مجھے انگلی سے پکڑ کر چلنا سکھایا، جنہوں نے میرے اندر نظریاتی روح پھونک دی تھی، جو مختلف مقامات پہ مجھے ساتھ لے جاتے اور اپنی تقریر سے پہلے میری تقریر کرواتے تھے۔

حضرت اقدس قاضی مظہر حسین صاحب بیہیہ کے ساتھ عقیدت و مشاورت کا تعلق برابر جاری رہا۔ اس سلسلہ کے چند مکتوب پیش خدمت ہیں.....

مکتوب اول

عزیزم مولوی محمود الرشید صاحب سلمہ

(نعلی) حبلم در صحنہ (لہ)

(۱) دوسرا عمت نامہ موصول ہوا، طالب خیر بخیر ہے، مدرسہ کی سالانہ روئداد کے لیے مضمون لکھ رہا

ہوں، اس لیے جواب میں تاخیر ہوگئی ہے، آپ کے جذبات قابل قدر ہیں، آپ کے سوالات کا جواب یزید کے بارے میں خارجی فتنہ حصہ دوم میں مکمل آچکا ہے، شاید آپ نے کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو ولی عہد مقرر کرنا۔ نبی پاک ﷺ کے جلیل القدر صحابہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ اور امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اس سے اختلاف کرنا اور یزید کی ولی عہدی کی بیعت نہ کرنا، اس کی بحث اس کتاب میں قابل مطالعہ ہے، یزیدی گروہ کے قریباً سارے اعتراضات اور اشکالات کا اس میں جواب آگیا ہے۔

(۲) بریلوی عوام سے ہم محاذ آرائی نہیں کرتے وہ نادانف اور معذور ہوتے ہیں، غری سے ان کو اکابر دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک سمجھانے کی ضرورت ہے، اصل دشمن صحابہ کرام کا شیعہ ہے۔

(۳) سنی تحریک الطلبہ کے لیے کوشش کرتے رہیں، ان کو سنی موقف دیں، سنی مسلمانوں کا ہر طبقہ اپنے مذہب سے غافل ہے، محنت کی ضرورت ہے۔

(۴) کراچی کے حالات خراب ہوتے رہتے ہیں، ممکن ہے وہاں اطمینان سے پڑھائی نہ ہو سکے، ایک سال اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم میں لگالیں، یہاں مسلکی ذہن پختہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائیں۔ آمین۔

احباب کی خدمت میں سلام عرض کر دیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور اہل سنت والجماعت کو ہر محاذ پر کامیابی نصیب ہو، آمین، بجاہ رحمت العالمین رحمۃ اللہ علیہ والسلام

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد چکوال

نوٹ: مولوی عبدالکریم صاحب کے خط آتے تھے وہ ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں معلوم کریں ان کا مسلک کیا ہے اور مدرسہ کی کیا حالت ہے نیز۔ آپ تصنیف وتالیف کا کام فی الحال چھوڑ دیں، دینی علوم کی تکمیل کے لیے محنت کریں، یہ کام بس میزے کرنے کا ہے۔ (ذوالعقل)

اندازہ لگائیے کہ حضرت کو اس ناکارہ پر کس قدر اعتماد تھا، کہ وہ کسی مشتاق زیارت کی چھان بھٹک کے لیے اس ناچیز کو خدمت کا موقع عنایت فرماتے تھے، میری تعلیم کے لیے متفکر تھے کہ کراچی کے آشوب زدہ حالات میں مجھے وہاں جانے سے روک دیا تھا، سنی تحریک طلبہ کے لیے کام کی تلقین فرمائی۔

مکتوب ثانی

عزیز مولوی محمود الرشید صاحب سلمہ

(السلام) حبیبکم درحمنہ (اللہ)

عنایت نامہ موصول ہوا، طالب خیر بخیر ہے

اگر چند احباب تحریک سے متعلق ہوں تو تحریک خدام اہل سنت کے بارے کام شروع کر دیں، مقصد تو مذہب اہل سنت والجماعت کے بنیاد پر دین کی تبلیغ و نصرت ہے اور رد و انفس و غیرہ فتنوں سے سنی مسلمانوں کو آگاہ کرنا بچانا ہے، اس کی ضرورت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور جماعتی لڑچر سے واقف کرتے رہیں۔

مولوی عبدالکریم صاحب سے ملاقات ہو تو سلام عرض کر دیں، دیگر احباب کی خدمت میں سلام عرض کرنا، اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنی رضا کے تحت زندگی گزارنے کی توفیق دیں اور اہل سنت والجماعت کو ہر محاذ پر غلبہ نصیب ہو، آمین، بجاہ النبی الکریم ﷺ، والسلام خدام اہل سنت مظہر حسین نغراہ

۲۲ رمضان ۱۴۱۸ھ یعنی ۹ مئی ۱۹۸۸ء، فی جامع مسجد پکوال

مکتوب ثالث

برادر مولوی محمود الرشید سلمہ

(السلام) حبیبکم درحمنہ (اللہ)

عنایت نامہ ملا، طالب خیر بخیر ہے، مولوی محمد الیاس صاحب کا بھی فون آیا تھا، ماہنامہ کے مجوزہ نام حسب ذیل ہیں، سنی اتحاد، کاروان اہل سنت، سنی سپاہ، سنی مجاہد، الخلافت، اپنا اپنا ذوق ہوتا ہے اجلاس میں مشاورت کر کے کوئی نام چن لیں اور بھی کوئی نام ہو تو بتائیں، پہلے دو نام عام فہم اور معنوی لحاظ سے مفید ہیں، سنی سپاہ میں دوسرے لوگ تقابلی نہ سمجھ لیں۔ اگر کاروان اہل سنت رکھا جائے تو اوپر یہ لکھ دیں

ہوتا ہے جادہ پیاں پھر کارواں ہمارا

الخلافت تو مطلوب ہے لیکن فی الحال طلبہ کی تحریک کا ابتدائی مرحلہ ہے۔

(۲) بجائے صدر و ناظم کے فی الحال مولوی محمد الیاس صاحب کو کنوینر مقرر کر دیا جائے، بعد میں طلبہ میں سے کسی کو صدارت کے لیے چن لیا جائے، بہر حال کام بہت ضروری ہے، اور کالجوں میں زیادہ ضرورت ہے، اس پہلے شمارے میں مضامین معیاری نہیں ہیں، تحریک کے متعلق ٹھوس مضامین ہونے

جائیس، پرچہ کا کام بہت مشکل ہوتا ہے، میں نے قاری شیر محمد صاحب سے بھی کہا تھا کہ اس ماہنامہ سے قلمی تعاون کریں، اور مولوی عبدالحق صاحب سے بھی کہہ دیا ہے، مل جل کر محنت سے مخلصانہ کام کی ضرورت ہے، افراد سازی کی طرف زیادہ توجہ دیں، مولوی محمد الیاس صاحب، مولوی محمد طاہر صاحب، اور دیگر احباب و حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنی مریضات کی توفیق دیں اور اہل سنت والجماعت کو ہر محاذ پر غلبہ نصیب ہو۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

(رسلین)

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد پکوال، ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ

لاہور آنے کے بعد ہم نے حضرت اقدس بیٹہ کے ارشادات اور فرمودات کے تحت بڑی مستعدی سے جماعتی کام شروع کر دیا تھا، جگہ جگہ جماعتی پروگرام منعقد کیے جاتے تھے، راتم الحروف چونکہ درجہ موقوف علیہ کا طالب علم تھا، مولانا محمد الیاس فاروقی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے مدرس تھے، جماعتی کام کو پھیلانے اور آگے بڑھانے کے لیے ہم جامعہ اشرفیہ اور جامعہ قاسمیہ میں جمع ہوتے تھے۔ پھر سنی تحریک الطلبة کے تعارفی پروگرام مختلف مقامات پہ کرتے تھے۔ حق تعالیٰ قبول فرمائیں

حضرت اقدس قاضی صاحب بیٹہ کی مشفقانہ سرپرستی کا تذکرہ کرتے کرتے مضمون طویل ہوتا جا رہا ہے، خلاصہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارا تحریر، تقریر اور تدریس کے میدان میں دلجمعی سے کام کرنا، مشن، مسلک اور نصب العین کی خاطر سب کچھ داؤ پر لگا دینا یہ اسی مرد قلندر، مرد حق آگاہ کی جوتیاں سیدھی کرنے کی برکات ہیں.....

پھلا پھولا رہے یارب چن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں



مقام صدیقیت پر فائز ہستی

☆ کچھ مولانا مفتی رشید احمد صاحب لودکا زوی

یہ ایک کائناتی ضابطہ ہے۔ کہ اس عالم فانی کی کوئی بھی شے جادوئی نہیں۔ بلکہ خود اس عالم کو بھی دوام نہیں۔ فنا اس کا یقینی مقدر ہے۔ مگر تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے۔ کہ یہ عالم فانی بے کار محض نہیں۔ بلکہ یہ ایک کمال کی مثال ہے۔ جس کو نسل انسانی کے پرکھنے کے واسطے خود دیا گیا۔ اور اس پر کھکا معیار انسانوں کا وہ مصدقہ قائم ہے۔ جس کے بارے میں خالق کل کا فرمان ہے

"وَمَا خَلَقْتُ الْحَرْنَ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْلَمُونَ" (سورۃ الذریت ۵۶)

"اور میں نے جو ہٹائے جن اور آدمی سوا پنی بندگی کو" (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

پھر اس عہد کے معیارات قائم فرمائے گئے۔ جس کے کابل مصداق انبیاء کرام ہیں۔ پھر ان میں بھی سر فروئی کا سب سے ارفع و اعلیٰ معیار امام الانبیاء، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہیں۔ انبیاء کرام کی اس مقدس جماعت کے بعد جو جو جتنا جتنا خاتم النبیین کی صورت میں مقرر کردہ معیار کے قریب ہوتا چلا گیا۔ اس کی روحانی ترقی کے مدارج اُسی قدر بلند ہوتے گئے۔ ارشاد باری ہے.....

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ

وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۖ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (سورۃ النساء: ۶۹)

"اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا، سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام

کیا۔ کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں۔ اور اچھی ہے ان کی رفاقت"

(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

علامہ شبیر احمد عثمانی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں "مطلب یہ ہے۔ کہ یہ چار قسمیں مذکورہ جو امت کے باقی افراد سے افضل ہیں، ان کے ماسوا جو مسلمان ہیں اور درجہ میں ان کے برابر نہیں۔ لیکن وہ اللہ اور اس کے

رسول کی فرمانبرداری میں مشغول ہیں۔ وہ لوگ بھی انہی کی شمار اور ذیل میں لیے جانیے۔ چنانچہ باصطلاح تصوف، مدارج ولایت کے ضمن میں انبیاء کرام اور صحابہ کرامؓ (جو کہ براہ راست امام الانبیاء سے مستفیض ہوئے) کے بعد عام مسلمانوں کے لیے سب سے بلند تر درجہ صدیقین کا ہے۔ پھر شہداء کا، اور پھر آخر میں صالحین کا۔ صوفیاء کا قول ہے ”صدیقین کے درجہ کے لوگوں میں فنا فی اللہ کی خصوصیت نمایاں ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی ذات کو کچھ اس طرح بنادیتے ہیں کہ انہیں اپنی ذات کے وجود کا احساس تک نہیں رہتا۔ اسی لیے اُن میں حُب جاہ کا شائبہ تک نہیں بچتا۔“ مختلف ادوار میں افلاک عالم نے اس فنا فی اللہیت کے مختلف مظاہر دیکھے ہیں۔ اور دورِ حاضر میں اس فنایت کا حقیقی مظہر، قاضی مظہر حسین بیہیدہ کی بلند پایہ شخصیت تھی۔

مشائخ کا قول ہے۔ کہ ”روحانیت کے باب میں حُب جاہ ایک ایسا ناسور ہے۔ جو بڑوں بڑوں کو برباد کر دیتا ہے۔ اس لیے وہ زیادہ سے زیادہ محض صلحاء کی صف میں رہتے ہیں۔ شہادت پالیں تو شہداء کی صف میں آجاتے ہیں۔ مگر صدیقین کی یہ علامت ہے۔ کہ اُن میں حُب جاہ باقی نہیں رہتی۔ اور وہ شہداء سے فائق درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔“ متعدد علماء، صلحاء، مشائخ اور طلباء شاہد ہیں۔ کہ اس عظیم ہستی میں حُب جاہ نام کی کوئی شے سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔ اور ہوتی بھی کیسے۔ وہ تو عاشقِ رسول حضرت مدنی بیہیدہ کے جانشین تھے۔ اصحابِ رسول کے بہترین وکیل تھے۔ اہل سنت والجماعت کے حقیقی ترجمان تھے۔ اُس عظیم انسان کو نہ تو کبھی غیر جھکا سکے۔ اور نہ ہی کبھی اپنے اُسے مصلحت پسندی سکھا سکے۔ حضرت کی یہ صدیقی شان اُن کے ۹۰ سال پر محیط طویل دورِ حیات میں فنا فی اللہ کے مجاہدانہ کردار کی صورت میں جا بجا بکھری ہوئی ہے۔ بقول اقبال مرحوم.....

اُٹھائے کچھ ورقِ لالہ نے، کچھ زکس نے، کچھ گل نے
جن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستانِ میری

فنا فی اللہیت کی بابت حضرت بیہیدہؒ کے چند حالات و واقعات

فنا فی اللہیت کے تین عملی اظہار نہایت اہم ہیں۔ ❶ ذات کا احساس تک نہ رہنا ❷ کسی سے بدلہ نہ لینا ❸ اپنی ذات کے متعلق تعریف نہ تو کرنا اور نہ ہی ہونے دینا۔

حضرت بیہیدہؒ کی زندگی میں فنا فی اللہیت کے یہ تینوں اظہار بدرجہ اتم موجود تھے۔ جو مرقومہ ذیل

واقعات سے آشکار ہیں۔

① کوئی القاب نہیں، صرف نام لکھ دیں

جامعۃ المعارف سبزی منڈی اوکاڑہ کے داخلہ کا اشتہار چھپا۔ تو اُس میں حضرت بوید کے نام کے ساتھ بجا طور پر ”مجدد العصر“ کا لقب لگا دیا گیا۔ معلوم ہوا تو حضرت بوید نے چکوال میں دورانِ درس نہ صرف اس کی پرزور تردید فرمائی۔ بلکہ جامعۃ المعارف اوکاڑہ کے ذمہ داران کو بھی اُن کے چکوال آنے پر تنبیہ فرمائی۔ اور فرمایا کہ ”کوئی القاب نہیں، صرف نام لکھ دیا کریں“

② ذات سے متعلق نظم شائع نہ ہونے دی

ہمارے ایک عزیز ڈاکٹر محمد آصف رضا صاحب (ضیاء الدین میڈیکل یونیورسٹی کراچی) نے ماہنامہ حق چار یاڑ ”حضرت اوکاڑوی بوید نمبر کے لیے دو نظمیں لکھ کر بھیجیں۔ ایک حضرت اوکاڑوی سے متعلق اور دوسری حضرت قاضی صاحب بوید کی شان میں تھی۔ حضرت بوید نے اپنی زیر سرپرستی نکلنے والے اس ماہنامے میں حضرت اوکاڑوی سے متعلق نظم تو شائع کروادی۔ لیکن اپنی ذات سے متعلقہ منظوم کلام شائع نہیں ہونے دیا۔

③ صوفی ارشاد حسین چاریاری کی گواہی

دورِ حاضر میں جو جلسے، جلوس یا کانفرنس منعقد ہوتی ہیں۔ اُن میں یہ بات تو اثر کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ کہ ہر اہم اور بڑے مقرر یا مہمان خصوصی کے نام کے نعرے لگتے ہیں۔ لیکن حضرت بوید کے ہاں یہ معمول نہیں تھا۔ حضرت بوید کے خادم اور نعت خواں، صوفی ارشاد حسین چاریاری گواہ ہیں۔ کئی مرتبہ انہوں نے احباب کی خواہش پر حضرت کی شان میں نظم پڑھنے کی کوشش کی تو حضرت بوید نے فوراً بند کروا دی۔ اور سخت ڈانٹا۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت نے اپنے شیخ پر نہ تو اپنی تعریف ہونے دی۔ اور نہ ہی اپنی ذات سے متعلق نعرے لگنے دیئے۔

④ ”میں اپنی شخصیت کو دیکھوں یا مسلک کی حفاظت کروں“

علامہ زاہد الراشدی صاحب رقمطراز ہیں.....

”ایک بار انہوں (حضرت قاضی صاحب بوید) نے مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید بوید کی

زندگی میں ان کی کسی تقریر یا تحریر پر گرفت کرتے ہوئے ایک پرغلت شائع کیا۔ اس کے بعد کسی مرحلہ پر میری ان کے ہاں حاضری ہوئی۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت انبیاء الرحمن فاروقی یا میرے جیسے لوگوں کے خلاف آپ پرغلت شائع نہ کیا کریں۔ ہم آپ کے بچے ہیں۔ ہماری کسی بات میں غلطی دیکھیں تو خود بلا کر ذانت دیا کریں۔ ہم اس سطح کے لوگ نہیں کہ آپ ہمیں اپنے خلاف حریف بنائیں۔ یہ آپ کی شخصیت اور مقام کے خلاف ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے ایک جملہ فرمایا۔ جس۔ میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ کہ ”میں اپنی شخصیت کو دیکھوں یا مسلک کی حفاظت کروں۔“

۱ روزنامہ اسلام یکم فروری ۲۰۰۴ء

⑤ ایک خطیب صاحب کی بے جا تنقید اور حضرت کی فنائیت

چکوال شہر کی ایک مسجد میں جمعہ سے ایک خطیب صاحب لائے گئے تھے۔ چونکہ وہ جمعہ سے آئے تھے اس لیے مزاج بھی جمعہ سے متعلقہ باقی خطباء کی مانند جارحانہ تھا۔ حسب توقع انہوں نے اپنی تقریر میں حضرت پر ذاتی حملے کیے۔ اور انہیں شدید بے جا تنقید کا نشانہ بنایا۔ لوگوں نے سمجھایا کہ یہاں حضرت سے بے کراں محبت کرنے والے خالص نظریاتی لوگ بستے ہیں۔ وہ آپ کی اس حرکت پر آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن خطیب صاحب نے اپنی اصلاح کرنے کے بجائے اُٹنا حضرت کو جا کر شکایت لگائی۔ کہ آپ کے متعلقین مجھے دھمکیاں دیتے ہیں۔ حضرت نے اپنے متعلقین کو سمجھا دیا۔ کہ وہ احتیاط کریں۔ مگر خطیب صاحب نے دوبارہ پھر حضرت پر تنقید کی۔ لوگوں نے اس دفعہ مزید سختی سے سمجھایا۔ خطیب صاحب پھر حضرت کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت نے خطیب صاحب کو مشورہ دیا۔ کہ آپ لوگوں کے جذبات سے مت کھیلیں۔ آپ ہی باز آجائیں۔ لیکن خطیب صاحب نے سہ بارہ ایسا ہی کیا۔ اب مکی دفعہ لوگوں نے خطیب صاحب کی خوب خبر لی۔ اور خطیب صاحب شکایت لیے پھر حضرت پر پہنچے۔

اب کی دفعہ حضرت برہنہ نے خطیب صاحب کو سمجھانے کے ساتھ ساتھ انہیں ایک رقعہ بنام تھانیدار بھی دیا۔ حضرت برہنہ نے رقعہ میں تھانیدار کو اُن لوگوں کو گرفتار کرنے کو کہا تھا جنہوں نے خطیب صاحب کو زد و کوب کیا تھا۔ حالانکہ یہ لوگ حضرت برہنہ کے اپنے چاہنے والوں میں سے ہی تھے۔ اور انہوں نے حضرت برہنہ کی محبت میں ہی ایسا کیا تھا۔ لیکن اس مرد قلندر نے اپنے ہی لوگوں کو گرفتار کروانے کا حکم

اے دیا۔ جب ان لوگوں کو اپنے گھروں پر پولیس کے چھاپوں کا علم ہوا۔ تو وہ علاقہ کے ایم پی اے کے ہمراہ تھانے پہنچ گئے۔ اور پوچھا کہ ہمیں کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہو؟ تو تھانیدار نے حضرت کا رتہ دکھا دیا۔ یہ لوگ چونکہ حضرت کے شیدائی تھے چنانچہ انہوں نے فوراً کہا کہ ٹھیک ہے۔ اگر حضرت نے خود ہماری گرفتاری کا حکم فرمایا ہے۔ تو بغیر کسی جیل و جت کے بسر و چشم حاضر ہیں۔

⑥ مسلک و عقیدہ کو ترجیح حاصل ہے نہ کہ ذات کو

ایک مرتبہ غالباً ”چٹال“ نامی قصبہ میں حضرت کے زیر انتظام مدارس کی ایک شاخ میں ایک ایسے خطیب صاحب کا تقرر ہوا جو شاید حضرت بیٹے سے کچھ ذاتی بغض رکھتے تھے۔ حضرت بیٹے جب اس شاخ کے دورے پر تشریف لے گئے۔ تو خطیب صاحب نے حضرت بیٹے سے سلام لینا بھی گوارا نہ کیا۔ لوگوں نے حضرت بیٹے سے خطیب صاحب کی معزولی کی درخواست کی۔ باوجود اس کے کہ حضرت اس کا حق رکھتے تھے۔ اور خطیب صاحب حضرت بیٹے کی طرف سے تنخواہ دار بھی تھے۔ حضرت بیٹے نے فرمایا ”ان کو میری ذات سے کوئی گلہ ہے۔ لیکن عقیدہ تو بہر حال یہ ٹھیک ہیں۔ مسلک و عقیدہ کو ترجیح حاصل ہے نہ کہ ذات کو“۔ چنانچہ حضرت بیٹے نے انہیں معزول نہیں فرمایا۔

⑥ ذاتی دفاع بھی گوارا نہ کیا

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان (شمارہ جون ۱۹۹۰ء) میں مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی طرف سے حضرت بیٹے پر ذاتی حملے کئے گئے۔ حضرت کے محبین میں سے ایک بزرگ مخدوم العلماء حضرت مولانا امین شاہ صاحب مخدوم پور والے، فاضل دیوبند خلیفہ مجاز حضرت مولانا پیر سید خورشید احمد شاہ صاحب (خلیفہ حضرت مدنی) نے اس کا جواب ضخامت اور متانت کے ساتھ تحریر فرمایا۔ لیکن حضرت نے اس کو صرف اس لیے شائع کرنے سے منع فرما دیا۔ کہ یہ میری ذات پر حملوں کا جواب ہے۔ اگرچہ حضرت بیٹے اپنے دفاع میں اس ضخیم جواب کی طباعت کا حق رکھتے تھے۔ چنانچہ پھر مولانا امین شاہ صاحب کے اصرار پر ایک چھوٹا سا کتابچہ بنام ”جاہلانہ جسارت“ شائع کیا گیا۔ جس میں محض مقصد کی بات تھی نہ کہ حضرت بیٹے کا ذاتی دفاع۔

مقام صدیقیت حضور ﷺ کی قربت کا اظہار ہے

مقام صدیقیت حضور خاتم النبیین ﷺ کی قربت کا اظہار ہے۔ اور یہ زندگی کائناتوں کے مطابق ہونے سے عبارت ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ سے حضرت کی یہ قربت اُن کی پوری زندگی سے عیاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی پوری زندگی، جو کہ ۹۰ سال پر محیط ہے، سنتوں کی پیروی سے درخشاں و تاباں نظر آتی ہے۔ بطور مثال چند باتیں حسب ذیل ہیں۔

① سرکارِ دو عالم کی پیروی میں حضرت نے ہمیشہ مال و متاعِ جمع کرنے سے احتراز کیا۔ اور کوئی ذاتی جائیداد نہیں بنائی۔

② سرورِ دو جہاں کی اتباع میں آپ پر پوری عمر کبھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی۔ حالانکہ آپ کا تعلق ایک اعلیٰ زمیندار گھرانے سے تھا مگر آپ فطرتاً نہایت سخی تھے۔

③ رسولِ رحمت کے اسوہ کی اتباع میں، عید کے موقع پر غرباء، یتیماء، فقراء اور مساکین کو خصوصی انعام و اکرام سے نوازا کرتے تھے

④ حضرت نے کبھی مدرسے یا اپنی تنظیم سے تنخواہ وصول نہیں کی۔

⑤ ہر سال جداگانہ طور پر حضور کے نام کی قربانی دیا کرتے تھے۔

⑥ آپ نے بچیوں کی شادی میں بھی جو بنیادی وصف ملحوظِ خاطر رکھا وہ صرف اور صرف دینداری تھا۔ نکاح اور جہیز کے معاملات بھی مسنون طریق پر انجام پائے۔

⑦ علماء کی دلجوئی فرمایا کرتے تھے۔ سرگودھا کے ایک قاری صاحب نے حضرت کے کسی جاننے والے کا حوالہ دے کر قرض مانگا۔ حضرت نے اعتماد کرتے ہوئے متعلقہ جاننے والے سے تحقیق کیے بغیر قرض دے دیا۔ جو کہ آج تک ادا نہ کیا گیا۔

⑧ نبی الملام کے طریق پر آخری دم تک جہاد کی سرپرستی فرمائی۔ اور مختلف جہادی قافلے خود روانہ فرمائے۔

⑨ نبی اقدس کی پیروی کرتے ہوئے دور دراز دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں دین کی تبلیغ اور عقائد کی اصلاح کی خاطر سرگرداں رہے۔

⑩ حضرت کو جب بھی قرض لینے کی حاجت ہوتی تو وہ بھی سنت سمجھ کر لیتے۔ کبھی بھی اپیل نہیں کی۔

⑪ ذکر و اذکار کے ساتھ تعلیم و تعلم کے لیے مدارس کی تعمیر و ترقی اور ترویج کو ترجیحاً عملی جامہ پہنایا۔

یہاں بطور معلم کا ثابت ایک مہتمم میں تشریف لائے۔ تو ذکر اور تعلیم کے دو حلقوں میں سے تعلیم کے سانچہ کو اپنا کر دیا۔ اور اسی ملنے میں تشریف فرما ہوئے۔

(۱۱) اس طرح حضور ﷺ نے آخر عمر تک باطل کا رد اور فتنوں کا تعاقب فرمایا۔ مثلاً حبشہ کی روانگی دیکھ کر اسی طرح حضرت نے بھی آخر عمر تک باطل کے خلاف اپنے قلم کو مسلسل متحرک رکھا۔ اللہ عزوجل اس دین میں جسی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے دفاع میں "حق پار ہار" لے کر صومالیہ کا جہاد فرمانے والے تھے۔

(۱۲) "ہی پاک ﷺ" حضرت کی یہ صدیقیت والی قربت، وقت ارتحال بھی واضح نظر آتی ہے۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توفیق دے والا نعمت اور لیس کا مددگار بھی حضور ﷺ کی وفات کی منظر کشی کرتے ہوئے دن انور کی نشاندہی کی گئی ہے۔ آقا کے اس دیوانے کو بھی کم و بیش ایسی ہی موت نصیب ہوئی۔ مثلاً حضرت کا سونوار کے دن داعی اجل کو لبیک کہنا، تحری کا وقت ہونا، بخار کی شدت کو فرو کرنے کے لیے پیشانی پر پانی سے بھیگی پٹیاں رکھنا، مسواک کے ساتھ وضو کرنا، ذکر و اذکار اور یاد الہی میں لگے رہنا، چہرے کو قبلہ رخ کرنے کے لیے کہنا، وصال سے چند ساعتیں قبل کلمہ شریف پڑھنا اور پھر آخر کار اپنے خالق حقیقی سے جا ملنا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک انوکھی بات

حضرت نے ۹۰ سالہ طویل عمر پائی۔ اس دوران میں حضرت متعدد مرتبہ شدید بیمار ہوئے۔ اور آخر میں تو حضرت کئی سال تک، ضعف، غلالت اور شدید بیماری میں مبتلا رہے مگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نصیحت کے مطابق مین آخر میں وصیت کی جس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عین وفات کے وقت وصیت فرمائی تھی۔ یہ یقیناً محقق صحابہ رضی اللہ عنہم اور وکالت صحابہ رضی اللہ عنہم کا ثمرہ تھا۔ اور پھر یہ صدیقیت کے سر ذیل اعظم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کہ جن کی قربت رسول کا کوئی ثانی ہو ہی نہیں سکتا، سے بھی ایک گونہ تعلق اور وابستگی کا اظہار ہے۔

عہد بہ عہد سوانحی خاکہ

حضرت کے عالمانہ، محققانہ، مدبرانہ اور مجاہدانہ دور حیات کا مختصر احاطہ مسطورہ ذیل سوانحی خاکہ میں ملنا نظر فرمائیں۔ یہ خاکہ تاریخی اعتبار سے عہد بہ عہد مرتب کیا گیا ہے۔

① حضرت کی تاریخ ولادت اکتوبر ۱۹۱۳ء مطابق ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ اور مقام ولادت ہمیں ضلع جکوال ہے۔

② ابتداء میں اپنے والد سلطان المناظرین حضرت مولانا کریم الدین دیر سے فارسی کتب سکندر نامہ تک، صرف و نحو کی بعض ابتدائی کتابیں اور کچھ ترجمہ قرآن مجید پڑھا۔

③ ۱۹۲۳ء میں گورنمنٹ ہائی سکول جکوال سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

④ ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۳ء تین سال ہمیں کے پرائمری سکول میں پڑھایا۔

⑤ ۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۴ء اشاعت اسلام کالج لاہور سے ماہر تبلیغ کورس پاس کیا۔

⑥ ۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۷ء دارالعلوم عزیزیہ بمیرہ ضلع خوشاب سے موقوف علیہ تک پڑھا۔

⑦ ۱۹۳۸ء میں والد صاحب کے مکتوب بنام حضرت مدنی بیٹے کی بناء پر علم کے گہوارے دارالعلوم دیوبند کی طرف رخصت سربانڈھ لیا۔ اور والد صاحب کا ایک اور عریضہ بنام حضرت شیخ الادب بیٹے لے کر شوال ۱۳۵۶ء دارالعلوم داخل ہوئے۔

⑧ ۱۹۳۸ء مطابق ۱۳۵۶ھ میں جبکہ حضرت دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھے۔ آپ کے بھائی مولانا منظور حسین شبید بیٹے نے خدام الاسلام کے نام سے ایک تحریک شروع کی۔ جو کہ خاکساروں کی عسکری تنظیم کے مقابلہ میں قائم کی گئی تھی۔ اور اس کا نام آپ کے والد صاحب بیٹے نے تجویز کیا۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۳۹ء میں حضرت اپنے بھائی مولانا منظور حسین کے نام خط میں تحریک خدام الاسلام کو منظم کرنے اور اس کی اصلاح کے بارہ میں اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”خدام الاسلام کی جتنی تعداد ہو چکی ہے۔ اس میں اصلاح کی زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ ظاہری و باطنی حیثیت سے وہ شریعت کے عامل بن جائیں۔ اس کے سوا مسلمان کی کوئی کامیابی نہیں“

[بخت روزہ ”شاہِ مراد“ ۲۸ مارچ ۱۹۹۰ء]

پھر اسی ستمبر کے مہینے میں ہی حضرت نے دارالعلوم سے واپسی پر خدام الاسلام کے تحت، اپنے بھائی کی معیت میں علاقہ میں تنظیمی دورے شروع کر دیئے۔ مسلمانوں کو عزت دلائی، سکھوں اور ہندوؤں کا بایکٹ کر دیا، سکھوں سے ٹکرائی اور ان کی مذہبی جلوس میں رکاوٹ ڈالی۔ باوجود اس کے کہ حضرت کے ساتھ ۱۵ یا ۱۶ افراد ہی تھے۔ لیکن انہوں نے جرات سے ان کے پورے جلوس کو منتشر کر دیا۔

اگر ہندوؤں کی اسلام دشمنی سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہوئے ان میں ایک ہندو پیدا کیا۔ حضرت کے مہارے "بھس" میں مسلمانوں کی ایک اکان بھی نہ تھی۔ دونوں برادران نے مسلمانوں کی دکانیں کھلیں، ہندوؤں کی دھمیں کاشت کرتا چمڑا دیں اور ہر سو ہندوؤں اور سکھوں کا وحشیانہ کات کر دیا۔ "الحدود" شامرا "بکمال ۱۲۵ھ" ۱۰۱۹۹۰ء

(۹) ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق شہان ۱۳۵۸ھ میں دارالعلوم دہ بند سے سند فراغت حاصل کی۔ اور دورہ حدیث شریف کے سالانہ امتحان میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی بکھید علامہ شمس الحق العالی، مفتی محمد شلیع، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت شیخ الادب بکھید مولانا اعجاز علی، اور مولانا پیر مبارک شاہ صاحب، سے کسب فیض کیا۔ اور حضرت مولانا شرف علی تھانوی سے بھی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اور ان کے حلقہ، درس میں بیٹھ کر لکھنا سیکھنا۔ حضرت خود فرماتے ہیں.....

"بخاری شریف اور ترمذی شریف شیخ الاسلام حضرت مدنی بکھید کے پاس تھیں۔ ترمذی شریف دن کو اور بخاری شریف رات کو پڑھتے تھے۔ درس بخاری میں تو حضرت کی روحانیت کا کچھ ایسا اثر محسوس ہوا۔ کہ دل و حل گئے ترمذی شریف میں حلیف کے دلائل ہوتے تھے اور بندہ کو تقلید شخصی کے بارے میں شرع صدر حضرت کے درس کے فیضان سے ہی ہوا تھا۔ واللہ الحمد"

ماہنامہ "حق چار یاز" فروری ۱۴۰۰ء

(۱۰) دارالعلوم دہ بند سے فراغت کے فوراً بعد ستمبر ۱۹۳۹ء میں ہی اپنے وطن موضع بھس ضلع چکوال میں حضرت کی زندگی کا کٹھن، پند فطر، معصوبوں، ابتلاؤں، مشقتوں، تکلیفوں اور آزمائشوں والا دور شروع ہوتا ہے۔ جو کہ آخر دم تک جاری رہا۔ مگر آپ کی شخصیت ہمیشہ قطعاً غیر متزلزل اور غیر مصلحت پسند ثابت ہوئی۔ آپ نے اپنے علاقے کے ارد گرد مختلف دشوار گزار پہاڑی راستوں کا سر پیدل یا بھرا دونوں پٹے کیا۔ اور اہل علاقہ کو جو کہ رفض و بدعت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے، قرآن و سنت کے حقیقی نور سے منور فرمایا۔

(۱۱) جون ۱۹۴۱ء میں جبکہ حضرت کی عمر صرف ۲۷ برس تھی۔ آپ کو مع اپنے تین رفقاء کے بیس سال قید و محنت کی سزا ہوئی۔

(۱۲) چنانچہ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۲ء آپ اس انگریزی دور حکومت میں، راولپنڈی، جہلم، لاہور اور ملتان کی

جیلوں میں اسیر رہے۔

۱۳..... اسی دوران میں ۱۹۴۲ء میں آپ کے بڑے بھائی غازی مولوی منظور حسین شہید ہو گئے۔ پھر والدہ انتقال فرما گئیں اور پھر ۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء میں والد صاحب بھی اس دافانی سے کوچ فرما گئے۔ یہ بہت ہی صبر آزمایا مر اعل تھے۔

۱۴..... ۱۹۴۹ء میں رہائی کے فوراً بعد بھیں چکوال میں مدرسہ اظہار الاسلام کی بنیاد رکھی۔

۱۵..... ۲۹ فروری ۱۹۵۲ء میں امدادی مسجد پنڈی روڈ چکوال میں شعبہ کتب کے مدرسہ کی بنیاد رکھی۔

۱۶..... ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ اور دمرزائیت میں جہلم میں کئی تاریخی تقریر کی بنیاد پر گرفتار ہوئے۔

۱۷..... ۱۹۵۴ء میں قید و بند کی کلفتیں برداشت کرنے کے بعد سنٹرل جیل ساہیوال سے رہا کر دیئے گئے آپ ختمِ نبوت کے اسیرانِ جیل میں سے رہا ہونے والے آخری شخص تھے۔

۱۸..... ۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء کو امدادی مسجد پنڈی روڈ چکوال میں موجود شعبہ کتب کو وسعت دیتے ہوئے جامعہ عربیہ اظہار الاسلام کی بنیاد رکھی۔ جو حضرت کی برکت سے گزشتہ ۵۰ برس سے ابھی تک تشنہ گمانِ ظلم کو سیراب کر رہا ہے۔ اب تک اس جامعہ کے تحت ۵۰ کے قریب بیرونی شاخیں اور کئی مساجد باطل کی بادِ سوم سے نبرد آزما ہیں۔

۱۹..... ۱۹۵۵ء میں ہی آپ کل پاکستان جمعیت علماء اسلام ضلع جہلم کے امیر مقرر ہوئے۔ پھر جب ایوبی دور میں جمعیت پر پابندی لگا دی گئی۔ تو آپ نظام العلماء پاکستان ضلع جہلم کے امیر اور مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بنے۔

۲۰..... ۱۳ جولائی ۱۹۶۰ء کو چکوال میں جامعہ اہل سنت تعلیم النساء قائم کیا۔ جہاں سے اب تک سینکڑوں بچیاں قرآن مجید اور شعبہ فاضلات کی اسناد فراغت لے چکی ہیں۔

۲۱..... ۱۹۶۲ء میں جمعیت علماء اسلام راولپنڈی ڈویژن کے امیر مقرر ہوئے۔

۲۲..... ۲۲ جون ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے تو مماتی فتنہ کے اٹھائے ہوئے قضیہ کے حل کے لیے حضرت قاری صاحب نے راولپنڈی میں حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب (فاضل دیوبند) کی مسجد میں جو مشہور تاریخی عبارت مرتب فرمائی۔ اُس مجلس میں اُن کے ہمراہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قاضی

عبداللطیف جہلمی بریلیدار حضرت قاضی صاحب بریلیدارات خود تشریف فرما تھے۔

(23) ۱۹۶۵ء میں جمعیت کے شمالی صوبہ پنجاب کے نائب امیر مقرر ہوئے۔

(24) ۱۹۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت والجماعت کی بنیاد رکھی۔

۱۹۷۰ء کی دہائی اور اس کے بعد کے عرصہ میں آپ نے بیسوں کتب اور سینکڑوں مقالات

و مضامین تالیف فرمائے۔ اور میں بہا علمی و تحقیقی و تنقیدی و اصلاحی کام کیا۔ جس میں اکابرین دہلی ہند کی بیچ برعقائد باطلہ اور فرق باطلہ کی منہ توڑ اور پرزور سرزنش اور گوبلی کی گئی۔

(26) ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں خصوصی شرکت فرمائی۔ اور اکابرین کے

مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

(27) ۱۹۸۹ء میں عقائدِ باطلہ کی تردید اور عقیدہ خلافتِ راشدہ کے پرچار کے لیے لاہور سے ماہنامہ

”حق چار یار“ کا اجرا فرمایا۔

۱۸۔ اکتوبر ۱۹۹۸ کو شریف برادران کے دور حکومت میں، جبکہ آپ اپنی عمر کے ۸۳ برس گزرا۔ چکے

تھے، سخت پیرانہ سالی شدید ضعف و علالت اور جاں نسل نقاہت کے باوجود اس قلندر صفت مرد مجاہد کو قتل اور دہشت گردی کے ایک جھوٹے مقدمے کی بنیاد پر سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی میں محبوس کر دیا گیا۔ لیکن نومبر ۲۰۰۲ء کو آپ اپنے ۳۵ جانثار ساتھیوں سمیت ہائی کورٹ سے باعزت طور پر بری کر دیے گئے۔

(29) ۱۴ جمادی الثانی ۲۰۰۱ء میں حضرت کی اہلیہ محترمہ انتقال فرما گئیں۔ حضرت نے خود جنازہ پڑھایا۔

سنہ تمام امور و عوام کا لازمی تارک بننا ہے۔

سنت تمام امور و عبادت کا سرچشمہ ہے۔

اور پھر آخر کار اس کا یہ وہ سراں، کھڑکیوں سے باہر نکلتے ہوئے اور مخالف
کا تر جہاں، جمعی اعتبار سے ۹۰ برس اور عیسوی اعتبار سے ۹۳ برس تک باطل کی تند و تیز بادِ مخالف
سے تادمِ واپس مردانہ وار نکلنے کے بعد ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء بروز سوموار صبح ۵ بجے بوقت سحر
میں ہمیشہ کے لیے ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا.....

واہ! گل چین! جل کیا خوب تھی تیری پسند

پھول وہ توڑا جو ویراں کر گیا سارا چمن

حضرت کی ایک انفرادیت جس کی وجہ سے بہت سے اپنے پرائے تمام عمر حضرت سے نالاں رہے۔ یہ تھی کہ آپ تمام عمر اکابرین دیوبند کی تعبیرات، تشریحات اور نظریات پر بلا کم و کاست پختہ رہے۔ حضرت کا یہ اعتقاد قطعاً غیر متزلزل تھا۔ آپ اکابرین کے نظریات میں کسی بھی ادنیٰ کی جیٹی کے روادار نہ تھے اور اس کی وجہ اکابرین دیوبند کا قرآن و سنت اور اولہ شرعیہ پر مبنی وہ مسلکِ برحق ہے۔ جو ”المہند علی المفہوم“ کی صورت میں مدون ہو کر ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس حوالے سے حضرت کی پختہ کاری اور جامعیت کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے باب میں اپنے ناقدین کو زبانِ حال سے یہ چیلنج کیا کرتے تھے۔ کہ ”آپ میری کوئی بات ایسی ثابت نہیں کر سکتے جو اکابر کے موقف سے ہٹ کر ہو اور بے حوالہ ہو“

اگرچہ آپ دورِ حاضر کے علماء حق میں انتہائی قابلِ اعتماد شخصیت تھے مگر پھر بھی آپ اپنے اکابر کے اتنے بختہ حیر و کار اور شیدائی تھے کہ دورانِ تقریر و تحریر قرآن کی کسی آیت کا ترجمہ بھی اپنے پاس سے نہیں فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ صرف اکابر کا کیا ہوا ترجمہ ہی کیا کرتے تھے۔ مثلاً ماہنامہ ”حق چار یار“ حضرت اکاڑوی محدثہ نمبر میں حضرت قاضی صاحب کا مضمون ملاحظہ فرمائیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی سختی اور حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کا مسکت جواب کسی شخص نے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے رو برو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی اکابرین کے عقیدے اور نظریات کی بابت حد سے زیادہ سختی اور شدت کا گلہ کیا۔ تو حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے طرز عمل کی بہترین ترجمانی کرتے ہوئے نہایت ہی دور اندیش، بصیرت افروز اور مسکت جواب عنایت فرمایا کہ

”اگر حضرت قاضی صاحب ایسا نہ کرتے تو آدمی دیوبندیت، مودودیت اور بقیۃ آدمی خارجیت کا شکار ہوتی۔“ (۱) اہل حق چار یار حضرت ادا کا زوی نمبر صفحہ ۲۶۸]

تربیت و پرداخت کا خاص انداز

ضلع پکوال کی اکثریتی آبادی شیعہ ہے۔ اور مسلمانوں اور شیعوں کے خاندانی روابط کچھ اس طرح

ہیں۔ کہ کسی کا بھائی شیعہ ہے۔ تو بہن سنی ہے۔ ماں شیعہ ہے تو باپ سنی ہے۔ احکام و مسائل کے بارے میں سینوں کا سب سے قابل اعتماد واحد مرجع حضرت کی ذات گرامی ہی تھی۔ چنانچہ جن دنوں یہ ناکارہ حضرت کے مرکزی دفتر چکوال میں مقیم اور خدمت پر مامور تھا۔ وہاں اکثر اس طرح کے فون آیا کرتے تھے کہ مثلاً ہمارے ہاں فوننگی ہو گئی ہے، مرنے والا شیعہ تھا۔ اب کیا ہمارے لیے اُس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ تب حضرت نے خاص انداز سے تربیت فرمائی کہ ”دیکھو اس طرح کے معاملات میں ہم اگر شروع میں ہی اُن کو یہ جواب دے دیں کہ شیعہ کافر ہے۔ اور کافر کا جنازہ نہیں پڑھایا جاسکتا۔ تو لوگ متفر ہو جائیں گے۔ لہذا تدبیر اور فراست کا تقاضا یہی ہے۔ کہ اپنی بات بھی کہہ جائیں یعنی مسئلہ بھی صحیح بتائیں اور لوگ متفر بھی نہ ہوں۔ تو ایسی صورت حال میں آپ خود مسائل سے استفسار کریں۔ کہ دیکھیں شیعہ کافر آن، آذان، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج غرض یہ کہ ہر شے ہی سینوں سے مختلف ہے۔ اس لیے سینوں اور شیعوں کا بھی بھلا کوئی جوڑ ہو سکتا ہے؟ اس انداز سے اگر سمجھائیں تو لوگ بات سمجھ بھی جائیں گے اور متفر بھی نہیں ہوں گے۔

حضرت رحمہ اللہ کی شفقتیں اور ذرہ نوازیاں

حضرت کا رعب و دبہ اور وجاہت اپنی جگہ، حضرت کی شخصیت میں شفقت افزائی اور ذرہ نوازی کا عنصر بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ حضرت نے قراء حضرات کو طلباء کی پٹائی کرنے سے منع فرما رکھا تھا۔ ہاں اتنی سی اجازت تھی کہ اگر تربیت کی خاطر کچھ سزا دینی بھی پڑے تو چہرے پر مت ماریں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

جو علماء و دروازے سفر کر کے حضرت رحمہ اللہ کے پاس زیارت و ملاقات کے لیے آتے تھے۔ حضرت اُن کا عالم ہونے کے ناطے بہت اکرام فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ ازراہ شفقت انہیں کرایہ بھی عنایت فرما دیا کرتے تھے۔ بہت سے علماء کرام جو حضرت کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ حضرت کی طرف سے باقاعدہ اُن کے پسماندگان کے لیے وظیفہ مقرر تھا۔

بعض طلباء گھر جانے کے بہانے سے چھٹی لے کر پنڈی میں سیر و تفریح کر کے واپس آ جاتے تھے۔ اس ناکارہ نے بہت دفعہ حضرت سے صحیح صورتحال کے بارے میں عرض کیا۔ لیکن اگر طالب علم دوبارہ پھر حضرت سے چھٹی کی درخواست کرتے تو حضرت نہ صرف یہ کہ ازراہ تعطف دوبارہ چھٹی عنایت فرما دیا

کرتے تھے بلکہ گھر آنے جانے کا کرایہ بھی دے دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ محذوم پور سے ایک فقیر صفت شخص آیا۔ اور اُس نے حضرت سے اِس ذات کا وظیفہ مانگا۔ حضرت نے محض ازراہ شفقت بلا تامل عنایت فرمادیا۔ حالانکہ ان معاملات میں لوگوں کا اپنے ہی خاص لوگوں کے لیے بھی بخیل ہونا بہت معروف امر ہے۔

حضرت اپنے کارکنان کے ساتھ شفقتِ پدری سے پیش آنے میں بہت حریص تھے۔ کارکنوں کی دلجوئی، دیکھ بھال، اُن کی تربیت، مقدمات کی پیروی، جیلوں میں انتظامِ ضروریاتِ شدیدہ، یہ سب کچھ حضرت خود اپنی نگرانی میں فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً شریف برادران کے بنائے ہوئے کیس میں ضروریاتِ حافظ عبدالوحید خفی اور دیگر کارکنان کو جیل میں بہم پہنچائی جاتی رہی۔ اسی طرح ”بھرپور“ نامی قصبہ والے کیس میں جملہ ۳۲ گرفتار شدگان کے لیے کھانا اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی اشیاء ۵، ۴، ۵ ماہ تک جیل میں پہنچائی جاتی رہیں۔

اِس ناکارہ کو بھی کافی عرصہ حضرت سے فیوض و برکات سیننے کا موقع ملا۔ حضرت کو انتہائی قریب سے دیکھا۔ عموماً ہوتا یہ ہے۔ کہ ”دور کے ڈھول سہانے“ کے مصداق کسی سے جتنا دور رہیں۔ دل میں اُس کی عزت و مقام اتنا ہی زیادہ راسخ رہتا ہے۔ لیکن جب قریب سے قریب تر آتے چلے جائیں یہ مقام و مرتبہ اس قدر کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن خدا گواہ ہے۔ کہ یہ ناکارہ حضرت کے جتنا قریب ہوا۔ حضرت کی شخصیت کو اتنا ہی زیادہ اعلیٰ و ارفع پایا۔

ایک مرتبہ حضرت بیان فرما رہے تھے۔ کہ بجلی چلی گئی۔ سخت گرمی تھی۔ میں نے چھپ چھپا کر حضرت کو پنکھا جھلنے کی کئی بار کوشش کی۔ لیکن حضرت نے منع فرمادیا۔ حضرت کی شفقت اس ناکارہ کے لیے سرمایہ افتخار ہے۔ یقیناً ہماری حیثیت حضرت جیسے کوہِ گراں کے مقابل ایک ذرہ کی سی ہے۔ بلکہ شاید بذاتِ خود یہ تقابل بھی حضرت کی شان میں گستاخی ہو۔ لیکن پھر بھی حضرت اس ناکارہ کی یہ حیثیت جانتے ہوئے بھی شفقت فرماتے رہے۔ مثلاً حضرت نے احقر کو اپنی مولفہ کتب ”مودودی مذہب“ اور ”علمی محاسبہ“ کی تصحیح اور نظر ثانی کا شرف بخشا۔ مجھ جیسے علم و عمل سے بے بہرہ کے لیے حضرت کا یہ اعتماد کسی قارونی سرمایہ سے کم نہیں۔ اِسی طرح حافظ عبدالوحید خفی صاحب کو لکھے گئے اپنے ایک مکتوبِ گرامی میں بھی حضرت نے شفقت بھرے انداز میں اِس ناکارہ کا ذکر فرماتے ہوئے اپنے اعتماد کا اظہار کیا۔

جب راقم چکوال میں موجود مرکزی دفتر میں خدمت پر مامور تھا۔ اس دوران اکثر یہ خیال گزرتا۔

کہ رات کو زیادہ دیر تک بیدار رہا جائے تاکہ اگر کام وغیرہ ہو یا فون آئے تو حضرت کو تکلیف نہ کرنی پڑے۔ لیکن حضرت مشفقانہ انداز میں رات کو جلدی سونے کا فرما دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ رمضان المبارک میں حضرت سے کراچی جانے کے لیے اجازت چاہی تو حضرت نے لکھ کر بھیجا۔ کہ فی الحال کراچی کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ لہذا ابھی سفر مت کریں۔ اور دوسری اہم بات یہ کہ رمضان میں سفر کرنا، رمضان کی برکات سے محرومی کا باعث بنے گا۔

ایک مرتبہ احقر نے حضرت سے ایک وظیفہ پوچھا حضرت نے بتا دیا میں نے درخواست کی کہ حضرت خود اپنے دست مبارک سے تحریر فرمادیجیے۔ تو حضرت نے باوجودیکہ سخت غلیل تھے خود اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر بھجوا دیا۔

چکوال میں اقامت کے دوران میں ایک مرتبہ میں اپنے بڑے بر خوردار ۱۲ سالہ محمد احسن کو اداکارہ سے اس غرض سے چکوال ساتھ لے آیا۔ کہ حضرت کی خدمت میں رہ کر گھر کے چھوٹے موٹے کام کر دیا کرے گا۔ اسی دوران عید کے موقع پر حضرت نے محمد احسن کو بوٹ اور کپڑے عطا فرمائے۔ میں نے درخواست کی۔ کہ حضرت بچے کو لانے کا مقصد محض خدمت تھا۔ اگر بچے کو یہ چیزیں دی گئیں تو اس کے دل میں کہیں لالچ پیدا نہ ہو جائے۔ تو حضرت نے انتہائی شفقت بھرے انداز میں ایک تحریر لکھ بھیجی کہ ”یہ لالچ کا ذریعہ نہیں بلکہ یہ بچوں کا حق ہے۔ جو انہیں ضرور ملنا چاہیے“

الحمد لله اس ناکارہ کو فخر ہے۔ کہ اس کی تین نسلوں نے حضرت کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی عطاء اللہ صاحب، میں خود اور میرا بیٹا ہم تینوں کو حاصل یہ شرف ہمارے خاندان کے لیے باعث افتخار ہے۔

غرض حضرت سے وابستہ بہت سی یادوں کے بے حساب انٹ نقوش دل و دماغ میں ثبت ہیں۔ لیکن اصل مقصد حضرت کی جامع الصفات والکمالات ہستی کا ذکر کر کے ان کی مسلکی، چنگی، ان کے زہد و ورع، للہیت، مصلحت ناپسندی، وکالت صحابہ اور حب اہلبیت وغیرہ جیسی مسنون صفات کو عمر بھر اپنے سینے سے لگائے رکھنے کی ترغیب دلانا ہے۔ دعا ہے قسام ازل ہمیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم۔

دل کی باتیں دل ہی میں رہ گئیں

☆ کچھ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب حسینی رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ حضرت قائد اہل سنت کے پرانے وفادار اور عقیدت مند تھے۔ موصوف حضرت اقدس رحمہ اللہ کے حوالہ سے اپنی یادداشتیں ترتیب رہے رہے تھے کہ وقت مقررہ آن پہنچا اور یوں.....

دل کی باتیں دل ہی میں رہ گئیں

حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور جنت الفردوس نصیب ہو..... [رشیدی]

قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کا سانحہ ارتحال عوام و خواص کے لیے ایک ناقابلِ حلانی نقصان ہے۔ دنیا ایک ولی کامل، مربی و رہنما سے محروم ہوگئی۔ بلاشبہ آپ اسلاف کا بہترین نمونہ تھے اور مرجع خلافت تھے۔ ہر خاص و عام علماء بھی آپ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ مسلکِ حقہ اہل سنت والجماعت کے لیے آپ ایک سند مانے جاتے تھے۔ چاروں طرف سے علماء تشریف لاتے اور اپنے اپنے اشکالات پیش کرتے لیکن حضرت نور اللہ مرقدہ کے سامنے خاموش ہو کر مطمئن ہو کر جاتے۔ بنیادی مسئلہ پر جس کا تعلق عقیدہ یا عمل سے تھا آپ گہری نظر رکھتے۔

حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی مفصل سوانح عمری تو اہل علم و اہل ذوق جو ہر فن میں ماہر ہو لکھے گا۔ یہ عاجز چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ پیش کر رہا ہے۔ ورنہ ۱۹۶۱ء سے لے کر ۲۰۰۴ء تک تقریباً ۴۳ سال حضرت نور اللہ مرقدہ کے دامن سے وابستہ رہا اگر سب واقعات لکھے جائیں تو ایک کتاب بنتی ہے۔ چند الفاظ لکھ کر اپنا نام حضرت نور اللہ مرقدہ کے خادمین میں لکھوانا چاہتا ہوں تاکہ قیامت میں حضرت نور اللہ مرقدہ کی خادمیت میں جگہ مل جائے اور نئی نسل حضرت نور اللہ مرقدہ سے استفادہ حاصل کر سکے۔

اور سینہ کی باتیں صفحہ قرطاس پر محفوظ ہو جائیں اور نئی نسل کے لیے دعوت و عمل کا کام دیں تاکہ اسلاف کے تذکرے اور ان کے واقعات ارشادات بعد والوں کے لیے اسوہ اور نمونہ بن سکیں۔

دین کے کام کو ترجیح

پچھلے سالوں میں جب شہر کے سیاسی حضرات نے یہ رائے قائم کی کہ احقر کو ہرنولی شہر کا ناظم بنایا جائے۔ احقر نے ان حضرات کو حضرت نور اللہ مرقدہ سے اجازت کی شرط لگائی کیونکہ مجھے حق یقین تھا کہ حضرت نور اللہ مرقدہ اجازت نہ دیں گے اور وہ حضرات کہتے تھے کہ ہم چند منٹوں میں حضرت نور اللہ مرقدہ کو قائل کر لیں گے وہ حضرات ایک پانچ رکنی وفد لے کر چکوال حضرت نور اللہ مرقدہ کے پاس پہنچے اور ایک صد افراد کے دستخط بھی لے کر گئے اور اپنے اپنے دلائل پیش کیے کہ اچھے لوگوں کو حکومت پہنچانا چاہیے وغیرہ۔ حضرت نور اللہ مرقدہ نے ایک گھنٹہ دلائل دے کر ان کو لا جواب کیا جس سے وہ واپسی پر حیران تھے کہ ہم نے حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کو قریب سے اب دیکھا ہے۔ یہ تو ہر لحاظ سے جامع مانع شخصیت ہیں اور نیز بندہ کی طرف ایک مکتوب بھی لکھا کیونکہ ان احباب کو حضرت نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں جب گئے تھے میں نے کہا تھا کہ حضرت نور اللہ مرقدہ سے لکھوا کر لا نا حضرت نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا.....

سلام سنون!

فیصلہ وہی ہے جو فون پر بتا دیا تھا یعنی (الکشن میں کھڑا نہیں ہونا) زیادہ آدمیوں کے دستخطوں کی وجہ سے فیصلہ نہیں بدلا جاسکتا یا مد رسہ رکھو اور مولوی محمد یعقوب صاحب کو حسب سابق دین مسلک کا کام کرنے دو یا مد رسہ بند کر دو اور مولوی صاحب کو ممبر بناؤ۔ بہتر ہوگا کہ کسی اور آدمی کو کھڑا کرو اور اس کے لیے کوشش کرو، یہ ممبری وغیرہ کچھ نہیں پہلے ممبروں کا حال کیا ہوا۔ سیاست تو بدلتی رہتی ہے۔ ممبری تو معمولی ہے حکومتوں کا بھی حشر کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اتباع سنت اور مسلک حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۹/ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

ہر پہلو پر نظر اور دین کو ہر بات پر مقدم کرنے کے حوالہ سے میں نے یہ ایک واقعہ لکھا ہے۔

حضرت کی کرامت

جب بندہ نے ۱۹۶۱ء میں ایم بی ہائی سکول کلورکوٹ سے میٹرک پاس کیا اور ۱۹۶۳ء میں چکوال داخلہ کے لیے گیا تو اس وقت کنبہ کے تمام افراد اور شہر کے معززین اور والدین سمیت سب اس عاجز سے سخت ناراض تھے۔ میں چھپ کر بغیر اجازت کے گھر سے نکلا اور حضرت نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں مدنی جامع مسجد چکوال میں پہنچا اور اپنے سارے حالات بتلائے تو حضرت نور اللہ مرقدہ نے شفقت کا ہاتھ اس ناکارہ پر رکھا اور فرمایا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ علم دین سیکھنے کے لیے اٹھے ہیں، اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔ سب راضی ہو جائیں گے۔ جب دو ماہ کے بعد عید الاضحیٰ کی چھیوں پر بندہ نے گھر آنے سے انکار کیا کہ گھر والے روک لیں گے اور پڑھنے نہ دیں گے۔ حضرت نور اللہ مرقدہ نے حکم کرایہ دے کر فرمایا کہ آپ گھر جائیں سب راضی ہو جائیں گے۔ ایسا ہی ہوا کہ مع والد گھر کے سب افراد راضی ہو گئے اور چھیوں کے بعد سب نے خوشی سے پڑھنے کی اجازت دی یہ میرے حضرت نور اللہ مرقدہ کی کھلی کرامت تھی۔

مذہبی غیرت و حمیت

ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہ مشن میں اتنے مضبوط اور ٹھوس تھے کہ اپنے متعلقین کا غیر مذہب والوں کے پاس پڑھنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ آج ہمارے اندر یہ بڑی کمزوری ہے کہ ہم ظاہری سطح پر پڑھائی دیکھتے ہوئے اپنے بچوں کو داخل کرا دیتے ہیں۔ پڑھائی تو ہو جاتی ہے لیکن عقیدہ نہیں بنتا اور اس کا بڑا نقصان ہوتا ہے۔ اگر عقیدہ بن جائے علم کم بھی ہو تو کامیابی ہے اس پر ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہ کی بڑی نظر ہوا کرتی تھی۔

۱۹۶۶ء میں جب یہ عاجز ناکارہ چکوال امتحان دے کر فارغ ہوا تو راولپنڈی مولانا غلام اللہ خان کے پاس دورہ تفسیر کی اجازت طلب کی۔ کیونکہ طلباء میں راولپنڈی کی تفسیر کا بڑا چرچا تھا لیکن حضرت نور اللہ مرقدہ نے منع فرما دیا اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت درخواسی نور اللہ مرقدہ کے پاس جانے کا فرمایا۔ ساتھ ساتھ سفارش نامہ بھی لکھا۔ یہ عاجز ناکارہ مخزن العلوم پہنچا سفارش نامہ دکھلایا، حضرت درخواسی نور اللہ مرقدہ نے فوراً داخل کر لیا اور شفقت فرمائی کیونکہ جہلم و چکوال سے جو طلباء دورہ تفسیر کے لیے جاتے حضرت درخواسی ان سے بڑی محبت فرماتے۔ یہ صرف حضرت جہلمی نور اللہ مرقدہ اور حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ سے تسلی کی بنا پر تھا اور یہ دونوں حضرات بھی حضرت درخواسی نور اللہ مرقدہ

سے بڑی محبت و احترام کرتے تھے۔ اس طریقہ سے حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ سے مجھے ایک فتہ سے بچایا۔

حضرت کی سرپرستی

۱۹۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی گئی، حضرت نور اللہ مرقدہ کچھ وجوہات کی بنا پر جس کا تذکرہ دوسرے حضرات کریں گے۔ جمعیت علماء اسلام سے علیحدہ ہو گئے اور ان دنوں میں حضرت نور اللہ مرقدہ نے جامعہ حنفیہ اشرف العلوم ہرنولی میں اس عاجز کو کام کرنے کا حکم دیا۔ نئے سرے سے بنیاد رکھی گئی۔ حضرت نور اللہ مرقدہ خود سرپرست مقرر ہوئے دورہ حدیث نہ ہونے کی وجہ سے حکم فرمایا۔ مقصد دین کا کام کرنا ہے۔ اللہ رب العزت موقع دیتا ہے۔ دورہ حدیث بھی ہو جائے گا۔ ۱۹۶۵ء میں ہرنولی کی مرکزی عید گاہ میں عید پڑھانے کا موقع اللہ رب العزت سے حضرت نور اللہ مرقدہ کی دعا سے دیا۔ اب تک بفضلہ تعالیٰ عید گاہ خطابت اس عاجز نا کارہ کے ذمہ ہے۔

پھر اللہ رب العزت کے فضل اور حضرت نور اللہ مرقدہ کی دعا سے دورہ حدیث بھی ہوا۔ وفاق المدارس کا امتحان بھی ہوا اور اب تک جامعہ حنفیہ اشرف العلوم کا انتظام و اہتمام و خادیت اس عاجز کے ذمہ ہے۔ جب بھی کوئی حالات و واقعات پیش ہوئے۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کی طرف رجوع کیا۔ مشورہ لیا، دعا کرائی اور وظیفہ حاصل کیا۔ مشکل سے مشکل کام بفضلہ تعالیٰ حل ہو گیا۔ یہ حضرت نور اللہ مرقدہ کی دعا کا اثر اور کرامات ہیں۔

آہ! دل کی باتیں دل ہی میں رہ گئیں

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے فرمایا.....

سنی علمائے اسلام خواہ کسی جمعیۃ اور جماعت سے تعلق رکھتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ مروجہ جمہوریت کے تصور سے بالاتر ہو کر اسلامی نظام حکومت کے لیے جدوجہد کریں اور وہ کتاب و سنت کے ساتھ قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کی پیروی کی بھی قوم کی دعوت دیں اور اسی بنیاد پر سیاسی میدان میں قدم رکھیں۔ [ماہنامہ حق چار یاڑ میں ۹ دسمبر ۱۹۹۱ء]

محبتوں کا تاج محل

کچھ مولانا محمد الیاس صاحب کھن ☆

سمجھ میں نہیں آ رہا، انہیں کیا کہہ کر مخاطب کروں۔ بلاشبہ وہ دین کا درد سینے میں لیے مسلم نوجوانوں کے سر پرست تھے۔ بے شک وہ گناہوں میں ڈوبے ہوؤں کے لیے رشد و ہدایت کا روشن مینارہ تھے، بلا ریب وہ اس راہ کا سنگ میل تھے جسے محبوب حقیقی کا قصد کیے ہوئے راہروان باصفاطے کیے جا رہے ہیں، یقیناً وہ اس دور کے وہ چراغ مصطفویؑ تھے جو ازل سے تا امر دزشرار بولہبی سے ستیزہ کار رہا ہے، ماننا ہوں وہ تقدیس مذہب و ملت کے لیے ہر دور میں جبر کی آندھیوں کے سامنے استقامت کا وہ کوہِ گراں بن کر رہے کہ بڑے سے بڑا جابر وقت ان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتا گیا، کون سا فتنہ ہے جس کے آگے انہوں نے سدِ سکندری کھڑی نہ کی، مگر یہ تو آپ کی شخصیت کے وہ پہلو ہیں کہ اعداء کو بھی ان کے اقرار سے مفر نہیں، میرے لیے وہ ان سب سے بڑھ کر ایک شفیق ترین باپ بھی تھے اور مخلص ترین مربی بھی۔ انہوں نے میرا ہاتھ اس وقت تھاما، جب سب اپنے بھی ہاتھ چھڑا لیتے ہیں اور پرانے تعلق اور دیرینہ رفاقتوں والے نام تک بھول جاتے ہیں، جیسے مٹی کے تیل میں مٹی کا نام تک نہیں ہوتا۔

۱۹۹۶ء میں جب مجھے کشنر سرگودھا، آنجمانی جمل عباس کے جھوٹے مقدمہ قتل میں بلوٹ کیا گیا تو حضرت بیٹھ ہی تھے جو آگے آئے اور مجھ پر اتنی شفقت فرمائی کہ شاید کوئی سگا باپ بھی نہ کر سکے۔ میرا ایمان ہے کہ اس کیس سے (بظاہر عالم اسباب میں ناممکن) باعزت رہائی میں میرے مالک کریم کے لطف و کرم کے ساتھ ساتھ حضرت قاضی صاحب بیٹھنے کی مربیانہ توجہات اور پدرانہ بے لوث کاوشوں اور آپ بیٹھنے کے نالہ ہائے نیم شب کا بھی دخل ہے۔

☆ سرپرست مرکز اہل سنت و جماعت ۸۷ جنوبی لاہور روڈ، سرگودھا

یہاں پر ملحوظ رہے کہ اس کیس میں میری نامزدگی، گرفتاری اور بعد ازاں رہائی تک حضرت بیٹے سے بالمشافہ یا ٹیلی فونک ملاقات تک نہ تھی۔ صرف غائبانہ تعارف تھا۔ دوم یہ کہ ہر چند میرا کبھی بھی سپاہ سحابہ کے ساتھ جماعتی تعلق نہیں رہا مگر یہ کیس بوجہ سپاہ سحابہ کے حوالے سے ہی تھا اور سپاہ والوں کے خدام اہل سنت سے صرف تنظیمی اور تربیتی (نہ کہ نظریاتی) اختلاف کے باوجود، اس پر آشوب دور میں بھی حضرت بیٹے نے جس انداز میں میرے ساتھ تعاون فرمایا، باوجودیکہ یہ تمام معاملات مابینی و بینہ دین و اللہ ہیں، مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ حضرت بیٹے کے بعد ان کی کوئی مثال نظر نہیں پڑتی۔

۲۰۰۲ء میں جیل سے رہائی کے بعد جب میں پہلی مرتبہ حضرت بیٹے کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ بغیر اطلاع دیے اور بغیر وقت لیے ہی حضرت بیٹے کے ہاں جا پہنچا۔ ناظم دفتر عبدالوحید خفی سے عرض مدعا کیا۔ انہوں نے جب حضرت بیٹے کو اطلاع کی تو حضرت بیٹے نے فوراً شرف بازیابی بخشا، بڑی دیر تک محبت سے گفتگو فرماتے رہے اور جب تک میں خود نہ اٹھا حضرت بیٹے نے چلے جانے کا اشارہ تک نہ فرمایا۔

حضرت کی ان محبتوں اور شفقتوں کو نہ صرف دنیا میں اپنے لیے مایہ صد افتخار سمجھتا ہوں بلکہ "لَاؤْ لَنُکَ مَعَ الدِّینِ" کے پیش نظر حشر میں بھی نجات دائمی کا سبب گردانتا ہوں۔ بلاشبہ حضرت بیٹے سے فیض کے اتنے چشمے پھوٹے کہ شاید ہمالہ کے سلسلہ ہائے کوہ سے اتنے رواں نہ ہوئے ہوں گے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت بیٹے کے صاحبزادے مولانا ظہورالحسین دامت برکاتہم مرکزی امیر خدام اہل سنت والجماعت کی حفاظت فرمائیں اور انہیں حضرت بیٹے کے نقش قدم پر چلاتے ہوئے "وَالدِّینِ اٰمَنُوا وَالْجَنَّةُ ذَرِیَّتُهُمْ بِاٰیْمَانِ الْحَقِّ اَبَهُمْ ذَرِیَّتُهُمْ" کا مصداق بنادیں۔ آمین آخر میں پھر کہوں گا کہ جہاں میری عقیدتوں کا محور میرے حضرت بیٹے تھے، اُس سے کہیں فزوں تر وہ میری محبتوں کا تاج محل تھے۔

وَالنَّاسُ فِیْمَا یَعْبِقُونَ مَذَہَبِ



اعلیٰ روحانی نسبتوں کے حامل

☆ کچھ مولانا محمد زاہد صاحب

بہت بچپن کی بات ہے میں نے اپنے گھر میں ”آفتاب ہدایت“ نامی ایک کتاب دیکھی تھی، اس کتاب میں اہل رفض کے ساتھ اختلافی مسائل میں اہل السنۃ والجماعت کا نقطہ نظر بڑے مدلل انداز میں بیان کیا گیا تھا۔ اسلوب بیان طعن و دشنام آمیز کی بجائے ناصحانہ تھا، زبان و بیان میں وضوح اور سادگی تھی اس زمانے میں اس کتاب اور اس کے مصنف سے ایک خاص لگاؤ پیدا ہو گیا تھا، جب مزید کچھ شعور بڑھا تو ایک بزرگ شخصیت یادگار سلف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کا نام نامی کانوں میں پڑنے لگا اور پتہ چلا کہ ردِ رفض اور عظمتِ صحابہؓ آپ کا خاص موضوع ہے اور یہ کہ مذکور کتاب موصوف کے والد گرامی کی ہے، یہ حضرت قاضی صاحبؒ سے راقم الحروف کی ابتدائی غائبانہ شناسائی تھی۔

حضرت قاضی صاحبؒ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید اور خلیفہ مجاز تھے، آپ کو اخلاص و للہیت اور غیرت و حمیت اپنے علمی و روحانی شیخ سے ورثے میں ملی تھی چنانچہ کئی مرتبہ کلمہ حق کہنے کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اس طرح اپنے شیخ کی طرح سنت یوسفی پر عمل پیرا ہونے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ عظمتِ صحابہؓ خلفاء راشدینؓ و اہل بیتؓ کے بیان و اشاعت میں گزرا، شیعہ اور سنی مسلک صدیوں سے موجود ہیں، ان میں اگرچہ صرف عملی اور جزوی اختلافات نہیں بلکہ اصولی اختلافات ہیں، تاہم کسی بھی مسلک کو بالکل ختم نہیں کیا جاسکتا، دو کام ایسے ہیں اگر ان پر صحیح معنی میں عمل ہو جائے تو ان اختلافات کے باوجود دونوں مسلک بٹائے باہمی کے انداز میں رہ سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ ہر مسلک کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت ہو، لیکن یہ عبادت راستوں اور چوراہوں کی بجائے عبادت خانوں میں ہی ہو اور دوسرا یہ کہ ایک دوسرے کے

بزرگوں اور اسلاف کے بارے میں سب دشم اور توہین آمیز انداز بیان سے گریز کیا جائے۔ اہل بیتؑ کی محبت و عظمت بھی اسی طرح ہمارے ایمان کا جزو ہے جیسے دیگر صحابہ کرام، خلفاء راشدین اور امہات المؤمنینؑ کی، اس لئے کوئی سنی اہل بیتؑ کے بارے میں کوئی نازیبا بات کہنے کا تصور نہیں کر سکتا، دوسرا فریق بھی اس معاملے میں احتیاط کا پہلو اختیار کر لے۔ یہ دو کام اگر ہو جائیں تو دونوں مسلکوں کے درمیان شدید تنازعات کا جو سلسلہ ہمارے ملک میں چلتا رہتا ہے اس سے کافی حد تک بچاؤ ہو سکتا ہے۔ حضرت قاضی صاحب قدس اللہ سرہ نے رافضیت کے بارے میں عملی جدوجہد کو غیر ضروری جذباتی نعروں اور ملکی سطح کے فرقہ وارانہ ہیجان و قتل و غارت گری تک نہیں پہنچنے دیا۔

ایسا دینی کام جس میں کسی غلط نقطہ نظر کی تردید بھی کرنا پڑے اس میں عموماً تین قسم کی بے اعتدالیاں ہو جاتی ہیں، ایک تو یہ کہ کسی خاص گروہ یا مسلک کے خلاف طبیعت میں ایسی ضد پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے خلاف جو بات بھی کی جائے درست معلوم ہوتی ہے خواہ وہ خود اپنے اسلاف کے نقطہ نظر کے خلاف کیوں نہ ہو، دوسرے یہ کہ اس طرح کی محنت کو، خواہ کتنا ہی خلوص کے ساتھ ہو، ایسا رنگ دے دیا جاتا ہے جس سے ہلاکلا اور شور شرابا تو خوب ہوتا ہے لیکن آخر میں جب نفع و نقصان کا حساب کرنے بیٹھیں تو پتہ چلتا ہے کہ اتنی محنت و قربانی کے باوجود کچھ حاصل نہیں کر پائے، تیسرے بعض لوگوں کو غیر ضروری ”مصلحت پسندی“ کا عارضہ لاحق ہو جایا کرتا ہے حضرت قاضی صاحبؒ کی جدوجہد بظاہر ان تینوں بے اعتدالیوں سے مبرا تھی۔

آپ نے عمر کا زیادہ حصہ اگرچہ زیادہ تر رفض و تشیع کی تردید میں صرف کیا، لیکن آپ کی اس ساری سعی و کوشش کی عمارت محض ایک فرقے سے نفرت کے منفی جذبے پر استوار نہیں تھی بلکہ اس کی جڑیں صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدین، امہات المؤمنین، اہل بیتؑ کی محبت اور اہل سنت و الجماعت کے متواتر عقیدے کے ساتھ بے پناہ لگاؤ اور تعلق سے پھوٹی تھیں، آپ کو کسی سے نفرت و بغض بھی تھا تو اس کا نشا بھی یہی محبت تھی، اس لئے آپ کے ہاں ایسا نہیں تھا کہ رافضیت کے خلاف جو بات بھی کہی جائے اسے خوش آمدید کہا جائے۔ بلکہ آپ ہر ایسی بات کو قرآن و سنت اور عقیدہ سلف کی کسوٹی پر پرکھتے تھے، اگر وہ بات اس معیار پر پوری نہ اترتی، اگرچہ وہ رافضیت کی رد سے جذبے سے کہی گئی ہوتی آپ صرف یہ نہیں کہ اسے قبول نہ فرماتے بلکہ اس کی مکمل و مدلل تردید فرماتے، اس لئے کہ آپ کا مطمح نظر محض کسی فرقے کی تردید کی بجائے وہ صراط مستقیم اور راہ اعتدال تھی جس پر امت کا سوا اہم عظیم عبد رسالت

نائب ﷺ سے آج تک چلا آ رہا ہے، اس راہ امتدال سے اگر Raffiہ کی تردید بنتی ہے تو وہ بھی اسی طرح غلط ہے جس طرح خود Raffiہ۔ چنانچہ جب بعض حضرات کی طرف سے ایسی تحریریں سامنے آئیں جن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا وہ مقام و مرتبہ سامنے نہیں آ رہا تھا جس کا سودا اعظم قائل رہا ہے تو اگرچہ وہ تحریریں اپنے ہی مسلک کے حضرات کی تھیں پھر بھی آپ نے ان کی تردید پر پورا زور تحقیق و بیان صرف فرمایا۔

اسی طرح آپ میں بے جا ”مصلحت پسندی“ نام کی کوئی چیز نہیں تھی، اس لئے جس سے بھی جو بات ایسی سرزد ہوتی جسے آپ خلاف حق یا خلاف صواب سمجھتے، کہنے والا اپنا ہوتا یا پرایا، اس پر بے لاگ تبصرہ فرماتے، چنانچہ آپ کی سرپرستی میں نکلنے والا ماہنامہ ”حق چار یا پانچ“ اسی مقصد کے لیے وقف تھا، ہو سکتا ہے کہ بعض مواقع پر بعض اہل فکر کو آپ کے اسلوب سے اختلاف بھی ہو جاتا ہو لیکن اس بات کی گواہی شاید آپ کے کٹر مخالف بھی دینے پر مجبور ہوں گے کہ آپ کے قول اور ضمیر میں فاصلہ نہیں تھا، آپ نے جو کچھ کہا اور لکھا وہ اپنے ضمیر کی آواز پر کہا اور لکھا، اس میں کسی ذاتی مفاد کا کوئی عنصر نہیں تھا۔

حضرت قاضی صاحبؒ کی وفات سے صرف بہت بڑا خلاء پیدا نہیں ہوا بلکہ ایک عہد کا خاتمہ ہوا ہے، آپ پاکستان میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے غالباً آخری خلیفہ تھے، ایسے لوگوں کا وجود اب عنقا ہوتا چلا جا رہا ہے جو باطل نظریات کے خلاف سینہ سپر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ روحانی نسبتوں کے حامل اور ذوق و ذکر و عبادت سے آشنا ہوں۔ جن کی ذاتی زندگی اتباع سنت، اخلاص و للہیت، رجوع و اثابت الی اللہ، اخلاقی نبوت میں بزرگان سلف کا نمونہ ہو، بہر حال حق تعالیٰ ہر نعمت کا بدل پیدا کرنے پر قادر ہیں، ان کی رحمت سے کبھی مایوس بھی نہیں ہونا چاہیے۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک دعا تعلیم فرمائی ہے، ”اذا اردت بقوم فتنة فتوفى اليك غير مفتون“ یعنی اے اللہ جب کسی قوم پر آپ فتنة نازل کرنے والے ہوں تو مجھے فتنة میں ڈالے بغیر ہی اپنے پاس بلا لیتا، جب بھی کسی بزرگ شخصیت کا انتقال ہوتا ہے تو ڈر سا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ان کے حق میں کہیں یہ دعا قبول نہ ہو گئی ہو اور کہیں ان کی وفات کسی طرح کے فتنة کا پیش خیمہ نہ ہو، آج کل جس طرح ملک کا وقار، سالمیت اور اس کے اہم مفادات و اثاثے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اس کے پیش نظر بہت کثرت اور تضرع کے ساتھ دعا کی ضرورت ہے ”اللهم لا تجعلنا أجرة ولا تفتنا بعده“

حق تعالیٰ حضرتؒ کی مساعی و حسنات کو قبول فرمائیں اور سینات سے درگزر کر کے کر وٹ کر وٹ قبر میں آرام و راحت نصیب فرمائیں۔ [بشکریہ ماہنامہ الصیاء، لاہور]

علم و عمل کا مجسم نمونہ

☆ کھ مولانا عبد القیوم حقانی ☆

ممتاز عالم دین، یادگار اسلاف، وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ اجل حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ بھی ۲۶ جنوری کی صبح کو چکوال میں انتقال فرما گئے۔

انا لله وانا الیہ راجعون

حضرت قاضی صاحب صبر و رضا کے پیکر اور علم و عمل کا مجسم نمونہ تھے۔ انہوں نے پوری زندگی قرآن و سنت کی تدریس، تبلیغ اور اعلائے کلمۃ الحق میں گزاری۔ وہ یقیناً اپنے اسلاف کا نمونہ تھے۔ وہ اسلاف جن کا شمار ہندوستان کی تاریخ میں ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ جن کے دم قدم سے قافلہ اہل جنوں ہر دور میں دین حقہ کا علم بردار بن کر طاغوتی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما رہا اور جو روح جفا کی انتہا جن کے پائے استقلال میں کبھی لغزش پیدا نہ کر سکی۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ مجھ گناہ گار کا بھی طویل عرصہ تک تعلق رہا۔ کون سا واقعہ بیان کروں اور کسے فراموش کروں کہ ہر واقعہ ان کی عظمت کی بین دلیل ہے۔ گو میں نے باضابطہ طور پر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ سے کوئی کتاب نہیں پڑھی، مجھے ان سے تلمذ کی نسبت حاصل نہیں رہی، لیکن میں نے آغاز تدریس و تحریر اور افتاء کا کام ان کے زیر سایہ کیا۔

مجھے ان کی علمی زندگی سے مسلسل جو درس ملتا رہا۔ شاید اس کی تفصیل کے لیے ایک مستقل کتاب ہی کی ضرورت ہو، ان کا اخلاص، جو دو کرم، نظر کی غیر معمولی بلندی، اصغر نوازی اور مہربانیاں میری زندگی کے روشن چراغ ہیں۔ اب بھی تنہائی میں جب ان کے حسن سلوک اور ان کی ہمت افزائیوں کے واقعات سوچتا ہوں، تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجھ گناہ گار سے جو دینی خدمت ہو رہی ہے۔ وہ محض والدہ مرحومہ کی دعاؤں اپنے اکابر، اساتذہ و مشائخ اور حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے فیض نظر کا صدقہ ہے۔ ایک

دفعہ فرمایا تھائی صاحب! میں نے سنا ہے کہ تم لکھنے پڑھنے کا خاص ذوق رکھتے ہو، مضمون لکھا کرو، حیران تھا کہ حضرت تک یہ اطلاع کس نے پہنچائی ہے۔ تسلیم کے سوا چارہ ہی کیا تھا، تو میں نے تحریری زندگی کی بسم اللہ حضرت کے حکم پر ایک مضمون بعنوان ”طلاق ثلاثہ“ لکھا۔ حضرت نے فرمایا آغاز کار طلاق ثلاثہ سے کوئی نیک فال نہیں ہے، ”خلافت راشدہ“ پر لکھو۔ چنانچہ خلافت راشدہ پر لکھا، جو ماہنامہ الحق میں شائع ہوا۔ خود حضرت قاضی صاحب نے اپنی قلم سے تصحیح فرمائی، پھر طلاق ثلاثہ والا مضمون بھی روزنامہ جنگ اور پھر ماہنامہ الحق میں بھی شائع ہوا۔

یہی پہلے مقالے تھے، جو حضرت قاضی صاحب کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں لکھے گئے، پھر تحریر کے ساتھ ایسا رشتہ قائم ہوا کہ آج الحمد للہ گناہ گار کی ۵۶ سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں۔ اور ایڈیشن ایڈیشن بحمد اللہ نکل چکے ہیں۔ احقر دو سال تک قاضی صاحب کی مدنی مسجد میں درس و تدریس کے علاوہ حضرت کی عدم موجودگی میں جمعہ کی خطابات، جمعرات کا درس اور حضرت کی معیت میں ضلع بھر کے چھوٹے بڑے اجتماعات سے خطاب بھی کرتا رہا اور حضرت کی توجہ سے بھرپور تربیت حاصل ہوتی رہی۔ حضرت قاضی صاحب کی زندگی کا سب سے اہم کام اپنے اکابر کے عقیدے کی ترویج و اشاعت، ناموس صحابہ اور حق کا دفاع تھا، جو انہوں نے انتہائی مشکل اور نامساعد حالات میں بھی بڑی کامیابی کے ساتھ سرانجام دیا۔ انہوں نے ہر تکلیف برداشت کی۔ ہر غم اپنایا، اپنوں کی ناراضگی بھی برداشت کی، لیکن فروغ حق کے مشن اور صحیح عقیدے پر آج نہیں آنے دی۔ خصوصاً صحابہ کرام کی شان کے خلاف چلنے والی زبان اور قلم کو انہوں نے لگام ڈالی۔

وہ جانتے تھے کہ نبوت اور امت کے درمیان وسیلہ اور رابطہ صحابہؓ ہی کی جماعت ہے، اگر یہی جماعت مشکوک قرار دے دی گئی تو نبوت کی ساری عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔ انہوں نے اپنے لئے خود ایک مشکل راہ جن لی تھی اور بڑے حوصلہ کے ساتھ ساری زندگی اس راہ پر چلتے رہے۔ فقر و غربت کے باوجود سخاوت ان کا طرہ امتیاز رہا۔ علماء اور طلبہ علوم نبوت کے قدردان تھے۔ سیاسی زعماء اور بڑے بڑے لیڈروں سے ہمیشہ بے اشتناکی برتی۔ میں نے ایک دفعہ انہیں اپنے علاقے کی دعوت دی، جو انہوں نے فوراً قبول فرمائی۔ ہم اسٹھے ڈیرہ اسماعیل خان کلاچی، چودھوان اور کئی مروت گئے۔ ہفتے بھر کا یہ سفر اور اس کے تجربات و مشاہدات میرے لیے بالکل نیا تجربہ تھا۔ حضرت کا کھانا پینا بہت معمولی ہوتا تھا۔

یہ غالباً اپریل ۱۹۸۰ء کا زمانہ تھا۔ حضرت مولانا عبداللطیف جملی بھی شریک سفر تھے۔ دن کہیں

رات کہیں چھوٹی چھوٹی بستیوں میں قیام رہتا۔ وعظ کی مجلس منعقد ہوتیں۔ میں نے ان کی تقریریں سنیں، ان کی تحریریں پڑھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے انتہائی فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی۔ ان کی زندگی ایک کھلی داستان ہے، جو بیان کی جائے تو صفات نہیں کتابیں بھی تحمل نہیں۔ حضرت قاضی صاحب جیسے لوگ صرف پیدا ہوتے ہیں، مرتے نہیں کیونکہ ان کا مشن موقوف، کردار، قربانی و ایثار اور عمل سے بھرپور زندگی انہیں زندہ رکھتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان کی زندگی کے روشن نقوش سے اپنے مستقبل کا تعین کریں۔ اللہ کریم حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ان کے درجات بلند فرمائے، سینات سے درگزر فرمائے۔

[بشکریہ ماہنامہ القاسم، نوشہرہ]



جنگِ جمل و صفین میں اہل سنت کا عقیدہ

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

جمہور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ جنگِ جمل و صفین میں قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ حق و صواب پر تھے اور کوفہ میں ثانی حضرت معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی بوجہ مجتہد صحابی ہونے کے حق کے دائرہ میں تھی لیکن اس قضیہ میں ان سے اجتہادی غلطی ہو گئی اور اجتہادی غلطی قابلِ مذمت امر نہیں ہے کیونکہ اس پر حسبِ حدیث نبوی ﷺ ایک اجر

ملتا ہے۔ [کشف خاریت ص ۱۸]

فنائی الصحابہ اور فنائی الشیخ رحمۃ اللہ علیہ

کچھ مولانا قاری محمد اسحاق صاحب ☆

بندہ کو ۱۹۸۸ء میں شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مرجع الخلاف حضرت اقدس مولانا محمد اسعد صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے ڈیڑھ دو سال بعد حضرت اقدس لاہور جامعہ مدنیہ تشریف لائے۔ بندہ زیارت و ملاقات کے لیے حاضر ہوا، اپنے حالات بتائے۔ حضرت اقدس نے حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا فرمایا۔ بندہ حضرت کے حکم کے مطابق سال میں تین چار مرتبہ حاضر ہوتا رہا۔ حضرت اقدس قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ بہت خوشی کا اظہار فرماتے اور ہمیشہ شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے۔ اس وقت حضرت قاضی سے متعلق دو باتیں ذہن میں آ رہی ہیں کہ حضرت قاضی صاحب فنائی الصحابہ رحمۃ اللہ علیہ اور فنائی الشیخ تھے۔ جو حضرات حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہیں۔ انہوں نے یہ دیکھا اور محسوس کیا ہوگا کہ مسجد اور دفتر وغیرہ میں جہاں صحابہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھے ہوئے چارٹ چسپاں ہیں۔ ساتھ ہی شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے چارٹ بھی چسپاں ہیں۔ بندہ جب پہلی مرتبہ حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اپنے معمولات کے متعلق عرض کیا تو اس پر پابندی اور محنت کا فرمایا۔

صحابہ رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق حضرت قاضی صاحب کا مختصر سا فرمان ”جو صحابہ رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں وہ ہمارا نہیں۔ جو صحابہ رحمۃ اللہ علیہ کا دشمن، ہمارا دشمن ہے“ صحابہ ہمیں فنائیت کا پتا دیتا ہے۔

صحابہ رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ماہانہ رسالہ کا نام حق چار یا رحمۃ اللہ علیہ تجویز فرمایا۔ تحریر و تقریر میں صحابہ کرام کا دفاع مقصد ہوتا، آپ کی خصوصیت ہے کہ بیک وقت رافضیت اور خارجیت کے خلاف کام کیا اور کسی موقع پر بھی کسی ایسی شخصیت کا سہارا نہیں لیا جس کا کسی طرح بھی کسی باطل تحریک و جماعت سے تعلق ہو۔

صحابہؓ سے عقیدت کی انتہا

۲۰۰۲ء اپریل میں ”خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس“ پشاور میں ہوئی۔ اس میں شرکت کے لیے بندہ حضرت مولانا رشید میاں صاحب زید مجدہم کی محبت کی بدولت قافلہ مدنی میں شامل ہو گیا۔ جو اس کانفرنس کے روح رواں مخدوم العلماء حضرت اقدس مولانا اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم کی قیادت میں روانہ ہوا۔ جہاز سے جانا تھا ایئر پورٹ پہنچ کر معلوم ہوا پشاور جانے والی پرواز منسوخ ہے۔ حق تعالیٰ محترم رشید میاں صاحب کو اپنی شایان شان جزاء خیر نصیب فرمادیں۔ پرواز منسوخ ہونے پر پھر کوشش کی کہ دو گاڑی والوں کو تیار کیا جائے جو اس قافلہ کو پشاور لے جائے۔ جب بائی روڈ جانا طے ہوا تو حضرت اقدس نے رشید میاں کو کہا کہ حضرت قاضی صاحب سے بھی ملتے جائیں۔ رشید میاں نے کہا ٹھیک ہے۔ ایک دو ساتھیوں نے کہا کہ حالات ٹھیک نہیں اس پر حضرت نے فرمایا کہ اگر امکانی باتوں کو دیکھنا ہوتا تو پاکستان میں کیوں آتے۔ عشاء کے قریب روانگی ہوئی۔ چکوال کے قریب والے انٹر چنج کلر کبار سے باہر نکلے تو حضرت قاضی صاحب کے سنی خدام فورس والے حضرت اقدس کے استقبال کے لیے جھنڈے لیے موجود تھے۔ وہ حضرت والا کی گاڑی کے آگے چلتے رہے۔ کچھ دیر میں مدنی مسجد پہنچے تو حضرت قاضی صاحب بھی مسجد کے ساتھ والے مدرسہ کے صحن میں انتظار فرما رہے تھے۔ کرسی پر بیٹھے تھے۔ حضرت والا کی آمد پر کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ ملنے ملانے کے بعد حضرت نے حضرت قاضی صاحب سے فرمایا کہ ابھی ہمیں عشاء پڑھنی ہے۔ حضرت اور خدام نے وضو کیا۔ عشاء پڑھی بیٹھک میں حضرت قاضی صاحب دسترخوان لگائے حضرت کا انتظار فرما رہے تھے۔ حضرت نے کھانا شروع فرمایا، باتیں بھی ہوتی رہیں۔ اس وقت ایک بات تو یہ دیکھنے کی تھی کہ دونوں ایک دوسرے پر فدا ہوئے جا رہے ہیں۔ حال احوال ہونے کے بعد حضرت قاضی صاحب نے حضرت اسعد مدنی سے فرمایا کہ اس کانفرنس کے بڑے آپ ہیں۔ اس کانفرنس میں قاضی حسین احمد صاحب آ رہا ہے۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمن ہیں۔ ہمارا اس سے کیا تعلق آپ ان کو سمجھائیں ایک صاحب اخبار لیے بیٹھے تھے۔ انہوں نے قاضی حسین احمد والی خبر پڑھ کر سنائی۔ اس پر حضرت نے فرمایا وہ تو آج ہو کر چلے گئے۔ اب کہنے سے کیا ہوگا۔ پھر حضرت اسعد مدنی نے حضرت قاضی صاحب سے فرمایا کہ آپ نے مودودی سے متعلق جو کتاب لکھی ہے وہ اگر ہوں تو دو چار دیدیں۔ دیکھیں ایسے موقع پر حضرت قاضی صاحب نے دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق بات کہہ دی۔ یہ عقیدت کی انتہا نہیں تو کیا ہے؟

باطل پر گرفت اور گہری نظر تھی

حضرت اقدس مولانا حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ بہتم نباۃ مدنیہ لاہور غلیفہ مجاز شیخ العرب
والعجم شیخ الاسلام حضرت مدنی کی خدمت میں بندہ حاضر ہوا۔ حضرت مولانا حامد میاں صاحب بیٹے
فرمایا کہ قاضی حسین احمد آئے تھے۔ حضرت مولانا حامد میاں صاحب بیٹے سے ان عبارات کا ذکر کیا جو
مودودی صاحب نے صحابہ مجید کے متعلق غلط تحریر کی ہیں تو قاضی صاحب نے کہا کہ ہمیں ان غلط
عبارات سے اتفاق نہیں جب قاضی حسین احمد صاحب چلے گئے تو حضرت مولانا حامد میاں صاحب بیٹے
نے حضرت قاضی مظہر حسین صاحب سے رابطہ کیا اور قاضی حسین احمد صاحب سے جو بات ہوئی۔ اس کا
ذکر کیا تو حضرت قاضی مظہر حسین صاحب نے فرمایا کہ قاضی حسین احمد صاحب سے یہ بات تحریر کراتے،
اگر وہ تحریر کر دیتا پھر پتہ چلتا کہ وہ اپنی بات میں سچا ہے یا نہیں۔ حضرت مولانا قاضی صاحب کی اس بات
پر بہت حیران ہو رہے تھے کہ باطل پر کیسی گرفت اور نظر ہے۔

اپریل میں حضرت مولانا قاضی ظہور الحسنین صاحب زید مجدہم اور حضرت مولانا قاری خضیب عمر صاحب زید مجدہم جامعہ خیر المدارس تشریف لائے تو اساتذہ و کرام کی مجلس میں باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت قاضی سیّد اور ہمارے کام کا طریقہ لڑائی جھگڑے والا نہیں بلکہ افہام و تفہیم والا ہے۔ اس پر بندہ نے عرض کیا شاید کہ پاکستان میں واحد جگہ ہو کہ شیعہ اور سنیوں کے درمیان دیوار ہے مگر لڑائی نہیں کچھ عرصہ قبل سنیوں اور شیعوں کے درمیان ایک مکان تھا جو حضرت قاضی صاحب نے خرید کر مدرسہ میں شامل کر لیا۔ اب سنیوں اور شیعہ کے درمیان صرف دیوار ہے۔ اس پر حضرت قاضی ظہور صاحب زید مجدہم نے فرمایا یہ مکان شیعہ عورت کا تھا۔ شیعوں نے بھی کوشش کی کہ ہم خرید لیں مگر اس عورت نے ان کو دینے سے انکار کیا اور انکار یہ کہہ کر کیا کہ تم نے میرے ہم مذہب ہوتے ہوئے مجھے ستایا اور انہوں نے مجھے کبھی ستایا نہیں۔ اس لیے مکان حضرت قاضی صاحب کو دوں گی۔ سبحان اللہ مذہبی مخالفت کے باوجود حقوق مسائلی کا بھی کتنا خیال رکھا گیا۔ اس بات پر سب اساتذہ کو تعجب اور حیرانگی ہوئی یہ بھی ایک مثالی بات ہے۔ شاید کہ ایسا بھی پاکستان میں کہیں نہ ہو۔

دوسری بات ان حضرات نے یہ فرمائی کہ حضرت قاضی حسین صاحب نے سنیّت پر اپنی محنت فرمائی کہ چکوال، جہلم اور اس کے قرب و جوار میں دیوبندی سنی کہلاتے ہیں اور بریلوی اہل بدعت یا بریلوی

مدنی نسبت کا لحاظ

حضرت کا اپنے متعلقین کے لیے یہ اصول تھا کہ آنے سے پہلے فون پر رابطہ کر کے اجازت لیں۔ اجازت ہو حاضر ہو جائیں ورنہ نہ آئیں مگر مجھے یہ نہیں فرمایا کہ پہلے اجازت لیں پھر آئیں۔ ایک مرتبہ

ایسا ہوا کہ بندہ حاضر ہوا تو حضرت گھر سے نکل کر وین میں سوار ہونے والے تھے۔ دو چار قدم حضرت کے ساتھ چلا جب وین کے پاس پہنچے فرمایا میں تو میانوالی فونگی پر جا رہا ہوں۔ صرف اس روز یہ فرمایا کہ اگر پہلے رابطہ کر لیتے تو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ بندہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ ایسے وقت میں حضرت کی زیارت و ملاقات کے لیے حاضری دوں کہ جس وقت میں حضرت کی عمومی ملاقات کا وقت ہوتا کہ میری وجہ سے حضرت کے کام میں خلل یا تکلیف نہ ہو، جب بھی حاضر ہوا محبت اور شفقت ہی کا معاملہ فرمایا اور اکثر بیشتر یہی فرماتے کہ ذکر کی پابندی کریں اور حضرت اقدس کے بتائے ہوئے معمولات کی پابندی کا ہی فرمایا۔ درمیان میں پانچ یا چھ سال حاضری کم ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جانشین شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد اسعد صاحب دامت برکاتہم کے فرمان پر حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اس وقت حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ نہیں تھا۔ جب ان کے ساتھ ملنا جلنا ہوا تو بندہ نے حضرت اقدس مولانا محمد اسعد صاحب دامت برکاتہم سے اجازت چاہی کہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب قریب ہیں ان کے پاس چلا جایا کروں اور حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں بھی حاضری دیتا رہوں گا۔ حضرت اقدس نے اجازت عنایت فرمائی۔ اس اجازت کا بندہ نے حضرت قاضی کو بتایا اور ساتھ ہی یہ عرض کیا کہ بندہ آپ کی خدمت میں بھی حاضری دیتا رہے گا۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ ذکر اور معمولات کے متعلق مولانا رحمت اللہ صاحب سے ہی پوچھنا، یہ اصولی بات تھی جس کو تصوف کی اصطلاح میں توحید مطلب کہتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے ذکر وغیرہ کے متعلق ایک ہی سے پوچھیں۔ دو یا زائد سے نہیں۔ اس دوران آنا جانا کچھ کم ہوا بالکل موقوف نہیں ہوا لیکن حضرت سے جب بھی ملا، حضرت نے خوشی کا اظہار ہی فرمایا اور بندہ کا حال پوچھ کر حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کا حال بھی پوچھتے، بلکہ مدرسہ اور اساتذہ کے حالات بھی پوچھتے، حضرت کی طبیعت ہوتی تو بندہ کی ہمیشہ ٹیکسلا سے آگے بھوئی گاڑ رہتی ہیں۔ ان کے حالات بھی پوچھتے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چکوال سے کسی کو بھیجا تھا مگر ان کی بھی مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اتفاق سے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھر پر نہیں تھے۔ حضرت قاضی صاحب نے مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام رسالہ بھی جاری کیا۔ حضرت مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے۔ اس لیے بندہ تو حاضر ہوتا ہی تھا۔ حضرت مولانا بھی ادھر

ادھر کے اسفار کو جاتے یا واپس ہوتے ہوئے بندہ کے پاس خیر المدارس بھی تشریف لاتے۔ ایک مرتبہ مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چند روز پہلے حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی تو مولانا نے فرمایا کہ ملتان آؤ تو ملے بغیر نہیں جانا۔ اس لیے مزار پر حاضری دے کر آ رہا ہوں۔ ۱۳۲۱ھ کو حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خالق حقیقی کو جالے اور ہمیں یتیم کر گئے۔ حضرت

مولانا کے وصال کے بعد حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات و زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا کی وفات سے متعلق حالات دریافت فرمائے۔ پھر پانچ سال کے بعد ذکر سے متعلق دریافت فرمایا اور کچھ اضافہ بھی فرمایا اور ایک دو باتوں کے متعلق فرمایا کہ فی الحال یہ نہ کریں۔ یہ شفقت کی انتہاء تھی کہ پانچ سال کے بعد بغیر لعل کے پھر سے ذکر کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ حتیٰ کہ مجھے دوبارہ عرض بھی نہیں کرنا پڑا۔ دراصل حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس پر تھی کہ یہ نہ اپنی مرضی میرے پاس آیا نہ ہی اپنی مرضی سے مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا بلکہ جو ہم سب کے بڑے اور قابل احترام ہیں یعنی جانشین شیخ الاسلام یہ ان کے حکم اور اجازت کا پابند ہے۔ اس سے حضرت کے مزاج میں وسعت اور بڑوں کا کس قدر لحاظ فرماتے تھے۔ سمجھنے میں آتا ہے۔

رمضان ۱۳۲۳ھ کے آخری جمعہ کو بندہ حاضر ہوا کہ حضرت کا بیان بھی سن لوں گا اور زیارت و ملاقات بھی ہو جائے گی۔ مگر پتہ چلا کہ حضرت کافی علیل ہیں۔ جمعہ کا بیان نہیں فرمائیں گے۔ بہت مایوسی ہوئی۔ جمعہ سے فارغ ہو کر بندہ لیٹ گیا۔ ابھی لیٹا ہی تھا کہ حافظ عبدالوحید صاحب تشریف لائے کہ چلو حضرت کی ملاقات ہے۔ اس سے بہت خوشی ہوئی حضرت کی ملاقات و زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ نہایت کافی تھی حال پوچھنے کے بعد فرمایا ٹھہرنا ہے یا جانا ہے۔ بندہ نے عرض کیا ہفتہ دو پہر تک ٹھہروں گا۔ فرمایا اچھا آرام کرو۔ ہفتہ کے روز دو پہر کو بندہ بیٹھک کے ساتھ والے دفتر میں حاضر ہوا کہ ملاقات و زیارت ہو سکے تو ٹھیک ورنہ اجازت لے کر سفر کروں۔ جیسے ہی دفتر پہنچا ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت کی چٹ مل گئی۔ بندہ نے عرض کیا چٹ تو نہیں ملی۔ ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت نے آپ کو بلوایا ہے۔ بندہ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ الحمد للہ زیارت و ملاقات ہو گئی کیا معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہوگی۔ واپس اوپر والے دفتر پہنچا تو حافظ عبدالوحید صاحب نے حضرت قاضی صاحب کی تحریر کردہ چٹ مجھے عایت فرمائی۔ اس پر تحریر فرمایا حضرت کے الفاظ نقل کر رہا ہوں.....

قاری محمد اسحاق صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

اللہ بندہ بیمار ہے اور ایسا عارضہ ہے کہ بعض دفعہ ملاقات بھی نہیں کر سکتا اندر تشریف لائیں۔ صرف مصافحہ ہو سکتا ہے مجھے آپ کا یاد ہی نہیں رہا تھا۔ والسلام.....

خادم اہل سنت مظہر حسین عفی عنہ ۲۷/ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ۔

بس یہ آخری ملاقات تھی وفات حسرت آیات کی اطلاع پر بندہ جب صبح درس گاہ پہنچا تو پہلے حضرت مولانا محمد عابد صاحب زید مجدہ نے خبر دی اس کے چند منٹ بعد حضرت مولانا محمد نعیم صاحب زید مجدہ ہم نے اطلاع دی۔ مولانا محمد نعیم صاحب سے بندہ نے عرض کیا کہ سفر کا کچھ سوچیں۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کی کوشش پر گاڑی کا انتظام ہو گیا اور روانہ ہو گئے۔ حضرت کی وفات کا صدمہ تو تھا ہی دوسری فکر یہ ہوئی کہ اللہ کرے کسی طرح جنازہ میں شریک ہو جائیں مگر جو اللہ کو منظور چونکہ ہمیں کاراستہ معلوم نہیں تھا۔ پوچھتے ہوئے کچھ دیر ہو گئی بس جیسے ہی قریب پہنچے تو سلام پھر گیا۔ صدمہ پر صدمہ تھا پھر آخری زیارت الحد میں اتارنے کے بعد ہوئی۔ بس ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ مسکرا رہے ہیں اور ابھی کچھ ارشاد فرمائیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ حضرت کے درجات بلند فرمائیں اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین۔



KHAJAWAJA TAHIR & CO.

پروپرائیٹرز
خواجہ محمد ارشد۔ خواجہ محمد زاہد برادرز

خواجہ طاہر اینڈ کو

مدنی کولابھی دستیاب ہے

بھون چوک چکوال



ہر قسم کی ہوزری۔ کامیکس۔ بیکری، جنرل سٹور اور مشروبات بازار سے ہر عایت خرید فرمائیں

سنیت کے پیغامبر

کھ مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل ☆

اہل السنۃ والجماعۃ

ارشاد نبوی: (ترجمہ) "میری امت کے بہتر فرقوں میں سے جتنی فرقہ وہ ہے جو میری سنت اور صحابہؓ کے سچ پر ہوگا۔" امت اسلامیہ میں آج تک یہ طبقہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نام سے متعارف ہے، ماضی قریب میں برصغیر پاک و ہند میں علماء دیوبند کی اصلاحی تحریک اسی سلسلہ کی ایک کڑی اور حقیقی ترجمان ہے، لیکن بعض اہل بدعت نے اہل سنت و جماعت اور سنی جیسے مبارک لقب کو اپنے اوپر چسپاں کرنے کے لیے اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ عامۃ الناس کے علاوہ بہت سے پڑھے لکھے لوگ بھی غلط فہمی میں مبتلا ہونے لگے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان اکابر میں سے تھے جنہوں نے ان حالات کا صحیح ادراک کیا اور اپنے اصلی تعارف "اہل السنۃ والجماعۃ" کو تنظیمی، تحریری اور تقریری اسٹیجوں سے متعارف کرانے کی بھرپور کوشش کی، حضرت قاضی صاحب کے اس مشن کو وسیع تر بنیادوں پر پوری قوت کے ساتھ آگے بڑھانا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

فتنوں کا مقابلہ

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملک و ملت کے خلاف اٹھنے والے مختلف فتنوں کا بھرپور مقابلہ کیا اور اس کے خاطر خواہ نتائج کے لیے جو عناصر بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کا اہتمام کیا۔ مثلاً.....

- ۱۔ مخالف کے دلائل کا علمی تجزیہ
- ب۔ جو لوگ غلط فہمیوں کا شکار ہو چکے ہیں ان کی اصلاح اور غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش۔

ج۔ اپنے معظمت کی تعمیری ذہن سازی تاکہ وہ کسی بھی مغل میں اپنے موقف کو انہماک کے ساتھ پیش کریں اور دلائل کی قوت کے ساتھ مخالف کو قائل کریں یا جواب کر دیں۔

د۔ بوقت ضرورت متعلقہ حکام و مامدین کو بھی ان فتنوں کی سرکوبی کے لیے متوجہ کرنا اور اس سلسلہ میں مناسب اقدامات کرنا۔

ه۔ اپنے اصولی موقف کو پیش کرنے کے لیے تحریر و تقریر کو کام میں لانا اور عوام و خواص کے ساتھ قریبی رابطہ رکھنا۔

و۔ خلوص و لئیت کے سہارے اپنے موقف پر قائم رہنا اور قدم بڑھانا اور کسی دباؤ یا لالچ کو خاطر میں نہ لانا۔

بیس بھی اپنی علمی و عملی زندگی میں ان رہنما اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔

جامعیت

علماء دیوبند کی بہت سی تنظیمیں مختلف فتنوں کے خلاف معرکہ آراء ہیں، ماضی قریب میں یوں محسوس ہونے لگا ہے کہ ان میں بعض حضرات کا مزاج یوں بن گیا ہے کہ وہ اپنے مد مقابل فتنہ کے علاوہ دوسرے فتنوں کے مقابلہ کی تمام تر ذمہ داری دوسری تحریکوں پر ڈال دیتے ہیں یا پھر دیگر فتنوں کو فتنہ ہی نہیں سمجھتے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ ان اکابر میں سے تھے جن کی جدوجہد میں وسعت اور جامعیت تھی۔ ان کا بنیادی مشن خلفاء راشدین اور صحابہؓ کی عظمت کو اجاگر کرنا۔ ان کا دفاع کرنا اور شیعی افکار کی تردید تھی۔ لیکن انہوں نے اپنے محدود وسائل کے ساتھ ملک و ملت کے خلاف ہونے والی مختلف سازشوں اور فتنوں کا مردانہ وار بھرپور مقابلہ کیا۔

اس پس منظر میں ہمیں بھی چاہیے کہ کسی ایک فتنہ کے خلاف بھرپور سرگرم ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسرے فتنوں سے آنکھیں موند لیں، اور ان کے مقابلہ کے لیے اپنے آپ کو علمی بنیادوں پر تیار نہ کریں اور بوقت ضرورت اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا نہ کریں۔

بامقصد زندگی

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی، پیرانہ سالی و جسمانی کمزوری کے عالم میں بھی آپ کی دینی خدمات دسر گرمیاں، مہمانوں سے ملاقات، جلسوں

ننگ بلند خن دلنواز جان پرسوز

ہمیں بھی ہر وقت و ہر تن اپنے دین کی خدمت کے لیے سرگرم رہنا چاہیے۔

حرمین شریفین سے ہمارے اکابر کو خصوصی لگاؤ ہے۔ حضرت قاضی صاحب بریلوی نے بھی شوق زیارت کی تکمیل بلکہ اس کو اور بڑھانے کے لیے حرمین شریفین میں بارہا حاضری دی اور یہ سلسلہ ویرانہ سالی میں بھی جاری رہا۔ حضرت کی کتابوں کے حوالہ سے طالب علمانہ شناسائی تو بچپن سے تھی جب کہ پہلی ملاقات مدینہ منورہ میں ہوئی۔ میرے دوست صاحبزادہ محمد طیب مدنی بھی ہمراہ تھے۔ اس ملاقات میں حضرت بریلوی نے مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا معتدل موقف بیان فرمایا۔ میں نے بعض معاصر تنظیموں کے حوالہ سے پوچھا کہ ہمارے ہاں بعض تنظیمیں اور جماعتیں قائم ہوتی ہیں کچھ دینی کام ہوتا ہے اور پھر ان کی بعض قیادتیں ان تنظیموں کو ذاتی مفادات کی بحیثیت چڑھا دیتی ہیں۔ میں نے اس کی کچھ مثالیں بھی پیش کیں اور وجہ سمجھنی چاہی تو حضرت نے اپنے عملی تجربہ اور علمی بصیرت کی بنا پر فرمایا کہ ”یہ قیادتیں مسلسل تنظیمی عمل کا نتیجہ نہیں ہوتیں بلکہ وقتی حالات کی پیداوار ہوتی ہیں، لہذا کچھ ایسے ناپختہ لوگ بھی آگے آ جاتے ہیں۔“

پھر قاضی صاحب رحمہ اللہ جب بھی مدینہ منورہ سے آتے ہم زیارت کے لیے حاضر ہوتے، ہم نے دیکھا کہ ملاقات کرنے والے عوام ہوں یا خواص حضرت حسب حال اُن سے نظریاتی و اصلاحی گفتگو ضرور کرتے تاکہ یہ ملاقات جامعین کے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی کا سبب بنے۔

اکابر سے حقیقی تعلق

گزشتہ عرصہ میں ایک رسالہ بعنوان ”اکابر کا سلسلہ و مشرب“ شائع ہوا جس میں بعض رسوم و بدعات کو اکابر دہلیہ کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی گئی، حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اس کی

تردید میں مرکزی کردار ادا کیا اور حرمین شریفین کے سفر کے دوران حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء و متعلقین خصوصاً حضرت مولانا مفتی عاشق الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل بدات صاحب مدظلہ سے خصوصی ملاقاتیں اور تبادلہ خیالات کرتے تاکہ اس صورت حال کے پس منظر میں حقیقی عوامل سامنے آئیں اور ان کی روشنی میں مناسب اقدامات کیے جاسکیں اور ماہنامہ حق چار یار رحمۃ اللہ علیہ کے قارئین کو اس سے آگاہ کریں۔ باوجودیکہ اس رسالہ کے مرتبین و ناشرین سے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خاص تعلق تھا لیکن قاضی صاحب نے یہ سبق دیا کہ اصولوں کی روشنی میں تعلقات کی نوعیت تو متعین ہو سکتی ہے لیکن انہیں تعلقات پر قربان نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے علمی و مسلکی حلقہ میں جو خلا پیدا ہوا ہے اسے پُر کرنا تو مشکل ہے لیکن عزم و ہمت کے ساتھ ان کے مشن کو آگے بڑھانا ہم سب کی ذمہ داری ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق سے نوازیں اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ درجات عطا فرمائیں۔ آمین۔



Globe Dopatta Matching

گلوب دوپٹہ میچنگ

Madina Shawl Centre

مدینہ شال سنٹر

گلی لیڈی ڈاکٹر شمار ملک چکوال

پروپرائیٹرز: حاجی باغ علی ایڈمنسٹریٹر حسین

بصیرت کے روشن چراغ

کھ مولا نامفتی محمد رضوان صاحب تھانوی ☆

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ہند بیک وقت عالم، صوفی، مجاہد، قائد، عابد و زاہد اور فنا فی اللہ بزرگ تھے۔

آپ ایک طرف اپنے محسوس اور مضبوط علم کی روشنی میں امت کی صحیح رہنمائی فرماتے، تو دوسری طرف شرعی تصوف اور صحیح سلوک میں ایک کامل مربی و مصلح کی حیثیت سے لوگوں کی اصلاح فرماتے، اور حق کو مجاہد کی شانِ عالی بھی اپنے اندر رکھتے تھے، اور ساتھ ہی جہاں کہیں اور جب کبھی امت کو کسی اجتماعی معاملہ میں رہنمائی کی ضرورت ہوتی تو اپنی خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھاتے ہوئے قائدانہ کردار ادا فرماتے اور قیادت و سیادت کے فریضہ کو بحسن و خوبی نبھانے کا اہتمام فرماتے، آپ کے چہرہ مبارک سے عبادت و زہد، تقویٰ و تورع اور فنائیت و تواضع کے آثار جھلکتے تھے۔

اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک خوبی یہ تھی کہ آپ اپنے اسلاف و اکابرین کے مسلک و مشرب کی اعتدال کے ساتھ ترجمانی کی عظیم نعت سے بہرہ ور تھے۔

آپ کو جہاں کہیں اپنے اکابرین کے مسلک و ذوق سے انحراف نظر آتا فوراً اس پر تنبیہ فرماتے اور اس بارے میں کسی رو رعایت کے روادار نہ تھے۔

آپ کی حق گوئی و صاف گوئی کا دائرہ دوسروں تک محدود نہ تھا، بلکہ اپنے مسلک اور سلسلے کے حضرات میں بھی آپ جہاں کہیں نشیب و فراز اور کمی و کوتاہی محسوس فرماتے، بغیر کسی لومۃ لائم کے خوف اور بغیر کسی لیت و لعل کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا فرماتے۔ بڑی بڑی تحریکوں اور جماعتوں کے قائدین و عمائدین میں جہاں آپ کو صراطِ مستقیم سے تجاوز اور جدِ اعتدال سے خروج محسوس ہو جاتا موقع پر اس کا مؤاخذہ فرماتے۔

کسی بڑے کی بڑائی، سرداری کی سرداری، چوہدری کی چوہدریت، صدر کی صدارت، وزیر کی وزارت آپ کی حق گوئی میں رکاوٹ اور حائل نہیں بنتی تھی۔

آپ نے کبھی کسی فرد، یا تحریک، یا جماعت سے کسی ایسے عمل میں ہودے بازی اور ساز باز نہیں کی جس کو آپ غلط سمجھتے ہوں، اور اگر کبھی کسی فرد یا تحریک سے کسی وجہ سے تعلق اور ربط بھی تھا تو اختلاف ہونے کی صورت میں فوراً اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے۔

بعض جن حضرات سے آپ کے شروع میں دیرینہ اور گہرے تعلقات و مراسم تھے، جب ان کی طرف سے "اصلاحِ مفاہیم" نامی کتاب میں موجود نظریات غیر معتدلہ کی تائید کرنے اور ان سے رجوع نہ کرنے کی صورت حال سامنے آئی تو تمام تعلقات و مراسم کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کو بروقت متنبہ فرمایا، اور جب ان کی طرف سے مثبت اور قابلِ اطمینان جواب سامنے نہ آیا، تو آپ نے ان سے نہ صرف علیحدگی اختیار فرمائی بلکہ دلائل و براہین کے ساتھ ان کے غیر معتدل نظریات کی تردید بھی فرمائی۔ جن حضرات نے آپ کی زندگی میں ماہنامہ "حق چار یار" مستقل اور پابندی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے، وہ بخوبی اس بات کو جانتے ہیں کہ آپ کے اس رسالہ میں بغیر کسی لومۃ لائم کے ڈر کے جو احقاقِ حق و ابطالِ باطل پر مشتمل مضامین بر ملا شائع ہوتے تھے، وہ حق گوئی اور بے باکی کی صفت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ بعض وہ اہم امور جو بالکل سرد خانے میں پڑے ہوئے نظر آتے تھے، حضرت رحمہ اللہ کے حکم سے رسالہ کی زینت بن کر "جاہ الحق و حق الباطل" کا مصداق بنتے تھے۔ آپ کی جہد مسلسل اور محنت شاقہ نے مسلکِ حق کو بیدار و زندہ اور اندرونی حملوں اور خطروں سے پاک و صاف کرنے میں اہم کردار ادا فرمایا، اس اعتبار سے آپ کی مساعی جلیلہ و خدماتِ کبریہ صدیوں تک یاد رکھی جائیں گی۔

اس دور کا المیہ یہ ہے کہ عام طور پر بڑے بڑے صاحبِ علم و فضل حضرات بھی حق گوئی، صاف گوئی اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کی نعمت و دولت سے محروم ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موصوف رحمہ اللہ کے ذریعہ سے حق گوئی و بے باکی اور صداقت و شجاعت کے میدان میں ایک بڑی جماعت کا کام لیا ہے اور آپ کی تجاویز نے ایک بڑی جماعت کی طرف سے احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے فرضِ کفایہ کی ذمہ داری انجام دی ہے تو شاید اس میں کوئی مبالغہ نہ ہو۔

موجودہ دور کے عام علماء میں کتمانِ حق، مہاسہ، مملکت اور چالپوسی کا جو ایک عمومی مرض پیدا ہو گیا ہے۔ ان علماء کے لئے آپ کی ذات ایک بڑی عبرت و بصیرت گاہ سے کم نہیں۔

مختلف مواقع پر ضرورت پڑنے پر آپ نے سیاسی شخصیات اور پارٹیوں کے میدان میں آنے پر ان کے انتخاب کی نشاندہی بھی دوسرے کے مقابلہ میں خیریت یا کم ضرر ہونے کی حیثیت سے فرمائی۔

آپ کی ذات گرامی جامع الکملات، جامع الصفات اور جامع بین الاضداد تھی۔ آپ نے اولاً حضرت مدنی رحمہ اللہ سے براہ راست اور پھر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ خاص ”حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ“ سے اکتساب فیض کیا تھا، جس کے نتیجے میں آپ کو مدنی اور تھانوی دونوں سلسلوں کا لحاظ ہوتا تھا، باوجودیکہ آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے براہ راست خلیفہ تھے، مگر ساری زندگی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ذوق کا پورا پورا احترام فرماتے تھے، آپ جب کبھی مندرجہ بالا ہر دو بزرگان دین کا ذکر خیر فرماتے تو عام طور پر ادا بآ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا تذکرہ پہلے فرماتے اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کا تذکرہ بعد میں فرماتے، اور جب قرآن مجید کی کسی آیت کا ترجمہ و تشریح فرماتے تو حوالہ کے لئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی بیان القرآن کو اولیت اور سبقت حاصل ہوتی۔ آپ نے عمر بھر قیام پاکستان کے حوالہ سے ہر دو اکابرین (حضرت تھانوی و حضرت مدنی رحمہما اللہ) کی آراء کو احترام کی نظر سے دیکھا، اور اس سلسلہ میں افراط و تفریط کے داغ سے اپنے دامن کو محفوظ رکھا، جو آپ کے عالی حوصلہ اور وسیع الطرف ہونے کے ساتھ ساتھ اکابرین کے ساتھ تعلق و محبت اور ان کے باہمی اجتہادی اختلاف کے محاسن پر نظر ہونے کی واضح نشانی تھی، اور یہ بات عام طور پر مندرجہ بالا ہر دو اکابرین ”حضرت تھانوی و حضرت مدنی رحمہما اللہ“ کے سلسلے سے تعلق رکھنے والے حضرات میں کم ہی نظر آتی ہے، کہیں افراط اور کہیں تفریط میں ابتلاء نظر آتا ہے، اس اعتبار سے آپ کی شخصیت موجودہ دور کے کم ظرف اور براہ اعتدال سے بننے والے حضرات کے حق میں عبرت و بصیرت کے لئے روشن چراغ کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپ کی خدمات کا مرکزی ہدف اگرچہ لوگوں کے دلوں میں سماج کرام اور موصا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی محبت و عظمت کا پیدا کرنا، ان مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر چلنا، ان ستاروں سے دین و دنیا کے تمام شعبوں میں رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا، اور اس کے برخلاف اہل تشیع اور اہل رفض کے باطل نظریات و اعمال کی تردید کرنا تھا، لیکن اس رنگ کے غالب ہونے کے باوجود آپ کی خدمات کا دائرہ اس سے کہیں زیادہ وسیع تھا، تقریری و تحریری ہر دو میدانوں میں آپ کی صلاحیتیں برابر استعمال ہوتی رہیں، دین کی خدمت کے لئے آپ نے اپنے آپ کو پوری طرہ وقف کیا ہوا تھا، آپ کسمپرسی کے دور میں پیدل، بیل گاڑی اور گھوڑے تانگے پر دور دراز کا سفر کر کے تبلیغی دوروں پر پہنچتے، اور مجمع کی کمی، زیادتی سے قطع نظر کر کے وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھتے، نصف صدی سے زیادہ پر محیط وسیع عرصہ میں آپ کی خدمات اور حلقہ اثر کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا، آپ نے دین کا پیغام پہنچانے کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دینے میں جس قسم کی مشکلات و مصائب کا سامنا کیا اور جس طرح دیہاتی ماحول کے ان پڑھ اور جاہل طبقے کو مسلک حق کی طرف متوجہ کیا، اس کی ایک لمبی داستان ہے، ہر سال پابندی کے ساتھ مختلف مقامات پر آپ کی سرپرستی اور نگرانی میں سنی جلسے اور اجتماعات منعقد ہوتے اور آپ بیماری، ضعف، پیرانہ سالی، اور مصروفیت کے باوجود ان میں بنفس نفیس شرکت فرما کر رونق افروز ہوتے اور اپنے مواعظ و ملفوظات سے لوگوں کو مستفید فرماتے، اور جب آپ ضعف اور بڑھاپے کے باعث زیادہ اسفار سے معذور ہو گئے، اس وقت بھی اپنے مقام پر رہتے ہوئے تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا اور آپ کے معمم ارادوں، عالی ہمت اور بلند حوصلوں کے سامنے کوئی عذر حائل نہ ہو سکا۔

آپ کی زیر نگرانی و سرپرستی منعقد ہونے والے جلسوں اور اجتماعات میں دین کے اہم شعبوں سے لوگوں کو روشناس کرانے کا عنصر عام طور پر دیکھنے میں آتا تھا، دیگر عام تحریکات کی طرح دین کے دیگر شعبوں کو نظر انداز کر کے کسی ایک شعبہ پر انحصار کا مزاج نہ تھا، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ حضرات میں دین کا کوئی خاص شعبہ منتقل ہونے کی بجائے دین کے جملہ عمومی شعبوں کا رنگ چڑھا ہوا نظر آتا ہے، عقائد و نظریات اور اعمال میں اصلاح آپ کے نمایاں کارناموں میں سے ہے۔

آپ کو لوگوں کے عقائد و نظریات میں بگاڑ پیدا ہونے کی خاص فکر دامن گیر رہتی تھی، جب کبھی کوئی فتنہ عقائد و نظریات کے راستہ سے امت میں داخل ہونا چاہتا آپ اس پر ایسی کاری ضرب لگاتے جس سے اس کی چولیس مل جاتی تھیں۔

آپ قوی تبلیغ کے ساتھ فعلی تبلیغ کے بھی داعی اور ملبردار تھے، بعض اوقات قوی تبلیغ کے بجائے فعلی تبلیغ زیادہ موثر اور دیر پا و مفید ہوتی ہے۔

فعلی تبلیغ کی ایک جھلک آپ میں اس طرح مشاہدہ کی جاسکتی تھی کہ موسم گرما ہونے کے باوجود آپ بعض اوقات چترے کے موڑے پہن کر دررفض کی عملی تبلیغ فرماتے، اور آپ کی قوی و عملی تبلیغ کی بدولت چکوال اور قرب و جوار کے جہالت کی تاریکی سے بھرے علاقہ میں ہر طرف توحید و سنت کے ستارے روشن ہو گئے، جہالت و بدعات، رخص و الحاد کے بادل چھٹ گئے۔

آپ نے دررفض کے علاوہ رد بدعت، رد غیر مقلدیت اور رد ممانیت وغیرہ جیسے موضوعات پر بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

آج کل کی عام تحریکات اور جماعتوں میں خاص طور پر اس چیز کی کمی محسوس کی جاتی ہے کہ کسی خاص تحریک اور جماعت کے ساتھ وابستہ ہو جانے کے نتیجہ میں متعلقہ افراد کی کسی ایک یا زیادہ چیزوں میں تو نظریاتی یا عملی اصلاح ہو جاتی ہے، لیکن دین کے دوسرے بہت سے اہم اور ضروری پہلوؤں میں کمی و کوتاہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور دین کے دوسرے شعبوں کو نظر انداز کر دینے اور ان سے بالکل سکوت اختیار کر لینے کے نتیجہ میں اصلاحی پہلو کے مقابلہ میں اس سے بڑا شیطانی حملہ نظریاتی یا عملی شکل میں کسی دوسری طرف سے ظاہر ہو جاتا ہے اور "حفظ شینا و غابت عنک اشیاء" "کہ آپ نے ایک چیز کو محفوظ کیا اور کئی چیزوں کو نظر انداز کر دیا" والا معاملہ سامنے آتا ہے۔

حضرت موصوف رحمہ اللہ کی جامع نظر نے اس طرح کی دیگر عام تحریکات و جماعتوں میں مروج کوتاہیوں سے بھی حفاظت کا انتظام فرمایا۔ اور دیگر تحریکات و جماعتوں کو اپنے کام کو ہمہ گیر بنانے اور وسعت نظر پیدا کرنے کے لئے آپ ایک عملی نمونہ بن گئے، آپ نے فرق باطلہ کی تردید میں بھی ہمیشہ سنجیدہ طرز عمل پر قائم رہنے کو ترجیح دی۔ اور اعتدال جو دین و اسلام کا اہم ستون ہے اس کے ساتھ وابستگی کا اہتمام فرمایا۔ چنانچہ دررفض پر بعض دوسری رائج تحریکات کے غیر سنجیدہ اور جذباتی طرز عمل کو آپ سخت نقصان دہ اور غلط قرار دیتے تھے۔ اور بہت عرصہ پہلے ان کے مضمر نتائج و عواقب کی نشاندہی فرما چکے تھے، جو بعد میں دنیا نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ بھی کئے۔ حضرت موصوف کا طرز عمل نہایت محتاط اور معتدل اور دیگر مروج تحریکات سے جدا تھا، آپ کے طریقہ کار میں کفر و غیرہ کے جذباتی نعروں کے بجائے دلیل اور حجت اور انہماق و تفہیم کا رنگ غالب تھا، اسی وجہ سے آپ کی تحریک کے اثرات زیادہ

مثبت ثابت ہوئے۔ اس میں شک نہیں کہ ردِ نفی اور احیائے مسلک اہل سنت کے سلسلہ میں آپ کی خدمات ایک نمایاں اور امتیازی حیثیت کی حامل اور امت مسلمہ کی ایک اہم ترین ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ ردِ بدعت میں بھی آپ کا طرزِ عمل عام دوسری تحریکات کے مقابلہ میں خاصہ معتدل، سنجیدہ اور اقرب الی السنۃ تھا، جس کے بہت مثبت اور گہرے اثرات معاشرے پر پڑے۔ بعض دیگر تحریکات کے جارحانہ طرزِ عمل سے اگرچہ بعض بدعات کا توازن الہ ہو گیا ہو لیکن بہت بڑے طبقہ میں ضد اور اشتعال کی فضا بھی پیدا ہوئی اور خود ان تحریکات کا طرزِ عمل بھی بدعت سے خالی نہ تھا۔ آپ کی مساعی جلیلہ اور محنت شاقہ کی بدولت شرک و بدعات کے چھائے ہوئے گھناؤپ اندھیروں میں توحید و سنت کے غلطے روشن ہوئے اور بے شمار افراد شرک و بدعات کی گمراہیوں اور ضلالتوں سے تائب ہو کر توحید و سنت کے متوالے بن گئے۔ آپ زندگی میں کئی مرتبہ جیل میں بھی پابندِ سلاسل ہوئے۔

آخری مرتبہ ایامِ مرض میں گرفتاری کی صورت میں بغرضِ علاج کیمیکلس ہسپتال اسلام آباد میں داخل تھے، اس موقع پر بندہ نے بھی متعدد مرتبہ ملاقات و زیارت کا شرف حاصل کیا، اور اس موقع پر حضرت کے معاملات و ملفوظات اور ارشادات کا سلسلہ بدستور جاری تھا، دوست و احباب سے ملاقات بھی جاری تھی، آنے والے حضرات کے مختلف سوالات کے جوابات بھی مرحمت فرما رہے تھے، اس ایک واقعہ سے حضرت کی استقامت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کا نورانی چہرہ اور پھر مخاطب کے ساتھ خوش کن رویہ مخاطب کو پہلی نظر دیکھ کر دل گواہی دیتا تھا کہ آپ واقعی اللہ کے ولی اور نہایت شفیق ہیں۔

راقم نے ویسے تو حضرت موصوف رحمہ اللہ کا بہت پہلے نام سن رکھا تھا اور ملاقات کے شرف کے بغیر غائبانہ طور پر حضرت کی تحریرات اور تصنیفات کی بدولت واقف اور آپ کی شانِ باکمال کی دل میں بندہ گہری عظمت و محبت رکھتا تھا، لیکن حضرت رحمہ اللہ سے ملاقات کی پہلی مرتبہ سعادت اس وقت حاصل ہوئی جب حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کے لئے ساہیوال سرگودھا جانا ہوا، اس سفر میں پہلے سے قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ سے بھی زیارت و ملاقات کا ارادہ تھا، جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پورا فرمایا۔ پہلی مرتبہ کی یہ ملاقات حضرت سے ان کے دولت خانہ میں ہوئی اور حضرت نے بطورِ خود تفصیلی تعارف سنا، تعارف میں بندہ کا حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ہاں ہندوستان میں قیام اور تعلیم حاصل کرنے کا بھی ذکر آیا، جسے حضرت نے توجہ کے

ساتھ سنا اور حوصلہ افزائی کے کلمات ارشاد فرمائے۔ اسی مجلس میں تھوڑی دیر بعد حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی صاحب بیسید بھی تشریف لائے، ان کے سامنے حضرت نے اپنی تواضع کی صفت کا مظاہر فرماتے ہوئے بطور خود بندہ کا بڑھ چڑھ کر تعارف کرایا، جس پر حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی صاحب بیسید نے بھی خوشی کا اظہار فرمایا۔

ایک موقع پر حضرت رحمہ اللہ کے مرکزی مدرسہ چکوال میں سالانہ ۱۲ ربیع الاول کی سیرت النبی کانفرنس تھی، جس میں بندہ بھی مدعو تھا اور اس کانفرنس میں حضرت مولانا امین اکاڑوی صاحب رحمہ اللہ بھی شریک تھے۔ حضرت مولانا امین اکاڑوی صاحب رحمہ اللہ کے بیان کے بعد بندہ کا بھی بیان ہوا۔ بیان کے بعد واپسی کی اجازت لینے اور رخصت ہونے کے لئے حضرت کی خدمت میں دولت خانہ پر حاضری ہوئی، تو حضرت نے بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا کہ آپ کا بیان میں نے یہاں موجود رہتے ہوئے سنا ہے، ماشاء اللہ بہت اچھا بیان فرمایا ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ حضرت میں چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرنے اور ہمت بڑھانے کا مادہ بھی بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ آپ کی اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی کی بدولت بے شمار چھوٹے کبیرے سے کبیرے پہنچ کر ترقی سے ہمکنار ہو گئے۔

اس موقع پر حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ ۱۲ ربیع الاول کو خاص کر کے ہمارے ہاں جلسہ کا انعقاد ایک انتظامی مسئلہ ہے اور خاص ضرورت اور مصلحت کے پیش نظر اس تاریخ کو جلسہ کے انعقاد کا انتظام کیا جاتا ہے۔

کسی شرعی وجہ کے پیش نظر اس دن کو خاص نہیں کیا جاتا، اور وہ وجہ یہ ہے کہ عام طور پر اس تاریخ میں اہل بدعت بڑے بڑے جلسے اور جلسوں کا انتظام کرتے ہیں اور سرکاری سطح پر بھی چھٹی ہوتی ہے۔ اس موقع پر اکثر لوگ اہل بدعت کے جلسوں میں شرکت کرتے ہیں یا پھر بیکار فضول پھرتے ہیں۔ ہم اس تاریخ کو جلسہ کر کے ایک تو لوگوں کو بدعات میں شرکت سے بچاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کی چھٹی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو دین کی تبلیغ و تعلیم کے لئے جمع کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ چکوال کے قریب محلہ نامی گاؤں میں سالانہ جلسہ میں بندہ بھی بیان کے لئے مدعو تھا، حضرت کا بیان عصر کے بعد ہونا تھا اور بندہ نے عصر سے پہلے راولپنڈی واپسی کے لئے سفر کرنا تھا، تو حضرت نے قیام گاہ پر بندہ کو امام بنا کر نماز ادا فرمائی اور بندہ واپس آ گیا، اس موقع پر بھی خلوت میں حضرت نے بندہ سے حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے معمولات کے متعلق کچھ سوالات فرمائے اور توجہ کے ساتھ ان کے جوابات سماعت فرمائے، جس سے بندہ کو اندازہ ہوا کہ آپ کو اپنے اکابرین سے خاص

لگاؤ اور انیسیت ہے، اس موقع پر جوڈرائیو رہیں چکوال تک اپنی خاص گاڑی سے چھوڑنے کے لئے آئے تھے، ان کا کہنا تھا کہ حضرت قاضی صاحب آج سے پچاس سال پہلے چکوال سے پیدل، یا تیل گاڑی وغیرہ سے سفر کر کے یہاں آتے تھے اور اس وقت یہاں مجھ سمیت دو افراد ہی حضرت کا وعظ سنتے تھے اور اہل بدعت و اہل رفض کی جانب سے مخالفت بھی بہت تھی، لیکن حضرت ہمیشہ پابندی سے ہر سال تشریف لاتے رہے اور آج سینکڑوں افراد کا مجمع آپ کا بیان سنتا ہے اور ہر سال بڑا جلسہ ہوتا ہے۔

حضرت موصوف رحمہ اللہ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جو خلاء پیدا ہو گیا ہے اس خلاء کا پر ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ حضرت کے وصال کے بعد بعض منکرات پر تکبر کا میدان خاموش ہو گیا ہے، باطلین کے غلط نظریات کی تردید کا چراغ گل پڑ گیا ہے۔

زمانہ منتظر ہے کہ حضرت موصوف کے نقش قدم پر چل کر اور آپ کو نمونہ تصور کر کے آگے بڑھا جائے اور باطل کے سامنے سد سکندری کا کردار ادا کیا جائے۔

حضرت کے تربیت و فیض یافتہ افراد کی کمی نہیں جو حضرت رحمہ اللہ کے مزاج و مزاق کو سمجھ کر اس کے مطابق آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کے مشن کو آگے بڑھانے میں یہ حضرات اپنی صلاحیتوں کو استعمال کر کے بروئے کار لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔



Proprietor:
ZAHID HUSSAIN

NAYAB Printing, Computer Composing & Book Binding

نایاب پرنٹنگ کمپیوٹر کمپوزنگ بائڈنگ سٹور

بہگوال مارکیٹ
چھپڑ چوک چکوال

تار سے ہاں ہر قسم کی پرنٹنگ اور بائڈنگ کا کام سلی بخش کیا جاتا ہے، نیز کمپیوٹر کمپوزنگ
کمپیوٹر انڈیز، آر جٹ شادی کارڈ، پرنٹنگ اور ڈیزائننگ کیلئے تشریف لائیں

Ph: 0573-551435 Mob: 0333-5909597

ایک بابرکت انسان

☆ کچھ مناظر اسلام علامہ عبدالغفار تونسوی ☆

سرمایہ اہل سنت، یادگار اسلاف، ولی کامل حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اقدس شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز میرے والد بزرگوار امام اہل سنت حضرت علامہ محمد عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم کے قلم دوست اور ایک ہی مرکز رشد و ہدایت سے علمی و روحانی طور پر تربیت یافتہ تھے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت سادہ، سنجیدہ، زیرک اور بابرکت انسان تھے۔ ان کی زندگی، اسلاف کا نمونہ تھی۔ کئی بار حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کے مواقع ملے۔ آپ کو قلم و شفیق پایا۔ اکابر علماء دیوبند کے صحیح ترجمان تھے۔ پوری زندگی فرق باطلہ خصوصاً رافضی و مودودیہ، مماثلت و خارجیت کا تبلیغی اور تحریری انداز میں سلف صالحین کے طرز پر رد کرتے رہے۔ مشکلات و مصائب میں بھی مسلک حقہ دیوبند پر قائم رہے۔ سنی قوم کی راہنمائی کے لئے کافی کتابیں لکھیں۔ جس کی بناء پر ہستی دنیا تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام روز روشن کی طرح چمکتا رہے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات قبول فرمائے۔ اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

آرمیں

اتباع سنت کے پیکر

کچھ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری ☆

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت اکابر علماء محققین میں سے تھے اور اپنے علم و فضل، اوصاف و اخلاق اور تبحر علمی کے اعتبار سے جامع الکملات شخصیت تھے، آپ یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء برطانیہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کو مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دیر بھٹنہ کے گھر بمقام ”بھیس“ ضلع چکوال میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے ہی حاصل کی جو بڑے جید عالم اور مناظر تھے۔ ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، اس کے بعد تین سال اپنے آبائی گاؤں میں بطور ٹیچر پرائمری سکول میں پڑھایا، ۱۹۳۴ء میں اشاعت العلوم الاسلامیہ کالج سے ماہر تعلیم و تبلیغ کا کورس پاس کیا۔ ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ سے دورہ حدیث شریف موقوف کرنے کے بعد ۱۹۳۸ء میں دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ جہاں وقت کے نامور علماء و مشائخ اساتذہ کرام سے فیض علمی و روحانی حاصل کیا، آپ کے اساتذہ حدیث میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی امروہی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس دوران حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے بھی فیض روحانی حاصل کرتے رہے اور حضرت بھٹنہ کی خدمت اقدس میں تھانہ بھون حاضری دیتے رہے۔ مگر باقاعدہ حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد واپس چکوال آکر تعلیم و تدریس اور دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا اور باطل تحریکوں کے خلاف شمشیر برہنہ ثابت ہوئے۔ شرک و بدعات اور جہالت و رسومات کے خلاف آپ نے علی الاعلان جہاد کیا اور کلمہ حق بلند کیا۔

۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء کو ادا یہ جامع مسجد پنڈی روڈ پر جامعہ عربیہ اظہار الاسلام کی بنیاد رکھی اور ۱۴ جولائی ۱۹۶۰ء کو جامعہ اہل سنت تعلیم النساء قائم کیا جہاں سے ہزاروں کی تعداد میں طلباء اور طالبات قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کر چکے ہیں، علاوہ ازیں متعدد مقامات پر ملک بھر میں دینی تعلیم کے مدارس و مکاتب قائم کئے۔ ۱۹۶۹ء میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک خدام اہل سنت کی بنیادی رکھی اور اس تحریک کے ذریعے باطل نظریات کی کھل کر تردید کی اور عوام و خاص میں اس تحریک کے ذریعے ذہنی انقلاب برپا کر دیا۔ ۱۹۸۹ء میں ایک دینی جریدہ ماہنامہ ”حق چار یا رکعت“ جاری کیا جواب تک جاری ہے۔ علاوہ ازیں درجنوں تصانیف مختلف موضوعات پر تالیف کیں، جنہوں نے مسلمانوں کے اندر فتنوں کے تعاقب کا جذبہ پیدا کیا۔ مرزا ایت، رافضیت اور خارجیت کے فتنوں کا آپ نے خصوصیت سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کئی بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

بہر حال حضرت قاضی صاحب قدس سرہ ساری حیات تعلیم و تدریس، تبلیغ و ارشاد، اصلاح و فلاح کی خدمت سرانجام دیتے رہے، ایک مرد حق، عظیم مجاہد اسلام، محقق و مصنف، مناظر و متکلم، عارف و شیخ اور ایک یادگار تھے۔ اتباع سنت کا پیکر، تواضع و سادگی اور اخلاق و عادات میں سلف صالحین کی یادگار تھے۔ افسوس کہ اتنی خوبیوں اور کمالات والی شخصیت ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء بمطابق ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ بروز سوموار ہزاروں عقیدت مندوں کو سو گوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہزاروں افراد نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور خادم علم دین متین کو ان کے گاؤں میں سپرد خاک کیا۔ اس طرح آج ہم ایک جید عالم دین، عظیم مفسر و محدث، ایک عظیم مجاہد و قائد اہل سنت کے سایہ مبارک سے محروم ہو گئے۔ حق تعالیٰ شانہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائیں اور ان کے مقدس مشن کو ہمیشہ جاری و ساری رکھیں۔ آمین (بشکریہ ماہنامہ الصیائہ لاہور، فروری ۲۰۰۴ء)



اک عالم جری اور مردِ حق آگاہ

☆ سچھ مولانا جمیل احمد بالا کوٹی ☆

دریائے جہلم کے بہاؤ کی طرف بائیں جانب جی ٹی روڈ پر واقع سرائے عالمگیر ایک قدیم تاریخی قصبہ ہے کسی زمانے میں بادشاہوں کی گزرگاہ اور سرائے رہا ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں مسجد اور سرائیں بنوائی تھیں۔ جو مردِ ایام کی نذر ہو گئی ہیں۔ مسجد باقی ہے اور تعمیر نو کے کئی مراحل سے گزر چکی ہے۔ اسی مسجد میں بندہ سے قبل حضرت والد مرحوم مولانا عبداللطیف بالا کوٹی خطیب تھے۔ جو دیوبند کے فاضل تھے۔ اس زمانے میں جی ٹی روڈ لاہور، راولپنڈی کا واحد راستہ تھا۔ لہذا جب بھی علماء دیوبند کے سلسلہ کی کسی بھی علمی، دینی، سیاسی ہستی کا یہاں سے گزر ہوتا خواہ کچھ دیر کے لیے سہی قیام ضرور ہوتا۔ اس طرح بندہ کو اپنے بچپن میں بہت سارے بزرگوں کی زیارت کے حصول کا موقع ملتا رہا۔

بعض کا تعلق حضرت والد صاحب کے ساتھ گہرا تھا۔ ان کی آمد زیادہ ہوتی ان میں نمایاں بلکہ سب سے نمایاں نام حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ والد مکرم حضرت مولانا عبداللطیف بالا کوٹی جامعہ خفیہ تعلیم الاسلام جہلم میں حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے جامعہ میں مدرس تھے۔

حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی جہلم آتے والد مرحوم کی گزارش پر سرائے عالمگیر ضرور تشریف لاتے۔ جمعیت علماء اسلام کی سیاسی جدوجہد اور تحریک ختم نبوت کے دوران حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر تشریف لاتے تھے۔ غالباً ۱۹۷۳ یا ۱۹۷۴ء میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکومت کی طرف سے ضلع بدر کر دیا گیا، اس وقت چکوال ضلع جہلم کی ایک تحصیل تھی جبکہ سرائے عالمگیر کا ضلع گجرات، حضرت نے ضلع بدری کے اکثر ایام سرائے عالمگیر میں گزارے۔ یہاں سے جہلم تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اس طرح ضلع جہلم میں کام کے لئے کارکنوں کو ہدایات جاری کرنے میں آسانی رہتی، حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بھی تشریف لائے

☆ خطیب جامع مسجد سرائے عالمگیر، جہلم

والد صاحب مرحوم منبر و مصلیٰ حضرت کے حوالے کر دیتے۔ چنانچہ خطبہ جمعہ کے علاوہ درس قرآن بھی ہوتا اس طرح لوگوں کی خوب ذہن سازی ہوتی۔ اس وقت بندہ کا بالکل بچپن کا زمانہ تھا قیام و طعام کے سلسلہ میں حضرت کی خدمت کا موقع تو بہت ملتا حضرت بھی شفقت فرماتے تھے لیکن پہچان صرف اس حد تک تھی کہ والد محترم کے ایک دوست عالم دین ہیں اور ہمارے ہاں مہمان ہیں۔ جب دینی تعلیم میں قدم رکھا تو رفتہ رفتہ حضرت کے نام اور کام سے تعارف اور حضرت کے علمی مقام سے آگاہی ہوئی۔

حضرت نے سیاسی پلیٹ فارم پر بھی بہت کام اور نمایاں کردار ادا کیا لیکن جب دیکھا کہ سیاست ”مصلحت پسند“ ہے اور دشمنان اسلام شاطر و عیار، اسلام کی بنیادوں پر حملہ کرتے ہیں۔ اصحاب رسول ﷺ کو جو معیار حق ہیں غیر معتبر و غیر معتمد ثابت کرنے کی نارد و اونا پاک کوشش کی جا رہی ہے۔ تردید میں آواز اٹھائی جائے تو اسے دبانے کے لیے اختلاف سے بچنے اور اتحاد قائم رکھنے کی دہر با نصیحت اور حالات کی نزاکت کا لحاظ رکھنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ تو حضرت قاضی رحمہ اللہ نے سیاست سے کنارہ کش ہو کر خود کو دین خالص کی حفاظت و بقاء اور اشاعت و ابقاء کے لیے وقف کر دیا۔

اپنے استاد المکرم اور شیخ المعظم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے راہ اعتدال اور صراط مستقیم پر مضبوطی سے قائم رہنے کا جو سبق سیکھا عمر بھر اس سے وفا کی اور کسی مفاد و مصلحت کو آڑے نہ آنے دیا۔ شیعیت، رافضیت کا فتنہ جتنا خطرناک ہے اتنا قدیم اور گھمبیر بھی۔ اس نے کئی بہرہ روپ اختیار کر رکھے ہیں۔ بعض لوگ رافضیت سے اختلاف رکھنے کے باوجود اس کے پروپیگنڈے سے غیر شعوری طور پر متاثر ہوئے اور بعض شعوری طور پر بعض نے دینی حیثیت و غیرت کی پرواہ کیے بغیر رافضیت کے بارے میں نرم گوشہ اختیار کیا۔ کچھ اصحاب رحمہ اللہ رسول ﷺ اور قرون اولیٰ مشہور لہا بالخیر کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہوئے اور ان کی کمزور دیاں نکالنے کی سعی نامبارک میں لگ گئے۔ بعض رافضیت کے رد میں افراط و تفریط کا شکار ہوئے اور جادۂ اعتدال سے تجاوز کر گئے۔ حضرت قاضی رحمہ اللہ نے ان سب پر گرفت کی اس سلسلہ میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کا طریق یہ تھا کہ بات کو دیکھتے کہ حق ہے کہ ناحق و غلط۔ اگر خلاف حق ہے تو کہنے والا اپنا ہویا بیگانہ حضرت کی گرفت سے نہ بچ سکتا۔ اس کی تردید اور مسلک حق کا دفاع حضرت اپنا فرض سمجھتے، چنانچہ ہر باطل و غلط نظریہ کے خلاف آپ نے محاذ قائم کیا۔ جس مسلک کا قرون اولیٰ سے سواد اعظم قائل رہا ہے اس مسلک اعتدال سے سر مو انحراف حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو ایک آنکھ نہ بھاتا اس کی سرکوبی اور مضبوط گرفت تک چین سے نہ بیٹھتے۔ چنانچہ ہر باطل

کی تردید کرتے۔ ہر وقت تردید کرتے، حالات کی نزاکت، وقت کی مصلحت، جماعتی تعلق ذاتی قرابت، دیرینہ رفاقت کوئی چیز بھی حق کوئی کے راستے میں رکاوٹ نہ بنتی جو بات دل میں ہوتی زبان وہی بولتی قلم وہی لکھتا۔ زبان و دل کی رفاقت کا قلندرانہ طریق حضرت کی زندگی کا طرہ امتیاز تھا۔ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ فرق باطلہ کی تردید میں گزرا ہر فتنہ کی سرکوبی میں آپ کا کردار ہر اول دستہ کا تھا۔ لیکن آپ نے کبھی مخالفت برائے مخالفت کی راہ اختیار نہیں کی اور نہ ہی رد میں کسی کی ذات پر رکیک حملے کیے ہیں لیکن مضبوط اور روزنی علمی عقلی اور نقلی دلائل سے مخالف کا رد کیا آپ کی عقیدہ و تردید مخالف کو زیر کرنے کے مقصد سے نہیں بلکہ اس جذبہ پر مبنی ہوتی تھی کہ راہ صواب سے بھٹکا ہوا مخالف سیدھی راہ آجائے اور حق بات کو قبول کر لے۔ چنانچہ وہ اپنی تحاریر میں ترغیب کا پہلو بھی اختیار کرتے اور راہ حق اختیار کرنے کی دعوت بھی دیتے۔

حضرت قاضی صاحب کی وفات سے ایک نہ ہونے والا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ عالم اسلام ایک ایسے عالم جری، اور مرد حق آگاہ سے محروم ہو گیا ہے جس کی آواز اور موثر آواز ہر فتنہ کے خلاف اٹھتی، ہر وقت اٹھتی، اور ہر وقت اٹھتی، جو اپنی ذات پر ہر حملہ ہر تہمت سہہ سکتا تھا لیکن دین حق اور صراط مستقیم پر ایک آنچ بھی برداشت نہ کرتا۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اپنے اس نظریہ پر آخر دم تک مضبوطی سے قائم رہے، آخری ایام میں جب مرض اور نقاہت ضعف کا غلبہ تھا۔ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دینے سے اس وقت بھی غافل نہیں ہوئے رحلت سے کچھ عرصہ قبل کی تحاریر اس بات پر شاہد ہیں۔ گو آج حضرت رحمہ اللہ ہم میں موجود نہیں لیکن فتنوں کے خلاف اتنا تحریری مواد اور نمونہ عمل چھوڑ گئے ہیں کہ اس کی موجودگی اور روشنی میں ہر باطل کا تعاقب کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور ان کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازیں۔



انقلابی مجالس

✽ مولانا مفتی محمد اعظم ہاشمی ✽

اٹھتے جاتے ہیں اب اس بزم سے ارباب نظر

گھٹتے جاتے ہیں مرے دل کو بڑھانے والے

علم و عمل، زہد و تقویٰ، صبر و استقامت، تدبیر و فکر، فہم و فراست جیسی صفات عالیہ اور اخلاق فاضلہ کتب کے آئینہ میں بکثرت ملیں گے مگر وہ مردانِ خدا جنہوں نے اپنے جسم خاکی پر ایسی ہی صفات علمیہ و عملیہ سجا کر رضائے مولیٰ اور مخالفتِ نفس میں زندگی گزار کر امت کے سامنے اسے بطور نمونہ پیش کیا بہت ہی کم ہیں۔ انہی ہادیانِ اخلاق میں سے گلستانِ مدنی کا مہکتا ہوا پھول چمکتا ہوا عندلیب اور محبتِ صحابہ و اہل بیت کرام کا درس دینے والے عظیم انسان سلسلہ چشتیہ کے گہرے نقوش مریدین کے دلوں پر ثبت کر کے دارقانی سے دارباقی کی طرف چل بسا۔ (لنا لد و لنا رلیہ رل معوفا)

احقر اپنے شیخ و مربی کے سانچہ ارتحال پر مولانا روم رحمہ اللہ کے منظوم کلام جو انہوں نے اپنے شیخ صلاح الدین زکوب رحمہ اللہ کی وفات پر کہا تھا پیش کرتا ہے.....

اے زہجراں در فراق آسمان بگریستہ

دل میان خون نشستہ عقل و جان بگریستہ

یعنی آپ کی جدائی میں آسمان رویا، دل ابو میں ڈوب گیا اور عقل و جان نے خوب آنسو بہائے اور یہ حقیقت تو احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی ہے کہ مومن کی موت پر آسمان بھی روتا ہے۔ زمین بھی روتی ہے (تفسیر مظہری سورۃ دخان پ ۲۵) مگر واحسرتاہ حوی قسمت حضرت اقدس کی تمام مجالس میں شرکت کا موقع نہ ملا اور جن میں شرکت ہوئی ہے وہ کبھی بھول نہیں سکتیں۔ چنانچہ آپ کی مجالس

میں جہاں ذکر الہی، ذکر رسول، ہوتا تھا وہیں پر وہ ذکر صحابہ و اہل بیت عظام سے بھی معمور ہوتی تھیں۔ اب کہیں بھی صحابہ کرام و اہل بیت عظام کا تذکرہ پڑھنے یا سننے میں آتا ہے تو فوراً حضرت اقدس مجتہد کی مجلس یاد آتی ہے۔ بقول کے.....

جب سامنے ساغر آتا ہے اک ہوک سی اٹھتی ہے دل میں
ساقی کی ادا یاد آتی ہے، محفل کا خیال آ جاتا ہے

انقلابی مجالس

حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین قدس سرہ کی مجالس میں عام طور پر چار مسائل بکثرت سننے میں آتے۔ ① صحیح عقائد اہل سنت و الجماعت کی حفاظت کرو اور انہیں سیکھو، سکھاؤ۔ ② مسئلہ عصمت انبیاء کرام علیہم السلام ③ مسئلہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام ④ عظمت صحابہ و اہل بیت، نمبر ۱۔ کے بارے حضرت اقدس فرماتے تھے کہ ہمارے اپنے سنی بھائی اس معاملہ میں سستی نہ کیا کریں۔ عقائد صحیحہ کو اہمیت دیں۔ نمبر ۲۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے مودودی نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت پر حملہ کر کے اپنی آخرت خراب کی ہے۔ تم انبیاء کرام کو ہی معصوم مانو اور صحابہ کرام کو محفوظ مانو جب کہ رافضی اپنے بارہ اماموں کو معصوم گردانتے ہیں جو سر اسر شریعت میں غلط ہے۔ نمبر ۳۔ پر فرماتے گستاخ انبیاء فرقہ ممانی جو اشاعت التوحید والسنۃ کے لیبل سے مشہور ہے۔ ان سے بچو کہ احادیث صحیحہ اور اکابر کی تحقیق کے خلاف چل رہے ہیں۔ اس لیے یہ سنی بھی نہیں ہیں اور دیوبندی بھی نہیں ہیں بلکہ بدعتی ہیں۔ نمبر ۴۔ پر فرماتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کر کے کتنے لوگ رافضی بن چکے ہیں اور اہل بیت عظام کی مخالفت کر کے کتنے لوگ خارجی بن چکے ہیں، لہذا صحیح سنی رہنے کی کوشش کرتے رہو۔ اصلی سنی رہنے میں ہی کامیابی ہے۔ چونکہ حضرت اقدس مجتہد کا خاص موضوع عظمت صحابہ تھا اس لیے ذیل میں عظمت صحابہ کرام پر چند احادیث اور اقوال ائمہ ملاحظہ ہوں۔

صحابی سے بغض رکھنے والا اللہ کی نظر میں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ سے بندہ کا ایسی حالت میں ملنا کہ اس پر بندوں کے مننا ہوں کا بوجھ ہو، یہ بہتر ہے۔ اس بات سے کہ وہ بغض رکھتا ہو۔ میرے کسی صحابی سے کیونکہ یہ ایسا گناہ ہے جو قیامت کے دن نہیں بخشا جائے گا۔ الفاظ حدیث یہ ہیں.....

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان یلقی اللہ عبد بذنوب العباد خیر له من ان یغض رجلا من اصحابی فانہ ذنب لا یغفر له یوم القیمۃ [نزہۃ المجالس ج ۲ باب فضائل الصحابہ] نبی علیہ السلام کے پاس ایک میت لائی گئی تاکہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں لیکن نبی علیہ السلام نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی تو صحابہ کرام کے پوچھنے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ شخص عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا اللہ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔ عبارت یہ ہے.....

اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجنازۃ رجل قال انه کان یغض عثمان فابغضہ اللہ [ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۲]

یعنی میرے صحابی عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے تو اللہ اس سے بغض رکھتے ہیں اور آپ علیہ السلام نے عملاً بغض فرمایا یعنی اس کا جنازہ نہ پڑھا، عبرت عبرت (آخرت میں شفاعت رسول سے بھی محروم) نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری شفاعت مؤمن کو نصیب ہوگی مگر اس شخص کو نصیب نہیں ہوگی جس نے میرے صحابہ کو گالی دی (یعنی بغض رکھا) عبارت یہ ہے تو لہ علیہ السلام شفاعتی مباحثہ الا لمن سب اصحابی رواہ فی الحلیۃ [تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۳۳]

امام مالک کی نظر میں

مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے.....

من البغض الصحابة وسبهم فليس له في المسلمين حق [ج ۳ ص ۵۷۸] امام مالک فرماتے ہیں جو شخص صحابہ کرام سے بغض رکھے اور ان کو برا کہے اس کے لیے مسلمانوں کی جماعت میں ہونے کا کوئی حق نہیں ہے۔

امام احمد کی نظر میں

علامہ میمون فرماتے ہیں کہ مجھے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن! جب تو کسی شخص کو دیکھے کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کو برائی کے ساتھ ذکر کر رہا ہے تو تو سمجھ لے کہ اُس کا اسلام مشکوک ہے۔ عبارت یہ ہے.....

قال الميموني اذا رأيت رجلا يذكر لاحد من الصحابة بسوء فاتهمه على

الاسلام [البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹]

صاحب شرح مواقف کی نظر میں

علم عقائد کی معتبر کتاب شرح مواقف میں ہے کہ صحابہ کرام کی تعظیم واجب ہے اور ان کو طعن کرنے سے رکنا بھی واجب ہے۔ عبارت یہ ہے.....

يجب تعظيم الصحابة والكف عن مطاعنهم..... [المبحث السابع ج ۲ ص ۳۰۳]

علامہ ادریس کا ندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۴۰۰ آیت والسا بقون الاولون (پ ۱۱) کے تحت فرماتے ہیں۔
اس آیت میں حق جل شانہ نے صحابہ کرام کے لیے بلا کسی شرط کے اپنی رضا اور مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا۔ بخلاف تابعین کے یعنی (صحابہ کرام) کے بعد میں آنے والوں کے لیے یہ قید لگادی کہ بشرطیکہ وہ مہاجرین اور انصار (صحابہ) کا اتباع کریں اور اعمال اور افعال میں ان کے طریقہ پر چلیں (ازالۃ الخفاء) یہی بات احقر نے اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا سنی تھی کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی بخشش موقوف ہے صحابہ کرام کی اتباع پر بغیر صحابہ کرام کی اتباع کیے کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔
اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تمام صحابہ کرام انصار و مہاجرین کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔
صحابہ کرامؓ کے حوالہ سے یہ معلومات یہ سب حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا پڑھایا ہوا سبق ہے۔ اللہ دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

(میں بعمر ۷۰ مہر (السر ملین)

اہل بیت کی عظمت کو گھٹانے والے

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

جو لوگ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عنوان قائم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیتؑ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمہ الزہرا اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کی صحیح شرعی عظمت کو گھٹاتے ہیں وہ بھی صراطِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں ان میں اور ردافض میں مقصد اور نتیجہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ اگر یہ لوگ اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ ان کا تقیہ ہے۔

[دیباچہ شہادت امام حسینؑ و کردارِ یزید، ص ۱۸]

ایک عہد ساز شخصیت

کچھ مولانا محمد اسماعیل فیض ☆

بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو تنہا اپنی ذات میں انجمن اور ادارہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہیں شخصیات میں وکیل احناف، امام اہل سنت والجماعت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کا شمار ہوتا ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں سے مالا مال کیا تھا، وفور علمی کے ساتھ طویل العمری کی دولت سے نوازا اور فتن کی سرکوبی کے لیے ہمت و جرأت عطا فرمائی۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ سے روحانی رشتہ اور خلافت کی بنیاد پر احقاق حق اور ابطال باطل کے فریضہ کی انجام دہی میں آخری سانس تک ہمدن معروف رہے۔ باطل کے خلاف آپ کے پاس تحریر و تقریر کی دودھاری تلوار تھی، جس کی ضرب کاری ہر موقع پر بھرپور ہوتی تھی۔ آپ اس شخصیت پرستی کے دور میں بھی شخصیات کو نظریات پر قطعاً ترجیح نہیں دیتے تھے۔

آپ کے لیے اہل سنت والجماعت احناف علماء دیوبند کے اجماعی مسلک سے سرمو بھی انحراف ناقابل برداشت تھا۔ چنانچہ نسبت دیوبند اختیار کرنے والوں سے اگر اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی بات سامنے آتی تو آپ کی غیرت ایمانی کا جوش قابل دید ہوتا، فوراً آپ کا قلم حرکت میں آتا اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ و حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے مسلک کی بھرپور ترجمانی فرماتے۔

احقاق حق کے معاملہ میں آپ کبھی بھی مرعوبیت اور نام نہاد مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ خواہ مقابل کتنی ہی قد آور اور نامور شخصیت کیوں نہ ہو۔ آپ الحب للہ والبغض للہ کے عملی پیکر تھے۔ مسلک حق کی توضیح و ترجمانی میں آپ اتھارٹی کی حیثیت رکھتے تھے۔

اس پر فتن دور میں جس طرف سے بھی کسی فتنہ نے سراہا یا تو آپ نے طبعی طور پر اس کا بھرپور طریقہ سے محاسبہ و متعلقہ کیا، آپ کی سیاسی فکر اور طریقہ کار سے اختلاف کی گنجائش تو ہو سکتی ہے لیکن سنسکی حور پر ہرگز نہیں۔ آپ کا اختلاف بھی اہمیت کی بناء پر ہوتا۔

شخصیات کے تفردات اور انفرادی آراء و تشریحات کی آمیزش سے علماء حق کے اجماعی عقیدہ کی حفاظت آپ کے طبعی محاسبات کی بناء پر قائم رہی۔ اس معاملہ میں آپ بیٹھیں اس قدر متحرک اور متعلقہ تھے کہ علماء و مشائخ کی تخریریں آپ کی طرف ہوتیں۔

کہیں اگر جادو حق سے سرمو تجاوز ہوا تو اعلیٰ علم اس بات کے خطر ہو جاتے کہ حضرت قاضی صاحب بیٹھتے اس فتنہ کی سرکوبی فرمائیں گے۔ چنانچہ آپ بیٹھتے بھی اپنی مسند اور نسبت کی لاج رکھتے ہوئے خالص علمی انداز میں مدلل و مفصل طور پر محاسبہ فرماتے اور انکار سلیمہ کو جلاء بخشتے۔

آپ عمومی طور پر ہر باطل کی سرکوبی تو فرماتے ہی رہتے لیکن مودودیت، ممانیت، سبائیت اور خارجیت آپ بیٹھتے کے خصوصی موضوعات میں شامل تھے۔ خلافت راشدہ، حق چار یار کا مقدس نعرہ آپ نے کوچہ کوچہ متعارف کرایا۔

آپ کی قیادت محض جذباتی نہیں بلکہ انتہائی مربیانہ تھی، کارکنوں کی فکری تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے یہی وجہ ہے کہ آپ سے وابستہ کارکن پختہ و محسوس نظریات کے حامل ہیں، گزشتہ برسوں میں جب ناموس صحابہ بیچنے کی آزمائش ملک کے اندر تشدد کی ایک لہر چلی ہوئی تھی جس نے بہت ساروں کو اپنی لپیٹ میں لیا اور سنسکی و مکی طور پر بے حد نقصان پہنچایا تو ایسے نازک دور میں بھی آپ کے جماعتی کارکن بھینچ چال کا شکار نہیں ہوئے اور خالص علمی انداز میں تحفظ ناموس صحابہ بیچنے کا فریضہ ادا کیا۔ یقیناً یہ آپ کی عمدہ تربیت کا اثر تھا۔

آپ کا شمار عالمی شخصیات میں ہوتا تھا۔ علماء و مشائخ آپ کے قدر دان اور آپ کے تعلق دینی کے معترف تھے۔ سیدی و مرشدی حضرت سید نعیم الحسنی صاحب دامت برکاتہم آپ سے کافی محبت رکھتے۔ گزشتہ برس عزیز محترم مولانا زاہد حسین رشیدی کے ختم بخاری کے موقع پر خدام اہل سنت و الجماعت کے چند علماء کرام جامعہ مدنیہ میں شریک ہوئے تو حضرت شاہ صاحب کی خدمت عالیہ میں بھی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ رات میں اس وقت حضرت کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ نے تعارف ہونے پر ان علماء کا بے حد اکرام کیا اور جب یہ حضرات رخصت ہونے لگے تو فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب

دامت برکاتہم کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور پھر دوبارہ استفسار فرمایا کہ آپ میں سے کون یہ ذمہ داری سرانجام دے گا؟ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں یہ ذمہ داری بھادوں گا تو آپ نے اطمینان کا اظہار فرمایا۔ گویا یہ رکی سلام نہیں تھا بلکہ تعین فرما کر ذمہ لگایا کہ حضرت کی خدمت میں میرا سلام پہنچانا ہے۔ جب حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو ان دنوں باوجودیکہ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور اسفار کا سلسلہ کافی عرصہ سے منقطع تھا لیکن آپ نے خصوصی طور پر طویل سفر اختیار کر کے جنازہ میں شرکت فرمائی۔

راقم نے اپنے مربی و محسن استاذ العلماء حضرت مولانا محبت النبی صاحب دامت فیوضہم کی معیت میں سفر اختیار کیا۔ راستہ میں کچھ تاخیر ہونے لگی تو حضرت مولانا کی بے چینی قابل دید تھی اور اسی حسرت کا اظہار فرماتے رہے کہ کہیں صلوٰۃ جنازہ میں شرکت سے رہ نہ جائیں۔ جب صلوٰۃ جنازہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو انتہائی عقیدت مندانہ لہجہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے صلوٰۃ جنازہ میں شرکت ہو گئی۔ جو ہمارے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔ یقیناً آپ عالم ربانی تھے اگر آپ کے سفر آخرت میں شرکت سے رہ جاتے تو زندگی بھر افسوس رہتا۔

حضرت قدس سرہ کے اوصاف حمیدہ اور محاسن جلیلہ کا احاطہ راقم کی قدرت میں نہیں ہے۔ آپ کی خدمت میں ہمہ وقت حاضر باش بھی شاید اس خدمت کو مکمل ادا نہ کر سکیں۔ انتہائی غلٹ میں یہ چند سطور اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے تحریر کر دی ہیں۔

مگر قبول (قدر زب) عزد نروب



حق و صداقت کے مظہر

☆ کھ مولانا محمد نواز بلوچ

محترم و مکرم جناب حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب زید مجدکم

جناب والا!

آپ کا مکتوب گرامی اس سے قبل ملا تھا۔ لیکن اس فکر نے کچھ نہ کرنے دیا کہ میرے جیسا طالب علم اتنے بڑے تبحر عالم جو شیخ العرب مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہوں وہ شیخ العرب والعجم جن کے بارے میں بقول استاذی مفتی محمد عیسیٰ صاحب گوجرانوالہ، حضرت شیخ التفسیر امام الاولیاء مولانا احمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ داڑھی کو کنگھی کرتے وقت جو بال جھڑتے ہیں یہ بال میں اس موچی کو دوں جو سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جوتے بناتا ہے تاکہ وہ دھاگے کی جگہ میرے یہ بال استعمال کرے۔ ان کا وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم فاتح مذاہب باطلہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت کا عمامہ باندھنا ان کے مقام کا مظہر ہے۔ تو میرے جیسا طالب علم ان کے بارے میں کیا تحریر کر سکتا ہے؟ لیکن جب آپ کا دوبارہ مکتوب گرامی آیا ہے تو شرمندگی سے بچنے کے لیے کچھ معروضات عرض کیے دیتا ہوں۔ دنیا میں ولادتیں بھی ہو رہی ہیں اور اموات بھی۔ ولادت کے بعد موت سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے عالم میں ہر کلیہ سے کچھ نہ کچھ مستثنیات نکلتے ہیں لیکن جس کلیہ سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے وہ کل نفس ذائقة الموت کا کلیہ ہے لیکن سب کی موت یکساں نہیں ہوتی، کسی کی موت صرف اس کے ماں باپ یا خاندان کے لیے ہوتی ہے۔ کسی کی موت سے شہر کا شہر سو گوار ہو جاتا ہے اور کسی کی موت پر صوبہ اور ملک روتا ہے لیکن جب ایسا عالم ربانی دنیا سے اٹھتا ہے تو یقیناً پورے عالم کے لیے موت کا اشارہ ہوتا ہے جس کے لیے کہا گیا ہے۔ موت العالم موت العالم تو ایسے عالم کا اٹھ جانا پورے عالم کا اٹھ جانا ہوتا ہے کیونکہ ایسی روح نکل جاتی ہے کہ جس سے پورے عالم پر ایک پڑ مردگی چھا جاتی ہے اور حضرت

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ہند جس طرح نام کے مظہر تھے اسی طرح بنی و عدالت کے مظہر تھے گویا اسم ہاسمی تھے۔ حضرت شیخ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ہند اور بنی۔ اسامی بنی علم میں تھے۔ عرصہ دراز تک مدرسہ میں بھی کرتے رہے۔ ان کے عقیدہ و عمل میں باپنی پانچویں تھی۔ تقویٰ اور طہارت کی بلندی، مشائخ سے محبت اور خصوصی تعلق کی بنا پر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے اپنے حلقہ بیعت میں داخل کیا اور ساتھ ہی خلافت سے لوازا۔ حالانکہ حضرت شیخ کے تھے ہی تاہم وہ تھے۔ جنہیں یہ اعزاز حاصل نہ ہوا تحصیل علم سے فراغت کے بعد اپنے والد گرامی کی مسند کو رحمت بخشی کافی عرصہ نہیں میں رہے۔ پھر اس پروگرام کو لے کر پیکوال منتقل ہو گئے۔ دفاع صحابہ جیل اور درویش آپ کے والد کا مشن تھام ساری عمر اس مشن پر نہایت استقامت و بہادری سے کام کرتے رہے اور اس میں ذرہ بجز فرق نہ آنے دیا بلکہ اس کام کو آگے بڑھایا۔ آپ شروع ہی سے اپنے مشائخ اور اکابر اور بھائی منظور حسین شہید مرحوم کی طرح جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ طلباء و علماء اور عوام کے لیے دفاعی تربیت کے زبردست حامی تھے۔ علماء دیوبند کے عقائد اور ان کی حقانیت ان کے دل میں اس قدر گہرا کر لی تھی اور آپ کو اس سلسلہ میں اتنا شریح صدر ہوا کہ حضرت اس کے دائمی بن گئے۔ اپنے اکابر کے عقائد اور طریقہ کار اور اصل ماخذ سے استنباط و استخراج کرنے میں اس قدر مہارت تامہ حاصل ہوئی کہ حضرت کو اس میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا اور اس سلسلے میں ذرہ بجز بھی رد و اداری کے قائل نہ تھے اور اپنے اکابر کے پروگرام اور نظریات کو آگے بڑھانے کے لیے تصانیف و تالیف کی بھرمار کر دی۔ حتیٰ کہ اس سلسلے میں معیار بن گئے کہ جس کا عقیدہ قاضی صاحب ہند کے خلاف ہو وہ سنی دیوبندی نہیں۔ جب مولود دی صاحب نے صحابہ کرام علیہ السلام پر تنقید کا راستہ اپنایا تو قاضی صاحب اس فتنہ پر شمشیر برہنہ ہو کر نوٹ پڑے اور علماء، علماء اور لفظاً و معنیاً اس کا رد کیا اور بڑے وثوق اور اعتماد سے اس پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اسی طرح دیوبندی جماعت میں مہاتبت کے عنوان سے ایک فتنہ اٹھا تو وکیل اہل سنت ترجمان حنفیت نے ان کی سرکوبی کی اور ایسا تعاقب کیا جس سے مہاتبت کے ابو انوں میں لرز طاری ہو گیا اور حضرت قاضی صاحب ہند کا نام ان کے لیے موت کا پیغام بن گیا۔ نیز دیوبندی جماعت میں ایک اور فتنہ اٹھا جس کا نام دیوبندی بریلوی اتحاد تھا۔ صوفی محمد اقبال مرحوم مدینہ منورہ نے ایک بہت بڑے شاطر اور حیلہ ساز شخص محمد کی مالکی کے ہاتھ پر بیعت کی جو کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے سلسلہ کا مجاز خلافت ہے اور یہ یاد رہے کہ صوفی محمد اقبال باقاعدہ عالم نہ تھے جس بنا پر محمد کی مالکی سے متاثر ہو گئے اور

اس کی کتاب اصلاح علماء کا اردو ترجمہ کر لیا۔ بس میں سرحد میں آقا قیام، مدرس اوقالی وغیرہ جیسی بدعات کو سراہا گیا اور ان کو اتحادِ ملت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ نیز اس صاحبِ قہور سے براہِ راست مانگنا اور حاجت طلب کرنا جائز قرار دیا گیا۔ کافی علماء اس کی اس تدبیرِ شیطانی سے متاثر ہوئے مگر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اس فرقہ صمدی پر تنبیہ کی وار کئے اور اپنے ملحد حق چار بار میں ان عقائد باطلہ کا ٹوبہ روک دیا اور کہا کہ یہ عقائد اہل بدعت کے ہیں اور اپنے عقائد رکھنے والا مفوض بدعتی ہے اور کہا کہ اہل قہور سے مانگنا کہ ہماری حاجت پوری کرو اگر جائز ہے تو بھر شرک کس چیز کا نام ہے؟ نیز فرمایا کہ یہ عقائد رکھنے والا مفوض بدعتی نہیں ہو سکتا ہم ایسے مفوض کو سابق دین بدعتی کہیں گے۔ ہننا نچہ آپ کی مسلسل محنت اور مسامحیہ سے یہ فتنہ فرو ہوا اور جن کے لیے ہدایتِ مقدسہ تھی انہوں نے اپنا توبہ نامہ شائع کیا۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے تدریس و تعلیم، ریعت و ارشاد، تصنیف و تالیف اور مواظبت کے ذریعے اہل سنت والجماعت اور اپنے اسلاف اکابر و مشائخ کے علوم و افکار کو پھیلایا اور عام کیا اور بطور مشن اس پر اپنا سارا زور صرف کیا اور اس کو اپنا سرمایہ حیات سمجھا اور امتِ محمدیہ کے لیے اسے راہِ نجات قرار دیا۔ ایک بڑے طبقے کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل ہدایت دی اور گمراہی سے بچالیا۔

رحمة الله تعالى رحمة واسعة له الدنيا والاخرة نیز آپ نے علماء کی آبرو کو قائم رکھا حالات نے بڑی بڑی سیاسی و مذہبی مٹا بازیاں کھائیں لیکن حضرت کے پائے استقامت میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔ حضرت نے کئی ادوار حکومت دیکھے کسی دور میں کسی حاکم کے سامنے نہ جھکے اور نہ ان سے تعلق وابستہ کرنے کی کوشش کی بلکہ ہمیشہ ان سے مجتنب اور دور دور رہے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے طریقہ کار کو اپنے لیے مشعل راہ بنایا کیونکہ آپ ان کے نظریات کے سچے وارث تھے۔ راہِ حق میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن اپنے مسلک و موقف پر آج نہ آنے دی۔ نہ خوف کھایا نہ لپھائے۔ یہی علماء حق کا طرہ امتیاز ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خاص جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے محبین اور متبعین و عامۃ المسلمین کو ان کے اختیار کردہ راستے پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اڈیالہ جیل کی ملاقات

☆ کھ جناب محمد اسرار بخاری

اخبار پر نظر پڑتے ہی چند لمحوں تک بے یقینی کی کیفیت رہی۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ لیکن یہ ممکن ہو چکا تھا قتل جیسے سنگین جرم میں وقت کا ولی پابند سلاسل ہو کر حوالہ زندان کیا جا چکا تھا۔ ذہن میں ایک پریشانی کی لہر اٹھی۔ یا اللہ برسوں سے مختلف بیمار یوں کا شکار اور ۹۰ سال کی عمر میں کوئی قتل کر سکتا ہے؟

بعض حکام نے خصوصی اجازت سے ذریعہ ملاقات کی راہ ہموار کی۔ راولپنڈی کی اڈیالہ جیل کے سپرنٹنڈنٹ جناب عمر دراز کے آفس میں اگرچہ میں ان سے گفتگو میں مصروف تھا لیکن ذہن حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی طرف لگا ہوا تھا کہ زندان کے شب و روز اور جواں سالہ نواسے اختیار الحسن کو سنائی جانے والی سزائے موت نے اعصاب کو بہت نڈھال کر دیا ہوگا۔ وہیل چیئر کی آواز سے خیالات کا سلسلہ ٹوٹا تو حضرت نظر کے سامنے تھے ان کی متوقع حالت کے بارے میں قائم سارے تصورات آن واحد میں بکھر گئے۔ چہرے پر حزن و ملال کی بجائے بلا کا اطمینان آویزاں تھا۔ وہی شفقت آمیز ملائمت، جیسے اپنے گھر میں ہوں۔ حال احوال پوچھنے کے دوران میں نے انتہائی جذباتی طور پر اظہار ہمدردی کیا۔ حسن نواسے کی سزا پر بہت افسوس ہوا اور ساتھ ہی نگاہیں بے اختیار چہرے پر پریشانی تلاش کرنے لگیں لیکن چہرے پر پھیلی اطمینان کی کیفیت جوں کی توں تھی اور پھر اس کے جواب میں جو الفاظ سماعت سے ٹکرائے وہ مشیت ایزدی کے سامنے سر جھکانے کا غیر معمولی مظاہرہ تھا ”جو اللہ کی مرضی“ دل نے گواہی دی ان حالات میں ایسی بات وہ کر سکتا ہے جو واقعی خدا کی بچی شناخت رکھتا ہو۔

اڈیالہ جیل میں دو گھنٹے سے زائد جاری رہنے والی اس ملاقات میں ان کے کسی ایک جملے سے یہ تاثر نہیں ملا کہ موجودہ صورتحال ان کے لئے ذرا بھی پریشان کن ہے۔

کہتے ہیں چکوال سے تعلق رکھنے والے لیفٹیننٹ جنرل (ر) مجید ملک نے اس وقت اپنی پارٹی کے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف سے ملاقات کر کے قاضی صاحب کو کم از کم ضمانت پر رہا کرنے کی اپیل کی تھی اس کے جواب میں میاں شہباز شریف نے بڑی براہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ جنرل صاحب یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں وزیر اعلیٰ ہوں قاضی مظہر حسین جیل سے باہر نہیں آ سکتے۔

یہ بات مجھے پرنسڈنٹ جیل کے دفتر میں موجود ایک آفیسر نے بتائی۔ جن کا تعلق چکوال کے کسی گاؤں سے تھا۔ اس آفیسر نے بڑے تشریف آفرینانہ انداز میں جو بات کہی اس وقت میں اس آفیسر کا حضرت قاضی صاحب سے جڑباتی وابستگی کی بنا پر جذباتی رد عمل سمجھا تھا لیکن بعد کے واقعات نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے کہا تھا ”یاد رکھیں قاضی مظہر حسین اس دور کے بہت بڑے ولی اللہ ہیں جن حکمرانوں نے انہیں جھکڑیاں پہنوائی اور جیل میں ڈالا ہے مجھے ڈر ہے ان کا کیا انجام ہوگا؟“

جناب میاں نواز شریف کی حکومت کا خاتمہ، جیل میں جانا، سزائے موت کا حکم سنایا جانا اور وطن کی مٹی سے دوری کیا یہ سب میاں شہباز شریف کی طرف سے اللہ کے اس ولی کو حوالہ زندان کرنے کا خمیازہ ہے؟ کیا اس جیل آفیسر کے الفاظ مستقبل کی پیشین گوئی تھی؟ ان سوالوں پر سوچا تو جا سکتا ہے تاہم ان کا جواب وہی دے سکتا ہے جسے خدا نے ایسی قدرت عطا کر رکھی ہو۔



﴿ حق چارپایہ ﴾

﴿ یا اللہ مدد ﴾

﴿ خلافت راشدہ ﴾

حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے وقت جس اپنا نیت اور محور کن مسکراہٹ سے ہم کلام ہوتے تھے، اُس کے نقوش ابھی بھی ذہن کے پردوں پر کندہ ہیں اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے (آمین)

صدیق گارمنٹس اینڈ نصیر کیفے گلی لیڈی ڈاکٹر نثار ملک چکوال

چند قابل تقلید صفات

کچھ حضرت مولانا نور اشرف ہزارویؒ

ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ، شیخ العرب العجم سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء اور تلامذہ میں سے تھے، جنہوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تقابلی فیض کے ساتھ مدارج سلوک میں بھی کمال حاصل کیا اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے طاعت خلافت کے اعزاز سے نواز کر خواص و عوام کے لیے رہبری کی سند عطا فرمائی، حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد پر پورے اترتے ہوئے ایک عظیم مصلح اور راہنما ثابت ہوئے۔

چند نمایاں خصوصیات

یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا لیکن چند خصوصیات آپ میں بہت نمایاں تھیں مثلاً خلوص۔ خلوص و للہیت کا یہ حال تھا کہ آپ کسی کی خوشامد پر نہ خوش ہوتے اور نہ ہی کسی ملامت کی پرواہ کرتے تھے۔ آپ نے ذاتی مفاد کو ہمیشہ دینی مفاد پر قربان کیا۔

پرواہ نہیں جو زمانہ خلاف ہے

راستہ وہی چلوں گا جو صاف ہے

محنت اور جفاکشی

ضلع چکوال کے قریہ قریہ میں اور دیگر اضلاع میں آپ نے پیدل و سوار مدد اہل سنت و الجماعت کے عقائد حقہ سے لوگوں کو روشناس کرایا۔ آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت سے دلوں کو معمور کیا اور بدعات و رسومات کا بڑی حکمت کے ساتھ قلع قمع کرنے کی کوشش کی جس میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی۔ چیرانہ سالی اور ملائت کے باوجود آپ کی شبانہ

روزِ محنت پر جواں سال تندرست حضرات کو رشک ہوتا اور تعجب کرتے۔

اعتدال

کبھی جذبات سے مغلوب ہو کر یا کسی مخالفت میں حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرتے۔ عصمتِ انبیاء علیہم السلام اور مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم، فقہ یزید جیسے اہم موضوعات پر آپ نے قلم اٹھایا اور ایسی خوبی کے ساتھ ان مسائل کو صاف کیا کہ محققین علماء کرام نے تائیدی تبصرے لکھے کہ آپ نے مذہبِ اہل سنت کی ترجمانی کا حق کر دیا۔

سنت کی پیروی

آپ کی نمایاں خصوصیات میں سے اتباعِ سنت کا یہ حال تھا کہ دیکھنے والا آپ کو فنا فی الرسول ﷺ سمجھتا، زندگی کے کسی پہلو میں سنت سے سرِ مور تجاوز نہ کرتے، جب حضور اکرم ﷺ کا ذکر فرماتے تو عقیدت و محبت کا عجیب حال آپ پر طاری ہوتا۔ مختصر جملوں میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرتے جاتے۔

عظمتِ صحابہؓ

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت اور ان کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ کوئی بیان، کوئی درس آپ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تذکرے سے خالی نہ ہوتا۔ آپ کا ماہانہ درس قرآن کئی بار سننے کا موقع نصیب ہوا کبھی کوئی درس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تذکرے کے بغیر ختم نہ ہوتا تھا، خصوصاً خلافتِ راشدہ موعودہ فی القرآن کو بڑی اہمیت اور وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے خلافت کے مسئلہ پر آیتِ حکیمین اور آیتِ استخلاف آپ کا موضوع ہوتی جن کا مفہوم بڑی خوبی سے ذہن نشین کراتے تھے۔

آپ کی مجلس

جیسا کہ حدیثِ شریف میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مجلس میں ہر شخص کو حصہ دیتے تھے یعنی ہر ایک سے حالِ احوال دریافت فرماتے یا کوئی ضروری بات اور نصیحت فرماتے، حضرت قاضی صاحب بیہیہ کی مجلس بھی مجلسِ نبوی کا نمونہ ہوتی تھی ہر ایک سے حالِ دریافت فرماتے اور ایسی محبت و مسکراہٹ سے حال پوچھتے کہ دل کھینچ لیتے تھے۔

حق کوئی:

حق کوئی میں آپ نے کبھی کسی کی پرواہ نہ کرتے خواہ اپنا ہو یا بیگانہ اسی لیے بلاض اپنے بھی آپ کی حق کوئی کی وجہ سے آپ سے ناراض ہو جاتے تھے۔

اصول پر کاربندی

آپ نے جو موقف بھی اختیار کیا اس میں دفع الوقتی سے کبھی کام نہ لیا بلکہ شریعت اور اصولوں کی پاسداری کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ اسی لیے آپ کے موقف متضاد نہ ہوتے تھے کہ آج ایک موقف اختیار کیا کل دوسرا۔

اسلاف پر اعتماد

آپ اپنے موقف اور تحقیق میں اسلاف کی تحقیق سے سرمو تجاوز نہ ہوتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ اپنے بزرگوں کی تحقیق پر اعتماد کرو۔ آپ نے جن موضوعات پر بھی قلم اٹھایا وہ اسلاف خصوصاً اکابرین دیوبند کے حوالوں سے بھرپور ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را



الفاروق پولٹری فارم

○ 4 کلو میٹر، سرگودھا روڈ چکوال ○

پروپرائیٹرز: راؤ محمد کاشف مظہری،

السلام
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صاحب میں وہ حکم چکن سخت کی صورت
وہ روپا ہوں میں کر دتا چپے کا جگر پیدا
زمانہ انتظار مردوسن میں بڑپتا ہے
کسں جب جا کے ہوتا ہے کوئی صاحب نظر پیدا

قائد اہل سنت اور حضرت اوکاڑوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا محمود عالم صمد اور اوکاڑویؒ

وقت کے عظیم محقق و مدقق، علوم اصول کے بحر بکراں، حضرت مدنیؒ کی تعلیم ترین یادگار، مہمان
تصنیف کے شہسوار، علم کلام کے طبردار، قلم و قریح کے بہ تاج بادشاہ، اشہری دہر، تاریخی مصر،
غزالی زماں، جنید وقت، امین الملتہ والدین، امام المسلمین، زبدۃ الاتقیاء، والصالحین، سلطان الاولیاء،
امام الملتہ البہماء، محی السنۃ، قاطع الہدے، مرجع السالکین، قدوۃ الحمدین، زبدۃ المفکرین، سلسلہ حامی
امداد اللہ مہاجر کی کے دریکتا، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے پشتر روحانی کے قائم،
آپ کے خلیفہ مجاز، مظہر شریعت و طریقت، وکیل صحابہ، قائد اہل سنت، حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر
حسین نور اللہ مرقندہ وورد اللہ مضجعہ تحریک خدام اہل سنت والجماعت کے ہانی اور امیر اپنے ہزاروں
مریدوں، فیض یافتہ تلامذہ کو اس اندامیر دنیا میں چھوڑ کر دار الفناء سے دار البقاء کی طرف رخت سرفراز
کئے ہے..... انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

قائد اہل سنت اس دور کی ان چند ممتاز و یگانہ ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اسلام اور اہل
سنت والجماعت کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ نہایت جوا نردی اور استقامت سے کیا۔ تحریر و
تقریر کے میدان میں انہیں ہمیشہ ناکوں چنے چبوائے۔ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں غیر معمولی ذہانت اور
ذکاوت سے نوازا تھا ان کا وجود حق جل جلالہ کی شان عطا و جود و صلاح کا عظیم نشان تھا۔ حضرت قائد اہل سنت
غیر معمولی ذہانت اور ذکاوت میں اسلاف کی یادگار ہونے کے علاوہ فانی العلم ہونے میں بھی اکابرین کا
نمونہ تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو تمام کمالات ظاہری اور باطنی سے بھر پور نوازا تھا۔

ان کمالات میں سے ہر کمال اپنی جگہ پر نمایاں تھا۔ مگر یہ کمال اور یہ سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی کہ شیخ العرب والجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے آپ اجل خلیفہ بنے۔ حضرت مدنی کے چشمہ روحانی سے فیض حاصل کرنے کے لئے متلاشیان معرفت باری تعالیٰ کو آپ کے دست حق پرست پر ہاتھ رکھنا پڑتا۔ حفاظت مسلک حق میں مدبرانہ کارنامے، تعلیم و تصنیف اور سلوک کی زریں خدمات اظہار من القفس ہیں۔ گویا ان کی ایک زندگی میں بہت سی خوبیاں جمع تھیں۔ وہ ان عالی مرتبت افراد میں سے تھے جن کے متعلق کہا گیا ہے باللیل رہبان و بالنہار فرسان۔

آپ کی حیات کے اتنے مختلف گوشے ہیں کہ ہر ایک گوشہ مستقل مضمون و مقالہ کا محتاج ہے مگر اس کے باوجود یہ کہنا پڑیگا..... حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اور نہ آئندہ آنے والی نسلیں اس کا یقین کر سکیں گی کہ اس پر فتن دور میں بھی ایسی فوق العادہ شخصیت تھی۔ ایسی جامع شخصیت کا وجود بس اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔

اس عظیم شخصیت کے واقعات و حالات تاریخ کے درخشندہ ابواب بن جائیں گے اور تاریخ کا طالب علم ان واقعات پر آکر رک جائے اور اس کے قلب کی تار مل جائے اور وہ اس کی روشنی میں صراط مستقیم پر چلتا ہوا باب جنت تک پہنچ جائے۔ اس غرض کو لئے ہوئے یہ ناکارہ بھی تحمل میں ٹاٹ کی پیوند کاری کے لئے حاضر ہے اور اپنے مرشد اور شیخ کی حسین یادوں کو محض کرنے کی کوشش میں ہے.....

تازہ خواہی داشتن گرداغمائے سبز را

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

شوال ۱۴۱۴ھ کی ایک دوپہر میں طلب علم کے لئے جامعہ خیر المدارس ملتان پہنچا۔ جامعہ کے جنوبی گیٹ سے داخل ہو کر لڑکوں سے پوچھتا ہوا حضرت تایا جان (رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اودکاڑوی نور اللہ مرقدہ) کے کمرے میں پہنچا۔ علیک سلیک کے بعد حضرت نے پوچھا کہ خیریت سے آیا ہے؟ بندہ نے گزارش کی کہ داخلہ لینا ہے۔ اگلے دن درجہ فارسی سال اول میں داخلہ کا ہو گیا اور بندہ کی رہائش بھی حضرت تایا جان کے کوارٹر میں ہی طے پائی۔ حضرت تایا جان مجھ کی مجالس میں ایک شخصیت کا تذکرہ کچھ اس انداز سے کیا جاتا تھا کہ جس کو سن کر یہ بات سامعین کے ذہن میں راسخ ہو جاتی کہ وہ ایک ہمہ گیر شخصیت ہے جسے خدا نے صرف فن تصوف کا ہی امام نہیں بنایا بلکہ تردید مذاہب باطلہ کا مجدد بھی بنایا ہے۔ وہ شخصیت ایک ایسا شجر سایہ دار ہے جس کے سائے تلے حاملان علوم نبوت،

دار ثن انبیاء محنت و جفا کشی، مجاہدات و صبر آزمائش کا سامنا کرتے کرتے تھک کر کچھ دیر سستے کے لئے آلیٹے ہیں۔ اس شجرہ طیبہ کی چھاؤں ایسی پیاری ہے کہ چند لمحوں میں سب تھکاوٹ کا فور ہو جاتی ہے اور پھر مجاہدین ملت نئے دلوں اور حوصلے کو لیکر فرقتائے باطلہ کے سامنے جہاد باللسان اور جہاد باللسان کے لئے سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک ایسا چشمہ فیض ہے جس کا ایک ایک قطرہ سالکین طریقت، طالبین معرفت کی حیات روحانی کے لئے آب حیات ثابت ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے منازل روحانیہ اس کے لئے مسخر کر دیں ہیں، وہ خود بھی ان کی سیر کرتا ہے اور اس کی وجہ سے سینکڑوں نہیں ہزاروں لوگ اس لذت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ وہ ایسا ساتی ہے جو معرفت باری عزاسمہ کی سے خود بھی پیتا ہے اور جام کے جام آتش عشق میں سوز شدہ مخلوق خدا کو بھی پلاتا ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جو معرفت کے سمندر اپنے قلب مبارک میں سینے ہوئے ہے اس کے باوجود اس کی خاموشی اس شعر کا مصداق ہے

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت

جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

اس کا قلم جب فتوں کی تاک میں چلتا ہے تو کوئی اس کی کاٹ کی تاب نہیں لاسکتا، اس کی زبان جب فتوں کی سرکوبی کے لئے اپنی قوت گوئیائی کام میں لاتی ہے تو مذہب باطلہ کی عمارتیں زمین یوس ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ جب ہل من مبارز کا نعرہ لگا کر میدان مناظرہ میں اترتا ہے تو مقابل دم باکر بھاگنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں اور اگر کوئی میدان میں آنے کی جرأت کر ہی لیتا ہے تو اس کی ایک ہی کاری ضرب کے بعد دشمن ہتھیار پھینک کر الامان الامان کی صدائیں لگا کر اس کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ رافضیت کے سوراہوں یا خارجیت کے مداحین، اس کے ہاتھوں رسوا ہوئے ہیں۔ مودودی ہوں یا مہتمی اس کی تحریروں کی وجہ سے ان کے تابوت لاشوں سمیت زمین میں دفن ہو گئے۔ صحابہؓ کا علم اس عظیم شخصیت کے ہاتھوں میں بلند ہوا۔ خلافت راشدہ حق چار یا ربیٹن کا نعرہ پھر سے دیوانوں کے قلوب کو گرمانے لگا۔ عقمت صحابہؓ پر لگائے گئے رفض کے دھبے اور اس عظیم جماعت پر لگائے گئے الزامات و اتہامات کی تیغ کئی ہوئی اور عظمت صحابہؓ کا حسین چہرہ یوں نکھر کر امت کے سامنے آیا جیسے شبنم سے گل گلاب نکھرتا ہے۔ عصمت انبیاء علیہم السلام پر ایسا لکھا کہ قلوب مسلمین سے مودودی کی چٹکی ہوئی سیاہی اترتی چلی گئی اور وہ قلوب حسب انبیاء علیہم السلام کے نور سے جگمگانے لگے۔

جب کجراتی فتنہ افشا اور اس فتنہ نے معتزلہ کے طریق پر چلتے ہوئے اور ان کے اعتراضات

چراتے ہوئے توحید کی آڑ میں حیات انبیاء علیہم السلام فی القبور کا انکار کر ڈالا اور ساری امت کو، چودہ سو
 سال محمد ثین اور مفسرین کو، امت کے مایہ ناز متکلمین کو، ملت بیضاء کے مورخین کو، صوفیاء، اولیاء اور اقیام کو
 کافر اور مشرک گردانا، المہند جیسی عظیم کام کی کتاب ناقابل اعتبار قرار دیا، محمد ثین کے اصولوں کو روند ڈالا،
 اجماع امت کا وقار مجروح کیا اور ہجرات میں بیٹھ کر عالم اسلام پر اپنی توپ سے کفر کے گولے داغنے
 شروع کئے، ایک برین ملت کی گجڑیاں اچھالنے کی کوشش کی تو وہ مرد قلندر میدان میں اترے اور ہجراتی
 فسادیوں کا ایسا پیچھا کیا کہ انہوں نے اپنی بلوں میں گھسنے میں ہی عافیت پائی۔

خارجیت کا فتنہ بہت ہی خطرناک فتنہ تھا جو بھارت پر حب صحابہ علیہ السلام کی آڑ میں تھا مزید یہ کہ ایک عظیم
 الشان شہرہ آفاق شخصیت کی اولاد اس فتنہ کا صرف شکار ہی نہ ہوئی بلکہ مسلح اور داعی بن بیٹھی (اسانہ وانا
 البیہ راجعون) ان حالات میں اس فتنہ کی سرکوبی بظاہر اپنوں سے کمرانا تھا۔ اس میں بڑی ہمت اور بلا
 خوف لومۃ لائم مزاج اور پہاڑ جیسے جوصلہ کی ضرورت تھی، یہ سعادت بھی اس عظیم شخصیت کے حصہ میں آئی
 کہ اس نے ”کشف خارجیت“ اور ”خارجی فتنہ“ لکھ کر امت محمدیہ کو بغض اہل بیت کی اندھیر کھائیوں میں
 گرنے سے بچالیا۔

اس شخص نے جس میدان میں بھی قدم رکھا نہایت پھونک کر رکھا، جادہ اعتدال کو ہاتھ سے
 نہ جانے دیا، صراط مستقیم پر گامزن رہا، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اتنا آگے نکل گیا کہ اس میدان کے
 دوسرے سوار اس کی گرد پا کو پاتا بھی سعادت جاننے لگے اور کیوں نہ جانتے کیونکہ یہ ہی اس کا حق تھا کہ
 اس کے قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ، اس کے غلین مبارک کو سر کا تاج بنایا جاتا۔

یہ تھا وہ بخش جو میرے قلب کی لوح پر حضرت رئیس المناظرین بیٹے کی مجلس کی برکت سے جا گزریں
 ہوا۔ پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا یہ براہتای گیا پھر ایک وقت آیا کہ آتش عشق تیز تر ہو رہی ہے مگر اس پر
 پانی ڈالنے والا نہ رہا، میرے تاجا جان مرحوم اللہ کو پیارے ہو گئے

سنے کون ہائے صدائے دل ملے کس آہ شغائے دل

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

اب تو یہ حالت ہے ..

ماہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم

الا حدیث یار کہ تکرار میں کسم

بندہ حضرت تایا جان بیٹھنے سے بار بار گزارش کرتا کہ جہلم یا چکوال کے جلسہ میں مجھے ساتھ لے جائیں تاکہ میں بھی حضرت بیٹھنے کی زیارت کر لوں لیکن حضرت تایا جان ساتھ نہ لے جاتے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ عموماً جہلم یا چکوال کا جلسہ درمیان ہفتہ کو ہوتا جو کہ پڑھائی کا دن ہوتا۔ سبق سے ناغہ حضرت کو برداشت نہ تھا۔ یہاں تک کہ جب بندہ کے تایا محمد اسلم مرحوم فوت ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ تو نے جا کر کیا کرنا ہے، تو سبق پڑھ یہ اہم ہے۔ حضرت کی اس سختی کی وجہ سے بندہ حضرت تایا جان کی زندگی میں حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے کی زیارت و ملاقات اور حضرت کی قدم بوسی سے محروم ہی رہا۔

شوال ۱۴۲۱ھ میں یہ سوچ کر کہ حضرت تایا جان بیٹھنے کے شیخ و مرشد کی قدم بوسی کرنی چاہئے، شاید کچھ اضطراری روح کو تسکین مل جائے۔ چکوال کے لئے عازم سفر ہوا۔ حضرت تایا جان کے بیٹے قاری محمد معاویہ صاحب بھی میرے ہم سفر تھے۔ جب ہم مدنی جامع مسجد میں پہنچے تو جمعرات کا دن تھا اور عشاء کا وقت حضرت درس قرآن کریم ارشاد فرما رہے تھے۔ یہ پہلی زیارت تھی جو بندہ کو اس امام وقت کی نصیب ہوئی۔ درس کے بعد مصافحہ ہوا حضرت نے خود ہی پوچھا کہ مولانا امین صفدر بیٹھنے کے گھر سے مہمانوں نے آنا تھا۔ حضرت کو فون پر اطلاع کی جا چکی تھی۔ حضرت نے جوں ہی پوچھا ہم آگے بڑھے اور مصافحہ کیا، بیعت کی درخواست کی جو حضرت نے کمال شفقت فرماتے ہوئے منظور فرمائی۔ اپنے قلب کی سیاهی کی وجہ سے اس انعام کی کم ہی امید تھی، رات وہیں رہے صبح واپسی ہوئی، یوں حضرت بیٹھنے کے بارے میں سنا ہوا حق الیقین سے عین الیقین تک جا پہنچا۔ کیونکہ مشہور ہے.....

مشک آنت کہ خود ہو ید نہ کہ عطار

حضرت قاضی صاحب کا مرتبہ

رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر ادا کاڑوی نے ابتداً شیخ الغفیر سلطان العارفین حضرت مولانا احمد علی لاہوری بیٹھنے سے بیعت کی۔ حضرت تایا جان کا شیخ الغفیر بیٹھنے کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا واقعہ آپ نے اپنے حالات میں لکھا ہے جو کہ تجلیات صفدر جلد اول کے شروع میں شائع ہو چکا ہے اور حضرت ادا کاڑوی کی یاد میں الخیر کا جو خصوصی نمبر شائع ہوا ہے اس میں ہمارے تایا جان محترم و مکرم پروفیسر میاں محمد افضل صاحب زید مجدہ نے بھی اپنے مضمون میں تحریر فرمایا ہے۔

بندہ قد مکرر کے طور پر اس کو زید قرطاس کرتا ہے.....

مولانا افضل صاحب لکھتے ہیں کہ بھائی صاحب بھٹنڈے نے جب مدام الدین میں حضرت لاہوری بھٹنڈے کا یہ بیان پڑھا کہ آنکھیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ظاہری آنکھیں اور باطن کی آنکھیں۔ جب دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں تو آدمی حلال و حرام میں تیز کر سکتا ہے اس پر صاحب قبر کے احوال بھی منکشف ہو جاتے ہیں۔ تو آپ کچھ سکول کے ساتھیوں کو ساتھ لے کر حضرت کا امتحان لینے لاہور پہنچے اور حرام و حلال پھل ملا کر حضرت کی خدمت میں پیش کر دئے آپ نے حرام و حلال پھل علیحدہ علیحدہ کر دئے۔ اس وقت

لو آپ اپنے دام میں میاؤں آگیا

کے مصداق بھائی صاحب حضرت لاہوری بھٹنڈے کے گرویدہ ہو گئے اور نوبت صرف بیعت تک ہی نہ پہنچی بلکہ حضرت نے انجیل برنباس پر مقدمہ لکھنے کا حکم صادر فرمایا، اس آزمائش سے جب کامیاب ہوئے تو حضرت لاہوری کی تو جہات خاصہ کا مضبوط بن گئے۔ [الخیر خصوصی نمبر ۱۰۶]

سلطان العارفین حضرت لاہوری بھٹنڈے سے حضرت ادا کاڑوی بھٹنڈے کا تعلق گہرا سے گہرا ہوتا چلا گیا آپ نے حضرت لاہوری بھٹنڈے کی بہت سی عمدہ صفات اپنے اندر جذب کیں، آپ کا تواضع و انکساری، زہد و تقویٰ، علم و حلم، جرأت و شجاعت، بلند ہمتی و وسعت ظہنی، اعراض عن الدنیا اور احقاق حق اور ابطال باطل میں اپنے پیر و مرشد حضرت لاہوری بھٹنڈے کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ رات کو سونے سے قبل اکثر حضرت لاہوری بھٹنڈے کے ملفوظات کا مطالعہ کر کے سوتے تھے۔ کبھی فرماتے میں تو حضرت لاہوری بھٹنڈے کے لئے عار ہوں۔

ہمارے شرح عقائد کے سبق میں جو ہمیں جامع المعقول والمقول حضرت مولانا شبیر الحق کشمیری دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ حضرت کشمیری جب سبق پڑھا چکے تو انہوں نے حضرت ادا کاڑوی بھٹنڈے اور حضرت لاہوری کا یہی واقعہ سنایا اور فرمایا کہ ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے حضرت لاہوری بھٹنڈے کی کرامات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تم ان کی (حضرت ادا کاڑوی بھٹنڈے) کی زیارت کر لو شاید پھر یہ بھی نہ رہیں۔ ہماری درجہ جلالین کی درس گاہ جامعہ خیر المدارس میں حضرت تایا جان قدس سرہ کی درس گاہ سے متصل تھی، میں ویسے تو مجھ اللہ صبح اٹھنے سے رات چار پائی پر لیٹ کر محو خواب ہونے تک حضرت کی زیارت وقفہ وقفہ سے کرتا رہتا، صبح حضرت بھٹنڈے ہی مجھے نماز کے لئے بیدار فرماتے۔ عموماً حضرت مطالعہ میں ہوتے تو پینل میرے ہاتھ یا ماتھے پر آہستہ سے مارتے اور فرماتے.....

محمود اٹھ نماز دانا تم ہو گیا وا۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

کھ مولانا مخلص عبداللہ

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اس وقت میری عمر آٹھ سال کے لگ بھگ تھی جب مجھے پتہ چلا کہ ہمارے گاؤں بلکسر میں معراج النبی ﷺ کے موضوع پر بعد نماز ظہر جلسہ ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال تشریف لارہے ہیں (حضرت آتے تو ہر سال ہی ہوں گے لیکن مجھے اس وقت شعور نہ تھا) میں معصومی سوچ لے کر اجتماع میں بیٹھ گیا کہ ابھی کوئی جبہ، کلاہ پہنے شخصیت نمودار ہوگی اور خوب سرگاکر تقریر کرے گی، لیکن میری تمام سوچوں کے برعکس کیا دیکھتا ہوں کہ نہایت سادہ لباس میں رومال باندھے ایک شخص جمع میں سے اٹھ کر منبر پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ میں قرآن پاک لیا اور سادہ الفاظ میں قرآن پاک پڑھ کر تقریر کرنے لگ گیا۔ میں نے سوچا کہ جن قاضی صاحب کا اعلان ہو رہا تھا وہ تو شاید تشریف نہیں لائے ان کی جگہ یہ بابا جی آکر تقریر کرنا شروع ہو گئے ہیں لہذا میں اٹھ کر چلا گیا یہ میری پہلی ملاقات تھی جو حضرت اقدس بریلوی سے ہوئی۔ تو جوں جوں عمر بڑھتی گئی عقل و شعور آتا گیا اور حضرت کے ساتھ عقیدت و محبت بڑھتی چلی گئی۔ یہ عقیدت اس وقت عروج پر پہنچی جب میٹرک پاس کرنے کے بعد میں نے ۱۹۸۳ء میں گورنمنٹ کالج چکوال میں داخلہ لیا۔ ان دنوں کالج میں سنی تحریک الطلبہ کی بنیادی رکھی گئی تھی۔ اور سنی تحریک الطلبہ کا پندرہ روزہ اجلاس ہوتا تھا جس میں حضرت اقدس بریلوی درس دیا کرتے تھے۔ ان دروس میں حضرت اقدس مذہب اہل سنت والجماعت کے بنیادی مسائل میں سے ایک مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالتے اور اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کا دیگر فرقوں کے ساتھ اختلاف بیان فرماتے اور اپنے عقیدہ کے بارے میں قرآن و سنت اور دیگر فرقہ کی کتابوں سے دلائل بیان فرماتے ساتھ ساتھ دیگر فرقوں کی طرف سے اعتراضات کے جوابات بھی ارشاد فرماتے۔ حضرت کے بیان کا یہ انداز بڑا علمی، نہایت آسان، روحانیت سے بھرپور، دل پر اثر کرنے والا، دلائل

وہ راجین سے لبریز، دل دوز پر سوز ہوتا جس سے ہر سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا، حضرت نے ہم نوجوانوں کی تربیت و اصلاح کے لیے جس جانفشانی سے محنت فرمائی وہ حضرت کا کمال تھا۔

حضرت جی بیسٹ کی ساری زندگی کا معمول رہا ہے تھوٹے تھوٹے قصبوں اور ڈیموں پر چند روز سے بیٹھے ہوتے اور حضرت کا وعظ گھنٹوں جاری رہتا۔ نہ چھٹکتے تھے نہ مایوس ہوتے۔ نہ کثیر مجمع کی خواہش ہوتی نہ خود نشانی کی فکر ہوتی۔ دنیا کی بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ ہمارے نزدیک چکوال کے ایک دیہات میں عرصہ دراز سے سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ حضرت کے ضعف اور بیماری کی بنا پر عمر کے آخر سالوں میں بندہ کو اس جلسہ کی ذمہ داری نبھانا پڑی تو معلوم ہوا کہ آج تک ان لوگوں نے حضرت جی کی اور نہ کسی دوسرے جماعتی مبلغ کی کوئی خدمت کی ہے۔ اس کے باوجود حضرت دوسرے جلسوں کی نسبت زیادہ انہماک اور فکر سے ہر سال بذات خود تشریف لے جاتے اور دیگر مبلغین کو حکم فرماتے اور پوری زندگی کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کیا۔ حالانکہ جلسہ کرانے والے لاکھوں کے مالک ہیں۔ لیکن حضرت جی نے کبھی ان کے سامنے اشارہ تک نہ فرمایا کہ علمائے کرام کا کیا جلسہ کا خرچ ہوتا ہے۔

مسک حق کی صحیح ترجمانی، اکابرین کا طرز، موقف کی سختی، انداز کی نرمی، بڑے سے بڑے مخالف کے لیے بھی کبھی بد اخلاقی یا گستاخی کا جملہ زبان پر نہ لانا حضرت کی امتیازی شان تھی۔ خود نمائی حضرت کے پاس نہ تھی، اس پیرانہ سالی میں بھی کبھی کسی سے پاؤں نہ دبوائے ہاتھوں پہ بوسہ نہ دینے دیا۔ ایک دفعہ رمضان شریف میں مدنی جامع مسجد میں ختم قرآن کی تقریب سے خطاب فرمایا اور حسب عادت وعظ کے بعد مدنی مسجد سے ملحقہ پلاٹ میں تشریف لائے اور احباب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حافظ اللہ یار صاحب حضرت کے پرانے عقیدہ مندوں اور خادموں میں سے ہیں۔ نہایت عقیدت کے ساتھ حضرت جی بیسٹ کے مونڈھے دبائے کی غرض سے پشت مبارک کی طرف بیٹھ گئے۔ جوں ہی شانوں پر ہاتھ رکھا۔ حضرت نے نکیہ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی فوراً سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور سختی سے فرمایا رہے دو مجھے اس کا چک کانہیں۔

پیرانہ سالی میں لیے لیے سفر فرماتے لیکن کبھی تھکاوٹ کا نام نہ لیا۔ آرام کرنے کا کہہ کر کسی ساتھی کو کمرے سے باہر نہ نکالا کبھی کمرہ بند نہ کرایا۔ کھانے کے لئے کبھی کوئی چیز طلب نہ کی۔ جو کچھ کسی نے دیا اس میں نقص نکالا اور نہ ہی کھانے سے انکار کیا۔ کسی ساتھی کی دل شکنی نہ کی۔ تقریر انتہائی سادہ ہوتی۔ بڑے بڑے علمی مسائل بھی اپنے آسان الفاظ سے سمجھاتے کہ عام سطح کا آدمی بھی آسانی سے سمجھ لیتا۔

مجھے حضرت جی بیسٹ کے ساتھ وفات کے صرف دو دن قبل ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ شدید

بیماری اور عمر شریف کے اس حصہ میں بھی جونہی مجھے اندر جانے کی اجازت ملی، کیا دیکھتا ہوں کہ چہرہ انور ہشاش بشاش ہے اور بیماری کا چہرہ پر کوئی اثر نہیں ہے۔ آپ نکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ میں نے مصافحہ کیا۔ حضرت میری طرف دیکھ کر مسکرائے، میں نے اپنا نام بتایا تو عادت شریفہ کے مطابق ہاتھ اوپر اٹھایا اور فرمایا ”میں نے پہچان لیا ہے خیریت ہے۔“ میں ایک لمحہ کے لئے کھڑا رہا کیونکہ گفتگو کرنے اور بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی لہذا اُلٹے قدموں پیچھے ہٹا اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔ حضرت جی رحمہ اللہ سے آخری ملاقات کا یہ منظر مجھے زندگی بھر نہ بھولے گا۔

اتوار کا دن درمیان میں گزرا۔ سوموار کے وقت ابھی اٹھنے کی تیاری کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی، جونہی میں نے فون اٹھایا تو حافظ سلطان محمود صاحب کی آواز سنائی دی، ”مخلص صاحب حضرت جی کی وفات ہو گئی ہے آپ فوراً چکوال پہنچ جائیں۔“

خبر کا سننا تھا کہ دل بجھ گیا اور دنیا روٹھ گئی۔ ہمت جواب دے گئی۔ کوشش کر کے اٹھا۔ سب سے پہلے حضرت والد صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مصلیٰ پر بیٹھے ذکر میں مشغول تھے قریب بیٹھ گیا۔ پوچھنے پر بتایا۔ کہ حضرت جی کی وفات ہو گئی ہے اور میں ابھی چکوال جا رہا ہوں آپ نے انا للہ وانسا الیہ راجعون پڑھا۔ ایک لباس سانس لیا اور فرمایا اعلان کر کے جانا۔ میں نے گاڑی منگوائی اور چکوال کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ میں آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دل بار بار کہہ رہا تھا اب میری اصلاح کون کرے گا؟

سے کون ہائے صدائے دل

ملے کس سے آہ شغائے دل

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

وہ دکان اپنی بڑھا گئے



قائد اہل سنت رحمۃ اللہ کی..... یادگار نگارشات

☆ کچھ ترتیب! حافظ عبدالوحید حنفی

تعلیم و تربیت کے چار طریقے

خداوند عالم نے نسل انسانی کی تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت کے لیے وحی نبوت کا جو مقدس سلسلہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے جاری فرمایا تھا وہ تکمیل دین و اتمام شریعت کے ساتھ ساتھ خدا کے آخری نبی سرور کائنات محبوب خدا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات قدسی صفات پر ختم ہو گیا۔

آفتاب نبوت کے روپوش ہونے کے بعد اشاعت اسلام اور حفاظت دین کی خدمت حق تعالیٰ نے امت محمدیہ کے اہل ایمان کے سپرد کر دی۔ رسول خدا ﷺ نے اپنے تئیں سالہ زمانہ وحی و رسالت میں انسانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے جو چار قسم کے فرائض انجام دیئے تھے۔ سلسلہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد قیامت تک ان فرائض کی ادائیگی علمائے دین اور حاملان شریعت کا مقدس نصب العین ہوگا۔

ہادی عالم ﷺ نے (۱) تلاوت آیات قرآن (۲) تذکیہ نفوس۔ (۳) تعلیم کتاب اللہ (۴) تعلیم حکمت دین کے ذریعہ اپنی ناخواندہ اور گمراہ قوم کی اصلاح فرمائی۔“

[دو سالہ روئیداد مدرسہ اظہار الاسلام ۱۹۵۵ء ص ۲]

فرائض نبوت

آنحضرت ﷺ نے تعلیم دین اور اصلاح امت کے لیے چار قسم کے طریقے اختیار فرمائے۔ حسب ذیل آیت ان پر مکمل روشنی ڈالتی ہے.....

هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلال مبين .

ترجمہ۔ وہ اللہ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول کو مبعوث فرمایا جو ان کو خدا کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو قرآن کی اور حکمت دین کی تعلیم دیتے ہیں اور بے شک وہ لوگ اس سے پہلے بڑی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے اس آیت نے تصریح کر دی کہ ہادی عالم ﷺ نے (۱) تلاوت آیات (۲) تزکیہ نفوس۔ (۳) تعلیم کتاب اللہ۔ (۴) تعلیم حکمت دین کے ذریعہ اصلاح فرمائی۔

حضور ﷺ نے سب سے پہلے اس گمراہ قوم کو قرآن مجید کی آیات سنائیں جو ان کی زبان ہی میں نازل ہوا تھا۔ قرآنی آیات کے ذریعہ ان کو مشرکانہ عقائد اور جاہلانہ افعال رسوم سے نجات دلائی۔ اپنے فیض صحبت سے ان کے نفوس کو پاک اور ان کے قلوب و ارواح کو ایمان و عرفان کی روشنی سے منور فرمایا۔ کتاب اللہ کے مضامین عالیہ کی ان کو تعلیم دی اور دین خداوندی کی حکمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے۔“ [درس سالہ روئداد ۱۹۵۵ء، صفحہ ۳]

درس گاہ نبوی اور اصحاب صفہؓ

”آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے والوں میں یوں تو کوئی فرد بھی ایسا نہ تھا جو ایمان و عمل صالح کو اخروی نجات کا ذریعہ سمجھنے کے باوجود اپنے آپ کو تعلیم قرآن اور سنت نبوی کا محتاج نہ سمجھتا ہو۔

گو ہر صاحب قرآن و سنت سے استفادہ کرنا اپنی زندگی کا مقصود حقیقی جانتا تھا۔ مگر اصحاب رسول میں سے ایک جماعت ایسی بھی تھی جنہوں نے دینی و معاشی ضروریات و وسائل سے کنارہ کش ہو کر بارگاہ نبوت کی حاضر باشی اور علوم وحی کے حصول کو ہی اپنا مخصوص نصب العین بنالیا تھا۔ درمجاہ نبوی کے طلبہ کی یہ جماعت اصحاب صفہ کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

مسجد نبوی سے متصل ایک جھونپڑے میں اُن کا قیام رہتا تھا۔ کسب معاش کی فکر سے وہ آزاد تھے۔ لیکن وہ بے کار نہیں تھے۔ بلکہ کابر نبوت اور وراثتِ علم کی عظیم ذمہ داریاں انہوں نے قبول کر لی تھیں۔ وہ مخزنِ نبوت سے ان جواہرات کو جمع کر رہے تھے جنہوں نے قیامت تک اہل اسلام کو مالِ مال کرنا تھا۔

درمگاہ نبوی کے ان مخصوص طلبہ کی معاشی ضروریات کی کفالت ان اصحاب رسول کے سپرد تھی جن کو حق تعالیٰ نے مالی وسعت عطا فرمائی تھی اور جو صحبت نبوی اور علوم وحی سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ زراعت و تجارت وغیرہ کے کاروبار میں بھی مشغول رہتے تھے اور ان کا یہ کسب معاش تقویت دین اور اعانت مجاہدین کی ضرورت کی نیت سے تھا۔

ان کے نزدیک کس مال ذریعہ مقصود تھا نہ کہ خود مقصود۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کمال دین کی خود خبر دی ہے۔

رحال لا تلہمہم بحارہ ولا مع عن ذکر اللہ الام الصلوٰۃ والہاء الزکوٰۃ۔
یعنی ”وہ ایسے مرد ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت ان کو ذکر الہی اور نماز اور زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی۔“

یہ وہ صفت کاملہ ہے جو صحابہ کرام کو حضور اکرم ﷺ کی تعلیم و تربیت وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔ ان کے قلوب پر محبت حق غالب آچکی تھی۔ ان کے دماغ شرکانہ تصورات سے خالی ہو چکے تھے ان کی رو میں طواوت ایمانی اور ذکر الہی سے لبریز ہو چکی تھیں۔

محبوب خدا ﷺ کی محبت نے ان کے قلوب کو غیر اللہ کے تعلق سے آزاد کر دیا تھا۔
اصحاب رسول ﷺ نے حسب استعداد آفتاب نبوت کے فیوض و انوار سے اقتباس کیا اور باقی امت کے لیے نجوم ہدایت ثابت ہوئے۔

رحمت للعالمین ﷺ کے اصحاب کے لیے سب سے بڑا مخصوص انعام یہ تھا کہ ان کی زندگی میں ہی ان کے قلبی اخلاص اور اعمال صالحہ کی بنا پر علام الغیوب خدا نے ان کو جنت کی بشارت اور اپنی رضامندی کی سند عطا فرمادی۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے) اور بلاشبہ یہ شرف و فضیلت امت محمدیہ میں سوائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اور کسی کو حاصل نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہر صحابی کا کمال کمالات نبوت کا عکس ہے اور ہر صحابی کا وجود خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کا ایک مستقل معجزہ ہے۔ [۲۰ سالہ روئیداد مدرسہ اہلکار الاسلام ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۳]

ایک معلم کو نصیحت

معلوم ہوا ہے کہ آپ طلبہ کو بہت مارتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ بچوں کو لٹا کر ڈنڈے ان کے پاؤں کے ٹکڑوں پر مارتے ہیں اور وہاں نشان بھی پڑتے ہیں۔ یہ مسئلہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے اور شرعاً استاد کو مارنے کا حق ہی نہیں۔

(۲) میں نے کہیں پڑھا تھا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون کے مدرسہ میں اس معلم قرآن کو طلبہ کے سامنے کان پکڑوائے تھے۔ جنہوں نے طلبہ کو زد و کوب کیا تھا۔ میں عموماً یہ واقعہ بیان کرتا رہتا تھا۔ لیکن اس دفعہ سنی کانفرنس بمبئی ۲۶-۲۷ محرم ۱۴۱۹ھ میں لاہور

کے ایک پروفیسر صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جو عالم بھی ہیں اور جامعہ اشرفیہ میں پڑھاتے ہیں۔ وہ میرے پاس بیٹھے رہے۔ انہوں نے جلسہ میں تقریر بھی کی تھی۔ ان کی میزبانی میں قاری شیر محمد صاحب (لاہور) نے بتایا کہ جن کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے طلبہ کے سامنے کان پکڑوائے تھے وہ ان پروفیسر صاحب کے دادا تھے۔ جن کو خلیفہ اعجاز الحق کہتے تھے۔

وہ معلم قرآن بھی تھے۔ موزن بھی تھے۔ اور مہمانوں کو کھانا کھلانے کی خدمت بھی ان کے سپرد تھی۔ حضرت تھانوی نے جب کان پکڑنے کا حکم دیا تو بلا خوف انہوں نے پکڑ لیے۔ اور اس وقت چھوڑے جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کان چھوڑنے کا حکم دیا۔

میں نے احباب سے کہا کہ یہ ہے اصلاح نفس۔ اور کمال یہ ہے کہ انہوں نے کوئی ناگواری ظاہر نہیں کی۔ اور حسب سابق خدمات انجام دیتے رہے۔

(۳) آپ جو بچوں پر اس طرح تشدد کرتے ہیں تو آپ کی انسانیت بگڑی ہوئی ہے۔ اور زندگی کی صفت غالب ہے۔ اور میری دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ آپ تعلیم قرآن کا سلسلہ بالکل ترک کر دیں۔ اور کوئی دوسری ملازمت یا مزدوری کر کے زندگی گزاریں۔

اگر آپ اسی طرح پہلے بھی تشدد کرتے رہے ہیں تو بجائے ثواب کے آپ نے حقوق العباد کی خلاف ورزی کر کے گناہ اکٹھے کیے ہیں۔ سابقہ گناہ سے توبہ کریں۔

اور ظالم کی مدد حسب ارشاد نبوی ﷺ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کو ظلم سے روک دیا جائے

والسلام

خادم الہ سنت معلم حسین غفرلہ فی جامع مسجد پتوال ۱۰ جون ۱۹۹۸ء

دینی مدارس کی ضرورت

جس طرح انسانی بدن کے لیے اغذیہ وادویہ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ انسانی قلب وروح کو دینی علوم وشرعی اعمال صالحہ کی حاجت ہے۔

بغیر دین کے مسلمان زندہ نہیں رہ سکتا۔ مسلمان کی دنیا دین سے علیحدہ ہو تو سراسر ہلاکت ہے۔ حقیقتاً انسانی ساری زندگی کی تہذیب و اصلاح ہی کے لیے پروزدگار عالم نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعہ دینی علوم و قوانین نازل فرمائے ہیں۔

اگر ارض خاکی سے انسان اپنی ہمت و کوشش کے مطابق طرح طرح کی نعمتیں حاصل کر لیتا ہے۔ تو قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں بھی اس کے لیے ایسے خزانے و ذخائر محفوظ ہیں جن سے وہ اپنی بساط کے مطابق معنوی اور اخروی نعمتوں سے دامن بھر سکتا ہے۔ اگر دینی و شرعی علوم زندہ نہ رہیں تو دین محض تصور و خیال بن کر رہ جائے۔

دارالعلوم دیوبند

اس آخری دور زوال میں جبکہ انگریزوں نے مسلمانوں کی قوت و عظمت پامال کر کے متحدہ ہندوستان پر اپنا پورا احکامانہ تسلط حاصل کر لیا تھا۔ اکابر علماء نے دینی علوم و اعمال کی حفاظت کے لیے اسلامی مدارس کی بقاء کو غنیمت سمجھا۔

حجۃ الاسلام قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ دیوبند اُس وقت کے صلحاء و اولیاء کا مرکز توجہ بن گیا تھا۔ دارالعلوم نے ہزاروں علماء فضلاء پیدا کیے جنہوں نے اکناف عالم میں کتاب و سنت کے انوار کو پھیلایا۔ جس سے شرک و بدعت کی ظلمات کا فور ہونے لگیں۔ [روئیداد ۱۹۵۵ء]

دارالعلوم دیوبند کی عظمت

دارالعلوم اب اسلامی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا۔ حسب ضرورت ماہنامہ دارالعلوم دیوبند سے ہی چند سطریں درج کی جاتی ہیں جو دارالعلوم کی صحیح عظمت پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔

دیوبند صرف کسی ایک لٹریچر، ایک رسالہ، ایک اخبار ایک ادارہ، ایک مرکز اور اس کی چند شاخوں کا نام نہیں۔ بلکہ وہ روح ہے جس نے گزشتہ سو برس میں ایشیاء، یورپ، اور افریقہ کی دور دراز تک بستیوں میں ایک دینی زندگی اسلامی روح۔ صالح کردار۔ ایک صاف شفاف ذہنت۔ ایک نہ مٹنے والا جذبہ۔ شکست نہ کھانی والی ہمت اور آگے بڑھنے والا حوصلہ پیدا کیا ہے۔

دین کی سلامتی سنت کے بجالانے میں ہے

ارشاد امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی۔

”اس ضعف اسلام کے زمانہ میں دین کی سلامتی سنت کے بجالانے میں اور دین کی خرابی بدعت کے حاصل کرنے میں ہے۔ بدعت خواہ کوئی ہو اس کو اس کدال کی طرح جانتا ہوں جو اسلام کی بنیاد کو گراتی ہے۔ اور سنت کو روشن ستارے کی مانند جانتا ہوں جو گمراہی کی تاریک رات میں راہ دکھاتا ہے۔ علوئے وقت کو اللہ تعالیٰ توفیق دیں کہ وہ بدعت کو اچھا نہ کہیں اور کسی بدعت پر عمل کرنے کا فتویٰ نہ دیں۔ اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں سفیدی صبح کی طرح روشن دکھائی دے کیونکہ سنت کے علاوہ شیطانی فریب کاریوں کو دوسرے کاموں میں بڑا دخل حاصل ہے.....

اس وقت بدعات کی کثرت کی وجہ سے جہان دریائے ظلمت کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ اور اس دریائے ظلمت میں سنت کی قلیل قلیل روشنی تاریک رات میں چمکنے والے جگنوؤں کی طرح محسوس ہوتی ہے۔ اور بدعت کا عمل اس ظلمت کو زیادہ اور نور سنت کو کم کرتا ہے۔ اور سنت پر عمل کرنا اس ظلمت کو کم اور نور کو زیادہ کرتا ہے۔ پس جو چاہتا ہے بدعت کی ظلمت کو بڑھائے اور جو چاہتا ہے سنت کی روشنی کو زیادہ کرے، وہ سنت پر عمل معمول زندگی بنالیں۔ الخ (مکتوبات مجدد دفتر دوم مکتوب ۲۳)

[سالانہ روئیہ اد ۱۹۵۵ء ص ۷۱]

علماء و مجددین امت

”صحابہ و خلفائے راشدین کے زمانہ میں تو اسلام علم و عمل اور قوت و شوکت کے اعتبار سے سب ادیان باطلہ پر غالب تھا۔ اس کے بعد اگرچہ وہ عروج کی حالت باقی نہ رہی تاہم ہر زمانہ میں علمائے حق اور دارمائن رسول ﷺ، غازیاء اسلام اور مجاہدین امت نے اسلام کی حفاظت کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ سلاطین کے ظلم و وعدوان کے خلاف ہر زمانہ میں سرفروش علمائے ربانی صدائے حق بلند کر کے دارورسین کو قبول کرتے رہے۔

اگر کسی لمحہ و زندیق نے امت میں علمی و اعتقادی گمراہی پھیلانے کی کوشش کی تو علمائے حق نے اپنی علمی و عملی قوتوں کو حمایت حق میں صرف کر دیا۔ فقہاء، مجتہدین، مفسرین و محدثین، مبلغین و صوفیائے کرام نے ہر زمانہ میں حسب ضرورت کتاب و سنت کی ہی مختلف صورتوں میں علمی و عملی، اخلاقی و روحانی خدمات انجام دیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ ہوں یا امام شافعی، امام غزالی ہوں یا علامہ رازی مولانا روم ہوں یا جنید بغدادی، قطب الاقطاب شیخ عبدالقادر جیلانی ہوں یا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، امام ربانی مجدد الف ثانی ہوں یا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، جتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی ہوں یا قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی یہ سب امت کے ان محسنین و مصلحین میں سے ہیں جنہوں نے اپنی علمی و روحانی قوتوں سے محبوب خدا ﷺ کی سنت و شریعت کی حفاظت فرمائی۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

[از روئیداد سالانہ ۱۹۵۵ء ص ۸]

مقام فکر

آیت (رضی اللہ عنہم ورضوانہ..... اللہ ان سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے راضی ہو گئے) کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ عرب کے ان گمراہ انسانوں کو ظلمت کفر و شرک سے نکال کر ایمان و ہدایت کی روشنی میں لانے کا جو کامیاب طریقہ حضور ہادی عالم ﷺ نے اختیار فرمایا تھا وہی طریقہ قیامت تک اصلاح امت کے لیے مفید ہوگا۔ اعتقادی و عملی امراض کا جو علاج بھی طریق نبوی کے خلاف ہوگا اس میں بجائے شفاء کے ہلاکت ہوگی۔

رسول کریم ﷺ نے لوگوں کو پروردگار عالم کی توحید اور عبادت کی طرف دعوت دی اور اس دعوت کا ذریعہ حق تعالیٰ کا مقدس کلام قرآن تھا۔ قرآن نے اپنے اعجازی اثرات سے بڑے بڑے مخالفین کو مطیع کر لیا۔ قرآن ہی وہ نسخہ شفا تھا جس نے صدیوں کے امراض شرک و کفر کا ازالہ کر دیا۔ قرآن پاک کا عملی نمونہ رسول خدا ﷺ کی ذات اقدس تھی جس نے اپنے اخلاق کریمانہ، انوار نبوت اور فیوض و برکات سے ہزاروں قلوب و ارواح کو اپنی طرف جذب کر لیا۔ خدائے کائنات کے بعد مومنین اولین، مہاجرین و انصار کے لیے محبوب خدا ﷺ کی ذات ہی محبوب و مطلوب تھی۔ حضور ﷺ کی سنت ہی ان کے لیے رضائے الہی کا نشان تھی۔ اور حق یہی ہے کہ حضور ﷺ کی ذات ہی قیامت تک کے اہل ایمان کے لیے حصول جنت اور رضامندی باری تعالیٰ کا ذریعہ ہے۔ اطاعت خدا، اطاعت رسول سے وابستہ ہے۔ من یطع اللہ و الرسول فقد اطاع اللہ قرب و معیت، انس و محبت خداوندی وغیرہ مدارج عالیہ بغیر اتباع رسول حاصل نہیں ہو سکے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ۔ (اے میرے پیغمبر فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کریں گے)

پس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی دین و ایمان کا اصل سرچشمہ ہے۔

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کا مفہوم و غلام یہی ہے حق تعالیٰ کی توحید کے معانی جو عقیدہ و نظریہ ہوگا وہ سراسر باطل اور آخرت میں عذابِ ابدی کا باعث ہوگا۔

اور سنتِ مصطفویٰ ﷺ کے خلاف جو بھی عمل ہوگا وہ بدعت و جہالت اور قلمِ خسران ہوگا۔
ذکر و فکر اور تصوف و سلوک کی وہی منازل مقبول ہیں جو سنتِ مبارکہ کے خلاف نہ ہوں۔"

[از روایتِ ائمہ رسالہ نگار اسلام، ص ۱۹۵، ص ۱۹]

آئینہ وفا

ایک طرف رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی فیض یافتہ جنتی جماعت صحابہ کرام ہے کہ رب العلمین نے قرآن حکیم میں ان سے راضی ہونے اور ان کے لیے جنت تیار رکھنے کا واضح اعلان فرما دیا ہے۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو اس جنتی جماعت کے خلاف اپنا مشن جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہم نہ مسلم لیگ کے حامی ہیں نہ ایم آر ڈی وغیرہ کے۔ ہم سب کو اس آئینہ و قاسم دیکھنا چاہتے ہیں۔ سیاسی لیڈر ہوں یا دانشوران قوم۔ حزب اقتدار ہو یا حزب اختلاف۔ علماء ہوں یا مشائخ۔ اپنی زندگیوں کا جائزہ لے لیں کہ آیا وہ صرف اپنی ذات اور پارٹی کا تحفظ کر رہے ہیں۔ یا جنتی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی قرآنی عظمتوں کا تحفظ بھی اُن کی زندگی کے پروگرام میں شامل ہے۔

وما علینا الا البلاغ



AL-FAROOQ
General Store
Haq Char Yar Chowk
Main Bazar Bheer

مروانہ سٹور
حاجی افتخار احمد

انہما متفرقتان قدامی سنت کے دشمن، ان کا باہمی کربت میں ہیں کے دشمن

الفاروق جنرل سٹور

حق چار یار چوک میں بازار بھیس (محلہ بھول)

معتدل مزاج عالم دین

☆ کچھ مولانا قاری ظفر اقبال صاحب

بندہ کو مع چند رفقاء حج کے لیے جانا تھا سفر سے قبل حضرت کی زیارت کا شدید داعیہ تھا۔ ساتھ ہی حضرت کی ناسازی طبع کی مسلسل خبریں مل رہی تھیں۔ اس لیے ہمت نہ ہوتی تھی کہ بغیر پیشگی اجازت کے حاضر ہو کر باعث بار خاطر ہوں۔

محترم مولانا جمیل الرحمن صاحب کو کہہ رکھا تھا کہ اجازت لے کر مطلع فرمائیں لیکن حضرت کی بیماری شدید ہوتی گئی بالاخر حضرت نے اپنی غائبانہ دعاؤں کے ساتھ اجازت سفر فرمائی کہ میں آپ کے لئے دعا کروں گا۔ آپ میرے لئے! ہم نے اول جملہ کو نعمیت جانا باقی کیا ہم اور کیا ہماری دعائیں۔

مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد مدرسہ صولتیہ (یادگار مولانا رحمت اللہ کیرانوی بیٹے) پر اچانک نظر پڑی زیارت کا شوق ہوا۔ دوسرے یا تیسرے دن احقر اپنے رفیق حج محترم جمیل احمد صاحب کے ساتھ مدرسہ حاضر ہوا۔ مولانا مفتی شیر محمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ملتے ہی اس حادثہ فاجعہ کی خبر سنائی صدمہ کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ جن کے ساتھ عقیدت ہوتی ہے اور آدمی جن کی زندگی کو ضروری جانتا ہو۔ ان کی جدائی سے ایسا ہی صدمہ ہوتا ہے۔ تقریب فہم کے لیے ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ حضرات صحابہ کرام جو حضور ﷺ کی زیارت پر جیتے تھے ان پر وفات رسول ﷺ کی وجہ سے جو حالات آئے وہ کسی صاحب مطالعہ سے مخفی نہیں۔ ہمارے لیے ان ناسمین رسول و ارثان انبیاء کا وجود ہی نعمت عظمیٰ ہے۔ ان کا دنیا سے جانا عقیدت مندوں کے لیے جو قیامت برپا کرے گا۔ وہ بالکل ظاہر ہے اللہ تعالیٰ حضرت سیدی حضرت قاضی صاحب کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے۔ اور ان کے جاری کردہ مشن کو تا دیر ہم خدام کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت بریلویؒ ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ تھے جو علم و زہد کے ساتھ مجاہدہ سے بھی آشنا تھا۔ حضرت کی زندگی میں بھی یہ صفات ہمیشہ جھلکتی تھیں۔ حضرت کے والد ماجد ایک ائمہ عالم اور مناظر تھے اور جرأت ہمت میں اپنی نظیر آپ تھے ان کا لقب شیر پنجاب تھا۔ مرزا قادیانی کے ساتھ مقدمات لڑے اور اسے عدالتوں میں ایسا ذلیل کیا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ان مقدمات کی کاروائی ”تازیانہ عبرت“ کے نام سے مطبوع موجود ہے۔ اس طرح رافضیوں کے خلاف ایک لا جواب کتاب تحریر فرمائی جس کا صحیح جواب آج تک شیعہ سے نہ بن پڑا۔ اس کا نام ”آفتاب ہدایات“ ہے۔

حضرت قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے زور قلم عطا فرمایا تھا جس مسئلہ پر بھی قلم اٹھایا لا جواب لکھا اور اہل حق کی ترجمانی کا حق ادا فرمایا اور علم و تحقیق کے دریا بہائے۔ بلا مبالغہ کیا جاسکتا ہے کہ رد رافضی میں امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی تحقیق کو عقائد اہل سنت اور رد شیعہ میں آخری تحقیق جانا جاتا ہے اور آپ کو امام اہل سنت کہا جاتا ہے۔ آپ ان کے صحیح جانشین ثابت ہوئے اور وکالت اہل سنت والجماعت کا حق ادا کر کے امام اہل سنت بنے۔ رد شیعہ پر آپ کا لٹریچر ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ موجودہ دور میں جن مسائل پر گفتگو کی ضرورت تھی آپ نے ان پر ترجمانی کا حق ادا فرمایا۔

فتنہ مودودیت

مودودیت دراصل شیعیت کی ذیلی شاخ ہے۔ جس کے فتنہ ہونے کا ادراک سب سے پہلے حضرت مدنیؒ کے قلب باصفانے فرمایا اور ”مودودی دستور و عقائد کی حقیقت“ کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی۔ علاوہ ازیں آپ کے مکتوبات شریفہ میں خاصا مواد اس پر موجود ہے۔ حضرت لاہوریؒ نے بھی ”علمائے حق کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب“ نامی ایک رسالہ تحریر فرما کر امت کو اس فتنہ سے بچایا۔ حضرت قاضی صاحب ان دونوں حضرات سے چونکہ روحانی فیض پانے والے تھے اور سلف پر اعتماد کامل رکھتے تھے۔ آپ نے مودودیت کا ایسا تقاب فرمایا کہ ان کی بنیادوں میں زلزلہ پکڑ دیا۔ مودودی مذہب، کھلی چمٹی، علمی نحاسہ، وغیرہ ایسی تحقیقی کتب تحریر فرمائیں کہ آج تک ان کو اعتماد کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے الاستاذ المودودی میں اسی کتاب پر اعتماد فرمایا ہے۔

خارجیت، یزیدیت

گزشتہ صدی کا ایک فتنہ جو اگرچہ نیا نہیں تھا۔ تاہم جس پیرایہ میں ظاہر ہوا تھا۔ یقیناً نیا تھا۔ وہ خارجیت اور یزیدیت ہے۔ اس کا نیاروپ چونکہ رد و افض تھا اس لیے بہت سے لوگ صحیح العقیدہ بھی ان

ہوا کرتے ہیں چیزیں نہیں ہوا کرتیں کہ انسان کو اسفل السفلین سے نکال کر ایسی رفعت و بلندی کا مالک بنایا کہ وہ رشک ملائک بن گیا۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ نبویہ کے مطابق اپنے کام کا آغاز اصلاح الناس سے فرمایا۔ اعتدال کے ساتھ ایسی جہد مسلسل کی کہ اس کے نتیجے میں رسم و رواج بلکہ شرک و بدعات میں پڑے ہوئے انسان توحید و سنت کے علمبردار بن گئے۔ یا اللہ مدد، شان رسالت زندہ باد اور خلافت راشدہ حق چار یار رحمۃ اللہ علیہم کے مبارک اعلانات ان کی زبان پر آ گئے۔

دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔ یہ کام اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں سے لیا اور بہت سی جماعتوں نے یہ کام کیا۔ ہمارا مشن ان کی تائید کرنا نہیں ہے لیکن میرا مقصود یہ ہے کہ جس اعتدال سے آپ نے دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کا فریضہ سرانجام دیا ہے وہ یقیناً آپ ہی کا حصہ ہے ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء آپ کی محنت سے لوگوں کے ذہنوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دینی مقام بیٹھا اور اس کی اہمیت پیدا ہوئی کہ وہ حضرات قرآن و سنت، دین اسلام کی بنیاد اور نجوم ہدایت ہیں۔ حق و صداقت کی علامات ہیں۔ ان کی اتباع کے بغیر کوئی راہ راست نہیں پاسکتا۔

اس مشن کی اہمیت کے پیش نظر عمر کا کثیر حصہ اسی مقدس مشن میں صرف فرمایا ہے۔ آپ کی کوئی تحریر و تقریر کوئی مجلس اس ذکر خیر سے خالی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ اس مشن کو جاری رکھ کر بقول شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ امت پر عائد فرض کفایہ ادا فرمایا ہے۔

اس مشن کو اپنا اوڑھنا پچھونا بنائے رکھا۔ یہاں تک کہ خالق حقیقی سے جا ملے اور بقول مولانا عبدالرحمن اشرفی کہ حضرت عبدالقادر رانی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے آخری کلمہ یہ نکلا تھا کہ جس نے دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کیا وہ کامیاب ہوا۔

اتباع سلف رضی اللہ عنہم

حضرت کے کام کی رعنائی اور کمال یہ ہے کہ اپنے تمام مشن میں اتباع سلف کا دامن نہیں چھوڑا۔ سلف کے مسلک کو ہمیشہ حرز جان بنائے رکھا اور اپنے اکابر کے اعتماد کو کبھی نہیں پہنچائی۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر جو اعتماد فرمایا تھا آپ نے آخر دم تک اس کی لاج رکھی اللہ تعالیٰ حضرت کے متوسلین کو آپ کے نقش پر چلنے کی توفیق نصیب فرمانے اور غلہ بریں میں اللہ تعالیٰ آپ کو درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین

کچھ یادیں..... کچھ باتیں

کچھ مولانا صوفی محمد شریف صاحب ☆

حضرت اقدس کے ساتھ رفاقت کی ابتدا ۱۹۵۶ء میں ہوئی۔ جنرل محمد ایوب کے دور میں حضرت قائد اہل سنت بریلوی اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی بریلوی، جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے ضلع میانوالی اور بھکر کے دورہ پر تشریف لائے۔ پہلا پروگرام ہرنولی شہر میں ہوا۔ جس میں حضرت قاضی صاحب بریلوی اور حضرت جہلمی صاحب بریلوی نے اپنے خطاب میں لوگوں کو جمعیت علمائے اسلام میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ اور مختلف مسائل پر خطاب فرمایا اگلی صبح نواں جنڈانوالہ تشریف لے گئے، جہاں حافظ عباس صاحب کی مسجد میں جلسہ عام ہوا۔ جس میں حضرت قاضی صاحب اور حضرت جہلمی صاحب نے خطاب فرمایا اور لوگوں کو جمعیت میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ رات کا قیام جنڈانوالہ میں ہی فرمایا۔ حضرت قائد اہل سنت نے صبح کو درس قرآن پاک دیا۔ ناشتہ کے بعد دریا خان کے لیے روانگی ہوئی۔ دریا خان شہر میں جامع مسجد گلزار میں جلسہ عام ہوا حضرت مولانا شیخ غلام یسین صاحب جو کہ گلزار مسجد کے خطیب تھے۔ حضرت قاضی صاحب بریلوی کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور عرض کیا۔ حضرت یہاں مسئلہ حیات النبی پر خطاب نہ فرمائیں۔ کیونکہ ہمارے شہر کے اندر اس مسئلہ پر کوئی بحث نہ ہے۔ یہ سن کر حضرت قاضی صاحب بریلوی نے فرمایا ہمارا کوئی ارادہ مسئلہ حیات النبی ﷺ بیان کرنے کا نہ تھا۔ کیونکہ آپ روک رہے ہیں۔ اس لئے اب ہم مسئلہ حیات النبی ضرور بیان کریں گے۔ قائد اہل سنت حضرت قاضی صاحب بریلوی نے مجاہد ملت جہلمی بریلوی سے فرمایا کہ آپ نے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر بیان کرنا ہے۔ جلسہ انتہائی کامیاب ہوا۔ عوام بڑے خوش ہوئے۔ رات کا قیام بھی دریا خان میں فرمایا۔ رات کو بندہ نے حضرت قاضی صاحب بریلوی کی خدمت میں بیعت ہونے کی درخواست پیش کی۔ آپ بریلوی نے فرمایا کہ کلور کوٹ جو جانا ہے وہاں بیعت ہو جانا اگلے دن دارالہدیٰ بھکر میں پروگرام ہوا۔ بھکر سے کلور

کوٹ تشریف لائے۔ دفتر جمعیت علمائے اسلام میں قیام فرمایا۔ بندہ نے پھر بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا آپ حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب سے بیعت ہو جائیں۔ لیکن بندہ اس دورہ میں حضرت سے بہت متاثر تھا۔ میں نے حافظ محمد طیب صاحب کلور کوٹ والوں کو واسطہ بنایا تو انہوں نے بیعت کے لیے حضرت سے میری سفارش فرمائی۔ ہمارے پرزور اصرار پر حضرت نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں بیٹھیں۔ میں مسجد میں آ رہا ہوں۔ دفتر کے ساتھ ہی مسجد تھی۔ کچھ دیر کے بعد حضرت مسجد میں تشریف لے آئے۔ میرے ساتھ راؤ معصوم علی اور دیگر اصحاب بھی تھے۔ حضرت نے ہمیں بیعت فرمایا۔ حضرت سے تعلق کی ابتدا اس دور میں ہوئی۔ اس سے پہلے بندہ آزاد خیال کا مالک تھا۔ بیعت ہونے کے بعد دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ حضرت سے تعلق کی ابتداء سے لے کر وفات تک آپ کے ہر حکم پر لبیک کہا۔ ہر دینی اور دنیوی معاملات میں حضرت سے مشورہ کے بعد آپ کے حکم کے مطابق قدم اٹھایا۔

ذیل میں حضرت قائد اہل سنت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رفاقت کے چند اہم واقعات جو میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ بیان کروں گا.....

چکوال حاضری

مجھے حافظ محمد طیب صاحب نے مدرسہ نور ہدایت کی بنیاد رکھنے کے سلسلہ میں حضرت قاضی کی خدمت میں بھیجا۔ میں مدنی مسجد چکوال میں حاضر ہوا۔ مدنی مسجد اس وقت چھوٹی سی پرانی مسجد تھی۔ یہ ۱۹۵۷ء کی بات ہے۔ مسجد کے ساتھ ہی دو حجرے تھے ایک حجرے میں حضرت کی رہائش تھی۔ اس وقت حضرت کی دوسری شادی نہ ہوئی تھی۔ مسجد میں حافظ غلام اکبر بچوں کو پڑھاتے تھے اور امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ میں نے حافظ صاحب سے حضرت کے بارے میں دریافت کیا۔ حافظ صاحب نے بتایا کہ حضرت اڈھر وال تشریف لے گئے ہیں۔ یہ قصبہ چکوال سے (۳/۴) کلومیٹر دور تلہ گنگ روڈ پر ہے۔ میں حضرت کو ملنے کے لیے اڈھر وال پہنچ گیا۔ اڈھر وال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ رہتی تھیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی میں نے آنے کا مقصد بیان کیا۔ مجھے یاد ہے۔ حضرت نے اسی وقت گھر سے سویاں پکوا کر کھانے کے لیے عنایت فرمائیں۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا تم چکوال چلو میں وہیں آ رہا ہوں۔ حضرت چکوال سائیکل پر تشریف لائے وہاں جناب سے تفصیلی بات ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ کلور کوٹ میں ایک بڑا مدرسہ رحیمہ حسینیہ جو ہے۔ تو دوسرے مدرسے کی ضرورت کیسے پیش آگئی۔ میں

نے عرض کیا کہ کچھ ساتھی مدرسہ سرجمیہ کی انتظامیہ سے ناراض ہو کر دوسرے مدرسے کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔ اگر ایسا ہے تو پھر میں نے مدرسے کی بنیاد رکھنے کے لیے کلور کوٹ نہیں جاؤں گا۔ وہ ساتھی مدرسہ نہیں پڑھائی شروع کر دیں۔ اگر اخلاص ہو تو کام چلنا رہے گا۔ مانی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت حجرے میں تشریف لے آئے۔ کھانا آگیا۔ مجھے یہ ظلم نہیں کہ کھانا حضرت نے کہاں سے منگوایا۔ اس وقت حجرے میں حضرت کے صاحبزادے قاضی ظہور الحسین صاحب بھی موجود تھے۔ ہم نے مل کر کھانا کھایا، کھانے کے ساتھ ایک گلاس میں دودھ اور ایک گلاس میں پانی تھا۔ میں نے کھانے کے دوران پانی پینے کے لیے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ تو آپ نے فرمایا آپ کے لیے دودھ ہے۔ آپ مہمان ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد میں نے برتن دھونے کی کوشش کی۔ تو حضرت نے منع فرمایا، اور کہا کہ برتن میرا بیٹا ظہور الحسین دھوئے گا، پھر رات کو سونے کے لیے حجرے میں ایک ہی چار پائی تھی۔ جس پر حضرت رات کو آرام فرماتے تھے۔ ایک چار پائی حضرت نے پڑوسی سے منگوائی اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ جب محمد شریف نماز سے فارغ ہو جائے تو ان کو چار پائی پر لٹا دینا اور خود مسجد میں نیچے سو جانا، دوران ملاقات ان واقعات پر مجھے بڑا تعجب ہوا کہ دنیا میں ایسے ہیر بھی ہیں۔ جو ایک ادنیٰ مہمان کا اتنا اکرام کرتے ہیں۔

بلند پایہ علمی شخصیت

حضرت قائد اہل سنت بیٹے کے بارے میں بندہ کو شروع شروع میں ایک شبہ رہا۔ کہ ہمارے حضرت بلند پایہ کے متقی، پرہیزگار اور ولی ہیں۔ لیکن کوئی بڑی علمی شخصیت نہیں ہیں۔ کیونکہ بندہ نے علمائے کرام کی شعلہ بیان تقاریر سن رکھی تھیں اور ہمارے حضرت کے بیان سادہ سادہ ہوتے تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ ایک مرتبہ مدرسہ نور ہدایت بکھڑ کوٹ کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے۔ تو دن میں حضرت کا ظہر کے بعد نیاں ہوا۔ اس جلسہ میں بڑی بڑی شخصیات مولانا لعل حسین اختر، مولانا سید گل بادشاہ صاحب، صوبہ سرحد اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری وغیرہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ بندہ نے درس قرآن پاک کے لئے مولانا لعل حسین اختر کو عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب بیٹے کے ہوتے ہوئے ہم کیا درس دیں۔ اس طرح فردا فردا تمام شخصیات کو درس کے لیے کہا گیا۔ لیکن سب کا موقف تھا۔ کہ حضرت مہربانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت قاضی مظہر حسینؒ کے ہوتے

حضرت کی وعد و وفا کی

جود و سخا کے مالک

حضرت قائد اہل سنت بھیسہ کی ایک مرتبہ جامع رشید یہ بھکر کے سالانہ جلسہ پر تشریف آوری تھی۔ آپ چکوال سے میانوان تشریف لائے اور میانوالی سے بذریعہ نرین بھکر تشریف لائے۔ درمیان میں کھوکھوت کاریلوے اسٹیشن آتا تھا۔ ہم حضرت کی آمد کی اطلاع سن کر صبح کاناٹھا چائے وغیرہ لے کر اسٹیشن

پر پہنچے۔ جب گاڑی اسٹیشن پر رکی۔ تو ہم نے حضرت کو ناشتہ وغیرہ کرایا۔ حضرت نے فرمایا کہ محمد شریف ۳۰۰/- روپے قرض چاہئیں۔ میں نے ہتھیار خریدنا ہے اس لئے مجھے تین سو روپے بطور قرضہ درکار ہیں۔ میں نے عرض کی حضرت مل جائیں گے۔ میں نے اپنے ایک جماعتی ساتھی جناب طاہر منصور صاحب سے ۳۰۰/- روپے لے کر واپسی پر حضرت کو دیے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت نے یہ رقم واپس کر دی۔ ایک وہ وقت تھا کہ حضرت کی تنگ دستی کا یہ عالم تھا کہ ہتھیار خریدنے کے لیے رقم نہ تھی۔ پھر ہم نے حضرت کا وہ وقت بھی دیکھا کہ آپ نے ہزاروں بیواؤں، غریبوں، مسکینوں، یتیموں کی کفالت کی۔ جس کے چند نمونے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں.....

حضرت مولانا خدایار صاحب ضلع بھکر، تحریک خدام اہل سنت کے مرکزی مبلغ تھے۔ سخت بیمار ہو گئے۔ اس بیماری میں چند روز بعد دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً ۴۰ سال تھی۔ وراثہ میں ۳/۵ بچے اور ایک بیوہ چھوڑی۔ مولانا کے انتقال کے بعد حضرت ان کے گھر تشریف لائے۔ یہ تقریباً ۱۹۸۵ء کی بات ہے۔ حضرت نے مولانا خدایار کی قبر پر حاضری دی۔ اور لواحقین سے تعزیت فرمائی۔ مجھ سے پوچھا کہ متونی کے گھر کے حالات کیسے ہیں۔ میں نے عرض کی حضرت ان کے دو بھائی پنواری ہیں۔ ان شاء اللہ بچوں کو سنبھال لیں گے۔ کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کوئی کسی کا بھائی نہیں ہے مشکل حالات میں۔ حضرت نے فرمایا مولانا کے بچوں کا خرچہ ہم بھیجیں گے ان شاء اللہ۔ اس موقع پر بھی حضرت نے کچھ رقم مولانا خدایار کی بیوہ کو دی۔ اس کے بعد مسلسل ۱۵ سال مولانا خدایار کے بچوں کا خرچہ میری معرفت پہنچاتے رہے۔

اسی طرح ہماری جماعت کے مرکزی نعت خواں اور شاعر جناب صونی عبد المجید خدای صاحب بیمار ہوئے۔ جو تقریباً ایک سال بیمار رہے۔ حضرت نے ان کی بیماری پر وقفہ وقفہ سے تقریباً مجموعی طور پر ۳۵ ہزار روپے میری معرفت خدای صاحب کو پہنچائے۔

اسی طرح مولانا عبد الحمید صاحب فاروقی جن کا انتقال غالباً ۱۹۹۵ء میں ہوا۔ ان کے جنازے پر حضرت تشریف لائے۔ آپ کے حکم سے مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمی نے جنازہ پڑھایا۔ اور حضرت قاضی صاحب بٹ نے اپنی موجودگی میں فاروقی صاحب کو دفن کیا۔ آپ آخر تک قبر پر تشریف فرما رہے۔ اور اپنے ہاتھوں سے قبر پر مٹی ڈالی۔ کیونکہ فاروقی صاحب سے حضرت کا بڑا پیار تھا۔ فاروقی صاحب کی پرورش اور تربیت حضرت نے خود فرمائی۔ وہ ایک مخلص جماعتی عالم تھے۔ انہوں نے جماعت

کی نشر و اشاعت میں بہت کام کیا۔ اللہ ان کی عظمت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ حضرت نے فاروقی صاحبؒ کے بچوں کے لیے ماہانہ ۵۰۰ روپے وظیفہ مقرر کیا۔ جو الحمد للہ حضرت کی وفات کے بعد بھی جاری ہے۔ اس طرح خدا جانے کتنے غریب گھرانے ہوں گے۔ جن کے حضرت نے وظیفے جاری کیے ہوئے تھے۔ اور یہ وظائف حضرت کی وفات کے بعد بھی جاری و ساری ہیں۔

خلاف شریعت کام پر برہمی

ذریہ اسماعیل خان میں آئین شریعت کا نفرس منعقد ہوئی۔ جس میں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ علاقہ غیر سے قبائلی سردار قافلوں کی شکل میں دھولوں کے ساتھ آئے۔ جلسہ گاہ میں آکر ٹنک ڈانس بھی کرتے رہے۔ کانفرنس کی کاروائی شروع ہوئی۔ کانفرنس میں جمعیت علمائے اسلام کے تمام قائدین موجود تھے۔ حضرت قاضیؒ صاحب بھی شریک ہوئے۔ حضرت کی قیام گاہ جلسہ کے مقام سے کافی دور تھی۔ جب حضرت کو یہ بتایا گیا کہ قبائلی سردار دھولوں کی تاپ کے ساتھ شریک ہوئے۔ اور جلسہ گاہ میں ٹنک ڈانس بھی کیا۔ اور اخباری نمائندے مقررین کے فوٹو لیتے رہے۔ تو اس پر حضرت نے بہت افسوس اور دکھ کا اظہار کیا۔ کانفرنس سے آخری خطاب حضرت قاضیؒ صاحب کا ہوا۔ خطاب کے لیے حضرت جب اسٹیج پر پہنچے تو اخباری نمائندے فوٹو لینے کے لیے آگے بڑھے تو حضرت قاضیؒ صاحب نے اپنے چہرہ مبارک پر پردہ ڈال لیا۔ اور اسٹیج سیکرٹری کو بلایا۔ اور فرمایا ان اخباری نمائندوں کو کہہ دو کہ میری فوٹو لینے کی کوشش نہ کریں۔ اسٹیج سیکرٹری نے لاؤڈ سپیکر پر اعلان کیا۔ کہ پنجاب سے آئے ہوئے ہمارے بزرگ حضرت قاضی مظہر حسین، خلیفہ حضرت مدنیؒ کی کوئی اخباری نمائندہ فوٹو لینے کی کوشش نہ کرے۔ یہ حضرت کا حکم ہے۔ حضرت سپیکر پر تشریف لائے اور خطاب شروع فرمایا۔ سب سے پہلے علمائے کرام کو تنبیہ فرمائی۔ اور فرمایا یہی آئین شریعت لاؤ گے ملک میں کہ دھول بج رہا ہے۔ جلسہ گاہ میں ٹنک ڈانس ہو رہا ہے اور اخباری نمائندے علمائے کرام کے فوٹو لے رہے ہیں یہی آئین شریعت کے نمونے ہیں۔ خدا کے بندو! اتنی بھی بات نہیں کہہ سکتے۔ کہ فوٹو شریعت میں حرام ہے۔ کہ ہماری فوٹو نہ لیں، اس کے باوجود اگر کوئی فوٹو لیتا ہے تو یہ ان کا جرم ہے آپ تو بری الذمہ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے آئین شریعت کے حوالے سے تفصیلی خطاب فرمایا۔

احتیاط کا عالم

قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے مدنی مسجد کو وسیع کرنے کے لیے جنوبی مکان کا سودا کیا اور بیانہ بھی ان کو دے دیا۔ اتفاق سے مالک مکان فوت ہو گیا۔ اس کے بچے نابالغ اور یتیم تھے۔ حضرت نے وہ مکان واپس کر دیا۔ جبکہ متونی کے وارثان نے کہا کہ ہم اس پر خوش ہیں کہ مسجد کو وسیع کریں۔ اور یہ مکان لے لیں۔ لیکن حضرت نے فرمایا کہ ہم اس مکان کو شرعاً نہیں لے سکتے۔ کیونکہ متونی کے بچے نابالغ ہیں، یہ تھا حضرت کی احتیاط کا عالم، حضرت نے فرمایا کہ ہم اس چھوٹی مسجد میں گزارہ کر لیں گے۔ لیکن نابالغ یتیم کا مکان اس میں شامل نہیں کر سکتے۔

تبلیغی کاوشیں

ایک مرتبہ قائد اہل سنت رحمہ اللہ پٹی والا کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے۔ بھول کر روڑی پٹی پر اتر گئے۔ جبکہ آگے نارووالی پٹی پر اترنا تھا۔ روڑی پٹی پر ایک بیلدار سے ملاقات ہوئی۔ اتفاق سے وہ بیلدار حضرت کا مرید تھا۔ وہ بہت خوش ہوا کہ اللہ نے حضرت کی ملاقات و زیارت جنگل بیابان میں کرادی۔ حضرت نے اس سے کہا میں نے پٹی والا جانا ہے۔ تو بیلدار نے کہا حضرت پٹی والا کے لیے اگلی پٹی پر اترنا تھا۔ جو یہاں سے تقریباً ۳/۴ میل ہے۔ بیلدار نے حضرت سے دریافت کیا کہ آپ سائیکل چلا لیتے ہیں؟ حضرت نے اثبات میں جواب دیا بیلدار۔ حضرت کو اپنی سائیکل دے دی۔ چنانچہ حضرت نے سائیکل پر سوار ہو کر ۳/۴ میل تنہا سفر کیا۔ اور اگلی پٹی پر آ گئے۔ ہم وہاں حضرت کے انتظار میں کھڑے تھے۔ وہاں سے ہم حضرت کو اونٹ پر سوار کر کے پٹی والا لے گئے اسی طرح حضرت نے دینی تبلیغ کے لیے بڑے بڑے طویل سفر طے کئے۔ ۱۵/۱۶، ۱۶/۱۷ میل چل کر حضرت نے دیہاتوں میں دین کا پیغام پہنچایا۔

بے نفسی کی انتہا

ایک دفعہ ہم نے سالانہ سنی کانفرنس میں حضرت کو کلور کوٹ دعوت دی۔ جو تحریک خدام اہل سنت کے زیر اہتمام تھی۔ جب سنی کانفرنس کے اشتہار شائع کیے گئے۔ اشتہار میں حضرت کے نام کے ساتھ امام اہل سنت لکھ دیا گیا۔ جب ہم نے اشتہار چکوال بھیجا تو حضرت نے امام اہل سنت پر روشنائی بھیر کو چکوال میں اشتہار لگوائے۔ اور مجھے خط لکھا کہ آپ کو کس نے کہا میرے نام کے ساتھ امام اہل سنت لکھیں؟

میرے نزدیک تو امام اہل سنت ایک ہی ہیں۔ مولانا عبدالغفور لکھنوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المسوس) یہ ہے کہ میرے نام حضرت کے جو خطوط تھے وہ مولانا محمد یعقوب ہرنولی والے مطالعہ کے لیے لے گئے۔ ان میں یہ خط بھی شامل تھا عرصہ دراز ہو گیا انہوں نے مجھے وہ خطوط واپس نہیں کیے، حال ہی میں مولانا محمد یعقوب صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے (امین) چنانچہ حضرت سنی کانفرنس میں تشریف لائے۔ مجھ سے پھر دریافت فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ آپ نے امام اہل سنت کیوں لکھا؟ میں نے عرض کی کسی اشتہار پر لکھا ہوا دیکھا تھا اس لئے میں نے بھی لکھ دیا۔ آئندہ ایسا نہ ہو گا۔ حضرت اپنی تعریف میں کسی کو ایک لفظ بھی نہیں کہنے دیتے تھے۔ یہ مبالغہ آرائی نہیں۔ بلکہ بہت سے واقعات اس پر گواہ ہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۹۷ء میں جنڈانوالہ ضلع بھکر تشریف لائے۔ یہ حضرت کی ہمارے علاقے میں آخری تشریف آوری ثابت ہوئی۔ پھر بوجہ علالت تشریف نہ لا سکے۔ جلسہ گاہ سے کچھ فاصلے پر حضرت کی قیام گاہ تھی۔ مسجد میں عبدالمجید خدای نے حضرت کی شان میں نظم شروع کی۔ ابھی پہلا مصرع ہی پڑھا تھا۔ کہ حضرت تک آواز پہنچ گئی۔ حضرت نے اسی وقت مولانا فرزند علی صاحب کو بھیجا کہ اسے منع کر دیرے متعلق نظم نہ پڑھے بلکہ خلفائے راشدین کی شان میں نظم پڑھے۔ چنانچہ مولانا فرزند علی صاحب نے آکر خدای صاحب کو منع کر دیا۔ اور فرمایا کہ حضرت نے حکم دیا ہے کہ خلفائے راشدین کی شان میں نظم پڑھی جائے۔ خدای کی نظم کے بعد حضرت نے شان صحابہ پر خطاب فرمایا۔ اور اپنے وعظ میں بھی فرمایا کہ آپ میری تعریف میں کچھ نہ کہا کریں بلکہ صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہ، خلفائے راشدین رحمۃ اللہ علیہ اور شان رسالت ﷺ پر نظمیں پڑھا کریں۔

اہل حکومت کو تنبیہ

جنرل ضیاء الحق نے ملک میں ایک مجلس شوریٰ بنائی۔ چنانچہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب شہید کی قیادت میں ایک وفد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور شوریٰ میں شامل ہونے کی درخواست کی۔ لیکن حضرت نے شوریٰ میں شامل ہونے سے معذرت کر لی اور فرمایا کہ اگر میں شوریٰ میں شامل ہوا تو میرے بہت سے دینی کام رہ جائیں گے۔ میرا جنرل صاحب کو سلام کہہ دیں۔ اور شکریہ ادا کر دیں۔ ایک وقت وہ آیا کہ ظفر اللہ خان قادیانی کا انتقال ہوا۔ اس پر جنرل ضیاء الحق کا اخبارات میں بیان آیا۔ کہ ”اللہ ظفر اللہ خان کی مغفرت کرے“ اس پر حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے شدید احتجاج کیا۔ اور مدنی جد چکوال میں جمعہ

کے موقع پر ایک قرارداد مذمت منظور کرائی۔ جس کی اشاعت پورے ملک میں کی گئی۔ قرارداد کا متن یہ تھا ”جنرل ضیاء الحق صاحب نے ظفر اللہ خان قادیانی کے بارے میں مغفرت کے الفاظ کہہ کر ایک عظیم جرم کیا ہے کسی کافر کے بارے میں مغفرت کی دعا کرنا شرعاً منع ہے۔ جنرل صاحب اس پر توبہ استغفار کریں۔ اور پوری قوم سے معافی مانگیں۔“

حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت

ایک مرتبہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا جہلمی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ڈیرہ اسماعیل خان کے دورہ پر تشریف لائے، بندہ بھی ہمراہ تھا۔ ڈیرہ اسماعیل خان شہر میں ایک پروگرام ہوا۔ اس وقت حضرت جمعیت سے الگ ہو چکے تھے۔ ڈیرہ کے علماء نے ملاقات کی۔ اور علماء کے اتحاد کی بات کی۔ تو جواب میں مولانا جہلمی نے فرمایا کہ ہم نے تو ان کو (حضرت قاضی صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) بڑا مان لیا ہے۔ جس کا جی چاہے ہمارے ساتھ آئے۔ اس کے بعد ڈیرہ کے مضافات میں کئی مقامات پر تشریف لے گئے۔ آخری پروگرام موسیٰ زئی شریف میں ہوا۔

ذاتی مراعات قبول نہ کیں

قائد اہل سنت حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کراچی سے تشریف لائے۔ حضرت سے ملاقات کی، اور عرض کی کہ حضرت میں آپ کے لیے انگلینڈ سے گاڑی لے کر آیا ہوں۔ قبول فرمائیں۔ لیکن حضرت نے فرمایا بھائی مجھے تو گاڑی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے پاس جماعت کی دیگن موجود ہے جہاں ضرورت پڑتی ہے ہم اس پر سفر کر لیتے ہیں۔ آپ اس گاڑی کو اپنی ضرورت میں استعمال کر لیں۔ اس ساتھی نے کافی اصرار کیا۔ لیکن حضرت نہ مانے۔ وہ ساتھی مجبور ہو کر چلا گیا۔ اس ساتھی نے گاڑی کو فروخت کر کے رقم حضرت کو بھیج دی۔ اور لکھا کہ حضرت میں گاڑی آپ کے لیے لایا تھا۔ رقم ارسالی خدمت ہے، آپ کو اختیار ہے۔ آپ یہ رقم جہاں چاہیں خرچ کریں۔

حضرت قاضی صاحب کے پاس ایک مرتبہ کچھ ساتھی آئے، بندہ بھی مجلس میں موجود تھا، انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے لیے ایک اچھا سا مکان بنوا دیتے ہیں اس ننگ جگہ میں (حضرت مدرسہ تعلیم النساء ہی میں رہائش پذیر تھے۔ اور آخر دم تک اسی مدرسہ کے حجرے میں قیام فرمایا) آپ کی صحت خراب ہو گئی ہے آپ کو ایک کھلا مکان تعمیر کرا دیتے ہیں، حضرت نے انکار فرمادیا

اور فرمایا کہ میں تو یہاں عارضی طور پر رہائش پذیر ہوں میرا اپنا مکان گاؤں میں موجود ہے۔ اس لیے مجھے مکان کی ضرورت نہیں ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ اجلاس

دارالعلوم دیوبند میں صد سالہ اجلاس منعقد ہوا، جس میں پاکستان کے ان علماء کو دعوت دی گئی جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر آئے تھے۔ اس صد سالہ اجلاس میں قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دعوت دی گئی۔ جانشین شیخ مدنی حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی مدظلہ کے اصرار پر آپ دیوبند اس صد سالہ اجلاس میں شریک ہوئے حضرت کا تعارف مودودی صاحب کے نام جو کھلی چھٹی لکھی گئی۔ اس حوالے سے کرایا گیا کہ پاکستان سے کھلی چھٹی کے مصنف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب تشریف لائے ہیں اس اجلاس کے موقع پر آپ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے مزارات پر حاضر ہوئے۔

حضرت کی فراست

قصبہ بہاری تحصیل کلور کوٹ میں شیعہ اور اہل سنت کے درمیان ایک مناظرہ طے ہوا۔ فریقین کے درمیان مناظرے کی شرائط بھی طے ہو گئیں۔ لیکن شرائط میں اہل تشیع مارکھا گئے۔ اہل تشیع کی طرف سے مناظرے کی منسوخی کا اعلان ہو گیا کیونکہ مناظرے کی تاریخ طے ہو چکی تھی۔ اہل سنت کی طرف سے مناظرہ مولانا عبدالستار صاحب تونسوی تھے اور اہل تشیع کی طرف سے مولوی اسماعیل مناظر تھا۔ جب تونسوی صاحب نے سنا کہ مناظرہ منسوخ ہو گیا ہے انہوں نے اپنا پروگرام ملتوی کر دیا اور مطمئن ہو گئے تو حضرت قاضی صاحب نے تونسوی صاحب کو تحریر کیا کہ مناظرہ ہو یا نہ ہو آپ نے مقررہ تاریخ پر ضرور پہنچنا ہے لہذا علامہ عبدالستار صاحب تونسوی مقررہ تاریخ پر کلور کوٹ تشریف لائے۔ تو ہم تونسوی صاحب کو جمعیت علمائے اسلام کی جیب میں قصبہ بہاری لے گئے۔ اس مناظرے میں خان محمد صاحب کمتر جو تنظیم کے مایہ ناز شاعر تھے، نے بھی آنا تھا۔ ہم ان کو لینے کے لیے علی خیل اڈے پر آئے۔ تو مولوی اسماعیل شیعہ مناظر اڈے پر بیٹھے تھے۔ وہ ہماری جیب کے قریب آئے اور مجھ سے دریافت کیا کہ مجھے بہاری لے چلو گے؟ میں نے کہا آپ کو لے جائیں گے۔ بس وہ ہمارے ساتھ سوار ہوئے ان کو بہاری لے گئے جو نبی ہم بہاری پہنچے تو اہل سنت عوام اور علماء حیران رہ گئے۔ کہ انہوں نے یعنی اہل تشیع نے تو مناظرہ منسوخ کر دیا تھا۔ اس وقت قائد اہل سنت سنی عوام کو یاد آئے کہ اگر قاضی صاحب کی یہ فراست نہ

ہوتی تو آج ہم ذلت و رسوائی کا منہ دیکھتے، کیونکہ حضرت کے حکم کے مطابق ہمارے مناظر حضرت علامہ عبدالستار صاحب پٹنہ ہوئے تھے، مناظرہ تو نہ ہو سکا کیونکہ اہل تشیع شرائط میں پھنسے ہوئے تھے۔ اہل تشیع اصرار کرتے رہے کہ نئے سرے سے شرائط طے کی جائیں لیکن تونسوی صاحب نے فرمایا کہ شرائط پہلے طے ہو چکی ہیں انہی شرائط پہ مناظرہ ہو گا۔ اہل تشیع میدان میں نہ آئے۔ ہمارا بہاری میں ایک تاریخی جلسہ ہوا۔ جس سے حضرت مولانا تونسوی صاحب نے خطاب فرمایا اور دوران تقریر فرمانے لگے کہ مولوی اسماعیل کو تو ہمارے صوفی محمد شریف صاحب خود اپنی جیب میں لے کر آئے ہیں تاکہ مناظرہ ہو جائے۔ اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے اور لوگوں کو حق اور باطل میں فرق نظر آ جائے۔ لیکن آج شیعہ مناظر میرے مقابلے میں نہیں آ رہا اور میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ چنانچہ حضرت قاضی صاحب کی فرست کی وجہ سے اہل سنت کے ایمان بچ گئے اور شیعہ کو رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔

خلاصہ کلام

قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے ان حالات و واقعات سے حضرت کی شخصیت نکھر کر سامنے آتی ہے یہ تو بندہ نے اپنے حوالے سے بیان کیے ہیں۔ خدا جانے ایسے مزید کتنے واقعات ہوں گے؟ ہمارے حضرت بہت سی صفات اور خصوصیات سے متصف تھے۔ حضرت بلند پایہ خطیب بھی تھے۔ نامور مصنف اور ادیب بھی تھے اور شاعر بھی تھے۔ جو دودھ کا مالک، اخلاق کے پیکر، شجاع و بہادر، عابد و زاہد، راہِ حق کے راہی، سلف کا نمونہ، غرض تمام صفات سے متصف تھے۔

حضرت کا اپنا ایک مزاج تھا آپ باطل فرقوں کے خلاف کسی بھی قیمت پر اتحاد کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ حضرت جب تک جمعیت سے واسطہ رہے باطل فرقوں کا تعاقب فرماتے رہے۔ پھر خدام اہل سنت کے اسٹیج سے باطل فرقوں کی تردید فرماتے رہے۔ آپ کی مصلحت دھونس کو خاطر میں نہ لائے۔ چاہے اپنوں کو بھی ناراض کرنا پڑا مگر مسلک دیوبند اور مذہب حق اہل سنت والجماعت کے عقائد و نظریات کا ہمیشہ تحفظ کیا۔ اور اپنے مذہب حق پہ سب کچھ قربان کر دیا ہمارے حضرت مجددانہ کردار کے حامل تھے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت ہمیں جو مشن دے گئے ہیں ہم اس پر صدق دل کے ساتھ کاربند رہنے کا عہد کریں اور حضرت کی روح سے وعدہ کریں کہ ہمیشہ تادم آخر آپ کے مشن کی پیروی کریں گے۔ اور اپنے مسلک عقیدے پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کی مغفرت فرمائے، ان کو انبیاء خلفائے راشدین اور سلف صالحین کی معیت نصیب فرمائے۔ آمین بحرۃ مہد العرسلین

قلندرانہ صفات

☆ سچھ مولانا حافظ محمد شفیق صاحب

قائد اہل سنت، پیر طریقت، واقف اسرار و رموز شریعت، رئیس الاتقیاء، محافظ مسلک علمائے دہلی ہند، مکمل اسلام ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ شیخ المشائخ امام اہل سنت وکیل صحابہ جن فکرم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کی شخصیت محتاج تعارف نہیں اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو اعلیٰ مقام و مرتبہ دیا ہے وہ مجھ جیسے کوتاہ کی سمجھ سے بہت بالا ہے اور اس کا تحریر میں احاطہ کرنا مشکل ہے۔

آپ کی سب سے اہم صفت تقویٰ تھی جس کی نظیر ملنا مشکل ہے جس کی ایک مثال یہ ہے کہ پانی جیسی چیز بھی آپ مدرسہ سے نہیں استعمال کرتے تھے بلکہ اپنے ذاتی مصرف کے لئے پانی الگ دوسری جگہ سے آتا تھا پانی جیسی چیز میں یہ احتیاط تھی تو دوسری چیزوں کے متعلق خود ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے آپ کتنی احتیاط کے مالک تھے اور اس وصف میں آپ کتنے ممتاز تھے۔

دوسری بڑی صفت آپ کی مسلکی استقامت ہے جس کی مثال شاید مشکل سے ملے یہ بھی آپ کی مدنی فیض کی وجہ سے بہت بڑی خصوصیت تھی ہر فتنہ کے خلاف چاہے خارجی ہو یا داعی آپ نے اتنا کام کیا ہے کہ بہت سارے مل کر بھی اتنا نہیں کر سکتے خصوصاً مرزا بیت اور رافضیت کے علاوہ خارجیت، یزیدیت، مودودیت کے رد میں وہ کام کیا جو بڑے بڑے جہال العلم سے بھی نہیں ہو سکا۔ کئی علماء یزیدیت کے فتنہ سے متاثر ہو گئے۔ حضرت اقدس کی تحریر و بیان سے اور متنبہ کرنے سے بچ گئے۔ جیسے شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الغفر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ مودودیت سے متنبہ کیا اور کئی علماء بچے اس طرح شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت قائد اہل سنت نے فتنہ خارجیت و یزیدیت سے متنبہ کیا تو کئی علماء نے اس فتنہ کو سمجھا اور اس سے محفوظ ہوئے۔ بہت سے علماء نے آپ کے

استخلاف اور آیت حکیم کا بھی علم نہیں ہوتا بعض ایسے علماء بھی دیکھے ہیں جن کو المہند علی المہند پتہ نہیں ہوتا اب البتہ وفاق والوں نے نصاب میں یہ رکھی ہے۔

اسی طرح ایک اور عام بیماری کی طرف بھی اکثر حضرت اقدس قائد اہل سنت توجہ دلاتے کہ زندگی میں کسی کو بھی دلی نہیں کہنا چاہیے۔ اور نہ ہی حضرت اقدس اپنے نام کے ساتھ دلی لکھنے دیتے تھے۔ فرماتے: موت تک کا علم نہیں ہاں زندگی کے بعد اگر اس کی زندگی اچھی گزری اور اچھی موت آئی تو پھر دلی کہہ سکتے ہیں۔ یہی بات احقر نے خیر العلوم حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کے ملفوظات میں پڑھی ہے۔ آج کل حال یہ ہے کہ جس کسی نے دس پندرہ دن پگڑی باندھی وہ دلی بن جاتا ہے وہ خلافت سے بھی نواز دیا جاتا ہے اور اگر صاحبزادہ ہو تو پھر ولی ابن ولی عام لکھا ہوا اشتہاروں میں نظر آئے گا۔ اللہ ہی معاف فرمائے اور محفوظ فرمائے۔ الحمد للہ حضرت اقدس جیسی جامع شخصیت نے اتنا کام کیا جس کی نظیر ملنا مشکل ہے حضرت اقدس نے اپنے کاموں کو خود ہی فراستِ ایمانی سے تقسیم فرمادیا اور اس دنیا سے کامیاب تشریف لے گئے۔ سب سے مشکل اور اہم کام جماعتی ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین صاحب اظہر کو حسن توفیق سے نوازیں۔ (رہبر، بصرہ، رنسر ملیں)



ہم وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین ہانی تحریک خدام اہل السنۃ والجماعت
کو ان کی کوئی خدمات پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں،

منجانب عمران بیڈنگ سٹور

پہلوان جوس والی گلی چکوال (سورہ اسرار) خواجہ آفتاب احمد حافظ عمر لن احمد

حق چار یا رخی اللہ کا پرچار

☆ کھ مفتی رشید احمد صاحب اوکاڑوی

مہد العصر پاسبان مسلک اہل سنت والجماعت حضرت قاضی صاحب بینہ مزاج کے حوالے سے بہت نرم اور حلیم تھے لیکن مسلک کے بارے میں حضرت بینہ کا موقف اتنا ہی سخت تھا اور کسی بھی موقع پر آپ نے مسلک کے معاملہ میں لچک کا مظاہرہ نہیں کیا یہی وجہ تھی کہ فرق باطلہ ہمیشہ آپ سے مخالف رہتے اور اس کا اظہار بھی کرتے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بینہ مسلک کے بارے میں کس قدر پختہ و متصلب تھے۔

اور فرق باطلہ اس بات کو سمجھتے تھے کہ اگر علمی و عملی میدان میں ان کا مقابلہ کرنے والی اور ان کو شکست دینے والی کوئی شخصیت ہے تو وہ حضرت قاضی بینہ صاحب کی شخصیت ہی ہے۔

حضرت قاضی بینہ نے مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کا تحفظ بھی کیا اور اس کا پرچار بھی خوب کیا۔ بالخصوص عقیدہ خلافت راشدہ (یعنی موعودہ خلافت راشدہ چار یاروں کی ہی ہے) کی اشاعت آپ کا عظیم مشن رہا۔ اس اظہار کے لیے آپ نے نعرہ "خلافت راشدہ۔ حق چار یا" عام فرمایا اور اس عقیدہ خلافت راشدہ حق چار یا پر آپ نے قرآن و حدیث اور علماء اہل سنت والجماعت کے اقوال پیش کیے اور یہ ثابت کیا کہ خلافت موعودہ جو علی منہاج النبوة ہے وہ چار میں منحصر ہے۔ ذیل میں حضرت قاضی صاحب بینہ کے پیش نظر رہنے والے چند دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

① امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب

الفضل الناس بعد النبی علیہم الصلاة والسلام ابو بکر الصدیق، ثم عمر بن الخطاب
ثم عثمان بن عفان ذو النورین ثم علی ابن ابی طالب المرتضی رضوان اللہ

المطبعة الكبريتية شربل طاعيل قاري مطبوع في سنة ١٣٠٩ هـ بمكة المكرمة

(يقول) سمعت احمد بن حنبل رحمه الله يقول في الحلافة والتفصيل ابي بكر وعمر

وعثمان وعليهم

کتاب الاوقات، ص ۱۹۸، المام الیہی التوفی ۱۴۵۸ھ

سمعت احمد بن حنبل رحمه الله وقيل في الخلافة

قال. ابوبكر وعمر وعثمان وعلي رضي الله عنهم اجمعين.

کتاب الاعتقاد صفحہ ۱۶۹ امام الہدی الترمذی ۱۵۴۵۸

الامة، ثم العمر بن الخطاب رضي الله عنه، ثم لعثمان بن عفان رضي الله عنه ثم لعلي بن ابي طالب رضي الله عنه وهم

الخلفاء الراشدين والائمة المهديون الذين قضاوا بالحق وكانوا به يعدلون.

متن العقیدہ الطحاوی ص ۱۱۴ امام ابو جعفر الطحاوی الکملی سنۃ التوفی ۱۵۳۱

امك خلافة ابي بكر وخلافة عمر وخلافة عثمان وخلافة علي فنظرنا فوجدناها ثلاثين سنة .

۱ کتاب الاعتقاد صفحہ ۱۶ امام البیہقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۵۸ھ

المعاني الاعتقاد مترجم اردو تالیف امام موفق الدین ابن قدامہ مقدسی ریسیدہ السنونی ۱۴۲۰ھ

كما دلت عليه الآثار ١. عقيدة الأسطية صفحہ ١٥٥ مع شرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ٢٨/١٠٥

شرح عقیدہ طحاویہ صفحہ ۴۸ امام ابن ابی العزہ الحنفی ریسیدہ السنونی ۱۰۷۹ھ

④ والإمام لحق بعد رسول الله ﷺ عهدنا وعند المعزلة واكثر الفرق هو ابو بكر
راجع انصاحه لم عمر باستخلاف ابي بكر له ثم عثمان بالبيعة بعد اتفاق اصحاب الشورى
ثم على رضي الله عنهم اجمعين

١ ص ٢١٩ السام مع شرح مساره امام كمال الدين بن النمام التوتى ١٠٨٦ هـ

⑤ فقال الامام لحق بعد رسول الله ﷺ ابو بكر ﷺ ثم عمر ﷺ ثم عثمان ﷺ ثم
على (رضى الله عنهم اجمعين)

١ شرح مساهد الامام قاسم بن فطوة بقا الحلى ربيعه ص ٢٦٨ التوتى ١٠٨٨ هـ

⑥ اعلم انه لا شك في امامة الخلفاء الاربعة على الترتيب المذكور امامة شرعية وخلافة حقا
لاجماع شرط اهل بيته الامية في كل منهم.

١ التوتى الفصل شرح نفا كبر ص ٢٨٩ امام محمد بن محمد بن بهاء الدين التوتى ١٠٩٥ هـ

⑦ وعلى ﷺ حتمت الخلافة الثابتة رابعة باشارة رسول ﷺ على هذا الترتيب في
تلك الحدة. الخليفة الرابعي ص ٨١ محمد بن سليمان الحلى الرياوى التوتى ١٢٢٨ هـ

⑧ على من ابي طالب ﷺ وابع الخلفاء الراشدين

(الايان والاسلام ص ٣٣ مولانا ضياء الدين شيخ خالد البغدادي التوتى ١٢٣٢ هـ)

⑨ اجماع الامية وهوان الصحابة ﷺ اجتمعت واتفقت على خلافة ابي بكر ولم
ينكر احد على ذلك وخلافة عمر كان باستخلاف ابي بكر لم ينكر احد على ذلك ثم خلافة
عثمان وعلى كان باجماع الامية دل ان الخلافة ثابتة لدلائل التي ذكرنا.

١ تشييد لابي الفكور السامي ص ١٤٣

⑩ وترتيب الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم اجمعين في الفضل كترتيب هم في
الخلافة. (ذبح شرح لمه ص ٣٩٨ امام قاضي علي بن ابن ابي العزالد شفي ربيعه)

⑪ ... اعلم ان خلافة الائمة الاربعة ثابتة بالاجماع وكذا ترتيبهم في الخلافة ايضا.

١ التعليقات السبعة ص ٨٩ امام احمد بن جبران

⑫ دوتى چهار يار خير باس ترتيب نگاه بايد كرد..... مذهب اهل سنت والجماعت آنست كه چهار
يار خير را فضيلت است بهم ترتيب بايد. ١ شرح قصيد الامام صلى الله عليه وآله غزوة بدر و نزل حارى ربيعه

۱۵ آدمیوں میں سب سے بزرگ بعد وجود مبارک حضرت رسول خدا ﷺ کے حضرت ابو بکر صدیق بن ابوقحافہ بعد ان کے حضرت عمر بن خطاب بعد ان کے حضرت عثمان بن عفان بعد ان کے حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب ہیں۔

[عقائد نظامیہ مترجم اردو صفحہ ۱۲ امام محمد رحمہ اللہ بن مستقیم]

۱۶ خلفاء مار بعلہ میں ایک دوسرے سے علی ترتیب الحکامۃ افضل ہیں اگرچہ چاروں خلفاء سب صحابہ بیحزب سے بالاتر تھے۔ (۲۰ کرام اسلام ص ۲۳۳ مولانا عبدالحق حقانی التوفیقی ۱۹۳۵ء)

۱۷ بہر حال اپنے وقت میں خلفاء مار کی خلافت علی ترتیب برحق ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ (عقیدہ اہل معان صفحہ ۹۰ باب محمد رحمہ اللہ پکوانی ثم بھوری)

۱۸ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صاحب بیعتہ کے بعد ان کی جگہ پر بیٹھے اور دین کا بندوبست کیا اس لیے یہ خلیفہ اول کہلاتے ہیں تمام امت میں یہ سب سے بہتر ہیں ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہیں ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ ہیں ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہیں۔ (اہل السنۃ والجماعت صفحہ ۹۰ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ التوفیقی ۱۳۷۲ھ)

یہ وہ حوالہ جات ہیں جن کی کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ یہ مجدد العصر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی مجددانہ کوشش کا ثمرہ ہی ہے کہ آج اہل سنت والجماعت کے ہر جلسہ میں چار یاروں کی خلافت کا اظہار کیا جاتا ہے اور ”خلافت راشدہ حق چار یار“ کا نعرہ گونجی ہے۔



<p>سنت نبویہ بازار روڈ</p> <p>مکتبہ اہل سنت</p> <p>کی مسجد طہمین آباد پکوال</p>	<p>اسلام بازار روڈ</p> <p>مکتبہ امدادیہ</p> <p>امدادیہ بھہرہڑی روڈ پکوال</p>
<p>قائد اہل سنت نمبر اور دیگر اسلامی کتب بازار سے بارگاہیت خرید فرمائیں</p>	

اب راہنما کوئی نہیں

☆ کھ مولانا محمد اسماعیل رحمان

دنیا دار فانی ہے، یہاں ہمیشہ کوئی رہا ہے نہ رہے گا، ہر آنے والا اک دن چلا جاتا ہے اور کچھ دنوں بعد زمانے کی لوح سے اس کا نام و نشان تک مٹ جاتا ہے مگر اس فنا کے گھر میں آنے والے کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو یہاں کی چند ساعتوں پر مشتمل زندگی کو بقا کا ذریعہ بنا لیتے ہیں وہ جب تک رہتے ہیں مردہ دل ان سے زندگی حاصل کرتے ہیں۔ اور جب دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ تو ان گنت پرئم آنکھیں انہیں الوداع کہتی ہیں۔ دماغ ان کی باتوں کی خوشبو سے معطر رہتے ہیں اور سینوں میں دھڑکنے والے دل انہیں ہمیشہ یاد رکھتے ہیں، ان کا نام صدیاں گزرنے پر بھی زندہ رہتا ہے اور ان کا کام نسل در نسل جاری رہتا ہے۔۔۔

ایسی ہی خوش قسمت ہستیوں میں ایک نام حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو ۳ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ (۳۶ جنوری ۲۰۰۴ء) کو لاہور میں عقیدت مندوں کو ترزا چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کی وفات ایک چلتے پھرتے ادارے کا اختتام ہے، ان کی موت ایک عہد کا خاتمہ ہے جو سراسر تعلیم و تدریس، وعظ و نصیحت، تصنیف و تالیف اور باطل قوتوں کی سرکوبی میں بسر ہوا ہے۔ ان کی قربانوں سے سالہ طویل زندگی کا برہنہ اجلا اور روشن ہے ان کی زندگی کا ہر پہلو اپنے اندر ایک سبق اور نصیحت رکھتا ہے۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اور اکابر دارالعلوم کے جذبہ حق گوئی کے سچے وارث تھے۔ انہوں نے اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات کی ترجمانی میں اپنی عمر صرف کر دی اور اس سلسلے میں کسی طامات کرنے والے کی طامات کی پروا نہیں کی۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے تحریک خدام اہل السنۃ والجماعت کی بنیاد رکھی اور اس کے ذریعے باطل قوتوں کے ایوانوں میں تہلکہ مچا دیا۔ ان کا جاری کردہ ماہنامہ ”حق چار یار غنیمت“ مسلک اہل السنۃ والجماعت کا بے باک ترجمان رہا

راقم نے حضرت قاضی مرحوم و مغفور کا نام پہلی بار اس وقت سنا جب میں مدرسہ اشرفیہ حسن ابدال میں درجہ ادنیٰ کا طالب علم تھا، ہمارے استاد محترم مولانا فضل محمود انور حضرت قاضی صاحب کا ذکر بڑی محبت و عقیدت سے کیا کرتے تھے۔ ماہنامہ حق چار یار جیلوہم بھی ان کے پاس آتا تھا۔ گاہے گاہے میں فارغ اوقات میں اس رسالے کا مطالعہ بھی کرنے لگا۔ یہ شغل بڑے درجات تک جاری رہا اور جیسے جیسے شعور میں پختگی آتی گئی میں حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کی علمی عبقریت، بزرگی اور حق گوئی کا قائل ہوتا چلا گیا۔ امت کو درپیش نظریاتی و فکری مسائل کے گہرے ادراک اور آئے دن نمودار ہونے والے نت نئے فتنوں کی سرکوبی میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ میرا دور طالب علمی ہی تھا جب کہ خود مسلک دیوبند کے بعض خانقاہی حلقوں میں اہل بدعت و ضلال سے مصالحت کا میدان ظاہر ہونے لگا۔ اس پر حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ نے کسی رو رعایت کے بغیر ”حق چار یار جیلوہم“ میں جو مضامین لکھے اور اس فتنے کی روک تھام کے لیے جس صلابت فکر کا مظاہرہ کیا وہ انہی کا خاصہ تھا۔

باوجودیکہ حضرت قاضی صاحب بریلویؒ سے اکتساب فیض کا یہ سلسلہ عرصے سے جاری تھا مگر حضرت کی زیارت کا شوق پورا نہ کر سکا، کئی بار سفر کا ارادہ کیا مگر ہر بار کوئی نہ کوئی رکاوٹ آڑے آگئی۔

گزشتہ سال راقم کھفت روزہ ضرب مومن کے لیے ایک تاریخی مضمون کے سلسلے میں انک اور کلر کہاہ کا سفر کرنا پڑا۔ کلر کہاہ کے سفر میں معروف صحافی اور ادارہ علوم اسلامی آباد کے مدرس ملک سعید نوابی بھی ہمراہ تھے۔ وہ چکوال کے قریب ہی ایک گاؤں سہگل آباد سے تعلق رکھتے ہیں اور چکوال کے دینی حلقوں میں ان کے وسیع تعلقات ہیں۔ چنانچہ ان کی ہمراہی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے واپسی میں ہم حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے مدنی مسجد حاضر ہوئے۔

حضرت کے خادم خاص جنہیں حافظ صاحب کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ بڑے تپاک سے ملے اور حضرت سے اجازت لے کر ہمیں ان کے حجرے میں لے گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شدید علالت کے باوجود ہمیں ملاقات کی اجازت مرحمت فرمائی تھی جو ان کی ہم پر خصوصی شفقت تھی، باوجود اس کے کہ ہم بلا اطلاع چلے آئے تھے انہوں نے اس ملاقات کا اہتمام کرایا۔

حضرت برہنہ ہمیں دیکھ کر اپنے بستر پر تکیوں سے سہارا لے کر بیٹھ گئے۔ ہم سب سے مصافحہ کیا اور بڑی خندہ پیشانی سے گفتگو فرماتے رہے ہفت روزہ ضرب مومن کی خدمات کو سراہا۔ کچھ نصیحتیں بھی

فرمائیں جو میرے حق میں وصیتیں ثابت ہوئیں اس لیے کہ یہ حضرت سے میری پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ حضرت کی وصیتوں کا خلاصہ ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور محبت کو دل میں بسائے رکھنا، ان کی عدالت و صداقت کا ہمیشہ پرچار کرتے رہنا اور ان کے معاملے میں کسی قسم کی مداخلت اور مصالحت اختیار نہ کرنا“ پر مشتمل ہے۔ چونکہ حضرت برہنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت میں فنا ہو گئے تھے اس لیے آپ کی گفتگو میں بھی اس کا رنگ بہت نمایاں تھا۔ جب ہم رخصت ہونے لگے تو حضرت برہنہ نے ہم سب کو دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی گراں مایہ کتب کے ایک ایک سیٹ سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو ان شفقتوں کا شایان شان بدلہ عنایت فرمائے۔ (امین)

علم و معرفت، تقویٰ و اخلاص اور اخلاق و مدارات کے ایسے پیکر اب کہاں ملتے ہیں۔ ریت کے ہزاروں صحرا چھان کر کہیں کہیں ایسا گوہر ملتا ہے۔ ان گنت اندھیری راتیں گزرا کر پروانوں کو ایسی شمع نصیب ہوتی ہے۔ حضرت برہنہ کی رحلت کے بعد، اغراض پرستی اور مفادات بینی کی اس تاریک دنیا میں اندھیرے مزید بڑھ گئے ہیں۔ حق گوئی کا وہ جوہر جو ان کی ذات میں تھا، اب ڈھونڈے نہیں ملتا۔ ان کی بزم سے وابستہ ہزاروں لاکھوں، سالکین ایک شفیق و ہمدرد مربی سے محروم ہو گئے ہیں اور اہل السنۃ والجماعت کے کروڑوں افراد کے سر سے ایک بے مثل سرپرست کا سایہ ہٹ گیا ہے۔

حضرت برہنہ کی رحلت کیا ہوئی۔ اکابر کی مسندیں یکے بعد دیگرے خالی ہوتی چلی گئیں۔ آہ! ہمیں حضرت قاضی صاحب کے سایہ شفقت سے محروم ہوئے ابھی چار ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ۲۴ ربیع الاول ۱۵۱ مئی کو تبلیغی جماعت کے عظیم داعی مولانا مفتی زین العابدین برہنہ بھی رخصت ہو گئے۔ پندرہ روز گزرے تھے کہ کراچی میں مولانا مفتی نظام الدین شامزئی برہنہ دہشت گردوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ چند روز پہلے ۲۷ جون کو ختم نبوت کے عالمی وکیل حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی برہنہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور اسی ہفتے جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب برہنہ بھی پیپلز کالونی فیصل آباد کے قبرستان میں اپنے شہید بیٹے مولانا محمد مجاہد مرحوم کے قریب گور کی ٹھنڈی خاک تلے جاسوئے۔

آج جب میں گزشتہ برس کے اس دن کا تصور کرتا ہوں۔ جب ہم حضرت قاضی صاحب مرحوم کے سامنے باادب بیٹھے ان کے مسکراتے ہوئے چہرے کو تک رہے تھے، تو محسوس ہوتا ہے کہ ان اکابر کی موجودگی ہمارے لیے کتنی بڑی نعمت تھی، کتنا عظیم سہارا تھی، ان کی شخصیات کتنے ناگہانی فتنوں کے آگے سد سکندری بن کر جمی ہوئی تھیں۔ آج تو یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم مصائب، فتنوں اور آزمائشوں کے بے آب و گیاہ صحرا میں کھڑے ہیں اور ہمیں راہ بتانے والا کوئی نہیں۔

☆ کہ ترتیب! اما سر منظور حسین

(۱) مبارک دھن (حضرت مدنی رحمہ اللہ)

کفر کا فر راوی دینہ را ضرورت دل عطار را

یہ دمن اگر برسوں میں بھی حاصل ہو جائے بسا قیمت ہے۔ ذکر و شغل میں جو حصہ عمر عزیز کا صرف ہو جائے وہی زہد کی ہے۔" (کتوبات شیخ الاسلام جلد ۲ صفحہ ۱۱۰)

آخری سب طرق کی تعلیم (حضرت مدنی رحمہ اللہ)

ایک اور مکتوب گرامی میں ارشاد فرماتے ہیں.....

”آپ کو جو تعلیم دی جا چکی ہے یہ آخری سب طرق کی تعلیم ہے اس پر کار بند رہیے اور اس میں ترقی اور مداومت رکھیے۔ استقامت اور کوشش سے آپ بڑے سے بڑے مقامات پر پہنچ سکتے ہیں۔“

[ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۱۵]

قرب و حضور کی عظیم خوشخبری

ایک اور گرامی نامہ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ.....

”اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کریم کار ساز بندہ نواز نے آپ کو قرب و حضور اور معیت کی نعمت و جدائی طور پر عنایت فرمائی ہے اور نسبت میں قوت اور ترقی عطا فرمائی۔

فلله الحمد والمنه اللهم زد فرد..... [ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۱۲]

لطائف مدد کہ ترقی پذیر ہونا نعمت عظیمہ ہے اللہ تعالیٰ اور زیادہ فرمائے“ [ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۱۳]

مرتبہ احسان پر فائز ہونے پر خلافت سے سرفرازی

حضرت مدنی رحمہ اللہ اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ.....

”میں پہلے بھی غالباً آپ کو لکھ چکا ہوں کہ آپ کو اجازت ہے جو بھی آپ سے بیعت ہونے کی درخواست کرے اس کو بیعت کر لیا کریں۔ اور اشغال سلوک تلقین فرما دیا کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا

[مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۲ صفحہ ۲۵۴]

ایک اور مکتوب میں ارشاد فرمایا.....

لوگوں کو ارشاد و ہدایت کرتے رہیے۔ جو بھی آپ سے طالب رہنمائی ہو، ان شاء اللہ اس کو نفع پہنچے گا۔

[ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۱۵]

جو رشتہ دار ادھیڑ عمر والی بیعت ہونا چاہتی ہیں ان کو آپ خود کیوں نہیں بیعت کر لیتے؟ آپ نیا بنا

میری طرف سے ان کو بیعت کر لیں۔“ [ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۱۹]

ایک اور گرامی نامہ میں ترغیب اصرار فرماتے ہیں.....

”اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب کہ ملکہ حاصل ہو گیا ہے تو اس کو تعلیم کا درجہ دیجیے اور دوام حضور کی کوشش کیجیے۔ اگر کوئی طالبِ راہِ حق آئے اس کو اسلاف کا راستہ بتائیے۔ اگرچہ آپ اپنے کو اس لائق نہیں سمجھتے مگر جس پروردگار نے اس کو بھیجا ہے وہ اس کا قلیل اور مرہی ہے۔ حضرت قطب عالمِ حانی امداد اللہ صاحبِ قدس سرۃ العزیز فرماتے ہیں..... ”اگر ایں روسیاء گمراہ ہم ہزار و اربا ایں امرِ عظیم نیست مگر اقبالِ امرِ بزرگاں نمود بیعتِ تبرکامی کند لہذا آں برگزیدہ کو نمین رانیز بطوریکہ ایں مدبرِ راز بزرگانِ خود اجازت دادہ می آید مناسب کہ ہر کدام کس طالب کہ رجوع نماید اخذ بیعت نمودنہ تعلیم نام خدا نمایند ہرگز انکار نہ کنند ہدایت کنندہ ہادی مطلق است آں را کہ خواہد فرستاد ہدایت ہم خواہد کرد“

[مکتوبات جلد ۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵]

(۲)..... توفیق الہی کی دستگیری (حضرت شیخ الادب بیہ)۔

اعزاز العلماء شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب بیہ اپنے ایک مکتوب میں حضرت قاضی صاحب بیہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ

”جس راستے پر آپ خداوندی امداد سے چل رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ توفیق الہی نے آپ کی دستگیری کی ہے۔ اور آپ کے حالات قابلِ غبطہ ہیں خدا کا شکر کیجیے۔“

[ماہنامہ حق چار یاڑ صفحہ ۷ فروری ۲۰۰۰ء]

دوسرے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں کہ

آپ نے علم و عقل کی روشنی میں جس طرح مبر کیا ہے وہ نہ صرف قابلِ تحسین بلکہ لائقِ تقلید بھی ہے۔ خدا کرے کہ ہم ضعفاء بھی اسی مبراثبات کا ثبوت دیں آمین..... آپ کے حالات قابلِ غبطہ ہیں..... بہت بڑی نعمت ہے کہ آپ مولائے حقیقی کی یاد میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ اس پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین..... (ایضاً صفحہ ۷)

علامتِ مقبولیت

ایک مکتوب میں تحریر فرمایا.....

”اگر آپ ذکر کر لیتے ہیں تو خدا کا ہزار ہزار شکر کیجیے یہ علامتِ مقبولیت کی ہے۔“ (ایضاً صفحہ ۸۲)

اور چاہتے کیا ہو؟ پیغمبری مل جائے

ایک گرامی نامہ میں حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں ”جو حالات آپ نے تحریر فرمائے ہیں ان کے ہوتے ہوئے اللہ وس کرنا، آپ بحال کریں ہمارے نزدیک کفرانِ نعمتِ الہیہ ہے۔ آپ ذکر قلبی بھی کرتے ہیں اور ذکر لسانی بھی۔ اور یہ بھی امید ہے کہ ذکر تمام بند پر مستولی ہو جائے۔ پھر جو آپ کا فرض منصبی ہے کہ گمراہوں کو راہِ ہدایت پر لائیں، وہ بھی آپ ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد اب آپ اور کیا چاہتے ہیں؟ اب اور چاہتے کیا ہو؟ پیغمبری مل جائے؟ خدا کا شکر کیجیے آپ کی یہ حالت ہم جیسے ناکاروں کے لیے غبطہ کے قابل ہے۔ آپ نے ذیل خانہ میں رہ کر قلب کی ایسی اصلاح کی جو ہم جیسے آزاد رہ کر نہ کر سکے، ہماری حالتوں سے مبرت کیجیے اور خدا کا شکر کیجیے اور دعا کیجیے کہ خداوند عالم ہم جیسوں کو بھی توفیق عطا فرمائے اور اس کی مرضیات کو حاصل کریں۔ (ایضاً ۷۳)

خلافت مدنی رحمۃ اللہ علیہ عطا ہونا غیر مترقبہ نعمت

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں.....

”سنا کرتے تھے کہ بعض لوگ دریا کو مہضم کر لیتے ہیں اور ڈاکر نہیں لیتے ایسے لوگ دیکھے نہ تھے۔ مگر ایسے لوگ دیکھے کہ حضرت مدنی مدظلہ کی خلافت حاصل کر لیتے ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دیتے۔ معلوم نہیں آپ بھی ان میں ہیں یا نہیں؟ آپ کس نفسی میں اس قدر متجاوز من اللہ وہ ہو گئے ہیں کہ مجھ کو خوف ہے کہ آپ کفرانِ نعمت میں داخل نہ ہو جاویں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت ہرگز ہرگز نا اہل کے لیے نہیں ہو سکتی ہے۔ آپ خدا کا شکر کریں اور اس منصب کو غیر مترقبہ نعمت خیال کر کے مدارج میں ترقی کریں، وسوسوں و خطرات کو دل سے نکال دیں۔ شکر نعمت پر ازیاداً نعمت و عہدہ خداوندی ہے۔

(ایضاً صفحہ ۹۳)

(۳)..... قاضی صاحب ہمارے خاص آدمی ہیں (حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ)

جناب حاجی محبوب احمد عارف ہوشیار پوری تحریر فرماتے ہیں.....

شیخ الفیہ قطب زماں حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ جمعیت علمائے اسلام کی مجلس شوریٰ میں آپ۔ ز حضرت قاضی

مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شامل کیوں نہیں فرمایا؟ کیا آپ ان سے واقف نہیں؟

تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”میں قاضی صاحب سے خوب واقف ہوں۔ قاضی صاحب تو ہمارے خاص آدمی ہیں وہ ہمارے ہیں اور ہمارے ساتھ ہی رہیں گے۔ میں نے ان کی جگہ ملاں آدمی کو شوری کا ممبر بن لیا ہے اگر وہ ہا ہر ہتا تو ہمارے لیے پریشانی کا باعث ہوتا۔“

(ماہنامہ تبصرہ لاہور، حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نمبر اپریل ۱۹۸۱ء)

(۴)..... سر ایاہ اخلاص و مجسمہ للہیت (حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ)

جناب محمود عارف صاحب تحریر فرماتے ہیں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا کہ ”میں نے حضرت قاضی صاحب کیساتھ دوران سفر مشاہدہ کیا ہے۔ کہ حضرت قاضی صاحب مدظلہ سر ایاہ اخلاص اور مجسمہ للہیت ہیں۔ (ایسا ماہنامہ تبصرہ ہزاروی نمبر)

(ب) حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں ”آپ کو ہر طرح مطاع و مقتدی سمجھتا ہوں دل یہی کہتا ہے کہ آپ ہماری سرپرستی فرمائیں۔“ اکسف خارجیت ص ۱۲۵۹

(۵)..... قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ علمائے حق میں سے ہیں (حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ سابق امیر مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان اپنے گرامی نامہ (بنام نعیم الیاس اعوان صاحب عمرہ ۱۳ مارچ ۱۹۷۷ء) میں رقمطراز ہیں ”حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانی ادارہ خدام اہل سنت کو میں علماء حق میں سے سمجھتا ہوں۔“

(۶)..... حضرت قاضی صاحب ”حضرت مدنی کے صحیح جانشین (حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ)

یادگار اسلام حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک تحریر فرماتے ہیں کہ ”میرے نزدیک تحریک خدام اہل سنت والجماعت کا تعاون ہر مسلمان پر لازم ہے اہل السنۃ والجماعت کے عقائد کے تحفظ کے سلسلہ میں اس جماعت کی خدمات قابل صد تحسین ہیں۔ جماعت کے بانی اور امیر مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ شیخ الاسلام والسلمین شیخ العرب والعجم امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا سید حسین احمد الدینی قدس سرہ العزیز کے تلمیذ خاص اور آپ کے صحیح جانشین ہیں حضرت قاضی صاحب کا مجاہدانہ دلولہ، بے مثال عزم تاریخ کا ایک زریں باب ہوگا۔“

(۷)..... اکابر دیوبند کا تحفظ و دفاع کرنے والا (مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ)

مخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر خورشید احمد صاحب کے خلیفہ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب دامت برکاتہم (مقیم مخدوم پور پہوڑاں ضلع خانیوال) نے فرمایا.....
حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے اجل خلفاء میں سے حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے وصال سے چند روز پہلے بندہ سے تنہائی میں ارشاد فرمایا کہ.....

”آج اکابر دیوبند اور عقائد دیوبند کا کوئی تحفظ اور دفاع کرنے والا پاکستان میں ہے تو وہ صرف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ہی ہیں اور کوئی نہیں ہے۔

(۸)..... خدام اہل سنت کے لیے پیر خورشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی دعاء

مخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر خورشید احمد صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ اعظم حضرت مدنی قدس سرۃ العزیز) تحریر فرماتے ہیں.....

حضرت سیدی مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی اٹھائی ہوئی تحریک خدام اہل سنت والجماعت کو مقبول فرمائے اور سنی مسلمانوں کو اس میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائے..... اور قدیمی لقب ”اہل السنۃ والجماعت“ کو آپ حضرات پر چسپاں فرماوے اور سلف صالحین کے مبارک قدموں پر چلاوے..... بخندمت اقدس ذوالجہد والکرم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین کو السلام علیکم عرض کریں اور خاتمہ بالایمان کی میرے لیے درخواست..... (بشارت الدارین صفحہ ۵۳۶)

(۹)..... قاضی صاحب مسلک اکابر پر مضبوطی سے قائم ہیں (حضرت حامد میاں رحمہ اللہ)

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ (مہتمم وبانی جامعہ مدنیہ لاہور و خلیفہ مجاز حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ) تحریر فرماتے ہیں.....

”محترم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کی تحریرات بہت مفید ہوتی ہیں۔ مسلک اکابر اہل سنت (دیوبند) میں انھیں بجز اللہ تعالیٰ حاصل ہے۔ جماعت مودودی اور شیعوں سے انھیں اس درجہ بُد ہے کہ وہ مصلحتاً عارضی طور پر ان سے سیاسی گٹھ جوڑ کے بھی قائل نہیں ہیں۔ مسلک اکابر رحمہ اللہ پر مضبوطی سے قیام ہی کی وجہ سے وہ شیعوں کی طرح خوارج کو بھی غلط گردانتے ہیں ان کے نظریات کی

تردید کرتے ہیں۔ میں نے ان کی تحریر ”دفاع صحابہ“ کا متعدد جگہ سے مطالعہ کیا اس میں ان صاحب مسالک پر تھوڑی تھوڑی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور فرقہ خوارج، یزید یہ پر بھی رد کیا ہے۔

[تحریر خود بنیادی ۱۴۰۲ھ]

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ..... حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کی تصنیف غار بنی فتنہ حصہ اول کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ متعدد مقامات کا مطالعہ کیا۔ مشاجرات صحابہ علیہم السلام اور ان کے بعد کے واقعات میں وہ حضرات اکابر دیوبند بیعت کے مسلک و تحقیقات پر مضبوطی سے قائم ہیں..... حضرت قاضی صاحب مدظلہم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انھوں نے فتنہ خارجیت اور یزیدیت پر قلم اٹھایا اور اکابر دیوبند سے لے کر حضرت مجدد صاحب رحمہم اللہ تک اکابر ہند کے اقوال، قرآن و حدیث، فقہ اور تاریخ کے حوالجات جمع کر کے ان فتنوں اور غلط خیالات کی تردید شروع کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور توفیق مزید دے۔ [تائیدی تبصرے صفحہ ۱۱]

قاضی صاحب رحمہم اللہ کی تحریرات مدلل

ایک دوسرے گرامی نامہ بنام مولانا محمد انور صاحب تحریر فرماتے ہیں.....

”مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم رد مودودیت اور رد شیعیت کے سلسلہ میں جو کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ مولانا کی تحریرات مدلل اور معقول ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جوہر و فرق باطلہ میں انھوں نے کی ہیں مشکور فرمائے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بتائے۔

[صفحہ ۳۵ ماہنامہ حق چار یاڑا پریل ۱۹۹۹ء]

(۱۰)..... پردوں میں چھپی حقیقت کو ظاہر کر دیا (علامہ افغانی رحمہم اللہ)

شیخ العلماء حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی صاحب رحمہم اللہ مودودی تحریک کے خلاف حضرت قائد اہل سنت رحمہم اللہ کی خدمات پر تحریر فرماتے ہیں.....

(حضرت) مولانا قاضی مظہر حسین صاحب اور دیگر علماء حق نے پردوں میں چھپی ہوئی اس حقیقت

کو عوام پر ظاہر کر دیا اور سعید روحوں کے لیے راہ ہدایت کھول دی فجزاہم اللہ خیر الجزاء و صلی اللہ

علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔ (بخت روزہ ترجمان الاسلام جون ۱۹۶۳ء)

(۱۱)..... آپ کی کتاب سے میں نے زیادہ نفع اٹھایا (مطرح ایمانی)

بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد نور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں
 "آپ کی سرسہ کئی کتابوں سے استفادہ کیا خاص کر "تلمذ و طاعت" (واللہ اعلم اہل الدین والہا)
 عبدالغفور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور "دعوت اتحاد کا جائزہ" (مولانا محمد نور نعمانی صاحب) سے میں
 نے زیادہ نفع اٹھایا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ اسعبد خاریہ ۱۵۱۹

(۱۲)..... آپ کے جذبہ ایمانی سے بہت خوشی ہوئی (مطرح مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ قاسم العلوم ملتان) اپنے ایک کتاب میں
 تحریر فرماتے ہیں.....

"مخدوم محترم حضرت قاضی صاحب دام مہدکم العالی۔ سلام مسنون۔ مزاج گرامی!..... آپ نے
 جس جذبہ ایمانی کے تحت جماعتی فیصلہ پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے اس سے بہت خوشی ہوئی، علماء کی
 باوقار اور مقدس جماعت میں ایسے افراد کی ضرورت ہے کہ وہ سختی سے جماعت کو اس مقصد پر پابند رکھے
 جس کے حصول کے لیے جماعت کا وجود عمل میں آیا۔"

قاضی صاحب ہمارے بزرگ ہیں

دوسرے مکتوب گرامی میں رقمطراز ہیں.....

محترم قاضی صاحب ہمارے بھی بزرگ ہیں۔ ہم نے الحمد للہ اختلاف رائے کے باوجود ہمیشہ
 احترام سے ان کا ذکر کیا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ جماعتی اختلاف پیدا ہو جانے کے بعد ہم نے کوئی
 کلمہ ان کے خلاف زبان سے نکالا ہو۔ بہر حال ہم اب بھی ان کے نیاز مند ہیں خدا وہ وقت نہ لائے جب
 ہم میں اور ان میں کدورت پیدا ہو۔ والعیاذ باللہ۔ (ماہنامہ حق چار بار حضرت مہتممی رحمۃ اللہ علیہ نمبر ص ۴۷)

تمام مکاتیب فکر ان کے ساتھ متفق ہیں

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں.....

قاضی صاحب موصوف جن مقاصد کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں اہل السنۃ والجماعت کے تمام
 مکاتیب فکر اس سلسلہ میں ان کے ساتھ متفق ہیں۔ (ترجمان اسلام لاہور ص ۴۷ جلد ۱۹ شمارہ ۱۵۲)

(۱۳)..... فتنوں سے نجات کے لیے اہم ذریعہ (حضرت مالک کاندھلوی رحمہ اللہ)

شیخ الفیر استاذ العلماء حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ قائد اہل سنت رحمہ اللہ کی کتاب خارجی فتنہ کی تائید میں تحریر فرماتے ہیں.....

امت کی فلاح و کامیابی اسی میں مضمر ہے کہ ”اصحابی کمال النجوم“ کا اعتقاد کامل رکھتے ہوئے سفینہ اہل بیتؑ میں پناہ لے تب ہی وہ فتنوں کی موجوں سے ہدایت و نجات کے ساحل تک پہنچ سکتا ہے۔ اس مقصد عظیم سے ہمکنار بنانے کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی کتاب ”خارجی فتنہ“ اہم ترین ذریعہ اور سامان ہے۔ حضرت مولف زید مجدہ نے اپنی اس تالیف میں بڑی کاوش سے ایسے حقائق جمع کر دیئے ہیں جو مختلف قسم کی کتابوں اور عبارتوں سے پیدا شدہ ادہام کو الحمد للہ دور کر رہے ہیں۔ خداوند عالم مولف زید مجدہ کو جزاء خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس تالیف کے ذریعہ نفع پہنچائے۔ آمین“ (تائیدی تبصرے صفحہ ۱۰)

(۱۴)..... قائد اہل سنت رحمہ اللہ امام اہل سنت کی مسند پر (حضرت مفتی جمیل احمد رحمہ اللہ)

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ (سابق صدر مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور) کے بارہ میں مولانا سید معادیہ امجد شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں.....

بندہ نے اپنے استاذ و مربی حضرت اقدس مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے بارہا سنا کہ حضرت قاضی صاحب اس وقت امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ کی مسند پر فائز ہیں۔“

[ماہنامہ حق چار یاڑ صفحہ ۶۵ جلد ۲ شماره ۱۳]

نیز حضرت مولانا مفتی شیر محمد صاحب علوی (مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور) کی درخواست پر حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ صاحب نے ”سلاسل طیبہ“ کے شجرات میں حسب ذیل اشعار کا اضافہ فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ کی لکھی تحریر اب بھی ان کے پاس محفوظ ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ کے نام مبارک کی محسوس سے پہلے حضرت قائد اہل سنت کے نام کی محسوس میں تحریر فرمایا.....

مجھ کو بھی کر دے نمونہ اپنے مقبولین کا

ابرارو اہل علم وارباب صفا

مظہر نلم لدنی مظہر نور خدا

مظہر اخلاق وآداب محمد مصطفیٰ

قاضی مظہر حسین مقتدا کے واسطے

(۱۵)..... بلا خوف لومۃ لائم اظہار حق کر نیوالے (حضرت مولانا محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان و صاحبزادہ استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ - جالندھری رحمۃ اللہ علیہ) تحریر فرماتے ہیں.....

”جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم، اکابر و اسلاف میں سے ہیں آپ کے لیے اس سے مزید فضیلت کیا ہو سکتی ہے کہ مخدومنا و سیدنا و استاذنا حضرت مولانا الحاج الشیخ حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ ان سے کثیر علماء صلحاء امت کو روحانی فیض پہنچ رہا ہے۔ نیز تحریک خدام اہل سنت و الجماعت قائم کر کے آپ نے حضرات صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ کے حقیقی فضائل و مناقب اور مکرم اخلاق و مجاہدانہ کارناموں کو بذریعہ تحریر و تقریر دلائل و براہین سے خوب واضح فرمایا اور جو لوگ حضرات شیخین و صحابہ کرامؓ کی تنقیص و بے ادبی کرتے ہیں ان کو مسکت و حوصلہ شکن جوابات دے کر بلا خوف لومۃ لائم اظہار حق کیا۔ اور اس سلسلہ میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کا اجر عظیم حاصل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازیں اور دنیا و عقبیٰ میں کامرانوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین

(ماہنامہ حق چارہ، ۱۵ ستمبر ۱۹۹۹ء)

(۱۶)..... محقق اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ (قاضی زاہد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا قاضی زاہد الحسنی صاحبؒ خلیفہ مجاز حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایک سائل کو تحریر فرماتے ہیں.....

”اس مسئلہ کے لیے محقق اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین سے رجوع کریں“ دوسری جگہ

قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ.....

”حضرت قاضی صاحب زید مجدہم کے متعلق اس قدر عرض کر سکتا ہوں کہ آپ کے علم و فضل، جہاد و مجاہدہ کے لیے یہ شہادت کافی و دوانی ہے کہ قطب عالم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز

نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ یہ فضل سب سے بڑا افضل اور سب سے بڑا شرف ہے۔

[ماہنامہ حق چارباغ، ص ۵۳، نمبر ۱۰۹۹]

(۱۷)..... صحیح معنی میں اہل سنت کے ترجمان (مولانا عبدالرحیم اشعر رحمہ اللہ)

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب رحمہ اللہ ناظم تبلیغ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان رقمطراز ہیں.....
الحمد للہ! اس دور میں حضرت مخدوم وکرم مولانا قاضی مظہر حسین صاحب صحیح معنی میں اہل سنت کے ترجمان ہیں..... جس بات کو حق جانتے ہیں اس کی حقانیت کو وہ اپنے وابستگان کے اندر بھی پیدا کر چکے ہیں۔ ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں کہ مسلمان جس تحریک کو حق جانے اس پر صحابہ کرام کی طرح اپنے تن من وھن کو قربان کر دیں۔ الحمد للہ حضرت مدظلہ تعالیٰ کے اخلاص نے مخلصین کا ایک طبقہ پیدا کر دیا ہے جو باطل کے سامنے جھک نہیں سکتا۔ [ماہنامہ حق چارباغ، ص ۳۶، نمبر ۱۰۹۹]

(۱۸)..... قائد اہل سنت و فاء القوم والملت“ (مولانا بشیر احمد پسروری رحمہ اللہ)

حضرت مولانا بشیر احمد پسروری رحمہ اللہ خلیفہ مجاز حضرت لاہوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں خدام اہل سنت والجماعت میں کام کرنا سعادتِ عظمیٰ سمجھتا ہوں اور پیر طریقت حضرت علامہ قاضی مظہر حسین و فاء القوم والملت یقیناً قابلِ اعتماد ہیں۔“ [سلاسل طیبہ صفحہ ۱۲، ماہنامہ حق چارباغ صفحہ ۵۸، جلد ۵، شمارہ ۳]

(۱۹)..... مسلک دیوبند میں نہایت پختہ (مولانا مفتی عبدالشکور رحمہ اللہ)

یادگار اسلاف حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے بارہ میں جہاں تک مجھے علم ہے وہ مسلک دیوبند میں نہایت پختہ جامد اور مصلب ہیں اور ان کی تبلیغی خدمات قابلِ قدر بلکہ لائقِ تشکر ہیں۔“ (سلاسل طیبہ صفحہ ۱۳)

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ ”مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کا مقالہ ”دفاع صحابہ“ احقر نے حرفا حرفاً اس میں فاضل مصنف نے مذہب اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کا حق ادا کیا ہے۔“ (نوٹ) حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ (سابق مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور) نے حضرت ترمذی صاحب رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا تحریر پر ”افلا اکون عبداً شکوراً“ کے الفاظ تحریر فرما کر تصدیقی دستخط ثبت فرمائے۔ [تائیدی تبصرے صفحہ ۵۵]

ایک اور جگہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ.....
حضرت قاضی صاحب موصوف کو مسلک اہل سنت والجماعت کی حقانیت کے اثبات کے سلسلہ میں خصوصی ذوق اور شغف حاصل ہے اور اپنے اکابر رحمۃ اللہ کے ذوق کی حاکمت کا حضرت موصوف کو بے حد خیال ہے۔ (ماہنامہ حق چار یاز منصف ۱۰ جلد ۲-۳، ۱۹۷۱ء)

(۲۰).....حالت احسان کے اعتبار سے بلند مرتبہ پر (مولانا حکیم سید علی شاہ رحمۃ اللہ)

حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ) تحریر فرماتے ہیں کہ ”تحریک خدام اہل سنت والجماعت خالص اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے قائد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی ایک بے لوث قائد ہیں۔ جو حالت احسان کے اعتبار سے بھی بلند مرتبہ پر ہیں..... حضور ﷺ کے صحابہؓ کی تو قیر ایک مذہبی فریضہ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ اس جماعت کے ذریعہ سے یہ خدمت لے رہے ہیں۔ حضرت قائد اور ان کے محقق ہمواروں کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ سنت رسول اور مقام صحابہؓ گرام کا تحفظ کیا جائے۔ اسی وجہ سے کسی دور میں بھی وہ اس مقصد سے ہٹ کر نہ کسی سیاسی جماعت میں شامل ہوئے، نہ اس کی تائید کی۔“
(ماہنامہ حق چار یاز منصف ۵۲ نمبر ۹۹ء)

(۲۱).....قائد اہل سنت، انقلابی شخصیت (مولانا نذیر اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ)

حضرت مولانا نذیر اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ (فاضل دیوبند، سابق بہتم در در حیات اقبیٰ مہجرات) تحریر فرماتے ہیں.....
”صرف اتنا علم ہے کہ قضاء قدر نے احیائے ملت کے لیے اس انقلابی شخصیت (یعنی قائد اہل السنۃ) کو منتخب کیا ہے، اور اہل سنت ناجی فرقہ کو بیدار کرنے کے لیے حضرت والا کو امیر تحریک بنادیا ہے..... حضرت والا شیخ الاسلام المدنی نور اللہ مرقدہ..... کی بصیرت سے مستفید ہو کر کام کر رہے ہیں..... حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب دامت برکاتہم دونوں ہی مجاہد اس تحریک کے روح رواں ہیں..... بندہ ان کا حیر و کار ہے۔ شاید (بدان رابہ نیکان پہ بخید کریم) کے تحت ”الحفنا بالصالحین“ کی دعا قبول ہو۔“ (ماہنامہ حق چار یاز منصف ۵۵ نمبر ۹۹ء)

(۲۲)..... قاضی صاحبؒ نے اہل حق کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی (حضرت مولانا لدھیانویؒ)

استاد العلماء حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ شہید ناموس ختم نبوت نے حضرت اقدس قاضی صاحبؒ کی کتاب ("خارجی فتنہ حصہ اول") پر ماہنامہ بینات کراچی میں چھپیں صفحات کا مفصل تبصرہ تحریر فرما کر تحریر فرمایا.....

"جناب مصنف نے اہل حق کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے..... جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انھوں نے اہل حق کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیا ہے..... خلاصہ یہ کہ حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ اہل حق کے موقف و مسلک سے ہمیں نہ صرف اتفاق ہے بلکہ یہی ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے۔" [ماہنامہ بینات کراچی جنوری ۱۹۸۳ء]

(۲۳)..... درویش صفت، فرشتہ سیرت، (حضرت جہلمیؒ)

مجاہد ملت، خطیب جہلم حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمیؒ (خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ) تحریر فرماتے ہیں.....

حضرت موصوف (قائد اہل سنتؒ) زید مجدہ تحریک خدام اہل سنت والجماعت کے بانی اور امیر ہیں..... اس عظیم کام کو ایک با عظمت اور درویش صفت انسان نے اس کے پورے حدود و اربعہ کے ساتھ سمجھا اور ظاہری دنیوی وسائل کے فقدان کے باوجود اسی کام کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا۔ اس دوران چند اللہ والے بھی اس کے ساتھ ہو لیے۔ اگر کوئی وسیلہ ہے تو یہ کہ صرف فرشتہ سیرت انسان، اہل سنت والجماعت اکابرین دارالعلوم دیوبند کے عقائد و نظریات، علم و عمل، فہم و بصیرت، شریعت و طریقت کا صحیح وارث، ان ہی جیسی للہیت و تقویٰ کا صحیح مظہر، ان کی دیانت اور استقامت کا پیکر اور امین واقع ہوا ہے۔ اس کو علاوہ شرف تلمیذ سے نوازنے کے خلافت مجاز کی نسبت سے بہرور فرمایا گیا۔ "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" آپ کی زیر سرپرستی میں یہ ماہنامہ حق چار یا اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے مسلک حق کے تحفظ اور ان کے خلاف اٹھنے والے تمام فتنوں، جو شجرہ طیبہ کے دشمن اور اجاڑنے والے ہیں، ایک ایک کی نشاندہی کرتا اور دلائل و براہین کے ساتھ عام فہم انداز میں افراط و تفریط سے اجتناب کرتے ہوئے محض رضائے الہی کے لیے اور اپنا مذہبی فریضہ جانتے ہوئے بلا خوف و لومۃ لائم رواں دواں ہے.....

تحریر خدام اہل سنت کا وجود اور اس کے بانی و امیر کی نہایت مفید متعدد تصانیف ایسی خوشبو کی ایک مہک ہے جس میں نہ آمیزش غیر کا شائبہ ہے۔ اور نہ کسی صورت قابل قبول۔ ایسی خالص مہک ت جو محروم ہے، سوائے اس کی شوخی قسمت کے کیا کہا جائے؟ (ماہنامہ حق چارباغ صفحہ ۱۲ جنوری ۱۹۹۵ء)

(۲۳)..... اکابرین امت کے موقف کی ترجمانی (خواجہ خان محمد صاحب مدظلہم)

پیر طریقت حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہم امیر تحفظ مجلس ختم نبوت پاکستان تحریر فرماتے ہیں..... ”یزید کے متعلق اکابرین امت کا موقف جس کی ترجمانی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم الغالی فرما رہے ہیں اس کو صحیح سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ اس پر قائم رکھے اور اسی زمرہ میں محشور فرما دے آمین۔“ [ماہنامہ حق چارباغ صفحہ ۶۶ جلد ۲۔ شمارہ ۱۲، ۱۱]

(۲۵)..... قائد اہل سنت رحمہ اللہ کا قلم حق گو (شیخ الحدیث صاحب مدظلہم)

شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صدر دامت برکاتہم کتاب ”آفتاب ہدایت“ کی تقریظ میں رقمطراز ہیں کہ.....

مقدمہ مولف مرحوم (حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر مجتہد) کے فرزند ارجمند ہمارے مخلص بزرگ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کے قلم حق گو کا تحریر کردہ ہے۔“

[ماہنامہ حق چارباغ صفحہ ۱۳۶ اپریل ۱۹۹۹ء]

(۲۶)..... قائد اہل سنت اہل حق کے ترجمان (حضرت صوفی عبدالحمید صاحب مدظلہم)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی مدظلہم (مہتمم جامعہ نصرت العلوم گوجرانولہ) اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ.....

”میرے ناقص خیال میں اس پر ہمارے جیسے لوگوں کے تبرے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ جناب والا کا اسم مبارک اور نام نامی ہی سند کافی ہے۔ آپ اہل حق کے ترجمان اور سلف کے امین ہیں۔“ [کتاب خارجیت صفحہ ۵۱۶]

(۲۷)..... فرقِ باطلہ کے تعاقب کا خاص ملکہ“ (حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہم)
جامع معقول و منقول استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب مدظلہم (مہتمم جامعہ اشرفیہ
لاہور) کتاب خارجی فتنہ مولفہ قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں.....

”میں نے خارجی فتنہ..... کو جستہ جستہ پڑھا، حضرت قاضی صاحب زید مجدہ نے اہل حق کے مسلک کو مفصل اور مدلل بیان فرما کر تمام اہل سنت والجماعت پر احسان عظیم فرمایا۔ حضرت قاضی صاحب کو حق تعالیٰ نے فرقِ باطلہ اور افراط و تفریط میں مبتلا افراد کے تعاقب کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے۔ خارجی فتنہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں حضرت قاضی صاحب نے مولانا محمد اسحاق سندیلوی کے مسلک پر نہایت محققانہ انداز سے تنقید فرما کر مشاجرات صحابہ جیسے نازک مسئلہ کو واضح فرمایا۔

حق تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کی سعی کو مشکور فرمائیں اور اس کتاب کو مقبول اور نافع بنائیں
آمین۔ (تائیدی تبصرے ۱۲)

(۲۸)..... قائد اہل سنت رحمہ اللہ کی مبارک سعی (علامہ تونسوی مدظلہم)

حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی صاحب دامت برکاتہم (صدر تنظیم اہل سنت پاکستان) تحریر فرماتے ہیں.....

مکرم و معتمد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے اسلامی خدمات کے معاملہ میں مجاہدانہ کارنامے کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں بالخصوص تحفظ ناموس صحابہؓ کے سلسلہ میں موصوف کی سعی تاریخ کے خصوصی باب میں سنہری حروف میں لکھی جائے گی۔“

[ماہنامہ حق چار یار صفحہ ۵۳ ستمبر ۱۹۹۹ء]

(۲۹)..... مسلک حق کی خوب ترجمانی (حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم)

سابق جنس شرعی عدالت پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کو اپنے مکتوب گرامی میں (خارجی فتنہ حصہ اول پر) تحریر فرماتے ہیں.....

تازہ کتاب ”خارجی فتنہ“ موصول ہوئی، سری طور پر دیکھی دل بہت خوش ہوا۔ آپ نے مسلک حق کی خوب ترجمانی فرمائی ہے، آج اس معاملے میں جو افراط و تفریط چل رہی ہے آپ نے اس سے ہٹ کر اعتدال کا جو راستہ اختیار فرمایا وہی علامہ حق کا طریقہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ (محررہ ۳۵۹/۱۳۰ھ)

(۳۰)..... اہل سنت کی صحیح ترجمانی کی (سید نفیس شاہ صاحب مدظلہ)

رئیس الخطاطین حضرت سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم مدظلہم (خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر راجپوری رحمۃ اللہ علیہ) کتاب خارجی فتنہ کی تائید میں تحریر فرماتے ہیں.....

”اس فتنہ (خارجیت) کی بیخ کنی کے لیے اللہ تعالیٰ نے زبدۃ الصالحاء عمدۃ الصالحاء مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم کو منتخب فرمایا ہے۔ “ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء“

حضرت قاضی صاحب مدظلہ نے کتاب ”خارجی فتنہ“ لکھ کر اہل سنت والجماعت کی صحیح صحیح ترجمانی کی ہے اور خوارج و نواصب پر ضرب کاری لگائی ہے۔ اس کتاب کے مندرجات علماء دیوبند کے عقائد و نظریات پر مبنی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ حضرت سید احمد شہید۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی۔ حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ اسرارہم کے یہی عقائد و نظریات تھے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہم سب کے لیے ذریعہ ہدایت اور حضرت مولف مدظلہم کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (تائیدی تبصرے صفحہ ۲۸)

(۳۱)..... قائد اہل سنت علم و عمل کے مجسم پیکر (مولانا محمد عبداللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ (سابق خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد) تحریر فرماتے ہیں.....

”میرے نزدیک حضرت قبلہ سیدی قاضی صاحب شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ اور علم و عمل کے مجسم پیکر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں مسلک حقہ اہل سنت (دیوبند) کی خدمت کے لیے جذبہ جہاد اور اخلاص اور جمیع اوصاف حمیدہ سے نوازا ہے۔ “ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء“ اور موصوف سے مجھے عقیدت اور محبت ہے اسی کو اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔“

[ماہنامہ حق چار یاڑ صفحہ ۳۵ نومبر ۱۹۹۹ء]

(۳۲)..... حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی دُور بین سوچ کی ترجمانی (مولانا محمد یوسف بنوری)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوری (سابق مہتمم دارالعلوم سرحد پشاور) تحریر فرماتے ہیں.....

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی کی علمی اور تصنیفی خدمات قابلِ قدر ہیں جب بھی ان تصانیف کے مطالعہ کا موقع ملتا ہے روزمرہ ملائت کے باوجود پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ پوری تصنیف نہ پڑھ سکوں تب بھی سطحی نظر دوڑائے بغیر تجسس کو تسکین حاصل نہیں ہوتی..... ان کی افادیت مسلم ہے۔ پڑھنے سے حق کی نشاندہی اور مذہبی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ مدلل جوابات، قاری کے فہم و ادراک کو بیدار کرنے والے پُر مغز خیالات، حقائق سے لبریز، مرقع تحریر حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی ہی کا طرہ امتیاز ہے۔ سنی کاز کے لیے ان کی موثر تک و دو اور باطل قوتوں کا کامیاب تعاقب۔ اکابر کے خیالات و افکار۔ خصوصاً شیخ مدنی رحمہ اللہ کی دور بین سوچ کی صحیح ترجمانی ہے۔ (عمرہ مکتوب ۲۱۳/۲۱۴ء ۱۴۰۴ھ)

(۳۳)..... سب کی طرف سے فرض کفایہ (صاحبزادہ محمد حسین انصاری مدظلہ)

حضرت مولانا ڈاکٹر صاحبزادہ محمد حسین صاحب انصاری مدظلہم (خلیفہ ارشد حضرت شاہ عبدالقادر راہپوری رحمہ اللہ) تحریر فرماتے ہیں.....

”اہل سنت اور صحابہ کرام کی طرف سے مدافعت، اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے..... اور خوشی ہے کہ اس محاذ کو اس دور میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی سنبھالے ہوئے ہیں۔ دراصل یہ کام ان کو اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا ہے۔ اور حضرت قاضی صاحب ہم سب کی طرف سے گویا کہ فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔ [ماہنامہ حق چار یاڑ صفحہ ۵۹ نومبر ۱۹۸۹ء]

(۳۴)..... علم و عمل میں یکتائے زمانہ (مولانا مفتی صدیق الرحمن مدظلہم)

حضرت مولانا مفتی صدیق الرحمن صاحب مدظلہم (فاضل دیوبند) خطیب مرکزی جامع مسجد مری تحریر فرماتے ہیں.....

میں نے اور قاضی صاحب نے دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ (اور دیگر اہل علماء زمانہ) سے ایک ساتھ پڑھا ہے..... فراغت کے بعد انھوں نے اپنے علم و عمل اور تقویٰ کی بناء پر حضرت مدنی رحمہ اللہ سے خلافت حاصل کر لی اور دنیائے علم و عمل میں یکتائے زمانہ ہوئے..... قاضی صاحب کی ذات کتاب نہیں بلکہ مجسمہ آفتاب ہدایت ہے۔

(۳۵)..... حدود و دین میں اسلامی میزان کے نگران (مولانا غلام یسین مدظلہ)

حضرت مولانا غلام یسین صاحب مدظلہم (فاضل دیوبند) ملتان۔ تحریر فرماتے ہیں کہ..... حضرت قاضی مظہر حسین صاحب زید مجددہ و زوال اللہ شرفاً و تکریماً..... کا قدم اور قلم کسی بڑے سے بڑے عالم راسخ سے پیچھے نہیں۔ حضرت صاحب کی تصانیف نے فکرہ سے معرذ کی طرف ممتاز فرمایا۔ علم و یقین کی شمع ہیں اور اسلامی عقائد و نظریات کے محافظ اور مذہبی راہنما ہیں..... ہمارے حضرت قاضی صاحب دیوبندی القلم۔ مدنی المذاق ہیں..... حضرت قاضی صاحب عقائد و نصوص اور حدود و دین کے بارے میں اسلامی میزان کے نگران ہیں۔ توازن میں کمی و بیشی کے معاملہ میں اتنے غیور و حساس ہیں جتنے آپ کے اساتذہ اور مشائخ اور علمائے حق۔ وہ جب کبھی تحریف دین کی کوشش یا دین کی ترجمانی میں کوئی بے اعتدالی یا آزادی یا غلط اجتہاد دیکھتے ہیں تو برداشت نہیں کر سکتے۔

حدی را تیز تری خواں چوں نغمہ کامیابی

وہ تملانا چاہتے ہیں کہ خواہ کوئی ہماری جماعت کا آدمی ہی کیوں نہ ہو اور لوگوں میں اس کی بڑائی جس حد تک بھی مسلم ہو لیکن حق کا قدم جب درمیان میں آئے گا تو پھر کسی کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔“

[ماہنامہ حق چار پار صفحہ ۲۸ جلد ۸۔ شمارہ ۱]

(۳۶)..... علمائے دیوبند کی تعلیمات پھیلانے والے (مولانا ریاض احمد صاحب مدظلہ)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم خلیفہ، مجاز شیخ الاسلام سیدی و سندی مولانا مدنی قدس سرہ العزیز کے محبوب خلفاء میں سے ہیں۔ بہت بڑے عالم دین اور صاحب ورع و تقویٰ ہیں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بہت بڑے مشائخ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ بہت پختہ اور صاحب عزم مجاہدین کے سرخیل ہیں..... حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم ہمارے علمائے دیوبند کے صحیح ماننے والے اور ان کی تعلیمات کو تمام عالم میں پھیلانے والے ہیں..... بندہ تو ان کو ائمہ دین اور مشائخ عظام میں شمار کرتا ہے اور حضرت قاضی صاحب کی اہل سنت والجماعت کی خدمت میں تمام سرگرمیوں کو صحیح اور احسن سمجھتا ہے۔

[ماہنامہ حق چار پار صفحہ ۶۶ نومبر ۱۹۹۹ء]

(۳۷)..... اہم ترین فریضہء دینی ادا کرنے والے (مولانا سید الحق صاحب مدظلہ)

حضرت مولانا سید الحق صاحب دامت برکاتہم (مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) تحریر فرماتے ہیں.....
حضرت قاضی صاحب موصوف ایک اہم ترین فریضہء دینی ادا کر رہے ہیں اور ہر لحاظ سے ہماری
تائید و تحسین اور دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ (ماہنامہ حق چارٹا صفحہ ۴۶ نومبر ۱۹۹۹ء)

(۳۸)..... فتنوں کے دور میں جائے پناہ (زاہد الراشدی)

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم (مدیر ماہنامہ الشریعہ و خطیب مرکزی جامع مسجد
گوجرانولہ) حضرت جہلمی بریلوی نمبر میں رقمطراز ہیں.....

وہ اہل سنت کے قافلہ عزم و استقامت سے وابستہ تھے اور سنی کہلاتے تھے، اس پر اصرار اور فخر
کرتے تھے اور بلا خوف و لومۃ لائم اس کا پرچار کرتے۔ اُن کے ہاں سنیت کا ایک متعین دائرہ تھا جس سے
باہر نکلنا بلکہ اس دائرہ سے باہر دیکھنا بھی ان کے نزدیک گناہ تھا اس پر ان کی استقامت کا یہ عالم تھا کہ
اسے پہاڑ جیسی استقامت قرار دیتے ہوئے بھی یوں لگتا تھا کہ جیسے کوئی محاورہ نہیں بولا جا رہا بلکہ ایک
حقیقت واقعہ کا اظہار کیا جا رہا ہے

ان کے ”دائرہ سنیت“ کو میں اور میرے جیسے وہ کارکن جن کی تنگ و تاز کا دائرہ دین و سیاست کے
بہت سے شعبوں تک وسیع ہے ہمیشہ محدود دائرہ کہتے رہے ہیں اور اس نقطہء نظر سے اب بھی وہ دائرہ
محدود دکھائی دیتا ہے۔

لیکن سچی بات یہ ہے کہ جب چاروں طرف نظر دوڑا کر ایمان کی سلامتی کے حوالہ سے کوئی گوشہء
غایت تلاش کرنے کا خیال ذہن میں آتا ہے تو بارش کی طرح برسنے والے فتنوں اور ان کی
حشر سامانیوں کے اس دور میں اس ”محدود دائرہ“ کے سوا کوئی اور جائے پناہ بھی دکھائی نہیں دیتی۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ اور حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی بریلوی دونوں لازم و ملزوم
تھے۔ دونوں ہمیشہ اسی دائرہ میں سرگرم عمل رہے۔“ [حضرت جہلمی بریلوی نمبر صفحہ ۱۶۲]

(۳۹)..... علماء دیوبند کے مسلک اعتدال کے امین (مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ)

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب (مدیر ماہنامہ ”القاسم“ و مہتمم جامعہ ابو ہریرہ نوشہرہ

مرحہ) کھتے ہیں۔۔۔۔۔

وکیل صحابہ، اکابر علماء و پو بند کے منک اعتدال کے امن، تحریک خدام اہل سنت کے بانی حضرت مولانا قاضی مقبر حسین صاحب مدظلہ۔۔۔۔۔ سب جانتے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب موصوف اور ان کی برپا کردہ تحریک خدام اہل سنت نے دفاع صحابہ اور اتباع سنت کے نظریات کو فروغ دیا ہے۔ عظمت اور شان صحابہ، جہاد کو متعارف کرایا اور لادین سیاسی انقلابات کا راستہ روکا۔ فروغ علم کی تحریکوں کو شعلے دیے ہیں۔ رخصیت کی خالمانہ گرفت کو توڑا ہے۔ جاہل اور فکری کج عقیدہ لوگوں کو دفاع صحابہ، جہاد کے مشن کے لیے ابھارا ہے۔ فکرو عمل اور دفاع صحابہ کے نئے آفاق تلاش کئے ہیں۔ سیاسی بصیرت اور انقلابی شعور کے نئے جریرے دریافت کئے ہیں۔ ظلم کے مستحکم نظام کو متزلزل کیا ہے۔ افتادگان خاک کے ادھورے خوابوں کو کامل تعبیر بخشی ہے۔

درس و تدريس، تصنیف و تالیف اور تبلیغ و دعوت کا فریضہ بھی انجام دیا ہے اور ہزاروں مسلمانوں میں از سر نو ایمان و یقین کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ عظمت صحابہ کا دلولہ تازہ کیا اور اعتدال میں رہ کر نظام خلافت راشدہ کے قیام کے لیے مضبوط بنیادیں فراہم کی ہیں۔

وہ جو شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ حضرت در خواستی، حضرت مفتی محمود، حضرت غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے قافلہ علم و عرفان کے روشن آفتاب ہیں۔ وہ جنہوں نے ہر دور میں جبر و استبداد، کفر و ضلالت، رخص و عداوت صحابہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ظلم و تشدد اور قید و بند کا نشانہ بنتے رہے مگر علم حق کی بلند یوں میں فرق نہ آنے دیا۔

آج پاکستان میں چار سو عظمت صحابہ اور نظام خلافت راشدہ کے ترانوں کا غلغلہ ہے اس میں دیگر متعدد عوامل اور محرکات کے بر ملا اعتراف کے باوجود بہت سا حصہ قاضی صاحب موصوف کی دھیمی و معتدل سائی کا ہے۔ جو عشروں سے اذہان و قلوب کی زمین کو اس فصل کے لیے ہموار اور تیار کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

اس دور میں کچھ خاک نشینوں کی بہ دولت

باقی رہے اسلام کی عظمت کے نشان ہیں

(۴۰)..... قائد اہل سنت کا وجود مسعود امت کیلئے مگر انقدر عطیہ (مولانا اللہ وسایا مدظلہ)

مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ..... حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کا وجود مسعود امت کے لیے اللہ رب کا مگر انقدر عطیہ ہے۔ ایسے حضرات سے ہی امت کی خیر و برکت وابستہ ہے۔ اللہ رب العزت کا کرم ہے کہ حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کا ہمیشہ سے طریقہ اکابر رحمۃ اللہ علیہ والا رہا ہے اور کبھی بھی اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اس پر وہ پوری ملت کی طرف سے شکر یہ کے مستحق ہیں۔ جو افراد یا ادارے اس عنوان سے کام کر رہے ہیں انہیں قبلہ حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کی پالیسی اپنانا چاہیے۔

[ماہنامہ حق چار یاڑ صفحہ ۵۶ جلد ۱ شمارہ ۴]

(۴۱)..... قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا موقف درست اور علمائے دیوبند کے مطابق

(مفتیان کرام دارالعلوم دیوبند)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مولانا لعل شاہ صاحب بخاری اور حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے عبارات نقل کر کے بندہ نے فیصلہ کے لیے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں بھیج کر عرض کیا کہ ہر دو حضرات میں سے کس کا موقف و مسلک، درست اور اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے مطابق ہے؟ تو اس کے جواب میں چار مفتیان کرام دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کی مصدقہ حسب ذیل تحریر موصول ہوئی.....

”قاضی مظہر حسین کا موقف درست اور اہل سنت والجماعت اور علمائے دیوبند کے مطابق ہے۔ اور بخاری لعل شاہ کا موقف اس باب میں غیر معقول اور شیعہ مزاج کے مطابق ہے۔“

(۴۲)..... قاضی صاحب نے مسلک اہل السنۃ کی ترجمانی فرمائی (ماہنامہ البلاغ کراچی)

ماہنامہ البلاغ کراچی کے شمارہ اکتوبر نومبر ۱۹۸۲ء میں تبصرہ نگار خارجی فتنہ پر لکھتے ہیں.....

”مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے دو حصوں میں ان خیالات پر تنقید کی ہے اور پہلے حصہ میں مشاجرات سجادہ کے بارے میں اکابر علمائے حق کے اقوال اور ان کے تحریری اقتباسات پیش کئے ہیں اور ہر طرح مسلک اہل السنۃ والجماعت کی ترجمانی فرمائی ہے۔“

(۴۳)..... قاضی صاحب نے اہل سنت کی صحیح ترجمانی فرمائی (ماہنامہ النہدیان)

اور ماہنامہ النہدیان کے شمارہ فروری ۱۹۸۲ء میں تبصرہ نگار تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

”جس موضوع پر حضرت قاضی صاحب نے قلم اٹھایا ہے وہ جمہور اہل سنت کا مختار اور رابع موقف ہے۔ اس لیے مصنف نے عقلی اور نقلی دلائل اور اسلاف کی غیر مبہم عبارات و تصریحات کا کافی ذخیرہ اس سلسلے میں پیش کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قاضی صاحب موصوف نے اہل سنت کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے۔

(۴۴)..... قاضی صاحب کے محکم دلائل کا رد ممکن ہی نہیں (ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ)

ماہنامہ ”ضیائے حرم بھیرہ“ (سرگودھا) کے شمارہ جولائی ۱۹۸۳ء میں تبصرہ نگار تحریر فرماتے ہیں کہ..... ”خارجی فتنہ“ میں مولانا قاضی مظہر حسین نے سندیلوی صاحب کے افکار و نظریات کا بھرپور انداز میں جائزہ لیا ہے۔ قاضی صاحب کے دلائل اتنے محکم ہیں کہ کسی سلیم الطبع شخص کے لیے ان کا رد کرنا ممکن ہی نہیں..... فی الحقیقت یہ کتاب ناصیت کے سر پر گزرا لبرز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے پڑھنے سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ تمام شبہات اور دوسو سے دور ہو جاتے ہیں جو رد افوض۔ خوارج اور نواصب کے زبریلے پر پڑ چکے تھے۔ بعض ذہنوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔

(۴۵)..... ٹھوس علمی بنیادوں پر گفتگو (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک)

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک کے شمارہ مارچ ۱۹۸۳ء میں تبصرہ نگار خارجی فتنہ پر لکھتے ہیں.....

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی زیر تبصرہ کتاب میں سالنا علیہ و اصحابی کے اصول کے پیش نظر اصلاً خوارج اور ضمنائے اہل تشیع کا زبردست نوٹس لیا ہے۔ محمود احمد عباسی اور اس کے پیرو کاروں سے ٹھوس علمی بنیادوں پر گفتگو کی ہے۔

(۴۶)..... ملک کی عظیم مسلمہ شخصیت (ماہنامہ الصمیمہ پشاور)

ماہنامہ الصمیمہ چارسدہ (پشاور) کے مدیر تحریر فرماتے ہیں کہ.....

رسالہ (حق چار یاڑ) کی سرپرستی ملک کی عظیم مسلمہ شخصیت، ہر طریقت و کلیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ خلیفہ اہل حضرت مدنی پختونخوا رہے ہیں۔ (شوال ۱۴۰۹ھ)

(۴۷)..... مجاہد ملت، ترجمان اہل سنت، (ماہنامہ سوغات کراچی)

ماہنامہ سوغات (بلوچی) کراچی کے مدیر ماہ شوال ۱۴۰۹ھ کے شمارہ میں لکھتے ہیں کہ.....

”رسالہ حق چار یار جنتیؒ بھی ملک کی مشہور اور معروف دینی تنظیم تحریک خدام اہل سنت والجماعت کا ترجمان اور ملک میں خلافت راشدہ کے نظام کا داعی پرچہ ہے۔ جو ترجمان اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت اقدس مجاہد ملت مولانا الحاج قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ) امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت کی زیر نگرانی حال ہی میں جاری ہوا ہے۔“

(۴۸)..... حق گوئی کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ (ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور)

ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور کے تبصرہ نگار ۱۲ تا ۱۴ اپریل ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں لکھتے ہیں.....

”اہل سنت کے لبادہ میں بہت سے ایسے گروہ بھی درآئے ہیں جن کا مشن اہل سنت کو ان کی اصل منزل اور شناخت سے محروم کرنا ہے۔ تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے امیر اور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم ایک عرصہ سے اہل سنت کو ایسی سازشوں سے بچائے ہوئے ہیں اور انہیں بے نقاب کر کے حق گوئی کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔“

(۴۹)..... اکابر رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کے وارث (ہفت روزہ خدام الدین لاہور)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے شمارہ ۱۸ مئی ۱۹۷۹ء میں لکھا ہے کہ.....

قاضی صاحب موصوف جو رفوض و سبائیت کے سلسلہ میں مفید خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اور نومبر ۱۹۸۲ء میں لکھا ہے کہ.....

”مطرقۃ الکرامہ کے ابتدائیہ کے طور پر امیر تحریک خدام اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہم نے ایک انتہائی موثر و مدلل تحریر لکھی ہے۔“

اور ۲۶ اگست ۱۹۸۳ء کے صفحہ ۲۴ پر لکھا ہے کہ.....

”ہمارے مخدوم مولانا قاضی مظہر حسین صاحب جو جماعت اسلامی کے معاملہ میں اپنے اکابر مولانا مدنی مولانا لاہوری۔ شیخ الحدیث اور مولانا غلام غوث ہزاروی قدس سرہ اسرارہم کے مشن کے وارث ہیں۔“

ہفت روزہ "ٹولاک" فیصل آباد زیر ادارت مولانا تاج محمود مہینہ کی جلد ۲۰ شمارہ نمبر ۱۲ میں تبصرہ نگار رقمطراز ہیں کہ.....

حضرت پیر طریقت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال..... شیخ العرب والجم حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی بریلوی کے خلیفہ ہجاز ہیں۔ ملک عزیز میں رحمت عالم ﷺ کے صحابہ کرام کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے تن من و دھن کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ اپنے مشن میں اخلاص کے باعث ملک کے طول و عرض میں بے شمار ان کے مداح و مرید موجود ہیں۔ آپ نے خدام اہل سنت کے نام سے ایک تنظیم قائم کی ہوئی ہے۔ تنظیم کے کارکن اتنے فطرس ہیں کہ ان کو اپنے مشن کے ساتھ جنون کی حد تک لگاؤ ہے۔ وہ رات دن صبح و شام قریہ قریہ اپنے مشن کے علم کو لیے پھر رہے ہیں.....

قاضی صاحب پر اللہ رب العزت کی بے شمار رحمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلک اعتدال کے علمبردار ہیں۔ افراط و تفریط سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے بزرگوں، اکابر، اساتذہ و سلف صالحین کے نظریات و عقائد کے ترجمان رہے ہیں۔ مسلک اعتدال سے کسی نے لغزش کی نہیں اور قاضی صاحب اس پر تیغ براں لے کر نئے نہیں۔

ہم نے اپنے ہوش میں دو بزرگوں کو دیکھا ہے۔ جنہوں نے جس بات کو حق سمجھا بر ملا دٹو کہہ۔ ان کے ہاں مصلحت نام کی چیز کا تصور ہی نہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے یقین و یار کی پرواہ کئے بغیر جو حق سمجھا وہی کہا۔ زہر ہلال کو قد کہنے کی غلطی نہیں کی۔ ایک تھے حضرت مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم اور دوسرے پیر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب۔ رحمۃ اللہ علیہ

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

حق تعالیٰ حضرت قائد اہل سنتؒ کے درجات بلند فرمائیں اور ہم خدام کو آپ کے مبارک مشن پر قدم قدم چلنے کی توفیق عنایت فرمائیں آمین۔



بلند پایہ راہبر..... شریعت و طریقت

کھ جناب راجہ محمد شریف صاحب ☆

محترم حافظ زاہد حسین رشیدی

(علیہ السلام) در رحمۃ اللہ در کاندہ

والا نامہ موصول کیے ہوئے کئی دن گزر گئے مگر طبیعت کی ناسازی کے باعث آپ کے حکم کی تعمیل کرنے سے معذور رہا جس کے لیے میں دلی طور پر معذرت خواہ ہوں۔ جہاں تک حضرت مولانا قاضی مظہر حسین بریلوی کی رحلت کا سانحہ پیش آیا ہے وہ واقعاً ایک بلند پایہ شریعت و طریقت سے محرومی ہوئی ہے۔ اس جامع شخصیت نے موجودہ پرفتن دور میں مسلکِ حق کی سر بلندی کا جھنڈا بلند و بالا رکھا اور اپنے موقف میں سر مو فرق نہ لا کر بے مثال ڈھٹائی کا ثبوت فراہم کیا۔ میں تو بہر حال کم علم ہونے کے ناطے ان کی مجاہدانہ، تعلیم دین سے بے لوث آراستہ زندگی، صراطِ مستقیم پر گامزن، وکالت صحابہ جلیلہ پر سینہ سپر ہونے پر وہ موزوں الفاظ پیش نہ کر سکوں گا جو اس کی صحیح ترجمانی کر سکیں اس کے لیے تو وسیع علم کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں مجھے ایک بات یاد آ گئی ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا علامہ خالد محمود مدظلہ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے اندر عقیدہ، مسلک کی پختگی دواہم شخصیات کی وجہ سے آئی ہے، ایک تو حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی بریلوی اور دوسرے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین بریلوی چکوال والے تھے۔

حضرت اقدس چکوالی بریلوی سے میری پہلی ملاقات ۱۹۶۱ء میں حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی بریلوی کی جامع مسجد گنبد والی میں ہوئی۔ جب کہ اُس وقت حضرت جہلمی بریلوی کی زیارت تقریباً ۸ یا ۹ سال کی جدائی کے بعد ہوئی تھی پھر یہ سلسلہ جنابانی چل پڑا۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۶۱ء کو انگلینڈ چلا گیا اور وہاں سے ۱۹۶۶ء میں واپسی ہوئی تو اس خادم نے اپنے گاؤں میں ایک تبلیغی جلسہ کا اہتمام کیا جس میں حضرت قاضی مظہر حسین

حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ کیا آپ اسی لباس میں اسمبلی میں جاتے ہیں؟ تو اس پر حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں لنگوٹ باندھ کر جاتا ہوں اس پر قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ سمیت سبھی حضرات مکمل کھلا کر ہنس دیے۔

دوسرا واقعہ یوں ہے اوجھڑی ضلع انک میں ایک جلسہ منعقد ہوا تو واپسی پر حضرت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ میں بھی تھا۔ تو مجھے ایک بات یاد آگئی کہ جب میں ۱۹۶۹ء میں انگلینڈ میں تھا تو اُن دنوں حضرت علامہ خالد محمود مدظلہ کے ہاں میرا اکثر جانا آنا تھا یہ وہ وقت تھا جب چاند پر اترنے کا بہت زیادہ شور و غوغا اور پراپیگنڈہ تھا تو علامہ صاحب موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ لندن سے ادھر برصغیر میں میرے پاس ایک پاکستانی طالب علم آیا تھا اور بڑی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا کہ وہ چڑھ گئے ہیں، وہ چڑھ گئے ہیں۔ تو علامہ صاحب نے فرمایا کہ کہاں چڑھ گئے ہیں؟ تو کہنے لگا کہ وہ چاند پر چڑھ گئے ہیں تو علامہ صاحب نے فرمایا کہ کا کا میں نے تو جانا نہیں ہے اگر آپ کو جانا ہے تو بصد خوشی چلے جائیے۔ اس پر وہ برہم ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ لوگ چاند پر جا رہے ہیں اور مولوی صاحبان ہمیں استنبج کے مسئلے بتا رہے ہیں۔ اس پر علامہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ چاند پر انسان چڑھ جاوے تو کیا پیشاب، پاخانہ بند ہو جاتی ہے؟ کہنے لگا کہ نہیں تو فرمایا پھر استنبج کا مسئلہ تو رہے گا اس کا چاند پر چڑھنے سے کیا تعلق ہے۔ جب میں نے یہ سارا واقعہ سنایا تو حضرت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ خوب مسکرا کے۔

دوکنگ انگلینڈ ولی تاریخی شاہجہان مسجد قادیانی سر ظفر اللہ خان (اُس وقت کے پاکستان کے وزیر خارجہ) کی وساطت سے ایک ہندوستانی مسلمان امام مسجد ہذا سے انگریزوں کے بل بوتے پر چھین لی گئی اور لاہوری مرزائیوں کے حوالے کر دی گئی۔ ۱۹۶۸ء میں جب مسلمانوں کی تعداد یہاں بڑھی تو کچھ ساتھیوں نے جن میں یہ احقر بھی شامل تھا حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ خالد محمود مدظلہ کے مشورے کے مطابق اس کے حصول کے لیے تحریک چلائی۔ ایک رات لاہوری مرزائیوں کے کلرک کو نکال باہر کیا اور مسجد اور اس سے ملحقہ عمارات پر ہم لوگ قابض ہو گئے پولیس وغیرہ بھی مرزائیوں کی انکیت پر آئی بہر حال کافی تک و دو کے بعد مسجد واگزار ہو گئی۔ حضرت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبد اللطیف مدظلہ اس ضمن میں رابطہ کرنے پر ہماری راہنمائی فرماتے رہے بلکہ حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا تبلیغی دورہ ۱۹۷۳ء میں اس احقر نے انگلینڈ کا کروایا۔ حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کا

لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ حضرت کا ہر بیان ہی علمی اور گہرے انداز کا ہوتا تھا بلکہ حضرت بیحد ہر بیان سامعین کی حیثیت کو ملحوظ خاطر رکھ کر فرماتے تھے۔ ۱۹۶۷ء کا واقعہ ہے کہ میرے والد ماجد مرحوم نے جو کہ اگرچہ عالم نہیں تھے لیکن بہت ذریعہ اور سمجھ دار انسان تھے جامع مسجد گنبد والی میں حضرت قاضی صاحب بیحد کا سورۃ فاتحہ کے متعلق درس قرآن سن کر اپنے تاثرات اس طرح بیان فرمائے۔

”حضرت مرحوم و مغفور کا بیان بہت دلنشین تھا میں نے ایسا بیان آج تک کسی دوسرے عالم دین سے نہ سنا تھا اور میرا دل چاہتا تھا کہ حضرت بیحد اس درس کو اسی طرح جاری و ساری رکھیں اور میں دیر تک اسی کو سنتا اور فیض یاب ہوتا رہتا۔“ کیونکہ جو دلائل اور تشریحات حضرت بیحد نے یہاں بیان فرمائیں وہ انہی کا حصہ تھا اس طرح میرے والد صاحب مرحوم و مغفور بہت ہی زیادہ متاثر اور محظوظ نظر آئے۔

میری حضرت قاضی مظہر حسین بیحد سے ذاتی ملاقاتیں چکوال میں ہوئیں جب بھی میں نے ملاقات کا موقع مانگا تو حضرت بیحد موصوف نے بخوشی تمام وقت عنایت فرمائے اور وہاں پر خاطر و تواضع میں اپنی مثال آپ ہی ثابت ہوئے۔ وہ اس قدر شفقت فرماتے تھے جس کا میں تصور بھی نہ کر سکتا تھا ان سے تعلق کی ایک طویل داستان ہے جس کو صفحہ قرطاس پر ضبط میں لانا کم از کم میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ وہ اس دور کے لاثانی علماء حق میں سے تھے ان کی دینی خدمات بسلسلہ مسلک حق تا قیامت مشعل راہ رہیں گی۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دینی مساعی جلیلہ کو قبول و مقبول فرما کر ان کے درجات کو بلند و بالا فرماوے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی نعمت سے بہرہ ور فرماوے اور ان کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق ارزانی عطا فرماوے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین

اکابر دارالعلوم دیوبند کی جامعیت

حضرت قائد اہل سنت بیحد لکھتے ہیں.....

اکابر دارالعلوم (دیوبند) مجموعی حیثیت سے ایک مجدد کی شان رکھتے ہیں ان حضرات کو حق تعالیٰ نے علم و عمل کی جامعیت عطا فرمائی تھی وہ بیک وقت شریعت و طریقت کے معلم و مربی تھے۔ اہل سنت والجماعت کے چاروں روحانی سلسلوں کا فیض ان سے پھیلا ہے البتہ نسبت چشتیہ ان

میں اہل اور غالب تھی۔ [سوالند و سیدادیکم رجب ۱۹۹۶ء، ص ۱۰]

اہل سنت کے مجاہد قائد

کھ مولوی محمد امتیاز نسیم ☆

اللہ تعالیٰ کا نظام قدرت و حکمت بھی عجیب ہے۔ بعض حضرات بزمِ جہاں میں دیر سے آتے ہیں۔ مگر ان کو نشست صدیقین اولین کے پہلو میں دی جاتی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ”دلائل النبوة“ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے:

”اس امت کے آخر میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کو اجر امت کے پہلوں کا سادیا جائے گا۔

یہ لوگ ”معروف“ کا حکم کریں گے۔ ”برائیوں“ سے روکیں گے اور اہل فتنہ سے لڑیں گے۔“

[مشکوٰۃ۔ ص ۵۸۴]

یعنی ”المعروف“ کا حکم کرنا، ”المکر“ سے روکتے رہنا اور فتنہ پردازوں سے برسرِ پیکار رہنا۔ یہی تین اوصاف ایسے ہیں جو پچھلوں کو پہلوں سے ملا دیتے ہیں۔ بلاشبہ علم و فضل، طہارت و تقویٰ، زہد و تقدس وغیرہ ایمانی اور انسانی اوصاف بھی نہایت گرانقدر ہیں۔ مگر ان سارے اوصاف سے آدمی مقبولیت عند اللہ میں اپنے ہمعصروں سے آگے نکل سکتا ہے اور اپنے زمانے کا مقتدا بن سکتا ہے۔ تاہم شمار اُس کا اسی زمانے میں ہوگا، جس میں وہ پیدا ہوا اور اس کے اجر و ثواب اور درجات کا پیمانہ بھی اسی کے لحاظ سے متعین ہوگا۔ لیکن جو چیز قرونِ متاخرہ کے افراد کو قرونِ اولیٰ کی شخصیت بنا دیتی ہے۔ وہ ”امر بالمعروف“، ”نہی عن المنکر“ اور ”اہل فتنہ سے جہاد“ ہے۔

المجاہد فی سبیل اللہ الشیخ الامام السید مولانا محمد یوسف النوری الحسینی رحمہ اللہ بھی انہی ”الآخرین السابقون“ میں سے تھے۔ جنہیں بارشاد نبوی ﷺ ملہم مثل اجر اولہم کے شرف و افتخار سے نوازا گیا اور جن کی پوری زندگی اہل فتنہ سے جہاد و پیکار میں گزری۔

[الامام المجاہد]

یہ ہیں وہ مگر ان قدر کلمات جن کے ساتھ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ نے حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے اہل فتن کے ساتھ جہاد پر بجا طور پر خراج تحسین پیش کیا تھا۔ بلاشبہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ کا حرف بحرف مصداق تھے۔

مندرجہ بالا کلمات وکیل صحابہؓ، ترجمان اہل حق، یادگار اسلاف، پیر طریقت، رہبر شریعت، جانشین شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، اہل سنت کے مجاہد قائد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی پر حرف بحرف صادق آتے ہیں۔ آپ بھی یقیناً ان آخرون (پچھلوں) میں سے تھے جن کو حدیث مذکورہ میں مذکور تین اوصاف کی بنا پر سابقوں (پہلوں) کے اجر کی بشارت دی گئی ہے کیونکہ آپ کی ساری زندگی بھی ”امر بالمعروف“، ”نہی عن المنکر“ اور ”اہل فتن کے خلاف جہاد“ میں گزری۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسی مذکورہ مضمون میں اہل فتن کے ساتھ قتال و جہاد کرنے والے کے لیے چند ضروری اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ جو مختصر ایہ ہیں.....

- ① ”ایمانی حس“ جس کے ذریعے وہ ہر فتنے کی بوسنگھہ کراؤ سے پہچان لے۔
 - ② ”ایمانی غیرت“ جس کی بنا پر اس کے لیے فتنہ کی بونا قابل برداشت ہو اور وہ بے قرار ہو کر پکار اُٹھے ”اینشخص الدین وانا حسی“ کیا میرے جیتے جی دین میں قطع و برید کی جائے گی۔
 - ③ ”بسال و شجاعت“ جس کی بنا پر آدمی فتنے کی ہر آتشِ نورد میں بے خوف و خطر کود پڑے اور نام نہاد مصلحتوں کو خاطر میں نہ لائے۔
 - ④ ”علم و فضل کا ساز و سامان اور دلائل کا اسلحہ“ کہ اس کے بغیر کوئی جنگ لڑی نہیں جاسکتی۔
 - ⑤ ”حق تعالیٰ سے قلبی تعلق“، اپنے ضعف و ناتوانی پر نظر ”اور بارگاہِ خداوندی سے پیہم التجا“۔
- آئیے اب حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ ان علامات کی روشنی میں حضرت قائد اہل سنت کی زندگی کو دیکھتے ہیں۔ بحمد اللہ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ تمام اوصاف سے تمام و کمال متصف تھے۔

ایمانی حس

اتنی تیز حس کہ ہر فتنے کی بود و رہی سے سونگھ لیتے۔ اور کوئی بھی فتنہ کسی بھی روپ میں ہوتا فوراً پہچان جاتے۔ خواہ وہ حب اہل بیت کی آڑ میں سبائی فتنہ ہوتا یا حب معاویہ کی آڑ میں خارجیت و یریزیت کا فتنہ، عمل بالقرآن کی آڑ میں انکار حدیث کا فتنہ ہوتا یا عمل بالقرآن والحدیث کی آڑ میں ترک تہلیل کا فتنہ، حب

غیرتِ ایمانی

”فتنے قلوب کے سامنے اس طرح آئیں گے جیسے چٹائی میں ایک تکا بنا جاتا ہے۔ سو جس دل نے ان کو جذب کر لیا، اُس پر سیاہ داغ اور جس دل نے ان سے غفلت کیا، اس پر سفید نشان لگتا جائے گا۔ یہاں تک کہ دلوں کی دو قسمیں ہو جائیں گی۔ ایک (۱) سفید سنگ سفیدی کی طرح صاف ستھرا اور چمکنا کہ رہتی دنیا تک کوئی فتنہ اسے نقصان نہیں دے گا۔ دوسرا (۲) کالا بھونگ

کوزہ کی مانند اُلنا، یہ سوائے اپنی خواہش کے، جو اس میں رَج بس گئی ہے، نہ کسی بھلائی کو بھلائی سمجھے گا نہ کسی بدی کو بدی“ (مشکوٰۃ ص ۴۶۱)

فتنے سے مذکورہ نفرت ہی کی بنا پر آپ کے متوسلین کے عقائد جتنے صاف ستھرے اور پختہ ہیں اتنے کسی اور کے نہیں دیکھے گئے۔

شجاعت

شجاعت کا یہ عالم تھا کہ ہر فتنہ کے خلاف ہر قسم کی آتش نمرود میں بلا خوف و خطر کود پڑتے۔ اور اس بارے میں نام نہاد مصلحتوں اور بے جا اندیشوں کا کبھی شکار نہ ہوتے۔ جس موقع پر جس موقف کو اکابر کی تحقیقات کے مطابق پاتے، پورے شد و مد سے اُس کا اظہار فرماتے اور اُسی پر ڈٹ جاتے۔ اس سلسلے میں بڑی سے بڑی شخصیت یا بڑی سے بڑی جماعت سے بھی ٹکرائے تا تو ٹکرا جاتے اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے۔ اپنے موقف کی خاطر جھٹکڑیاں، جیلیں، بائیکاٹ، مخالفتیں برداشت کرنا آپ کی مجاہدانہ زندگی کا خاصہ بن چکا تھا۔ دینی غیرت و شجاعت کی بنا پر ہر فتنے کا بھرپور اور موثر تعاقب کرنے کی جو صفت اہل نظر کے نزدیک حضرت کی نمایاں خوبی تھی وہی بعض نادان اپنوں کے ہاں ہدف تنقید ٹھہری۔ لہذا جہاں پر آپ کو غیروں کی طرف سے، فتنہ پرور، فسادی، ناصبی، سبائی وغیرہ کہا گیا وہیں بعض نادان اپنوں کی طرف سے بھی، مظہر مباحث، غالی، تشدد اور تنگ نظر وغیرہ کے القاب سے نوازا گیا۔ اور ہر ذی شعور جانتا ہے کہ غیروں کے تیر برداشت کرنا آسان ہوتا ہے مگر اپنوں کے نشتر سہنا خاصا مشکل ہوتا ہے۔ مگر حضرت کا حال تو یہ تھا..... ع

نہ سائنس کی تمنا، نہ صلے کی پروا

بقول مولانا زاہد الراشدی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ”میں مسلک کو دیکھوں یا اپنی ذات کو“۔ مسلک کے بارے میں حضرت کی اسی مذکورہ حساسیت کا نتیجہ تھا کہ کسی فتنے کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والا آدمی بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ڈر سے اُس فتنے کی برطانتائید و حمایت سے گھبراتا تھا۔ بقول مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر ادا کوڑی رحمۃ اللہ علیہ اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی باقی چشم پوشی کرنے والوں کی طرح فتنوں کے بارے میں نرمی کا مظاہرہ کرتے تو آدمی دیوبندیت ممانیت میں اور آدمی یزیدیت میں تحلیل ہو جاتی۔ لہذا حفاظت و حمایت مسلک کی خاطر کسی کو بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے مسلک کو فتنوں کی آمیزش سے بچائے

رکھنا آپ کا وہ کارنامہ ہے جو آپ زر سے لکھنے کے لائق ہے.....

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے

یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

علم و فضل

اہلِ متنہ کے خلاف جہاد کے میدان میں درکار علم و فضل کے ساز و سامان اور دلائل کے اسلحہ سے بھی حضرت بریلویؒ بخوبی لیس تھے۔ خود ایک علمی گہرانہ کے چشم و چراغ اور سلطان المناظرین مولانا محمد کرم الدین دیر بریلویؒ جیسے محقق عالم کے نورِ نظر تھے۔ پھر طبیعت بھی قسامِ ازل سے علم دوست پائی تھی۔ ان پر مستزاد یہ کہ آپ کو حصولِ علم کی خاطر ایشیا کی عظیم اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ جہاں پر آپ بریلویؒ نے شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی بریلویؒ، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بریلویؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی بریلویؒ، میاں سید اصغر حسین دیوبندی بریلویؒ اور علامہ شمس الحق افغانی بریلویؒ جیسے نابغہ روزگار علماء سے کسب فیض کیا۔ خاندانی خصوصیات، طبیعت کی موزونیت اور چوٹی کے اہل علم سے استفادہ، ان امورِ ثلاثہ کے سنگم نے حضرت کو ایسا کندن بنا دیا تھا کہ حضرت نے زندگی بھر میں جس باطل پر بھی گرفت فرمائی۔ اُس کا پتہ پانی ہو گیا اور جواب میں اُس کی طرف سے تیرا بازی تو ہوئی مگر حضرت کے آہنی دلائل کا جواب کوئی نہ دے سکا۔ گویا.....

خجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ کے علم و فضل اور فراست و تدبیر کا لوہا اپنے توائپے غیر بھی مانتے تھے۔

تعلق مع اللہ

ان اوصافِ اربعہ کے ساتھ ساتھ حضرت بریلویؒ کا تعلق مع اللہ بھی اعلیٰ درجہ کا تھا۔ حضرت شیخ مدنی بریلویؒ سے پائی ہوئی اس دولت کو حضرت بریلویؒ عام بھی کرتے رہتے۔ اپنے ضعف و ناتوانی پر ہمیشہ نظر رہی اور صحابہ کرامؓ کی مشہور صفت ”رہبان باللیل و لہرسان بالنہار“ کے بمصداق دن اور رات کا اَوّل حصہ اگر فتنوں کے رد میں تحریر و تقریر میں صرف ہوتا تو رات کا آخری حصہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں و التجائیں کرتے ہوئے آہ و زاری اور نالہ ہائے نیم شبی میں بسر ہوتا۔ گزشتہ دو سال سے جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام

جہلم کے سالانہ جلسہ میں مجدد اللہ حضرت مولانا کی خدمت کا شرف حاصل کرنے والوں میں اس عاصی کا نام بھی شامل ہوتا۔ اپنی ان گناہگار آنکھوں سے حضرت کو سارا سارا دن ملاقات کے لیے آنے والے علماء کرام اور عوام کو مستفید فرماتے ہوئے دیکھا۔ رات کہیں ساڑھے بارہ بجے کے قریب آرام کا موقع ملتا۔ حضرت مولانا کو جاگتا ہوا چھوڑ کر ہم حضرت مولانا کے حکم کے مطابق آرام کے لئے چلے آتے۔ لیکن صبح وقت سحر جب اٹھ کر جاتے تو حضرت کو پہلے سے ہی بیدار پاتے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حضرت کو بوقت تہجد جگانے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ اس کے علاوہ بھی دن کو جس وقت کھانے وغیرہ کے وقفہ کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت کم ہوتی۔ اس وقت بھی حضرت مولانا تسبیحات میں منہمک رہتے۔ اللہ کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار اور اس سے دعا و التجا میں بھی حضرت اسلاف کی یادگار تھے۔ خود فرماتے ہیں.....

مظہر بیچارہ کرتا ہے دُعا رب غفور

ہم گناہگاروں پہ ہوتیری رحمت کا ظہور

یہ تھا اہل فتن سے جہاد کے لیے درکار اوصافِ خسہ کے حوالے سے حضرت قائد اہل سنت کی زندگی کا نوٹے پھوٹے الفاظ میں سرسری سا جائزہ۔ اللہ تعالیٰ قلم کی لغزشوں کو معاف فرمائے۔ آخر میں راقمِ اشیم انتہائی ادب کے ساتھ حضرت قائد اہل سنت کے جملہ متوسلین سے بالعموم اور حضرات علماء کرام کی خدمت میں بالخصوص عرض کرتا ہے کہ ہمیں چاہیے کہ حضرت قائد مولانا کی زندگی کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں اور جس طرح حضرت مولانا ہر فتنہ کے خلاف ننگی تلوار تھے۔ اسی طرح ہم بھی حضرت کی پیروی میں فتنوں کا تعاقب کریں۔



فراستہ المومن

☆ مولا نافر زند علی صاحب

سیدی و مرشدی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مورخ ۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ ۲۶ جنوری ۲۰۰۳ء صبح پونے پانچ بجے اس دنیا قافی سے انتقال فرما گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائیں اور کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں آمین ثم آمین بجاہ التبی الکریم علیہ السلام۔

اب ان کے جانشین صاحبزادہ مولانا قاضی محمد ظہور الحسن اظہر صاحب مدظلہ امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان ہیں، اللہ پاک انہیں حضرت کا مشن مزید آگے بڑھانے کی توفیق عنایت فرمائیں آمین ثم آمین بجاہ التبی الکریم علیہ السلام۔ ذیل میں حضرت کی زندگی کا ایک واقعہ تحریر کرتا ہوں جس سے حضرت قاضی صاحب ہمدردی کی فراست و کرامت ظاہر ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

۸۶ء میں مولوی سعید احمد مگر حیات کی جنڈا نوالہ (بھکر) خان سیف اللہ خان صاحب کی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد تقریر تھی۔ میزبانی اور انتظامی سلسلہ میں خان ایوب خان صاحب کی ذمہ داری تھی۔ چونکہ ہم خدام اہل سنت کے افراد جلسہ میں نہ گئے اور نہ ہی لاؤڈ سپیکر پر ان کے جلسہ کا اعلان کیا۔ جمعیت علماء اسلام جنڈا نوالہ کے مولانا محمد یوسف صاحب وغیرہ نے جلسہ میں شرکت کی۔ دوران تقریر مولوی سعید احمد نے عقیدہ حیات التبی علیہ السلام کے خلاف زبان کھولی اور ساتھ ہی مناظرہ کا چیلنج بھی دے دیا۔ چونکہ مولانا محمد یوسف صاحب حیاء التبی علیہ السلام کے قائل ہیں انہوں نے چیلنج کو قبول کیا اور اسی رات گیارہ بجے میرے پاس مدرسہ قاسم العلوم میں تشریف لائے اور چیلنج قبول کرنے کا بتایا تو میں نے کہا کہ آپ اس کی تقریر میں کیوں گئے تھے؟ جبکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ مولوی سعید سمائی ہے اب آپ مناظرہ کے لیے کسی اچھے مناظر کا انتخاب کریں ان شاء اللہ ہم آپ کا تعاون کریں گے۔ مناظرہ کی شرائط طے کرنے کے لیے

جو تاریخ مقرر کی تھی اس سے ایک دن پہلے مولانا محمد یوسف صاحب نے علامہ خالد محمود صاحب اور دیگر علماء کو دعوت دی تھی۔ علماء تاریخ مقررہ پر جنڈانوالہ پہنچے۔ رات کو عشاء کے بعد منہری مسجد کے پاس ہنوک میں علماء کی تقریریں ہوئیں خود احقر بھی تقریروں میں موجود تھا۔ اگلے روز سنی کانفرنس تھی احقر مع دیگر اصحاب کے گیارہ بجے دن چکوال دفتر میں پہنچ گیا۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ میرا سخت انتظار کر رہے ہیں۔ میں سم گیا کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے کسی بات پر گرفت نہ کر لی ہو۔ ڈرتے ڈرتے میں حضرت رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں بھیں پہنچا۔ حضرت رحمہ اللہ رونق افروز تھے۔ مجھے دیکھتے ہی مسکرا دیئے اور اپنے پاس بٹھاتے ہوئے پوچھا کہ جنڈانوالہ میں مولوی سعید نے جو چیخ دیا ہے آپ کا تعلق اس چیخ کے ساتھ ہے؟ میں نے عرض کی کہ حضرت میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی صاحب رحمہ اللہ موجود ہیں ان کی تقریر عشاء کے بعد ہونی تھی اب وہ ظہر کے بعد تقریر کریں گے۔ آپ مولانا کو اپنے ساتھ جنڈانوالہ لے جائیں کیونکہ وہ راستہ سے واقف نہیں ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضرت وہاں علامہ خالد محمود صاحب اور دیگر علماء موجود ہیں۔ مناظرہ کی شرائط طے کرنے کا پورا انتظام کر لیا گیا ہے۔ میں نے حضرت مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ کے جنڈانوالہ نہ جانے پر اصرار کیا تو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ خدام اہل سنت کا نہیں بلکہ مسئلہ اہل سنت والجماعت کا ہے ظہر کی تقریر کے بعد آپ واپس جائیں اور مولانا محمد امین صاحب رحمہ اللہ کو ساتھ لے جائیں۔ ظہر کی تقریر کے بعد قاضی صاحب رحمہ اللہ کی گاڑی نے ہمیں تلہ گنگ پہنچا دیا اور ہمیں ساتھیوں نے میانوالی جانے والی کوچ میں سوار کر دیا اور حضرت رحمہ اللہ کی گاڑی واپس بھیں کے لیے روانہ ہو گئی۔ ہم رات کو میانوالی پہنچے تو ٹریفک جام ہو چکی تھی کوئی سواری نہ ملی۔ پھر ہم نے ایک کار میانوالی سے جنڈانوالہ کے لیے کرایہ پر لی اور رات کے ایک بجے مدینہ العلوم مدرسہ میں جنڈانوالہ پہنچ گئے۔ صرف حافظ ربوہ صاحب مدرسہ میں موجود تھے میں نے علماء کے متعلق جو شرائط طے کرنے کے سلسلہ میں مدعو تھے پوچھا۔ تو حافظ صاحب موصوف نے بتایا کہ وہ تو اسی رات تقریر کر کے واپس چلے گئے تھے اور بتایا کہ مقامی علماء کا اجلاس مولانا حفظ الرحمن کے گھر اسی سوچ و فکر کے متعلق ہو رہا ہے کہ اب کیا کیا جائے؟ ہمارے پاس کوئی مناظرہ نہ ہے اور صبح کو شرائط طے کرنا ہے۔ مجاز سماعتوں کے لیے خالی ہے اور میرا عقل ٹھکانے آیا اب سمجھا کہ یہ ہے فراست المؤمن یا کرامت ولی یہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی فراست یا کرامت تھی جو احقر نے پہلی دفعہ دیکھی، اگر حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ مولانا اوکاڑوی کو میرے ساتھ

نہ بھیجے تو صبح کو اپنا مناظرہ ہونے کی وجہ سے میدان بار جاتے۔ لیکن بفضل تعالیٰ حضرت بیسید کی فراست نے بار کو کامیابی میں بدل دیا۔ جس کی تفصیل کچھ ایسے ہے کہ میں مولانا حفظ الرحمن کے گھر گیا جہاں علماء کی میزبانی ہو رہی تھی حضرت مولانا محمد امین صاحب بیسید کی آمد کی اطلاع دی تو فوراً علماء مدرسہ میں پہنچے بہت ہی خوش و خرم معلوم ہو رہے تھے بلکہ مولانا قاری فتح محمد صاحب نے تو حضرت اداکار زوی بیسید کی طرف پکارتے ہوئے خوشی میں عرض کی کہ حضرت آپ کی آمد سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میں فضا میں پرواز کر رہا ہوں اور زمین پر جو وزن تھا وہ کافور ہو گیا ہے ایک دوسرے کے حالات لینے کی بعد مشورہ ہوا کہ صبح ناشتہ کے بعد مدرسہ تعلیم القرآن میں جائیں گے کیونکہ وہاں کتابیں ہیں سہولت ہوگی۔ نیز علماء نے مشورہ کے دوران ہی بتایا کہ ہم نے مناظرہ کے لیے ایک آدمی ملتان اور دوسرا دوسری جگہ بھیجے ہوئے ہیں۔ صبح ناشتہ کے بعد علماء مدرسہ تعلیم القرآن میں چلے گئے اور وہ آدمی جو مناظرہ کی تلاش میں گئے ہوئے تھے ناکام واپس آ گئے۔ حضرت مولانا اداکار زوی بیسید نے کتابیں دیکھنا ہی شروع کیا تھا کہ فریق مخالف کے دو نمائندے مدرسہ پہنچ گئے کیونکہ فریق مخالف نے پورا تجسس کر لیا تھا کہ ان کا کوئی مناظرہ نہ ہے ہمارے لئے محاذ خالی ہے۔ لیکن حضرت مولانا اداکار زوی صاحب بیسید تو رات کے بیٹ میں ایک بجے جزائروالہ مدرسہ میں پہنچ چکے تھے۔ فریق مخالف کو یہ معلوم نہ تھا۔ فریق مخالف کے نمائندوں نے کہا ہمارے علماء کو شرائط طے کرنے کی جگہ کے تعین کے بارے میں کوئی فکر نہیں ہے جہاں آپ کے علماء یا خان ایوب خان صاحب جگہ کا تعین کریں ہمیں منظور ہے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ مولانا اداکار زوی موجود ہیں تو ان کے چہرے فٹ ہو گئے کیونکہ ان کا گمان کیا یقین تھا کہ حیاتیوں کا کوئی مناظرہ نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ جو جگہ بھی تم مقرر کرو میں حاضر ہوں۔ یہ سن کر علماء ممت بھی حیران رہ گئے کہ یہ کیا ہو گیا ہے کیونکہ وہ اس زعم میں تھے کہ محاذ خالی ہے۔ نہ کوئی مناظرہ ہوگا نہ جگہ کا تعین ہوگا اس طرح حیاتیوں کو بہت بری شکست ہوگی بہر حال علماء ممت اب پھنس چکے تھے فرار کا کوئی راستہ نہ تھا۔ خان ایوب خان صاحب اور ان کے علماء نے حکیم دوست محمد خان کے گھر کی جگہ شرائط طے کرنے کے لیے مقرر کر دی اور خود ایوب صاحب مولانا محمد امین صاحب کو اور ہمیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر جگہ مقررہ پر لے گیا۔ اب شرائط طے کرنے کی مجلس لگی۔ ابتدا میں خطبہ حضرت مولانا اداکار زوی بیسید نے پڑھا اور اپنا کلام الحمد علی المفید سے شروع کیا جس پر ۸۵ علماء کی تصدیقات ہیں اور فرمایا کہ دونوں فریق اس دستاویز پر دستخط کر دیتے ہیں تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے۔ لیکن سعیدی گردپ نے انکار کر دیا اور اس طرح وہ دلو بندیت سے خارج ہو گئے۔ پھر پوچھا کہ

یہ علماء جن کے المہد پر دستخط ہیں ان کے نزدیک مسلمان ہیں یا کافر، قرآن کے ماننے والے ہیں یا مخالف! تو کوئی جواب نہ دے سکے۔ پھر مولانا اوکاڑوی بیحد نے فرمایا کہ چلو اس فیصلہ پر دستخط کر دیں جس پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب بیحد کے سامنے مولانا غلام اللہ خان صاحب اور قاضی نور محمد صاحب نے دستخط کئے تھے۔ اس فیصلہ کی پابندی کرنا آپ کا جماعتی فرض ہے لیکن سعیدی گروپ نے اس فیصلہ پر بھی دستخط کرنے سے انکار کر کے اپنی جماعت اشاعت التوحید سے بھی خارج ہو گئے اور جب حضرت مولانا اوکاڑوی بیحد نے ان سے پوچھا کہ مولانا غلام اللہ خان اور قاضی نور محمد کا عقیدہ اسلامی ہے یا کفریہ۔ وہ قرآن کے مخالف تھے یا موافق تو اس کا بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اوکاڑوی نے فرمایا کہ میں نے اپنا موضوع المہد سے لکھا دیا ہے جس پر ۸۵ علماء کی تصدیقات ہیں آپ بھی اپنی کسی ایسی کتاب سے موضوع لکھیں جو آپ کی پورنی جماعت کی مسلمہ عقائد کی کتاب ہو اور آپ کی جماعت کے کم از کم ۲۵ ذمہ دار علماء کی تصدیقات اس پر موجود ہوں۔ لیکن وہ بالکل ناکام رہے۔ مولوی یونس نے کہا یہ عبارت ندائے حق میں موجود ہے مولانا اوکاڑوی بیحد نے کہا کہ اس کتاب پر ۲۵ علماء کی تصدیقات کب ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مولوی یونس وہ عبارت ندائے حق میں بھی نہ دکھا سکے۔ مولانا محمد امین صاحب بیحد نے فرمایا کہ یہودیوں، عیسائیوں، مرزائیوں اور شیعوں تک کے عقائد کی ایسی مسلمہ کتابیں موجود ہیں جن پر ان جماعت کو اعتماد ہے لیکن اس فرقہ کی کوئی ایسی کتاب عقائد کی موجود نہیں ہے جس میں ان کا یہ گمراہ کن عقیدہ درج ہو کہ انبیاء علیہ السلام قبروں میں حیات نہیں ہیں اور جو ان کو حیات مانے وہ کافر ہے۔ مولانا اوکاڑوی نے جو حال فریق مخالف کا بنایا وہ دیکھنے سننے سے تعلق رکھتا ہے حالانکہ ان کے کئی علماء موجود تھے۔ اس کے بعد کتاب وسنت کی روشنی میں شرائط مناظرہ طے کرنے سے اس پارٹی نے انکار کر دیا اور ایوب خان صاحب نے اعلان کر دیا کہ کوئی مناظرہ نہ ہو گا اور مناظرہ کی شرائط طے نہ ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحب بیحد کی فراست سے اہل سنت کو کامیابی سے نوازا اور فریق مخالف کو سوا کیا۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت کو ہر محاذ پر کامیابی عنایت فرمائیں۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔



اخلاص و للہیت کے پیکر

☆ کھ مولانا قاری عطاء اللہ طارق

جب سے خدا نے کائنات بنائی ہے اور انسان کو دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا ہے اسی وقت سے اس رزم گاہ میں موت و حیات کا کھیل جاری ہے۔ موت و حیات کی اس کشمکش نے اب تک نہ جانے کتنے قافلے گم کیے کتنوں کی قسمت کا فیصلہ کیا۔ کیسے کیسے حکیم و داناء اور فلاسفہ و شعراء کو اپنا لقمہ بنایا۔ زندگی کے سٹیج پر کیسے کیسے اعلیٰ دماغ، حسین صورتیں، پرکشش چہرے، شان و شوکت کے مجسمے ابھرے بڑھے پھلے پھولے چمکے اور موت کی وادی میں کہیں ایسے کھو گئے کہ بعض تو اپنا نام و نشان ہی گم کر بیٹھے۔ ان کی ہستی کا کچھ پتہ نہیں اور بعض سعید ہستیاں اگرچہ منجہ موت کا شکار ہوئیں لیکن مری نہیں اور نہ ہی ایسے لوگوں پر موت آتی ہے وہ اپنے روشن اور اجلے کردار کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ آنے والی نسلیں ان کے کردار، اقوال و افعال، نظریات اور افکار سے برابر اسی طرح سیراب اور فیض یاب ہوتی ہیں جس طرح ان کی حیات میں۔ صرف آنے والوں کو ان کے وجود مسعود کی برکات کی کمی کا احساس تو ہوتا ہے لیکن ان کے افکار و نظریات گلشنِ حیات میں زندگی کا برابر ذریعہ بنتے رہتے ہیں۔ مردہ دلوں کو زندگی کی حرارت بخشتے ہیں۔ روحانیت کی جلا میں ان کی فکر برقی رو کا کام دیتی ہے۔ صلاحِ نفس میں ان کا کردار مینارِ نور ہوتا ہے۔ ایسی ہی سعید ہستیوں میں سے قائدِ اہل سنت پیرِ طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اب اس دار فانی میں موجود نہیں ہیں۔

آپ کی شخصیت کا خلاء تو کبھی بھی پر نہیں ہو سکتا آپ کے وجود کی کمی کا ازالہ تو شاید ممکن نہیں لیکن آنے والوں کو جو شمسِ آپ نے دیا ہے جب تک وہ مشنِ زندہ ہے تو آپ بھی زندہ، پابندِ کرہ بھی باقی رہے گا۔ جس مشن، جس نظریے اور فکر پر آپ نے کام فرمایا اپنی زندگی کی تمام تر توانائیاں صرف فرمائیں یہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ موجودہ زمانہ میں قدرت نے دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس عظیم تحریک کے لئے ایک

خاص نفع پر کام کرنے میں آپ کا انتخاب فرمایا۔ سنت اللہ یہی ہے کہ ہر زمانہ کے حالات اور تقاضے و ضرورت کے مطابق قدرت ایسے افراد کا چناؤ کرتی ہے جو اس ضرورت کو کما حقہ پورا کر دیتی ہے قصر اسلام میں باطل کی تیز و تند آندھیاں جہاں جہاں شکاف ڈالتی ہیں ایسی چند ہستیاں شکافوں کو مزاج اسلام کے عین مطابق اس طرح بھر دیتی ہیں کہ کوئی رخنہ باقی نہیں رہتا۔ حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئی کے علی الرغم دین حقہ کی صحیح تشریح کرنے والی ایک جماعت قیامت تک باقی رہے گی جو بلا خوف و لومۃ لائم مبتدعین کی بدعات، ملحدین کے الحاد الغیبن کے زلیخ کا پردہ چاک کرتی رہے گی۔

بلاشبہ قائد اہل سنت موجودہ زمانہ کی ان چند مبارک ہستیوں میں سے ایک تھے جن سے قدرت نے منہاج نبوت کے مطابق دین حقہ کی سر بلندی کا کام لیا۔ خدائے بزرگ و برتر کی ذات تکوینی طور پر جن لوگوں کا کسی خاص مقصد کے لیے انتخاب کرتی ہے تو پھر ان کو اس بلند مقصد کی تکمیل کے لیے امتیازی شان بھی عطا کرتی ہے۔ وہ معاشرہ کا ایک فرد ہوتے ہوئے بھی عام لوگوں سے الگ تھلگ انفرادی حیثیت کے مالک ہوتے ہیں۔ اخلاق و عادات، کردار و گفتار میں نرالی شان رکھتے ہیں۔ ہمت، حوصلہ اور استقامت کا پہاڑ ہوتے ہیں۔ خود داری، حق گوئی، استغناء اور عزت نفس ان کا سرمایہ حیات ہوتا ہے۔ وہ، شکر، توکل اور رضاء کی سچی تصویر ہوتے ہیں۔ ان اعلیٰ خوبیوں اور صفات سے قدرت نے قائد اہل سنت ﷺ کو بڑی فراخ دلی سے نوازا تھا میری تحریر نہ تذکرہ ہے نہ سوانح سیرت نہ تاریخ نہ ملفوظات مرشد اور نہ ہی مقالات شیخ بس چند مشاہدات کی یادیں جن کو اپنے شیخ و مربی قائد اہل سنت کی نذر کر رہا ہوں۔

لاریب حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ وقت کے عظیم محدث، مفسر، مورخ، مصنف، محقق، مرشد اور صوفی باصفاء تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عاشق صادق عقائد اہل سنت کے حقیقی ترجمان تھے۔ آپ کے صحیفہ زندگی کا ہر ورق زہد و ورع توکل و قناعت، صبر و شکر، ثبات و استقامت، استغناء و خود داری، شجاعت و شہامت، جود و سخاوت، جرأت و بہادری، بے خوفی و بے باکی کا آئینہ دار ہے۔

شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ کی میراث علمی و روحانی کے حقیقی وارث اور سچے جانشین تھے نہ صرف باطنی طور پر بلکہ ظاہری طور پر بھی حضرت مدنی رحمہ اللہ کا عکس آپ کی زندگی میں صاف نظر آتا۔ تبحر علمی کے باوصف اپنے اکابرین کے ساتھ غیر متزلزل وابستگی اور گہری عقیدت اور فرق باطلہ کے تعاقب و ابطال میں قدم قدم پر علماء دیوبند کے آثار صالحہ کی پیروی یقین و اعتماد کی آپ میں اعلیٰ جھلک تھی۔

علم کا بحر بے کراں ہوتے ہوئے بھی اپنے اکابرین کے نقوش پا کو سفر زندگی کا نشان بنا دیا۔ یہ

آپ کی بے نفسی کی بین دلیل ہے۔ مزاج میں بلا کی سادگی، تواضع تھی۔ آپ تکلف سے کوسوں دور اپنے وقت کے صوفی، مرشد حق اور زاہد شب بیدار تھے۔ افق مشرق سے صبح کی پہلی پرکشش پھونکنے والی کرنوں کی طرح معصوم سے چہرے سے انوار روحانیت جھلکتے تو عجیب منظر ہوتا۔ عقیدت مندوں کے جبرمٹ میں حضرت کی شخصیت ایک ایسی شمع محفل تھی جس کی زیارت سے دلوں کو سکون، باطن کو راحت اور روحانیت کی غذا میسر آتی آپ یقیناً ان لوگوں میں سے ایک تھے جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ من کان للہ کان اللہ لہ کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔

میرے والد گرامی قدر حکیم امانت اللہ قادری صاحب کو حضرت قائد اہل سنت بریلوی سے گہری عقیدت والہانہ محبت اور کامل وابستگی تھی۔ عوام الناس کی طرح میرے والد صاحب کی ابتدائی زندگی بھی بس نام کے مسلمان کی سی زندگی تھی۔ پھر آپ کی زندگی میں اس وقت انقلاب آیا جب آپ نے وقت کے شیخ کامل، مرشد حق، عارف باللہ، ولی کامل حضرت شیخ احمد علی لاہوری بریلوی کے دست حق پرست میں اپنا ہاتھ دیا شیخ کی نگاہ اثر نواز نے کام کیا۔ دل کی مردہ کھیتی میں بہار آگئی روحانیت کو اپنی تشنگی کا شدت سے احساس ہوا اس احساس نے آپ کے دن کا چین اور رات کا سکون چھین لیا۔ کسی لمحہ اطمینان نصیب نہ ہوا عمر عزیز کی قیمتی سوغات کو بے کار مشاغل کی بھینٹ چڑھا دینے کا قلق ہر وقت دامن گیر رہنے لگا۔ ماضی کی قیمتی گھڑیوں کا ضیاع کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا۔ تلافی مافات کا یہ اضطراب جب طلب صادق کے ساتھ دامن گیر ہوا تو اس احتجاج نے آپ کی تڑپ کو دو آتشہ بنا دیا۔ جذبہ نیک اور ارادہ صادق ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے اور پھر حکیم صاحب کو اصلاح باطن، تزکیہ نفس، تہذیب و اخلاق، صحت عقائد اور قدم قدم پر رہبری و راہنمائی کے لیے دو ہادی کامل میسر آ گئے ایک خطیب اہل سنت حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب جہلمی بریلوی اور دوسرے وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ۔

حضرت قاضی صاحب بریلوی سے حکیم صاحب کی پہلی ملاقات ہی میلان طبع، کشش اور گہری عقیدت کا باعث بن گئی یہ کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے اللہ والوں کی صحبت میں قدرت نے بقناطیس کی کشش رکھی ہے۔ جوان کی صحبت پر تاثیر میں ایک دفعہ آجائے پھر وہ انہیں کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اللہ والوں کی محبت ہر محبت پر غالب آ کر رہتی ہے۔ قصہ یوں ہوا کہ ایک دفعہ حضرت جہلمی بریلوی کے ہاں حضرت قاضی صاحب بریلوی تشریف لائے۔ حکیم صاحب حسب معمول حضرت جہلمی بریلوی کی زیارت و ملاقات کو آئے تو حضرت

جہلی بیٹے نے قائد اہل سنت بیٹے کو حکیم صاحب کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارے قریبی رفقاء میں سے ہیں علاقہ راولپنڈی کے موضع کری خدا بخش کے رہنے والے ہیں یہ بیمار ہیں ان کے لیے دعا فرمائیں۔ حضرت قائد اہل سنت بیٹے نے یہ سنا تو اپنے کھانے کا برتن چھوڑ کر حکیم صاحب کے ساتھ کھانا شروع کر دیا۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی بیٹے کی اس متواضعانہ اور متوکلانہ ادائے میرے دل پر گہرا اثر کیا۔ یقیناً، اعتماد اور توکل علی اللہ کی ایسی مثال اس تکلف و قنع اور من گھڑت نفاست کے زمانہ میں کہاں؟ علماء سے سن رکھا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک مریض کو جو کہ مرض جذام میں مبتلا تھا کھانا کھاتے دیکھا تو آپ ﷺ بھی اس کے ساتھ شریک گئے اور فرمایا کہ کھا میرا اپنے رب کی ذات پر بھروسہ ہے۔ اتباع سنت کی یہ جھلک جب حضرت قاضی صاحب بیٹے کی زندگی میں پچشم خود دیکھ لی تو یقین ہو گیا کہ یہی اقبال کا وہ مرد مؤمن ہے جس کی تاثیر نگاہ سے تقدیر بدل سکتی ہے۔ ایک مریض آدمی کے ساتھ حضرت قائد اہل سنت کے اس طرز عمل نے نہ صرف جسمانی مرض کے اضطراب پر سکون راحت اور دلجوئی کا مرہم رکھ دیا۔ بلکہ روحانی اور باطنی مرض کا معالجہ بھی کر دیا۔

میرے والد گرامی! اس واقعہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ نے حضرت لاہوری بیٹے کے بعد اپنی تمام تر توجہات، جذبات، تصورات اور معتقدات کا محور و مرکز حضرت قائد اہل سنت بیٹے کی شخصیت کو بنالیا اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ والد صاحب کے لیے حضرت قائد اہل سنت بیٹے سے ایک لمحہ کی جدائی کا تحمل بھی کوہ گراں سے کم نہ تھا۔ جذبات سے مجبور ہو کر والد صاحب نے تمام افراد خانہ کو ہمراہ لیا آبائی وطن کو خیر باد کہا اور کشاں کشاں سنت ابی ہریرہ بیٹے زندہ کرتے ہوئے حضرت قائد اہل سنت بیٹے کے جوار میں ڈیرے ڈال دیئے۔ منزل مقصود تک وہی لوگ پہنچ پاتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہشات کو قربان کرنے کی ہمت رکھتے ہوں۔ فتانی الشیخ کی برکات سے آشنا ہوں۔ حضرت نے جب والد گرامی کی اس قربانی کو دیکھا تو آپ نے بھی اپنے مرید باصفا پر نوازشوں کی انتہا کر دی۔ چونکہ والد صاحب ہم سب بہن بھائیوں کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے تھے اس لیے آپ کی اس قربانی کی بدولت راقم کو بھی ایک عرصہ تک حضرت قائد اہل سنت بیٹے کو قریب سے دیکھنے، سننے اور آپ کی صحبت سے لطف اندوز ہونے کا موقع میسر آیا۔ الحمد للہ میرے لیے یہ سعادت مندی اور نیک شگون کی علامت ہے کہ میری دینی تعلیم کا آغاز حضرت بیٹے کے زیر سایہ آپ کے قائم کردہ دینی ادارہ مدرسہ اظہار الاسلام جامع مسجد مدنی چکوال سے ہوا۔

تقریباً پانچ سال تک میں حضرت بھٹہ کے زیر سایہ ایک طالب علم کی حیثیت سے زیر تعلیم رہا۔ بہت قریب سے حضرت بھٹہ کی شخصیت کو دیکھنے کا موقع ملا۔ شب و روز آپ کی مصروفیات و مشاغل درس و تدریس، ذکر و اذکار اور ادو و طائف، وعظ و ارشاد، دینی اسفار، تبلیغی امور، خطبات و ملفوظات، مہمانوں کی ملاقات و اکرام، دینی مسائل، تصنیف و تالیف، تحقیق و جستجو غرض کہ حضرت کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین کے لیے وقف تھا۔ للہیت و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ کسی خدمت پر کوئی معاوضہ نہیں بس ایک ہی دھن کے لیے وقف تھے کہ للہیت و تقویٰ حاصل ہو جائے۔ استغناء خوداری اور استقامت تو حضرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دین حق کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے ہر وقت تیار نظر آتے اس راہ کی نزاکتوں پر خطر پگھنڈیوں سے وہی شخص واقف ہو سکتا ہے جس کو یہ فریضہ ادا کرنے سے سابقہ پڑا ہو۔ حق کی بلندی کے لیے حضرت بھٹہ کو ان حالات کا مقابلہ کرنا پڑا جو اس راہ میں قدم رکھنے والوں کو پیش آیا کرتے ہیں۔ آپ نے پامردی، جرأت اور بہادری سے ان تمام مصائب کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا جو آپ کو دین حق کی راہ میں پیش آئے۔ قید و بند کی صعوبتیں۔ مقدمات کی مشکلات۔ ضلع بندیوں اور نظر بندیوں کی تکالیف۔ اغیار کی چیرہ دستیان، دشمنوں کے خطرات اور پھر اپنوں کے طعنے۔ سب آندھیاں اور طوفان اس کو ہ استقلال سے ٹکراتی رہیں لیکن ان کے پائے استقلال میں کوئی لرزش پیدا نہ کر سکیں۔ باطل کی بھرتی موجوں نے بارہا حق کی اس چٹان کے حوصلے کا امتحان لیا، ہمت کو پرکھا، تاہم اخلاص و للہیت کا یہ پیکر آزمائش کی ہر گھڑی میں سرخرو ہو کر نکلا۔ کسی حاکم کی حکومت کسی بادشاہ کا نشہ اقتدار، کسی صاحب ثروت کی دولت، کسی صاحب جاہ و مرتبہ کی جلالت اور کوئی لالچ، تجریص، ترغیب کبھی آپ کو حق کہنے سے باز نہیں رکھ سکی۔ فقر و درویشی کے ساتھ اپنے رب کی رضا کے نشہ میں مخمور فقط اسی کی رحمت کے خواستگار تھے اسی کی خوشنودی کے مٹلاشی اسی کے فضل و احسان کے طلبگار تھے۔ آپ کی زندگی ایک مجاہدانہ زندگی تھی۔ لباس، بود و باش، نشست، برخاست چال و ڈھال، وضع قطع، تقریر و خطابت سے ایک مجاہد کی مثال جھکتی تھی۔ لا یخافون فی اللہ لومة لائم کا کمال نمونہ تھے۔ خلاف حق بات پر کسی طرح کی مصلحت کا شکار ہونا یا باطل کے ساتھ کسی وقتی ضرورت کے تحت ہی صرف نظر کرنا کم از کم آپ کی ذات میں اس کی گنجائش نہ تھی۔

بموجود حکومت نے کلمہ اسلام کی تبدیلی کی ایک خطرناک سازش کرتے ہوئے جب شیعہ کے کلمہ کو نصاب تعلیم میں داخل کیا تو اس سازش کے خلاف سب سے پہلے جس مرد درویش نے آواز اٹھائی وہ

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تھے۔ آپ نے ”پاکستان میں تبدیلی کلمہ اسلام کی ایک خطرناک سازش“ کے عنوان سے راتوں رات لاکھوں کی تعداد میں پمفلٹ شائع کر کے سرکاری ایوانوں سے لے کر بیابانوں تک پہنچا کر مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا اور بتایا کہ حکمرانوں نے کس طرح ان کے ایمان کی بنیاد اور پورے دین اسلام کی اساس پر ڈاکہ مارا ہے.....

داراء و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ

استقامت و جرأت کی طرح زہد و استغناء میں بھی آپ اپنی مثال آپ تھے۔ آپ ایک خوددار غیور و جسور انسان تھے۔ سخت غربت و افلاس، ناداری، تنگی اور عسرت کے زمانہ میں بھی اپنی ذات تو کجا کبھی مدرسہ کے لیے بھی دست سوال دراز نہیں کیا۔ اعلیٰ درجے کا استغناء آپ کی خوبی نہیں بلکہ خصوصیت تھی، استغناء کی یہ صفت آپ پر اس قدر غالب تھی کہ نہ صرف بڑے لوگوں یا عوام الناس سے مستغنی تھے بلکہ تمام تر خرافات دنیا سے بھی مستغنی تھے۔ جس مرد مجاہد نے زندگی کی آخری سانس تک ایک کھدر کا لباس اور چمڑے کی ایک کھلی جوتی استعمال کی ہو، کو نہ کہہ سکتا ہے کہ دنیا اپنی رنگینیوں کے ساتھ اس کو دھوکہ میں مبتلا کر سکتی ہے؟ جو شخص واجبی ضرورت کے علاوہ مباح حد تک بھی جسم کو آرام دینے کی روایت سے مستغنی ہو جائے تو اس کی بے نفسی اور زہد رشک ملائکہ نہیں تو اور کیا ہے۔ آج جبکہ بے راہ قسم کے علماء، مشائخ اور گدی نشینوں نے اپنی پیری مریدی اور من گھڑت تقدس و مشیخت کو پیٹ بھرنے اور سادہ لوح عقیدت مندوں کے اموال لوٹنے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ آج استغناء اپنانا تو اپنے آپ کو مشکلات کے منہ میں دھکیل دینا سمجھا جاتا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ کے سینکڑوں عقیدت مند، مریدین، مخلصین اور محبین کی ایک کثیر تعداد تھی جن کی فرمائش پر حضرت دودراز کے علاقوں میں تبلیغی پروگراموں کے سلسلہ میں تشریف لے جاتے۔ کئی دشوار گزار علاقے ایسے بھی ہوتے کہ جہاں ٹرانسپورٹ کا انتظام نہ ہوتا وہاں جائے مقررہ پر پیدل تشریف لے جاتے لیکن کسی جگہ نہ چندے کی اپیل ”نہ اپنی سفری ضرورتوں کا تذکرہ“ نہ لوگوں کی بے رخی کی شکایت، حد تو یہ ہے کہ پوری زندگی آپ نے کسی بھی مقصد کے لیے اپیل نہیں فرمائی جہاں بھی گئے صرف مشن کی بات کی۔ دل میں تڑپ یہی تھی کہ عوام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی شخصیات کا مقام و مرتبہ ذہن نشین ہو جائے اور سنی مذہب کی حقانیت اجاگر ہو جائے۔

حضور ﷺ کی ایک صفت جو آپ کے اسوہ حسنہ میں پائی جاتی ہے وہ طویل الصمت ہونا یعنی طویل خاموشی ہے۔ حضرت قاضی رحمہ اللہ اس صفت میں بھی اتباع سنت کا کامل نمونہ تھے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے

والے بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کی مجلس مجلس سکوت ہوتی طویل خاموشی چھائی رہتی، نووارد سے حضرت حال احوال پوچھتے ”زیر لب تبسم فرماتے“ آنے والوں کو اس مسکراہٹ میں ایسا اپنائیت کا احساس ہوتا جیسے قلب میں ٹھنڈک سی پڑ گئی ہو۔ دین سے متعلق گفتگو فرماتے یا کوئی ضروری بات ہوتی تو نہایت اختصار جامعیت اور دھیمے انداز میں ارشاد فرما دیتے اور پھر ایک طویل خاموشی چھا جاتی۔ ایسے محسوس ہوتا جیسے یہاں کوئی موجود ہی نہیں ہے۔ آپ اکثر خاموش رہا کرتے تھے بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے۔ آنے جانے والوں کی دل جوئی فرماتے میں نے کبھی حضرت کو کھلکھلا کر ہنسنے نہیں دیکھا۔ جب کبھی مسرت و خوشی ہوتی تو بس تبسم فرما دیتے۔ خوشی اور غم میں آپ کی ظاہر یہ حالت یکساں رہتی۔ حد و شرع کی پاسداری کا ہمیشہ خیال رکھتے صبر و شکر کی کیفیت غالب رہتی۔ ذاتی اور نجی زندگی کے معاملات میں نہ آپ کی کسی سے دوستی تھی نہ کسی سے دشمنی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ کی ذاتی زندگی تھی ہی نہیں جو کچھ خدا کے بزرگ برتر کے لیے تھا۔ اور دین حقہ کی سر بلندی اور مذہب اہل سنت و الجماعت کی ترویج و اشاعت کے لیے..... یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو حضرت ﷺ نجی معاملات میں عفو و درگزر کا پیکر تھے اس معاملہ میں نہ کسی سے شکایت نہ شکوہ، نہ گلہ بس راضی برضا حق، اور دوسری طرف دین کے معاملہ میں غیرت فاروقی کا کامل عکس تھے کسی بھی دشمن دین اور دشمن صحابہ رضی اللہ عنہم سے مصلحت و رواداری کے قائل نہ تھے۔

ایک دفعہ حضرت ﷺ فیصل آباد میں تبلیغی دورے کے لیے تشریف لے گئے۔ راقم بھی ہمراہ تھا تقریر کے بعد جب الگ نشست گاہ میں تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ کسی دین دشمن سے مصافحہ کروں۔ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر شمشیر برہنہ تھے۔ کسی خوف و خطر کو اپنے مشن کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ آپ کا صحیفہ زندگی ایسا گلدستہ ہے کہ جس میں گونا گوں خوبیوں اور اوصاف حمیدہ کے پھول دکھائی دیتے ہیں۔ جو آنے والوں کے عقیدہ و مسلک کی روح کو ایک عرصہ تک معطر کرتے رہیں گے۔ خدا تعالیٰ ہم خدام کو حضرت ﷺ کا مشن کمال و ابستگی اور غیر متزلزل یقین کے ساتھ زندہ رکھے اور زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجا النبی الکریم ﷺ

دارالعلوم دیوبند..... کے مایہ ناز فرزند

کھ مولانا سید الامین انور حقانی ☆

گزشتہ سال عیسوی کی ابتداء اور سال ہجری کے آخری ایام میں یعنی (۳ ذی الحجہ اور ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء) کو دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فرزند، ختم نبوت کے سرخیل، قابل رشک مصنف، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد خاص اور خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بریلوی اس دارقانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.....

زبان پہ یا خدا یہ کس کا نام آیا

کہ میری نطق نے تو سے میری زبان کے لیے

قاضی صاحب ۱۹۱۴ء کو صوبہ پنجاب کے ضلع چکوال کے قصبہ ”بھیں“ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر سے شروع کی۔ وسطی کتابیں اور باقی فنون دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ میں پڑھیں۔ ۱۹۳۶ء میں وہاں سے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں وقت کے نامور علماء و مشائخ سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ حدیث میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی بریلوی، شیخ الادب مولانا اعجاز علی بریلوی، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی بریلوی، حضرت مفتی محمد شفیع بریلوی، قاری محمد طیب بریلوی، علامہ شمس الحق افغانی بریلوی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں.....

اساتذہ ہم بدور بل شمس

کماۃ الحق اقبال الجود

روحانی فیض حاصل کرنے کے لیے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی بریلوی کے ہاں تھانہ بھون تشریف لے جایا کرتے تھے مگر باقاعدہ بیعت و خرقہ خلافت حاصل کرنے کا شرف شیخ الاسلام حضرت

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ اس صورت میں قاضی صاحب مجمع البحرین کے مصداق بن گئے۔ قاضی صاحب کی زندگی کا سب سے اہم کام اپنے اکابر کے عقیدے کی ترویج و اشاعت ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسلک حق کا دفاع تھا۔ جو انہوں نے انتہائی کٹھن نامساعد حالات میں بڑی کامیابی کے ساتھ سرانجام دیا۔ ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۹ء تک انگریز کے دور حکومت میں راولپنڈی، جہلم، لاہور اور ملتان کے قید خانوں میں اسیر رہے.....

حُسَيْنُنَا وَ اَوْ ذُنُنَا بِغَيْرِ حُدُودٍ

لَمَّا ذُنُنَا اِلَّا الدِّفَاعُ غَنِ الْجَنَى

قاضی صاحب اپنے اکابر کی طرح جیلوں میں اسیر رہے۔ اور اپنے اساتذہ کی سنت کو زندہ کیا۔ اور ہمارے اکثر اکابر نے سنت یوسفی کو زندہ کیا۔ اور تقریباً تمام مع قاضی صاحب رحمہ اللہ کے بڑباں حال فرما رہے ہیں کہ.....

وَمَا السَّجْنُ لِلْمَظْلُومِ اِلَّا عَطِيَّةٌ

يَمْنُ بِهَا الْمَوْلَى عَلَى عَبْدِ اِصْطَفَى

اور پھر اس پر صبر اور ثابت قدمی کے لیے دعا بھی فرما رہے تھے.....

فِيَارِبِ ثَنَا وَ صَبْرٍ اَعْلَى الْبَلَاءِ

وِيَارِبِ عَوْنٍ وَ اِنْتَصَرٍ اَمِنِ الْعَدَى

قاضی صاحب نے ۲۹ فروری ۱۹۵۲ء کو چکوال میں امدادیہ مسجد کے نام ایک جامع مسجد اور ایک مدرسہ جامعہ اظہار الاسلام کی بنیاد ڈالی۔ قاضی صاحب تعلیمی و تبلیغی مصروفیت کا آغاز اپنے وطن چکوال سے کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو تحریر و تقریر کی عمدہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ جن سے آپ نے اپنی دینی، تبلیغی، تالیفی اور اصلاحی خدمات میں بھرپور کام کیا۔ حق گوئی و بے باکی آپ کا ایسا وصف تھا۔ کہ بقیہ تمام اوصاف حمیدہ میں نمایاں تھا.....

نشا پلا کہ گرانا تو سب کو آتا ہے

مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساتی

۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک کا زمانہ رد و قادیانیت اور تحفظ فتنہ نبوت میں گزارا ۱۹۵۳ء کی تحریک فتنہ نبوت میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ کئی سال جمعیت علماء اسلام کے امیر رہے اور اس شعر کا مصداق بن گئے.....

خوف حاکم، خوف عزت، خوف فقر و خوف جان
کر دیا سب کو فدائے خوف رب العالمین

اس کے بعد قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو احساس ہوا کہ موجودہ زوال پذیر عہد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنقید کا نشانہ بنانا اور ان کے اقوال، افعال، اعمال، کردار کو تختہ مشق بنانا بد بختوں کا معمول بننا جا رہا ہے۔ تو انہوں نے ۱۹۶۹ء میں ”تحریک خدام اہل سنت“ کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھ دی۔ اس تنظیم نے جو روشن کردار ادا کیا اب وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ اس تنظیم نے خلفاء راشدین کی حقانیت، نظام خلافت راشدہ کی ضرورت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صداقت کو جس انداز میں اجاگر کیا وہ ایک انوکھی حیثیت کی حامل ریکارڈ ہے۔ نبوت اور امت کے درمیان وسیلہ اور رابطہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کی جماعت ہے۔ اگر یہی جماعت مشکوک قرار دے دی گئی تو نبوت کی ساری عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔ اسی خاطر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”حق چار یار“ کے نام سے ۱۹۸۹ء میں ایک دینی جریدہ جاری کیا۔ یہ تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان ماہنامہ ہے۔ گویا حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر و تحریر سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع کیا۔ مگر افرقوں کا تعاقب کیا۔ مسلک حق سے انحراف کرنے والوں کا بھرپور علمی محاسبہ کیا اور اس میں کسی قسم کی ناگواری کی کوئی پرواہ نہیں کی اور اہل سنت والجماعت کے تمام عوام اور خواص میں بیداری پیدا کرنے کے لیے انتھک کوشش کی اور بڑی حد تک کامیاب رہے۔

تم باذن اللہ کہہ کر خلق کو زندہ کیا
پھونک دی مردوں میں روح ایمان بالیقین

راقم الحروف چونکہ اب درس و تدریس میں بالکل کتب طفل ہے اور تدریس کی خدمت کا بوجھ اٹھا کر اکابرین کے نقش قدم پر چلنے کے لیے خدمت دین کی خاطر مصروف عمل ہے۔ اس سے پہلے ۱۹۹۷ء میں ہندو دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں درجہ سادہ کا طالب علم تھا۔ کلاس میں دوستی چکوال سے پڑھ کر آئے تھے۔ جن میں سے اب ایک ساتھی قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں مدرس ہے۔ مولانا عزیز الحق صاحب تاجک والے، جو کہ حضرت قاضی صاحب سے بیعت بھی ہیں۔ ان کی معیت میں ۱۲ ربیع الاول کے جلسہ میں قاضی صاحب کے بیان اور خطاب سے مستفید ہوا اور مصافحہ کا شوق بھی حاصل کیا اور ساتھ ہی ایک اور شرف حاصل کیا کہ مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان جو کہ رد غیر مقلدیت پر تھا بھی سنا اور ملاقات بھی ہوئی۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان پہلے پنجابی میں شروع کیا اور

شروع کرتے ہی خود غرو لگایا کہ خلافت راشدہ جواب ملا کہ "حق چار بار جوڑ" پھر قاضی صاحب نے یکدم بیان اردو میں جاری رکھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل تھا کہ بیان سے مستفید ہوا۔
آہ کس قدر جلد یہ باتیں خواب و خیال ہو گئیں.....

دھوڑتی پھرتی ہیں آنکھیں آج ان ایام کو
آہ دو راتیں کہاں اور ہائے ایسے دن کہاں
دیکھنے والوں نے کیا دیکھا بتائیں کس طرح
خواب کی تھی اک کہانی خواب کا تھا اک سماں

ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ حضرت قاضی صاحب کو اعلیٰ علیین میں مقام دے۔
معفرت فرمائیں اور سیئات معاف فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔
اور تحریک خدام اہل سنت کو کامیاب فرما کر حضرت قاضی صاحب کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔



TAHIR
Stationers & Book Sellers

بیشمار نسخہ میرے شیخ حضرت مولانا قاضی مفتی حسین رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے ہاں ہر قسم کے قرآن پاک،
مذہب ہائے اہل سنت و جماعت کی کتب،
مذہب و مینتور طاہر و منہتور

طاہر شیخ سٹیشنرز اینڈ بک سلرز

بالتاقل کورنٹ پوسٹ گر بجوٹ کالج چکوال فون: 0573-501113

حق و صداقت کی..... انمول مثال

کچھ مولانا نور حسین عارف مظہری ☆

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں علمی جلالت و عظمت کی حامل نابذ روزگار شخصیات پیدا فرمائیں۔ جنہوں نے اپنے خون و جگر سے سنت رسول کا احیاء فرمایا اور سنت کی دل آویز مہک سے اسلام کے متوالوں کے دل و دماغ کو معطر کیا۔

اپنے علوم و معارف کے گراں قدر خزانوں سے ملت اسلامیہ کی آبیاری کی۔ اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر کفر و شرک بدعات و رسومات کی بادِ سموم سے سنت رسول کا تحفظ کیا طاعنوں کی قوتوں کے جبر و استبداد کے سامنے سینہ سپر ہو کر اُن کے ناپاک عزائم کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ ان شخصیات کا زندگی بھر یہ طرہ امتیاز رہا کہ اگر وہ ایک طرف درس و تدریس کے ذریعہ ربی خلائق ہیں تو دوسری جانب تصنیف و تالیف کے میدان کے شہسوار ہیں۔

اگر محراب و منبر میں اُن کی صدائے حق گونجتی ہے تو دوسری طرف میدان کارزار میں اُن کی تیز دھار لکڑیوں کی چمک بھی نظر آتی ہے۔

اگر راتوں میں اُن کو عبادت و ریاضت میں سوز و گداز کرتے ہوئے دیکھا گیا تو دن میں انہیں مخلوق خدا کے دلوں سے شرک و بدعات کی گندگی کو دور کرتے ہوئے پایا گیا۔

ان خوبیوں کی وجہ سے ہی زمانہ نے اُن کو ایک انمول موتی بنادیا جس کی وجہ سے زمانہ کے اندر اچھی نگاہوں سے دیکھے گئے اور ان کے اخلاقِ عالیہ کو دیکھ کر بڑے بڑے سفاک زمانہ محبوب خدا بن گئے۔

ان مقدس ہستیوں میں قائد اہل سنت پیر طریقت رہبر شریعت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کی ایک ذات تھی جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے آخری بہارتھی۔ جن کی زندگی سنت رسول سے سرشار تھی۔ زہد و تقویٰ سے آباد تھی۔ توکل علی اللہ جن کی صدا تھی۔ امانت و دیانت

جن کی غذا تھی۔ مسکراہٹ میں سنت رسول جن کی ادا تھی۔ جن کی زندگی حق و صداقت میں ایک نمونہ مثال تھی۔ کفر و شرک کے ایوانوں کو زیر و زبر کرنے کے لیے جن کی کوشش لگا تھی۔ رافضیت و خا رجیت کے لیے جن کی قلم تیز دھار تلوار تھی۔ پرچم اسلام کو بلند کرنا جن کی منزل مراد تھی۔ عظمت رسول و عظمت صحابہ و اہل بیت پر جن کی جان نثار تھی۔ مسلک اہل سنت کا پرچار کرنا جن کی شب و روز سوچ و بچار تھی۔ ہر سنی کو مسلک اہل سنت سے واقفیت کرانے کے لیے جن کی زندگی بے تاب تھی۔ ہر کارکن کی قدر دانی کرنا جن کی پروا تھی۔

افسوس صد افسوس کہ وہ ہستی یوں جدا ہوئی کہ علم انگشت بدندان ہو کر دیکھتا رہ گیا اور حلم پر ایک تیزی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ دل نے کہا اب وہ ہستی تم سے قیامت کی صبح تک جدا ہو گئی۔ غم کو ہلکا کرنے کے لیے خوب رولو۔ شاید کہ دل کے چکر میں آ کر ہم کچھ کر لیتے لیکن فوراً حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وہ جملہ آنکھوں کے سامنے آ گیا جو انہوں نے نبی پاک ﷺ کی وفات کے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ اگر آپ ﷺ نے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں آپ کی وفات پر اتار دیتا کہ آنکھوں سے آنسو ختم ہو جاتے۔

بس ہم نے بھی اسی بات پر عمل کیا۔ گو ہمارے سینے حضرت قائد بیہیہ کی جدائی کے غم سے چھلنی ہیں لیکن حضرت یعقوب نبی کی سنت فہو کظیم پر عمل کرنا اہل سنت کا ہمیشہ سے طرہ امتیاز رہا ہے۔ بندہ ناچیز بھی ان سعادت مند لوگوں میں سے ایک ہے جنہوں نے حضرت قائد کے حضور سفر کو قریب سے دیکھا۔

غالباً ۱۹۶۶ء کی بات ہے کہ بندہ ۱۳ سال کی عمر میں حضرت قائد کے مدرسہ اظہار الاسلام میں حضرت حاجی نادر خان صاحب کی کوشش سے حفظ قرآن کریم کے لیے داخل ہوا پھر تقریباً چار سال تک حضرت کے زیر سایہ رہ کر قرآن حفظ کیا۔ چونکہ میرا بچپن تھا حضرت کے گھر آنا جانا تھا آنے والے مہمانوں کے لیے اکثر میں بھی ناشتہ اور کھانا لایا کرتا تھا۔ اس وقت جو کچھ میں نے دیکھا تھا آج بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ حضرت کی عاجزی اور تقویٰ کی تصویر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔

گو میں نے حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی بیہیہ کو نہیں دیکھا۔ لیکن ان کی لہیت، زہد و تقویٰ، فصاحت پر صبر و استقامت، اتباع سنت رسول ﷺ اور ان کی حق گوئی حضرت قائد بیہیہ کی شکل میں دیکھی۔ حضرت جی اپنے شیخ حضرت مدنی بیہیہ کی ایک کامل تصویر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے قائد کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ ایک خوبی یہ بھی تھی کہ جس با۔ کو حق سمجھا اُس پر ڈٹ گئے اور اس کا اظہار برملا فرمایا اور اس سلسلہ میں کسی فرد کی مخالفت کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی۔ اسی

وجہ سے حضرت بریلویؒ کے بارے میرے استاد محترم مفسر قرآن حضرت صفی عبدالحمید سواتی مدظلہ نے فرمایا تھا۔ آپ اہل حق کے ترجمان اور سلف کے امین ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں بھٹو کے دور اقتدار میں نظام مصطفیٰ کے نام سے پاکستان میں بڑی زور و شور سے تحریک چلی ہر مسلک کے علماء ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے اور پاکستان قومی اتحاد کے نام سے ایک جماعت بنی حضرت مفتی محمود صاحب اس کے صدر تھے۔ میرے قائد حضرت جی بریلویؒ اس اتحاد سے الگ رہے اور فرمایا میں ایسے اتحاد میں شامل نہیں ہوں گا جس میں مودودی خاکساری وغیرہ گمراہ جماعتیں شامل ہوں کیونکہ میرے شیخ حضرت مدنی بریلویؒ نے ان جماعتوں کو گمراہ فرمایا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور ہر ایک اپنی اپنی لیکر پر سفر کرنے لگا۔ ایک دن عصر کی نماز کے بعد جب کہ میں مدرسہ نصرت العلوم میں زیر تعلیم تھا استاذی المکرم حضرت مولانا عبد القیوم صاحب مدظلہ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا: مولوی چکوالوی حضرت قاضی صاحب مدظلہ نے قومی اتحاد میں شامل نہ ہو کر بڑی بصیرت سے کام لیا ہے۔ بالکل صحیح اور ٹھیک فیصلہ فرمایا ہے۔

اپنے اور اپنے اکابر کے مشن کو داغ دار نہیں کیا۔ اُس پر حضرت قاضی صاحب کی بصیرت کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

پھر بآواز بلند فرمایا:

قاضی مظہر حسین کون ہے؟

جونہ کہے اور نہ باطل کے سامنے جھکے اُس کو قاضی مظہر حسین کہتے ہیں۔

حضرت استاذی المکرم ابوداؤد شریف کا سبق پڑھاتے وقت کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے۔ سنیو جس نے حضرت مدنی کی جھلک دیکھنی ہو چکوال جا کر دیکھو۔ وہاں ایک بابا بیٹھا ہوا ہے جس کی گفتگو اور لباس سے حضرت مدنی کی جھلک نظر آتی ہے۔

حضرت قائد اہل سنت گوجرانوالہ مدرسہ نصرت العلوم میں آتے رہتے تھے۔ اور درس بھی ارشاد فرماتے۔ استاذی المکرم حضرت صفی صاحب مدظلہ بڑی چاہت سے حضرت کا درس رکھتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت مدرسہ میں تشریف لائے۔ جامع مسجد نور کے عقب میں مدرسہ تعلیم النساء کے اندر حضرت کا قیام تھا۔ جب رخصت ہونے لگے تو حضرت مولانا عبد القیوم صاحب مدظلہ استاد الحدیث نے جلدی سے حضرت کے جوتے اٹھائے اور دروازے پر آ کر رکھ دیے پھر ایک جوتا اٹھایا اور اُس کے نیچے ہاتھ پھیرا اور پھر دونوں ہاتھ اپنے منہ پر پھیر کر فرمایا الحمد للہ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ

آنکھوں سے آنسو نکل پڑے کہ میرے حضرت کا علماء کے نزدیک اتنا مقام ہے کہ ایک عالم دین حضرت کے جوتے اٹھانے میں سعادت سمجھتا ہے۔

حضرت قائد کی جرات اور حق گوئی

حضرت کی جرات اور حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ چکوال کی زمین پر جو بھی فتنہ اٹھا اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یا اللہ مدد کا نعرہ بلند کرتے ہوئے ہاتھ میں حق چار یار کا گرز لے کر ہر فتنے کو پاش پاش کر دیا جو پھر کبھی بھی سر نہ اٹھا سکا۔ میرا غالب علی کا زمانہ تھا۔ مدنی جامع مسجد کے قریب گورنمنٹ گرلز ہائی سکول میں حوا کی بیٹیوں سے ڈانس کرایا جاتا تھا۔ حضرت کو علم ہوا تو سکول کی ہیڈ مسٹریس کو تحریری طور پر آگاہ کیا کہ یہ فعل اسلام کے خلاف ہے اس کو ختم کرو۔ حضرت کو تحریری جواب لکھا گیا کہ یہ سکول کا معاملہ ہے تمہیں اس میں دخل اندازی کا کوئی حق نہیں۔

حضرت نے جمعہ کے موقع پر خوب احتجاج کیا اور فرمایا یہ فعل ہرگز نہیں ہونے دیا جائے گا۔ پھر طلباء مدرسہ کو حکم دیا کہ اس کے خلاف جلوس نکالا جائے۔ ہم نے جلوس نکالا اور خوب احتجاج کیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ شیطانی فعل اپنی موت مر گیا۔

تھانہ چکوال کے قریب عیسائیوں کا گرجا ہے وہاں عیسائیوں کا سکول کھلا ہوا تھا جس میں مسلمان بچے بچیاں بھی پڑھتی تھیں۔ حضرت کب برداشت کر سکتے تھے کہ مسلمانوں کے بچوں کو عیسائی بنایا جائے چنانچہ حضرت کے حکم سے ہم نے جلوس نکالا ایک بینر ہم نے پکڑا ہوا تھا جس پر لکھا ہوا تھا مسلمان بہن بھائی گرجا سکول میں پڑھنا پڑھانا چھوڑ دو، ہم نے شہر میں جلوس نکالا چلتے چلاتے گرجا کے قریب پہنچے تو پولیس آگئی اور کہا کہ اگر جان کی ضرورت ہے تو واپس چلے جاؤ ورنہ تم کو گولی مار دی جائے گی۔ اس جلوس میں حضرت سید عبدالملک شاہ اور ان کے بھائی سید عبدالغفار شاہ صاحب بھی شامل تھے جو ان دنوں مدرسہ اظہار الاسلام مسجد اہادیہ میں زیر تعلیم تھے۔

تھانہ دار نے ایک لکیر کھینچی اور کہا کہ جو بھی اس لکیر سے آگے آئے گا اس کو گولی مار دی جائے گی حضرت شاہ صاحب نے سب سے پہلے اس لکیر کو عبور کیا ان کے پیچھے سب لکیر کو عبور کر گئے تھانہ دار حسرت کی نگاہوں سے دیکھتا ہی رہ گیا۔ الحمد للہ حضرت جی کی کوششوں اور دعاؤں سے ہم نے یہ قلعہ بھی فتح کر لیا۔ سب مسلمان بچوں نے گرجا سکول میں پڑھنا چھوڑ دیا۔ چکوال میں جہلم موز کے قریب حاجی احمد حسین صاحب مرحوم کے گھر کے پاس قادیانوں کی ایک مسجد تھی۔ ایک دفعہ ان کا کوئی مبلغ

لاؤ ڈپیکر لگا کر برسر عام مرزائیت کی تبلیغ کر رہا تھا۔ حضرت نے فوراً احباب کو اطلاع دی پھر جلوس کی شکل میں وہاں گئے اور فرمایا جب تک مظہر حسین زندہ ہے اس وقت تک تم جھوٹے نبی کی تبلیغ نہیں کر سکتے۔ الحمد للہ حضرت کی جرأت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ فتنہ بھی ختم ہو گیا ان فتنوں کے علاوہ چکوال کی سرزمین پر بیسیوں فتنے اٹھے۔ لیکن حضرت جی برہنہ کی جرأت سے نیکنے کی طرح بہہ گئے۔

حضرت کی کھانے میں سادگی

جب میں مدنی جامع مسجد میں حفظ کر رہا تھا اُن دنوں کا واقعہ ہے کہ استاد محترم حضرت حافظ اللہ یار مدظلہ نے مجھے باروچی کی شکایت کے لیے حضرت کے پاس بھیجا ساتھ دو روٹیاں بھی دیں جو جلی ہوئی تھیں کہ حضرت کو دکھاؤ کہ باروچی اس طرح روٹی پکاتا ہے جو کھانے کے قابل نہیں۔ میں وہ روٹیاں حضرت کے پاس لے کر گیا اور باروچی کی شکایت کی۔ اس وقت اپنے مطالعہ والے کمرہ میں بیٹھ کر کچھ تحریر فرما رہے تھے اور ساتھ کوئی چیز کھا رہے تھے۔ میں نے دیکھا چھابی میں گھر کی روٹی تو ہے پر پکی ہوئی کا نصف حصہ تھا جو خشک تھا۔ حضرت وہ چہارہ تھے جب میں نے باروچی کی شکایت کی تو حضرت نے دو روٹیاں پکڑ کر دیکھیں اور فرمایا بھائی ان کو کیا ہے۔ پھر فرمایا بھائی جاؤ جا کر حافظ اللہ یار کو کہو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تمہیں جلی سڑی روٹی تو مل رہی ہے۔ نا ایسے بھی تو اللہ کے بندے ہیں جن کو ایسی روٹی بھی نصیب نہیں ہے۔ پھر فرمایا میں بھی تو کئی دنوں کی پکی ہوئی خشک روٹی کھا رہا ہوں۔

حضرت کا تقویٰ

ایک دن میں مدنی جامع مسجد کے دروازے پر کھڑا تھا کہ ایک آدمی آیا اُس کے ہاتھ میں گوشت تھا جو تقریباً دو ادا کلو کے قریب ہوگا مجھے پکڑاتے ہوئے کہا کہ یہ مدرسہ میں دے دیتا۔ میں نے گوشت پکڑ لیا اور بغیر کسی استاد کے مشورہ کے خود اپنے ذہن میں فیصلہ کر لیا کہ یہ گوشت حضرت کے گھر لے جانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے وہ گوشت جا کر حضرت کے گھر آپاجی مرحومہ و مغفورہ کو دے دیا۔ انہوں نے بھی نہ پوچھا اور خیال کیا کہ حضرت جی نے منگوایا ہوگا۔ کیونکہ حضرت کے گھر کا سودا سلف میں ہی لا کر دیتا تھا۔

خیر گوشت پک گیا۔ جب حضرت کو کھانا پیش کیا گیا تو دیکھا یہ گوشت ہے آپاجی سے فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے؟ آپاجی نے کہا آپ ہی نے تو نور حسین سے منگوایا ہے۔ حضرت نے فرمایا میں نے نہیں منگوایا۔ نور حسین کو بلاؤ۔ جب میں حضرت کے پاس آیا تو فرمایا یہ گوشت تو نے کہاں سے لا کر دیا ہے۔ میں نے

سب واقعہ عرض کر دیا۔ فرمایا کان پکڑ لو کچھ دیر بعد فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ جب میں کھڑا ہوا تو خوب غصہ فرمایا اور کہا یہ گوشت تو طلباء کا تھا۔ تو بغیر پوچھے یہاں کیوں لایا ہے۔ پھر فرمایا آئندہ تم نے ایسی حرکت کی تو سخت سزا ملے گی۔ پھر آجی سے پوچھا کہ گوشت کتنا تھا۔ انہوں نے عرض کی تقریباً آدھا کلو۔ حضرت نے مجھے ایک کلو کے پیسے دیئے اور فرمایا ابھی دفتر میں جاؤ۔ ناظم صاحب سے ان پیسوں کی رسید کٹوا کر مجھے دو۔ میں دفتر گیا اور وہاں سے رسید لے کر حضرت کو دی تو فرمایا یہ سب گوشت پکا ہوا لے جاؤ اور باروچی کو کھوشام کے سالن میں ڈال دے۔

اللہ اللہ یہ تھا میرے حضرت جی کا تقویٰ پھر کیوں نہ ایسی ہستی کی جدائی پر زمین و آسمان افسوس کریں۔

حضرت کی کرامت

دیئے تو حضرت اکثر پروگراموں پر ہوتے تھے اگر جمعرات فراغت ہوتی تو مغرب کی نماز کے بعد پلاٹ میں تشریف لاتے صف بچھا کر بیٹھ جاتے ہم طلباء بھی چھٹی کی وجہ سے فارغ ہوتے۔ کوئی حضرت کے سر کی مالش کرتا اور کوئی ناٹکیں دباتا۔ حضرت ہمیں کوئی سفر کا واقعہ سنا دیتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے ایک سفر میں کئی دفعہ کنڈیکٹر کو کہا کہ بھائی میں نے نماز پڑھنی ہے وقت جارہا ہے لہذا کسی جگہ بس کھڑی کر کے مجھے نماز پڑھنے دو لیکن اُس نے کوئی توجہ نہ دی۔ جب میں نے سختی سے کہا تو اُس کے ذرا یور نے کہا ہم آگے لیٹ ہو گئے ہیں بس نہیں کھڑی ہو سکتی۔ نماز قضاء کر لینا یا پھر اتر جاؤ اور تسلی سے نماز پڑھ کر پیچھے والی بل میں آ جانا۔ خوشاب سے کافی پہلے ایک جگہ بس سواری اتارنے کے لیے کھڑی ہوئی تو میں بھی اتر گیا۔ لوٹا میرے پاس تھا ایک مکان سے پانی لیا اور وضو کرنے لگا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کنڈیکٹر بار بار کہتا ہے استاد جی چلو، استاد جی چلو۔ لیکن ذرا یور بس چلاتا ہے چلتی نہیں نیچے اتر اور بس کو دیکھا پھر چلانے کی کوشش کی بس نہیں چلتی۔ اور کہتا ہے بس میں کوئی خرابی بھی نہیں اور چلتی بھی نہیں۔ اب سب سوار یوں کی توجہ میری طرف ہو گئی کہ اس بزرگ نے بس کو بند کر دیا ہے۔ اتنی دیر میں میں بھی نماز سے فارغ ہو گیا اور بس میں سوار ہو گیا۔ جب سوار ہوا تو بس چل پڑی میں نے تو یہی سمجھا کہ یہ سب نماز کی برکت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نصرت فرمائی لیکن سوار یاں میری طرف دیکھتی اور آپس میں باتیں کرتیں کہ یہ کوئی بزرگ ہے جس نے بس کو بند کر دیا۔ کچھ دیر ہوئی کہ ایک آدمی جس نے چھوٹی چھوٹی داڑھی رکھی ہوئی تھی میرے پاس آیا مصافحہ کیا اور کہا آپ کا تعارف۔ میں نے کہا بھائی میں خدا کا بندہ ہوں میرا نام مظہر حسین ہے چکوال میں رہتا ہوں۔ وہ فوراً سمجھ گیا اور کہا اچھا آپ مولانا قاضی مظہر حسین چکوال والے

جس اُس نے کافی بات چیت کی اور پھر چکوال آنے کا وعدہ کیا۔ ایک دفعہ وہی آدمی جمعہ کے دن آیا جمعہ کے بعد ملاقات کی اپنا تعارف کرایا۔ پھر اپنے گاؤں کے لیے تاریخ ملی (حضرت نے نام بتایا تھا مجھے اب یاد نہیں) اور وہاں بھرپور پروگرام ہوا اور اب تک ہوتا ہے۔

حضرت کی خواب میں زیارت

ابھی حضرت کی وفات کو دو دن ہی ہوئے تھے کہ بدھ کو عصر کی نماز پڑھائی اور طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے چار پائی پر لیٹ گیا اور آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت تشریف لائے چہرہ مبارک سنت رسول کی وجہ سے چمک رہا تھا۔ ہاتھ میں عصا پکڑا ہوا تھا اور گلابی رنگ کا جوڑا اور سر پر سفید کالی دھاریوں والا رومال بندھا ہوا تھا اور مجھے فرمایا بھائی نور حسین تو یہ بتا کہ تجھے ہدایت اور صراطِ مستقیم کس کی وجہ سے ملا ہے میری وجہ سے ہی تجھے خدا نے ہدایت دی ہے نا؟ میں نے عرض کیا جی حضرت آپ کی وجہ سے ہی خدا پاک نے مجھے ہدایت دی ہے۔ پھر فرمایا بھائی اس پر اب قائم رہنا وقت بہت نازک ہے اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ کچھ دنوں کے بعد چکوال حاضری ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد ظہورالحسین اظہر مدظلہ کی زیارت ہوئی۔ چھت کے اوپر بیٹھے کچھ اور بھی احباب زیارت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں نے خواب کا ذکر کیا۔ تو حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ اصل خواب کی تعبیر تو حضرت استاد شیخ الحدیث صاحب مدظلہ بتا سکتے ہیں (مراد حضرت استاد محترم مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ) لیکن میرے خیال میں اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ حضرت کے مشن کے ساتھ وابستہ رہیں اور جماعتِ خدامِ اہل سنت کے ساتھ تعلق رکھیں۔

حضرت کی شفقت

بندہ کی آرزو تھی کہ حضرت میرا نکاح پڑھائیں۔ آخر وہ وقت آ گیا شادی کی تاریخ طے ہو گئی۔ میں اپنی دلی تمنا لے کر حضرت کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت آپ نکاح پڑھائیں ڈر بھی رہا تھا کہ حضرت کسی مجبوری کی وجہ سے انکار ہی نہ فرمادیں کیونکہ حضرت کے مشورہ کے بغیر ہی تاریخ مقرر کر لی تھی۔ حضرت نے سن کر فرمایا اچھا بھائی میں آؤں گا اگر صحت نے اجازت دی۔ میری خوشی کی انتہا ہی نہ رہی کہ حضرت نے قبول فرمایا اب تو میں حضرت کے لیے ہر وقت دعائیں کرتا کہ خدا حضرت کو بیماری سے محفوظ فرمائے ورنہ میری خواہش پوری نہ ہوگی۔

آخر وہ دن آگیا اور انتشار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں کہ آج حضرت تشریف لائیں گے۔ بندہ کو سعادت مندی حاصل ہو گئی۔ اس وقت ٹیلی فون کا سلسلہ نہ تھا کہ معلوم کر لیتا حضرت کب چلیں گے۔ ساڑھے بارہ بجے کے قریب چند دوستوں کو لیا گاؤں کے باہر آ کر کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت کی گاڑی دور سے نظر آگئی ہم راستہ میں کھڑے ہو گئے جب گاڑی قریب آئی اور رکی حضرت سے ملاقات ہوئی تو حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا ”بھائی نور حسین تیری تہ شادی اے تو ادے کدے پھر دیاں ایں“۔ حضرت نکاح والی جگہ تشریف لائے ساتھ حافظ عبد الوحید خفی اور دیگر احباب تھے حضرت نے تقریباً پونا گھنٹہ خطاب فرمایا۔ جس کا موضوع تھا کلمہ اسلام میں تبدیلی کی خطرناک سازش۔ اس کے بعد دو بج کر بائیس منٹ پر حضرت نے خطبہ نکاح ارشاد فرمایا یوں بندہ کو وہ سعادت حاصل ہوئی جس پر آج بھی فخر کرتا ہوں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں

اللہ تعالیٰ نے آپ کے کندھوں پر بہت بڑی امانت رکھی ہے جماعت کے ہر کارکن کی نظر آپ پر ہے۔ آپ نے ہی حضرت کے دینی مشن کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔ لہذا ہر قدم سوچ سمجھ کر رکھنا تاکہ حضرت کے لگائے ہوئے شجر طیبہ کا کوئی پتہ مرجھانہ جائے۔

حضرت کی طرح جماعتی احباب کو ساتھ لے کر چلیں تاکہ ہر رکاوٹ ڈالنے والی شیطانی سوچ ختم ہوا جائے اور اتفاق و اتحاد والی فضا ہر سو چھا جائے۔ آپ اپنے آپ کو کبھی بھی تنہا نہ سمجھیں۔ جماعت کے ہر کارکن نے آپ کی محبت سے دل کو سرشار کیا ہوا ہے۔ بلکہ آپ کے اشارے پر خون کا آخری قطرہ بھی بہا دینا سعادت سمجھتا ہے۔ کیونکہ آپ کے جسم سے خدام کو حضرت کی خوشبو آتی ہے۔ خدا کرے آپ کی قیادت میں خدام کا پرچم اسی طرح لہراتا ہوا نظر آئے جیسا کہ حضرت کی زندگی میں لہراتا ہوا نظر آتا تھا۔ اور خلافت راشدہ حق چاریاڑ کی گونج گلی کوچہ میں اسی طرح آتی رہے قیامت کی صبح تک ماند نہ پڑے۔ غرضیکہ حضرت نے جو باغ لگایا تھا اُس کی آبیاری اب آپ نے کرنی ہے اور اس طریقہ سے کرنی ہے کہ باغ کی کوئی کلی مرجھانہ جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت نصیب فرمائے اور اپنے اکابر کے دینی مشن کی رکھوالی کرنے کی توفیق فرمائے۔

مسک دیوبند کے محافظ!

کھ حافظ عبد الجبار سنی

مسک دیوبند کے بے لوث محافظ، سلوک و طریقت کے درخشندہ ستارے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و شاگرد، خفی المشرّب، اکابر و اسلاف کا نمونہ، تقویٰ و طہارت، اور مختلف صفات سے باہر۔ زبان و قلم کے بادشاہ، اپنی بات کے استدلال میں بے مثال، وکیل صحابہ و صحابہ، شمشیر بے نیام حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کا سن کرام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ جہنما کا ایک شعر نوک زباں پر آ جاتا ہے۔

لو كانت الدنيا لدم لواحده

لكان رسول الله فيها مخلدا

یعنی اس دنیا کے اندر کسی فرد واحد کو بھی ہمیشہ زندہ رہنے کی صلاحیت ہوتی تو یہ اعزاز میرے سر تاج، میرے آقا و موصی پیغمبر کو حاصل ہوتا کہ وہ ہمیشہ اس دنیا میں رونق افروز رہے۔ حضرت اقدس کی ”بشت پہلو“ شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ حضرت کا وجود ظلم و عمل کا جیتا جاگتا نمونہ تھا۔ آپ کی برسائیں، برصدا، اور ہر جنبش قلم، ظلم و فساد کی ترقی، اسلام کی سر بلندی، اور امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے لیے بے تاب، اور سرگرم عمل تھی۔ مسک دیوبند اور مذہب اہل سنت و جماعت کے دفاع کے لیے نکلے نکوار تھے اور اس میدان میں آپ نے تنہا اپنی اداروں سے بڑھ کر کام کیا۔ مختلف فتنوں کے خلاف آپ نے حقیقی مضامین کا ایسا ذخیرہ چھوڑا ہے کہ امت کو تقویٰ کا شوق ہی نہ رہے۔ افسوس کہ موت نے ”ایسے گوہر آبدار“ کو ہم سے چھین لیا۔ جس کی اس ”مفلس“ سنی قوم کو کافی ضرورت تھی۔ ”مردش دوران“ اور ”طوفان فنا“ نے ایک اور مشعل کو ہمیشہ کے لیے گل کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا میدان تصنیف میں قلم کا یہ اعجاز تھا کہ جس موضوع پر بھی قلم اُٹھاتے۔ وہ

نسبی، تحقیقی، تاریخی اور تنقیدی جیسا بھی ”مطلق“ موضوع ہوتا آپ اس پر ایسے دلائل رقم فرماتے کہ موضوع کا حق ادا ہو جاتا..... فرق باطلہ کے تعاقب میں آپ نے مختلف کتابیں لکھ کر ان کو بے نقاب کیا ہے۔ خصوصاً شیعیت، خارجیت اور مودودیت کا مؤثر رد کیا اور اگر اس دوران کسی نے ”دیوبندیت“ کا لبادہ اوڑھ کر اکابرین دیوبند کے مسلک حق کے خلاف قدم اٹھایا تو حضرت اقدس بریلویؒ سے بھی غافل نہیں رہے۔ مسلک پر سختی سے کاربند تھے۔ راقم الحروف جب لاہور سے بیعت کرنے کی غرض سے چکوال گیا تو حضرت والا کی مجلس میں بیٹھ کر خود سنا ”کہ میں اکابر علماء دیوبند کا مردہ جامد، اور ائمہ مقلد ہوں“..... سبحان اللہ! بلاشبہ اسلاف سے حضرت بریلویؒ کی محبت قابل رشک بھی تھی اور قابل تقلید بھی۔ جن خوش قسمت حضرات کو حضرت اقدس بریلویؒ کی زیارت ہوئی وہ جانتے ہیں کہ ان کی زندگی اتباع سنت کی ”تجلیات“ سے منور تھی۔ وہ اپنے ”شگفتہ قلم“ اور ”شفقانہ قلم“ سے شانہ روز اصحاب رسول ﷺ کے دفاع میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت بریلویؒ کی متواضع شخصیت اور ”شیریں گفتگو“ اپنی طرف کھینچتی تھی۔ اور ان کا ”حکیمانہ انداز“ مخاطب و نگارش قلوب میں گھر کرتا تھا۔ حضرت والا مختلف فتنوں کے متعلق انتہائی ”بے چین“ رہتے تھے، اور کسی شخصیت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ”مجاہدانہ جذبے“ سے ان کی سرکوبی کے لیے ”آمداد پیکار“ رہتے تھے۔ ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کا معاملہ ہو، یا حضرات صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے تقدس کا معاملہ ہو۔ ہر میدان میں آپ بریلویؒ سینہ سپر رہتے تھے۔

حضرت بریلویؒ اپنے وقت کے معروف ”صاحب طریقت“ بھی تھے، ان کے ”سوزدروں“ نے بے شمار متلاشیان حق کے اطوار زندگی بدل ڈالے۔ عوام الناس میں ایک بہت بڑا ”سنجیدہ طبقہ“ حضرت کا عقیدت مند اور ”دلدادہ“ تھا۔ وہ اہل سنت کا ایک ”قیمتی اثاثہ“ تھے۔ وہ مردود و لیش اور مرد و قلندر تھے۔ مادی وسائل نہ ہونے کے باوجود ”ان کے تالہ ہائے نیم شبی“ کی بدولت اسلام اور اہل اسلام کے مسائل و مشکلات کے لیے وقف تھی۔ اللہ پاک کی ذات ”قادر“ ہے جو ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہے۔ مگر بظاہر اس قسط الرجال میں یوں نظر آتا ہے کہ حضرت اقدس بریلویؒ کا خلا شاید کبھی پورا نہ ہو سکے۔ قادیانیت، رافضیت اور ”مہاتیت“ آپ کا وجود برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ تمام مصالحت سے بے نیاز ہو کر ”فتنوں“ کے سامنے پوری جرأت سے ڈٹ جانے والا ”وہ چراغ روشن“ گل ہو گیا.....

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روٹی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے، چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت کا شمار "اکابرین" میں ہوتا تھا۔ اکثر سنی جماعتوں کی قیادت حضرت والا سے خلف امور میں مشورہ کرتی تھی۔ اور آپ رحمہ اللہ کی رائے کو اہمیت دی جاتی تھی۔ مگر آپ رحمہ اللہ "اصاغر" کی بھی "دلجوئی" فرماتے تھے۔ ان کی پوری اصلاح فرماتے تھے۔ راقم الحروف کا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آج کل بڑے بڑے حضرات تکلفات اور تصنع و بناوٹ کی "دلدل" میں پھنس کر "کبر و نخوت" کے مریض بن جاتے ہیں۔ مگر حضرت اقدس رحمہ اللہ کو "پیکر مجر و نیاز" کہہ دیا جائے تو بھانہ ہوگا۔ راقم الحروف یہ سننے سے قبل آپ کی کتابوں سے متاثر ہوا تھا۔ خصوصاً آپ کی مشہور کتاب "بہار الدارین بالصبر علی شہادت الحسین" نے تو انقلاب برپا کر دیا۔ یہ ردِ قائم پر ایک لا جواب کتاب ہے۔ اور اسی موضوع پر آپ کی ایک مختصر مگر نہایت جامع کتاب "ہم قائم کیوں نہیں کرتے ہے" جس میں اہل سنت کے نظریے کو کتاب و سنت سے پیش کر کے "رافضیہ کے ایوانوں میں" بالکل "چا دی گئی" ہے۔ آپ کی بزرگی اور تقویٰ کا معترف تو "مخالف" بھی تھا۔ چنانچہ حضرت رحمہ اللہ کے دامن ولایت سے وابستہ ہونے کی ٹھان لی، اور حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ آف بھکر (امیر جمعیت علماء اسلام صوبہ پنجاب) کی خدمت میں راقم حاضر ہوا، حضرت مدظلہ نے "سفارشی" رقعہ دیا اور ساتھ ہی تحریک خدام اہل سنت کے مبلغ مولانا قاری محمد عبید اللہ صاحب نے بھی ایک "چٹھی" دی اور راقم چکوال پہنچ گیا۔ جناب حافظ عبدالوحید حنفی صاحب نے "انٹرکام" پر بتلایا کہ لاہور سے مہمان آئے ہیں اور زیارت کے مشتاق ہیں۔ حضرت والا نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اجازت مرحمت فرمائی۔ الحمد للہ زیارت ہوئی حضرت کے ہاتھ پر بیعت بھی ہوئی اور کافی دیر حضرت نصیحت فرماتے رہے۔ فرمایا کہ تمام فتنوں کے خلاف ڈٹ کر کام کرو۔ میں نے کہا حضرت میرے پاس آپ کی تصنیف "کشف خارجیت" نہیں ہے۔ تو فرمایا یہ کافی ساری کتابیں نایاب ہیں۔ اور پھر ساتھ ہی حضرت رحمہ اللہ نے اپنے "دولت خانے" پر موجود اپنی ذاتی کتاب "کشف خارجیت" نکالی اور میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا، لو اس کو پڑھ لو۔ یہ تمہاری ہے۔ آج کے اس دور میں "چھوٹوں" سے اتنی شفقت، محبت اور پیار دینے والا ڈھونڈنے سے بھی "کم ہی ملتا ہے۔"

حضرت اقدس رحمہ اللہ فتنوں کے تعاقب میں!

دنیا میں جو بھی فتنہ پھیلتا ہے وہ اپنا ایک اثر ضرور دکھاتا ہے۔ پھر علماء حق آگے بڑھ کر اس فتنے کے

ساتھ ”چوکھی“ لڑائی لڑتے ہیں، حق و باطل کی کشمکش جاری رہتی ہے اور بالآخر حق کے سامنے نہ ٹھہرتے ہوئے باطل چاروں شانے چت ہو جاتا ہے۔ علماء دیوبند کا ہر دور میں یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے فتوں کی سرکوبی کرتے ہوئے حق کو واضح کیا اور اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ اس دور میں حضرت اقدس بیٹے نے پوری لٹکار کے ساتھ ”باطل فتوں“ کا تعاقب کیا ہے۔ آپ کی تقریریں تو بے شمار ہیں لیکن ذیل میں ہم آپ کی تصانیف کا مختصر ذکر کریں گے جو رہتی دنیا تک اہل باطل کے سروں پر کموار کی طرح لٹکتی رہیں گی۔

①.....

۱۳۹۳ھ میں شیعوں نے ماتم کے جواز میں ایک کتاب بنام ”فلاح الکونین فی عزاء الحسین“ لکھی اور پورے ملک یہ کتاب تقسیم ہوئی۔ حسبِ عادت کتاب ہذا میں شیعہ حضرات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بالخصوص خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تبرا کیا۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد حضرت اقدس بیٹے بھلا چین سے کہاں بیٹھے۔ چنانچہ ایک ضخیم اور لا جواب کتاب آپ نے اس کے جواب میں لکھی جس کا نام ”بشارۃ الدارین“ ہے۔ دنیائے رافضیت تاصبح قیامت اس کا جواب دینے سے عاجز ہے۔ لیکن اس کتاب کی موجودگی میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو مختصر ہوتی اور عوام الناس جسے بآسانی سمجھ پاتے۔ چنانچہ حضرت اقدس بیٹے نے بیس صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ بنام ”ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟“ لکھا اور یوں کم علم رکھنے والے حضرات کی عقلی بھی زد ہو گئی۔

②.....

جماعت اسلامی کے بانی ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے پوری امت کو حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انبیاء کرام کو بھی آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ جن کے متعلق شبید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی بیٹے نے بجا فرمایا ہے کہ مودودی صاحب جب ”تہذیب جدید اور الحاد و زندقہ“ کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث گفتگو کر رہا ہے اور دوسرے ہی لمحے جب وہ اہل حق کے خلاف خامہ فرسائی فرماتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے مسٹر پرویز، یا غلام احمد قادیانی کا قلم کھینچ لیا ہے۔ [اختلاف امت اور صراطِ مستقیم، حصہ اول]

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین بیٹے بھی مودودیت کو بہت بڑا فتنہ قرار دیتے تھے۔ اور حضرت بیٹے کا بالکل واضح اور بے لچک موقف تھا کہ مودودیت و شیعیت ایک سکے کے دو رخ ہیں۔ چنانچہ آپ نے

تقریرات تقریراً اس فتنے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ ۱۹۵۸ء میں حضرت نے ایک کتاب ”مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر“ کے نام سے شائع کی جو بہت مقبول ہوئی اور اسی دوران آپ نے ایک اور کتاب ”مودودی مذہب“ شائع کی..... ان دو کتابوں کی اشاعت کے بعد ”قصر مودودیت میں گویا بھونچال آگیا“..... اور اگست ۱۹۶۱ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سابق مدرس مولانا محمد یوسف صاحب نے ایک کتاب ”علمی جائزہ“ لکھی جس میں انہوں نے اپنی پوری طاقت سے مودودی صاحب کا دفاع کیا۔ پھر حضرت بریلوی نے ”علمی جائزہ“ کے جواب میں تقریباً ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل کتاب ”علمی محاسبہ“ لکھی اور مودودی ”وکلاء“ کو چھٹی کا دودھ یا دودلا دیا..... اس کے علاوہ ”عقیدہ عصمتِ انبیاء اور مودودی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مودودی، کھلی چشمی بنام مودودی صاحب، جوابی مکتوب بنام قاضی حسین احمد وغیرہ اہم اور شاہکار کتب ہیں۔

﴿.....﴾

وطن عزیز میں رافضیت کی طرح ”خارجیت“ کا فتنہ بھی ”بال و پر“ نکالے ہوئے ہے اور غالباً یہی گروہ یزید کا بھی ”بلا اجرت“ وکیل ہے۔ آئے روز یہ طبقہ اپنے گمراہ کن نظریات پھیلاتا رہتا ہے۔ پاکستان میں فتنہ یزیدیت کا بانی محمود احمد عباسی ہے اور عباسی ہی کے متاثرین میں سے مولانا محمد اسحاق سندیلوی صاحب (کراچی) بھی تھے، جنہوں نے عباسی مشن کو آگے بڑھایا، چنانچہ حضرت اقدس بریلوی نے دو حصوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ”خارجی فتنہ“ لکھی۔ جو علمی و تحقیقی حلقوں میں بہت ہی زیادہ پسند کی گئی۔ اس کتاب کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ اس پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی بریلوی نے ماہنامہ ”بینات“ میں تبصرہ کیا جس کی وجہ سے مولانا اسحاق سندیلوی جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے مستعفی ہو گئے تھے۔ اسی کتاب کے متعلق حضرت مولانا سید انور حسین شاہ صاحب نفیس مدظلہ لکھتے ہیں..... اس فتنے کی بیخ کنی کے لیے اللہ تعالیٰ نے زبدۃ العلماء عمدہ الصلحاء مولانا قاضی مظہر حسین کو منتخب فرمایا ہے۔ حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب (مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور) اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں..... حضرت قاضی صاحب زید مجدہ نے اہل حق کے مسلک کو مفصل اور مدلل بیان فرما کر اہل سنت و جماعت پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ ۱۹۸۶ء میں حضرت بریلوی نے ایک اور کتاب ”کشف خارجیت“ لکھ کر خارجیوں کو ناکوں پنے چبوائے۔ اس کے علاوہ ہر تقریر میں اور خصوصاً اپنے ماہنامہ جریدہ حق چاریار رضی اللہ عنہ میں قسط وار خارجیت کا تعاقب کرتے رہے۔

نظر" کر دیا جاتا ہے مگر حضرت بریلے کے نزدیک سب سے پہلے "مسک کی آبرو" ہوتی اور بارہا کچھ حضرات کے منہ سے سنا کہ ہر ایک پر تنقید اچھی نہیں ہوتی۔ مصلحت سے کام لینا چاہیے وغیرہ وغیرہ..... مگر حضرت بریلے کی "مستقل مزاجی" کی داد دیجئے کہ "طعنوں کے نشتر چلتے رہے، تنقیدات کی آندھیاں چلتی رہیں" مگر آپ "استقامت" کا کوہ سار تھے اور اس موقع پر حضرت مولانا محمد امین صفدر اودکاڑوی بریلے کی وہ بات یاد آ جاتی ہے جب کسی نے پوچھا کہ آپ کے حضرت قاضی صاحب ختی بہت کرتے ہیں تو مولانا اودکاڑوی بریلے نے جواب دیا اگر قاضی صاحب ختی چھوڑ دیتے تو آدھی دیوبندیت "مما تیت" اور آدھی "خارجیت" کا شکار ہو جاتی..... مولانا اودکاڑوی بریلے کی اس بات سے سو فیصد اتفاق کیا جاسکتا ہے..... غرضیکہ کون سا فتنہ ہے جو حضرت بریلے کی "تلوار کی کاٹ" سے محفوظ رہا۔ بلاشبہ آپ نے مسک کی وکالت کا حق ادا کر دیا ہے، اللہ پاک مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آپ کے خدام، متوسلین کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب کرے۔ آپ کے دینی مدارس، جماعت، اور ادارہ حق چار یار رحمہ اللہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب کرے اور اللہ کرے کہ حضرت بریلے کی جدوجہد اور محنت کی برکت سے "وطن عزیز میں نظام خلافت راشدہ" کا نفاذ ہو اور تب تک بلکہ تا صبح قیامت یہ دھرتی "حق چار یار رحمہ اللہ" کے نعروں سے گونجتی رہے۔

آہ! گلچین چمن تجھ سے نادانی ہوئی
پھول وہ توڑا کہ گلشن بھر میں ویرانی ہوئی



﴿ تَعْمَلُ بَوْمَ الْاَكْفَارِ ﴾ اس آیت کی روشنی میں بعدہ کے نزدیک مگر صحابہ کرامؓ

ہر قسم کی کمزریاں اور موہل فتنوں کی مرمت و ہرزہ جات کیلئے ہر حربہ لائیں
— نیز جماعتی احباب کے لئے خصوصی رسالیت —

دارُ السَّاعَتِ

خاک پائے مظہری

محمد شکور عفی عنہ (دار الساعت) جمپٹر بازار پکوال

مسجدوں کے کلاک
کن ریپرننگ مفت

لایخافون لومة لائم کی عملی تفسیر

کھ مولانا محمد فاروق ہزاروی ☆

۲۶ جنوری ۲۰۰۳ء عالم اسلام کی نابذہ روزگار شخصیت، پاکستان میں علمائے دیوبند کی حقیقی شہادت، وکیل صحابہ و اہل بیت جو بیخِ خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی بیسیدہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین بیسیدہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آہ! بیسیدہ، یہ لفظ زبان لینے کو تیار ہے نہ قلم لکھنے کو۔ آج کیسے یہ الفاظ اُس ذات کے لیے نکلیں جو ہم مریدین و کارکنانِ جماعت کے لیے اپنے والدین سے زیادہ شفیق اور اپنے اساتذہ سے زیادہ رہنما تھے۔ ہمیں تو بڑبڑاہٹ اس ربی کی ضرورت ہے لیکن شاید ذاتِ عالی کو یہی منظور ہے۔ کل من علیہا فان

دو میرے زمانہ طالب علمی کے آخری ایام تھے، جب ۷۳-۱۹۷۲ء میں ختم نبوت کی تحریک پورے ملک میں شروع ہو چکی تھی۔ چونکہ جہلم تحریک خدام اہل سنت کا دوسرا بڑا مرکز ہے۔ لہذا حضرت جی بیسیدہ کی قیادت میں تین بسوں پر مشتمل ایک قافلہ جلوس کی صورت میں جہلم آیا، وہاں حضرت بیسیدہ کے صاحبزادے قاضی محمد ظہور الحسین اظہر کا بیان ہوا۔ حضرت جی بیسیدہ نے مقررین کے اعتراضات کے اپنے علم و حکمت سے خوب دلائل کے ساتھ جوابات دیئے۔ میں بذاتِ خود وہاں موجود تھا۔ حضرت جی بیسیدہ کے علم و حکمت سے پر جوابات سن کر حضرت بیسیدہ کی عالمانہ حکمت اور عارفانہ فضیلت کا تہہ دل سے قائل ہو گیا اور فیصلہ کر لیا کہ آئندہ ان شاء اللہ تاحیات حضرت بیسیدہ سے منسلک رہوں گا۔

حضرت بیسیدہ سے منسلک ہونے سے پہلے بھی میں تحریک خدام اہل سنت و جماعت کا کارکن تھا کیونکہ مفتی، مربی، استاد محترم جناب حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی بیسیدہ تحریک خدام اہل سنت و جماعت صوبہ پنجاب کے امیر تھے اور میں انہی کے لگائے گئے شجرِ سدا بہار (جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم) میں انہی کے زیرِ سایہ حصول علم کی کوشش میں مصروف تھا۔ حضرت جی بیسیدہ سے بیعت ہونے کے

بعد حضرت بھٹیہ کی کامل واکمل ولایت اور علمی شخصیت سے پوری طرح آگاہی ہوئی۔ آپ بھٹیہ نے اپنے ہر مرید و ساتھی کی ایسی رہنمائی کی کہ ہم یہ سمجھتے ہیں اگر حضرت بھٹیہ نہ ہوتے تو شاید ہی ہم اس پر فتن دور میں اسلاف کے حقیقی مسلک پر کار بند رہ سکتے۔

حضرت جی بھٹیہ پاکستان بننے کے بعد سے ۱۹۶۰ء تک جمعیت علمائے اسلام سے منسلک رہے۔ ۱۹۵۶ء میں جب جمعیت کی نشاط ثانیہ ہوئی اور حضرت لاہوری بھٹیہ کو امیر چنا گیا۔ اس وقت حضرت لاہوری بھٹیہ نے آپ بھٹیہ کو ضلع جہلم کا امیر مقرر کیا تھا۔ پھر جب ۱۹۵۸ء میں ایوب خان نے سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی تو جمعیت کا نام تبدیل کر کے نظام العلماء رکھا گیا۔ حضرت لاہوری بھٹیہ اور حضرت ہزاروی بھٹیہ کی زبان بندی کی وجہ سے نظام العلماء کی قیادت مولانا شمس الحق افغانی بھٹیہ کے سپرد کر دی گئی جنہوں نے حضرت جی بھٹیہ کو بھی مجلس شوریٰ میں شامل کر لیا۔ جب ۱۹۶۲ء میں سیاسی جماعتیں بحال ہو گئیں تو حضرت درخواستی بھٹیہ جمعیت علمائے اسلام کے امیر مقرر ہوئے (اسی سال حضرت لاہوری بھٹیہ وفات پا گئے تھے) حضرت درخواستی بھٹیہ نے حضرت جی بھٹیہ کو شمالی پنجاب کا ناظم اعلیٰ اور ۱۹۶۵ء میں امیر مقرر کر دیا تھا۔ حضرت جی بھٹیہ کے زیر سایہ ۱۹۶۵ء سے لے کر ۱۹۷۰ء تک جمعیت علماء اسلام نے پنجاب میں ریکارڈ ترقی کی۔

۱۹۶۹ء میں جماعت اسلامی اور دیگر سیکولر جماعتوں سے اشتراک اور ۱۹۷۰ء میں متحدہ دینی محاذ (جس میں خاکسار تحریک بھی شامل تھی) حضرت جی بھٹیہ کی جمعیت سے علیحدگی کے اسباب ہیں۔ حضرت جی بھٹیہ نے بروقت قائدین جمعیت کو جماعت اسلامی اور خاکسار سے علمائے دیوبند کے نظریاتی اختلاف اور اپنے احتجاج سے آگاہ کیا۔ لیکن حوصہ افزاء جواب نہ ملنے پر تحریک خدام اہل سنت و جماعت کی بنیاد رکھی اور پیر طریقت رہبر شریعت ولی کامل حضرت خورشید احمد بھٹیہ کو امیر مقرر کر کے کام شروع کر دیا۔ اسی جماعتی پلیٹ فارم سے آپ بھٹیہ نے پوری استقامت سے مسلک علمائے حق کا تحفظ اور پرچار کیا۔ اس پر فتن دور میں جب صبح و شام نئے نئے فتنوں کی یلغار تھی ہر باطل اور گمراہ فتنے کا پورا پورا تعاقب کیا۔

تحریک خدام اہل سنت کے قیام کے بعد آپ بھٹیہ نے لایچانوں لومہ لائم کی علمی تفسیر بن کر جس نے بھی ذرہ بھر اسلاف کے مسلک سے روگردانی کی پوری پوری سرزنش کی اور خلیفہ مدنی بھٹیہ ہونے کا پورا پورا حق ادا کیا۔ آپ بھٹیہ کے رفیق خاص حضرت جہلمی بھٹیہ فرمایا کرتے تھے کہ تحریک خدام اہل سنت و

جماعت چار کبھی جنگ لڑ رہی ہے۔ یعنی چاروں اطراف سے باطل کا مقابلہ کر رہی ہے اور کیوں نہ کرتی اس جماعت کی قیادت مجدد العصر قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رد مودودیت میں بیسیوں کتب و رسائل تصنیف کیے۔ عالم اسلام کو اس باطلِ مگر وہ اور اس کی ریشہ دوانیوں سے خبردار کیا۔ خلفاء راشدین کی محبت تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر گھر کیے ہوئے تھی۔ خلفاء ثلاثہ کے خلاف کسی بھی فتنہ (رافضیت ہو یا مودودیت) نے جب بھی زبان و قلم چلائی تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا بھرپور جواب دیا۔ خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دفاع میں خارجی فتنہ کا بھرپور تعاقب کیا اور کشف خارجیت و خارجی فتنہ جیسی مقبول العصر کتابوں سمیت کئی دیگر کتب تصنیف کیں اور دفاع علی رضی اللہ عنہ کا کما حقہ حق ادا کر دیا۔ دفاع معاویہ رضی اللہ عنہ کے عنوان پر بھی کام کیا اور کاتب دہی پر دو کتابیں تصنیف کیں۔ رافضیت، مودودیت و خارجیت کے لیے ننگی تلوار ”خلافت راشدہ حق چار یار رحمۃ اللہ علیہ“ کے نعرہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ ہر محفل، ہر مجلس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و معتقدین یہ نعرہ لگا کر خلفاء راشدین کی عظمت کا برملا اعلان کرتے ہوئے دشمنانِ صحابہ و اہل بیتؑ سے اعلانِ جنگ کرتے ہیں اور انہیں ذکر چار یار رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے منطقی انجام کی خبر دیتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلکِ علمائے دیوبند کا پوری طرح حق ادا کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے ترجمان دینِ بین کے مبلغ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مداح تھے۔ علمائے حق کے مسلک سے پھر جانے، عالم اسلام کے اجماعی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہو جانے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ممانی برادری کو بھی آڑے ہاتھوں لیا اور اپنی پوری زندگی مسلکِ علمائے دیوبند کے اس بنیادی عقیدہ کا تحفظ اپنی تحریر و تقریر سے کیا۔ اپنے سپاہی حضرت علامہ امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بنیادی اسلامی عقیدہ پر تحقیقی و تصنیفی کام کرنے کے لیے منتخب فرمایا۔ حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے تحفظ کے لیے بیسیوں مناظرے کیے اور سینکڑوں تحریریں مرتب کیں۔ اس کے علاوہ پاکستان میں خصوصاً اور پورے عالم اسلام میں عموماً رواج پانے والی بدعتوں کے قلع قمع کی کوشش کیں۔ انگریز کے پروردہ فتنوں (جماعت المسلمین و غیر مقلدین) کا بھی تعاقب فرمایا، علماء حق کے قافلہ میں سے بھی کوئی لغزش کھا گیا تو اس کی بھی سرزنش کی اور اس کی غلطی کو درست فرمایا۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء حق کے مسلک کی ترجمانی کے لیے ایک مستقل ماہنامہ (حق چار یار مجبوریہ) لاہور سے اپنی سرپرستی میں شروع کروایا جو ابھی تک مسلکِ حق کی ترجمانی کرتا چلا آ رہا ہے اور ان شاء اللہ

مکتب دیوبند کے سپاہی اسے قیامت تک جاری و ساری رکھیں گے۔ حضرت جی بیسہ صحیح معنوں میں اسلام کی نشانی تھے۔ حضرت، فی بیسہ کے خلیفہ مجاز اور ان کی شخصیت کے آئینہ دار تھے۔ ولایت و حکمت آپ بیسہ کے چہرہ، لباس وضع و قطع حتیٰ کے ہر عمل سے نکلتی تھی۔ حضرت جی بیسہ کی وفات تو عالم اسلام کا اتنا بڑا سانحہ ہے کہ اسے مدتوں بھلایا نہیں جاسکتا۔ آپ بیسہ کا خلا شاید ہی پُر ہو سکے۔ بقول شاعر.....

ہزاروں سال زمرس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ تعالیٰ آپ بیسہ کے مرتد منورہ پہ کروڑ ہار جتیں و برکتیں نازل فرمائے۔ آپ بیسہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ہم مریدین اور آپ بیسہ کے تمام احباب و اقرباء کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ





سٹار الیکٹرونکس
فرقہ ایبڈی

سٹار الیکٹرونکس

فرقہ ایبڈی سی پیٹر پارٹس

ریلوے روڈ جہلم

Ph: 0541-623931

Mob: 0300-5417947

ہمارے ہاں الیکٹرونکس کی تمام اشیاء کی ریجڑ تک تسلی بخش کی جاتی ہے

صفات اکابر کے مظہر

کچھ کتاب مرقاۃ فی سیرۃ کو دہی ۱۶

محترم قارئین! افغانی دنیا میں کسی کو بقاء نہیں لیکن خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو کامیاب زندگیوں گزار گئے۔ انہی کامیاب شخصیات میں ایک ایسے بھی بزرگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ خوبیاں اور کمالات جو انسان کو حاصل ہوتی ہیں ہر ایک خوبی ان کو عطا فرمائی تھی۔ ان خوبیوں کی بنا پر بڑے اصحاب فضل و کمالات ان کے مرتبے سے آٹھ اور ان کے مقام سے باخبر تھے۔ ان کی عداوت و ہانت اور معاملہ شناسی کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔ یہ ایسے شخص تھے جنہوں نے زندگی کو خوب برتا تھا۔

ہم نے حضرت نانوتوی ہمدانی کی حکمت کو تو سنا تھا لیکن زیارت نہ ہوئی، حضرت گنگوہی ہمدانی کی فتاہت کا مطالعہ کیا لیکن زیارت سے محروم رہے، شیخ الہند ہمدانی کی جرأت کو پڑھا لیکن ان کو دیکھ نہ سکے، حضرت تھانوی ہمدانی کی بصیرت ہمیں سنائی گئی لیکن ہم ان سے بھی فیض حاصل نہ کر سکے، حضرت کشمیری ہمدانی کی ذہانت کا مطالعہ کیا لیکن ان کو بھی نہ دیکھ سکے، حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری ہمدانی کی عزیمت کو بھی سنا لیکن ان کی بھی زیارت نہ ہو سکی۔ حضرت الیاس ہمدانی کی دعوت و تبلیغ کو بھی سنا لیکن ان کو بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا، شمس الحق افغانی ہمدانی کا درس و تدریس بھی سنا لیکن دیکھ ان کو بھی نہ سکے۔ شبیر احمد عثمانی ہمدانی کا زہد اور تقویٰ بھی پڑھا لیکن زیارت نہ کر سکے۔ لیکن ہم خوش نصیب ہیں کہ ہم نے حضرت نانوتوی ہمدانی کی حکمت، حضرت گنگوہی ہمدانی کی فتاہت، شیخ الہند ہمدانی کی جرأت، حضرت تھانوی ہمدانی کی بصیرت، حضرت کشمیری ہمدانی کی ذہانت، حضرت مدنی ہمدانی کی استقامت، حضرت شاہ صاحب ہمدانی کی عزیمت، حضرت الیاس ہمدانی کی دعوت و تبلیغ، حضرت عثمانی ہمدانی کی پرہیزگاری، حضرت افغانی ہمدانی کی تدریس اپنے محبوب قائد کی شکل میں دیکھی۔ الحمد للہ

بقول مولانا ادا کاڑوی! اگر ہمارے قائد حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو بعض دیوبندی مہمائی ہو جاتے اور بعض مودودی، ہمارے قائد اللہ تعالیٰ کے ایسے ولی تھے جن کے دل میں اللہ کے سوا کسی کی عظمت نہ تھی۔ وہ نہ تو مالداروں سے دُجے نہ شاہوں سے ڈرتے تھے۔ نہ سرمایہ داروں کی خواہش نہ اُن سے کوئی امید اور نہ تعریف کی آرزو تھی اور نہ ہی تنقید اور ملامت اُنہیں راہِ استقامت سے ہٹا سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور توکل تھا۔ کسی کی محبت، دشمنی، وصل اور فراق سب اسی کی رضا کے لیے تھا جن کا اوڑھنا بچھونا علم تھا۔ صبح سے شام تک، مسجد سے درس گاہ تک، سفر سے حضر تک ہمارے قائد کا ہر لمحہ علم و عمل اور مذہبِ اہل سنت و جماعت کی اشاعت کے لیے وقف تھا۔ ہمارے قائد کو نہ تو سیاست سے دلچسپی تھی نہ ہی جلے جلوسوں کی گرم بازاری سے کوئی تعلق تھا، اُن کی مجلس، غیبت اور چغلی سے پاک ہوتی تھی۔

ایسے مربی جن کی شخصیت نے ہزاروں کی کایا لٹ دی، اللہ کے باغِ مطیع بن گئے۔ سنت کا مذاق اڑانے والے سنت سے محبت کرنے لگے۔ دُنیا کی محبت میں دیوانہ ہونے والوں نے استغناء کی چادر اوڑھ لی، بد نظری کرنے والوں نے عفت و حیا کا سرمہ لگا لیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر ایسی تھی جہاں میں دل کا درد بھی تھا اور اصلاح کی دعوت بھی، ایمانی پکار بھی تھی، جہادی للکار بھی، بعض سادہ لوح اپنوں کا احتساب بھی تھا اور دشمنوں کا جواب بھی اور تقریر سے ایسا کام کیا جس کی مثال قریب زمانہ میں ملنا مشکل ہے۔ اسی لیے تو جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے پورے پاکستان کا دورہ کیا لیکن تقریر کی غرض سے کبھی جہلم اور چکوال نہ گئے تو فرمانے لگے کہ وہاں میرے دورِ روحانی باپ کام کر رہے ہیں۔ میری کوئی ضرورت نہیں اور یہ ایک حقیقت تھی جس کو انہوں نے واضح فرمایا۔

انہوں نے اپنی زندگی مآنا علیہ واصحابی اور مذہبِ اہل سنت و جماعت کے لیے وقف کی تھی اور یہی سبق ہمیں دے کر ۲۶ جنوری بروز پیر ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔



قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ سے یادگار ملاقات

کھق قاری حبیب الرحمن عابد ☆

اسلام آباد کی جامع مسجد عبد اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ میں مؤذن ہونے کے ناطے میری ملاقات مسجد ہذا کے خطیب مولانا عبدالستار صاحب سے ہوئی جو چکوال کے رہائشی تھے۔ ان کی زبانی یہ پتہ چلا کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے شرعی تحفظ کا خاص جذبہ عطا فرمایا ہے۔ جو دفاع صحابہ رحمۃ اللہ علیہ میں ہر وقت اپنے آپ کو قربان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ دسمبر ۱۹۹۵ء میں اسلام آباد کو خیر آباد کہہ کے ہری پور لطیف گھی انڈسٹریز طارق میں امام مسجد کی ذیوٹی پر تعینات ہوا تو وہاں کے سیکورٹی آفیسر حاجی محمد صدیق جو ریٹائرڈ کپتان ہیں قبلہ قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے بکے مرید موجود تھے۔ وہ جب بھی حضرت کا ذکر کرتے تو اس عقیدت سے کہ ان کی آنکھوں سے برسات شروع ہو جاتی اور میں اکثر ان سے ماہنامہ حق چاریار ٹیلفون کا مطالعہ کرتا تھا۔ وہ اکثر و بیشتر کہتے کہ حضرت کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ ہماری بھکتی کشتی کو ساحل دکھایا اور ہمیں حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ اور آپ کے حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے حقیقی وابستگی دکھائی۔ ایک دن میں حسب معمول رات سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ خواب میں ایک بڑے شہر سے گزر ہوا۔ وہاں سے آواز آ رہی تھی میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون سے حضرت تقریر کر رہے ہیں؟ لوگ آپ کی تقریر بھی اس قدر محو تھے کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ قاضی مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو امی عائشہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل بیان کر رہے ہیں۔ اس دن سے میرے دل میں ایک تڑپ سی پیدا ہوئی اور آپ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے حاجی صدیق صاحب سے خواب بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ ضرور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کریں۔ چونکہ ان دنوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ ڈی۔ ایس۔ پی چوہدری یوسف کے مقدمہ قتل میں ناحق گرفتار ہو کر اڈیالہ جیل میں بیٹھے گئے۔ وہاں سے وفاتی وزیر صحت کی ذاتی دلچسپی سے کمپلیکس ہسپتال معائنہ کے لیے لائے

☆ خطیب جامع مسجد لطیف گھی انڈسٹری طارق، ہری پور

گئے۔ جہاں خرابی صحت کی وجہ سے آپ کو ہسپتال میں علاج معالجہ کے لیے داخل کیا گیا۔ میں بری پور سے سیدھا اسلام آباد جامع مسجد اویس قرنی پینتھ میں اپنے ایک دوست قاری ہدایت اللہ جو وہاں مؤذن تھے کے پاس گیا کیونکہ وہ حضرت کے پرانے مریدوں میں سے تھے۔ انہیں بتایا کہ حضرت کمپلیکس ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ ان کی عیادت کرتے ہیں اور ساتھ ہی ملاقات کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ ہسپتال پہنچنے پر پتہ چلا کہ ملاقات کا نام نہیں ہے۔ آپ واپس چلے جائیں لیکن مایوس ہو کر جونہی گیٹ سے نکلے لگے ایک شخص سے ملاقات ہو گئی۔ جس نے ایک خفیہ راستہ بتایا کہ وہاں سے آپ جا سکتے ہیں۔ وہاں ایک لال داڑھی مبارک والے ایک بزرگ زیر علاج ہیں جن کے ساتھ ایک باڈی گارڈ اور ایک پولیس ملازم بھی ہے۔ ہم مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے حضرت کے کمرہ کے سامنے پہنچ گئے۔ وہاں دستک دینے پر آپ کے باڈی گارڈ نے دروازہ کھولا اور ہمیں دیکھ کر پوچھا کہ خیریت ہے؟ ہم نے کہا کہ حضرت کی تیمارداری کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت اپنی چار پائی کے ساتھ ہی منیج باٹھ میں گئے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لائے۔ انہیں دیکھتے ہی میری آنکھوں کے سامنے خواب والا منظر آ گیا۔ حضرت نے اپنی پیاری مسکراہٹ سے شفقت فرماتے ہوئے حال و احوال دریافت کیا۔ میرے دوست جو پہلے ہی حضرت کے مرید تھے نے میرا تعارف کراتے ہوئے عرض کی کہ یہ میرے دوست قاری حبیب الرحمن عابد جو بری پور انڈسٹریل اسٹیٹ میں امام مسجد ہیں۔ آپ کی تیمارداری اور بیمار پرسی کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت نے دوران گفتگو ارشاد فرمایا کہ اس پر فتن دور میں جب کہ لوگ طرح طرح کے دوسوسوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کی اشد ضرورت ہے۔ اسی لمحے حضرت کے چیک اپ کے لیے ڈاکٹروں کی تین رکنی ٹیم کمرے میں داخل ہوئی۔ انہوں نے نہایت احترام سے حضرت کی مزاج پرسی کی تو حضرت نے انہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر میرا معائنہ کریں اور صحیح رپورٹ پیش کریں کہ اگر واقعی میں قابل علاج ہوں تو مجھے ہسپتال میں رکھا جائے ورنہ مجھے واپس اڈیالہ جیل بھیج دیا جائے۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد جب آپ کو جیل سے باعزت گھر بھیج دیا گیا تو ہم نے حضرت سے ملاقات کے لیے وقت کی درخواست کی جو حضرت نے ہمیں عنایت کر دیا۔ ہم یہاں سے اپنے ساتھیوں، مرید عباس، محمد امین اور دھن فابیر کے اشفاق بٹ کے ساتھ چکوال پہنچے تو حضرت نے ہمیں بعد از نماز مغرب ملاقات کا شرف بخشا۔ جب ہم آپ کے حجرہ میں گئے تو حضرت گرم چادر لیے تشریف فرما تھے۔ ہر طرف

کتاب میں ہی کتابیں تھیں۔ حضرت نے اپنے معمولات سے فراغت کے بعد ہمیں فردا فردا خیریت بتانے کا حکم فرمایا اور نہایت ہی شفقت اور محبت بھرے انداز میں ہماری باتیں سنی۔ ہم نے آپ کے دست حق پر بیعت کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے ہمیں بیعت کرنے کے بعد وظائف اور تسبیحات بتائیں اور ان پر پابندی کرنے کو کہا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل عام کرنے کی تلقین کی۔ ہم نے رات وہاں چکوال ہی قیام کیا اور صبح واپس لوٹے تو راستہ میں ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی اور حضرت کے متعلق مزید ایمان افروز باتیں سننے میں آئیں۔ جن میں سے خصوصی طور پر یہ کہ حضرت کے اکثر مریدین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے انہیں اپنے گھر کی حاضری اور اپنے محبوب کے در کی زیارت نصیب کرائی۔ تو ہمارے دل میں ایک عجیب سی کیفیت منڈلانے لگی۔ تب اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھی اپنے گھر کا دیدار کرنے کے لیے بلالیا۔ میں اور مرید عباس اسی سال اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوئے۔ حضرت کی زندگی میں دو ملاقاتیں ہوئیں اور پھر آخری وقت آپ سے ملاقات تب ہوئی جب صحابہ کرام ﷺ کا وکیل اپنے صحابہؓ کی طرف لوٹ کر جا رہا تھا۔ حضرت کی رحلت کی اطلاع مجھے بروز سوموار اپنے گھر پر ملی۔ جب میں فجر کی نماز پڑھا کر آرام کر رہا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑے بزرگ کا انتقال ہو گیا اور لوگ جوق در جوق جا رہے ہیں۔ اچانک دروازہ پر دستک ہوئی تو پتہ چلا کہ آپ کا فون ہے۔ فون سنا تو حضرت کے انتقال کی خبر ملی۔ اطلاع تھی کہ دو بجے جنازہ ہے۔ پھر ہم ساتھی چکوال پہنچے تو ہر آنکھ اشکبار تھی اور لوگ جوق در جوق جنازہ گاہ کی طرف آ رہے تھے۔ نماز جنازہ کے بعد جب آخری دیدار کیا تو آپ کا چہرہ چاندنی رات کی طرح چمک رہا تھا اور وکیل صحابہؓ اس شان سے بارگاہ ایزدی میں حاضر تھے۔ جیسے سو رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ نصیب کرے اور آپ کے مشن کو جاری و ساری رکھے اور آپ کے لگائے ہوئے دینی پودے تا قیامت پھولیں اور پھولوں سے لدے رہیں اور خلافت راشدہ (حق چار یار رحمہم) کے جھنڈے لہراتے رہیں۔

متکلم بھی، مصنف بھی

کچھ مولانا عابد الرشید ☆

صفہ قرطاس پر ان سطور کو لکھتے ہوئے دل انتہائی بوجھل ہے۔ قلم لرزہ بر اندام ہے۔ ہاتھ شل ہوتے ہوئے محسوس کرتا ہوں۔ امت مجتمع نہیں ہو پاتی۔ روح غمزہ ہے۔ دل بے قرار ہے۔ اسی اثنا میں حقائق کی دنیا اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ سامنے آ جاتی ہے کہ ازل سے ابد تک سورج کی شعائیں اس عالم رنگ و بو کو منور کرتی رہیں گی۔ ستاروں کی چمک پھولوں کی مہک، بلبل کی چمک، سبزے کی لہک، غنچوں کی چمک، پائندگی چاندنی، سمندر کی طغیانی، موجوں کی روانی، درندوں کی دھاڑ، سانپ کی پھنکار، گلوں کی مہکار، خزاں اور بہار، گردش لیل و نہار، دریاؤں کا شور، ندیوں کا جوار بھانا، دکھ اور سکھ، خوشی اور غم، یہ تمام اشیاء اس کائنات ارضی کا حصہ ہیں اور رہیں گی۔ لیکن اس کائنات ارضی میں ان تمام چیزوں کو بھی ثبات نہیں ہے۔ فنا ہر چیز کا مقدر ہے۔ بقاء صرف رب کائنات کے لیے ہے۔ بقولہ تعالیٰ کمال منشی مالک الاوجہ۔ انسانی برادری میں انبیاء کرام علیہم السلام جیسے نفوس قدسیہ بھی وقت مقررہ پر عالم فنا سے عالم بقاء کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت اقدس بریلویؒ کی وفات کی اطلاع مدینہ منورہ کی فضاؤں میں نماز تہجد کے وقت عالی قدر حافظ محمد مسعود امام مسجد الحرمہ نے بذریعہ ٹیلی فون ان الفاظ کے ساتھ دی کہ.....

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

دل پر ایک عجیب سی چوٹ لگی۔ لیکن معایہ خیال آیا کہ حضرت اقدس بریلویؒ نے اللہ کے فضل سے دین کی خدمت جس دل جمعی اور لگن کے ساتھ کی ہے۔ اس پر ہمیں فخر بھی ہے اور ہمارے لیے مشعل راہ بھی ہے۔ وہ شفیق ہستی کہ جس کا ہر پل اتباع سنت میں گزرا۔ جو وقت کے ولی کامل بھی تھے اور عظیم مجاہد بھی۔ بہترین متکلم بھی اور بہترین مصنف بھی۔ جو رزم سے بھی آگاہ تھے اور بزم سے بھی آشنا۔ جن کا حوصلہ پہاڑوں سے زیادہ بلند تھا۔ اور جن کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی۔ نوے (۹۰)

سال سے متجاوز عمر، بڑا حباب، بیماری اور اذیاء ذلیل کی سختیاں بھی آپ کے جذبوں کو سرد نہ کر سکیں۔ آپ شجاعت اور استقامت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے۔ چکوال کے ایک "بیمار ذہن" اسپتالی مہر نے ایک مرتبہ اپنے آرام کے خلل اور نیند خراب ہونے کا بہانہ بنا کر تھانیدار کو حکم دیا کہ خصوصاً آذان فجر لاؤ اسپتار میں نہیں ہونی چاہیے۔ ایک مسجد کی آذان مکمل نہیں ہوتی، دوسری شروع ہو جاتی ہے۔ یوں بیک وقت آذان کے شور و غل سے میری نیند خراب ہوتی ہے۔ چنانچہ تھانیدار کے حکم پر تمام اسپتار مساجد سے آواز لیے گئے۔ لیکن آخرین ہے حضرت بیہیہ کی شجاعت پر کہ ایک اسپتار اترنے کے بعد دوسرا لگا دیا گیا، پھر تیسرا اور چوتھا۔ یہاں تک کہ اس کو مجبوراً یہ حکم واپس لینا پڑا اور پھر اس شخص کی اندھی موت نے یہ ثابت کر دیا کہ دین کے امور میں مداخلت اور اہل حق سے ٹکراؤ کا انجام کتنا بھیانک ثابت ہوتا ہے۔ حضرت بیہیہ کے بے شمار کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے..... چکوال عیسائی گرجے میں مسلمان طالبات کو اسکول کی تعلیم کے بہانے اپنے مذہب سے غافل یا عیسائی بنانے کی مذموم سازش کی گئی حضرت بیہیہ نے صدائے احتجاج بلند فرمائی۔ کہ عیسائی پادری تعلیم کے نام پر مسلمانوں میں جو بے راہ روی پھیلانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدس بیہیہ کی کاوشوں نے اس کا قلع قمع کر کے رکھ دیا۔ حضرت بیہیہ نے زندگی بھر علماء دیوبند اہل سنت و جماعت کے مؤقف کی جس طرح آبیاری کی اور بعض اوقات اپنوں کی غلطیوں کی جن دلائل حد کے ساتھ اصلاح کی ہے یہ صرف حضرت بیہیہ ہی کا خاصہ تھا۔ حضرت بیہیہ کی زندگی کے بے شمار کارنامے ہیں۔ چند سطریں حضرت بیہیہ کی حیات طیبہ پر اس غرض سے لکھی ہیں کہ شاید یہی ذریعہ نجات بن جائیں۔

اصحابؒ بدر کی افضلیت

جس طرح رمضان تمام مہینوں سے اور قرآن تمام آسمانی کتب سے افضل ہے اسی طرح جنگو بدر بھی تمام اسلامی جنگوں سے افضل ہے کیونکہ اس جنگ میں خود حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ تشریف فرما تھے جو کائنات میں افضل ہیں اور پرچم نبوی ﷺ کے سایہ میں جن مومنین نے یہ عظیم جنگ لڑی ہے وہ بعد الانبیاء علیہم السلام تمام اولاد آدم سے افضل ہیں اور انہی اصحاب رسول ﷺ کو غزوہ بدر کی نسبت سے اصحاب بدر بھی کہا جاتا ہے۔ ﷺ (ماہنامہ حق جاربازم ۵، مئی ۱۹۸۹ء)

حضرت عیسیٰ کی محبت آمیز مسکراہٹ

کھ مولانا حافظ ظفر اقبال ☆

بندہ ناچیز نے جب سے ہوش سنبھالا ہے بحمد اللہ تعالیٰ حضرت اقدس عیسیٰ کی قدم بوسی کا شرف اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمایا، چونکہ ہمارے گاؤں جھانلہ تحصیل تلہ گنگ میں تقریباً ۳۸-۳۹ سال سے سالانہ "سٹی کالفرنس" منعقد ہوتی ہے جس کو تحریک خدام اہل سنت کے اہتمام اور حضرت جی عیسیٰ کی سرپرستی کا اعزاز حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت کا قیام ہمارے ہی گھروں میں ہوتا تھا، تو خدمت کا موقع اس نابکار کو زیادہ سے زیادہ نصیب ہوتا۔ اس لیے حضرت بھی انتہائی شفقت سے پیش آتے تھے۔ بندہ جب دورہ حدیث سے فارغ ہوا تو دینی خدمت کے لیے مری جانے کا ارادہ کیا تو وہاں کے دوستوں کے کہنے پر بندہ نے عرض کیا کہ میں اپنے حضرت عیسیٰ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ جب حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ رات کو ملاقات کروں گا۔ عشاء کے بعد حضرت جی عیسیٰ نے بیٹھک میں بلایا۔ یہ میری زندگی کی حضرت سے طویل ترین ملاقات تھی۔ تقریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ صرف اس گنہ گار کے لیے حضرت بیٹھے رہے۔ بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور جماعتی مشن پر گفتگو فرماتے رہے۔ پھر فرمایا کہ بہتر ہو گا کہ تم استخارہ کر لو۔ سوا دس بجے چکے تھے تو فرمایا کہ اب کافی دیر ہو گئی ہے آرام کر لو اور صبح جاتے ہوئے مجھے مل کر جانا۔ جب میں خدمت اقدس سے دعا کے بعد اٹھا تو ایک سو روپیہ مرحمت فرمایا کہ یہ کرایہ وغیرہ کے لیے رکھ لو۔ حسب حکم بندہ نے استخارہ کیا تو رات کو متعین جگہ تو نہیں بہر حال علاقہ مری کا نظر آیا۔ صبح عرض کیا تو فرمایا کہ فوراً وہاں آپ چلے جاویں اور اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیں۔ اللہ مدد فرمائے گا۔ وہاں بندہ نے تقریباً چھ سال دو مختلف جگہوں پر کام کیا اور بحمد اللہ حضرت کی دعاؤں اور توجہات سے اللہ پاک نے خوب خوب دین کا کام لیا۔ کئی لوگوں کے عقائد درست ہوئے اور قرآنی تعلیم کو اللہ پاک نے وہاں جاری فرمایا۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ آمین

وہیں سو دو دن جماعت (جماعت اسلامی) غیر مقتدین اور بریلویوں کے ساتھ بندہ کا بیک وقت نکر اور رہا ہے۔ لوگ کہتے تھے کہ ریک وقت سارے محاذوں پر کیوں لڑ رہے ہو تو میرا جواب یہ ہوتا تھا کہ میرے حضرت کا یہ مشن بگڑے ہوئے ہے کہ بریلویوں سے نکرانا ہے اور دین حق کو غالب کرنا ہے تو میں بھی ان کی باتیں سن کر بریلویوں سے نکر اؤں گا اور الحمد للہ تینوں گروہوں کو سپاہیوں اور حق غالب ہوا اور یہ فقط حضرت کو تربیت اور توجہ تھی ورنہ بندہ تو ”من آثم کم من دائم“ کا فکلی صدق ہے۔ بلاخر جب بریلویوں کے محدد مولویوں سے پیو پڑا تو ہر محنت سمجھانے کی دھمکی کی کوشش بندہ نے کی لیکن ان کی اور ان کے عوام کی ایک ہی رست تھی کہ ”میں نہ ہوں“ تو انہوں نے ایک پمفلٹ لکھ کر بندہ کو چیلنج دے دیا اور یہ بات پوری تحصیل مری میں پھیر دی گئی۔ تو بندہ دو پمفلٹ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا کہ اس میں مندرجہ بالا کے اکابر کی کتب کے حوالے ہیں۔ ان کا جواب چاہیے تو پمفلٹ کتب بندہ کے پاس تھیں۔ ایک کتاب حضرت اقدس نے اپنے پاس سے جہیز عتایت فرمائی۔ جس کا نام ہے ”الانتباہ“ مولفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرمایا کچھ کر کے کہ ان دو کتابوں سے رو کر دو اور اس مولوی کو یہ کہو کہ پہلے ان دو کتابوں سے اپنی دلیل سمجھ لکھاؤ۔ بانی کتب میں بعد میں لاؤں گا۔ اور ان شاء اللہ وہ ان دو میں ہی جھوٹا ہو جائے گا اور اس کا جواب نہیں دے سکے گا اور واقعی حضرت کی ہدایت کے مطابق بندہ نے جواب لکھا اور تقسیم کر دیا۔ اب تک مری کے بریلوی اس کا جواب نہیں لکھ سکے۔

وہیں کے متعدد ساتھیوں کو جو کہ وہیں کے معززین شمار ہوتے ہیں۔ بندہ بیعت کی غرض سے حضرت کی خدمت میں آیا تو بعض حضرات حضرت اقدس کی زیارت ہی کرنے کے بعد بول اٹھے کہ حافظہ صاحب آپ ہمیں صحیح جگہ پر لے آئے ہیں۔ اس وقت بندہ کے ذہن میں ایک صحابی کا قول گھونٹنے لگا جب انہوں نے حضور ﷺ کی چلی زیارت کے وقت کہا تھا (اور پھر ایمین لائے) کہ هذا ایس بوجہ کذاب۔ جب میرے حضرت صحیح وارث رسول تھے اور متبع سنت تھے تو آپ کا چہرہ کیونکر نورانی نہ ہوتا۔

متحدہ مرتبہ اس بات کا تجربہ اس ناکارہ کو ہوا کہ سنی ہی پریشانی اور دینی کوفت کیوں نہ ہوتی حضرت جی بیٹے کی ملاقات و زیارت غیبی ہو جاتی آپ مسکراہٹ کے ساتھ صرف اتنا جملہ فرماتے کہ ”کے حال اے“ کم ٹھیک چلدا چلائے“ بس وہ ساری تمکانات اور بوجہ اور غم ایسے غلط ہو جاتا تھا کہ گویا پہلے سے تھامی نہیں اور جب تک خدمت اقدس میں رہتے، اٹھنے کو جی چاہتا ہی نہیں تھا۔ لیکن

حضرت کے قیمتی وقت کا احساس کر کے بہر حال اٹھنا پڑتا تھا۔

تقریباً ایک سال پہلے کی بات ہے کہ بندہ اپنے ماموں کے ساتھ عید الفطر کے بعد ان کی بچی کا داخلہ لینے کے لیے حاضر ہوا۔ تو وہاں دفتر میں گوجر خان سے ایک نوجوان عالم تشریف لائے۔ انہوں نے حافظ عبدالوحید صاحب سے کہا کہ حضرت کی زیارت کرنی ہے۔ چونکہ ضعف تھا تو حافظ صاحب نے انٹرکام پر حضرت سے گفتگو کرائی تو وہ کہنے لگے کہ حضرت کچھ ضروری بات ہے جو آپ سے کرنی ہے۔ فرمایا کہ انٹرکام پر ہی بتا دو۔ تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی ہے اور میں نے کچھ مسائل پوچھے ہیں تو حضور ﷺ نے خواب میں حکم فرمایا ہے کہ چکوال قاضی مظہر حسین صاحب سے رابطہ کرو تبہارا مقصود تمہیں وہاں ملے گا تو میں حضور ﷺ کا فرستادہ ہوں۔ یہ کہتا تھا کہ حضرت ﷺ نے فوراً بلالیا۔ ان کے ساتھ ہمیں بھی زیارت کی سعادت نصیب ہوگئی۔ لیکن چونکہ ان مولانا صاحب کی گفتگو علیحدگی میں ہوئی اس لیے اس کے متعلق ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا: بہر حال اس وقت بندہ نے ماموں سے کہا کہ یہ ہیں ہمارے حضرت کہ جن کی طرف مراجعت کا حضور ﷺ حکم فرما رہے ہیں۔ ورنہ علماء تو بڑے بڑے اور بھی پاکستان میں ہیں۔

بندہ کی جب شادی کا موقع آیا تو سسرال والوں کا اصرار تھا کہ نکاح مسجد کے مولوی صاحب پڑھائیں گے۔ جب کہ میری خواہش یہ تھی کہ تقریب نکاح میں حضرت اقدس ہوں۔ اس پر کچھ ٹکرا ہوا تو بندہ ڈٹ گیا بلکہ شادی سے ہی انکار کر لیا۔ جب یہ صورت حال بنی تو وہ مان گئے۔ میں نے کہا کہ کوئی آئے نہ آئے حضرت ضرور آئیں گے۔ اور یہ بھی کہا کہ جو دن حضرت اقدس فرما دیں گے وہ تاریخ رکھنی ہوگی کیونکہ ان کے اوقات مصروف ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ نانا جان ملک حق نواز صاحب اور میرے ماموں جان حضرت کے ہاں گئے۔ تو نانا جان نے حضرت سے کہا کہ جی یہ (بندہ) یہ کہتا ہے کہ شادی ہی میں جب کروں گا جب میرے حضرت آئیں گے۔ تو حضرت اقدس مسکرا دیئے اور فرمایا کہ کل تو نہیں پرسوں میں آ جاؤں گا۔ اس طرح ۱۷ جون ۱۹۹۲ء بعد نماز ظہر کو حضرت جی نے بندہ ناکارہ کی انتہائی دل جوئی فرمائی اور تقریب نکاح میں بمع چند جماعتی احباب کے شرکت فرمائی۔ وہ دن بندہ کی زندگی کا خوشگوار ترین دن تھا۔

میرے حضرت کے اوصاف حمیدہ کو ان کے عزیز و اقرباء خوب لکھیں گے جو شب و روز ان کے

ساتھ رہے ہیں۔ میرے حضرت کا ایک عظیم وصف جو ان کو اپنے اکابر سے بطور درجہ کے ملاتا تھا یہ کہ انہوں نے کبھی مجمع کی قلت و کثرت کو نہیں دیکھا جیسا کہ عام واعظین و مقررین کا شیوہ ہے کہ مجمع کم ہو تو وہ تقریر ہی نہیں کرتے۔ ہم نے دوران طالب علمی ایک دفعہ حق چاریار کا نفرنس بن والی مسجد (جھانڈہ) میں رکھی اور حضرت کو مدعو کیا۔ حضرت تشریف لے آئے۔ ادھر بریلویوں نے شورش برپا کر دی کہ قاضی مظہر حسین اس دفعہ ہماری مسجد میں تقریر نہیں کر سکتا۔ مسجد کو تالا لگا دیا۔ جب ہمارے رشتہ داروں کو پتہ چلا تو انہوں نے ان کو کہا کہ تالا کھول دو۔ ورنہ ہم تالا توڑ دیں گے اور جلسہ کریں گے۔ پھر دیکھیں گے کہ کون ہمارے مقابلہ میں آئے گا۔ تو انہوں نے آرام سے تالا کھول کر دے دیا۔ لیکن شورش کی وجہ سے مجمع بہت کم تھا۔ چند لوگ تھے۔ لیکن حضرت نے حسب سابق اسی طرح تقریر کی کہ جس طرح بڑے مجموعوں میں فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عام طور پر فرماتے رہتے تھے کہ قلت و کثرت کو نہ دیکھو بلکہ حق کو دیکھو وہ کس طرف ہے۔ اس دن بندہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ کو یاد کر رہا تھا کہ صرف ایک آدمی کے لیے پورا وعظ دہرایا جو کہ دیر سے حضرت کے اختتام وعظ پر پہنچا تھا۔ کسی نے کہا کہ حضرت ایک آدمی کے لیے پورا وعظ دہرا دیا؟ تو فرمایا کہ پہلے بھی ایک ہی کے لیے وعظ سنایا اور اب بھی ایک ہی کے لیے دہرایا اور سنایا ہے۔ سبحان اللہ (یعنی اللہ جل جلالہ کے لیے)



IS SHAFI Arts Press بھون روڈ چکوال Ph: 0573-54071 Mob: 0320-4981159	حلال منہ سے حق جابر اللہ	شفیع آرٹس پریس	یا اللہ مدد
	اشتہارات وزنگ کارڈ انسٹوریٹ و دیگر پرنٹنگ		
	بینر سائٹ بھرت سکریں پرنٹ ٹی بی و دیگر ڈیٹا ٹیکنالوجی		
	اسلام آباد لاہور راولپنڈی فیصل آباد کراچی حیدرآباد سکس ریسٹورنٹ کھانا		

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ..... کی حقیقی تصویر

کچھ جناب ثار معاد یہ صاحب ☆

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے متعلق فرمایا تھا "ہمارے اکابر دیوبند کے بفضل تعالیٰ کچھ کچھ خصوصیات ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دو خدا واد خصوصی کمال ہیں جو ان میں بدرجہ اتم ہیں۔ ایک مجاہدہ جو کسی دوسرے میں اتنا نہیں ہے۔ دوسرا تواضع، چنانچہ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔"

میں حضرت اقدس وکیل صحابہ جن کو مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کے چند واقعات تحریر کر رہا ہوں، جس سے واضح ہو جائے گا کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے یہ دونوں اوصاف حضرت اقدس زرارۃ مرقدہ میں بحیثیت موجود تھے۔ گویا کہ آپ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی حقیقی تصویر تھے۔

پہلا وصف مجاہدہ

انگریز کے دور حکومت ۱۹۳۱ء میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ ایک آزمائش کے سلسلہ میں جیل گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ہندو، سکھ اور ہر مذہب والا اپنے مذہب پر جیل کے اندر بھی عمل پیرا ہے۔ لیکن مسلمانوں کو اذان دینے کی بھی اجازت نہیں تو جیل میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے اذان کہنی شروع کر دی۔ انہیں اس عمل سے باز رکھنے کے لیے ہر طرح سے کوشش کی گئی۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو ڈنڈہ بیڑی لگا کر کال کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا اور انہیں مختلف جیلوں میں بھیجا جاتا رہا لیکن حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے ہر سختی کو ہنس کر سہہ لیا لیکن ان کے پایہ استقلال میں ذرہ بھر بھی کچھ نہ آئی اور اذان کہنے سے باز نہ آئے۔

۳۰ اگست ۱۹۶۶ء کا دن پکوال کی تاریخ کا یادگار دن ہے۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت اور ختم نبوت کے باغیوں نے حکومت کی سرپرستی میں اپنی عبادت گاہ پر لاؤڈ سپیکر لگا کر جلسہ کیا اور

مسلمانوں کو چیلنج کیے گئے تو دنیا نے دیکھا کہ ختم نبوت ﷺ کے پروانے، حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ کے حقیقی عاشق نے ان کافروں کے چیلنج کے جواب میں حضور اکرم ﷺ کے جذبہ عشق میں سرشار ہو کر چند ساتھیوں کو ساتھ لیا اور عصر کی نماز کے قریب مرزائیوں کی عبادت گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ پھر تو جس کو بھی معلوم ہوا وہ بھی دیوانہ وار حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی پیروی میں ان کے ساتھ ہوا۔ غرض کہ مرزائیوں کی عبادت گاہ تک پہنچے پہنچے اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت ﷺ کے پروانوں کا ایک ہم فیض دھرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے ساتھ کر دیا۔ وہاں پہنچے تو پولیس کے ڈی۔ ایس پی نے رکنے کا کہا اور آنے کا مقصد پوچھا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ مرزائی ہمیں لاؤڈ اسپیکر پر چیلنج کر رہے ہیں ہم ان کے مقابلہ کے لیے آئے ہیں۔ ہماری دینی غیرت کب گوارا کرتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے باغی ہمیں اس طرح للکاریں اور ہم گھروں میں بیٹھے رہیں۔ مرزائیوں کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ لاؤڈ اسپیکر پر مسلمانوں کو چیلنج کریں۔ ڈی ایس پی منت سماجت کرنے لگا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ ان کے لاؤڈ اسپیکر اتار دیئے جائیں یا ہمارے ساتھ ان کا مناظرہ ہونے دیں۔ آپ درمیان سے ہٹ جائیں۔ اس نے کہا آپ صبر کریں میں ابھی ان کے لاؤڈ اسپیکر اتار دیتا ہوں۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ حکومتی سرپرستی کے باوجود مرزائیوں کو ذلیل و رسوا ہونا پڑا، پھر اس دن سے آج تک مرزائیوں کو لاؤڈ اسپیکر لگا کر جلسہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

۱۹۶۸ء کا سال تھا اس وقت پاکستان میں انگریز کے خود کاشت پودے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی مرزائی جماعت کو کافر کہنا بہت بڑا جرم تھا اور مرزائیوں کو کافر کہنے والے کو آج کی اصطلاح کے مطابق بہت بڑا دہشت گرد سمجھا جاتا تھا، اس وقت بھی شیع ختم نبوت ﷺ کے پروانے تاریخ میں عشق کی لازوال داستانیں رقم کر رہے تھے۔ چکوال کی تاریخ میں بھی ایسا واقعہ پیش آیا جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے رفقاء حافظ غلام اکبر صاحب، صاحبزادہ قاضی ظہور الحسن صاحب، علامہ اور تاجم دفتر حکیم منیر اقبال صاحب (مرحوم) نے شہر کی درود یوار پر ختم نبوت کے پروانوں کا ایمان افروز نعرہ ”مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے اور اس کو ماننے والے مرزائی کافر ہیں۔ لکھ دیا۔ پھر کیا تھا انتظامیہ کے ایوان میں بھونچال آ گیا، انہوں نے فوراً چکوال کے تمام مسالک کے علماء و مشائخ کا اجلاس سول کلب کی عمارت میں طلب کر لیا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے حافظ غلام اکبر صاحب کو بلا کر پوچھا کہ یہ کس نے لکھا ہے؟ کیونکہ انتظامیہ اس کا ردروائی سے سخت برہم ہے اور انہوں نے مجھے بھی بلایا ہے۔ حافظ غلام اکبر صاحب نے بتایا

کہ یہ ہم جنوں نے کھا ہے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انتظامیہ پوچھے تو میں کس کا نام لوں۔ حافظ غلام اکبر صاحب نے کہا کہ آپ میرا نام لے دیں کیونکہ حقیقت بھی جیسی ہے کہ کھانسی نے ہی ہے۔ صاحبزادہ قاضی شہورالحسین صاحب اور ضمیر اقبال صاحب ساتھ ضرور تھے۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ آپ ذہیری نمبریں ضرورت پڑی تو آپ کو بلا لوں گا۔ حضرت اقدس بیٹہ اکیلے ہی میننگ ہال میں محریف نے گئے۔ اس وقت پھول صنم جہلم کی تحصیل تھی اور میننگ اسی اور ڈی ایس پی نے بدلتی تھی۔ انہوں نے علماء کے سامنے بڑے سخت لہجہ میں تقریر کی کہ یہ واقعہ شریعت پرستوں کی شرارت ہے۔ جس سے عدالت کا امن و سکون برباد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم ان شریعت پرستوں کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے۔ اپنی تحریر کے بعد انہوں نے علماء سے ان کی رائے معلوم کی سب علماء و مشائخ نے انتظامیہ کی ہوس میں بھی ملنے کی بات کی کہ واقعی ایسے افراد کے ساتھ سختی سے پتلا جائے تاکہ آئندہ کسی کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو۔ یہ بڑی عمدہ حرکت ہے ہم اس کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ ہوشیار پور سے سب کی باتیں سنتے رہے۔ آخر کار اے ہی حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سے مخاطب ہوا کہ آپ ہوشیار پور میں ہیں۔ آپ نے اس واقعہ کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ اسے شاید یہ معلوم نہ تھا کہ یہ درویش دوسرے علماء کی طرح نہیں بلکہ اس کی تربیت اسی ہستی نے کی ہے جو باطل انگریز کے سب سے بڑے باغی اور دشمن سمجھے جاتے تھے۔ وہ باطل کے سامنے جھکنے سے سرکٹانے کو ترجیح دیتے تھے۔ یہ مرد مجاہد اسی کا رو بہن حریت کا پس پی ہے۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ کھنے والوں نے میری اجازت کے بغیر کھا ہے۔ میں ان کے متعلق آپ کو بتاؤں گا بھی نہیں لیکن انہوں نے جو کھا ہے بالکل ٹھیک کھا ہے۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے ترمہ شریک سے پوچھا کہ کیا مرزائی کافر نہیں ہیں؟ سب نے کہا کہ کافر ہیں۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے فرمایا تو پھر کھنے والوں نے کیا غلط کھا ہے؟ انہوں نے بالکل ٹھیک کھا ہے۔ میں اس کی مکمل حمایت کرتا ہوں۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی جرأت اور بے باکی دیکھ کر شیعہ لیڈر کاظم رضا جعفری نے انتظامیہ کو کہا کہ جانے دیں یہ بچوں کی کارروائی ہے۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے فوراً فرمایا کہ یہ بچوں کی کارروائی نہیں ایمان کا مسئلہ ہے۔ یہ بچوں کا کھیل نہیں جو کچھ ہوا ہے بالکل ٹھیک ہوا ہے۔ اے ہی صاحب نے کہا کہ قاضی صاحب! انہوں نے تو میری کوٹھی کی دیواریں پر بھی کھا ہے تو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ اے ہی صاحب کیا آپ کی کوٹھی کی دیواریں ختم نبوت پیغمبر کے سسرے سے زیادہ مقدس ہیں؟ کہ وہاں کیوں کھا، پھر کسی کو کوئی بات کرنے کی جرأت نہ

ہوئی جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو، سب پر واضح ہو گیا کہ

شاہین کا جہاں اور بے کرمگی کا جہاں اور

مارچ ۱۹۹۱ء میں شریف خاندان کے دور حکومت میں چکوال ٹکڑے ہائی دے میں ایک مرزائی ایکسیکین آیا اس نے تعصب کی وجہ سے اپنے ماتحت مسلمان عملہ کو بے جا تنگ کرنا شروع کر دیا اور اپنے کفریہ عقائد کی زبردستی کھلم کھلا تبلیغ شروع کر دی۔ عملہ نے تنگ آ کر ساری صورت حال سے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو آگاہ کیا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے مقامی انتظامیہ کو وارننگ دی کہ اس مرتد کو یہ جرات کیسے ہوئی کہ مسلمانوں کو تنگ کرے جب کہ پاکستان کے آئین میں بھی مرزائی کا فز قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اس لیے اس مرتد کے ناپاک جسم سے چکوال کو پاک کیا جائے ورنہ ہم خود اس سے نمٹ لیں گے۔ مقامی انتظامیہ نے اعلیٰ حکام کو رپورٹ بھجوائی کہ اس شخص کے چکوال رہنے کی وجہ سے یہاں کے امن کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ اس وجہ سے چکوال سے اس ایکسیکین کا تبادلہ کر دیا گیا لیکن اس نے تبادلہ کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کر دی۔ اسی دوران شریف خاندان کے شبہ باز شریف صاحب کا نیلی فون مانی مسجد کے دفتر میں آیا کہ میرے خاص آدمی آپ کے ہاں آ رہے ہیں ان کی ملاقات حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سے کرائی جائے اور ان کی بات سنی جائے جب مذکورہ آدمی آئے (جن میں اس وقت بلند یہ لاہور کے کنسلر تھے جو بعد میں صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے) تو ان کی ملاقات جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سے کرائی گئی تو آپ نے معمول کے مطابق انہیں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان اپنے مخصوص انداز میں سمجھائی تو وہ بہت متاثر ہوئے کہنے لگے کہ ہم بھی عاشق رسول ﷺ ہیں ہم ہر سال عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس بڑے اہتمام سے نکالتے ہیں چراغاں اور سیلیس لگاتے ہیں (شاید ان کے نزدیک یہی عشق رسول ﷺ کی علامت ہو) حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں عشق رسول ﷺ نہ ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہمیں میاں شبہ باز شریف صاحب نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے آپ اس ایکسیکین کو معاف فرمادیں۔ وہ آپ کے پاس حاضر ہو کر معافی مانگے گا تاکہ اس کا تبادلہ دوبارہ چکوال ہو جائے کیونکہ وہ شریف خاندان کا بہت اہم آدمی ہے اور شریف خاندان کے حلقہ انتخاب میں اس کا بڑا اثر و رسوخ ہے۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے برجستہ فرمایا کہ آپ اچھے عاشق رسول ﷺ ہیں کہ ان کے باغی اور ختم نبوت ﷺ کے منکر کی سفارش کر رہے ہیں۔ میں اس سلسلہ میں آپ سے تعاون کرنے میں مستعد رہوں۔

وہ صاف جواب سن کر حیران رہ گئے کیونکہ انہیں اس طرح صاف جواب کی توقع نہ تھی۔

جنوری ۱۹۹۳ء میں ہندوستان میں جنوبی ہندوؤں نے مسلمانوں کی تاریخی بابری مسجد کو شہید کر دیا انہی دنوں چکوال میں ”لکی ایرانی سرکس“ لگائے جانے کا اعلان ہونے لگا۔ ادھر مسلمان بابری مسجد کی شہادت کے سانحہ پر سراپا احتجاج تھے، ادھر یہ فاشی کے پروگرام منعقد کرنے کے اعلان ہونے لگے۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے جمعہ کے خطبہ میں فرمایا کہ یہ امور تو ویسے بھی ناجائز ہیں لیکن اس عظیم سانحہ کے بعد تو حکومت کو چاہیے تھا کہ نو جوانوں کو جہاد کی ترغیب دیتی نہ کہ ایسے پروگراموں کے انعقاد کی اجازت دے جس سے نو جوان فاشی کی طرف راغب ہوں۔ لہذا انتظامیہ غیرت کے تقاضا اور حالات کی نزاکت کی وجہ سے ایسے فاشی کے پروگرام کو منعقد کرنے کی اجازت نہ دے۔ ورنہ ہم خود اس کو روکیں گے۔ انتظامیہ نے حالات کو سمجھتے ہوئے، سرکس والوں کو کہہ دیا کہ ان حالات میں آپ کو چکوال میں سرکس لگانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ سرکس والوں نے لاہور مالک کو اطلاع دی اور تمام حالات سے آگاہ کیا۔ سرکس کا مالک چکوال آیا اور اس معاملہ کا کوئی حل نکالنے کے لیے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے حالات کی مناسبت کے حوالہ سے اسے سمجھایا وہ بہت مطمئن ہوا اور کہنے لگا کہ میرا میاں نواز شریف صاحب اور ان کے خاندان سے بہت گہرا تعلق ہے لیکن جب بھی ان کی سیاسی مخالف جماعت برسرِ اقتدار آتی ہے تو اسے بھی جرأت نہیں ہوتی کہ میرے سرکس کے پروگراموں کو بند کر سکے ان کے دورِ اقتدار میں بھی میرا سرکس سارے پاکستان میں پروگرام کرتا رہتا ہے۔ اسے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اب تو ویسے بھی یہاں شریف خاندان کی حکومت ہے لیکن میں آپ کی باتوں اور شخصیت سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ آپ کی مخالفت ذاتی یا سیاسی وجہ سے نہیں بلکہ خالص دین کی وجہ سے ہے۔ اس لیے میں اپنا ذاتی نقصان تو برداشت کر لوں گا لیکن آپ کی مخالفت کرنے سے جو مجھے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی صورت میں نقصان کا اندیشہ ہے اسے برداشت نہیں کر سکتا لہذا اس نے چکوال میں سرکس لگانے کا ارادہ بدل دیا اور سرکس کو لے کر کہیں اور چلا گیا۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اپنی زندگی کے آخری عشرے میں ایک بہت بڑی آزمائش میں مبتلا ہوئے جب اکتوبر ۱۹۹۸ء میں بعض لوگوں نے اقتدار کے نشہ میں سینہ زوری سے ایک حرام فعل (قوالی) کی محفل منعقد کرنا چاہی۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے فریقِ مخالف اور انتظامیہ کو یہ بات سمجھائی کہ مروجہ قوالی (طلبہ، سارنگی، ساز کے ساتھ) سنی، شیعہ اور اہل حدیث سب کے نزدیک حرام ہے۔ آپ

اس پر اصرار نہ کریں اور باز رہیں، خواہ خواہ انتشار پیدا نہ کریں۔ آپ قرآن خوانی، نعت خوانی کرائیں لیکن قوالی نہ کرائیں۔ بظاہر فریق مخالف اور انتظامیہ رضامند ہو گئے کہ ہم مغل میں اُصولی طلبہ سارنگی کے استعمال کے بغیر صرف نعت خوانی کرائیں گے۔ لیکن جب اقتدار کا نشہ ہوا اور پشت پر حکمرانوں کا ہاتھ ہوتا انسان اپنے آپ کو قادرِ مطلق سمجھنے لگتا ہے اور دوسروں کو چوٹی سے بھی حقیر سمجھتا ہے۔ اسی طرح فریق مخالف نے وعدہ کی خلاف ورزی کی اور رات گئے، قوالی کی مغل شروع کر دی پھر لوگوں نے دیکھا کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے خدام (جن کی تعداد ۵۰ یا ۵۰۰ ہوگی اور جن میں اکثریت چھوٹے طلبہ کی تھی) نے جوں ہی قوالی کے پنڈال میں پہنچ کر ”نعرہ بکبیر، اللہ اکبر اور“ خلافت راشدہ حق چار یاڑ کا نعرہ لگایا تو اجتماع (جو ہزاروں کی تعداد میں تھا اور انہیں پولیس کی بھاری نفری کی امداد بھی حاصل تھی) کو ایسا محسوس ہوا کہ بہت بڑی جماعت ان کے پروگرام کو روکنے کے لیے آگئی ہے۔ ان پر اتنی دہشت طاری ہوئی کہ سارا مجمع بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ کہہ دوں تو بے جا نہ ہوگا کہ علامہ اقبال رضی اللہ عنہ کے اس شعر کی عملی تشریح کا اس دن نظارہ ہوا.....

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو

اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

جب خدام نے سٹیج پر چڑھ کر طلبہ سارنگی اور دیگر ساز و سامان کو توڑ پھوڑ دیا اور واپس ہو گئے تو کسی شرپسند نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں سے کچھ فاصلہ پر موجود پولیس کے ڈی ایس پی کو گولی مار کر ہلاک کر دیا چونکہ حکومت شریف خاندان کی تھی۔ انہوں نے اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لیے (جو گزشتہ سطور میں تحریر ہے) مقامی انتظامیہ کو خصوصی ہدایات دیں کہ مقدمہ اس طرح مضبوط بنایا جائے کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ ان کا خاندان اور ان کی جماعت بالکل نہ بچ سکے۔ بظاہر تو انہوں نے بہت مضبوط مقدمہ بنایا لیکن دینا نے دیکھا کہ جب حق والے ثابت قدم رہے تو اہل اقتدار کی تدابیر الٹ ہو گئیں۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اور ان کے رفقاء اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد سے آزمائش کے بعد برخرو ہو کر واپس آ گئے جب کہ اس ملک کے سیاہ و سفید کے مالک ہونے کے باوجود شریف خاندان پر اس ملک کی زمین تنگ ہو گئی اور انہیں ذلیل و رسوا ہونا پڑا، پہلے ملک کی جیلیں ان کا مقدمہ بنیں پھر فوجی حکومت سے معافی مانگ کر پاکستان ہی چھوڑ کر جانا پڑا۔ اس واقعہ سے لوگوں نے پراپیگنڈہ کیا کہ ملک میں قوالی اور دیگر ناجائز امور نہیں ہو رہے یہاں بھی اگر قوالی ہو جاتی تو کیا حرج تھا؟ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے

اتنی عیرانہ سالی میں اپنے آپ کو اور جماعت کو آزمائش میں کیوں ڈالا؟ عرض کرتا ہوں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بادشاہ وقت کو سجدہ تعظیص کرنے سے انکار کر دیا (حالانکہ علماء سودہ نے اس کو ہاتھ تڑا دیا تھا) تو اس کی پاداش میں انہیں گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ ظاہر تو بات یہی تھی کہ اگر حضرت مجددؒ کو سجدہ بادشاہ کو سجدہ تعظیص کر دیتے تو اس ابتلاء سے بچ جاتے یہ بھی معمولی بات تھی کفر اور اسلام کا مسئلہ نہ تھا۔ ایسے ہی مواقع پر رخصت یا عزیمت کسی ایک کو اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن علماء حق کا عموماً یہ شعار رہا ہے کہ ایسے مواقع پر عزیمت پر عمل پیرا ہو کر تاریخ میں اپنی حیثیت اجاگر کرتے ہیں۔ اسی لیے اس موقع پر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے عزیمت کی راہ اختیار فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ جب باطل طاقت اور اقتدار پر بھروسہ کر کے حق کو چوبانے کے لیے کوشاں ہوں اور اہل حق اسوہ حسنیؒ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے باطل کے سامنے ڈٹ جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد اور خوشنودی ان کے شامل حال ہوتی ہے۔

یوں تو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی ساری زندگی انہی قسم کے مجاہدانہ کارناموں سے بھری پڑی ہے لیکن نمونہ کے لیے چند واقعات تحریر کیے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ میں شیخ العرب والعجم حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی مجاہدہ والی صفت بدرجہ اتم موجود تھی۔ کیونکہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ کی ذمہ دار حکومت ہے لیکن اگر کوئی حکومت کے نشے پر طاقت اور سینہ زوری سے علی الاعلان برائی کرنے بلکہ اس کو مسلط کرنے کی کوشش کرے تو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے عزیمت پر عمل پیرا ہو کر ان منہ زوروں کو لگام ڈالنے کی لازوال روایت قائم کی ہے۔

دوسرا وصف تواضع

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کی دوسری صفت ”تواضع“ بھی حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ آپ کے عقیدت مند جلسوں میں آپ کے نام کے ساتھ مختلف القابات لگا کر (جیسا کہ آج کل رواج ہے) اعلانات کرتے تو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سختی سے منع فرماتے بلکہ دوران تقریر بھی اس کی پر زور مذمت فرماتے کسی کو بھی اپنی تعریف میں کچھ کہنے کی بالکل اجازت نہ دیتے۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ عموماً تقریر کے دوران فرماتے تھے کہ ”زندگی میں کسی کو بھی ولی اللہ مت کہو کیونکہ آج کل فتنوں کا زمانہ ہے نہ معلوم وہ کل کیا ہو جائے۔ البتہ وفات کے بعد

اس کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ قیاس کیا جاسکتا ہے لیکن بیٹھی طور پر کہہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ دل کا معاملہ خدا اور بندے کے درمیان ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ، تہذیب فرما کر صلیح سے نیچے تحریف لاپچھے قناعت خواہی نے لوگوں کے اصرار پر غم "مٹی مٹھری حسین مجاہد دی سن" شروع کی تو اسی وقت آدمی کو بھیج کر سختی سے اسے بند کرا دیا۔ حضرت خوانوں کو سختی سے اپنی تحریف میں نکلیں پڑنے سے منع فرماتے تھے۔ اپنے نام کے ساتھ خادم اعلیٰ السنت کا لکھ اس طرح تحریر فرماتے گویا کہ نام کا جز ہو۔ دور دراز علاقوں میں حیرانہ سالی میں بھی جھلسوں پر تحریف لے جاتے لیکن کبھی کھانے پینے یا دیگر ضروریات کے لیے مستحقین کو پریشی نہ کیا۔ سخت ٹھنڈا پانی اور سخت گرم چائے نوش فرمانا آپ کی عادت مبارک تھی۔ بچ ٹھنڈا دودھ سوڈا آپ کا مرغوب مشروب تھا لیکن کبھی خود کہہ کر میزبان سے طلب نہ کیا۔ جس طرح کا بھی دے دیا آپ نے نوش فرمایا۔ ایک دفعہ میاؤالی کے قریب ایک جگہ جلسہ پر تحریف لے گئے رات کھانے کے بعد میزبان نے چائے کے تحقیر پوچھا آپ نے فرمایا لے آئیں۔ یہ ناچیز بھی اس وقت بھراؤ تھا کسی خرابی کی وجہ سے بچکا بند تھی اور ٹالہ صین جزائی تھی۔ چائے آئی اور حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو پیش کی گئی۔ ایک بیانی مجھے بھی چائے کی دی گئی۔ میں نے جوں ہی پہلا گھونٹ بھرا تو چائے سخت ترش محسوس ہوئی۔ میری نظریں فوراً حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے چہرہ مبارک کی طرف اٹھ گئیں لیکن وہاں ناگواری کے کوئی تاثرات نہ تھے بلکہ وہ معمول کے مطابق چائے نوش فرماتے رہے۔ بیانی خالی کر کے واپس لوٹا دی۔ اس ناچیز نے بھی دل پر جبر کر کے بیانی خالی کی۔ جب میزبان برتن اٹھا کر کمرے سے باہر گیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسی چائے تیار کی ہے۔ جب روشنی میں چائے والی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا تو دودھ کی مہکٹیاں بنی ہوئی تھیں گویا دودھ خراب ہو گیا تھا۔ میزبان بہت پریشان ہوئے انہوں نے اہل خانہ سے اس کے تحقیر استفسار کیا تو معلوم ہوا (دیساتوں میں عموماً دودھ مٹی کے برتن میں رکھتے ہیں۔ ویسا ہی مٹی کا برتن دی جانے کے لیے استعمال ہوتا ہے) چونکہ بجلی بند تھی۔ اہل خانہ نے جلدی میں غلطی سے اس برتن سے دودھ نکال کر چائے میں ڈال دیا، جس میں دی جانے کے لیے دودھ ڈالا تھا۔ جس وجہ سے چائے خراب ہو گئی۔ لیکن اچھی بد ذائقہ اور خراب چائے ہونے کے باوجود حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے میزبان کو محسوس تک نہ ہونے دیا تاکہ وہ شرمندہ نہ ہوں۔

سخت گرمیوں میں دیساتوں میں تحریف لے جاتے تھے نہ ہونے کی وجہ سے میزبان کو شش کرتے کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو ہوا کی راحت پہنچانے کے لیے ہاتھ والی پنکھی استعمال کریں لیکن

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ انہیں منع فرمادیتے۔ اپنی راحت کے لیے کسی کو تکلیف دینا گوارا نہ فرماتے اگر سزا اور تھکاوٹ کی وجہ سے کوئی پاؤں دا بنے کی کوشش کرتا تو اس کی اجازت نہ دیتے۔ بلکہ فرماتے کہ مجھے اس کی عادت نہیں فرماتے ایسا کرنے سے آدمی ہل پسندی کا عادی ہو جاتا ہے۔ کسی محفل میں تشریف لے جاتے اور آدمی احتراماً کھڑے ہو جاتے تو سختی سے انہیں بیٹھ جانے کا فرماتے اور اس طرح کھڑے ہونے کو مناسب خیال نہ فرماتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی ہر سنت مطہرہ پر زندگی کے ہر شعبہ میں سختی سے عمل پیرا تھے۔ بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود کسی کا سہارا لینا گوارا نہ تھا۔ اگر کوئی سہارا دینے کی کوشش کرتا تو منع فرمادیتے جب تک مسجد میں آتے رہے اپنے سہارے پر (خواہ کتنی تکلیف ہو) چل کر تشریف لاتے رہتے، آخری چند ماہ میں بڑی مشکل اور کافی اصرار کے بعد اس بات پر رضامند ہوئے کہ گھر کے دروازہ تک تشریف لاتے وہاں کرسی پر تشریف فرما ہوتے خدام کرسی اٹھا کر مسجد کے دروازہ تک لے آتے وہاں سے چل کر منبر تک تشریف لے جاتے۔ یہ بھی تب منظور فرمایا جب ضعف کی وجہ سے سیزھیاں چڑھنا اور اترا نہایت گراں ہو گیا۔ اس دور میں آپ کی قوت ارادی بے مثال تھی غالباً ۶۴ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ جب حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو مکہ مکرمہ میں غار ثور کی زیارت کے لیے پہاڑ کا مشکل ترین سفر پیدل طے فرمایا۔ جو لوگ ہمراہ تھے وہ بتاتے ہیں کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے بڑی ہمت اور جذبہ سے پہاڑی سفر طے کیا۔ راستہ میں بعض نوجوان دشوار پہاڑی سفر کی وجہ سے آرام کی غرض سے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ پاس سے گزرے تو آپس میں باتیں کرنے لگے کہ دیکھو یہ کتنا بوڑھا آدمی کس طرح پہاڑی پر چڑھ رہا ہے۔ ہمیں جوانی کے باوجود بہت دقت محسوس ہو رہی ہے۔ جن لوگوں نے وہ پہاڑی دیکھی ہے انہیں معلوم ہے کہ کتنا دشوار راستہ ہے۔ لیکن حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے حضور اکرم ﷺ اور یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت بھی غار ثور پر چڑھ کر پوری فرمائی۔ آپ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس غار پر نہ جاتا (جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کی دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید میں اسی غار کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کا مٹائی فرمایا ہے) تو زندگی بھر افسوس رہتا۔ جو بھی حاجی یا عمرہ کرنے والا حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سے ملنے آتا تو آپ اس سے یہ ضرور پوچھتے کہ کیا غار ثور کے اوپر گئے ہو؟

جتنا ادب و احترام حضور اکرم ﷺ کا حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کسی کی سوچ بھی

وہاں نہیں پہنچ سکتی۔ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے آخری عشرہ میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ جب عمرہ کے لیے تشریف لے جاتے تو مجبوراً طواف عمرہ کے لیے اور حرمین شریفین میں آمد و رفت کے لیے وہیل چیر کا استعمال فرماتے لیکن جب بھی حضور اکرم ﷺ کے دربار اقدس میں حاضری کے لیے جاتے تو معمول یہ تھا کہ باب بقیع کے دروازہ تک وہیل چیر پر جاتے پھر اتر کر پیدل حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لائھی کے سہارے کے بغیر جھکی ہوئی کمر کے ساتھ حاضر ہوتے اور مواجدہ شریف کے سامنے ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر کافی دیر تک عرض و نیاز کرتے رہتے۔ چونکہ وہیل چیر ذاتی ہوتی اور مسجد نبوی ﷺ کی انتظامیہ کا قانون ہے کہ مسجد کے اندر صرف اس وہیل چیر کو جانے کی اجازت ہوتی ہے جو مسجد کی انتظامیہ خود فراہم کرتی ہے۔ یا جس کے پاس داخلہ کے لیے اجازت نامہ ہو۔ مسجد نبوی ﷺ کے دروازہ پر متعین سیکورٹی کے اہلکاروں نے جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو اتنی مشقت سے اندر جاتے دیکھا تو انہیں خیال ہوا کہ شاید وہیل چیر پر ایویٹ ہے اس لیے اندر لے کر نہیں جاتے اور حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اس بڑھاپے میں اتنی مشکل سے پیدل حاضری کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔ تو اہلکاروں نے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے خادم کو بلا کر کہا کہ آپ کو اجازت ہے کہ آپ انہیں آئندہ پر ایویٹ وہیل چیر پر ہی مسجد کے اندر حاضری کے لیے لے جایا کریں تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو۔ لیکن جب دوسرے دن بھی حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ دروازہ پر اتر کر پیدل اندر تشریف لے گئے تو سیکورٹی اہلکاروں نے خادم کو بلا کر پوچھا کہ ہم نے آپ کو اجازت دی تھی کہ آپ انہیں اسی وہیل چیر پر اندر حاضری کے لیے لے جائیں پھر آپ انہیں وہیل چیر پر اندر کیوں نہ لے گئے؟ جب انہیں بتایا گیا کہ بات اجازت کی نہیں بلکہ شاید حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اس کو بے ادبی خیال فرماتے ہوں کہ وہیل چیر پر بیٹھ کر حضور اکرم ﷺ کے دربار میں حاضری دیں وہ تکلیف کے باوجود پیدل چل کر کھڑے ہو کر حضور اکرم ﷺ کے دربار اقدس میں حاضر ہونا پسند فرماتے ہیں۔ یہ سن کر اہلکار بہت حیران ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ۲۰۰۰ء کے بعد (جس کے آخری مہینوں میں آپ عمرہ پر تشریف لے گئے) حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ عمرہ کے لیے تشریف نہ لے گئے ساتھی اصرار کرتے تو آپ فرماتے کہ اب معذوری ہے۔ جسانی عوارض تو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو پہلے بھی تھے لیکن میرے خیال میں بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے پیدل زیادہ نہ چل سکتے کا جو غارضہ تھا حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اپنے آپ کو اسی وجہ سے معذور خیال فرماتے تھے۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اپنے پاؤں پر چل کر حضور اکرم ﷺ کے دربار اقدس میں حاضر نہ ہو سکتے کو خلاف

ادب سمجھتے ہوں گے (وہیل چیر پر تو اب بھی دربار اقدس میں حاضری ہو سکتی تھی جس طرح دوسرے بزرگوں کا معمول ہے) اسی وجہ سے ساتھیوں کے اصرار کے باوجود عمرہ پر تشریف نہ لے گئے۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے کبھی ایسا رویہ اختیار نہیں فرمایا، جس سے اپنی بڑائی ظاہر ہو بلکہ آپ کی ہر ادا اور گفتگو سے عاجزی کی جھلک ظاہر ہوتی تھی۔ آپ کی ایک تحریر ملی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو حضور اکرم ﷺ کے حضور کیسے پیش فرماتے تھے۔ یہ تحریر آپ نے اپنے ایک خادم کو دی جب وہ حج بیت اللہ شریف کے لیے جانے لگا کہ جب مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ کے دربار میں حاضری ہو تو یہ تحریر پڑھ کر میری طرف سے سلام عرض کرنا، اس خادم کے مطابق کہ جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی تحریر کو کھول کر پڑھا تو شیشا کر رہ گیا کیونکہ اسے بہت گراں محسوس ہوا کہ ان الفاظ کو کس طرح اپنی زبان سے ایسی عظیم ہستی کی طرف سے منسوب کر کے حضور اکرم ﷺ کے دربار اقدس میں حاضری کے وقت ادا کرے۔ بہر حال اس نے علماء کرام سے رابطہ کیا، تحریر تو نہ دکھائی بلکہ معلوم کیا کہ اس قسم کی صورت حال ہو تو کیا کیا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ پر ضروری ہے کہ جب پہلی دفعہ دربار اقدس میں حاضری ہو انہی الفاظ کو پڑھ کر سلام عرض کریں پھر اس کے بعد جب بھی حاضری ہو تو ان الفاظ کو چھوڑ کر حضرت اقدس کی طرف سے سلام عرض کر سکتے ہو۔ خادم کے مطابق کہ یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ جب ان الفاظ کے ساتھ اپنی گناہ گار زبان سے حضور اکرم ﷺ کے دربار اقدس میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا سلام عرض کیا تو کیا کیفیت ہوئی؟ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی وہ تحریر بھی پیش خدمت ہے۔

بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہدیہ صلوٰۃ و سلام

من ارذل الخلائق و احب الخبائث مظهر حسین غفر اللہ لہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا خیر خلق اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سید ولد آدم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

الصلوة والسلام علیک یا رحمة اللعالمین

الصلوة والسلام علیک یا حاتم النبیین

الصلوة والسلام علیک یا ضلیع المذنبین۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ جب بھی حج یا عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تو احباب کو تحائف دینے کے لیے تمام خریداری مدینہ منورہ سے فرماتے تھے۔ اس کی ایک وجہ تو شاید یہ تھی جس طرح تمام اکابر دیوبند اس چیز کو تبرک خیال فرماتے تھے جس کی نسبت مدینہ منورہ سے ہوتی تھی کہ اس کو اس مقدس زمین کی ہوا لگی ہے اور دوسرا ایک عالم سے سنا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی کچھ یوں ہے۔ ”جس نے میرے شہر مدینہ منورہ میں اس نیت سے رقم خرچ کی کہ اس سے میرے شہر والوں کو فائدہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو صدقہ کا اجر دیں گے۔“ آپ کا یہ معمول بھی مشق رسول ﷺ کی اصول مثال ہے۔ سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور مشق رسالت ﷺ کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے زندگی کے آخری لمحات میں بھی حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری لمحات سے مماثلت عطا فرمائی۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو بھی آخری وقت شدید ترین بخار ہوا اور ان کے ماتھے پر بھی اہل خانہ کپڑا پانی میں بھگو کر رکھتے رہے اور آخری وقت میں آپ ﷺ نے بھی مسواک طلب فرمائی اور آپ کا وصال بھی تہجد کے وقت اور پیر کے دن ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی طرح حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو بھی انگریزی ثقافت سے سخت نفرت تھی۔ جب مسلمانوں کو ان کی نقالی کرتے دیکھتے تو بہت دکھ کا اظہار فرماتے جب اسکولوں میں چٹھی کے وقت چھوٹے چھوٹے بچوں کو شرٹ پتلون اور صلیب کا نشان نائی پہنے دیکھتے تو بہت رنجیدہ ہوتے فرمایا کرتے کہ یہ عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے اور مسلمانوں کو اس کا احساس نہیں کہ وہ اسے صرف فیشن سمجھتے ہیں حالانکہ اس سے عیسائی عقیدہ کا پرچار ہوتا ہے۔ اس سے ان کے عقیدہ متلیٹ (تین خدا ماننا) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر چڑھائے جانے کے عقیدہ کا اظہار ہے۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی جردی میں ساری زندگی کھدر کا لباس استعمال فرمایا سخت گرمیوں میں بھی کھدر کا لباس استعمال فرماتے ہر ایک کو خندہ پیشانی سے ملتے جس سے بھی ملتے آپ کی مخصوص مسکراہٹ اس کے دل پر بہت اثر انداز ہوتی۔ ہر ایک کے ساتھ ایسی شفقت اور اپنائیت کا اظہار فرماتے کہ ہر کوئی سمجھتا کہ جتنی محبت اور تعلق حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو میرے ساتھ ہے کسی اور کے ساتھ نہیں۔ اگر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ

کے سب متعلقین کو ایک جگہ اکٹھا کر کے اس بات کے متعلق پوچھا جائے کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو کس کے ساتھ زیادہ محبت تھی تو یقیناً ہر ایک اس بات کو اپنے حق میں ثابت کرنے کے لیے ایسے ایسے واقعات سنائے گا کہ آپ کسی ایک کے حق میں فیصلہ کرنے میں یقیناً اپنے آپ کو بے بس محسوس کریں گے۔

مضمون بہت زیادہ طویل ہو گیا ہے اختصار کے ساتھ صرف چند واقعات ہی تحریر کیے ہیں ورنہ ابھی تو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی زندگی کے کئی پہلو تحریر کرنے سے رہ گئے ہیں (شاید دوسرے حضرات اور علماء کرام ان پر روشنی ڈالیں) حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے حالات و واقعات اتنے ہیں اور دل کی حسرت بھی یہ ہے کہ انہیں بیان کرتے کرتے ہی اپنی بھی زندگی کی شام ہو جائے۔

آخر میں شکرانہ نعمت کے لیے عرض ہے کہ جتنا حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے اپنی خصوصی شفقت سے اس حقیر پر تقصیر کو نوازا ہے شاید ہی کسی کو نوازا ہو، جیسا کہ عرض کیا ہے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اپنے ذاتی کام میں کسی کی مدد نہیں لیتے تھے۔ جوتا پہننے وقت اگر کوئی جوتا پہنا نایا سیدھا کرنا چاہتا تو منع فرما دیتے لیکن اس ناچیز کو کبھی بھی حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے منع نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ مجھے کے دن لاہور سے ایک ڈاکٹر صاحب حضرت کے ہاں مہمان آئے جمعہ کے بعد جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ مسجد سے باہر تشریف لائے تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے جوتے مجھے دیں میں پہنانے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان کے اصرار پر جوتے انہیں دے دیئے جب وہ جوتے پہنا رہے تھے تو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے انہیں دیکھا تو فوراً مجھ پر شکایت آمیز نگاہ ڈالی لیکن شفقت کی وجہ سے زبان سے کچھ نہ فرمایا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے پاؤں میں جرابیں پہنانے کی سعادت گھر میں ان کی بیٹیوں کو حاصل ہوگی لیکن باہر (جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سفر میں ہوتے) بارہا مرتبہ اس حقیر پر تقصیر کو پاؤں میں جرابیں پہنانے کی سعادت یوں نصیب ہوتی کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ وضو فرما لیتے تو خود ہی پاؤں مبارک آگے بڑھا دیتے اور یہ ناچیز پاؤں میں جرابیں پہنا دیتا۔ اسی طرح حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ تشریف فرما ہوتے۔ میزبان اور دیگر بہت سے احباب موجود ہوتے لیکن جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو بیت الخلاء جانے کی حاجت ہوتی یا وضو فرمانا ہوتا تو اس ناچیز کو نام سے پکار کر فرماتے کہ پانی کا لونا بھریں اگر کبھی میں اس وقت پاس نہ ہوتا تو میرے متعلق پوچھتے اور مجھے بلواتے جوں ہی میں حاضر خدمت ہوتا تو مجھے پانی بھرنے کا فرماتے گویا کہ کسی اور سے ذاتی کام میں معاونت نہ لیتے بلکہ اس ناچیز کو ہی خدمت کے لیے نوازتے۔

آہ اب آنکھیں ایسی ٹیلی ہستی کی صورت دیکھنے کو اور کان ان کے عجیب و غریب لہجہ ہر ایک کو نام
کے ساتھ خاص انداز میں "صاحب" کہہ کر پکارنے کو سننے کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کو ترستے رہیں گے۔
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر سید امین گیلانی صاحب نے یہ اشعار لکھے
تھے۔ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ لکھے گئے یہ اشعار اس وقت ہمارے بھی دل کی کیفیت کی ترجمانی کرتے
ہیں۔ اس لیے "مدنی تصرف اور سید امین گیلانی صاحب سے معذرت کے ساتھ وہ اشعار تحریر کر رہا ہوں۔

مکون رہت کی دولت لٹا کے بیٹھ گئے
ہم ایک کو ہر یکٹا کنوا کے بیٹھ گئے

وہ جب سے چہرہ الوار چھپا کے بیٹھ گئے
ہم اپنی ہلکوں پہ شمعیں جلا کے بیٹھ گئے
ترس رہی ہیں نکلیں آپ کی صورت کو
اب آ بھی جاؤ کہ سب لوگ آ کے بیٹھ گئے
قریب کر کے محبت سے ایک دنیا کو
عجیب بات ہے، خود دور جا کے بیٹھ گئے
دفا شعار تھے آپ، کیا ہوا خدا کے لیے
کساپنے یاروں سے دامن چھڑا کے بیٹھ گئے

ہمارا جی نہیں لگتا کہیں تمہارے بغیر
مگر ہیں آپ، کہ کہیں جی لگا کے بیٹھ گئے
زمیں پہ پھولوں میں کم ہو گئی تھی بوئے وفا
کہ اب لٹک پہ ستاروں میں جا کے بیٹھ گئے

رداں رہے گا یونہی کارواں قاضی کا
حدود نہ سمجھیں کہ ہم دل بجھا کے بیٹھ گئے
خرپ کے چاک گریباں کریں گے باطل کا
وہ یہ نہ سمجھے کہ ہم چٹ کھا کے بیٹھ گئے

رأس الاتقیاء اور مرشد العلماء

☆ مولانا مظہر حسین کاظمی ☆

سوموار کا دن تھا ۳ رزد الحج ۱۴۲۲ھ شام کو چار بجے اتم الحروف اپنے ایک مہربان دوست کو ملتان جزل بس اڈے پر ملنے کے لیے گیا۔ علیک سلیک کرنے کے بعد اس نے بتلایا کہ آج صبح دس بجے فون آیا اور نون پر بتلایا گیا کہ آج وہ شخصیت اس دار فانی سے کوچ کر گئی ہے۔ جس کی تربیت شیخ الاسلام والسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی بیہید نے خاص طریقہ سے فرمائی تھی۔

آج وہ شخصیت اس دنیا سے رخصت ہو گئی جس کا قلم ہر اس آدمی کے خلاف لکھتا تھا جو مسئلہ حق سے انحراف کرنے والا ہوتا۔ وہ شخصیت آج دار الفناء سے دار البقاء کی طرف چلی گئی ہے جس کی تحریر دشمنان اسلام کے خلاف ننگی تلوار کی حیثیت رکھتی تھی۔ آج وہ شخصیت رحلت فرما گئی ہے جس کی تقریریں کر باطل پر سکتہ طاری ہو جاتا تھا۔

آج وہ شخصیت دنیا سے چلی گئی ہے جس نے پاکستان میں اس وقت تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے تحریک بنائی جب دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کھل کر صحابہ کرامؓ کے خلاف بکواس کر رہے تھے۔ آج وہ شخصیت اس دنیا سے آخرت کی طرف چلی گئی ہے جو کسی دور میں مولانا غلام غوث ہزاروی رضی اللہ عنہ کے شانہ بشانہ نظر آتی تھی۔

آج وہ شخصیت اس دنیا سے چلی گئی جو شیخ الادب مولانا اعجاز علی صاحب رضی اللہ عنہ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھتی تھی۔ آج کون شخصیت اس دنیا سے گئی ہے جو ایک وقت میں قادیانیت کے خلاف گفتگو کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں۔

آج وہ شخصیت اس دنیا سے گئی ہے جو کسی وقت میں تحریر و تقریر کے انداز میں روافض کے خلاف گفتگو فرماتے تو روافض کی جڑیں کھوکھلی کر کے رکھ دیتے۔

آج وہ شخصیت سینوں کو جیتیم کر کے چلی گئی جو کبھی مسئلہ خلافت پر گفتگو فرماتے تو مودودیت (جماعت اسلامی) اور یزیدیت کے بچے اوجھڑ کر رکھ دیتے۔

آج وہ شخصیت اس دنیا سے چلی گئی ہے جو کبھی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار کی حقانیت اور یزید کے فسق و فجور پر گفتگو فرماتے تو یزیدیت کے محلات لرز جاتے۔

آج وہ شخصیت اس دنیا سے رخصت ہوئی ہے۔ جو عقیدہ کے عظیم جز مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلائل کے ساتھ کلام فرماتے تو مہماتیت کے محلات کو آگ لگ جاتی۔ آج وہ شخصیت اس دنیا سے گئی جس نے کبھی بھی تحقیق اکابرین کے علاوہ کسی کی بات کو قبول نہ کیا۔

آج وہ شخصیت اس دنیا سے چلی گئی ہے جو عقائد و نظریات میں ایسے پختہ تھے جب اپنے حضرات نے بھی کہا کہ زنی اختیار فرمائیں تو حضرت نے زنی نہ برتی۔

آج وہ شخصیت اس دنیا سے گئی ہے جس کے سامنے استاذ محترم امام السنائین حضرت اقدس مولانا محمد امین صندرمصاحب ادکاڑوی رحمہ اللہ بھی دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے۔

آج وہ شخصیت رخصت ہو گئی ہے جو آخری وقت تک علماء حق کے کامل ترجمان کی حیثیت سے نظر آتے تھے۔

آج وہ شخصیت اس دنیا سے گئی ہے۔ جس نے کئی مرتبہ حج و عمرہ کی سعادت حاصل کی۔
آج وہ شخصیت اس دنیا سے رخصت ہوئی ہے جو چلنے میں تو فرد واحد نظر آتا تھا لیکن حقیقت میں ایک عظیم تھی۔

آج وہ شخصیت اس دنیا سے رخصت ہوئی ہے جس نے زندگی کا بیشتر حصہ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں گزارا۔

آج وہ شخصیت اس دنیا سے رخصت ہوئی جو کبھی شیعہ، مودودی اور دیگر باطل کے ساتھ اتحاد نہیں کرتے تھے۔

ان سب باتوں کا مصداق کون تھا جو حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ جو وکیل صحابہ جلیل تھے۔ جو اس الاتقیاء تھے۔ جو مرشد العلماء تھے۔ جو بیژ طریقت تھے اور ولی کامل تھے۔ جو تحریک خدام اہل السنۃ والجماعت پاکستان کے بانی و امیر اول تھے۔ وہ تھے سیدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال والے رحمہ اللہ..... جو انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شوق زیارت

راقم الحروف نے پہلے بھی حضرت مرشدی بیہیہ کا اسم گرامی ایک دو مرتبہ سنا اور اقصائین اس میں نے جامعہ خیر المدارس میں دورہ حدیث کیا اور اور لڑاقت کے بعد امام الاناظرین استاذ محترم مولانا محمد امین صفدر صاحب اذکار ذی بیہیہ کے پاس جامعہ خیر المدارس میں ہی ایک سال کے ترقی کورس کے لیے حاضر ہوا تو حضرت بیہیہ کی کا اس میں روزانہ حضرت مرشدی بیہیہ کا ذکر ٹیڑھ ہوتا تھا۔

جب بار بار حضرت مرشدی بیہیہ کا ذکر خیر سنا تو دل میں شوق ہیچ ادا کر یا اللہ وہ دن آکھائی دے جس دن حضرت بیہیہ کی زیارت ہو سکے، ہالا غر بندہ در۔ میں پڑھانے کے لیے کلور کوٹ ضلع بکری میں متعین ہوا تو وہاں پر تحریک خدام اہلسیہ والجماعہ کے ساتھ رابطہ ہوتا گیا۔ تعلقات بڑھتے چلے گئے پھر مستقل ماہنامہ حق چار یار کا قاری بن گیا تو ایک موقع پر تحریک خدام اہلسیہ والجماعہ کے موجودہ امیر حضرت اقدس صاحبزادہ مولانا قاضی ظہور حسین صاحب الظہر مدظلہ کا وکٹ میں محترم صوفی محمد شریف صاحب کی بیٹی کا نکاح پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ تو صوفی صاحب نے راقم الحروف کا حضرت صاحبزادہ صاحب کو تعارف کروایا تو حضرت نے سنی کانفرنس ہمیں میں شرکت کے لیے حکم فرمایا۔

جب حکم ملا تو اور زیادہ خوشی ہوئی۔ چلو اب تو حضرت کی زیارت یقینی ہو گئی ہے۔ ہالا غر ہفتہ کا دن آ پہنچا کلور کوٹ سے ایک قافلہ کی صورت میں جس کی قیادت مولانا قاری محمد عبید اللہ صاحب فاروقی بکری والے، اور حضرت صوفی صاحب فرما رہے تھے۔ ہمیں کانفرنس میں پہنچے تو اور علماء و مشائخ کی زیارت ہوئی لیکن دل میں خواہش تھی کہ یا اللہ جلد ہی حضرت مرشدی بیہیہ کی زیارت نصیب فرما دے۔ ہالا غر حضرت بیہیہ کے پاس مکان کے اوپر والے کمرے میں حاضر ہوا جہاں ایک کمزور جسم والے دراز قد و قامت والے ایک حسین عمر رسیدہ بزرگ تشریف فرما تھے جن کی گفتار اور اخلاق میں حضرت مدنی بیہیہ کا کامل نمونہ چمک رہا تھا۔ حضرت مرشدی بیہیہ کی خدمت میں اپنی بات پیش کی۔ حضرت نے اپنے دست اقدس سے چائے اور بسکٹ عنایت فرمائے کچھ دیر مجلس میں حاضر رہا۔

اسی موقع پر ایک صاحب حضرت مرشدی بیہیہ کے داہنے کندھے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بتلایا کہ ایک علاقہ میں ایک مولوی صاحب کی تقریر تھی تو ہم نے اس کو کہا عقیدہ حیات النبی ﷺ پر تقریر فرمائیں تو اس نے کہا کیا آپ خدای تو نہیں ہیں؟ تو حضرت مرشدی بیہیہ نے اس کو جواب عنایت فرمایا کہ کیا حیات کا عقیدہ صرف خدام کا عقیدہ ہے بلکہ یہ تمام اہلسیہ والجماعہ کا ایک اجماعی عقیدہ ہے جو

سفینہ حق کا ناخدا چل بسا!

☆ مولا تا محمد عبد اللہ

کائنات کا ہر مربوط نظام، گردش لیل و نہار کا باقاعدہ تسلسل، موت و حیات کا لامتناہی سلسلہ اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ اس دنیا میں کسی چیز کو بھی ثبات نہیں۔ صبح کو طلوع ہونے والا سورج پیغام لاتا ہے کہ نصف النہار کو پہنچ کر روبہ زوال ہونا اس کا مقدر ہے۔ چودھویں رات کا چاند اپنی پوری تابانی کے ساتھ پکار پکار کر کہتا ہے کہ بدر ہلال سے بدر منیر، بدر منیر سے بدر ہلال بننے کا یہ سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے گا۔

بالکل یہی کیفیت موت و حیات کی ہے۔ پیدا ہونے والا بچہ اپنی فانی زندگی پر انگبار ہوتا ہے اور ہر جانے والا یہ احساس دلاتا ہے کہ یہ چند روزہ حیات مستعار گزار کر اسے بہر حال اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ اس لیے ہر ذی شعور اور صاحب عقل سلیم اس بات کی پوری کوشش کرتا ہے کہ وہ مالکِ حقیقی کو راضی کر لے۔ اور اس کی زندگی اس کے اہنائے جنس سے ممتاز ہو اس کے دوست اور شاہراہ زندگی کے دیگر رفقاء اسے اپنے لیے روشنی کا مینار قرار دیں۔ اس کے نقش قدم پر چلنے کو اپنے لیے فخر سمجھیں۔ اسی جذبے نے دنیا میں بے شمار ایسی شخصیات کو جنم دیا جن کی زندگیاں واقعی دیگر انسانوں کے لیے نہ صرف قابل احترام بلکہ قابل تقلید بھی ہیں۔

یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ موت کی آنکھوں میں ہر چھوٹا، بڑا، عالم، جاہل ایک ہی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نہ کسی بادشاہ سے مرعوب ہو کر اس کے ساتھ رعایت کرتی ہے اور نہ ہی کسی مفلس و قلاش کی بے کسی دے بسی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس پر زیادتی کرتی ہے۔

دنیا میں انسان بڑی بڑی فتوحات کرتا ہے اور عظیم ترین فاتح کہلاتا ہے اس کی فوج اور بہادر سپاہی بڑی بڑی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ہیں۔ بڑے بڑے ملکوں کو یا مال کر کے وہاں کی تہذیب

وتمدن کے نشانات مٹا دیتے ہیں۔

لیکن موت کا یہ جنگل جب اس کی تنہی ہوئی گردن کی طرف اٹھتا ہے تو نہ اس کے حواری اس کو بچا سکتے ہیں نہ بڑے بڑے شہ زور پہلوان اور جانا باز سپاہی۔ موت کسی امیر و غریب، فقیر و شہنشاہ کے درمیان کسی قسم کا فرق نہیں چھوڑتی۔ لیکن اس کے باوجود بعض شخصیات ایسی بھی ہیں موت اپنی پوری تندہی و تیزی، جبر و قہر کے باوجود ان کی زندگی کو عوام سے نہیں چھین سکتی۔ ان کی حیات مستعار فنا پر زری کے باوجود موت کی اس دست و برد سے محفوظ رہتی ہے اور عرصہ دراز تک ان کا تذکرہ سلا بعد سلا عوام میں رہتا ہے۔

کیونکہ یہ شخصیتیں کچھ ایسے معیار قائم کر جاتی ہیں جو انسانی تہذیب و تمدن، مذہبی روایات اور قومی زندگی کا ایک اہم ترین حصہ بن جاتے ہیں۔ اس لیے قوم اگر چاہے بھی تو انہیں فراموش نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی زندگیوں کو کتابوں کی شکل میں الفاظ کا جامہ پہنا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کیا جاتا ہے۔ لیکن ان مقدس ہستیوں کی داستان حیات محض اس لیے پیش نہیں کی جاتی کہ اس کی وجہ سے وہ معروف ہوں یا ان کی شہرت ہو بلکہ ان کی زندگیوں کے بلند کردار کو صفحہ قرطاس پر اس لیے نقش کیا جاتا ہے تاکہ قوم و ملت اپنے اس عظیم رہنما کی زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ جان کر دینی و دنیاوی کامیابی، کامرانی کی منزل سے ہٹکار ہو۔

کسی شخصیت کو بنانے میں ماحول۔ حالات اور واقعات ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ویسے تو قدرت ہر مولود کو فطری طور پر خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازتی ہے۔ اور اسے گونا گوں صفات سے آراستہ کر کے اس دار فانی میں بھیجتی ہے۔ وہ منصف حقیقی اپنے انصاف کے تقاضوں کے تحت ہر انسان کو انسانیت کے اصول و دینیت کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان غنی صلاحیتوں کے اظہار کے مواقع سب کو یکساں میسر نہیں آتے لیکن جن لوگوں کو سازگار ماحول اور حقیقی رہنما مل جاتا ہے وہ لوگ عظیم کہلاتے ہیں۔ جلال الدین کے مولانا روم بیٹھ بننے میں جہاں ان کی طبعی اور خلقی صلاحیتوں کو دخل ہے وہاں شمس تبریز بیٹھ کی نگاہ کرم اور پاکیزہ محبت کا اثر بھی ہے کچھ ایسی ہی کیفیت قائد اہل سنت حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین قدس سرہ کی ہے۔

قائد اہل سنت بیٹھ نے یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء کو ضلع چکوال کے نواحی علاقہ بھیس میں وقت کے مشہور عالم دین و مناظر اہل سنت حضرت مولانا کرم دین دیر بیٹھ کے گھر میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ اور

باقاعدہ دینی تعلیم کے لیے دارالعلوم عزیزیہ بمیرہ میں داخل ہوئے۔ پھر بننے لے یادی کی اور آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے عالم اسلام کے عظیم دینی ادارہ مرکز رشد و ہدایت دارالعلوم دیوبند پہنچ گئے۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند میں جن عظیم المرتبت اساتذہ کرام کے سامنے رالوے تلمذ طے کیا ان میں شیخ الاسلام والسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ہئییہ۔ مولانا شبیر احمد عثمانی ہئییہ۔ شیخ الادب والفقہ مولانا اعجاز علی دیوبندی ہئییہ۔ مولانا شمس الحق افغانی ہئییہ۔ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ہئییہ (مفتی اعظم پاکستان) اور مولانا پیر مبارک علی شاہ قدس اللہ اسرارہم بیت جہاندہ علم و فن اور اساطین امت شامل ہیں۔ آپ ہئییہ نے ۱۹۳۹ء میں دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔ اساتذہ کرام نے سند فراغت اور ستار فضیلت سے نوازا۔

سلوک واحسان اور اصلاح نفس کے لیے آپ ہئییہ نے اپنے استاذ خاص امیر مالانما مہابد کبیر امام الزاحدین قطب الارشاد مدرس گنبد خضریٰ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کا دامن فیض قوام کر کب فیض کیا۔ شیخ محترم نے آپ کو خلعت خلافت سے نوازا۔

قائد اہل سنت کی شخصیت قافلہ ہستی کے لیے مشعل ہدایت اور منارہ نور تھی۔ ان کے وجود مسعودت زہد وتقویٰ۔ تواضع ولہبیت، یقین، معرفت، علم ودانش، مکارم اخلاق اور نیک کردار کی بنیادیں استوار تھیں۔ آپ کی حیات مستعار احقاق حق و ابطال باطل میں صرف ہوئی۔ آپ کے جانے سے ایسا غلابدا ہوا ہے کہ مستقبل میں اس کے پر ہونے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی آپ اپنے دور کے نہ صرف جید عالم دین اور ممتاز رہنما تھے بلکہ آپ تواضع للہبیت، خدا ترسی اور اجار سنت کا بہترین نمونہ تھے

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز

یہی ہے رخت سفر میرے کارواں کیلئے

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہمارے اس دور پر حرف بحرف صادق آ رہا ہے کہ.....

(ترجمہ) نیک لوگ یکے بعد دیگرے اٹھتے جائیں گے اور (انسانیت) کی تلچھٹ پیچھے رہ

جائے گی جیسا کہ ردی جو، یادی مجبور رہ جاتی ہے حق تعالیٰ ان کی کوئی پردا نہیں کرے گا۔

(بخاری و مشکوٰۃ ص ۳۵۸)

حضرت اقدس! کاروان علم و فضل کے ان باقیات و صالحات میں سے تھے جنہیں دیکھ کر اطمینان ہوتا تھا کہ یہ دنیا ابھی اہل اللہ سے خالی نہیں ہوئی اور ابھی ہمارے دامن میں ایسے منج حائے گراں مایہ

موجود ہیں جن سے نہ صرف ہماری عظمت کا قومی بھرم قائم ہے بلکہ جو خود انسانیت کی آبرو اور اس کے چہرے کا غارہ ہیں۔ وہ خاندانِ ولی اللہی کے روحانی اثاثہ کے امین اور علماء سلف کی متاعِ عظمت کے وارث تھے۔

آپ اپنے بحرِ علمی وسعت مطالعہ، سادگی، قناعت، زہد و تقویٰ کے لحاظ سے اسلافِ دیوبند کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ مسلکِ حق کے حقیقی محافظ بلکہ اسلاف کی روایات کے پاسبان تھے۔

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

آپ کی مجلس میں جو بھی آیا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ دین کے متعلق شکوک شبہات لے کر آنے والے تسکین قلبی اور گوہرِ مقصود حاصل کر کے لوٹتے۔ آپ کا ہر ایک حرف، چچا تلا ہوتا جیسے دل میں ترازو رکھا ہو اور بات کو معقول اصولوں کے پیرائے میں دل نشین کر دیتے۔

وہ ایک روحِ دلغراز، ایک پیکرِ حسنِ خوبی، شرافت و ثروت کا ایک دریا، جذبہ حق گوئی کا ایک پہاڑ، علومِ شریعت کا ایک خزانہ تھے وہ صحیح معنوں میں قائدِ اہل سنت تھے۔ انہوں نے چٹائی پر بیٹھ کر مخلوقِ خدا کی بے لوث خدمت سے ان کے دلوں پر حکومت کی۔ انہوں نے اپنے علم و عمل حق گوئی و بے باکی جاں بازی و جان سپاری اور مخلصانہ قیادت سے اپنے مربی خاص شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کی یاد تازہ رکھی۔

بات حضرت مدنی کی آگئی تو چلے حضرت مدنی کے اوصافِ جمیلہ کی ایک ادنی سی جھلک سے محفوظ ہوتے چلیں۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں.....

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے قلب و دماغ میں اسلامی غیرت اور انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ قومی جذبات اور حریت پسندانہ خیالات رگ رگ میں رچے ہوئے تھے ضعف اور کمزوری کے باوجود ان کی ہمت مردانہ اور قومی احساس نے انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ خدمتِ وطن اور اشاعتِ دین کا جذبہ انہیں سیابِ وار لیے پھرتا رہا اور اس راہ کی تمام مشکلیں ان کے لیے سہل تھیں۔ آزادیِ وطن کی جدوجہد کے لیے نہ انہیں عزت کا خیال تھا نہ راحت کا نہ عزیزوں کی پرواہ تھی نہ مال و دولت پیارا تھا۔ انہوں نے رسولِ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ان دشوار گزار اور پرخطر راہوں میں طعن و تشنیع کے تیر بھی کھائے سب وشم کی بوچھاڑ بھی برداشت کی۔ گالیوں اور لغو بیانیوں کے طوفان بھی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ سنا اور دیکھا۔ مگر ان کی زبانِ اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہ رہی وہ باہمگ و حل اپنے نظریات

کا اعلان کرتے رہے۔ (شیخ الاسلام - ایک سیاسی مطالعہ صفحہ ۷۸)

قائد اہل سنت قدس سرہ بھی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا پر تو تھے وہ مجموعہ کمالات تھے۔ ان کی حق گوئی و بے باکی، دینی حمیت و غیرت، جرأت و ہمت اور استقامت و استقلال دیکھ کر خیر القرون کی یاد تازہ ہوتی تھی وہ اہل زلیخ و ضلال اور ملاحدہ و زنا و فساد کے معاملے میں تیغ براں تھے۔ وہ دین و مذہب اور مسلک و شریعت کے معاملہ میں کسی لگی لپٹی رو رعایت کے روادار نہ تھے۔ بلاشبہ وہ اس معاملہ میں بجا طور پر امام اہل سنت تھے۔ وہ جس بات کو حق اور سچ جانتے اسے بلا خوف و لومۃ لائم کہتے لکھتے اور برسر منبر بیان کرتے اور احقاق حق اور ابطال باطل کا ملکہ انہیں وراثت میں ملا تھا چنانچہ تحریک ختم نبوت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت خود تحریر فرماتے ہیں کہ

اس تحریک میں سینکڑوں علماء نظر بند ہوئے اور بندہ خادم علماء بھی سنٹرل جیل ساہیوال (سابق منٹگری) میں تقریباً دس مہینے نظر بند رہا۔ بندہ کی رہائی ۱۳ جنوری ۱۹۵۴ء کو ہوئی۔ الحمد للہ تری دیدہ قادیانیت مجھے وراثت میں ملی ہے۔ میرے والد محترم مولانا کریم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالت کے کٹہرے میں ذلیل و رسوا کیا۔

(سوانح و افکار - قاضی احسان احمد شجاع آبادی صفحہ ۱۵)

یہی وجہ تھی کہ وہ جہاں اغیار خصوصاً روافض کے معاملہ میں سیف بے نیام تھے وہاں وہ اہل سنت کہلانے والے اسلاف بیزاروں کیلئے بھی تنگی نکوار تھے۔ متعدد ایسے حضرات جو اپنے کو اسلاف اہل حق کے خوشہ چیں کہلاتے ہیں مگر جب مسلک اہل حق سے عدول کرتے نظر آتے تو انہوں نے نہایت خلوص، اخلاص اور پروقار طریقے سے ان کا بھی بھرپور تعاقب کیا۔ حضرت قائد اہل سنت فرماتے تھے کہ دین کے معاملہ میں مصلحت پوشی دیانت اور امانت کے خلاف ہے اور واقعۃً ان کا یہ ارشاد و سوفیصد صحیح تھا انہوں نے جہاں پرویزیت، بریلویت، مہماتیت، مودودیت کا تعاقب کیا اور قادیانیت و رافضیت کے کفر کا پردہ چاک کیا وہاں انہوں نے خارجیت کو بھی بے نقاب کیا۔

وہ فرماتے تھے کہ جن امور کے بارے میں ہم اغیار پر تنقید کرتے ہیں اور انہیں غلط سمجھتے ہیں وہ اپنوں کے معاملہ میں کیسے جائز ہو سکتے ہیں۔ دراصل وہ دین کے صاف و شفاف چہرہ پر کسی قسم کی کوئی گرد و غبار برداشت کرنے کے روادار نہ تھے۔

وہ اپنے استاد شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح جانشین تھے ان کی تمام عمر جدوجہد سے عبارت

تھی۔ جہاں انہوں نے انگریز کے خلاف بغاوت کے جرم میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں وہاں انہوں نے قادیانیت کے خلاف جہاد میں حصہ لے کر سنت یحییٰ کی یاد تازہ کی۔ چنانچہ جہاں ایک طرف ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۹ء تک جہلم، ملتان اور راولپنڈی کی جیلوں میں پابند سلاسل رہے تو وہاں ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ مٹم نبوت میں بھی آپ ہنس دیا اور زنداں رہے۔

حتیٰ کہ پیرانہ سالی اور ضعف کے عالم میں جب عمر ۸۵ سال سے متجاوز تھی تو آپ نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی یاد تازہ کرتے ہوئے تحفظ اصحاب رسول پیکار کی خاطر جیل کی کال کو غری کو آباد کیا اور اس کے دیرانے کو صدائے حق سے مہمور فرمایا.....

مشق میں ان کے کوہ غم سر پہ لیا جو ہوسو ہو
میش و نشاط زندگی بھروز دیا جو ہوسو ہو

حضرت قائد اہل سنت قدس سرہ صرف گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے۔ دین و مذہب اور ملک و ملت کے تحفظ کی شاید ہی کوئی تحریک ایسی ہوگی جس میں آپ نے بھرپور قائدانہ کردار نہ ادا کیا ہو۔ خصوصاً تحریک خدام اہل سنت کی داغ بیل ڈال کر آپ نے روافض کے پھیلائے ہوئے جال کو تار عنکبوت کی طرح توڑ ڈالا۔ آپ نے شہر شہر قریہ قریہ اور دور دراز دیہاتوں میں پہنچ کر پیغام حق کو عام کیا اس کے علاوہ کتابیں لکھیں تقریریں کیں مناظرے اور مباہلے کئے اور دینی مراکز و مدارس قائم فرمائے۔

خصوصاً خلافت راشدہ کے پیغام کو عام کرنے اور لادین صحافت کے تار پود نکیرنے کے لیے ماہنامہ حق چار یار مجلہ کا اجراء فرمایا۔ غرض کوئی میدان ایسا نہیں جہاں آپ نے لازوال خدمات انجام نہ دی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی سوچ و فکر اور آپ کی تقریر و تحریر مسلک حق اہل سنت والجماعت کی آئینہ دار ہوتی تھی۔

حضرت قائد اہل سنت پیکار مسلک اور ذوق میں اکابر و اسلاف کے قدم بقدم تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان پر تمام اہل علم و تحقیق بھرپور اعتماد کرتے تھے۔ وہ قلندرانہ جرات اور ایک ایسے یقین کے مالک تھے جنہیں دیکھ کر ترجمان حقیقت پکاراٹھتے تھے.....

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

مگر آہ..... آج یہ لکھتے ہوئے کچھ منہ کو آتا ہے کہ قافلہ حق کے روح رواں، اکابر علماء دین و بند کے

صراطِ مستقیم.... کے چراغ

☆ کچھ جناب فیاء اللہ خان

میرے پیر و مرشد پیکرِ شریعت و طریقت یادگارِ اسلاف، قائدِ اہل سنت، وکیلِ صحابہؓ، خلیفہِ مجاز و شاگردِ رشید شیخ العرب و العجم سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ امیرِ تحریکِ خدامِ اہل سنت و الجماعت پاکستان مورخہ ۲۶ جنوری بروز پیر صبح ۵:۳۰ بجے اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔

اور یوں دارِ العلوم دیوبند کی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ختم ہو گیا۔

آپ نے ایسی سرزمین پر آنکھ کھولی جو ایک طرف شرک و بدعت سے بھرپور تھی تو دوسری طرف اس پر کفر و الحاد کے پہاڑ کھڑے تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کے ذریعہ سے اس سرزمین کو شرک و بدعت سے پاک کر کے عقائدِ حقہ سے زرخیز کر دیا۔ آپ کی شخصیت و کردار اور ذہن سازی سے کفر و الحاد کے پہاڑ سرنگوں ہو گئے۔ آپ نے مسلکِ علماء دیوبند اہل سنت و جماعت کی صحیح معنوں میں ترجمانی ہی نہ کی بلکہ اس کا تحفظ بھی کمالِ جرات اور بے باکی سے کیا۔ آپ نے ہمیشہ مسلک کو شخصیت پر ترجیح دی۔ آپ مسلکِ علماء دیوبند کا لبادہ اوڑھ کر خارجیت۔ ممانیت اور بریلویت پھیلانے والوں کے لیے شمشیر بے نیام ثابت ہوئے آپ نے اس بات کی قطعاً کوئی پروا نہ کی کہ اس طرح سے میرے مخلص رفقاء عقیدت رکھنے والے تحریک میں مرکزی حیثیت کے حامل لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ یہ آپ کی شخصیت کا ایک انفرادی پہلو تھا کہ آپ نے ہر باطل فتنے کا محاسبہ اور تعاقب کیا اور یوں آپ نے علماء دیوبند اہل سنت و الجماعت کے تشخص کو قائم رکھنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی اور اس انفرادی پہلو کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے جمعیتِ علماء اسلام کو چھوڑ کر خالصتاً ہی جماعتِ تحریکِ خدامِ اہل سنت کی بنیاد رکھی۔ جمعیتِ علماء اسلام میں آپ کو ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی باقاعدہ جمعیت کے منشور پر آئینِ جناب کے دستخط موجود ہیں۔ یہ جماعت چونکہ علماء دیوبند اہل سنت و الجماعت کے عقائد و نظریات کی نمائندگی تھی

اس لیے آپ کو اس بات کا بزرگ تھا کہ کاش یہ جماعت اپنا الگ تاریخی شخص برقرار رکھتی آپ پورے انشراح صدر سے فرماتے کہ یہ جماعت اس طرح پاکستان کی سب سے بڑی مذہبی جماعت کا مقام حاصل کر لیتی لیکن بد قسمتی سے ہمارے بڑے مدبر قسم کے علماء پاکستان کی جمہوری سیاست کے گرداب میں ایسے پھسلے کہ ایک دوسرے سے پھڑتے چلے گئے جس کا فائدہ دوسری مذہبی اور سیاسی جماعتوں کو ہوا۔ حال میں قائم ہونے والے سیاسی اتحاد میں بھی جمعیت علماء اسلام سر فہرست ہے حضرت والا نے متحدہ مجلس عمل کے بارے میں ایک لمبی مغل میں فرمایا کہ اس سے علماء کا وقار تو ضرور بلند ہوا ہے لیکن اس سے عقائد و نظریات کے لیے خطرات موجود ہیں۔ آپ کی یہ بات الہامی معلوم ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ موجودہ حالات میں مجلس عمل کا جو کردار ہے وہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے جو حضرت والا نے فرمائی۔ اس مجلس عمل میں جہاں شیعہ موجود ہیں وہاں شیعہ نما جماعت اسلامی بھی ہے اور یہی دو طبقات ایسے ہیں جو ہمیشہ آستین کا سانپ ثابت ہوئے۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ دشمن زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے جو دوست کے روپ میں سامنے آئے۔ دعا ہے اللہ رب العزت ہمارے علماء کو جو سیاست کو دین پر ترجیح دے رہے ہیں عقل سلیم عطا فرمائے۔ اور انہیں علماء دیوبند کے نقش قدم پر چلائے آپس میں اتفاق و اتحاد دے۔ آمین۔ اقبال نے فرمایا تھا.....

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حضرت قائد اہل سنت کو اللہ رب العزت نے دو عظیم نعمتوں سے نوازا تھا۔ ایک دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت معلم دو سالہ حاضری اور دوسری شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت و توسل۔ دارالعلوم دیوبند ایک ایسا مدرسہ ہے جس کی تاریخ پوری ایک صدی پر محیط ہے۔ یہ مدرسہ جس جگہ پر قائم ہے۔ وہاں سے جب امام الجہادین سید احمد شہید رحمہ اللہ کا گزر ہوا تو فرمایا کہ ”مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آتی ہے۔“ مولانا محمد علی جوہر کے سامنے اس مدرسہ کے بنیادی اصول رکھے گئے تو مولانا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ ”یہ اصول الہامی معلوم ہوتے ہیں“ اسی مدرسہ کے بارے میں موج کوثر ”کا مصنف رقم طراز ہے کہ اس مدرسہ کی مثال عالم اسلام میں مشکل سے ملے گی۔“

بے شک یہ ایک ایسی عظیم الشان نعمت عظمیٰ تھی۔ ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گی جس سے شریعت و طریقت۔ جہاد و انفاق فی سبیل اللہ کے ایسے جیسے پھولے کہ قافلہ انسانیت اپنی تھکی دور کرتا چلا گیا۔ اسی طرح حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ کی شخصیت بھی ایک عظیم نعمت سے کم نہ تھی آپ

جامع صفات و کمالات کے مالک تھے یوں تو دارالعلوم دیوبند نے بڑے بڑے قیمتی ہیرے پیدا کئے لیکن آپ ان میں ”کوہ نور“ کی حیثیت رکھتے تھے آپ نے برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں بھی بڑے بڑے انقلابی کام کیے انگریز کے جبر و استبداد کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اسیر المائرا ہے۔ بہر حال یہ وہ نعمت عظمیٰ تھی جس کے انوارات سے اب بھی دنیا سیراب ہو رہی ہے۔

یہ ایک فی الواقعہ حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے آزمائش انسان کے مقام اور مرتبہ و حیثیت کے مطابق آتی ہے۔ جیسا کہ انبیاء کرام علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑی سے بڑی آزمائشیں آئیں اسی طرح تابعین اور تبع تابعین کو بھی بڑے کٹھن اور دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑا۔ کسی کو راہ حق میں جان دینی پڑی تو کسی کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ کسی کو کوڑے کھانے پڑے۔ اس کے بعد بزرگانِ دین اور اولیاء امت کی تاریخ بھی اس بات کی شاہد ہے کہ ان پر بڑی بڑی آزمائشیں آئیں لیکن یہ لوگ جبل استقامت کا نمونہ ثابت ہوئے۔

اسی طرح علماء حق علماء دیوبند کی تاریخ بھی آزمائشوں سے بھری پڑی ہے۔ جنگ آزادی ہو یا تحریک خلافت، تحریک ریشمی رومال ہو یا تحریک ختم نبوت ہو یا تحریک ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے بانی اور روح رواں یہی علماء حق علماء دیوبند تھے۔ جنہوں نے باطل قوتوں کا مقابلہ بے سروسامانی میں بھی ڈٹ کے کیا جنگ آزادی کے موقع پر جب علماء کی باہمی مشاورت ہوئی تو کچھ علماء کا موقف یہ تھا کہ اس وقت ہم انگریز کے مقابلہ میں کمزور ہیں لہذا جنگ کے لیے توقف کیا جائے۔ لیکن اس وقت بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے ایک تاریخ ساز جملہ کہا کہ ”کیا ہم ۳۱۳ سے بھی کم ہیں۔“ ان کا یہ کہنا تھا کہ پھر مسلمانانِ ہند نے برصغیر کی تقدیر بدل دی۔ اور پاکستان کی تحریک اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئی۔

حضرت قائد اہل سنت پر بھی ایک آزمائش عین جوانی کے عالم میں پیش آئی اور آپ کو آٹھ ۸ سال قید با مشقت کا ٹاپڑی۔ ابھی آپ جیل میں تھے کہ آپ کے بڑے بھائی مولوی منظور حسین شہید کر دیئے گئے۔ اس کے بعد آپ کے والد گرامی جناب مناظر اسلام حضرت مولانا کریم دین دیر رحمہ اللہ کی دل سوز خبر بھی آپ کو جیل میں ہی ملی آپ کے لیے یہ دونوں بہت بڑے صدمے تھے لیکن آپ نے صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آپ نے قید با مشقت جیسے حالات میں بھی جیل میں اذان دی حضرت والا فرماتے کہ مجھے اس جرم میں چکیوں میں رکھا جاتا اور میری سزائیں اضافہ کر دیا جاتا۔ اس کے باوجود میں پانچوں وقت اذان دیتا رہا۔ اذان سے اقبال کا یہ شعر یاد آ جاتا ہے.....

دی اذانیں ہم نے بھی مغرب کے کیساؤں میں
اور بھی افریقہ کے چتے ہوئے صحراؤں میں

اس اسیری ہی کے دوران آپ کو گردوں کی تکلیف ہوئی جس پر ڈاکٹروں نے آپریشن کر کے آپ کا ایک گرد جو ناکارہ ہو چکا تھا نکال دیا۔ آپ کے لیے یہ بھی ایک بڑی آزمائش تھی۔ لیکن آپ اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ثابت قدم رہے آپ کے پایہ استقامت میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔ پھر آپ پر ایک ابتلا و مین ہیرا نہ سالی میں آیا آپ کو ڈی۔ ایس۔ پی چکوال کے قتل میں ملوث کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ اس دوران آپ بوجہ طالت ہسپتال کیپٹیکس زیر علاج رہے۔ حضرت والا فرمایا کرتے کہ

”حضرت مدنی بیٹے کے قوسل سے حق تعالیٰ نے جیل میں اپنے خاص فضل و کرم سے قلبی اطمینان بخشا۔“

حضرت والا کے مندرجہ بالا حالات پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو یقیناً یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ کا مقام و مرتبہ بہت بلند و بالا تھا۔ آپ نے صراط مستقیم پر چلنے کے لیے صحیح معنوں میں اہل سنت کی رہنمائی فرمائی۔ آپ صراط مستقیم کا چراغ تھے۔ آپ اسی مقصد کے پیش نظر ایک طویل عرصہ تک اپنے مابینا مد حق چار یار محرم کے ادارہ میں صراط مستقیم کے عنوان سے مضمون لکھتے رہے تاکہ لوگ سیدھے راستے پر چل کر دین و دنیا کی مافیت حاصل کر سکیں۔ اپنے بنیادی عقائد کی اصلاح کی طرف رجوع کر لیں۔ آپ ہر سنی کو حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت میں سرشار دیکھنا چاہتے تھے آپ کی خواہش تھی کہ ہر سنی نو جوان صحابہ کا سپاہی بن جائے۔ اپنے آخری ایام میں آپ شیخ الہند بیٹے اسیر الما پر مضمون لکھ رہے تھے لیکن حالات کے باعث اسے مکمل نہ کر سکے اور یوں یہ سیدھے راستے کا ایک چراغ بجھ گیا۔

انا لله وانا اليه راجعون



لاہور دے سنگی اگے آ جاؤ

کھ حانی امجد حسن صاحب

قانونِ فطرت ہے کہ کائنات رنگ و بو میں کسی شے کو ثبات نہیں۔ دوام نہیں۔ ہر چیز فانی ہے سوائے اللہ جلّ جلالہ کے۔ کل نفس ذائقة الموت کے اہل قانون کے مطابق ہر زندہ ہستی کی آخری منزل موت ہے آج جو اس دنیا میں آیا ہے اسے کل جانا ہے۔ لیکن کچھ ہستیاں ایسی عظیم صفات و اعمال سے متصف ہوتی ہیں کہ جن کا دنیا سے پردہ فرمانا انفرادی اور اجتماعی نقصان ہوتا ہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بھینڈہ کا شمار ایسی ہی عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے۔ حضرت بھینڈہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو زندگی کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد اس عزیت سے زندگی گزارتے ہیں کہ موت بھی ان پر ناز کرتی ہے۔

مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب بھینڈہ نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب بھینڈہ کی وفات کے بارے فرمایا تھا کہ ”حضرت ممدوح صاحب بھینڈہ کی وفات اس صدی کا سب سے المناک سانحہ اور ایک عظیم علمی نقصان ہے۔ جس کی تلانی بظاہر اسباب مشکل ہے ایسی جامع ہستیاں دیر سے بنتی ہیں اور جب اٹھ جاتی ہیں تو ان کی جگہ لمبی مدت تک خالی رہتی ہے۔“

عالم اسلام کے ممتاز عالم دین مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ نے اپنے طویل تعزیتی بیان کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ ”مولانا کی وفات سے علم و سیاست کی بزم میں جو جگہ خالی ہوئی ہے اس کا افسوس کرنے والے اور اس خلا کو محسوس کرنے والے بہت ہیں لیکن اخلاق و انسانیت کی صفِ اولین اور شہ نشین میں جو جگہ خالی ہوئی ہے اس کا احساس کرنے والے شاید کم ہیں۔ شاید اس لیے کہ انسانیت کو کوئی ایسا مرتبہ نہیں سمجھا جاتا کہ کسی بزرگ یا عالم کو اس معیار سے جانچا جائے اور کسی مردِ کامل کے اٹھ جانے سے کوئی خلا محسوس کیا جائے مگر میرے نزدیک آدمیت کے اس نقطہ، انسانیت اور انحطاطِ عام کے دور میں مولانا مدنی صاحب بھینڈہ کا حادثہ وفات ایک بڑا اخلاقی خسارہ اور انسانی حادثہ ہے۔“

ایک شیعہ روٹی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

جو تاثرات حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا ابوالحسن ندوی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مدنی صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں ارشاد فرمائے۔ وہ بالکل حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ پر صادق آتے ہیں۔ کیونکہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اپنے مرشد کی بالکل سچی تصویر تھے۔ اور ہادی کل حضور رحمۃ اللعالمین رحمہ اللہ کے اسوۂ حسنہ کے شیدائی تھے۔ شفقت و رحمت، حلم و تواضع، علو و کرم، جود و تواضع، ایثار و اخلاص، خدمت و مدارات کے حسن و پاکیزگی نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت کو انتہائی دلآویز بنا دیا تھا۔ آپ دین حنیف کی شمع جاوداں، حریم چشتیاں کا چراغ تھے۔ آپ کے دن علوم معارف کی خدمت و اشاعت سے روشن اور راتیں ذکر و شہادت الہی سے پر نور تھیں۔ حضرت مرشدی قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ وہ بندہ عظیم، انسانیت کی آبرو، عرفان و ایقان کے تجل، شریعت کے ہادی، طریقت کے مرشد اور میدان عمل میں جرات و ہمت کا کوہِ گراں تھے۔ وہ خطیب شعلہ ہیاں کہ جس نے مسلمانوں کے سینوں میں خاص طور پر خلفاء راشدین اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چنگاریاں روشن کیں۔ حضرت ان لوگوں میں سے تھے جو زندگی کو خدا کی دی ہوئی امانت سمجھ کر اس طرح گزارتے ہیں کہ تمام عمر اس امانت میں خیانت نہ کرنے کا احساس دامن گیر رہتا ہے۔ آپ میں یہ مومنانہ صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ حضرت مدرسوں اور تفسیفات کی شکل میں صدقہ جاریہ کے ایسے تناور اور سدا بہار درخت پیچھے چھبڑ گئے ہیں کہ جن سے ان کے جانے کے بعد زلزلہ میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ حضرت سے میری ملاقات اس طرح ہوئی کہ حضرت مولانا مدنی صاحب رحمہ اللہ کے ایک مرید اور حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے بھائی جناب عبدالغفار مجاہد صاحب رحمہ اللہ سکھر سے تشریف لائے۔ آپ مسجد نور نسبت روڈ لاہور میں ہی نماز ادا فرماتے۔

ہمارے علاقے میں مجاہد صاحب تو کسی سے واقف نہیں تھے۔ مگر کافی نمازی ان کے پاس بیٹھنے لگے اور کچھ ساتھیوں نے ان سے بیعت کے لیے عرض کیا میں نے بھی بیعت کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے بیعت وغیرہ کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں البتہ آپ لوگ چکوال چلے جائیں۔ اور حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ سے بیعت ہو جائیں۔ ہم تین ساتھیوں نے پروگرام بنایا اور ۱۳ اپریل ۱۹۷۸ بروز جمعرات ۴ بجے کے قریب چکوال پہنچ گئے۔ مدنی مسجد پہنچنے پر معلوم ہوا کہ دفتر ساتھ ہی اوپر ہے۔ دفتر میں پہنچے تو عبدالوحید حنفی صاحب بڑے تپاک سے ملے۔ تعارف وغیرہ کے بعد کھانے کے

بارے میں پوچھا۔ حضرت قاضی صاحب ہینڈ کو اطلاع دی گئی۔ نماز عشاء کے بعد کھانا کھایا اور خفی صاحب نے ہمارے بستر مسجد کے باہر جو برآمدے یا بالکونی وغیرہ بنی ہوئی ہے وہاں لگا دیے۔ حضرت قاضی صاحب نے ہمیں بلوایا۔ ہم تین ساتھیوں میں حافظ طاہر صاحب اور جناب سعید صاحب (جو دونوں اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں) بارٹش تھے اور سعید صاحب کا تبلیغی جماعت سے بہت گہرا تعلق تھا۔ ہم مرشدی حضرت قاضی صاحب سے ملنے گئے حضرت کھڑے ہو کر گلے ملے اور پیار سے بٹھایا حال احوال پوچھا۔ سزا وغیرہ کے متعلق پوچھا۔ کچھ دیر بعد فرمایا۔ ٹھیک ہے آپ آرام کریں۔ میں حضرت کے قریب ہوا اور بیعت کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کس نے بھیجا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ سکھر سے حضرت عبدالغفار مجاہد صاحب جو حضرت مدنی صاحب ہینڈ کے مرید ہیں انہوں نے بھیجا ہے۔ حضرت نے خاموشی اختیار فرمائی اور پھر فرمایا کہ آگے آجائیں اور پھر حضرت نے ہمیں بیعت فرمالیا۔ تیسرا کلمہ، استغفار اور درود پاک کی ایک ایک تسبیح مع و شام پڑھنے کی تلقین کی۔ دفتر میں آکر بتایا کہ بیعت ہو گئے ہیں تو خفی صاحب بہت حیران ہوئے۔ شاید حضرت عام بیعت نہیں فرماتے تھے۔ اس لیے خفی صاحب نے فرمایا کہ یہ خصوصی بیعت ہوئی ہے۔ جب حضرت صاحب جمعہ کا بیان فرما رہے تھے تو میرے دل میں خیال آیا کہ اب میں بیعت ہو گیا ہوں اب میں دلی بن جاؤں گا۔ اسی وقت حضرت نے بیان کے دوران فرمایا کہ ”انسان کو دلی بننے کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے بس دین پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔“

نماز جمعہ کے بعد حضرت مسجد میں ہی تشریف فرما ہوئے اور بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے اپنے مسائل پوچھ رہے تھے اور ایک آدمی بڑا سا پنکھا ہاتھ میں لیے جھل رہا تھا۔ ہم ذرا دور بیٹھے تھے۔ حضرت نے بڑی ہی دلآویز مسکراہٹ اور پیارے لہجے میں ہماری طرف دیکھ کر فرمایا.....

”لا ہو درے نگی اکتے آجاؤ“

یہ جملہ حضرت کے منہ مبارک سے اتنا اچھا لگا کہ آج تک اس کی گونج اور مٹھاس اپنے کانوں میں محسوس ہوتی ہے۔ ہم حضرت کے قریب چلے گئے پھر حضرت نے حال احوال پوچھا اور فرمایا کہ رہیں گے یا جانے کا ارادہ ہے؟ ہم نے جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور اسی وقت اجازت بھی لے لی اور حضرت کے چلے جانے کے بعد ہم بھی لاہور کی طرف چل پڑے۔

کیونکہ میں سٹیٹ بینک آف پاکستان میں نوکری کرتا تھا۔ اس لیے نہ وقت ملا تھا نہ جلدی سے چھٹی ملتی تھی۔ ۱۹۷۹ء میں پھر حضرت سے ملنے گیا اور ۱۹۸۰ء، ۱۹۸۱ء میں جہلم کے جلسہ میں ملاقات ہوئی۔

۱۹۸۰ء میں داڑھی رکھی اور ۱۹۸۱ء میں صاف کرا دی۔ کیوں کہ ہمارا گھرانہ دینی گھرانہ نہیں تھا۔ اس لیے بہت مجبور ہو کر ایسا کرنا پڑا۔ وہی شادی و فیروہ کا مسئلہ جو پاکستان میں ہوتا ہے۔ ایک دوست کے مجبور کرنے پر اس سانحہ کا ذکر حضرت صاحب بیٹہ سے بذریعہ خط کر دیا۔ حضرت صاحب ناراض ہوئے۔ اگر میرے دوست مجھے نہ کہتے تو میں کبھی حضرت صاحب بیٹہ سے اس سانحہ کا ذکر نہ کرتا۔ حضرت کی ناراضگی کی وجہ سے ۱۹۸۱ء سے ۱۹۹۵ء تک حضرت صاحب بیٹہ کو بس کبھی کبھی خط لکھتا رہا حال احوال لکھتا رہا۔ مگر ملنے نہیں گیا۔ شرم بہت آتی تھی کہ کیسے سامنا کروں گا۔

۱۹۹۵ء میں اہلیہ کے بیمار ہونے پر حضرت صاحب کو خط لکھا اور پھر مسلسل رابطہ ہو گیا۔ لیکن حضرت صاحب بیٹہ سے ملنے نہیں گیا۔ جب حضرت صاحب بیٹہ کو خط لکھتا تھا تو دو دن بعد ایسے محسوس ہوتا تھا کہ حضرت صاحب بیٹہ میرے ساتھ پھر رہے ہیں اور ساری باتیں حضرت صاحب بیٹہ کو بتا رہا ہوں کئی کئی دن ایسی کیفیت میں گزرتے تھے۔ جون ۱۹۹۷ء میں اہلیہ کا انتقال ہو گیا اور اسی سال اگست میں ان کی چھوٹی بمشیرہ سے میرا دوسرا نکاح ہوا۔ پھر ۱۹۹۹ء میں اللہ تعالیٰ نے داڑھی رکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور اسی سال ہمیں کے جلسہ میں شامل ہوا۔

ہمیں میں حضرت صاحب بیٹہ کی ایک طویل عرصہ کے بعد زیارت کی اور جب حضرت بیٹہ صبح کے وقت درس کے لیے تشریف لارہے تھے اور اوپر سے اتر کر گاڑی میں بیٹھے تو میں نے صحت سے اندازہ لگایا کہ حضرت بمشکل ۱۵، ۱۰ منٹ ہی بیان کریں گے۔ مگر میری حیرت کی انتہا ہو گئی جب حضرت بیٹہ نے ازحالی گھسنے سے زیادہ بیان فرمایا اور یہ بات دل میں پکی ہوئی کہ علماء دیوبند بات مکمل کئے بغیر بیان ختم نہیں کرتے۔ پھر ظہر سے پہلے حضرت صاحب بیٹہ کی زیارت کے لیے میں اوپر گیا۔ سلام عرض کیا۔ حضرت بیٹہ نے حال پوچھا۔ نہ حضرت بیٹہ نے پوچھا کہ میں کون ہوں نہ میں نے بتایا اور اجازت لے کر لاہور واپس آ گئے۔ پھر اسی سال جہلم کے جلسہ میں گیا اور حضرت صاحب بیٹہ کی زیارت کی۔ اسی سال رمضان سے پہلے حضرت بیٹہ سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا اور ملنے کی اجازت مانگی جو حضرت بیٹہ نے کمال کرم سے مرحمت فرمائی۔ کیونکہ ۱۹۹۵ء سے مسلسل رابطہ تھا۔ اس لیے حضرت صاحب بیٹہ ”امجد حسن“ کے نام سے بخوبی واقف ہو چکے تھے۔ مقررہ دن ہم چار ساتھی حضرت صاحب بیٹہ سے ملنے چکوال کے لیے چلے تو راستے میں گاڑی خراب ہو گئی۔ پہلے تو ٹھیک کرانے کی پوری کوشش کی لیکن مکینک کو سمجھ نہیں آئی آٹھ بجے چکوال رابطہ کیا تو حضرت بیٹہ نے خود ہی ٹیلیفون سنا اور محسوس ہوا کہ شدت سے

اتفاق رہے۔ جب میں نے بتایا کہ گاڑی خراب ہوئی ہے تو حضرت بیٹھنے لے پوچھا ہم لوگ کہاں ہیں؟ بتایا کہ ہم پنڈی بھیل میں ہیں اور اب صبح سی ملاقات ہوگی۔ حضرت بیٹھنے لے فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ لیکن ملک میں نے کہا کہ گاڑی چکوال نہیں جاسکتی واپس چلے جائیں۔ لاہور واپس ہوئے اور رات ایک بجے آہستہ آہستہ گھر واپس آگئے۔ اگلے دن صبح آنحضرت صاحب بیٹھنے کو چکوال ٹیلیفون کیا۔ حضرت بیٹھنے لے خود سی ٹیلیفون سے اور میں نے عرض کی کہ گھر واپس چلے گئے تھے کہ گاڑی بالکل خراب ہو چکی تھی۔ حضرت بیٹھنے لے ہمیں کے جلسہ میں آنے کی تلقین کی۔ ۲۰۰۰ میں ہمیں کے جلسہ میں گیا۔ اور حضرت بیٹھنے سے ملاقات ہوئی۔ اب میں نے بتایا کہ میں امجد حسن لاہور سے آیا ہوں تو حضرت بیٹھنے نے چشمہ لگا کر مجھے دیکھا اور فرمایا نظر کمزور ہے اس لیے پچانے میں مشکل ہوتی ہے۔ پھر حضرت بیٹھنے نے پوچھا کب آئے؟ میں نے عرض کیا ابھی آئے ہیں۔ پھر پوچھا کیسے آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا اپنی گاڑی پر آئے ہیں۔ اور بھی تین ساتھی تھے تو حضرت بیٹھنے مسکرائے۔ شاید چند ماہ پہلے والا واقعہ گاڑی خراب ہونے کا یاد آگیا ہو پھر ایک صاحب کو اشارہ کیا ان کو کھانا کھاؤ۔ اگلے دن حضرت بیٹھنے کا پراثر بیان ہوا۔ اس دن لاہور سے دوسرا تھی جو میرے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ جناب دلبر حسین نظامی صاحب اور محمد عامر سعید صاحب حضرت بیٹھنے سے بیعت ہو گئے۔

ایک دفعہ حضرت بیٹھنے سے اجازت لیے بغیر ہم پانچ ساتھی حضرت بیٹھنے سے ملنے چکوال۔ جمعرات کو گئے اگلے دن جمعہ تھا۔ حضرت بیٹھنے کو جمعہ کی صبح اطلاع دی گئی حضرت صاحب بیٹھنے لے فرمایا بتا کر کیوں نہیں آئے۔ عمر فاروق صاحب نے حضرت صاحب بیٹھنے کو بتایا کہ ہمارا ٹیلیفون خراب تھا۔ حضرت صاحب بیٹھنے نے جمعہ کے بیان کے بعد فرمایا مجھے معلوم ہے کہ لاہور سے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ جمعہ کے بعد ملاقات ہوگی۔ جمعہ کے بعد حضرت صاحب بیٹھنے کی طرف سے کھانے کا بلاوا آگیا اور کھانے کے بعد حضرت بیٹھنے سے کافی دیر ملاقات رہی۔

۲۰۰۰ میں جہلم جلسہ قاسم اور حافظ عبدالرحیم جلسہ میں گئے۔ وہاں ایک صاحب سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ حافظ عبدالرحیم صاحب اور ان کی آنکھوں آنکھوں میں بات ہوئی۔ پھر بالمشافہ ملاقات پر یہ دونوں جامعہ اسلامیہ کے ہم جماعت نکلے۔ باتوں باتوں میں، میں نے کہا حضرت مولانا حافظ الیاس صاحب بیٹھنے سے ہماری ملاقات رہی ہے۔ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ تو سٹیج سیکرٹری صاحب نے فرمایا وہ میرے والد صاحب تھے۔ یہ صاحب حافظ رشید احمد الحسنی تھے۔ اس جلسہ میں

حضرت صاحب بیہوش سے تجدید بیعت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

۲۰۰۱ء میں حج بیت اللہ کی سعادت اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔ حج پر جانے سے پہلے حافظ رشید احمد صاحب نے حضرت سے ملاقات کے لیے وقت لیا اور ہم چار ساتھی لاہور سے چکوال پہنچے اسی دن مفتی شیر محمد صاحب بمعہ ساتھیوں کے تشریف لائے۔ حضرت مفتی صاحب بھی حج پر تشریف لے جا رہے تھے۔ میری فلائٹ شاید ۲۱ فروری ۲۰۰۱ء تھی جبکہ شیر محمد صاحب کی فلائٹ ۲۲ فروری تھی۔ مکہ میں ایک دن مدرسہ مولتیہ میں حضرت سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔

ہم جمعرات کے دن چکوال گئے تھے۔ درس میں بھی شریک ہو گئے۔ عشاء کے بعد حضرت مرشدی بیہوش نے کھانے پر بلوایا۔ ابھی ہم چائے پی رہے تھے کہ حضرت بیہوش اپنے حجرہ مبارکہ سے تشریف لے آئے۔ اور بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ حج کی برکات کے بارے میں بہت باتیں بتائیں۔ حضرت بیہوش ہمیں اور بھی وقت دیتے لیکن ہم جولاہور سے گئے ہوئے تھے ہمیں اونگھ آنی شروع ہو گئی تو حضرت صاحب بیہوش نے ہمیں دیکھ کر فرمایا ”اب آپ لوگ آرام کریں۔“

اسی ملاقات میں حضرت بیہوش نے فرمایا کہ ایک دفعہ جب میں حج یا شاید عمرہ پر گیا تو غار ثور دیکھنے گیا کیونکہ اس غار کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور اگر میں غار ثور نہ دیکھتا تو ساری عمر افسوس رہتا۔ حضرت بیہوش نے فرمایا کہ غار حرا میں حضرت محمد ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی لیکن قرآن میں اس کا ذکر نہیں مگر غار ثور کا ذکر ہے۔ جب حج سے واپسی پر میں نے حضرت صاحب بیہوش کو کسی مسئلہ میں ایک چھوٹی سی چٹ لکھی تو اس کے جواب میں حضرت بیہوش نے مجھے لکھا حاجی امجد حسن اور جب میں نے ٹیلیفون کیا تو پوچھا۔ کون! میں نے عرض کیا حضرت میں لاہور سے امجد حسن بول رہا ہوں تو حضرت نے فوراً فرمایا حاجی امجد۔ میں نے عرض کیا جی میں ہی ہوں مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ نے میرا حج قبول کر لیا ہے۔

المختصر حضرت بیہوش میرے لیے کیا تھے اسے الفاظ کا لبادہ اور حانا بہت مشکل ہے۔ انتہائی پر خلوص اور عظیم رہنما۔ حضرت بیہوش ایسی ہستی تھے جن کا ہر جملہ ہر بات بغیر کسی تردد و ہچکچاہٹ کے حرف آخر جانا اور فرضِ اولین سمجھا جائے۔

دستورِ زمانہ ہے کہ کسی شخصیت کے چلے جانے سے کام نہیں رکھتے مگر وہ خلا کبھی بڑھ بھی نہیں ہوتا جو کہ اس شخصیت کا خاصہ رہا ہو۔ حضرت بیہوش سے ہر ملنے والا یہی سمجھتا رہا ہے کہ حضرت اسی سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ طوالت کے خوف سے بس آخری ملاقات کا ذکر کرتا ہوں۔

۳ ذوالحجہ کو صبح یونائیٹڈ بینک سے بھیس والے جاوید صاحب کا ٹیلیفون آیا کہ حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ہم چار ساتھی اپنی گاڑی میں چکوال روانہ ہو گئے۔ گاڑی نے راستے میں بہت تنگ کیا۔ یہاں تک کہ جب چکوال پہنچے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھیس لے جا چکے تھے۔ بھیس پہنچے تو لوگ نمازِ جنازہ پڑھ کر واپس آرہے تھے۔ بہت افسوس ہوا۔ قبرستان پہنچے لحد میں جناب حافظ زاہد حسین صاحب رشیدی اترے ہوئے تھے اور میرے شیخ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبر میں کبل میں لپٹے ہوئے تھے۔ اللہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک دیکھنا نصیب فرمایا۔ ایسا روشن اور پرسکون چہرہ زندگی میں پہلے کبھی کسی کا نہیں دیکھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات اس طرح ہوئی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر گلے لگایا اور آخری ملاقات ایسی کہ قبر مبارک میں لیٹے ہوئے تھے۔

حضرت مولانا قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اتباعِ رسول ﷺ کا عملی نمونہ تھی۔ زندگی کے ہر قدم پر سنتِ رسول ﷺ جھلکتی نظر آتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ملک بیک وقت مذہبی، علمی، سیاسی اور تحریکی شخصیت سے محروم ہو گیا۔ آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائیں۔ ان کے مرقد پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائیں اور ہمیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین



جب تک ہے یہ پرچم پیارا قاضیؒ زندہ ہے	جب تک ہے یہ حق کا نعرہ قاضیؒ زندہ ہے
اس نے زندہ رکھی اہل بیت کی آن	اس لیے مظہر حسین ہمارا قاضیؒ زندہ ہے
جب تک ہیں بیاد کے تارے پیلے پیلے	جب تک ہے یہ دن ہمارا قاضیؒ زندہ ہے
تجھ کو دیکھ کے آئے چین ظہور حسین	اطہر کر لو نظارہ قاضیؒ زندہ ہے

مطبع الرحمن اطہر ہاشمی

مہمان نوازی اور سادگی کے پیکر

کھجہ جناب مفتی وقار احمد ★

انسان کی زندگی میں بعض مرتبہ کچھ ایسے واقعات پیش آتے ہیں اور وہ کچھ ایسے صدموں سے دوچار ہوتا ہے کہ اگر وہ ساری زندگی بھی ان کو بھولنا چاہے تو بھلا نہیں سکتا۔ ایسا ہی ایک صدمہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب بھینڈہ وکیل صحابہؓ، قائد اہل سنت و جماعت، بانی و امیر اول تحریک خدام اہل السنۃ والجماعت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بھینڈہ کے سانحہ ارتحال کا ہے۔ جو کہ پوری امت خصوصاً اہلیان چکوال کے لیے ایک ایسا صدمہ ہے کہ جسے شاید صدیوں تک بھلایا نہ جاسکے۔

پاکستان بلکہ اس سے پہلے متحدہ ہندوستان کی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا بہت کم ہوا کہ دینی مدارس سے فارغ التحصیل علماء نے اپنے علاقوں کو مرکز بنا کر دینی خدمات انجام دی ہوں۔ عام طور پر حوادث زمانہ نے انہیں اس کا موقع نہ دیا۔ لہذا وطن سے دور رہ کر ظلم و عرفان کی شمع کو جلائے رکھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے ہی علاقے میں رہ کر دین کی محنت کا کام کرنا ایک ایسی دشوار گزار گھاٹی ہے جسے عبور کرنا دل گردے کا کام ہے۔ حضرت قاضی صاحب بھینڈہ ان عظیم اور جلیل القدر شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے اس مشکل کٹھن ذمہ داری کو تادم آخر بطریق احسن انجام دیا۔ اس مقصد کے لیے آپ نے بے پناہ قربانیاں دیں، لوگوں کے طعن و تشنیع کا سامنا کیا حتیٰ کہ جھکڑیوں اور بیڑیوں کا زیور پہن کر جیلوں کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں زندگی کے قیمتی ترین دس سال گزار دیئے۔

حضرت بھینڈہ کی اسی محنت کا اثر ہے کہ آج الحمد للہ چکوال میں علماء دیوبند سے تعلق رکھنے والا ایک بہت بڑا طبقہ خواہ وہ دعوت و تبلیغ کے کام میں لگا ہوا ہے یا مدارس میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دے رہا ہے یا مجاہدین کی جماعتوں میں شامل ہو کر جہاد کے عظیم فریضے کی تکمیل میں مصروف ہے، ان کی نظریہ سازی اور اخلاقی تعمیر میں بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت قاضی صاحب بھینڈہ کی بے لوث محنت کا

ضرور دہل ہے۔ اگرچہ حضرت والا کی شخصیت متعدد صفات کا مجموعہ تھی جنہیں احاطہ تحریر میں لانا مجھ جیسے
تہی داس کے بس کی بات نہیں.....

لفظ بیگانہ بھلا کیا ترجمانی کر سکیں

شوق بے اندازہ، وچیدہ میرے دل میں ہے

تاہم ان کی پاکیزہ صفات میں سے شتے از خوارے کے طور پر حضرت بریلے کی صرف دو اہم
صفات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مہمان نوازی

ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ میں بندہ اپنے ایک ساتھی حافظ اسحاق صاحب کے ساتھ حضرت بریلے سے وقت
لے کر ان کی ملاقات و زیارت کے لیے مدنی جامع مسجد پکوال حاضر ہوا۔ اس وقت شدید بارش ہو رہی
تھی سردی بھی خوب تھی۔ سب سے پہلے ہم تحریک خدام اہل سنت والجماعت کے دفتر جو کہ مدنی جامع مسجد
کے احاطہ میں واقع ہے پہنچے۔ جناب عبدالوحید حنفی صاحب نے حضرت بریلے سے ہماری حاضری کی
اجازت مانگی لیکن ہمیں اس کی اطلاع نہ ملی ہم کچھ دیر کے لیے وہیں دفتر میں حنفی صاحب کے ساتھ باتوں
میں مشغول ہو گئے۔ ابھی پانچ منٹ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ حضرت بریلے نے انٹرکام پر حنفی صاحب کو کہا
کہ جو مہمان آئے تھے وہ ابھی تک نہ پہنچ سکے۔ شاید راستے میں بارش کی وجہ سے دقت پیش آ رہی ہو۔ میں
یہ منظر دیکھ کر حیران ہوا کہ وقت کی اتنی عظیم شخصیت کو ہم جیسے عام انسانوں کا اتنا خیال اور فکر ہے۔ اس کے
بعد حضرت بریلے کی خدمت میں سب سے پہلی حاضری دی۔ سادگی اور دنیاوی تکلفات سے پاک کمرہ
دیکھ کر عجیب حیرت و مسرت ہوئی اور دل کو ایسا سکون اور لطف حاصل ہوا کہ شاید زندگی میں اس سے پہلے
کبھی ایسا سکون میسر نہیں ہوا۔ میں چونکہ جامعہ دارالعلوم کراچی سے حاضر ہوا تھا اس لیے حضرت بریلے نے
مجھ سے تمام اکابر جامعہ کی خبریت دریافت کی اور وہاں کے احوال کے بارے میں پوچھا۔

حافظ

اس زیارت و ملاقات کے تقریباً دس ماہ بعد بندہ گزشتہ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ میں دوبارہ
زیارت و ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو حنفی صاحب نے تعارف کرانا چاہا مگر حضرت قاضی صاحب بریلے
باوجود اتنے ضعف کے کہ پانچ ہفتوں سے جمعہ کے بیان کے لیے بھی تشریف نہ لاسکے تھے۔ بندہ کو دیکھتے

ہی فرمایا کہ یہ تو فلاں گاؤں (یعنی ہمارے گاؤں منوال کا نام لے کر فرمایا) سے تعلق رکھتے ہیں اور ذوالحجہ میں بھی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ میں یہ سن کر حیران ہو گیا اتنی عمر میں اور پھر سخت ضعف اور بیماری کے باوجود حضرت بھٹہ کا حافظہ اتنا قوی کہ دس ماہ پہلے والی ملاقات کو اتنی تازگی سے بیان فرما رہے ہیں کہ جیسے کل کی بات ہو۔ بمعاف (اللہ۔ حضرت بھٹہ کی بے شمار علمی، عملی، اصلاحی و تبلیغی خدمات کا تذکرہ تو اہل علم ہی کریں گے۔ تاہم مجھے حضرت والا بھٹہ کے ساتھ جو مختصر مگر یادگار رفاقت نصیب ہوئی اس سے میرے دل پر نقش ہونے والی چند باتیں حوالہ قلم کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب بھٹہ کی بال بال مغفرت فرمائے ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ ان کے جاری کردہ علم و عرفان کا فیض دنیا کے کونے کونے تک پہنچائے اور تمام عالم اسلام کو اور خصوصاً اہلیانِ چکوال کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد



جناب محمد شریف اخونزادہ، ماسہرہ

تلاش مرشد کے لیے میں نے کئی حضرات کو دیکھا۔ متعدد درجہ استخارہ کیا۔ آخر ایک مرتبہ خواب میں حضرت مدنی بھٹہ سے بیعت ہوا۔ جس کی تعبیر ایک عالم نے یہ بتائی کہ حضرت مدنی بھٹہ کے کسی خلیفہ سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ میں حضرت قاضی صاحب بھٹہ کی خدمت میں ۹ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ بروز جمعہ حاضر ہو گیا۔ درخواست پیش کی تو فرمایا۔ میں بوڑھا اور بیمار ہوں آپ ٹیلی فون کر لیتے۔ میں نے گزارش کی میں تو حضرت مدنی بھٹہ کی عقیدت کی وجہ سے آیا ہوں۔ کہ آپ اُن کے خلیفہ ہیں۔ تو چہرہ کھل اٹھا۔ فرمایا ”ہاں ٹھیک ہے سب کچھ وہی تھے۔“ چنانچہ میرے دلوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور بیعت فرمایا۔

اسلاف کی مکمل تصویر

☆ کھقاری محمد انور حسین انور ☆

۲۶ جنوری صبح بعد نماز فجر درس قرآن دینے کے بعد مدرسہ فاروقیہ اہل سنت والجماعت کی مسجد میں طلباء کی تدریس میں مصروف تھا کہ گھر سے میرے بیٹے محمد طلحہ انور نے مسجد میں جا کر اطلاع دی کہ کسی نے فون پر بتایا ہے کہ حضرت جی کی وفات ہو گئی۔ بچوں کو چھٹی دی اور خود گھر پہنچا اور فون اٹھاتے ہوئے چکوال کا نمبر لیا مگر مصروف ملا جس سے اور بے چینی بڑھی جیسے کوئی قیامت منجی واقعی گذر گئی ہو۔ پھر جامعہ حنیفہ تعلیم الاسلام جہلم کے مہتمم مولانا قاری ضیہ احمد عمر مدظلہ کے موبائل پر رابطہ کیا۔

حضرت جہلمی کے السلام علیکم کہنے پر صرف وعلیکم السلام کہہ سکا۔ اس سے زیادہ کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی اور بے اختیار آنسوؤں کی لڑی لگ گئی۔ حضرت جہلمی مدظلہ، صورتحال کو سمجھ گئے اور خود ہی تفصیل بیان فرمادی کہ واقعی حضرت جی ہم سے جدا ہو گئے اور ۲ بجے چکوال کالج گراؤنڈ میں نماز جنازہ ہوگی۔ بہت مختصر وقت میں دوستوں سے رابطہ ہوا ایک گاڑی پیش لے کر ہم چکوال پہنچ گئے اور حضرت مدنی بیٹے کے جانشین ولی کامل بقیۃ السلف محدث زمان فقیہ دوراں وکیل صحابہ جمعہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین بیٹے کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔

مجھے پہلی مرتبہ حضرت اقدس کی زیارت کا موقعہ ۱۹۷۱ء میں ملا۔ ان دنوں میں مدرسہ امداد العلوم وحدت کالونی لاہور استاد محترم مولانا قاری رضی الرحمن صاحب مدظلہ کے پاس تجوید اور ابتدائی کتب میں زیر تعلیم تھا۔ جامع مسجد نواب دین کرم آباد لاہور میں برادر م مفتی شیر محمد علوی نے سنی کانفرنس کا انعقاد کرایا۔ اس کانفرنس میں تلاوت قرآن مجید کی سعادت بھی اس گناہگار کو حاصل ہوئی۔ جبکہ مولانا قاری عبدالحمد فاروقی بیٹے جو اس وقت نعت خوان تھے نے کلام پیش کیا۔

مجھے آج بھی یاد ہے تلاوت کے بعد جب راقم مائیک سے واپس ہونے لگا تو حضرت جی بیٹے نے

پوچھا کہ آپ سے پھر ملاقات ہوگی؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت صبح کا ناشتہ آپ کا محترم قاری رضی الرحمن صاحب مدظلہ کے گھر پر ہے اور میں وہیں موجود ہوں گا، حضرت بیٹہ کا خوبصورت بیان سنا جو محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الخ کی روشنی میں تھا۔ صبح قاری رضی الرحمن صاحب مدظلہ کے گھر ناشتہ کے لیے تشریف لائے تو ان کے ہمراہ قاری اظہار احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ بھی تھے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے قاری صاحب تلاوت سنائیں گئے۔ پھر ناشتہ کریں گئے۔ قاری صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں تلاوت فرمائی۔ پھر ناشتہ شروع ہوا۔ ناشتہ کے بعد حضرت بیٹہ نے استاد محترم قاری رضی الرحمن صاحب مدظلہ سے فرمایا کہ ”انور مجھے چکوال کے لیے دیدیں“ آپ نے فوراً جواب دیا کہ ٹھیک ہے چند دنوں تک بھیج دیا جائیگا۔ شعبان کا مہینہ تھا ۲۰ شعبان کو استاد محترم قاری صاحب مدظلہ نے اپنی جیب سے کرایہ دیتے ہوئے حکم فرمایا کہ چکوال حضرت قاضی صاحب کے پاس چلے جاؤ۔ احقر چکوال مدنی جامع مسجد میں پہنچا تو دفتر سے چٹ حضرت جی کے گھر بھیجی گئی۔ نماز عصر کے وقت حضرت جی تشریف لائے۔ دفتر میں ملاقات ہوئی ارشاد فرمایا کہ بہت اچھا ہوا کہ آپ آگئے۔ صبح ہی سے آپ مکی مسجد محلہ عثمان آباد میں بطور مدرس کام شروع کر دیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو کتابیں پڑھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جی نے فرمایا کہ ٹھیک ہے صبح دشام کی مسجد میں تدریس اور امامت کرانے کے ساتھ مدرسہ اظہار الاسلام کے شعبہ کتب جو مسجد امدادیہ متصل ذگری کالج چکوال میں قائم ہے۔ میں بطور معلم بھی داخلہ لے لیں۔ حضرت کے حکم سے تدریس و امامت کے ساتھ ساتھ مدرسہ اظہار الاسلام چکوال مولانا محمد یعقوب صاحب جالندھری رحمہ اللہ سے کتابیں بھی پڑھنا شروع کر دیں۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی بے انتہا شفقت حاصل رہی۔ ۱۹۷۲ء سے لے کر ۱۹۷۴ء تک تین سالوں کی سالانہ سنی کانفرنس کے دنوں میں جامع مسجد اہل سنت ہمیں میں امامت کے فرائض بھی حضرت جی رحمہ اللہ نے میرے ذمہ رکھے تھے۔ حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی ایک کرامت جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ ۱۹۷۳ء میں ”دولہ“ ضلع چکوال کے مقام پر ایک شیعہ ذاکر خادم حسین گوجرانولہ نے مجلس پڑھتے ہوئے بڑھک ماری کہ مذہب صرف شیعہ ہے۔ سنی مذہب کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ گاؤں کے سنی دوستوں نے اس کا گھیراؤ کر لیا اور گاؤں کے شیعوں سے لکھو لیا کہ ذاکر مذکور گاؤں میں پابند رکھیں گے۔ اور سنی علماء کے ساتھ مناظرہ ہوگا۔ جماعتی ساتھی چکوال پہنچ گئے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مجھے حکم فرمایا کہ جاؤ اور مولانا ندیر احمد مخدوم مدظلہ کو لے کر آؤ۔ چکوال سے روانہ ہوا مخدوم صاحب مدظلہ کے گھر

پہنچا۔ انہیں لے کر ساڑھے گیارہ بجے واپس چکوال آگیا۔ قبل نماز ظہر جیب میں حضرت اقدس نور اللہ مرحومہ اور مخدوم صاحب کے ہمراہ راقم الحروف اور حافظہ عبدالوحید خفی صاحب "دولہ" کے لیے روانہ ہو گئے۔ گاؤں میں پہنچے تو حضرت اقدس نے میری اور خفی صاحب کی ڈیوٹی لگائی کہ مسجد میں اعلان کر دیں کہ کسی علماء پنج پکے ہیں اور نماز ظہر کے فوراً بعد مناظرہ ہو گا۔ ہم دونوں نے مسجد میں اعلان کر دیا اور نماز باجماعت کے بعد مناظرہ کی تیاری ہونے لگی۔ تو شیعہ ذاکر نے مناظرہ سے انکار کر دیا۔ ہماری طرف سے بار بار چیلنج کے بعد مقامی شیعوں نے ذاکر کو جب مجبور کیا تو اس نے یہ شرط لگا دی کہ جس کمرہ میں موجود ہوں اس کے دروازے میں بیٹھوں گا۔ باہر نہیں نکلوں گا۔ وہ مکان چونکہ مسجد کے متصل تھا اور جگہ کے اعتبار سے مسجد اونچی جگہ تھی۔ جبکہ وہ مکان کافی گہری جگہ تھا۔ حضرت جی بیٹے اس شرط پر راضی ہو گئے سنی عوام کا مجمع مسجد کے محن میں بیٹھ گیا۔ جبکہ دو کرسیاں اس مکان کے سامنے صحت پر لگا دی گئی۔ ایک پر حضرت اقدس تشریف فرما ہوئے جبکہ دوسری کرسی پر مولانا نذیر احمد مخدوم صاحب بیٹھ گئے جب کہ حضرت جی بیٹے کی کرسی کے پیچھے راقم الحروف کھڑا ہو گیا۔ جبکہ مخدوم صاحب کی کرسی کے پیچھے عبدالوحید خفی صاحب کھڑے ہو گئے۔ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جو حضرت جی بیٹے کے حکم سے میں نے سورۃ فتح کا آخری رکوع تلاوت کیا۔ حضرت جی بیٹے نے اس بات پر مناظرہ طے فرمایا کہ جس مذہب کا کلمہ قرآن سے ثابت ہو جائے وہ سچا اور جس مذہب کا کلمہ قرآن سے ثابت نہ ہو وہ جھوٹا۔ آغاز ہوا۔ مخدوم صاحب نے سنی مذہب کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ قرآن سے ثابت کیا۔ شیعہ مجتہد نے جوابی طور پر اصل موضوع کی بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طنز کرنا شروع کر دیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت جی بیٹے نے مخدوم صاحب کو فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں گستاخانہ انداز اختیار نہ کرے۔ اس کے باوجود ذاکر نے دوسری بار جب اصل موضوع سے ہٹ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید شروع کی تو حضرت جی بیٹے نے خود مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اوتے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اب اگر توہین آمیز لفظ استعمال کیا تو تمہاری زبان کھینچ دیں گے"۔ اس پر وہ ایسا بہکا کہ ہاتھ اٹھا کر اپنی آنکھوں کے سامنے اس طرح کرتا کہ گویا آنکھیں چندھیا گئی ہوں اور کرسی سے پیچھے کی طرف ہوا کہ کرسی ہی الٹ گئی اور وہ گر گیا۔ اسی حالت میں اٹھ کر دروازہ سے اندر ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا۔ اور گاڑی کا بندوبست کر کے وہاں سے بھاگ گیا۔ ہمارا الحمد للہ رات کو بھی جلسہ ہوا اور کامیاب واپس لوٹے۔

سال ۱۹۷۲ء کی بات ہے کہ اظہار الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی محمد فاضل صاحب رضی اللہ

تھے۔ جن سے بڑے اچھے تعلقات تھے میں نے ادیب اردو کا امتحان دینے کی خواہش کا اظہار کیا ہیڈ ماسٹر صاحب نے مجھے بتائے بغیر میرا داخلہ بھیج دیا۔ تعلیمی بورڈ سرگودھا تھا جبکہ قریب ترین سنٹر گجرات تھا اچانک رول نمبر پہنچا تو میں حیران رہ گیا جب ہیڈ ماسٹر مولوی محمد فاضل صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ رول نمبر آگیا ہے آپ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیں اور امتحان میں چلے جائیں۔ میں نے کہا کہ نہیں اگر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چل گیا تو سخت خفا ہونگے مجھے بتائے بغیر مولوی فاضل صاحب نے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو چٹ بھیجی کہ انور نے داخلہ بھیجا ہے اب رول نمبر آگیا ہے امتحان کے لیے جانا چاہتا ہے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی چٹ پر لکھ بھیجا کہ قاری صاحب کو بیٹھک میں بھیج دیں۔ جب چٹ واپس آئی تو میں پریشان ہوا ہیڈ ماسٹر صاحب سے گلہ بھی کیا کہ آپ نے یہ چٹ کیوں بھیجی۔ انہوں نے کہا کہ باقی باتیں بعد میں آپ پہلے بیٹھک میں پہنچیں حضرت جی آپکے ہوں گے.....

کاپتے ہوئے بیٹھک میں پہنچا۔ تھوڑی دیر میں حضرت جی مسکراتے ہوئے بیٹھک میں داخل ہوئے میں نے فوراً عرض کیا کہ حضرت جی غلطی ہوگی۔ فرمایا کیا ہوا۔ آپ نے بہت اچھا کیا داخلہ بھیجا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ حضرت جی فرما رہے ہیں۔ حضرت جی نے ۶۰ روپے تھماتے ہوئے فرمایا کہ یہ تنخواہ کے علاوہ ہیں خرچہ کے طور پر واپس آئیں گے تو تنخواہ پوری ملے گی۔ ساتھ ہی ایک رقعہ عطا فرمایا کہ یہ رقعہ مولانا نذیر اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دینا ہے اور رہائش ان ہی کے پاس رکھنی ہے میں پیسے اور رقعہ لے کر جب باہر نکلا تو میری خوشی کی انتہا تھی تیاری کی اور دوسرے روز صبح چکوال سے گجرات کے لیے روانہ ہو گیا۔ گجرات پہنچا تو جامع مسجد حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم گجرات کو تلاش کر کے وہاں پہنچا مسجد کے متصل حضرت مولانا نذیر اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش تھی وہاں پہنچا۔ مولانا نذیر اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے واقفیت پہلے سے تھی۔ کہ جہلم چکوال ان کا آنا جانا ہوتا رہتا تھا شام کو مجھے فرمایا کہ چائے بنا لیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا پھر چائے بناؤ۔ میں نے چائے بنائی۔ چائے پیتے ہوئے وہ رقعہ جو حضرت جی نے دیا تھا مولانا کو پیش کیا۔ مولانا نے رقعہ پڑھنے کے بعد فرمایا کہ بھائی اب تم میرے مہمان ہو گئے ہو۔ حضرت جی نے لکھا ہے کہ آپ کے مہمان ہو گئے۔ آج چائے بنائی آئندہ چائے میں خود بنایا کروں گا۔ رول نمبر سلپ دیکھی تو فرمایا کہ آپ کا سنٹر تو میرے ہی سکول میں ہے۔ مولانا نذیر اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سائیکل رکھی ہوئی تھی۔ ناشتہ کے بعد سائیکل پر مجھے بیٹھا کر سکول لے جاتے اور واپس ختم ہونے پر اپنے سائیکل پر بیٹھا کر واپس لے آتے۔ اس دوران کئی بار میں نے عرض کیا کہ حضرت

جائے میں بناتا ہوں۔ فرماتے حضرت قاضی صاحب نے آپ کو بطور مہمان میرے پاس بھیجا ہے اور مہمان کی خدمت کی جاتی ہے مہمان سے خدمت کرائی نہیں جاتی۔ امتحان کے بعد چکوال واپسی ہوئی۔ چکوال قیام کے دوران کئی بار حضرت جی سے بیعت کی درخواست کی حضرت جی فرماتے ہیں کہ کسی وقت انشاء اللہ بیعت کر لی جائے گی۔

۱۹۷۳ء دوران رمضان غالباً ۲۱ رمضان المبارک جمعہ کا دن تھا حضرت جی جمعہ کی نماز کے بعد وضو کرنے والی جگہ کے قریب تشریف فرما ہوتے۔ دراز سے آنے والے حضرت ملاقاتیں کرتے۔ میں رضائی لپیٹ کر حضرت جی کے پیچھے رکھ کر سہارا دے بیٹھا ہوا تھا کہ میری طرف نظر فرمائی اور فرمایا کہ یہاں کسی اور کو بیٹھاؤ اور خود ادھر سائے آؤ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ چلو آج جہیں بیعت کرتا ہوں۔ پھر خداوند عالم نے وہ سعادت بخشی کہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہونا نصیب ہو گیا۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی بے حد شفقت ہمیشہ حاصل رہی غالباً ۱۹۸۶ء میں جامعہ حنیفہ تعلیم الاسلام کے سالانہ جلسہ پر حاضری تھی۔ نماز مغرب کے بعد اس کمرے میں حاضری ہوئی جہاں حضرت اقدس تشریف فرما ہوا کرتے تھے میرے ساتھ سہنی کے دوست بھی تھے۔ ملاقات ہوئی فردا فردا تمام احباب کا تعارف کرایا۔ جس پر حضرت جی اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ سب سے خیریت دریافت فرماتے رہے۔ کچھ دیر بعد جب میں نے اجازت چاہی تو فرمایا کہ اپنے مدرسہ کا نام لکھ کر مجھے دیدیں تاکہ اظہار الاسلام چکوال کی شاخ کے طور پر شمار ہو جائے۔ بے حد خوشی ہوئی کہ اس قدر قبولیت اور حضرت جی کی شفقت اللہ کا خصوصی کرم اور مہربانی ہے۔ میں نے مدرسہ فاروقیہ اہل سنت والجماعت کی مسجد اہل کا نام لکھ کر دیا۔ تادم تحریر اظہار الاسلام کی طرف سے شائع ہونے والے اشتہارات اور سالانہ روئیداد میں مدرسہ فاروقیہ کا نام شاخ کے طور پر آتا رہا۔ ہمارے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اس دور کی وہ عظیم شخصیت تھی جن پر اکابرین امت کو فخر تھا۔

مسلمک سے مضبوط وابستگی اور اصلاح کے سلسلہ میں پختہ شرائط ان کا ایک خاص وصف تھا۔ علمائے دیوبند سے گہری عقیدت ان کے کمال کی سب سے بڑی دلیل ہے واقعی وہ اسلاف کی مکمل تصویر تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت جی کی رحلت امت مسلمہ کے لیے اس صدی کا سب سے بڑا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ تلافی کی بہتر صورت پیدا فرمائیں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مجسم یادگار

☆ کھ مولانا حافظ طاہر اقبال

”اگر ہم دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم اور خلافت راشدہ کے عقیدے کا تحفظ نہیں کریں گے۔ تو پھر ہم غدار ہیں ہم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے آپ کو سنی دیوبندی کہیں“ یہ الفاظ اس شخصیت کے ہیں جو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مجسم یادگار تھی یعنی سیدنا و مرشدنا حضرت حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اقدس قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایسی دلنواز، ایسی حیرت افروز اور ایسی باغ و بہار شخصیت تھی کہ اس کی خصوصیات کا ایک مختصر مضمون میں سامنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے مرشد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دیگر کمالات کے علاوہ مجاہدہ، تواضع، حق گوئی و بے باکی کے خصوصی کمالات سے نوازا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی خلوص و التبت، زہد و تقویٰ، عجز و انکساری، قرآن و سنت کی خدمت، مسلک حق کی صحیح ترجمانی، بہادری اور دلیری اور قربانیوں سے بھرپور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر و تقریر اور نظریات میں دینی اعتبار سے وہ تعلق تھا جو حضرات علماء دیوبند کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسلک حق کی ترجمانی کے سلسلے میں علامہ اقبال مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی تصویر اور عملی تفسیر تھے.....

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

اللہ کے شہروں کو آتی نہیں روہا می

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی انفرادی زندگی میں جتنے نرم خو، خلیق اور شکفتہ تھے۔ باطل نظریات کے بارے میں اتنے ہی شمشیر برہنہ تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اس معاملہ میں نہ کسی مداحنت یا نرم گوشے کے روادار تھے اور نہ کسی قسم کی مصالحہ کو اہمیت دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے باطل فرقوں اور باطل نظریات کی تردید میں آپ سے بڑا

کام لیا، یزیدیت کا فتنہ ہو یا رافضیت کا، ممانیت کا فتنہ ہو یا مودودیت کا، حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ان سب کے تعاقب میں پیش پیش رہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رگ و پے میں عشق صحابہ رضی اللہ عنہم سرایت کر چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ساری ساری رات دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے مضامین لکھتے، میلوں سفر کر کے مسلمانوں کے دلوں کو اپنی تقاریر کے ذریعے عشق صحابہ رضی اللہ عنہم سے گرماتے، جب کبھی بھی کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس سلسلے میں درخواست پیش کی آپ رحمۃ اللہ علیہ فوراً تیار ہو جاتے اور مشکل سے مشکل حالات میں اور مخالف ترین ماحول میں بھی جا کر نہایت مثبت انداز میں حضراتِ صحابہ کرامؓ، امہات المؤمنینؓ، اور دیگر مسائل پر بیان فرماتے۔ آپ کی ہر تقریر و تحریر میں عشق صحابہؓ کی جھلک ضرور موجود ہوتی تھی۔ آپ اپنے بیانات اور درسِ قرآن میں قرآنی آیات کی روشنی میں عظمتِ صحابہؓ اور دفاعِ صحابہؓ کے مشن کو ثابت فرماتے۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی رگ و پے میں اس بات کا یقین و اعتماد پیوست تھا کہ اکابر علماء دیوبند اس دور میں ”ماننا علیہ واصحابی“ کی عملی تفسیر تھے اور ان کا فہم دین اس دور میں خیر القرون کے مزاج و مذاق سے سب سے زیادہ قریب تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تمام اکابرینِ دیوبند سے والہانہ عقیدت و محبت تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضراتِ علماء دیوبند کے مسلک کی صحیح ترجمانی اور حفاظت کو اپنی زندگی کا اصلی مقصد بنایا ہوا تھا۔ اگرچہ ہم نے حضراتِ اکابرین کو نہیں دیکھا۔ لیکن ان کی اکثر خوبیاں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ میں نظر آتی تھیں۔ اس کے علاوہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بے شمار پہلو ہیں جن پر لکھنے کو دل چاہتا ہے لیکن.....

دامانِ نگر تنگ و گلِ حسن تو بسیار

اس لیے اب آخر میں بندہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقوالِ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک مرتبہ درسِ قرآن میں ارشاد فرمایا.....

”اصل تو قرآن ہے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں، حدیث اس کی تفسیر ہے یہ بنیادی علوم ہیں اور ان کا نچوڑ فقہ ہے۔ دین اور قرآن کا روبرو نہیں بلکہ مقصدِ حیات ہیں۔“
فرمایا..... ”طالب علمی مجاہد ہے، نظم و ضبط کا خیال طالبِ علمی میں نہ ہوا تو کہاں ہوگا؟“
فرمایا..... ”عمل کی قبولیت کے لیے دو شرطیں ہیں: ایمان اور اخلاص۔“

فرمایا..... ”صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو مشاجرات ہیں یہ ایسا نازک موڑ ہے یہیں سے فرتے بنے اور اللہ نے اہل سنت والجماعت کو صحیح حق کی توفیق عطا فرمائی، صحابہؓ کے جو مشاجرات ہوئے تو ہم نے یہ دیکھا ہے کہ یہ عام لوگ نہیں تھے صحابہؓ تھے۔ بعض کا اجتہاد صحیح تھا اور بعض کا اجتہاد خطا تھا، ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور ایک طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، اہل سنت کا اجماع ہے کہ قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ کو اللہ نے صحیح اجتہاد کی توفیق دی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطا ہوئی، یہ آخری فیصلہ ہے۔“

فرمایا..... ”الحب فی اللہ والبغض فی اللہ“ یہ ایمان کامل کی نشانی ہے، صحابہؓ کو اللہ نے یہ بلند مقام دیا تھا کہ جس سے محبت کی ایمان کی وجہ سے، اللہ کی رضا کے لیے کی، جس سے دشمنی کی ایمان کی وجہ سے، ایمان کے تقاضا کی وجہ سے۔“

فرمایا..... ”اصل فتنوں کی جڑ سلف پر عدم اعتماد ہے۔“

فرمایا..... ”ہر وہ طریقت جو شریعت کو رد کرے وہ زندہ نہیں ہے، میزان شریعت ہے، کشف بھی حجت نہیں خواب بھی حجت نہیں۔“

فرمایا..... ”سب طلبہ علماء حضرت مدنی رحمہ اللہ کا رسالہ ”مودودی دستور عقائد کی حقیقت“ پڑھیں۔“

فرمایا..... ”اصلاح قرآن مجید سے، سنت رسول اللہ ﷺ سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی سے ہوگی۔“

فرمایا..... ”روح کے علاج کے لیے یہ قرآن روحانی معالج ہے۔“

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس قدس سرہ کو اعلیٰ علین میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو حضرت

اقدس رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)



ایک مہربان ذات

کچھ مولانا عبدالقدوس صاحب ☆

حضرت اقدس مرحوم کا برما کے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ تقریباً عرصہ دس سال سے رابطہ رہا۔ آپ برما کے مظلوموں کے لیے ایک مہربان ذات تھے۔ حضرت سے ہماری ملاقات ایک وفد کی شکل میں ہوئی تھی۔ حضرت اقدس سے جب برما کے موضوع پر تعارف ہوا اور حضرت مدنی بیٹے کے علاوہ اور خلفاء کا تذکرہ ہوا تو برما میں موجود علمائے کرام کے حسب ذیل اسماء سامنے آئے۔ مولانا مفتی محمد سلطان صاحب مرحوم، مفتی اعظم مولانا منیر احمد صاحب مرحوم اور مولانا مظفر احمد صاحب مدظلہ العالی۔ یہ حضرت مدنی بیٹے کے خلیفہ ہیں۔ اس ملاقات سے لے کر آخر تک بری مہاجرین مجاہدین کے ساتھ حضرت اقدس کی ہمدردی اور تعاون جاری رہا، ایک دفعہ میں نے حضرت سے کہا حضرت دعا فرمائیں ہماری حالت کمزور ہے۔ حضرت نے فرمایا دین حق کا کام کرتے جاؤ اللہ تعالیٰ آسانیاں فرمائیں گے اور پھر ایک لٹاؤہ ہاتھ میں دیا۔ یہ مہاجرین کی تعلیم اور دیگر ضروریات میں صرف کریں۔ میں نے دیکھا دس ہزار روپے ہیں تو میں نے رسید بنا کر حضرت کو پیش کی۔ اس طرح حضرت سے جب بھی ملاقات ہوتی حضرت ضرور شفقت فرمایا کرتے۔

آخری ملاقات

جب حضرت کی زیادہ علالت کی اطلاع ملی تو میں ملاقات کے ارادہ سے پنجاب آیا اور حضرت اقدس کی خدمت میں جمعہ کے ناٹم پہنچا۔ نماز جمعہ کے بعد جب لوگوں کا ہجوم کم ہوا تو میں اندر گیا اور حضرت سے ملاقات کی۔ حضرت اپنی چارپائی پر تشریف رکھے ہوئے تھے۔ جب میں نے کہا کہ حضرت برما کے مظلوم مسلمانوں کے لیے دعا فرمائیں۔ حضرت نے پھر اور قریب کیا فرمایا حالات کیسے ہیں؟ میں

نے کہا حضرت میاں جی کی دعوت عام ہے ان کے وسائل زیادہ ہیں۔ مسلم بچوں کو عیسائی بنانے میں مصروف ہیں۔ حضرت نے دعا فرمائی اور فرمایا کام کرتے جاؤ ہمت کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہیں۔ ان شاء اللہ فتح مسلمانوں کی ہوگی۔ یہ آخری ملاقات اور آخری دعا تھی۔ اس کے بعد میں کراچی چلا گیا۔ تقریباً ۲۰-۲۲ دن بعد اخبار پر نظر پڑی کہ قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دل بہت رو یا اور دعا و مغفرت اور تلاوت کی، پھر اس بات کی خوشی بھی ہوئی کہ حضرت سے کچھ دن پہلے ملاقات ہوئی اور دعا لینے کا موقع ملا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین



محمد رسول اللہ ﷺ

حق چارہ

ہواشانی

یا اللہ مدد

خلافت راشدہ

بغیرضمان نظر قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین

Kent Homoeo Store & Clinic

کینٹ ہومیو پیتھک سٹور کلینک

مریٹر حسن راو پلنڈی فون: 051-5516839

ہر قسم کی ملکی اور غیر ملکی معیاری ادویات و کتب

ہول سیل ریٹ پر بھی دستیاب ہیں

ہومیوڈاکٹر محمد شکیل قریشی

وقت کے انور شاہ کا شمیری رحمۃ اللہ علیہ

☆ کھ مولانا حافظ محمد عمر عثمانی

خدام اہل سنت کو اپنے کتنے عظیم المرتبت اور جید علماء کرام کے داغ مفارقت کے شدید صدمے پہنے پڑے۔ ابھی ولی کامل مولانا حافظ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ حکیم محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ اور پاسان مسلک اہل سنت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ قائد اہل سنت کے شیدائی شیخ الثمیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز مولانا عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بہت سارے علمائے کرام کے فراق کے زخم ملنے نہ پائے تھے کہ ہم خدام اپنے عظیم قائد، اکابر علمائے اہل سنت کے قدردان، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، شرک کی نجاستوں اور ظلمتوں میں توحید کے علمبردار اور سنت کے منارہ نور، عقیدہ ختم نبوت کے نقیب، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتوں کے پاسان، عقیدہ عصمت انبیاء اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کے محافظ، قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شیدائی اور شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز، قائد اہل سنت، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی سے محروم ہو گئے.....

بی گئی کتنوں کا خون تیری یاد
غم تیرا کتنے کلچے کھا گیا

ولادت باسعادت

پنجاب کے ایک معروف گاؤں بھس ضلع چکوال میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اس دیندار گھرانے کی گمرانی ایک ایسی ہستی کر رہی تھی۔ جس کو اپنے بیگانے رئیس المناظرین کہتے ہیں (مولانا محمد کرم الدین رحمۃ اللہ علیہ) یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء اور الحجہ ۱۳۳۳ھ کو اس علمی ماحول میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ حضرت نے ایسے پاکیزہ ماحول میں آنکھیں کھولیں جہاں کا ذرہ ذرہ قال اللہ اور قال الرسول سے منور

تھا۔ سن شعور تک پہنچنے سے پہلے پہلے نیک والدین بے جالاؤ پیار سے بگاڑنے اور بھوتوں چڑیلوں اور پریوں کی سنسنی خیز اور مافوق الفطرت کہانیاں سنانے کے بجائے معصوم ذہن میں علمی مقام و مہارت اور عملی طہارت کی طرف توجہ دلاتے رہے اور اس طرح گویا کہ آغاز ہی میں زندگی کے اصل مقصود کی طرف واضح رہنمائی ہو گئی تھی۔

عظیم خاندان کے سپوت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم علمی خاندان کے سپوت تھے۔ آپ کے والد ماجد رئیس السنائین فخر اہل سنت حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ گودرا سپور کی عدالت میں مرزا قادیانی کے گلے میں رسوائی کے ہار ڈالنے والے ایک بلند قامت اور باوقار شخصیت تھے۔ آواز گرج دار تھی بہت ذہین و ذکی تھے۔ آپ کو خدا داد حاضر جوابی کا ملکہ حاصل تھا۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ تخلص دبیر تھا۔ عربی، فارسی، اردو کے علاوہ پنجابی زبان میں بھی فی البدیہہ اشعار کہتے تھے۔ آپ کے اندر مناظرانہ صلاحیت، علمی مہارت، عملی طہارت، جرأت، بہادری اور حاضر جوابی جیسی بے شمار خوبیاں تھیں جو کہ متعل عنوان سے لکھنے کے قابل ہیں۔

حاضر جوابی کے تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی معترف تھے۔ چنانچہ مرزا بشیر الدین آنجمانی (ابن مرزا قادیانی ملعون) کے خلاف ایک تقریر کی بنا پر امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایک سنگین مقدمہ چلا تھا۔ جس میں امیر شریعت نے حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کو بطور گواہ طلب کیا تھا۔ سنی دیوبندی مسلک کے ایک مشہور واعظ مولانا اللہ داد گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ حضرت بخاری نے کئی مرتبہ یہ واقعہ سنایا جب مرزا کے وکلاء مولانا کرم الدین پر جرح کرتے میں سوچتا کہ اس کا کیا جواب دیں گے لیکن جب جواب دیتے تو میں حیران رہ جاتا۔ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے رد قادیانیت، رد رافضیت کے لیے ساری زندگی وقف کر رکھی تھی۔ اس میں کبھی چلک نہیں رکھتے تھے گویا کہ یہ چیزیں آپ کو خاندانی وراثت میں ملی تھیں۔ آپ کے چچا زاد بھائی مولانا محمد حسن فیضی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بے نقطہ قصیدہ لکھ کر سیالکوٹ جا کر مرزا قادیانی کے سامنے پیش کیا کہ مرزا خود جواب دیں۔ جس سے مرزا سخت گھبرایا اور سمجھ نہ سکا۔ قصیدہ میں کیا لکھا ہے جواب نہ دے سکا۔ حضرت قاضی کے خاندان کو اللہ رب العزت نے بے شمار خوبیاں عنایت فرمائیں تھیں۔ حضرت قاضی کے والد گرامی مولانا محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کو ہر مناظرے

میں نمایاں فتح حاصل ہوتی تھی۔

عیسائیوں اور ہندوؤں سے بھی مناظرے کیے۔ غیر مقلدین سے بھی آپ کے تہکد شخص پر مناظرے ہوئے۔ میرپور چک رجمادی گجرات میں تہکد شخص اور فرقہ ناجیہ کے موضوع پر غیر مقلدین کے مشہور مناظر مولوی ثناء اللہ مناظرے سے ہوئے۔ تیسرا مناظرہ منصور پور ضلع ہوشیار پور میں مولوی محمد یوسف غیر مقلد سے ہوا۔ اس میں بھی حضرت قاضی بریلوی کے والد کو نمایاں فتح نصیب ہوئی۔ چک رجمادی والے مناظرے میں تو مولوی ثناء اللہ نے اعلان کیا کہ آئندہ مولوی کرم الدین سے تقریری مناظرہ نہیں کروں گا۔ مولانا کرم الدین بریلوی نے ایک مرتبہ حضرت قائد اہل سنت سے فرمایا تھا کہ بیٹا میں کسی سے مرعوب نہیں ہوتا تھا۔ بے شک آپ نہ کسی سے دبتے نہ کسی کے سامنے جھکتے تھے۔ ذلک فضل اللہ بویہ من یشاء۔ [خصوصی اشاعت شیخ الادب نمبر صفحہ ۲۲]

تعلیمی ماحول

قائد اہل سنت حضرت قاضی بریلوی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم کے سایہ شفقت میں شروع کی۔ بہت جلد ہی دینی عصری علوم کے منازل طے کرتے ہوئے ۱۹۲۸ء میں ہائی سکول چکوال سے میٹرک اور ۱۹۳۳ء میں اشاعت اسلام کالج سے ماہر تبلیغ کورس پاس کیا۔ ۱۹۳۷ء میں دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ سے دورہ حدیث تک علوم دینیہ کی پیاس بجھائی۔ یہ وہ دور تھا جب برصغیر کی عظیم درس گاہ دارالعلوم دیوبند کا شہرہ آسمان کی بلندیاں چھو رہا تھا۔ دارالعلوم دیوبند کی دینی علمی خدمات کسی سے مخفی نہیں۔ رئیس المناظرین مولانا محمد کرم الدین دبیر بریلوی، دارالعلوم دیوبند کی خدمات سے متاثر ہو کر اپنے عظیم فرزند ارجمند حضرت قاضی مظہر حسین بریلوی کو اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۹۳۸ء میں ایک رقتہ شیخ الادب مولانا اعجاز علی بریلوی کی خدمت میں دے کر بھیجا۔ دارالعلوم کا پاکیزہ ماحول علمی جذبہ، علمی محافل سب کا سب عظیم سعادت مندی تھی۔ لیکن حضرت قاضی بریلوی کی قسمت کے کیا کہنے۔ دارالعلوم کے اپنے انوارات کے علاوہ ایسے اساتذہ کی صحبت حاصل ہوئی جن کی عظمت اور توقیر پر زمانہ رشک کرتا ہے۔ مولانا اعجاز علی بریلوی اور مولانا سید حسین احمد مدنی بریلوی جیسے لوگ۔ ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اس فیض لاریب، برکات، انوارات کو سمیٹ کر اپنے علاقہ میں منتقل ہو گئے۔ جو کہ جہالت کی اندھیر مگر کی اہل بدعت اور روافض کی آماجگاہ تھی۔

خدام اہل سنت کی بنیاد

یاد رہے ۱۹۶۹ء حضرت قاضی نے تحریک خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی۔ حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقہ میں پیدل میلوں میلوں سفر طے کر کے قریہ بستی بستی دن رات درس قرآن، سنی کانفرنس کے عنوانات سے اپنے پروگراموں کو عام کیا اور وہ علاقہ جو جہالت اور بدعات کی آماجگاہ تھا۔ آج وہ علاقہ اس مرد قلندر کی شب روز محنت، اخلاص و للہیت کے نتیجے میں دیوبندیت کا مضبوط قلعہ سمجھا جاتا ہے۔

دو عظیم نعمتیں

اللہ رب العزت نے حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ کو دو ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جن پر لوگ رشک کرتے ہیں ایک دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت معلم حاضری اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت اور خلافت دوسری وہ رومال جو ترک والوں نے دیوبند بھیجا تھا۔ جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قیص مبارک رکھی ہوئی تھی۔ حضرت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی اور آنکھوں پر لگایا گیا جس کا اثر وفات کے بعد بھی چہرہ مبارک پر رہا۔ جو ہر دیکھنے والا محسوس کرتا تھا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے مشابہت

حضرت قائد اہل سنت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقی تصویر تھے۔ حضرت مدنی کی پیدائش بھی اکتوبر میں ہوئی اور قائد اہل سنت کی پیدائش اکتوبر میں ہوئی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ کھدر پہنا (ماہنامہ حق چار یار جلد ۱۹۹۹ء) حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہمیشہ کھدر استعمال کیا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی جب تک صحت ٹھیک تھی خود اپنے ہاتھ سے کام کرتے (جولائی ۱۹۹۹ء حق چار یار جلد ۱۹۹۹ء) حضرت قاضی صاحب بھی کسی سے کام لینا پسند نہیں کرتے تھے۔

مولانا احتشام الحق کا ندھلوی فرماتے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سلام کیا اور ہاتھ کا بوسہ لینے کی کوشش کی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور ہاتھ زور سے کھینچ لیا۔ (حق چار یار، اکتوبر ۱۹۹۹ء)

اسی طرح کا واقعہ سالانہ سنی کانفرنس بمبئی پر احقر نے خود دیکھا حضرت مولانا حافظہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قائد اہل سنت کے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہا جب حضرت قاضی صاحب گاڑی میں

تشریف فرما تھے۔ حضرت قاضی بریلوی نے زور سے ہاتھ کھینچ لیے اور ہاتھ کا بوسہ نہیں لینے دیا۔ یہ تھے ہمارے اکابر جو ہر کام میں سنت نبوی کو سامنے رکھتے تھے۔ حضرت مدنی بریلوی بھی بڑے مہمان نواز تھے۔ حضرت قاضی کی بھی مہمان نوازی کسی سے مخفی نہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب کے تاریخی جملہ پر اپنی معروضات لپیٹتا ہوں۔ حضرت علامہ نے حضرت کے جنازہ سے قبل فرمایا: ”آج وقت کے علامہ انور شاہ کا شمیری بریلوی چلے گئے۔“



حسن علی کلور کوٹی، واہ کینٹ

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت قاضی صاحب بریلوی امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کرامؓ کے سچے اور وفادار سپاہی تھے۔

جناب محمد اکرم، موہڑہ کورچشم چکوال

اللہ رب العزت جانشین قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب اعلیٰ دامت فیوضہم کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھیں اور ان کی قیادت میں ہمیں حضرت قائد اہل سنت بریلوی کے مشن کی تکمیل کی توفیق نصیب فرمائیں۔

محمد طیب، منزل، معاویہ، اعوان برادران، مری

ہم لوہ لئی خدام اہل سنت کے شرکاء کی طرف سے حضرت قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بریلوی کی خدمات دیدیہ اور آپ کی جرأت و عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں اور تادم زندگی ان کے مشن کو آگے بڑھانے کا عزم کرتے ہیں۔

صاحب کشف بزرگ

کھ مولوی مہر محمد صاحب ☆

بیعت ہونے سے پہلے میں ایک زمیندار قسم کا آدمی تھا اور معمولی علم رکھتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کلور کوٹ پٹی والا میں تشریف فرما ہوئے تو میں اور میرا ایک ساتھی محمد خان جو کہ حسن والا کا رہائشی تھا۔ ہم دونوں نے حضرت جی کے ساتھ رات گزاری اور بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت جی نے حکم دیا کہ جاؤ استخارہ کرو۔ ہم دونوں نے مسجد جا کر دو رکعت نفل استخارہ ادا کی اور دعا مانگی اور واپس آ کر حضرت جی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت جی نے ہمیں اپنی بیعت میں لے لیا۔

بندہ اُس دن سے لے کر حضرت جی کے وصال تک آپ کے ساتھ رہا اور حضرت جی کی برکت اور دعا سے دینی کتابیں پڑھتا رہا اور جب موقع ملتا حضرت جی کی خدمت کرتا رہا۔

جب حضرت جمعیت علمائے اسلام کے شمالی پنجاب کے امیر تھے۔ اس وقت لاہور میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں میانوالی کے ساتھیوں کے ساتھ میں لاہور پہنچا اور کانفرنس میں حضرت جی کے ساتھ بیٹھا رہا۔ جب جلسہ ختم ہوا تو حضرت جی نے بندہ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ پٹی والا (کلور کوٹ) سے ساتھی لے کر محرم کے موقع پر چکوال میں اڈھر وال کے مقام پہنچ جانا میں اڈھر وال ہوں گا۔ اس وقت حضرت جی کے شہر چکوال داخلہ پر پابندی تھی اور اڈھر وال چکوال سے دو اڑھائی کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ وہاں حضرت جی کے بہنوئی رہتے تھے۔ ہم پٹی والا (کلور کوٹ) سے چند آدمی اڈھر وال پہنچ گئے۔

شام کو حضرت جی نے ہمیں چکوال شہر بھیج دیا۔ دوسرے دن میں نے دیکھا کہ ہمارے ساتھی محمد اعظم خان اور صاحبزادہ ظہور الحسنین دامت برکاتہم دونوں نوجوان تھے۔ یوں چلے کہ پورے شہر کا گشت لگایا اور بڑی دلیری سے بزبان حال بتا رہے تھے۔ حضرت جی بہت سی پابندی ہے تو کیا ہوا ہم موجود ہیں۔

صاحب کشف بزرگ

حضرت جی بریلوی صاحب کشف بزرگ تھے۔ جس کا اندازہ ذیل کے دو واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایک دفعہ میں چکوال گیا اور حضرت جی بریلوی سے ملاقات کی ملاقات کے بعد جب گھر واپسی کے لیے اجازت لی تو حضرت جی بریلوی نے مجھے کچھ رقم دی۔ مجھے یاد نہیں کہ وہ کتنی تھی اور فرمایا کہ یہ رقم غلام خواجہ خان پٹی والا کو دے دینا۔ میں اس کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کلور کوٹ گئے ہوئے ہیں۔ میں کلور کوٹ گیا تو مجھے ندل سکے۔ میں گھر واپس آ رہا تھا کہ دیکھا کہ غلام خواجہ خان تھانہ کلور کوٹ سے شہر کی طرف آ رہے ہیں۔ تھانہ کلور کوٹ شہر سے مشرق کی طرف تقریباً دو کلومیٹر ہے۔ ان سے ملاقات راستے میں ہوگئی۔ سلام دعا کے بعد میں نے اسے وہ رقم جو حضرت جی بریلوی نے مجھے دی تھی اسے دی اور حضرت جی کے دعا سلام بھی دیے۔ وہ یہ سن کر بڑا خوش ہوا اور رقم لے لی۔ اس کے پاس کوئی رقم وغیرہ نہ تھی صرف تن پر کپڑے تھے اور کندھے پر ایک چادر تھی۔ وہ رقم لے کر بہت خوش ہوا۔ بعد میں مجھے سمجھ آئی کہ حضرت جی کو کشف ہوا تھا۔

میں ایک مسجد میں امام تھا۔ اس بارے حضرت جی کو معلوم بھی تھا، چند وجوہات کی وجہ سے میں وہ مسجد چھوڑ کر ایک دوسری مسجد میں منتقل ہو گیا۔ اور حضرت جی کو اس بارے نہیں بتایا تھا کہ میں نے وہ مسجد چھوڑ دی ہے۔ کچھ دنوں بعد میں سنی کانفرنس کے سلسلہ میں چکوال گیا تو حضرت جی بریلوی سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے علیحدگی میں مجھ سے پوچھا کہ دوسری مسجد کے لوگ کیسے ہیں؟ میں نے حضرت جی بریلوی کو بتایا کہ سادے قسم کے لوگ ہیں۔ دیوبندی اور بریلوی کے چکروں میں نہیں ہیں۔ جب میں یہ باتیں بتا رہا تھا تو میں نے سوچا کہ حضرت جی کو کیسے پتہ چل گیا ہے کہ میں دوسری مسجد میں آ گیا ہوں۔ مجھے شک ہوا کہ یہ بات مولانا محمد یعقوب صاحب بریلوی نے بتائی ہوگی۔ واپسی پر جب مولانا محمد یعقوب سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے ذکر کیا کہ آپ نے حضرت جی کو کیوں بتایا کہ میں دوسری مسجد میں چلا گیا ہوں تو انہوں نے کہا کہ میں نے ایسی کوئی بات حضرت جی بریلوی سے نہیں کی میں حیران ہوا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں تھا اور مولانا صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضرت جی کو نہیں بتایا تو مجھے یہ بات سمجھ آگئی کہ حضرت جی کو کشف ہوا اور انہیں بتانے سے پہلے پتہ چل گیا کہ میں پہلی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں منتقل ہو گیا ہوں۔

عالم اسلام کے..... عظیم سپوت

☆ مولا نامفتی محمد الیاس صفدر

۲۰۰۴ء/۵/۲۵ کو میرے سامنے ملک کی عظیم ہستی قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا مظہر حسین بریلوی (خلیفہ مجاز شیخ العرب والعم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی بریلوی) کی تصویر پیشی تھی اور میں اس تصویر کی آنکھیں دیکھتا اور کبھی پیشانی۔ رخسار دیکھتا اور کبھی چہرے کی جوانی۔ چہرے پر انوارات کی بارش کی بوندیں محسوس کرتا پھر۔ یوں بھی محسوس کرتا کہ حضرت میری طرف دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔ خوشی کے احساسات جو میرے اندر جذب تھے ان کو قلم کی نوک پر لانے سے قاصر ہوں۔

ابر شفق، مہتاب، ستارے بجلی، نغمے شبنم، پھول

اس دامن میں کیا کیا ہے ہاتھ وہ دامن آئے

حضرت چائے نوش فرمائیں گے! تصویر نے مسکرا کر جواب دیا۔ کیوں نہیں!۔

ساتھ میں کچھ اور احباب بھی تھے۔ جنہوں نے ہمارے جامعہ شریفیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد کا نظارہ بھی کیا۔ خوشی کا اظہار فرمایا جامعہ دیکھ کر جب تشریف لائے تو چائے تیار ہو چکی تھی ایک چائے کا کپ میں نے حضرت قاضی صاحب بریلوی کی تصویر کے سامنے رکھ دیا۔

احباب اور تصویر چائے نوش فرمانے لگے۔ چائے کے ساتھ کچھ لوازمات دسترخوان پر تھے۔ اس تصویر نے ان لوازمات دسترخوان سے بھی شوق فرمایا۔

میں پھولے سے سمانیں رہا تھا۔ خوشی کی انتہا ہو رہی تھی۔ آسمان کی طرف بار بار نگاہیں اٹھا کر اس کی قدرت کے نظارے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا تھا۔ پھر میری تصویر پر نظر اٹھی تو تصویر مجھ سے کچھ کلام چاہتی تھی۔ جب میں نے اپنی قوت سماعت و بصارت کو متوجہ کیا تو زبان حال سے کہہ رہی تھی۔

ہم سے ہے زمانہ! زمانہ سے ہم نہیں

تصویر قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی محمد ظہور امین صاحب جانشین قائد اہل سنت وکیل
صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر خدام اہل سنت پاکستان نے فرمایا
ماہنامہ حق چار یار رحمۃ اللہ علیہ قائد اہل سنت نمبر شائع کرنا چاہتا ہے۔

دل میں خواہش ہوئی کچھ لکھوں کیونکہ دنیا میں اس عظیم ہستی نے اپنے قلم سے ہر باطل فرقہ کا احتساب کیا ہے۔ بلکہ آپ کے بے باک قلم نے تو انہوں کی کمزوریوں کو بھی برداشت نہیں کیا۔

اگر کسی نے حالات و واقعات سے سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی آپ کے قلم نے بے نیام تلوار کا کام کیا آپ مسلک حقہ اہل سنت کے پاسبان تھے۔ سیاست کا میدان ہو یا مذہب کا آپ نے بے خوف و خطر ناموس صحابہؓ و اہل بیتؑ کی حفاظت کی۔ یہی وجہ تھی۔ زمانے کے جید علماء و فضلاء آپ کی صف میں کھڑے ہوئے گھبراتے تھے۔ اور آپ کی سپاہیانہ زندگی نے اپنی جماعت کو آرام اہل سنت کے بجائے خدام اہل سنت بنایا۔ تحریک خدام اہل سنت پاکستان کو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت کی وجہ سے دینی و سیاسی و سماجی حلقوں میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ کارکنان تحریک کا جذبہ ایمانی دیدنی ہے۔ ان کے دل عشق مصطفیٰ اور عشق صحابہؓ سے منور ہیں۔ نظام خلفائے راشدین کے لیے اپنی جوانیاں لگانے کے لیے برسرِ بکفن ہیں۔

اور چار دایگ عالم میں خلفائے راشدین کی عظمت کا ڈنکا بجا دیا۔ حضرت فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم کے خطاب سے نوازے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عفت اور عصمت و عظمت کی جنگ منکرین صحابہ اور سٹارے لڑتے رہے۔

آپ نے تمام زندگی اسلام کا دفاع کیا

فتنہ قادیانیت، فتنہ مودودیّت، فتنہ مہاتیت، فتنہ رافضیت (شیعیت) پر علمی تحقیقی کتابیں شائع کیں اور تازہ بہ تازہ مضامین ماہنامہ حق چار یار علیہ السلام میں شائع فرماتے رہے آپ کے مضامین میں روایتی مضمون نگاری کے بجائے وکالت صحابہ علیہ السلام کی چھاپ دور سے نظر آتی تھی۔ ایک دانش ور نے مولانا ابوالکلام آزاد بریلوی کے بارہ میں کہا تھا کہ یہ ایک شش جہتی شخصیت تھے۔ ان کا دماغ کئی دماغوں کا ایک دماغ تھا۔

اور تمام اہل سنہ پہلے تو بہت ہی غصیت تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی کلی دمانوں کا ایک دماغ عطا فرمایا تھا۔

اس کے جلوں کو سراپا دیدین کر دیکھئے
ہو سکے تو روح کو محو تاشا کیجئے

آپ کا سید مشق رسول مہتمم اور مشق صحابہ سے منور قاضی نبوت سے والہانہ عقیدت تھی۔ فرق باطلہ کا حاقب ان کی زندگی کا مشن تھا۔

پاکستان میں بھی دینی مذہبی تحریکیں پیدا ہوئیں آپ نے ان کی قیادت فرمائی۔ اگر قیادت نہ فرمائی تو دعاؤں سے نوازا ان کی زندگی کا مشن احکام خلافت راشدہ تھا۔ تمام زندگی اسی مشن کی تکمیل میں گزری۔ پھول کے علاقہ میں مگرین صحابہ راضیوں سے تمام زندگی نبرد آزما رہے۔ اور عسکرانوں کے ظلم و استبداد کا بھی شکار رہے۔ سینکڑوں بار جیل کی صعوبتیں برداشت کیں یہ سلسلہ ایک روزہ نہ تھا بلکہ عالم شباب سے عالم بڑی تک چھٹا رہا۔ تمام زندگی آپ کے پائے استقامت میں ذرا بھی جنبش نہ آئی۔

اب تو سحرانوں اور سیاست دانوں کے ظلم و استبداد کی انتہا ہو گئی تھی۔ عالم علالت میں کمزور و نحیف جسم کے ساتھ وقت سے کچھ عرصہ قبل بھی جیل کی سلاخوں کی صعوبت دی گئی۔ آخر کار صحابہ کا ترجمان اور سپاہی ظلم سہتا ہوا صعوبتیں جھیٹتا ہوا۔ خلافت راشدہ کے نظام کے لیے جان جوانی نچھاور کرتا ہوا اس وار قاتی سے وار بقا کو سدھار گیا

نتیجی پر یہ خبر ہوں گے الگ بھی تیرے داماں سے

جب پورے ملک کے ٹیلی فون کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ تو آسمانوں کی فضاء منجمد ہو گئی۔ ہر طرف ہوکا عالم تھا۔ چار اطراف میں قیامت کا سماں تھا۔ ملک کے ہر شہر سے قافلے صدائے خلافت راشدہ حق چار یاز آٹھائے ہوئے ساکت زبانوں سے پھول کی طرف جا رہے تھے۔ اعلان ہو رہا تھا۔ ہم عالم اسلام کے عظیم ہیوت سے محروم ہو گئے ہیں۔ امانتہ و امانہ راجعون۔

آسمان تیری لہ پر شبنم افشانی کرے

چار یار جنہیں کے یار

کھ مفتی محمد ایوب - مدنی

عالمِ اہل ۱۹۷۸ء کا زمانہ تھا علاقہ لکی مروت کے قدیم اور مایہ ناز دینی ادارے دارالعلوم الاسلامیہ لکی مروت میں آن کل کے نصاب تعلیم کے مطابق میں تقریباً چوتھے درجے کا طالب علم تھا۔ کیونکہ اس وقت عالیہ کے علاوہ تحتانی درجات میں وفاق کی طرف سے کوئی درجہ بندی نہیں تھی۔ ہر کوئی اپنی پسند کی ترتیب چلاتے تھے۔ علاقہ مروت دو علاقہ ہے کہ پاکستان میں چلنے والی تحریکیں یا فتنے جب دوسرے صوبوں اور علاقوں میں پرانے ہو جائیں اور تقریباً پاکستان کی سطح پر ان کی تشہیر ہو جائے تو اچانک اس تحریک یا فتنے کی ایک لہر علاقہ مروت میں بھی آتی ہے۔ تو جب لوگ اس تحریک وغیرہ کی قیل و قال اور بحث و تمجیس میں مشغول ہوتے ہیں کہ ادھر دوسرے علاقوں میں دوسری تحریک آغاز کرتی ہے۔ کچھ علاقہ کے اس روایت کے مطابق اور کچھ حصول تعلیم کے ابتدائی مراحل کی وجہ سے ہم تحریکوں کی طرح تحریک خدام اہل سنت سے بھی ناواقف تھے۔ کہ اچانک حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مدظلہ (خلیفہ پیر طریقت حضرت علامہ مولانا فضل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ) کی خصوصی دعوت پر وکیل صحابہ رحمہم قائد خدام اہل سنت خلیفہ مجاز حضرت مدنی بیٹہ حضرت علامہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بیٹہ تشریف لائے اور ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جلسے کے مہمان خصوصی قائد خدام اہل سنت ہی تھے۔ ہماری قائد اہل سنت کے ساتھ یہ پہلی ملاقات تھی۔ حضرت بیٹہ ہم نیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ایک خاص قسم کی کیفیت کے ساتھ سر پر رومال باندھے ہوئے تھے جس کے اطراف دونوں طرف کنپٹیوں پر لٹکے ہوئے تھے۔ بتایا گیا کہ یہ حضرت مدنی بیٹہ کے شاگرد اور خلیفہ مجاز ہیں۔ اور رومال کے اندھنے کی یہ ترتیب حضرت مدنی بیٹہ کی ترتیب ہے۔ حضرت بیٹہ انتہائی سادگی کے پیکر اور الففسر ففسری کے صحیح مصداق تھے۔ حضرت بیٹہ کوئی گاڑی میں تشریف لائے ہوئے تھے جس کو ہم اس وقت اپنے علاقہ کی اصطلاح میں نو پونا کہتے تھے۔ حضرت بیٹہ کی گاڑی

پر ہر طرف لکھا ہوا تھا، خلافت راشدہ، حق چار یار جیٹھے ہم دیکھتے تو تھے لیکن مفہوم سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ یا تو اس وجہ سے کہ ہم چھوٹے بچے تھے اور یا اس وجہ سے کہ اب تک کانوں میں اس نعرے کی گونج نہیں آئی تھی۔ حضرت مسیحہ اور ان کے چند ساتھیوں کو عشاء سے پہلے کھانا کھلایا گیا۔ دسترخوان پر پیش کیا گیا۔ کھانا حضرت مسیحہ کے شایان شان تو نہیں تھا لیکن علاقہ مروت کے پسماندہ علاقہ کی حیثیت کے مطابق کچھ پر تکلف نظر آتا تھا۔ حضرت مسیحہ اپنی نشست گاہ سے اس کمرے میں تشریف لانے والے تھے جس میں دسترخوان بچھایا گیا تھا۔

اپنے ذوق کے مطابق ہاتھ دھونے کے وقت پانی ڈالنے کی سعادت میں نے حاصل کی۔ کوشش کر رہا تھا کہ جگ اور گلاس لے کر اپنے معزز مہمانوں کو پانی پلانے کی سعادت بھی میں حاصل کر سکوں لیکن مجھ سے چونکہ دوسرے بڑے طلباء بھی موجود تھے اس وجہ سے یہ خدمت ان کو سپرد کی گئی۔ عشاء کی نماز کے بعد دارالعلوم کی مسجد کے صحن میں جلسہ شروع ہوا۔

حضرت مسیحہ کے لیے ایک کرسی اور میز کا اہتمام کیا گیا۔ درویش صفت شخصیت تواضع اور انکساری کا تاج پہنے ہوئے کرسی پر جلوہ افروز ہوئے۔ حمد و ثناء کے ساتھ خطبہ شروع کیا اور آیت کریمہ محمد رسول اللہ و الذین معہ اشداء علی الکفار و حمقاء بینہم (۱۱۱) کو اپنے خطاب کا موضوع بنایا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہؓ بیٹھنے کی معیت کو اپنے انوکھے انداز میں بیان فرماتے، مولانا عزیز الرحمن صاحب نے ایک طالب علم کو تربیت دی تھی جو موقع کی مناسبت سے نعرہ لگتا۔ خلافت راشدہ، جواب ملتا تھا حق چار یار جیٹھے۔ سامعین کا میدان ارادت بہت وسیع تھا۔ بیان صحابہؓ کے بارے میں عموماً اور چار یار جیٹھے کے بارے میں خصوصاً، موضوع پر اپنی مثال آپ تھا۔ اجتماع میں حق چار یار جیٹھے کی صدا انوکھی بھی تھی، نرالی بھی تھی۔ پہلے پہل تو اجتماع میں غیر مانوس ہونے کی وجہ سے خلافت راشدہ کا جواب حق چار یار جیٹھے سے بہت کم اور دھیمی آواز سے ملتا تھا لیکن جب سادہ لوح لوگوں کے سمجھ میں آ گیا تو نعرے کا جواب علاقہ مروت کے جذباتی جوش و خروش کے ساتھ ملتا تھا۔ ہمارے علاقے میں مروجہ بریلوی اور شیعہ نہ ہونے کے برابر تھے۔ شیعوں کا صرف ایک ہی گھر لکی مروت شہر کے اندر تھا جن کے ساتھ لوگوں کی عقیدت اس وجہ سے تھی کہ وہ اپنے آپ کو بخاری کہلاتے تھے غالباً لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ یہ امام بخاریؒ مسیحہ کے نسل سے ہیں۔ لہذا مروت کے ایک قبرستان میں شیعوں کا ایک دادا پرانے زمانے کا مدفون ہے۔ ہمارے سادہ لوح لوگ انہی لوگوں کے پاس جاتے تھے ان سے تعویذ وغیرہ لیتے تھے اور ان

سے عقیدت اور احترام کا یہ عالم تھا کہ لوگ ان کو شکرانے کے طور پر سالانہ متعین حصے دیتے تھے۔ اسی ایک گھر کا امام باڑہ اپنا تھا اسی کے اندر بغیر لاؤڈ سپیکر کے اذانیں دیتے تھے۔ لیکن بہت کم لوگوں کو یہ پتہ چلتا تھا کہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل بھی کہتے جاتے ہیں اگر کچھ لوگ سنتے بھی تھے تو لاعلمی کی وجہ سے اس کا مفہوم نہ سمجھ سکتے تھے اور شاید خیال کرتے تھے کہ یہ تو پیر ہیں اور بزرگ ہستیاں ہیں شاید ان کا یہ کوئی مخصوص ذکر ہو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سننے سے لوگوں پر شیعہ فرقے کا صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض و عداوت کا راز کھل گیا۔ شیعوں کے ساتھ بہت سے لوگوں کا عقیدت اور احترام کا رشتہ کٹ گیا۔ اور جن لوگوں کی شیعوں کے ساتھ عقیدت تو نہیں تھی لیکن متنفر بھی نہیں تھے وہ خوب متنفر ہو گئے اور اسی طرح ان کے سالانہ شکرانے کم ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ لوگ شیعوں کو کافر سمجھ کر دیکھتے تھے اور آج تک لکی مروت میں شیعوں کا وہی ایک گھر ہے، محد و شیعہ اپنی مشن کو آگے نہ بڑھا سکے۔ اور جو طلباء اور اہل علم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے خوشہ چینی کے لیے دامن پھیلانے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض چلتے پھرتے اپنے دوستوں کے ساتھ ملاقات کے وقت سخن گوئی کے انداز میں نعرہ لگاتے تھے، خلافت راشدہ جواب ملتا تھا حق چار یار رحمۃ اللہ علیہ۔ بعض خطیبوں کو تو ممبروں پر ایک نیا اور دلچسپ موضوع فراہم ہوا۔

رات گزارنے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ فقریہ قبرستان میں تشریف کے لیے وہاں پر ان کے محبوب بھائی حضرت مولانا قاضی منظور حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر۔ ہم تو طالب علم تھے اسباق میں مشغول ہو گئے لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کئی میزبان چلے گئے اور قبرستان سے واپسی پر وہ رخصت ہو گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس دورے کا اثر یہ تھا کہ علاقہ مروت میں حق چار یار رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کی بنیاد ڈالی گئی۔ کچھ عرصہ بعد شیعوں نے امام باڑہ پر لاؤڈ سپیکر لگا لیا لیکن استاذ الحرم حضرت مفتی حمید اللہ صاحب (جو آج کل جامعہ اشرفیہ لاہور میں رئیس دارالافتاء اور استاذ حدیث بھی ہیں) کی قیادت میں لوگ جمع ہو گئے اور زبردستی سے شیعوں کو لاؤڈ سپیکر اتارنے پر مجبور کیا اور تاحال ان کا لاؤڈ سپیکر بند ہے۔

فراغت کے بعد میرا بھی دو تین مرتبہ چکوال میں آنا جانا ہوا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکی مروت کے ساتھ اپنے محبوب بھائی مولانا قاضی منظور حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خاص نسبت کی وجہ سے لکی مروت کے مہمان کا نام سنتے ہی بہت خوش ہوتے تھے۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب (رحمۃ اللہ) کی مہمان نوازیء اور سخاوت کا یہ عالم ہے کہ جب کوئی مہمان ان کے پاس ان کی زیارت کی غرض سے آتے ہیں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کو آنے

جانے کا کرایہ اور چہ دیتے ہیں۔

میں بذات خود ایک دفعہ چکوال آیا تھا دفتر میں حاضر ہوا تو حضرت بریلویؒ کی زیارت کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت صاحب سے فون پر رابطہ کیا گیا کہ لگی مروت سے ایک مولانا صاحب آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں۔ حضرت صاحب بریلویؒ نے بلا تاخیر ملاقات کی اجازت مرحمت فرمائی اور تقریباً ۱۵ منٹ تک ملاقات نصیب ہوئی اور پھر دفتر میں آیا دفتر سے سنا کہ آج شام حضرت کا بیان ہوگا۔ میں بیان سننے کی غرض سے ٹھہر گیا تو اس دوران ایک مولانا صاحب نے مجھ سے اڈریس لے لیا، اور اس وقت سے آج تک حق چار یار بیچھا کار سالہ اعزازی طور پر جامعہ عربیہ سراج العلوم آتا رہتا ہے۔ شاید حضرت بریلویؒ کی طرف سے اس اعزاز اور اکرام کی تلقین ہو گئی ہو۔ رسالے میں باقی اہم مضامین کے علاوہ اہدنا الصراط المستقیم اور ارشادات و کمالات کے دو اہم مضامین گوہر نایاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت بریلویؒ کا بیان شام کو ہونے والا تھا میں تھوڑی سی دیر کے لیے مسجد اور مدرسہ میں خود پھر تارہا ہر ایک دیوار حق چار یار بیچھا کے مشن کی داعی معلوم ہوتی تھی۔ مجھے پشتو، اردو، عربی کے اشعار سے چونکہ گہری دلچسپی ہے اس لیے صحابہ بیچھا کی شان میں لکھے گئے چند اشعار دیکھ کر میں نے اپنے نوٹ بک میں محفوظ کر لیے جو کہ ہدیہ قارئین ہیں۔

قدم آگے آگے بڑھائے چلا چل	صحابہ کا پرچم اٹھائے چلا چل
فاروقِ عجل و جاہ جلال محمد است	صدیقِ حسنِ ناکس جمال محمد است
خیدر بہار باغِ خصال محمد است	عثمانِ ضیاء شمع کمال محمد است

میں نے دل میں کہا کہ واہ واہ حضرت (رحمہ اللہ) تو چار یار بیچھا کے یار ہیں۔

فالحمد لله على ذلك.

حضرت کے وصال کے بعد الحمد للہ ان کے صحیح جانشین اور لخت جگر حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین اظہر تحریک خدام اہل سنت کی ذمہ داری سنبھال کر اپنے والد بزرگوار بریلویؒ کے مشن کو زندہ رکھنے کے لیے اور آگے بڑھانے کے لیے عزم کئے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور ان کی کوششوں میں برکت ڈالے اور حضرت بریلویؒ کو چار یار بیچھا کے یار کا مرتبہ نصیب فرما کر اعلیٰ علیین میں منعم علیہم اور احسن رفقاء کے ساتھ جا۔ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی کریم ﷺ

اٹھا جو میر میخانہ

☆ کھڑے مولانا محمد انور مظہری

حضرت اقدس قائد اہل سنت وکیل صحابہ رحمہ اللہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ سے میرا تعارف غالباً ۱۹۹۸ء کے اواخر یا ۱۹۹۹ء کے اوائل میں ہوا۔ جب کراچی میں فتنہ غیر مقلدیت سے ٹکراؤ ہوا تو مفتی رشید احمد اوکاڑوی سے بھرپور تعاون حاصل ہوا اور انہی سے تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان کا تعارف حاصل ہوا اور حضرت اقدس رحمہ اللہ کے افکار و نظریات اور حضرت کے جامع مشن سے آگاہی حاصل ہوئی۔ چونکہ تحریک کے اغراض و مقاصد خالص نظریاتی تھے اس میں کسی قسم کی سیاسی آمیزش نہیں تھی۔ اس لیے فی الفور شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ کراچی میں اس سے قبل تحریک خدام اہل سنت والجماعت کا نہ تو کوئی باقاعدہ دفتر تھا اور نہ اس پلیٹ فارم سے کوئی کام۔ اس لیے کچھ ہی عرصہ میں مولانا رشید احمد اوکاڑوی کی ایماء پر چند ساتھیوں کے ساتھ تحریک خدام اہل سنت والجماعت کا (حلقہ کراچی) دفتر کھول لیا۔ جس کی ذمہ داری بھی دوستوں نے احقر کے ناتواں کاندھوں پر ڈال دی اور امین ملت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ نے اولاً احقر کے ذمہ حلقہ کراچی کی ذمہ داری کو برقرار رکھا اور ثانیاً حضرت اقدس قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے مولانا کے اس فیصلے کی توثیق فرمائی۔

تحریک میں شمولیت کے بعد ہمہ وقت دل میں خواہش رہتی کہ کسی طور بانی تحریک وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہو۔ بالآخر چند ماہ بعد ہی اللہ رب العزت نے دل کی خواہش کو قبول فرمایا۔ اور ۱۹۹۹ء کے اواخر میں ہی بارادہ زیارت کے چکوال کا سفر ہوا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی اجل خلافت تھی یا ساتھیوں سے سنی ہوئی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی وہ علمی و عملی جدوجہد کہ جس کی وجہ سے قلب پر ایک مرعوبیت کی کیفیت طاری تھی۔ لیکن پہلی ہی ملاقات

میں حضرت اقدس بریلویؒ کی انمول شفقت کا وہ خزانہ حاصل ہوا کہ دل سرور ہو گیا اور بے اختیار شہر چکوال کا وہ سفر جو صرف زیارت کی غرض سے تھا سزا رات میں بدل گیا۔ حضرت اقدس بریلویؒ کی شخصیت گویا کہ اپنے اندر ایسی مقناطیسی کشش سموئے ہوئے تھی جو زائرین کے دلوں کو موہ لے۔ حضرت سے بیعت اصلاح کا تعلق قائم ہوا تو حضرت نے خوب پسند و نصح فرمائے مجھے آج بھی بخوبی یاد ہے کہ جب حضرت اقدس بریلویؒ گفتگو فرماتے تو گویا کہ الفاظ کو موتیوں کی صورت میں بکیرتے۔ پہلی ہی ملاقات میں اس انداز سے گفتگو فرمائی کہ گویا برسوں کی شناسائی ہو۔ انتہائی متانت، شرافت، بزرگی، اخلاص و للہیت اور دین کا درد تو صرف ایک نظر دیکھنے سے ہی ناظر پر عیاں ہو جاتا۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک جہد مسلسل ہے۔ جذبہ صادق اور دین کی ایسی تڑپ کہ ساری زندگی احیائے دین کی جدوجہد میں صرف فرمادی۔ فتنہ رافضیت ہو یا فتنہ خارجیت و ناصیت، مودودی فتنہ ہو یا مامائی، مسئلہ ختم نبوت ہو یا مسئلہ دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم غرض مسئلہ خارجی فتنوں کا ہو یا داخلی فتنوں کا حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر و تقریر اور جہاد و تبلیغ کے تمام اوصاف کے ساتھ رد باطل فرمایا اور شمشیر برہنہ لے کر باطل کی سرکوبی کی اور ظاہر ہے کہ احیائے دین کے لیے قید و بند کی سموتیں برداشت کیں۔

پیرانہ سالی کے باوجود دور دراز کا سفر فرما کر مسلک اہل سنت کا دفاع فرمانا اور باطل کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جانا اکابر اہل سنت والجماعت کی شان رہی ہے اور اس میدان میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسلاف کا مکمل نمونہ تھے

سن ۲۰۰۳ء اس حوالہ سے انتہائی غم والا سال ہے کہ اس سال کے اوائل میں دنیائے اسلام کا یہ عظیم جرنیل، مجاہد، مجدد، مربی، ایک شفیق باپ، ایک عظیم راہنما اس فانی دنیا کو چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملا اور خدام اہل سنت کو یتیم چھوڑ گیا ہے.....

اٹھا جو میر میخانہ تو میخانے پر کیا گزری
صراحی کا ہوا کیا حال پیانے پر کیا گزری



حق چار یار رضی اللہ عنہم کی گونج

کھ مولانا عبدالمجید توحیدی ☆

حضرت قائد اہل سنت بلاشبہ مسلک حقہ کے حقیقی ترجمان تھے۔ تاحیات جس چیز کو قرآن و سنت کی روشنی میں صحیح سمجھا اس کو بلا جھجک بیان کیا تحریر فرمایا۔ طالب علمی دوز میں ہی حضرت قائد اہل سنت کی تحریریں پڑھنے کو ملیں۔ ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم، دارالعلوم عید گاہ کبیر ذالامیں پڑھ لیتا تھا۔ کتابوں میں ”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے نادان حامی“ سب سے پہلے پڑھنے کو ملی، غالباً ۱۹۹۳ء کی بات ہے کہ کئی ماہ کی کتاب پر پورے ملک میں بحث چلی۔ حضرت قائد اہل سنت رضی اللہ عنہ نے اس فتنے کا بھر پور تعاقب کیا۔ مولانا محمد معاویہ شاہ صاحب مخدوم پوری سے دو عدد حق چار یار رضی اللہ عنہ وصول کیے جو کہ اس موضوع پر نمبر کی حیثیت رکھتے تھے مطالعہ کیا۔ ان میں حضرت قائد اہل سنت رضی اللہ عنہ نے مسلک حقہ کی ترجمانی کا حق خوب ادا کیا۔ ان تحریروں کو پڑھ کر اشتیاق پیدا ہوا کہ حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہو۔ ۱۹۹۷ء میں جامعہ مدینۃ العلم فیصل آباد میں دورہ حدیث میں شریک ہوا تو وہاں شرکاء حدیث کے سامنے حضرت قائد اہل سنت رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوتا تھا۔ دورہ حدیث کے بعد مولانا سید عبدالکریم شاہ صاحب چکوال تشریف لے گئے تو حضرت کی زیارت کے اسباب بن گئے، چنانچہ رات ہم نے استاد گرامی کی معیت میں گزاری، اور صبح مدنی مسجد جہاں قائد اہل سنت رضی اللہ عنہ کا مسکن تھا پہنچے۔ حضرت نے رقعہ تحریر فرمایا کہ فیصل آباد سے علماء آئے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت قائد اہل سنت رضی اللہ عنہ کے خادم نے بتایا حضرت اس وقت ناشتہ فرما رہے ہیں۔ ہم نے سمجھا بڑے لوگوں کی طرح حضرت کا مزاج ہوگا انتظار کرنا پڑے گا۔ مگر چند منٹ ہی گزرے تھے کہ حضرت قائد اہل سنت تشریف لائے کمر جھکی ہوئی ”نورانی چہرہ“ مہمان خانہ میں بیٹھ گئے۔ ساتھیوں سے فردا فردا نام پوچھا۔ اس قافلے میں مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا محمد نعیم، مولانا محمد اسلم قاسمی خطیب فیصل آباد، راقم الحروف، اور بھائی محمد اسامہ شامل تھے۔ حضرت قائد اہل

سنت بیٹھنے نے بڑی محبت سے پیار سے فتوں کے بارے میں روشنی ڈالی۔ حضرت کی خدمت میں بیٹھے والے جانتے ہیں کہ حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے کس تڑپ کے ساتھ اصحاب رسول ﷺ کا دفاع فرمایا کرتے تھے۔ راقم الحروف جمعیت الجاہدین (عالمی) کی صوبہ پنجاب کی ذمہ داری پر کام کر رہا تھا ساتھیوں نے تعارف کرایا۔ اس وقت افغانستان کی سر زمین پر طالبان کی اسلامی حکومت کا عروج تھا۔ طالبان کے بارے میں حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے نے چند اہم باتیں فرمائیں۔ فرمایا طالبان کو چاہیے کہ روافض کو اپنی منوں میں نہ گھسنے دیں یہ لوگ اسلامی حکومت کو نقصان دیں گے۔ انہوں نے فرمایا میرے تک یہ باتیں پہنچی ہیں کہ چند شیعہ لوگ طالبان حکومت میں شامل ہیں۔ طالبان کو آگاہ کریں۔ کہ ان سے ہوشیار رہیں۔ حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے نے سب ساتھیوں کو جوابی مکتوب، جو کہ قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی کے خط کا جواب ہے۔ عائد فرمایا۔ واقعی جوابی مکتوب پڑھنے سے آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ مولانا محمد اعظم طارق شہید بیٹھنے کا تذکرہ بھی اس دوران ہوا حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے نے فرمایا وہ میرے پاس تشریف لائے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ ملی یکجہتی کونسل میں روافض کے ساتھ کیوں بیٹھے تھے؟ تو مولانا اعظم طارق صاحب نے اس کے جواب میں کہا میں ملی یکجہتی کونسل کے خلاف تھا۔ چائے کے ساتھ ساتھ ساتھیوں کی تواضع کی گئی۔

ساتھی حیران تھے حضرت اس عمر میں بھی فتوں کے بارے میں آگاہ فرما رہے ہیں۔ فرمایا آپ لوگ علماء اس طرف توجہ دیں۔ حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے نے شیخ الادب نمبر کے بارے میں بتایا کہ جلد آرہا ہے خط و کتابت کے چند نمونے دکھائے۔ دوسری ملاقات کے لیے مظفر گڑھ سے بندہ نے اسٹیشن سفر کیا حاجی عبدالغنی صاحب جو کہ بائریکنڈری سکول کے وائس پرنسپل ہیں ہمراہ تھے۔ انہوں نے بھی حضرت کی ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ ہم چل پڑے۔ پھر مولانا سید عبدالکریم شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے کہ حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے سے ملنا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے رقمہ تحریر کر دیا مظفر گڑھ سے علماء آئے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے کی طبیعت ٹھیک نہ تھی۔ بہر حال جلد ہی حضرت کے کمرہ خاص میں ملاقات کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے نے حمہ مجلس عمل کے بارے میں اپنے تحفظات کا اظہار فرمایا اور اصحاب رسول کی عظمت بیان فرمائی۔ فرمایا ”صحابہ کرام کی جماعت حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی یقینی گواہ ہے اگر صحابہ کرام کی جماعت نعوذ باللہ مجرد ہو گئی تو نبوت والا مقدمہ کمزور ہو جائے گا۔“ حضرت قائد اہل سنت بیٹھنے نے

فرمایا: "آپ ازالۃ الخفاء عن حلالۃ الخلفاء، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب کا مطالعہ کیا کریں۔ اردو ترجمہ بھی تین جلدوں میں شائع ہو چکا ہے اور "مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت" اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی تصنیف کا مطالعہ کریں۔" حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ سے بندہ نے بیعت ہونے کی درخواست کی حضرت نے فرمایا آپ خط لکھ دینا جواب مل جائے گا۔ مگر شوشی قسمت کہ دو عدد خط تحریر کئے مگر تاسازی طبع کی بناء پر آپ ان کا جواب نہ دے سکے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تشریف لے گئے مگر ان کا مشن زندہ اور تابندہ ہے اور ان شاء اللہ زندہ اور تابندہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ گرامی قدر قاضی محمد ظہور الحسنین اعظم صاحب امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان اور دیگر جماعتی احباب کو دن و گنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کی پوری زندگی ہمیں سبق دیتی ہے کہ مصلحتوں کو بالا طاق رکھ کر اپنا ہو یا پر اپنا اس کے سامنے دین حق کا پرچم کمال جرأت سے لہرائیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے نشن پکے لیے پوری سنی قوم کو کھڑا فرمادیں اور حضرت کا دیا ہوا نعرہ حق چار یار چوگنی پوری دنیا میں گونجے۔ آمین بجاہ النبی کریم ﷺ



مولانا عاشق حسین، منارہ ضلع چکوال

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ نے عمر بھر توحید کا علم "یا اللہ مدد" کے نعرہ کے ذریعہ بلند فرمایا۔ اصلی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے حقیقی کلمہ اسلام کا تحفظ کیا اور "خلافت راشدہ حق چار یار" کے ذریعے خلفاء اربعہ کی موعودہ خلافت کا پرچار فرمایا۔

وہ آخرت کے بندے

کھ مولانا محمد احمد انور ☆

اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ ارواح کے وقت شاید ان روحوں کی بھی تعین فرمادی تھی جو اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبروں کے جانشین اور وارث بنیں اس دنیا میں اور ان کے اندر ایسی صفات پیدا فرمادیں جو ایک وارثِ نبی میں ہونی چاہئیں۔ اور زمانہ کے مرور نے ثابت کیا کہ ایسے لوگ ہر نبی کو میسر آئے مگر آنحضور ﷺ کی امت میں سے جن نفوسِ مقدسہ سے وراثتِ انبیاء جیسے عظیم منصب کے لئے منتخب کیا گیا ہے ان کی شان ہی کچھ اور ہے۔ علماء اہلِ کاتبیہ ہضیٰ احمد انہل ”میرے امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں“ (اوکا قال) ایسے چیدہ چیدہ علماء ہر دور میں موجود رہے ہیں کیونکہ جس نبی کی نبوت کا زمانہ جتنا لمبا ہوتا ہے تو اس زمانہ تک اس نبی کی تعلیمات حقیقی صورت میں ضرور موجود رہتی ہیں اگر وہ تعلیمات اپنی حقیقی صورت سے مٹ جائیں تو اس نبی کی صحیح تعلیم و تربیت امت تک کیسے پہنچے گی اور عمل کرنا تو دشوار ہی ہو جائے گا۔

اسی منصبِ جلیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے قائدِ اہل سنت حضرت قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کو پیدا فرمایا اور وقتاً اس پر فتن دور میں جس طرح انہوں نے ثابت قدمی اور حق گوئی کا مظاہرہ کیا اس کی مثال قریب قریب بہت کم ملتی ہے۔ حضرت قاضی بیٹھنے کی پوری زندگی گویا ایک میدانِ جہاد میں گزری ہے راست گوئی کو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرشت میں ڈال دیا تھا۔ اور ہر نئے پیدہ ہونے والے فتنوں کو سمجھتا اور پھر ان کا علمی تعاقب کرتا حضرت بیٹھنے کا ہی حصہ تھا۔ کمال تو یہ ہے کہ تھلب بنی الدین کا حق ادا کر دیا۔ کبھی بھی انہوں نے پروا نہیں کی کہ اپنے ناراض ہوتے ہیں یا پرانے بس لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق ”مخلوق کی اطاعت خالق کی نافرمانی میں نہیں“ پر ان کی زندگی میں واضح طور پر عمل ہونا

معلوم ہو رہا ہے چنانچہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو حضرت مدنی نور اللہ مرتدہ کے واسطے سے بطریق اتم احقاق و ابطال باطل کا ملکہ نصیب ہوا۔ نوے سالہ زندگی میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے سوائے آخرت کے کسی چیز کو نہ بنایا۔

اور یہ ایک اعلیٰ حقیقت ہے کہ حضرت رحمہ اللہ نے اگرچہ چند ہی سہمی مگر ایسے پختہ لوگ تیار کئے جو اپنی زندگی میں کہ ہر ایک ان میں سے باطل کی مکاریوں پر ہر وقت خوردین لگائے بیٹھا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ باطل اپنے باطل کا اظہار کرے اور اس پر گرفت نہ ہو۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے جس وقت میں حق کی آواز کو بلند کیا ہے اگر نہ کرتے تو جہاں میں نہ معلوم کتنے عوام تو کجا علماء بھی فاسد نظریات کی بحیثیت چڑھ چکے ہوتے۔ حضرت رحمہ اللہ کے لب و لہجہ میں جہاں جلال نکلتا تھا۔ وہیں روحانیت کی ایسی آمیزش تھی جو حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرتدہ کی طرف سے ودیعت رکھی جا چکی تھی جو ان کے جلالی انداز کو مشفقانہ طرز میں بدل دیتی تھی اور نہیں تو کم از کم ان کی تحریرات کو پڑھ کہ قبول حق کا جذبہ ضرور پیدا ہوتا تھا اور دین کی حقیقی روح ضرور سامنے آتی تھی۔ بندہ ساری زندگی مشتاق ہی رہا کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے دیدار سے مشرف ہو اور امید ہے کہ یہ دلی عقیدت ہی باعث نجات ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ جب انتقال کی خبر سنی تو..... خیر المدارس سے ایک قافلہ حضرت رحمہ اللہ کے جنازہ کے لئے روانہ ہوا۔ بندہ بھی اس میں شریک تھا۔ تمام آتے جاتے راستے میں حضرت رحمہ اللہ کے محاسن کا تذکرہ ہوتا رہا ہمارا مقصد ہی کچھ ایسا تھا جب وہاں چکوال مرکز میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہمیں گاؤں میں لے کر چلے گئے ہیں جب وہاں پہنچے تو تدفین کے بعد دعا ہو رہی تھی اس صورت حال میں لشکرا آنکھوں کے ساتھ شریک ہوئے مغرب کی نماز ادا کی۔ وہیں قبرستان سے حضرت رحمہ اللہ کے آبائی گھر گئے تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ایسا عظیم انسان اس سادے سے گھر کا رہائشی تھا۔ حضرت قاضی ظہور الحسنین مدظلہ سے تعزیت کر کے واپس مرکز چکوال میں پہنچے تو اتنا سادہ ماحول دیکھ کہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ چند بوزھے جاں نثار لوگ موجود تھے۔ بے حد تواضع اور اکرام سے پیش آئے۔ بے حد اکرام و اعزاز ہوا۔ دعاء مغفرت کر کے بڑی حسرتوں سے واپس لوٹے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی بار بار مغفرت فرمائے..... آمین

ایک انقلاب آفرین شخصیت

سید قاضی غلام محمد جادوی ایم۔ اے ☆

بڑی مدت کے بعد بھیجتا ہے ساقی ایسا ستارہ

بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور سے خانہ

پوری انیسویں صدی اور بیسویں صدی کا ربع اول برصغیر پاک و ہند کے لیے اس حوالہ سے ایک عہد آفرین دور ہے کہ اس دور میں ایسے تاریخ ساز انسانوں نے جنم لیا جنہوں نے اپنے علم و عمل اور جہد مسلسل سے تاریخ کا دھارا سوز دیا۔ ان معجزی انسانوں نے کم کردہ راہوں اور ظلمت و جہالت میں در بدر کی فحش کریں کھانے والے انسانوں کی ایسی راہ نمائی کی کہ ان لوگوں کا تعلق اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ سے جوڑ کر ان کو فلاح دارین کی سعادت سے ہمکنار کرنے کے بعد وہ خود ایسے زندہ جاوید ہو گئے کہ تاریخ کا ایک حصہ بن گئے۔ ان قدوسی صفات و شخصیات کے سرخیل اور مدی خواں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہیں۔ جن کے بارے میں کیا خوب کہا گیا ہے.....

تیرے آتے ہی جنازہ اٹھ گیا بدعات کا

کون اندازہ لگائے تیرے محوسات کا

اسی طائفہ منصورہ میں سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، شیخ الہند مولانا محمود حسن، حکیم الامت حضرت تھانوی، شیخ العرب والہجہ سید حسین احمد مدنی، محدث کبیر مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا عزیز گل، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

وہ صورتیں الہی کس دلیں میں بستیاں ہیں

اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

اسی قافلہ حریت و صدق و صفا کے مرد قلندر و کیل صحابہ کرام حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مکتبہ الہی لوے سالانہ غمگین گزار کر اپنے خالق حقیقی کو مل چکے ہیں۔ تھانوی و تھانویہ راجسون مجاہدین اور

غازیانِ اسلام کی سرزمین چکوال ہمیشہ اپنے آپ پر نازاں و فرحاں رہے گی کہ حضرت قاضی صاحب کی ولادت باسعادت اس کی ایک مردم خیز بستی بھیس میں ہوئی۔ اس سے قبل یہ بستی فاتحِ رفس و قادیانیت حضرت مولانا کریم الدین صاحب دبیر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حسین فیضی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد اسلام غازی منظور حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار ہستیوں کو جنم دے چکی تھی۔ بقول غالب.....

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لیم

تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے علوم ظاہری کی تکمیل دارالعلوم دیوبند میں کی۔ جہاں آپ کی باطنی صلاحیتوں کا ادراک کرتے ہوئے شیخ العرب والعم سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خلافت سے نوازا، اور پھر اپنے آپ کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے رنگ میں ایسا رنگا، گویا.....

من تو شدم تو من شدی

کے مصداق بن گئے۔

ساری عمر اپنے مؤقف پر اس طرح ڈٹے رہے کہ ہمالیہ بھی شرمنا جائے۔ سادگی، اخلاص، جرأت و مردانگی کی ایک مثال بن گئے۔ خصوصاً اپنے عظیم شیخ سے نسبت کی وجہ سے اپنے عقیدہ پر ایسی استقامت دکھائی کہ جس کی مثال موجودہ دور میں ڈھونڈنا مشکل ہے۔

چکوال شہر میں آمد

قیام پاکستان کے بعد جب حضرت جیل سے رہا ہو کر چکوال (۱۹۴۹ء) میں تشریف لائے تو اس وقت یہ علاقہ رسم و رواج، تعصب و عناد اور بدعات میں مری طرح جٹا تھا۔ عوام الناس کو توحید خالص کی طرف بلانا گویا اپنے آپ کو ایک مصیبت میں جٹا کرنا تھا۔

اور ان کے اپنے بقول اس شہر میں جب عقیدہ و عمل کی بات کرتے تو اپنے بھی بیگانے ہو جاتے اور نظریں پھیر لیتے۔ حضرت جی کے جہد مسلسل، علم و عمل اور اخلاص و ولایت کی بدولت دیہاتوں میں توحید الہی کا پیغام پہنچا اور وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت تھی اور رسول پاک ﷺ کی شریعت مطہرہ کی طرف میلان رکھتے تھے۔ جلدی آپ کے ہموار بن گئے۔ اور پھر وہ بستیاں جن میں کسی عالم ربانی کا پیغام حق لے جا کر جانا گویا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ وہاں پر بھی دعوت حق کو

پہنچانے کی خاطر مردانہ وار تشریف لے جاتے رہے۔

یہ آپ کے جہد مسلسل اور محنت شاقہ کا ثمر ہے کہ علاقہ چکوال میں ہر گاؤں بستی اور ڈھوک پر بھی خدام اہل سنت کے سالانہ جلسے باقاعدہ ہوتے ہیں۔ اس خاص علاقہ میں خدام کے اتنے پروگرام ہوتے ہیں کہ شاید ہی ملک کے کسی حصہ میں کسی بھی جماعت کے اتنے جلسے ہوتے ہوں، اپنی تقریر میں سامعین کی تعداد آپ کے مد نظر نہ ہوتی۔ ایک دفعہ ڈھوک آجڑی تحصیل چکوال میں سامعین کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ مگر آپ نے اسی جوش و خروش اور جذبہ سے بیان فرمایا جس طرح ہزاروں کے مجمع میں بیان فرماتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ تقریر کا، تحریر کا، آنے کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت سنیوں کے سینوں میں کوٹ کوٹ کر بھردی جائے۔

ایک دفعہ راقم کی موجودگی میں آپ کا ایک کٹر مخالف جو کہ کئی وجوہ سے آپ کا مخالف تھا اس کے بھائی نے اس سے پوچھا کہ ”یا اللہ مد“ کا نعرہ کس کی ایجاد ہے؟ تو اس مخالف نے جواب دیا کہ کجی بات یہ ہے کہ اللہ پاک کے قرآن کے بعد قاضی مظہر حسین صاحب نے اس نعرہ کو پوری دنیا میں پھیلا دیا ہے۔ کسی نے جج کہا ہے.....

مُشک آنست کہ خود بویہ نہ کہ عطار بگوید

ایک دفعہ فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ القاب نہ لگایا کرو اور نہ ہی غلو کیا کرو خدام نے نعرہ لگانا شروع کر دیا ”جب تک سورج چاند نہ رہے گا۔ قاضی تیرا نام رہے گا“ تو سختی سے منع فرما دیا اور کہا کہ ”قاضی“ کی بجائے ”سنی“ کہا کرو۔ ”ذکیل صحابہ رضی اللہ عنہم“ کے لقب کے بارے میں کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدمہ میں، میں ایک چھوٹا سا ذکیل ہوں اور بغیر فیس کے یہ مقدمہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت اور تیاری کے ساتھ لڑ رہا ہوں۔ فرمایا کہ خادم بنو۔ ”خادم“ لفظ جامع ہے اور اپنے نام کے ساتھ خادم اہل سنت لکھا کرو اور پنجابی لفظ میں کہا کہ ”جھکیا“ (شرم) نہ کرو۔ (العمرالد میں نے ہائی کورٹ لاہور میں ضمانت نامہ داخل کراتے وقت اپنے نام کے ساتھ خادم اہل سنت لکھا ہے۔

عقیدہ تحفظ ختم نبوت کے متعلق فرمایا کہ اس کی حفاظت میرے ذمہ دو طرح سے ہے۔ ایک تو بحیثیت مسلمان اس کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔ دوسرا یہ مسئلہ ہمارا خاندانی ہے۔ اللہ پاک کے فضل سے ہمارا خاندان پوری ایک صدی سے مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی اور اس کی جھوٹی امت سے ہر محاذ پر جنگ کر رہا

ہے اور کرتار ہے گا، چاہے میرا کوئی بھی ساتھ نہ دے۔ اس وقت عملی طور پر آپ اس شعر کی تصویر تھے۔

باطل سے دبے والے اے آسمان نہیں ہم

سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

اب چکوال کی ہر ہستی اور ہر قریہ میں علماۓ حق کے نام لیا اور پروانے موجود ہیں۔ دیہاتوں میں رسم درواج دم توڑ رہے ہیں اور لوگ اہل سنت و جماعت سے نسبت ہونے پر فخر کا اظہار کرتے ہیں۔

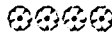
اور جب بھی اس مجاہد ملت نے کسی بھی مخالف شریعت فرد یا گروہ کا تعاقب کیا اور اسے لٹکا دیا تو قوم کے فرزندوں نے اس مردِ قلندر کی آواز پر لبیک کہی اور جس کا نظارہ عوام تحریک ختم نبوت علیہ السلام تحریک تحفظ مقام صحابہ علیہم السلام میں بارہا دیکھ چکے ہیں۔ حضرت کی وفات حسرتِ آیات کی خبر علاقہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور انسانوں کے ایک ٹھکانے مارتے ہوئے سمندر نے اپنے محبوبِ قائم کو جس طرح آہوں اور سسکیوں کے نہ تھمنے والے سیلاب میں سپردِ خاک کیا۔ اُس کی مثال چکوال کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔

حضرت کے آخری دیدار کے وقت چہرہ مبارک کھلا ہوا تھا اور اس پر عجب نور برس رہا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت سو رہے ہیں۔ موت کے آثار چہرے پر مطلق نمایاں نہیں تھے۔ جب میں نے چہرہ مبارک دیکھا تو معاً اقبال کا یہ شعر زبان پر آ گیا.....

نشانِ مردِ مومن جا تو گویم

چہ مرگ آید تبسمِ بربِ اوست

(ترجمہ: مردِ مومن کی نشانی میں بتاتا ہوں جب موت اس پہ آتی ہے، اس کے لبوں پر تبسم ہوتا ہے)



ملت اسلامیہ کے عظیم محسن

کچھ جناب محمد بنارس صدیقی ☆

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک متقی، صاحب استقامت، ہمہ گیر شخصیت کے حامل انسان تھے۔ دین حق کے لیے آپ کی خدمات سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کو مد نظر رکھ کر دین محمدی ﷺ کی خدمت میں مصروف رہے۔ آپ نے تحریر و تقریر سے توحید باری تعالیٰ، شان رسالت، شان صحابہؓ و اہل بیتؑ اور مسئلہ خلافت راشدہ کی اہمیت کو واضح فرمایا۔ آنجناب کی وفات پوری سنی قوم کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ آپ کی حسنت کو قبول فرمائیں اور سیئات کو معاف فرمائیں آمین۔

قائد اہل سنت مذہب اہلسنت والجماعت کے عظیم سرخیل تھے۔ آپ عالم باعمل اور سچے عاشق رسول تھے۔ سنت رسول ﷺ پر خود عمل کرتے اور مریدین کو تلقین فرماتے رہے تھے۔ عام تقاریر میں داڑھی رکھنے پر زور دیتے اور عموماً فرمایا کرتے تھے کہ انگریز کے برصغیر میں آنے سے پہلے داڑھی رکھنے کا رواج تھا۔ انگریز آیا تو مسلمان بھی داڑھی منڈوانے لگے۔ اسی طرح فرماتے تھے کہ چھوٹے چھوٹے بچے پتلون اور شرٹ میں ملبوس ٹائی لگائے جا رہے ہوتے ہیں تو بہت دکھ ہوتا ہے۔ اللہ سنی کو ہدایت دے۔ غرض اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر کام میں سنت رسول ﷺ کو مقدم جانتے تھے۔

آپ کا انداز بیان سادہ اور عام فہم تھا۔ تصنیف و تالیف میں بھی آپ نے سادہ اور آسان انداز میں موقف عام مسلمانوں تک پہنچایا۔ آپ کی تقریر و تحریر سے اس پر فتن دور میں بے شمار لوگوں کو ہدایت و رہنمائی ملی۔ عام مصنفین اور مورخین کے برعکس قاضی صاحب کا انداز تحریر زالا تھا۔ آپ فرق باطلہ کا رد فرماتے تھے شیعہ ہو یا خارجی یا مہدی آپ نے تینوں کو فرق باطل ہی لکھا۔ اسی طرح معتزلہ ہوں یا اہل بدعت دونوں کو اہلسنت والجماعت سے خارج سمجھا۔ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وکیل تھے کسی صحابی رسول ﷺ پر

ذرا سا اعتراض آپ برداشت نہ فرماتے، یہی وجہ ہے کہ جب خلافت و ملکیت اور دیگر کتب میں جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہما حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہما پر اعتراض تحریر کیے تو قائد اہلسنت نے مودودی مذہب اور دیگر تصانیف تحریر فرما کر اس فرقہ کے نظریات سے عام مسلمانوں کو آگاہ فرمایا۔ اسی طرح جب اپنے علماء کرام میں سے بھی کسی نے علماء دیوبند کے نظریہ سے اختلاف کیا تو آپ نے فوراً ان کی تردید فرمائی اور ثابت کیا کہ عمل وہی اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہے جو سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو۔ عبادات مستحبہ میں تداعی چونکہ شریعت کے خلاف ہے اور علماء دیوبند کے مسلک کے موافق نہیں اس لیے محفل ذکر ہو یا عورتوں کی جماعت خلاف سنت عمل ہیں اس سے اجتناب کیا جائے۔

حضرت قائد اہلسنت بہت ہی خوش اخلاق اور محبت و شفقت کے پیکر تھے۔ جب بھی لوگ ملنے جاتے تو چہرہ انور پر مسکراہٹ ہوتی اور احوال پوچھنے میں پہل فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بینیم کی عملی تصویر تھے۔ دینی اقدار کی پامالی پر بلا خوف لومۃ لائم نکیر فرماتے تھے۔ اور پوری شدت کے ساتھ اپنی بے زاری کا اظہار فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت جی کو فرماتے سنا ”مجھے کہا جاتا ہے کہ تم متعصب ہو۔ سخت لہجے میں فرمانے لگے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں متعصب ہوں۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا نہیں وہ ہمارا نہیں۔“ وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم کا لقب اپنے لیے پسند فرماتے تھے اس کے علاوہ ولی کامل وغیرہ تعریفی القاب ناپسند فرماتے تھے۔ آپ ولایت کے اعلیٰ درجے پر تھے لیکن اپنے پیرومرشد حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی طرح اپنے آپ کو چھپائے رکھا۔ میں نے اپنی ۴۵ سالہ زندگی میں حضرت جی جیسا اخلاص تقویٰ اور استقامت والا شخص نہیں دیکھا۔

حضرت قاضی صاحب نے ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود اپنے آپ کو دین حق کی سر بلندی کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ خدمت دین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ مسلسل علالت کی وجہ سے کمزوری اس قدر تھی کہ حضرت جی کو پیدل چلنا دشوار تھا اور کرسی پر اٹھا کر سٹیج پر لایا جاتا۔ اور جب تقریر شروع فرماتے تو تین گھنٹے کا بیان فرما دیتے اور دین کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بیان فرماتے۔ خصوصاً سنی کانفرنس بمیں اور جامعہ حنیفہ تعلیم الاسلام جہلم کے سالانہ جلسہ پر درس خلافت راشدہ بہت اہم ہوتا تھا۔ پورے ملک سے سنی مسلمان درس سننے آتے اور استفادہ حاصل کرتے۔ سامعین دو تین گھنٹے بیان اس لگن اور شوق سے سنتے تھے کہ اکٹھا ہٹ یا تھا کاوٹ محسوس نہ کرتے تھے۔ آپ نے تقریر اور تحریر سے

دیہاتی اور ان پڑھ لوگوں کو دین کے بنیادی اور اہم مسائل اس طرح سمجھائے کہ جہاں اہل علم میں گمے۔
حضرت قائد اہلسنت پاکستان کی مروجہ جمہوری سیاست سے بہت ناگاہ تھے۔ آپ شروع میں
جمیعت علماء اسلام پاکستان میں مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے لیکن بالآخر جمیعت علماء اسلام سے الگ
ہو گئے اور ایک خالص مذہبی تنظیم، ”تحریک خدام اہلسنت والجماعت“ کی بنیاد رکھی۔

اس تحریک نے توحید و رسالت، عظمت صحابہ، حج و عقیقہ، عفت راشدہ کے تحفظ و فروغ کے لیے
تحریری اور تقریری طور پر کوششیں جاری رکھیں اور الحمد للہ ایک منظم جماعت بن گئی۔ تحریک کا ہر کارکن
اپنے امیر محترم کا بہت احترام کرتا۔ مگر میں بیٹے بھی کسی کارکن کی جرات نہ ہوتی کہ دینی احکام میں ذرا سی
لا پرواہی کرے۔ حضرت کا دینی اور علمی رعب کارکنوں پر سایہ کی طرح تھا۔ اور کارکن یقین رکھتے تھے کہ
حضرت جی کی ناراضگی پر اللہ میاں ناراض ہو جائیں گے۔ کئی جذباتی تحریکوں نے خدام اہلسنت پر بیخار
کی لیکن وہ ناکام رہیں۔ تحریک کے کارکنوں نے بوزحمہ جرنیلوں کی قیادت میں ہی رہنے کو ترجیح دی۔

قائد محترم کو اپنے بچہ خانہ سے بہت عقیدت و محبت تھی۔ ایک دفعہ دارالعلوم دیوبند کی ڈیڑھ صد سالہ
تقریبات کے موقع پر نوائے وقت میں ایک کالم لکھا گیا جس میں حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ پر کئی
اعتراض کئے گئے۔ میں نے اخبار کا ٹکڑا حضرت جی کو دکھایا۔ حضرت جی نے پڑھ کر فرمایا کہ کیوں کیا بات
ہے۔ میں نے کہا حضرت جی میں مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ سے بیعت ہوں اخبار والے ان کے خلاف
اعتراض لکھ رہے ہیں اگر اجازت ہو تو میں آپ کی بیعت ہو جاؤں۔ حضرت بہت غصہ میں ہو گئے اور
فرمانے لگے کہ اخبار والے کو اس لکھتے ہیں ان کی باتوں پر یقین نہ کیا کرو۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ
بہت باعل اور تقویٰ والے بزرگ ہیں آپ ان سے بیعت ہیں تو ٹھیک ہے۔ مجھ سے بیعت کی ضرورت
نہیں۔ میں بہت نادم ہوا۔ اور اللہ سے معافی مانگی اور آئندہ کے لیے معافیوں اور کالم نگاروں کی تحریروں
پر یقین نہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اللہ حضرت قائد محترم کی دینی خدمات کو قبول فرمائیں اور آپ کے درجات
بلند فرمائیں اور آنجناب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔

دین و شریعت کے پر جوش مبلغ

☆ کھ حافظ محمد عمران فاروق

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، اہل سنت کے خادم، علوم دینیہ کے خدمت گزار، خطابت کے شاہسوار، ملت اسلامیہ کے غم خوار، دین و شریعت کے پر جوش مبلغ، حیمیت دین کے پیکر، دین حق کے نغمہ خواں، شرک کی نجاستوں میں توحید کے حدی خواں، بدعتوں کی ظلمتوں میں سنتوں کے منارہ نور، عقیدہ ختم نبوت ﷺ کے نقیب، عقیدہ حیات النبیؐ کے محافظ، صحابہؓ کی عظمتوں کے پاساں، مسلک اہل سنت کے پشتیبان، اکابر علمائے اہل سنت کے قدرداں، طلبائے علوم دینیہ کے مشفق و مربی، اسلاف کی جراتوں کے نشان، حریت پسند علماء کے لشکر کا جاں نثار سپاہی، حضرت مدنیؒ کے خلیفہ مجاز و کل صحابہؓ، قائد اہلسنت، بانی و امیر تحریک خدام اہلسنت والجماعت پاکستان حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ، ۳ ذوالحجہ ۱۴۲۳ بمطابق 26 جنوری 2004 بروز پیر 90 سال کی عمر میں اپنے ہزاروں عقیدت مندوں، قدردانوں، اور اعزہ و اقربا کو مغموم، اُداس، افسردہ اور سوگوار چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ چکوال شہر سے ایک ایسی برکت اُنھ گئی جس کا وجود مسعود اس شہر کے لیے وجہ فخر و مہابت تھا۔

پکارتی ہیں فرقہیں کہاں گئیں وہ محبتیں

زمین نکل گئی انہیں یا آسمان کھا گیا

برورد اور ہر ملک میں علمی جلالت اور عظمت شان کی حامل ہستیاں پیدا ہوتی رہیں، جو علوم اور معارف کے بیش قیمت خزانہ سے ملت کو نوازیں رہیں۔ ایسی ہی یگانہ اور فرزانہ ہستیوں میں دارالعلوم دیوبند کے تربیت یافتہ علمائے اہل سنت کا شمار ہوتا ہے۔ ان علمائے اہل سنت کا ہمیشہ سے یہ طرہ امتیاز رہا۔ کہ ان کے عمل کی جولان گاہ کبھی ایک نہیں رہی۔ وہ بیک وقت مختلف میدانوں میں شہسوار رہے ہیں۔ اگر

وہ ایک طرف درس و تدریس میں مشغول ہیں۔ تو دوسری طرف تصنیف و تالیف میں ان کے قلم فیضِ رقم اپنی جولانی دکھلاتے رہے! اگر ان کے وعظ و خطابت، دعوت و ارشاد اور منبرِ محراب سے صدائے حق و صداقت گونجتی رہی۔ تو وہ میدانِ حرب و ضرب میں جاں سپاری و جاں بازی کی دادِ تحسین بھی حاصل کرتے رہے ہیں۔

غرض علماءِ اہل سنت علماءِ دیوبند شریعت و طریقت، دین و سیاست و قیادت سب کے جامع تھے۔ اس جامعیت نے انہیں اپنائے زمانہ کی نگاہ میں بہت بلند مقام عطا کیا۔ ان کی عظمت و جلالت کے سامنے سب سرنگوں رہے۔

اسی قافلہ صدق و وفا کے ایک راہِ روا اور ایک مردِ فرید قائدِ اہل سنت وکیلِ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ بھی تھے۔ جن کی خلوتیں ذکر اللہ سے منور اور جلوتیں اتباعِ سنت و شریعت میں معروف تھیں۔

موصوف کی زاہدانہ اور مجاہدانہ زندگی جہدِ مسلسل اور علم و عمل، زہد و تقویٰ، استغناء و توکل، عفت و پاک بازی، راست گفتاری و حق گوئی کی ایک ایسی کتاب تھی۔ جس کی ہر سطر آنے والی نسلوں کے لیے درسِ عمل اور جس کے اُبھرے ہوئے نقوش بہترین نمونہ تھے۔ آپ نے اس لادینی اور مادی دور میں جس طرح دینی، علمی، اخلاقی اور روحانی عظمتوں کو پروان چڑھایا۔ اور انسانیت کی جن قدروں کو اجاگر کیا دنیا ان پر ہمیشہ فخر کرے گی۔

باقی رہنے والی ذاتِ صرف اللہ کی ہے۔ دنیا کی ہر شے خواہ کتنی ہی دلکش و دلربا، کتنی ہی پُر بہار اور زندگی افروز اور ہر دلخیز کیوں نہ ہو۔ بالاخر اسے ایک نہ ایک دن یہاں سے جانا ہے۔ یہ مسلم اور بین حقیقت ہماری نظروں سے اس طرح اوجھل ہو گئی ہے۔ جیسا کہ یہ کوئی حقیقت ہی نہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ کہ آج میں جو کچھ لکھ رہا ہوں۔ اس بات پر یقین کر لینے کو جی چاہتا ہے۔ اور نہ ہی دل اس بات پر آمادہ ہے اور وہ ہے۔ اپنے مربی و مشفق قائد وکیلِ صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی وفاتِ حسرتِ آیات اور دنیا سے جدا ہونے کا الٹا واقعہ۔ جانتے ہیں کہ یہ روحِ فرسا واقعہ پیش آچکا ہے۔ مانتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے اور حضرت پیغمبر کا اٹھ جانا یقینی ہے اور واضح ہے۔ لیکن دل میں زہرہ کر اٹھنے والی اس ہوک کا کیا کریں جو حضرت کے نام کے ساتھ مدظلہ کی بجائے پیغمبر لکھتے وقت دل پر لرزہ، ہاتھوں میں کپکپاہٹ اور جسم میں جھرجھری پیدا کر دیتی ہے۔ ہر وقت سامنے رہنے والی اس دلکش تصویر کو کیا کہوں۔ جس

کے بارے میں رو رہ کر یہ محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ابھی سامنے سے مسکراہٹوں کے پھول بکھیرتی مسودار ہوگی۔ تب غموں کے سارے ہادل چوٹ جائیں گے اور یہ ڈرانا طواب جو مسلسل کافی عرصہ سے آنکھوں کے سامنے ہے ختم ہو جائے گا۔ وہ آواز جس نے ہر موز پر اہل علم کی، اپنے اور پرائیوں کی ڈھارس بندھائی، کیسے یقین کر لیں کہ وہ اپنے جیتے جی سنائی نہیں دے گی۔ اس دنیا سے نہ جانے کتنے افراد ہر روز سفرِ عقبی پر روانہ ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ جن کی وفات پر ملک کے ہر کونے میں ہر مسلمان برابر کا مغموم ہو۔ زندگی میں کبھی کسی واقعہ کے تسلیم کرنے سے کلیجہ اس طرح نہیں ٹوٹا جیسا کہ اس واقعہ کے تسلیم کرنے سے ٹوٹ رہا ہے کہ جس منور چہرے کا دیدار غم و تشویش کا مداد ادا تھا۔ اب زندگی بھر کے لیے ہم سے روپوش ہو چکا ہے۔ جس مبارک وجود کی ڈھارس پر ہم وقت کے ہر طوفان سے لڑ سکتے تھے۔ اب اس کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے۔ زندگی اب تک جس ذات کے گرد گھومتی تھی وہ نہیں رہی۔ علم و فضل کی وہ محفل اجڑ گئی۔ اصلاح و ارشاد کی وہ مسند ویران ہو گئی۔ دین کا وہ آفتاب روپوش ہو گیا۔ دینی بصیرت کا سرچشمہ چمن گیا۔

وکیل صحابہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک فرد کا نام نہیں تھا۔ بلکہ ایک نہایت حسین اور دلاویز تھیکر کا نام تھا جس کا وجود خاکی تھا مگر صفاتِ ملکوتی۔ آپ انتہائی منکسر المزاج، متواضع اور خلیق تھے۔ آپ مخاطب کے مقام مرتبہ کا لحاظ رکھتے تھے۔ لیکن اس سے ہرگز بے جا موعوب نہیں ہوتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایسی دلتواز، ایسی بصیرت افروز، ایسی باغ و بہار، اور ایسی بھاری بھر کم شخصیت تھی کہ ان کی خصوصیات کا تذکرہ ایک مختصر مضمون میں سمانا صرف مشکل ہی نہیں بلکہ مشکل ترین ہے کہ ان کی ذات اسلاف کی مجسم یادگار تھی۔ ان کی پاکیزہ طبیعت، اکابر و اسلاف سے ان کا شغف، دین کے لیے ان کا جذبہ اخلاص، زندگی میں نفاست، سادگی اور بے تکلفی کا امتزاج، ان کا ذوق مہمان نوازی، ان کی باغ و بہار شجاعت سے بھرپور علمی محفلیں الغرض ان میں سے کون سی چیز ایسی ہے؟ جسے بھلایا جاسکتا ہو۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار پاکستان کے ان عظیم المرتبت علماء میں ہوتا ہے۔ جن کو حق تعالیٰ نے شجاعت و بہادری کا حظ عظیم عطا فرمایا۔ جنہوں نے ہمیشہ حق و اہمداقت کا علم بلند رکھا، جو دین اسلام کی اشاعت و ترویج کے لیے ہمہ وقت کوشاں و سرگرداں رہے۔ جنہوں نے دین اسلام کو یہ اپنا اوزہ بنا لیا جو ہوتا بنایا۔ جنہوں نے ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ جنہوں نے عقائد اور حیثیت دینی کے نام پر ہر قسم کی نرمی، مصلحت اور سودے بازی سے اجتناب کیا، بلکہ حیثیت دین پر نرمی اور کمزوری کو ضمیر فروشی اور بزدلی سے تعبیر فرمایا۔ دین اور اہل دین کی طرف اٹھنے والے ہر جابر کے پنجہ

استبداد کو قوت بازو سے توڑنا اپنا دھیرہ حیات بنایا۔ راہ حق میں زندگی سے زیادہ موت اور جھکنے سے زیادہ
کٹنے کو عزیز رکھنے کا درس انقلاب دیا۔ جن کی سرگرمی عمل کا غلطہ ہمیشہ قائم رہا۔
آج اس آفتاب کو مٹی تلے چھپا دیا گیا۔ وہی مٹی جو ہر کسی کو اپنی گود میں لے لیتی ہے خواہ صالح ہو یا
طالح۔ نیک ہو یا بد، عالم ہو یا جاہل، امیر ہو یا فقیر، امام ہو یا مقتدی۔

وہ پھول چنا میرے گلستان سے اجل نے
جس پھول کی خوشبو سے معطر ہے جہاں آج
وہ اسوہ اسلاف کی رخشندہ علامت
اے خاک بتا! تو نے چھپائی ہے کہاں آج

آج اجل نے گلستان سے ایک اور پھول جن لیا جسے سپرد خاک کرنے کے لیے ہزاروں لوگ جمع
ہیں وہ تشکان علم جو مدارس کی آبرو ہیں۔ وہ مشائخ جو دھول سناٹے میں ٹھناتے چراغ ہیں۔ عوام اور
زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کا جھوم تھا جو اٹھا چلا آ رہا تھا۔ ایک کشش ثقل تھی۔ جو انہیں
اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ حضرت جی بیٹھنے کی زیارت کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے نماز جنازہ میں
تاخیر بھی ہو گئی۔ جنازہ حق چار یار رضی اللہ عنہم کے فلک شکاف نعروں کی گونج میں گورنمنٹ گراؤنڈ پہنچا۔ لوگوں
کی زبانوں پر جانے والے کے محاسن اور فضائل کا تذکرہ تھا اور خدمات کی تعریف و توصیف، آخر ایسا
کیوں نہ ہوتا کہ خدمات کا دائرہ پورے ۵۰ سال پر محیط تھا۔ گویا..... نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس
کی بات نہیں۔ کوئی مرحوم کے رعب اور دبدبے کا تذکرہ کر رہا تھا کہ جس کے سامنے بڑوں بڑوں کو دم
مارنے کی جرات نہ ہوتی تھی اور کوئی علمی استفہار کی تعریف میں رطب اللسان تھا۔ کوئی تواضع اور سادگی
پر فدا ہو رہا تھا۔ کسی کی زبان پر اس اہتمام کا ذکر تھا جس میں زندگی بھر جتلا رہے۔ مگر نہ صبر کا دامن ہاتھ سے
چھوٹا، نہ پائے استقامت میں لغزش آئی۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس بیٹھنے کے درجات بلند فرمائیں اور آپ کی مرتد کونور سے
بھر دیں آمین اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت اقدس بیٹھنے کے بتائے ہوئے نقش قدم پر تاحیات چلنے کی
توفیق عطا فرمائیں آمین اور اللہ تعالیٰ جانشین وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم صاحبزادہ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور
الحسین صاحب مدظلہ کو حضرت اقدس بیٹھنے کے بتائے ہوئے مشن (ماانا علیہ واصحابی) کو تاقیامت
آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ امین بجاہ النبی الکریم

برصغیر کی.....عظیم شخصیت

☆ کھ حافظ محمد عثمان حیدری

قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ وجہہ وکیل اور ہارعب شخصیت کے مالک، خوش الحان، بہترین مقرر، خدمت دین کے جذبہ سے سرشار، عالم باعمل، قبیح سنت، اسلاف پر اعتاد کرنے والے، علمائے حق کی راہ پر گامزن، نڈر بے باک اور اظہار حق کے معاملے میں دونوں اور بالکل بے خوف تھے۔ اس فرض کو ادا کرتے ہوئے کسی ملامت کی پروا نہ کرتے حق بات کہتے چاہے کچھ بھی ہو جائے دل کی بات کا اظہار بباغ وکیل کرتے.....

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق

ازل سے رہا ہے قلندروں کا طریق

قائد اہل سنت میں دین حق کے لیے حیات اور جہاد کا جذبہ غیر معمولی تھا۔ اسی جذبہ جہاد کی بنا پر حق و صداقت کے لیے سینہ پر رتے جو بات مسلک اہل سنت کے خلاف ہوتی اس کے خلاف ڈٹ جاتے۔ دین کی حمایت و نصرت اور حفاظت و نگہبانی کے لیے کسی سے بھی ٹکر لینے سے گریز نہ کرتے۔ قائد اہل سنت نے اپنے آپ کو صرف ممبر و محراب تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ ایک عالم حق گو کی شان کے مطابق حق و باطل کے معرکے میں ننگی شمشیر رہے۔

چنانچہ امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر نقب لگانے والوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے دشمنوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انبیاء معصومین رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے والے مودودیوں، عقیدہ حیات النبی ﷺ کے منکروں، شرک و بدعت کرنے والوں اور حجیت حدیث کے منکروں کے خلاف سنی قوم کی رہنمائی کا حق بڑی جرأت کے ساتھ ادا کیا۔ اس راستہ میں حوادث و مصائب کا پوری عزیمت اور جرأت سے مقابلہ کرتے ہوئے تسلیم و رضا اور صبر و استقامت کا شاندار مظاہرہ کیا۔

یہی وجہ تھی کہ جب خطاب کرتے تو لوگ ان کے خطاب میں ایمان کی حرارت محسوس کرتے۔ قائد اہل سنت کے بیانات بڑے سادہ سے انداز میں ہوتے اور ہر کسی کو سمجھانے کی کوشش کرتے۔ اس لیے آپ کی خطابت کا اثر ہوتا.....

دل سے نکلتی ہے جو ہات اثر رکھتی ہے

قائد اہل سنت کی طبیعت میں علمائے اہل سنت کے لیے تواضع تھی۔ طلباء کے لیے بے حد شفقت تھی مدرسین جامعہ کا دل سے احترام کرتے۔ لباس سادہ پہنتے، عزیز و اقارب کے حقوق کا خیال اور صلہ رحمی کے تقاضوں سے خوب باخبر تھے۔

قائد اہل سنت نے قلم کے ذریعے بھی امت کی مثبت خدمت کی۔ ساری زندگی قلم سے اور زبان سے اصحابِ نبوت ﷺ کا تذکرہ کرتے رہے اور فرماتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ شخصیات ہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کا زمانہ پایا حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی حضور اکرم ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

قائد اہل سنت کی شخصیت کا یہ پہلو بھی منفرد ہے کہ اپنے اکابر علمائے اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ہٹ کر کبھی سوچا تک نہیں۔ مخالفوں کے طوفان اٹھے مگر کیا مجال کہ اس مرد قلندر نے کبھی پلٹ کر دیکھا ہو۔ زندگی بھر ایک ہی بات پر ڈٹے رہے کہ اکابرین کے نقش قدم پر چلنا۔

میرے والد محترم صوفی محمد خان صاحب نے تقریباً ۴۰ برس قائد اہل سنت کی رفاقت میں گزارے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا حضرت جی بڑے سے تعلق کس طرح اور کب قائم ہوا۔ تو فرمانے لگے..... ۱۹۶۵ء کی بات ہے کہ میں نے اپنے گاؤں میں دکان بنائی اور ساتھ ہی مسجد میں نمازیں بھی پڑھاتا تھا۔ گاؤں کے ایک بزرگ فرمان علی صاحب بڑے بھی نماز کے لیے مسجد میں آتے تھے۔ ان کے ساتھ میرا خاص تعلق تھا۔ انہی دنوں میں سنی کانفرنس آگئی۔ کانفرنس میں شرکت کے لیے ہم دونوں پیدل گاؤں ہرڈ سے بھیس گئے۔ حضرت جی بڑے کے ساتھ صوفی شیر خان صاحب بھی تھے اور یہ حضرات بازار سے گزر رہے تھے دونوں کی نورانی مشکلیں اور سرخ داڑھیاں تھیں دونوں کے ہاتھ میں جھڑیاں تھیں فرمان علی صاحب نے میرا تعارف حضرت جی سے کروایا۔ حضرت جی نے مجھے اس وقت ایک نظر بھر کر سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اور فرمایا کہ آدمیوں کو ساتھ کانفرنس پر لایا کرو اور خود بھی چکوال آیا کرو۔ اس وقت حضرت جی بڑے جمعیت علمائے اسلام میں تھے۔ بیعت بھی انہی دنوں میں کی۔ جب بیعت کے لیے عرض

اور ایک خلقت اس کے زیر سایہ آ کر جمع ہو گئی آج وہ شخص اس شہر سے رخصت ہوا کہ جس کا زہد و تقویٰ جس کی شجاعت و بے باکی کا جذبہ بے مثال تھا۔ جنازے کے بعد لوگوں کو کالج گراؤنڈ میں محبوب قائد کی زیارت کروائی گئی۔ پورے شہر میں سوگ کا سماں رہا۔

پچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

پھر قائد اہل سنت کے آبائی گاؤں بھس میں جنازہ ایک بہت بڑے جلوس کی صورت میں لایا گیا۔ جہاں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد جسدِ خاکی کو قبرستان میں لایا گیا۔ میں نے آخری دیدار اس وقت کیا جب قائد اہل سنت کو لحد میں اتار چکے تھے۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ مٹی ڈالی ادھر محبوب قائد کا محبوب چہرہ غروب ہوا ادھر آفتاب دنیا بھی غروب ہو چکا تھا۔ پھر آنکھوں میں آنسو لیے ہوئے ڈگر گاتے ہوئے قدموں کے ساتھ واپس چکوال کی طرف آئے۔

یوں تو دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونا ہی بڑی بات ہے مگر آپ ان چند حضرات میں سے تھے جنہوں نے دارالعلوم کی فکر کو زندہ رکھا اور آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آپ کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے.....

دریا میں یوں تو ہوتے ہیں قطرے ہی قطرے سب
قطرہ وہی ہے کہ جس میں دریا دکھائی دے

اکابر کے ادب و احترام کو جب کتابوں میں پڑھتا ہوں تو دل میں یہی خیال آتا تھا کہ اب کاغذ کتاب پر لکھنے کی باتیں ہی ہیں۔ قرب قیامت ہے اب صرف کہنے کی باتیں ہیں لیکن جب قائد اہل سنت کی خدمت میں حاضر ہوتا تو کاغذات پر اکابر کے ادب و احترام کے نقوش مجسم نظر آتے۔

قائد اہل سنت کی زیارت سے حضرت مدنی رحمہ اللہ اور اکابرین علمائے دیوبند کی یادیں تازہ ہو جاتی تھیں۔ اس بڑھاپے میں عزم جواں رکھنے والا بزرگ دن رات دین کے لیے ان تھک محنت و کوشش میں مصروف رہنے والے کی موت نے صرف جسمانی اولاد کو ہی نہیں بلکہ اہل اسلام کو یتیم کر دیا۔

آخر میں یہی کہتا ہوں۔ امام الاولیاء، بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت، قائد اہل سنت، وکیل صحابہ رضی اللہ عنہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی زندگی قابل تقلید اور ان کی موت قابل رشک تھی.....

ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

عظیم باپ کے.....عظیم بیٹے

کھجہ جناب قاضی محمد اسرار نکل صاحب ☆

انگریز کا دور اقتدار ہے اس کا خود کاشتہ پودا ابھی نشئی کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ مرزا غلام احمد کی گندگی کی بدبو ابھی پھیل رہی ہے۔ ایک مرد حق صدائے حق بلند کرتا ہے۔ اور اس کی یلغار اتنی تیز تھی کہ مرزا غلام احمد برداشت نہ کر سکا۔ اپنے آقا انگریز سے مشورہ کیا کہ اب میں کیا کروں؟ میرے اوپر اس انداز میں یلغار ہو رہی ہے کہ میں اس کی ممانعت نہیں کر سکتا۔ انگریز کے مشورے پر عدالت میں جنگ عزت کا دعویٰ کیا گیا لیکن جب جہلم کی عدالت میں مرزا غلام احمد نے رسوائی دیکھی تو یہاں سے کیس گورڈ اسپور منتقل کر آیا مرزا غلام احمد قادیانی کا خیال تھا کہ میں کیس جیت جاؤں گا۔ مگر اس مردِ قلندر کی یلغار انگریز کی عدالت میں بھی اس کو بچانہ سکی اور مرزا غلام احمد پر جرمانہ ہو گیا۔ یہ مرد مجاہد سرزمینِ چکوال کے ایک گاؤں میں رہتے تھے مناظر بھی کمال کے تھے۔ اکابر علماء دیوبند کے مناظر مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے دلائل کو سن کر اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کے عشقِ رسول ﷺ کے ترانے سن کر اپنے فرزند کو دیوبند بھیجا اور پھر دیوبندی بنے ہو کر رہ گئے ان کا نام ”مولانا کریم الدین دہیرؒ“ تھا۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی پر قہرِ بانی بن کر نازل ہوئے۔

آفتابِ آمد

اسی مردِ قلندر نے دوسری ضربِ قلم کی اس فرقہ پر لگائی جنہوں نے اپنا کلمہ جدا کیا، اذان جدا کی، جنازہ جدا کیا، سب کچھ جدا کیا۔ تو مولانا نے اس میدان میں بھی قدم رکھا اور مایہ ناز کتاب لکھی ”آفتابِ ہدایت“ اس میں مولانا نے ثابت کیا کہ رحمتِ کائنات ﷺ ایک ہی سچا دین لے کر آئے اور وہی دستور قرآن کی مبارک شکل میں موجود ہے۔ رحمتِ کائنات ﷺ کے ویدار سے شرف ہونے والے لوگ

اصحاب رسول ﷺ ہیں۔ ان سے سیر بدعتی کی علامت ہے۔ ان کی غلامی نجات کی نشانی ہے۔ اس کتاب میں ان لوگوں پر ایسی ضرب لگائے کہ قیامت کی صبح تک سر نہیں اٹھا سکتے۔ جن پر اللہ نے فضل کیا وہ ہدایت پا گئے۔

گستاخ رسول کو جہنم رسید کر دیا

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے ایک عظیم بھائی غازی منظور حسین شہید رحمہ اللہ نے راجپال ہندو کو جہنم رسید کیا۔ اور خود جام شہادت پا گئے۔ یہ مرد قلندر جیل میں سنت یوسفی زندہ کر رہے تھے بھائی کے جنازہ میں بھی شامل نہ ہو سکے۔

والد کا جنازہ

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ جیل کی فضاؤں کو آباد کر رہے تھے کہ وہ دنیا کا عظیم انسان جس نے مرزا غلام احمد کو انگریز جج سے جرمانہ کرایا تھا۔ وصال فرما گئے۔ اور آپ ان کے جنازہ میں بھی شامل نہ ہو سکے۔

والدہ کا جنازہ

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ جیل میں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی یاد تازہ فرما رہے تھے کہ جن کے قدموں میں اللہ نے جنت کو رکھا ہے والدہ محترمہ، وہ بھی اس عارضی زندگی کو چھوڑ گئیں اور جنت میں ٹھکانہ بنالیا۔ تین بہت بڑے حادثات مثل مبرا ابو بی بن کر برداشت کر گئے۔

تحریک ختم نبوت

تحریک ختم نبوت میں حضرت قائد رحمہ اللہ نے وہ کردار ادا کیا کہ اپنے والد محترم کی یاد تازہ کر دی۔ جیل میں تحریک شروع ہو گئی تو گلشن اسلام جامعہ خفیہ تعلیم الاسلام جہلم میں مرزا قادیانی اور اس کی نالائق اولاد پر عظیم والد کا عظیم بیٹا آسمانی بجلی بن کر کڑکا اور خود گرفتار ہو کر عاشقان رسول ﷺ کے ہاٹ کا ایک عظیم پھول بن گیا۔

آج عاشق صادق کا پتہ چل گیا

جب مرزائیوں کے خلاف محاذ گرم ہوا تو چکوال میں کسی مرد قلندر نے ابو بی دور میں درود دیا اور مرزائیوں کے خلاف لکھائی کر دی۔ انتظامیہ نے علماء کو بلا کر تفتیش شروع کر دی کہ یہ لکھائی کس نے کی ہے؟ سب نے بات کو ادھر ادھر کرنا چاہا اور کہا جس نے لکھا ہے اس کو بکڑا جائے۔ اس وقت عظیم باپ

کے عظیم بیٹے کے غیرت مند ایمانی خون نے جوش مارا اور آپ نے بزبان حال یہ کہا..... کہ تفت ہے ان مولویوں پر جو منبر و محراب سے عشق رسول ﷺ کے نعرے بلند کرتے ہیں اور اگر کوئی عاشق صادق اپنے جذبات کا اظہار کر دے تو اس کو سزا دلوانے کی باتیں کرتے ہیں۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ یہ کس نے لکھا ہے لیکن اگر معلوم ہو جائے تو میں مذکورہ عاشق صادق کے ہاتھ چوم لوں گا۔

گولی منظور ہے مگر مرزائیوں کا جلسہ نہیں ہوگا

چکوال شہر میں جب مرزائیوں کو انتظامیہ نے جلسہ کی اجازت دے دی تو ایک مرد مجاہد اپنی مسجد سے ٹکوار لے کر نکلا اور اعلان کر رہا تھا مسلمانو! تمہاری غیرت کہاں گئی؟ مرزائی سپیکر پہ اپنی آواز بلند کر رہے۔؟ جب جلسہ گاہ کے قریب گئے تو پولیس افسر نے کہا: ان کو جلسہ کی اجازت ملی ہوئی ہے۔ لیکر لگا کر کہا اس سے آگے جو آئے گا گولی لگے گی یہ مرد مجاہد بول اٹھا۔ میں گزر رہا ہوں ہے کوئی گولی چلانے والا چلائے گولی۔ ہم تو نام محمد ﷺ پہ جان دینا سعادت سمجھتے ہیں.....

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی

کئی ہے برسر میدان مگر جھکی تو نہیں

ناموس رسالت پہ مرجانا اصل میں جینا ہے۔ اس مرد مجاہد نے قلم کے ساتھ بھی اہل باطل کو لاکارا۔ جب بھی کوئی مسلک کے خلاف کام کرتا تو حضرت کا قلم چل پڑتا۔ اہل سنت کے حقوق کی نمکبانی کرتا رہا۔ آپ زندگی بھر اہل حق کے حقوق کا دفاع کرتے رہے۔ قلم بھی چلنا رہا زبان بھی بولتی رہی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وکالت کرتے رہے۔ دیوبند کے مسلک کے پاسبان رہے۔ اگر اپنوں میں سے بھی کوئی دیوبند کے مسلک کے خلاف ذرا بھی راستہ سے ہٹا تو حضرت کی زبان بول پڑی قلم چل پڑا۔ یہ مرد مجاہد حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ قافلہ حق کے ہدی خوان تھے۔ آپ کے ذہن میں خیال آئے گا یہ اسلام کا ہیرو۔ دیوبند کا قاضی، وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم، ترجمان اہل سنت اور حضرت مدنی کے خلیفہ مجاز کون ہو سکتے ہیں؟

زبان بول پڑی کہ یہ اسلام کے عظیم راہنما حیدر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ ہیں۔

داعی دین اور ماحی فتن

کچھ مولانا عبدالستحان انکی ☆

۳ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ بروز پیر داعی دین، ماحی فتن، قائد اہل سنت و کبیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ اور ہم خدام اپنے شیخ کی محبت سے محروم ہو گئے۔

ہزاروں غم سبے لیکن نہ آیا آنکھ میں آنسو

ہم اہل ظرف پیتے ہیں چھلکایا نہیں کرتے

اس دور میں ہر طرف فتنوں کا راج بھی ہے اور عروج بھی۔ ظلم و فساد ساری دنیا پر حکمرانی بھی کر رہا ہے اور من مانی بھی۔ نئے نئے فتنے سراٹھارہے ہیں۔ اسلامی عقائد اور اعمال کو بگاڑنے کی سر توڑ کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان حالات میں اپنے عقیدے کا تحفظ کرنا اور ایمان بچانا انگاروں پر چل کر منزل پر پہنچنے کے مترادف ہے۔ ان عالمی فتنوں سے پورے عالم میں جو بدحواسی پھیلی اس حالت میں سارے جہان سے غافل ہو کر اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا ممکن سا بن چکا ہے۔

ان حالات میں شیطانی دھوکے اور فتنوں کے طوفان میں ڈوبنے سے بچنے کے لیے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ نفس و شیطان کی غلامی سے بچنے کے لیے اور اپنے رب سے تعلق جوڑنے کے لیے میں نے حضرت اقدس رحمہ اللہ سے ۱۹۹۴ء میں اصلاحی تعلق قائم کیا۔

اس کے بعد حضرت رحمہ اللہ کے ہاں جامعہ عربیہ اظہار الاسلام میں ابتداء سے لے کر جلالین تک کتابیں پڑھیں۔ جہاں استاد محترم مولانا قاری جمیل الرحمن صاحب موجود تھے۔ جن میں بندہ نے ایک استاد کی شفقت، ایک باپ کی مہربانی، ایک دوست کی محبت، ایک محسن کی ہمدردی اور ایک مربی کی نگرانی پائی۔

اسلام کی عظمت کے مینارے ہیں صحابہؓ

چاند ہیں محمدؐ تو ستارے ہیں صحابہؓ

اکثر اوقات درس میں فرمایا کرتے تھے کہ طلباء قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر تو پڑھتے ہیں لیکن امتحان کے لیے، اگر سمجھ کر پڑھیں تو ان کو صحابہ کرام کی شان، آیت استکلاف اور آیت حکمیں خوب سمجھ میں آجائے۔

کراچی آنے کے بعد جب بھی تعطیلات میں چکوال جانا ہوتا یا بذریعہ فون حضرت مسیحیہ سے بات چیت ہوتی تو خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد بطور نصیحت فرماتے ”عقیدہ کی محنت کرو، سنی ذہن بناؤ اور مسلک علماء دہلیوں سے وابستہ رہو۔“

میرے حضرت پیغمبرؐ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا اور بہت سے جامع اوصاف کے ساتھ متصف کیا تھا۔ آپ بیک وقت ایک بہترین معصف، بہترین واعظ اور دینی غیرت اور ایمانی بصیرت رکھنے والے عظیم مجاہد تھے۔ عام اہل علم کی حالت یہ ہے کہ ان کے کام کا ایک محدود دائرہ ہوتا ہے، ان کی اپنی ایک دنیا ہوتی ہے، وہ اسی میں محدود رہتے ہیں، اس دنیا سے باہر کیا ہو رہا ہے وہاں جھانکنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس پیغمبرؐ کو ایسی بیدار مغزی اور ایمانی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ بہت جلد فتنہ کو پہچان لیتے تھے اور جہاں کہیں مسلک کے خلاف کوئی آواز اٹھتی، دین کے خلاف کوئی فتنہ اٹھتا، آپ کا قلم اسلام اور مسلک کے دفاع کے لیے متحرک ہو جاتا اور اس فتنہ کا مقابلہ کرتا، دلائل و براہین کے اتنے انبار لگا دیتے کہ اس فتنہ کو خاموش کر دیتے۔ آپ کے قلم سے نکلنے والی تحریریں اس پر شاہد عدل ہیں۔ حضرت کو ان فتنوں سے حد درجہ نفیض اور نفرت تھی اور یہ آپ کے مضبوط

ایمان کی دلیل تھی۔

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا.....

”حق تعالیٰ شانہ نے زانغین کے برپا کردہ فتنوں کو ایمان کے جانچنے اور پرکھنے کے لیے کسوٹی بنایا ہے یعنی اسے ان فتنوں سے شغریٰ ہے یا ان کی طرف کشش؟ جس شخص کے دل میں ایمان جتنا قوی، جتنا مضبوط اور جتنا صحت مند ہوگا اسے فتنوں سے اسی قدر نفرت اور بغض و عداوت ہوگی اور اس کی نسبت سے کشش ہوگی۔“

حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اہل فتنہ سے قتال کو ”ایمان“ کا بلند ترین مرتبہ قرار دیتے تھے اور فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے پانچ اوصاف کا حامل ہونا ضروری قرار دیا کرتے تھے۔ وہ پانچ اوصاف یہ ہیں.....

- ① ایمانی حس :- یعنی دل میں ایمان اتنا راسخ اور مضبوط ہو کہ فوراً فتنے کی بوسنگھ لے۔
- ② ایمانی طاقت :- یعنی وہ قوت کہ فتنہ کی بواسطہ کے لیے ناقابل برداشت ہو۔
- ③ بسالت و شجاعت :- جو آتشِ نبرد میں کودنے اور اپنے وقت کے بڑے سے بڑے فرعون سے ٹکر لینے پر آمادہ کرے۔

④ علم و فضل کا ساز و سامان اور اسلحہ :- جس کے ذریعہ علمی جنگ لڑی جاسکے۔

⑤ حق تعالیٰ سے قلبی تعلق :- اپنے ضعف و ناتوانی پر نظر اور بارگاہِ خداوندی سے پیہم التجاء۔

ان پانچ اوصاف کو بیان کرنے کے بعد حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ مرقدہ کے بارے میں لکھتے ہیں.....

”حضرت قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام اوصاف سے مزین فرمایا تھا جو فتنوں کے سامنے سینہ سپر ہونے کے لیے درکار ہیں، ان کی ”ایمانی حس“ اتنی تیز تھی کہ نہ صرف دور سے فتنہ کو محسوس کر لیتی تھی بلکہ اس کی باریک سے باریک رگوں کو بھی ٹھول لیتی، ”ایمانی غیرت“ ایسی پر جوش تھی کہ انہیں ہمہ دم فتنوں کے خلاف بے قرار اور آتش پارکھتی ”شجاعت و جرأت“ ایسی تھی کہ بڑے سے بڑے فراعنہ سے ٹکرا دیتی، علم و فضل، فہم و فراست، عقل و تدبیر اور سیادت و وجاہت میں آپ کی برتری عرب و عجم میں مسلم تھی اور حق تعالیٰ شانہ سے روضۂ قلب ایسا قوی، مضبوط اور استوار تھا کہ آسمان سے رحمہم الہی کو سمجھنے لاتا تھا، وہ ہر کام سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اتنی دعائیں، اتنی التجائیں، اتنے استخارے کرتے اور نالہ ہائے نیم شبی میں اتنی سسکیاں بھرتے کہ مالکِ رؤف و رحیم کو ان پر ترس آ جاتا۔ وہ جب بھی میدانِ جہاد میں

اترتے تو اسی کی رضا کے لیے اور اس کے بھروسے پر۔ پھر ان کا قلبی تعلق مرکز تجلیات الہی، کعبہ مشرفہ اور معدن انوار نبوت روضہ مطہرہ سے ہمیشہ پیوست رہتا۔“ (خاص بنوری نمبر بیضیہ)

آپ ان الفاظ کو بار بار پڑھیے، حضرت لدھیانوی بیضیہ نے اگرچہ یہ الفاظ اپنے شیخ کے لیے تحریر فرمائے تھے لیکن اگر آپ میرے مرشد حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بیضیہ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو واضح نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس بیضیہ کو بھی انہی اوصاف سے متصف فرمایا تھا اور یہ تمام الفاظ آپ بیضیہ پر بھی حرف بحرف صادق آتے ہیں جس طرح حضرت بنوری بیضیہ پر صادق آتے تھے۔

دورِ حاضر کے فتنوں کے تعاقب میں اور مسلکِ اعتدال یعنی مسلکِ علماء دیوبند کی نشاندہی میں انہوں نے جس طرح بے نظیر خدمات سرانجام دیں وہ انہیں کا حصہ ہیں۔

حضرت بیضیہ کی ذات ایسی ہمہ جہت، کثیر الفوائد، جامع اور بابرکت تھی کہ اس کی مثال خال خال ہی ملتی ہے..... یہ ان ہستیوں میں ایک ہستی تھیں جو اہل آسمان کے لیے قابلِ رشک اور اہل زمین کے لیے باعثِ رحمت ہوتی ہیں۔ جب ایسے عالمِ باعمل دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو زمین کا ایک بڑا خطہ ان کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے.....

موٹ العالم موٹ العالم



قاری مظہر حسین عثمانی، تلہ گنگ

حضرت قائد اہل سنت بیضیہ گو، ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن ان کی یادیں ہماری زندگی کا سرمایہ ہیں اور ان کا مشن، ان کی فکر ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

صحبت شیخ کا اثر

☆ کھ حافظہ خدا بخش

جب سے میں نے حضرت محدثہ کا نام سنا مجھے ان کی زیارت کا بے حد شوق ہوا اور دن بدن یہ تڑپ بڑھتی گئی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ خوش قسمت لہو آ گیا جس کا انتظار تھا اور حضرت اقدس محدثہ کی زیارت، مصافحہ اور مجلس بھی میری ہو گئی۔ میں پہلے میر پور آزاد کشمیر درجہ حفظ میں پڑھاتا تھا ان دنوں جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کا سالانہ جلسہ تھا اور ہم نے بھی وہاں جانا تھا۔ بھائی محمد عثمان نے مجھے بتایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب محدثہ بھی تشریف لائیں گے زیارت بھی کر لیتا اور بیعت بھی ہو جاتا۔ بہر حال نماز ظہر کے بعد ہمارا قافلہ میر پور سے روانہ ہوا اور تقریباً چار بجے جامعہ حنفیہ پہنچ گیا حضرت کی زیارت کے لیے دل اتنا کھنچا جا رہا تھا کہ ایک لمحو کی تاخیر بھی ناقابل برداشت تھی لیکن فوراً زیارت نہ ہو سکی کیوں کہ بھائی محمد عثمان جلدی طے نہیں اور میں ان کے بغیر حضرت کے پاس نہیں جاسکتا تھا اور نہ ہی مجھے پتہ تھا کہ حضرت کہاں ہیں اور زیارت و بیعت کا وقت بھی ہے یا نہیں۔ خیر تھوڑی دیر کے بعد بھائی محمد عثمان طے تو میں بڑا خوش ہوا کہ اب رہبر مل گیا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں کھانے کے بعد جامعہ کی اوپر والی عمارت کی طرف گئے دروازے پر پہرے دار نے ہماری سلامتی کے بعد اوپر جانے دیا چونکہ میں پہلے جگہ سے واقف نہ تھا اس لیے بھائی صاحب نے بتایا کہ حضرت اس کمرہ میں ہیں۔ بس جونہی میری نظر ان کے نورانی چہرہ پر پڑی فوراً میں پہچان گیا کہ یہی حضرت قاضی صاحب محدثہ ہیں۔ پھر مصافحہ کیا اور میرا مختصر تعارف کروایا گیا کہ یہ جامعہ حقانیہ سایہ اہل سرگودھا کا پڑھا ہوا ہے اور میر پور میں جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام کی شاخ میں پڑھاتا ہے۔ حضرت قاضی صاحب نے دعا دی اور خوش ہوئے اور فرمایا کہ ماشاء اللہ حقانیہ کا فیض کشمیر تک پہنچ چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقی فرمائے۔ امین۔

حضرت قاضی صاحب کو دیکھنا ہی تھا کہ میرا عجیب حال ہو گیا۔ تھوڑی دیر اس اللہ والے کی مجلس سے واقعی بڑا لطف و سرور آیا۔ جیسے روح کو تازگی، ایمان کو تقویت، آخرت کی فکر، توجہ الی اللہ، اتباع سنت نیکوں سے محبت اور گناہوں سے نفرت میرے دل میں جا گزریں ہوگی۔

پھر صبح حضرت قاضی صاحب نے بیان فرمایا میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ حضرت کتنے ضعیف العمر ہیں بس آدھ پون گھنٹہ بیان فرمائیں گے لیکن حضرت نے مسلسل تقریباً تین گھنٹے بیان فرمایا اور ایسا جامع بیان کہ تمام موضوعات رد رافضیت، بریلویت، مودودیت وغیرہ پر مشتمل تھا۔ جس سے میں بڑا حیران ہوا درحقیقت یہ اللہ والوں کی کرامت، اخلاص اور اصلاح امت کی فکر کا نتیجہ ہے۔ دوسری بار حضرت کی زیارت کا شرف مدنی مسجد چکوال شہر میں ہوا۔ حضرت اس وقت کافی بیمار بھی تھے اور کمزوری بھی تھی۔ تو ہم عشاء سے پہلے مدرسہ اظہار الاسلام سے آئے اور پتہ چلا کہ حضرت بیٹھتے درس قرآن دیں گے۔ مجھے بھائی محمد عثمان نے کہا کہ آپ اسٹج کے پاس بیٹھ جائیں۔ جب حضرت بیٹھتے درس سے فارغ ہوں گے تو ملاقات ہو جائے گی۔ حضرت بیٹھتے نے تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ درس دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں۔ درس کے بعد حضرت بیٹھتے نے فرمایا کہ جو لوگ ملاقات کے لیے آئے ہیں وہ صرف ملاقات کر لیں اور یہ بھی فرمایا کہ صحت خراب ہے پہلے فون کر لیا کریں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ملاقات ہوگی یا نہیں اگر ملاقات نہ ہوئی تو آپ کو ایسے تکلیف ہوگی۔ میں نے دل میں سوچا کہ بزرگوں کی محبت کا اثر ہے کہ ہر ہر بات سمجھاتے ہیں۔ پھر حضرت بیٹھتے اپنی آرام گاہ میں تشریف لے گئے۔ صبح جمعہ تھا میں نے مناسب سمجھا کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں چلو جمعہ مبارک ادھر ہی پڑھ لیتا ہوں۔ چنانچہ جمعہ پر حضرت بیٹھتے نے بیان فرمایا حضرت بیٹھتے ہمیشہ اپنے بیانات میں مسلمانوں کو ہر فتنہ کے بارے میں آگاہ فرماتے تھے اور اس بات پر زور دیتے تھے کہ اس بات پر عمل کرو کہ جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہے۔ وہ ہمارے لیے حجت اور دلیل ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ”وہ لوگ کامیاب ہیں جنہوں نے میری پیروی کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اچھا برتاؤ کیا یعنی ان کی باتوں پر عمل کیا۔“ ایسا نہیں کہ ہم صرف ان باتوں پر عمل کریں جو صرف قرآن وحدیث میں آئی ہیں بلکہ ان باتوں پر بھی عمل کریں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیں بتائی ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ گمراہ نہیں ہو گے۔“

کل اور آج

☆ کھ مولوی خلیب احمد گھمن

جیسے کل کی بات ہو! ملتان سے مجاہدین اور طلباء استاذ محترم مولانا شمشاد احمد صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی میں چکوال کی طرف روانہ ہوتے ہیں دل و دماغ میں حضرت اقدس قائد اہل سنت پیر طریقت حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کا شوق جنون کی حد تک ہے۔ سوچ میں پڑے ہیں کہ کب ہمارا سفر ختم ہوا اور حضرت کی زیارت نصیب ہو۔ آخر ایک وقت آتا ہے کہ تلہ گنگ پہنچ کر جناب قاری سعید صاحب جو کہ مقرر، خطیب اور نڈر مجاہد ہیں۔ ان کو ساتھ لے کر چکوال پہنچ جاتے ہیں۔ مدرسے میں پہنچتے ہیں معلومات کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت ان شاء اللہ بعد نماز عشاء اپنی مسجد میں درس قرآن دیں گے۔ تھوڑا سا وقت باقی ہے سوچا کہ کیوں نہ اس وقت کو مزید قیمتی بنالیں۔ حافظ پیر غلام حبیب احمد رحمہ اللہ کی آخری آرام گاہ پر پہنچ کر دعا کر لیں۔ فاتحہ خوانی کریں۔ واپس ہوتے ہیں تو اذان عشاء کی آواز کانوں میں پڑتی ہے۔ سب نے کہا جلدی چلیں حضرت تشریف لانے والے ہوں گے۔ چلیں تاکہ آگے جگہ نصیب ہو اور قربت میسر ہو۔ چنانچہ تیز تیز قدموں سے واپس آتے ہیں اور وضو کرنے کے بعد مسجد میں داخل ہوتے ہیں مگر انتظار ایسا کہ سیکنڈ منٹ اور منٹ گھنٹے معلوم ہونے لگے۔ آخر نماز کے لیے تکبیر ہوتی ہے جماعت سے فراغت کے بعد حضرت منبر پر تشریف لاتے ہیں۔ حضرت کو دیکھتے ہی دلی کیفیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایک ہی نظر سے دیکھنے میں پتہ چلتا ہے کہ واقعی یہ مسند اسی شخصیت کا حق ہے۔ حضرت نے درس شروع فرمایا۔ درس کیا تھا۔ علم و عرفان کے موتیوں کی پرانوار بارش تھی۔ علم و عرفان کے خزانے نچھاور ہو رہے تھے۔ انداز بہت نرالا تھا۔ کبھی سوچتا ہوں کہ ہم ایک مجلس میں حاضر ہوئے تو یہ حالت ہے۔ جو لوگ سالہا سال سے اس شفقت کے سایہ تلے جوان ہوئے۔ ان کا کیا عالم ہوگا؟ جس کو دیکھ کر دل کی کیفیت یہ ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ آخر جو لوگ حضرت

کے مرید ہوں گے۔ شاگرد ہوں گے متعلقین اور خدام ہوں گے ان کی کیا کیفیت ہوگی؟ درس ختم ہوا تو واپسی مکان کا عزم کیا کیونکہ اصل مقصد ہی حضرت کی زیارت تھی۔

آج صبح تقریباً سات بجے کا وقت ہے استاذ محترم مولانا منیر احمد صاحب دامت برکاتہم نے ایک عجیب و غریب خبر سناتے ہیں۔ خبر کیا ہے بجلی بن کر گرتی ہے استاذ محترم نے فرمایا بھائی! حضرت قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور ہم جنازہ پر جا رہے ہیں میں نے بھی التجاء کی مگر نا منظور۔ آخر علماء والا جواب کہ آپ طالب علم ہیں پڑھیں۔ بہر حال کیا کرتے حسرت کے ساتھ ہاتھ ملتے رہ گئے۔ پورے مدرسے کی عجیب حالت و کیفیت تھی ہر طالب کی زبان پر تھا کہ اکابر جا رہے ہیں۔ قحط الرجال ہے۔ وقت گزرتا گیا کیونکہ اسے تو گزرنا ہے۔ آخر ایک دن استاذ محترم نے فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی بستی بھیں میں جو کہ حضرت کا آبائی گاؤں ہے وہاں پر سالانہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں مجھے بھی چلنا ہے۔ میں نے درخواست کی تو حضرت نے منظور فرمائی۔

سفر شروع ہوتا ہے۔ چکوال پہنچتے ہیں۔ بھیں جانے کے لیے مدرسہ میں پہنچ کر تھوڑی دیر کے لیے رکے۔ میں مدرسہ کی مسجد میں اکیلا چلا گیا۔ مسجد کے درو دیوار کو دیکھتا ہوں۔ منبر کو دیکھتا ہوں۔ مصلیٰ امامت کو دیکھتا ہوں۔ مدرسہ کی بے رونق درس گاہ کو دیکھتا ہوں۔ کانفرنس میں پہنچ کر اسٹیج کو دیکھتا ہوں۔ پھر ماضی میں جھانک کر دیکھتا ہوں تو ایک منظر کل کا اور ایک آج کا دونوں کو دیکھ کر خیال آتا ہے.....

پھنچا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی

اک شخص سارے شہر کو دیران کر گیا

وہ گیا جس کے جانے پر مسجد کے درو دیوار روتے ہیں۔ مسجد کا منبر و محراب روتا ہے۔ مصلیٰ امامت روتا ہے۔ مدرسہ کی چٹائیاں اور مسند تدریس روتی ہے طالب علم ہیں تو وہ بھی اداس۔ مرید ہیں تو وہ پریشان حال۔ امت ہے تو وہ نڈھال ایسا کیوں نہ ہو۔

کیونکہ آج مصلیٰ تو موجود ہے مگر مصلیٰ نہیں۔ منبر و محراب موجود ہیں مگر واعظ اور خطیب نہیں۔ مقتدی ہیں مگر امام نہیں۔ عوام موجود ہے قائد نہیں۔ مرید ہیں تو مرشد نہیں۔ مدرسہ ہے مگر مدرس نہیں۔ مسند تدریس تو ہے مگر خالی۔ طالب علم موجود ہیں مگر شفیق استاذ نہیں۔ درس قرآن کا حلقہ ہے مگر درس دینے والا نہیں۔ سالانہ کانفرنس کا اسٹیج موجود ہے مگر صدارت پر براجمان ہونے والی شخصیت نہیں۔ تنقیم موجود ہے مگر قائد نہیں۔ اصلاح کرانے والے شوق سے آرہے ہیں مگر مصلح نہیں۔ تربیت

کرانے والے جوق در جوق آرہے ہیں مگر مربی نہیں۔ یہ ہی تو ہیں جن کے لیے کہا گیا کہ شہر کو دہرا کر گیا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں حضرت صرف اپنے شہر کو نہیں بلکہ پوری امت کو اکیلا چھوڑ گئے۔ جو آتا ہے وہ جانے کے لیے آتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے جانے کے بعد ان کی جگہ لینے والے ہزاروں نظر آتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر کی سیٹ خالی ہوتی ہے تو ڈاکٹر موجود ہیں اور درخواست پر درخواست دے رہے ہیں۔ ایک سائنسدان جاتا ہے تو کئی سائنسدان اس کی جگہ لے لیتے ہیں۔ ایک سیاستدان جاتا ہے تو اس کی جگہ لینے والے ہزاروں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک وزیر جاتا ہے تو اس کی وزارت سنبھالنے والے کئی آ جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ پہلے سے بھی اچھے ہوں مگر مجھے تو حضرت کے جانے کے بعد نعم البدل تو کیا کوئی بدل بھی نظر نہیں آتا۔ شاید انہی کے لیے کہا گیا ہے.....

موت العالم موت العالم

کون سنبھالے گا اس نڈھال امت کو؟ کون للکارے گا ہر باطل فرتے کو ان کے انداز میں؟ کون جرات کرے گا اتنی؟ کہاں سے شجاعت لا دیں گے ان کے انداز والی؟

کانفرنس کے لیے ہمیں پہنچتے ہیں۔ سیدھے حضرت کی آخری آرام گاہ پر جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں تو آنسو گر پڑتے ہیں اور سنبھالنے سے بھی نہیں سنبھلتے۔ دعا کرتے ہیں اے اللہ! ہمیں بھی صاحب قبر کی نسبت عطا فرما..... علم و عمل میں، شجاعت و بہادری میں۔ باطل کے خلاف ڈٹ جانے میں۔ اخلاص و ولایت میں۔ آمین ثم آمین۔

صحابہ معصوم نہیں محفوظ تھے

حضرت قائد اہل سنت یکتا لکھتے ہیں.....

غیر بنی معصوم تو نہیں البتہ محفوظ ہو سکتے ہیں یعنی ان سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل شامل حال ہو جائے تو وہ گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ البتہ اس سے گناہ کا احتمال ختم نہیں ہوتا۔ قرآن کے موجودہ خلفائے راشدین، اصحاب بدر، اصحاب بیعت رضوان، عشرہ مبشرہ اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلام لانے کے بعد محفوظ رہے ہیں اور اگر بطور شاذ و نادر کسی صحابی سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو اس کو رحمت خداوندی سے کامل توبہ کی بھی توفیق مل گئی ہے اور شرف صحابیت کا یہی وہ ممتاز مقام ہے جو غیر صحابی کے لیے ضروری نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات کامل ایمان پر ہوئی ہے اور وہ براہ راست جنت میں جائیں گے۔ (کشف خاب جمعہ ص ۱۴۷)

دو عظیم نسبتیں

☆ مفتی رضوان المصطفیٰ

جب بھی حضرت کے نام کو دیکھتا ہوں لفظ "حسین" کے ساتھ ذہن دو عظیم شخصیتوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ ایک شخصیت ماضی بعید کی جنہیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ شہید کربلا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور دوسری شخصیت ماضی قریب کی جن کو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت کی زندگی ان دونوں شخصیات سے کافی حد تک مناسبت رکھتی ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا کے اندر زندگی قربان کرنے سے جس طرح یزیدیت سے بیزاری ظاہر ہوتی ہے اسی طرح رافضیت اور خارجیت کی جڑیں بھی کھوکھلی ہوتی ہیں اور خلفاء راشدین کی خلافت پر مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور باقی اہل بیت اگر خلفاء راشدین کی خلافت کو تسلیم نہ کرتے تو کربلا کی طرح کئی معرکے پہلے ہو چکے ہوتے۔ حضرت کی زندگی بھی اسی میں گذری یزیدیت کی تردید، رافضیت و خارجیت کی جڑوں کو کاٹنا اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کے ڈنگے بجانا.....

ڈنگے ہمیشہ جس نے اصحاب کے بجائے

اور خاص طور پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مفت مبر کی جھلک حضرت میں نمایاں تھی۔ بڑی سے بڑی مصیبت کو مسکرا کر برداشت کیا۔ دوسری شخصیت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی ہے۔ ان کی زندگی میں چند باتیں خصوصیت کا درجہ رکھتی ہیں مثلاً باطل کے سامنے ڈٹ جانا۔ اسی لیے آپ نے وقت کے فرعون انگریز سے نیچہ آزمائی کی اسی طرح جس بات کو حق سمجھا اس پر ایسے ڈٹ گئے کہ کسی قسم کی مخالفت کی پروا نہیں کی۔ خاص طور پر عشق صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسلک حق کا دفاع باوجود سیاسی رہنما ہونے کے جوہر کیا۔

سب سے اہم بات کہ تمام علمی اور سیاسی مصروفیات کے باوجود روحانیت کے بلند مقام پر فائز تھے۔ امام التبلیغ مولانا محمد الیاس بریلوی فرمایا کرتے تھے کہ ”جس دریا کا ایک پیالہ بھی ضبط کرنا مشکل ہے۔ حضرت مدنی بریلوی سات سمندر چڑھائے ہوئے ہیں۔ پھر بھی ضبط موجود ہے کیا مجال ساغر چھلک جائے۔“ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری بریلوی نے اٹھارہ سال میں فرمایا۔ ”مولانا حسین احمد مدنی بریلوی اس زمانہ کے اولیاء اللہ کے امام ہیں۔“

حضرت مدنی بریلوی کی ان خصوصیات کی جھلک حضرت میں نظر آتی ہے جس کو باطل سمجھا ہمیشہ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ عشق صحابہ رضی اللہ عنہم تو حضرت کی خاص پہچان تھی۔ حضرت کی ساری زندگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت سمجھاتے سمجھاتے گزر گئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا وکیل ہونا باعث فخر سمجھتے تھے۔ ماسٹر منظور حسین صاحب کے نام ایک مکتوب میں فرمایا ”البتہ وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہر کسی کو وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم بننا چاہیے۔“

[ماہنامہ حق چار چارہ مارچ ۱۹۹۷ء]

آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کے لیے اکثر شیعوں کو جھنجھوڑتے رہتے تھے ایک تقریر میں فرمایا ”اور یہی بات میں سمجھاتا ہوں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں اور اسی بات کا دکھ ہوتا ہے کہ آج قرآن حدیث کو تو مانتے منواتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مانتے تو ہیں منواتے نہیں یہ کوتاہی ہے کہ نہیں؟ بھائی سارا قرآن مان لو ساری حدیث، سنت مان لو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس طرح نہ مانو کہ جس طرح ان کی شان ہے تو قرآن و حدیث تم تک کیسے پہنچے گا؟ [ماہنامہ حق چار چارہ مارچ ۲۰۰۴ء]

فرمایا..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شرعی عظمت کو سمجھو۔ تحریک خدام اہل سنت والجماعت سنی مذہب کی حفاظت کے لیے کھڑی کی گئی ہے اور خصوصاً سرکارِ دو عالم ﷺ کے ان پاک اور محبوب صحابہ جن سے اللہ راضی ہو گیا کی عزت اور عظمت اور حرمت کی حفاظت کے لیے جاری کی ہے ہمارا فرض ہے کہ نہیں؟ او بھائی! جن پر اللہ راضی ہو گیا ان پر تم راضی ہو کہ نہیں؟ ان کی عظمت کی حفاظت تمہارا فریضہ ہے کہ نہیں؟

[حق چار چارہ مارچ ۲۰۰۴ء]

اسی طرح مسلک حق کا دفاع اپنے شیخ کے نقش قدم پر عمر بھر کرتے رہنے مسلک کی خاطر بڑے

بڑے اور بہت قریبی لوگوں سے علیحدگی اختیار کی لیکن مسلک پر سودے بازی نہیں کی۔

اسی طرح روحانیت کے اندر بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ حضرت بریلویؒ کے خلیفہ مجاز شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمن صاحب نے فرمایا کہ جس طرح حضرت مدنیؒ نے اپنی روحانیت کو سیاسی اور علمی مصروفیات کے ذریعے چھپائے رکھا۔ اسی طرح حضرت بریلویؒ نے اپنی روحانیت کو مسلکی دفاع اور دفاع صحابہ بریلویؒ کے کام کے ذریعے چھپائے رکھا۔ جس طرح لوگوں نے پہلے بزرگوں کو نہیں پہچانا اسی طرح حضرت بریلویؒ کو بھی نہیں پہچان سکے۔ پہلے بزرگوں کی طرح حضرت بریلویؒ کی قدر بھی لوگوں کو کچھ عرصہ بعد آئے گی۔



قاری محمد اشرف، ٹیکسلا

خدام اہل سنت خوش نصیب ہیں جن کے مسلک و مذہب کا مضبوط رشتہ حضرت قاضی صاحب بریلویؒ سے وابستہ رہا۔ آپ نے راہ حق و صداقت میں ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو سدا چمکتے رہیں گے۔

قاری محمد فیاض الرحمن، کراچی

حضرت اقدس بریلویؒ تمام عمر باطل کے سامنے سینہ سپر رہے اور بباگ دہل کفر کی سازشوں کو بے نقاب کرتے رہے..... آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

مقام صحابہؓ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

کھ مولانا توصیف احمد صاحب ☆

حضرت اقدس بریلویؒ ہمہ صفت، گونا گوں خوبیوں کا مرجع، اہل حق کے دل کا سرور، اور آنکھوں کے نور تھے۔ حضرت کی شخصیت، کردار، کارناموں اور خدمات دیدیہ کا چند اوراق پر نقشہ کھینچنا اور ان کا احاطہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے۔ حضرت اقدس بریلویؒ صرف میدان تصنیف و تالیف، تصوف و خطابت کے شہسوار ہی نہ تھے بلکہ آپ نے دینی، مذہبی اور تعلیمی دنیا میں ایسے یادگار نقوش چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک حالمین قرآن و سنت کی راہنمائی کرتے رہیں گے۔ حضرت اقدس بریلویؒ کی دیگر خدمات جلیلہ پر تو حضرات خلفاء اور آپ کے ہم عصر مشائخ علمائے کرام ہی قلم اٹھائیں گے۔ میں نے آپ بریلویؒ کے جس محبوب ترین مشغلہ کا اور دینی غیرت و حمیت سے لبریز پر جوش و ولولہ انگیز معرکہ کا تذکرہ کرنا ہے وہ ہے عظمت صحابہؓ اور ان کے تحفظ کے لیے آپ بریلویؒ کی یادگار خدمات، چونکہ ناموس صحابہؓ کا عنوان داستان اسلام کا مقدمہ اور کتاب شریعت کا عنوان ہے۔ چنانچہ آپ بریلویؒ نے سینکڑوں مواقع پر مقام صحابہؓ خصوصاً خلفائے راشدین، جنہیں مسئلہ خلافت، ازواج مطہرات و اہل بیت عظام کی اسلام میں حیثیت و عظمت کو اجاگر فرمایا اور گستاخانِ صحابہؓ تیمار باز گروہ کی خوب خوب خبر لی، اس سلسلہ میں آپ بریلویؒ کی معرکہ الآراء تصنیف ”بشارت الدارین“ تیرائی ٹولہ کے لیے پیغام موت ثابت ہوئی، یہ کتاب ایک شیعہ ذاکر کے تبرا کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جو کہ لا جواب کتاب ہے۔ اب تک ابن سبائی ٹولہ میں سے کوئی بھی اس کا جواب نہ دے سکا۔

آپ بریلویؒ نے یہ مشن کیوں اختیار کیا۔ اس لیے کہ آپ کے نزدیک اصحاب رسول ﷺ وہ خوش نصیب لوگ ہیں۔ جنہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد پوری کائنات پر فضیلت حاصل ہے اور ان کا انتخاب

”اللهم ان تهلك هذا العصاة لاتعبد ابدأ“

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایک واحد راستہ اور پل ہیں جو امت کو نبوت کے ساتھ ملانے کا کام دیتا ہے۔ یہی تو قرآن کہتا ہے ”امنوا کما امن الناس“ کبھی فرماتا ہے ”فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا“ صحابہؓ کی راہ راہ ہدایت اور ان کے راہ سے انحراف سوائے نفاق، ضلالت و گمراہی کے کچھ نہیں ہے اور صحابہؓ کرامؓ اربوں کھربوں انسانوں میں سے اس لحاظ سے معزز اور امتیازی حیثیت کے حامل ہیں کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ”رضی اللہ عنہم و رضوانہ“ کا تمغہ دے دیا اور ساتھ ساتھ ”واعملہم جنت تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدًا“ کی شہادتیں بھی نصیب ہوئی اور قرآن نے انہیں ”مؤمنون حقا“ ”ہم المفلحون“ ”ہم المہتدون“ ”ہم الراشدون“ ”ہم الفائزون“ اور ”اولئک حزب اللہ“ کے تحفے دیئے کہ جنہیں دنیا کی کوئی طاقت ان سے چھین نہیں سکتی۔

دشمنان اسلام نے جب دیکھا کہ میدان جنگ میں اب لشکر اسلام کی تاب لانے اور مجاہدین کے جوتوں کی نوک سے اپنا تاج و تخت بچانے کی کوئی صورت نہیں نکل رہی تو انہوں نے عبد اللہ بن ابی منافق اور عبد اللہ بن سبا یہودی کے دیئے ہوئے سبق کو پھر سے دہرا نا شروع کر دیا اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام میں گھس آئے اور انہیں انتشار کے ذریعے پسا کرنے کی سازشوں میں مصروف ہو گئے۔

ان یہودیوں نے گزشتہ چودہ صدیوں میں اسلام کے وجود پر وہ ضرب کاری کی ہے اور ملت اسلامیہ کو جن عظیم صدمات سے دوچار کیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کی تعلیمات ازل تک راہنمائی کرنے والی نہ ہوتیں اور اس آخری شریعت کا حفاظت کا ذمہ خود ذات قدیر و بصیر نے نہ لیا ہوتا تو نہ جانے کب

سے سبائی فتنہ اور اس جیسے اسلام دشمن طبقے، دین کا حلیہ بگاڑنے میں کامیاب ہو گئے ہوتے۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا کی تمام تر تک و تاز اور جدوجہد کا مقصد حضرات صحابہؓ کی عظمت و تقدس کی شفاف چادر کو داندھ کرنا تھا جب کہ سبائی ٹولہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف بھرپور پروپیگنڈہ کیا۔ اور دوسری طرف ناموس صحابہؓ کے علبردار اور مداح صحابہؓ کی جماعت اور زیادہ جوش و جذبہ کے ساتھ آگے بڑھی اور عظمت صحابہؓ کے نعرہ بھی بلند کرتی رہی اور اپنے خون سے صحابہ کرام کی اُلفتوں کا قصیدہ لکھتی رہی۔

میرے مربی و مرشد میرے شیخ و متدنی حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ اس کا رواں کے سالار اور میر کا رواں تھے۔ جس نے دنیا بھر میں اصحاب رسول ﷺ ازواجِ مطہرات کی عظمت کے گن گائے اور دشمنوں کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ خود دشمنوں کے بدناماچروں سے نقاب اٹھا کر امت مسلمہ کو ان کی حقیقتوں سے آگاہ کر دیا۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق و تصنیف کے ذریعے سبائیت کے تابوت میں جو کیل ٹھونکے ہیں ان شاء اللہ العزیز وہ رہتی دنیا تک کی سازشوں کو دفن کرنے کا باعث بنیں گے۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا سینہ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ کی طرح حب صحابہؓ و اہل بیتؑ سے اس قدر لبریز تھا کہ اگر کسی گوشہ سے کوئی ایک حرف اس مقدس جماعت کے خلاف پڑھنے یا سننے میں آتا تو آپ کا مقدس قلم سرپٹ دوڑتا۔ اور میدان تحقیق و تاریخ سے ایسے ایسے گوبر نایاب اور بحر دلائل سے وہ انمول موتی لا کر تحریر میں سمو دیتا جن کی تابانی اور حسن لامثانی سے دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت صحابہؓ پر خدشات لائق صد تحسین ہیں۔

آخر میں اللہ پاک سے التجا ہے کہ اے اللہ! میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس مشن کو آگے چلانے کی توفیق عطا فرما اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو جنت کے اعلیٰ مقام میں جگہ نصیب فرما اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین، بعد ہم سب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مشن پر کار بند رہنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

سنی ملت کا ایک مجاہد

کھ قاضی عبدالعزیز ضیاء ☆

بہر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد اہل سنت والجماعت کی تبلیغ اور تحفظ کے لیے مختلف شعبوں کی بنیاد رکھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سکولوں اور کالجوں کے طلبہ میں عقیدہ اہل سنت والجماعت کے فروغ کے لیے سنی تحریک الطلہ کا قیام فرمایا۔ ۱۹۸۵ء کے بعد راقم کو سنی تحریک الطلہ چکوال کی صدارت کا شرف حاصل ہوا۔ طلبہ کو آگناز کرنے کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق کیا کیا۔ مختلف علاقوں میں یونٹوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ تنظیم حد درجہ متحرک ہوئی۔ طلبہ کے اکثر و بیشتر اجلاس میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے مدلل، مدبرانہ انداز میں خطاب فرماتے تھے۔ جو طلبہ کے شعور میں روحانی و وجدانی کیفیت پیدا کر دیتے تھے۔ آپ طلبہ سے انتہائی شفقت کے ساتھ پیش آتے کیونکہ حضرت کی یہ سوچ تھی کہ یہ نوجوان جنہوں نے آگے جا کر ملک کے مختلف شعبوں کی باگ ڈور سنبھالنی ہے۔ ان کے ذہن میں دین کی سر بلندی اور عقیدہ خلافت راشدہ کا جذبہ اجاگر کیا جائے تو آگے چل کر یہ ملک کو حقیقی معنوں میں سنی انیٹیٹ بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

۱۹۸۵ء میں سنی تحریک الطلہ کی طرف سے ایک بہت بڑا استقبالہ دیا گیا۔ جس میں ایک ہزار کے قریب طلبہ نے شرکت کی۔ قومی و صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات قریب تھے۔ جس میں حضرت صاحب نے قومی اسمبلی کے آزاد امیدواروں جن میں جنرل (ر) عبدالجبار اور صوبائی اسمبلی کے لیے چوہدری لیاقت علی خان کی حمایت کا اعلان کیا۔ یہ دونوں امیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ ان کی کامیابی میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا عمل دخل تھا۔

پانچ دفعہ سال اول کے طلبہ میں استقبالہ دیا گیا، جس میں طلبہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ ہم نے استقبالہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کے بغیر تحریک نظام خلافت راشدہ کے بانی ڈاکٹر معظم علی کو دعوت

نامہ ارسال کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب دعوتی کارڈ پر استقبالیہ میں تشریف لے آئے۔ حضرت صاحب کو پتہ چلا۔ تو آپ نے فرمایا کہ بتانا تھا ایسے مہمان کے لیے انتظامات کرنا ہوتے ہیں۔ ہمیں یقین نہیں تھا کہ ڈاکٹر صاحب دعوتی کارڈ پر تشریف لے آئیں گے۔ حضرت صاحب کو بتایا کہ جناب حافظ عبدالوہید صاحب نے انتظامات کر دیئے ہیں۔ اس میں خاص بات کہ حضرت صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے تقریر بھی کرائی اور اپنے خطاب کے آغاز میں ڈاکٹر صاحب کو پورا احترام و اعزاز دیا۔

راقم کو ۱۹۹۸ء میں مسلم لیگ یوتھ ونگ کی طرف سے ۱۸ روزہ قومی پرچم مارچ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ قافلہ بائی اور خیبر سے چاغی بلوچستان گیا۔ راستے میں حضرت کے مشن عقیدہ خلافت راشدہ کا نشان، خان پور (سندھ)، دلبدین، (بلوچستان) کے پہاڑی مقام پر نمایاں طور پر ”حق چار یار جنت“ لکھا ہوا دیکھا۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دینی مشن میں کامیاب و کامران زندگی گزار گئے۔ ان کے دینی عقائد کی پختگی کا مشن ان شاء اللہ جاری و ساری رہے گا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جناب حضرت مولانا قاضی ظہورالحسین اظہر صاحب کو امیر مقرر کر کے اپنی بصیرت سے صحیح فیصلہ فرمایا ہے۔ جناب قاضی ظہورالحسین صاحب میں جرأت مندانہ اور بہترین قائدانہ اوصاف موجود ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔



رضائے خداوندی کے متلاشی

☆ کھ جناب صوفی محمد سلیم صاحب

عاجز محمد سلیم کو امیر تحریک خدام اہل السنۃ والجماعت پاکستان نے حکم دیا کہ حضرت قاضی بریلویؒ کے حالات و واقعات جو کچھ تمہیں یاد ہیں لکھو۔ چنانچہ عقیدت مندوں میں نام لکھوانے کے لیے کچھ نوٹی پھوٹی سطریں تحریر کر رہا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

حضرت سے غالباً ۱۹۷۰ء میں باقاعدہ تعارف ہوا۔ ان دنوں عاجز کراچی میں نوکری کرتا تھا وہاں دو کتابیں آفتاب ہدایت (مصنفہ حضرت مولانا کریم الدین دہیر) اور مودودی مذہب ملیں۔ راقم نے دونوں کتب کا بغور مطالعہ کیا آنکھیں کھلیں سنتے اور تھے جو چیز سامنے آئی وہ اور تھی باپ اور بیٹے دونوں سے عقیدت و محبت ہو گئی۔ حضرت مولانا کریم الدین بریلویؒ تو ۱۹۴۶ء میں دارفانی سے کوچ کر چکے تھے مگر میں نے آفتاب ہدایت کتاب پڑھ کر انہیں زندہ پایا، اس پر حضرت قاضی بریلویؒ کا لکھا ہوا مقدمہ بھی پڑھا اور کہیں کہیں حواشی بھی دیکھے۔ محبت بڑھتی گئی حتیٰ کہ مجھ سے نہ رہا گیا میں چھٹی لے کر گھر آیا اور اپنے بڑے بھائی محمد عجائب کو لے کر چکوال حضرت قاضی صاحب بریلویؒ کی ملاقات کے لیے روانہ ہو گیا۔ جیسے جیسے چکوال قریب آتا گیا عقیدت و محبت نے دل میں جگہ بنالی جو کبھی نہ نکلنے والی تھی۔ جوں ہی چکوال بس سے اترے مدنی مسجد پہنچ کر دو تین آدمیوں سے معلوم کیا کہ قاضی صاحب بریلویؒ ابھی مل جائیں گے؟ جواب ملا حضرت بریلویؒ کے آرام کا وقت ہے ابھی ملاقات مشکل ہے۔ اس وقت دو پہر کا وقت تھا اور بندہ نے بڑھ کر صوفی صاحب سے پوچھا۔ اتنے میں قاضی صاحب بریلویؒ دروازے سے مسجد میں داخل ہو گئے۔ صوفی صاحب کہنے لگے حضرت قاضی صاحب بریلویؒ یہ سامنے ہیں

راقم الحروف کو محبت و عقیدے تو پہلے سے ہو چکی تھی بڑھ کر اسلام علیکم کہا۔ جواب میں حضرت بریلوی نے علیکم السلام فرمایا اور مسجد میں بیٹھے اور صوفی صاحب کو حکم دیا کہ پنکھا چلا دو۔ حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے دینی تعلیم حاصل کی ہے؟ عاجز نے جواب دیا کچھ کی ہے۔ قاضی صاحب بریلوی سے پہلے میں حضرت مولانا احتشام الحق صاحب بریلوی تھا نووی کا مرید تھا ان کے بتائے وظائف کرتا تھا اور ان سے گہرا تعلق تھا۔ فرمایا آج یہیں قیام کرو گے؟ تو ہم نے جواب دیا کہ واپس جانے کا ارادہ ہے۔ یہ حضرت سے پہلی ملاقات تھی۔

راقم کے استاد ایک پیر صاحب بریلوی کے پاس لے کر گئے مجھے بیعت کرانے کے لیے بنک کے کوئی بڑے آفیسر تھے۔ ناظم آباد کراچی میں رہتے تھے۔ استاد صاحب نے مجھے ارشاد فرمایا کہ آج ایک بڑی شخصیت سے ملاقات کرتے ہیں ہم جب ان کے گھر پہنچے۔

ہم اندر کمرے میں داخل ہوئے تو ایک آدمی تینوں میں سے زیادہ عمر رسیدہ نظر آ رہے تھے خصوصیت سے ان کے ساتھ ملاقات ہوئی سلام کلام ہوا۔ عاجز کو بتایا گیا کہ پیر صاحب عبدالمجود بریلوی ہیں جو عمر میں بہت زیادہ ہیں۔ میرے استاد صاحب نے عرض کیا کہ میں آپ کے پاس یہ لڑکا لایا ہوں اسے قبول فرمائیں۔ فرمانے لگے بندہ حج کرنے جا رہا ہے۔ جب واپس آؤں گا تو بیعت کر لوں گا۔ مجھ سے پوچھا کہ تمہارا علاقہ کون سا ہے؟ میں نے عرض کی چکوال۔ تو فرمانے لگے وہاں حضرت مدنی بریلوی کے خلیفہ مجاز تشریف رکھتے ہیں۔ ان سے بیعت ہو جاؤ۔ دل میں عقیدت پہلے بھی تھی ان پیر صاحب بریلوی کے جملے نے سونے پر سہاگے کا کام کیا پھر جب عاجز چھٹی آیا تو بیعت ہو گیا۔ مجھے اتنا یاد آ رہا ہے کہ حضرت قاضی بریلوی نے مجھے خط لکھا کہ میں نے تجھے اپنی بیعت میں شامل کر لیا ہے۔ وہ خط محفوظ نہ رہا اس دوران راقم الحروف دو سال کے لیے جدہ سعودی عرب چلا گیا۔ وہاں بھی حضرت بریلوی کے ساتھ خط و کتابت جاری رہی۔ ایک دفعہ میں نے عرض کی کہ اگر حرمین شریفین آنا ہو تو میرے پاس آئیں۔ فرمانے لگے میں وہاں مہمانی کے لیے نہیں جاتا کہ کھانا آج اس کے گھر ہے۔ کل دوسرے کے گھر۔ بہر حال حضرت قاضی صاحب بریلوی کی نظر میں عبادت تھی، اللہ کی رضا مندی مطلوب تھی، نہ کہ دعوتیں یا دنیاوی شان و شوکت۔

معتدل پالیسی

مدرسہ اظہار الاسلام چکوال میں عاجز کی تقرری بطور نائب ناظم ۱۹۸۱ء کو ہوئی۔ دو سال حضرت جی بیٹے کے درس قرآن اور تقاریر سے زیادہ مستفید ہوا۔ بالآخر والد صاحب مرحوم کی بیماری کی وجہ سے رخصت چاہی۔ اس دوران گاہے بگاہے تقریر کے لیے جانا، دو تھامیری باتوں سے بعض لوگ محظوظ ہوتے۔ اور میری ڈیوٹی جمعہ پڑھانے کے لیے تھوہا بہادرنگی، ان دنوں زیر شاہ مرحوم بڑے زوروں پر تھے۔ اہل سنت والجماعت کی مخالفت میں آگے آگے تھے۔ عاجز نے جمعہ پر تقریر کی اور رضا خانی امت کی علمی حیثیت واضح کی جس سے رضا خانی مجبور ہو کر چکوال آئے اور مولوی زیر شاہ مرحوم کو لے گئے اور جوابی تقریر کے لیے کہا گیا۔ شاہ صاحب نے تقریر کی۔ اس کے بعد عاجز کو سختی سے منع کر دیا گیا کہ آئندہ کٹیج پر رضا خان یا بریلوی کا نام لے کر تردید نہیں کرنی عقیدہ بتا دینا ہے۔ عوام سادہ ہیں علماء ان کو خراب کرتے ہیں اور حضرت بیٹے کی اس پالیسی سے آج گاؤں کے گاؤں دیوبندی اہل سنت والجماعت بن چکے ہیں۔ پالیسی معتدل تھی جس سے زیادہ نفع ہوا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تحفظ

ایک دفعہ حضرت صاحب بیٹے نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غلط کہتے ہیں حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ قرآنی موعودہ خلافت ہے۔ مودودی نظریہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک غلطی ہوئی ہے جسے غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو مودودی نظریہ شیعہ نظریہ میں ہے۔ صرف نام کی تبدیلی ہے کام اور عقیدہ دونوں کا ایک ہے۔ فرمایا..... ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہیں اور اجتہادی خطا ماننے کی وجہ سے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع ہوتا ہے۔ فرمایا... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو لوگ تاریخ کے معیار پر پرکھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ قرآن نے ان کو رضا مندی کی سند عطا فرمادی ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوانہ اور آپس میں شیر و شکر تھے۔ کوئی رنجش نہیں تھی قرآن نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام بیان کرتے ہوئے فرمایا اشداء علی الکفار رحماء بینہم کفار پر سخت تھے اور آپس میں رحم دل تھے۔

وفات حسرت آیات

میں صبح سویرے سکول جا رہا تھا راستے میں پادشہان سے امان فوجیہ کی سنا۔ وہیں سے انہیں چل دیا۔ برآدی اپنی جگہ پریشان حال تھا مگر اللہ کے قانون کو کون روک سکتا ہے۔

مجھے ایک واقعہ یاد آیا ہے کہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع بیسید صاحب فوت ہوئے۔ ورگی کراچی حاضری ہوئی وہاں مسجد میں حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی بیسید نے کچھ دیر وعظ فرمایا۔ حضرت تھانوی بیسید کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت تھانوی بیسید کی وفات کے بعد مفتی کفایت اللہ بیسید کو کسی عالم نے خط لکھا کہ تھانوی صاحب بیسید فوت ہو گئے ہیں۔ اگر مسئلہ پوچھنا پڑا تو کس سے پوچھیں گے؟ مفتی صاحب کفایت اللہ نے جواب میں لکھا کہ مولوی صاحب آپ کو مسئلہ بتانے کے لیے ہم جیسے کئی مفتی موجود ہیں۔ اگر ہمیں ضرورت پڑی تو ہم مسئلہ کس سے پوچھیں گے۔ یہی صورت حال حضرت قاضی صاحب بیسید کی وفات کے بعد کی ہے بڑے بڑے علماء بھی حضرت قاضی صاحب بیسید سے استفادہ کرتے نظر آتے تھے۔ اب وہ کدھر جائیں؟

صاحبزادہ گرامی سے توقعات

حضرت مولانا محمد قاضی ظہور الحسن صاحب حضرت صاحب بیسید کے فرزند ارجمند ہیں اور لائق فرزند ہیں۔ اور حضرت قاضی صاحب بیسید کے علمی وارث بھی ہیں۔ موجودہ سالانہ کانفرنس ہمیں میں درس قرآن دیا اور دلائل و براہین کی روشنی میں خلافت راشدہ کا اثبات کیا۔ رافضیت و خارجیت کا پردہ چاک کیا۔ قاضی صاحب کا وسیع مطالعہ ہے۔ بالغ نظری ہے۔ شجاعت و دلیری سے بات کرتے ہیں۔ تقریر میں ربط و تہمت ہے۔ بے ربطی نہیں ہوتی۔ امید و دعا ہے کہ حضرت قاضی بیسید نے جو عہدہ تفویض کیا اس پر پورے اتریں۔ ایک ولی اللہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ حقیقت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ نظر آ رہا ہے کہ صاحبزادہ صاحب جلد ہی اعلیٰ مقام حاصل کر لیں گے۔ اس لیے کہ ان میں جذبات کم سنجیدگی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے۔ حضرت قاضی صاحب بیسید کا مدرسہ تعلیم النساء و اطفالہ الاسلام و دیگر مدرسہ کی شاخیں حضرت قاضی صاحب بیسید کی علم دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حضرت کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین

قاضی صاحب رحمۃ اللہ کی محنت کا اثر

☆ کچھ جناب ماسٹر محمد یوسف

احباب کا تقاضا ہے کہ سیدی مرشدی شیخ طریقت و شریعت یادگار سلف و کلیل صحابہ رضی اللہ عنہم نمونہ اکابر علمائے دیوبند اور اہل سنت و جماعت کے حقیقی خادم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین قدس سرہ کے حالات زندگی پر تحریری یادداشت لکھوں۔ الحمد للہ حضرت اقدس بیٹے سے طویل رفاقت نصیب ہوئی۔ 1948ء سے لے کر شب آخر تک تقریباً چوں سال حضرت والا کے ہمراہ گزارے۔ سفر و حضر درس و تدریس اور تبلیغی اسفار میں خدمت کا موقع ملا۔

ملک میں باطل فرقوں پر مرزائی، خارجی، مودودی اور شیعہ فرقہ کی یلغار کا دفاع اور اہل سنت والجماعت کا تحفظ آپ کی زندگی کا گویا مشن تھا۔ تقریر و تحریر کے ذریعے اسی میں زندگی گزار دی سال ہا سال جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ رہ کر کام کیا۔ جمعیت علمائے اسلام سے علیحدگی کے بعد تحریک خدام اہل سنت کے تحت آخر تک سنی مذہب کے تحفظ کا فریضہ انجام دیا۔

1948ء سے پہلے علاقہ چکوال

چکوال کا علاقہ سینکڑوں دیہات پر مشتمل ہے زمین اکثر بارانی ہیں لوگ محنتی اور جفاکش ہیں۔ مذہبی طور پر اکثریت سنی مذہب کی پیروی کرتا ہے۔ تبلیغ نہ ہونے کی وجہ سے کئی دیہات میں کئی گھر شیعہ ہو گئے۔ سالانہ مجالس اور ماتمی جلوس وغیرہ سے کئی دیہات شیعوں کی لپیٹ میں آ گئے۔ اہل سنت والجماعت کا علاقہ بھر میں کوئی مدرسہ یا مبلغ نہ تھا۔

اپنی پیرروایتی انداز میں سال کے بعد دیہات کا دورہ کرتے۔ دم وغیرہ کرتے اور شرینی لے کر چلے جاتے۔ جمعہ کی نماز عربی خطبہ تک محدود تھی۔ کہیں کہیں مساجد میں ناظرہ قرآن مجید پڑھانے کا ہی

انتظام تھا۔ ان حالات میں حضرت قاضی صاحب نے محلہ کی مسجد میں نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید شروع فرمایا۔ محلہ کے احباب کے علاوہ گاؤں کے لوگ بھی درس میں آنے لگے۔ اور یہ سلسلہ چکوال آنے تک جاری رہا۔ ہمیں کی جامع مسجد میں جمعہ کا سلسلہ شروع تھا۔ آپ نے نماز جمعہ سے پہلے تقریر کا سلسلہ شروع فرمایا جس میں قرآن و سنت کی روشنی میں مذہب اہل سنت والجماعت کے مسائل و دلائل کے ساتھ آسان طریقہ سے سمجھائے، بدعات کا رد، عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم، توحید و رسالت کی عظمت کا تذکرہ خصوصیت سے بیان فرماتے۔ باطل فرقوں کی تردید بھی دلائل سے فرماتے تھوڑے ہی عرصہ میں اہل سنت کے اندر بیداری کی لہر پیدا ہو گئی مسجد نمازیوں کے لیے تنگ ہو گئی اور اس کی توسیع کی گئی۔ فاروقی مسجد کے ساتھ ایک مکان میں مدرسہ اظہار الاسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ ایک مدرسہ کی تبدیلی کے بعد مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی مدرسہ مقرر ہوئے۔ طلبہ کو کتابیں اور بسترے مہیا کئے گئے۔ اور کھانا وغیرہ کے لئے گھر میں ہی بندوبست کرادیا۔ مقامی احباب میں سے راقم الحروف، صوفی سلطان، صوفی نور خان مرحوم اور چند دوسرے احباب نے ترجمہ قرآن مجید شروع کیا۔ مولانا عزیز الرحمن حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور پختہ عالم دین تھے۔ تحریک ختم نبوت میں حضرت صاحب کے گرفتار ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد مولانا یہاں سے چلے گئے۔

ابھی مدرسہ کو جاری ہوئے تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا۔ کہ تحریک ختم نبوت بھی چل پڑی تھی۔ حضرت قاضی صاحب نے علماء کے ہمراہ گاؤں، گاؤں ختم نبوت کی عظمت اور مرزائی فتنہ کی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کیا اور علاقہ بھر میں مرزائیوں کے خلاف نفرت پھیل گئی۔

تحریک ختم نبوت کے لئے گرفتاریاں ایک منظم طریقہ پر شروع کی گئیں۔ ضلع جہلم سے پہلے جمعہ پر حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد گنبد والی جہلم نے نماز جمعہ کے بعد جلوس کی شکل میں احباب سمیت گرفتاری دی۔ دوسرے جمعہ پر حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈوبلی والوں نے گرفتاری دی۔ شاہ جی مسجد میں جارہے تھے۔ کہ پولیس نے تھانے لے جا کر گرفتار کر لیا۔

تیسرے جمعہ پر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کے بعد گرفتاری دی اور کئی ماہ تک جیل میں رہے۔ میں نے جیل میں ایک عریضہ لکھا۔ جس کے جواب میں فرمایا۔ کہ تمہارا وہاں پر کام کرنا ضروری ہے۔ اسی مکتوب گرامی کا ایک جملہ زندگی سنوانے کے لیے کافی ہے فرمایا۔

مرضی مولانا ازہمہ اولی

معلوم ہوا کہ رضائے الہی ہی مقصود زندگی ہے حضرت اقدس کو تمام زندگی اسی جملہ کی عملی تفسیر پایا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی وفات کی خبر سن کر۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے رخصت ہونے پر، حضرت جہلمی رحمہ اللہ کی جدائی پر، حضرت مولانا نذیر اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی وفات پر جیل میں ہمشیرہ صاحبہ کی وفات پر قتل کیس میں تمام مدرسہ اور احباب کی گرفتاری پر، مقدمہ قتل میں ساتھیوں کو سزا ہونے پر، اختیار الحسن کے سزائے موت کا حکم سننے پر، اور ہائی کورٹ سے سب کے سب بری ہونے پر دیکھا۔ کہ حضرت اقدس مجسمہ صبر و رضا ہیں۔ ذلک فضل اللہ (الایہ).....

تبلیغی کام پر بات ہو رہی تھی۔ اس سلسلہ میں گاؤں گاؤں تبلیغی جلسوں، اور سنی کانفرنسیں شروع ہوئی۔ جو عموماً 9 بجے دن سے نماز عصر تک ہوا کرتیں۔ ان میں ملک بھر کے جید علماء کرام اور نعت خوان مدعو ہوتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند سالوں اہل سنت کو مذہب سے لگاؤ پیدا ہو گیا اور حق و باطل میں فرق سمجھ میں آنے لگا۔ حضرت جی کا تبلیغی کام ان فرط و تفریط سے ہٹ کر خالص اصلاحی طرز پر چلتا رہا۔ دلائل سے بدعات کا رد، دلائل سے عظمت صحابہؓ، دلائل سے خلافت راشدہ کا اثبات، دلائل سے کلمہ اسلام کا تحفظ اصلی اور نقلی میں فرق اور دلائل سے ہی صحابہ کرام کا معیار حق ہونا ثابت فرماتے۔ تبلیغی کام میں حضرت جی کے بنیادی معاون اور رفیق کار حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب رحمہ اللہ خطیب جامع مسجد گنبد والی جہلم تھے۔ جنہوں نے اس عظیم کام میں دن رات ایک کر رکھا تھا۔ حضرت جہلمی رحمہ اللہ کے اخلاص و للہیت کا یہ عالم تھا، کہ کبھی کرایہ وغیرہ یا سفر خرچ کی کمی بیشی یا ہونے نہ ہونے کا ہم نے سنا تک نہیں۔ سواری ہے یا پیدل، سائیکل پر جانا ہے یا تاکہ پر یہ سوال کبھی نہ سنا، گاڑی اور کار کا کوئی مطالبہ نہیں دیکھا گیا۔

حالانکہ آپ طبعاً نازک مزاج تھے۔ لیکن دینی کاموں میں قدم راسخ اور ولولہ مجاہدانہ تھا۔ آواز قدرتا بلند اور دل کو موہ لینے والی تھی۔

غرض حضرت قاضی صاحب تبلیغی کام عظمت صحابہ کرامؓ اور رد شیعہ جو علاقہ میں تقابلی کی وجہ سے بھی ضروری تھا خوب کیا اور اس کے علاوہ اہل سنت کے نظریات سے ہٹ کر جو فتنہ ملک یا علاقہ میں اٹھا آپ نے دلائل سے اس کا رد فرمایا۔

جماعت اسلامی کے امیر ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے عصمت انبیاء۔ عظمت صحابہؓ اور خلافت راشدہ کے خلاف گمراہ کن نظریات کتابوں میں پھیلانے تو آپ نے ان کا مکمل رد فرمایا۔ اور کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اسی طرح خارجیت کے جراثیم ملک بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔ محمود احمد عباسی نے خلافت

دلوکیت لکھ کر اس فتنہ کا حکم کھلا پر چار کیا۔ اور جب مولانا محمد اسحاق صدیقی صاحب اس فتنہ کا شکار اور لٹ اور اندیشہ تھا۔ کہ وہ علما جن کا گہرا مطالعہ نہیں ہے متاثر ہوں گے تو آپ نے ایک ”مہم کتاب“ خارجی فتنہ حصہ اول“ شائع فرمائی۔ جس کی تائید ملک بھر کے اکابر علمائے اہل سنت نے کی۔ پھر ”خارجی فتنہ حصہ دوم“ تحریر فرمائی۔ خارجیوں کی طرف سے کئی رسائل اور کتابیں شائع کی گئیں آخر آپ نے ”کشف خارجیت“ لکھ کر اس فتنہ کی مکمل سرکوبی کی۔ علماء اہل سنت والجماعت خصوصاً اور احباب اہل سنت عموماً حضرت اقدس قدس سرہ کی اس عظیم علمی تصنیف کا بغور مطالعہ فرمائیں۔

مرزا نیت

مرزا غلام قادیانی آنجنمانی نے انگریز کی سرپرستی میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ہزاروں لوگ اس کے دجل کا شکار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملعون کی سرکوبی کے لیے حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب رحمہ اللہ دیر (والد ماجد حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ) کو میدان میں آنے کی توفیق عطا فرمائی آپ نے مرزا قادیانی کو انگریز کی عدالت میں رسوا کیا۔

مرزا قادیانی کو قید اور جرمانی کی سزا ہوئی جس کی مکمل روداد ”تازیانہ عبرت“ میں چھپ چکی ہے۔ 53 اور 72 کی ختم نبوت کی تحریکوں میں حضرت قاضی صاحب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا حتیٰ کہ مرزائی سرکاری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ جہلم شہر کے کئی مرزائی گھرانے اور چکوال شہر کے چند مرزائی گھر مسلمان ہو گئے۔ جامع مسجد خاتم النبیین جہلم انہیں مرزائی گھرانوں کے مسلمان ہونے پر حضرت جہلمی کی تحویل میں دے دی گئی جس کو نئے انداز میں شاندار طور پر تعمیر کیا گیا۔

تبلیغی کام میں تسلسل

حضرت قاضی صاحب نے بے سرو سامانی کے عالم میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ارشاد پر امدادیہ مسجد متصل گورنمنٹ کالج 1955ء میں مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام کی ابتداء فرمائی۔ مسجد شہری آبادی سے باہر واقع تھی۔ حاجی احمد حسین صاحب مدرسہ کے ناظم تجویز ہوئے۔ حاجی صاحب مرحوم بڑے مدبر دیانت دار اور جفاکش تھے۔ جمعہ کی نماز کے لئے دیہاتوں سے احباب سائیکلوں پر اور پیدل چکوال پہنچ جاتے۔ حضرت قاضی صاحب طویل بیان فرماتے۔ تھوڑے عرصہ میں مسجد کا وسیع ہال نمازیوں سے بھر جانے لگا۔ جمعہ کے لیے موجودہ مدنی مسجد کے محلہ والوں کا ایک دفعہ حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں

حاضری کا اتفاق ہوا تو انہوں نے جمعہ شہر میں پڑھانے کی پیش کش کی۔ حضرت قاضی نے ان سے فرمایا کہ آپ کو میری وجہ سے تکالیف آئیں گی میں نے تو کام کرنا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پھر آپ چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس لئے غیب سوچ لیں۔ وہ کہنے لگے کہ ہم فیصلہ کر کے آئے ہیں آپ تشریف لے آئیں اور جمعہ شروع فرمائیں۔ آپ رضامند ہو گئے اور جمعہ دینی مسجد میں شروع ہو گیا۔ کتابی شعبہ امدادیہ مسجد میں قائم رہا۔ اور آج ماشاء اللہ پورے دو صد طلباء شعبہ کتب میں زیر تعلیم ہیں اور حضرت مولانا قاری جمیل الرحمن صاحب کی سرپرستی میں جامعہ عربیہ انظہار الاسلام کا شعبہ کتب ترقی پذیر ہے۔ مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ شہر کی کئی مساجد اور ملحقہ دیہات میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

شعبہ تعلیم النساء

نامساعد مالی حالت کے باوجود حضرت اقدس سرہ نے صوفی شیر زمان صاحب کے مکان کے بالائی حصہ میں تعلیم النساء کا شعبہ حفظ قائم فرمایا جس کو بہت جلد ترقی نصیب ہوئی۔ شعبہ حفظ میں سینکڑوں طالبات علاقہ بھر کے علاوہ سرحد اور دور دراز علاقوں سے داخلہ کے لیے آنے لگیں۔ مدنی مسجد کے عقب میں جگہ پر چار منزلہ عمارت تعمیر ہو گئی وہاں منتقلی کے ساتھ ہی خالد منزل کی وسیع عمارت خرید کر تعلیم النساء شعبہ کے حوالے کر دی گئی۔ ماشاء اللہ تعلیم النساء کا شعبہ جس کی ترقی حضرت اقدس کی اہلیہ مرحومہ کے حسن انتظام اور محنت کا مرہون منت ہے اس وقت ساڑھے چار صد کے قریب طالبات زیر تعلیم ہیں۔ شعبہ حفظ کے علاوہ تجوید اور وفاق المدارس کے تحت کتابی شعبہ کی طالبات بھی زیر تعلیم ہیں۔ جس کا انتظام حضرت اقدس کے داماد مولانا حافظ زاہد حسین صاحب رشیدی کے سپرد ہے۔ حافظ صاحب ماہنامہ حق چار یاڑ کے ایڈیٹر بھی ہیں۔

مدنی جامع مسجد میں شعبہ حفظ قرآن مجید ہے شہر کی کئی مساجد میں ناظرہ اور حفظ کے شعبے قائم ہیں جہاں سینکڑوں طلباء زیر تعلیم ہیں۔ شہر کے علاوہ کئی دیہات میں حفظ و ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہے۔ یہ سب حضرت قاضی صاحب کی محنت کا اثر ہے۔

جمعیتہ علمائے اسلام اور تحریک خدام اہل سنت

جمعیتہ علمائے اسلام کا منشور اور پالیسی اہل سنت والجماعت کے عقائد و نظریات کا تحفظ تھا۔ اس کے ساتھ چند جماعتوں کا اشتراک عمل بھی رہا۔ لیکن بعد میں سیاسی اتحاد کو وسعت دینے کے لئے جماعت

اسلامی اور خاکسار تحریک کو بھی شامل کیا گیا۔ حضرت قاضی صاحب مرکزی شورٹی کے رکن تھے۔ اور مرکزی شورٹی کا اجلاس ڈھاکہ میں طلب کیا گیا تھا۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مودودی اور خاکسار کے ساتھ اتحاد سے ناخوش تھے۔ میں ان دنوں مل سکول چکوال میں پڑھاتا تھا۔ ترجمان اسلام میں اجلاس کی خبر پڑھی تھی۔

سکول سے چھٹی کے بعد چکوال گیا حضرت صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں مودودی اتحاد کی وجہ سے بنگال کے اجلاس میں نہیں جا رہا۔ فرمایا علمائے اسلام میں کام کرنے کا مقصد اہل سنت کے حقوق کا تحفظ اور ان کی سیاسی ساکھ بحال کرنا ہے۔ مودودی جماعت سے ہمارا اصولی اختلاف ہے۔ ان کی شمولیت سے وہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے اور یہ جماعتی منشور کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے میں نے مولانا ٹس الدین صاحب ناظم جمعیت علمائے اسلام کو استعفیٰ دینے اور حاضر نہ ہونے کی اطلاع دے دی ہے فرمایا! ٹھہرو میں تحریر لاتا ہوں پھر حضرت اقدس نے وہ خط جو مولانا کو لکھا تھا۔ مجھے دیا فرمایا کہ پڑھ لو۔ میں نے خط پڑھا اس میں اسی اختلاف کی اطلاع تھی۔ ان دنوں حضرت قاضی صاحب مدنی مسجد کے اندر ایک چھوٹے سے حجرے میں قیام پذیر تھے۔

تحریک خدام اہل سنت کی ابتدا اہل سنت والجماعت کے حقوق کے تحفظ کے لئے حضرت پیر خورشید احمد صاحب خلیفہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ہوئی۔ لاہور مرکزی اجلاس ہوا جس میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریک کے امیر اور بعد میں حضرت چلمی رحمۃ اللہ علیہ صوبہ پنجاب کے امیر تجویز ہوئے۔

تحریک خدام اہل سنت کے امیر کی حیثیت سے آپ نے ملک میں اور خصوصاً علاقہ چکوال کی سیاست میں اتنا حصہ لیا جس سے سنی مذہب اور سنی مسلمانوں کو فائدہ پہنچے اور دوسرے فرقے کے افراد جو قلیل تعداد میں ہیں۔ ان کی سیاسی برتری قائم نہ ہو۔

افسوس کہ اہل سنت کے سیاسی زعماء نے اہل سنت کے ووٹ تو لئے لیکن اہل سنت کے حقوق کا تحفظ نہیں کیا۔ بہر حال حضرت قاضی صاحب نے دائیں اور بائیں بازو کی حمایت کی بجائے سنی مذہب کو بحال رکھنے کی فکر اپنائی۔ جس کے بعد اللہ اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ باطل کی یلغار سے سنی افراد اور سنی موقف محفوظ رہا۔ ان شاء اللہ تحریک خدام اہل سنت جانشین قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور احسین صاحب اظہار غلطہ کی قیادت اسی موقف کو اپناتے ہوئے اہل سنت والجماعت کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتی رہے گی۔ اللہم آمین

عقائد حقہ کے اندر پنچنگی

سکھ مولانا محمد عثمان

تاریخ اسلام کے ہر دور میں علمائے حق نے دین کی حفاظت، کفر و الحاد اور شرک و بدعت کے مقابلے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کیں اور اس مقصد کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔

علمائے دیوبند کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات اظہار من القس ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آخری دور میں حضرات علمائے دیوبند سے اپنے دین کی جو خدمت لی ہے اور انہیں زندگی کے ہر شعبے میں جن علمی، دینی اور سیاسی کارناموں کی توفیق بخشی کسی بھی معقول انسان کو ان کا اعتراف کیے بغیر چارہ کار نہیں۔

انہی علماء سے فیض یافتہ ایک عظیم ہستی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ ضلع چکوال کے ایک قصبہ موضع بھیں میں ۱۰ اذی الحجہ ۱۳۳۶ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد مناظر اعظم مولانا کریم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ پھر موقوف علیہ تک دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں پڑھتے رہے ۱۹۳۸ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں وقت کے نامور اساتذہ کرام و علمائے دین سے فیض حاصل کیا۔ جن میں شیخ العرب والعم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ، مہتمم دارالعلوم دیوبند امام ادب حضرت مولانا اعجاز علی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا جبر مبارک شاہ رحمۃ اللہ علیہ، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ تھانوی جیسی باکمال شخصیات شامل ہیں۔ آپ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا حق ادا کر دیا۔ ۱۹۵۵ء میں کل پاکستان جمعیت علماء اسلام ضلع جہلم کے امیر مقرر ہوئے۔ صدر ایوب کے مارشل لا دور میں جمعیت پر پابندی لگی تو قومی جماعت نظام العلماء پاکستان کے ضلع جہلم کے امیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں جمعیت علمائے اسلام

راولپنڈی ڈویژن کے امیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۵ء میں جمعیت علمائے اسلام پنجاب شمالی کے نائب امیر بنائے گئے۔

حضرت جہلمی رحمہ اللہ سے مثالی تعلق

حضرت قاضی رحمہ اللہ صاحب نے جمعیت کو خیر آباد کہنے کے بعد ۱۹۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت والجماعت کی بنیاد رکھی۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت جہلمی رحمہ اللہ نے مل کر کام کرنا شروع کیا۔ حضرت جہلمی رحمہ اللہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے لئے جماعتی سطح پر دائیں بازو کی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت رحمہ اللہ کو حضرت جہلمی رحمہ اللہ پر مکمل اعتماد تھا۔ اسی بناء پر انہیں اپنی جماعت کے لئے صوبہ پنجاب کی امارت سپرد فرمائی۔ ملک پاکستان اور آزاد کشمیر کے مختلف اضلاع میں یہ دونوں شخصیتیں مل کر دینی اور تبلیغی دورے کیا کرتی تھیں۔

حضرت قاضی رحمہ اللہ کو جس طرح حضرت جہلمی رحمہ اللہ پر مکمل اعتماد تھا اسی طرح حضرت جہلمی رحمہ اللہ کو حضرت قاضی رحمہ اللہ پر مکمل طور پر اعتماد تھا ایک دفعہ جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام مدنی مسجد جہلم میں ایک دینی پروگرام ہو رہا تھا سامنے اسٹیج پر یہ دونوں شخصیتیں تشریف فرما تھیں حضرت جہلمی رحمہ اللہ نے بیان کے دوران حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس مرد قلندر اور مرد وریش کو ہم نے ٹول کر دیکھا ہے خلوص، تقویٰ، للہیت اور سادگی ان کی رگ رگ میں پیوست ہے سب سے بڑی بات عقائد حقہ کے اندر پختگی ہے جس کا پرچار یہ بلا خوف و لومۃ لائم کرتے ہیں ہمیں ان پر مکمل اعتماد ہے۔

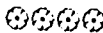
حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ فتنوں کے تعاقب میں

یوں تو علمائے دیوبند سے فیض یافتگان میں سے ہر کسی نے کسی نہ کسی فتنہ کا زبان اور قلم سے رد کیا ہے لیکن اس سوز پر آ کر دیکھا جائے تو یہ بات ماننے بغیر چارہ کار نہیں رہتا کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ ہی وہ شخصیت تھے جنہوں نے ہر آنے والے فتنہ کا زبان اور قلم سے رد کیا۔ خواہ وہ فتنہ پرویزیت ہو یا قادیانیت، فتنہ یزیدیت ہو یا خار جیت، فتنہ مودودیت ہو یا انضیصیت، فتنہ مہاتیت ہو یا فتنہ غیر مقلدیت، اس پر واضح اور بین ثبوت حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی تصانیف اور خاص طور پر ماہنامہ حق چار بار جگہ ہے جس میں سرفہرست حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا مضمون ہوتا ہے جس میں باطل

دائرہ تو میری ہی ہے، (واللہ اعلم) (۱۰۰۰) ۱۰۰۰

بکہ اس مصروفیت میں تفسیر پڑھانا ممکن ہی نہیں بلکہ وہ حضرات قلمبے نام پر اپنا مسلک پڑھاتے ہیں۔
طالب علم کے ذہن میں اپنے نظریات اور مسلک کو الاہات ہے اسی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت جاتی ہے
اس لئے اس مصروفیت میں وہ انہی کا ہو جاتا ہے جو پڑاؤ دس سال کے عرصہ میں اسے نہیں دیکھی تھی۔
یہاں پر گئی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت ہے۔
مطلب ہم کو صرف کتاب نہیں پڑھانی چاہیے بلکہ کتاب کے ساتھ اس کو اکابر محدثین کا مسلک و مشرب
کے عقائد و نظریات بھی پڑھائے جائیں اور اکابر محدثین کا ذوق و حیران بھی سکھایا جائے۔ اس لئے ہم
کے بڑے ادارے اگر اہتمام کریں تو جلد فائدہ کی امید ہے۔ اس بیان میں مکمل طور پر حضرت قاضی
صاحب محدث کی تائید ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب محدث کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ اور ہم کو ان
کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



محسن اللہ خان خدای، جہلم

قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب محدث اور مجاہد ملت حضرت مولانا
عبد اللطیف صاحب جہلمی محدث آپس میں جس طرح محبت و تعاون کا تعلق رکھتے تھے اسے دیکھ کر
رحماء بینہم کی عملی تفسیر اس دور میں نظر آتی تھی۔

بندہ تسلیم و رضاء

کچھ مفتی محمد صدیق ☆

احقر مدرسہ میں سبق پڑھانے کے لئے جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی باہر جا کر معلوم کیا تو مدرسہ کے طلباء نے قیامت برپا کر دینے والی خبر سنائی کہ چکوال سے ٹیلی فون کے ذریعے اطلاع ملی ہے کہ قائد اہل سنت وکیل صاحبہ رحمۃ اللہ حضرت مولانا قاضی منہر حسین صاحب رحمۃ اللہ کو غافل غافل سے دے گئے ہیں۔ حضرت والا شیخ العرب والعم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کے شاگردوں میں سے تھے ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد حضرت ترکیہ باطنی کے لئے حضرت مدنی رحمۃ اللہ سے رجوع فرمایا اور ان سے اصلاح قلبی کے سبق حاصل کئے۔ حضرت کی تربیت کا اثر آپ پر چڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ آپ حضرت کی تربیت میں کامیاب و کامران ہوئے تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ نے آپ کو طریقت میں مجاز بنایا۔ پھر کیا تھا حضرت والا رحمۃ اللہ نے تمام عمر علم ظاہر اور علم باطن کے پھیلائے میں صرف کر دی۔

ماشاء اللہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ کا جو فیض حضرت والا رحمۃ اللہ کو نصیب ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ نے اشاعت دین کے تمام شعبوں میں بڑی خدمات انجام دیں۔

علم ظاہر کی تعلیم و اشاعت کے لئے آپ نے چکوال شہر میں مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام کی بنیاد رکھی اور علاقہ بھر میں تیس سے زائد اس کی شاخیں طلباء اور طالبات کی دینی و علمی پیاس بجھا رہی ہیں۔

علم باطن اور ترکیہ نفس کے سلسلے میں حضرت والا رحمۃ اللہ کے متعلقین کی تعداد ہزاروں میں ہے جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے نفس کی اصلاح کروائی۔

دینی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے آپ رحمۃ اللہ نے وعظ و تقریر کا ایک طویل سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ ملک بھر میں سنی عوام کو بیدار کرنے کے لئے آپ سینکڑوں اجتماعات سے خطاب فرماتے تھے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص مشن تحفظ ناموس اصحاب رسول ﷺ، نظام خلافت راشدہ کا نفاذ اور مذہب اہل سنت علماء دیوبند کے عقائد کا پرچار اور تحفظ تھا۔ اسی پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر صرف کردی حتیٰ کہ اپنی صحت و بیماری کا بھی خیال نہیں کیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ظلم سہے لیکن اپنے مشن کو نہ چھوڑا۔ جو بات بھی علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف سمجھتے اس کے خلاف ڈٹ جاتے دیگر علماء سے سبقت لے جاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اور طریق کار ہمیشہ بے لچک ہوتا اور پھر اس سلسلے میں کسی نتیجہ کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

تصانیف و تالیف میں بھی آپ نے بڑی خدمات انجام دیں۔ مرزائیت، شیعیت کے علاوہ مودودیت کا بھی رد کرتے ہوئے آپ نے کئی کتابیں و رسائل لکھے۔

اتنا بڑا علمی مقام رکھنے کے باوجود حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیسا گر کا اثر تھا کہ آپ خالصتاً بندہ تسلیم و رضا بن گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی بلند ہمتی اولوالعزمی، مجاہدانہ کردار، استقامت علی الدین کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ محرمات تو ایک طرف مشبہات سے بھی کوسوں دور رہتے تھے۔ لیکن موت ایسی اہل حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں رہا ہے۔ اللہ جل شانہ حضرت کو اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اور ان کے فیض سے ہماری دنیا و آخرت بہتر فرمائیں۔

چکوال میں تھا جو نور کا مینار بجھ گیا
روشن تھے جس سے کوچہ و بازار بجھ گیا

دلائل نبوت میں سے ایک زبردست دلیل

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

حقیقت یہ ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کی جماعت مقدمہ رسول اکرم ﷺ کے دلائل نبوت میں سے ایک زبردست دلیل ہے اور ہر صحابی معجزات محمدیہ میں سے ایک ایک معجزہ کی شان رکھتا ہے کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ صحابی رسول ﷺ کی شان مقبولیت و محبوبیت، نور غلوس و تقویٰ اور مومنانہ ہمت و استقامت اور کسی فرد بشر میں نہیں پائی جاتی۔ رحمۃ اللہ علیہ (سنی مؤلف ص ۵۱)

سفینہ اہل سنت کا ناخدا چل بسا

☆ سید حافظ محمد الطاف منہاس

یہ نومبر ۱۹۰۲ء کی بات ہے جب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے خواری..... اس مرد درویش کی اذانِ حق سن کر بڑبڑا اٹھے۔ مرزا قادیانی جک عزت کا دعویٰ لے کر عدالتی دہلیز پر جا پہنچا اور مقدمہ جہلم کی عدالت سے گوردا سپور منتقل کرایا..... گوردا سپور کی عدالت بھی ہوئی ہے۔ مرزا قادیانی باوجود مدعی ہونے کے مجرم کی حیثیت سے عدالت میں کھڑا ہے اور وہ مرد حق پرست بھی دلائل کی بھرپور یلغار سے مرزا کو تکلیف ڈال رہا ہے..... انگریز جج بھی انگشت بدنداں ہے کہ آج تک عدالت میں بڑے بڑے مقدمے اور بڑے بڑے مجرم آئے مگر یوں رسوائی کے دریا میں غوطے کھاتا ہے بس مجرم میں نے آج پہلی مرتبہ دیکھا ہے بالآخر اس مرد درویش نے مرزائی کو دلائل کی رسی سے جب خوب گھسیٹ لیا تو انگریز جج نے انگریزی نی کی کو جرمانے دہر جانے کی سزا کا اعلان سنا دیا.....

گوردا سپور کی عدالت میں قادیانی کے گلے میں رسوائی کا بار ڈالنے والا مرد درویش ”آفتاب ہدایت“ لکھ کر رافضیت کے محل میں نقب لگانے والا مرد قلندر جسے اپنے بیگانے رئیس المناظرین مولانا کرم الدین دبیر بھٹہ کے نام سے جانتے اور مانتے ہیں۔ چکوال شہر سے ۱۳ کلومیٹر شمال مشرق میں واقع قصبہ بھمیں کے رہنے والے تھے۔ دیوبندی بریلوی مسلک کے لوگ آپ کے علمی مقام اور مناظرانہ صلاحیت کے گردیدہ اور معترف ہیں۔ آپ علمی مہارت، عملی طہارت، مناظرانہ پیچ و خم، جرأت، بہادری، دلیری جیسی بے شمار خوبیوں کے مالک تھے جو کہ مستقل عنوان و دیوان میں لکھنے کی متقاضی ہیں۔ آپ نے انہی خوبیوں کی نچ پر اپنی اولاد کی تربیت کی یہی وجہ ہے کہ آگے چل کر آپ کے صاحبزادگان مستقل عنوان کی حیثیت اختیار کر گئے آپ ہی کے لائق فرزند شہید ختم نبوت غازی منظور حسین شہید بھٹہ ہیں جنہوں نے راجپال ہندو افسر کو واصل جہنم کیا بعد ازاں کئی مروت کے جنگلات میں مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ آج بھی ان کی

بنوں روڈ پر مرقد مبارک ہر گزرنے والے کو درسِ حریت دے رہی ہے۔ مولانا کرم الدین بریلوی کے ہاں اکتوبر ۱۹۱۴ء کو جس طفلِ بامراد کی پیدائش ہوئی یہی آگے چل کر قومِ خودار میں صورِ انقلاب پھونکنے والے قائدِ اہل سنت وکیلِ صحابہ جو حضرت مولانا قاضی مظہر حسین بریلوی کہلائے۔ میری ان سطور میں موضوعِ سخن یہی عظیم شخصیت ہے۔ حضرت قاضی صاحب بریلوی نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی کے سایہٴ شفقت میں شروع کی اور بہت جلد ہی دینی و عصری علوم کی منازل طے کرتے ہوئے ۱۹۲۸ء میں ہائی سکول چکوال سے میٹرک اور ۱۹۳۴ء میں اشاعتِ اسلام کالج سے ماہرِ تبلیغ کو رس پاس کر لیا۔ ۱۹۳۷ء میں دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ سے دورہ حدیث شریف تک علومِ دینیہ کی پیاس بجھائی..... یہ وہ دور تھا جب برصغیر کی عظیم علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کا شہرہ آسمان کی بلندیاں چھو رہا تھا.....

دارالعلوم دیوبند کے فیضِ لاریب کو مالکِ کل مکان نے یہ شرف بخشا ہے کہ اس نے برصغیر میں بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم جہالت کے پردوں کا ظلم توڑا اور توحید و رسالت کے چراغِ جلائے ہیں۔ اور اس حقیقت کو بھی زمانہ جھٹلانے سے قاصر ہے کہ اس نکال سے نکلنے والے ہر سکے نے دنیا سے اپنا آپ منوایا..... اور ظلم و استبداد کے تند و تیز طوفان میں بھی علمِ حق سرنگوں ہونے دیا اور نہ گرنے ہویا..... اگرچے اس طائفہٴ حق شناس کے راستوں کو مسدود کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا مالنا کے جزیرے سجائے گئے..... خون کی ندیاں رواں کی گئیں..... حوصلے پابند سلاسل کئے گئے..... جذبے آہنی زنجیروں میں جکڑے گئے..... حتیٰ کہ کئی منچلے جرمِ حق گوئی کی پاداش میں سویلیوں کی نظر کر دیئے گئے مگر اس تمام کے باوجود نہ تو یہ کارواں ظلمات کی بہتی نیلے کے آگے رکا اور نہ ہی میر کارواں وعدہٴ معاف گواہ بنے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبند کا نام آتے ہی تاریخ کے صفحات مارے ادب کے اپنے قرطاس کو قلم کی نوک کے آگے جگہِ تعظیسی بجالانے پر مجبور کر دیتی ہے..... دارالعلوم دیوبند کی انہی دینی و علمی خدمات سے متاثر ہو کر مولانا کرم الدین دبیر بریلوی نے اپنے ہونہار فرزند ارجمند حضرت قاضی مظہر حسین بریلوی کو اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۳۸ء میں ایک رقعہ بنام شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی بریلوی دے کر دارالعلوم بھیج دیا اور دارالعلوم کا پاکیزہ ماحول..... علم کی محافل..... عمل کا جذبہ..... سب کا سب عظیم سعادت مندی تھی لیکن حضرت قاضی صاحب کی قسمت کے کیا کہنے کہ ان ساری سعادتوں کے ساتھ ساتھ ان اساتذہ کی محبت و قربت نصیب ہوئی جن کی عظمت و توقیر پر زمانہ رشک کرتا ہے۔ بالخصوص حضرت مولانا حسین احمد مدنی بریلوی جن کے نام پر تاریخِ برصغیر کی طریقت و سیادت کو مان و ناز ہے۔ جن کی محبت سے فیض پانے

والے مریدین شام و صبحین برصغیر کے سارے خطے کو اپنے رنگ میں رنگ گئے۔ گوہر کا قاضی صاحب نے عرصہ دیکھ کے رچھ طریقہ و اسلوب کے سبق بھی پڑھنے شروع کر دیئے۔ ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اس فیض لاریب ان برکات و انوارات کو سمیٹ کر اپنے ملاقاتے میں بھٹل ہو گئے۔ ابھی دو سال کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ راضیہ کے اکسائے پر ایک شخص نے ذاتی نو میٹ کے بجائے کو بنیاد بنا کر آپ پر حملہ کر دیا آپ نے دفاعی وار کیا بڑا بد موسوی ثابت ہوا اور وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ ۱۹۴۱ء میں آپ کو اسی مقدمہ کی بنیاد پر عرقید کی سزا سنائی گئی۔ آپ کی اسیری پنجاب کی مختلف جیلوں میں گزری جو آٹھ سال کے عرصے پر محیط تھی اس دوران جہاں برصغیر کی تقسیم کا واقعہ رونما ہوا وہیں امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی زمانے کے ایام کی گردش آنکھ پھولی کھلتی رہی، جہاں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بیعت و خلافت سے نوازا اور آپ ان کے خلیفہ مجاز بن گئے۔ وہاں اس سعادت و عظمت کے ساتھ ساتھ ہی اسی اسیری کے دوران آپ کے والد گرامی حضرت مولانا کریم الدین دہرہ بٹالہ اور آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال اور عازمی منظور حسین رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت جیسے دلخراش واقعات بھی رونما ہوئے۔ مگر اس مردِ فقیہ نے شکر و بیخوشی سے فیصلہ صادق کے فعلوں کو قبول کیا..... ۱۹۴۹ء میں رہائی کے بعد نئے عزم اور نولے سے اپنے آبائی علاقہ چکوال (جو کہ جہالت کی اندھیر مگر اور اہل بدعت و فساد کی آماج گاہ بنا ہوا تھا) میں دینی مسلکی جدوجہد کا آغاز کیا..... اسی دوران ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک چلی۔ عشاقِ رسول ﷺ سر بکف ہو کر میدانِ کارزار میں کود پڑے پورے ملک کے علماء نے جیل و بھر و ہم کا اعلان کر کے جیلیں آباد کرنی شروع کر دیں..... حضرت والا نے بھی جہلم کی مشہور دینی درس گار کشن جہلمی جامعہ حنفیہ میں قادیانیت کے شجر نامہ اور پر باعد از تقریر زوردار آرا چلا کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا اس دوران آپ کی اسیری کا اکثر حصہ منگمری (ساہیوال) جیل میں گزرا..... حضرت والا کو جہاں باری تعالیٰ نے علم و عمل سے نوازا وہاں پر آپ کو جرات و بے باکی، ہمت و بے خوفی بھی اپنے خاندان سے ورثے میں ملی تھی۔ ایوبی دور میں جب قادیانیت کے خلاف بولنا یا لکھنا جرمِ عظیم تصور کیا جاتا تھا چکوال شہر میں کسی منچلے جیلے نے قادیانیت کے خلاف لکھائی کر کے شہر کے در و دیوار کر مراد یا اس واقعہ سے انتظامیہ میں کھلبلی مچ گئی۔ بسیار کوشش کے باوجود جب مطلوبہ شخص گرفتار نہ ہو سکا تو انتظامیہ نے مذکورہ واقعہ کی مذمت کی اور ذمہ دار کو قراوقی سزا دینے کا مطالبہ کیا مگر جب حضرت والا سے پوچھا گیا کہ اس واقعہ میں آپ اپنے مدعا سے مطلع کریں تو حضرت والا بزبانِ مال یوں گویا ہوئے.....

”کہ تف ہے ان مولویوں پر جو منبر و محراب سے عشق رسول ﷺ کے نعرے بلند کرتے ہیں اور اگر کوئی عاشق صادق اپنے جذبات کا اظہار کر دے تو اس کو سزا دلوانے کی باتیں کرتے ہیں..... مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ یہ کس نے لکھا ہے لیکن اگر معلوم ہو جائے تو میں مذکورہ عاشق صادق کے ہاتھ چوم لوں گا۔“

۱۹۶۵ء میں جب جہلم روڈ چکوال شہر میں واقع احمدی فرقہ کے لوگوں نے پیکر پر حکومتی اجازت نامے کے ساتھ جلسہ کرنے کا اعلان کیا تو عین جلے سے چند لمبے قبل حضرت والا اپنی مسجد سے تلوار لے کر نکلے اور بازار سے آواز لگاتے ہوئے گزرے کہ ”لوگو! تم کس لئے زندہ ہو کہ تمہارے ہوتے ہوئے ختم نبوت کے ڈاکو لاؤڈ سپیکر پر آزادی سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ تلوار لہراتے بھڑھوئے شیر کی گرج سن کر شہر کے تاجروں نے بازار بند کر دیئے اور حضرت کے ساتھ ہو لئے آپ ایک بڑے جلوس کی شکل میں جب مذکورہ جگہ پہنچے تو ضلعی انتظامیہ کے افسران بالا آڑے آگئے اور ایک لمبی لکیر کھینچ کر کہنے لگے کہ جماعت احمدیہ والوں نے اجازت لے کر اس جلے کا انعقاد کیا ہے لہذا اگر کسی نے اس لکیر کو کراس کرنے کی کوشش کی تو اسے گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ خالد دینا حال کراچی میں کفن لہرانے والے حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا یہ روحانی فرزند لکیر کراس کر کے افسران کو (بزبان حال) یوں مخاطب ہوا..... ”اے بھتہ خورو! اگر ہمت ہے تو ختم نبوت کے در کے اس پہرہ دار پر گولی چلاؤ!“ انتظامیہ منہ نکلتی رہی اور آپ نے نہ صرف جلسہ بند کر دیا بلکہ پھر چکوال کی تاریخ میں آج تک قادیانیوں کا اعلانیہ جلسہ نہ ہو سکا۔ حضرت والا جس طرح طبیعت کے انتہائی نرم..... شفیق و مہربان..... سادگی و تقویٰ کے پیکر اور حد درجہ مہمان نواز تھے ویسے ہی عقیدے اور مسلک کے اعتبار سے فولادی چٹان تھے..... انہوں نے بیگانوں کی پرواہ کئے بغیر مسئلہ حق کو نہ صرف بیان کرنا بلکہ بغیر لگائی لپٹی کے بیان کرنا حضرت والا کا عمر بھر کا وظیرہ رہا بعض معاصرین کا خیال ہے کہ حضرت والا اپنے موقف کے اعتبار سے انتہائی سخت تھے لیکن صاحب فراست لوگ جانتے ہیں کہ نفس پرستی اور مصلحت پسندی کے اس دور میں جب کہ ہر خاص و عام حقیقت حال بیان کرنے سے عاری اور اظہار حق و صدات سے چشم پوشی اختیار کر کے مصلحت کی متغش چادر کا سہارا لیتا ہے ان حالات میں وہ مردہ قلندر عقیدے اور مسلک کے دفاع میں سخت موقف اپنائے ہوئے تھا اور وہ یقیناً اس میں حق بجانب تھا ورنہ مسلک کا دفاع یقیناً خطرے سے خالی نہ تھا..... یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی کے ساتھ ایک سیاسی اتحاد کی بناء پر آپ نے جمعیت علمائے اسلام سے استغنیٰ دے کر ۱۹۶۹ء میں اہل سنت والجماعت کے فکری و دینی شعور کو بیدار کرنے کے لئے..... یارانِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کو عام کرنے کے

لئے..... مسلک حقہ علمائے دیوبند کا دفاع کرنے کے لئے "تحریک خدام اہل سنت والجماعت" کی بنیاد رکھی اور پھر ساری زندگی اپنے پروگرام و منشور اور جماعتی ماٹو، یا اللہ مدد، اصلی کلمہ اسلام اور نعرہ حق چار یار جنت کو لے کر بستی بستی، قریہ قریہ، لیل ونہار..... پیدل میلوں میلوں کا سفر کر کے..... سائیکل پر جا کر..... درس قرآن سنی کانفرنس کے عنوان سے اپنے پروگرام کو عام کیا اور وہ علاقہ جو جہالت کی آماجگاہ تھا۔ اس مرد قلندر کی محنت و کاوش اخلاص و ولہیت کے نتیجے میں آج وہ علاقہ دیوبندیت کا مضبوط قلعہ سمجھا جاتا ہے.....

یہ مرد درویش نصف صدی سے زائد مذہب و مسلک کی پاسداری کر کے..... مختلف موضوعات پر کتب تصانیف کر کے اپنے لاکھوں مریدین متوسلین کو دایغ جدائی دے کر ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کو منوں مٹی تلے جا بسا۔ چکوال کی تاریخ نے پہلی مرتبہ آج کسی جنازے کا ہجوم یوں دیکھا تھا کہ جس میں علماء، صلحاء سیاسی زعماء، تاجر برادری اور تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لاکھوں چاہنے والوں نے شرکت کی۔

اس مرد قلندر کو شہر سے آبائی قصبے میں لے جایا گیا تو میت کے دیدار کے لئے ہزاروں کا ہجوم تھا اور جس طرح دیہات کے لوگوں بالخصوص چک ملوک کے سنی مسلمانوں نے اپنے محبوب قائد کو الوداع کیا وہ منظر یقیناً قابل دید اور قابل تحسین تھا..... یوں سفینہ اہل سنت کے اس ناخدا کو اپنے والد گرامی کے پہلو میں اپنے آبائی قصبہ بھیں نیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ [بشکریہ ماہنامہ خلافت راشدہ لیصل آباد مارچ ۲۰۰۴]



ہم قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ
ناموس صحابہ کیلئے ان کی مخلصانہ جدوجہد پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں

منجانب: عابد الرشید متولی و منتظم جامع مسجد خلفائے راشدین
دارائین تحریک خدام اہل سنت والجماعت راولپنڈی

بے مثال وکیل

☆ کچھ جناب قاری عالم زیب صاحب

وکیل صحابہؓ، دشمنان دین و صحابہؓ کے خلاف سیف بے نیام، پیکر حلم و حیا، صاحب عزم و عزیمت، قلم علم و حکمت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ اس صدی کی ان عظیم شخصیتوں میں سے ایک تھے کہ جب وہ شخصیت دنیا سے اٹھ جائے تو پھر اس کی نظیر دوبارہ کم ہی پائی جائے اور جو خلا اس کے جانے کے بعد پیدا ہو وہ بمشکل پُر ہو سکے.....

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر

اب نہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبالے کر

یوں تو دنیا میں علماء اور خطباء کی کمی نہیں لہک لہک کر اور طرزیں لگا لگا کر بیان کرنے والے بھی بہت ہیں اور اہل علم بھی بہت ہیں۔ شریں بیاں مقررین کو بھی سنا اور واعظین کو بھی لیکن ان سب میں ایک کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ ”مدح صحابہؓ“ اس کی کو قائد اہل سنت حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے پورا کیا۔ حضرت قائد رحمہ اللہ آیت تمکین پر درس دیتے تھے جس میں صحابہؓ کا خوب ذکر ہوتا۔ اور صحابہ کرامؓ پر لگائے جانے والے الزامات کا بڑا پائیدار اور مسکت جواب ہوتا۔ حضرت رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے جن لوگوں نے صحابہ کرامؓ کو لعن طعن کیا ہے۔ دراصل وہ لوگ دین کو بدنام کر رہے ہیں کیونکہ دین کو سب سے زیادہ صحابہ کرامؓ نے سمجھا ہے۔ اگر صحابہ کرامؓ داغدار ہو گئے تو دین کیسے محفوظ رہیگا۔ صحابہ کرامؓ نے قرآن کو اترتے دیکھا ہے۔ نبی ﷺ کے عمل کو دیکھا ہے۔“

حضرت رحمہ اللہ نے صحابہ کرامؓ کے دفاع ان کے فضائل اور ان کی مدح کو اپنا مشن بنایا۔ اس کے علاوہ حضرت رحمہ اللہ نے ہر باطل فرقہ کے خلاف تقریر، تحریر، کام کیا اور ہر جدید فتنہ کا تعاقب کیا لیکن حضرت رحمہ اللہ نے کسی خاص فرقہ کو اپنا ہدف نہیں بنایا بلکہ ہر اس جماعت اور اس شخص کا تعاقب کیا۔ جس

نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس ہستیوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ طرہ امتیاز تھا کہ اگر اپنے ہم مسلک علماء میں سے بھی کسی نے اکابر علماء دیوبند کے موقف سے ذرا بھی ہٹنے کی کوشش کی تو حضرت عائشہ نے بروقت ان کو تنبیہ کی۔ بصورت دیگر خوب تعاقب کیا۔ یہ پرواہ نہیں کی کہ یہ اپنا ہے۔ ناراض ہو جائے گا۔ خواہ حالات کیسے ہی ہوں۔ حضرت نے ہمیشہ دین کو مقدم رکھا۔ کھلم کھلا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لایسخالہون لومۃ لانہم کی حقیقی تصویر تھے۔ حضرت نے دفاع صحابہ پر ہاؤ جو ضعف کے ہتھکا کام کیا ہے یہ انہی کی شان کے لائق تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احتیاط

حضرت قائد عائشہ رضی اللہ عنہا ہاؤ جو جدید عالم اور مصنف ہونے اور ماہر عربی دان ہونے کے کوئی ہات اکابرین علماء دیوبند کے حوالہ کے بغیر نقل نہیں فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ قرآن کریم کی کسی بھی آیت کا ترجمہ اپنے الفاظ میں نہیں کیا بلکہ وہ بھی اکابرین ہی کے الفاظ میں پیش کیا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عائشہ ہمیشہ دامن اکابرین سے وابستہ اور انہی کے موقف کو پیش کرتے رہے۔ حقیقتاً حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب عائشہ رضی اللہ عنہا فرزند دارالعلوم دیوبند نے مدرسہ سے فراغت لے کر زندگی کی آخری سانس تک دین تین کی خدمت کی اور نبی کریم رضی اللہ عنہ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدح بیان کی۔

صحیح معنی میں اس وراثت کا حق ادا کر دیا جس کا تقاضا اس مدرسہ کے ہر عالم فاضل سے کیا جاتا ہے۔ حضرت اکابرین کے مخلص سپاہی اور ان کی سچی تصویر تھے۔ حضرت نے اکابرین اور خاص طور پر اپنے مرشد حضرت حسین احمد مدنی عائشہ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ساری زندگی باطل کے خلاف جہاد میں گزاری۔ حق تعالیٰ آپ کی خدمات دیدہ قبول فرمائیں۔

آمین بحرمۃ سید المرسلین۔



صحابہ رضی اللہ عنہما کی محبت میں مستغرق

☆ کچھ جناب ضیاء الدین عباسی

چکوال شہر وہ مقام ہے جہاں کی مدنی مسجد میں قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہما تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی و امیر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور قال الرسول کی صدائ امت کو سناتے رہے۔ قائد اہل سنت ساری زندگی مسک حق علماء دیوبند کی ترجمانی کرتے رہے۔ پاکستان کے اندر جو بھی فرقہ آگے قدم بڑھاتا حضرت قائد اہل سنت اس کی ایسی بیخ کنی کرتے کہ باطل فرقہ کا احیاء رک جاتا۔ آپ تمام باطل فرقوں کے خلاف ننگی کمر تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر کتب تصنیف کیں جو علماء اور عوام دونوں کے لیے مفید ہیں۔ ہمیں چکوال کا وہ دگاؤں ہے جہاں اہل سنت کے قائد پیدا ہوئے۔ اسی سرزمین پر ہر سال محرم میں ”سنی کانفرنس“ منعقد کراتے تھے۔ جس میں ملک بھر سے علماء حضرات تشریف لاتے۔ تقاریر کرتے اور حضرت قائد اہل سنت سے استفادہ کرتے۔ ملک کے مشہور مناظر وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ قائد اہل سنت کے مرید تھے۔ ہر سال تازندگی سنی کانفرنس میں شریک ہوتے تھے اب ان کی جگہ مفتی محمد انور صاحب آتے ہیں۔

۲۰۰۱ء میں دارالعلوم دیوبند کانفرنس جو پشاور میں منعقد ہوئی۔ اس موقع پر نامور علماء نے حضرت قائد اہل سنت کی خدمت میں حاضری دی جن میں ہندوستان کے نامور عالم دین اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم بھی شامل تھے۔ حضرت قائد اہل سنت نے سید اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی تصانیف ہدیہ پیش کیں۔

حضرت قائد اہل سنت ساری زندگی دین کی خدمت کرتے رہے بارہا مرتبہ پابند سلاسل ہوئے جیل میں گرفتار افراد پر سخت پابندی تھی کہ وہ اذان وغیرہ جیل کے اندر نہیں دے سکتے ہیں۔ حضرت قائد اہل سنت نے جیل میں اذان دے کر نماز پڑھی۔ جیل پرنٹنڈنٹ نے کہا آپ کو پتا ہے جیل میں اذان دینے کی کتنی سخت سزا ہے؟ جیل پرنٹنڈنٹ سے فرمایا کہ میں اپنا ایمان جیل کی دیوڑھی میں نہیں رکھ کر آیا بلکہ

ساتھ لے کر آیا ہوں۔

مولانا نور محمد آصف صاحب بتاتے ہیں ایک دفعہ چکوال میں قادیانیوں کا جلسہ ہو رہا تھا۔ قادیانی مبلغ تقاریر کر رہے تھے۔ حضرت قائد اہل سنت تقاریر رکوانے کے لیے اکیلے قادیانیوں کے جلسہ گاہ کی طرف دوڑ پڑے۔ راستے میں جو مسلمان بھی ملتا اس سے سوال کرتے ختم نبوت پر ایمان ہے؟ وہ آدمی کہتا میرا ایمان ہے۔ آپ فرماتے ختم نبوت کا تحفظ کرو ای طرح پورا جھگڑا ہوا پھر پولیس کو علم ہو گیا تو انہوں نے مرزائیوں کا پروگرام برخاست کر دیا اور چکوال کی تاریخ میں مرزائی ہمیشہ کے لیے ذلت و خواری کا شکار ہو کر شہر چکوال سے پسپا ہو گئے۔

حضرت قائد اہل سنت بیحد ساری زندگی اہل سنت والجماعت اور سنی مذہب کی ترجمانی کرتے رہے۔ یا اللہ مدد کا نعرہ پاکستان میں متعارف کرایا۔ جب کفر کی منڈیوں میں جعلی کلمہ برآمد ہوا آپ نے اصلی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی خوب نشر و اشاعت کی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف تبر ابازی خصوصاً خلفائے راشدین کے خلاف شروع ہوئی تو حضرت قائد اہل سنت نے خلفائے راشدین کو جھکا کے دفاع میں ماہنامہ حق چار یار بیحد کا اجراء کیا۔ یہ رسالہ ۱۹۸۹ء میں جاری ہوا پاکستان بھر میں اس رسالہ کا اپنا ہی انداز ہے جو مسلمانوں کو صحابہ کرام کی حقیقی محبت دے رہا ہے۔

حضرت قائد اہل سنت حضرت مدنی بیحد کی آخری نشانی تھے ان کے بعد حضرت مدنی بیحد کا کوئی خلیفہ مجاز پاکستان میں موجود نہیں رہا۔ آپ کو حضرت مدنی بیحد سے بہت زیادہ انس اور محبت تھی۔ ہر بات میں حضرت مدنی بیحد کے تذکرہ کو چھیڑ دیتے تھے۔ بہادری اور شجاعت میں آپ حضرت مدنی بیحد کی مثال تھے جو بات حق سمجھتے تھے پھر اس پر ڈٹ جاتے تھے۔ باطل کے آگے جھکنا تو حضرت قائد اہل سنت بیحد نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

حضرت قائد اہل سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت میں مستغرق رہے۔ دین متین کی جو خدمت حضرت قائد اہل سنت بیحد نے کی اس کا فیض ان شاء اللہ تاقیامت جاری رہے گا۔

حضرت اقدس کمزوری اور بڑھاپے کے باوجود بھی دین متین کی خدمت سے غافل نہیں رہے۔ جو علماء کرام زیارت کے لیے حاضر ہوتے تھے انہیں قیمتی مشوروں سے نوازتے تھے۔

بالا خراہل سنت کا یہ آفتاب ۹۰ سال کی عمر میں ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء بمطابق ۳ ذی الحج ۱۴۲۴ھ کو صبح پونے پانچ بجے اللہ جی کا درد کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔

”اللهم اغفره وارحمه وادخله فی جنت النعیم“

آسمان تیری لحد پہ شبنم آفشانی کرے

قاضی صاحب رحمۃ اللہ کی چند کرامات

☆ کھ جناب ماسٹر عبدالرحمن صاحب

پہلی بار حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بریلوی کو ڈومیلی میں تبلیغی جلسہ کے سلسلہ کے دوران دیکھا۔ یہ جلسہ ۱۹۶۶ء کو ڈھوک دروال میں ہوا تھا۔ جس میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بریلوی حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ گیلانی بریلوی اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب بریلوی نے رات کو تقریریں کی۔ رات بارہ بجے جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ اس وقت بندہ کی عمر بارہ سال کے قریب تھی۔ حضرت بریلوی کی داڑھی کالی تھی۔ خوبصورت چہرہ اور ۶ فٹ ۱۵ انچ کا جوان دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ صبح کی نماز کے بعد حضرت نے درس دیا تھا۔ مسجد بھری ہوئی تھی۔ رات کو مفتی محمد شریف صاحب نے اعلان کیا تھا۔ قاضی صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے صبح کی نماز کے بعد تقریر فرمائیں گے۔

اس زمانے میں جہلم سے دو بیس ڈومیلی کے لیے آیا کرتی تھیں۔ صبح جہلم کے لیے روانہ ہوتیں۔ اور شام کو واپس ڈومیلی آتی تھیں۔ ڈومیلی کا علاقہ بہت دشوار گزار علاقہ تھا۔ اکثر لوگ پیدل چلا کرتے تھے۔

پہلی ہی زیارت سے حضرت کے ساتھ محبت پیدا ہو گئی تو ۱۹۷۰ء میں مدرسہ اظہار اسلام میں داخل ہو گیا۔ وہیں اظہار اسلام ہائی سکول میں میٹرک کیا۔ وہاں ہی قرآن مجید پڑھا۔ اور ۱۹۷۷ء میں حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوا۔

بندہ نے پہلی دفعہ ۱۹۷۲ء میں کنڈ پاری میں جلسہ رکھا۔ حضرت جیچا نے شرکت فرمائی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب بریلوی اور حافظ عبدالحمید صاحب بریلوی تلہ گنگ والے تشریف لائے اس زمانے میں بریلویت کی مخالفت زوروں پر تھی۔ اکثر لوگ ان بزرگوں کو وہابی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ہمارے علاقہ میں ایک بزرگ تھے۔ جو بڑی عمر کے تھے جن کا نام مہر خان تھا۔ انہوں نے حضرت قاضی

صاحب کا نام سنا تو بڑی خوشی سے تشریف لائے کہنے لگے کہ یہ مولانا کرم الدین صاحب بیٹے کے بیٹے ہیں۔ جن کو شیر پنجاب کہا جاتا تھا۔ بڑے دلیر آدمی تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو شکست فاش دی اور جہلم کی عدالت میں اس کے خلاف جمہونی نبوت کا مقدمہ لڑا۔ بندہ تین سال چکوال میں رہا۔ حضرت بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت کے اندر عاجزی اور انکساری بہت زیادہ تھی۔ جو قابل تعریف تھی۔ اس زمانے میں حضرت عصر کی نماز کے بعد مدرسہ کے دفتر میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ ہر ایک کی بات سننے اور اس پر عمل کرواتے تھے۔

اپریل ۱۹۷۸ء کو ہم نے منڈیاں میں جلسہ رکھا۔ جس میں حضرت بیٹے کو بھی دعوت دی۔ حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب، مولانا خدایار صاحب بیٹے۔ حضرات علماء کرام تشریف لائے۔ اتفاق سے ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت کا حکم ہو گیا تھا ملکی حالات خراب تھے۔ ہم نے پیکر کا استعمال کیا۔ پولیس کے اہلکار وہاں پہنچ گئے۔ جس میں ایک شیعہ تھا اور دوسرا نام نہاد سنی انہوں نے پیکر بند کر دیا۔ گاڑی کے دوستوں نے ان کو کافی سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔ آخر انہوں نے پیکر بند کر دیا۔ حضرت کی تقریر کے دوران کافی گڑبڑ کی ہمارے ایک ساتھی نے علیحدہ بلا کر خاموشی سے واپس سو باوہ بھیج دیا۔

پولیس کے آدمی جب چلے گئے تو ظہر کی نماز کے بعد حضرت جہلمی بیٹے کی تقریر شروع ہوئی۔ خدا کی شان رات کو پولیس سٹیشن سو باوہ میں ایس پی جہلم کا چھاپہ پڑا۔ جس اہلکار نے زیادہ گڑبڑ کی وہ معطل ہو گیا۔ اور لائن حاضر ہوا۔ اور دوسرا آدمی اس رات دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک ہو گیا۔ مجھے تیسرے دن اس بات کی خبر ہوئی تو میں نے کہا کہ یہ ہمارے پیرو مرشد قاضی مظہر حسین کی گستاخی کا نتیجہ ہے کہ ان دونوں نے حضرت کی تقریر کے دوران خرابی پیدا کی تھی۔

بندہ جب چکوال میں پڑھتا تھا۔ تو میرے والد صاحب مرحوم نے حضرت کو ایک خط لکھا۔ خط میں حسن عمن کی بنا پر لکھ دیا کہ آپ وقت کے مجدد ہیں۔ خط پڑھنے کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا یہ رقعہ والد صاحب کو دینا اور کہنا کہ اس قسم کے القاب نہ لکھا کریں اور رقعہ میں لکھا۔ کہ بندہ عاجز اور گنہگار ہے۔ اور اس قابل نہیں ہے۔ میں نے یہ رقعہ اپنے والد صاحب کو دیا۔ والد صاحب ذرا شرمندہ ہو گئے۔

حضرت اپنے وقت کی عظیم ہستی تھیں۔ ملک یا شہر میں کوئی کام خلاف شرع سننے یا دیکھتے۔ تو فوراً اس کی تردید فرماتے۔ اور مکمل مسئلہ بیان فرماتے۔ انبیاء علیہ السلام کی عظمت کا سلسلہ ہو یا صحابہ کرامؓ کے ناموس کا آپ فوراً میدان عمل میں آجاتے۔ تقریر کے ذریعے اس کی تردید فرماتے۔

① گورنمنٹ گرلز ہائی سکول چکوال میں اس وقت کی ہیڈ مسٹر میس نے جوان بچیوں کو ڈانس سکھانے کے لیے ایک پیریڈ رکھا ہوا تھا۔ حضرت کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے شدید احتجاج کیا۔ اور ہیڈ مسٹر میس کی طرف لکھا کہ اس قسم کے خرافات بند کیے جائیں۔ حضرت کے شدید احتجاج پر ہیڈ مسٹر میس کی ٹرانسفر ہو گئی اور یہ بے حیائی ختم ہو گئی۔

② چکوال شہر میں عیسائیوں کا ایک مشنری سکول چلا تھا جو تحصیل آفس کے قریب تھا، یہ واقعہ ۱۹۶۹ء کا ہے۔ اس سکول میں مسلمان لڑکے اور لڑکیاں پڑھتے تھے۔ مسلمان بچوں اور بچیوں کو عیسائی بنایا جاتا تھا۔ ایک منظم طریقہ سے کام ہوتا تھا حضرت کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اس پر خوب احتجاج کیا اور سکول بند کر دیا۔ عیسائی مدرسۃ البنات کی خدمت صفائی کرنے سے انکاری ہو گئے۔ تو مدرسہ کے ایک مخلص ساتھی نے اس کی ذمہ داری سنبھال لی۔

③ ۱۹۷۲ء میں قاضی محمد ظہور الحسین صاحب نے بسلسلہ روزگار ایک ویگن خریدی، ان کا خیال تھا تبلیغی کام بھی چلائے جائیں گے۔ اور روزگار بھی ہوگا۔ حضرت صاحب کو جب علم ہوا تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ آپ نے میرا اقبال ناظم مدرسہ کو یہ پیغام دیا۔ کہ ظہور الحسین کو کہہ دیں کہ ہمارا یہ منصب نہیں ہے اللہ نے تمہیں جو دین کا علم دیا ہے اور جتنا دیا ہے اس پر عمل کریں۔ اور محنت کریں اللہ روزی دے گا۔ قاضی ظہور الحسین صاحب کو جب معلوم ہوا کہ حضرت ناراض ہیں تو انہوں نے فرمانبرداری میں رہ کر گاڑی بیچ دی۔ حضرت کو یہ احساس ہوا کہ میرا بیٹا دنیا داری میں پڑ کر بے کار ہو جائے گا۔ قاضی ظہور الحسین صاحب اپنے عظیم باپ کی فرمانبرداری میں کام کرتے رہے، جو آج ہمارے قائد اور رہبر ہیں۔

④ ۱۹۷۲ء میں کنڈیاری میں جب جلسہ ہوا۔ اس مقام پر میلہ لگتا تھا۔ ایک قبر تھی۔ اور ہر سال ہاڑھ کی پانچ تاریخ کو وہاں میلہ ہوتا تھا وہاں سایہ دار درخت تھے۔ مانی کا کنواں تھا۔ اور اس جگہ کھلا میدان تھا۔ اور پورے علاقہ کے وسط میں تھا۔ ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ وہاں جلسہ کا انتظام کیا جائے۔ قبر کے متولی سے ہم نے اجازت لے لی اور ضروری سامان بھی ہم نے ان سے لے لیا۔ اس متولی نے بھی جلسہ سنا۔ خدا کی شان اس متولی کے دماغ میں کوئی ایسی بات آئی کہ اس نے سو سال پرانا میلہ مکمل ختم کر دیا۔ کئی سال ہوئے ہیں اب وہاں میلہ نہیں لگتا۔ اور متولی ہمارے ہر سال جلسے میں شرکت کرتا ہے۔ یہ بھی حضرت کی کرامت تھی۔

اس سعادت بزور بازو نیست



جناب فتح خان اعوان، کٹاس، جہلم

خواب میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آغجباب نے فرمایا دفتر والوں سے تعلق رکھو، مذہب حق اہل سنت و جماعت، یا اللہ مدد، خلافت راشدہ۔ حق چار یاڑ اور اصلی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے لیے محنت کرو۔

جمعیت علماء اسلام کے معمار

☆ کھ جناب محمد اکبر صاحب

مولانا فضل الرحمن صاحب نے اپنے اخباری تعزیتی بیان میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کو جمعیت علماء اسلام کے بانی حضرات میں سے قرار دیا تو چکوال کے ایک اخبار نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جمعیت کا ”بانی“ لکھ دیا۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گذشتہ پینتیس برس سے جمعیت میں نہ دیکھا وہ حیران ہوئے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جمعیت سے کیا واسطہ وہ تو اپنی جماعت ”خدام اہل سنت“ کے بانی اور امیر تھے۔ دونوں باتیں جمعیت کے بانیوں میں سے ہونا اور بانی ”خدام اہل سنت“ ہونا درست ہیں۔ چالیس پچاس برس اور اس سے کم عمر لوگوں کی حیرانی بھی بجا ہے.....

ان لمحوں کو معلوم کہاں یہ صدیاں کیسے جتی ہیں

۱۹۵۶ء میں جمعیت علماء اسلام کا قیام عمل میں آیا۔ اس جمعیت میں کراچی سے پشاور تک مغربی پاکستان کے دیوبندی علماء اور سارے مشرقی پاکستان کے ہم خیال علماء شامل ہوئے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ امیر اور حضرت مولانا غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ تنظیم میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مجلس شوریٰ کے ممبر اور امیر ضلع جہلم تھے۔ قیام کے ساتھ ہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعیت کی ترقی کے لیے سرگرم عمل ہوئے۔ ۱۹۵۷ء کا سال جنگ آزادی ہند ۱۸۵۷ء کا صد سالہ تہاجو جمعیت علماء اسلام بڑے زور شور سے منا رہی تھی۔ اسی سلسلے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں گیارہ مئی ۱۹۵۷ء (وہ دن جب ہندوستان افواج نے میرٹھ کی چھاؤنی میں انگریز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا) کو چھپر بازار چکوال میں رات کو جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ جس میں حضرت مولانا عبدالحنان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ امیر جمعیت علماء اسلام راولپنڈی ڈویژن نے خطاب فرمایا۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت کے قیام کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ مولانا عبدالحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر جنگ آزادی

میں علماء حق (جنہوں نے مابعد دارالعلوم دیوبند قائم کی) کے اعلیٰ اور ارفع کردار پر ایک شاہکار تھی۔ جس کو اہالیان چکوال نے بے حد پسند کیا۔ بس حضرت قاضی صاحب بیسید نے اپنے آپ کو جمعیت علماء اسلام کی ترویج و ترقی کے لیے وقف کر دیا۔ اپنے جمعہ المبارک کے خطبات اور تقاریر میں اکابرین علمائے دیوبند کے کارناموں کے تذکرے، انگریزی استبداد کے خلاف ان کی نبرد آزمائی کے قصے اور صبر و استقلال کی سچی و سنجی کہانیاں بیان کرنے لگے۔ حضرت بیسید کے مدرسہ اظہار الاسلام کے سالانہ جلسوں میں قائدین جمعیت کا ورود ہونے لگا۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا غلام غوث ہزاروی بیسید اور مولانا سید گل بادشاہ امیر جمعیت علماء اسلام صوبہ سرحد تشریف لائے۔ اس کے بعد تقریباً ایک عشرہ تک چکوال شہر میں حضرت صاحب بیسید کی قیادت اور انتظام میں جو بھی جلسہ ہوا اس میں جمعیت کے مرکزی قائدین حضرت درخواستی بیسید وغیرہ تشریف لاتے رہے۔ اس طرح حضرت صاحب بیسید نے علاقہ کے لوگوں کو دینی شخصیات سے متعارف کرایا۔ یہاں تک کہ مولانا ہزاروی بیسید جیسی شخصیت نے حضرت بیسید کی معیت میں ایک ہفتہ دیہات کا تبلیغی دورہ سخت سردیوں کے موسم میں کیا۔ جس کی روداد ہزاروی صاحب بیسید نے اپنے اخبار ترجمان اسلام میں بیان کی تھی۔

جو علماء اور ان کی جماعتیں براہ راست جمعیت علماء اسلام میں شامل نہیں ہوئی تھیں وہ بالواسطہ طور پر جمعیت کے ساتھ معاون تھیں اور سیاسی وابستگی کا عہد کیے ہوئے ان میں ”تنظیم اہل سنت“ جس کے امیر علامہ دوست محمد قریشی بیسید اور ”تحریک ختم نبوت“ جس کے قائدین قاضی احسان احمد شجاع آبادی بیسید اور مولانا محمد علی جالندھری بیسید قابل ذکر ہیں۔ بدیں وجہ یہ علماء اور جماعتیں حضرت صاحب بیسید کو گوارا تھیں۔ جلسوں اور کانفرنسوں میں جمعیت کے علماء کے ہمراہ ان کو بھی مدعو کرتے۔ علماء دیوبند میں سے جو حضرات جمعیت میں شامل نہیں ہوئے یا شامل ہو کر نکل گئے یا جنہوں نے جمعیت کی موجودگی میں کوئی دوسری جمعیت بنالی یا عدم تعاون کا اظہار کیا وہ حضرت بیسید کے خیال میں ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری کی طرح تھے اور اکابرین کے مسلک سے الگ اپنی راہ اختیار کرنے والے تھے۔ حضرت صاحب نے ایسے لوگوں کو ایک عرصہ تک بلکہ پورے عشرہ تک تعمیری تنقید کا نشانہ بنایا۔ اور اپنے جلسوں اور کانفرنس وغیرہ میں ان کو مدعو نہ کیا۔

حقیقتاً حضرت صاحب جمعیت کے نہ صرف بانی لوگوں میں سے تھے بلکہ معمار تھے۔ تقریباً دس برس تک جمعیت کی تعمیر جاری رکھی۔ اس خدمت اور وفاداری کے عوض خود بھی بڑا مقام پایا۔ ملک کے طول و

عرض میں نیک نامی اور شہرت حاصل کی۔ اکابرین ملت اور علماء کرام کی نظر میں واجب الاحترام ٹھہرے۔ جمعیت سے وابستگی کے عہد میں ایک بار حضرت صاحب کی گرفتاری کے خلاف چکوال شہر میں ہڑتال ہوئی تو ایسی ہوئی کہ تمام بازار اور دکانیں مکمل طور پر پورے دن کے لیے بند رہیں اور کسی خریدار کو ساگ کے پتے تک دستیاب نہ ہو سکے۔ مخالفین بھی ہڑتال کے حق میں تھے۔

جب الیکشن ۱۹۷۰ء کے انعقاد کے آثار پیدا ہونے لگے تو جمعیت علماء اسلام نے بھی دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح انتخابات میں حصہ لینے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سیاسی جماعتوں میں الحاق و اتحاد ہونے لگے۔ جمعیت علماء اسلام کی اتحادی جماعتوں میں ”خاکسار تحریک“ بھی تھی۔ حضرت صاحب کے نزدیک خاکسار تحریک سے اتحاد ایک دینی جماعت کے لیے نازیبا تھا۔ حضرت صاحب نے شورلی میں اختلاف کیا۔ شورلی متفق نہ ہوئی تو حضرت صاحب بیٹھنے نے جمعیت علماء اسلام کو خیر باد کہہ دیا۔

اس کے باوجود ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں حصہ لیا۔ اپنا آزاد امیدوار کھڑا کیا۔ اسی الیکشن میں تحصیل چکوال کی صوبائی نشست پر پیپلز پارٹی کے امیدوار کے مقابلے میں کونسل مسلم لیگ کے امیدوار کی مدد کی جو جیت گیا۔ حضرت صاحب کے خیال میں پیپلز پارٹی قادیانی نواز جماعت تھی اس لیے اس کے امیدوار کو شکست سے دو چار کرنا ضروری تھا۔ حضرت صاحب بیٹھنے کو اندیشہ تھا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت میں قادیانی برسر اقتدار آجائیں گے۔

جمعیت علماء اسلام سے علیحدگی کے بعد حضرت صاحب نے اپنی جماعت ”تحریک خدام اہل سنت“ قائم کی۔ الیکشن جس سطح پر بھی ہو حصہ ضرور لیتے تھے۔ نیک اور سنی العقیدہ امیدوار کی حمایت کرتے تھے۔ ان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے امیدواران کے سامنے دوزن اور ہتے اور ووٹ کی بھیک مانگتے تھے۔ لیکن حضرت اقدس بیٹھنے کے پیش نظر ہمیشہ سنی ملت کے مفادات ہوا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ آنحضرت کی جملہ خدمات دیدیہ کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین



تقویٰ کا سورج ڈوب گیا

بھہ حافظ محمد رضوان اللہ ☆

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں کچھ لوگوں کا انتخاب کر کے ان سے اپنے عالی دین کا کام لیا ہے خواہ اس کی کوئی صورت بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں سے جنتان اسلام کے برگ و گل کی حفاظت کروائی ہے۔ مزید برآں یہ کہ بعض لوگوں کا تو یہ تعارف بن جاتا ہے کہ یہ باغ اسلام کے محافظ ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ اس دور کے اندر یہ امتیاز علماء دیوبند کو ہی حاصل رہا ہے کہ انھوں نے قصر محمدی کی طرف اٹھنے والی ہر ناپاک نگاہ کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔ اور عقائد اسلام پر ڈاکہ ڈالنے والوں کا علمی تعاقب کر کے ان کو دم دبا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ بھی انھی موتیوں کی لڑی کا ایک قیمتی موتی تھے۔ جن کے متعلق بباگ دھل یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں.....

بڑی مشکل سے ہوتا ہے جن میں دیدہ ور پیدا

جی ہاں! قاضی صاحب رحمۃ اللہ کی شخصیت ایک ایسی ہمہ گیر حیثیت رکھتی تھی گویا وہ اپنی ذات میں ایک فرد نہیں ایک انجمن تھے، ایک تحریک تھے۔ ایک مضبوط جماعت تھے۔ ایسی جماعت کہ جس کے بانی بھی خود کارکن بھی خود۔ خادم بھی خود اور مخدوم بھی خود ہی تھے۔

قطب الرجال کے اس دور میں وکیل صحابہ رحمۃ اللہ، ترجمان مسلک حق مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ کی اس دار فانی سے روانگی سے تمام دینی حلقے روحانی طور پر یقیناً یتیم ہو گئے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ کے سانحہ ارتحال سے اس تاریکی کے اندر مزید اضافہ ہو گیا جو علم و فضل، زہد و تقویٰ اور شریعت و طریقت کی جامع شخصیات کی جدائی کے باعث روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اہد اب حال یہ ہے کہ دور دور تک روشنی کی ایک کرن تک نظر نہیں آتی۔ مجھے وہ غلام پڑھتا نظر نہیں آتا جو حضرت رحمۃ اللہ کی جدائی سے پیدا ہو گیا ہے۔ وہ

یادیں ہی ہمارا قیمتی اثاثہ ہیں جو حضرت کے ساتھ وابستہ ہیں۔

پہلی ملاقات

حضرت بریلوی راقم کا غائبانہ تعارف تو بہت عرصہ سے تھا اور بالخصوص اس وقت تو قاضی صاحب بریلوی سے ملاقات اور زیارت کا شوق دوچند ہو گیا جب حضرت کی کتاب ”جوابی مکتوب“ کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ یہ کتاب امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد کے حضرت قاضی صاحب بریلوی کے نام خط کا مفصل و مدلل جواب ہے۔ اس کتاب نے بندہ پر قاضی صاحب کے بارے میں متاثر کن اثرات مرتب کیے۔ اور زیارت کا شوق بھی بڑھ گیا۔

انہی دنوں سالانہ سنی کانفرنس بھیں انعقاد پذیر ہونے والی تھی۔ کانفرنس میں شرکت کے لیے راقم کے مدرسہ سے بھی قافلہ روانہ ہوا۔ میں بھی اس قافلے میں شریک ہو گیا۔ دل کا حال یہ تھا کہ بلیوں اچھل رہا تھا کہ آج ایک دیرینہ خواہش پوری ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

استاد گرامی مولانا حافظ شاہ محمد صاحب کی قیادت میں قاضی صاحب بریلوی سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور قریب سے حضرت بریلوی کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جو وقت ان کی صحبت میں گذرا اس کو سرمایہ حیات خیال کرتا ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وکالت

اصحاب رسول ﷺ سیرت و کردار کے اعتبار سے اتنے اعلیٰ و ارفع مقام پر کھڑے تھے اور وہ ایسے مبارک، مطہر و معطر حضرات تھے کہ ان کی صداقت، عدالت، سخاوت و شجاعت اور زہد و تقویٰ کی بلا خوف و خطر قسم کھائی جاسکتی ہے۔

میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ جب بھی کسی دشمن یا مارا آستین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس مقام و مرتبے پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی تو میرے قائد سر پر کفن باندھ کر نکل کھڑے ہوئے اور دشمن کو اپنی ہاتھوں لیتے ہوئے وکالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا واقعی حق ادا کر دیا۔ اور دشمن اپنے زخم چاٹنے پر مجبور ہو گیا۔ اور وہ وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم کے آگے نہ ٹھہر سکا۔

خارجی فتنہ کے نام سے قاضی صاحب نے جو کتاب تصنیف فرمائی اس نے علماء کرام سے انتہائی زیادہ داد تحسین و وصول کی۔ یہ کتاب حضرت بریلوی کی وہ کاوش تھی کہ جس کی وجہ سے بہت سارے ادہام

جواذہان میں پل رہے تھے وہ ختم ہو گئے۔

جامع المعقول والمنقول مولانا عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور) لکھتے ہیں کہ.....

”میں نے خارجی فتنہ مولفہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کو جتہ جتہ پڑھا۔ حضرت قاضی صاحب نے اہل حق کے مسلک کو مفصل و مدلل بیان فرما کر تمام اہل سنت والجماعت پر احسان عظیم فرمایا۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے فرق باطلہ اور افراط و تفریط میں مبتلا افراد کے تعاقب کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے..... الخ

سانحہ ارتحال

بالاخر یہ عظیم انسان دینی حلقوں کو افسردہ چھوڑ کر ۳ رزوالحجہ ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کی صبح کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

راقم اشیم کو قاضی صاحب کے جنازے میں شرکت کرنے کا موقع ملا۔ حضرت کے چہرے کو دیکھ کر واقعی ایمان تازہ ہونے لگا۔ اور معلوم ہو گیا کہ واقعی کسی اللہ والے کا چہرہ ہے.....

ہر چشم کو پر غم کرتا ہوا وہ لاکھوں کا محبوب گیا
سب اہل صفاء یہ کہتے ہیں تقویٰ کا سورج زوب گیا



مولانا سر فراز احمد، کشمیر

میری گزارش ہے کہ تمام خدام اہل سنت اپنے قائد جیسے حوصلہ کے ساتھ خدام کے سنی پرچم کو اٹھائے ہوئے مذہب اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت کے لیے کربست ہو جائیں۔

قاضی مظہر..... قاضی مظہر

کچھ حافظ محمد نصر اللہ ناصر ☆

موت اس کی ہے کرے زمانہ جس کا افسوس

یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

اچانک صبح آٹھ بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی رسیور اٹھا کر بات ہی کرنے پایا تھا کہ بہت ہی افسوس ناک اطلاع ملی۔ یہ ہمارے پیر و مرشد قائد اہل سنت و کلیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت قاضی صاحبؒ کی وفات کی خبر تھی جسے سنتے ہی اک کہرام مچ گیا۔ تمام مدرسہ ویران نظر آنے لگا۔ دل بے چین ہو گیا آنکھیں اس عظیم مجاہد ملت کو تلاش کرنے لگی اب کہاں زیارت ہوگی، کبھی وہ وقت بھی تھا چکوال حضرت اقدسؒ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے زیارت ہو جاتی فون پر ملاقات ہو جاتی اور دوبارہ حضرت اقدسؒ کی زیارت و ملاقات کی آس لے کر بوجھل قدموں سے واپس آتے لیکن اب تو آخری زیارت کے لیے آنکھوں میں آنسو رواں تھے۔ حضرت اقدسؒ کے جنازہ میں شرکت کی تیاری ہو گئی۔ خواہش تھی حضرت اقدسؒ کے چہرے کا دیدار نصیب ہو جائے جلد ہی تمام مساجد میں حضرت اقدسؒ کی وفات کے اعلانات ہو گئے۔ شہر میں حضرت اقدسؒ کے متعلقین و مریدین جامعہ حنفیہ اشرف العلوم رجسٹرڈ میں جمع ہو گئے گاڑیوں کا انتظام ہو گیا۔ دوران سفر ذہن میں عجیب عجیب سوالات ابھر رہے تھے۔ ماضی کے گزرے ہوئے حالات و واقعات ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ حضرت اقدسؒ کا گلاب نما مسکراتا چہرہ آنکھوں کے سامنے بار بار آ رہا تھا۔ انہیں خیالات میں تین گھنٹے طویل سفر طے ہو گیا۔ جوں ہی اس شہر چکوال میں پہنچے جہاں حضرت قاضی صاحبؒ جلوہ افروز ہوتے تھے وہاں کے لوگوں نے تجہیز و تکفین کے بعد حضرت اقدسؒ کے جسم اطہر کو مدرسہ اظہار السلام میں زیارت کے لیے رکھ دیا تھا لوگوں کا جہوم تھا۔ آپہیں اور سسکیاں نکل رہیں تھیں اپنے پرائے سب ہی آنسو بہا رہے تھے۔ بعض لوگ تو دھاڑیں مار کر رو رہے تھے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین

کرتے تو خود بھی رو دیتے۔ اڑھائی بجے نماز جنازہ کالج گراؤنڈ میں پڑھائی جانی تھی ڈیڑھ بجے کے قریب حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے جسم اطہر کو مدرسہ اظہار الاسلام سے گاڑی کے ذریعے نعروں کی گونج میں کالج گراؤنڈ میں لے جایا گیا.....

ہمارے قائد ہمارے رہبر قاضی مظہر قاضی مظہر
بچے قائد بچے رہبر قاضی مظہر قاضی مظہر



قاری نقیب احمد، دیر

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت والجماعت کے عقائد و نظریات کی صحیح تشریح اور درست ترجمانی کے لیے اپنی زندگی وقف کی ہوئی تھی۔ اس حوالہ سے آپ دنیا بھر میں مشہور تھے۔ آپ کی درجنوں کتابیں اور بیسیوں رسائل کے مختلف مضامین اس کا واضح ثبوت ہیں۔

قاری فضل الرحمن، جہلم

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ جب بھی کوئی آیت یا حدیث تلاوت فرماتے تو اس کی تشریح اکابر علماء دیوبند کے حوالہ سے کیا کرتے تھے۔ جس سے آپ کی بے نفسی اور اپنے اکابر پر اعتماد و محبت کا پتا چلتا ہے۔

ایک نایاب گوہر

کھ قاری دلدار احمد صدیقی ☆

امام اہل سنت، تاجدار تصوف، پیر طریقت، قائد ملت اسلامیہ، غزالی زماں، مجسمہ شرافت، مرشد کامل حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کے نامور عالم دین، مصلح، محقق، ولی کامل اور سچے عاشق رسول ﷺ و عاشق صحابہؓ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری و باطنی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وجہہ شکل و صورت، باوقار پرانوار چہرہ، سرخ و سفید رنگت، باحیا آنکھیں، کے حامل تھے۔ علم و دانش، فہم و فراست میں اپنے اکابر علماء دیوبند خصوصاً شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقی تصویر تھے۔ حضرت والا یقیناً اپنی خداداد صلاحیتوں اور کردار کی روشنی میں بہت سی علمی، دینی، سیاسی، روحانی نسبتوں کے حامل تھے۔ گویا تمام خوبیوں کے ساتھ اپنی ذات میں ایک عزم، ایک ارادہ، ایک تحریک، ایک انجمن، اور ایک عہد تھے۔ ایسے ہی باکردار لوگ اور باصفائیاں جب دنیا میں موجود ہوتی ہیں تو دنیا والوں کے لیے سایہ رحمت ہوتی ہیں اور جب یہ لوگ دنیائے فانی سے رخصت ہوتے ہیں تو ”موت العالم موت العالم“ کا مصداق بنتی ہیں اور ان کے کوچ کر جانے کے بعد تاریخ ان جیسی نابغہ روزگار ہستیوں کو اپنی پیشانی کا جھومر اور اپنے صفحات کا عنوان قرار دیتی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ ایک نایاب گوہر تھے، میں ایک ادنیٰ سا علماء کا خادم ان کی زندگی کے کون کون سے پہلوؤں پر روشنی ڈالوں، کون کون سی خوبیاں لکھوں۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی تو بچپن ہی سے اپنے بڑوں سے سنتے تھے۔ جب کچھ ہوش سنبھالا اور علمی میدان میں قدم رکھنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ کتابوں سے پالا پڑا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا مطالعہ تو نئے کی حد تک ہو گیا، جونہی ماہ نامہ حق چار بار رحمۃ اللہ علیہ آتا سب سے پہلے حضرت ہی کا مضمون پڑھتا اور اس انتظار میں ہوتا کہ اس مہینے جانے کون سے قصر باطل پر حق کے ”میزائل“ بر سے ہیں۔

حضرت کا مضمون پڑھ کر ساری الجھنیں دور ہو جاتیں۔ اب جب حضرت کی کتابیں اور حالات پڑھے، علماء کی محفلوں میں جا کر حضرت کی تعریفیں سنیں تو زیارت کا شوق ابھرا۔ اور اس سوچ میں پڑ گیا کہ جیسے حضرت یربوعہ کی کتابوں کے حصول کے لیے اللہ پاک نے ذریعہ بنایا تھا۔ ایسے ہی ملاقات کے لیے بھی کوئی ذریعہ بنا دے۔ بندہ ناچیز کا آبائی علاقہ کروڑ ضلع لیہ ہے اور عرصہ پندرہ سال سے لاہور میں مقیم ہے۔ لاہور ہی میں مقیم نوجوان واعظ اور مسلکی جذبے سے سرشار مولانا عبد الجبار سلفی سے ملاقات ہوئی۔ جب تعلق کا رشتہ مضبوط ہوا تو پتہ چلا کہ حضرت یربوعہ کے مرید اور شیدائی ہیں۔ پس مولانا موصوف کے ہمراہ چکوال حاضر ہوا اور حضرت یربوعہ کی زیارت سے مشرف ہوا اور بلاشبہ وہ لمحات میری زندگی کے حسین ترین لمحات تھے۔ بس یہی پہلی اور آخری ملاقات تھی۔

حضرت قاضی صاحب یربوعہ یون حنیف کے سچے راہی، پاکیزہ خیالات کے مالک، اور اپنے اسلاف اور اکابر کے صحیح جانشین تھے۔ ان جیسی ہستیوں کی امت مرحومہ کو ہر آڑے وقت میں رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے اور ایسی ہی پاکیزہ صفت ہستیاں بعد میں آنے والوں کے لیے قابل تقلید ہوتی ہیں۔

الحمد للہ حضرت قاضی صاحب یربوعہ کا گلشن آباد ہے اور آپ کا فیض جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ کے مریدین مخلص آپ کے مشن کے امین اور آپ کی اسگوں کے ترجمان ہیں اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے میں رات دن کوشاں ہیں۔ حضرت قاضی صاحب یربوعہ نے جس طرح ڈنٹ کر استقامت کا پہاڑ بن کر اہل سنت کی وکالت اور ترجمانی کی ہے وہ بلاشبہ بے مثال ہے۔ مصلحت آپ کے نزدیک کوئی چیز نہیں تھی۔ بلا خوف حق کا اظہار کرتے اور اس پر ڈنٹ جاتے، ساری زندگی وہ یہی درس دیتے رہے۔ اور یہی ان کا نصب العین رہا۔ اللہ کرے کہ ہم بھی حضرت یربوعہ کی اتباع میں ڈنٹ کر تمام تر فتنوں کا تعاقب کریں اور مسلک حق پر مضبوط سے قائم رہیں۔

حضرت اقدس یربوعہ کا داغ رحلت اور غم جدائی صرف حضرت کے خاندان کے افراد ہی کو نہیں سہنا پڑا بلکہ کراچی سے پاراچنار تک پھیلے ہوئے ان کے لاکھوں عقیدت مند اور چاہنے والے دل گرفتہ و غم زدہ ہیں۔

موت اہل حقیقت ہے ہر ایک نے اپنے وقت پہ جانا ہے لیکن حضرت یربوعہ جیسے لوگ خوش قسمت ہیں کہ جو عارضی دنیا میں موت کے آنے سے قبل اپنے مقصد حیات کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرتے ہیں اور نتائج سے بے نیاز ہو کر اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہتے ہیں اور یقیناً ایسی ہستیاں آنے والی نسلوں کے لیے ینارۃ نور ثابت ہوتی ہیں۔ اللہ پاک حضرت والا کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور ہم بے سہاروں کو صبر جمیل عطا فرما کر دین حق اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

فنائی الشیخ

کچھ حافظ عمر فاروق ^{۲۲}

حضرت اقدس وکیل صحابہؒ پیر و مرشد مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کے متعلق آج ہر طرف سے یہ صدا سنائی دے رہی ہے کہ آپ شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر تھے۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ پر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا جو رنگ چڑھا تھا وہ کسی نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی عطاء فرمایا گیا تھا۔ ذیل کے واقعہ سے میرے مدئی کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ آپ واقعی فنائی الشیخ تھے۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے حالات زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مالاک کی جیل میں قید تھے تو آپ کے والد محترم، بھائی صاحب، اور دیگر کئی عزیز رشتہ داروں کا انتقال ہو گیا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے حالات بھی پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ کا بھی امتحان اسی طرح لیا کہ آپ بھی جیل میں تھے کہ آپ کے والد محترم حضرت مولانا کریم الدین دبیر نور اللہ مرقدہ اور بھائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی رشتہ داروں کا انتقال ہو گیا اور جس طرح حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ نے صبر کا مظاہرہ کیا اسی طرح حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے پایہ استقلال میں بھی ذرہ بھر لرزش نہ آئی۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کا بھتیجا مالاک کی جیل میں مخطوط سے گھر والوں کی خیریت جاننے کے لیے بے تاب تھا لیکن حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے وہ خط جن میں مختلف اعزہ و اقارب کے فوت ہو جانے کی خبریں تھیں پڑھ کر بند کر کے رکھ دیئے اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہو گئے۔ جس طرح پہلے تلاوت فرما رہے تھے۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے پہلے جیل کے حالات کا علم تو نہیں ہے۔ لیکن ۱۹۹۸ء میں جب شریف خاندان کی شرافت کی بھینٹ چڑھ کر بے گناہ جیل میں ڈالے گئے تو ان ہی دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی

ہمشیرہ صاحبہ انتقال فرمائیں۔ والد صاحب (نثار معاویہ) بتاتے ہیں کہ ظہر سے پہلے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو ملاقات کے لیے بلایا گیا تو آپ رحمہ اللہ وہیل چیئر پر سپرٹنڈنٹ کے کمرہ میں ملاقات کے لیے گئے۔ وہاں پر والد صاحب کی چکی کے پاس وہیل چیئر رکوا کر فرمایا کہ نثار صاحب آج فلاں فلاں آدمی ملاقات کے لیے آئے تھے۔ سب رہائی کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ بہتر ہوگا۔ پھر اپنی چکی میں چلے گئے۔ سارا دن گزر گیا اسی طرح ساری رات گزر گئی۔ صبح جب سب ساتھی ناشتہ کر چکے تو ہیڈ وارڈر کو کہہ کر سب ساتھیوں کو اپنے پاس بلایا اور سب سے حال احوال پوچھا اور ناشتے کے متعلق پوچھا کہ کر لیا ہے۔ پھر درس کی صورت میں بیان فرمایا جس میں صبر کی تلقین فرمائی۔ آخر میں فرمایا کہ کل ساتھی آئے تھے۔ انہوں نے بتلایا تھا کہ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ انتقال فرما گئی ہیں۔ یہ ہے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی صحبت کا رنگ اور مماثلت حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اپنے شیخ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی ذات میں اس قدر فنا تھے کہ آپ رحمہ اللہ کی زندگی کے ہر موڑ میں ہر کام میں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کا عکس واضح طور پر نظر آتا ہے.....

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں



جناب محمد دوریز، نیلہ چکوال

میری حضرت اقدس رحمہ اللہ کے ساتھ عفیت کا عالم یہ تھا کہ میں نیلہ سے ۵۰ کلومیٹر کا سفر سائیکل پر طے کر کے جمعہ پڑھنے چکوال حاضر ہوتا تھا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی چکوال جانا ہوا ہو اور حضرت کی خیریت دریافت نہ کی ہو۔

بے مثال شفقت

✽ حافظ اصغر ندیم ✽

حضرت اقدس کی جدائی کا غم بے حد ہے۔ اللہ پاک حضرت کے درجات مزید بلند فرمائے اور ہم جیسے کمزور لوگوں کو بھی حضرت اقدس کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسے ہی حضرت کی رحلت کی خبر ملی آنکھوں سے آنسو دل پر قیامت طاری ہوگی۔ بندہ کا حضرت سے روحانی تعلق ۱۹۹۷ء میں جامعہ اشرف العلوم ہرنولی کے سالانہ جلسہ پر ہوا۔ جس میں قائد اہل سنت تشریف لائے اسی جلسہ میں حضرت سے بیعت ہوا اور پھر وقت گزرتا رہا۔ ۲۰۰۰ء میں نے چکوال مدرسہ اعلیٰ الاسلام امدادیہ مسجد پنڈی روڈ میں داخلہ لیا۔ ہر جمعرات کو حضرت کے درس اور جمعہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ حضرت اقدس کی بالخصوص طلباء سے رحم دلی اور شفقت بے مثال تھی۔ جب بھی حضرت کی زیارت کے لیے بندہ حاضر ہوتا۔ حضرت دعاؤں سے نوازتے اور بڑی محبت سے احوال حالات پوچھتے اور فرماتے تھے کہ کوئی بھی مسئلہ ہو تو بے جھجک بتانا۔ حضرت کا درس بھی تاریخی درس ہوا کرتا تھا جس وقت بندہ کو چکوال کا پانی راس نہ آیا جس کی وجہ سے بندہ اکثر بیمار رہنے لگا تو حضرت کو درخواست لکھی کہ مسئلہ اس طرح ہے۔ حضرت نے ۱۰۰ روپے بھی ارسال فرمائے اور ساتھ لکھائیے یہ تمہارا کرایہ ہے۔ حضرت کی وہ تحریر اب بھی بندہ بطور برکت اپنے پاس رکھتا ہے۔ حضرت اقدس اکثر درس میں فرمایا کرتے تھے کہ ”بھائی جو صحابہؓ کا نہیں وہ ہمارا کیسے ہو سکتا ہے۔“

حق کے معاملہ میں حضرت کی گرفت نہایت ہی سخت تھی۔ جس میں بھی ذرہ سی پلک دیکھتے تو فوراً گرفت کر لیتے تھے۔ چاہے اپنا ہو یا پرایا کوئی بھی ہوتا ہر ایک پر نظر رکھتے۔ ہر اخبار کا مطالعہ فرمایا کرتے اور اخبار میں متعلقہ جگہ کاٹ کر جمعہ کے اجتماع میں دکھایا کرتے تھے۔

اللہ نے حضرت کو ہر میدان میں وہ مقام بخشا جو کسی اور کو حاصل نہیں۔ چاہے خطابت کا میدان ہو یا مناظرہ کا، باطل کو لاکارنے کا یا تصنیف کا میدان ہو۔ حضرت نے ہر میدان میں بہت ہی احسن انداز میں کام فرمایا۔ جس وقت حضرت جمعرات کو درس دیا کرتے تھے جو کچھ طالب علم ساتھی حضرت سے سوال کرتے تھے حضرت ایسے تسلی بخش جواب عنایت فرماتے کہ ہر ایک کا دل مطمئن ہو جاتا۔ جس وقت بندہ چکوال میں پڑھتا تھا تو بندہ نے ایک خواب دیکھا جس وقت وہ خواب حضرت کو بتایا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ اس خواب میں آپ کو یہ بتلایا گیا ہے کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق اسلاف اور بالخصوص علماء دیوبند کی تحقیق پر یقین رکھنا اور ساتھ ہی حضرت نے فرمایا کہ اپنی تحقیق پر مت چلنا بلکہ اپنے اسلاف کی تحقیق پر یقین رکھنا۔ میرے حضرت کو اللہ نے ہر فن میں ملکہ عطا فرمایا تھا۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل حضرت اقدس مولانا قاضی محمد ظہورالحسین صاحب کو صبر و تحمل سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔



جناب محمد اسلم حیدری، چکوال

اللہ والوں پر کسی نہ کسی رنگ کا غلبہ ہوتا ہے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ پر ”دفاع صحابہ“ اشاعت مذہب اہل سنت اور فتنوں کے رد و ابطال کا غلبہ تھا اور یہ فریضہ آپ نے غلو اور جذبات سے ہٹ کر بڑی ہوش مندی سے سرانجام دیا۔

ایک یادگار ملاقات

کچھ جناب منظور احمد

عرصہ دراز سے ایک خرابی تھی کہ حضرت قاضی مظہر مسین صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کی جائے کیونکہ اللہ والوں کی زیارت بھی بڑے اجر کا درجہ رکھتی ہے اور میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ "جو شخص کسی عالم دین کو دیکھے اور دیکھ کر خوش ہو کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا علم عطا کیا ہے تو اس عمل پہ بھی اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور حضرت قاضی مظہر صاحب تو حضرت مولانا مسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ میں سے آخری یادگار تھے۔ محکمہ یہ کہ مئی ۲۰۰۳ء میں حضرت کی خدمت میں حاضری اور زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ میرے ساتھ ایک نوجوان (حافظہ عبدالرحمن) بھی تھا۔ ان دنوں حضرت کی تاسازی طبع کی بنا پر ملاقات مشکل تھی۔ ایک جمعہ کو حاضری ہوئی لیکن خرابی صحت کی بنا پر حضرت جمعہ کی نماز نہ پڑھا سکے۔ اگلے جمعہ کو دوبارہ حاضر ہوئے تو الحمد للہ حضرت قاضی صاحب ہی نے جمعہ کا بیان فرمایا۔ نماز کے بعد ہم مسجد سے ملحقہ ان کے حجرے میں گئے اور اجازت ملنے پر ہم اندر گئے۔ سلام کیا حضرت نے بڑی محبت سے جواب دیتے ہوئے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم نے محترم حافظہ عمر اسد صاحب کے حوالے سے اپنا تعارف کرایا کہ ان کے پڑوسی ہیں۔ پھر حضرت نے کچھ مزید تعارفی سوالات کیے۔ دوران گفتگو حضرت نے اپنے ٹریڈ مارک شان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں چند جملے ارشاد فرمائے۔

ان کے چہرے پر ایک عجیب نورانیت دیکھی، سادہ لباس اور دھیمے لہجے میں انتہائی متانت سے ان کا بات کرنے کا انداز ہمیشہ یاد رہے گا۔ پھر حضرت کے ایک خادم چائے اور بسکٹ لے آئے۔ ان کی اس سہان نوازی نے بہت بھی متاثر کیا کہ طبیعت کی خرابی کے ان دنوں میں صرف ملاقات کے چند لمحات کامل جانا ہی نعمت تھا۔ اس کے بعد ہم دعا کی درخواست کر کے رخصت ہوئے اس ولی اللہ کے ساتھ دس پندرہ منٹ کی یہ ملاقات یقیناً میرے لیے ایک سرمایہ ہے اور تاحیات یاد رہے گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی رحمہ اللہ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حسینیت کے علمبردار

کچھ مولانا محمد الیاس مظہری ^{۲۲}

کل نفس ذائقہ الموت کے قانون کے تحت ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اسی ضابطہ کے تحت میرے پیر و مرشد، عاشق رسول، وکیل صحابہؓ، ترجمان اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی رحلت فرما گئے۔ آپ نے ساری عمر باطل قوتوں کے خلاف کام کیا اور کسی باطل، ظالم اور جابر حکمران کے آگے نہیں جھکے۔ آپ دل کے اندر بہت خوف خدا رکھنے والے انسان تھے۔ پاکستان کے اندر جس فتنے نے بھی سراٹھایا آپ نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جو ایک مرتبہ ان کی مجلس میں آ جاتا یا ان کی تقریر سن لیتا یا آپ کو دیکھ لیتا تو وہ گرویدہ ہو جاتا ایک مرتبہ میں اپنے ساتھ چکوال ایک دوست قاری عبد الجبار مجاہد کو ملاقات کے لیے لے گیا۔ جس وقت حضرت مولانا مظہر حسین صاحبؒ سے ملاقات کی اور جمعۃ المبارک کا خطاب سنا اور آپ کی محنت دیکھی تو قاری صاحب بہت متاثر ہوئے۔

جب چکوال حاضری ہوتی مدرسہ کے بارے میں پوچھتے تھے اور تعلیم کے بارے میں دریافت فرمایا کرتے۔ ارشاد فرماتے کہ مدارس میں ہر سال کتنے طلباء کرام فارغ التحصیل ہوتے ہیں لیکن مدارس میں سنی عقیدہ خلافت راشدہ۔ حق چار یا چودھ نہیں سمجھایا جاتا اگر یہ سمجھا دیا جائے تو پاکستان سے رافضیت ختم ہو جائے۔

اس مرد قلندر نے وہ کام کیا جو پوری جماعت نہیں کر سکتی۔ میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہی کہہ سکتا ہوں کہ وہ اتنے کام کیسے کر لیتے تھے۔ تبلیغی اسفار، مہمانوں سے ملاقات، مدرسہ اظہار الاسلام کا نظام اور جامع مسجد مدنی کی خطابت، شب جمعہ کا درس، تحریک خدام اہل سنت کی امارت، ہر باطل فرقہ پر نظر، خطوط کے جوابات، ہر وقت عظمت صحابہؓ کے ترانے زبان پر جاری، پھر حق بات کہنے پر جیل و قید

بند کی صعوبتیں برداشت کرنا اور ثابت قدم رہنا..... وغیرہ ذالک
حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام خدام کو یہ سبق دے گئے کہ حق کے اوپر ڈٹ جانا باطل کے آگے نہ جھکنا
مصیبت اور تکلیف میں صبر کرنا یہی حسنیۃ ہے۔
اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر انوارات کی بارش نازل فرمائے اور ہم تمام خدام کو جو وہ پیارا مشن، یا اللہ
مدد۔ اصلی کلمہ اسلام۔ اور خلافت راشدہ۔ حق چاہیے اللہ دے کر گئے ہیں اس پر ثابت قدم رکھے اور
اس مشن پر موت دے۔

آمین بجاہ النبی الکریم



مولانا معین الحق، لاہور

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر وہی جذبات رکھتا ہوں جو آغا
شورش کاشمیریؒ نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کی مرقد پر پیش کئے۔

کئی دماغوں کا ایک انسان میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے
قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے زبان کا زور بیان گیا ہے
تیری جدائی میں مرنے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے
عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستین نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے افق پہ مہر مبین نہیں ہے
تیری لحد پہ خدا کی رحمت تیری لحد پہ سلام پہنچے

علماء کے مصلح

کچھ حافظ محمد اجمل ☆

وہ بحر جس سے لرزتی ہے شبستان وجود

ہوتی ہے اک بندہ مومن کی اذان سے پیدا

یوں تو بہت سارے واقعات دنیا کے اندر رونما ہوئے ان میں سے بعض واقعات تو نوید ہوتے ہیں

جو قلوب و اذہان کو معطر کر کے مسرت کی کیفیات سے دو چار کرتے ہیں۔

اور بعض ایسے حادثات بھی وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے ایک خاندان یا ایک قریہ، ایک شہر کا نہیں بلکہ پورے معاشرے کی قیمتی متاع اور بے مثال خزانہ اور لازوال دولت لٹ جاتی ہے اور ان کی وجہ سے ایک خاندان کے افراد نہیں بلکہ پوری قوم و ملک کے افراد کو داغ مفارقت سے دو چار ہونا پڑتا ہے، جس کی بنا پر پوری بنی نوع انسان، حرمان و حسرت کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے نوحہ کنان ہوتی ہے۔

جبکہ ان جیسے افراد کو پیدا ہونے کے لیے صدیوں لگتی ہیں یہی وہ شخصیات ہوتی ہیں کہ جو ایک فرد نہیں بلکہ پوری انجمن ہوا کرتے ہیں انہی کے دم سے پوری جماعت کی رونقیں وابستہ ہوتی ہیں۔ قوموں کے عروج و زوال، ترقی اور سعادت کی لگامیں انہی کے ہاتھوں میں ہوا کرتی ہیں اور ہر وقت کے جابر و ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا ان کا شیوہ ہوتا ہے۔

یہ تخت پر ہوں یا تختہ پر پابند سلاسل ہوں یا بیڑی انکا زبور ہو۔ حق بات کرنا ان کی گھٹی میں شامل ہوتا ہے۔ مصلحت پسندی کو ترک کر کے ارباب حل و عقد سے ٹکرانا ان کے موقف میں شامل ہوتا ہے۔ درحقیقت موت العالم، موت العالم کا صحیح معنوں کے اندر مصداق یہی ہوتے ہیں انکی قدر و منزلت مرتبہ و مقام ان کی حیات جاودانی کے اندر تو ہمیں معلوم نہیں ہوتا لیکن جب یہ اس دار فانی سے کوچ کر جاتے ہیں تو پھر ہمیں اپنی غفلت کا احساس ہوتا ہے۔

مر جائے انسان تو بڑھ جاتی ہے قیمت

زندہ رہے تو جینے کی سزا دیتی ہے دنیا

اگر ان کے بارے راقم یہ کہے کہ یہ مرا نہیں کرتے بلکہ رخ بدلتے ہیں تو حق بجانب ہو گا۔ انہی شخصیات میں سے محقق العصر، خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی ہیں، جن کی شخصیت کی وجہ سے پوری انجمن آباد تھی۔ موصوف نے تمام عمر دین متین کی خدمت میں گزار دی خصوصاً عقائد اہل سنت والجماعت پر جو خدمات سرانجام دیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں ان کے بارے میں مولانا حافظ شاہ محمد صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت نے عوام کی نہیں بلکہ علماء کی بھی اصلاح فرمائی ہے۔ حضرت شاہ محمد صاحب اپنے درس و تقریر اور وعظ کے اندر حضرت قاضی صاحب بیٹے کا ذکر خیر اس انداز سے فرماتے ہیں کہ میری راہنمائی اور میری اصلاح حضرت قاضی صاحب نے فرمائی اگر میرا ہاتھ حضرت کے ہاتھ میں نہ ہوتا تو پیہ نہیں میں آج کیا ہوتا، برسہیل تذکرہ حضرت اقدس کی وفات کے بعد راقم نے روزنامہ اسلام کے اندر عظیم مذہبی سکا لرمولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ کا مضمون پڑھا جس کے اندر حضرت نے تحریر کیا کہ حضرت قاضی صاحب کی وفات کے بعد ہم اپنے آپ کو یوں محسوس کرنے لگے ہیں جیسا کہ ہم یتیم ہو گئے ہیں کیونکہ اگر میں کوئی بھی تقریر یا تحریر لکھا کرتا تو اس بات کا اندیشہ رہتا تھا کہ کوئی جملہ غلط نہ لکھ دوں ایسا نہ ہو کہ گرفت ہو جائے۔ لیکن آج ہمیں پوچھنے والا اور ہماری اصلاح اور گرفت کرنے والا کوئی نہیں رہا۔ واقعہ حضرت بیٹے نے بہت سارے فرق باطلہ کی تردید کی ہے۔ اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ بڑے موثر انداز کے اندر ان کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ خصوصاً رافضیت، قادیانیت، مودودیت، مماثیت، اور بریلویت کے خلاف دلائل کی روشنی میں رسائل اور کتب تحریر فرمائیں۔ راقم کی نظر میں حضرت کی سب سے نمایاں صفت یہ تھی کہ انہوں نے عوام الناس میں رسائل کے ذریعے عقائد حقہ سمجھائے اور ان کا اکابر علماء دیوبند سے گہرا تعلق وابستہ کیا، اور ان کو اسلاف کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے وصیت اور نصیحت فرمائی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات نے حضرت کو اس قدر ہمت اور طاقت نصیب فرمائی تھی کہ حضرت پیرانہ سالی کے اندر بھی دینی، ملی، قومی خدمات سرانجام دیتے ہوئے داعی اجل کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف کوچ فرما گئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ذات ہم سیاہ کاروں کو بھی حضرت کی تقلید کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت نے جو مشن جاری کیا تھا اور جس جماعت کا علم بلند کیا تھا ہمیں بھی اس کا ایک ادنیٰ کارکن بنائے۔ اللہم آمین

آدابِ شریعت اور ہمارے مرشد

کچھ مولوی سید اسعد معاویہ ☆

قائد اہل سنت وکیل صحابہ و اہل بیت رحمہم، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ کے قائم کردہ مدرسہ اظہار الاسلام پنڈی روڈ چکوال ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۳ء تک والد گرامی سید عصمت شاہ کاظمی صاحب کے حکم سے ابتدائی درجہ کتب پڑھنے کی سعادت حاصل رہی۔ اس دو سالہ دور میں حضرت کے جمعرات کے درس اور دیگر بیانات سننے کا بارہا موقع ملا۔

شیخ زادہ سے ادب کا معاملہ

جمعیت علماء اسلام کی دعوت پر شیخ الاسلام ہمارے دادا مرشد مولانا حسین احمد مدنیؒ کے جانشین و صاحبزادہ ہندوستان سے تشریف لائے۔ تو حضرت کو ملنے وہ چکوال علماء کے ہمراہ تشریف لائے۔ حضرت کو جب مولانا اسعد مدنیؒ کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ نقابت اور پیرانہ سالی کے باوجود مسجد کے صحن میں تشریف لے آئے۔ مولانا اسعد مدنیؒ کو دیکھو تو معلوم پڑتا تھا۔ کہ وہ حضرت سے عمر میں بہت چھوٹے ہیں۔ اور صحت مند بھی ہیں۔ لیکن حضرت جی مولانا اسعد مدنی صاحب کے سامنے دوزانوں ہشاش بشاش باادب ہو کر کافی دیر تک بیٹھے رہے۔

یوں معلوم ہوتا تھا کہ خود حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ تشریف فرما ہیں اور ان کے سامنے ان کا شاگرد رشید بیٹھا ہوا ہے۔

صاحب ہدایہ کے بارے میں سنا ہے کہ ایک مرتبہ دورانِ درس کئی مرتبہ اٹھے اور پھر بیٹھے۔ پھر اٹھے پھر بیٹھے، شاگردوں نے دیکھ کر عرض کی استاد محترم کیا ماجرا ہے؟ تو صاحب ہدایہ فرمانے لگے کہ میرے استاد محترم کا ایک معصوم بچہ گھر سے کھیلے کھیلے باہر آتا تھا۔ میں ادباً کھڑا ہو جاتا تھا۔ یہی ادب تھا جو ہمارے

حضرت جی کو بہت اونچا لے گیا۔

ایک مرتبہ حضرت سجد سے اُٹھ رہے تھے میرے دو ساتھی مرفاروق، حادیہ اور عثمان معادیہ نے حضرت کو تھاما ہوا تھا۔ قسمت میں حضرت جی کو جوتا پہنانے کی سعادت آئی۔ میں نے دایاں پاؤں پہلے رکھ دیا تو حضرت نے پاؤں بچھ لیا اور فرمانے لگے اگر ہم لوگ ان آداب کا ذیال نہ کریں گے تو اور لوگوں کا کیا حال ہوگا کیونکہ سجد سے نکلتے وقت بائیں پاؤں پہلے نکالتے ہیں۔ پھر دائیں پاؤں میں جوتا پہنا جاتا ہے۔

حنیٰ النہیں کا ذکر

ہمارے حضرت قاضی صاحبؒ نے سب کو پتہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے مختار نظریات و عقائد کے خلاف نظریات رکھنے والے کو کبھی - عاف نہیں کیا، ہر قسم کی نشاندہی کرنا اور نفلی، عقلی دلائل سے باطل نظریات کا رد کرنا آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ مودیت، مماثلت، رافضیت، یزیدیت، خارجیت، انکار حدیث، انکار فقہ اور اہل بدعت سب کے رد میں حضرت نے تقریریں بھی کیں مضامین بھی لکھے۔ کتابیں بھی لکھیں سخت اور مضبوط گرفت کی۔ اس کے باوجود مخالف کا نام اچھے الفاظ سے لیتے۔

ان کے مرتبے کے مطابق شائستہ القاب استعمال فرماتے۔ اور اکثر تقریروں میں وضاحت بھی فرمادیتے کہ میں سخت القاب اور گالی گلوچ کا قائل نہیں ہوں۔ البتہ مرزا قادیانی یا پرویزی وغیرہ جس کا معاملہ واضح کفر والا تھا۔ ان کے لیے وہ کلمات تقسیم مولانا یا صاحب وغیرہ نہ بولتے۔ لیکن بے ہودہ مغفلوں اور گالی گلوچ سے مکمل پرہیز فرماتے۔ شرعی حکم کے مطابق جہاں مناسب ہوتا مگراد وغیرہ کے الفاظ استعمال فرماتے۔

طالب علمی کے دور میں

حضرت مولانا سید امین شاہ صاحبؒ نے ہمیں ایک دفعہ سنایا۔ کہ حضرت دارالعلوم دیوبند میں میرے کمرہ کے ساتھی تھے۔ طلبہ جیسا کہ طالب علموں کی عادت ہوتی ہے۔ کپ شپ بھی لگاتے شور شرابا بھی کرتے۔ لیکن حضرت قاضی صاحبؒ ایام طالب علمی میں بھی نہ صرف ان چیزوں سے پرہیز کرتے بلکہ دوسرے ساتھیوں کو بھی وقتاً فوقتاً اس سے منع فرماتے اور اکثر ہم درس ساتھیوں کا نام ان کی غیر موجودگی میں ادب سے لیتے۔ اسی ادب کا اثر تھا۔ عام طلبہ جو حضرت سے عمر میں بڑے تھے۔ وہ بھی آپؒ کا نام ادب سے لیتے تھے۔ بلکہ قاضی صاحبؒ کی غیر موجودگی میں بھی آپ کو "پھلوان والے مولوی صاحب" کہا جاتا۔ یا مولوی مظہر حسین صاحب کے الفاظ سے ذکر کیا جاتا۔

آبرو علماء دیوبند

کھ شہر کا دورہ حدیث شریف ☆

اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ کے مطابق ہر دور میں مخلص، باعمل اور باکردار علماء پیدا ہوتے رہے جو آئینہ اسلام سے شکوک و شبہات کی گرد صاف کر کے لوگوں کو گمراہی سے بچاتے رہے۔

برصغیر پاک و ہند کی نامور شخصیات میں سے ایک شخصیت موجودہ صدی کے مجدد، مجاہد ملت، اسوۃ الصالحاء، نابغۃ العصر، جامع الحاسن، پیر طریقت، رہبر شریعت، قائد اہل سنت، ترجمان مسلک حق، محافظ مسلک اہل سنت والجماعت، مخدوم العلماء، آبرو علماء دیوبند، نمونہ اسلاف، مرشد کامل حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ بھی تھے۔ حضرت کی ساری زندگی احقاق حق و ابطال باطل میں گزری۔ آپ کے علم و عمل کا تو زمانہ معترف تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اخلاص و للہیت، عاجزی و انکساری، شرافت و عظمت، تقویٰ و تدین، زہد و استغناء، درویش مزاجی، جرأت و حق گوئی، توکل علی اللہ جیسی صفات عالیہ سے بھی آپ متصف تھے۔ حق بات یہی ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو کمالات و خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ حضرت ایک بے مثل مبلغ اور لاثانی داعی حق تھے۔ چار چار گھنٹے بغیر پہلو بدلے بغیر تھکان بولتے تھے۔ آپ کی تقریر نہایت مدلل و مؤثر ہوتی۔ مخاطبین و سامعین کو سمجھانے کی حق تعالیٰ نے فوق العادت قوت عطا فرمائی تھی۔ اسلام کے بنیادی عقیدہ خلافت راشدہ کو سمجھانے میں آپ یکتا تھے۔ حضرت رحمہ اللہ نے اپنی پوری زندگی میں سب سے زیادہ محنت اسی عقیدہ پر کی اور آج ہر کسی کی زبان پر ہے ”خلافت راشدہ، حق چارپار“

ایسے وقت میں جب کہ اسلام کو مٹانے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور مسلک اہل سنت والجماعت فتنوں کی زد میں ہے۔ نت نئے نئے فتنے جنم لے رہے ہیں۔ ان حالات میں اہل سنت والجماعت کو آپ جیسے نڈر، پیما، جرأت مند، مخلص، بزرگ، زیرک قائد اور مصلح کی ضرورت تھی۔ آپ اپنے چاہنے والوں

کو ہمیشہ کے لیے روتا چھوڑ کر چلے گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت کے دل میں رب ذوالجلال کے علاوہ کسی کی عظمت نہ تھی۔ حضرت کو نہ تعریف کی آرزو تھی اور نہ ہی تنقید و ملامت کی پرواہ، کوئی چیز انہیں جادہ مستقیم سے نہ ہٹا سکتی تھی۔ کسی سے محبت و دشمنی وصل و فراق سب اللہ کی رضا کے لیے ہی تھا۔

حضرت کی کیا اثر نظر نے ہزاروں بی کایا پلٹ دی۔ ہم خوش نصیب ہیں کہ ہم نے ان کی زیارت کی ان کی مجلس میں ہمیں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کی تقاریر سننے کا موقع ملا لیکن ہم بد نصیب ہیں جیسے حضرت سے استفادہ کرنا چاہیے تھا ایسا نہ کر سکے۔ چشمہ صافی بہتا رہا مگر ہم پیا سے ہی رہے۔ ماہ تاباں ایک جہان کو منور کرتا رہا مگر ہم نے اپنی آنکھیں بند رکھیں۔ اس گلستان سے عالم مہکتا رہا مگر ہم اس سے گل چینی نہ کر سکے۔

حضرت کی زندگی قابل تقلید نمونہ ہے۔ حضرت کی سرپرستی اور دعائیں ہمارے لیے بہت بڑا قیمتی سرمایہ تھیں جن سے ہم آج محروم ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی اور ان کے مشن کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔



حق چار یاڑ کی اصطلاح

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

بے شک تمام اصحاب و یاران رسول اللہ ﷺ برحق ہیں لیکن ہم حق چار یاڑ تو خلافت راشدہ کے جواب میں کہتے ہیں اور ہر صحابی کو خلافت نہیں ملی اور گو حضرت حسن رحمہ اللہ بھی برحق خلیفہ ہیں اور ان کی صلح کے بعد بالاتفاق حضرت معاویہ رحمہ اللہ بھی برحق خلیفہ ہیں مگر یہ دونوں حضرات مہاجرین صحابہ رحمہم اللہ میں سے نہیں اور قرآن حکیم کی آیت حکمیں اور آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین صحابہ رحمہم اللہ میں سے خلافت عطاء کرنے کا وعدہ فرمایا اور مہاجرین صحابہ رحمہم اللہ میں صرف حق چار یاڑ کو ہی خلافت ملی۔ [خارجی فقہ حوالہ ص ۵۴۰]

لائق صد تحسین خدمات

☆ کھ حافظ محسن اللہ خان ☆

حضرت قائد اہل سنت بریلویؒ کی پاکیزہ زندگی مذہب حق اہل سنت والجماعت اور مسلک علماء دیوبند بریلویؒ کے دفاع اور اشاعت میں گزری ہے۔ اس ضمن میں آپ کی خدمات لائق صد تحسین و مبارک باد ہیں۔

حضرت اقدس بریلویؒ کے مقام عالی کو معلوم کرنے اور آپ کے علم و فضل جہاد و مجاہدہ کے لیے یہ شہادت کافی وافی ہے کہ آپ بریلویؒ کو شیخ الاسلام حضرت اقدس سید حسین احمد بریلویؒ نے خلافت سے سرفراز فرمایا اور جن کے بارے میں حضرت اقدس قطب زمان مولانا لاہوری بریلویؒ نے ایک موقع پر فرمایا کہ میں قاضی صاحب سے خوب واقف ہوں۔ قاضی صاحب تو ہمارے خاص آدمی ہیں وہ ہمارے ہیں اور ہمارے ساتھ ہی رہیں گے۔ حضرت اقدس بریلویؒ نے اہل سنت کو مذہب اہل سنت والجماعت کا بھولا ہوا سبق صرف سمجھایا ہی نہیں بلکہ ان کو یہ مشن دیا کہ اس مقدس سبق کو پوری دنیا میں پھیلاؤ اور سمجھاؤ۔ اس کا مشاہدہ حضرت کی تقریر اور تحریر سے کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ حضرت بریلویؒ کی جو بھی تقریر یا تحریر میرے کانوں نے سنی اور آنکھوں نے دیکھی ہے۔ اس میں آپ بریلویؒ نے موقع اور محل کے مطابق اہل سنت والجماعت کا کسی نہ کسی انداز سے ضرورت ذکر کیا ہے۔

حضرت قائد اہل سنت بریلویؒ نے اس عنوان کو اپنی زندگی کا مقصد اعظم بنایا تھا۔ اس طرح حضرت قائد اہل سنت نے اگر ایک طرف اصلی کلمہ اسلام کا سبق دیا جس وقت جعلی کلمہ منظر عام پر آیا اور پورے ملک میں البوم اکملت لکم دینکم کا پرچار کر کے واضح کر دیا کہ مسلمانوں کا وہی کلمہ ہے جو چودہ سو سالوں سے چلا آ رہا ہے۔ تو دوسری طرف آپ نے ہم کو حق چارچارہ کا مقدس نعرہ

بھی یاد کر لیا جس کو سن کر اگر ایک طرف رافضیت اور شیعیت راہ فرار اختیار کرتی ہے تو دوسری طرف خارجیت اور مودودیت کی بنیادیں کھوکھلی ہو جاتیں ہیں۔ حضرت اقدس اور حضرت مہملی رحمہما اللہ نے اس نعرہ حق چار یاڑ پر بہت محنت کی۔

حضرت اقدس نے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بھی واضح فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توقیر اور تکریم ایک مذہبی فریضہ مقدسہ ہے۔ جس کے بغیر دین اسلام کا قائم رہنا ناممکن اور محال ہے اور یہ بات سب کی زبانوں پر ہے کہ آپ ﷺ نے حضرات خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے حقیقی فضائل و مناقب اور مجاہدانہ کارناموں کو بذریعہ تقریر و تحریر دلائل و براہین کے ساتھ خوب واضح فرمایا بلکہ اس کا حق ادا کیا۔ آپ ﷺ نے ایک طرف اگر حضرات صحابہ کرام کی توقیر و تکریم ان کی عزت و ناموس کے لیے بھرپور محنت کی تو دوسری طرف حضرات شیخین کریمین اور صحابہ کرام کی تنقیص اور توہین کی جرأت کرنے والوں کو ایسا مسکت، منہ توڑ اور حوصلہ شکن جواب عنایت فرمایا کہ ایمانہ اہلس کو سزا خانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ خواہ وہ رافضیت و شیعیت کی شکل میں ہوں یا کہ مودودیت اور خارجیت کی شکل میں ہوں۔ اور حضرت قائد اہل سنت ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں یہی سمجھتا ہوں کہ صحابہ کرام کو مانو بھی اور منواؤ بھی۔ آخر میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے تحفظ ناموس صحابہ کے لیے جو سعی کی ہے وہ قیامت کی صبح تک ان شاء اللہ العزیز سنہری حروف کے ساتھ تاریخ کے اوراق پر لکھی جائے گی۔

حضرت اقدس ہم کو جو مشن دے گئے ہیں اگر ہم اس پر چلے تو ان شاء اللہ العزیز قیامت کے دن حضرت کے جعذے تلے ہوں گے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو حضرت کے مقدس مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔



ایک جاذب نظر شخصیت

کچھ حافظ آصف محمود ☆

جب سے میں نے ہوش منبجلا مولانا حافظ شاہ محمد صاحب زید مجدہم کو اپنا رہبر اور مقتدی پایا۔ اس کو حسن قسمت کہہ یا کھنص اتفاق۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جمعہ کے وعظوں میں اور مدرسہ کے ماہوار اجلاس میں اکثر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہدانہ کارناموں کو سننا رہتا تھا۔ ان کی ہمت و جرأت کے واقعات سن کر ایک عجیب سی تڑپ دل میں اٹھتی، ایک خواہش دل میں انگڑائی لیتی کہ ایسے عالم کی زیارت ضرور کرنی چاہیے کہ جن کی تعریف و توصیف ہمارے مہتمم صاحب بیان فرماتے ہیں۔

چنانچہ حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا اشتیاق بڑھا مگر ایک عرصہ تک میں اس خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکا وقت برق کی رفتار سے گزرتا رہا۔ جب ثانیہ میں داخلہ لیا تو دوستوں کے ہمراہ پہلی مرتبہ سنی کانفرنس ہمیں جانے کی توفیق نصیب ہوئی۔ ہمیں ایک گھر کی بالائی منزل میں حضرت جلوہ افروز تھے۔ میں بھی دوستوں کے ہمراہ حضرت کی زیارت و مصافحہ کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت پر جیسے ہی نظر پڑی..... بس انہی میں منہک ہو کر رہ گیا۔ کئی لمحات تک تو آنکھیں جھپکنا بھی بھول گیا۔ ایسی جاذب نظر شخصیت آج تک نہیں دیکھی تھی۔ میں تو مزید فیوض و برکات سمٹنا چاہتا تھا مگر حضرت کے خدام کے کہنے سے نہ جاتے ہوئے بھی کمرے سے باہر آ گیا۔

مگر ایک لمبی کشش مجھے پھر کھینچ کر حضرت کے پاس لے گئی۔ حضرت کے چہرے پر جہاں شفقت کا دریا موجزن تھا وہاں ہیبت اور عظمت کا دریا بھی سیل رواں تھا۔ جو ہر ناظر کے دل میں اپنا وقار خود بخود بٹھا رہا تھا۔ اگلے روز حضرت کا روح پرور اور ایمان افروز طویل بیان سن کر دل مزید باغ باغ ہو گیا۔

پھر اس کے بعد حضرت کی زیارت کا سلسلہ چلتا رہا کبھی برادر کرم کی معیت میں اور کبھی مولانا شاہ محمد صاحب کی معیت میں۔

مگر ہر مرتبہ ایک نئی کشش اور جاذبیت محسوس کی۔ حضرت کی یہ عجیب کرامت دیکھی کہ حضرت کو جتنی مرتبہ دیکھا اتنا ہی مزید زیارت کا اشتیاق بڑھا۔ بالآخر ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کی صبح حضرت شاہ صاحب کے درس قرآن کے بعد ناظم جامعہ قاری محمد اشرف نے آکر استاذ مکرم کو حضرت کے وصال کی دلخراش ہی نہیں بلکہ دل شکن خبر سنائی۔ آہ!

ہمزا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے جہاں کو دیراں کر گیا



حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے فرمایا.....

فرقہ اشاعریہ والے حضرت علی المرتضیٰ رحمہ اللہ وغیرہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ باقی تمام جماعت صحابہ کے مخالف ہیں اور خلفائے اربعہ میں سے پہلے تین خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق رحمہ اللہ، حضرت عمر فاروق رحمہ اللہ، اور حضرت عثمان ذوالنورین رحمہ اللہ کی خلافت راشدہ بلکہ ان کے ایمان و اخلاص کے بھی منکر ہیں۔ (العباد باللہ..... اور خارجی فرقہ کے لوگ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رحمہ اللہ کی خلافت اور ان کے ایمان و اخلاص کے منکر ہیں۔

اور چونکہ اہل السنۃ والجماعت ان چاروں خلفاء کو برحق مانتے ہیں بلکہ ان کی خلافت کو حسب آیت حکیمین اور حسب آیت اختلاف قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے قرآن کی اس موعودہ خلافت راشدہ کے مصداق چار یاڑ کی حقانیت کا ”حق جاہلانہ“ کے الفاظ سے اعلان و اظہار کرتے ہیں اور چار یاڑ یا حق چار یاڑ کی اصطلاح تحریک خدام اہل سنت نے وضع نہیں کی بلکہ صدیوں سے یہ اصطلاح اہل السنۃ والجماعت میں مقبول و مشہور ہے۔ [ماہنامہ حق چار یاڑ جلد ۱، شمارہ ۱، ص ۶]

ملفوظات حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ

کچھ مولوی محمد اشرف مخدوم پوری ☆

جس طرح حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عقائد میں اہل السنۃ والجماعت کے صحیح پاسبان تھے اسی طرح حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تصوف میں صوفیائے کرام کے کشف و کرامات احوال و مقامات تصرفات و اشارات کے بھی عظیم تر جہان تھے۔ عقائد و تصوف دونوں پہلوؤں میں حضرت اقدس نے افراط و تفریط کو چھوڑ کر مسلک اعتدال کو اختیار کیا۔ بے شک آپ کی ذات جہۃ الاسلام تھی۔ میں اپنے مرشد و مربی حضرت مولانا سید امین شاہ صاحب مدظلہ مخدوم پوری کا مشکور ہوں جنہوں نے مجھے چکوال تعلیم حاصل کرنے کے بھیجا۔ ذیل میں حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے چند ملفوظات نقل کیے جاتے ہیں.....

○ علم سے مقصود عاجزی ہے مبلغ کو حکمت و بصیرت اور جوش کی بجائے ہوش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ایک من علم ہو تو دس من عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔

○ جس سماع میں مزامیر ہوں بالاتفاق ناجائز ہے باقی شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

○ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سماع سننے سے کشف قلوب بھی ہو جاتا ہے اور کشف قبور بھی ہو جاتا ہے لیکن اس سے باطن کا نور جل جاتا ہے۔

○ ولایت کا کوئی درجہ شریعت سے مستثنیٰ نہیں الا یہ کہ کوئی مجذوب ہو یا غلبہ حال میں فطرح ظاہر ہو۔

○ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ طریقت اور حقیقت دونوں شریعت کی لونڈیاں ہیں۔

○ حب جاہ ایک مخفی روحانی بیماری ہے جو اس میں مبتلا ہو اس کو خود ہی علم نہیں ہوتا۔ پھر مثال بیان

فرمائی جس طرح گندگی تالاب کی تہہ میں جم جاتی ہے اور ہمیں نظر نہیں آتی۔ پانی ناپاک ہوتا ہے اور

ہم اسے پاک سمجھتے ہیں۔ یہ تمام روحانی بیماریوں میں سب سے آخر میں نکلتی ہے اور بالکل نکل جاتی

ہے تو ولی درجہ صمدییت پر فائز ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ تو صدیق اکبر تھے۔

○ درود شریف رحمتوں کا خزانہ ہے صوفیائے کرام نے جو کچھ حاصل کیا درود شریف سے کیا۔

○ بریلویت جہالت کا نام ہے ان کو نرمی سے سمجھانا چاہیے۔

○ طالب لذت طالب خدا نہیں ہوتا۔ ایک روح کی لذت ہے اور ایک نفس کی لذت ہے۔

○ حدیث پاک میں ہے حب الدنیا راس کل عطیۃ دنیا ہاتھ میں ہونی چاہیے دل میں نہیں۔

○ امام غزالیؒ نے لکھا ہے ہمارا نفس بھی پکار پکار کر انا ربکم الاعلیٰ کہہ رہا ہے۔ فرق اتا ہے

فرعون نے زبان سے کہا.....

○ بدعقیدہ لوگوں سے دور رہنا چاہیے چونکہ محبت کا اثر ہوتا ہے ان کی کتابیں عام آدمی نہ پڑھے۔

○ جو قوی ہوتا ہے وہ اثر ڈالتا ہے اور جو ضعیف ہوتا ہے وہ قبول کرتا ہے۔

○ جس طرح جنوں لیلیٰ کی محبت میں اپنے کو لیلیٰ کہتا تھا۔ انا الحق کا مطلب ہے حق ہے میں نہیں ہوں۔

○ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے لکھا ہے کہ جس طرح لوہے کو آگ میں ڈالا جائے تو وہ گرم ہو کر

سرخ ہو جاتا ہے اگر اس کو زبان دی جائے اور وہ کبھڑے میں آگ کا انگارہ ہوں تو اس میں کیا

تعب ہے۔ یہی حقیقت مسئلہ وحدت الوجود کی ہے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس کا نام

وحدت الشہود رکھا۔

○ نہ اپنی تعریف آپ درست ہے نہ کوئی دوسرا منہ پر تعریف کرے، یہ کبر کا بیج ہے۔

○ اپنی تعریف آپ کرنا درست نہیں لیکن ضرورت کے وقت جائز ہے جس طرح سید الشہداء حضرت

امام حسینؑ نے میدانِ کربلا میں کی ہے۔

○ حضرت مدنیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ صحابہ کرامؓ جھگڑنے کے باوجود حماء بینہم کیے

تھے؟ فرمایا۔ صحابہ کرامؓ کے جھگڑے نفس کے لیے نہ تھے اللہ کے لیے تھے۔

○ اللہ کی قدرت ہر چیز میں ہے پھر فرمایا۔ صوفیائے لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی

قدرت کا مظہر اتم ہیں۔

○ مجاہدہ نفس سے غیر مسلم کا نفس بھی صاف ہو جاتا ہے لیکن پاک نہیں ہوتا۔ جس طرح پیشاب سے

گندگی صاف ہو جاتی ہے پاکی حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن مؤمن کا نفس پاک بھی ہوتا ہے اور صاف

بھی ہوتا ہے کسی غیر مسلم کے ہاتھ پر خرق عادت فضل ظاہر ہو تو یہ اسرارِ راج ہے۔

- حیات انبیاء کا انکار مسئلہ حاضر ناظر کا رد عمل ہے۔
- حق والوں سے پیاز بھی نکرائے گا تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔
- حضرت مرزا جان جاناں رضیہ کو ایک مرید پکھا جھل رہا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا آہستہ جھلو جب اس نے آہستہ کیا تو فرمایا کیا بیمار ہیں تیر جھلو۔ فرمایا مشائخ اسی طرح اصلاح کرتے ہیں۔ خلاف نفس بات لاتے ہیں اور بار بار کرتے ہیں جس سے مرید کی اصلاح ہوتی ہے۔
- ایک دفعہ ایک منافق نے یہودی کے ساتھ حضور علیہ السلام سے فیصلہ کروایا، پھر وہ منافق فیصلہ خلاف ملنے پر حضرت عمر رضیہ کے پاس گیا۔ آپ فیصلہ کریں حضرت عمر رضیہ گھر گئے اور تلواریں لاکر سر قلم کر دیا۔ فرمایا جس کو حضور پاک رضیہ کا فیصلہ منظور نہیں ہے اس کا فیصلہ حضرت عمر رضیہ کی تلوار کرے گی۔ فرمایا حضرت عمر رضیہ کو اس نے سمجھا نہیں تھا۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ میں مسلمان ہوں اور حضرت عمر رضیہ کا مزاج جلالی ہے۔ حالانکہ حضرت عمر رضیہ کا غصہ صرف اللہ کے لیے ہوتا تھا۔
- حضرت عمر رضیہ اور صدیق اکبر رضیہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضیہ اونچا اور صدیق رضیہ اکبر آہستہ۔ آپ نے پوچھا تو صدیق نے فرمایا اللہ کو سنانا مقصود ہے وہ آہستہ بھی سن لیتا ہے۔ حضرت عمر رضیہ نے فرمایا۔ لوگوں کو بیدار کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے معاملہ برعکس کر دیا۔ فرمایا یہ اصلاح ہے خلاف نفس کرو اس کو فانی الارادہ کہتے ہیں۔
- تصوف یہ ہے کہ اپنے ساتھ سوء ظن اور دوسرے کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے۔
- کسی سے اچھائی کی توقع نہ رکھو۔ احسان اللہ کے لیے کرو پھر ان شاء اللہ کسی سے جھگڑا نہیں ہوگا۔
- اگر نفس کو نیکی میں نہیں لگاؤ گے تو یہ تمہیں برائی میں لگا دے گا۔
- محققین صوفیاء کے نزدیک ایسا علم اور سخاوت جو تکبر کے ساتھ ہو اس سے وہ جہل اور بخل بہتر ہے جو تواضع کے ساتھ ہو۔



تم یتیم ہو گئے

☆ کھڑے مولوی محمد عثمان معاویہ

یہ ایک ۳ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ، ۲۶ جنوری ۲۰۰۳ء بروز سوموار کی اداس سحر تھی۔ فضا میں غیر معمولی افسردگی کے آثار نمایاں تھے۔ رات کے وقت تمام ساتھی معمول کے مطابق سو گئے۔ صبح کو نماز فجر کے وقت اچانک بھائی ابرار نے بیدار کرتے ہوئے تمام ساتھیوں کے شانہ بشانہ جھوڑ دیئے۔ اور کہا کہ ادا یہ والو آج ”تم یتیم ہو گئے ہو“۔ تمام طلباء نے کہا کیا مطلب؟ تو اس پر بھائی ابرار نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ، اس دار الفناء سے دار البقاء کی طرف چل رہے۔ کہنے والے نے کہہ دیا۔ لیکن سننے والوں نے اتنے غزدہ لہجے میں ان اللہ پر مبنی گستاخ کیا کہ انہیں قائد اہل سنت رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کا اتنا دکھ نہیں۔ جتنا اپنے یہاں رہ جانے کا صدمہ ہے۔

قائد اہل سنت کی شخصیت

قائد اہل سنت حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ، کی شخصیت خود اس قدر ہمہ گیر، اور ہزاروں خوبیوں کا مرقع تھی۔ ان میں سے ایک ایک وصف ایسا ہے جسے بیان کرنے کے لیے کئی صفحات کی ضرورت ہے۔ آپ نہ صرف اعلیٰ پایہ کے خطیب و مقرر تھے بلکہ ایک باذوق مصنف، شاعر، ادیب بھی تھے، اور تاریخ اسلام میں دنیا بھر میں انفرادی مقام رکھنے کے باعث قائد اہل سنت کا لقب آپ کے نام کا جزو ثانی بن چکا تھا۔ ایک عظیم قائد اور لیڈر بھی تھے۔ اور نوجوانوں کے دلوں میں بسنے والے ایک محبوب ترین راہنما بھی تھے۔ قائد اہل سنت رضی اللہ عنہ جب تک اس دنیا میں رہے۔ بیاگ دہلی کفر کو لکارتے رہے۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ ذہانت، دانائی، جرأت، استقامت و استقلال میں اپنی مثال آپ تھے۔ قائد اہل سنت نور اللہ مرقدہ، کو قدرت نے اپنی طرف سے کچھ ایسے اوصاف سے نوازا تھا۔ جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس قاضی صاحب بیسہ کی ایک عظیم صفت یہ تھی کہ جب بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کو بیان کرتے تو یوں لگتا تھا۔ کہ انسان تو انسان درود یوار بھی جھوم رہے ہیں۔ ایسی ہی مقدس ہستیوں کے لیے یہ پوچھنا پڑتا ہے۔۔۔

یارب وہ ہستیاں کس دیس میں بستی ہیں

اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں رستی ہیں

چمن کی زینت بن کر اور گلشن کو مہکا کر آپ کی پاکیزہ سعید روح بہشت کی روحوں سے جا ملی۔ وہ عظمت و سر بلندی کی خلعت زیب تن کر کے ایک ایسی دنیا میں جا چکے۔ جہاں ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ ہمارے کان اس کی آواز سننے سے محروم ہیں۔۔۔

ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

اس سانچہ احوال پر آنسو بہانے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی

ضرورت ہے۔



حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا.....

اللہ تعالیٰ جب اپنی رضا کی بشارت دیتا ہے تو اس سے دوام ہی مقصود ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص سے راضی ہونے کا اعلان نہیں کرتا جو بعد میں اس کو ناراض کرنے والا ہو، لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیعت رضوان کے سلسلہ میں یاد دہانے کے مواقع پر جو "رضی اللہ عنہم و رضوانہ" کی قرآنی سند دی گئی ہے تو یہ اسی بنا پر ہے کہ وہ اس کے بعد کوئی ایسا فعل نہیں کریں گے جو اس کی ناراضگی اور غضب کا سبب بن سکے۔ [کشف غار ج ۲ ص ۱۷۲]

سو گئے آخر زمانے کو جگانے والے

☆ کھ حافظ محمد انصاف ☆

قرآن مجید کے فیصلے کے پیش نظر جو بھی بنی آدم اس دنیا میں آیا ہے اس نے اس ضابطہ کے تحت اس جہان فانی سے کوچ کرنا ہے۔ کل من علیہا فان (الایہ)

تاہم کچھ شخصیات رحلت کے بعد دل و دماغ میں اپنے ہزاروں کارناموں اور یادوں کو چھوڑ جاتی ہیں جس کی وجہ سے مدتوں لوگوں کی زبانیں ان کا تذکرہ خیر کرتی رہتی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ مبارک شخصیات مر کے بھی زندہ رہتی ہیں انہی مبارک اور خوش نصیب شخصیات میں سے ایک عظیم شخصیت قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی ہے۔ آپ فاضل دیوبند اور حضرت شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خصوصی شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے خلیفہ مجاز بھی تھے آپ کی زندگی مجموعہ محاسن تھی، آپ کی تحریر میں بے پناہ تاثیر اور تقریر میں علم کا سمندر موجزن تھا قلم و زبان پر قابو تھا پوری دنیا ان کی علمی ستادتوں سے بہرہ ور تھی۔ آپ رحمہ اللہ نے ہر میدان میں قائدانہ کردار ادا فرمایا۔ یوں تو آپ ہر میدان کے شامسوار تھے مگر دین کے خلاف اٹھنے والے فتنوں اور تحریکوں کے خلاف خصوصاً ننگی تلوار تھے۔ ان کا یہی وصف انہیں اپنے ہم عصر علماء اور شخصیات سے نمایاں کرتا ہے۔ نہ علماء کی کمی ہے نہ ہی اساتذہ تفسیر و حدیث کی، خانقاہیں بھی ذکر و فکر کی روایتی آوازوں سے گونجتی نظر آئیں گی۔ مگر مسجد و مدرسہ منبر و محراب سے اللہ و رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کو حق کی آواز میں لٹکانے والا عالم جلیل اور علماء حق کا صحیح وارث اب نظر نہیں آئے گا۔ جس کی آواز سے دین حنیف کے چمن میں بہار آئی۔ دور حاضر میں فتنوں کے تعاقب اور مسلک علماء دیوبند کی نشاندہی میں حضرت رحمہ اللہ نے جس طرح بے نظیر خدمات سرانجام دیں یہ آپ ہی کا حصہ تھیں۔ آپ بہت

ہی متواضع شخصیت کے حامل تھے۔ چہرہ مبارک پر ہمیشہ مسکراہٹ ہوتی تھی۔ آپ بے پناہ پیار و محبت سے امت کو پیارے سے کزور دیں اور تھکاوٹ کا احساس نہیں ہونے دیتے تھے۔ آپ بے پناہ پیار و محبت سے امت کو اس کے بھولا ہوا سبق یاد دلاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تحفظ کو اپنا نصب العین بنایا۔ جس کی وجہ سے وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم جیسا مبارک لقب ملا۔ نہ ہی اپنی تعریف برداشت کرتے اور نہ اپنے نام کے ساتھ کوئی لقب لگانے دیتے جو اللہ والوں کی شان رہی ہے ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ خادم اہل سنت لکھتے تھے مگر وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم کے لقب سے خوش ہوتے اور فرماتے تم سب بھی وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم۔ حضرت اقدس رضی اللہ عنہ کے قلم میں بلا کی روانی، طوفان کی تیزی اور تلواری کی کاٹ تھی انہوں نے جس باطل فرقت کے خلاف بھی قلم اٹھایا لکھنے کا حق ادا کر دیا وہ نہایت ہی عجیب انداز میں باطل پر گرفت فرماتے یہاں تک کہ باطل عاجز آ جاتا۔ حضرت اقدس رضی اللہ عنہ کی زیارت سے اکابرین کی یادیں تازہ ہو جاتیں۔

۲۰۰۰ء میں راقم الحروف قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد بیعت کی غرض سے قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رضی اللہ عنہ کے خدمت میں مدنی جامع مسجد چکوال، مولانا رشید احمد صاحب الحسینی اور باقی چند ساتھیوں کے ساتھ حاضر ہوا۔ بیعت کی درخواست کی جو آپ رضی اللہ عنہ نے قبول فرمائی۔ اسی سال بندہ نے مدرسہ قاسمیہ حضرو میں درس نظامی پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ یقیناً آپ سے اس پہلی ملاقات کا اثر تھا آپ سے محبت تو پہلے سے تھی لیکن اب تو اس عقیدت اور محبت میں اور بھی اضافہ ہونے لگا۔ ۲۰۰۱ء کے اواخر میں راقم الحروف اپنے استادوں کے مشورے سے مدرسہ اظہار الاسلام چکوال میں تعلیم اور اصلاح کی غرض سے حاضر ہوا اور ثانیہ عامہ میں داخلہ لیا۔ جمعرات کا انتظار شدت سے ہوتا اس لئے کہ آپ جمعرات کے دن درس قرآن مجید اور جمعہ کے بیان کے لئے تشریف لاتے پھر بعد از نماز جمعہ ہم سب آپ رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کرتے اس ضعف اور بیماری کی حالت میں بھی آپ پابندی سے درس و جمعہ کے بیان کے لئے تشریف لاتے عقائد کی اصلاح فرماتے۔ توحید شان رسالت ﷺ، شان صحابہ رضی اللہ عنہم اور خصوصاً عقیدہ خلافت راشدہ پر دو، دو گھنٹے بیان فرماتے۔ یہ باتیں دیکھ کر ہر آدمی یہ تصور کرتا کہ یہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی خصوصی مدد ہے۔ گزشتہ سال جامعہ ہدا کے طلباء کا مشکوٰۃ شریف کا ختم تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس میں تشریف لائے مشکوٰۃ شریف کی آخری حدیث پڑھائی۔ اور درس قرآن مجید دیا یہ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا آخری درس تھا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ درس کے لئے تشریف نہ لائے۔

آخری ملاقات میں آپ رضی اللہ عنہ سے میں نے عرض کی کہ تکبر کے بارے میں کوئی وظیفہ ارشاد فرما

ہیں۔ آپ نے گنہگار کا ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا اور فرمایا کہ ”بندہ کس طرح تکبر کر سکتا ہے؟ صرف اپنی عظمت پر غور کرے یہ تو محتاج ہی محتاج ہے۔ پانی نہ ملے تو مر جائے گا کھانا نہ ملے تو تب بھی مر جائے گا۔ پھر ہوتا ہے تو ہسپتال میں جاتا ہے گویا کہ انسان عاجزی کا مجسمہ ہے“ اس دن آپ بچہ کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی شدید بیماری کے قبض نظر میں نے اجازت چاہی بیماری سی مسکراہٹ کے بعد فرمایا کوئی خیال آئے تو لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی ایک تسبیح پڑھ لیا کرو۔ اس شدید بیماری میں بھی آپ ہر چھوٹے بڑے سے محبت و شفقت سے حال احوال پوچھتے رہے۔ اور اپنی نیک دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتے رہے میں پانا تو آنکھوں میں محبت چمک آئی کیا معلوم تھا کہ عاشق رسول ﷺ وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہماری یہ آخری ملاقات ہوگی۔ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء بروز سوموار صبح تقریباً ۵ بجے ایک ساتھی نے خواب فطرت سے بیدار کیا اور خبر سنائی کہ ہیر طریقت رہبر شریعت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ہمیں پہنچا کر چلے گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون
مر گئے تو یہ کتبے پہ لکھا جائے گا
سو گئے آخر زمانے کو جگانے والے



حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے فرمایا.....

تاریخ کی روایات شرعی حجت نہیں ہوتیں۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفاء کے متعلق جو ایمان و اعتقاد رکھو وہ کتاب و سنت کی روشنی میں ہو۔ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہو۔ مؤرخین نے مختلف اور متضاد روایتیں جمع کر دی ہیں۔ اس لیے تم ان میں جتنا پڑو گے اتنا ہی گمراہی کا شکار ہو گے یعنی تاریخ معیار نہیں۔ جو روایت کتاب و سنت کے مطابق ہو وہ قبول کرلو۔ اگر خلاف ہے رد کر دو خواہ کتنے والا کوئی بھی ہو۔ (ماہنامہ حق چار پارٹ، نومبر ۲۰۰۴ء، ص ۲۲)

علماء دیوبند کی پہچان

☆ کھ محمد عابد الحسنی

کل من علیہا فان ہر ایک کے لئے فنا ہے۔ جو بھی آیا ہے اس نے جانا ہے لیکن بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ دنیا سے جا کر بھی دنیا میں باقی رہتی ہیں۔ وہ مر کر بھی زندہ رہتی ہیں۔ ان کا نام اور کارناموں کا ڈنکا ہر سو بجتا رہتا ہے۔ ان کے لگائے ہوئے چمن میں آنے والی بہار ان کے باقی رہنے کا پتہ دیتی ہے۔

انہی مبارک ہستیوں میں سے ایک ہستی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کے نام نامی سے جانی جاتی ہے۔ یہ ہستی نہ صرف یہ کہ انبیاء کے وارثین کے گروہ میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے بلکہ دین مصطفویٰ کی بقاء کے لئے خدائی انتظام ہے۔ قلب کو پاک کرنے والے سلسلہ تصوف کی بڑی ہستیوں میں سے ایک ہے۔ جو ہمیں بروز سوموار پونے ۵ بجے حری کے وقت اس فانی دنیا میں چھوڑ کر اپنے رب کے ہاں چلے گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.....

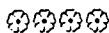
آپ کے انتقال کی خبر میرے لئے صاعقہ آسانی سے کم نہ تھی۔ آخر وکیل صحابہ رحمہ اللہ، قائد اہل سنت، ولی کامل، بانی امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت کا دنیا سے چلے جانا کچھ معمولی بات نہیں۔ کیونکہ آج کل کے پرفتن دور میں صحیح رہنمائی مسلک اعتدال اور مسلک علماء دیوبند کی صحیح ترجمانی اگر کوئی ہستی کر رہی تھی تو وہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی ہی ذات تھی۔

آپ کے انتقال کی خبر جب میرے کانوں میں پڑی تو میرے ہوش و حواس ہی کم ہو گئے۔ اور مجھے اس خبر کی صداقت میں شبہ ہو گیا۔ اساتذہ کرام سے تصدیق کروائی تو حالت دگرگوں ہو گئی۔ اگر میں اپنے غم کو حضرت فاطمہ رحمہ اللہ کے الفاظ میں بیان کروں تو مبالغہ نہ ہوگا۔

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فقط ایک شخص ہی کا نام نہ تھا بلکہ وہ علماء حق، علماء دیوبند کی پہچان بن گئے تھے۔ کہ ان کے نام سے مسلک اہل سنت والجماعت کو پہچانا جاتا تھا۔ ان کے نام سے فتنے دبے ہوئے تھے۔ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے ہر فتنے کو قلم کے ذریعے دلائل کے زور سے ہر میدان میں شکست دی۔ حضرت قائد نہ صرف یہ کہ عالم دین تھے بلکہ آپ عارف باللہ بھی تھے۔ آپ کے متوسلین بھی آپ کے تعلق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے قلبی لگاؤ محسوس فرماتے تھے اور فرماتے ہیں۔ اگر مریدین کو حق تعالیٰ کی معرفت مل گئی تو خود پیر صاحب کا مقام کیا ہوگا۔ اندازہ لگانا مشکل ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بڑے شفیق تھے۔ انہوں کے ساتھ تو ہر کوئی شفقت کرتا ہی ہے غیروں کے ساتھ بھی آپ شفقت کر کے اپنا بنا لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمائے۔ اور ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے..... (آمین)



حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا.....

عالمِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے وفائی اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اتباع نہ کرنے ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ پاکستان میں اب تک کوئی صحیح اسلامی آئین مرتب ہی نہیں ہو سکا اور نہ کسی حکومت کو استحکام مل سکا ہے۔ اگر علمائے اہل سنت والجماعت کھلم کھلا بغیر خوف لومۃ لائم عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عقیدہ خلافت راشدہ پر محنت کرتے، اس کی تبلیغ اور اس کے تحفظ میں کوشش کرتے تو آج سنی مسلمانوں کی ایک ایسی مضبوط جماعت میدانِ عمل میں آ جاتی کہ جس کو کوئی حکومت نظر انداز نہیں کر سکتی بلکہ کوئی حکومت ان کے تعاون کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس بنیاد پر اجتماعی طور پر محنت نہیں کی گئی جس کے نتائج سامنے ہیں۔ [ماہنامہ حق چار یار، ص ۴۸، جون/ جولائی، ۱۹۸۹ء]

وَإِذَا مَرَضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ (القرآن)

روحانی اسرار کا علاج

شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام والاسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
کے آزمودہ اوراد و وظائف

مسمیٰ بہ عملیات مدنی

دیکر مجرب عملیات بہ اجازت

حضرت مولانا میر قاضی محمد ظہیر الحسن اظہر صاحب

جانشین قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

مؤلفہ

مولانا قاری عطاء اللہ طارق بن حکیم امانت اللہ قادری دامت برکاتہم

***** (ملک کا پتہ) *****

مکتبہ مظہریہ جامع مسجد مدنی جادہ روڈ جہلم شہر پاکستان

فون: 0541-620698

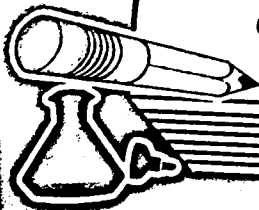
پیشہ اضافوں کے ساتھ جدید ایڈیشن جلد آرہا ہے



باب 6

پادگار قراردادیں

ارباب حکومت کو وقاف و قاف مختلف مسائل
پر پیش کی جانے والی چند قراردادیں



ویران ہے میکدہ خم وساغر اُداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے فیوضات اور خلافت کے امین، بقیۃ السلف، یادگار اسلاف، قطب الارشاد وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ مجدد وقت تھے، جنہوں نے بلا خوف لومۃ لائم سنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تمام باطل فتنوں کے خلاف جو کبھی جنگ لڑی، عقائد اہل سنت والجماعت کے تحفظ کے لئے کبھی بھی مصلحت کا دامن تھامنا گوارا نہ فرمایا۔ عقائد اہل سنت والجماعت کے دفاع کو ہمیشہ اپنی ذات سے مقدم سمجھا، آئمہ اہل سنت اور اکابرین علمائے دیوبند کے افکار سے سرمو بھی انحراف نہ فرمایا۔

”الحب للہ والبغض للہ“ اور اشداء علی الکفار رجاء پیہم“ کی عملی تفسیر تھے، دشمنان صحابہ کے ساتھ ”اتحاد یا رواداری“ یہ الفاظ ہی آپ کی لغت میں نہیں تھے۔ غیرت صحابہ میں منفرد حیثیت کے حامل تھے، جس میں کوئی بھی آپ کا ثانی نہیں۔ آپ کا وجود اہل سنت والجماعت کے لئے عموماً اور ہم خدام کے لئے خصوصاً رحمت کا سایہ تھا، مگر انفس و صدافسوس وہ سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا ہے۔

خاکروب آستانہ مظہری

نثار معاویہ

فون کمر: 52173



قرارداد خلافت راشدہ

بخدمت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان

سلام مسنون

عرض آنکہ

مسند اقتدار پر فائز ہونے کے بعد آپ نے قیام پاکستان کے اصل مقصد کے تحت کلی ہار پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنے کا وعدہ کیا، اور عموماً مسلمانان پاکستان کا بھی یہی مطالبہ ہے کہ پاکستان میں نظام مصطفیٰ (یعنی نظام اسلام) جلدی نافذ کر دیا جائے۔ لہذا اس سلسلے میں حسب ذیل امور قابل لحاظ ہیں.....

①..... ملک عرب میں خود خاتم النبیین حضرت محمد رسول ﷺ نے جو حکومت الہیہ قائم فرمائی تھی اس کے کارکن لاکھوں کی تعداد میں وہی اصحاب رسول ﷺ تھے جن کو براہ راست حضور ﷺ کی تربیت نصیب ہوئی تھی۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں خیر امت (یعنی سب امتوں سے بہتر جماعت) ہونے کا عظیم شرف عطا فرمایا ہے۔ اور جن کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خصوصی اعلیٰ سند عطا کی گئی ہے۔ یہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت حضور اکرم ﷺ اور مابعد کی امت کے مابین کتاب و سنت کے پہنچانے میں ایک واحد واسطہ ہے۔

②..... نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ﷺ کے بعد حسب وعدہ خداوندی خلفائے راشدین امام الخلفاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور کی خلافت (جانشینی) کا بلند منصب نصیب ہوا۔ اور ان برحق خلفاء میں سے خصوصاً پہلے تین خلفاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تو اتنا عظیم الشان اور بے نظیر ہے کہ تقریباً ۲۵ سال کے قلیل عرصہ میں پرچم اسلام نے اقوام عالم کو مسخر کر لیا۔ قیصر و کسریٰ کی صدیوں کی استبدادی حکومتیں نیست و نابود کر دی گئیں۔ اسلامی عدل و انصاف کے نور سے فضا میں منور ہو گئی۔ اور آسانی برکات سے انسانیت مالا مال ہو گئی۔ لہذا مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر سواد اعظم کے اہم مطالبات حسب ذیل ہیں.....

①..... چونکہ قیامت تک کی امت مسلمہ کے لئے خلافت راشدہ کا نظام ایک مثالی معیاری اور

بے نظیر نمونہ ہے جو محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع میں نافذ کیا گیا تھا۔ اس لئے پاکستان میں کتاب و سنت پر مبنی اسلامی نظام حکومت کے لئے نظام خلافت راشدہ کی پیروی کا واضح اعلان کر دیا جائے۔

مطالبہ ⑤..... سرکاری سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ایسا نصاب دینیات نافذ کیا جائے۔ جس میں قرآن و سنت کے ساتھ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس تذکرے موجود ہوں تاکہ مسلم طلبہ اپنے اسلاف کے بے نظیر اسلامی کارناموں پر فخر کر سکیں اور ان کی اتباع میں خدامت مخلص مسلمان بننے کی کوشش کریں۔

(ب) نصاب دینیات میں شیعہ کلمہ اور شیعہ اذان کے یہ الفاظ بالکل حذف کر دیئے جائیں۔ جن کا نبی اکرم رحمت اللعالمین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے کوئی ثبوت نہیں مل سکتا یعنی صلی و علی و آلہ و سلم رسول اللہ و خلیفہ ہلا فصل۔ علاوہ ازیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے خلیفہ ہلا فصل کا اعلان بالکل خلاف حقیقت ہے اور مروجہ اسلامیہ کے عقیدہ خلافت راشدہ کے خلاف ایک کھلا چیلنج ہے۔

مطالبہ ⑥..... چونکہ پاکستان میں اکثریت سنی خفی مسلمانوں کی ہے اس لئے اجتہادی اور فردی مسائل و احکام میں فقہ حنفی بطور پبلک لاء نافذ کی جائے۔ اور شیعوں کے اس مطالبہ کو بالکل مسترد کر دیا جائے کہ پاکستان میں فقہ جعفری کو بھی فقہ حنفی کے مساوی پبلک لاء کا حق دیا جائے۔ کیونکہ.....

(۱) حسب عقیدہ حضرت علی المرتضیٰ سے بھی فقہ جعفری کے قانونی نفاذ کا کہیں بھی کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اور موجودہ دور گو شیعہ عقیدہ میں امام مہدی کا دور امامت ہے لیکن وہ خود صدیوں سے غائب ہیں اس لئے ان کے حکم کے تحت فقہ جعفری کے نفاذ کی کوئی صورت نہیں اختیار کی جاسکتی۔

(ب) متحدہ ہندوستان میں صدیوں تک مسلم حکومتیں قائم رہی ہیں لیکن ان میں بھی ہمیں فقہ جعفری کے قانون کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

(ج) مشہور شیعہ عالم مولوی محمد بشیر آف ٹیکسلا ضلع راولپنڈی نے تو فقہ جعفری کی اصطلاح ہی کو ناجائز قرار دے دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے سورۃ اراۃ میں گورنمنٹ محمد علی ہائی اسکول میں جو تقریر کی ہے اس کے شیپ کردہ الفاظ یہ ہیں ”قیاس وہ کرے جس پر نہ وحی ہو نہ الہام۔ کبھی نہ کہنا فقہ جعفری، جس نے فقہ جعفری کہا اس نے فقہ حنفی اور امام جعفر صادق اور امام ابو حنیفہ کو ایک بنا دیا کہ وہ بھی مجتہد تھے۔ کبھی یہ لفظ نہ کہنا، فقہ جعفری، تم کہو فقہ شیعہ“۔ بہر حال فقہ جعفری ہو یا فقہ شیعہ۔ جب ان کے ائمہ معصومین کے

دورِ امامت میں ہی اس کے قانونی نفاذ کا ثبوت نہیں ہے تو پاکستان میں اس کے نفاذ کا کیونکر جواز ہو سکتا ہے؟

بزرگ محترم سے ہمارا یہ پرزور مطالبہ ہے کہ خلافت راشدہ کے معیاری دور کی پیروی میں اسلامی نظامِ حکومت قائم کر کے پاکستان کو ایک مثالی اسلامی مملکت بنا کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

(زائد)

مخائب: تحریک خدام اہل سنت پکوال ضلع جہلم پاکستان

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۳۹۸ھ

۲۵ مئی ۱۹۷۸ء

.....

قرارداد صداقت

بطور پبلک لاء فقہ جعفری نہ نافذ کی جائے

بخدمت جناب صدر مملکت محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان

فقہ جعفری کے نفاذ کے سلسلہ میں آل پاکستان شیعہ کونشن (میانوالی) منعقدہ ۱۲/۱۳ اپریل ۱۹۷۹ء مفتی جعفر حسین صاحب سابق شیعہ رکن اسلامی مشاورتی کونسل پاکستان نے یہ اعلان کیا تھا کہ اگر حکومت نے ۳۰ اپریل تک شیعہ مطالبات کو تسلیم نہ کیا تو وہ مشاورتی کونسل کی رکنیت سے مستعفی ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے حسب اعلان یکم مئی کو اپنا استعفیٰ صدر مملکت کو ارسال کر دیا ہے اور آج ۴ مئی کو شیعہ قوم یوم احتجاج منارہی ہے۔ حالانکہ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے شیعہ مطالبات کے تحت شیعہ وفد کی ملاقات کے لئے ۵ مئی کی تاریخ مقرر کر دی تھی۔ ان حالات میں نماز جمعہ کے موقع پر دینی جامع مسجد پکوال میں سنی مسلمانوں کا یہ اجتماع شیعہ قوم کی حالیہ احتجاجی کاروائیوں کو ملک کے موجودہ بحرانی حالات میں اضافہ کا سبب تصور کرتا ہے اور شیعہ مجوزہ ایجنڈیشن کو انتہائی خطرناک قرار دیتا ہے۔

⑦..... مسلمانان اہل سنت کا یہ اجتماع شیعہ قوم کی طرف سے پاکستان میں فقہ جعفری کو بطور پبلک

لامنافذ کرنے کے مطالبہ کو بالکل غیر معقول اور ناجائز قرار دیتا ہے کیونکہ.....

(۱) ملک میں دو متضاد قوانین کا نفاذ بالکل بے معنی اور اشتعال انگیز ہے۔

(۲) شیعہ مذہب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر امام غائب حضرت مہدی تک مجوزہ بارہ امام انبیائے سابقین علیہ السلام سے افضل ہیں۔ حالانکہ آج جس فقہ کو فقہ جعفری کہا جاتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی باوجود اقتدار اعلیٰ (منصب خلافت راشدہ) پر فائز ہونے کے اس فقہ جعفری کا قانون نافذ نہیں کیا بلکہ آپ نے اسی اسلامی قانون کو نافذ رکھا جو سابق خلفائے راشدین (خلفائے ثلاثہ) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے دور خلافت میں نافذ کیا تھا اور نہ ہی گیارہویں امام حضرت حسن عسکری کے دور امامت تک۔ کسی امام کے دور میں فقہ جعفری کے قانونی نفاذ کا کوئی نام و نشان ملتا ہے۔

(۳) گو شیعہ مذہب کی بنیاد آخری اور بارہویں امام حضرت مہدی کی قیامت تک دور امامت ہے لیکن آپ خود صدیوں سے غائب ہیں اور غیبت کبریٰ کے زمانہ میں تو آپ سے کسی کی بھی ملاقات نہیں ہو سکتی اس لئے نہ ہی خود امام غائب فقہ جعفری کو بلا واسطہ نافذ کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی نائب امام تک ان کا حکم پہنچنے کا کوئی یقینی ذریعہ ہے۔ حالانکہ شیعہ مذہب میں اسلامی قانون یا خود امام معصوم نافذ کر سکتا ہے یا ان کے حکم سے ان کا نائب۔ لہذا شیعہ مذہب کے اصول پر شیعہ قوم کا یہ مطالبہ ہی بالکل بے بنیاد ہے۔

⑤..... انگریزی دور اقتدار سے پہلے تقریباً ۸۰۰ سال تک متحدہ ہندوستان میں فقہ حنفی کا قانون رہا ہے، اور اب پاکستان میں بھی بطور پبلک لاء کے (خلافت راشدہ پر مبنی) فقہ حنفی کا نفاذ ہی صحیح اور راہ حق ہے اس لئے مدنی جامع مسجد چکوال میں سنی مسلمانوں کا یہ اجتماع صدر مملکت کے حسب ذیل سابقہ بیان کی بھرپور تائید کرتا ہے کہ ”چونکہ ملک میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے اس لئے پاکستان میں صرف فقہ حنفی کا نفاذ ہوگا اور ملک میں ہر فرقہ کے غلط فہم قوانین کا نفاذ ممکن نہیں“

(بحوالہ دوائے وقت لاہور ۱۶ فروری ۱۹۷۹ء)

⑥..... سنی مسلمانوں کا یہ اجتماع ۱۲/۱۳ اپریل ۱۹۷۹ء کی پاکستان شیعہ کنونشن بمکر میں شیعہ مقررین کی دلآزار اور اشتعال انگیز تقریروں کے خلاف پرزور احتجاج کرتا ہے اور سنی علماء و مشائخ بمکر کی حسب ذیل قرارداد کی پرزور تائید کرتا ہے کہ ”یہ اجلاس آل پاکستان شیعہ کنونشن میں ہونے والی دل آزار اور فقہ انگیز تقاریر اور نعرہ بازی کی مذمت کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کنونشن کے اختتام اور کسٹاخ مقررین کو ہر تاح سزا دی جائے۔ فقہ جعفری کے نام پر جو ڈھونگ رچایا گیا ہے اس نے ان لوگوں

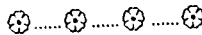
کے خطرناک عزائم کو بے نقاب کر دیا ہے۔ مقررین نے نفاذ فقہ جعفریہ کے مطالبہ کے نام پر فقہ حنفی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سخت توہین کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف رسوا زبان استعمال کی گئی۔ یہاں تک کہ فخر الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ مقررین نے فساد کی آگ بھڑکانے کی پوری کوشش کی۔ اس کنونشن نے اس علاقہ میں جو اثرات چھوڑے ہیں ان کے پیش نظر اگر ان لوگوں کے خلاف کارروائی نہ کی گئی اور انہیں اس سنگین جرم کی سزا نہ دی گئی تو اس سے فقہ پر دو لوگوں کے حوصلے بلند ہوں گے۔ جن کے نتائج خطرناک برآمد ہو سکتے ہیں“ (بحوالہ مفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۲ اپریل ۱۹۷۹ء)

منہاج نبی:

خادم اہل سنت قاضی مظہر حسین غفرلہ، خطیب مدنی جامع مسجد چکوال ضلع

جہلم و بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۶ جمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ، ۲۷ مئی ۱۹۷۹ء



تائیدی قرارداد

بخدمت جناب صدر مملکت محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان ۲۵ ربیع الاول۔ مدنی جامع مسجد چکوال میں نماز جمعہ کے موقع پر سنی مسلمانوں کا یہ اجتماع صدر مملکت کے اس بیان کی بھرپور تائید کرتا ہے کہ چونکہ ملک میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے اس لئے پاکستان میں صرف حنفی فقہ کا نفاذ ہوگا۔ اور ملک میں ہر فرقہ کے لیے علیحدہ قوانین کا نفاذ ممکن نہیں۔

(بحوالہ نوائے وقت لاہور ۱۶ فروری ۱۹۷۹ء)

②..... چونکہ حنفی سنی قانون اصولی طور پر نظام خلافت راشدہ پر مبنی ہے اس لئے اہل سنت والجماعت کا یہ اجتماع صدر مملکت کے بیان کی روشنی میں اس امر کا پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ نظام خلافت راشدہ کی اتباع کا دھوکا اعلان کر کے سنی حنفی فقہ کی بنیاد کا تحفظ کیا جائے۔

③..... فقہ حنفی اور خلافت راشدہ کا اصل لاء اصلی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے جو نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور رسالت اور پھر دور خلافت راشدہ سے لے کر آج تک اجماعی طور پر ملت اسلامیہ تسلیم کرتی چلی آ رہی ہے۔ لیکن اس کے برعکس شیعہ فرقہ نے اپنا مخصوص کلمہ وضع کر لیا ہے جس میں وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ علی ولی اللہ وصی

نماز جنازہ میں شریک بہت سے افراد نے کلہ طیبہ کے بیج لگا رکھے تھے اور اس کا رد بھی کر رہے تھے۔

(۲) صدر ضیاء الحق۔ وزیر اعظم محمد خان جو نجو اور گورنر پنجاب یلفینٹ جنرل غلام جیلانی خان نے اپنے ایک ایک تقریری بیانات میں چوہدری محمد ظفر اللہ خان کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ بیانات میں مرحوم کی روح کو اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں جگہ دینے اور مرحوم کے پسماندگان کے لئے سبر جیس کے لئے دعا کی۔ (جنگ لاہور ۳ ستمبر ۱۹۸۵ء)

(۳) وفاقی کابینہ نے چوہدری محمد ظفر اللہ خان کی وفات پر گہرے اسوس کا اظہار کیا۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ کابینہ کی ہاٹ سے سوگوار خاندان کو تعزیتی پیغام بھیجا جائے

(جنگ لاہور ۴ ستمبر ۱۹۸۵ء)

(۴) نوائے وقت راولپنڈی ۳ ستمبر ۱۹۸۵ء میں مرتد ظفر اللہ خان کے متعلق لکھا ہے: کہ لیکن ہر دور میں ان کی اولین وفاداری اپنی قادیانی جماعت کے لئے وقف اور مخصوص رہی اسی وجہ سے وزیر خارجہ ہونے کے باوجود قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شامل نہیں ہوئے تھے اور پوچھنے پر یہ جواب دیا تھا کہ انہیں مسلمان حکومت کا کافر وزیر یا غیر مسلم حکومت کا مسلمان وزیر سمجھا جاسکتا ہے۔

شرعی حکم

امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی دجال، کذاب اور مرتد تھا۔ اس کو نبی یا ولی ماننے والے بھی (قادیانی ہوں یا لاہوری مرزائی) کافر ہیں۔

(۲) ۱۹۵۳ء میں ظفر اللہ مرتد کو وزارت خارجہ سے ہٹانے اور مرزائیوں کو کافر قرار دینے کے لئے ایک تاریخی تحریک امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی مجاہدانہ سرگرمیوں کے تحت چلی تھی جس کے صدر حضرت مولانا ابوالحسنات صاحب (لاہور) تھے۔ اس کے بعد ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی نے قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔ پھر اس کے بعد موجودہ صدر مملکت جنرل ضیاء الحق صاحب نے بھی اپنے نافذ کردہ قادیانی آرڈیننس میں مرزائیوں کو غیر مسلم (کافر) قرار دے کر ان پر اسلام، کلمہ اسلام، اذان اور نماز وغیرہ اسلامی اصطلاحات کے استعمال پر پابندی لگا دی۔ علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ قادیانیوں کے نزدیک کلمہ اسلام اور قرآن میں محمد رسول اللہ سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی ہی ہے۔ (العباد باللہ۔

ہنا چھوڑ دے مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ والہین معہ اشد آء علی الکفار
رحماء مبہم۔ اسی وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔

(ایک لفظی کا از الدس و مہرورہ و نمبر الیہ بنی۔)

(۳)۔ کافر کے لئے دعائے مغفرت ناجائز ہے اور مرتد کے لئے قونہ عی بیمار پری جائز ہے۔
اور نہ تعزیت اور دعائے مغفرت، ظفر اللہ خان شروع میں مسلمان تھا۔ پھر مرزا قادیانی و جال کو نبی ماننے
کی وجہ سے مرتد ہو گیا اور سوت تک اپنے کفر و ارتداد پر قائم رہا۔

(۴)۔ ظفر اللہ خان مرتد کی لاش کی ہاڈ پر کلہ طیبہ لکھا اور جنازہ پڑھنے والوں کا کلہ طیبہ کے ج
لگا نا اور کلہ طیبہ کا ورد کرنا جنازہ کی آڑ میں قادیانیوں کا یہ مظاہرہ، بزل ضیاء الحق کے نافذ کردہ آرڈینس
کے لئے ایک کھلا چیلنج تھا۔ گویا کہ ظفر اللہ کی لاش بھی صدر کے ختم نبوت آرڈینس کی دھجیاں بکھیر رہی تھی۔

(۵)۔ ظفر اللہ خان اپنے کفر میں اتنا پختہ تھا کہ اس نے ہائی پاکستان محمد علی جناح کی نماز جنازہ بھی
اس لئے نہیں پڑھی کہ وہ ان کو کافر سمجھتا تھا۔ حالانکہ ہائی پاکستان نے ان کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنایا تھا۔

(۶)۔ مرزا یوں نے صدر مملکت کے اسلامی ریفرنڈم کا بھی مکمل بائیکاٹ کیا ہے۔

قرارداد مذمت

ان حالات میں مدنی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے موقع پر سنی مسلمانوں کا یہ عظیم اجتماع.....

(۱)۔ صدر مملکت جنرل ضیاء الحق کی طرف سے مرتد ظفر اللہ کی بیمار پری، مکمل میدان میں نماز
جنازہ کی اجازت پھر اس مرتد کے لئے تعزیت اور دعائے مغفرت وغیرہ افعال کی شدید مذمت کرتا ہے۔
کیونکہ یہ افعال شریعت محمدیہ علیہ السلام کے خلاف اور اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے متنافی ہیں۔

(۲)۔ صدر مملکت نے مرتد ظفر اللہ کو یہ اعزازات دے کر اپنے ہی نافذ کردہ قادیانی آرڈینس
کو مجروح کیا ہے، ظفر اللہ جیسے مرتد اور جہنمی شخص کے لئے مراعات و اعزازات رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین
شفیع المہدین حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام کے عظیم ترین منصب ختم نبوت سے بے وفائی کے مترادف ہیں۔

(۳)۔ یہ اعزازات حضرت صدیق اکبر اور دوسرے خلفائے راشدین حضرت فاروق اعظم،
حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی المرتضیٰ اور جماعت صحابہ کرام علیہم السلام کے اجماعی فیصلہ کے خلاف
ہیں۔ جنہوں نے مسئلہ کذاب وغیرہ جو نئے نبیوں اور ان کے پیروکاروں سے جہاد ہالیف کر کے ان کا

قیام کرنا

اگر مرد توبہ نہ کرے تو شرعاً اسلام سے اس کو زبردستی کا حق نہیں دیتی۔

(۴) یہ وی قادیانی ہارٹی ہے جس نے مولانا اسلم قریشی کو شہید کیا تھا۔

(۵) صدر ضیاء الحق کے اس طرز عمل نے سنی مسلمانوں کو زیادہ مایوس کر دیا اور آئندہ کے لئے

کوئی توقع نہیں رہی کہ وہ اپنے دور افتادہ مسیحی طور پر اسلامی نظام حکومت قائم کر سکیں گے۔

(۶) سنی مسلمانوں کا یہ اجتماع صدر مملکت، وزیر اعظم اور ارکان حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا

ہے کہ وہ اپنے اس خلاف شریعت طرز عمل سے غلوص قلب سے توبہ کریں اور پاکستان کے کروڑوں سنی

مسلمانوں سے بھی واضح طور پر معذرت کریں جنہوں نے اسلامی ریفرنڈم کے حق میں پورے جوش و

خروش سے حصہ لے کر جنرل صاحب کو پانچ سال کے لئے صدر بنایا ہے۔

(۷) اگر جنرل ضیاء الحق صاحب اپنے اس خلاف شرع طرز عمل سے توبہ نہیں کریں گے تو پھر

قیامت میں انہیں حضور رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت کیونکر نصیب ہو سکے گی؟

وما علینا الا البلاغ۔

نہ جا اس کے تحمل پہ کہ ہے بے ڈھب گرفت اس کی

ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

منجانب؛

خادم اہل سنت قاضی مظہر حسین غفرلہ، خطیب مدنی جامع مسجد چکوال ضلع

جہلم و بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۲۰ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ بمطابق ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء

.....

قدرت خداوندی کا عظیم کرشمہ

درخت کے تنار چار یار جی اللہ کے نام

۷ مئی ۱۹۸۲ء بروز جمعہ۔ مدنی جامع مسجد چکوال میں نماز جمعہ کے موقع پر سنی مسلمانوں کا یہ عظیم

اجتماع خالق کائنات حکیم و عظیم قادر مطلق خدا نے برتری بارگاہ الوصیت میں اس خرق عادت پر نذرانہ حمد و

شکر پیش کرتا ہے کہ اس نے اپنی قدرت و حکمت کے تحت اپنے محبوب اعظم رحمت للعالمین خاتم النبیین

حضرت محمد ﷺ کے چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اسمائے مبارکہ اور نیچے حسب ذیل الفاظ کے ساتھ شیخوپورہ کے میونسپلی باغ کے ایک برتنے (مزل) کے درخت کے تار پید افرمائے ہیں۔

ابوبکر صدیق

عمر فاروق

عثمان

علی

(۲)..... مسلمانانِ اہل سنت کا یہ اجتماع خداوندِ عالم کی قدرت کے اس عظیم کرشمہ کی بنا پر حضور رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوة و سلام پیش کرتا ہے جن کی تربیت و فیضان سے ان خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کو یہ بلند مقام نصیب ہوا ہے۔

(۳)..... اہل سنت کا یہ اجتماع تمام سنی مسلمانوں کی خدمت میں ہدیہ تحریک پیش کرتا ہے جن کے عقیدہ خلافت راشدہ کی قدیر و عظیم خدانے اس کرامت کی صورت میں تائید و تصدیق فرمائی۔

(۴)..... سنی مسلمانوں کا یہ اجتماع خدامِ اہل سنت کو خصوصی طور پر مبارک باد دیتا ہے جنہوں نے ایک مستقل تحریک کے ذریعہ پاکستان میں خلافت راشدہ اور ”حق چار یار رضی اللہ عنہم“ کی گونج پیدا کی ہے۔

(۵)..... مسلمانانِ اہل السنۃ و الجماعت کا یہ اجتماع صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل ایڈمنسٹریٹر آف پاکستان کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہوئے ان سے پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے حق میں اس عظیم الشان کرامت کے ظہور کے بعد ان مبارک ناموں کی خصوصی طور پر حفاظت کا انتظام فرمائیں اور اس بار کرامت درخت کو پاکستان کے مخصوص آثار مبارکہ میں شمار فرمائیں۔

(نوٹ) اس درخت کے تار پیر چار یار رضی اللہ عنہم کے ناموں کا فوٹو روزنامہ نوائے وقت لاہور (مورخہ ۳ مئی ۱۹۸۲ء) اور روزنامہ لاہور میں شائع ہو گیا تھا جن کے بعد تحریک خدامِ اہل سنت پاکستان کے امیر کے علاوہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم جامعہ خفیہ تعلیم الاسلام جہلم و امیر تحریک خدامِ اہل سنت صوبہ پنجاب نے چند خدامِ سنی تحریکِ طلبہ کے ہمراہ فیصل آباد کے جلسہ سنی تحریکِ طلبہ سے واپسی پر کل ۶ مئی بروز جمعرات اس درخت کی زیارت کر کے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اسمائے مبارکہ محض قدرتِ خداوندی کے تحت اس درخت کے تنہا کی چھال ہی سے ابھر

کر آئے ہیں ان میں کسی انسانی تصرف کا کوئی اصل معلوم نہیں ہوتا۔ اور شہ پارہ کے لو جو ان بڑے ایمانی
ہندو اور مسیحی سے اس امتیاز قدرت کی حفاظت کر رہے ہیں۔ (ڈاکٹر)

منہاج! خدام اہل سنت کا منی منظر حسین طرہ، خطیب مدنی جامع مسجد
پکوال ضلع جہلم وہابی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ ۷ مئی ۱۹۸۲ء

روزیہ..... روزیہ..... روزیہ..... روزیہ

پانچ اہم سنی قراردادیں

بخدمت وزیراعظم پاکستان

ذوالفقار علی صاحب بھٹو

۲ دسمبر ۱۹۷۹ء کینی باغ پکوال میں نماز عید الاضحیٰ کے موقع پر مسلمانان اہل السنۃ والجماعت نے
حسب ذیل قراردادیں پاس کیں

قرارداد ①

مسلمانان اہل السنۃ والجماعت کا یہ عظیم الشان اجتماع حکومت پاکستان سے پر زور مطالبہ کرتا ہے
کہ سرکاری اسکولوں میں صرف سواد اعظم اہل السنۃ والجماعت کا نصاب دینیات نافذ کیا جائے جیسا کہ
ایران میں صرف شیعہ دینیات سرکاری اسکولوں میں نافذ ہے اور وہاں سنی مسلمان اپنے بچوں کی مذہبی
تعلیم کا پرائیویٹ طور پر انتظام کرتے ہیں۔

(ب) سرکاری اسکولوں میں نافذ کردہ شیعہ دینیات کو بالکل منسوخ کیا جائے کیونکہ اسلامیات
لازمی حصہ شیعہ برائے جماعت خیم دہم میں امامت کو حیدور رسالت کی طرح اصول دین میں شامل کیا گیا
ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ حیدور رسالت کے منکر کی طرح شیعہ عقیدہ امامت کا منکر بھی دائرہ اسلام
سے خارج ہے اور اس بناء پر سوائے شیعہ امامیہ کے دور رسالت سے لے کر آج تک تمام امت مسلمہ
”غیر مسلم“ قرار پاتی ہے۔ نیز کتاب مذکورہ میں عقیدہ امامت کی جو تشریح کی گئی ہے اس سے ملت کا
اجماعی اور بنیادی عقیدہ ختم نبوت بھروسہ ہوتا ہے۔

قرارداد (۲)

شیعہ بذریعہ لاؤڈ سپیکر اپنی اذانوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے خلیفہ بلا فصل کا اعلان کرتے ہیں جس سے یہ لازم آتا ہے کہ سواد اعظم کے مسلمہ پہلے تین خلفائے راشدین امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ العیاذ باللہ خلفاء برحق نہیں ہیں اس سے کروڑوں سنی مسلمانوں کی سخت دلآزاری ہوتی ہے اور شیعہ مذہب میں ”علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل“ کے الفاظ اذان کا جزو نہیں ہیں۔

(ملاحظہ ہو تحفۃ العوام اور من للاحقر الملعب وغیرہ)

اس لئے اہل السنۃ والجماعت کا یہ اجتماع حکومت سے شدید مطالبہ کرتا ہے کہ مذکورہ کلمات کے بذریعہ لاؤڈ سپیکر اعلان پر فوری طور پر پابندی لگا کر پاکستان کے کروڑوں سنی مسلمانوں کو مطمئن کیا جائے۔

قرارداد (۳)

شیعوں کے ماتمی جلوسوں کی وجہ سے ہر سال کئی مقامات پر سنی شیعہ فرقہ وارانہ تصادم ہوتا ہے حالانکہ شیعوں کے نزدیک بھی مروجہ ماتمی جلوس نہ فرض و واجب ہیں اور نہ سنت و مستحب اور اگر وہ اس کو عبادت ہی قرار دیں تو عبادت کی جگہ گلیاں کو بچے نہیں بلکہ ہر فرقہ کی اپنی اپنی عبادت گاہیں ہیں، اس لئے سنی مسلمانوں کا یہ اجتماع حکومت سے پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ شیعہ ماتمی جلوسوں پر مکمل پابندی عائد کر کے ماتمی رسوم کی ادائیگی کے لئے ان کو امام باڑوں میں پابند کر دیا جائے۔

(ب) اور خصوصاً سنی مساجد کے سامنے مروجہ افعال ماتم کا مظاہرہ سنی مذہب میں صریح مداخلت اور احترام مسجد کے خلاف ہے کیونکہ اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک مروجہ ماتم و تعویہ حرام ہے اس لئے مسلمانان اہل سنت کا یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ خصوصی آرڈیننس کے ذریعہ سنی مساجد کے سامنے شیعوں کے ماتمی مظاہرہ (نوحہ خوانی سینہ کو بی اور زنجیر زنی وغیرہ) پر مکمل پابندی لگا کر مسجد کی حرمت کا تحفظ کیا جائے۔

قرارداد (۴)

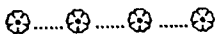
محرم اور چہلم کے ایام میں ٹیلیوژن پر ماتمی مجلسوں اور جلوسوں کے جوہنگے دکھائے جاتے ہیں اور اس کے ذریعہ ماتمی پروگراموں کو ملک کے گوشے گوشے میں پہنچایا جاتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

تمام پاکستان شیعوں کا امام باڑہ بن گیا ہے حالانکہ یہ کاروائی مسلمانان اہل سنت والجماعت کے لئے ناقابل برداشت ہے اس لئے سنی مسلمانوں کا یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ بذریعہ بی وی ماتی مظاہروں پر پابندی لگا کر سواد اعظم اہل سنت کے مذہبی حقوق کا تحفظ کی جائے۔

قرارداد ⑤

سنی مسلمانوں کا یہ اجتماع بعض دینی مدارس اور مساجد کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں دینے کے خلاف شدید احتجاج کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ سنی مساجد اور مدارس میں مذہب اہل السنۃ والجماعت کی تعلیم و تدریس کی آزادی کو برقرار رکھا جائے اور جن دینی تعلیمی اداروں کو حکومت بذریعہ محکمہ اوقاف اپنی تحویل میں لے چکی ہے ان کو فوری طور پر واکذا کر کے سواد اعظم اہل سنت کو مطمئن کیا جائے۔ (ر(للہ))

منجانب! خادم اہل سنت قاضی مظہر حسین غفرلہ، خطیب مدنی جامع مسجد
چکوال ضلع جہلم و بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان
۱۰ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ، ۲۰ دسمبر ۱۹۷۷ء



تیرہویں سالانہ سنی کانفرنس بھیس کی اہم

سنی قراردادیں اور مبارکبادیں

بخدمت جناب صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان
سنی کانفرنس بھیس میں اہل السنۃ والجماعت کا یہ عظیم اجتماع جناب صدر مملکت کی خدمت میں
مندرجہ ذیل امور پر مبارکبادیں پیش کرتا ہے.....

- ① پاکستان میں صحابہ رضی اللہ عنہم آرزوینش نفاذ جس میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، اہمات المؤمنین (ازواج۔ مطہرات) اہل بیت رضی اللہ عنہم اور تمام صحابہ کی شان میں جو شخص صراحتاً یا اشارتاً و کنایتاً بھی توہین و کستافنی کرے گا۔ اس کو تین سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔
- ② چار ارب انسانوں کی نمائندہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اسلام کی حقانیت، حضور خاتم

البعین رحمہ اللہ کی ختم نبوت خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت، مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متحدہ اسلامی حکومت آیات وحدیث کی روشنی میں ثابت کرنا۔

② یکم نومبر ۱۹۸۰ء کے سات روزہ اسکاؤٹوں کے عظیم اجتماع میں خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور عاشق رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ناموں پر علیحدہ علیحدہ پانچ بڑے گیٹ بنانا۔

③ مرزا بشیر الدین آف ربوہ آنجمانی کے ترجمہ قرآن کو ضبط کرنے کا حکم دینا۔

④ عبوری آئین میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینا۔

⑤ تخریبی لٹریچر تقسیم کرنے والوں میں سے خصوصاً حکیم نور الدین، بھیرودی آنجمانی کے پوتے پروفیسر احمد کو گرفتار کرنا۔

قراردادیں

① دجال و کذاب مرزا قادیانی آنجمانی اور اس کے پیروکاروں کا تمام لٹریچر ضبط کیا جائے۔

② چاروں خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین اور خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عقیدت و اتباع کی تصریح کے ساتھ اسلامی حکومت کا واضح اعلان کیا جائے۔

③ شیعہ (ماتمی) جلوسوں پر پاکستان بھر میں مکمل پابندی عائد کی جائے۔

④ کم از کم فوری طور پر مساجد کے احترام کے تحفظ کی خاطر شیعہ ماتمی جلوسوں کے سنی مساجد کے دروازوں اور گلیوں میں ماتم اور نوحہ و مرثیہ خوانی کو ممنوع قرار دے کر خاموشی کے ساتھ جلدی گزرنے کا فوری طور پر آرڈیننس نافذ کیا جائے۔

⑤ سابق کمشنر راولپنڈی کی رپورٹ کی بنیاد پر مدنی جامع مسجد چکوال ضلع جہلم کی تنگ گلی سے شیعہ ماتمی جلوس کے روٹ کو تبدیل کر کے سواد اعظم اہل السنۃ والجماعت کو مطمئن کیا جائے۔ (دراصل)

منجانب! خادم اہل سنت قاضی مظہر حسین غفرلہ، خطیب مدنی جامع مسجد

چکوال ضلع جہلم و بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۲۳ محرم ۱۴۰۲ھ ۲۲ نومبر ۱۹۸۱ء

شریعت بل

سینئر قاضی عبداللطیف اور مولانا سمیع الحق کی جانب سے

سینیٹ کے اجلاس میں پیش کردہ نفاذ شریعت بل

اسلام آباد میں (جنگ نیوز) سینئر قاضی عبداللطیف اور مولانا سمیع الحق نے ۱۳ جولائی ۱۹۸۵ء کو منعقدہ سینیٹ اجلاس میں نفاذ شریعت بل ۱۹۸۵ء پیش کیا۔ بل پہلے قائمہ کمیٹی اور بعد ازاں، ۱۰ نومبر ۱۹۸۵ء کو منتخب کمیٹی بھیج دیا گیا۔ اس کمیٹی نے ۱۲ دسمبر ۱۹۸۵ء کو اپنی رپورٹ ایوان میں پیش کی۔ ۲۶ جنوری ۱۹۸۶ء کو یہ بل منتخب کمیٹی کی پیش کردہ صورت میں سینیٹ کے زیر غور لایا گیا۔ سینیٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس بل پر رائے عامہ حاصل کرنے کے لئے اسے مشہور کیا جائے جو شخص ادارہ انجمن یا کوئی تنظیم اس بل کی تمام یا اس کی کسی دفعہ پر رائے کا اظہار کرنا چاہے وہ اپنی رائے سیکرٹری سینیٹ سیکرٹری بینک دولت پاکستان بلڈنگ اسلام آباد کو زیادہ سے زیادہ ۲۵ اپریل ۱۹۸۶ء تک ارسال کر دیں۔ مکمل بل حسب ذیل ہے.....

چونکہ قرارداد مقاصد کو جو کہ سابقہ دستاویز میں بطور تمہید کے رکھی گئی تھی، جناب صدر مملکت نے اپنے صدارتی اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے دستور مستقل کا حصہ قرار دے دیا۔ اور چونکہ قرارداد مقاصد میں اس ملک کا حاکم اعلیٰ تشریحی اور نگوینی دونوں حیثیتوں سے رب العالمین خالق کائنات کو تسلیم کیا گیا کہ یہاں قرآن و سنت کا قانون زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور نافذ ہوگا، اور چونکہ موجودہ ریفرنڈم اور انتخابات میں عوام نے صدر مملکت اور پارلیمنٹ کو شریعت کے عملی نفاذ کے لیے منتخب کیا ہے۔ لہذا اب حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے.....

مختصر عنوان، وسعت اور آغاز نفاذ:

یہ ایک نفاذ شریعت ایکٹ ۱۹۸۵ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

① یہ پورے پاکستان پر وسعت پذیر ہوگا۔ یعنی الفور نافذ العمل ہوگا۔

② تعریف: اس ایکٹ میں شریعت سے مراد..... ((لوس)) دین کا وہ حصہ طریقہ ہے جسے اللہ

تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا

ہے۔ (ب) شریعت کا اصل ماخذ قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ ہے۔ (ج) کوئی حکم یا ضابطہ جو اجماع امت سے ثابت اور ماخوذ ہو، شریعت کا حکم متصور ہوگا (و) ایسے احکام کے مسئلہ اور مستند فقہاء (مجتہدین) نے قرآن پاک سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کے قیاس و اجتہاد کے ذریعے مستنبط کر کے مدون کئے ہیں شریعت کے احکام متصور ہوں گے۔

۳) کوئی متفقہ شریعت کے خلاف قانون نہیں بنائے گی

متفقہ کوئی ایسا قانون یا قرارداد منظور نہیں کر سکے گی جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو۔ اگر ایسا کوئی قانون یا قرارداد منظور کر لی گئی تو اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا۔

۴) عدالتیں شریعت کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کریں گی

ملک کی عدالتیں تمام امور و مقدمات میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند رہیں گی۔

۵) وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار

وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار سماعت و فیصلہ بلا استثناء تمام امور و مقدمات پر حاوی ہوگا۔

۶) شریعت کے خلاف احکامات دینے پر پابندی

انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدر مملکت اور وزیر اعظم شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا

۷) عدالتی عمل اور احتساب

حکومت کے تمام محال بشمول صدر مملکت اسلامی قانون عدل کے مطابق احتساب سے بالا تر نہیں ہوں گے

۸) حذف کردی گئی۔

۹) غیر مسلم کو تبلیغ کی آزادی

غیر مسلم بائبل گان مملکت کو اپنے ہم مذہبوں کے سامنے مذہبی تبلیغ کی آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

۱۱) ججوں کی تربیت کے انتظامات

علوم شرعیہ اور اسلامی قانون کی تعلیم اور ججوں کی تربیت کا ایسا مؤثر انتظام کیا جائے گا کہ مستقبل میں

علوم شرعیہ اور خصوصاً اسلامی قانون کے ماہر جج تیار ہو سکیں۔

⑫ قرآن و سنت کی تعبیر

قرآن و سنت کی وہی تعبیر معتبر ہوگی جو اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مستند مجتہدین کے علم اصول تفسیر اور علم اصول حدیث کے مسلمہ قواعد اور ضوابط کے مطابق ہو۔

⑬ عمال حکومت کے لیے شریعت کی پابندی

انتظامیہ عدلیہ مقننہ کے ہر فرد کے لئے فرائض شریعت کی پابندی اور حرمت شریعت سے اجتناب کرنا لازم ہوگا۔

⑭ ذرائع ابلاغ کی تطہیر

تمام ذرائع ابلاغ کو خلاف شریعت پروگراموں فواحش اور منکرات سے پاک کیا جائے گا۔

⑮ حرام کی کمائی پر پابندی

حرام طریقوں اور خلاف شریعت کاروبار کے ذریعہ دولت کمانے پر پابندی ہوگی۔

⑯ بنیادی حقوق کا تحفظ

شریعت نے جو بنیادی حقوق باشندگان ملک کو دیئے ہیں ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جائے گا۔

بیان اغراض و وجوہ

مملکت خدا پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ اس کی بنیاد اسلام کے نظریہ پر قائم ہے۔ اس مسودہ قانون کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک کے اسلامی نظریہ کا استحکام ہے۔ اہل ملک کو جو بلا امتیاز عرصہ سے اس نظام کے لئے بے چین ہیں مطمئن کرنا ہے۔ ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ کے ذریعہ امن و امان اور اسلامی مساوات قائم کرنا ہے۔

تحریک خدام اہل سنت پاکستان کی ترمیمی تجاویز

مجوزہ شریعت بل کے اصل مقاصد سے ہمیں اتفاق ہے لیکن پاکستان میں چونکہ مسلمانان اہل سنت و الجماعت کی عظیم اکثریت ہے۔ اس لئے ان کے شرعی اصول و حقوق کے تحفظ کے لئے ہماری

ترجمی تھاویز حسب ذیل ہیں.....

① پاکستان کو کسی اسٹیٹ قرار دیا جائے جیسا کہ اکثریت کی بنا پر ایران کو شیعہ اسٹیٹ قرار دیا گیا ہے۔

② چونکہ خاتم العین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ حکومت الہیہ کا کامل و جامع نمونہ خلفائے

راشدین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، خلیفہ سوم حضرت عثمان

ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نظام خلافت راشدہ ہے جو قرآنی وعدہ

کے تحت قائم ہوا ہے۔ اور رسول کریم ﷺ نے بھی اپنی سنت کے ساتھ ان کی سنت کی اتباع کو لازم

قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے..... علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين

(مشکوٰۃ شریف) یعنی تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع

لازم ہے۔ اس لئے مجوزہ شریعت بل نمبر ① کی دفعہ (ج) کے تحت یہ عبارت لکھی جائے.....

کتاب وسنت کے بعد خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

، خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اتباع لازم ہوگی

اور جو حکم یا ضابطہ ان سے ثابت یا ماخوذ ہو شریعت کا حکم متصور ہوگا۔

② دفعہ (د) کے تحت سابقہ دفعہ (ج) کی یہ عبارت لکھی جائے..... کوئی حکم یا ضابطہ جو اجماع امت

سے ثابت یا ماخوذ ہو شریعت کا حکم متصور ہوگا۔

③ سابقہ دفعہ (د) کو حذف کر کے اس تحت یہ عبارت لکھی جائے..... چونکہ پاکستان میں سنی حنفی

مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس لئے بطور پبلک لاء فقہ حنفی کا نفاذ ہوگا۔ جیسا کہ ایران میں بطور

پبلک لاء فقہ جعفری نافذ ہے۔

④ اس کے بعد دفعہ (ر) کے تحت یہ لکھا جائے..... اقلیتی مسلم فرقوں کے شخصی معاملات کے فیصلے ان

کے اپنے فقہی مسلک کے مطابق کئے جائیں گے۔

⑤ نمبر ⑦ قرآن وسنت کی تعبیر کے تحت یہ عبارت لکھی جائے..... قرآن وسنت کی وہی تعبیر معتبر ہوگی

جو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت رضی اللہ عنہم عظام اور اہل السنۃ والجماعۃ کے

مستند مجتہدین کے علم اصول تفسیر اور علم اصول حدیث کے مسلمہ قواعد و ضوابط کے مطابق ہو۔

منجانب!

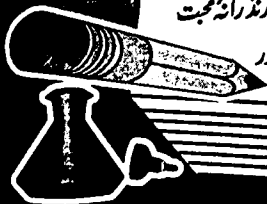
تحریک خدام اہل سنت پاکستان



باب 6

منظوم خروج عقیدت

شعراء کرام کا حضرت قائد اہل سنتؒ کے حضور نذرانہ محبت
ترتیب و نظر ثانی: شاعر اسلام حافظ نور محمد انور لاہور



عقیدہ حیات النبی زنده باد یا اللہ مدد خلافتِ راشدہ حق چار یار

فیضانِ نظر: حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ

اللہ کے فضل و کرم سے بذریعہ نبضِ امراض کی صحیح تشخیص اور مکمل علاج کیا جاتا ہے

طیب حاذق قاری محمد اسحاق بدر

لبے، گھنے اور خوبصورت بالوں کا راز
کمزور، بے رونق اور گرتے ہوئے
بالوں کے لئے انتہائی مجرب

نیند کیلئے نشہ آور ادویات سے نجات
دماغی کمزوری، ذہنی انتشار اور
بے خوابی کا غیر مضر اور موثر علاج

ضعف دماغ، نسیان، نزلہ کیر اور
دماغی محنت سے پیدا شدہ
تھکاوٹ کا انتہائی موثر اور کامیاب علاج

سوفیہ خالص گارنٹی کے ساتھ، جنگلی
اور قاری دونوں قسم کا شہد
تھوک و پرچون دستیاب ہے

روغنِ حاذق

خمیر حاذق

روغنِ سائش

خالص ہنر

اوقاتِ مطب: صبح 9 بجے تا 1 بجے دن

مطب حاذق سبزی منڈی روڈ اوکاڑہ

Ph: 526125 Mob: 0300-6955356

وہ ہیں ناموس صحابہؓ کے محافظ

کچھ حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مدظلہ

سوز دل لبوں پہ فغاں ہوتی ہے
میرے آگے جو حضرت کی داستاں ہوتی ہے

بخدا ہیں وہ عالم رفعت کے آفتاب
ناپید وہاں ستاروں کی درخشاں ہوتی ہے

لا ریب وہ ہیں ناموس صحابہؓ کے محافظ
ان کی طائرِ نظر کعبہ کی نگہیاں ہوتی ہے

ہو جاتا ہے وجود ان کا راہ حق کی علامت
ہوس ری جو باہم دست و گریباں ہوتی ہے

لہراتا ہے فضا میں حق چار یار کا علم
جب دجل کی سیاست عدم کو رواں ہوتی ہے

حق چار یار کا ترانہ میزِ باطل ہے
اس ترانہ ہی سے خدام کی پیچاں ہوتی ہے

محمد امین صحابہؓ کی رضا ہے حق کی رضا
ان کی حب سے لازم جنتِ رضواں ہوتی ہے

عقیدت کے چند پھول

کچھ حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحبؒ

سو طرح سے جان ہے ان پر خدا
ان کے قلب سے جس کا ظہور
ہے ہویدا مثل نور صبح پاک
قابل صد رشک ہے ان کا صعود
ہر جگہ ثابت قدم اور سر بلند
پرچم اصحاب لہراتے ہیں آپ
لا رہا ہے دین کی ہر سو بہار
خارجی ہو یا مہمائی بے نصیب
جو کوئی بھی مسلکاً بے پیر ہے
معرکہ صبر میں مظہر حسین
عرصہٴ پیکار میں شمشیر حق
حب اہل بیتؑ کے درِ شمیم
آسمان کی رفعتیں ہیں جاں نثار
غنچہٴ دل کھلتا ہے مثل چمن
شفقتیں ہیں آپ کی مثل بہار
مرجا صد مرجا صد مرجا

مظہر صدق و صفا مخدومِ ما
شیخ اقدس حضرت مدنیؒ کا نور
کر رہا ہے ظلمتوں کو چاک چاک
پیکر اخلاص ہے ان کا وجود
منبر و محراب تا دار و رسن
سیت کا نور پھیلاتے ہیں آپ
نعرہ ”حق چار یار“ ان کا شعار
رافضی کہنہ ہو یا نو ہو عجیب
ان کی تیغ کلک کا نچیر ہے
ہیں وکیل اصحابؑ کے مظہر حسینؑ
وہ جنم آباد میں تکبیر حق
سب صحابہؓ کی محبت کے امین
استقامت میں ہمالہ شرم سار
دیکھتے ہیں جب کبھی حبسما
آپ ہیں قلب حزیں کے غمگسار
آپ کی یادوں سے دل روشن ہوا

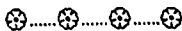
کیا پوچھتے ہو زندگی مظہر حسینؑ کی

کچھ جناب سید امین گیلانی

واضح تھی حق و راستی مظہر حسین کی
تھی اہل حق سے دوستی مظہر حسین کی
گردن کبھی نہیں جھکی مظہر حسین کی
تسلیم کی ہے خواجگی مظہر حسین کی
حق کی دلیل رائے تھی مظہر حسین کی
محنت تھی اُس پر ہر گھڑی مظہر حسین کی
اب بھی ہے دل میں روشنی مظہر حسین کی
مانی ہے سب نے برتری مظہر حسین کی

کیا پوچھتے ہو زندگی مظہر حسین کی
تھی اہل شر سے دشمنی مظہر حسین کی
اللہ ہے گواہ کہ باطل کے سامنے
درویش تھا وہ شخص مگر اہل درد نے
ہوں رافضی کہ خارجی یا مکر حیات
تھا اُس کی جان ختم نبوت کا مسئلہ
بجھ کر بھی کب بجھا ہے چراغ اس کی زیست کا
ایثار ہو، سلوک ہو، تقویٰ ہو علم ہو

آؤ امین غہد کریں اپنے دل سے ہم
ہم بھی کریں گے پیروی مظہر حسین کی



منظمر نورِ حق

کھٹا اللہ عیسیٰ مولا صاحبِ الرحمن صاحبِ سہرہ

منظمر نورِ حق چل بے عالمِ جاہ
 ماہِ ذی الحجہ میں ہوا محبوب سے لقاء
 پھول مرہما گئے گلشنِ دیراں ہوا
 غمِ فرقت میں یہ دل اسیراں ہوا
 ذکرِ اللہ جی کے جلوہ میں حضورِ حق گئے
 قفسِ عنصر سے نکل کر جنابِ حق گئے
 ناسوت میں رہ کر بھی وہ تھے ملکوت میں
 دل سے وہ دلبر گئے تھے مقامِ جبروت میں
 آہِ بچھ گئی شمعِ ہر طرف اندھیرا ہوا
 اور بزمِ بالا میں آج پھر سویا ہوا

آہ! قاضی مظہر حسینؒ

کچھ حافظ نور محمد اور

اللہ کا ہو لطف و عطا تجھ پہ ہمیشہ
فرخندہ و تابندہ تیرا قلب و جگر تھا
خالد سا اگر جوش تھا تو حیدری تھی ہمت
آئے نہ کبھی تجھ پہ شب و روز کی گردش
رہیں یاد تیری سب کو تیرے غلق کی باتیں
حق تیرا نگہدار تھا حاصل تھا سکون تجھ کو
تو مسلک دیو بند اور صحابہ کا تھا خادم
حق کوئی دے ہا کی سدا تیرا تھا کردار
حافظ تھا خدا تیرا محمد تھا سرکار
ہر دشمن دین کے لیے تھا حق کی تلوار
تو نیک تھا غلص تھا اچھے تھے تیرے اطوار
تھا چھوٹوں بڑوں میں تیرے غلق کا پرچار
ہر لمحہ رہے خام غلص تھا وفا دار
اے قاضی مظہر ملت کا تھا حق کا پرستار

دیگر

گلستان صحابہ کا تھا مہکتا ہوا اک پھول
دنیا میں میسر تھی تجھے علم کی دولت
اسلام کا دامن کبھی چھوٹا ہے نہ چھوٹے
آباد رہے تو تیرے مقدر کا ستارہ
روشن ہو سدا تیری قسمت کا ستارہ
خوشبو سے تھی محفل ملت ہوئی سرشار
عقبیٰ میں کریں تیری شفاعت سرکار
اور گلشن دین کا رہا ہر دور میں نگہدار
ہر بے کس و مجبور کا تازیت رہا غم خوار
اپنے تو کیا غیر بھی ہوتے تیرے طرف دار

نور کی دعا حق میں ترے شام و سحر ہو

راضی ہو خدا تجھ پہ اور سید اہلدار

ستارا

کھ جناب انجم نیازی

سورج نہیں رہا وہ ستارا نہیں رہا
 کشتی رکے کہاں کہ کنارہ نہیں رہا
 دنیا بھری پڑی ہے مگر اس کے باوجود
 لگا ہے جیسے کوئی ہمارا نہیں رہا
 محفل اجڑ گئی ہے رکوع و سجود کی
 وجد آفریں تھا جس کا اشارہ نہیں رہا
 رہتی تھی جس کے لب پہ تبسم کی اک مٹھاس
 تھی جس کی ذات سب کا سہارا نہیں رہا
 جوشِ عمر تھا جس کے جاہ و جلال میں
 ہر لمحہ جس نے ڈٹ کے گزارا نہیں رہا
 آئے گا کون مرنے صحابہ کے نام پر
 ہر دل میں جوش جس نے ابھارا نہیں رہا
 ہر لفظ میں تھی جس کے ہدایت کی روشنی
 سب سے بلند تھا جو منارا نہیں رہا
 تھی وقف جس کی جان صحابہ کے واسطے
 حق چارباغ جس کا تھا نعرہ نہیں رہا
 پوچھیں گے کس سے بات رسالت مآب کی
 انجم جو میری جاں سے تھا پیارا نہیں رہا

رأس المحققین حضرت قاضی مظہر حسین رضی اللہ عنہ

کچھ جناب عبدالستار رحم

داعی قرآن و سنت حضرت مظہر حسین
 راہی راہ حقیقت حضرت مظہر حسین
 قاسم در طریقت حضرت مظہر حسین
 عمر بھر کرتے رہے تبلیغ حب مصطفیٰ
 آپ عشق مصطفیٰ میں غرق رہتے روز و شب
 بیعت کرتے رہے اصحاب و آل پاک کی
 ٹانگتے تھے گوہر تحقیق ہر مضمون میں
 گونجتے تھے زمرے حقانیت کے چار سو
 سر بلند کرتے رہے ہیں پرچم اسلام کو
 عمر بھر لڑتے رہے اعدائے آل اصحاب سے
 ہر طرف گونج اٹھا تیرا نعرہ حق چار یار
 اب بھی کفر و شرک لرزاں ہے تیری تحقیق سے
 آپ تھے فیض حسین احمد کا ایک مینار نور

ما حی الحاد و بدعت حضرت مظہر حسین
 ہادی علم شریعت حضرت مظہر حسین
 عالم دنیا رسالت حضرت مظہر حسین
 تھے امام اہل سنت حضرت مظہر حسین
 آپ تھے فیض نبوت حضرت مظہر حسین
 بانٹتے تھے علم و حکمت حضرت مظہر حسین
 جھوم اٹھتی تھی صداقت حضرت مظہر حسین
 گوش بر آواز خلقت حضرت مظہر حسین
 قلب باطل پر تھے بیت حضرت مظہر حسین
 شرک پر تھے کاری ضرب حضرت مظہر حسین
 سر پہنچتی ہے رذالت حضرت مظہر حسین
 اب بھی ترساں ہے ظلمات حضرت مظہر حسین
 آپ تھے نور بصیرت حضرت مظہر حسین

کر دیئے باطل کے جھنڈے تو نے ہر سوسرنگوں

نجم اہل حق کے دل کو مل گیا بے شک سکوں

قائد اہل سنت کو سلام پہنچے

سیکرٹری محمد اسحاق حافظ سہارنپوری

مرسم قلب پر ہو گیا جن کا نام
جن کا ثانی ہماری نظر میں نہیں
خدمت دین ہی جن کا ہر کام ہے
ہیں جو اک عاشق صادق مصطفیٰ
ہات ایسی کہاں کسی اور میں
مطمئن قلب ہے جن کا ہر حال میں
جن کے ہاتھوں میں ہے صدق و حق کا علم
کر رہے ہیں محبت کا جو حق ادا
جن کو حاصل ہے فیضان و عرفان حق
جن کی محبت سے ملتا ہے دل کو قرار
پھر بھی محسوس ہوتے ہیں دل کے قریں
ان کے ہم ہو گئے ان کے احسان سے
روشنی ملتی ہے ان کے انوار سے
اپنے دامان مقصد کو بھرتے ہیں ہم
عمر سو سال پوری ہو ان کو عطا
ہم پہ ہو جائے یہ فضل باری کبھی
ان کو اک بار پھر بھیجتے ہیں سلام

قائد اہل سنت کو پہنچے سلام
جو ہیں اسلاف کے جانشین ہالین
جن کا ہر لمحہ مصروف اسلام ہے
ہر گھڑی جن کو ہے فکر دین خدا
ہیں وکیل صحابہؓ جو اس دور میں
جن کا مسکن ہے اک شہر چکوال میں
علم کی تیغ براں ہے جن کا قلم
جو ہیں شیخینؒ پر جان و دل سے فدا
جو ہیں اس دور میں برہان حق
جو ہیں شیخ مدینہ کی وہ یاد گار
ہم نے آنکھوں سے گو جن کو دیکھا نہیں
معتقد ان کے ہیں ہم دل و جان سے
فیض پاتے ہیں ہم ان کے افکار سے
حرز جان اُن کی ہر بات کرتے ہیں ہم
ہے خداوند سے یہ ہماری دعا
ہو ملاقات ان سے ہماری کبھی
ختم کرتے ہیں اب ہم اپنا کلام

میر کاروان مظہر حسین

کھجور جناب بے چین رجپوری

مایہ نازش ہیں میر کارواں مظہر حسین
ہر نفس سمت مکین لا مکان مظہر حسین
گلشن دیں کے ہیں ہر دم پاسباں مظہر حسین
ہیں سراپا صبح صادق کی ازاں مظہر حسین
علم و دانش کے ہیں وہ دریا رواں مظہر حسین
جد و کد میں ہیں نہایت کامراں مظہر حسین
ڈھال ہوتے ہیں بعد عزم جواں مظہر حسین
ہوں مجذب خاص جب مدب^۱ اللہ مظہر حسین
ہوتے ہیں غرقاب^۲ حیرت کن میں مظہر حسین
ہیں حریفوں کے لیے برقی تپاں مظہر حسین

اللہ اللہ! ذات پاک تر زباں مظہر حسین
واہ! یہ نسبت تہ دل خود کور کھتے ہیں رجوع
قلبی و جانی حضوری سے بچھڑا انہماک
غفلتوں کی نیند سے بیدار کرنے کے لیے
بہہ رہا ہے فی المشارق صد متوج و مبدم
صحابہ کی وکالت کر رہے ہیں دل سے مدام
حملہ کرتا ہے بہ عظمتِ صحابہ^۳ گر کوئی
دیدنی ہوتا ہے بر مدح صحابہ^۴ ان کا جوش
مستند حجت کی بحثوں سے حریفوں کو سدا
ست بضیں ہو چلی ہیں پچھلے جاتے ہیں بدن

بار گاؤ ایزدی سے یہ دعا بچین کی
پائیں طول عمر با امن و اماں مظہر حسین

(ماہنامہ حق چار یار مئی ۱۹۹۴ء)

۱۔ رطب اللسان، تر زباں ۲۔ غرقاب حیرت کن، حیرت کے پانی میں ڈوبنے والا

نذرانہ عقیدت

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اے حصارِ دینِ حق کے پاسبان مظہر حسین
اے خطیبِ بے بدل شیریں زباں مظہر حسین
دیکھ کر جرأت، دلیری اور بے باکی تری
دینِ حق کے واسطے تیری عزیمت دیکھ کر
آتشِ نمرود میں کودا تو بے خوف و خطر
ہو کے پابندِ سلاسلِ دینِ حق کے واسطے
قصرِ ملت کی جہاں میں پاسبانی کے لیے
کتب دیں جاری کر کے تو نے ملت کے لیے
سرزمینِ پاک کے شاہیں جوانوں کے لیے

گلشنِ اسلامیہ کے باغباں مظہر حسین
خوش طبیعت خوب سیرت خوش بیاں مظہر حسین
ششدر و حیران ہیں پیرو جواں مظہر حسین
جھومتے ہیں یہ زمین و آسماں مظہر حسین
روحِ ابراہیم کی ہے شادماں مظہر حسین
تو نے پائی ہے حیاتِ جاوداں مظہر حسین
جن لیا قدرت نے تجھ کو پاسباں مظہر حسین
کر دیا ہے فیض کا چشمہ رواں مظہر حسین
ہے سبق آموز تیری داستاں مظہر حسین

ہے نسکی کی دعا یہ رزم گاہِ دہر میں

ہو نگہباں تیرا رب دو جہاں مظہر حسین

(ماہنامہ جن چار بار جنوری، فروری ۱۹۹۲ء، ص ۶۴)



آہ! قاضی مظہر حسینؒ

کچھ قمر جازی ادکاڑا

علم و دانش، فکر کی تنویر تھے مظہر حسینؒ
چلتی پھرتی، علم کی تفسیر تھے مظہر حسینؒ
مذہب حقہ کی خاطر وقف کی اپنی حیات
دین مصطفویٰ کی اک ششیر تھے مظہر حسینؒ
راہبر تھے اہل سنت کے، صحابہؓ کے وکیل
تیرگی میں روشنی تھے مظہر حسینؒ
آپ لکھتے ہی رہے ہر فتنہ کے خلاف
صاحب توقیر تھے تحریر تھے مظہر حسینؒ
شریعت نبی کے وہ پابند تھے طریقت کے امام
سالکوں اور عالموں کے راہبر تھے مظہر حسینؒ
وہ خلافت راشدہ کا چاہتے تھے ہر نظام
کرتے اس موضوع پر تقریر تھے مظہر حسینؒ
ہر مصیبت میں کیا تھا آپ نے صبر جمیل
گو بظاہر غم زدہ دل کیر تھے مظہر حسینؒ
ہر حق پرست ناز کرتا رہے گا قمر
وہ قاسم و مدنی کی سراپا تصویر تھے مظہر حسینؒ

قاضی مظہر حسینؒ

کھڑے پرویز بشیر احمد بشیر، بکھر

منقسم کرتے رہے ہیں روشنی ، مظہر حسینؒ
 تھے امیر کاروانِ آگہی ، مظہر حسینؒ
 تھا رواں اُن کے لبو میں جذبہٴ عشقِ رسولؐ
 اور سمجھتے تھے اسی کو زندگی ، مظہر حسینؒ
 جذبِ بچپن ہی میں کر لی تھیں پدر کی خویاں
 تھے حقیقت میں ولی ابنِ ولی ، مظہر حسینؒ
 جب تک زندہ رہے ، اللہ کے ہو کر رہے
 تھے شناسائے رموزِ بندگی ، مظہر حسینؒ
 تذکرہ اُن کا مسلسل ہو رہا ہے کو بہ کو
 مر کے زندہ ہو گئے ہیں اور بھی ، مظہر حسینؒ
 عظمتِ یارانِ پیغمبر بیان کرتے ہوئے
 بات جو کرتے تھے ، کرتے تھے کھری ، مظہر حسینؒ
 نوح کر ہر فتنہٴ دوراں کے چہرے سے نقاب
 کر گئے اس کی عیاں بد صورتی ، مظہر حسینؒ
 ہو گئے پنجہٴ آزما باطل کے ہر اک روپ سے
 دے گئے حق سے ثبوتِ دوستی ، مظہر حسینؒ
 وہ مجاہد بھی تھے ، عالم بھی تھے اور عارف بھی تھے
 تھے نشانیِ واقعی اسلاف کی ، مظہر حسینؒ

اے حصار دین حق کے پاسبان

کھجور جناب ظہور احمد نسکی

اے حصار دین حق کے پاسبان مظہر حسین
گلشن اسلامیہ کے باغبان مظہر حسین
اے خطیب بے بدل، شیریں زباں مظہر حسین
خوش طبیعت، خوب سیرت، خوش بیاں مظہر حسین
دیکھ کر جرأت و دلیری اور بے باکی تری
ششدر و حیران ہیں پیرو جوان مظہر حسین
دین حق کے واسطے تیری عزیمت دیکھ کر
جھومتے ہیں یہ زمین و آسمان مظہر حسین
آتش نمرود میں کودا تو بے خوف و خطر
روح ابراہیم کی ہے شادماں مظہر حسین
ہو کے پابند سلاسل دین حق کے واسطے
تو نے پائی ہے حیات جاوداں مظہر حسین
قصر ملت کی جہاں میں پاسبانی کے لیے
جن لیا قدرت نے تجھ کو پاسبان مظہر حسین
کتب دیں کر کے جاری تو نے ملت کے لیے
کر دیا ہے فیض کا چشمہ رواں مظہر حسین
سر زمین پاک کے شاہیں جوانوں کے لیے
ہے سبق آموز تیری داستاں مظہر حسین
ہے نسکی کی دعا یہ رزم گاہ دہر میں
ہو نگہباں تیرا رب دو جہاں مظہر حسین

عابد شب زنده دار و زاہد تقویٰ شعار
 کعبہ دور سعادت قاضی مظہر حسینؑ
 ایک شمشیر برہنہ ایک سیف بے نیام
 بہر فتہ و مظلات قاضی مظہر حسینؑ
 وہ لیب نکتہ بخ وہ اک طیب درد دل
 حال وصف طریقت قاضی مظہر حسینؑ
 جن کے دم سے تھا یہاں قائم حسنی غلغلہ
 وہ شہ اقلیم عظمت قاضی مظہر حسینؑ
 برقی خاطر بر سر اعداء اصحابؑ نبیؐ
 مادی عہد خلافت قاضی مظہر حسینؑ
 آہ فانی ہم سے رخصت ایک مرد حق ہوا
 افتخار قوم : ملت قاضی مظہر حسینؑ



ترجمان اہل سنت قاضی مظہر حسینؒ

کچھ مولانا حافظ محمد ابراہیم قانی

ترجمان اہل سنت قاضی مظہر حسینؒ
 اک نشانِ عزم و ہمت قاضی مظہر حسینؒ
 بہر باطل تیغِ براں ایک مرد بت شکن
 صاحبِ ایثار و جرأت قاضی مظہر حسینؒ
 اک مجاہدِ سر بکف اک واقف و دانائے راز
 حامیِ دین و شریعت قاضی مظہر حسینؒ
 جن سے لرزاں دشمن دیں جن سے ترساں تھا عدو
 وہ شہیر با شہامت قاضی مظہر حسینؒ
 جس کا مسلک تھا دفاعِ چار یارانِ رسولؐ
 عاشقِ نورِ نبوت قاضی مظہر حسینؒ
 ماویِٰ اربابِ فضل و مرجعِ اہلِ فقی
 پیکرِ زہد و قناعت قاضی مظہر حسینؒ
 بحرِ زخارِ علوم و مظہرِ صدق و صفا
 مظہرِ حق و صداقت قاضی مظہر حسینؒ

مناجات بحوالہ وفاتِ حسرت آیات

سچے جناب محمد یاسر کلیم

اے سزا وارِ ثناء اے خالقِ کون و مکان
 تیری ہر مخلوق تیری حمد میں رطب اللسان
 ہوں درود ان پر ہزاروں جو ہیں محبوبِ خدا
 رحمت اللعالمین یعنی محمد مصطفیٰ
 گرچہ عاصی ہوں تری الفت کا دم بھرتا ہوں میں
 بعد حمد و نعت کے یہ التجا کرتا ہوں میں
 میرے رہبر میرے مرشد حضرت مظہر حسینؑ
 وہ مجاہدِ پاسان دین ربُّ المشرقیں
 زندگی جن کی تھی وقفِ خدمتِ دینِ متین
 تھے سراپا سنت آن رحمت اللعالمین
 جن کو تو نے علم و عرفاں سے کیا تھا سرفراز
 جن پہ افشا تھے شریعت کے کبھی سربستہ راز
 جن کی ہر تحریرِ راہِ خلد کا ایک سنگِ میل
 وہ ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کے وکیل

حب اہل بیت و اصحابؑ مئی جن کا شمار
 کوئی اٹھا جن کے دم سے نعرہ حق چار یار
 قوم کو سمجھا مئے ملبوم استکلاف کا
 راستہ دکھلا مئے اصحابؑ کا اسلاف کا
 آج تیرے وصل کو تیرے حضور آئے ہیں وہ
 پھوڑ کر عاشق لاکھوں ناصبور آئے ہیں وہ
 واسطہ دیتا ہوں تیری کبریائی کا تجھے
 خوب ہے ادراک میرے بے نوائی کا تجھے
 ہوں تیری رحمت سے وہ فردوس میں مسند نشین
 ہوں مشرف وصل حق سے یا الہ العلمین
 جانشین حضرت اقدس ظہور الظہر ہوئے
 میرے مرشد کی بصیرت کا حسیں مظہر ہوئے
 ہوں تری نصرت سے وہ ہر استقامت میں سرخرو
 دین حق دنیا میں پھیلاتے رہیں وہ چار سو
 ہو دعا مقبول میری خالق ارض و سما
 تو الہ العلمین ہے میں کھیم بے نوا

قائد ملت تیرے کردار پر صد آفرین

کھ قاضی عبدالحلیم کھاجی

شیخ مدنیؒ کی نیابت پر تجھے صد آفرین
اہل سنت والجماعت پر ہزاراں آفرین
شیخ مدنیؒ کی سیاست کی سچی تعبیر ہے
اہل باطل نے ہمیشہ تجھ سے ہی کھائی ہے مات
نام تیرا صفحہ تاریخ میں ہو گا رقم
تو صحابہؓ کے مخالف پر غضب کا صور ہے
ہر صحابیؓ کی سچائی پر سچا قائل ہے تو
رچی لگتی ہے تیری ہر بات شاب و پیر پر
اہل باطل کے لیے تیرا قلم مثل کند
ہر گلی کوچہ میں پھیلا ہے نور ایمان کا
پھول استقبال میں ان کے وہاں گرنے لگے

قائد ملت ترے کردار پر صد آفرین
آفرین صد آفرین جرأت پہ تیرے آفرین
ضعیم اسلام ہے اور دین کی تصویر ہے
یادگار اہل حق ہے اس زماں میں تیری ذات
منظر نور خدا ہے منبع فیض و کرم
ظلمت شب و ستم میں تو چراغ و نور ہے
ہادی دین و شریعت کا سچا عاشق ہے تو
رحم کھاتا ہے جہاں میں ہر غریب و میر پر
حائی دین متین ہے اور وقار دیو بند
ساری دنیا میں جمایا سکے ہے اسلام کا
یا الہی ہر قدم ان کا جہاں اٹھنے لگے

ناز ہے مدنیؒ جماعت کو تیرے اخلاص پر
تو نے واضح کر دیا حق آج خاص و عام پر

رحمۃ الشیخ مولانا القاضی مظہر حسین (رحمۃ اللہ علیہ)

المؤسس لحركة "خدام اهل السنة والجماعة"

کلمہ مولانا محمد عطا الحق صاحب قلمی

يَا الْعَيْنَانِ دَمْعًا لَيْلًا وَامِيلِ
خُورِلْنِي فِي اللَّهِ وَخُذْ
فَعَلُوا عَشْرَ بَرٍّ وَأَخْرَجَ
مَقَامَاتِ الْيَهُدَى وَالْجُودَى وَالْقُفَى
سَمِعْنَا أَنَّهُ الْقَاضِي مَظْهَرُ
خَدَمَتِ الْبَيْنِ يَا قَاضِي، مُنَادِيًا،
نَحْوُنَا! كَشَفَتِ الرِّقَصَ وَالْخُرُوجَ
عَلَى أَعْدَاءِ نَا سَيْفًا مَعْلَقًا
بِاسْتِغْنَاءِ قَلْبٍ عَاشٍ فِي الثُّنَى
وَلَا خَسْرَ لِي فَخْرَانِ، مُتَوْنِ
فَعِشْتَ عَيْنًا، خُرًا، مُرَاجِعًا
مُكَلِّمًا، فَعَلِمًا وَعَمَلًا
نَزَلْتَ اللَّحْدَ فِي صُورَةِ النَّزِيلِ
فِي اللَّهِ أَكْرَمُهُ بِحَبَّةٍ
وَيَا اللَّهُ عَفِرْ قَلْبًا مَعًا،

أَنَا الْعَاجِزُ الْمُسْكِنُ سَائِلُ!

رثاء الشیخ مولانا القاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

کھڑا مولانا عطاء الحق قلبی

ایسا العینان دمعاً لایلاً رامل اے (میری) دو آنکھو! آزاد منش کالمین کی اموات پر بیوگان کے لیے خوب انگاری کرو۔

تشریح یوں تو ہر انسان کی ”رحلت“ کا پسماندگان کی آنکھوں پر حق ہوتا ہے۔ مگر آزاد صفت کالمین (جو ہر زمانے میں تھوڑے ہوتے ہیں) کا حق پچھلوں پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آشیانے کی بجائے پورے چین کی پاسبانی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ لہذا ان کے ارتحال پر ان کے لیے، ان کے پسماندگان کے لیے اور ان کے باقیات صالحات کے لیے زیادہ افسوس کرنا چاہیے

مت سہل جانو، انہیں، پھرتا ہے فلک برسوں

تب خاک کے پردے سے کوئی انساں نکلتے ہیں

حَبُولِنْہِ فِی اللّٰہِ وَحْدَہُ وَمَا سَالُوا الِی شُغْلِ شَاغِلِ

ترجمہ (وہ آزاد لوگ) جنہوں نے اللہ کی رضا جوئی میں زندگی بسر کی، خدائے واحد کی محبت اور عشق میں ایسے فار ہے کہ (پھر زندگی بھر) کسی دنیا دار کے شغل کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

تشریح یہ حریت پسند، اللہ تعالیٰ ہی کے لیے زندہ رہے! دنیا کے جائز کاموں کی طرف بھی متوجہ نہ ہوئے۔ کیونکہ سراپا عشق ہونے نے ان کو دوسری طرف دیکھنے نہ دیا۔ ان کے ارد گرد، دائیں بائیں بہت کوششیں کی گئیں کہ انہیں راہِ حق سے ہٹا دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے مقدس عشق نے ادھر دیکھنے کی فرصت ہی نہ دی۔ الفرض انہوں نے سیر ”الی اللہ“ سیر ”للہ“ اور سیر ”فی اللہ“ کے دلکش مناظر میں زندگی کو قیٹی بنایا۔

فَعَاشُوا عِشَّ اَبْرَارٍ وَاٰخِرَارِ وَمَاتُوا مَوْتَ اَخْيَارِ عَوَامِلِ

ترجمہ سو، انہوں نے نیکو کار آزاد لوگوں کا بیون اختیار کیا اور موت، عمدہ کام کرنے والے صالحین کی پسند کی۔

تشریح ان کی "آزاد فشی" اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ زندگی تو زندگی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ حالت جو ان کے اختیار کی بھی نہیں ہوتی یعنی "موت" ان کی حسبِ منشا صالحین کا ملین کی روش پر بھی۔ پس وہ حسبِ آیت وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ دنیا سے اس حال میں چلے کہ صالحین کا ملین کی صفوں میں اللہ تعالیٰ سے جا ملے گویا ع "خدا بندے سے خود پہ بیٹھے بتا تیری رضا کیا ہے" کا ماحول تھا۔

مَقَامَاتُ الْهُدَى وَالْجُودِ وَالنُّقَى
مَحَارِبُ الْأَمَانِ وَالْأَفْاضِلِ

ترجمہ وہ آزاد طبع لوگ ہدایت، سخاوت اور تقویٰ کے عالی مقامات ہیں اور ہم عصر علماء اور فضلاء کے لیے محراب ہیں!

تشریح یعنی وہ حریت پسند، دنیوی رسم و رواج اور رکھ رکھاؤ سے تو آزاد ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے غلام ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں ہدایت، سخاوت اور تقویٰ کے دریا بہہ رہے ہوتے ہیں۔ وہ ہدایت کے روشن مینار سمجھے جاتے ہیں اور دوسرے فاضلین پر محراب کی طرح شدت تو واضح و ترحم کی وجہ سے جھکے ہوتے ہیں۔ ان کی یہی مفتیس لوگوں کو کشاں کشاں ان کے پاس لاتی ہیں اور وہ "مقاماتِ ہدایت" کے طور پر معروف ہو جاتے ہیں (اس لیے ایسے احرار، ابرار، اختیار کے جانے پر آنکھوں کو خوب آنسو بہانا چاہیے)

فائدہ! یہاں تک شاعر نے بطور تمہید اور تقریب کے اہل علم و فضل کی اموات پر افسوس کیا ہے۔ اب "عام" سے "خاص" کی طرف انتقال کرتے ہوئے، شاعر اپنے ممدوح کی موت کا تذکرہ کرتا ہے۔

سَمِعْنَا أَنَّهُ الْقَاضِيُ مَظْهَرُ
حُسَيْنٍ قَدْ ارْتَحَلَ رَحْلُ الرُّوَّاجِلِ

ترجمہ ہم نے (یہ افسوس ناک خبر) سنی کہ (حضرت مولانا) قاضی مظہر حسین (دنیا سے) رحلت کرنے والوں کی طرح رحلت فرما گئے ہیں۔

تشریح شاعر نے اپنے ممدوح کی وفات کا تذکرہ بھی کیا ہے اور تعزیت بھی کی ہے کہ موت سے کسی کو بھی چھٹکارا نہیں، دیگر لوگوں کی طرح ممدوح موصوف نے بھی رحلت فرمائی ہے۔

فائدہ پھر فرط جذبات میں "غیب" سے "خطاب" کی طرف روئے سخن پھیرتے ہوئے کہتا ہے۔

خَدَمْتُ الدِّينَ يَا قَاصِي، مُنَادِيَا، مُنَاصِحَا، مُنَارِزَا، مُقَابِلِ

ترجمہ..... اے (ہمارے مولانا) قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، آپ نے دین کی خدمت مختلف اعداء سے کی۔ وعظ و نصیحت سے اور مقابلے مناظرے سے بھی۔

تشریح..... مطلب یہ کہ ہمارے مدح و تحسین نے دین کی خدمت ہر طرح سے کی ہے۔ پکار پکار کر بھی، خیر خواہی سے بھی۔ مقابلے اور مناظرے سے بھی! غرض جس طرح ضرورت پڑی اُس طرح دین کی ضرورت پوری کی۔ گویا ساری زندگی اس شعر سے عبارت تھی.....

مذہب کی محبت میں اِن آشفۃ سروں نے

وہ قرض چکائے ہیں جو واجب بھی نہیں تھے!

أَمْوَالِنَا! كَشَفْتُ الرِّفْضَ وَالْخُرُوجَ بِإِظْهَارِ الْحَقَائِقِ وَالذَّلَائِلِ!

ترجمہ..... اے ہمارے مولانا! آپ نے رافضیت اور خارجیت کے (مزعومہ غلط عقائد و نظریات کو) حقائق اور دلائل کی روشنی میں رد کیا۔

تشریح..... پہلے شعر میں حضرت کی دینی مجموعی خدمات کا ذکر تھا۔ اس شعر میں فرق باطلہ کی تردید کی خدمات کا تذکرہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے جہاں دین اسلام کی خدمت کی وہاں دین اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں اور تحریکوں کا تعاقب بھی کیا۔

اور وہ تعاقب بھی حقیقت پسندی اور دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ سے کیا۔

مفادہ..... اس شعر میں حضرت کی تصانیف، بالخصوص ”کشف خارجیت“ وغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت کا امتیاز تھا کہ انہوں نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں کبھی بھی عصیت کو مائل نہیں ہونے دیا۔ جیسا کہ آنے والے شعر میں ہے.....

عَلَى أَعْدَاءِ نَا سَيْفًا مُعَلَّقًا وَخُلُقًا كَامِلًا، سَهْلًا وَ عَامِلًا

ترجمہ..... آپ ہمارے اعداء کے مقابلے میں لگی ہوئی تلوار ثابت ہوئے اور کامل اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے اور جو کہتے تھے اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

تشریح..... دین اسلام کی خدمت کے جذبے میں، آپ نے فقط رافضیت و خارجیت ہی کے خلاف کام نہیں کیا بلکہ دیگر فتنوں کی سرکوبی بھی کی۔ مثلاً فتنہ ارتداد و مرزائیت وغیرہ..... پھر اتنا عظیم الشان

کام بروا خلاق سے سراہا جاوے گا۔ (زینم اخر المصلن)

بَانِيْعًاۙ قَلْبٌ غَاضٍۙ لِّی الدُّنْیَی ۙ نَحْنُ لِحُنْ نَخْرِبُۙ نَحْوُ السَّوَاحِلِ
ترجمہ۔ آپ دنیا میں دل کی غصے کے ساتھ زندہ رہے (اور) کناروں کی مانند تباہ کئے دیا سے
کنارہ کش رہے۔

تفسیر۔ اچھے عظیم الشان کام کرنے کے لیے لوگوں کو طرح طرح کی مشکلات درپیش ہوتی
ہیں۔ ایمان کی کمزوری حقوق کے آگے جھکے پر مجبور کر دیتی ہے۔ سوائے خواص کا مین کے جو کسی صورت
حقوق کے آگے اپنی کمزوری کا اعتراف نہیں کرتے۔ آپ بھی انہی خواص میں سے تھے۔ اپنی کمی اور کمزوری
بیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دکھا اور دنیا میں رہ کر بھی دنیا داری سے بچے رہے۔

یہ استغنا ہے پانی میں، مگوں رکھتا ہے ساغر کو
تجھے بھی چاہیے مثل حباب آبجو رہنا!

وَلَا خَسْرًاۙ لِّخَيْرَانِۙ فَنُؤُنْ ۙ الْكُوَامِلِۙ يُطَوْنُ الْخَوَامِلِ
ترجمہ۔ اور آ زاد لوگوں کے لیے دو چیزیں قابل فخر ہوتی ہیں۔ (۱) بہادر لوگوں کی پشتیں اور
(۲) صحت زاد خواتین کے پیچ!

تفسیر۔ آ زاد صفت کا مین نبی الطرفین واقع ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لیے اُن میں مندرجہ
ذیل فضائل و اخلاق جمع رہتے ہیں۔

لَبِثْتُ غَابِلًاۙ خَرًّاۙ مُّرَاجِعًا ۙ نَقِيًّاۙ زَاهِدًاۙ نَرًّاۙ مُقَابِلِ
مُكَارِمًاۙ فَصْلًاۙ وَ غَابِلًا ۙ كَذَلِكَ يَجْمَعُ الْغَبْدُ الْفَضَائِلِ
ترجمہ۔ آپ نے عبادت والی زندگی گزار دی۔ آ زاد زندگی! آپ بروقت اللہ تعالیٰ کی جانب
رجوع میں رہے۔ آپ قتل، پرہیزگار، فاضل، خوش خور و عالم ہا مل تھے۔ بندہ اسی طرح فضائل جمع کر
لیتا ہے۔ (مطلب واضح ہے)

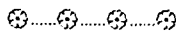
نَزَلَتْ اللَّحْدُۙ لِّی ضَوْءَ النَّوْزِلِ ۙ فَاسْتَمَلْنَاۙ بِنَفْسِ النَّوْزِلِ
ترجمہ۔ آپ ایک سرسبز بہان کی صورت میں لہے میں پہلے۔ آہا کیا ہی اچھے بہان تھے۔
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُۙ أَكْرَمَۙ بِحَبْنِی ۙ وَ انْعَامَ عَظِيمِۙ غَيْرَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُۙ

ترجمہ..... پس اے اللہ تعالیٰ! آپ ان کا اکرام جنت الفردوس سے کریں۔ اور جنت کے نہ زائل ہونے والے عظیم انعامات سے ان کو نواز دیں۔ آخر میں ناظم، برسم تو سل بال صالحین ممدوح کے ساتھ اپنا ذکر کر کے اپنی مغفرت کی دعا کر کے قصیدے کو ختم کرتا ہے۔

وَبِاللّٰهِ غَفِرُ قَلْبًا مَّعًا ، اَنَا الْعَاجِزُ الْمُسْكِينُ سَائِلُ ا

ترجمہ..... اور اے اللہ تعالیٰ حضرت کے ساتھ (ان کے طفیل) قلبی کو بھی بخش دے۔ میں عاجز اور مسکین تیرے در کا سائل ہوں.....

تیرا در ہو، میرا سر ہو، میرا دل ہو، تیرا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے، مگر تمہید طولانی!



حق چار یا ایک مثبت اعلان حق

حضرت قائد اہل سنت پرستہ لکھتے ہیں.....

چونکہ آیت تمکین میں مہاجرین صحابہ کے متعلق تمکین و اقتدار کی اعلانی کا اعلان ہے اور مہاجرین اولین میں سے صرف چار یا ہی منصب خلافت پر فائز ہوئے ہیں۔ یعنی امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ ان چار میں سے کسی کو اس آیت کے مصداق سے نکال نہیں سکتے اور جو خلفاء مہاجرین اولین میں سے نہیں ہیں..... وہ برحق خلفاء تو ہیں لیکن مہاجرین اولین میں سے نہیں ہیں۔ وہ آیت تمکین کا مصداق نہیں قرار دیئے جاسکتے اس لیے قرآنی موعودہ خلافت راشدہ انہی چار میں منحصر ہوگی کوئی پانچواں خلیفہ ان میں شامل نہیں ہو سکے گا لہذا خلافت راشدہ سے مراد قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ ہے اور ان کے جواب میں **حق چار یا** کہنا بطور اقتضاء ایضاً قرآنی خلافت راشدہ کی حقانیت کا اعلان ہے اور یہ ایک مثبت اعلان حق (نعرہ) ہے قطع نظر اس کے کہ اس کی زد کس پر پڑتی ہے۔ [خارجی فقہ دوم ص ۶۳۳]

شانِ مظہر

سیدنا محمد آصف رضا

جہاں باطل پہ ایک دہشت ، ہمارے مرشد کا نام مظہر
جو راہِ حق سے ہٹ گئے ہوں اُن کو، وہیں پہ لانا ہے کام مظہر

تمام باطل کے سر پہ ہر دم ، وہ تج بن کر لگ رہا ہے
بنا ہے خدامِ اہل سنت کے نام سے جو نظامِ مظہر

صحیح عقیدے سے بننے والوں کو دشمنی کا پیام پہنچے
مگر جو پختہ عقیدے والے ہیں اُن کو پہنچے سلام مظہر

یہ دور حاضر پیارے مدنی کے زیرِ احسان دہا ہوا ہے
عجب زالی ، بڑی مثالی ہیں شانِ والے امام مظہر

کلامِ اسلاف ہی سنا کر ، ہمیں تو سرور کر رہے ہیں
مگر جو فتنے ہیں اُن کے دل میں کھٹک رہا ہے کلامِ مظہر

جو راہِ حق پہ چلے ، ہے انساں، سو حق کو انساں ہی جانتے ہیں
جو راہِ باطل پہ چل کے خیواں بنیں ، نہ جانیں مقامِ مظہر

اوکاڑوئی، جہلمی، گئے اور ترمذی بھی گئے ہیں لیکن
نہ خوش ہوں دشمن، کہ سیف حق سے بھری ہوئی ہے نیاں مظہر

نکال پایا نہ پھر اُسے کوئی مستی جامِ حق سے، جس نے
شرابِ باطل کو ترک کر کے، پیا ہے اک بار جامِ مظہر

جو الہند میں اہلسنہ والجماعہ کے ہیں عقائد
وہی ہیں اصلی، وہی ہیں ناجی، یہی تو ہے بس پیامِ مظہر

اے دارِ مظہر کے سب مکینو! یہ جھولیاں تم سیننا مت
کہ خوب انوارِ حق کی بارش برسی ہے بامِ مظہر

ہمیں نہیں شوقِ بادشاہی، یہ نسبتیں ہی فخر ہیں اپنا
غلامِ آقا، غلامِ خنی، غلامِ مدنی، غلامِ مظہر

ہمارے تاریک رات دن میں، ہے مظہریت کی روشنی اب
سو صبحِ مظہر رہے فروزاں، سدا بنور ہو شامِ مظہر

مدح قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

رحمہ مولانا فضل الرحمن، بہاولپور

علم کے تھے بادشاہ	قاضی مظہر حسین
عمل کے تھے شہنشاہ	قاضی مظہر حسین
ذکر حق کبر خدا	ان کا زاد و راحلہ
فہرا کے تھے آشنا	قاضی مظہر حسین
زہد و تقویٰ ان کا تھا	سلف کا عکس جیل
مقداد و مہدی	قاضی مظہر حسین
مظہر حسین تھے	عامل ثقلین تھے
عاشق خیر الوری	قاضی مظہر حسین
اسوہ اسلاف تھے	قدوہ اخلاف تھے
خدام کے تھے رہنما	قاضی مظہر حسین
اہل سنت کے امام	مدنی آقا کے غلام
حق کے میر قائلہ	قاضی مظہر حسین
دیوبند کے خوش چیں	عاشق مدنی حسین
نقش پائے صوفیا	قاضی مظہر حسین

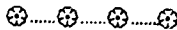
عالموں کے تاجور سالکوں کی راہ پر
 گروہ اولیاء قاضی مظہر حسین
 نعرہ حق کا مدعا قاضی مظہر حسین
 حق پرستی کا جنون رفض و بدعت سرنگوں
 خفیوں کا پیشوا قاضی مظہر حسین
 اہل بیت مصطفیٰ کا غلام بے ریا
 خادم اصحاب تھا قاضی مظہر حسین

افضل ناداں کو

ترے مدح خوان کو

چاہے تری دعا

قاضی مظہر حسین



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی مابعد کی امت پر لازم ہے

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ لکھتے ہیں.....

جماعت صحابہ مابعد کی امت کے لیے معیار حق ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حق کے متبع اور محافظ تھے
 ان کا باہمی اختلاف اعتقادی اور اصولی نہیں بلکہ فردی اور اجتہادی ہے اور حضور خاتم النبیین
 ﷺ نے بھی اپنے معجزانہ ارشاد ”ما ائمتھ علیہ واصحابی“ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی
 مابعد کی امت پر لازم کر دی ہے یعنی میری امت کے وہ لوگ جنت میں جائیں گے جو میرے
 اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق پر ہوں گے۔ [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سورتی ص ۵]

حضرت قائد اہل سنت نور اللہ مرقدہ

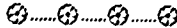
کچھ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی

مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر
وہ جان تمنا وہ حسن مجسم
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر
وہ اخلاف میں اپنے شمس و قمر تھے
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر
پلیدوں سے تھے وہ کہاں ڈرنے والے
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر
گلی چلنے باطل کے سینے پہ آری
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر
کہویران اب میرے دل کا جہاں ہے
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر
یہ دینائے دل اس پہ ہے ناز کرتی
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر
تھے اسلاف کے زیر نقوش کف پا
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر

تھے سنت کے عاشق شریعت کے رہبر
تھے بحر طریقت کے ماہر شادور
وہ ددویش انساں وہ شیخ معظم
تھے مخلص سراپا وہ غیرت کے پیکر
وہ اسلاف کے اپنے نور نظر تھے
وہ اخلاص و تقویٰ کے تھے لعل و گوہر
بلا شک وہ تھے شیخ مدنی کے پالے
رہے ایک لمحہ نہ باطل سے دب کر
سنا ان کا جب نعرہ حق چار یاروں
ادھر خارجی کانپتے دیکھے تھر تھر
ترے بن مجھے چین حضرت کہاں ہے
جدائی میں میں تیری رہتا ہوں مضطر
جری مشعل رہ سراسر تھی ہستی
کمالات حق سے ہے عقل ششدر
نفاست کے پیکر فراست میں یکتا
نظافت شرافت سخاوت کے خوگر

ترے جام عرفاں کے قربان ساقی
پلاتے تھے جب جام پہ جام بھر کر
کبھی تو یہ باطل سے آزاد ہو گا
پڑھا جائے گا اس میں قرآن گھر گھر
اے خدام کے خادموں اور جیالو
طریق ہدایت یہی ہے سراسر
خدایا ! تو اس قاسمی پر کرم کر
جو حق و صداقت کا ہر دم ہو مظہر

بڑھے جس سے رہندوں کا ایمان ساقی
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر
وطن میرا اسلام سے شاد ہو گا
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر
انھو اہل سنت کا پرچم سنبھالو
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر
اے بھی میسر وہ نقش قدم کر
مرے شیخ مظہر، مرے شیخ مظہر



عقیدہ عصمت انبیاء اور اہل سنت والجماعت

حضرت قائد اہل سنت پیغمبرؐ لکھتے ہیں.....

اہل السنۃ والجماعت کے عقیدے میں معصوم وہ ہے جس سے گناہ کا صدور محال ہوتا ہے اور رائج اور قوی مسلک یہ ہے کہ پیدائش سے لے کر وفات تک انبیائے کرام علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اگر قرآن مجید کسی نبی ﷺ کی طرف معصیت یا ذنب وغیرہ کو نسبت کی گئی ہے تو اس سے مراد ذلت (الغرض) اور ترکِ اولیٰ ہے جو عصمت کے منافی نہیں اور مسئلہ عصمت انبیاء کی بحث بندہ نے مفصل و مدلل ”طلیحہ محاسبہ“ میں کر دی ہے وہاں

ملاحظہ فرمائیے۔ [کشف خاریجیت ص ۴۷۱]

رحلت قائد پر

کھڑے مطیع الرحمن اطہر ہاشمی

دیو بند آساں ہے قاضی ہے اس کا تارہ ہمیں فخر ہے یہ اطہر مظہر ہے پیر ہمارا
دیو بند کے چمن پر سرتاپا ہم فدا ہیں گلہائے بارغ دیو بند انعام کبریا ہیں

برصغیر کو جس نگہت سے ہے سنوارا

اصحاب مصطفیٰ کی الفت میں غرق مظہر پیغمبر خدا کی الفت میں غرق مظہر

پھیلا دیا جہاں میں حق چار یار نعرہ

رخصت ہوا جہاں سے جانِ جہان یارو جاری رہے گا لیکن اس کا ہی فیضان یارو

نقش قدم نہ چھوٹے ان کا کبھی خدارا

برحق ہے موت یارو اس پر بھی کیا گلہ ہے مدنی کا تھا وہ پیارا مدنی سے جاملہ ہے

لیکن تری جدائی کے صدمے نے ہم کو مارا

خدام کے چمن پر چھائی ہوئی خزاں ہے وہ خوشبوئیں وہ رونق وہ روشنی کہاں ہے

جس نے مرے سخن کو اک نظر سے سنوارا

قاضی محبوب تیری صورت ہے اس کی صورت ہوتی رہے گی پوری دیدار کی ضرورت

کرتے رہیں گے سنی مظہر کا یوں نظارہ

اے جانے والے تجھ سے بیان ہے ہمارا تیرے مشن پر مریم گے اعلان ہے ہمارا

ہرگز نہیں کریں گے تری سوچ سے کنارہ

خدام اہل سنت کا وہ میر کارواں

کچھ جناب قاری ظفر اقبال

نہ جھکا ہے نہ بکا ہے نہ ڈرا ہے ہر زماں
اس کی جرأت کے گواہ ہیں یہ زمین و آسماں
کی ہے حق کی ترجمانی جس کا نام مظہر حسینؑ

علم میں تھا وہ سمندر اور ولایت کا بادشاہ
ذکر سے چہرہ منور دیکھا ہم نے جا بجا
ذاکر قلبی لسانی جس کا نام مظہر حسینؑ

شیخ مدنیؒ کا وہ عکس اور خلیفہ انہی کا تھا
تھا علم میں اُن کا پیر و اور عمل بھی انہی سا تھا
شیخ مدنیؒ کی جانفشانی جس کا نام مظہر حسینؑ

دین حق کے واسطے علم سہتا ہی رہا
پہنچ کر وہ جیلوں میں بھی حق کہتا ہی رہا
کی ہے اس نے حق رسانی جس کا نام مظہر حسینؑ

تھا میرا پیر طریقت اور سنت کا پاسان
تھا خدام اہل سنت کا وہ میر کارواں
تھی عجب اس کی زندگانی جس کا نام مظہر حسینؑ

جانشین تھا اہل حق کا اور حق کا وہ سفیر
مال و دولت بادشاہت اس کی نظروں میں حقیر
تھا وہ ایک عالم ربانی جس کا نام مظہر حسین

تھا وہ قائد اہل سنت اور وکیل اصحاب کا
عاشق سچا وہ تھا حضرت رسالت مآب کا
زندگی پائی جادوانی جس کا نام مظہر حسین

اس کی تحقیق حق کو کوئی ٹھکرا سکتا نہ تھا
اس جیسی فہم و فراست کوئی پا سکتا نہ تھا
ہر محقق کی سلامی جس کا نام مظہر حسین

مکراہت اس کی دیتی غم کو تھی منا
بوجھ سر پر ہزاروں من کا کر دیتی تھی فنا
ملتی تھی واں شادمانی جس کا نام مظہر حسین

چھتا تھا باطل ہمیشہ ہر زماں اور ہر جگہ
اس ”دارِ قلم“ کی باطل تاب لا سکتا نہ تھا
ہو بڑھاپا یا جوانی جس کا نام مظہر حسین

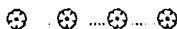
خارجی ہو رافضی ہو یا کہ مودودی ہی ہو
کافروں میں ہو یہودی یا کہ مرزائی ہی ہو
سمجھایا تحریری لسانی جس کا نام مظہر حسین

گلشنِ خدام پر چھائی خزاں

کھجور جناب ماسٹر محمد یوسف

چل بے سینوں کے میر کارواں گلشنِ خدام پر چھائی خزاں
 زندگی بھر اہل سنت کے لیے وقف کر رکھا تھا اپنا جسم و جاں
 عظمتِ اصحاب پر زورِ بیاں رک نہ سکتا تھا یہ اک سیلِ رواں
 ردِ بدعت میں تھا ملکہِ راسخہ مدحتِ سنت پہ نورانی بیاں
 رحمتیں برسیں تری صبح و مسا اے خدائے ذوالجلال و مہرباں
 حضرتِ مدنیؒ کے روحانی سپوت مبر و استقلال کے کوہِ گراں
 زہد و تقویٰ میں کمالِ اخلاص تھا علم و عرفاں کے تھے بحرِ بے کراں
 سن ترپن (۵۳) میں چلی تحریک جب نو ماہ تک جیل کاٹی مرجا زورِ بیاں

رحمتیں برسیں تری ان پہ سدا یا رب
 قبر میں ترے فضل سے ہو تری منزلِ آساں



شام و سحر باتیں تیری

سحر مولا نا ظیل احمد مینی

روز و شب باتیں تری شام و سحر باتیں تری
یاد آتی رہیں گی ہم کو عمر بھر باتیں تری

تابِ سخن کہاں ہے لب کو تیرا نام لوں
کرتی ہے دل سے مری چشم تر باتیں تری

باتیں تیری اے دلبر موتی موتی گوہر گوہر
کیسے دل کو لکھنے والی تھیں اے مظہر باتیں تری

دھیرے دھیرے اک اک لفظ جرمہ جرمہ کانوں سے
ہی کر بھرا دل کا سمندر مینا و ساغر باتیں تری

فنتوں نے جب بھی سراٹھایا قلم ترا ہی فاتح پایا
قلم تیرا پھر خنجرِ براں اور تیغِ مکرر باتیں تری

بکھرے بکھرے دل کے ٹکڑے ٹکھری ٹکھری شانِ صحابہؓ
عشقِ قحان کا دل کے اندر ان کی تھیں اکثر باتیں تری

ہوتا ظلیل کوئی میرے سر ہانے کا تا جائے جوان کے ترانے
سنا میں پھر میٹھی میٹھی ارفع و اعلیٰ باتیں تری

الوداع

کچھ آرزو مند سعد

آنکھوں سے چلے تو قطرے بنے
دل سے چلے تو راز بنے
حضرت کی وفات کا غم ایسا
آنسو بے سہارا دل سے چلے

آنسو تھمتے نہیں گرتے ہیں قدم
گویا آج آیا ہو روزِ قیم
دکیل صحابہ رخصت جو ہوئے
سنی پہ لگا کچھ گہرا زخم

اصحابِ نبیؐ کے پروانے
عشاقِ نبیؐ کے دیوانے
قربان گئے اس نعرے پر
چار ہی پاڑ میرے افسانے

تغائب کیا میرے مرشد نے
فتنوں کو دہایا قائم نے
اور دین مبین کو ظاہر کیا
مدنی کے خلیفہ راشد نے

فرشتے کھڑے ہیں عظمت سے
رضوان بھی آیا ہے جنت سے
حوریں بھی خنجر اُن کی
آسمان سجا ہے رحمت سے

رضوان سجا لے جنت کو
دربان سمجھ لے عظمت کو
تقدیر نے کیا کچھ ایسا ستم
سحری سے اُٹھایا شفقت کو

تیرا مشن ہم سنائیں گے

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کچھ جناب قمر عباس خدای

اے قاضی مظہر تیرا ہم مشن سنائیں گے
تیرا مشن تیرا جھنڈا عالم میں لہرائیں گے

کردار کا تو غازی مدنی کی نشانی تھی
حق بات بیاں کرنا تیری ریت پرانی تھی
جو نعرہ دیا تو نے دنیا کو سنائیں گے

مسلک کی حفاظت میں تو لکھنوی جیسا تھا
اور کفر کے خرمن پہ تو غزنوی جیسا تھا
تیرے حوصلے کو قائم سینے سے لگائیں گے

اصحابؓ کی عظمت کا شیدائی دیوانہ تھا
اصحابؓ ستارے ہیں یہ اُس کا ترانہ تھا
جو سبق دیا تو نے ہم وہ نہ بھلائیں گے

جرات بخاری کا عینی گواہ

کچھ جناب محمد عثمان

ہو گیا ہے جدا ہم سے آہ! بے تاج بادشاہ
کردار مدنی کا اخلاص و جرات بخاری کا عینی گواہ

ہم آہ آہ کریں یا متائیں یومِ سیاہ
نہیں نہیں وہ جنت کا طالب جنت میں لے چکا ہے پناہ

ساری زندگی وہ توحید کا چرچا کرتا رہا عام
شرک و بدعت کا قاضی پھیرتا رہا جام

چاہتا تھا وہ ملک میں خلافت کا نظام
اسی اک لگن اسی ایک محنت میں رہتا تھا صبح و شام

مرا قائد ایک پھول تھا یا کہ علم کا آفتاب
جو کچھ بھی تھا حضرت مدنی کا تھا انتخاب

سرکاری ملا کا کرتا رہا وہ ہمیشہ احساب
تہاں کرتا ہے کہیں اعتراف میرے قائد کی زندگی کھلی ہے کتاب

نور پھیلاتی رہیں تعلیمات آپ کی

کچھ حافظ محمد معاویہ عثمانی

حضرت جی معمر ہو کر برکتوں سے حیات آپ کی
 کوشاں ہے صبح و شام اسلام کے لیے
 والد محترم ہیں مناظر اسلام شیخ محترم کے
 رہتے ہیں ہمیشہ رضا الہی کے طلبگار
 ہیں با اصول بھی با کردار بھی با حیا بھی
 سادگی کو سمجھتے ہیں حسن انسانیت
 مدحت سرا بھی ہیں آپ کے حسن اخلاق کے
 کیوں نہ نازاں ہو وہ اپنی قسمت پر
 کیوں ڈرتے ہو آلام و مصائب دنیا سے
 دعا گو ہو اللہ سے کہ سدا رہے
 خدا کی کر دہوں رحمتوں کا ہونز دل آپ پر
 نور پھیلاتی رہیں دنیا میں تعلیمات آپ کی
 وقف ہیں اسلام کے لیے خدمات آپ کی
 ہے ان ہی کی دعاؤں سے روشن حیات آپ کی
 ہے اس کے لیے سب ریاضت آپ کی
 قابل رشک ہیں صفات آپ کی
 مزین ہے سادگی سے طبیعت آپ کی
 کرتی ہے مسخور دلوں کو گفتار آپ کی
 میسر ہو جسے عالیشان محبت آپ کی
 رہتی ہو ہر دم جس پر بصارت آپ کی
 محفوظ بہر شر سے حیات آپ کی
 ہر دم رہے شاد و آباد ذات آپ کی

اس خاکسار عثمانی کو بنا دیا شاعر

ہاں یہ حضرت سب ہے محنت آپ کی

صحابہؓ کی وکالت پر قربان تھا

کچھ پروفیسر قاضی غلام محمد چاولی

وہ ہر دم صحابہؓ کی وکالت پہ قربان تھا
 نسبت صحابہؓ جس کا ایمان تھا
 عمر عزیز وقف کر دی تھی آقا کی حرمت کے لیے
 اہل باطل و فرنگی نبوت کے لیے مبلغ برآں تھا
 اسلاف کا اسوہ اس کے مد نظر تھا
 جس میں اوصاف ملائک تھے وہ انسان تھا
 دجل و تلحیس کے اس پر فتن دور میں
 وہ اہل دل ، صاحب عرفان تھا
 کرتا رہا منقبت اصحابؓ احمدؓ اور ان کی آلؓ کی
 جس کا ہر عمل شاہ ام پر ایقان تھا
 وقت و داعِ جم غفیر کے آنسوؤں کی لڑی نے
 دی شہادت اس امر کی عظیم انسان تھا
 اس خاکی و عاصیؓ ان کی نیکہ اتعافات تھی
 کب اس وارث علم انبیاء کا یہ احسان تھا

خاموش تھے خدام اور آنسو زار، زار

کچھ حاجی غلام عباس ایم۔ اے

بوقت سحر جب ہوا حضرت کا وصال
قابل دید تھا چہرہ اقدس کا جمال
رنج اقدس تھا مثل کندن تابدار
میں بھی مانتا ہوں یہ حقیقت کہ تھا ایسا ہی تابدار
خبر مرگ حضرت کی پل بھر میں پھیل گئی
ریڈیو اور ٹی وی کے چینل پر بھی فوراً آگئی
سن کے یہ خبر حزیں آنے لگے خدام قطار اندر قطار
خاموش تھے خدام اور آنسو زار زار
پہلی نماز جنازہ قاری خلیفہ احمد عمر کی اقتدا میں ہوئی ادا
یہ ہیں حضرت جہلمی کے جانشین اور ہیں صاحب باوفا و باحیا
پھر یہ جسد خاکی حضرت بھیں ہائی سکول لے جایا گیا
بے انتہا وسعت کے پھر اسے بھی تنگ ہی پایا گیا
دوسری نماز جنازہ قاضی ظہور صاحب کی اقتدا میں ہوئی ادا
یہ ہیں حضرت کے جانشین اور مجسمہ پیکر مبر و رضا
پھر حضرت کے جسد خاکی کو قبرستان لے جایا گیا
اور والد گرامی حضرت دبیر کے پہلو میں دفنایا گیا
پھر لحد میں اترے رشیدی و ظاہر و اخیار
جسد خاکی کو رکھا لحد اندر مگر آنکھوں سے جاری آنسو تھے زار زار
عاجز یہ کرتا ہے دعا بھد رنج و ملال
جنت الفردوس میں ہو ٹھکانا اے میرے پروردگار

یہ اپنا اپنا مقدر ہے کوئی دنیا پر کوئی عقبی میں
منظر تیری زندگی بھی آخرت کی رہنمائی ہے

پیر طریقت ، پیر شریعت ، جان ملت ، عالم دیں
دین سے ہٹ کر جس کو پیارا نہ بیٹا نہ بھائی ہے

عالم بننا جہد مسلسل عامل رب کی مرضی سے
یہ آمیزش نبیوں کی دراثت تیرے جلوؤں میں سمٹ آئی ہے

عالم تو ہزاروں دنیا میں پر علم کی حفاظت مشکل ہے
”علمی محاسبہ“ پڑھ کے دیکھ جو حضرت نے چھپوائی ہے

اے باطل تو نے دیکھی ہی نہیں صداقت کی اک جھلک
تیرا کلیجہ پھٹ جائے جب دیکھے کیسی پذیرائی ہے

کاش یہ سورج نہ ڈھلتا یہ منظر میں ابھی نہ تکتا
اب تو مقدر سے ہو گی ایسی ہستی تک رسائی ہے

خالی دامن پر حسرت دل اس آس پہ زندہ ہے حسین
کبھی ان کی شفاعت ہو جائے یہ بھی خدای سپاہی ہے

میرے قائد جیسا کوئی نہیں

محمد اختر آزاد گورکھ پوری

اصحابِ نئی کا گمن گایا میرے قائد جیسا کوئی نہیں
 ہے رتبہ ان کا تلا یا میرے قائد جیسا کوئی نہیں
 تھا جب تک دم میں دم ان کا تعریف صحابہ کرتے رہے
 باطل کی قوتیں ہر ایک سے ہر دم لڑتے رہے
 وہ تھے سینوں کا سرمایہ میرے قائد جیسا کوئی نہیں
 اصحابِ نئی پہ جیتے تھے اصحابِ نئی پہ مرتے تھے
 جو حق بات ہوتی کہہ دیتے ہرگز نہ کسی سے ڈرتے تھے
 جینے کا سلیقہ سکھایا میرے قائد جیسا کوئی نہیں
 سن کر گرج میرے قائد کی باطل پہ بہت چھائی تھی
 حق کے معیار اصحابِ نئی آواز یہ ہر سولگائی تھی
 مسئلہ یہ سب کو سمجھایا میرے قائد جیسا کوئی نہیں
 باطل کے لیے ہر سر میدان وہ اک برہنہ شمشیر تھی
 محمود و مدنی کی وہ زندہ اک تصویر تھی
 باطل کو جس نے لکھارا میرے قائد جیسا کوئی نہیں
 جو فتنہ اختر الہا تھا اس کو وہ مار بھگاتے تھے
 سچ بات وہ بتلاتے تھے حق بات وہ سمجھاتے تھے
 وہ رحمت کے تھے سایہ میرے قائد جیسا کوئی نہیں

شانِ مظہرؒ

کھڑے صوبیدار (ر) غلام حسین

اے ارضِ بھیں خوش قسمتی تیرے ذروں میں سہائی ہے
تیرے اندر وہ ہستی ہے جو صحابہؓ کی شیدائی ہے

وکیلِ صحابہؓ، وکیلِ رسالتؐ، توحید کا وہ داعی ہے
ہر بھولے بھٹکے کو راہ دکھلائے وہ جنت کا راہی ہے

تو کیا جانے عظمتِ اُس کی اے دنیا کے طالب
صحابہؓ اہل بیتؑ کی محبت اس کی رگ رگ میں سہائی ہے

بوڑھی عمر میں جیلیں کاٹیں حق سے منہ نہیں موڑا
سچی بات پہ ڈٹ جانا یہ اس کی ستھرائی ہے

جس طرح طارقؒ، ابنِ قاسمؒ اور داستانِ خالدؒ لہو کو گرماتی ہیں
میرے پیر نے جان پہ کھیل کے عملی بات سکھلائی ہے

زندگی تو دراصل اسی کی ہے جو خالق کا پیارا ہے
اور اپنے پیاروں کو آزمانا یہ اس کی نھرائی ہے

جس نے اپنی ذات کی خاطر ایک اینٹ بھی نہیں خریدی تھی
اللہ پاک نے اس کے سر پہ صحابہؓ کی محبت برسائی ہے

نئے نئے فتنوں کے اس دور میں وہ
روافض و بدعت کے زور میں وہ
ہر دشمن دیں کے سامنے وہ
پتھر کی اک سخت چٹان تھا

آخری سفر کے لیے جب تیار تھا
وصل یار کے لیے بیقرار تھا
چہرہ کتنا پر انوار تھا
فرشتہ صفت وہ جو انسان تھا

تو اقبال اتنا پریشان نہ ہو
کہ گلشن میں ایک دن بہار آئے گی
سینچا ہے خون جگر دے کر اس کو
وہ گلشن کا کتنا قدر دان تھا



عقیدت کے پھول

کھ جناب اقبال ملک

صورت سے دیکھو یا سیرت سے دیکھو
کردار سے دیکھو بصیرت میں دیکھو
جرات میں دیکھو یا عظمت میں دیکھو
اسلاف کا وہ امنٹ نشان تھا

جو دیکھو تو لگتا تھا لاغر سا انسان
مگر عزم ہمت کا کڑیل جوان تھا
وہ لگتا تھا مدٹی کی تصویر سچی
دیو بند کی عظمت کا واضح نشان تھا

وہ ختم نبوت کا بے لوث خادم
پاران نبوت کا پکا محافظ
حرم نبی کا وہ پاسبان تھا
بڑا اس کا محکم یقین ایمان تھا

جب قائد بلائیں گے

کھجور حاجی محمد نواز تارڑ

قائد کے فرمان پر لبیک کہتے جائیں گے
 حاضر ہوں گے حکم پر جب قائد ہمیں بلائیں گے
 دیوبند کے ہیں روشن ستارے ہمیشہ جگمگائیں گے
 التماس کریں گے حکومت سے سنی حقوق منوائیں گے
 بیعت رضوان کی طرح قائد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھائیں گے
 لوگوں کو سمجھائیں گے اپنا نام لکھائیں گے
 جمع ہو کر پرچم تلے مل جل کر اسے اٹھائیں گے
 ہم بلند کریں گے پرچم کو مدنی مسجد پر لہرائیں گے
 جو مطالبہ چل رہا ہے ہم پھر قرار داد دہرائیں گے
 پہلے والا فیصلہ بھی عدلیہ کو پھر دکھلائیں گے
 حق کے لیے میدان کی طرف اپنے قدم بڑھائیں گے
 جب ضرورت قوم کی ہوگی دشمن سے ٹکرائیں گے
 کسی وقت بھی دشمن سے خوف نہ کھائیں گے
 کفر کے طوفان کا رخ ان شاء اللہ موڑ بھگائیں گے
 پر امن رہنے کی کوشش ہوگی مگر شرائط رکھائیں گے
 مٹ کر بھی محافظ ہم نئی تاریخ بنائیں گے

رخصت ہوئے دنیا سے وکیل صحابہؓ

کچھ قاضی محمد نیا، الحق

ہر سنی ہے غم گین کہ مغوار تھے قاضیؓ
والد اظہر جرأت اظہار تھے قاضیؓ
حق کی وہ چمکتی ہوئی تلوار تھے قاضیؓ
جیلوں کے مؤذن غازی و جرار تھے قاضیؓ
دیوبند کی عظمت کے علمدار تھے قاضیؓ
ہر ایک کی سرکوبی کو تیار تھے قاضیؓ
حق کی بات کہی مجاہد جی دار تھے قاضیؓ
بندہ مومن راہبر احرار تھے قاضیؓ
اور حب صحابہؓ سے سرشار تھے قاضیؓ
میدان سیاست کے بھی شاہسوار تھے قاضیؓ
بس عزم مجسم بڑے خود دار تھے قاضیؓ
اللہ کے ولی محسن و غم خوار تھے قاضیؓ
عصری یزیدوں سے برسر پیکار تھے قاضیؓ
خدام کی تحریک کے سالار تھے قاضیؓ
غازی گفتار نہیں صاحب کردار تھے قاضیؓ
گرچہ بہت عرصہ سے بیمار تھے قاضیؓ

رخصت ہوئے دنیا سے ”وکیل صحابہؓ“
دبیرؓ کے فرزند و برادر منظورؓ
اک مدت کیا حضرت مدنیؓ نے جسے تیز
پابند سلاسل رہے اور نظر بند
ہر فتنہ باطل کو کچلنے کا تھا جذبہ
شیعہ ہوں کہ مرزائی مودودی خوارج
انگریز سے پرویز تلک حکام کے منہ پر
دیوبند کی تابندہ روایات کے مظہر
اصحابؓ محمدؐ کے وکیل مخلص
بے باک مقرر و مصنف و محقق
موقف تھا اٹل جس میں ذرا بھی نہ لچک تھی
وہ پیکر اخلاص تھے، اسلاف کی تصویر
مظہر تھے وہ کردار حسینؑ ابن علیؑ کے
تھے سنی مسلمانوں کے قائد و مرشد
چکوال کی دھرتی پہ اللہ کا کرم تھے
حق کا قلم آخری دم تک رکھا اونچا

وہ مظہر اسلام مظہر ایمان و یقین تھے

حق کی ضیا صاحب اسرار تھے قاضیؓ

گل مظہر حسین مجاہدِ دی سنٹر

بھ جعدار فرمان علی مرحوم

گل مظہر حسین مجاہدِ دی سنٹر جہادِ پاک قرآن بیان کرے
جسے جو عمل کریں تو پک سمجھیں رب مشکل سب آسان کرے
گل مظہر حسین مجاہدِ دی سنٹر

مجدوج تے قاضی ہے دج میدان دے غازی ہے لا دیندا سردی بازی اے ہر منکروں اعلان کرے
گل مظہر حسین مجاہدِ دی سنٹر

مظہر پیر طریقت دا رکھے قائم قدم حقیقت دا اے پاک پوش شریعت دا تلقین توحید دا دان کرے
گل مظہر حسین مجاہدِ دی سنٹر

جتنے مظہر حسین چاہیہ ہرے شیطان جاندا نس دور پرے رب رحمت دی برسات کرے یہ راز نیاز رحمان کرے
گل مظہر حسین مجاہدِ دی سنٹر

ایہ سنت جماعت رسول دی اے ایہ اصحاب مقبول دی اے ایہ پابند اسی اصول دی اے جیویں نبیاں دا سلطان کرے
گل مظہر حسین مجاہدِ دی سنٹر

تو چھوڑ دے دعویٰ دنیا دا ترن بگن چیاں سنیاں دا پھر دیکھ مراداں پنیاں دا پورے مطلب پاک قرآن کرے
گل مظہر حسین مجاہدِ دی سنٹر

تو پاک قرآن چھوڑ نہیں پھر اور کسے دی لوڑ نہیں منہ حق دی طرفوں موڑ نہیں رب پاک چا پاکستان کرے
گل مظہر حسین مجاہدِ دی سنٹر

مومن رب بن ڈر دا نہیں ، وہ تھیہ ہرگز کرا نہیں مہرے رب بن مومن مراد نہیں رب جینوں مسلمان کرے
گل مظہر حسین مجاہدِ دی سنٹر

میدان ہے صوفیاں چیاں دا، اچھے کم نہیں کوڑیاں چیاں دا کھینڈ نہیں ایہ چیاں دا، سرمدتے جو قربان کرے

گل مظہر حسین مجاہد دی سُر

جدوں ہوسی دن قیامت دا کھل جاسی بھید امانت دا رکھیں خیل توں اپنی ضمانت دا تینڈی مدد اچھے کہہ داخن کرے

گل مظہر حسین مجاہد دی سُر

فرمان علی دا بھل نہیں ایہ دوت تینڈے دا مل نہیں تو در در اُتے رُل نہیں تیرا شان انسان سجان کرے

گل مظہر حسین مجاہد دی سُر



صحابہ کرامؓ اور موعودہ خلفائے راشدین سب حق اور معیار حق ہیں

حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں.....

چونکہ از روئے قرآن مہاجرین و انصار اور ان کے متبعین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رضامندی کی سند عطاء فرمادی ہے۔ وہ سب حق ہیں اور ان سے حق ہی ملتا ہے۔ ان کے مابین فروعی اور اجتہادی اختلافات رونما ہوئے ہیں ان کو حق و باطل کا اختلاف نہیں کہہ سکتے کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق اجتہادی خطاء میں بھی مجتہد کو ایک ثواب ملتا ہے۔

لہذا صحابہ کرام اور قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سب حق اور معیار حق ہیں ان پر تنقید و جرح کرنا اور ان کو معیار حق قرار نہ دینا دین اسلام کی خدمت و تعمیر نہیں بلکہ تفریق و تخریب

ہے۔ [صحابہ کرامؓ اور موعودہ ص ۱۱۱]

جو یادگار اسلاف تھا

کھ محمد عمران فاروق، چکوال

جو ہمارا کاروان تھا جاتا رہا جو ہمارا قائد تھا مہربان تھا جاتا رہا

اب ری کسی گفتار میں لذت نہیں

جو بہت شیریں زبان تھا جاتا رہا

اب کہیں آتا نہیں دل کو سرور

جو لطف کا بوستان تھا جاتا رہا

چہرہ انور سے غائب حزن و غم

جو خندہ رخ ہر زمان تھا جاتا رہا

روز و شب تبلیغ میں محو خیال

جو اسلام کا پاسبان تھا جاتا رہا

وہ توحید و ختم نبوت کے ذکر میں

جو دائمی رطب اللسان تھا جاتا رہا

وہ نقیب عظمت صحابہ وہ میر قافلہ

جو قائد ہر پیر و جوان تھا جاتا رہا

وہ نعرہ حق چاریاڑ بتانے والا

جو یادگار اسلاف تھا جاتا رہا

وہ مدنی شیخ کی مسند سے مستفید

جو مبلغ قرآن تھا جاتا رہا

اب کہاں ہے وہ اسلام کا خطیب

جو خدام کے درمیان تھا جاتا رہا

خادم دین محمد مصطفیٰ مظہر حسین

کچھ حزین پکوالوی

خادم دین مصطفیٰ مظہر حسین
ہے فدائے امت خیر الوریٰ مظہر حسین

استقامت حضرت شبیر کی ہے اس کا وصف
پیرو پر علی مرتضیٰ مظہر حسین
قوتِ باطل اسے ہرگز جھکا سکتی نہیں
خوشہ چیں ہے جنبل مغفور کا مظہر حسین
کلمہ حق کی شہادت اس کو وجہِ افتخار
خوفِ استبداد سے ماورا مظہر حسین

پیرویِ سنت اسلاف کی پاداش میں
ہے گرفتارِ بلا و احسرتا مظہر حسین
ہاں کریگا مجلس و قتل میں بھی اعلانِ حق
کھڑکھڑا کر آہنی زنجیر پا مظہر حسین

اس جبری کو دیکھ کر کیسے نہ آئے برملا
ہر مسلمان کے لبوں پر مرجا مظہر حسین

ہموا اس کا حزیں ہونا سعادت ہے بڑی
حضرت شبیر کا ہے ہموا مظہر حسین

عسری قاتلوں سے ہم آہنگ اسلامی تربیت گاہ

مرکز عالیہ اسلامیہ

مقاصد و اہداف

دین اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد کے مجموعہ کا نام ہے، جسے سامنے رکھتے ہوئے مرکز میں دونوں شعبوں کے متعلق حسب ذیل منصوبہ جات تجویز کیے گئے ہیں ملاحظہ ہوں۔۔۔

ناظرہ و حفظ قرآن کریم	مسجد صدیق اکبر کا قیام
مختصر تعلیم الدین کورس (برائے طلباء و طالبات)	ترجمہ قرآن - تجوید - تفہیم سنت و فقہ کلاسز
فری ڈپنسری	کتاب و کیسٹ لائبریری
بیت الاشاعت	دستکاری سکول

ہماری دعوت

یہ مرکز ایسے علاقہ میں قائم کیا گیا ہے جسے پسماندگی کی وجہ سے نظر انداز کیا جاتا رہا ہے ہمیں یہاں اپنے منصوبہ جات کی تکمیل کیلئے آپ کی پر خلوص دعاؤں اور نیک توجہات کی ضرورت ہے۔ آمین ہمارے ساتھ اس کا رخیر میں شریک ہوں۔

الداعی الی الخیر

(مولانا) میاں عبدالوحید اشرفی صدر مرکز تعلیم الدین صوفیہ آباد ۱۸ اگلو میٹر فیروز پور روڈ لاہور

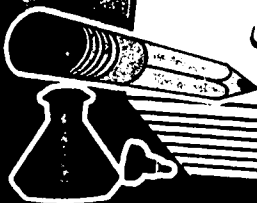
Tel: 042-7124882 Mob: 0333-4435214



باب 8

عکس تحریر

چند یادگار مکاتیب کے اصول عکس



پرانے اور نئے خطباء اور سرسریں کپے غرضی

سیرت مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر ایک سو (100) تقریریں ایک سو (100) خطبات

مولانا عبدالرؤف چشتی دیوبندی کی ۲۰ سالہ خطابت کا نچوڑ

**خطبات
جشتی**
(چار جلدوں میں)

خطیب پاکسن
حضرت مولانا محمد ضیاء الحق اسی
نے اپنے دور کے خطباء سے فرمایا:
کہ جس نے خطیب بنا ہوا وہ خطبات جمعی
کا مطالعہ کرے، اللہ تعالیٰ نے مولانا جمعی
کو خطابت کی بے شمار خوبیوں
سے نوازا ہے

فنِ خطابت سکھنے والوں کے لئے نظرِ کتاب ”خطباتِ چشتی“

طلباء کیلئے حسین تھخہ، سیرت کے موضوع پر جمعہ پڑھانا آسان ہو گیا

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن اشرفی لاہور

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان کراچی۔ حضرت مولانا علامہ خالد محمود (بی ایچ ڈی لندن)

حضرت مولانا قاری حنیف جالندھری ملتان۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا ذریعہ احمد فیصل آباد

حضرت مولانا قاری عبدالحی عابد لاہور۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد الیاس فیصل آباد

اور دیگر علما کی تصریح سے مزین سب نے خطباتِ چشتی کو خطباء، طلباء کیلئے مفید قرار دیا۔

نوٹ: ”خطبات سیرت“ خطبات چشتی کے نام سے چھپ گئے ہیں آج ہی خرید سکتے ہیں

✽ ایک خطبے کا دوسرے خطبے کے ساتھ حسین ربط

❖ عربی، فارسی، اردو، پنجابی بر موقع اشعار سے مزین

❖ مشکل واقعات انتہائی آسان ترین انداز میں

☆ ہر خطبہ میں نیا مواد اور نئے واقعات

خطبات چشتی کی
خصوصیات

ملنے کا پتہ: جامعہ مدینۃ العلم چشتیہ رفیع کالونی

نزد رفیع فلور مل صمد پوره روڈ اوکاڑہ

نظام خلافت راشدہ
زندہ باد

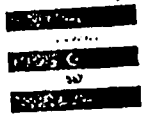
یا اللہ مدد

ایمن تحفظ ختم نبوت
زندہ باد

لا اله الا الله محمد رسول الله

خلافت راشدہ

حضرت ابوبکر صدیق
حضرت عمر فاروق
حضرت عثمان غنی
حضرت علی المرتضیٰ



حق جاوید

حوالہ نمبر تاریخ

۱ بارگاہ رسالت علی صا جہا الصلوۃ والسلام

۲ صلوۃ والسلام

۳ من لا ھذا الخدیو رأی فیہ النجاشی منہ منہ غفر اللہ لہ

۴ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

۵ الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

۶ الصلوۃ والسلام علیک یا خاتم المرسلین

۷ الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

۸ الصلوۃ والسلام علیک یا سید المرسلین

۹ الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

۱۰ الصلوۃ والسلام علیک یا رزق الملقین

۱۱ الصلوۃ والسلام علیک یا خاتم المرسلین

۱۲ الصلوۃ والسلام علیک یا شفیع المرسلین

شائع کردہ: تحریک خدام اہل سنت و الجماعت پاکستان

دکرا تھا وہ قیل علیٰ منہا کہ وہاں اے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الخلق صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ حال ان عبارات سے ہے اگرچہ جاسیر نے
 کتاب میں کسی کو منہ نہ بنایا۔ تاکہ الیٰ مسلمہ پہ محض مختارہ حیثیت میرفت پر جاوے۔ اور کسی قسم کا ارتقا نہ ہونے کا
 کیا آپ صاحبِ خیال فرمائیے۔ علامہ ابن عربی ایک اور عرض ہے کہ بچے ایسے لکھتے ہیں آپ نے کتاب کا اسباب
 باب پر جو غلطیاں ہوئی ہیں۔ علیہذا کہ لوف کی جا۔ لیکن لکھنے والے کو دینا یا دہری (مالا) نے غائب کیا
 حاصل ہوا۔ نیز الیٰ کتاب کے علمی شان اس سے بظہر ہے کہ کسی موزوں شخصیت کے لوف الیٰ کتاب پر کمال کا جائز
 بالخصوص انسانی کے مطالعہ سے عزت و ثناء کا علمی شان اس سے بظہر ہے کہ کسی موزوں شخصیت کے لوف الیٰ کتاب پر کمال کا جائز

اگر اصرار کی عرض قبول فرمائی کہ لوف الیٰ کتاب اس شخصیت کے لوف الیٰ کتاب پر کمال کا جائز ہے جس سے فی حالیٰ موزوں ہو۔
 کہہ رہے ہیں اس کو مستثنیٰ ہونے سے سرور و درجہ ضرور ہے اور علیٰ ان علیہ السلام کے لوف الیٰ کتاب کا اسباب کیا جائے۔
 جس کے جاننا ضرور کریم کے نام پر ہے محفوظ رکھنا ہے۔ کہ جسے لکھا۔ جس کے اندر اس شخصیت کے موزوں ہونے کا
 یہ ایک ایسا اسباب ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کے سامنے پیش ہے۔ اور یہ ایک ایسی چیز ہے، ثابت ہو کہ وہ لوگ
 دولت مند ہیں کہ صرف کا درجہ ہے۔ دریں اس امر کی کیا کمی۔ جب کہ اور خالی کلمات رزق کے
 اور اس کے محبوب آقا و دوستان ان کے خواہش کے نہیں کرتے اور یہ۔ انا انما نسمیٰ واللہ فیہما یزنان میرا کتاب
 کی نشانی کیا کافی ہے۔ امیر کے ہمراہ ان کے اثرات کی کتاب قبول فرمائیے۔ اور کسی کے رشتہ منہ کی صورت
 دعوت سے کیا ہے۔ حبسنا اللہ و نعم الوکیل۔

نستغنیٰ عنہما انما انما کاشفہ علیٰ آیہ۔ خدا کے فضل و کرم سے استغناء نہ ہوا کہ اس کا یہ حال ہو کہ اللہ عز و جل
 سالانہ انہما زب آگیا ہے۔ کامیابی کی خاطر دعا مطلوب ہے۔ مگر سبحان کے بعد انہما کے غائب ہونے کا
 اور نزع ہونے کا یہ سبب ہے کہ انہما کے بعد انہما کے خیر ہونا چاہیے۔ جس کو کہ میں نے کہا ہے کہ انہما کے انعام
 بہ زلف ملک۔ اسی درجہ کا بلایا ہے۔ قدر زیادہ۔ والسلام۔ یا زید

ازہم ملکہ حسن خاند
 منہم دلائل و احیاء

بحرمت اقدس باب والدي الماجد صله الله

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ کاشفی حالات میرا۔ جناب مداح صاحب کے التماس کے لئے کہ اللہ سے بہت مرتبہ مل سکے۔ مبارک ہو۔ خدا ارادے کہ جلد شادی کا رسم بھی بمطابق شریف (امیر) نامہ طرہ سے اس شادی مبارک باد اور بالخصوص جناب مداح صاحب مستحق عہد مبارک کی سی کہ ان کا مددگار رہا تھا وہ سب سے پہلے کے۔ مبارک ہو۔ بہت جلد ہی ان کے لیے نماز بھی جنمے۔ جس میں توفیق میرا بھی ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے کھر بھی ہے اچھا ملے گا۔ جیسا کہ تم کو لکھا بھی رہا ہے۔ ان پر عرض ہے کہ شادی کا رسم شریف کے خلاف نہ ملے گا جیسا زیادہ اسرار کی کوشش نہ کی جائے۔ اور مردانہ کڑے بہرائے جانی وہ وقت کے واسطے میں آجائے۔ مثلاً لکھا دینے اور بننے کی جو تمام رسمیں میرا نہ بننا رسم کا میرا۔ اور نہ اٹھان میں رسم چار انگلی سے زیادہ لکھا جائے اور نہ سب کچھ بیکار جائے۔ اور بہتر از اہل بیت کے کہ نامہ نہ ملے گا۔ جب کہ میں اپنے کھر کا رسم کو بھائی احکام شریف نے کر کے۔ درمیان اہل بیت میں ملے۔ اور علامہ ذہبی تمام تہذیبی نامہ لکھا۔ و علیٰ علیہ صلوٰۃ و السلام تو کمال علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صاحب کتاب از دانش نامہ بیان بھی ہے۔ اسی کے مدد سے میرا جناب حکیم صاحب رہائی کا پانچویں رہا۔ میرا زر کتاب کے پانچویں ہے۔ اور نہ بہتر از دانش لکھنے کا ہے۔ فرید ہے اور نہ بہتر۔ اب آپ لکھنے کے بعد دارالعلوم کے امتحان قریب کا ہے۔ اس وقت میرا۔ آئندہ بہتر کہ خیر کی امتحانات شروع ہو جائیں اور میرا امتحان غالباً دس شعبان کے شروع ہو کر بیس تک رہے گا۔ سب سے آڑ میں بنائی رہیں گا کہ چھیرے گا۔ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ امتحان میں بھی کامیابی لے لے لے لے۔ کہ نہ دس زبان کا امتحان دینے۔ اور تمام تر ہی نہ لے لے لے۔ اور مثلاً: کی کہ امتحان کے نام سے بھی میرا امتحان لے لے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ازمنہ نامہ سرور کا نام ملحد سے الملعون ملے۔ فہم اللہ کا بنی نادر
بر ملک، اہل کھانقاہ زبانہ کرشتہ کا باج کا یہ رہا جس وقت کہ وہ سربلین قرآن کے عامل بن گیا
اے کہ سراسر انسان کا لکھ کا کیا سی۔ مدد کے منتظر نہ اے اب کیا ہر کمال انجیل میں لکھا اور نہ ذات
مقدسہ۔ کھرچ آؤ تو دین کوہ ضعیفہ کر بیٹھ نہ بہ اچھا ہدم میں بھی فریق جو نہ شریعت کو لایا۔

چونکہ یہ طائفہ درجہ کا صفیٰ قرار ملا۔ اس لیے ان کو نہایت اعلیٰ درجہ میں رکھ دیا گیا۔ ان کو صرف حاکمیت
 نہیں بلکہ زمین و آسمان کا پورا پورا حقدار تسلیم کیا گیا۔ ان کو زمین و آسمان کا پورا پورا حقدار تسلیم کیا گیا۔
 ان کو نہایت اعلیٰ درجہ میں رکھ دیا گیا۔ ان کو نہایت اعلیٰ درجہ میں رکھ دیا گیا۔

خبر بلوں کے راجوں سے انہیں اپنا فضل و کرم سن کر خوشی کرتے ہیں اور یہی انہیں ہمارے لیے بڑھ کر خوشی ہے۔
 خاتم سلطنت جلالیہ کی خدمت کیلئے ایک بڑے بڑے دستکاروں اور اہل کاروں کے ہوتے ہیں۔
 میں نے یہی سنا کہ دربار میں خوشی کی بات کہ اگر گزشتہ تھانہ میں تو یہی اہل کاروں کی خدمت کیلئے
 مسلمانوں کیلئے یہ سمجھنا کہ ان کی اخبارات میں بھی لکھا گیا ہے کہ یہ کام کے کام کر رہے ہیں۔
 کہ ان کی خدمت کیلئے اگر بڑے بڑے ہمسائے اس میں سے وہ بڑے بڑے اور بڑے بڑے بڑے بڑے
 تو ان میں سے بڑے بڑے۔ اور ان میں سے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے
 ان مسلمانوں کیلئے یہ بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے
 خاتم سلطنت کیلئے یہ بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے

کہ احکام سے نفع حاصل کرنا اور اہل علم کو سچے و سچے طریقے پر لانا کہ وہ حق پر رہیں۔ انسانی آزادیوں اور معاشی سچے۔

ب. روز جمعہ ۱۱ اہل اسلام کا مذہب بانٹنا - کورما کرنا - قلم اُتارنا - کرینچا - ۱۲ سب کے دلی سے عینت کھانک

ماتد ز کیمیا را جز به این سخن فیه با ما آید - قوت رسامه زنده شد به نثری با ما آید - به زنی به

کہ : حضرت مولانا امجد علی انصاری مدظلہ العالی نے فرمایا کہ : اے میرے بھائی ! میں نے اپنے گھر سے باہر نہیں جاتا۔

بلا کر بیٹا - زوارہ - بیٹا نہ سکون افشار کر بیٹے لیکن اللہ نے لالچ سے یہی کر سکتا - جبہ روزی کر سکتا

نہ زبانی ہے۔ کہ کوئی عروسی فریاد بھولتا زمانہ نہیں گسستا اور جو کوئی کیٹیج وہ عروسی میں بند کلب دنیا بیخ۔

بہار کا مدد یہی ہے کہ انگریزوں نے اپنا کھجور (ورگ) اس وقت میں امداد کر دی ہے وہ سانبہ کو مٹا کر دیا

سید - حلالہ کو چاہیے کہ سائبہ کو ہالک مار دیا جائے اور نہ بہکانوں کو رہائے کی ترغیبیں نہ دی جائے۔ لیکن آج کی مسئلہ

۵۔ ہرگز نہ۔ کہ علماء پنجاب کے مسلمانوں نے انہیں کاسلجی دیا ہے۔ کہ ان صاحبیہ الہیہ کی طرف سے جلیلہ کا بیڑہ نہ

[illegible]

حقیقت یہ کہ مسلمانوں کا ذہنیت اللہ سے بدل دینے پر قیام کہ وہ فی الواقعہ سب سے زیادہ سیکڑے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں

کونسلر انٹرنیٹ کوکے نام سے پہچانیے گی۔ یہ فضاء آباد نہ رہے گی کے مجرب درکار مدعیان سہاکی۔ لیسہ درہنہ کو اور نوکری۔ لیسہ

ابھرنندہ ہے۔ نیز دالرائے نے آرزو پیش کی کہ جو کوئی اس کی بھرتی سے خلعت اور اداکار کا لباس

دعای فیض = بیک مرتبه کلمات دعا را بگوید - ان شاء الله فیروزه نال الله بیک مرتبه دعا کلمات دعا

انہ زیم جمعیتہ (الادار کشفیہ) اسطرز علم راہ رکھتا۔ کردہ کرنامہ اٹھائیے۔ نایاب ہر طرف سے۔

کہ ایسے حالات میں جبکہ کوئی مسلمان اندر نہ دیکھ سکے کہ کیا ہرپا اور ادا کا جذبہ ہی جان دینے کا تیار ہے۔

جیسے کہ امیر سینا کہتا ہے: بار آور نہ بیدار۔ اسے جانا تکڑے کے سپہاؤں زور زور سے کہتا ہے: دشت کے دواں

نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ اہل کفر سے بھی عزت و رسی اور ایسا ٹھوکی مٹھتے بھی جابرا رکھیں۔ اور آنا نام ذلہ و خوار و ذلیل

میرا اسٹن غریب شریعہ و مابین - کمالیہ کی دکان زادہ - لکھ اور ملکات و ملک غائب الہیہ
 سے ساتھ ہی آئے - بڑے ناکر بھی گھر کی رائے بد بانیہ - شاید دھاکر چلے جائیں گے۔

اور عبد اللہ کے صاحبزادے (عادل اللہ) کا خط آیا - ان کا بھائی گورخان کے زب سے پھر اسی
 رہا - ان کے بال گئے تھے لیکن اب ملک کی کہ 'خانہ' سے یہ مسئلہ رہا پورا - فی کہ جاننا ظور ہے -
 اور اب پتا در میں ہے - میں نے ان کو لکھا - شاید وہ آپ کے بال مدفان کرنے کی آئیے +
 باقی سروس = فریب ہے - کرا کر نہ کریں - والہ عند اللہ -

میں نے باب برکت صلا اللہ علیہم السلام کا روز زندگیاں گزار دیں - ایک سال اور درسی مدفا - مگر نہ
 میں سے نہ نہ مطلوبانہ جنت = عالم گزشتہ - اور ماری کھا کر آئینہ لکھتے اپنی بستی دھیت
 کا سلسلہ نہ دیکھا جا رہا تھا - کرا کر نہ نہ - علم و رسم کو بہرہ نہ کیا - الیہ -
 کا سلسلہ اصل سے مسلمان کا دیکھا لکھا لکھا جانتے کہ نظم رکات - ان سے جا گئے اور بہرہ نہ نہ
 میں (کرنا مفرد تھا) ماہ آئینہ سے گرام سے لیت سوتہ ہوں - کہنے میں مزہ میں جان کے بعد (اللہ) نے
 درسی زندگیاں اختیار کیا - ارشاد مبارک مازللنا - اِنَّ لِّلَّذِیْ نَکُنْ بِاَتِیْمٍ ظِلْمًا وَّ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی ظُلْمٍ قَدِیْرٌ -
 ان کے بعد ماریہ (علم و رسم) کا جواب سکوت و علم سے نہیں ملے تھارو پتر سے (ایک) - اس واسطے کہ روز نہ نہ
 رکھنا ہے جسے مسلمان حالت زمانہ کے موافق ان کو اختیار کر کے قرار دے - اللہ تعالیٰ حالت نازک کھاتے پانی شریعت اللہ
 رکھنا کا کہ لایا میں اس مافانیہ - اسے ضرور اس صلا اللہ علیہم السلام کا مگر زندگیاں میں عمل کرنا نہیں کرنا کہ اس حالت
 بہتر حال بائیں - اور میں میں میرے فرزند اور ان روزی بچوں کے لئے علم سے بہتر از بچہ - کہ کہ وہ تو دشمن
 کو نہیں داند تو میں یہ - اللہ کے ساتھ ملکر اپنی کہہ کر نہیں - لیکن میں دشمن فاروق کہ اپنا قیمتی دین
 سمجھیں - اللہ کے ساتھ میرا کہ لکھی - لکھی کہ ہم مسلمان کی رحمت کو کھانے اپنے مفرد علم بلند کر رہے -
 اگر کیا میں از اللہ علیہ وسلم سے - اے بڑا کہ منظر ہے - و علی اللہ فلیکمل المرسلین
 اذاعہ لیسے ربنا بائیں مالک و مالک الحنفیہ و جادہم بالاحسن +
 سہروردی کلام - والہم افراہم فادہم (اللہ) مثیر حسین خانہ متبع دلائل پر نہ - والہم الحنفیہ -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ مکتبہ مرقبہ کاشغریہ پشاور۔ خزانہ قدوسی کا شکر ہے کہ آپ کو صرف ستر
 سے صحت عطا فرمائی ہے۔ خاصہ دلچسپی و باطنیہ سے ذات باطنیاتی محفوزہ دماغی رکھے آئیں۔
 اس امر سے قلب کو خاص طور پر سرت و انبساط حاصل فرمائیے کہ پیچھے غلطی میں جو گزشتہ افرین
 کا کھینچا اور مجلس مشاہدہ پر جن تفتیش کا اظہار کیا تھا۔ آپ نے بھی کرم موافقت فرمائی ہے۔
 جبکہ آپ کے لیدرین حرارت کے لئے عمل سے ان لا آئندہ ہم دگر معلوم ہو جائے کہ کتنی ذات خاصہ کا بنام
 وہ مجلس اسلامیہ کا دھڑنگ رہا ہے۔ اہل کلمہ وہ اپنا ذاتی علم قائم رکھنے کی خواہش مند ہیں
 ان پر افرین دلا ہے الہیاتی سینی حاصل ہونا چاہیے لیکن میں کہہ رہا ہوں کہ یہ سینی آنا۔ جو علم
 اسلامیہ ذہن کی بنا پر وہ اپنے اندر خالص اسناد رکھتا ہے کہ کرم کا صحیح رہنا لگے۔ ان کا
 دماغ و سانس کا منتفی دی گئی ہے۔ جو آج کل مسلمانوں کی سیاسی و مذہبی حالت کا محض ہے۔
 اپنی دلچسپی غمزدہ غنائی کا زیادہ خیال اور ضمنی داخلی اسلامی روح سے غفلت رہے انسان۔
 فوج محمدی اُردی اصل ہے لاہور دی ہے اسی وجہ سے ان کی طوائف امتیاز بنایا تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی
 کیونکہ اگر کوہ صبح الہام مذہبی آس بنظر اسماں میں دیکھ سکتا۔ اس سے طرف خاک اسما
 کا جذبہ کرنا ہی منتقل نظر آتا۔ بالخصوص جبکہ اراکین کیڑے پھیلنے کا لہر ہے منہ انبیا جہانیاں ہیں۔ اہل اُردی آپ
 یہ برہنہ ہے کہ ان کی سبب انانیاں خانہ سنیہ رہ سکتی ہیں کہ آپ امارت کا فکر میں ہے تو فی الواقع ہم
 علماء دین ان سے ایک طرف نہیں دیکھ سکتے تاکہ ہم اپنے فرائض کا اہتمام کر سکیں۔ آئندہ دیکھ جائیگا کہ
 کونسی صورت اختیار کرے گی۔ قطع نظر اس تمام اور کس زمانہ کی یہ سیاسی کج حالی سے کیا جانا ہے جو اجنبی
 اہل کج بخت انہیں وہ چیزیں پیدا ہو جائیگی کہ انہیں ان کا استعزاز و تحفظ۔ اہل کبر و غرور ہیں

اُفتخارِ المحرمین علیہم السلام اللہ اکرم

السلام علیکم در رحمۃ اللہ - مکتوب مرغوب کا شرف احوال میرا -

الحمد للہ - آپ کو صبر و استقامت کا بڑا ہی - اہل ایمان کا پیلا پتھر ہے
 کہ یہ حالت میں مٹو کی علی اللہ ربی - یہ معنی خدا کی رحمت ہے کہ ان صاحبِ
 ہم صفات کو صبر عظیم فرمایا ورنہ ہم کہا ہی ہے اختیار رہے ہی -
 وَلَئِنْ كُنْتُمْ لَا تَدْرُونَ لَوْلَا رَبُّهُ هُوَ الْبَاقِي - آئندہ بھی اس کی بارگاہ سے امید رکھتے ہیں۔

مرتب کا تو کوئی عمل نہ ہی پڑی - لیکن زندگی مصیبت مزبورہ بھی ایک دن
 ان کے والدین کے لئے جو جانی اور مفارقت کے داغ مل جائیگا -

اور ان کے اندر کوئی کمال نہیں رکھتا - سربا با غافل دعا بھی ہے - اور
 اصلہ نفس میں بہت زیادہ کمال - لیکن باپ ہی میرے اور بھی عزت و
 ہے - کہ میری مصیبت میرے ہی اعمال سے کاسبت ہے - وہاں میری

نفسی آن الغنی لا مارة بالسوء - اور باوجود سزا میرے کے یہ
 مصیبت میرے لئے سراسر رحمت الہیہ ہے - کیونکہ سزا سے معذور بھی نہیں

کہ اصلہ میں ہے - یہ لحاظ سے میرے لئے بھی غالب رحمت ہے اور
 آپ کی اور میرے جملہ اصحاب و معتمدین کی ہے بھی - اسے میری سزا
 سائنم تو بالکل جملہ میں - میری بچائے کا وقت ہو رہی ہے - اس کے مطابق

بازن اللہ غرور واضح ہو گیا - البتہ نفس دعا میں کوئی مضائقہ نہیں -

رحمۃ اب تک بہت راحت و دن گزرے یہی اور آئندہ بھلائی اللہ
 فضلِ فانی کے امیدوار ہیں - واللہ غالب علیٰ امرہ -

اس وقت آج بھی مجھے یہ ہے کہ والد مرحوم کے غم کو دل میں چھ
 نہ دیں - اور اگر کسی امر میں ہے اختیار اس کا خیال آج بھی ہے

(۲)

تو محبت و مشیت خداوندی کا مراقبہ کر کہ اللہ علیٰ شانہ نافذ ہو
 میں اور حکم بھی۔ اس کو فہم نہی کہ والدہ صلیٰ علیہ وسلم اور نہ پادشاہ
 کیلئے عیوب سرسری رہیں۔ لیکن ان کی حکمت بالذات ہی تھی کہ وہ کریم
 بہ ارکے اس دار فانی کے مصائب سے بچائے دی جائے۔ اس میں ہم کو
 مرد ویرانیں کرنا چاہیے۔ باقی دیگر معاملہ میں اللہ تعالیٰ خود دستگیری
 فرمائے دے ہیں۔ وہ خود عیارے صفت کو جانتے ہیں۔ حسب اللہ و حکم الہی
 ان شاء اللہ خیال کرنے سے کوئی خاص مدلل لاف نہیں میرا۔
 اس وقت آپ کا کام بھی ہے کہ احکام شرع کے ماتحت گھر کے متعلق
 کو جاری رکھیں۔ حق الہی معاملہ ہے مخلوق سے نظروں اٹھانے کا کوشش
 کریں۔ کیونکہ مخلوق کا یہ ذمہ داری برائیاں کر سکتا۔ اللہ عزوجل
 سے من جنتی کا بہانہ کرنا ضروری ہے جبکہ کہ ان کے ضروری متعلق
 ہیں خلق اللہ از نہ یوں۔ دے اللہ تعالیٰ اللہ باللہ العلیٰ العظیم۔
 ہر خیال بھی ہے کہ ایک دفعہ ملحق ہو جائے تاکہ آپ کا مزید
 میرا اور عزیز کی جتنی بھی بری ہو۔ لیکن کچھ دن اور صبر کریں۔
 میں خود آپ کو لکھوں گا۔ جب تک باہر وہ مسرورانہ کی مدد
 کا خاص انتظام نہ ہو۔ مدد سے فخر کی۔ ہزاروں دلوں میں
 میں فسادات کا بھی سخت خطر ہے۔ ہر حال میں اللہ کا انتقام
 ہر ہر ادا ہے کہ جابدار کی تعلیم کیے درجہ سے انشاء اللہ
 اور عام جہاں بسنے میں شرع کے مطابق جابدار تعلیم کا جائز ہے۔
 یہ ضروری فرمائے۔ لوگوں نے اس کو بالکل مجبور رکھا ہے۔ ہزاروں

(۳۱)

بچانے کا جو فرضہ والد صاحب پر باقی رہا ہے اس کا فیصلہ پارٹین - اور آج اپنا
 حساب بھی کریں۔ حکم شرع منہ کے رگہ پہ سے ہے فرضہ دارا فرزند نے رہا
 کے لئے وارثوں میں جائیداد تقسیم ہوتی ہے - **مِنْ بَعْدِهِ وَصِيَّةٌ يُرِثُ بِهَا أَوْ رِثَتٌ**
 فافہم کہ وصیت صاحب کے خط سے معلوم ہوا تھا کہ رمضان کے لئے والد مرحوم
 کے چاہے لیسویں کی رسم ادا کی جائیگی۔ یہ خلع شرع رسمیں ہیں۔
 رفا معین کر کے اہل انوار فروری سمیٹا بدعت دگاہ کیجے۔ پھر ان کے
 کو ادا نہ کیا جائے۔ اسی طرح آئندہ کیلئے بروری صاحب اور والد صاحب دوزخ
 کا کسی قسم کا عرس نہ قائم کیا جائے۔ تاکہ یہ اس میں طرح طرح کے
 مظالم نہ ہوں۔ بندہ ان رسموں کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا۔
 اہل انوار کے معنی ہیں جو لکھ جکیوں۔ کہ صدقہ داغدی سے ذرا
 راہ میں صدقہ کر کے اس کا ثواب بخشنا جائز ہے۔ بشرطیکہ فقہ شرع
 اجازت نہ دے جائے۔ سوال لکھ آپ رحمہ۔ یا درود رشتہ یا کلمہ پڑھنا
 کا لکھ بڑھ کر والد مرحوم کا اہل انوار کر سکتے ہیں۔ بڑھے دے بے طے
 اور نیک لوگوں میں تو بیلر ہے۔ اس کے ساتھ کھانے کا انتظام کرنا فروری
 نہیں۔ اگر فقہ باطلام یا کپڑے کا حدیث کرنا یا تو بیلر کسی اہم کے
 کسی اور دن کیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں نے خواہ مخواہ کھانے کو اختیار کر
 لیا ہے ورنہ منہ پہ بیت آسانی رکھا ہے۔ چڑھا جائیگا نہ کیا جائے
 تو مہلت کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی مسلمان نماز روزہ نہ ادا کرے تو کوئی بخشی
 نہیں کہ جانی۔ مردوں اور عورتوں میں سے کئے یا لکھ کر نماز یا
 دن پر کوئی اعزاز نہیں کرتا۔ عورتوں میں تو نماز کا باندہ کوئی ہی ہوتی ہے۔
 یہ زمانہ ہے دنیا اور مٹاؤ شرع کا ہے۔ رسم دیہات سے بالکل

(۱۲)

اجنباب کرنا اور عدم وصولہ اور دیگر فردہ بات اسلام کی باضدی
 کیجئے مسلمانوں کو نفلوں کرنا بہت ضروری ہے۔ موت و عیاں اور شادی غمی
 کہ رسوم کہ مطابق شرع کے ادا کرنا لذت ہے۔ بہر حال کہ مٹانے اور سنت
 پیغمبر اسلام علیہ السلام کو خد زنده کرنے میں بہر اوقات ہے اور یہی
 کمال ایمان ہے۔ مسئلہ شرعی کی احادیث کا سلام کر رہی
 خداوند ہم ہم کو شرف عظمیٰ عطا فرمائے کہ کوفیہ و استخفاف لقب فرمائے۔
 اللہ شفاعت فوقی الکرامۃ۔

ماہ رمضان کافی کوارا نہیں تیرا۔ البتہ دینی حیثیت سے روز عید اچھی طرح
 منا پائیگا۔ بظاہر تو ای جاہل با حق قسم کا کھانا میسر ہو گیا۔ اجنباب کی قسم ہو گیا۔
 نماز عید بھی بڑھی گا اور اساری کا کافی اچھا ہے۔

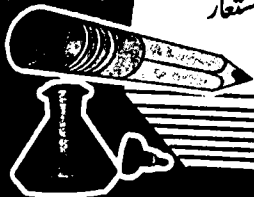
محمد اکبر بچہ ہیں۔ ان کے گھر میں سلام منزن پیمانہ۔ محمد اسم کا خط
 بھی مل گیا تھا۔ آپ ضروری بات محمد اکبر کی طرف سے عرض کی جاتی ہے
 اور پرستہ نیز رتبہ بھی وہی کا انجام رہا بہت ضروری ہے۔ غلام حسنی
 کی وفات کے بعد اپن دعیال بہت بڑی ہیں ہو گئے۔ روز لڑکپن کا
 شرع کے مطابق نوکری ہو چکا ہے۔ محمد اسم کا موجودگی میں ان کو
 گھر سے آنا چاہیے وہ والدہ اسلام کے پاس ہی رہیں۔ ان کا گھر اب
 یہی ہے۔ محمد اکبر کو اس کا بڑا اثر ہے کہ پھر والد والے کوئی خرابی نہ رہے
 اس کا جملہ انتظام کرنا چاہیے۔ عہدہ از یہ بیان ان کی تربیت اچھی ہو جائیگی
 چھوٹے عمر میں گھر سے ماؤں پر ہوا کشتی۔ بڑا آپ کے پاس بڑھتی رہیگی
 رہنے کے لیے صاحبہ بھی بیان ہی ہو گئے تو رہ بہت خوش رہیگی۔
 چھوٹی لڑکپن کا مرض بھائے میں رہنا یہ بہ مناسب ہیں



باب 9

آئینہ تصادم

آبائی گھر سے مرقد مبارکہ تک حیات مستعار
کے مختلف گوشے کیمرہ کی آنکھ سے



خلافت راشدہ
حق چار یار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ مدد
صلی اللہ علیہ وسلم

خیر الناس من ینفع الناس

لوگوں میں سے بہترین وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے

دکھی انسانیت کی خدمت و فلاح کا ایک عظیم الشان رفاہی ادارہ

بیاد شیخ انیسیر امام الاولیاء خدمت خلق کے عظیم داعی حضرت مولانا احمد علی لاہوری قادریؒ

القادری فاؤنڈیشن

القادری فاؤنڈیشن ایک رفاہی ادارہ ہے جس کے قیام کا مقصد خدمت خلق مستحق و نادار طلباء و طالبات کیلئے مفت تعلیم و دستکاری سنٹر کا قیام، غریب عوام کے لئے علاج و معالجہ کی سہولت، فری ڈسپنسریاں، ایسوی لینس سروس، بیواؤں اور یتیموں کی کفالت ہے

اخیر حضرات سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس عظیم رفاہی ادارہ کے ساتھ مالی تعاون فرما کر اپنے حق کی ادائیگی کا فرض پورا کریں

اپیل

از تعاون کا پتہ

قاری عطاء اللہ طارق کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45396/5 حبیب بینک کینٹ صدر کشمیر روڈ برانچ راولپنڈی

مولانا قاری عطاء اللہ طارق بن حکیم امانت اللہ قادری چیئرمین القادری فاؤنڈیشن

ہیڈ آفس کری خد بخش ضلع راولپنڈی،

مجاز

فون: 051-4633036 / 0541-620698 / 0300-5418198



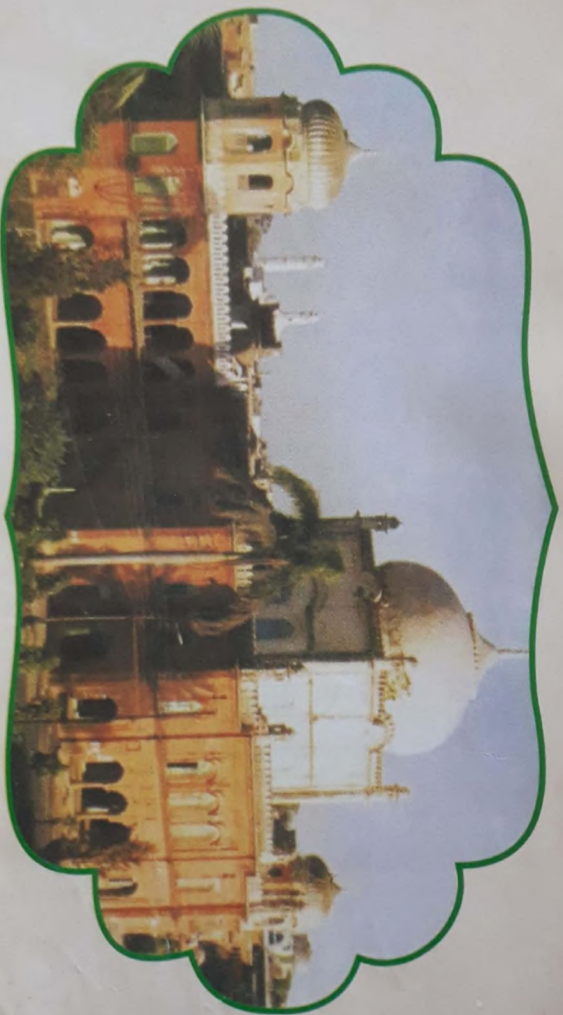
حضرت قائد اہل سنت کا آبائی گھر (جائے ولادت، 20 اکتوبر 1914ء)



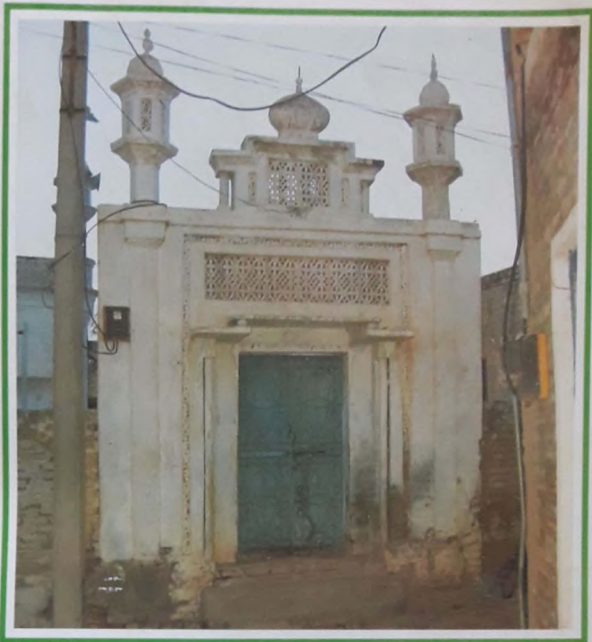
گورنمنٹ ہائی سکول چکوال، جہاں سے میٹرک پاس کیا (1928ء)



دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ کے مختلف مناظر، جہاں مشکوٰۃ شریف تک کتب پڑھیں (1937ء)



مرکز رشد و پدايت دارا العلوم دليو بند، جهاں دورہ حد پيشکمل کيا (1939ء)



فاروقی مسجد بھیم دیوبند سے واپسی پر جہاں مدرسہ اظہار الاسلام کی بنیاد رکھی (مئی 1952ء)



مرکزی مسجد اہل سنت بھیم جہاں جمعہ پڑھانا شروع کیا (1949ء)



امدادیہ مسجد چکوال، جہاں حضرت مدنیؒ کے ارشاد پر مدرسہ اظہار الاسلام کی ثانیاً بنیاد رکھی (1955ء)



مدنی مسجد چکوال، جہاں اہل محلہ کے اصرار پر خطابت و درس شروع فرمایا (1958ء)



مرکزی دفتر تحریک خدام اہل سنت پاکستان، خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی گئی (1969ء)



جامعہ اہل سنت تعلیم النساء کی پشکوہ عمارت، جسے تادم آخر شرف سکونت بخشا (بنیاد 1960ء)



خواب گاہ کے دو مختلف مناظر

مزار پر انوار اور اگلی جانب آپ کے والد گرامی کی مرقہ مبارک (وفات 26 جنوری 2004ء)

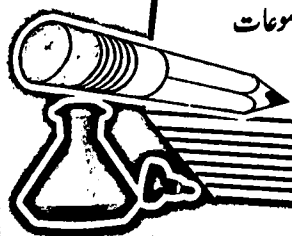




باب 10

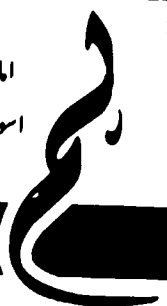
منظوم کلام

توحید۔ رسالت۔ مدح صحابہ اور مختلف موضوعات
پر مشتمل قائد اہل سنت کا منتخب کلام



امام اہل سنت مجدد العصر سلطان العارفین غزالی دوراں رئیس المتکلمین
اسوۃ الصالحاء قدوة العلماء حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کو
دوہرہ حاضر کے کٹھن جان لیوا حالات میں حقیقتاً

مجددانہ کردار ادا کرنے پر سلام پیش کرتے ہیں



اور ادارہ حق چاریار کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

جنہوں نے قبلہ حضرت مجدد العصر کی حیات طیبہ سے سنی عوام کو روشناس کرانے کے لئے

خصوصی نمبر کی اشاعت کا انتظام کیا

منجانب

- حضرت مولانا مفتی عطاء اللہ صاحب مدظلہ ● مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب
- حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب ● ڈاکٹر محمد آصف رضا صاحب
- حضرت قاری محمد ابراہیم صاحب ● راؤ عادل امیر صاحب
- حضرت قاری محمد یونس صاحب ● ڈاکٹر راؤ ٹمس ہادی صاحب
- حضرت قاری محمد اسحاق غازی صاحب ● راؤ ذوالفقار احمد صاحب
- حضرت مولانا حافظ محمد افضل صاحب ● راؤ زبیر اختر صاحب
- حکیم قاری محمد اسحاق بدر صاحب ● جناب عبدالوکیل قاسمی

مناجات بخضور قاضی الحاجات جل شانہ

(تحریر قیام مکہ مکرمہ دسمبر ۱۳۰۹ھ)

در پہ ہے تیرے اک گدا	بے سہارا ہے نوا
تجھ کو ہمیشہ ہے بٹا	قافی ہیں سب تیرے سوا
رحم کی ہو نظر خدا	سب کا تو ہی مشکل کشا
قلب و نظر کو دے شفاء	باطن ہو میرا پر ضیاء
میری یہی ہے التجاء	اپنا بنا لے اے خدا
غل وہ تیری صفات کا	جلوہ ہو تیری ذات کا
حب رسول مصطفیٰ	دل میں مرے رہے سدا
تو جلوہ نمائے مصطفیٰ	ذات ہے تیری کبریا
فضل سے اپنے کر عطا	جلوہ رسول پاک کا
جلوہ ہو یاڑ غار کا	ثانی جو ہے مزار کا
جلوہ مژ کا بھی دکھا	منظہر ہے جو جلال کا
عثمان خلیفہ پر حیا	چوتھے علیٰ ہیں مرتضیٰ
چاروں خلیفہ بالحدیٰ	وعدہ یہ ہے قرآن کا
سارے صحابہ باوقا	سب ہیں نجوم احد کا
آپ کی پاک ازواج کا	سارے ہی اہل بیت کا
سنی کو پیرو تو بنا	سب کو ملے تیری رضا

منظہر ہے کرتا یہ دعا

ہم کو ملے تیرے رضا

شریعت مصطفیٰ کی جان سے عزیز

ہے اسی کے نام سے میرے خن کی ابتدا
 قادر مطلق ہے جو دی جس نے توفیق کلام
 بعد اس کے سرور کون و مکاں کی ذات پر
 گنبد خضرا میں پہنچے صد درود صد سلام
 اور ہیں آلِ نبیؐ ازواج بھی جنتی
 ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ برحق امام
 اور صحابہؓ کی جماعت بھی ہے سب معیارِ حق
 مل چکی قرآن میں ہے ان کو رضوان دوام
 مسئلہ ختم نبوت کا ہے ایمان کا مدار
 سب مسائل سے بلند و بالا ہے اس کا مقام
 پاسداری دین کی کر لی تو پھر ہے خوش نصیب
 پرچم حق کو بلند و بالا کر تو صبح و شام
 سوشلزم، دہریت، الحاد کا رخ پھیر دو
 دوٹ لینے کے لیے پھرتے رہیں وہ بے لگام

وہ شریعت بل کے جس نے قوم میں بویا نفاق
 حکمرانوں نے کیا برباد ہے ملکی نظام
 ہے شریعت مصطفیٰ کی مال اور جان سے عزیز
 زندگی فانی ہے تم اس پر رہو ثابت مدام
 بالیقین فانی ہے یہ سب دنیوی جاہ و جلال
 گر ہو ایمان و عمل تو ہے یہی نعت تمام
 جھوٹ اور بہتان کے بت ہوں گے سارے پاش پاش
 حق کے آگے کب ٹھہر سکتا ہے باطل بد نظام
 انتخابی فتح لیکن آخری منزل نہیں
 منتہی اپنی جماعت کا ہے اسلامی نظام
 مظہر ناکارہ کی تو ہے یہی ہر دم دعا
 ملک پاکستان میں نافذ ہو بس شرعی نظام

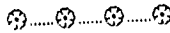
ختم نبوت کے مجاہد

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پیپلز پارٹی نے چکوال کی ایک صوبائی سیٹ پر مرزائی کو ٹکٹ دیا۔ حضرت قائد اہل سنت کو جب بتایا گیا کہ چکوال میں اُس مرزائی امیدار نے ٹکپ لگایا ہے۔ حضرت نے جوش ایمانی میں چند اشعار کہے جو سپیکر پر منادی کرنے والے ساتھی نے ٹکپ کے سامنے پڑھے اشعار سننے ہی مرزائی ٹکپ اکھاڑ کر غائب ہو گئے۔ وہ اشعار قارئین کے لیے پیش خدمت ہیں

آگئے ختم نبوت کے مجاہد آگئے
 آگئے میدان میں حق کے مجاہد آگئے
 تیغ باطل کند ہو جائے گی اک للکار سے
 آگئے شیر خدا کے اب مجاہد آگئے
 جھوٹ اور بہتان کے بت ہوں گے سارے پاش پاش
 بت گرد ہٹ جاؤ راہ سے بت شکن اب آگئے
 دین کی جی کو روشن کر مسلمان ہر جگہ
 ظلمت باطل کے چھٹ جانے دن اب آگئے
 کفر کے ایوان میں اک زلزلہ آنے کو ہے
 آگئے میدان میں سنی مجاہد آگئے
 منکر ختم نبوت اور تلوار علیؑ
 یہ تعلق ہو نہیں سکتا کبھی رب کی قسم

تھی وہ تلوار علیؑ در سایہ ختم الرسل
اور یہ جھوٹی نبوت کے صنم خانوں میں ہے
ذولفقار حیدری تھی ہاتھ میں شبیر کے
منکر ختم نبوت کو یہ کیسے مل گئی؟
حیدری تلوار کو کرتا ہے تو بدنام کیوں
کیا یہی اسلام ہے اور وفاداری تیری
اک طرف ختم الرسل اور اک طرف جھوٹا نبی
اے مسلمان دیکھ لے ہے کس طرف ابن علیؑ

(۱۳ اپریل ۱۹۹۷ء)



حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے فرمایا.....

اہل السنۃ والجماعت ایک ایسا عنوان ہے جس کے ذریعے اسلام حقیقی کا حصول آسان ہو جاتا ہے کیونکہ دین اسلام وہی ہے جو حضور خاتم النبیین ﷺ کی سنت سے اصحاب رسول ﷺ کو ملا ہے اور قرآن و سنت کو بلا واسطہ آنحضرت ﷺ سے حاصل کرنے والے چونکہ تمام صحابہ کرام رضوانہ علیہم اجمعین اس لیے سنت رسول ﷺ کے بعد جماعت رسول ﷺ کی طرف نسبت کرنے سے ہی دین حق کی صحیح نشان دہی ہو سکتی ہے۔ اسی بنا پر حضور رحمت للعالمین ﷺ نے ماننا علیہ واصحابہ ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی میری امت میں سے وہی لوگ آخرت میں نجات پائیں گے جو میری اور میرے اصحاب رضوانہ علیہم اجمعین کی پیروی کریں گے۔ [ماہنامہ حق چاہیے، جنوری ۱۹۹۱ء، ص ۶۱]

حق چار یار نشی لائیم

روز نامہ لوائے وقت روایندی ۳ مئی ۱۹۸۲ء میں ایک نہر شائع ہوئی کہ شیخوپورہ کے میونسپل ہاؤس میں برلے کے درخت پہ خلفائے راشدین کے امانے کراچی ابھرائے ہیں۔ برلے کے درخت پہ قدرتی طور پہ واضح الفاظ میں ادب پیپہ ہالترتیب ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان، علی۔ حرلی رسم الخط میں لمبایاں نظر آتے ہیں۔

اخبارات کی ان خبروں کے بعد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب اور مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمی مع جماعتی رفقاء ۶ مئی ۱۹۸۲ء کو شیخوپورہ تشریف لے گئے۔ اس موقع پہ آپ نے جو اشعار کہے نذر قارئین ہیں (سالانہ روئیداد ۱۹۸۲ء ص ۱۶)

شیخوپورہ میں آئی ہے کیا بہار	ابھر آئے درخت پہ نام چار
یہ عجیب حق کا ہے شاہکار	ہے شجر بھی مظہر چار یار
چمن چمن کلی کلی خوش بہار	دیکھو جا کے جلوہ چار یار
یہ رسول پاک کے جانشار	ہیں خلیفہ خاص یہ چار یار
ہیں صدیق عمر ایسے تاجدار	کہ نبی کی ان کو ملی مزار
وہ غنی ہیں عثمان نامدار	ہیں علی بھی صاحب ذوالفقار

ہے درخت کی بھی یہی پکار

بولو دم بدم حق چار یار

شان حسین رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے زمانہ طالب علمی میں ”شان حسین“ کے عنوان سے ایک نظم لکھی جو اس وقت بعض مذہبی رسائل میں بھی شائع ہوئی۔ چند اشعار بدیہ قارئین ہیں۔۔۔۔۔

کس کے سیمائے نمایاں تھا ولایت کا نشان؟

کس کے چہرہ کی چمک مثل چراغاں تاباں؟

کس کے دم سے ہوئی عالم میں حقیقت عریاں؟

کس کے سینہ میں منور تھا چراغ عرفاں؟

جو نواسہ تھا محمد کا ، علیؑ کا پیارا

حضرت فاطمہؑ کی آنکھ کا جو تھا تارا

خوف دشمن کا نہ اعداء کی ستم گاری کا

تیغ و خنجر کا نہ باطل کی جفا کاری کا

چینی و رومی و ہندی کا نہ تاتاری کا

قلب مومن میں بھروسہ تھا فقط باری کا

گرز توحید سے دشمن کے صنم کو توڑا

راہ حق میں بخوشی جاہ و حشم کو چھوڑا

مسلم سے!

مسلم خوابیدہ! یہ غفلت؟ تساہل الخذر؟
 لٹ چکی ہے دولتِ اسلام تیرے ہاتھ سے
 کیا تجھے کچھ یاد ہے اسلاف کا طرزِ عمل
 کوئی ملت کا تو ہے فرد کس کا ہے غلام
 تو مسلمان تھا تیری فطرت میں تھا جاہ و جلال
 سارے عالم میں بجاؤ نکا تیرے اسلام کا
 تو مربی تھا زمانہ تھا تیرے زیرِ نگین
 تو خدا کا تھا خدا ہی پر بھروسہ تھا تجھے
 تیرا آقا ہادیِ اسلام ہے خیر الانام
 پیشوا تیرے وہ کیسے پیکرِ اسلام تھے
 لیکن اب حالت ہے یہ اقوام دنیا میں کجا؟
 شیشہ دل زنگ آلودہ ہوا ہے اس قدر
 تیری ہستی پردہٴ ظلمت میں کیسی گم ہوئی
 کیوں گرفتارِ حوادث ہے؟ نہیں معلوم کیا ہے؟
 توڑ زنجیر تساہل چھوڑ افسردہ دلی!
 بسترِ راحت پہ تو اب تک پڑا ہے بے خبر
 مٹ گیا ہے تیرے دل سے جذبہٴ علم و ہنر
 مسلمانوں نے کس طرح کی زندگی اپنی بسر
 اپنی حالت سے بھی ناواقف ہے نادان اس قدر
 قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں تھا تو جلوہ گر
 تیری پیشانی پہ ظاہر تھا نشانِ تابندہ تر
 پاؤں تیرے چومتی تھی دولت و فتح و ظفر
 جز خدا پیشِ دگر جھکتا نہیں تھا تیرا سر
 وجہٴ تخلیقِ دو عالم، باعثِ خیرِ البشر
 یعنی خالد، حیدر و عثمان، بوبکر و عمر
 وسعتِ دنیا میں بھی ممکن نہیں تیرا گزر
 اب نظر آتا نہیں کچھ امتیازِ خیر و شر
 بہرِ در یوزہ گری پھرتا ہے تو اب در بدر
 تو نے چھوڑی اتباعِ ہادی جن و بشر
 اٹھ عمل پیرا ہوا اب اسلام کے احکام پر

یا خدا مسلم کو پھر اسلام کا پابند کر

یہ دعائے نیم شب ہے مظہرِ خستہ جگر

فضل حق میری نصیحت ہے یہی از درد دل
 دنیوی اسباب پر نازاں نہ ہو جانا کبھی
 دولت و عزت ہے دنیا کی یہ فانی بے وفا
 ہیں فرائض دین کے جو روزہ و حج و زکوٰۃ
 سرور کونین کی سنت پہ رہ ثابت قدم
 راہ حق پر گامزن رہنا بہ بہت مست و شام
 قبضہ قدرت میں ہیں ملک و ملک و مائت نام
 اقتدار دنیوی کو ہے نہیں حاصل دوام
 کر نماز پہنچکانہ کی بھی پابندی مدام
 کر رضائے حق کی خاطر خدمت ملک و موم
 راہ حق پر گامزن رہنا بہ بہت مست و شام

ہدیہ تبریک

بخدمت مرزا افضل حق صاحب ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب

قادر مطلق ہے جو دی جس نے توفیق کلام
مکد خضر میں پہنچے صد درد و صد سلام
فضل حق سے ہو گئی حاصل تجھے فتح عوام
ہو مبارک، صد مبارک تو ہوا ہے نیک نام
حق تعالیٰ کی مدد سے ہو گیا تو شاد کام
اور تھی مرزائیت بھی ساتھ ان کے بے لگام
نصرت حق آساں سے ہو گئی نازل تمام
سب مسائل سے بلند و بالا ہے اس کا مقام
مل چکی قرآن میں ہے ان کو رضوان دوام
ہیں ابوبکر و عمر، عثمان، علیٰ برحق امام
رب تعالیٰ کی مدد سے جو ہوا مقبول عام
دین کی جتنی جلالی پالیا اونچا مقام
بت شک جبہ گئے توبت گرسے بلند مقام
سامنے حق کے نہیں باطل کو رہ سکتا قیام
ملتہی اپنی جماعت کا ہے اسلامی نظام

ہے اُسی کے نام سے میرے سخن کی ابتدا
بعد اس کے سرور کون و مکاں کی ذات پر
کامیابی ہو مبارک مرزا افضل حق تجھے
تیرے گھر والوں، بزرگوں اور سب احباب کو
سیٹ صوبائی پہ تھا اک معرکہ ہنگامہ خیز
سوشلزم، دہریت، الحاد کا گٹھ جوڑ تھا
سایہ ختم الرسل میں تو نے جب لی ہے پناہ
مسئلہ ختم نبوت کا ہے ایماں کا مدار
اور صحابہ کی جماعت بھی ہے سب معیار حق
اور ہیں آل نبی، ازواج بھی سب جنتی
دین کی بنیاد پر تھا یہ ہمارا اتحاد
پاسداری دین کی کری خوشاتیر انصیب
آگئے خدام اہل سنت آخر جوش میں
جھوٹ اور بہتان کے بھی ہو گئے بت پاش پاش
انتخابی فتح لیکن آخری منزل نہیں

مظہر ناکارہ کی تو ہے یہی ہر دم دعا
ملک پاکستان میں نافذ ہو بس شرعی نظام

سوشلزم، دہریت، الحاد کا رخ پھیر دو

ستمبر ۱۹۹۳ء انکیشن کے ایام میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ دونوں کی بوجہ شرعی نظام نافذ نہ کرنے کے حمایت نہ کی جائے۔ بلکہ کسی آزاد امیدوار کو ووٹ دیے جائیں۔ اس موقع پر آزاد امیدوار راجہ ثناء الحق نے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کو ہر طرح اعتماد دلایا کہ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو شرعی نظام کے نفاذ میں سرتوڑ کوشش کرے گا۔ اس موقع پر حضرت مولانا نے جو اشعار کہے تھے۔ چند ہدیہ قارئین کئے جا رہے ہیں.....

اے ثناء الحق ، ثناء حق ہمیشہ کر بیاں
وادی پر خار میں بھی یاد رکھو حق کا پیام

کامیابی کا مرانی ہو ثناء الحق تجھے
نصرت حق تجھ کو حاصل ہو ، رہے تو شاد کام

دین کی بنیاد پر تجھ سے ہمارا اتحاد
رب تعالیٰ کی مدد ہو ، تو ہو مقبول عوام

پاسداری دین کی کر لی تو پھر خوش نصیب
پرچم حق کو بلند و بالا کر تو صبح و شام

سیٹ قومی کی ہے یہ ہے معرکہ ہنگامہ خیز
حق تعالیٰ کی مدد سے تیرا ہو اونچا مقام

رواں ہے قافلہ حق کا

صدر ایوب خان کے ظالمانہ دور حکومت میں جمیعت علمائے اسلام پاکستان کے ایک اجتماعی جلوس پر ۱۹۶۸ء میں پولیس نے لاشی چارج کرتے ہوئے جب حضرت مولانا عبید اللہ انور بریلوی کو شدید زد و کوب کیا اور ظلم و ستم کا بازار گرم کیا۔ اس سے متاثر ہو کر حضرت قائد اہل سنت نے ایک طویل نظم لکھی جس کے چند اشعار ہدیہ قارئین ہیں۔۔۔۔۔

اٹھا اسلام کا پرچم رواں ہے قافلہ حق کا
جو ہر افرادِ ملت کو پیام حق سناتا ہے
امیر کارواں ہیں حضرت درخواستی اس کے
جلو میں جن کے ہر راہی قدم آگے بڑھاتا ہے
کوئی طبقہ نہیں ہے مطمئن تم سے اگر سمجھو
تو نا حق زور بازو ہر کسی کو کیوں دکھاتا ہے
مخالف ہیں اگر علماء، تو ہیں ناراض و کلاء بھی
وہ کالج کا جواں بھی مشتعل میدان میں آتا ہے
سیاست داں صحافی اور مزدور کساں سارے
نہیں تم سے کوئی راضی نہ کوئی خوف کھاتا ہے
تو مولانا عبید اللہ انور پر جفا کر کے
حق و انصاف کا دعویٰ بتا کے سناتا ہے

دعویدارانِ محبت نے بھلا کیا سیکھا
 تعزیہ سازی کا بس ایک تماشا سیکھا

بت پرستی کا یہ اک طرزِ نرالا سیکھا
 ہاء و ہو، شور و شر و گریہ و غوغا سیکھا

ان خرافات کو کب رکھتا روا ہے اسلام
 ہے برا فعل یہ، الحاد ہے، بدعت ہے حرام

امتیازِ حق و باطل تھا دکھایا اُس نے
 دینِ فطرت پہ مسلمان کو چلایا اُس نے

جہل و بدعت کے اسیروں کو چھڑایا اس نے
 ڈنکا توحید کا عالم میں بجایا اُس نے

تخت و دولت، نہ حکومت کا وہ شیدائی تھا
 مظہرِ حق تھا، شہادت کا وہ خود داعی تھا

(بشارت الدارین، ص ۲۵)



احمد حسن کی یاد میں

عمر نو میں جسکو حق نے کی عطا عقل کہیں
 بھائیوں کے لیے تھا جو باعث تسکین و ہمیں
 موت کی منزل میں اس نے جب رکھا اپنا قدم
 لیک جز رب کے کوئی نہیں جائے پناہ
 اس سے چھوٹا ہے قمر رکھتا ہے جو شرم و حیا
 اس سے زاہد ہے بڑا سادہ جیسے ماں کا چہرا
 دار فانی سے چلا وہ چھوڑ کر سبکو حزیں
 موت سے بچ جائے آخر کون وہ انسان ہے
 موت کے پیچھے سے پہلے نہ کی اس نے کوئی دنیا کی بات
 کچھ تکدر تھا تو تپ نے اس کو زائل کر دیا
 موت سے آ کر وہ ہم پہ آشکارا کر دیئے
 بھائیوں کو چھوڑ کر پھر بھاگتا تھا تو کہاں
 تو بڑھاتا ہاتھ اپنے جا رہا تھا ان کے پاس
 مرنے سے پہلے ہی کر لو جینے والو نیک کام
 فانی دنیا کو نہ رکھنا دل سے تم عزیز
 حب اصحابِ نبی و آل بھی قائم رہے
 اے میرے مولا میرے حاجت روا واحد خدا

داغِ فرقت دے گیا ہم کو عزیز احمد حسن
 باپ کی آنکھوں کا تارا والدہ کا نور عین
 عمر چودہ سال تھی یا اس سے کچھ بیش و کم
 پہنچا یہ فخر الحسن کو صدمہ ہے بس جائگاہ
 ہے بڑا مسعود سب سے صاحب عقل و ذکا
 سب سے چھوٹا طارق ہو شیاردانا خوش مزاج
 تھا بڑا زاہد سے احمد جو گیا خلد بریں
 کل نفس ذائقہ الموت جب اعلان ہے
 اس تماشہ گاہِ عالم میں ہو شاہ یا کہ گدا
 موت احمد کے لیے ثابت ہوئی آبِ حیات
 دنیوی آلائشوں سے پاک ہو کر رہ گیا
 اس کے اوصاف و محاسن ہم سے جو مستور تھے
 پیارے احمد ہاں بتا کیا دیکھتا تھا تو وہاں
 گھوڑیاں لائے تھے جنت سے فرشتے تیرے پاس
 روح احمد نے دیا گویا ہے سب کو یہ پیام
 میرے ابا میری اماں میرے سب بھائی عزیز
 ذکر حق و پیروی مصطفیٰ دائم رہے
 مظہرِ آشفہ دل آخر یہ کرتا ہے دعا

تحفظ اسلام پارٹی کا انتخابی موقف

رحمن کا پیغام ہو میں خادم اسلام ہوں
مقصود خیر انام ہوں ہمدرد خاص و عام ہوں

پرچم ہے میرا عالی شان
کلمہ میرا اصلی نشان

قرآن پر ایمان ہے توحید میری جان ہے
سنت میں میری شان ہے یہی دین اور ایمان ہے

پرچم ہے میرا عالی شان
کلمہ میرا اصلی نشان

ہر دم خدا کا نام لو عشق نبی کا جام لو
عقل و خرد سے کام لو کلمے کا پرچم تھام لو

پرچم ہے میرا عالی شان
کلمہ میرا اصلی نشان

جھوٹے فسانے چھوڑ دو اور سب بتوں کو توڑ دو
الحاد کا رخ موڑ دو باطل کا بھانڈا پھوڑ دو

پرچم ہے میرا عالی شان
کلمہ میرا اصلی نشان

تو فکر جیت ہار نہ کر خدائے وحدہ سے ڈر

تو پاکستان میں کر نظر خلفائے راشدین پر

پرچم ہے میرا عالی شان

کلمہ میرا اصلی نشان

تارے ہیں اصحابِ نبی جن کو بشارت ہے ملی

جنت خدا نے ان کو دی ان کے شاخو اسب دلی

پرچم ہے میرا عالی شان

کلمہ میرا اصلی نشان

صدیق اکبرؓ یار غار فاروقِ اعظمؓ جانشین

عثمانؓ علیؓ حق کے شعار سب مان لو حق چار یاڑ

پرچم ہے میرا عالی شان

کلمہ میرا اصلی نشان

ہے ووٹ سب کا امتحان مقصد ہے کیا دل میں نہاں

ہے یہ دعاء رب جہاں مظہر ہو حق کا پاسباں

پرچم ہے میرا عالی شان

کلمہ میرا اصلی نشان



خدام اہل سنت میدانِ عمل میں

خدام اہل سنت ہیں ہم سنت کو پھیلائیں گے
 ہم اللہ واحد کے بندے توحید کی شمع جالتیں گے
 ہم شاہِ رسل کی امت ہیں جن پہ ہے نبوت ختم ہوئی
 ہم مکر ختم نبوت کو بس کافر ہی ٹھہرائیں گے
 وہ ساتی کوثر، شافعِ محشر، جانِ جہاں، محبوبِ خدا
 ہم ختم نبوت کی خاطر ہر باطل سے نکرائیں گے
 اصحابِ نبیؐ، ازواجِ نبیؐ اور آلِ نبیؐ پر ہم قرباں
 ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ کی شانیں ہم سبھائیں گے
 یہ چاروں خلیفہ برحق ہیں اور حسن حسینؑ بھی ہیں پیارے
 جنت کے جوانوں کے سید ہم ان کی راہ دکھلائیں گے
 سب یا ربیؑ کے پیارے ہیں لہرِ دین کے روشن تارے ہیں
 یہ سب حق کے چمکارے ہیں ہر جا پہ چمک دکھلائیں گے
 فرمانِ رسولِ اکرمؐ ہے ما انا علیہ واصحابی
 میرے اور میرے صحابہؓ کے پیرو ہی جنت جائیں گے

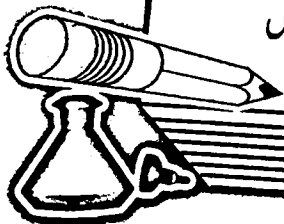
قرآن کا جلوہ سنت میں اور سنت کا ہے صحابہؓ میں
ہم ان کی تابعداری میں ہاٹل سے خوف نہ کھائیں گے
اے مسلم تو مایوس نہ ہو، رکھ سچے خدا پر اپنا یقین
اسلام تو دینِ فطرت ہے ہم فطرت ہی منوائیں گے
مزدور و کساں حیران ہیں کیوں، اسلام سراسر رحمت ہے
قرآن کے سایہ میں رہ کر ہم آزادی دلوائیں گے
اسلام ہے دینِ اس خالق کا، انسان کو جس نے پیدا کیا
ہر ذرہ ذرہ پیدا کیا ہم اس کی حمد سنائیں گے
یہ دنیا عالمِ فانی ہے سب خلقت آنی جانی ہے
ازلی ابدی ہے ہمارا خدا ہم اس کا حکم چلائیں گے
تھا پاکستان کا مطلب کیا، بس لا الہ الا اللہ
میدانِ عمل میں آ کر ہم یہ مطلب حل کرائیں گے
اے پاکستان کے باشندو! آئینِ شریعت لازم ہے
ہم مسلم ہیں اللہ کے لیے اسلام کا ڈنکا بجائیں گے
خدامِ اہل سنت کا ہے مظہر بھی ادنیٰ خادم
ہم دین کی خاطر ان شاء اللہ پرچمِ حق لہرائیں گے



باب 11

معاصر اخبارات و جرائد کا خرچ تحسین

وفات حسرت آیات پر مختلف ماہناموں
اور روزناموں کا خرچ عقیدت



یا اللہ مدد **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** **عَلٰی سَلَامٌ** **عَلٰی** **حَقِّ چاریار**

حضرت قاضی اعظم دہلی حضرت مولانا

☆ مولانا جمیلی (مولانا عبداللطیف صاحب) آخری دم تک تاج و تخت، ختم نبوت کے محافظ رہے، مولانا مرحوم مودودی جماعت کو ایک مستقل فتنہ سمجھتے تھے، مولانا اپنے مسلک و موقف حق پر مضبوطی سے قائم رہے، اور حق پر ڈٹ جانا ہی مولانا مرحوم کی دینی زندگی کا طرہ امتیاز تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ (ماہنامہ حق چاریار جمیلی نمبر) ☆ اگر علمی اور تحقیقی حیثیت سے مولانا ادا کاڑوی مرحوم (مولانا محمد امین صفدر) کی تبلیغی زندگی کا جائزہ لیا جائے، تو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑتی ہے، کہ انہوں نے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے دین حق اور علمائے حق کے حقوق کے تحفظ کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا۔ (ماہنامہ حق چاریار ادا کاڑوی نمبر ص ۳۵)

نیو شوکت کاپی ہاؤس نوٹ بک لاہور

Tel: 042-7120047

عامر برادرز بھون روڈ چکوال

Tel: 0573-553232

مکتبہ رشیدیہ چھپر بازار چکوال

Tel: 0573-553200

مکتبہ الحسینیہ سبزی منڈی تلہ گنگ روڈ چکوال

Tel: 0573-53683

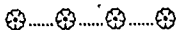
[ماہنامہ انوار مدینہ، لاہور، ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ]

”موت العالم موت العالم“

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ وفات پا گئے

گزشتہ ماہ کی ۲۶ تاریخ کو چکوال میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ طویل علالت کے بعد وفات فرما گئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ تھے۔ آپ ”تحریک خدام اہل سنت“ کے بانی اور امیر تھے۔ حق کا بانیگ دہل انظہار آپ کا خصوصی امتیاز تھا، باطل کے لیے آپ کی ذات شمشیر برہنہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ دین حق کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کے لیے آپ ہمہ وقت تیار رہتے تھے، متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھانا پڑیں۔ اس پیرانہ سالی میں بھی آپ کی استقامت قابل رشک تھی۔ آپ کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا بہت دیر میں پُر ہوگا۔ پاکستان میں آپ حضرت شیخ العرب والعجم قدس سرہ العزیز کے آخری خلیفہ تھے۔ اس اعتبار سے یہ حادثہ مزید اندوہناک ہو گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے وجود سے وابستہ برکات کے سلسلہ کو اپنے فضل و کرم سے جاری و ساری رکھے۔ آپ کے اہل خانہ اور دیگر وابستگان کو ہر قسم کی محرومی سے بچائے رکھے آمین۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدہ میں حضرت رحمہ اللہ کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاء مغفرت کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ [ادارہ]



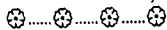
[ماہنامہ الحسن لاہور، فروری ۲۰۰۴ء]

بزم مدنی کا ایک چراغ اور بجھا

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے خلیفہ اور ممتاز عالم دین حضرت مولانا قاضی مظہر حسین قدس سرہ زندگی کی نوے بہاریں گزار کر مورخہ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء اتوار اور پیر کی درمیانی شب چکوال میں انتقال فرما گئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم برصغیر کے چند ان علماء کرام میں سے ایک تھے جنہوں نے ساری زندگی اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر گزار دی۔ مولانا مرحوم نے درگاہی نظام کے ساتھ ساتھ خانہائی سلسلہ بھی قائم کر رکھا تھا۔ آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کا انتقال امت مسلمہ کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

حضرت کے بارے میں تفصیلی معلومات آئندہ اشاعت میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔
(ان شاء اللہ)
قارئین سے حضرت کی مغفرت اور ان کے پسماندگان کے صبر جمیل کے لیے دعا کی درخواست ہے۔



[ماہنامہ الہدیٰ خیبر پور سندھ، مارچ ۲۰۰۴ء]

انا للہ وانا الیہ راجعون

تحریک خدام اہل سنت کے بانی و امیر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ صاحب ایک مجاہد عالم دین اور اکابر علماء دیوبند کے مسلک کے ترجمان تھے۔ انہیں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ فتنہ رافضیت کے خلاف ان کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع رہا۔ انہوں نے تحریک خدام اہل سنت کے نام سے تنظیم قائم کی جس کے چکوال، جہلم، راولپنڈی اور گجرات کے اضلاع میں خاصے اثرات موجود ہیں۔ نیز ساری زندگی تحریر و تقریر کے ذریعے باطل فرقوں کے خلاف جدوجہد میں مصروف رہے۔ تا آنکہ ۲۶/ جنوری ۲۰۰۲ء کی صبح کو ۹۰ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند حضرت قاضی ظہور الحسنین اظہر کو ان کا جانشین اور تحریک خدام اہل سنت کا سربراہ مقرر کیا گیا ہے۔



پاکستان میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے آخری خلیفہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ بھی چل بے

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے ممتاز شاگرد، اجل خلیفہ، نمونہ اسلاف، دارالعلوم دیوبند کے قابل ترین فاضل، ختم نبوت کے سرخیل، حامی السنۃ، حامی البدعۃ، ترجمان حضرت مدنی رحمہ اللہ کا برین دیوبند، یادگار سلف الصالحین، قابل رشک مصنف، مدلل تحریر و اثر انگیز تقریر کے مالک بانی تحریک خدام المل سنت اور ماہنامہ حق چار یار سمیت بہت سے رسالوں کے مدیر اعلیٰ و سرپرست حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ ۳/ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ/ ۲۶/ جنوری ۲۰۰۲ء بروز پیر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ (زالہ دوزا (لہ) (ر) (معارف)۔

اس میں شک نہیں کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے انتقال پر ملال سے جو خلاء پیدا ہوا ہے۔ اس کا پر کرنا نہایت مشکل ہوگا۔ ایسی عظیم الصفات، ہستی تو صدیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو کہ ہماری معلومات کے مطابق قاضی صاحب رحمہ اللہ پاکستان میں حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ کے آخری خلیفہ تھے۔ ارکان برامیں حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ کے آخری خلیفہ حضرت مولانا سید مظہر احمد نیوکوی، فاضل دارالعلوم دیوبند (۱۹۵۶ء)، شیخ الحدیث جامعہ ریاض العلوم بوسیدنگ ہیں اور بنگلہ دیش میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب آف درگا پور ضلع سو نام گنج سمیت چند حضرات ہیں۔

قاضی رحمہ اللہ صاحب یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء کو ضلع چکوال کے معروف قصبہ بھیں میں پیدا ہوئے، قاضی صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد حضرت مولانا قاضی کرم الدین دیر رحمہ اللہ ممتاز عالم دین تھے۔ جن کی ایک معتدبہ زندگی قادیانیت کی تردید میں صرف ہوئی، تفصیل کے لیے کتاب ”تازیانہ عبرت“ کا مطالعہ کیا جائے۔

قاضی رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کر کے ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول چکوال سے میٹرک پاس کیا۔ پھر دارالعلوم عزیز یہ پھیرہ چلے گئے، وسطی کتابیں دہیں پڑھ کر ازہر ہند دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۹۳۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، حضرت مولانا شمس الحق

افغانی بھٹی، صاحب فقہ المسلم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی بھٹی، شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعجاز علی بھٹی، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شجاع بھٹی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب بھٹی اور حضرت مولانا میر مبارک شاہ بھٹی جیسے اساطین وقت وائے زمانہ شامل ہیں۔ قاضی صاحب بھٹی کو حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی بھٹی سے کسب فیض اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی بھٹی سے فرقہ خلافت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔ اس لیے قاضی صاحب بھٹی ”مجمع البحرین“ کے مصداق تھے۔ ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۹ء تک انگریز کے دور حکومت میں راولپنڈی، جہلم، لاہور اور ملتان کے قید خانوں میں اسیر رہے۔ ۲۹/ فروری ۱۹۵۲ء کو قاضی صاحب بھٹی نے فراغت کے بعد پاکستان تشریف لا کر چکوال میں امدادیہ مسجد میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی، یہ مدرسہ آج پاکستان کے صف اول کے مدارس میں شامل ہے۔

قاضی صاحب بھٹی نے ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک کا زمانہ رد قادیانیت اور تحفظ ختم نبوت میں گزارا اور ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ تفصیل کے لیے کتاب ”تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء“ ملاحظہ ہو۔ ۱۹۵۵ء میں کل پاکستان جمعیت علماء اسلام ضلع جہلم کے امیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں جمعیت علمائے اسلام راولپنڈی ڈویژن کے امیر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد جب قاضی بھٹی کو احساس ہوا کہ موجودہ زوال پذیر عہد میں صحابہؓ کو تنقید کا نشانہ بنانا اور ان کے اقوال، افعال، اعمال اور کردار و گفتار کو تخریب مشق بنانا بد بختوں کا معمول بننا جا رہا ہے تو انہوں نے ۱۹۶۹ء میں ”تحریک خدام اہل سنت“ کے نام سے ایک عظیم الشان تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ پھر ۱۹۸۸ء میں تنظیم کا ترجمان ماہنامہ ”حق چار یار“ جاری فرمایا۔ قلیل مدت میں اس تنظیم اور ترجمان نے جو روشن کردار ادا کیا وہ اب تاریخ کا حصہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ماہنامہ ”حق چار یار“ کے مضامین پر مغز، مقالات جاندار اور علمی مباحث دلائل سے مزین ہوتے ہیں۔

اس رسالہ نے خلفاء راشدین کی حقانیت، نظام خلافت راشدہ کی ضرورت اور صحابہؓ کی صداقت کو جس انداز میں اُجاگر کیا اور چار دانگ عالم میں پھیلا یا یہ ایک نادر الشال تاریخی ریکارڈ ہے۔

قاضی صاحب بھٹی اکتوبر ۱۹۸۸ء کو نواز شریف دور حکومت میں آخری مرتبہ گرفتار ہوئے اور سنت یوسفی کا نمونہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب بھٹی کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

[ماہنامہ البلاغ کراچی، مارچ ۲۰۰۴ء]

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال

۳/ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ موافق ۲۶/ جنوری ۲۰۰۴ء پیر کے روز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے خلیفہ ارشد اور تحریک خدام اہل سنت والجماعت کے بانی و امیر مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بھی تمام علمی و دینی حلقوں کو افسردہ چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مرحوم ۱۰/ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ بمطابق یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء کو مولانا محمد کرم الدین کے گھر ”بھیس“ ضلع چکوال میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد رحمہ اللہ سے ہی حاصل کی جو بڑے جید عالم دین تھے، اس کے بعد اپنے تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے بالآخر میں دارالعلوم دیوبند چلے گئے، جہاں وقت کے نامور علماء و مشائخ سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا، آپ کے اساتذہ حدیث میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الادب مولانا اعجاز علی، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی اور علامہ شمس الحق افغانی (رحمہم اللہ تعالیٰ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ رحمہ اللہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے بھی ملاقات کی خاطر تھانہ بھون حاضر ہوتے رہے اور روحانی فیض حاصل کرتے رہے مگر باقاعدہ بیعت و خلافت کا شرف حضرت مدنی قدس سرہ سے حاصل کیا۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے اپنی تعلیمی و تبلیغی مصروفیت کا آغاز اپنے وطن چکوال سے کیا اور پوری زندگی وہیں اسی مبارک کام میں مشغول رہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت کو تقریر و تحریر کی عمدہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ جن سے آپ نے اپنی دینی، تبلیغی، تالیفی اور اصلاحی خدمات میں بھرپور کام لیا۔ ۱۹۶۹ء میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے تحریک خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی اور امیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۹ء میں ایک دینی جریدہ ماہنامہ ”حق چار یار“ جاری کیا جو کہ الحمد للہ اب تک جاری ہے، نیز مختلف موضوعات پر درجنوں کتابیں تالیف فرمائیں، جامعہ عربیہ اظہار الاسلام اور جامعہ اہل سنت تعلیم النساء بھی آپ کے یادگار کارنامے ہیں، اور ان شاء اللہ یہ سب کام آپ کے لیے آپ کے اعمال نامے میں باقیات صالحیات اور صدقات جاریہ ہیں۔

حضرت قاضی صاحب کی وفات کا سامنہ صرف آپ کے حلقین کے لیے ہی صدمہ نہیں ہے بلکہ ملک کے تمام ملی و دینی حلقوں کے لیے بڑا اندوہناک واقعہ ہے۔

ادارہ ”البلاغ“ اور دارالعلوم کراچی کے اساتذہ و طلبہ بھی حضرت بھٹو کے حلقین کے ساتھ اس صدمے میں شریک ہیں، کہ ایک عالم ربانی کی وفات سے امتِ علم و فضل کے قیمتی اثاثے سے محروم ہو جاتی ہے، اور بلاشبہ حضرت کی وفات سے بہت بڑا غلایہ اٹھا ہے۔ قارئین البلاغ سے بھی بارگاہِ الہی میں اس دعاء کی درخواست ہے کہ مولائے کریم حضرت قاضی صاحب بھٹو کی کامل مغفرت فرمائیں ان کو درجاتِ عالیہ سے نوازیں، پسماندگان، تلامذہ اور دیگر عقیدت مندوں کو صبر جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائیں اور حضرت بھٹو کے جاری کردہ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین یا رب العالمین۔



[مصلحتاً معہ الہادی کراچی، مارچ ۲۰۰۴ء]

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کا سفر آخرت

اکابر کی یادگار نمونہ اسلاف امام اہل سنت حضرت مدنی بھٹو کے خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بروز پیر مورخہ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء بحری کے وقت سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ حضرت قاضی صاحب بھٹو حضرت مدنی بھٹو کے تلمیذ خاص اور خلیفہ مجاز تھے۔ ساری زندگی خدمتِ دین میں گزار دی۔ بڑی استقامت کے ساتھ دین کی خدمت کرتے رہے نامساعد حالات سے گزرتے رہے۔ باطلِ فرقوں کے خلاف مسلسل برسرِ پیکار رہے توحید، رسالت، ختمِ نبوت، حجتِ حدیث اور تحفظِ ناموسِ صحابہ کرام کی بھرپور جاری رکھا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اظہارِ حق و تردیدِ باطل میں کبھی نہ گھبرائے اور نہ کسی کی ملامت کی پرواہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو طویل زندگی سے نوازا تھا۔ نوے سال کی طویل عمر میں جانِ جانِ آفرین کے پردے کی آخرت کے مسافر کو آخر منزلِ یلِ مٹی اور قرارِ آہی میاں۔ آپ بھٹو نے تحریر و تقریر کے ذریعے خوب خدمتِ اسلام کی۔ تصوف میں آپ نمایاں مقام رکھتے تھے۔ داصلانِ حق میں سے تھے۔ آپ بھٹو کی وفات سے دینی حلقوں میں بڑا غلا واقع ہوا

ہے جو شاہ صدیوں میں زندہ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اپنے قرب کے اعلیٰ ترین مدارج نصیب فرمائے اور فلاح سے درگزر فرمائے۔ آمین۔

❖ ❖ ❖ ❖

[ماہنامہ الرشید، لاہور، فروری ۲۰۰۱ء]

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین کا انتقال

۲۶ جنوری ۲۰۰۳ء جب محترم مولانا ظفر اللہ شفیق تشریف لائے تو بتایا کہ قاضی مظہر حسین چکوال والے انتقال کر گئے ہیں۔ اللہ وانا الیہ راجعون۔

احقر کا کئی دفعہ خیال ہوا کہ چکوال جانا چاہیے اور حضرت قاضی صاحب کی زیارت کرنا چاہیے کہ شیخ العرب العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی بکھڑے کے ایک بڑے خلیفہ وہی پاکستان میں ہیں۔ جب اچھی عمر اور صحت تھی تو چاند سا اور اب ضعف اور کمزوری لاحق ہے۔ راولپنڈی کی لائن سے ہٹ کر جانا مشکل ہوتا تھا۔ ورنہ چکوال میں دو بزرگوں کی زیارت اور جگہ دیکھنے کا بڑا خیال پیدا ہوتا رہا۔ بہر حال زیارت مقدور میں نہ تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ موت سے پہلے وصیت لکھوائی کہ مولانا جمیل الرحمن مدنی مسجد کے خطیب اور لڑکوں کے مدرسہ کے مہتمم ہوں گے۔ لڑکیوں کا مدرسہ سزاہد حسین کے اہتمام میں ہوگا جو سب سے چھوٹے داماد ہیں۔ قاضی ظہورالحسین جماعت کا کام کرتے رہے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی امداد فرمائیں۔

یہ بڑی اچھی روایت ہے ورنہ آج کل تو توفیق کے بعد جانشینی کی بگڑی بانڈھی جاتی ہے یا پھر والد ماجد خود ہی اپنی خانقاہ یا جامعہ کا اہتمام بیٹے کے سپرد کر دیتے ہیں۔ الاما شاء اللہ۔ خال خال ایسی مثالیں کم ہیں کہ ایسا انتظام کر دیا جائے جو قابل رشک ہو۔ قاضی صاحب مرحوم بڑے سلجھے ہوئے انسان تھے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بعض لوگوں کو ہمیشہ ان کی ذات میں الجھاؤ نظر آتا رہا۔ میں نے اگرچہ زیارت نہیں کی لیکن ہمیشہ ذہن اچھا ہی رہا اور احقر ویسے بھی اپنے آپ کو مسلک حق کے کام کرنے والوں کا ہمیشہ نیاز مند اور خادم ہی سمجھتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اسی پر خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین۔

❖ ❖ ❖ ❖

جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب نے سیاسی مقاصد کے لیے جب "خلافت و ملوکیت" جیسی رسوائے زمانہ کتاب شائع کی تو خلیفہ راشد سیدنا عثمان ذو النورین، رسول اللہ ﷺ کے برادر بیعتی کا جب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابرین امت کی وکالت میں جن اہل علم نے اعطی آپ قلبی کے ساتھ اظہار حق کا فریضہ ادا کیا حضرت قاضی صاحب ان کے ہر اول دستہ میں تھے، لاہور سے شائع ہونے والا ماہنامہ حق چار یاڑ اور تحریک خدام اہل سنت حضرت قاضی صاحب کی فیض رساں یادگاریں ہیں۔



[ماہنامہ الجمعۃ راولپنڈی، فروری ۲۰۰۹ء]

تحریک خدام اہل سنت کے بانی امیر مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال

تحریک خدام اہل سنت کے بانی امیر اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ محترم مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ بھی رحلت فرما گئے۔ اللہ وانا الیہ راجعون۔

۲۶ جنوری کو الجمعیت کے ادارتی صفحے کی کاپی طباعت کے لیے پریس میں جا چکی تھی کہ ان کے انتقال پر طالع کی خبر موصول ہوئی۔ چنانچہ طباعت روک کر اس خبر فاجعہ کو شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم عظمت کے اندھیروں میں ایک چراغ تھے۔ انہوں نے اپنی ۹۰ سالہ بھرپور زندگی میں وکالت صحابہ کو حق ادا کر دیا۔ آپ کی پوری زندگی حق کی خاطر معصوبوں اور تکالیف سے مزین ہے۔ آپ پوری زندگی علم و عمل کی تصویر بنے رہے اور باطل تحریکوں کے خلاف شمشیر بے نیام کا کردار ادا کیا۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے شرف ملاقات کے علاوہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ، مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع، مولانا قاری محمد طیب، مولانا اعجاز علی رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ جولائی ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۹ء تک انگریز دور حکومت میں راولپنڈی، جہلم اور ملتان کی جیلوں میں اسیر رہے۔ ۱۹۵۳ء میں مراکزیت کے خلاف تقاریر کے جرم میں گرفتار ہوئے۔ یوں آپ نے اپنی مجاہدانہ زندگی کے دس سال جیل میں گزارے۔ آپ ۱۹۵۵ء میں جمعیت علماء اسلام ضلع جہلم اور ۱۹۶۲ء میں جمعیت علماء اسلام راولپنڈی ڈویژن کے امیر مقرر ہوئے۔ اور ۱۹۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی۔ آپ نے اپنے پیسماندگان میں ایک بیٹا قاضی ظہورالحسین اور ۶ بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ ۲۶ جنوری کو سحری کے وقت آپ کا انتقال ہوا۔ کالج گروئنڈ چکوال میں مولانا قاری

ضیاب احمد عمر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو اپنے آبائی گاؤں میں اپنے والد مولانا کرم دین کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن مدظلہ، مرکزی ناظم عمومی مولانا عبدالغفور حیدری مدظلہ اور دیگر قائدین جمعیت نے ان کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ کریم انہیں بلند درجات اور لواحقین کو صبر جمیل سے نواز دے۔ آمین



[ماہنامہ نولاک ملتان، مہرم ۱۴۲۵ھ]

مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ بھی آخرت کو سدھار گئے

۲۶/ جنوری ۲۰۰۲ء پیر صبح سحری کے وقت تحریک خدام اہل سنت کے بانی ”شیخ طریقت“ مجاہد نبی سبیل اللہ، یادگار اسلاف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی انتقال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۹۰ سال کی عمر پائی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ گزشتہ تین پوسٹہ سال عید الفطر کے اگلے روز برطانیہ سے آئے ہوئے مہمان حضرت مولانا محمد ایوب سواتی صاحب کی مساعت کے لیے راقم الحروف کو چکوال آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ شفقت و محبت سے اپنی چار پائی پر بٹھایا۔ دیر تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی تفصیلات پوچھتے رہے۔ تحریری و تقریری کام کی رپورٹ پر گفتگو مزاج ہو گئے۔ ڈیڑھ دوں دعاؤں سے نوازا اور حقیقت یہ کہ محبتوں کی بارش کر دی۔ افسوس کہ ان کی موت نے ہم سے دعاؤں کا سہارا چھین لیا۔ آخری دنوں میں اطلاع ملی کہ صاحب فراش ہیں۔ آج افسوس ناک خبر سنی کہ کل انتقال ہو گیا اور شام تک تدفین کا عمل بھی مکمل ہو گیا۔ ان کی تقریباً پون صدی کی خدمات قابل قدر و قابل رشک ہیں۔ مدتوں ان کا خلا پر نہ ہو سکے گا۔ آپ کے جانشین اور اکلوتے صاحبزادے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ ہم سب کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین..... ثم آمین! [تفصیل مقالات و مضامین میں پڑھیے]

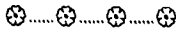


[ماہنامہ الصیانہ لاہور، فروری ۱۴۰۴ء]

آہ! حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کے شاگرد رشید اور طلبہ ہمارے تھے، آپ حضرت مدنی رحمۃ اللہ کے پاکستان میں آخری خلیفہ تھے، آپ کو اخلاص و للہیت اور غیرت و محبت اپنے علمی و روحانی شیخ سے ورثے میں ملی تھی چنانچہ کئی مرتبہ کلہ حق کہنے کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ اس طرح اپنے شیخ کی طرح سنت پوسٹی پر عمل پیرا ہونے کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔ گزشتہ ماہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

[تفصیل کے لیے مقالات و مضامین ملاحظہ فرمائیں]



[ماہنامہ الفاروق کراچی، صفر ۱۴۲۵ھ]

اناللہ وانا الیہ راجعون

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کے خلیفہ مجاز، دارالعلوم دیوبند کے تربیت یافتہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ قضائے الہی سے گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔
(اناللہ وانا الیہ راجعون)

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ۱۹۱۳ء میں ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ زندگی بھر باطل تحریکوں کا تعاقب کیا، صعوبتیں، جیلیں، جیلیں کاٹیں، مگر مرتے دم تک راہ حق سے سرمو انحراف نہ کیا۔ یہاں تک کہ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کو ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی مغفرت فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے۔ عزیز و اقارب، خدام اور عقیدت مندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔



[ماہنامہ ندائے شاہی مراد آباد انڈیا، اپریل ۲۰۰۴ء]

عقیدہ میں تصلب، نظریہ کی پختگی

۱۰

ج سے تین چار روز قبل ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ احقر حرم شریف سے نماز فجر پڑھ کر مدرسہ مولیہ پہنچا تو مولانا مفتی شیر محمد صاحب علوی مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور نے باچشم تریہ افسوس ناک خبر سنا کی کہ پاکستان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے آخری خلیفہ، بقیۃ السلف، قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ کا ابھی کچھ دیر قبل اپنے وطن چکوال ضلع جہلم پاکستان میں وصال ہو گیا ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ عقیدہ میں تصلب، نظریہ کی پختگی، اظہار حق اور صفات صحابہ و سلف صالحین کی عظمت و عقیدت کے معاملہ میں اپنا منفرد مقام رکھتے تھے۔

[تفصیل کے لیے مقالات و مضامین دیکھیں]



[ماہنامہ بینات کراچی، محرم الحرام ۱۴۲۵ھ]

قاضی صاحب راہی عالم آخرت ہو گئے

تحریک خدام اہل سنت کے بانی و امیر، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ قدس سرہ کے تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز، ماہنامہ حق چاریاڑ کے بانی و مدیر، جامعہ تعلیم النساء چکوال کے بانی و مدیر، جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال کے مدیر و مہتمم، جامع مسجد مدنی چکوال کے خطیب، اکابر علماء دیوبند کے سچے جانشین، اسلاف کی روایات کے امین اور وکیل صحابہ، امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب قدس سرہ ۳/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶/ جنوری ۲۰۰۴ء پیر اور منگل کی درمیانی شب صبح پونے پانچ بجے راہی عالم آخرت ہو گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

ان لله ما اعطى وله ما اعطى وكل شئ عنده باجل مسمى.

[تفصیل کے لیے مقالات و مضامین دیکھیں]

[ماہنامہ الطہیر ملتان، مارچ ۲۰۰۴ء]

حق کا ترجمان رخصت ہو گیا

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ.

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے

یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

مولانا محمد علی جوہر مرحوم کا یہ شعر ہمارے دور میں کسی شخصیت کی حق گوئی و بے ہاکی، دینی غیرت و حمیت، تعلق فی الدین اور کسی مصلحت کے بغیر کہ حق کہنے پر صادق آتا ہے۔ تو وہ مناظر اہل سنت وکیل صحابہ، ترجمان مسلک حق حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی شخصیت تھی۔ افسوس کہ حق کا یہ ترجمان ۳/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ، ۲۶/ جنوری ۲۰۰۲ء کو اپنی شعوری زندگی میں تقریباً ستر برس تک حق کی منادی کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

[تفصیل کے لیے مقالات و مضامین دیکھیں]



[ماہنامہ القاسم اکوڑہ ضلع، مارچ ۲۰۰۴ء]

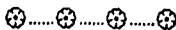
ممتاز عالم دین کا انتقال

ممتاز عالم دین، یادگار اسلاف، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ اجل حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ بھی ۲۶/ جنوری کی صبح کو چکوال میں انتقال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون.

حضرت قاضی صاحب مبرور رضا کے پیکر اور علم و عمل کا مجسم نمونہ تھے۔

[تفصیل کے لیے مقالہ - - و مضامین دیکھیں]



[ماہنامہ نصرۃ العلوم کوہرانوالہ، مارچ ۲۰۰۴ء]

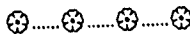
موت العالم موت العالم کا مصداق

۳/دی الحجہ ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۶ جنوری ۲۰۰۲ء بروز سوموار صبح ہی صبح بذریعہ ٹیلی فون پہ دل فگار خبر مئی کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ انتقال فرما گئے ہیں۔ بے ساختہ زبان سے انا اللہ وانا الیہ راجعون کا ورد جاری ہوا۔ قلم الرجال کے اس دور میں قاضی صاحب رحمۃ اللہ اور ان جیسی نابغہ روزگار ہستیوں کا یکے بعد دیگرے اٹھ جانا یقیناً موت العالم موت العالم کا مصداق اور علامات قیامت کا پے در پے اظہار ہے۔ [تفصیل کے لیے مقالات و مضامین دیکھیں]

[ماہنامہ خلافت راشدہ فیصل آباد، مارچ ۲۰۰۴ء]

عقیدہ اور مسلک میں فولادی چٹان

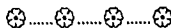
جس طرح حضرت والا رحمۃ اللہ طبیعت کے انتہائی نرم، مشفق، مہربان، سادگی و تقویٰ کے پیکر اور حد درجہ مہمان نواز تھے۔ ویسے ہی عقیدے اور مسلک کے اعتبار سے فولادی چٹان تھے۔ انہوں، بیگانوں کی پرواہ کیے بغیر لگی لپٹی کے بیان کرنا حضرت والا کا عمر بھر و طیرہ رہا۔ بعض معاصرین کا خیال ہے کہ حضرت والا اپنے موقف کے اعتبار سے انتہائی سخت تھے۔ لیکن صاحب فراست لوگ جانتے ہیں کہ نفس پرستی اور مصلحت پسندی کے اس دور میں جب کہ ہر طرف خاص و عام حقیقت حال بیان کرنے سے عاری اور اظہار حق و صداقت سے چشم پوشی اختیار کر کے مصلحت کی منقش چادر کا سہارا لیے ہو ہیں۔ ان حالات میں وہ مرد قلندر عقیدہ اور مسلک کے دفاع میں سخت موقف اپنائے ہوئے یقیناً حق بجانب تھا۔ مگر نہ مسلک کا دفاع خطرہ سے خالی نہ تھا۔ [تفصیل کے لیے مقالات و مضامین دیکھیں]



[ماہنامہ الہدیٰ ہرنولس، جنوری، فروری ۲۰۰۴ء]

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

قانون خداوندی ہے کل من علیہا فان (الایۃ) ہم خدام اہل سنت کے لیے آخری سہارا، امیر مرکزیہ بانی تحریک خدام اہل سنت، شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان میں آخری نشانی اور خلیفہ مجاز، ہمارے پیرومرشد و مربی، یادگار سلف، قدوة الاولیاء، وکیل صحابہؓ، جہان اہل سنت، محافظ مسلک علماء دیوبند، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہم سے جدا ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون.....



[ماہنامہ النصیحة چارسدہ، اپریل ۲۰۰۴ء]

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز رخصت ہو گئے

سال عیسوی کی ابتداء اور سال ہجری کے آخری ایام میں یعنی ۳/ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کو دارالعلوم دیوبند کے بایہ ناز فرزند، ختم نبوت کے سرخیل، قائل رشک منصف، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد خاص اور خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔

ان اللہ وانا الیہ راجعون

زبان پہ یا خدایا یہ کس کا نام آیا

کہ نطق نے بوسے لیے میری زبان سے

[تفصیل کے لیے مقالات و مضامین دیکھیں]

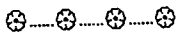


[روزنامہ اسلام، راولپنڈی، ۲۷ جنوری ۲۰۰۴]

تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے امیر مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ انتقال کر گئے۔

تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے امیر، مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز، بانی و مجتہد جامعہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال حضرت مولانا قاضی مظہر حسین کو گزشتہ روز ان کے آبائی گاؤں میں ضلع چکوال میں ہزاروں لشکراں آنکھوں کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مولانا قاضی مظہر حسین کا ۹۰ سال کی عمر میں ۲۶ جنوری کو صبح سحری کے وقت انتقال ہو گیا تھا۔ قاضی مظہر حسین نے نصف صدی سے زائد عرصہ دعوت و تبلیغ، تصنیف و تدریس اور مناظرہ و تحقیق کے ذریعے اہل سنت کی ترجمانی کی۔ مولانا قاضی مظہر حسین کا جنازہ دن ۲ بجے مدنی جامع مسجد چکوال سے اٹھا۔ نماز جنازہ کالج گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے تقریباً ۳۰ ہزار افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ مشہور عالم دین مولانا قاضی عبداللطیف صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا قاری خبیب احمد عمر نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں میانوالی، گوجرانوالہ، کراچی، اسلام آباد، راولپنڈی، گجرات، لاہور، جہلم، میرپور آزاد کشمیر، انک، پشاور اور ملک کے دیگر علاقوں سے علماء و مشائخ طلباء اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ نماز جنازہ کے بعد جسد خاکی ہمیں لے جایا گیا۔ جہاں دوسرے جنازہ کے بعد مولانا قاضی مظہر حسین کو ان کے آبائی قبرستان میں اپنے والد مولانا کرم دین دیر رحمہ اللہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔



[روزنامہ جنگ راولپنڈی اسلام آباد، ۲۷ جنوری ۲۰۰۴ء]

خدام اہل سنت کے امیر قاضی مظہر حسین انتقال کر گئے

چکوال (نمائندہ جنگ) تحریک خدام اہل سنت کے امیر قاضی مظہر حسین مختصر عیالات کے بعد انتقال کر گئے۔ مرحوم کی عمر ۹۰ برس تھی۔ ان کا شمار برصغیر کے چند بڑے علماء میں ہوتا تھا۔ ان کی نماز جنازہ

گورنمنٹ کالج گراؤڈ میں ادا کی گئی۔ جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ انہیں آبائی گاؤں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

.....

[روزنامہ اساس راولپنڈی، ۲۷ جنوری ۲۰۰۴ء]

تحریک خدام اہل سنت کے امیر کا انتقال

مختصر علالت کے بعد تحریک خدام اہل سنت کے امیر قاضی مظہر حسین انتقال کر گئے۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کا شمار برصغیر کے چند بڑے علماء میں ہوتا تھا۔ نماز جنازہ گورنمنٹ کالج چکوال میں ادا کی گئی۔ جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ موضع میں والد گرامی مولانا کریم الدین کے پہلو میں شام ۶ بجے سپرد خاک کر دیئے گئے۔

.....

[روزنامہ خبریں اسلام آباد، ۲۷ جنوری ۲۰۰۴ء]

مولانا قاضی مظہر حسین انتقال کر گئے

ممتاز عالم دین، امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان گزشتہ روز انتقال کر گئے۔ ان کی عمر تقریباً ۹۳ برس تھی۔ ان کی نماز جنازہ گورنمنٹ کالج کے وسیع و عریض گراؤڈ میں ادا کی گئی۔ آپ ۱۹۱۳ء کو ضلع چکوال میں پیدا ہوئے اور دارالعلوم دیوبند مولانا حسین احمد مدنی پٹیل اور دیگر مشائخ سے فیض حاصل کیا۔

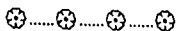
.....

[روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی، اسلام آباد، ۲۷ جنوری ۲۰۰۴ء]

تحریک خدام اہل سنت کے امیر کا انتقال کر گئے

مرحوم کی عمر تقریباً ۹۰ برس تھی اور ان کا شمار برصغیر کے چند بڑے علماء کرام میں ہوتا تھا۔ نماز جنازہ

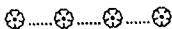
میں ۳۰ ہزار افراد نے شرکت کی۔ بعد ازاں انہیں آبائی گاؤں بھیں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔



[روزنامہ اوصاف اسلام آباد، ۲۷ جنوری ۲۰۰۴ء]

تحریک خدام کے امیر قاضی مظہر حسین کا انتقال

تحریک خدام اہل سنت کے امیر قاضی مظہر حسین مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ جن کا شمار برصغیر کے چند بڑے علماء کرام میں ہوتا تھا۔ نماز جنازہ پہلے گورنمنٹ کالج چکوال کے گراؤنڈ بعد ازاں آبائی گاؤں بھیں ادا کیا گیا۔ ایس ایس پی چوہدری محمد زمان لنگڑیال نے چکوال کے نماز جنازہ میں خود بھی شرکت کی۔ اور خاتمی اقدامات کا جائزہ لیتے رہے۔



[روزنامہ اسلام کالم (۱) تحریر: مولانا زاہد الراشدی]

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ چند یادیں

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب پاکستان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری خلفاء میں سے تھے اور ان کے بعد ہمارے علم کے مطابق پاکستان میں اب ایسے کوئی بزرگ باقی نہیں رہے جنہیں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے روحانی سلسلہ میں خلافت سے نوازا ہو۔ بنگلہ دیش میں دو تین بزرگ ابھی موجود ہیں جن میں سے ایک بزرگ حضرت مولانا عبدالحق صاحب آف درگاہ پور ضلع سونا منج کا میں ایک کالم میں تذکرہ کر چکا ہوں۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین ۱۹۱۴ء کے دوران ضلع چکوال کے گاؤں بھیں میں پیدا ہوئے۔ عیسوی حساب سے شمار کیا جائے تو وفات کے وقت ان کی عمر نوے برس بنتی ہے لیکن اگر جبری سن کا اعتبار کیا جائے تو دواڑہائی برس بڑھ جائیں گے اور ان کی عمر ترانوے برس شمار ہوگی۔

حضرت قاضی صاحب کے والد محترم حضرت مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے بڑے علماء میں سے تھے اور ان کی شہرت دور دراز تک تھی۔ انہوں نے قادیانیت اور روافض کے خلاف اہل سنت

کے موقف کے دفاع میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ قادیانیوں کے ساتھ ان کی عدالتی معرکہ آرائی ”تازیانہ ہجرت“ کے نام سے چھپ چکی ہے جب کہ ردّ ووافض پر ان کی معرکہ الآراء کتاب ”آفتاب ہدایت“ نے خاصی شہرت حاصل کی ہے وہ اپنے دور کے معروف مناظر اور واعظ تھے اور انہوں نے بہت سے مناظروں اور مباحثوں میں حصہ لیا۔ مولانا قاضی مظہر حسین نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ گورنمنٹ ہائی سکول پکوال سے ۱۹۲۸ء میں میٹرک کیا۔ اس کے بعد دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں درس نظامی کی تعلیم پائی اور ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا اعجاز علی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا تاجیر مبارک شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر ہیں۔

میرے والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کاسن ولادت بھی ۱۹۱۴ء ہے جب کہ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں دروۃ حدیث ۱۹۴۱ء میں کیا ہے اور ان کے بخاری شریف کے استاذ بھی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب، حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہم کا دینی، تعلیمی اور مسلکی امور میں ابتداء سے ہی ساتھ رہا۔ تینوں فضلاء نے دیوبند تھے اور حضرت مدنی کے شاگرد تھے۔ اس لیے ذوق و مشرب مشترک تھا اور علماء دیوبند کے مسلک کی ترویج اور دینی تعلیمات کے فروغ کے لیے تینوں بزرگوں کا باہمی تعاون و اعتماد اشتراک و رابطہ اس حد تک آگے بڑھا کہ خاندانی تعلقات اور رشتہ داریاں بھی قائم ہو گئیں۔ میرے چھوٹے بھائی مولانا عبدالحق خان بشیر جو گجرات کی مسجد امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خطیب ہیں۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے داماد ہیں جب کہ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند مولانا قاری خلیب احمد عمر جو ان کے جانشین بھی ہیں میرے بہنوئی ہیں۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند مولانا قاضی ظہور حسین صاحب اور مولانا قاری خلیب احمد عمر مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے فاضل اور والد محترم مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے شاگرد ہیں۔

اس طرح مسلکی رفاقت اور تعلیمی ربط و مشاورت نے تینوں خاندانوں کو باہمی رشتوں سے منسلک کر دیا اور بحمد اللہ تعالیٰ یہ باہمی ربط و اعتماد مسلسل آگے بڑھ رہا ہے۔

ہمارے طالب علمی کے دور میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ اکثر مدرسہ نصرۃ العلوم کو جرائدِ اولیٰ میں تشریف لایا کرتے تھے اور ہمیں ان کی صحبت سے فیض اٹھانے کا موقع ملتا کرتا تھا بلکہ مجھے اپنی تربیت و اصلاح میں بھی ان سے بہت استفادہ کا موقع ملا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا تذکرہ مناسب ہوگا.....

طالب علمی کے ابتدائی ایام میں ”صاحبزادگی“ کے جراثیم چند برس تک میرے دماغ پر بھی مسلط رہے۔ میرے کپڑے عام درزی سے نہیں ملتے تھے۔ استری کیے بغیر رومال کندھے پر رکھنے کا روادار نہیں ہوتا تھا، نمائشی چشمہ ہر وقت آنکھوں پر ہوتا تھا، سر پر قرآنی اور ہاتھ میں چمڑی کا کلف بھی پال رکھا تھا۔ دوسری طرف تحریر و تقریر اور تنظیمی کاموں کا ذوق بھی تھا۔ مدرسہ نصرۃ العلوم میں طلبہ کی پہلی یونین ۱۹۶۳ء میں بنی تھی۔ جس کے صدر مولانا سید عطاء اللہ شاہ شیرازی رحمہ اللہ تھے۔ جو نصرۃ العلوم کے فاضل ہوئے اور مدرسہ کے سکول میں ایک عرصہ تک ٹیچر رہنے کے بعد گزشتہ سال وفات پا گئے ہیں۔ میں اس یونین کا سیکرٹری تھا۔ ہم ہر جمعرات کو عشاء کے بعد طلبہ کے اجتماع کر کے تقریریں کیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ جمعرات کو ہمارے ہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ ہم نے ان سے طلبہ کے ہفتہ وار اجلاس میں شرکت کی درخواست کی جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ میں نے اس محفل میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کی جدوجہد کے حوالہ سے تقریر کی دوسرے روز صبح ناشتہ کے وقت میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ انہوں نے رات کی میری تقریر کا ذکر چھیڑ دیا اور تعریف کی کہ.....

”تمہارا ذوق اچھا ہے لیکن ساتھ میرے لباس اور ہیئت کذائیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ ایسے نہیں رہتے تھے۔“

قاضی صاحب نے یہ جملہ کچھ اس انداز سے کہا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے دل سے کوئی چیز نکل کر اڑ گئی ہے اور اس کے بعد سے آج تک میری صورت حال یہ ہے کہ گھروالے اپنی طرف سے ہر طرح کے تکلفات کا اہتمام کرتے ہیں لیکن میرے دل میں بحمد اللہ کبھی کسی تکلف کا داعیہ پیدا نہیں ہوا اور صاحبزادگی کا وہ بت جو میرے قلب و دماغ میں اس سے قبل خاصی جگہ گیر رہا ہوا تھا اس مرد درویش کی ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ ہو گیا۔ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان میں میری عملی سرگرمیوں کا آغاز ہوا تو حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبداللطیف جلمی رحمہ اللہ دونوں بزرگ جمیعت میں

شامل تھے اور جمعیت کے اہم رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔ بعد میں دونوں بزرگ یکے بعد دیگرے جمعیت سے الگ ہو گئے اور جمعیت کی سیاسی پالیسیوں کے ساتھ ان کا بعد بڑھتا گیا جبکہ میں جمعیت کی پالیسیوں کے ساتھ مسلسل پیش رفت کی حالت میں تھا لیکن اس کے باوجود میری نیاز مندی اور ان کی شفقت میں کبھی کمی نہیں آئی۔ میں کبھی کبھی زیارت اور دعاء کے لیے حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا اور مجھے اس بات کا ڈر بھی ہوتا تھا کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرا کوئی نہ کوئی بیان سنبھال رکھا ہوگا جس پر مجھ سے جواب طلبی ہو سکتی ہے اور اکثر ایسا ہو جاتا تھا۔ ان کے ریکارڈ میں سے میرا کوئی بیان یا تحریر ملاقات کے وقت اچانک نکل آتی اور مجھے اس کی وضاحت کرنا پڑتی۔ بزرگوں کے حوالہ سے میرا معمول یہ ہے کہ بحث سے گریز کرتا ہوں اگر ایک آدھ مرتبہ کی وضاحت سے غلط فہمی دور کر سکوں تو کوشش کر لیتا ہوں لیکن اگر اس سے بات نہ بنے تو خاموشی سے ان کی بات سنتا رہتا ہوں اور اسے ان کی شفقت اور محبت کے باعث ان کا حق سمجھتا ہوں۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی میرا معاملہ ایسا ہی تھا۔ ان کی خدمت میں حاضری پر میں بہت کچھ سنتا تھا اور کچھ نہ کچھ عرض بھی کر دیا کرتا تھا۔ ہمیشہ شفقت فرماتے، دعاؤں اور نصیحتوں سے نوازتے اور ایمان و زندگی کی حفاظت کے لیے وظائف کی تلقین بھی فرماتے تھے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد دین کے ہر شعبے میں تھی لیکن دو باتوں کو ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی اور ان کی تنگ و دو کا اکثر و بیشتر حصہ انہی دو امور کے گرد گھومتا تھا، ایک اہل سنت کے مذہب و عقائد کی ترویج اور دوسرا علماء دیوبند کے مسلک کا تحفظ، ان دو حوالوں سے وہ کسی مصلحت یا چپک کے روادار نہیں تھے اور کسی کو رعایت دینے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ ان کے نزدیک عقائد اور ان کی تعبیرات کے باب میں اکابر علماء دیوبند کی تصریحات ہی فائل اتھارٹی کی حیثیت رکھتی تھیں کسی بھی حلقہ یا شخصیت کی طرف سے اس سے ہٹ کر کوئی بات سامنے آتی تو کسی جھجک کے بغیر اس کی تردید کر دیتے تھے اور اس معاملہ میں ان کے ہاں کوئی ترجیحات یا پروٹوکول نہیں تھا۔ ایک بار انہوں نے مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ان کی کسی تقریر یا تحریر پر گرفت کرتے ہوئے ایک پمفلٹ شائع کر دیا اس کے بعد کسی مرحلہ پر میری ان کے ہاں حاضری ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ حضرت ضیاء الرحمن فاروقی یا میرے جیسے لوگوں کے خلاف آپ پمفلٹ شائع نہ کیا کریں۔ ہم آپ کے بچے ہیں ہماری کسی بات میں غلطی دیکھیں تو خود بلا کر ڈانٹ دیا کریں، سمجھا دیا کریں۔ ہم اس سطح کے لوگ نہیں ہیں کہ آپ ہمیں اپنے

خلاف حریف بنائیں یہ آپ کی شخصیت اور مقام کے خلاف ہے اس کے جواب میں انہوں نے ایک جملہ فرمایا جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا کہ

”میں اپنی شخصیت کو دیکھوں یا منک کی حفاظت کروں“

آج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین بیٹہ ہم سے رخصت ہو گئے ہیں تو میں اس حوالہ سے بھی غمزہ بنوں کہ اب ہم سے جواب طلبی کرنے والا کون ہوگا؟ ہماری غلطیاں کون نکالا کرے گا، اور کس کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت ہمارے دل میں ڈر ہوگا کہ فلاں بات کے بارے میں اگر انہوں نے پوچھ لیا تو ہم کیا جواب دیں گے؟ اللہ تعالیٰ اپنی جوار رحمت میں ان کے درجات بلند سے بلند فرمائیں اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دیں، آمین یا رب العالمین۔



[روزنامہ اسلام کالم (۲).....تحریر مولانا محمد ازہر]

وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم کی رحلت

قطب الرجال کے اس دور میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے خلیفہ ارشد اور تحریک خدام اہل سنت والجماعت کے بانی و امیر، وکیل صحابہ، ترجمان مسلک حق مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ بھی تمام علمی، دینی مکتوں کو انفرادہ چھوڑ کر ۳ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کی صبح کو سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ (انا لله وانا الیہ راجعون)

قاضی صاحب کی رحلت سے اس تاریخی میں مزید اضافہ ہو گیا جو علم و فضل، زہد و تقویٰ اور شریعت و طریقت کی جامع شخصیات کی جدائی کے باعث دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اور دور دور تک روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ ہمارے اس دور کا بہت بڑا المیہ ہے کہ دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والی ایسی شخصیات جنہیں اپنے اخلاص و للہیت، رسوخ فی العلم اور استقامت کی وجہ سے مرجع کا درجہ حاصل ہے، کی جدائی کے بعد ان کی جگہ لینے والا کوئی نہیں ہوتا، ہر جانے والا اپنے بعد ایک مہیب خلاء چھوڑ کر جا رہا ہے جس کے بظاہر پر ہونے کے اثرات کہیں نظر نہیں آتے۔ یہ صورتحال ہمارے علمی و عملی مستقبل کے لیے شدید خطرے کی گھنٹی ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے علم و عمل، زہد و ورع، تقویٰ و تدین، اخلاص و عزیمت، صبر و استقامت، فضل و کمال، جرأت و حق گوئی، اتباع سنت اور فوق العادت صفات و کمالات کا حامل جو

جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم اگرچہ خود کو علماء دینو بند کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے تاہم ان کی جماعت کو اہل سنت والجماعت ہی کا گروہ سمجھا جاتا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ مودودی صاحب بہت سے عقائد و مسائل میں انفرادی رائے رکھتے تھے جو مسلک اہل سنت والجماعت کے مطابق نہیں تھی۔ قاضی صاحب نے اس موضوع پر مستقل کتاب تالیف فرمائی اور ان اصول و عقائد اور مسائل کی نشاندہی کی جو مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں، بالخصوص مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام اور خلفاء و اصحاب رسول ﷺ کے معیار حق ہونے کے بارے میں مودودی صاحب کی فکری لغزش کا علمی و تحقیقی تعاقب کیا اور یہ واضح کیا کہ یہ سمجھنا یا کہنا کہ داؤد علیہ السلام کے عمل میں خواہش نفس کو دخل تھا، نبوت سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا، یونس علیہ السلام نے فرہر رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی تھیں، نوح علیہ السلام میں جاہلیت کا جذبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے خود غلطیاں کرائی ہیں، ابراہیم علیہ السلام کو تو حید میں شک رہا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے زبان درازی کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد کی خلافت میں ملوکیت آگئی تھی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیاسی اغراض کے لیے کتاب و سنت کی خلاف ورزی کی تھی، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مخلص نہ تھے، احادیث رسول قابل یقین نہیں۔ موجودہ حالات میں چوروں اور زانیوں کو شرعی سزائیں دینا ظلم ہے، غیر ہا عقائد اہل سنت والجماعت کے مسلک کے قطعی خلاف ہیں۔ اس سلسلہ میں قاضی صاحب کو نرمی اور مصلحت جہنی کے مشورے بھی دیئے گئے مگر انہوں نے کسی کا مشورہ قبول نہیں کیا اور تند و تیز ہواؤں میں حق کا چراغ فروزاں رکھا، بلکہ جیسے جیسے دوسرے حلقے مصلحتوں کا شکار ہوتے گئے قاضی صاحب کے موقف میں سختی اور تصلب آتا گیا اور انہوں نے اپنی تحریک اور جدوجہد کا یہ اصول طے کر دیا کہ.....

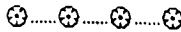
حدی راتیں نرمی خواں چوں محمل راں گراں بنی

قاضی صاحب کا دوسرا نمایاں ترین وصف ان کی فنائیت و تواضع، بے نفسی و انکساری تھا جو درحقیقت تمام اخلاق حمیدہ اور اوصاف حسنہ کا منبع ہے۔ بلاشبہ تواضع اور بے نفسی میں آپ اپنے شیخ و مرشد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کا عکس جہیل تھے۔ اپنے متعلقین، احباب، رفقاء، تلامذہ اور

مریدین سے بھی اس طرح معاملہ فرماتے کہ آپ کی شانِ عبدیت و فنایت صاف جھلکتی، چند سال قبل احقر کو بغرض زیارت و دعا حاضری کا اتفاق ہوا، ضعف و علالت کے باعث ان کی کمر جھک چکی تھی، جسم بھی نحیف و زار تھا۔ علالت کا ضعف اس پر مستزاد تھا، مگر نہایت بٹاشت، خندہ روئی اور شفقت کا معاملہ فرمایا، خیر المدارس اور ماہنامہ ”الخیبر“ کے بارے میں دریافت فرماتے رہے، آخر میں احقر نے دعا کی درخواست کی اور جانے کی اجازت چاہی، اس پر ارشاد فرمایا کہ کھانا کھا کر جائیں۔ میں نے ادب سے معذرت کی مگر وہ گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد بخش و نفیس جھکی کمر کے ساتھ سالن روٹی اٹھائے ہوئے تشریف لائے، انہیں اس حالت میں دیکھ کر سخت ندامت اور صدمہ ہوا کہ میں ان کے لیے تکلیف کا سبب بنا، مگر انہوں نے بڑی محبت سے کھانے کا حکم فرمایا۔ نعمت غیر مستزاد سمجھ کر وہ باہر کھانا کھایا جس کے انواراتِ عرصہ تک محسوس ہوتے رہے۔ ان کی تواضع و فنایت کا یہ نقش ابھی تک دل میں تازہ ہے۔ آخر میں تجدیدِ نعمت کے طور پر عرض ہے کہ تین ہفتے قبل ادارہ خیر المعارف (شاخ خیر المدارس ملتان) کے ایک استاذ اور قاضی صاحب کے مرید قاری احمد یار ان کی خدمت میں گئے تو ان سے مدرسہ کے حالات دریافت فرمائے۔ احقر کے بارے میں ذکر فرمایا ”میں روزنامہ اسلام میں ان کے مضامین پڑھتا رہتا ہوں، اچھا لکھتے ہیں“ قاری صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ فرمایا، اس وقت بھی روزنامہ اسلام آپ کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ قاضی صاحب جیسی خدا رسیدہ اور نمونہ اسلاف ہستی کے یہ الفاظ روزنامہ اسلام اور احقر کے لیے سعادت ہیں۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قاضی صاحب کو اعلیٰ علیین میں مقامِ رفیع عطا فرمائیں، اپنے قربِ خاص سے نوازیں اور انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کی رفاقت نصیب فرمائیں (آمین)

[یکم فروری ۲۰۰۴ء]



[روزنامہ اسلام لاہور کالم (۲) تحریر: حافظ عبد الجبار سلفی]

آہ! حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی رخصت ہو گئے!

مورخہ ۲۶ جنوری بروز سوموار یہ خبر دینی حلقوں پر صاعقہ آسمانی بجلی بن کر گری کہ پاکستان میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے واحد خلیفہ مجاز اکابرین دیوبند کی نشانی رہبرِ کامل و مکمل

سما۔ دیندار بال علم و عمل بکشتن ترقی کے ممکنہ پھول شمشیر اسلام حضرت اقدس مولانا مظلوم حسین ہم سب کو بے آسرا اور تہا مجبور کر دار قافی سے دار بھاء کی طرف اور حقوق سے منہ توڑ کر اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچ گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا

ہمیں سوئے داستان کہتے کہتے

بلاشبہ یہ رواں سال کی ابتداء میں ناقابل تلافی سانحہ ہے موت سے کسی کو انکار یا دستکاری نہیں ہر ایک نے یہاں سے جانا ہے مگر اہد جنت نصیب کرے حضرت قاضی صاحب بیٹھو کو کہ وہ زمانے کو رلا کر بھڑکے۔

راقم الحروف صبح کی نماز کے بعد درس قرآن سے فارغ ہوا تھا کہ محترم قاری دلدار احمد صدیقی نے اچانک یہ خبر سنائی کہ مولانا قاضی مظلوم حسین انتقال فرما گئے۔ یہ خبر سن کر گھڑی بھر کے لیے سکتے کی کیفیت طاری ہو گئی زبان بولنے سے کان سننے سے دل و دماغ سوچے سے اور پاؤں حرکت کرنے سے رک گئے۔ اس کے بعد مکمل تحقیق ہوئی تب بھی دل و دماغ اپنے اندر اس خبر کو جگہ دینے کے لیے تیار نہ تھے بالآخر آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے دل و دماغ سے ندا آئی کہ قیامت قائم ہو گئی کیونکہ حضرت کے وصال کے بعد ہر ایک چیز فضول ٹک رہی تھی۔

”قاضی مظلوم حسین“ محض ایک شخص کا نام نہیں تھا یقیناً وہ اپنی ذات میں ”انجمن“ تھے وہ محض ”پھول“ نہیں تھے ”پھولوں“ کا گلشن تھے۔

حضرت قاضی صاحب بیٹھو ۱۹۱۴ء میں چکوال کے ایک گاؤں ”بھیں“ میں پیدا ہوئے تھے۔ (حضرت بیٹھو کے مفصل حالات ہم نے روزنامہ اسلام ادببر کے شمارے میں درج کر دیئے ہیں) مختلف مراکز سے علم حاصل کرنے کے بعد آپ مایہ ناز علمی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور مولانا سید حسین احمد مدنی بیٹھو سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دل میں حضرت مدنی بیٹھو کی بے حد عقیدت تھی۔ راقم الحروف نے حضرت بیٹھو کی محفل میں بیٹھ کر خود سنا تھا کہ حضرت مدنی بیٹھو کا درس سن کر دل و دل جایا کرتے تھے۔

والہی آئے اور آپ ہمہ تن خدمت دین میں مصروف ہو گئے دینی مدارس کا جال بچھایا اور جمعیت

علماء اسلام پنجاب کے امیر مقرر ہوئے مولانا مفتی محمود علی اور مولانا غلام محسن جبراء دی تھے آپ بہت احباب رکھتے تھے۔

حضرت قاضی صاحب علیہ السلام کے دل میں صحابہ کرام علیہ السلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ فرماتے تھے کہ صحابہؓ نبوت کے جتنی گواہ ہیں اگر صحابہؓ کو ایمان نہ دی گئی تو پھر بے دین سے ایمان دینا ہمارے گناہ۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مفتی صاحب علیہ السلام نے سیاسی طور پر ایسے لوگوں سے "اشتراک" کیا جو صحابہ کرام علیہ السلام پر تنقید کرتے تھے تو حضرت قاضی صاحب علیہ السلام نے دلبرداشتہ ہو کر ہمیت علماء اسلام سے استعفیٰ دیدیا حالانکہ مفتی محمود علیہ السلام کا فیصلہ غلوں پر مبنی تھا اور حضرت مفتی محمود علیہ السلام بھی صحابہؓ کے پروانے تھے مگر قاضی صاحب علیہ السلام قوی اشتراک کو بھی برداشت نہ کر سکے۔ یہاں سے آپ کی احمیات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج کل اکثر آدمی "شہرت" کے مریض ہیں، خود کو "لہایاں" کرنے کے لیے وہ کتنے "پاپڑ بیٹے" ہیں، فہمدوں کا لالچ ہوتا ہے مگر حضرت مرحوم علیہ السلام کے دل کے اندر ان "قانی" ہیزوں کی کوئی قدر نہ تھی۔

قاضی صاحب علیہ السلام کی کس کس ادا کا ذکر کیا جائے گا، وہ بڑے عظیم انسان تھے اور پوری عظمت کے ساتھ زندگی گزار کر "سوئے عقبتی" روانہ ہو گئے۔

کسی کی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر وہ مسلک حق کی وکالت کرتے تھے، فتنہ سہایت، فتنہ منکرین حدیث، فتنہ پرویزیت، فتنہ ممانیت، فتنہ مرزائیت کے خلاف انہوں نے جو روشن کارنامے سر انجام دیئے رہتی دنیا تک وہ یاد رہیں گے۔

حضرت ہر خاص و عام میں مقبول تھے یہی وجہ ہے کہ جب آپ کا جنازہ اٹھا تو ہر آنکھ اشکبار تھی، جنازے میں "تا حد نگاہ انسان ہی انسان تھے" علماء و طلباء، امراء و غریبا، ڈاکٹر و وکلاء، غرضیکہ ہر طبقہ کے لوگ آپ کے جنازے میں نظر آ رہے تھے۔ حق چار یاڑ کے نعروں کی گونج میں آپ کی میت کو گورنمنٹ کالج چکوال لایا گیا یہاں پر آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا قاضی غیب احمد عمر نے پڑھائی، بعد ازاں آپ کو اپنے آبائی گاؤں "بھیں" لے جایا گیا یہاں پر دوسری نماز جنازہ ہوئی اور پھر ہزاروں آہوں اور سسکیوں میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

[روزنامہ چکوال نامہ، کالم (۱)..... تحریر: جاوید اقبال ملک]

تاریخ ساز شخصیت..... قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی فاضل دارالعلوم دیوبند تھے۔ آپ اکتوبر ۱۹۱۴ء بمطابق ۱۰ ذی الحج ۱۳۳۳ھ بمقام ہمیں ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نے ابتدائی عربی، فارسی، قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم والد ماجد حضرت مولانا کرم الدین صاحب سے حاصل کی۔ اور ساتھ ساتھ دنیاوی علوم میں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک کیا۔ اس کے بعد دو سال تک گورنمنٹ پرائمری سکول ہمیں میں بچوں کو تعلیم دینے کے بعد اشاعت اسلام کالج لاہور میں داخلہ لیا اور دو سال تک ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۴ء میں اس ادارے میں تعلیم حاصل کی اور پنجاب یونیورسٹی میں فاضل عربی کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کر کے کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد دینی علوم و فنون کی تکمیل کے لیے جامعہ عزیز یہ بھیجے میں داخل ہوئے اور علوم و فنون پڑھے اور ۱۹۳۶ء اور ۱۹۳۷ء میں دارالعلوم عزیز یہ بھیجے سے موقوف تک پڑھنے کے بعد ۱۹۳۸ء تا ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب استاد الحدیث دیوبند اور دوسرے بڑے بڑے مشائخ دیوبند علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت علامہ اعزاز علی صاحب اور حضرت مولانا پیر مبارک صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے فیض حاصل کیا۔ اور تادم آخر مختلف دینی محاذوں پر قابل قدر خدمات انجام دیتے رہے۔

حضرت قبلہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پسماندگان میں ایک بیٹا (قاضی ظہورالحسین صاحب) اور چھ بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ قاضی ظہورالحسین صاحب اب حضرت قبلہ کی وصیت کے مطابق تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان کے امیر ہیں اور بہت ہی اعلیٰ پائے کے عالم و فاضل اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک ہیں۔

میں اکثر سوچتا ہوں کہ ہمارے جیسے لوگ یوں ہی دنیا میں آتے ہیں اور وقت ضائع کر کے چلے جاتے ہیں ایک یہ شخص تھا کہ ایک تحریک تھا جس نے اپنی ساری زندگی ایک جہد مسلسل میں گزاری اور حقیقت تو یہ ہے کہ اپنا نام امر کر گیا۔

نئی بات ہے کہ کچھ جنازے استعواب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کہ خلق خدا اپنے خدا کے سامنے جانے والے کے بارے میں کیا شہادت پیش کرتی ہے۔ چکوال شہر نے جو مکر ۲۶ جنوری ۲۰۰۲ء کو وکیل صاحبہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین کی نماز جنازہ کا دیکھا وہ ایک حوامی استعواب سے کم نہ تھا۔ بھون ہونک سے کانٹا کراؤ تک لوگ ہی لوگ تھے پولیس کی ہماری نفری چو کس تھی یقیناً اتنے بڑے جھوم کو کنٹرول کرنا یہی مہارت کا کام ہے۔ بالکل اسی طرح حضرت قبلہ کے آبائی گاؤں بھیں میں لوگوں کی کثیر تعداد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی مغفرت کرے اور ان کے بیٹے حضرت مولانا قاضی محمد ظہور احسین صاحب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

قابل ستائش:

حضرت قاضی صاحب کے جنازے کے موقع پر لوگوں کی کثیر تعداد کو کامیابی سے کنٹرول کرنے پر یقیناً ایس ایس پی چکوال چوہدری خان زمان لکڑیال، اے ایس پی چکوال اشفاق احمد صاحب اور دیگر پولیس کے اہلکار، ٹریک پولیس اور ضلعی حکومت مبارکباد کی مستحق ہے۔

[یکم فروری ۲۰۰۲ء]



[روزنامہ چکوال نامہ کالم (۲) (تحریر: ابن یوسف)]

موتُ العالم، موتُ العالم

جب میں نے ہوش سنبالا تو میرے آبائی گاؤں جمائلا تحصیل تلہ گنگ میں دوروزہ سالانہ سنی کانفرنس منعقد ہوتی تھی۔ ہر سال جولائی کے مہینے میں اس کانفرنس کے انعقاد سے قبل اس کے اشتہارات پورے علاقے میں دیواروں پر چسپاں کئے جاتے تھے۔ جن پر نمایاں حروف میں ایک عظیم مذہبی شخصیت کا نام لکھا ہوتا تھا اور پھر سنی کانفرنس کے شروع ہونے پر ایک دیگن کو جس پر تحریک خدام اہل سنت والجماعت کا پرچم لگا ہوا ہوتا تھا۔ مسجد بن والی کے سایہ دار پمپل کے درختوں کے نیچے پہنچے ہی سارا مجمع لپک کر گھیر لیتا تھا۔ جس کی فرنٹ سیٹ پر ایک بزرگ شخصیت سے ملنے کے لیے ہر شخص بے تاب ہوتا تھا۔

میں نے بھی انہی کانفرنسوں کے دوران اس عظیم شخصیت کو دیکھا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس شخصیت کے ساتھ میری عقیدت بڑھتی چلی گئی۔ یہ عظیم شخصیت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی تھی۔ جنہوں نے آخری وقت تک اس سالانہ سنی کانفرنس کی سرپرستی فرمائی اور سرزمین تلہ منگ کے عوام کو دینی مسائل و علوم سے آگاہ کیا۔ جس کے نتیجے میں آج میرے گاؤں سمیت پوری تحصیل تلہ منگ میں اس شخصیت کے چاہنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ اور یہ ہزاروں لوگ گذشتہ روز اپنے عظیم قائد و مبلغ کی وفات پر دل گرفتہ تھے اور اس روز ہر شخص ان کے جنازے میں شرکت کے لیے چکوال کی طرف رواں دواں تھا۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے مرکزی امیر اور متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل مولانا فضل الرحمن کی چکوال آمد کے موقع پر مجھے ان کے ہمراہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین کے ہاں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس موقع پر جے یو آئی پنجاب کے امیر مولانا محمد عبداللہ اور دیگر اکابرین بھی ہمراہ تھے۔ ہم سب لوگ ملاقات کے لیے مدنی جامع مسجد کے عقب میں واقع حضرت مولانا قاضی مظہر حسین کی رہائش گاہ پر پہنچے تو ان کے مریدین اور عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد پہلے ہی وہاں موجود تھی۔ ہمیں ایک بیٹھک میں بٹھایا گیا۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین شدید علالت کے باعث بیٹھک کے اندر ایک کمرے میں موجود تھے۔ جس کے تنگ ہونے کے باعث ہمیں صرف ان کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی جب کہ مولانا فضل الرحمن اور دیگر مہمانوں نے چالیس منٹ تک حضرت مولانا قاضی مظہر حسین سے ملاقات کی۔ اس موقع پر مولانا فضل الرحمن نے قاضی مظہر حسین سے درخواست کی کہ وہ ہماری رہنمائی کے ساتھ ساتھ ماضی کی طرح جے یو آئی پر اپنا دست شفقت رکھیں۔ اس کے جواب میں قاضی مظہر حسین نے فرمایا کہ اللہ رب العزت آپ کو دین کی خدمت کی توفیق دے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اس آخری ملاقات سے قبل اپنی زندگی میں مجھے سینکڑوں مرتبہ اس عظیم مذہبی شخصیت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور میں نے ہر مرتبہ انہیں بے حد شفیق اور مہربان پایا۔

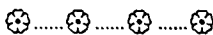
۱۹۹۱ء کے بلدیاتی انتخابات کے موقع پر میں نے روزنامہ جنگ کے اپنے ایک کالم میں ضلع چکوال کے اندر سیاسی حوالے سے تحریک خدام اہل سنت والجماعت کی سیاسی پوزیشن کا جائزہ لیتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ اس جماعت کو بھی عملی سیاست میں آنا چاہیے۔ اس کالم کی اشاعت کے چند ہفتے بعد حضرت

مولانا قاضی مظہر حسین سے جہانلہ میں ایک تفصیلی ملاقات ہوئی جس میں میرے سیاسی تجزیے کے حوالے سے حضرت نے اتفاق کرتے ہوئے یہ عندیہ دیا کہ اس مرتبہ جماعت کچھ علاقوں میں اپنے حمایت یافتہ امیدوار سامنے لائے گی اور پھر انتخابی عمل میں تحریک خدام اہل سنت والجماعت کے حمایت یافتہ متعدد امیدوار کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ تاہم ان انتخابات میں پہلی مرتبہ تحریک خدام اہل سنت کی اہمیت اور حیثیت ضلع چکوال میں نمایاں طور پر ابھر کر سامنے آئی۔ اسی اثناء میں ایک مرتبہ اس وقت کے ایم۔ این۔ اے راجہ محمد افسر مرحوم نے اسلام آباد میں ملاقات کے دوران حضرت مولانا قاضی مظہر حسین سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ جس کے نتیجے میں میں نے چکوال آ کر حضرت سے رابطہ کیا تو انہوں نے کمال مہربانی کرتے ہوئے راجہ محمد افسر ایم۔ این۔ اے سے ملاقات کی۔ جس میں راجہ محمد افسر نے زکوٰۃ کے مسئلے پر حضرت سے مفید معلومات حاصل کیں اور یہ ملاقات کرانے پر راجہ محمد افسر مرحوم ہمیشہ میرے ممنون رہے اور جب بھی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت سے ملاقات کا تذکرہ کیا کہ اس کے نتیجے میں مجھے دینی علوم بالخصوص زکوٰۃ کے معاملات پر بے حد مفید معلومات حاصل ہوئیں۔ اپنی چالیس سالہ قربت کے دوران میں نے محسوس کیا کہ حضرت مزاج کے حوالے سے جتنے نرم اور حلیم تھے۔ دین اور فقہ کے معاملے میں ان کا موقف اتنا ہی سخت تھا اور وہ دینی علوم کے معاملے میں لچک کے قائل نہیں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دینی مسائل پر انہوں نے کبھی لچک کا مظاہرہ نہیں کیا جس کے نتیجے میں ان کے اکثر علماء کرام سے اختلاف بھی کرتے رہے۔ اکثر مواقع پر بات چیت کے دوران وہ سیاست سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین آج ہمارے درمیان نہیں لیکن ان کی جلالتی ہوئی شمع ہمیشہ روشن رہے گی۔ ان کے ہزاروں شاگرد اور درجنوں تصانیف مدتوں تک ان کے مریدین اور عقیدت مندوں کے لیے روشنی کا چراغ بن کر انہیں اپنی تابناکیوں سے منور کرتی رہے گی۔



اخبارات آزاد کشمیر

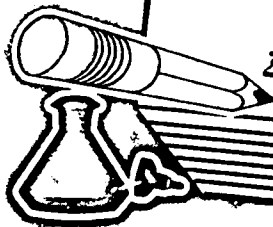
مدرسہ عربیہ قاسم العلوم نعمان پورہ کے ناظم مولانا قاری محمد انور نے مجاہد آزادی شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی کے پاکستان میں آخری خلیفہ مولانا قاضی مظہر حسین آف چکوال کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی موت سے پاکستان کے دینی علمی اور روحانی حلقوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ مولانا قاری محمد انور نے کہا کہ مرحوم مسلک اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی کے مینارہ نور تھے۔ جنہوں نے آخری دم تک مسلک حق کی حفاظت کی اور باطل فرقوں کی سرکوبی کے لیے اپنی پوری توانائیاں خرچ کی ہیں۔ جن کے ہزاروں شاگرد اور مرید اس وقت ملک و بیرون ملک میں اپنے مشن کی تعلیم و تدریس میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم نے اس دور کے سب سے بڑے فتنہ مودودیت کو بے نقاب کرنے میں جو تاریخی اور نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے وہ آنے والی نسلوں کے لیے راہ حق کی راہنمائی کرتا رہے گا۔ حضرت کی وفات پر مدرسہ عربیہ قاسم العلوم نعمان پورہ میں قرآن خوانی کر کے مرحوم کو ایصال ثواب کیا گیا۔



باب 12



مذہب و مسلک کی حفاظت کے لئے مختلف
اخبارات میں کلرینج کی ادائیگی کے چند نمونے



حضرت قائدِ اہل سنتؒ نے فرمایا۔۔۔

آگ کے ساتھ بٹھو تو آگ کا اثر، پانی کے ساتھ پانی کا اثر، ہوا کے ساتھ ہوا کا اثر، خاک کے ساتھ خاک کا اثر، یہ اربعہ عناصر کا اثر ہے، دو چیزیں آپس میں مل جائیں تو ایک کا دوسرے پر اثر ہوتا ہے، تو اللہ کی کائنات میں سب سے بڑی ذات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ تو آپ کی صحبت کا اثر ہو گا یا نہیں؟ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا بھی کوئی اثر ہو گا (حق چار یاؒ اگست 2004ء)



نشانِ نظر

حق چار یاؒ

یا اللہ رو

خلافتِ راشدہ

تاکیداً سنتِ اہل سنت و جماعت
حضرت قاضی مظہر حسین صاحبؒ
مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ



PCO

پروپرائیٹی

حافظ سلطان محمد

سرکال
سائیکل سٹور اینڈ
نوٹسٹار پبلک کال آفس

ٹیلی فون، فیکس کی سہولت 24 گھنٹے
کالنگ کارڈ بھی دستیاب ہیں

بھون چوک
چکوال

[دولنامہ جنگ راولپنڈی، اسلام آباد]

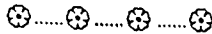
پاکستان میں صرف حنفی فقہ کا نفاذ ہی ہو سکتا ہے

ہر فرقے کے لئے علیحدہ قوانین کا نفاذ ممکن نہیں

چکوال ۳ مارچ (پ ر) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی دامیر اور تحفظ اسلام پارٹی کے رہنما مولانا قاضی مظہر حسین نے ایک بیان میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کے اس بیان کی بھرپور تائید کی کہ ”چونکہ ملک میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے اس لئے پاکستان میں صرف حنفی فقہ کا نفاذ ہوگا اور ملک میں ہر فرقہ کے لئے علیحدہ قوانین کا نفاذ ممکن نہیں“ مولانا نے کہا کہ صدر مملکت کے اس اعلان سے ہمیں خوشی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ چونکہ حنفی سنی قانون اصولی طور پر نظام خلافت راشدہ پر مبنی ہے اس لئے اہل سنت والجماعت کے مطالبہ کے پیش نظر نظام خلافت راشدہ کی اتباع کا اعلان کر کے سنی حنفی فقہ کی بنیاد کا تحفظ کیا جائے۔ مولانا نے کہا کہ دین کی اصل بنیاد کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ ہے سنت سے مراد حضور ﷺ کا وہ طریقہ اور عمل ہے جن کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے یا جن کی ترغیب دی ہے یا جن سے منع نہ کیا ہے۔ سنت رسول کا مفہوم شرعاً بہت وسیع اور جامع ہے اور قرآنی احکام پر عمل کرنے کا صحیح اور کامل نمونہ حضور کی سنت مقدسہ ہے۔ مولانا نے کہا کہ جس طرح حضور کی سنت کتاب اللہ کے علوم و احکام کے حصول کا واسطہ اور ذریعہ ہیں اسی طرح جماعت مصطفیٰ بھی مابعدی امت تک سنت مصطفیٰ کو علمی و عملی ہر حیثیت سے صحیح طور پر پہنچانے کا واحد ذریعہ ہے اگر جماعت مصطفیٰ صحابہ کرام رضوانہ اللہ علیہم اجمعین کو شریعت و سنت کے حصول کے لیے شرعی واسطہ تسلیم نہ کیا جائے تو پھر دین کامل اور شریعت محمدیہ ﷺ کے مکمل طور پر حاصل کرنے کا عالم اسباب میں اور کوئی ذریعہ نہیں اسلامی قانون کے نفاذ اور جاری کرنے اور چلانے کے لئے حضور کی معاون و مددگار یہی مقدس جماعت مصطفیٰ تھی۔ حضور ﷺ کی جماعت جیسی نہ پہلے جماعت ہوئی ہے اور نہ آئندہ پیدا ہوگی۔ نظام مصطفیٰ کا نقشہ ہمیں جماعت مصطفیٰ ہی سے ملا ہے۔ حضور ﷺ کے بعد اسی مقدس جماعت نے حضور ﷺ کے نافذ کردہ اسلامی قانون کے جلوے خلافت راشدہ کے پرچم تلے فتوحات اسلامیہ کے ذریعے ایران، مصر، شام، عراق، افریقہ اور کامل قندھار تک پھیلانے اس لئے اگر ہم دیانتداری سے اسلامی قانون جاری کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے بھی اسلامی نمونہ وہی ہے جو خلافت راشدہ کا ہے۔ مولانا نے کہا کہ فقہ حنفی اور خلافت راشدہ کا اصل اصول کلمہ طیبہ

ہے کہ زکوٰۃ کمیٹیوں میں شیعوں کو بھی بھرنا یا جا رہا ہے جو اعتقاد زکوٰۃ کے منکر نہیں ہیں لیکن وہ شیعہ مذہب کی بنیاد پر صدر مملکت جنرل محمد فیاض الحق چیف مارشل لائیڈ سنٹر آف پاکستان کے نافذ کردہ قانون زکوٰۃ کو صحیح نہیں تسلیم کرتے۔ مولانا قاضی مظہر حسین نے مفتی جعفر حسین صدر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کے بعض بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ان کے بقول فقہ جعفریہ کے مطابق ۹ چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ سونے، چاندی اور نوٹوں پر زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ سکوں پر ہے اور پھر یہ کہ شیعوں سے زکوٰۃ وصول شدہ رقم شیعوں پر ہی صرف ہو سکتی ہے۔ عشر فی زمین پر سرے سے واجب نہیں یہ صرف اس سرکاری زمین پر انحصار لگتی ہے جو زمین کو پٹہ پر دی جائیں۔ مفتی جعفر حسین نے کہا کہ فقہ جعفریہ کے نزدیک نقدی پر قطعاً کوئی زکوٰۃ نہیں جبکہ سونے چاندی کی صورت میں سکے نہ ہوں تو زکوٰۃ کا کوئی جواز نہیں مفتی جعفر حسین نے بتایا کہ صوبہ پنجاب سے اہل تشیع نے ان کی اپیل پر اب تک جس سے کچھ سرور واپس نہیں لے سکی ہے۔ قائد تحریک فقہ جعفریہ پاکستان علامہ مفتی جعفر حسین مجتہد نے شیعیان پاکستان کو جہاد کی وہ کسی بھی زکوٰۃ کمیٹی کا رکن نہ بنیں اور زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کی تشکیل کا بائیکاٹ کر دیں۔ یہ کہ فقہ جعفریہ میں عشر کا کوئی جواز نہیں۔ مولانا قاضی مظہر حسین نے ان مذکورہ بیانات کی طرف توجہ دلانے کے بعد کہا یہ بھی ملحوظ رہے کہ مفتی جعفر حسین کے مندرجہ بیانات کو شیعہ سپریم کونسل پاکستان کی مکمل تائید حاصل ہے جو میں شیعہ علماء و زعماء پر مشتمل ہے اور اس میں کسی شیعہ عالم کا اختلاف نہیں ہے۔ مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا ہے کہ یہ خالص مذہبی اور شرعی مسئلہ ہے اس لئے زکوٰۃ کمیٹیوں کی تشکیل اسلامی اصول و ضوابط اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے صدر مفتی جعفر حسین کے واضح بیانات کے پیش نظر ہونی چاہیے۔ انہوں نے کہا زکوٰۃ کمیٹی میں مروجہ رواداری اور وسعت قلبی کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا کہ محض شیعوں کو ان کی دلداری کے لئے اس شرعی نظام کا نمائندہ بنادیا جائے جس کے وہ اپنے مذہب کی بنیاد پر منکر ہیں اور سوائے سونے چاندی کے سکوں کے ان کے نزدیک کرنسی نوٹوں اور سونے چاندی کے ذمہ داری پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے اور نہ ہی ان پر عشر لازم آتا ہے۔ مولانا نے کہا کہ اگر شیعوں کو زکوٰۃ کمیٹی کا بھرنا ضروری ہو تو پھر حکومت کو چاہیے کہ پاکستان میں سونے اور چاندی کے سکے رائج کر دے (۲) یا صدر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان مفتی جعفر حسین سے یہ واضح اعلان کرادے کہ وہ صدر مملکت کے نافذ کردہ قانون زکوٰۃ کو تسلیم کرتے ہیں۔ سونے چاندی کے زکوٰۃ، زرعی زمینوں کا عشر، ادا کریں گے اگر ان دو صورتوں میں سے حکومت کوئی صورت اختیار نہ کرے تو زکوٰۃ یعنی کی سطح پر بھی شیعوں کو بھرنا شرعی اصول و ضوابط کے خلاف ہے۔ اس

طریق کار سے زکوٰۃ کمیٹیوں میں انتشار پیدا ہوگا جس کی وجہ سے عملاً زکوٰۃ کمیٹیاں ناکام ہو جائیں گی اور اسلامی قانون کے مخالفین و منکرین اور کمیونسٹ و اشتراکی لوگوں کو اسلام کو بدنام کرنے کا ایک زریں موقعہ مل جائے گا۔ مولانا نے کہا کہ جس طرح کسی کمیونسٹ کو کسی اسلامی قانون کی نمائندگی کمیٹی کا ممبر نہیں بنایا جاسکتا اور فرض نماز کے منکر کو نماز کا امام یا مقتدی نہیں بنایا جاسکتا اسی طرح جب تک شیعہ علماء صدر مملکت کے نافذ کردہ قانون زکوٰۃ کو واضح طور پر تسلیم نہ کریں شیعوں کو نظام زکوٰۃ کا محصل اور محافظ قرار نہیں دیا جاسکتا انہوں نے زکوٰۃ کمیٹی کے صدر کے نام ایک پیغام بھیجا ہے۔ مولانا نے کہا اسلام کے نام پر دو متضاد قوانین کا نفاذ بالکل بے معنی ہے۔ بطور پبلک لاء صرف فقہ حنفی کا قانون نافذ کیا جائے دوسرے اقلیتی مسلم فرقوں کی شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق کئے جانے کی علماء نے اجازت دی ہے لیکن پبلک لاء حنفی فقہ کے مطابق نافذ کیا جائے اور خلافت راشدہ کے معیاری دور کی پیروی میں قرآن و سنت پر مبنی اسلامی نظام حکومت قائم کر کے پاکستان کو ایک مثالی مملکت بنا کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ [۱۰ اگست ۲۰۱۹ء]



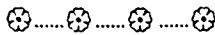
سنت مطہرہ سے وابستہ ہو کر مسلمان دنیا میں سر بلند ہو سکتے ہیں۔

صدر مملکت خلافت راشدہ کے اتباع کی تصریح کے ساتھ اسلامی نظام کا دو ٹوک اعلان کریں

[قاضی مظہر حسین]

چکوال ۳ دسمبر (نامہ نگار) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کی دسویں سالانہ سنی کانفرنس یہاں سے ۱۵ کلو میٹر دور قصبہ بھیں میں شروع ہو گئی۔ اضلاع جہلم، سرگودھا، میانوالی، ڈیرہ اسماعیل خان، ملتان، راولپنڈی، آزاد کشمیر، پشاور، گجرات، انک اور ایبٹ آباد اور دور دراز مقامات سے تعلق رکھنے والے متعدد علمائے بھی اجلاس میں شرکت کی۔ تحریک کے بانی مولانا قاضی مظہر حسین نے پہلے روز جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یکم محرم کو صدر مملکت جنرل ضیاء الحق نے جس نظام اسلام کا اعلان کیا ہے وہ ناکافی ہے اس میں خلافت راشدہ کی پیروی کا ذکر نہیں۔ حالانکہ کتاب و سنت پر مبنی نظام اسلام کا کامل اور جامع نمونہ خلافت راشدہ کا نظام ہے۔ انہوں نے کہا کہ خلافت راشدہ کا نظام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نافذ فرمایا تھا اس لئے جنرل ضیاء الحق

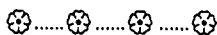
نظامِ خلافتِ راشدہ کے اتباع کی تصریح کے ساتھ اسلامی نظامِ حکومت کا دونوں اعلان کر دیں۔ خلافتِ راشدہ امتِ مسلمہ کے لئے وہ معیاری نمونہ حکومت ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرآنی وعدہ خلافت کے تحت خلفائے راشدین نے نافذ فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آج کل پاکستان میں جس قدر فسادات برپا ہیں ان سے امتِ محمدیہ ﷺ کو بچانے کے لئے اگر کوئی نسخہ شفا ہو سکتا ہے تو وہ ارشادِ نبوی کا نظام ہے سب مطہرہ کے دامن سے وابستہ ہو کر مسلمان دنیا میں سر بلند ہو سکتے ہیں۔ محض اسلام کا دعویٰ دنیوی اور اخروی ذلت سے نہ بچا سکے گا۔ [۳۱ دسمبر ۱۹۷۸ء]



قرآن و سنت کے منافی اسلامی نظام قبول نہیں کیا جائے گا

خلفائے راشدین کی معیاری خلافت قیامت تک امتِ مسلمہ کے لئے ایک کامل نمونہ حکومت الہیہ ہے۔ چکوال ۵ فروری (پ ر) پاکستان تحفظ اسلام پارٹی کے رہنما اور تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی مولانا قاضی مظہر حسین نے گزشتہ روز سرکال مار کے مقام پر ایک سنی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایسا اسلامی نظام قابل قبول نہیں ہوگا۔ جو قرآن و سنت کے مطابق نہ ہو۔ کیونکہ آج تک اسلامی حکومت کے اعلان کے ساتھ خلافتِ راشدہ کی اتباع کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا۔ مولانا نے کہا کہ صحیح اسلامی نظام حکومت وہی ہو سکتا ہے جو امام الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اصحاب رسول ﷺ کی معاونت اور نصرت سے چاروں خلفائے راشدین امام الخلفاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں قائم فرمایا تھا۔ مولانا نے کہا ان چار خلفاء کی خلافتِ راشدہ خداوند عالم کی عطا کردہ وہ موعودہ خلافت خاصہ ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الحج کی آیت تمکین اور سورۃ النور کی آیت استخلاف میں فرمایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا خلفائے راشدین کی یہی وہ معیاری خلافت ہے جو اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت سے قائم کی گئی تھی اور جو قیامت تک امتِ مسلمہ کے لئے ایک کامل اور مقبول ترین نمونہ حکومت الہیہ ہے۔ بانی تحریک مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا کہ پاکستان کے سنی علماء و مشائخ اور سنی لیڈران سیاست کی خدمت میں میری خصوصی عرضداشت یہی ہے کہ آپ گرجو شی سے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق سے خلافتِ راشدہ کا نظام نافذ کرنے کا مطالبہ کریں تو

ایڈمنسٹریٹر کے اس خط کی پر زور تائید کرتے ہیں جو انہوں نے ۲۴ ویں المہجر ۱۳۹۹ھ کو چودہویں صدی ہجری کے آخری سال کی تاریخی خوشی کے موقع پر تحریر کیا تھا۔ اسی خط کی روشنی میں پر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہ خلافتِ راشدہ کی تصریح کے ساتھ پاکستان میں اسلامی نظامِ حکومت قائم کر کے اپنا اسلامی فریضہ ادا کریں انہوں نے شہادتِ حسین علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ لو اسے رسول اللہ ﷺ جگر گوشہ بتول جنت کے جوانوں کے سردار حضرت امام حسین علیہ السلام دین و شریعت کے علمبردار تھے۔ آپ نے بڑی اقدار کے مقابلہ میں جس موقف کو حق سمجھا اس پر ثابت قدم رہ کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مقدس زندگی کا مقصد عظیم حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ کی سببِ جامہ اور شریعتِ مقدسہ کی اتباع و حفاظت تھا۔ آپ خلوص و تقویٰ کے پیکر تھے۔ آپ کی زندگی میں تلاوتِ قرآن ذکر و نماز اور صبر و استقامت کے انوار نمایاں ملتے ہیں۔ تمام مسلمان خلافِ شرع امور سے خود بچیں اور دوسرے بھائیوں کو بھی بچائیں۔ سنی کافر نس میں جن دوسرے علماء نے خطاب کیا۔ ان میں مولانا عبداللطیف چہلمی، مولانا عبداللہ خطیب اسلام آباد، مولانا امین شاہ مخدوم پور ملتان، مولانا خدایار بھکر، مولانا عزیز الرحمن راولپنڈی، مولانا اللہ یار قاضی ملتان، مولانا قاری شیر محمد لاہور، مولانا عبدالحی سرگودھا، مولانا قاری حسن شاہ لاہور اور مولانا محمد فیروز لاہور شامل ہیں۔ [جنگ راولپنڈی ۲۴ دسمبر ۱۹۷۱ء]



کسی شیعہ کو زکوٰۃ کمیٹی کا ممبر نہ بنایا جائے

ملک میں خلافتِ راشدہ کا نظام نافذ کیا جائے [مولانا قاضی مظہر حسین]

چکوال ۵ اگست (پ ر) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی و امیر مولانا قاضی مظہر حسین نے ایک بیان میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق سے اپیل کی ہے کہ کسی شیعہ کو زکوٰۃ کمیٹی کا ممبر نہ بنایا جائے انہوں نے کہا ہے کہ حکومت نے جو زکوٰۃ کمیٹیاں قائم کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے اس میں کئی مقامات پر شیعوں کو بھی زکوٰۃ کمیٹی میں شامل کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ مفتی جعفر حسین صدر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا یہ بیان شائع ہو چکا ہے کہ شیعہ مذہب میں کرنسی نوٹوں اور سونا چاندی پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ زکوٰۃ صرف سونے چاندی کے برابر سکوں پر لازم آتی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ شیعہ کی زکوٰۃ صرف شیعہ پر ہی خرچ کی جاسکتی ہے۔ مفتی جعفر حسین زکوٰۃ کمیٹیوں کا بایکٹ کرتے ہوئے یہ اعلان بھی کر چکے ہیں کہ کوئی

شیعہ زکوٰۃ کمیٹی میں شامل نہ ہوا اور کوئی شیعہ حکومت کو زکوٰۃ نہ دے۔ مفتی مظہر حسین کی اپیل پر شیعوں نے تقریباً ۲۵ کروڑ کی رقم ٹیکوں سے اکٹوائی ہے۔ مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا ہے کہ اس کے باوجود بعض اطران زکوٰۃ کمیٹیوں میں شیعوں کو بھی شامل کر رہے ہیں۔ مولانا قاضی مظہر حسین نے اہل سنت والجماعت سے بھی پرزور اپیل کی ہے کہ جہاں کہیں زکوٰۃ کمیٹی میں شیعہ فرد کو شامل کیا جائے وہاں کے سنی ارکان زکوٰۃ کمیٹی سے احتجاً جاستعفی ہو جائیں۔ مولانا نے کہا کہ سارے پاکستان میں شیعہ، حکومت نے جو زکوٰۃ کا نظام جاری کیا ہے کہ علی الاعلان بائیکاٹ کر رہے ہیں تو پھر رواداری کی کیا ضرورت ہے انہوں نے کہا کہ علامہ طینی نے ایران میں شیعہ قانون جاری کر دیا ہے اور صرف مجتہدین کو وہاں لیا جا رہا ہے سنی کو نہیں لیا جا رہا تو تمہیں یہاں کیا پڑی ہے؟ تم بھی کھلم کھلا کہہ دو کہ صدر صاحب دو قانون ہم برداشت نہیں کر سکتے کہ دو اسلام ہوں۔ پرسنل لاء کی اجازت علماء نے دے دی ہے کہ اپنے گھر میں کوئی وراثت یا نکاح وغیرہ کا معاملہ ہے لیکن ملکی جو جرائم ہوں گے ان کی سزا جاد اہو تو جس طرح شیعہ مطالبہ کر رہے کسان کے مذہب میں چور کی سزا کلائی سے ہاتھ کاٹنا نہیں صرف چار انگلیاں کاٹنا ہے تو پھر ہندو جو پاکستان میں شہری ہیں اور عیسائی، مرزائی بھی کل یہ مطالبہ کریں گے کہ ان کے مذہب میں یہ سزا نہیں ہے یہ ہے تو پھر کس کس کو راضی کرو گے نہ لانا نے کہا ہم قرآن و سنت پر مبنی اسلامی نظام جو خلافت راشدہ کے دور میں نافذ رہا ہے دو ٹوک اعلان کا جو مطالبہ کر رہے ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کے دور میں صحیح اسلامی نظام جاری ہوا اور دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجایا گیا۔ مولانا نے کہا حکومت کے لئے بھی سوچنے اور سمجھنے کا وقت ہے ایسا نہ ہو کہ ناجائز دوسروں کی دلداری کرنے سے پاکستان کی سالمیت کو ہی خطرہ لاحق ہو جائے۔

[۱۶ اگست ۱۹۷۹ء]



قرآن اور شرعی احکام کا کامل ترین نمونہ عمل حضور ﷺ کی سنت جامعہ ہے

کتاب اللہ پر ایمان رکھنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اعتقادی اور عملی فتنوں کا سد باب کریں
چکوال ۲۷ جنوری ۱۴۰۱ھ: امیر خدام اہل سنت پاکستان مولانا قاضی مظہر حسین نے مونا کے مقام پر ایک تبلیغی سینی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے سیرت النبی ﷺ بیان کرتے ہوئے کہا کہ تمام دینی اور شرعی عقائد و اعمال، انفرادی اور اجتماعی ملکی اور بین الاقوامی قوانین کی ماخذ کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ

ہے بلکہ کلام الہی (قرآن مجید) کے الفاظ و کلمات کا ثبوت بھی حضور ﷺ کی سنت و حدیث پر ہی موقوف ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں جن اہل ایمان کو بلا واسطہ زیارت نبوی کی نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی ان کو ایمان بالقرآن بھی ایمان بالرسول کے واسطہ ہی سے نصیب ہوا ہے مراد خداوندی کے تحت قرآن حکیم کی تعلیم و تفسیر اور تشریح کا ثبوت بھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث و سنت پر ہی مبنی ہے اور قرآن اور شرعی احکام کا کامل ترین نمونہ عمل بھی حضور ﷺ کی سنت جامعہ ہی ہے انہوں نے کہا کتاب اللہ اور سنت رسول پر یقین و ایمان رکھنے والے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ حادی اعظم رسول اکرم ﷺ کی سنت مقدسہ کے ساتھ اپنے ایمانی اور روحانی تعلق کا بلا خوف و لومۃ لائم کھلم کھلا اظہار کر کے ان سب اعتقادی اور عملی فتنوں کا سد باب کریں جو اسلام کے نام پر سادہ لوح نادانوں کو راہ حق صراط مستقیم سے ہٹا کر کفر و باطل اور الحاد و زندقہ کے جہنمی راستوں پر چلانے کی کوشش کر رہے ہیں انہوں نے کہا حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت مقدسہ سے نسبت کی بناء پر تمام اہل اسلام رحمت للعالمین خاتم النبیین کی شاہراہ سنت پر گامزن ہو کر فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں حضور ﷺ کی سنت اور اسوۂ حسنہ کی اتباع، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت اور جنت کے حصول کی پیروی کو شرعاً حجت تسلیم کرنا ایمان کی علامت اور اس کا انکار عدم ایمان کی نشانی ہے۔ انہوں نے کہا جماعت رسول ﷺ کے تمام افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم، رسالت محمدیہ ﷺ کے چشم دید گواہ ہیں مومنین کا ملین کی یہی وہ جنتی جماعت ہے جن کو رب العالمین نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت عالم اسباب میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غلبہ دین کا ذریعہ بنایا ہے اس لئے سنت رسول سے نسبت کے اظہار کے بعد جماعت رسول اللہ ﷺ سے نسبت کا اظہار بھی ضروری ہے تاکہ اس دین کامل اور راہ جنت کی پوری پوری نشاندہی ہو جائے جو مابعد کی امت کو حضور ﷺ اور آپ کی جنتی جماعت رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے ملا ہے۔ مولانا نے کہا رسول ﷺ نے پرچم رسالت کے سایہ میں اپنی مجاہدانہ سرفروشیوں سے نصرت خداوندی کے تحت کفار کی جنگی قوتوں کی پاش پاش کر کے اصلی کلمہ اسلام ۱۱ اللہ ۱۱ اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کیا دیا۔ [۲۹ جنوری ۱۹۷۹ء]

حضور ﷺ کو جو خصائص ملے وہ کسی پیغمبر کو عطا نہیں کئے گئے
خلفائے راشدین کے دور میں بڑی بڑی جاہ و جلال رکھنے والی قومیں پرچم اسلام
کے سامنے جھک گئیں

جکوال ۱۲ مارچ (پ ر) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث
دارالعلوم دیوبند کے خلیفہ مجاز و خدام اہل سنت و الجماعت پاکستان کے امیر مولانا قاضی مظہر حسین نے
یہاں مدنی مسجد میں جلسہ سیرت النبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تمام پیغمبر عیب سے پاک اور
معصوم ہیں اور اپنے درجہ میں کامل ہیں۔ ہر نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے امت کی ہدایت کے لئے حسب
ضرورت کمالات نبوت دے کر مبعوث فرمایا ہے لیکن اس آخری امت کے لئے رب العالمین نے
حضور ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا ہے اب کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا اس لئے خالق کائنات نے
آنحضرت ﷺ کو نبوت و رسالت کے سارے کمالات عطا فرمادیئے ہیں۔ نہ صرف سیرت بلکہ صورت
میں بھی حضور ﷺ سب سے اعلیٰ شان رکھتے ہیں۔ معجزات محمدی ﷺ انبیائے سابقین علیہم السلام کے معجزات
سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کو ملائکہ اور انبیاء وغیرہ ساری مخلوق سے زیادہ علم
عطا فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو جو خصائص عطا کئے گئے ہیں وہ اور کسی کو نہیں عطا کئے گئے۔ عالم دنیا،
عالم برزخ اور عالم آخرت وغیرہ تمام جہانوں میں حضور ﷺ ہی کو سیادت و امامت حاصل ہے۔ چنانچہ
آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ”میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور مجھے فخر نہیں ہے اور
میرے ہاتھ میں اللہ کی حمد کا جھنڈا ہوگا اور مجھے فخر نہیں ہے اور حضرت آدم اور تمام انبیاء میرے جھنڈے
کے نیچے ہوں گے اور مجھے فخر نہیں ہے۔“ (مشکوٰۃ شریف) مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا کہ علاوہ ازیں
نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ کو قیامت میں تمام بنی آدم کے لئے شفاعت کبریٰ کا مقام
نعیب ہوگا۔ آنحضرت ﷺ ہر اعتبار سے رسول کامل ہیں۔ خالق کائنات نے اپنی مخلوق میں
آپ ﷺ جیسا باکمال نہ پہلے پیدا کیا ہے اور نہ آئندہ پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید پارہ ۲۶
سورہ الفتح رکوع ۴ آیت ۲۸ میں) فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر
بھیجا ہے تاکہ وہ اللہ اس سچے دین کو باقی تمام ادیان (باطلہ) پر غالب کر دے اور اللہ کافی ہے اس
کی گواہی دینے والا۔“ مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا اس عظیم قرآنی پیشینگوئی کے وقوع میں بھی کوئی

١٣٢٥ (1325) (1325) (1325) (1325)

اہل حق و انصاف انکار نہیں کر سکتا کہ اسلام نے اپنے ظہور کے بعد بڑی بڑی ابلیسی طاقتوں کو زیر کر دیا۔ مولانا نے کہا کہ خلفائے راشدین کے ایام خلافت میں ظہورِ دین اور عروجِ اسلام کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں نیست و نابود ہو گئیں۔ بڑی بڑی جاہ و ہلال رکھنے والی قومیں پر جم اسلام کے سامنے جھک گئیں اور ایک پسماندہ عرب قوم نے توحید و سنت کا نور اطرافِ عالم میں پھیلا دیا۔ [۱۳ مارچ ۱۹۸۰ء]

.....

جرات ایمانی پر صدر مملکت کو مبارکباد

چکوال ۵ اکتوبر (پ ر) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی و امیر مولانا قاضی مظہر حسین نے یہاں سنی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے مسلمانان اہل سنت و الجماعت، صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کو اس عظیم مقام پر فائز ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں، جو ان کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں ملت مسلمہ کے قریباً ۹۰ کروڑ افراد کے واحد نمائندہ کی حیثیت سے نصیب ہوا ہے۔ مولانا نے کہا کہ جنرل اسمبلی میں جس ایمانی جرأت کی بناء پر جنرل محمد ضیاء الحق نے اسلام کی دعوت اقوام عالم کے سامنے پیش کی ہے اور اسلام کے بنیادی عقیدہ کی بنا پر انہوں نے سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ﷺ ہونے کا واضح طور پر اعلان کیا ہے اور پھر درود حاضر کے اہم شرعی تقاضا کے تحت انہوں نے سن بھری کی تاریخ بیان کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظم کا تذکرہ ”اسلام کے خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ“ کے پر عظمت الفاظ سے کیا ہے۔ اس بناء پر وہ تمام عالم اسلام کی طرف سے لاکھ لاکھ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا کہ سنی مسلمانوں کی طرف سے جنرل ضیاء الحق کو ان کے اس عظیم اسلامی کارنامے پر بھی مبارکباد پیش کی جاتی ہے جو انہوں نے حضور خاتم النبیین رحمت للعالمین امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کی فیض یافتہ تمام جماعت مقدسہ کی شرعی عظمت کے قانونی تحفظ کے لئے آرڈیننس نافذ کیا کہ جو شخص براہ راست یا بالواسطہ امہات المومنین ﷺ، اہل بیت علیہ السلام، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس ناموں کی بے حرمتی کرے گا۔ تو اسے تین سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی اور ان مقدس ہستیوں کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے والوں کو وارنٹ کے بغیر گرفتار کیا جاسکے گا۔

[۱۹ اکتوبر ۱۹۸۰ء]

تحریک خدام اہل سنت نے شریعت بل کے لئے متعدد تجاویز پیش کر دیں

ملک میں بطور پبلک لاء فقہ حنفی کا نفاذ ہونا چاہیے

چکوال (پ ر) تحریک خدام اہل سنت پاکستان نے شریعت بل میں بعض ترامیم تجویز کی ہیں۔ اور اس سلسلے میں اپنی تجاویز اور نقطہ نظر سے سینٹ سیکرٹریٹ کو باضابطہ طور پر آگاہ کر دیا ہے۔ تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی و امیر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین آف چکوال کے بیان کے مطابق شریعت بل میں تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے جو تجاویز پیش کی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

① پاکستان کو سنی اثنیث قرار دیا جائے جیسا کہ اکثریت کی بنا پر ایران کو شیعہ اثنیث قرار دیا گیا ہے۔

② مجوزہ شریعت بل کی دفعہ ۲ کی شق (ج) کے تحت یہ عبارت لکھی جائے۔

کتاب و سنت کے بعد خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اتباع لازم ہوگا اور جو حکم یا ضابطہ ان سے ثابت یا ماخوذ ہو شریعت کا حکم تصور ہوگا۔

شق (د) کے تحت یہ عبارت لکھی جائے۔ کوئی حکم یا ضابطہ جو اجماع امت سے ثابت ہو ماخوذ ہو شریعت کا حکم تصور ہوگا۔

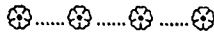
③ چونکہ پاکستان میں سنی حنفی مسلمانوں کی عظیم اکثریت ہے۔ اس لئے بطور پبلک لاء فقہ حنفی کا نفاذ ہوگا جیسا کہ ایران میں بطور پبلک لاء فقہ جعفریہ نافذ ہے۔

④ اقلیتی مسلم فرقوں کے شخصی نزاعات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مسالک کے مطابق کئے جائیں۔

⑤ قرآن و سنت کی تعبیر کے تحت یہ عبارت لکھی جائے.....

قرآن و سنت کی وہی تعبیر معتبر ہوگی جو خلفائے راشدین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اور اہل السنۃ والجماعت کے متقدم مجتہدین کے علم اصول تفسیر اور علم اصول حدیث کے مسلم قواعد و ضوابط کے مطابق ہو۔

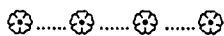
قرآن پاک کا غلط ترجمہ کرنے پر قادیانی جماعت کے خلاف مقدمہ قائم کیا جائے
 چکوال ۱۵ جولائی (نامہ نگار) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کی چکوال شاخ نے مرزا بشیر الدین
 محمود قادیانی کے محرف اور غلط ترجمہ قرآن کو ضبط کرنے کے احکام پر گورنر پنجاب کا شکریہ ادا کیا ہے کہ جن
 پانچ سرکردہ قادیانیوں کے خلاف مقدمہ کیا گیا ہے ان میں قادیانی جماعت کے موجودہ سربراہ کو بھی شامل
 کیا جائے۔ مدنی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے اجتماع میں اتفاق رائے سے منظور کی جانے والی قرارداد پر
 اظہار خیال کرتے ہوئے قاضی مظہر حسین امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت (پاکستان) نے کہا کہ
 مزمان مذکور نے اپنے گمراہ کن نظریات کے مطابق قرآن کریم کا غلط ترجمہ کر کے بے حرمتی کا ارتکاب کیا
 ہے ایسا کرنا کتاب ہدایت میں ہم رکھے کی جسارت سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے اور اس طرح غلط ترجمہ کی
 اشاعت کے ذریعہ مسلمانان عالم کو گمراہ کرنے کی سازش کی گئی ہے قرارداد میں یہ بھی کہا گیا کہ مزمان مذکور
 کے خلاف ۲۹۵ الف کی بجائے ۲۹۵ ب کے تحت مقدمہ قائم کیا جائے۔ [۱۶ جولائی ۱۹۸۲ء]



صحابہ جن رضی اللہ عنہم آرڈیننس پر عمل درآمد کے لیے نئے موثر اقدامات کئے جائیں
 فلاح و کامرانی کے لئے اسوۂ حسنہ کا اتباع ضروری ہے، دارالعلوم امینیہ راولپنڈی
 میں اجتماع سے قاضی مظہر حسین کا خطاب

راولپنڈی ۲۳ اپریل (نامہ نگار) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی و امیر اور ممتاز عالم
 دین مولانا قاضی مظہر حسین نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آرڈیننس پر موثر عمل درآمد کے
 لئے انتظامی مشینری کو واضح طور پر ہدایات دی جائیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے
 میں ایسا لٹریچر ملک میں موجود ہے جس سے ان مقدس ہستیوں کی توہین کا پہلو نکلتا ہے وہ دارالعلوم امینیہ
 میں نماز جمعہ کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور میں جب عوام مادہ
 پرستی کی طرف مائل ہیں۔ اور سکون قلب کے بھی متلاشی ہیں۔ موجودہ ترقی یافتہ دنیا کی تمام آرام و آسائش
 انہیں سکون قلب مہیا نہیں کر سکتیں۔ یہ مقصد صرف اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب مسلمان اسلام کے
 زریں اصولوں پر عمل پیرا ہو کر عبادت الہی میں مشغول ہوں اور زندگی کے ہر موڑ پر اسلامی اصولوں اور

حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کو مد نظر رکھیں۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ مسلمان موجودہ دور میں اپنی تخلیق کے بنیادی مقصد کو بھول چکے ہیں جس کی وجہ سے مصائب و آلام نے انہیں آگھیرا ہے انہوں نے بیت المقدس کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کے قبلہ اول کو ہمارے اسلام نے آزاد کرایا تھا۔ لیکن آج ہماری نااہلی کی وجہ سے یہ اہم مقام پھر یہودی کنٹرول میں ہے۔ افغانستان میں اسلام کے پیروکاروں پر ایسے ستم روار کئے جا رہے ہیں کہ وہ لاکھوں کی تعداد میں اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ دنیا کے دیگر حصوں میں بھی مسلمان مختلف مسائل کا شکار ہیں۔ ان تمام مسائل کا حل یہ ہے کہ ہم حقیقی معنوں میں مسلمان ہو جائیں۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ سنتِ رسول ﷺ کی پیروی سے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ پر اظہار خیال کرتے ہوئے قاضی مظہر حسین نے کہا کہ ہم صدر ضیاء الحق کی ان کوششوں کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس عمل سے قیام پاکستان کا بنیادی مقصد پورا ہوگا۔ انہوں نے زکوٰۃ آرڈیننس کے علاوہ دیگر اسلامی قوانین کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اور مطالبہ کیا کہ ملک میں خلافت راشدہ کا نظام حکومت قائم کیا جائے۔ سیاست کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان میں سیاست کا مقصد اقتدار پر قبضہ کرنا ہے۔ موجودہ حکومت نے وہ اسلامی قوانین رائج کئے ہیں جن کے بارے میں سیاست دانوں نے قوم سے متحدہ وعدے کئے اور انہیں پورا بھی نہیں کیا۔ [۲۳ اپریل ۱۹۸۳ء]



خلفائے راشدین کا دور اسلامی نظام کا صحیح اور کامل نمونہ ہے

قرآن و سنت پر مبنی قوانین خلفائے راشدین کی اتباع میں بنائے جائیں۔ قاضی مظہر حسین چکوال (ڈاکٹر) پاکستان تحفظ اسلام پارٹی کے رہنماء اور تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی و امیر مولانا قاضی مظہر حسین نے کسرال کے مقام پر ایک عظیم سنی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جنرل محمد ضیاء الحق ۱۲ ربیع الاول کو پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنے کا جو اعلان کریں گے اس سے کوئی مسلمان بھی اختلاف نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن و سنت کے اصولوں کے تحت خلفائے راشدین کا قائم کردہ نظام حکومت ہر دور میں اسلامی حکومت کا ایک معیاری نمونہ ہے۔ جس کو خلافت راشدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اب حکومت کا کام ہے کہ قرآن و سنت پر مبنی قانون خلفائے

راشدین کی اتباع میں بنائے۔ نظام اسلام یا نظام مصطفیٰ ﷺ کا صحیح اور کامل نمونہ وہی نظام حکومت ہے جو خلفائے راشدین نے نافذ فرمایا تھا۔ ان میں کوئی اصولی اور دینی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ اپنے اپنے دور خلافت میں ہر ایک خلیفہ نے اجتہادی اور فروعی مسائل میں اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں عمل کیا۔ جو محلِ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مولانا نے کہا کہ اگر خلفائے راشدین کے دور حکومت کو حضور ﷺ کے قائم کردہ نظام رسالت یا نظام مصطفیٰ کی پیروی میں ایک مثالی اور معیاری دور حکومت نہ تسلیم کیا جائے۔ تو پھر پاکستان میں کتاب و سنت پر مبنی صحیح نظام حکومت کا قیام کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ کیا آج مسلمانوں کی کوئی جماعت ایسی بھی ہو سکتی ہے جو بلا واسطہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تربیت سے فیض یافتہ جنتی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین سے بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کامل ہو؟ اصلی کلمہ اسلام کا تحفظ آپ پر لازم ہے۔ مولانا نے کہا کہ اگر ہم شریعت کے نظام کا نفاذ چاہتے ہیں تو پھر حضور کی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتباع کر کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کریں جن کو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کی سند عطا فرمائی ہے۔

اجتماع نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر نعروں کی گونج میں اس مطالبہ کی تائید کی۔ سنی اجتماع کے دو اجلاس ہوئے۔ پہلے اجلاس میں مولانا خدایا ربھار اور مولانا حافظ عبدالحمید اور مولانا سید محمد قاسم شاہ آف سرگودھا نے خطاب کیا آخری اجلاس سے مولانا قاضی مظہر حسین نے خطاب کیا۔ [۸ فروری ۱۹۹۷ء]

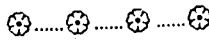


نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اسلامی تعلیمات کا مکمل عملی نمونہ ہے

ملک میں جلد مکمل اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ قاضی مظہر حسین

راولپنڈی ۲۲ جنوری (نامہ نگار) ممتاز عالم دین اور تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی امیر مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا ہے کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اس کا عملی نمونہ ہے جس پر گامزن ہو کر مسلمان دینی اور دنیوی فلاح حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ کلیامِ اعوان میں منعقدہ سیرت کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ سیرت النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے کہا اس سے پہلے پیغمبر مخصوص علاقوں کے لئے آتے تھے لیکن پیغمبر آخر الزماں نہ صرف آخری پیغمبر ہیں بلکہ سب جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے سادہ زندگی قرآن حکیم کے

مطابق سر کر کے امت مسلمہ کے لئے سادگی اور اطاعت خداوندی کا عملی نمونہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ اسلام تمام موجودہ مسائل کا حل پیش کرتا ہے انہوں نے ملک میں نفاذ اسلام کی کوششوں کو سراہتے ہوئے مطالبہ کیا کہ ملک میں مکمل طور پر اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک جاہل قوم کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ خلافت راشدہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں جنت کی بشارت دی ہے اس لئے ہمیں سب کا احترام کرنا چاہیے۔ [۲۳ جنوری ۱۹۸۲ء]



اسلامی ملک میں کسی عورت کا سربراہ مملکت ہونا رسول اکرم ﷺ کے

ارشاد مبارک کے خلاف ہے۔ [قاضی مظہر حسین]

پچالیہ ۱۱ دسمبر (نامہ نگار) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی امیر مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا ہے کہ مسلم ملک کی عورت سربراہ نہیں ہو سکتی۔ رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ قوم کبھی بھی فلاح نہیں پاسکتی جو اپنے امور مملکت کسی عورت کے سپرد کر دے۔ اس حدیث نبوی کی بنا پر ۱۹۵۱ء کراچی کے ۳۱ علماء نے دستور پاکستان کی اساس بنانے کے لئے متفقہ طور پر جو بایں اسلامی نکات منظور کئے تھے ان میں نکتہ نمبر ۱۲ میں رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے۔ ستمبر ۱۹۶۹ء میں جمعیت علمائے اسلام نے بھی عورت کے سربراہ مملکت ہونے کے عدم جواز کی دوبارہ تصدیق کر دی تھی۔ اسلام میں عورت کے لئے نہ نبوت ہے اور نہ خلافت۔ جمعیت علمائے اسلام کے مذکورہ اسلامی منشور میں پاکستان کے نظام حکومت کی دفعات کے تحت نمبر ۷ میں یہ بھی لکھا ہے کہ سربراہ مملکت کا مسلمان ہونا اور پاکستان کی ۹۸ فیصد مسلمان اکثریت اہل سنت کا ہم مسلک ہونا ضروری ہے۔ ۱۶ اور ۱۹ نومبر ۱۹۸۸ء کے حالیہ انتخابات کے سلسلہ میں اسلام جمہوری اتحاد اور پیپلز پارٹی کے مابین وزیراعظم کے بارے میں جو نزاع پایا جاتا ہے اور پیپلز پارٹی کی طرف سے بے نظیر کو وزیراعظم بنانے پر صدر پاکستان غلام اسحاق خان پر دباؤ ڈالا گیا ہے۔ یہ رسول پاک ﷺ کے ارشاد مبارک کے خلاف ہے اور ۳۱ علماء کے متفقہ فیصلہ کے بھی منافی ہے اور سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے جمہوری حقوق کے بھی خلاف ہے چونکہ بے نظیر شیعہ فرقہ سے بھی تعلق رکھتی ہے اس لئے قومی اسمبلی کے منتخب سنی اراکین کے لئے عموماً اور جمعیت علمائے اسلام اور جمعیت علمائے

پاکستان کے منتخب اراکین کے لئے نئے مسا ازم ہے کہ وہ ارشاد رسالت ﷺ کے جملہ اور سواد اعظم اہل
 ملت کے حقوق کے حصول کے لئے ہر ممکن کوشش کرے یہ نگہ کو نام نہیں اور اتحاد کا ووٹ نہیں۔

[۱۲ دسمبر ۱۹۸۸ء]

.....

موجودہ سیاسی ڈھانچہ سب سے بڑی تخریب کاری ہے

علماء دھڑوں میں بٹنے کی بجائے مصالحت کا کردار ادا کریں: [قاضی مظہر حسین]
 پکوال کیم جون (مستندہ لوائے وقت) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی امیر مولانا قاضی
 حسین نے کراچی اور حیدرآباد میں ہونے والے مظالم پر انیس کا اظہار کرتے ہوئے اس کا ذمہ دار مروجہ
 سیاست کو قرار دیا ہے اور الزام عائد کیا ہے کہ موجودہ سیاسی ڈھانچہ سب سے بڑی تخریب کاری ہے جس کا
 شکار پوری قوم بنی ہوئی ہے انہوں نے پاکستان کی سماجی کی دعا کی اور کہا کہ علماء کی سیادت قرآن و سنت
 کے تابع ہے۔ انہوں نے علماء پر زور دیا کہ وہ دودھڑوں میں نہیں بلکہ مصالحت اور چالشی کا کردار ادا
 کریں اگر شریعت کے خلاف کوئی بھی کام ہو تو علماء کا فرض ہے کہ وہ بلا تفریق سیاسی دھڑے بندی سے
 بالاتر ہو کر اس پر تنقید کریں۔ تاریخ گواہ ہے کہ علماء جن نے ہمیشہ حق گوئی اور چالشی کا کردار ادا کیا ہے۔

[۲ جون ۱۹۹۰ء]

.....

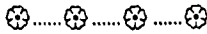
جہاد کشمیر میں شریک مسلمانوں کو حریت پسند نہیں مجاہدین کہا جائے

[قاضی مظہر حسین]

تلہ منگ (نامہ نگار) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی امیر مولانا قاضی مظہر حسین نے
 کشمیری مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں بھارتی فوجوں کے خلاف برسرِ پیکار مجاہدین کی بھرپور تائید و
 حمایت کرتے ہوئے اخبارات سے اہل کی ہے کہ جہاد کشمیر میں شریک مجاہدین کو حریت پسند کی بجائے
 مجاہدین کہا جائے محض حریت پسند کوئی غیر مسلم بھی ہو سکتا ہے جو ہمدردی سے آزادی کی جنگ لڑ رہا
 ہے۔ مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا کہ اجتماعی جلوس نکالنا اور پتے جلانا اسلامی تہذیب کا حصہ نہیں ہے اور

نہ صرف جلوس نکال کر کشمیر کو آزاد کرایا جاسکتا بلکہ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ قوم کو عملی جہاد کے لئے تیار کیا جائے تاکہ جذبہ ایمانی سے کشمیر کو آزاد کرانے کے بعد وہاں صحیح معنوں میں اسلامی ریاست قائم ہو سکے۔ انہوں نے کہا پاکستان میں مروجہ سیاسی نظام فرنگی طرز حکومت کی باقیات ہے جس میں حقیقی فلاحی اسلامی نظام کے قیام کا تصور محال ہے انہوں نے کہا کہ دس ہزار مجاہدین اسلامی نے مکہ فتح کیا اور آج ہم کروڑوں کی تعداد میں دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں اور قبلہ اول کو کافروں سے آزاد نہیں کرا سکتے۔

[۲۲ فروری ۱۹۹۰ء]



[روزنامہ صداقت، کراچی]

خلافت راشدہ کی پیروی میں اگر کوئی نظام حکومت قائم ہوگا

تو اسے اسلامی حکومت اور حکومت الہیہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں

چکوال یکم مارچ (پ ر) پاکستان تحفظ اسلام کے رہنما اور تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی امیر مولانا قاضی مظہر حسین نے مدنی جامع مسجد چکوال میں ایک عظیم اجتماع سے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ پاکستان میں نظام حکومت کا ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو صدر مملکت نے قانون اسلام کا جو اعلان کیا ہے اس میں ایک اصولی خامی جو رہ گئی ہے اس بنا پر ان کا اعلان نامکمل ہے صدر صاحب دو ٹوک واضح خلافت راشدہ کے نظام کی ابتداء کا اعلان کریں انہوں نے کہا کہ ہر شرعی عبادت جو ہم کرتے ہیں اس کا طریقہ پرکھنے کا یہی ہوتا ہے کہ حضور اور حضور کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین نے وہ عبادت کیسے کی؟ اس طرح اگر پاکستان میں ہم شریعت کا نام قائم کرنا چاہتے ہیں تو یہ بھی ہمیں سنت رسول ﷺ اور سنت خلفائے راشدین سے ملے گا کیونکہ یہ نظام وہاں ہی سے چلا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خلافت راشدہ عطا کرنے کی پیشین گوئی فرمائی تھی وہ پیشین گوئی قرآنی وعدہ کے مطابق خلفائے راشدین کے دور خلافت میں پوری ہوئی۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے بھی ان خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی پیروی کا تاکید حکم دیا ہے ”تم پر لازم ہے میری سنت کی پیروی اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی جو ہدایت یافتہ ہوں گے“ (مشکوٰۃ شریف) آج اگر خلافت راشدہ کی پیروی میں کوئی نظام حکومت قائم ہوگا اور چاروں خلفائے

راشدین رضی اللہ عنہم کے برحق ہونے کی نشاندہی کی جائے گی تو اس کو اسلامی حکومت اور حکومتِ الہیہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں اس بنا پر ہمارا مطالبہ تھا اور ہے کہ اگر آپ دیانتداری سے اسلامی نظام اور قرآن و سنت پر مبنی حکومتِ الہیہ کا قیام چاہتے ہیں تو پھر نظامِ مصطفیٰ کے ساتھ جماعتِ مصطفیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین کی اتباع کا دونوک اعلان کیا جائے۔ مولانا نے کہا کہ تحریکِ خدامِ اہل سنت خلافتِ راشدہ اور حق چار یار رضی اللہ عنہم کی گونج کو جو سارے ملک میں پھیلائے کی کوشش کر رہی ہے وہ بھی اسی اہمیت پر مبنی ہے کہ مسلمان خلفائے راشدین کے اس شرعی مقام سے واقف ہو جائیں اور ان کے خلاف دوسرے نظریات و معتقدات سے ملک و ملت کو بچانے کی کوشش کریں۔ ہماری تحریک کا یہی مشن ہے اور ہماری یہی دعوت ہے انہوں نے کہا کہ اصل کامیابی اور فلاح اس میں ہے کہ مسلمان کو راہِ حق پر چلنے کی توفیق مل جائے قرآن و سنت کے اصولوں کے تحت خلفائے راشدین کا قائم کردہ نظامِ حکومت ہر دور میں اسلامی حکومت کا ایک صحیح کامل اور معیاری نمونہ ہے۔ مولانا نے کہا کہ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے یہ بیان دیا ہے کہ ملک میں دو قانون نہیں چل سکتے ملک میں چونکہ اکثریت سنی مسلمانوں کی ہے اس لئے پاکستان میں بطور پبلک لاء صرف حنفی فقہ کا نفاذ ہوگا ہم جنرل ضیاء الحق کے بیان کی تائید کرتے ہیں اور مبارک باد دیتے ہیں۔ جس طرح یہ جرات مندانہ اعلان کیا ہے اسی طرح یہ مومنانہ اعلان بھی کر دیں کہ اصلی کلمہ اسلام کا تحفظ کیا جائے گا۔

[۱۳ مارچ ۱۹۷۷ء]

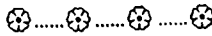
[روزنامہ مشرق، لاہور]

تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم آرڈیننس پر سختی سے عمل درآمد کرایا جائے

پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دیا جانا چاہیے: [قاضی مظہر حسین]

چکوال ۷ اگست (پ ر) متحدہ سنی محاذ پاکستان کے رہنما اور تحریکِ خدامِ اہل سنت پاکستان کے بانی امیر مولانا قاضی مظہر حسین نے صدر ضیاء الحق اور وزیراعظم محمد خان جوینجو کو متحدہ سنی محاذ کی طرف سے آٹھ لاکھ سنی مطالبات کی فہرست ارسال کی ہے جس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دیا جائے۔ مدنی جامع مسجد میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا قاضی مظہر حسین نے مطالبہ کیا کہ قرآن و سنت کے بعد قرآن کے چاروں موعودہ خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پیروی میں اسلامی نظام حکومت نافذ کرنے کا دونوک اعلان کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ صدر مملکت کے نافذ کردہ تحفظ ناموس صحابہ آرڈیننس پر سختی سے عمل درآمد کرایا جائے اور اس آرڈیننس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جائے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نے جو سی مطالبات حکومت کو پیش کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں..... سنی فقہ حنفی بطور پبلک لاء نافذ کی جائے، تحفظ ناموس صحابہ آرڈیننس پر سختی سے عمل درآمد کرایا جائے قرآن سنت کے مطابق خلفائے راشدین کی پیروی میں نظام اسلام نافذ کیا جائے۔ [۸ اگست ۱۹۸۵ء]



پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دیا جائے۔ [قاضی مظہر حسین]

ہمیں پرائیویٹ شریعت بل کے اصل مقاصد سے مکمل اتفاق ہے

چکوال (نامہ نگار) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی امیر مولانا قاضی مظہر حسین نے ایک بیان میں کہا ہے کہ مجوزہ شریعت بل کے اصل مقاصد سے ہمیں اتفاق ہے لیکن چونکہ پاکستان میں سنی حنفی مسلمانوں کی اکثریت ہے اس لئے ان کے شرعی اصول و حقوق کے تحفظ کے لئے ہماری ترجیحی تجاویز یہ ہیں کہ پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دیا جائے اور بطور پبلک لاء حنفی نافذ کی جائے جیسا کہ اکثریت کی بنا پر ایران کو شیعہ سٹیٹ قرار دیا گیا ہے اور بطور پبلک لاء وہاں فقہ جعفری نافذ ہے اور اقلیتی مسلم فرقوں کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مسلک کے مطابق کئے جائیں گے۔ مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا کہ چونکہ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ حکومت الہیہ کا کامل و جامع نمونہ خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نظام خلافت راشدہ جو قرآنی وعدہ کے تحت قائم ہوا اور جن کی اتباع کو خود حضور ﷺ نے لازم قرار دیا اس لئے قرآن و سنت کے بعد خلفائے راشدین کی اتباع لازم ہے اور جو حکم یا ضابطہ ان سے ثابت یا ماخوذ ہو شریعت کا حکم متصور ہوگا اور کوئی حکم یا ضابطہ جو اجماع امت سے ثابت یا ماخوذ ہو وہ بھی شریعت کا حکم متصور ہوگا اور قرآن و سنت کی وہی تعبیر معتبر ہوگی جو خلفائے راشدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت رضی اللہ عنہم عظام اور اہل سنت والجماعت کے مستند مجتہدین کے علم اصول تفسیر اور علم اصول حدیث کے مسلمہ قواعد و ضوابط کے مطابق ہو۔ [۳ جون ۱۹۸۷ء]

ملک بھر کے علمائے کرام متحد ہو کر ملکی سیاست کو قرآن و سنت کے سانچے میں
ڈھالنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں

ملک بھر میں خلافت راشدہ کا نظام نافذ کیا جائے۔ اہل سنت راہنما قاضی مظہر حسین کا بیان
چکوال (نمائندہ خصوصی) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی امیر مولانا قاضی مظہر حسین
نے یہاں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کراچی اور حیدر آباد میں ہونے والے قتل و غارت پر
اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا ہے کہ سب سے بڑی تخریب کاری آج کل کی مروجہ سیاست ہے جس میں
ساری قوم ڈوبی ہوئی ہے اور ملک میں خانہ جنگی کے خطرات منڈلا رہے ہیں انہوں نے ملک بھر کے علمائے
دین سے پر زور مطالبہ کیا ہے کہ وہ دودھڑوں میں تقسیم ہونے کی بجائے آپس میں متحد ہو جائیں بلکہ ملکی
سیاست کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں انہوں نے کہا علماء حق نے ہر دور
میں حق گوئی کی ہے اور موجودہ وقت کے علماء کو چاہیے کہ وہ حق بات کہیں اور ملک میں خلفائے راشدین کے
قانون کے انعقاد کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کریں اور اگر حکومت خلاف شریعت کام کرے تو اس پر بھی
تنقید کریں اور اگر حزب اختلاف شریعت کے خلاف کام کرے تو اس کے محاسبے کے لئے بھی بھرپور طریقے
سے ان کے خلاف مہم چلائی جائے۔ آخر میں انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی حق گوئی
اور جرأت مندی کی مثال دیتے ہوئے علماء کو اس کی پیروی کرنے کی تلقین کی ہے۔

[۴ جون ۱۹۹۰ء]



[دو روزنامہ ”مرکز“ اسلام آباد]

مروجہ سیاست اور جمہوریت سے کبھی اسلام نہیں آ سکتا

چاروں خلفائے راشدین کا نظام قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے

بہترین نمونہ ہے: [قاضی مظہر حسین]

چکوال (نمائندہ مرکز) تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے بانی و امیر مولانا قاضی مظہر حسین نے
یہاں ۹ اویں سالانہ سنی کانفرنس کے آخری اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت پاکستان یہاں

صحیح اسلامی نظام حکومت نافذ کر کے پاکستان کو اس کا گہوارہ بنائے۔ اور منکرات شرعیہ کا سبب بآب کر کے قیام پاکستان کے اصلی مقصد کی تکمیل کرے مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا ہے کہ ہم یزیدی نہیں حسین ہیں۔ امام حسین علیہ السلام جنت کے جوانوں کے سردار ہیں وہ اپنے مؤقف حق پر آخر دم تک جبرے رہے وہ نہ دے نہ بچکے۔ مروجہ سیاست اور جمہوریت پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مروجہ سیاست اور جمہوریت سے یہاں اسلام نہیں آ سکتا جس سیاست میں امیدوار ہر چور ڈاکو بدکار شرابی کے ووٹ کا محتاج ہو۔ کیونکہ ایک ووٹ پر ہار جیت ہو سکتی ہے اور جس جمہوریت میں ہر چور ڈاکو، بدکار، شرابی کو بھی ووٹ دینے کا بھی حق ہو اور ممبر بننے کا بھی کیا اسلام کی یہ سیاست ہے؟ اسلام کا اگر انکیشن ہو سکتا ہے تو اس میں ووٹ لینے والے پر بھی پابندی ہوگی کہ نمازی ہو، اور شریعت کا پابند ہو۔ یہ اسلامی سیاست ہے۔ انہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ دین کو تباہ کرنے والی اسلام کو نقصان پہنچانے والی یہ مروجہ سیاست ہے جتنی جاہلی اور تفریق و دوٹوں سے ہوتی ہے۔ اتنی اور کسی چیز سے نہیں۔ یہ نفس کی ہار جیت کی جنگ ہوتی ہے۔ کاش کہ یہی لوگ دین کے لئے کوشش کرتے۔

مارشل لاء کا معنی یہ ہے کہ ”پورا کنٹرول“ حکمرانی کا طریقہ بھی ہے آج ایسا حکمران نہیں ملتا جو ڈنڈا چلائے خدا کے واسطے طریقہ بھی ہے۔ حکمرانی کا انہوں نے کہا کہ درہ فاروقی مشہور ہے۔ فاروقی اعظم کے ہاتھ میں درہ ہوتا تھا جب تک کوئی حلال و حرام سے واقف نہیں ہوتا تھا دکان نہیں کرنے دیتے تھے۔ حج کے موقع پر فاروقی اعظم ﷺ گورنروں کو سامنے بٹھا کر عوام سے پوچھتے تھے۔ کہ ان پر کسی کو کوئی اعتراض ہے تو بتاؤ۔ عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے۔ جس کو شکایت ہو سامنے بیان کرے یہی خلافت راشدہ ہے جس کے جلوے ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ ملک میں رشوت و تخریب کاری، دہشت گردی اور دھماکوں کا زور ہے۔ جو حکومت کی انتہائی کمزوری کا کھلا ثبوت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور رحمت للعالمین ﷺ کے چاروں خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق ﷺ، حضرت عمر فاروق ﷺ، حضرت عثمان ذوالنورین ﷺ اور حضرت علی المرتضیٰ ﷺ قرآن کے موعودہ خلفاء ہیں۔ ان کا نظام حکومت قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ایک معیاری نمونہ ہے ان کی اقتداء میں کتاب و سنت کا نظام حق نافذ کر کے حکومت اپنا اسلامی فریضہ سرانجام دے۔ مولانا نے کہا کہ پاکستان میں سوا ذی اعظم اہل سنت کی عظیم اکثریت ہے۔ اور ماضی کی شاندار تاریخ کی بنا پر پاکستان کو سنی اسٹیٹ قرار دیا جائے۔ جیسا

کہ ایران میں شیعوں کو اکثریت کی بنا پر وہاں کی حکومت کو شیعہ اسٹیٹ قرار دیا گیا ہے۔ مولانا قاضی مظہر حسین نے کہا کہ اگر یزی دور استبداد سے پہلے متحدہ ہندوستان میں صدیوں فقہ حنفی بطور پبلک لاء نافذ رہی۔ اب بھی پاکستان میں سنی حنفی مسلمانوں کی عظیم اکثریت ہے۔ اس لئے بطور پبلک، فقہ حنفی لاء نافذ ہونا چاہیے۔

پاکستان میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ مرزائیوں کا شائع کردہ لٹریچر ضبط کر کے حضور خاتم النبیین ﷺ کے منصب ختم نبوت کا مکمل تحفظ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ رسول پاک سرور کائنات ﷺ کی مقدس جنتی جماعت خلفائے راشدین رحمہ اللہ امہات المؤمنین رحمہنہا صحابہ کرام رحمہم اہل بیت رحمہم کے خلاف شائع کردہ ہر وہ لٹریچر ضبط کر لیا جائے۔ جس میں ان کی تنقیص و توہین پائی جاتی ہو اور ان گستاخانہ صحابہ رحمہم کو سنگین سزا دے کر اسلام کا تحفظ کیا جائے۔ [۲۳ ستمبر ۱۹۸۷ء]





حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقانیت

حضرت قائد اہل سنت رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں.....

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور آنحضرت ﷺ کے سالے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی ہے۔ ”اللہم اجعلہ ہادیاً و مہدیاً“ [ترمذی شریف]
اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنا دے۔ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بہت بڑی فضیلت پائی جاتی ہے کیونکہ اول تو آپ صحابی ہیں اور آپ کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ نے خصوصی دعا فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا آپ سے صلح کر لینا اور آپ کو اس وقت کی وسیع مملکت اسلامیہ کا خلیفہ تسلیم کر لینا اور پھر امام کربلا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ۱۹ یا ۲۰ سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیے رکھنا اور آپ کی طرف سے سالانہ وظیفہ قبول کر لینا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقانیت اور خلافتِ حقہ کی ایک زبردست شہادت ہے۔ [مودودی مذہب پاکٹ سائز، ص ۷۴]

تواریخ وفات..... حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ

کچھ مولانا قاری ظلیل احمد تھانوی ☆

○ آہ چھیس جنوری کو مولوی مظہر حسین واصل بحق ہوئے
۳۸۱ + ۱۳۶۵ + ۲۵۸

○ پیدائش انیس سو چودہ محبوب عالم مظہر حسین
۵۳۲ + ۱۹۹ + ۱۲۷۳

○ ہائے الحاح مولوی مظہر حسین
۵۹ + ۱۳۶۵

○ وصال شد وکیل صحابہ مولانا مظہر حسین
۴۳۱ + ۱۷۲ + ۱۴۰۱

○ خلیفہ محدث کبیر امام مولانا حسین احمد دہنی
۷۲۵ + ۷۸۴ + ۲۰۱ + ۲۸۵

○ مہتمم جامعہ اظہار الاسلام چکوال ازہم جدا
۵۲۵ + ۱۴۱۸ + ۶۱

○ جامع کمالات بانی انجمن خدام اہل سنت
۶۰۶ + ۶۳ + ۱۳۳۵

○ صاحب عرفان مولانا مظہر حسین صاحب
۵۰۲ + ۱۲۸ + ۱۳۷۴

۲۰۰۲ء

مظہر حسین صاحب

۱۳۷۴

مولانا

+ ۱۲۸

○ رفیع الکان

+ ۵۰۲

۱۳۲۳ء

○ بیت قاضی صاحب

۱۰۱۲

+ ۴۱۲

۱۳۲۳ء

○ آرام گاہ ولی زمان قاضی صاحب

۱۰۱۲

+ ۱۳۴

+ ۲۶۸

۲۰۰۳ء

○ جائے امان قاضی فاضل دیوبند

۹۸۷

+ ۹۱۱

+ ۱۰۶

۱۳۲۳ء

○ حزار ہادی انجمن قاضی صاحب

۱۰۱۲

+ ۱۶۴

+ ۲۴۸

۲۰۰۳ء

○ فانما قال جل مجدہ، واللہ غفور رحیم

۱۶۱۶

+ ۳۸۸

۲۰۰۳ء

○ میگوید فیشرہ بمغفرۃ

۱۹۱۴

+ ۹۰

۱۳۲۳ء

○ فقد قال جل اسمہ، انا اعطینک الکواثر

۹۷۰

+

۴۵۴

۲۰۰۳ء

○ وقال اللہ جل قوله، واتممت علیکم نعمتی

۱۶۲۷

+

۳۷۷

۱۳۲۳ء

○ قد قال اللہ جل کلامہ، فالولئک لہم الدرجات العلی

۹۹۴

+

۴۳۰

تاریخ ہائے ولادت و وفات

کھڑے حافظ ضیاء الرحمن جالندھری

پیر کے دن صبح سویرے جہاں اس دار فانی میں سورج طلوع ہوا وہاں اس عالم اسلام کا ایک سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا.....

افسوس صد افسوس پیر کے دن صبح سویرے جامعہ خیر المدارس ملتان کی جامع مسجد سے کسی طالب علم نے یہ اعلان کیا کہ مناظر اسلام ترجمان اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال والے گزشتہ رات قضائے الہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون!

ذیل میں حضرت اقدس قاضی صاحب کی تاریخ ہائے وفات، ولادت ذکر کی جاتی ہیں۔

۱	قال الولی: خلقه فقدره	۱۳۳۲ھ
۲	ولادت مظہر حسین مدنی چکوالوی ہے	۱۹۱۴ء
۳	ولادت مبارک ابن مولانا محمد کرم دین	۱۳۳۲ھ
۴	ولادت ادیب ابو ظہور الحسین صاحب چکوالوی	۱۹۱۴ء
۵	علامہ کا سال فراغت	۱۹۳۹ء
۶	علامہ مولانا دیوبندی چکوالوی صاحب فاضل اجل دارالعلوم دیوبند	۱۹۳۹ء
۷	مولانا چکوالوی صاحب شاگرد و خلیفہ مولانا حسین احمد المدنی	۲۰۰۴ء
۸	دامولانا چکوالوی مہتمم اظہار الاسلام	۲۰۰۴ء
۹	بسم الله السبوح العتین الرحمن الرحیم	۱۳۲۴ھ
۱۰	قال الشہید: سلام علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیاً	۲۰۰۴ء
۱۱	قال الله المہیم البصیر: فان الحنة هی الماوی	۱۳۲۴ھ

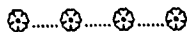
۱۲	ولقد قال الله المحيب المليك: نرفع درجات من نشاء	۲۰۰۴ء
۱۳	قال الواصل: انه من عبادنا المخلصين	۱۳۲۳ھ
۱۴	قال: لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم	۲۰۰۴ء
۱۵	قال الواحد المحمود: وادخلني جنتي	۱۳۲۳ھ
۱۶	وهو: ذلك لمن خشي ربه	۲۰۰۴ء
۱۷	رضي الله الحامد الحق عنه	۱۳۲۳ھ
۱۸	كنت مناقباً مت شهيد	۱۳۲۳ھ
۱۹	مولانا عاش سبباً قامات شهيدا	۱۳۲۳ھ
۲۰	گلستان طوبی قاسم العلوم دارالعلوم دیوبند	۱۳۲۳ھ
۲۱	آہ! بچھ گیا چراغ عاقب (علیہ السلام)	۱۳۲۳ھ
۲۲	آج علامہ قاضی صاحب انتقال کر گئے	۲۰۰۴ء
۲۳	آج ہے ہی کو بار غم اٹھانا پڑا	۲۰۰۴ء
۲۴	آہ! آج وصال سوموار تین ذی الحجہ چودہ سو چوبیس ہجری	۲۰۰۴ء
۲۵	وصال جناب چکوالوی کا پیر چھبیس جنوری دو ہزار چار عیسوی	۱۳۲۳ھ
۲۶	آج کل عمر کیا نوے سال گیارہ ماہ تیس دن ہے	۱۳۲۳ھ
۲۷	جی آپ ہی عمر کے کل دن تیس ہزار پانچ سو پچانوے ہے	۱۳۲۳ھ
۲۸	اب ہم کو جام غم پینا پڑا	۱۳۲۳ھ
۲۹	گلہا ز مظہر حسین نور اللہ مرقده	۲۰۰۴ء
۳۰	وفات ضیاء الاحناف بن مولانا کریم الدینؒ	۲۰۰۴ء
۳۱	از قلم المداحی ضیاء الرحمن بن محمد سعید جالندھری	۲۰۰۴ء

قطعہ سال وفات

کے مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

دین مصطفیٰ پہ صد آفریں فدا ہوا
مولانا مظہر حسین ہم سے اب جدا ہوا
۱۴۰۱ + ۲۳ = ۱۴۲۴

قدسیوں کے قافلے کہہ رہے ہیں ہر طرف
سوئے جناں اب رواں مرد حق ادا ہوا
زاہد شب زندہ دار واعظ شریں سخن
راہی غلد بریں بفضل خدا ہوا
حائے سنت تھے وہ مائے بدعات و شرک
جو ہیں اہل حق تمام ان کا مقتدا ہوا
قانی بیچارہ وہ واقف و دانائے راز
خدمت دیں کے طفیل امام الہدیٰ ہوا
ابشروہ بالفوز وبالمنفۃ ۲۰۰۴ء



فضل خدا سے باقی جو مظہر حسین ہے

رکھو جناب عبدالکریم صابر

پہلا پرچہ (ماہنامہ حق چار یاڑ) موصول ہونے پر مندرجہ ذیل قطعات تاریخ ہو گئے تھے۔

ان پر خدائے پاک کا فہلِ عظیم ہے
 دنیا میں جس کا پھیلا ہوا فیض عام ہے
 ان پر نگاہِ خاص شدہ مشرقین ہے
 ہر ایک دل میں جس کا بڑا احترام ہے
 فہلِ خدا سے ”باقی جو مظہر حسین ہے“

۱۴۱۰ھ

عبد الشکور لکھنویؒ باقی نہیں تو کیا
 ہے ان کے نام نامی میں ایک دلکشی عجیب
 ”مظہر حسین نام لطافت کلام ہے“

۱۴۱۰ھ

(ماہنامہ حق چار یاڑ فروری ۱۹۹۱ء)

تاریخ ہائے وفات

کچھ مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

ان کی یوں فرقت پہ آج دل بہت رنجور ہے
بہر تاریکی شب اک چراغ نور ہے
ہائے وہ بخت نگہ تربت میں مستور ہے

۲۰۰۴

۱۸۰۸

۱۹۶

تابۃ عصر آہ آنکھوں سے یوں دور ہے

۱۳۲۳ھ

آئی یہ فانی صدا مولا کا مغفور ہے

۱۳۳۳ھ

(بقیہ ص: 1358)

میں کوٹ کر بھری گئی ہے اور اس سے کتنے زہریلے جراثیم، دین میں پیدا کیے گئے ہیں۔ کیا آپ کتاب اور سنت کو اس عقیدہ کے بعد ثابت کر سکتے ہیں اور کسی زندگی و لمحہ پر اتمام حجت کا راستہ کھول سکتے ہیں جبکہ ہر دو طریقہ روایت، درایت کا مدار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی پر ہے اور وہ معیار اور مدار حق نہ رہے اور نہ تنقید سے ہی بالاتر ہے اور نہ ان کی ذہنی غلامی جائز رہی۔ ظاہر ہے کہ تنقید کسی برائی ہی کی وجہ سے ہوتی ہے تو جب ان میں خرابیاں اور برائیاں موجود ہیں تو ان کی روایت کا کیا اعتبار ہے اور اسی طرح ان کی درایت کا کیا اعتبار ہوگا اور علیٰ ہذا القیاس ان کے طریقہ پر چلنا یعنی ذہنی غلامی بھی اگر صحیح نہیں ہے تو خیر القرون ہونا اور "کنتم خیر أمة اخرجت للناس" اور امة وسطا" وغیرہ آیات کو کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ تمام وہ احادیث سمجھو جو کہ گونا گوں فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھری ہوئی ہیں سب بے کار ہو جاتی ہیں، کیونکہ سلب کلی کا مصداق بجز اس کے نہیں ہو سکتا۔

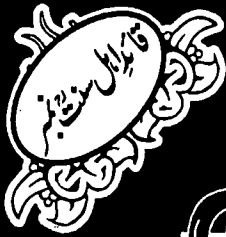
افسوس صد افسوس کہ بہت سے علماء اور فارغین دارالعلوم بھی مودودی صاحب کی تلمیسات کے شکار ہو رہے ہیں، آپ بھی اس جماعت کی تنظیم اور ڈسپلن کی تعریف کرتے ہوئے اس میں شرکت کی خواہش کر رہے ہیں یا تردید میں ہیں۔ جس طرح چکڑ الوی، قادیانی، مشرقتی نے نیا دین اور نیا اسلام بنایا ہے اسی طرح مودودی صاحب نے نیا اسلام بنایا ہے، سابقین مجددین کی تجدیدات کو لات مار کر اپنی تجدیدات کو سب سے بالاتر فرماتے ہیں اور تمام اہل سنت والجماعت کے متفقہ اصول کو ٹھوکر مارتے ہیں۔ تمام علماء اور اہل طریقت حتیٰ کہ حضرت مجدد سرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور اکابر علم و طریقت میں کیڑے نکال کر سب کی انتہائی تذلیل و توہین کرتے اور سب سے نفرت دلاتے ہیں، بہر حال سوچئے اور سمجھئے اور اسلاف کرام کے طریقہ پر چلیے، واللہ معکم اینما کنتم۔

مولانا عبد اللہ صاحب در خواستی سے میں واقف نہیں اور نہ ان کے اصول سے واقف ہوں، اس لیے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر ان کے اصول و اعمال اسلاف اہل سنت والجماعت کے مطابق ہوں تو ان کا ساتھ دیجیے۔ آپ مودودیوں کی تنظیم اور جدوجہد کو سراہتے ہیں۔

محترم! قادیانیوں اور عیسائیوں کی تنظیم و جدوجہد اس سے بدرجہا بالاتر ہے پھر کیا حکم دیں گے؟ جو رشتہ دار ادھیڑ عمر والی بیعت ہونا چاہتی ہیں ان کو آپ خود کیوں نہیں بیعت کر لیتے۔ آپ نیا جملہ میری طرف سے ان کو بیعت کر لیں اور امور بیعت پر عہد لے کر تسبیحات ستہ تلقین فرمادیں۔

(واللہ)

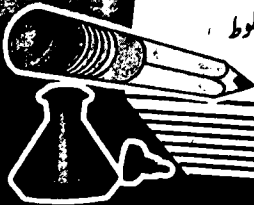
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۳ شوال ۱۴۲۳ھ



باب 14

مکتبہ اہل سنت

حضرت قائد اہل سنتؒ کے نام چند یادگار خطوط



مکتوبات گرامی

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

①

جناب مولانا مظہر حسین صاحب چکوال، پاکستان کے نام

محترم القام زید مجدکم

(العلیٰ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)

آپ کا والا نامہ مورخہ ۱۲ شعبان موصول ہوا تھا، حضرت شیخ الادب صاحب کے ذریعہ سے جواب بھیج دیا تھا۔ ذکر لسانی ہمیشہ اپنی کثرت سے اور مداومت سے ذکر قلبی جس کا مرکز زیر پستان چپ چار انگل ہے، اور ذکر روحی کی طرف جس کا مرکز زیر پستان راست ہی منجر ہوتا ہے مگر ہم کو لطائف کے جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس میں مسافت طویل ہے۔ بہر حال ۲۵ ہزار ذکر لسانی پر مداومت فرمائیے اور جس قدر اس میں زیادتی ممکن ہو عمل میں لاتے ہوئے قلبی ذکر کی طرف بھی توجہ فرمائیے یعنی قلب جو کہ بائیں پستان سے چار انگل نیچے ہے تصور کیجیے کہ اس سے لفظ اللہ برابر نکلتا ہے۔ ذات مقدمہ چونکہ محبوب قلب ہے اور حسب قاعدہ من احب شینا اکثر ذکرہ قلب بے چینی کے ساتھ محبوب حقیقی کو یاد کر رہا ہے۔ اس میں ذکر لسانی کو کوئی دخل نہ دیجیے۔ فقط دھیان اور تصور ہوگا اور خیال ہی خیال میں ذکر کرتے ہوئے کم از کم دو ہزار روزانہ خواہ ایک ہی مجلس میں یا متعدد مجالس میں اس کو پورا کیجیے جو حرکت سینہ میں محسوس ہوتی ہے سلطان الاذکار کا مقدمہ ہے، اللہ تعالیٰ روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ اور ماسوی اللہ سے کلی انقطاع نصیب ہو۔ (رہیں۔

حصولی زیارت مقدمہ مبارک ہو۔ آنکھ بند ہونا غالباً اشارہ اس طرف ہو کہ ذکر میں انہماک کیجیے اور اغیار سے انقطاع کیا کیجیے۔

ستری سردار محمد صاحب سے بھی سلام مسنون کہہ دیں میں ان کو غائبانہ بیعت کیے لیتا ہوں ان کو

اتجار شریعت کی تاکید اور تسبیحات ستہ کی تعلیم کر دیجیے۔

اس زمانہ کے قطب الارشاد اور مجدد کو میں نہیں جانتا، مجھ جیسا ناکارہ اور نالائق کس طرح جان سکتا ہے؟

(السلام)

نیک اسلاف حسین احمد غفرلہ

سلبت، ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ

(۲)

محترم القام زید مجدکم..... جس دمن میں آپ لگے ہوئے ہیں بہت مبارک ہے۔ تمام جیل کی تکالیف پر پانی پھیر دینے والی ہے، اللھم زدلفزد.....

کفر کا فر را و دیں دیندار را

ذره دردت دل عطار را

یہ دمن اگر برسوں میں بھی حاصل ہو جائے بسا نعمت ہے۔ ذکر و شغل میں جو حصہ بھی عمر عزیز کا صرف ہو جائے وہی زندگی ہے.....

ہر نفس بہرت مسجائیت چست

گر ننداری پائیں او از جہل تست

ایں چشیں انفاس خوش ضائع مکن

غفلت اندر شہر جاں شائع مکن

حضرات چشتیہ فدوی (مراد) تمام لطائف کو قلب ہی میں مندرج مانتے ہیں، اور اسی طرف توجہ کرنے سے تمام لطائف کو سٹے کرتے ہیں۔

میرے محترم! یہ سب لطائف وسائل اور ذرائع ہیں الوار وغیرہ بھی مقاصد اصلیہ نہیں ہیں۔ وصل اور فراق بھی مقصد اصلی نہیں ہے.....

وصال و قرب چہ خواہی رضاء دوست طلب

کہ حیف باشد ازو غیر ازیں تمنائے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے درجہ پر کوئی دلی نہیں پہنچ سکتا ان کی شان میں فرمایا جاتا ہے "بعضون فضلہ من اللہ وراصوانہ" معیت اور دوام حضور بڑی چیزیں اور انعام عظیم ہیں مگر مقصود اصلی رضا خداوندی ہے اگر شہنشاہ کی دربارداری اور حاضر ہاشمی حاصل ہو جائے اور معاذ اللہ رضا شای نصیب نہ ہو تو خسارہ ابدی ہے اور اگر رضا شہنشاہی حاصل ہو تو دوری مسافت اور غیر حاضری دربار کوئی چیز نہیں۔ بسا اوقات بحر میں بھی دربار میں حاضر ہوتے ہیں مگر ان کی یہ حاضری خوش نصیبی نہیں سمجھی جاتی۔ طلب رضا خداوندی اور اس کا حصول سلوک ہانی ہے جس سے مراتب اولیاء اللہ کی عظمت حسب مراتب ہوتی ہے اس کو بیش پیش نظر رکھیں۔ انوار، کیفیات، مکاشفات، الہامات وغیرہ کے لیے فرماتے ہیں: "سلک حلالات نرسی مہا اطفال الطریقتہ" یہ وسائل ہیں مقاصد نہیں۔ کسی سے بھی دل نہ لگائے اور کسی مقام پر قرار نہ پکڑے بلکہ بیش آگے بڑھتے رہے۔ قبض وسط لوازمات بشری ہیں۔ بسط میں شکرگزاری ہے۔ "لئن شکرتکم لا رمدنکم" اور قبض میں استغفار کی کثرت اور عدم مایوسی لازم ہے۔ حضور دائم بلا کیف و کم کی جدوجہد کرتے ہوئے رضا و خوشنودی کے خواہاں رہیں۔ جس کے لیے اتباع سنن سید المرسلین علیہ السلام از بس ضروری اور لازم ہے: "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ"۔ اسی سے محبوب خداوندی بنتا ہے۔ ہنسنا لا رباب النعیم نعیمہم۔

خواہائے مختلفہ اور کیفیات متنوعہ مبارک اور امید افزا ہیں شکر کیجیے اور ذات منزہ عن جمیع الحوارث و النقصان متصفہ بجمیع صفات الکمال الذی لیس کمثلہ شئی کا دھیان دائم ہونے کے لیے کوشاں رہیے۔ انوار اور ذوات الانوار غیر ہیں ان سے دل نہ لگائیے۔ والدین ہم علی صلاتہم دانمون۔ کی نعمت حاصل کیجیے

ہر آنکھ غافل تڑوے یکذبلان است

ہاں دم کافر است امانہاں است

مبادا غائبی بیستہ باشد

در اسلام بروے بستہ باشد

اس راہ میں غفلت بھی گناہ ہے اس سے ہار ہار توبہ اور استغفار ہونی چاہیے۔ رزقنا اللہ و ایاکم۔ پڑھانے میں اگرچہ توجہ الی الخیر ہوتی ہے، مگر اس سے نسبت میں قوت ہوتی ہے، اور نشر و اشاعت دین اور وظیفہ نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ و النعمۃ) کی جو کہ تبلیغ و ہدایت ہے ادا ہوئی ہوتی ہے، اس

لیے اس کے ادا کرنے میں حسب استطاعت کوشش کیجیے۔ وضو جب لوٹ جائے اور وضو کرنے میں ہمت ہو تو ان اشیاء کی ادائیگی کے لیے جن میں وضو لازم نہیں ہے تیمم کر لیا کیجیے اگرچہ پانی موجود ہو جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جواب سلام کے لیے تیمم فرمایا تھا، توجہ الی اللہ میں استغراق ضروری نہیں ہے۔
لاندرکہ الابصار و هو یدرک الابصار بے کیف اور بے کم کی طرف قلبی توجہ، ہونی چاہیے

ہست رب الناس را با جان ماس

اتصالے بے تکلیف بے قیاس

حجابت اور انوار اور کیفیات اور لطائف کے متعلق مندرجہ بالا مضمون میں جواب آ گیا۔ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ خاص حضرت مجدد بخیت نے ان تفصیلات کو جن کو مجدد بخیت تحریر فرماتے ہیں ترک کر دیا تھا۔ آپ توجہ الی الذات بلا کیف ہی کو مدار سلوک قرار دیتے ہیں۔

جیل سے رہائی کے لیے ظاہری کوشش میں کوئی حرج نہیں۔ توکل اور اہتمام اللہ ہی پر رہنا چاہیے کامیابی ہو تو فیہا ورنہ کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہیے۔ رضاء دوست جس میں ہو وہی عہد کا مقصد ہے اسی میں خوش رہنا چاہیے میں بھی دعا کرتا ہوں۔ اپنے رفقاء کو جو بھی لائق ہوں حریذ ذکر تعلیم دیتے رہے۔

درآمد

نک اسلاف حسین احمد غفرلہ

ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ

(۳)

محترم المقام زید محمد۔

(السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا تھا، مگر عدیم القرمستی کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرمائیں۔ آپ کی خیر و عافیت معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی، تلاشی کا واقعہ صرف ایک اشتہار قرآنی کے متعلق ہوا تھا، جس میں کوئی چھپانا مقصود نہیں تھا، اس کو حکام نے قابل اعتراض سمجھا اور اہل دارالعلوم اس کو قابل اعتراض نہیں سمجھتے تھے بہر حال تقدیرات الہیہ میں جو کچھ تھا وہ پیش آیا۔ فالسی اللہ المشکی

میرے محترم! مقصود اصلی سلوک سے احسان ہے (ان تعبد اللہ کانک نراہ) (الحدیث) یعنی سالک میں ملکہ راسخ پیدا ہو جائے، یہ مبداء ہے اور باعتبار نہایت کے رضاء باری عزاسمہ کا حصول ہے..... یہ کوشش کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت صادقہ پیدا ہو جائے، اور وہ بڑھتے بڑھتے اتنی ہو جائے کہ ماسوا کا تعلق قلبی منقطع ہو جائے، یہ اور اس کے مؤیدات و ذرائع سب کے سب وسائل ہیں ریاضات اور اصلاح اخلاق بھی اسی قسم سے ہیں، حقد میں صوفیہ اصلاح اخلاق کو مقدم سمجھتے ہیں اور بسا اوقات اس میں سالہا سال خرچ کر دیتے ہیں، جس کے نتیجہ میں بسا اوقات وصول الی اللہ سے پہلے موت آ جاتی ہے، اور انسان کو محرومی کی حالت میں دنیا سے سر کرنا پڑتا ہے، متاخرین نے اس میں تدبیر سے کام کیا، وہ وصول الی اللہ اور توجہ الی الذات المقدسہ کو مقدم فرماتے ہیں، اور اس رابطہ میں انہماک کرنا ضرور دائم کو پیدا کرتے ہیں اور اس ہی ملکہ کو سورخ و قوت دیتے ہیں، اور جس کی وجہ سے اخلاق ذمیرہ اور رزائل ایک ایک کر کے زائل ہو جاتے ہیں بہر حال آپ توجہ الذات المقدسہ میں ہمیشہ کوشاں رہیں خواہ الی الذات المحضہ کی طرف یا باعتبار صفۃ من صفاتہ الکاملہ، اور الذین ہم علیٰ صلواتہم دائمون کا حال قائم رکھیں۔

انسان کے اعمال میں نقائص کا ہونا فطری امر ہے، مگر انسان کا فریضہ ہے کہ نقائص کے ازالہ میں کوشاں رہے اور ایسا کہ نستعین بہر نماز میں اخلاص سے کہتا رہے جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں (دعائیں) ماعرفناک ① حق معرفتک ولا عبدناک حق عبادتک اذکا قال غرضیکہ اپنی طرف سے جدوجہد اعمال کی تحمیم و اخلاص کی تکمیل ہمیشہ جاری رہنی چاہیے اور بارگاہ خداوندی میں اقرار بالتقصیر کے ساتھ جو کہ واقعی امر ہے، معافی کی درخواست ہمیشہ جاری رہنی چاہیے اور قبولیت کی امید رکھتے ہوئے ہر وقت خائف عن غضبہ تعالیٰ بھی رہنا ضروری ہے، الایمان بین الخوف والرجاء۔

میں پہلے بھی غالباً آپ کو لکھ چکا ہوں کہ آپ کو اجازت ہے، جو بھی آپ سے بیعت ہونے کی درخواست کرے اس کو بیعت کر لیا کریں اور اشغال سلوک تلقین فرما دیا کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا، اتباع سنت کا ہمیشہ اور ہر امر میں خیال رکھیں، علاوہ مراقبہ معلومہ کے دوسرے اذکار کی ضرورت اگرچہ

اب نہیں ہے، مگر تائید اور تقویت کے لیے جون ساذ کر مناسب سمجھیں کرتے رہا کریں، صراط مستقیم اور امداد السلوک کو زیر مطالعہ رکھیں۔

خواب سب اچھے ہیں اور امید افزاء تعویذوں کی بھی اجازت دیتا ہوں، القول الجلیل میں سے لکھ دیا کریں، یا مقصود کے مطابق کوئی آیت لکھ دیا کریں، قرآن شریف کا ترجمہ پڑھانا بھی تبلیغ ہے، بہر حال جس قدر ممکن ہو انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کی اصلاح اور ہدایت میں بلا طمع کوشاں رہیں، دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں، واقفین پر سان حال سے سلام سنون عرض کر دیں، آپ کا لفاظہ کار آمد نہ ہونے کی وجہ سے واپس ہے۔

(واللہ)

حسین احمد غفرلہ

۷ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

(۴)

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کریم کار ساز بندہ نواز نے آپ کو قرب و حضور اور معیت کی نعمت و جدائی طور پر عنایت فرمائی اور نسبت میں قوت اور ترقی عطا فرمائی۔ فلله الحمد والمنة اللهم زد فزد۔
محترماً! توجه الى الذات المقدسة المنزهة عن سائر سمات النقص والزوال وعن المادة والمثال المتصفة بالكمال والجلال، کو جس قدر ممکن ہو بڑھائیے اور حضور دائم پیدا کیجیے۔

لطائف مدد کہ کا ترقی پذیر ہونا نعمتِ عظیمہ ہے اللہ تعالیٰ اور زیادہ فرمائے۔ ذاتِ مقدسہ بے مثل اور بے مثال ہے۔ اسی طرف دھیان متوجہ رہنا چاہیے.....

اے برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم

و لہر چہ گفتہ اندو شنیدیم و خواندہ ایم

لبسِ کمثلہ شئی، اس کی شان ہے، لم یکن لہ کفوا احدُ اس کی آن ہے وہی مقصود انس

و جان ہے اس سے غافل ایک دم نہ ہونا چاہیے.....

یک لمحہ را غافل تو از اں شاہ نہ باشی

شاید کہ نگاہ کند آگاہ نہ باشی

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اس توجہ دہائی کے ساتھ مرضیات حق کو ہمیشہ تلاش کرنا اور اس میں منہمک رہنا اعلیٰ ترین مقصد انسانی ہے جس کے لیے درحقیقت جناب سید الانام علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ اکمل العقبۃ والسلام کے سنن و آداب کی زیادہ سے زیادہ پیروی کرنا اشد ضروری ہے.....

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی، آلائیہ۔ ارشاد گرامی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مطمح نظر یہی تھا۔ یتبعون فضلا من اللہ ورضوانا۔ اس کی دلیل ہے۔ اسی کی جدوجہد میں ہمیشہ لگے رہتے یہی دھن ہماری دن و رات رہنی چاہیے۔

میں دُعا کرتا ہوں میرے پاس آنا اور رہنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ میں اسلاف کرام کا بدنام کرنے والا اور نفس اور خواہشات کا بندہ ہوں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تو نجات کی امید کر سکتا ہوں۔
”عدل کرے تو تلیاں فضل کرے تو چھیاں۔“ بزرگانِ پنجاب کا صحیح مقولہ ہے۔

سودہ گشت از جہدہ راہو بتاں پیشانیم

چند برخود تہمت دین مسلمانِ نہم

لوگوں کی تبلیغ اور نصائحِ بالآیات القرآنیہ اور بالا حدیث النبویہ علیٰ صاحبہا الف الف سلام و تسبیحہ میں مشغول رہنا بہت بڑی کامیابی ہے..... مگر اس راہ میں مشکلات اور تکالیف کا پیش آنا گزیر ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جبکہ یہ حوادث پیش آتے رہے تو ہم کو اور آپ کو کب اس سے چھٹکارا ہو سکتا ہے۔ صبر جمیل پر سہارا کرنا اور الطافِ ربانیہ کا امیدوار رہنا از بس ضروری ہے، جب کہ فرعون جیسے مدعی الوہیت کے سامنے ”قولا لہ قولا لبنا“ اور بد بخانِ عرب کے مقابل ادعٰ الٰہی سبیل ربک بالحکمۃ و المواعظۃ الحسنۃ کا ارشاد ہے تو ہم نا کاروں کو ابتداءً زماں کے مقابل بدرجہ اتم اس پر چلنا ضروری ہوگا۔ غمگین اور مایوس نہ ہوئے۔

ع..... سرزنش ہاگر کند خار مغیلاں غم خور

اخلاص اور سچی ہمدردی کو ہاتھ سے جانے نہ دیجیے۔ مجادلات اور فضولِ بکواس سے حتی الوسع اجتناب فرمائیے۔ اس زمانہ میں مناظرہ حقیقی نہیں ہوتا۔ نفس پرستی اور خود نمائی مقصود ہوتی ہے۔ کہہ دیجیے کہ ہم نے حق بات ظاہر کر دی۔ ہمارا فریضہ صرف تبلیغ اور واضح کر دینا ہے ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ ہاں اگر سخت ضرورت پیش آجائے تو اولاً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیجیے اور اس سے استمداد باطنی کرنے

کے بعد میدانِ مناظرہ میں قدم رکھیے اور اس کی بے نیازی سے مطمئن نہ ہوئیے۔ ولو شاء ربک ما فعلوه فذرہم وما یفترون کو کبھی ذہن سے نہ نکالے۔ ہدایت اور اضلال دونوں اس کے اختیار میں تھے۔ یضل من یشاء ویہدی من یشاء وقال سبحانہ وتعالیٰ ولوانسا نزلنا الیہم الملائکۃ وکلمہم المونسی وحشرنا علیہم کل شئی قلیلا ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرہم یجہلون۔ اس لیے شک و دل نہ ہوئیے یہ اس کی شئون میں ”اقام العباد فیما اراد“ اس لیے ہر ایک کو ہم میں سے ہمیشہ اس سے ڈرتے رہنا اور اسی کی استمداد اور ہدایت چاہنا از بس ضروری ہے۔ ”و کذلک زینا لکل امۃ عملہم“ اس کی شان بے نیازی ہے۔ ”افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون“۔

آپ کو جو تعظیم دی جا چکی ہے یہ آخری سب طرق کی تعلیم ہے اس پر کار بند رہیے اور اسی میں ترقی اور مداومت جاری رکھیے، استقامت اور کوشش سے آپ بڑے سے بڑے مقامات پر پہنچ سکتے ہیں۔ الاستقامۃ فوق الکرامۃ اتباع سنت سینہ کا انہماک اور توجہ الی الذات المتقدسہ تمام ترقیات کی مفتاح ہیں اسی میں گئے رہیے۔ بزرگانِ دین مولانا محمد حسن صاحب امرتسری یا مولانا خیر محمد صاحب یا مولانا عبدالمالک صاحب وغیرہ حضرات سے آداب اور احترامات کے ساتھ ملیے۔ کسی کی بے ادبی، نیبیت یا حضور میں عمل میں نہ لائیے اور نہ کسی کو حقارت سے دیکھیے یہ حضرات اور دیگر بزرگان تو بڑے ہیں ہی کسی عامی مسلمان کو بھی حقارت سے نہ دیکھیے۔ اگر کوئی عمل اس کا غلط ہو اس پر گرفت کیجیے مگر اس کی حقارت قلب میں ہرگز نہ لائیے۔ صراطِ مستقیم اور اہلِ ادب و السلوک کو زیرِ مطالعہ رکھیے۔ مولانا خورشید احمد صاحب ساکن قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان بھی مجاز ہیں اگر ممکن ہو تو ان سے ملاقات جاری رکھیے۔ لوگوں کو ارشاد و ہدایت کرتے رہیے جو بھی آپ سے طالب رہنمائی ہو، انشاء اللہ اس کو نفع پہنچے گا۔ سردار محمد صاحب میاں خان صاحب اور ماسٹر عبدالجلیل صاحب کی حسبِ استعداد و ترقی تعلیمات جاری رکھیے۔ میاں فیروز دین صاحب کو آپ خود بیعت کر کے تعلقینات جاری رکھیے۔ تسبیحات ستہ و غنیفہ ہیں۔ ذکرِ مقدم از و مخالف ہے۔ ذکرِ اسم ذات پاس انفاس وغیرہ حسبِ فرصت و ترقی تعلیم کرتے رہیں۔ جو شخص بھی بیعت کا خواہشمند ہو اس کو رد نہ کریں۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کے

مکتوبات میرے پاس بالکل نہیں ہیں۔ پہلی جنگ عوی میں میں مالٹا میں قید ہو گیا ترکی حکومت نے جملہ قلمی کاغذات ضائع کر دیے۔

(رہنمائی)

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

دہلی ہند، ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۶۹ھ

⑤

ہر دو ہمشیروں سے بعد از سلام مسنون کہہ دیجیے کہ میں نے ان کو بیعت کر لیا ان کو تسبیحات ستہ صبح و شام بتا دیجیے اور اتباع شریعت کی تاکید کر دیجیے۔ عورتوں کی طبیعت ضعیف ہوتی ہے۔ ذکر کی زیادتی سے اور امور خانہ داری سے بسا اوقات عاجز ہو جاتی ہیں۔ اس لیے ان کی تعلیم میں اسم ذات کے ذکر لسانی پر اکتفاء کیجیے۔ گیارہ ہزار جو آپ نے تارکما ہے مناسب ہے۔ بڑی ہمشیرہ صاحبہ کو بھی حسب حکم بیعت کر لیا۔ ان کو پاس انفاس کی مداومت کی تاکید کر دیں اور ذکر قلبی میں "اللہ ہو" روزانہ دو ہزار کا تصور باندھیں۔ قریب کے قصبہ میں مدرسہ قائم کرنا مناسب ہے، بشرطیکہ اس کی طرف توجہ تام کی جائے، آپ اور آپ کے احباب مشورہ اور استخارہ کر کے انجام دیں۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب مرحوم کے متوسلین میں تشدد بہت زیادہ ہے جو کہ غلط درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ہسرا ولا تعسرا و ہسرا ولا تنفرا و انسطا و عا ولا تختلفا اور الدین ہسروا حب الدین الی اللہ الحنیفیۃ السمیعۃ البیضاء الحمد یث کے خلاف ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب الوار القلوب کے بالکل مخالف ہے اگرچہ بریلویوں کے غلو کا جواب اسی طرح ہوتا ہے۔

(رہنمائی)

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ

⑥

نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ آپ حضرات کے اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارہ سیئات اور ترقی درجات

محترم! اس دورِ فتن میں دین کو پکڑنا بغضِ علی الجبر کا مراد ہے سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیے۔ اگر تعلیماتِ دینیہ کا مشغلہ ہو تو زیادہ مفید اور ضروری معلوم ہوتا ہے ورنہ تبلیغی جماعت کا پروگرام الٹا ہے کم از کم سلفِ صالح کے قدمِ بقدم تو رہنا نصیب رہتا ہے۔ جو جماعتیں نئی نئی رزق برق پوشاک میں مودار ہو رہی ہیں ان کی چمک دمک میں محو ہو جانا انتہائی خطرناک ہے۔ مودودیوں کی گمراہی سے آپ غالباً بالکل ناواقف ہیں آپ فرماتے ہیں جماعتِ اسلامی کے معاملہ میں بندہ اکثر متردد رہتا ہے کیا اس جماعت کی مخالفت کرنا ضروری ہے۔ یا نظامِ اسلامی کے پیشِ نظر ان سے اتفاق کیا جائے۔ یا توقف و سکوت بہتر ہے۔ ”آپ اس قدر غافل کیوں ہیں؟ ان کی کتابوں کو تنقیدی اور گہری نظر سے دیکھیے۔ وہ تو چودہ سو برس والے طریقہِ اسلامیہ کے علاوہ ایک نیا اسلام بنا رہے ہیں، جس میں ہر پروفیسر، ہر گریجویٹ، ہر عربی زبان سے ہڈ بڈ رکھنے والا مجتہد مطلق ہے۔ یہی نہیں کہ اس کو اجتہاد کرنا جائز ہے بلکہ اس پر اجتہاد کرنا اس قدر ضروری اور لازم ہے جیسا کہ سانس کے لیے ہوا اور پیاس کے لیے پانی ضروری ہے۔ اس اسلام میں بڑے سے بڑے صحابی پر بھی اعتماد کلی نہیں ہے۔ اگرچہ وہ خلیفہ اول ہی کیوں نہ ہو عام صحابہ کرامؓ تو کسی شار و قطار میں نہیں ہیں اور جب کہ صحابہ کرامؓ اور اربابِ قرن اول اس حال میں ہوئے تو تابعین اور بعد والے کس درجہ میں مانے جاسکتے ہیں یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور دوسرے ائمہ حدیث یا ائمہ فقہ یا ائمہ جرح و تعدیل کیا درجہ رکھ سکتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا مستفقہ اصول تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت کا جو کہ دلالتِ قطعیہ سے ماخوذ ہے بالکل ان کے نزدیک و اہی اور لچر ہے۔ کوئی ہستی صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین وغیرہم میں سے قابلِ تقلید مطلق نہیں ہے اور نہ کوئی ان میں سے معیارِ حق ہے، بلکہ ہر ایک انسانی کمزوریوں سے بالفعل متصف ہے۔ ان کا بنیادی عقیدہ دستورِ جماعتِ اسلامی دفعہ ۶ میں حسبِ ذیل ہے.....

”رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی

غلطی میں جھٹلانہ ہو، ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو

اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہے اس کو اسی درجہ میں رکھے۔“

اب آپ اتنے عقیدہ اور دفعہ پر غور فرمائیے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے اور کس قدر الحاد اور بے دینی اس کی تہہ میں رکھی گئی ہے اور تمام سلفِ صالح کی کس قدر بے اعتباری درایت اور دینا شریعت اور طریقہ امتحان اس باقی ص ۳۸

(6)

محترم القام زید محمد کم
(المدنی) جلیکم درمنہ (اللہ درکاتہ

مودودیوں سے جو حضرات وہاں پر ہیں ناواقف ہیں ان کی کتابیں دیکھتے نہیں یا اگر دیکھتے بھی ہیں تو تنقیدی نظر اور غور سے نہیں دیکھتے جو لوٹ میں نے دستور اسلامی کا آپ کو لکھا تھا کہ صفحہ ۶۰۵ عقیدہ رسالت جناب رسول اللہ ﷺ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں.....

”رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ الخ اس پر غور فرمائیے، کیا یہ انبیاء سابقین علیہم السلام جن پر ایمان لانا اور ان کی رسالت میں تفریق نہ کرنا ضروری ہے اس کا انکار نہیں؟ اور کیا یہیں سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کا انکار نہیں ہوتا جن کی تعدیل اور مقبولیت میں آیات قطعیہ وارد ہیں کیا یہ عقیدہ اسلام کو باقی رکھنے والا ہے۔ کیا اس میں وہ لاتعداد روایتیں ذخیرہ احادیث کی جو کہ انفرادی طور پر صحاح میں مدح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے اور اجتماعی طور پر وارد ہیں ان سب کا انکار نہیں ہے اور کیا ایسے عقیدہ کے ہوتے ہوئے کوئی شخص فرقہ ناجیہ اہل سنت میں شمار کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا اس قاعدہ اور دستور کے تسلیم کرنے کے بعد احادیث اور قرآن قابل اعتماد ہو سکتے ہیں۔ مدارین کے نقل کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ جب وہ افراد اور اجتماع معیار حق نہیں، نہ تنقید سے بالاتر ہیں تو ان پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے اور ان کی مرویات کا کوئی اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ اس پر تو روافض کا کہنا کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کی اس میں سے دس پارے نکال دیے گئے وغیرہ وغیرہ سب قابل قبول ہو سکے گا۔ کیا اس میں تقلید صحابہ رضی اللہ عنہم تا بعین کرام اور ائمہ کا انکار نہیں غور فرمائیے۔ یہ جماعت اسلام کو برباد کرنے اور اس کے اصول و فروغ کو جز سے اکھاڑ دینے کے لیے نیا مذہب بنا رہی ہے اور ہمارے ہی نادان اور بھولے بھالے علماء اور عوام اس کو رو میں بہتے جا رہے ہیں۔ فالہی اللہ المشتکی۔

جو عبارت کہ جناب نے نقش حیات جلد اول صفحہ ۳۲۵ کی نقل فرما کر قابل اعتراض قرار دی ہے وہ عبارت میری نہیں، تاریخ روہیل کھنڈ معروف بحیات حافظہ رحمت خاں کے مصنف کی ہے یہ جو کہ نقش حیات میں صفحہ ۳۲۲ سے شروع ہو کر صفحہ ۳۲۷ کی دوسری سطر تک چلی جاتی ہے۔ اگر یہ مورد اعتراض ہے

تو اعتراض تاریخ کے مصنف مذکور پر ہو سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مورخ مذکور حکم شرعی بیان نہیں کر رہا ہے بلکہ بادشاہ روہیل کھنڈ کے کارنامہ کو دکھلا رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حافظ رحمت خاں صاحب مرحوم کی حکومت اس کو اپنا فریضہ نہیں سمجھتی تھی اور نہ اس پر عامل تھی۔ اب یہ بات دوسری ہے کہ حکومت مذکور اس میں حق پر تھی یا غلط کا تھی۔ مورخ تو اس کے کارنامے دکھلا رہا ہے ممکن ہے کہ حکومت مذکور کا یہ عمل شرعاً صحیح ہو۔ کوئی اس زمانہ کی حالت اس کی مقتضی ہو اور ممکن ہے کہ پالیسی نظر شارع میں غلط ہو، بہر حال یہ تاریخی واقعہ ہے اس کو حکم شرعی نہیں کہا جاسکتا۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو شبہ ہے وہ بھی بے موقع ہے یہ دونوں حضرات مرحومین احکام الہیہ سے بہ نسبت ہمارے بہت زیادہ واقف تھے اور وہ اپنے ماحول سے بھی بہ نسبت ہمارے زیادہ واقف تھے۔ اگر انہوں نے گوالیار کے راجہ اور وزیر کو لکھا ہے تو مقتضائے وقت اور ماحول کی بناء پر لکھا ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ اھون البلیبن بعض اوقات میں بخار ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے اس وقت کا یہ مقتضی ہو۔ ہم کو حسن ظن کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک میں راجہ ہند پر تاپ کو حکومت موقتہ کا پریذیڈنٹ تسلیم کرنا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ اور حکم سے نہیں ہوا وہ تو اس وقت مالٹا میں اسیر تھے، ٹائٹا ایسا کرنا بھی ماحول کی ہی بنا پر تھا جس کو یہ حضرات مشاہدہ کہہ رہے ہیں یہ پریذیڈنٹ (صدارت) بمبئی کی نہ تھی، بلکہ حکومت موقتہ (عارضی حکومت) کی تھی۔ شہنشاہ عالمگیر مرحوم کے مقالہ کے متعلق بھی شبہ بے موقع ہے اور وہ مقالہ ملازمتوں کے متعلق ہے حکومت کے متعلق نہیں..... وہ پالیسی جو کہ کسی عہدہ کے اہل تھے عالمگیر مرحوم نے ان کی اس عہدہ کی قابلیت کی بنا پر ان کو مقرر کیا۔ اہل غرض نے اس پر اعتراض کیا اور شریعت کی آڑ لے کر اپنے آپ کو حق بجانب قرار دیا، یقیناً اس میں ان کا اعتراض غلط اور عالمگیر مرحوم کا جواب صواب ہے۔ ملازمتوں کے متعلق حکومت اگر قابلیت کا لحاظ نہ کرے گی اور ماہر فن کو مقرر نہ کرے گی تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن اریطہ دہلی کو رہبر طریق مدینہ منورہ بنایا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے چند مہینے پہلے سے اس کو مقرر کیا تھا اور سخت خطرہ کے وقت میں اس پر اعتماد کیا تھا۔ کیا کنواں کھودنے، پاخانہ پیشاب صاف کرنے، مسجد بنانے، تعمیر کرنے، سڑک صاف کرنے وغیرہ میں مذہب کو دخل دیا جانا ضروری ہے؟ عالمگیر مرحوم کے جواب پر غور فرمائیے، ہاں اگر مسلمان قائل ہو اس کو ترجیح دی جانی چاہیے اور جب کہ آپ اہل ذمہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ: ”دمائہم کدمائنا واموالہم کاموالنا“۔ پھر اس مساوات کے بعد آپ

کہ رجوع نماید اخذ بیعت نمودہ تعلیم نام خدا نمایند ہرگز انکار نہ کنند ہدایت کنندہ ہادی مطلق است آن را کہ خواہد فرستاد ہدایت ہم خواہد کرد۔ (صفحہ ۲۱۲)

مدرسہ کا چکوال میں ہونا زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے۔ استخارہ مسنونہ سات مرتبہ کیجیے اگر جواب میں کوئی ہدایت ہو نہیادور نہ رجحان قلبی پر عمل کیجیے۔

(دلائل)

نگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۱۵ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ دیوبند

مکتوبات گرامی

شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب رحمہ اللہ

①

برادر عزیز زیدت معالیم

(دلائل) حبیبک در رحمۃ اللہ

آپ کے خطوط سے یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی ہے کہ آپ نے اس تکلیف کے زمانہ میں بھی ارشادات خداوندی اور فرمان نبوی کو پس پشت نہیں ڈالا ہے۔

مومن کا فریضہ یہی ہونا چاہیے کہ وہ ہر قسم کے مردود اور ہر نوع کے یر میں حقیقی مولانا کی اطاعت سے باہر نہ ہو، میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ جیل میں آپ نماز باجماعت پڑھتے ہیں یا نہیں، لیکن میں یہ صاف الفاظ میں عرض کرتا ہوں کہ آپ ان چیزوں کے حصول کے لیے اپنی تکلیفوں میں اضافہ نہ کریں اگر موقع ہو تو آئینی حدود میں رہ کر کارکنان جیل سے اجازت لے کر واجبات شرعیہ و فرائض اسلامیہ کو ادا کریں، اور اگر خدا نخواستہ اجازت نہ ملے تو ایسی صورتوں میں غایت درجہ یہ ہے کہ اشارے تک سے نماز پڑھ لینے کا بھی حکم ہے، شرع کی عطا فرمائی سہولتوں پر عمل کریں۔

حضرت مولانا مدنی مدظلہ نے آپ کی غائبانہ بیعت منظور فرمائی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ پچیس ہزار مرتبہ اسم ذات بغیر جہر اور بغیر کسی تعین وقت کے شب و روز پورا کر لیا کریں میں دعا گو ہوں کہ خداوند عالم

آپ کو اپیل میں کامیابی عطا فرمائے۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہ سے بھی دعا کے لیے عرض کر دیا ہے۔

(السلام)

محمد اعجاز علی غفرلہ

از دیوبند ۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ ۲۲ جون ۱۹۴۲ء

(۲)

عزیز مکرم زیدت معالیکم

(السلام) علیکم دررحمۃ اللہ

میں ندامت کے ساتھ معافی کا خواستگار ہوں کہ آپ کے اس خط کا جواب بہت دیر میں روانہ کر رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اب ضعیف بھی ہو گیا ہوں۔ مشاغل ضروریہ کی کثرت ہے۔ سال ختم ہونے کو ہے۔ تو بعض اسباق بھی متعلق ہو گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ اپنی عدیم الفرستی کے اسباب غیر محدود ہیں۔ آج آپ کی خدمت میں عریضہ ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ پہلا لفاظ جس میں آپ نے بقول اپنے دو صاحبوں کی بیعت کی نسبت حضرت مولانا مدنی مدظلہ کی خدمت میں عرض کرنے کو کہا تھا۔ مجھ کو نہیں ملا۔ ورنہ میں حضرت کی خدمت میں ضرور پیش کرتا۔

دارالعلوم کے حالات تفصیل طلب ہیں۔ مخالفین کی نظریں دارالعلوم کو تباہ کرنے کے لیے تلی ہوئی ہیں۔ موقع ڈھونڈ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ علامہ عثمانی کے خلاف خدا جانے آپ کو کیوں گراں گذر رہا ہے۔ خدا نے آپ کو عالم بنایا ہے۔ زمانہ ماضی میں اس کی نظیریں بہت ملیں گی۔ یہ سچ ہے کہ گھر میں آگ گھر کے چراغ سے لگی ہے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ چراغ بھی وہ تھا جو مٹی کے تیل سے روشن کیا جاتا تھا۔ حضرت علامہ عثمانی لیگ کے مقاصد پورے کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور حضرت مدنی مدظلہ لیگ کو اسلام کا بیخ کن قرار دیتے ہیں۔ لفظی چکر سے نکل کر اعمال کی تنقید کے بعد حضرت مدنی مدظلہ کا فرمانا ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

جمعیت نے حضرت مولانا مدنی مدظلہ کی سرپرستی میں ترقی کی ہے۔ آپ کے اطراف میں ممکن ہے کہ وہ اب تک گمنا ہو۔ مگر وہ اب زیادہ گمنا نہیں ہے۔ تالیفات کی اشاعت حتی الامکان بہت زیادہ کی جا رہی ہے۔ لاہور میں ان تالیفات کی کوئی ایجنسی قائم ہے یا نہیں مجھ کو معلوم نہیں۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہ کے متعلق لکھتے ہیں دشواری یہ ہے کہ ان کے صحیح حالات اس وقت خود انہیں کو معلوم ہوں گے۔

دوسرے لوگ ناواقف ہیں۔ اور اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ میرے حالات اس غرض سے شائع کئے جا رہے ہیں کہ میری عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم ہو۔ تو وہ سخت ناراض ہوں گے۔

علاوہ ازیں میرٹھ کے ایک صاحب نے چند واقعات ذکر کر کے چند ورق کا ایک رسالہ شائع کیا ہے۔ میرے نزدیک غلطی کی۔ حالات لکھنا تھے تو پوری تحقیق کے ساتھ اور بہت زیادہ مفصل اس کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے۔ جو سرگرمی سے سوانح حالات مرتب کرے۔ اور بہت زیادہ روپے کی ضرورت ہے۔ جو ان کام کرنے والے کی تنخواہ پر صرف کیا جائے۔

جو حالات آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے افسوس کرنا آپ معاف کریں میرے نزدیک کفرانِ نعمت الہیہ ہے۔ آپ ذکر قلبی بھی کرتے ہیں۔ اور ذکر لسانی بھی۔ اور یہ بھی امید ہے کہ ذکر تمام بدن پر مستول ہو جائے۔ پھر جو آپ کا فرض منصبی ہے کہ گمراہوں کو راہ ہدایت پر لائیں۔ وہ بھی ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد اب آپ اور کیا چاہتے ہیں۔ اب اور چاہتے کیا ہو پیغمبری مل جائے۔ خدا کا شکر کیجئے آپ کی یہ حالت ہم جیسے ناکاروں کے لئے غبطہ کے قابل ہے۔ آپ نے جیل خانہ میں رہ کر قلب کی ایسی اصلاح کی۔ جو ہم جیسے آزاد رہ کر نہ کر سکے۔

ہماری حالتوں سے عبرت کیجئے۔ اور خدا کا شکر کیجئے اور دعا کیجئے کہ خداوند عالم ہم جیسوں کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس کی مرضیات کو حاصل کریں۔ حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں بہت سے اردو دانوں نے کتابیں لکھی ہیں چالیس برس پہلے بعض کتابیں دیکھی بھی تھیں۔ مگر کسی مستند کتاب کا نام اس وقت یاد نہیں ہے۔ اُمید ہے کہ آپ مجھ کو دعا میں ضرور یاد رکھیں گے.....

(واللہ)

محمد اعجاز علی غفرلہ ازدیو بند

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ

(۳)

میرے محمد و زیدت معالیکم پس از تحیۃ مسنونہ،
آپ کا خط آیا، آپ کس نفسی میں اس قدر متجاوز عن الحدود ہو گئے ہیں کہ مجھ کو خوف ہے کہ آپ کے الفاظ کفرانِ نعمت میں داخل نہ ہو جائیں۔ حضرت مولانا مدنی کی اجازت ہرگز ہرگز نا اہل کے لیے نہیں ہو سکتی ہے آپ خدا کا شکر کریں، اور اس منصب کو غیر مترقب نعمت خیال کر کے مدارج میں ترقی کریں۔

دس دس خطرات کو دل سے نکال دیں، شکر لیت پر از دیانت کا دہرہ خداوندی ہے۔ ہم خدا ام انکر
 نزدیکوں بے رحم ہیں تو ہوا کریں آپ تو دوران ہا خبر میں ہیں، لہذا الحمد، حضرت مولانا مدنی صاحب
 فہم ستر بہار میں معروف ہیں پندرہ بیس یوم کے بعد واپسی ہوگی۔ اس وقت ان شاء اللہ ان کی خدمت
 میں آپ کا سلام عرض کر دوں گا۔ ہو سکے تو حسن خاتمہ کی دعا آپ میرے لیے بھی کر دیں۔

(السلام)

محمد اعزاز علی غفرلہ

از دیوبند ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۰ھ

(۴)

جناب محترم زیدت معالیم، پس از تحسینہ مسنونہ،

نامہ صادر ہو کر باعث عزت افزائی ہوا، جیل میں زمانہ دراز گزار کر یہ ثابت کر دیا کہ حضرت یوسف
 علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھلید اس گئے، گذرے زمانہ میں بھی ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی
 اس سعی فی الدین عن الدین کو مقبول و مشکور کرے۔ (آمین)۔

رقم پتہ ذیل پر روانہ کر کے رسید میرے پاس بھیج دیں تو ”نقش حیات“ میں روانہ کر ادونگا، مکاتیب
 شیخ الاسلام کی جلد ثانی میں تاخیر صرف اس وجہ سے ہو رہی ہے کہ مکاتیب کی نکاسی اب تک پوری طرح
 نہیں ہوئی، اگر ہو جاتی تو اس روپیہ سے دوسری جلد شائع ہو سکتی، اس کے ناشر کے پاس روپیہ کی کمی ہے۔
 سنا ہے کہ دوسری جلد پہلی جلد سے زیادہ ذخیرہ عجائب ہے۔

مدرسہ اظہار الاسلام کی خبر سے بہت خوشی ہوئی، خداوند عالم آپ کے جذبات دینی کو قبول
 فرماوے۔ آمین۔ حضرت مولانا آسام تشریف لے گئے ہیں۔ پندرہ بیس یوم کے بعد واپسی کی امید کی
 جاتی ہے۔ میں آپ کا دعا گو ہوں اور حسن خاتمہ کی دعا کا امیدوار ہوں۔

(السلام)

محمد اعزاز علی غفرلہ

از دیوبند ۱۴ جمادی الثانیہ ۱۳۷۳ھ

حضرت قائد اہل سنت بھٹو کے نام شیخ الادب بھٹو کے جملہ مکتوبات کے لیے ماہنامہ حق چار یاڑ
 لاہور کا ”شیخ الادب بھٹو نمبر“ ملاحظہ فرمائیں..... رشیدی

مکتوب گرامی

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند)
سلام مسنون!

سامی نامہ باعث عزت ہوا۔ میں مسلسل سفروں میں رہا اس لیے جواب میں تاخیر ہوگئی۔
جماعت اسلامی کے جدید فہیات اور تعلقہ کی فرعیات جو جناب نے قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں
انہیں پڑھ کر افسوس ہوا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی نیا فقہ تیار ہو رہا ہے اور پرانے فقہ کا لباس اتار کر پھینکا
جا رہا ہے۔ انا اللہ۔ جماعت اسلامی کے افکار و خیالات کے بارہ میں جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے دو
بار ظاہر ہو چکی ہے۔ جنوری ۱۹۴۷ء میں بھی اپنی رائے کا اظہار کر چکا ہوں۔

اس میں نفس تحریک الہی کے بارہ میں جس کا عنوان اب یہ نہیں رہا عرض کیا گیا تھا کہ اس سے کس
اختلاف ہو سکتا ہے بشرطیکہ یہ عنوان محض نہ ہو بلکہ اس کے نیچے حقیقت بھی وہی ہو جو اس عنوان کے شایان
شان ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت مولانا حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب کے مقدمہ کے طور پر
احقر نے ایک تحریر لکھی تھی جس میں میحار حق کے مسئلہ پر کلام کیا تھا۔ اس سے ہی احقر کی رائے مکرر واضح
ہو گئی تھی۔ پھر دہلی جمعۃ العلماء کے دفتر سے ایک جماعتی بیان شائع ہوا۔ جس پر احقر کے بھی دستخط تھے اس
میں اس تحریک کے اثرات (سلف سے اعتماد اٹھ جانے اور عظمت کے رشتے کمزور ہو کر اوپر زبان تنقید کھل
جانے وغیرہ) ظاہر کر کے اس سے اپنی برأت کا اعلان کیا گیا تھا۔ بہر حال کئی بار آراء ظاہر ہو چکی ہیں
جو اظہار خیال کے لیے کافی ہو جانی چاہیے۔ الخ

(رسل)

محمد طیب

۳۰ شعبان ۱۳۸۳ھ

مکتوبات گرامی

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ

①

باسم سبحانہ

محترمی و مکرمی جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب احسن اللہ تعالیٰ الیکم والینا۔

(السلام) علیکم دررحمۃ اللہ ودرکائنات

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔ پاکستان کے بعض دینی رسائل میں جناب کا اسم گرامی تو بار بار دیکھا اور آپ کی ایک کتاب ”مودودی مذہب“ کے حوالے نظر سے گزرتے رہے لیکن یہ بات ابھی چند ہفتے پہلے پاکستان کے ایک مخلص کے عنایت نامہ سے معلوم ہوئی کہ آپ مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر مجلہ کے صاحبزادے ہیں (جو سلاووالی ضلع سرگودھا) کے مناظرہ (۱۹۳۷ء) میں ایک فریق کی طرف سے صدر تھے۔ میں مولانا مرحوم سے واقف نہیں تھا۔ یاد آتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعض خطوط میں مولانا کا ذکر ہے اور مولانا مرحوم کی مرزا سے خط و کتابت بھی ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی دوسرے بزرگ ہوں اور مولانا مرحوم کے ہم نام رہے ہوں۔ جن مخلص دوست نے مجھے یہ لکھا تھا کہ آپ مولانا کرم الدین صاحب مجلہ کے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے ہی یہ بھی لکھا تھا کہ سلاووالی کے مناظرہ میں راقم سطور (محمد منظور نعمانی) کے بارے میں مولانا مرحوم نے اچھی رائے قائم کی تھی اور اس کے بعد ہی انہوں نے جناب کو تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند بھیجے کا فیصلہ فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مدنی مجلہ سے تلمذ اور پھر بیعت اور پھر اجازت کا شرف بھی عطا فرمایا۔ فہیننا لکم ثم ہیننا لکم۔ میں چاہتا ہوں اور میری یہ درخواست ہے کہ اگر یہ واقعہ ہے تو اس کی تفصیل جناب خود اپنے قلم سے تحریر فرمادیں مجھے اس کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا عبدالحکوم صاحب فاروقی لکھنؤی مجلہ سے متعلق جناب نے میرا مضمون اپنے دیاچہ کے اضافہ کے ساتھ جو شائع فرمایا تھا غالباً جناب ہی کی مرسلہ اس کی دو کاپیاں چند روز پہلے موصول ہوئیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ رسالہ کے صفحہ ۲ پر سطر ۱۵، ۱۶ میں جناب نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مجلہ کے جس مضمون کا ذکر فرمایا ہے اس کا اصل واقعہ یہ ہے کہ وہ مضمون

لکھا ہوا خود حضرت مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور ایک خاص مصلحت سے حضرت مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود جلی کا سفر فرما کر حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لی تھی کہ ان کے نام سے شائع کیا جائے۔ بلکہ دستخط بھی کرا لیے تھے۔ حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالکفور صاحب کا اس وجہ سے بھی بہت لحاظ اور ادب فرماتے تھے کہ مولانا کے بڑے بھائی، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی (والد ماجد شیخ الحدیث مدظلہ) سے مولانا عبدالکفور صاحب کا گہرا دوستانہ تعلق تھا ورنہ خود حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ کا مطالعہ نہیں فرمایا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ وہ کام شروع نہیں ہوا تھا جو تبلیغ کے نام سے حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی نسبت سے اب ہو رہا ہے۔

میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اس سلسلہ میں جو اصل واقعہ ہے وہ جناب کے علم میں آجائے دعاؤں کا محتاج اور دعا گو ہوں۔

مکرر یہ کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اور خود جناب کے بارے میں جو کچھ میں نے دریافت کیا ہے اس کے جواب کا میں منتظر ہوں گا۔ خدا کرے کہ آپ جلد ہی اس کو میرے لیے قلمبند فرمادیں۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

(المدنی) حبیبکم در محسنہ (اللہ)

محمد منظور نعمانی

۲۸/اپریل ۱۹۸۱ء

(۲)

باسم سبحانہ تعالیٰ

۳، ۴، ۱۹۸۵

مترجمی مکرری حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت فوضم۔

(المدنی) حبیبکم در محسنہ (اللہ در کائنات)

کل جناب کی خدمت میں ایک مفصل عریضہ لکھایا تھا وہ کل حوالہ ڈاک نہیں ہو سکا تھا آج معلوم ہوا کہ ہمارے ایک عزیز دوست دو تین دن کے اندر ہی انشاء اللہ کراچی جانے والے ہیں میں نے مناسب

سمجھا کہ اس خط کی فوٹو کاپی کرا کے ان کے ذریعہ بھیج دی جائے وہ انشاء اللہ کراچی پہنچ کر حوالہ ڈاک کر دیں گے، امید ہے کہ میرے خط کی یہ فوٹو کاپی آپ کو اصل خط سے پہلے مل جائے وہ فوٹو کاپی اس عریضہ کے ساتھ منسلک ہے۔ مگر گزارش ہے کہ میں نے کشف الاسرار اور مجلسی کی ”حق الیقین“ کے بارے میں جو زحمت جناب کو دی ہے اسے فی سبیل اللہ تصور فرما کر برداشت فرمائیں گے۔
(درحکم علمی رزقہ۔ دعا کا محتاج و طالب اور دعا گو ہوں۔)

(السلام)

محمد منظور نعمانی

(۲)

باسم سبحانہ و تعالیٰ

از محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ (یوم الجمعہ) لکھنؤ

محترمی مکرئی جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت فیوضکم

(السلام) علیکم دررحمۃ اللہ دررکاتہ۔ خدا کرے مزاج گرامی بغایت ہوں۔ جناب کا عطیہ از

مولانا عبدالوحید خنی صاحب مرسلہ حق الیقین کا نسخہ ڈاک کے ذریعہ آج سے ۳، ۲ دن پہلے موصول ہوا

ہے۔ اس کے ساتھ مولانا خنی صاحب کا جو عنایت نامہ ملا ہے اس پر تحریر کی تاریخ ۵ شعبان لکھی گئی ہے۔

غالباً اس دن یا ایک دو دن بعد حوالہ ڈاک کیا گیا ہوگا۔ پارسل یہاں اس حال میں ملا کہ ڈاک کے محکمہ کے

ذمہ داروں نے اس کو کھول کر دیکھا تھا اور شاید پوری تلاشی لی تھی لیکن الحمد للہ کتاب صحیح سالم آئی کہ اس

کے ساتھ ۲-۱۳ اشتہارات اور ۲ رسالے بھی۔

یہ آپ نے بڑی عنایت فرمائی رسمی طور پر نہیں صمیم قلب سے عرض کرتا ہوں کہ اس عنایت و کرم کے

دل میں تشکر و احسان کی جو کیفیت ہے اس کے صحیح اظہار کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ

اپنی شان عالی کے مطابق اس عنایت کا صلہ دینا و آخرت میں جناب کو عطا فرمائیں۔ الخ.....

(السلام)

محمد منظور نعمانی

مکتوبات گرامی

①

مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ

محترم القام حضرت مولانا قاضی صاحب زیہ رحمہ۔

(السلام) علیکم درحمتہ اللہ وبرکاتہ! گرامی نامہ پڑھا آپ کی پرانی رائے ہے مگر مجھے اس میں قصوری ترمیم کرنا ہے جو زہانی عرض کروں گا۔ خیال ہے تیسوں تین دہبرہ کو پکوال آنے کا اگر حالات نے اجازت دی اور خدا تعالیٰ نے ملایا تو عرض کروں گا۔ آگے رب کا اختیار ہے۔ مضمون اخبار کا پڑھا آپ کے مضمون سے اختلاف اسی کو ہو سکتا ہے جو دین کا حامی نہ ہو.....

(السلام)

غلام غوث

②

حضرت قاضی صاحب زیہ مجدد و رحمہ

(السلام) علیکم!

اگر آئندہ پھر بھی ازراہ شفقت نصف الملاقات کا شرف بخشیں تو یہ خیال ضرور رہے کہ برکت و رحمت کے ساتھ مجھے پڑھنے کی زحمت نہ ہو اگرچہ آپ کے مخصوص رسم الخط سے اچھا خاصا مالوس ہو چکا ہوں پھر بھی دقت کرنا اور سوچنا پڑتا ہے۔ مطلوبہ پر پے ارسال ہیں۔

اگر حد کے جواز کا ترجمان القرآن اور دو جڑواں بلیوں کے کلام والا ترجمان القرآن آپ کے پاس موجود ہو تو بہت جلد بذریعہ ڈاک ہی سہی روانہ فرمادیں اور تاریخ پیشی ۱۳ جولائی ہے۔ ایبٹ آباد میں اور بھی کوئی خاص بات والا پڑچہ یا کتاب ہو تو ارسال کریں۔ آج کل مستفیض پر ہر طرح کی جرح کی جا رہی ہے۔ ہائی گرامی نامے کے اندر کی تفصیلی بحث میں مجھے آپ سے اتفاق کیا میں تو گویا مریدوں میں داخل ہوں۔ دیکھئے ہمچہ اور مجلس شوریٰ اور آپ کیا کرتے ہیں مرکزی دفتر اور صوبائی

دفتر میں فرق ہے۔ صوبائی دفتر کو لاہور میں رہنا چاہیے۔ باقی اخبار کہاں سے نکلے اس کا دستور سے کیا تعلق اگر دستور کے ضمن میں یہ بات طے کی گئی ہے جس کا مجھے علم نہیں تو میں اس کی مخالفت کروں گا اور ایسا نہ ہوگا۔ فقط..... (دالعلیٰ)

(۳)

محترم القام حضرت قاضی صاحب زید کرمہ

(السلام) علیکم در رحمۃ اللہ در کائنات،

خدا جانے کیا بات ہے الحمد للہ تعالیٰ اس غلط فہمی میں نہیں ہوں کہ کسی سے اچھا ہوں اور آپ کو ہر طرح مطاع و مقتدائی تصور کرتا ہوں۔

مگر حیران ہوں کہ دل یہی کہتا ہے کہ آپ ہماری سرپرستی فرمائیں اپنا کام علیحدہ رکھیں اور جاری رکھیں مگر مکرین حیات النبی ﷺ حامیان مودودیت اور مخالفین سب مجتمع ہوں اور ہم منتشر آگے آپ کا اختیار ہے۔ اور حقیقی مختار تو وہی رب مختار ہے حالات ایسے ہیں دعا کی ضرورت ہے.....

(دالعلیٰ)

غلام غوث

مکتوب گرامی

محمود ملت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ

مخدوم و محترم حضرت قاضی صاحب دام مجدکم العالی۔

سلام مسنون، مزاج گرامی۔ گزارش ہے کہ جناب کا گرامی نامہ ملا آپ نے جس جذبہ ایمانی کے تحت جماعتی فیصلہ پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے اس سے بہت خوشی ہوئی علماء کی باوقار اور مقدس جماعت میں ایسے افراد کی ضرورت ہے کہ وہ سختی سے جماعت کو اس کے مقصد کی پابند رکھے جس کے حصول کے لیے جماعت کا وجود عمل میں آیا ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی جماعت مرکزی مجلس عمومی میں اسلامی نظام حیات کو جمہوری مجلس عمل کے مقاصد میں اولین حیثیت دیکر شامل کر دیا ہے اور تین چار یوم تک مختلف کل جماعتی مجالس میں اسی موضوع پر ہی ہم نے سخت لڑائی کی ہے اور آخر کامیاب ہو کر رہے۔ اخبارات نے بالکل ناقص کر کے چھاپے ہیں اصل قرارداد کے الفاظ آپ کو لف کر کے بھیج رہا ہوں

- باقی قرارداد کے الفاظ ترجمان میں بھی صحیح ترجمہ کے ساتھ شائع نہیں ہوئے اصل قرارداد انگریزی میں تھی ہم نے اس کا لفظی ترجمہ کر لیا اور وہی آپ کو بھیج رہا ہوں۔

میں ایک ہفتہ سے بیمار صاحب فرماں ہوں۔ میرے محترم اس قرارداد کی ترتیب و تدوین کے سلسلہ میں آپ اگر مولانا عبداللطیف صاحب (جہلمی) کو لے کر ملتان تشریف لے آویں تو میں اندر کی تمام باتیں اور پورا انشیب و فراز آپ کے سامنے رکھ دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ آپ مکمل طور پر مطمئن ہو جائیں گے یا حضرت مولانا غلام غوث صاحب سے ملاقات فرمائیں وہ پوری طرح حالات سے باخبر ہیں یا مولانا محمد اکرم صاحب (لاہوری) سے اطمینان حاصل فرمائیں۔ مجھے تو خوشی ہوگی کہ آپ ملتان تشریف لے آویں۔

گنگو اور پوری تفصیلی حالات کے بعد بھی آپ مطمئن نہ ہوں تو پھر اختلاف کا اظہار فرماتے، دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

(درد)

محمود عفا اللہ عنہ از ملتان

۱۹۷۰ء

مکتوب گرامی

جانشین امیر شریعت مولانا عطاء المنعیم شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ

مجاہد اہل سنت حضرت مولانا قاضی صاحب

(اللہ) جلیکم در رحمۃ اللہ در رکابہ

قریباً دو ماہ ہوئے کہ آپ کے شناسا اور میرے محترم جناب مولوی غلام یحییٰ صاحب جہلمی نے میری خصوصی فرمائش پر جناب کی تالیف لطیف "بشارت الدارین" آپ کے مکتبہ سے قیثاً حاصل کرنا چاہی تو میرا نام معلوم ہونے پر آپ نے اس کی واجبی قیمت وصول کیے بغیر ہی ہدیہ عنایت فرمادی جو موصوف کی سفر سے واپسی پر مجھے مل چکی ہے۔ آپ نے قیمت نہیں لی یہ حسن سلوک ہے۔ بحجز اللہ تعالیٰ!

باقی ہدیہ تو یوں بھی بے بہا ہوتا ہے از روئے حساب دینا بجز توجہ قلب از دیاد محبت اور جوابی خدمت کے سوا اس کی قیمت نہیں ہوتی۔ سو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی توقع ہے اور عملاً بھی یہ حق ادا کرنے کی سعی کی جائیگی۔ (اللہ) (المنعما) البتہ مکتوب تشکر میں تاخیر میرے جیسے سراپا قصور کی غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ ہے

در نہ وصول ہدیہ کے بعد از خود پیدا ہونے والے احساسِ جواب اور قاصدِ ہدیہ کی یاد دہانی کے سلسلہ میں کوئی تصور حائل نہیں ہوا۔ گو اس کے علاوہ قریباً ڈیڑھ برس کی مسلسل بیماری اور ذاتی اور جماعتی مصروفیات کا شرعی عذر بھی موجود ہے تاہم معذرت خواہ ہوں۔ امید ہے محسوس نہ فرمائیں گے۔

② کئی برس سے پندرہ روزہ ”الاحرار“ کی ادارت کا کام ٹھہٹ رہا ہوں میرے نقطہ نگاہ سے علمی اور تبلیغی طور پر اب اس کا رخ حسبِ منشا ہو رہا ہے چند روز تک اس کے سابقہ شماروں میں سے چند پرچے بطور نمونہ اور ہدیہ بھجواؤں گا۔ بعد مطالعہ اگر طبیعت آمادہ ہو تو عقیدہ و مسلک اہل السنۃ والجماعت کے مطابق کبھی کبھی کوئی چھوٹا بڑا مضمون اور مکتوب و مراسلہ چھپنے کے لئے بھیج دیا کریں تو شکر گزار ہوں گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اخلاقی، قانونی یا کسی اور قسم کی مصلحت مانع نہ ہو تو کیا آپ اس کی اجازت دیتے ہیں کہ بشارت الدارین حسبِ موقع اور گنجائش ”الاحرار“ میں بالاقساط شائع کر دی جائے؟

یہ میری دلی خواہش ہے اور مولانا غلام حسین صاحب مذکور جو حسن اتفاق سے اس وقت میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسرے کئی احباب بھی اس بارہ میں میرے ہموا ہیں۔ اس کے متعلق پہلی فرصت میں آپ کی تحریریں رضامندی اور اجازت کا بے چینی سے منتظر ہوں گا۔ امید ہے کہ مناسب اور حسبِ ضرورت جواب باصواب سے خورشید فرمائیں گے۔ (واللہ للہ)

③ جماعت اسلامی اور مودودی صاحب کے متعلق آپ کا پرانا اور مشہور مقبول مضمون جس میں اکابر دیوبند کا بالعموم اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کا بالخصوص دفاع کیا گیا ہے۔ لیکن اس کا کتابی نام فی الوقت یاد نہیں رہا۔ نیز حضرت مدنی رحمہ اللہ کا مرتب کردہ شجرہ روحانیہ جس میں حضرت کے خود نوشت حالات بھی شامل ہیں اور چند برس ہوئے آپ نے اس کو بڑے اہتمام سے شائع کیا تھا۔

اور اگر کوئی مزید اس سلسلہ میں نئی مطبوعہ بھی ہو تو سب کے دود و نسخہ پر مشتمل دی پی میرے نام کر دی جائے۔ ان شاء اللہ وصول کر لی جائیگی اور کیا لکھوں سب سے بڑی اور آخری فرمائش اپنی اور امامی مدظلہا اور اپنی بیوی بچوں کی صحت و عافیت حصولِ علم دین و توفیقِ عمل خیر نیز عزیمت و استقامت اور حسن خاتمہ کے لئے مسلسل دعاء کی التماس ہے۔ امید ہے کہ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے۔ (واللہ)

مخلص و فقیر ابو معاویہ

۲۸ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

مکتوب گرامی

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی مدظلہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ جناب والا کی مرسلہ کتاب ”خارجی فتنہ“ اور ”دفاع صحابہ“ وصول ہو چکی ہیں۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آپ نے خارجیت اور ناصیت کا تعاقب فرمایا ہے یہ فتنہ رفض و شیعیت سے کم خطرناک نہیں۔ البتہ ایک بات محسوس ہو رہی ہے کہ کتابوں میں طوالت زیادہ ہے۔ اگر قدرے اختصار ہوتا تو بہتر تھا۔

(واللہ)

عبد الحمید

یکم ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

(۲)

شیخ الحدیث (یعنی حضرت مولانا محمد سرفر از خان صاحب دام مجدہم) سے آپ کی کتاب پر تبصرہ کے لئے کہا تھا۔ انہوں نے اپنی بیماری کی وجہ سے معذرت کی۔ آج کل سابقہ امراض کے علاوہ انہیں کمر میں شدید درد ہو گیا ہے۔ دعا فرمائیں۔ میرے ناقص خیال میں اس پر ہمارے جیسے لوگوں کے تبصرہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ جناب والا کا اسم مبارک اور نام نامی ہی سند کافی ہے۔ آپ اہل حق کے ترجمان اور سلف کے امین ہیں۔

(واللہ)

عبد الحمید

۲ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

مکتوب گرامی

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

مخدوم گرامی قد رحلت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم العالی

(السلام) علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت تمام ہوں۔ آمین

آپ کی طرف سے مختلف قراردادیں اور پمفلٹ آپ کی کرم نوازی سے موصول ہوتے رہتے ہیں۔

چونکہ ان میں کوئی جواب طلب بات نہیں ہوتی اس لئے جواب نہیں دیتا۔ لیکن ان سے جناب

کی سرگرمیوں کا علم ہوتا رہتا ہے۔ اور دعا گو بھی رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جناب کو جزائے خیر عطا

فرمائیں۔ آمین

تازہ کتاب ”خارجی فتنہ۔ جلد اول“ موصول ہوئی۔ سرسری طور پر دیکھی دل بہت خوش

ہوا۔ آپ نے مسلک حق کی خوب ترجمانی فرمائی ہے۔ آجکل اس معاملے میں جو افراط و تفریط

چل رہی ہے۔ آپ نے اُس سے ہٹ کر اعتدال کا جو راستہ اختیار فرمایا ہے وہی علماء حق کا

طریقہ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ یہ عریضہ محض اپنے جذبات کے اظہار کے لئے لکھا ہے۔ اس کی اشاعت

مقصود نہیں۔

(السلام)

تقی عثمانی

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

اھدنا الصراط المستقیم

آصفیۃ کا ایک افسانہ مکتوب

آصفیۃ - آصفیۃ ۲۰۰۲ دسمبر ۲۰۰۲ء تا فروری ۲۰۰۳ء ب۔ پنج المحدثہ
اور، خلیل احمد صنف سید، ۲۰۰۲ء۔ ایک مکتوب ہزار جہنم الہیہ کی مکتوب
آصفیۃ ۲۰۰۲ء، صنف سید، ۲۰۰۲ء۔ ایک مکتوب ہزار جہنم الہیہ کی مکتوب
آصفیۃ ۲۰۰۲ء، صنف سید، ۲۰۰۲ء۔ ایک مکتوب ہزار جہنم الہیہ کی مکتوب
تاریخہ کا راقیہ نے مکتوب مکتوب کے جہنم الہیہ کی مکتوب

اھدنا الصراط المستقیم

الصیۃ کا ایک افسانہ مکتوب

ماہنامہ ”الصیۃ“ لاہور دسمبر ۲۰۰۲ء شوال ۱۴۲۳ھ۔ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث
سہارنپوری کا ایک مکتوب بعنوان ”حقیقت افروز تاریخی مکتوب بجواب حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی“ شائع ہوا جو بندہ کے
نزدیک ایک افسانہ اور حیران کن مکتوب ہے جس کے متعلق کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہے، قارئین کی واقفیت کے لئے مکتوب
مذکور کے چند اہم اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

ماہنامہ حق چار یاڑ کے لئے آخری ادارتی تحریر کی چند ابتدائی سطور جو آپ کی حیات میں ”شیخ الہند“ نمبر“
کے عنوان سے شائع نہ ہو سکی اب ان شاء اللہ بہت جلد آخری تصنیف کے طور پر منظر عام پر آئے گی۔

خدام اہل سنت کی دعاء

خدایا اہل سنت کو جہاں میں کامرانی ہے خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی ہے
تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں رسول اللہ کی سنت کا ہر سونور پھیلائیں
وہ منوائیں نبی کے چاریاؤں کی صداقت کو ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو
صحابہؓ او اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں وہ از وارج نبی پاک کی ہر شان منوائیں
حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا انہوں نے کر دیا تھا روم و ایریاں کو تہہ ڈ بالا
تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں
تیرے کن کے اشارے ہو پاکستان کو حاصل عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل
ہو آئینی تحفظ ملک میں ختم نبوت کو مثلاً دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسول پاک کی عظمت، محبت اطاعت کی
تیری توفیق سے ہم اہل سنت کے رہیں خدام ہمیشہ دین حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم
نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہر ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری ضلّوں

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ